جدید اسلامی انسائیکلوپیڈیا

مدینہ منورہ میں ترتیب دیا جانیوالا
ہر قسم کی اسلامی معلومات پر مشتمل
مستند مجموعہ

دینی دسترخوان

جلد سوم

تالیف

حضرۃ مولانا عبدالقیوم مہاجر مدنی مدظلہ العالی

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

دینی دسترخوان

تاریخ اشاعت..............شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ

ناشر......................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت...................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان
مکتبہ رشیدیہ.......راجہ بازار.......راولپنڈی

ادارہ اسلامیات.........انارکلی.........لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی.....خیبر بازار.......پشاور

مکتبہ سید احمد شہید........اردو بازار.....لاہور
ادارۃ الانور........نیوٹاؤن.......کراچی نمبر 5

مکتبہ رحمانیہ.......اُردو بازار .... لاہور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ....جامعہ حسینیہ....علی پور

مکتبہ المنظور الاسلامیہ.........بلاک زیڈ.......مدینہ ٹاؤن.......بنک موڑ.......فیصل آباد

ادارہ اشاعت الخیر - حضوری باغ روڈ - ملتان

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذی اصطفیٰ اما بعد

بندہ کے والد مکرم الحاج عبدالقیوم صاحب مہاجر مدنی عارف کامل حضرت مولانا عبدالغفور مدنی قدس سرہ کے متوسلین میں سے ہیں۔ اپنے مرشد و مربی اور دیگر علمائے حق سے محبانہ و مخلصانہ ارادت و خادمانہ تعلق کے باعث دین کا صحیح ذوق' علوم و معارف قرانیہ سے خاص ربط' طریق سنت نبوی سے محبت اور اس پر عمل اور اسلاف و اکابر امت کی تعبیرات پر کامل اعتماد رکھتے ہیں۔ آپ کو عرصہ بارہ سال سے مدینہ منورہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام) میں قیام کی سعادت حاصل ہے۔

محترم والد صاحب دامت برکاتہم نے آج سے تقریباً ۲۰ برس قبل بندہ سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں ایک مسلمان کے جملہ دینی ضروریات کے تمام مضامین بقدر کفایت بیان کر دیئے جائیں۔ بحمداللہ ان کی یہ تمنا "دینی دسترخوان" کی اشاعت کی صورت میں تکمیل پذیر ہو رہی ہے۔ اس دسترخوان پر ان شاء اللہ اہل ذوق کی انواع و اقسام کی شیریں روحانی غذائیں' دل و دماغ کی فرحت و تسکین کے لئے مقویات اور تفریح و لطافت کے لئے نمکینی کلام سے تواضع کی گئی ہے اور مہمان نوازی کا سلیقہ رکھنے والے ایک مخلص میزبان کی طرح جامع کتاب نے اپنی بساط کے مطابق ہر چیز اپنے مہمانوں کے سامنے لا رکھی ہے۔ کہ جس شخص کو جو لقمہ خوش ذائقہ لگے' نوش جان کرے اور جو نوالہ پسند آئے تناول کرے۔ غرضیکہ دینی' علمی' اخلاقی اور اسلامی معلومات کا یہ خزینہ اپنی طرز کا جدید "اسلامی انسائکلو پیڈیا" کہلانے کے قابل ہے۔

اس کتاب کی تالیف کے دوران محترم والد صاحب پر اس کی تکمیل و اشاعت کے جذبات وارفتگی کی حد تک غالب رہے۔ اس کے لئے انہوں نے بلا مبالغہ سینکڑوں کتب کا مطالعہ کیا۔ بے شمار رسائل دیکھے' متعدد اصحاب علم سے مراجعت کی' کئی کئی راتیں مسلسل جاگ کر کاٹیں اور اس محنت شاقہ کے بعد یہ بیش بہا علمی ذخیرہ مرتب فرمایا۔

الحمدللہ "دینی دسترخوان" کے دو ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کتاب نے مثالی مقبولیت حاصل کی ہے۔ اب تیسری طباعت بہت ساری مزید خوبیوں اور اضافوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ بارگاہ خداوندی میں التجا ہے کہ وہ اس کتاب کو حضرت مؤلف ممدوح' ناشر اور ان سطور کے راقم کے لئے وسیلہ مغفرت و ذریعہ نجات بنائیں اسے قبولیت و نافعیت عامہ عطا فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو اس سے نفع مند ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

والسلام

طالب دعاء

محمد اسحاق

ناظم ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

پیش لفظ

اسلام جب عالم میں پھیلا اور اقوام عالم کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری مسلم زعماء پر آئی تو اس ذمہ داری کو سنبھالنے کیلئے ان حضرات نے اپنے کام کو مختلف شعبوں میں تقسیم کیا تا کہ ہر ہر شعبہ اور ہر ہر موضوع پر صحیح کام ہو سکے۔

چنانچہ خلفاء کے ذمہ تو سیاست تھی۔ انہوں نے عوام الناس کے حقوق کا تحفظ کیا۔ ان کے جان، مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی خدمت سرانجام دی علمائے متکلمین کے ذمہ اسلام کے عقائد اور بنیادی نظریات کی تفہیم وتشریح کا کام لگا، محدثین نے حدیث سے تحفظ واشاعت کا کام کیا فقہاء نے اسلامی قوانین کی تشریح وتوضیح اور اخذ واستنباط کا کام کیا۔ اور صوفیائے کرام نے عوام الناس کی اخلاقی تربیت کا کام اپنے ذمہ لیا اور ہر طبقہ نے اپنے کام کو خوب نبھایا۔

تاریخ اسلام دراصل مسلمانوں کے انہیں طبقات کی کاوشوں اور حُسنِ کارکردگی سے عبارت ہے۔ تاریخ اسلام کا ہر ہر ورق اس بات کا گواہ ہے کہ کس طرح مسلمانوں نے انسانیت کی خدمت، تربیت اور ان کی راہنمائی کی۔

دینی دسترخوان کی پہلی اور دوسری جلد تو علماء وخلفاء کے کارناموں اور کاوشوں پر مشتمل ہیں۔ بعد میں اس طرف توجہ ہوئی کہ اسلامی سرمایہ کا ایک اہم گوشہ جس کا تعلق تصوف سے ہے اس پر بھی اپنے بھائیوں کی معلومات کے لئے سامان کی فراہمی ضروری ہے۔ اس لئے ہمیں دینی دسترخوان دو جلدوں سے آگے بڑھانا پڑا اور اس طرح تصوف کے خاص موضوع پر دینی دسترخوان کی تیسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ پاک حضرت مؤلف کی عمر میں برکت عطا فرمائیں اور دین کے اس دسترخوان کو مستند دینی وروحانی غذاؤں سے سجانے پر اللہ پاک انہیں دنیا وآخرت کی خیر وبرکت سے نوازیں۔ اس دسترخوان کو ہماری روحانی سیرابی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

امید ہے قارئین ہماری اس کاوش کی قدردانی فرمائیں گے۔ اور عوام وخواص کے لئے اس کتاب کا مطالعہ علم نافع کا سبب ہوگا۔ اللہ پاک دینی دسترخوان کی اس تیسری جلد کی تیاری میں ہمہ قسم خدمات سرانجام دینے والے تمام حضرات کی کوشش وکاوش کو ان کے لئے دنیا وآخرت کی سرفرازیوں کا سامان بنائیں۔

والسلام

محمد اسحٰق

عشرہ اول شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ

اجمالی فہرست

دینی دسترخوان جلد ۳ کے لئے جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا

۱- تفسیر بیان القرآن- مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ
۲- نشر الطیب- حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ
۳- جمال الاولیاء- حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ
۴- **التکشف**- حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ
۵- شریعت وتصوف- حضرت مولانا مسیح اللہ رحمہ اللہ
۶- جہاد- حضرت مولانا مسیح اللہ رحمہ اللہ
۷- مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ
۸- مکتوبات معصومیہ- خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ
۹- مکتوبات صدی حضرت احمد یحییٰ منیری رحمہ اللہ
۱۰- قول الجمیل- حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ
۱۱- کشف المحجوب- حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ
۱۲- اصلاح المسلمین- حضرت سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ
۱۳- اسماء حسنیٰ- حضرت سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ
۱۴- نعمت عظمیٰ- حضرت سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ
۱۵- ختمات اولیاء- حضرت سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ
۱۶- مقامات فضلیہ- حضرت سید زوار حسین شاہ رحمہ اللہ
۱۷- انوار معصومیہ- حضرت سید زوار حسین شاہ رحمہ اللہ
۱۸- عمدۃ السلوک- حضرت سید زوار حسین شاہ رحمہ اللہ
۱۹- حالات نقشبندیہ رحمہ اللہ
۲۰- قوت القلوب علامہ حضرت قشیری رحمہ اللہ
۲۱- ھادی عالم- بے نقط سیرت رحمہ اللہ
۲۲- علوم القرآن- شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی رحمہ اللہ
۲۳- احکام میت- عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی رحمہ اللہ
۲۴- بصائر حکیم الامت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی رحمہ اللہ
۲۵- کتاب الاذکیاء- علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ
۲۶- اصول دعوت اسلام- حضرت قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ
۲۷- نماز نبوی مولانا الیاس فیصل مدنی رحمہ اللہ
۲۸- تفسیر انوار البیان- مفتی محمد عاشق الٰہی مدنی رحمہ اللہ
۲۹- معمولات نبوی حضرت سراج الحق رحمہ اللہ
۳۰- فن اسلامی الدکتور عفیف البهنسی
۳۱- نماز حنفی حضرت مولانا خیر محمد رحمہ اللہ
۳۲- ہدیہ موسویہ- حضرت قاری محمد اسماعیل رحمہ اللہ بن حضرت مولانا محمد موسیٰ نقشبندی رحمہ اللہ
۳۳- تفسیر عثمانی- علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ
۳۴- جواہر النقشبندیہ عباسیہ حضرت عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ
۳۵- مبشرات منامیہ حضرت عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ
۳۶- تفسیر ابن کثیر اردو علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ
۳۷- حضرات القدس- خواجہ محمد کشمی رحمہ اللہ
۳۸- مسلم کے دن رات- حضرت فاروق صاحب رحمہ اللہ
۳۹- خاندان نقشبندیہ کی علمی خدمات ڈاکٹر غلام مصطفیٰ رحمہ اللہ
۴۰- لیل ونہار حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ
۴۱- تعارف تصوف- حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمہ اللہ
۴۲- تصنیفا تحضرت محمود یوسف لدھیانوی مدظلہٗ ناشر عالمی ادارہ تحفظ ختم نبوت پاکستان ملتان
۴۳- دعوات فضلیہ- حضرت مولانا عبدالغفور عباسی رحمہ اللہ
۴۴- اوراد فضلیہ- حضرت مولانا عبدالغفور عباسی رحمہ اللہ

فہرست مضامین

معارف مجددیہ

دوائے دل

اصلاح المسلمین

گلہائے رنگارنگ

کرامات اولیاء

تفسیر ابن کثیر

کلام حکمت

باب ا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسمائے حسنیٰ

وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا

حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو نام ہیں جس نے ان کو یاد کیا اور ان کا ورد کیا وہ جنت میں جائے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب اسماء اللہ تعالیٰ)

ہم نے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے پیش نظر اور برکت حاصل کرنے کے لئے اور قارئین کے فائدے کے لئے سب سے پہلے ان اسمائے حسنیٰ کو ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی ان کی فضیلت' خواص اور پڑھنے کا طریقہ بھی لکھ دیا ہے تا کہ پڑھنے والوں کو فائدہ تامہ حاصل ہو اور ان اسمائے مبارکہ کے یاد کرنے اور اُن کا ورد رکھنے کی تبلیغ ہو۔

(ازافادات: حضرت عبداللہ شاہ بنیری قدس سرہٗ)

اسمائے حسنٰی پڑھنے کا ادب:

بوقت تلاوت ہر قاری کو چاہیے کہ اللہ کے ناموں کے ساتھ جل جلالہ مثلاً الرحمٰن جل جلالہ پڑھے۔

فوائد وخواص:

جو کوئی اس کا ورد ہمیشہ جاری رکھے گا' رب کریم اس کو دنیا و عقبٰی کی سعادتوں سے مالا مال فرمادے گا اور جو دعا کرے گا اللہ پاک اس کو قبول کرے گا (مگر شرائط دعا کا لحاظ ضروری ہے)

شرائط دعاء:

رزق پیٹ میں حلال ہو' زبان جھوٹ سے غیبت سے پاک ہو' ورنہ ان شرائط کے بغیر دعا صرف صورت دعا ہے اور شرائط کے ساتھ حقیقت دعا ہے جو کہ مطلوب ہے اور دل میں حضور عجز وانکسار ہو۔ حدیث قدسی ہے انا عندالمنکسرۃ قلوبھم "میں شکستہ دل والوں کے ساتھ ہوں"

ہر کجا پستی بود آب آنجا رود۔ جہاں پستی ہوتی ہے' پانی ادھر جاتا ہے۔ حضور قلب کو قبولیت اعمال میں بڑا دخل ہے۔

واقعہ: نقل کیا گیا ہے کہ ایک سائل غلاف کعبہ مبارکہ کو پکڑے زار و قطار رو رہا تھا' حجاج بن یوسف طواف میں تھا اس کو رحم آیا اور پوچھا کیوں روتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ سالوں سے ایک سوال کرتا ہوں مگر قبول نہیں ہوتا اس لئے روتا ہوں۔ حجاج نے اس کو اپنی تلوار دے دی اور کہا میں حجاج ہوں۔ یہ تلوار پکڑ لو تین دن کے بعد میں پھر آؤں گا اگر ان تین دنوں میں تیرا سوال قبول ہو گیا تو بہتر ورنہ اس تلوار سے تیرا سر قلم کر دوں گا۔ حجاج چلا گیا اور سائل نے بڑے حضور اور تضرع سے دعا مانگنا شروع کی جو اللہ پاک نے قبول فرمائی تین دن بعد حجاج آ گیا' دیکھا کہ سائل ہشاش بشاش بیٹھا ہوا ہے' حجاج نے پوچھا کہ سوال قبول ہوا یا نہیں؟ عرض کیا قبول ہوا۔ حجاج نے کہا کہ لاؤ میری تلوار مجھے دے دو' اسماء حسنٰی اور اسماء النبی ﷺ کی خاصیت میں کوئی شک نہیں۔ اجابت دعا کے لئے تریاق ہیں لیکن شرائط کا لحاظ ضروری ہے۔ الغرض مقصد اصلی اپنے گناہوں کی معافی ہے۔ (رواہ البخاری و مسلم۱۲)

جنت میں داخلہ:

حضرت ابوہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ ایک کم سو۔ جس نے ان کو حفظ کیا اور ان کا ورد کیا وہ جنت میں جائے گا۔ جنت میں وہ نعمتیں ہیں کہ جن کا سمجھنا ہماری عقلوں سے باہر ہے' خاص کر اس میں اللہ کا دیدار ہے جو کہ تمام نعمتوں سے بالاتر ہے۔

ایک کم سو کیوں ہیں:

حدیث شریف میں ایک کم سو کا لفظ کیوں بڑھایا گیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ننانوے کی تاکید ہو جائے' نہ اٹھانوے رہ جائیں اور نہ سو ہو جائیں۔ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں عدد جفت جائے گا اور اللہ کو طاق عدد پسند ہے۔ اللہ وتر یحب الوتر اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔

پڑھنے کا طریقہ:

ترمذی میں اسماء اس طرح سے مذکور ہیں۔ ھو اللہ الذی لاالہ الا ھو الرحمن سے الصبور تک۔

میرے شیخ العرب والعجم متبع سنت متنفر عن البدعۃ حضرت مولانا عبدالغفور عباسی نور اللہ مرقدہ نے اس اسماء مبارکہ کے پڑھنے کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ ان اسماء کو پڑھنے سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے جو بہت نافع ہے۔

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک باسمائک الحسنی کلھا ھو اللہ جل جلالہ الذی لا الہ ھو الرحمن جل جلالہ سے الصبور جل جلالہ تک اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔ الذی لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفوا احد لیس کمثلہ شی الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد.

اللہ جل جلالہ

اللہ کا معنی معبود برحق ہے۔ یہ اسم ذات ہے۔ جو تمام صفات کاملہ سے متصف ہے اور تمام صفات ناقصہ سے پاک ہے اس نام کا اطلاق بغیر ذات واجب الوجود کے اور کسی کے لئے جائز نہیں۔

خاصیت:

ہزار بار روزانہ پڑھنے سے دل میں قوت ایمانی کا اضافہ ہوتا ہے۔ شکوک وشبہات دل سے نکل جاتے ہیں اور اگر سو بار روزانہ پڑھے تو دل گناہ کے زنگ سے دھل جاتا ہے، جب انسان گناہ کرتا ہے تو دل کالا ہو جاتا ہے۔

ذکر کے فضائل:

ہر گناہ زنگست بر مرات دل دل شود زیں زنگہا خوار وخجل

ترجمہ:

ہر گناہ دل کے شیشے پر کالا داغ بن جاتا ہے اس سے دل ذلیل اور شرمندہ ہو جاتا ہے۔ اس سیاہی کے مٹانے کا علاج ذکر اللہ ہے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ **لکل شی صقالۃ و صقالۃ القلوب ذکر اللہ** ''ہر چیز کا زنگ اتارنے کے لئے صیقل ہے اور دل کا زنگ اتارنے کا صیقل اللہ کا ذکر ہے۔'' (بیہقی)

ذکر کن ذکرتا ترا جان است
پا کئے دل زذکر رحمان است

صوفیا کرام دل پر اسم ذات کا مراقبہ کرتے ہیں، اور کراتے ہیں تاکہ دل اسم ذات کے انوار سے منور ہو کر اچھے اعمال کی طرف راغب ہو جائے اور برے اعمال سے متنفر ہو جائے۔ دل سلطان البدن ہے اس کی اصلاح سے تمام اعضاء صالح ہو جاتے ہیں، بخاری شریف کی ایک طویل حدیث میں ہے **الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الا و ھی القلب**

ترجمہ: خبردار ہو جاؤ انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے یہ ٹکڑا اگر مردہ ہے تو انسان حیوان سے بدتر ہے اگر زندہ ہے تو فرشتوں سے بالاتر! حدیث شریف میں ہے کہ **مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر مثل الحی والمیت** مثال اس شخص کی جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اس کو جو نہیں کرتا ہے زندہ اور مردہ جیسی ہے یعنی ذاکر زندہ ہے، اور غافل مردہ ہے، ذکر بہت بڑی نعمت ہے۔ **ولذکر اللہ اکبر**. اللہ کا ذکر ہر چیز سے بڑا ہے حدیث شریف میں ہے۔

لیس یتحسر اھل الجنۃ علی شئی الا علیٰ ساعۃ مرت بھم لم یذکر اللہ عزوجل فیھا. (طبرانی)

ترجمہ: ''اہل جنت کو جنت میں کسی چیز کی حسرت نہ ہوگی سوائے اس گھڑی کے جو ان سے بغیر اللہ بزرگ و برتر کے ذکر کے گزر گئی ہوگی'' حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا کی ہر نعمت ذکر کے مقابلے میں ہیچ ہے اور یہی ذکر ہے جو انسان کو شیطان کے وسوسوں سے بچاتا ہے۔ حدیث شریف ہے کہ **الشیطٰن جاثم علی قلب ابن ادم فاذا ذکر اللہ تعالیٰ خنس و اذا غفل وسوس.**

ترجمہ:

''شیطان انسان کے دل پر جما بیٹھا ہوا ہے، جب اللہ پاک کا ذکر کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اور غافل ہو جاتا ہے تو وسوسہ ڈالتا ہے'' اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسوں سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

اللہ پاک نے تمام ارکان اسلام کے مقدار اور اوقات مقرر فرمائے ہیں لیکن ذکر ایک ایسی پسندیدہ عبادت ہے جس کے لئے اللہ پاک نے نہ تو مقدار مقرر فرمائی ہے اور نہ وقت بلکہ ارشاد فرمایا ہے۔ **یایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا**

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ پاک کو یاد کیا کرو بہت کثرت کے ساتھ'' حدیث شریف میں کہ ''کوئی جماعت ذکر الٰہی میں مشغول نہیں ہوتی مگر اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ نازل ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی جماعت ملائکہ میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ یعنی فرشتوں کو فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندے باوجود علائق دینوی اور ضروریات زندگی کے سب کو چھوڑ کر میرے ذکر میں لگے ہوئے ہیں۔ میں ان سے راضی نہ ہوں تو کن سے راضی ہوں گا ان کو نہ بخشوں تو کن کو بخشوں گا۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لایزال لسانک رطبا بذکر اللہ تعالی
(تفسیر ابن کثیر)

یعنی ہر وقت تیری زبان اللہ پاک کے ذکر سے تازہ رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارا جنت کے باغیچوں

سے گزرو تو ان سے کھاؤ۔ یعنی ان سے فائدہ اٹھاؤ' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ دنیا میں جنت کے باغیچے کیا ہیں' فرمایا ذکر کے حلقے۔

ذکر خفی کی فضیلت ذکر جلی پر:

فرمایا وہ ذکر جس کو فرشتے نہیں سنتے' (یعنی کراما کاتبین) وہ ستر گنا بہتر ہے۔ اس ذکر سے جس کو سنتے ہیں۔ (بیہقی)

میاں عاشق و معشوق رمزے است
کراماً کاتبین راہم خبر نیست

یہی ذکر خفی سلسلہ نقشبندیہ کا پہلا سبق ہے جس کو مراقبہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جب مراقبہ سے دل زندہ ہو جاتا ہے (جس کو ذکر قلبی کہا جاتا ہے) تو یہ ذکر چوبیس گھنٹے جاری رہتا ہے۔ انسان سوئے یا جاگے' بولے یا چپ رہے' پاک ہو یا ناپاک' دل اپنا ذکر کرتا رہتا ہے اور یہ ولایت کا پہلا زینہ ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو یہ نعمت عظمیٰ نصیب فرمائے۔ آمین۔

ہمارے حضرت الشیخ کا واقعہ!

میرے مربی روحانی حضرت عبدالغفور عباسی مدنی نوراللہ مرقدہ کا وقت آخر آ گیا۔ زبان حرکت کرتی تھی اور زبان سے اللہ اللہ نکلتا تھا ڈاکٹر نے قلب پر آلہ (مائیکروسکوپ) رکھا اور کہا کہ قلب میں تو حرکت ہے ابھی جان باقی ہے لہٰذا ڈاکٹر نے ایک اور انجکشن کی تیاری کرنا چاہی تو عرض کیا گیا ڈاکٹر صاحب یہ قلب نہیں مرے گا یہ وہ قلب ہے جس نے اللہ کے فضل سے ہزاروں قلوب کو ذکر اللہ سکھا کر زندہ کیا ہے۔ یقین کرو کہ حضرت صاحب کی روح پرواز کر چکی ہے تو ڈاکٹر نے گردن کے پاس آلہ لگا کر کہا واقعی روح پرواز کر چکی ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون (ثبت است برجریدہ عالم دوام ما) کما تعیشون تموتون جس حال میں زندگی گزارو گے اسی حال میں مرو گے' وکما تموتون تحشرون اور جس حال میں مرو گے اسی حال میں تمہارا حشر ہوگا۔ اللہ پاک ایسا حسن خاتمہ ہم سب کو نصیب کرے۔ آمین

زندگی کا مقصد:

لب لباب اور نچوڑ یہ نکلا کہ مقصد زندگی کا تین اور صرف تین چیزیں ہیں ذکر حق' فکر حق اور رضائے حق یعنی ذکر حق زبان سے' فکر حق دل سے اور مقصد دونوں کا صرف رضائے حق ہے۔

اے طالب راہ خدا مشغول شو در ذکر ہو
اے سالک راہ ہدیٰ مشغول شو در ذکر ہو
اے خفتہ دل بیدار شو غفلت مکن ہوشیار شو
در ذکر حق ہوشدار شو مشغول شو در ذکر ہو
ہر دم خدا را یاد کن دل راز غم آزاد کن
بلبل صفت فریاد کن مشغول شو در ذکر ہو

میرے محسن اعظم' مربی روحانی' عالم ربانی' واقف اسرار قرآنی حضرت شیخ عبدالغفور عباسی مدنی رحمہ اللہ رحمتہ واسعتہ ہم مریدین کو ترغیب ذکر کے لئے بوقت مراقبہ یہ اشعار پڑھتے تھے۔

مومنان ذکر خدا بسیار گو تا بیابی در دو عالم آبرو

(اے مومنو! اللہ کا بہت ذکر کیا کرو' تا کہ دونوں جہان میں باعزت رہو)

ذکر خاص الخاص ذکر سر بود
آنکہ ذاکر نیست اوخاسر بود

قرآن کریم میں ہے: اے ایمان والو! غافل نہ کر دیں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں خسارے میں۔

اللہ پاک کے ننانوے صفاتی نام

الرحمٰن

الرحمٰن: بے حد رحم والا

یہ رحم عام ہے مومن فاسق، فاجر، کافر سب کو شامل کر لیا گیا ہے۔ اسی لئے کافر یا فاسق یا فاجر کا رزق اس کی بد عملی کی وجہ سے بند نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات کافر یا فاجر کو مومن صالح سے زیادہ دیتا ہے۔

الرحیم

الرحیم: انتہائی مہربانی۔ اس کا مادہ بھی رحم ہے لیکن اس اسم پاک کا تعلق محض مومنین کے ساتھ ہے۔ وکان بالمومنین رحیما اللہ پاک خاص مومنوں پر رحم کرنے والا ہے۔ تو رحمان کا تعلق دنیا سے رہا اور رحیم کا انتہائی عُقبی کے ساتھ، اس اسم مبارک کے ساتھ اللہ پاک نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو بھی نوازا ہے۔ بالمومنین رؤف الرحیم۔ مومنوں پر بہت رحم کرنے والا مہربان اور نیز رحم کا حکم اللہ پاک نے بندوں پر بھی کیا ہے۔

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تمہارے اوپر رحم کرے گا۔

مومنوں کو چاہیے کہ اسماء حسنیٰ کے معانی اپنے آپ میں پیدا کریں۔

خاصیت: جو کوئی روزانہ ان دونا موں (الرحمٰن اور الرحیم) کو سو بار پڑھے گا اللہ پاک مخلوق کو اس پر مہربان کر دے گا، غفلت اور سختی اس کے دل سے دور کر دے گا۔

الملک

الملک: بادشاہ حقیقی۔ ملک وہ ذات ہے جو تمام مخلوق کی خالق ورازق ہے، مخلوق سب اس کی محتاج ہے۔

خاصیت: اگر نماز فجر کے بعد بلا ناغہ ۱۲۰ مرتبہ پڑھا جائے تو غناء حاصل ہوگی اور عزت میں زیادتی ہو جائے گی۔

القدوس

۴-القدوس: نہایت پاک۔ قدس معنی پاک کے ہیں۔

خاصیت: دل امراض قلب، ریا، حسد اور بغض وغیرہ سے پاک ہو جائے گا اور اگر یہ چار صفات ملا کر پڑھے تو سبوح قدوس ربنا و رب الملائکة و الروح فرشتوں کی ایک جماعت کا ذکر بھی یہی کلمات ہیں۔

السلام

السلام: ہر عیب سے سالم۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہر عیب سے سالم ہے اس کی صفات بھی ہر نقص سے پاک ہیں۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک کا ورد جاری رکھے گا ان شاء اللہ آفات ارضی وسماوی سے محفوظ رہے گا۔

المؤمن

المؤمن: امن دینے والا۔ اللہ کی ذات اپنی مخلوق کو دینوی اور اخروی تکالیف سے امن دینے والی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ پاک ایک منادی کو حکم دے گا، آواز دے دو! جس کا نام میرے کسی نبی کے نام پر ہو وہ جنت میں چلا جائے۔ لیکن جو مومن رہ جائیں گے اللہ پاک ان کو فرمائے گا میں مومن ہوں اور میں نے دنیا میں تم کو مومن بنایا، تو تم میرے حکم سے جنت میں چلے جاؤ (یا اللہ کمال ایمان کے ساتھ میدان حشر میں بھی ہمیں پیشی نصیب فرما آمین)

خاصیت:

جو کوئی اس کا ورد کرے گا مخلوق اس کی تابعداری کرے گی اور دشمن کے خوف سے امن رہے گا۔

المہیمن

المہیمن: ہر چیز کا کمال قدرت کے ساتھ محافظ۔ ہر حیوان کی موت اور زیست کا مالک، ہر رزق کھانے والے کے رزق کا ذمہ دار یہ تینوں صفات ذات واجب الوجود کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی ہیں۔

خاصیت: جو کوئی روزانہ سو بار اس اسم مبارک کی تلاوت

کرے گا قلب اس کا روشن ہو جائیگا۔ اسرار الٰہی اس پر منکشف ہو جائیں گے۔

العزیز

۸-العزیز: بڑی عزت اور بڑی قوت کا مالک۔

فان العزة لله جميعا. عزت صرف اللہ کے لئے ہے عزیز اس کو کہا جاتا ہے جو خود کسی کا محتاج نہ ہو دوسرے اس کے محتاج ہوں۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم پاک کی روزانہ تلاوت کم از کم سو بار کرے گا دنیا میں باعزت رہے گا کسی کا محتاج نہیں رہے گا۔

الجبار

الجبار: بڑا زبردست، بڑی طاقت کا مالک۔

اللہ جبار ہے اور مخلوق مجبور ہے اس کی مشیت کے سامنے کسی کو لب کشائی کا حق نہیں ہے۔ يفعل ما يشاء و يحكم ما يريد جو چاہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرے اس کا حکم دیتا ہے۔ نہ کسی سے اجازت مانگنے کا محتاج ہے نہ مشورے کا۔

خاصیت: جو کوئی مسبعات عشرہ کے بعد اکیس بار پڑھے گا اللہ اس کو ظالموں کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اللہ اس کو صاحب ثروت و جاہ کر دے گا مسبعات عشرہ یہ ہیں۔

۱-سورۃ فاتحہ (بسم اللہ اور آمین کے ساتھ) سات بار۔

۲-سورۃ الناس سات بار ۳-سورۃ فلق سات بار

۴-سورۃ اخلاص سات بار ۵-سورۃ کافرون سات بار

۶- کلمہ تمجید سات بار.

۷- اس کے بعد عدد ما علم الله وزنة ما علم الله و ملأ ما علم الله تین بار پڑھ لے.

۸- اللهم صل على سيدنا محمد عبدك و نبيك و حبيبك و رسولك النبي الامي و على اله و اصحابه و بارك و سلم. سات بار

۹- سات بار اللهم اغفرلی ولوالدی ولمن توالد و جميع المومنين و المومنات والمسلمين والمسلمات الاحياء منهم و الاموات انك قريب مجيب الداعوات يا قاضي الحاجات برحمتك يا ارحم الراحمين.

۱۰- سات بار اللهم یارب افعل بی و بهم عاجلا واجلا فی الدنیا والاخرة ماانت له اهل ولا تفعل بنايا مولا ناما نحن له اهل انك غفور حليم جواد كريم ملك بر رؤف رحيم.

یہ دس چیزیں خضر علیہ السلام نے رسول خدا ﷺ سے سیکھ کر شیخ ابراہیم کو تعلیم کیں۔

المتکبر

المتکبر: بہت بزرگ تر۔ جس کے مقابلے میں تمام عالم مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وھم
واز ہر چہ گفتہ ایم وشنید ایم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ماہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

حدیث قدسی ہے کہ بڑائی میری تہبند ہے اور عظمت میری چادر ہے جو کوئی ان میں میرے ساتھ شرکت کرے گا میں اس کو دوزخ میں ڈال دوں گا۔ قرآن کریم میں ہے وله الكبرياء في السموات و الارض خاص اس کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔

خاصیت: کثرت تلاوت موجب عزت و حصول جاہ ہے۔

الخالق

الخالق: پیدا کرنے والا۔

الباری

الباریٔ: ایسا خالق جس کی خلقت میں کوئی نقص نہ ہو۔

المصور

المصور: ایسی ذات جو مخلوق کی صورتیں بناتا ہو۔

چونکہ مخلوق کی صورتیں اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں مخلوق میں سے جو تصویریں بنائے گویا وہ خالق کی خالقیت کا مقابلہ کا دعویٰ کرنے والا ہے اس لئے فرمایا

ان اشد الناس عذابا یوم القیامة المصورون

قیامت کے دن سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

خاصیت: اگر بانجھ عورت سات روز روزہ رکھے اور سادہ پانی سے روزہ کھولے اس کے بعد ۲۱ بار الباری المصور پڑھے ان شاء اللہ نرینہ اولا د اللہ تعالیٰ دے گا۔

الغفار

الغفار: بہت زیادہ ڈھانکنے والا۔

غفار، غافر، غفور تینوں اللہ کی صفات ہیں سب کے معنی پردہ پوشی کرنا، عیوب چھپانا، گناہوں پر پردہ ڈالنا ہے لیکن غفار میں زیادہ مبالغہ ہے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک کا ورد کرے گا خصوصاً جمعہ کے دن تو رزق میں برکت ہوگی اور مغفرت سے نوازا جائے گا۔

القہار

القہار: بڑا غالب اور صاحب قدرت۔

یعنی ہر چیز اس کے مقابلہ میں مغلوب اور بے بس ہو اور یہ قدرت صرف اللہ کی ذات میں ہے۔

خاصیت: اس اسم مبارکہ کے وظیفہ سے حب دنیا دل سے نکلتی ہے دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے سفلی عمل کی وجہ سے اگر شوہر بیوی سے ہم بستری پر قادر نہ ہو تو چاہیے کہ اس مبارک اسم کو چینی کی پلیٹ پر لکھ کر مسحور کو پلایا جاوے ان شاء اللہ سحر دفع ہو جائے گا۔

الوہاب

الوھاب: ہبہ کرنے والا، بخشش کرنے والا۔

خاصیت: فجر کی نماز کے بعد اگر تین سو بار یہ اسم مبارک پڑھا جایا کرے اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھے تو اللہ پاک اس شخص پر رزق کے دروازے کھول دے گا اور اگر سوا لاکھ پڑھے تو نور علی نور!

الرزاق

الرزاق: روزی دینے والا۔

رزق جسمانی ہو جیسے کھانے کا اناج۔ گوشت وغیرہ یا روحانی ہو جیسے معارف وعلوم دینیہ۔ رزق روحانی سے روح ترقی کرتی ہے، قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے۔

الفتاح

الفتاح: کھولنے والا۔

اللہ اپنے بندوں پر اپنی رحمت کے خزانوں کو کھولنے والا ہے۔

خاصیت: فجر کی نماز کے بعد دونوں ہاتھ سینہ پر رکھ کر ۷۰ بار اس اسم مبارک کو پڑھنے سے دل میں ہدایت اور نورانیت پیدا ہوتی ہے۔

العلیم

العلیم: جاننے والا۔

علیم اس ذات کو کہا جائیگا جس کا علم ازلی و ابدی ہو۔ موجودات کے ظاہر و باطن پر حاوی ہو اس کے علم سے ذرہ برابر چیز باہر نہ ہو اور علم اس کا ذاتی ہو، وہبی نہ ہو۔ جیسے انبیاءؑ کا علم۔ انبیاءؑ کا علم زیادتی قبول کرتا ہے۔ رسول خدا ﷺ کو حکم ہے

وقل رب زدنی علما اور کہہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔ یہاں علم اضافے کا محتاج تھا۔ لیکن علم خداوندی ایسا نہیں تو علیم صرف اللہ کی صفت ہے۔

خاصیت: اس اسم مبارکہ کو کثرت سے ذکر کرنے سے اللہ پاک انسان پر علم و معرفت کے دروازے کھول دیتا ہے اور جو رب زدنی علما پڑھے گا علم میں اضافہ پائے گا۔

القابض

القابض: بند کرنے والا۔

یہ قبض عام ہے، رزق کو بند کرنے والا وہی ہے اور ارواح کو قبض کرنے والا بھی وہی ہے اور دلوں سے ایمان و عقل و ہدایت کو بھی وہی قبض کرتا ہے۔

خاصیت: اس اسم مبارکہ کو چالیس روز چار لقموں پر لکھ کر کھا

لے تو قبر کے عذاب اور فاقہ سے محفوظ رہے گا۔

البٰسِطُ

الباسط: کھولنے والا۔ فراخ کرنے والا رزق کو کھولنے والا۔

خاصیت: ہر نماز کے بعد بہتر (۷۲) بار پڑھنا فراخی رزق کے لئے مفید ہے۔

الخَافِضُ

الخافض: نیچے کرنے والا۔ یعنی جس کو خدا چاہے ذلت کے گڑھے میں گرا دیتا ہے۔ کوئی اس کا یار و مددگار اس کو نہیں بچا سکتا۔ اسفل السافلین میں جا پہنچتا ہے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک کو پانچ سو بار پڑھے اللہ پاک اس سے مشکلات دور فرمائے گا اور حاجتیں پوری ہو جائیں گی اور دشمن پر فتح دینا بھی اس کی خاصیت ہے۔

الرَّافِعُ

الرافع: اونچا کرنے والا۔ جن کو چاہے ذلت و پستی سے تاج و تخت کا مالک بنا دے۔

لا یسئل عما یفعل وهم یسئلون اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ کیوں کیا اور ان سے پوچھا جائے گا۔ بے نیاز ذات ہے۔

خاصیت: اگر ستر بار روزانہ پڑھا جائے تو دشمنوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔

المُعِزُّ

المعز: عزت دینے والا۔ یہ اسی ذات کی صفت ہے جو قدرت کاملہ کا ملک ہے۔

خاصیت: جو کوئی پیر کی رات یا جمعہ کی رات نماز مغرب کے بعد چالیس بار پڑھے گا لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت پیدا ہوگی اور معزز ہوگا۔

المُذِلُّ

المذل: ذلیل کرنے والا۔ یہ ضد ہے عزت کی جیسے عزت دینا کسی کے بس کی نہیں اسی طرح ذلت بھی کسی کے اختیار میں نہیں، جیسا کہ آیت سابقہ سے ثابت ہے۔

خاصیت: حالت سجدہ میں ۷۵ بار پڑھنے سے حاسدین کے حسد سے محفوظ رہے گا اور اگر کثرت کے ساتھ اس کا ورد کرتا رہے تو لوگ اس کے حقوق ادا کرتے رہیں گے۔

السَّمِیْعُ

السمیع: سننے والا۔

سماع سے ماخوذ ہے۔ تو سمیع میں مبالغہ ہے اللہ سماع آلات کا محتاج نہیں، دور و نزدیک دونوں یکساں ہیں۔ آواز بلند و پست میں فرق نہیں یہاں تک کہ اگر اندھیری رات میں چیونٹی پتھر پر رینگتی ہے تو اس کے پاؤں کی آواز بھی سنتا ہے۔

خاصیت: جمعرات کے دن نماز چاشت کے بعد پچاس بار اس کا ورد دعاؤں کی قبولیت کے لئے مؤثر ہے۔

البَصِیْرُ

البصیر: دیکھنے والا۔ ماخذ اس کا بصر ہے جس کے معنی دیکھنا ہے لیکن بصیر میں مبالغہ ہے بصیر وہ ذات ہے جو بلا آلات چھوٹے سے چھوٹا خفیہ سے خفیہ ذرے کا ذرہ روشنی میں اور اندھیرے میں یکساں دیکھتا ہے اس کے دیکھنے میں کوئی حجاب مانع نہیں ہے۔

خاصیت: نماز جمعہ کے بعد سو بار پڑھنے سے نظر میں روشنی پیدا ہوتی ہے اور جمعرات کے دن فجر کی سنتوں اور فرض نماز کے درمیان پڑھنے سے دل نورانی ہو جاتا ہے۔

الحَکَمُ

الحکم: حکم فیصلہ کرنے والا۔ اللہ فیصلہ کرنے والا ہے، جو فیصلہ اللہ نے حق و باطل، حلال و حرام وغیرہ کے درمیان کیا ہے وہ اٹل ہے اس میں تغیر و تبدل کا حق کسی کو نہیں۔ اس طرح میدان حشر میں بھی فیصلے کا حق صرف اس کو حاصل ہے۔

خاصیت: اخیر شب کثرت کے ساتھ اس اسم مبارک کے وظیفہ سے قلب میں اسرار الٰہی نمودار ہوتے ہیں کم از کم ۹۹ بار پڑھے۔

العَدْلُ

العدل: انصاف کرنے والا۔ عدل مصدر ہے۔ اس میں بہ

نسبت عادل کے مبالغہ ہے۔ یعنی محض عدل جس میں ناانصافی کا تصور محال ہو تو یہ عدل صرف خداوند کریم کے لئے خاص ہے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک کو شب جمعہ یا یوم الجمعہ روٹی کے بیس ٹکڑوں پر لکھ کر کھالے اللہ پاک مخلوق کو اس کا مسخر فرمائے گا۔

اللطیف

اللطیف: لطف سے ماخوذ ہے بمعنی مہربان کے۔

اللہ لطیف بعبادہ. اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور بمعنی باریک بین کے بھی آتا ہے۔

خاصیت: رزق میں تنگی ہو یا بچی کے نکاح کے لئے صحیح رشتہ نہ آتا ہو یا بیمار ہو مگر اس کا غمگسار نہ ہو تو مسنون طریقے سے وضو بنائے اور دو رکعت نفل پڑھے عجز و انکسار کے ساتھ سو بار اس اسم مبارک کو پڑھ لے ان شاء اللہ کامیابی ہو جائے گی۔

الخبیر

الخبیر: ہر چیز سے باخبر۔ یعنی جو چیز ظاہر ہو یا پوشیدہ جیسا کہ دل کے راز۔ اللہ انسان کا بھی خالق ہے اور اس کے پوشیدہ رازوں کا بھی خالق اپنی مخلوق سے بے خبر نہیں ہوتا۔

خاصیت: اس اسم مبارک کے ورد کی بدولت اگر کسی موذی مرض یا مفسد آدمی کے شر میں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے گا۔

الحلیم

الحلیم: بردبار۔ یعنی لوگوں کو ان کے گناہوں پر فوری سزا نہیں دیتا بلکہ ایک وقت معین کے لئے ان کو ڈھیل دیتا ہے۔

خاصیت: اگر کوئی آفیسر یا امیر آدمی اس اسم مبارک کا ورد کرتا رہے تو اس کی عزت و وقار برقرار رہے گا نیز پانی پر پڑھ کر کھیت میں پھینک دے تو فصل آفت سے محفوظ رہے گی۔

العظیم

العظیم: بہت بڑا۔ اللہ کی عظمت و فہم انسان سے بالاتر ہے۔ وراء الوریٰ ہے۔ بموجب حدیث قدسی عظمت اللہ کی تہبند ہے اور ایک تہبند میں دو انسان نہیں آسکتے تو اللہ کے ساتھ کوئی کیسے اس میں آسکتا ہے۔ بندے کی صفت عجز و انکسار ہے اور اسی میں اس کے لئے وقار ہے۔

خاصیت: اس اسم پاک کو بلاناغہ روزانہ کم از کم سو بار پڑھنے سے انسان لوگوں کی نظر میں باعظمت ہو جاتا ہے۔

الغفور

الغفور: بہت بخشنے والا۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبرو بت پرست باز آ

اے میرے بندے گناہ سے باز آ جا جو کچھ کیا باز آ جا۔ ضد مت کر میرا در بار محرومی کا دربار نہیں میں تو غفور ہوں تو میرا بندہ ہے۔

خاصیت: تعویذ بنا کر بخار والے کو باندھ دو بخار اتر جائے گا۔

الشکور

الشکور: بہت بڑا قدردان۔ موجودہ نعمتوں پر شکر کرنے سے زیادہ نعمتوں کا بخشنے والا۔

الشکر قید الموجود وصید المفقود. (شکر موجودہ نعمتوں کو محفوظ رکھتا ہے اور غیر موجودہ کو کھینچ لیتا ہے)

جنتی جنت میں کہیں گے ''ساری تعریف اس ذات کے لئے ہے جس نے ہم سے رنج و غم دور کیا واقعی ہمارا رب بہت مغفرت کرنے والا اور بڑا قدردان ہے'' (القرآن)

خاصیت: جس کو معاشی تنگی ہو تو چاہیے کہ اس اسم مبارک کا ورد کرے اور اگر ضعف بصر ہو تو اس اسم مبارک کو اکتالیس بار پڑھ کر پانی پر دم کرے اور اس پانی کو آنکھ پر ملتا رہے ان شاء اللہ شفا ہوگی۔

العلی

العلی: بہت بلند مرتبے والا۔ وھو العلی العظیم۔ اللہ بہت بلند مرتبے والا ہے اور بہت باعظمت ہے۔ اس کے علو اور عظمت کا اندازہ عقل کے احاطے میں نہیں آسکتا۔

خاصیت: اگر مسافر اس کا تعویذ بنا کر پاس رکھے گا تو جلد اقارب سے مل جائے گا۔ اگر محتاج اپنے پاس رکھے گا تو غنی ہو جائے گا۔

الکبیر

الکبیر: بہت بڑا۔ اللہ سب سے بڑا ہے کہ کسی کام میں کسی کا محتاج نہیں۔

خاصیت: اگر کوئی اپنے عہدہ سے معذول ہو گیا ہو تو سات روز متواتر اس اسم کو ہزار بار روزانہ پڑھ لیا کرے ان شاء اللہ اپنے مقام پر واپس چلا جائے گا اگر میاں بیوی میں ناچاقی ہو تو کسی چیز پر دم کر کے کھلا دی جائے ان شاء اللہ شیر شکر ہو جائیں گے۔

الحفیظ

الحفیظ: بہت نگہداشت کرنے والا۔

اللہ کی حفاظت ہر آن میں، ہر زمان میں، ہر مکان میں، ہر چیز پر حاوی ہے اس کی حفاظت سے کوئی چیز باہر نہیں۔

خاصیت: اس اسم مبارک کے ورد سے انسان ہر آفت سے محفوظ رہتا ہے اگر تعویذ بنا کر گلے میں ڈالے یا بازو پر باندھ لے تو جنات اور جادو کے اثر سے مامون رہتا ہے۔

المقیت

المقیت: قوت سے ہے یعنی رزق دینے والا۔

اور یہ رزق روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی۔ پتھر کے اندر کیڑے کے منہ میں برگ سبز بلا شگاف پہنچاتا ہے اور روحانی قوت اللہ والوں کے دلوں میں۔

خاصیت: اگر بچہ بدخوئی کرتا ہو یا روتا ہو تو سات بار آبخورہ پر دم کر کے اس کو پلایا جاوے۔ ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔

الحسیب

الحسیب: حساب کرنے والا۔ قیامت کے دن اللہ پاک بندوں سے ان کے اعمال کا حساب لے گا، مومن کو جنت از روئے فضل اور کافر کو دوزخ از روئے عدل دے گا۔

خاصیت: جس کو مصیبت یا غم پیش آ جائے چاہیے کہ پانچ سو بار حسبی اللہ و نعم الوکیل کو کثرت سے پڑھے۔ ظالم سے نجات پانے کے لئے اکسیر ہے اگر دشمن و چور وغیرہ کا خطرہ ہو تو آٹھ روز متواتر حسبی اللہ الحسیب کا وظیفہ پڑھے ابتداء جمعرات کے دن سے ہو کم از کم تین سو بار روزانہ پڑھے۔

الجلیل

الجلیل: بہت بڑا قدر والا۔ جلیل اسی ذات کو کہا جاتا ہے جس کی شان بہت اونچی ہو اس کا حکم تمام مخلوق پر غالب ہو۔

خاصیت: زعفران سے لکھ کر تعویذ بنا کر اپنے پاس رکھ لے یا کثرت کے ساتھ تلاوت کرتا رہے اللہ پاک مخلوق کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت پیدا فرماوے گا۔

الکریم

الکریم: بلا حساب دینے والا۔

اے کریمے کہ از خزانہ غیب
گبرو ترسا وظیفہ خور داری

اے کریم ذات جب کہ غیب کے خزانوں سے آتش پرست اور عیسائیوں کو رزق دیتے ہو۔

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

مسلمانوں کو کیسے محروم کرو گے جب کہ کافروں پر دنیا میں نظر کرم رکھتے ہو باوجود کفر کے ان کے رزق کو بند نہیں کرتے۔

خاصیت: جو کوئی بستر پر لیٹ کر اس اسم کو پڑھتا رہے یہاں تک کہ اس حالت میں سو جائے تو فرشتے اس کے لئے یہی [illegible] کرتے رہتے ہیں۔ اکرمک اللہ (اللہ تجھے مکرم و معزز [illegible] ے)

الرقیب

الرقیب: بہت زیادہ حفاظت کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ رقیب ہیں اللہ کا علم ہر بات پر محیط ہے۔ ویسے ہی اس کی حفاظت ہر چیز پر حاوی ہے۔

خاصیت: اس کے ورد سے مال اور اولاد محفوظ رہتے ہیں اگر حمل گرنے کا خطرہ ہو تو عورت اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر اس اسم مبارک کو سات بار پڑھے ان شاء اللہ حمل گرنے سے محفوظ رہے گا۔

المجیب

المجیب: قبول کرنے والا، جواب دینے والا۔

خاصیت:

جوکوئی اس اسم مبارک کا ورد کثرت کے ساتھ کرتا ہے اس کی دعاؤں کو اللہ پاک قبولیت کا شرف عطا فرماتا ہے۔

الواسع

الواسع: بہت زیادہ فراخ۔ اللہ ہر چیز سے فراخ ہے بہ اعتبار مغفرت ہر ایک کے لئے فراخ ہے۔

خاصیت: اس اسم مبارک کی کثرت ورد سے وسعت علم اور وسعت رزق وسعت صدر وغنا ظاہری و باطنی نصیب ہوتا ہے۔

الحکیم

الحکیم: بہت اچھا جاننے والا یا حکمت والا' استحکام والا

خاصیت: جوکوئی اس اسم مبارک کا زیادہ ورد کرے گا اللہ اس پر حکمت کے دروازے کھول دے گا۔

الودود

الودود: ود سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں محبت۔ اللہ مومنوں کے ساتھ محبت کرتا ہے والذین امنوا اشد حبا لله (ایمان والے اللہ کے ساتھ نہایت محبت کرتے ہیں)

خاصیت: اگر یومیہ ایک ہزار بار پڑھا جائے تو اللہ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے گی اگر کھانے کی چیز پر دم کر کے بیوی کو کھلا دے تو شوہر کے ساتھ انتہائی محبت پیدا ہو جائے گی۔

المجید

المجید: انتہا درجہ باعظمت۔ اللہ اس درجہ کا مالک ہے کہ مخلوق اس کا تصور نہیں کر سکتی۔ اللہ پاک اپنی ذات میں بھی بزرگ و برتر ہے اور صفات میں بھی لیس کمثله شی.

خاصیت: برص' آتشک' سوزاک وغیرہ موذی امراض میں اگر کوئی مبتلا ہو تو ایام بیض ۱۳-۱۴-۱۵ تاریخ کے روزے رکھے' افطار سے قبل اس اسم پاک کو کثرت سے پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لے ان شاء اللہ شفا ہو جائے گی۔

الباعث

الباعث: بھیجنے والا۔ جیسا کہ انبیاء عظام کو مخلوق کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

خاصیت: جوکوئی چاہے کہ اس کا دل زندہ ہو جائے اور انوار الٰہی کا محل بن جائے تو سوتے وقت سیدھا ہاتھ سینہ پر رکھ کر ۱۰۱ بار اس اسم مبارک کو پڑھ کر دم کرے ان شاء اللہ اس کا دل زندہ ہو جائے گا۔

الشہید

الشہید: شہید۔ بمعنی شاہد کے بھی آتا ہے۔

خاصیت: اولاد یا بیوی اگر نافرمان ہو ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر ایک ہزار بار اس اسم پاک کو پڑھے اور ان پر دم کرے انشاء اللہ سب فرمانبردار ہو جائیں گے۔

الحق

الحق: بذات خود ثابت' شہنشاہیت کا واحد مالک۔

خاصیت: تکالیف کے رفع کے لئے اس اسم مبارک کو مربع کاغذ کے چار کونوں پر لکھے اور بوقت صبح صادق ہتھیلی پر رکھ کر آسمان کی طرف اٹھا کر دعا مانگے' اللہ تکالیف کو رفع کرے گا اور اگر روزانہ سو بار لاالہ الا الله الملک الحق المبین. کو انسان اپنا وظیفہ بنالے تو اللہ پاک اس کو غنی بنا دے گا اور اگر کوئی ناحق قید کیا گیا ہو تو آدھی رات کے وقت سر ننگا کر کے عاجزی کے ساتھ ایک سو آٹھ بار ان کلمات مبارکہ کو پڑھ کر دعا مانگے۔ انشاء اللہ قید سے رہائی پائے گا۔

الوکیل

الوکیل: کارساز۔ کارساز اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے کاموں کو بنا رہے ہیں وہی کارساز حقیقی ہیں۔

کارساز ما بساز کار ما فکر ما درکار ما آزار ما

ہمارے کام کو بنانے والا ہمارے کام کو بناتا ہے۔ تو ہماری فکر اپنے کاموں کے لئے بیکار ہے۔ وھو نعم المولی و نعم الوکیل. وہی اچھا مولی اور اچھا وکیل ہے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک کو کثرت سے ورد کرے گا اللہ پاک غیب سے اس کی ضرورت پوری فرمائے گا۔

القوی

القوی: بڑی قوت والا۔ یہ صفت صرف اللہ میں موجود ہے باقی کائنات ضعیف اور محتاج ہے۔

المتین

المتین: شدت قوت کا مالک۔ یہ بھی اللہ پاک کی خاص صفت ہے کامل القوت، جامع القدرت اللہ پاک ہیں۔ بندہ بہت کمزور اور ضعیف ہے۔ ذو القوة المتین۔ اللہ قوت والے مضبوط ہیں۔

خاصیت: دودھ نہ اترتا ہو یا کمی ہو، دھو کر پلا دیا جائے ان شاء اللہ دودھ ہو جائے گا۔

الولی

الولی: دوست۔ اللہ پاک مومنوں کے دوست ہیں اللہ ولی الذین امنو اللہ مومنوں کے دوست ہیں کارساز ہیں۔

خاصیت: جو شوہر بیوی سے خوش نہ ہو اس اسم مبارک کو اس کے سامنے جاتے ہوئے پڑھ لیا کرے۔ ان شاء اللہ نیک خلق وخصلت ہو جائے گی۔

الحمید

الحمید: ہر حمد کا مستحق۔ ہر حمد کا مستحق وہ ہوگا جو تمام صفات کاملہ سے موصوف ہو اور تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہو اور یہ صفت صرف ذات باری تعالیٰ میں پائی جاتی ہے۔ الحمد لله رب العالمین. ہر حمد صرف اللہ کے لئے ہی ہے جو رب العالمین ہیں۔

خاصیت: کوئی بھی اگر ۴۵ روز تک بلا ناغہ ۹۳ بار خلوت میں بیٹھ کر پڑھے گا ان شاء اللہ اخلاق حمیدہ کا مالک بن جائے گا۔

المحصی

المحصی: ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرنے والا۔

خاصیت: جو کوئی اس نام نامی کا کثرت سے ورد کرے غلطی سے محفوظ رہے گا اور اگر شب جمعہ ایک ہزار بار پڑھے گا عذاب قبر اور حشر میں حساب کی سختی سے محفوظ رہے گا۔

المبدئ

المبدئ: پہلی بار پیدا کرنے والا۔ اور یہ صفت صرف اللہ ہی کے لئے ہے کیونکہ مخلوق کی ایجاد اسی نے کی انسان ایک شئی غیر مذکور تھا، اللہ نے اس کو وجود بخشا اور سمیع اور بصیر بنایا۔

المعید

المعید: فنا کے بعد اٹھانے والا۔ اللہ پاک دوبارہ پیدا کرنے والا ہے۔ انه هو یبدئ و یعید ۔ وہی ذات اول بار پیدا کرنے والی ہے اور وہی ذات مرنے کے بعد پھر لوٹانے والی ہے تو یہ کام اور کسی کے بس کا نہیں ہے۔

خاصیت: اگر حاملہ عورت کے پیٹ پر صبح صادق کے وقت سیدھا ہاتھ رکھ کر ننانوے بار پڑھا جائے تو حمل ضائع نہ ہوگا لیکن اجنبی کا ہاتھ نہیں اپنے شوہر کا اور جو المعید کا ورد کثرت سے کرے گا بھولی ہوئی باتیں یاد آ جائیں گی۔

المحیی

المحیی: ہر چیز کو زندہ کرنے والا

الممیت

الممیت: ہر زندہ کو مارنے والا۔

خاصیت: ان دونوں ناموں (المحیی اور الممیت) کو نواسی بار پڑھ کر اپنے جسم پر دم کیا کرے ان شاء اللہ قید اور ہر تکلیف سے محفوظ رہے گا۔

اور الممیت کو اگر کثرت سے پڑھ لیا کرے تو ان شاء اللہ بری عادتوں سے چھٹکارا پائے گا۔

الحی

الحی: کامل حیات والا۔ کامل حیات وہ ہے جس کے پیچھے موت کا خطرہ نہ ہو۔ ازلی ہو، ابدی ہو، فنا اس کے لئے محال ہو کل شیء هالک الا وجهه۔ ہر چیز کے لئے فنا ہے بغیر ذات واجب الوجود کے تو کامل حیات صرف اللہ کے لئے ہے۔

خاصیت: اگر بیمار اس اسم مبارک کو حالت مرض میں پڑھتا رہے تو ان شاءاللہ مرض سے نجات پائے گا۔

القیوم

القیوم: وہ ذات جو خود قائم ہو اور قائم رکھنے والی ہو۔

جب رسول کریم ﷺ کو کوئی پریشانی ہوتی تھی تو یاحی یا قیوم برحمتک استغیث پڑھا کرتے تھے۔ منقول ہے کہ موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام جب بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلے دریائے نیل کے کنارے پر پہنچے تو قوم نے عرض کیا کہ فرعون بمعہ لشکر پیچھے سے آرہا ہے دریا پار کرنے کے لئے تجویز کریں تو جواب میں فرمایا کہ پڑھو اھیا اشراھیا یہ عبرانی زبان ہے اس کے معنی عربی میں یاحی یا قیوم ہے یہی اسم اعظم ہے۔

خاصیت: جو کوئی دریا میں غرق ہونے کا خطرہ محسوس کرے اسے چاہیے کہ اس اسم اعظم کا ورد کرے انشاءاللہ غرق ہونے سے محفوظ ہو جائے گا۔

الواجد

الواجد: غنی ذات۔ اللہ پاک غنی ہے کسی کام میں کسی کا محتاج نہیں اور مخلوق سب اس کی محتاج ہے

خاصیت: جو کوئی کھانے کے لقمہ پر اس اسم مبارک کو پڑھ کر دم کرے گا اللہ اس کے دل کو قوت عنایت فرمائے گا۔

الماجد

الماجد: مجد سے ہے یعنی انتہا درجہ کی عظمت اور شرف والا۔

یہ صفت صرف اسی ذات بابرکات کے لئے ہے وہ اپنی بزرگی میں یکتا ہے تمام مخلوق سے بزرگی میں بالاتر ہے۔ شرف میں بے نظیر ہے۔ ان العزة للہ جمیعا بے شک ساری عزت صرف اللہ کے لئے ہے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم پاک کا کثرت سے ذکر کرے گا اللہ اس کے قلب کو قوت اور نورانیت بخشے گا۔

الواحد

الواحد: وحدت یگانگی۔ بے شک اللہ واحد ہے اور اس کی وحدت ذاتی ہے نہ ذات میں اس کا ثانی ہے نہ صفات میں اور یہی عقیدہ اساس ایمان ہے۔ سیدنا علی مرتضیٰ سے ایک دہری نے سوال کیا کہ بتاؤ اللہ سے پہلے کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کیا تجھے گنتی آتی ہے؟ کہا ہاں! فرمایا گنو! اس نے کہا ایک، دو، تین حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک سے پہلے کیا ہے؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں تو فرمایا کہ خدا بھی ایک تو ایک سے پہلے کیا ہوگا۔

خاصیت: جس شخص کی اولاد نہ ہوتی ہو اس اسم اعظم کو تعویذ بنا کر اپنے پاس رکھے ان شاءاللہ صالح اولاد کا باپ بن جائے گا۔

الاحد

الاحد: واحد اور احد بہ اعتبار لفظی معنی کے ایک ہیں۔ لفظ احد صرف اللہ پاک کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ قل ھو اللہ احد۔ کہو اللہ ایک ہے۔

خاصیت: اسی اسم مبارک کے عدد سے تو توحید میں پختگی اور دل میں انوار پیدا ہوتے ہیں۔

الصمد

الصمد: بے پرواہ۔ وہ کسی کا محتاج نہیں البتہ تمام کائنات اس کی محتاج ہے۔ جس کا کام سب کے بغیر چلے اور اس کے بغیر کسی کا کام نہ چلے۔

القادر

القادر: قدرت والا۔ قادر وہ ذات ہے جس کا حکم بغیر کسی رکاوٹ اور امداد کے جاری ہو سکے اور کوئی اس کو درنہ کر سکے اللہ قادر ہے۔

خاصیت: جو کوئی دو رکعت نفل پڑھ کر سو بار القادر پڑھے گا دشمن اس پر نقصان پہنچانے کی قدرت نہ پائے گا اور اگر کوئی مشکل کام پیش آجائے تو ہر نماز کے بعد اکتالیس بار پڑھنے سے حل ہو جائے گا۔

المقتدر

المقتدر: زیادہ قدرت والا۔ اس میں بہ نسبت القادر کے مبالغہ ہے۔

خاصیت: جو کوئی سوتے سے اٹھ کر اس اسم مبارک کو کثرت سے پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کی تدبیر آسان فرمادے گا اور دل سے غفلت دور ہو جائے گی۔

المُقَدِّمُ

المقدم: آگے کرنے والا۔ یعنی بعض چیزوں کو بعض پر مقدم کرے جیسے اولیاء کو عوام الناس پر یا علماء کو عوام پر۔

خاصیت: میدان جنگ میں اگر کثرت سے اس کا ورد کیا جائے تو اللہ پاک اس کو قوت عطا فرمائے گا اور دشمن پر غالب آ جائے گا۔

المُؤَخِّرُ

المؤخر: پیچھے کرنے والا۔ اللہ پاک اپنے نافرمانوں کو فرمانبرداروں سے پیچھے کردے گا۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم پاک کا کثرت سے ورد کرے گا اللہ پاک اس کو گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے گا۔

الاَوَّلُ

الاول: سب سے پہلے۔ اللہ پاک ہر چیز سے اول ہیں نہ زمین تھی نہ آسمان نہ آدم تھا نہ ملک کنت کنزا مخفیا فاردت ان اعرف فخلقت الخلق میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے ارادہ کیا کہ پہچانا جاؤں تو مخلوق کو پیدا کیا۔ تو وہی اول ہیں باقی سب پیچھے۔

خاصیت:

یوم الجمعہ اگر مسافر ایک ہزار بار اس اسم مبارک کا ورد کرے اللہ پاک اس کو گھر جلد پہنچادے گا اگر لڑکا پیدا نہ ہوتا ہو تو چالیس روز متواتر روزانہ چالیس بار پڑھے انشاء اللہ مطلب پورا ہو جائے گا۔

الآخِرُ

الآخر: سب سے پیچھے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مکرم کو روزانہ ایک ہزار بار ورد کرے گا غیر اللہ کی محبت اس کے دل سے نکل جائے گی۔

الظَّاهِرُ

الظاہر: اللہ ظاہر ہے۔ یعنی نشانیوں سے اگر عقل سلیم کا مالک غور سے سوچے تو اللہ کی ذات میں کوئی خفا نہیں روز روشن سے زیادہ روشن اور ظاہر ہے۔

خاصیت: جو شخص اس اسم مبارک کو نماز اشراق کے بعد تلاوت کرے گا اللہ اس کے قلب کو نور ایمان سے منور کرے گا۔

البَاطِنُ

الباطن: پوشیدہ۔ اللہ انسان کے وہم و خیال سے پوشیدہ ہے لا تدرکہ الابصار۔ آنکھیں ان کو نہیں دیکھ سکتی ہیں اس لئے وہ باطن ہیں۔

خاصیت: جو کوئی دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اس آیت کا وظیفہ کرے۔

هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئ عليم اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرمادے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جس دل میں وساوس شیطانی اور خیالات فاسدہ ہوں وہ اس آیت کریمہ کا ورد کیا کرے۔ ان شاء اللہ وساوس اور خیالات فاسدہ سب ختم ہو جائیں گے۔

الوَالِي

الوالی: کارساز و مالک۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے امور کا کارساز ہے۔

خاصیت:

جو کوئی اس اسم مبارک کا ورد کثرت سے کرے گا حوادث مثلاً غرق و حرق وغیرہ سے محفوظ رہے۔

المُتَعَالِي

المتعالی: بہت عالی مرتبت:
یعنی علو مرتبت میں یکتا ہے۔

خاصیت: اگر حائضہ عورت اس اسم مبارک کا ورد کرے گی تو حیض کی تکلیف سے محفوظ رہے گی۔

البر

البر: نیکی کرنے والا۔ اللہ اپنی مخلوق کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔

خاصیت: محبِ دنیا کو دل سے نکالنے کے لئے اس اسم مبارک کی تلاوت بہت مفید ہے۔

التواب

التواب: بار بار توبہ قبول کرنے والا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ میری طرف لوٹتا ہے اور ہاتھ اٹھا کر سوال کرتا ہے تو مجھے حیا آتی ہے کہ اس کو خالی واپس کروں پس انسان کو چاہیے کہ اللہ پاک سے حیا کرے۔

خاصیت: جو کوئی نماز چاشت کے بعد ۳۶۰ بار پڑھے گا اللہ پاک اس کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا اور اگر اس سے بھی زیادہ بار پڑھے گا تو اللہ پاک اس کے ہر کام کو درست فرمائے گا اور طاعت الٰہی میں سکون نصیب ہو جائے گا۔

المنتقم

المنتقم: سزا دینے والا۔ اللہ پاک نافرمانوں کے لئے منتقم ہے۔

خاصیت: جو کوئی اپنے دشمن سے تنگ آجائے اور دفعیہ کی طاقت نہ ہو تو تین جمعے تک اس اسم مبارک کا ورد رکھے یا تو اللہ انہیں اس کا دوست بنا دے گا یا خود ان سے انتقام لے لے گا۔

العفو

العفو: درگزر کرنے والا۔ اللہ پاک عفو ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ اگر مجھے شب قدر مل جائے تو میں کیا دعا مانگوں؟ فرمایا:

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی

اے اللہ تو عفو ہے عفو کو پسند کرتا ہے مجھے معاف کر دے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارکہ کا ورد زیادہ کرے گا اللہ پاک اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

الرؤف

الرؤف: مہربان۔ اللہ پاک رؤف ہیں اس میں بہ نسبت رحیم کے مبالغہ ہے۔ واللہ رؤف بالعباد۔ اللہ پاک بے حد مہربان ہیں بندوں پر بلا استحقاق ہر قسم کی نعمتوں سے سب کو نوازتا ہے نہ اس کے خیر کا محتاج نہ ضرر سے ترساں اور پھر ہر کس و ناکس پر بے حد مہربان۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مکرم کی کثرت سے تلاوت کرے گا اللہ کی مخلوق اس پر مہربان ہو گی اور اگر حالت غصہ میں دس بار درود شریف پڑھ کر دس بار اس کو پڑھے گا غصہ ختم ہو جائے گا۔

مالک الملک

مالک الملک: سارے جہان کا بادشاہ۔ اللہ پاک مالک حقیقی ہے اس لئے اس کی مالکیت دائمی ہے۔ لازوال ہے حقیقت میں کوئی اور بادشاہ نہیں اگر ظاہری طور پر ہے تو عارضی ہے دائمی نہیں۔

خاصیت: یہ وظیفہ پڑھنے سے انسان غنی ہو جاتا ہے۔

ذوالجلال والاکرام

ذوالجلال والاکرام: بزرگی اور بخشش والا۔

بزرگ وہ ہوتا ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور یہ صفت بغیر ذات اقدس کے اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک کا ورد کثرت سے کرے گا اس کو عزت اور بزرگی نصیب ہو جائے گی۔

المقسط

المقسط: عدل کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے گا قیامت کا دن عدل کا دن ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا فیصلہ اسی دن ہو گا۔ مظلوم بکری کا بدلہ ظالم بکری سے لیا جائے گا۔ کتنی شرم کی بات ہو گی اس وقت کہ مالک زنجیروں سے جکڑا ہوا ہو اور ملازم خادم آزاد ہو۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک پر مدامت کرے گا شیطانی وساوس سے محفوظ رہے گا اور سات سو بار تلاوت کرے گا تو اللہ پاک سے اپنا جائز مقصود حاصل کر لے گا۔

الجامع

الجامع: جمع کرنے والا۔ اللہ پاک منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کرے گا اور اللہ نے روح کو جسد کے ساتھ جمع کیا

ہے۔ جوکوئی اس اسم پر مداومت کرے گا اپنے احباب کے ساتھ جمع رہے گا اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو یہ دعا پڑھے ان شاء اللہ مل جائے گی۔

اللھم یا جامع الناس لیوم لا ریب فیه اجمع ضالتی.
اور جائز محبت کے لئے بے انتہائی مجرب ہے یہ پڑھے۔
اجمع بینی و بین فلان او فلانة

الغنی

۸۸-الغنی: ہر چیز سے بے پرواہ۔ اللہ غنی مطلق ہے اللہ الغنی و انتم الفقراء۔ اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو۔
خاصیت: جوکوئی کسی درد میں مبتلا ہو تو اس اسم مبارک کو پڑھ کر اس جگہ پر دم کرے ان شاء اللہ شفا ہو جائے گی اور جوکوئی ستر بار ہر روز تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت ڈالے گا۔

المغنی

المغنی: غنی بنانے والا۔ اللہ وہ غنی ذات ہے کہ جس کو چاہے اس کو غنی بنا دے انسان کا فقر ذاتی ہے غنا عارضی ہے۔ دنیا میں خالی ہاتھ ننگا بدن آتا ہے اور پھر دنیا سے خالی ہاتھ صرف کفن میں وہ بھی اگر نصیب ہو تو قبر میں چلا جاتا ہے تو درمیان میں عاری غنا کا کیا اعتبار۔
خاصیت:
اگر روزانہ ایک ہزار بار تلاوت کرتا رہے تو مخلوق سے بے نیاز رہے گا اور اگر یومیہ گیارہ سو بار یا غنی پڑھے گا اور اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھے تو غنِ ظاہری و باطنی سے آراستہ ہو جائے گا اور بہتر وقت صبح صادق سے طلوع آفتاب تک خواہ نماز فجر سے پہلے ہو یا بعد اور عشاء کی نماز کے بعد ہے۔

المانع

المانع: منع کرنے والا۔ اللہ مانع ہے اس لئے ممنوعات شرعیہ سے اس نے اپنے بندوں کو منع فرمایا۔ یا اللہ جسے تو دے اسے کوئی رد نہیں کر سکتا اور جس کو تو نہ دے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی کی کوشش تیرے مقابلے میں نفع نہیں پہنچا سکتی۔
خاصیت: اس اسم مبارک کی کثرت سے تلاوت کرنے والے سے اللہ پاک شر دفع کر دیگا اور صبح اور شام جو اس کی تلاوت کرے گا تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔

الضار

الضار: ضرر پہنچانے والا۔ اگر تمام عالم کسی کو ضرر پہنچانا چاہے مگر اللہ نہ چاہے تو نہیں پہنچا سکتا۔ قرۃ العین کو فرمایا کہ اے فاطمہ محمد ﷺ کی بیٹی! اپنے نفس کو آگ سے بچاؤ میں تیرے لئے کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔
خاصیت: جوکوئی شب جمعہ سو بار اس اسم کا وظیفہ کرے گا اسے قرب الٰہی حاصل ہو جائیگا اور آفات سے محفوظ رہے گا۔

النافع

النافع: نفع پہنچانے والا۔ نفع و نقصان صرف اسی ذات پاک کے اختیار میں ہے۔ نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔
خاصیت: جوکوئی کشتی میں سوار ہو کر اس اسم مبارک کا ورد کرتا رہے غرق ہونے سے محفوظ رہے گا اور اگر کام شروع کرنے سے پہلے النافع کو اکتالیس بار پڑھے کام حسب منشاء انجام پائے گا۔

النور

النور: (روشن ظاہر) الله نور السموات والارض اللہ پاک آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور اسی نور نے اور اشیاء کو بھی نور کی صفت سے یاد فرمایا ہے لیکن انکا نور ہونا ذاتی نہیں بلکہ خداداد نعمت ہے جیسا کہ اللہ کے ساتھ الوہیت میں کوئی شریک نہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بشریت کے مقام میں کوئی شریک نہیں۔

بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

خاصیت: جوکوئی اس اسم مبارک کا ورد کرے گا اس کا قلب اور روح نور ایمان سے منور ہو جائیں گے۔

الهادی

الہادی: راستہ بتانے والا۔ اللہ پاک ہادی مطلق ہے منزل مقصود تک پہنچانے والا ہے۔ رسول کریم ﷺ اور قرآن بھی ہدایت یعنی راستہ بتانے والے ہیں بالذات ہدایت صرف اللہ پاک کی صفت ہے نبی پاک ﷺ کے حق میں ارشاد ہے۔

وانک لتهدی الی صراط مستقیم

2/2

خاصیت: جو کوئی کثرت کے ساتھ اس اسم مبارک کا ورد کرے گا اللہ پاک اس کو ہدایت پر قائم رکھے گا۔

البدیع

البدیع: عالم کو پیدا کرنے والا۔ بغیر مثال سابق کے اللہ تعالیٰ مخلوق کو عدم سے وجود میں لایا اور پھر ہر نوع میں خاص خاص اوصاف پیدا کئے جن کی وجہ سے ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں اور یہ قدرت صرف اسی خلاق علی الاطلاق کی ہے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو ستر ہزار بار پڑھے گا مطالب و مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ اگر کوئی غم یا مصیبت پیش آ جائے تو ایک ہزار بار **یابدیع السموت والارض** پڑھے۔ ان شاء اللہ غم اور مصیبت دور ہو جائے گی' اگر عشاء کی نماز کے بعد **یابدیع العجائب بالخیر یا بدیع** کو بارہ روز تک روزانہ بارہ سو مرتبہ پڑھے تو جس کام کے لئے پڑھے گا ان شاء اللہ عمل پورا کرنے سے پہلے کام ہو جائے گا۔ بزرگوں کے عملیات میں بھی یہ وظیفہ موجود ہے اور مجرب ہے۔

الباقی

الباقی: ہمیشہ رہنے والا۔ اللہ ابدی الابد ہے۔ مستقبل میں اس کے لئے فنا نہیں اور قدیم بھی۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک کو روزانہ ایک ہزار بار پڑھے گا ہر قسم کے ضرر اور نقصان سے محفوظ رہے گا۔

الوارث

الوارث: تمام مخلوقات کا وارث۔ اللہ پاک تمام مخلوقات کا وارث ہے۔ جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو زمین و آسمان اور جو ان میں ہیں سب فنا ہو جائیں گے اسی لئے ارشاد فرمایا ہے۔

انا نحن نرث الارض و من علیها و الینا یرجعون

بے شک ہم زمین اور جو کچھ زمین پر ہے سب کے وارث ہیں اور ہماری طرف سب کی بازگشت ہے تو اصلی مالک ہر چیز کا خدا ہے اس لئے کہ اس کا خالق بھی تو خدا ہے۔ انسان کی ملکیت عارضی اور فانی ہے بے چارہ تصور کے گھوڑے پر سوار ہے۔

خاصیت: طلوع آفتاب کے وقت اگر سو بار پڑھا جائے تو رنج و تکالیف سے محفوظ رہے گا۔

الرشید

الرشید: راہنما۔ اللہ پاک رشید ہے مسترشدین کی راہنمائی فرماتا ہے۔ **والدین جاهد وافینا لنهدینهم سبلنا**

خاصیت: جس کو کسی کام کے حل کی تدبیر سمجھ نہ آوے مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان ایک ہزار بار اس اسم مبارک کو پڑھے عقدہ حل ہو جائے گا اور اگر ہمیشہ اس کا ورد جاری رکھے تو مہمات حل ہوں گی اور کاروبار میں ترقی ہوگی۔

الصبور

الصبور: بہت صبر کرنے والا۔ اللہ پاک صبور ہیں بندے اس کے لئے شریک ٹھہراتے ہیں اس کے لئے بیٹے بیٹیاں مقرر کرتے ہیں اور باوجود قدرت کے دنیا میں ان کو سزا نہیں دیتا ہے اور سزا کو تو چھوڑ دو اپنے احسانات و انعامات سے محروم نہیں فرماتا ہے نہ ان کے رزق میں کمی کرتا ہے نہ آسمان سے ان پر پتھر برساتا ہے۔ نہ زمین میں ان کو دھنساتا ہے بلکہ سب کچھ یوم الحشر پر چھوڑ رکھا ہے اور اگر بعض سرکشوں کو دنیا میں سزا دی ہے تو اپنی قدرت کے اظہار اور مخلوق کی عبرت کے لئے دی ہے جیسا کہ قوم لوط پر پتھر برسائے قارون کو زمین میں دھنسایا تو اللہ پاک خود بھی صبور ہیں اور صبر کرنے والوں کو پسند بھی فرماتے ہیں۔ **واللہ یحب الصابرین**. اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

خاصیت: اگر کسی کو رنج و غم پیش آئے تو اس اسم اعظم کو روزانہ ۱۲۰ بار چند روز تک پڑھے ان شاء اللہ رنج و غم سے نجات پائے گا اور اطمینان قلبی نصیب ہو جائے گا اور اگر روزانہ ورد رکھے تو دشمنوں کے ضرر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ رہے گا۔

باب ۲

اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تعداد: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسو ایک نام ہیں اور بعض صوفیہ کرام کے نزدیک ایک ہزار نام ہیں اور ابن فارس کے نزدیک دو ہزار بیس نام ہیں لیکن صاحب دلائل الخیرات نے دو سو ایک نام ذکر فرمائے ہیں اور لکھے بھی ہیں۔

سیدنا محمد: ان سب میں زیادہ مشہور نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ نام آپ کے دادا عبدالمطلب نے رکھا ہے۔

ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے خاندان میں تو اس قسم کا نام نہیں تھا آپ نے کیوں یہ نام رکھا جواب دیا میں امید کرتا ہوں کہ آسمان اور زمین والے اس کی تعریف کریں گے اور آدم سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش تک یہ نام کسی کے لئے نہیں رکھا گیا تھا۔

اور حضرت کعب الاحبار جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں انہی نے میلاد النبی میں فرمایا ہے کہ اللہ پاک نے جب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا تو اس نے سجدے میں جا کر الحمد للہ پڑھ لیا رب العزت نے فرمایا و لذالک خلقتک و سمیتک محمدا

(میں نے اسی حمد کے لئے تجھے پیدا کیا ہے اور تیرا نام محمد رکھا)

احقر کو یہ وجہ تسمیہ زیادہ پسند ہے ذیل میں ان ناموں کی تفصیل بیان ہوتی ہے۔

(از افادات: حضرت عبداللہ شاہ بنیری قدس سرہ)

سیدنا محمد

محمد کا معنی بہت تعریف کیا گیا۔ تعریف میں مبالغہ ہے اور اس میں شک نہیں جتنی بھی تعریف رسول اللہ ﷺ کی کی گئی ہے وہ مخلوق میں سے کسی کی نہیں ہوئی۔ اللہ نے اپنے نام کے ساتھ کلمہ شہادت میں کلمہ توحید میں اذان اور اقامت میں اپنے نام مبارک کے بعد ان کا نام محمد رسول اللہ ﷺ مقرر فرمایا۔

سیدنا احمد

یہ بھی حمد میں مبالغہ کا صیغہ ہے جن کی حمد کی گئی ہے ان میں سب سے برتر اور سب سے افضل ہیں۔

سیدنا حامد

تعریف کرنے والا۔ جو تعریف اور حمد آپ نے رب العزت کی شان میں فرمائی ہے اور کسی نے نہیں کی ہے۔

سیدنا محمود

حمد کیا گیا۔ یہ نام زبور داؤد علیہ السلام میں آیا ہے۔

سیدنا احید

یہ نام تورات میں آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میرا نام قرآن میں محمد، انجیل میں احمد اور تورات میں احید ہے یہ نام اس لئے ہے کہ روز قیامت میں اپنی امت کو جہنم کی آگ سے بچالوں گا۔

سیدنا وحید

بمعنی واحد، وحید اس لئے کہ آپ ﷺ ذات اور صفات میں منفرد ہیں مخلوق میں آپ ﷺ کے برابر نہ کوئی علم میں ہے نہ اسرار میں نہ انوار میں نہ خصائل میں نہ شمائل میں۔

سیدنا ماح

کفر کو محو نیست و نابود کرنے والا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ میں وہ ہوں کہ میری وجہ سے ان لوگوں کے گناہ مٹادیئے جائیں گے جو میری متابعت کو اختیار کریں گے۔

حاشر

حدیث میں ہے میں وہ ہوں جو کہ ساری مخلوق کا حشر میرے قدم پر ہوگا یعنی میں آگے ہوں گا اور وہ میرے پیچھے ہوں گے اور یہ معنی بھی مراد ہوسکتا ہے کہ سب سے پہلے حشر رسول کریم ﷺ کا ہوگا بعد میں مخلوق کا۔ جنت میں پہلے آپ اور آپ کی امت داخل ہوگی بعد میں مخلوق اور یہ وہ اعزاز ہے جو کسی کو نصیب نہیں ہوگا۔

عاقب

پیچھے آنیوالا۔ اور رسول اللہ ﷺ سارے انبیاء سے پیچھے آئے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ پھر دنیا میں آسمان سے نزول فرمائیں گے لیکن وہ شریعت محمدی ﷺ پر چلیں گے اور اپنی نبوت نہیں چلائیں گے۔ کہا گیا ہے کہ مسلک حنفی پر فیصلے کریں گے۔

عاقب کے معنی پیچھے چھوڑنے والے کے بھی آتے ہیں اور رسول کریم ﷺ نے تمام مخلوق کو مقامات قرب میں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

طٰہٰ

رسول کریم علی التحیة و التسلیم نے فرمایا ہے قرآن میں میرے سات نام ہیں ایک ان میں سے طہ ہے اور معنی اس کے طاہر یا ہادی ہیں۔ طا سے طاہر اور ہا سے ہادی۔

یٰس

معنی یا انسان۔ دوسری تفسیر یا سید البشر اس میں رسول کریم ﷺ کی تعظیم اور تمجید کی طرف اشارہ ہے تمام بنی نوع انسان کا سردار۔

طاھر

پاک۔ رسول اکرم ﷺ پاک ہیں ہر عیب سے اخلاق میں بھی پاک ہیں۔ وانک لعلی خلق عظیم اور جسد مبارک بھی پاک ہے یہاں تک کہ علماء کا اتفاق ہے کہ جس نطفہ سے رسول کریم ﷺ کی پیدائش ہوئی ہے وہ پاک ہے۔

مطھر

ہا کا زبر یعنی پاک کیا ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ پاک نے آپ کو ہر عیب سے پاک کیا ہے۔

طیب

پاک خوشبودار۔ رسول اکرم ﷺ پاک خوشبودار تھے۔ خوشبو کا یہ حال تھا کہ کسی بچے کے سر پر دست مبارک رکھتے تو اس کے سر سے خوشبو آتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ اس کے سر پر دست مبارک رکھا گیا ہے اور جس راستہ سے تشریف لے جاتے تھے وہ معطر ہو جاتا تھا۔

یاخیر من دفنت فی التراب اعظمه
فطاب من طیبهن القاع والاکم

ترجمہ: اے بہتر ان لوگوں سے جن کی ہڈیاں قبروں میں دفن کی گئیں ہیں پس خوشبودار ہو گئی اس کی جہ سے ہموار زمین اور غیر ہموار زمین۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه
فیه العفاف و فیه الوجود والکرم

ترجمہ: میرا نفس قربان ہو اس قبر پر جسمیں آپ ﷺ آرام فرما ہیں۔ اسی میں عفت ہے اور اسی میں سخاوت ہے اور اسی میں کرم ہے۔

سیدنا سید

سردار۔ حدیث شریف میں ہے۔

اناسید ولد آدم الخ تمام انبیاء علیہم السلام میدان حشر میں مخلوق کو کہیں گے۔ انطلقوا الی سید ولد آدم دوسری حدیث میں ہے۔ انا سیدالناس یوم القیامة اور سردار تمام انبیاء قوم مرسلین نفسی نفسی کہیں گے اور آپ ﷺ کو کہا جائے گا اشفع تشفع شفاعت کرو آپ ﷺ کی شفاعت قبول ہے۔

سیدنا رسول

سیدنا نبی

ان دونوں ناموں سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قرآن میں یاد فرمایا ہے۔ یایها الرسول یایها النبی رسول اور نبی کی تعریف میں بہت روایات ہیں آسان فرق یہ ہے کہ رسول صاحب کتاب ہوتا ہے اور نبی رسول کی کتاب پر عمل کرواتا ہے۔ جتنے انبیاء و رسول پہلے گزر چکے ہیں ان کی رسالت یا نبوت نیا بتاتھی۔ سب سے اللہ پاک نے عہد لیا تھا کہ اگر تم نے میرے حبیب ﷺ کا زمانہ پالیا تو لتومنن به ولتنصرنه اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔ یہ اقرار اظہار سیادت کے لئے ہوا تھا۔

سیدنا رسول الرحمة

اللہ پاک نے آپ ﷺ کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کے بھیجا ہے۔ یہاں تک کہ کفاروں کے لئے بھی دنیا میں رحمت ہیں کہ وہ دنیاوی عذاب سے محفوظ ہیں اور مومنین کے لئے دنیا اور عقبی دونوں میں رحمت ہیں۔

سیدنا قیم

معانی بہت ہیں ایک لیتا ہوں القائم بامور الخلق و مدبر العالم فی جمیع امورهم اور یقیناً رسول کریم ﷺ نے امت کے تمام حوائج دینی اور دینوی کا خیال رکھا ہے اور ان کا نفع و نقصان سب ان کو بتادیا ہے۔

سیدنا جامع

جمع کرنے والا ہے تمام ان کمالات کا جو تمام انبیاء و رسولوں میں ہے۔ کیونکہ آپ بذرة الوجود ہیں تمام گویا کہ آپ ﷺ بیج ہیں اور تمام عالم درخت کے مانند ہیں۔ درخت کا وجود بیج پر ہوتا ہے۔

سیدنا مقتف

سیدنا المقفی

دونوں اسمائے مبارکہ قفا سے ہیں جس کے معنی پیچھے کے ہوتے ہیں اور رسول کریم ﷺ سب انبیاء اور رسولوں سے پیچھے دنیا میں آئے۔ تو دفتر نبوت آپ ﷺ پر سربمہر ہو گیا۔ اب کوئی نبی پیچھے آنے والا نہیں اور ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے قفا الکل یعنی ہر چیز کو پیچھے چھوڑا۔ دنیا اور دنیا کی سب نعمتیں فراموش کر دیں کسی چیز کی طرف التفات تک نہیں کیا۔ بلکہ اپنے مولیٰ کی محبت اور معرفت میں ہی مستغرق رہے۔

سیدنا رسول الملاحم

ملاحم جمع کا صیغہ ہے مفرد اس کا ملحمة ہے۔ معنی اس کا لڑنا ہے اور اس میں رسول کریم ﷺ کے جہاد کی طرف اشارہ

ہے کہ دین حق کے اعلاء کے لئے آپ ﷺ نے اتنے جہاد کئے ہیں کہ ان سے پہلے کسی نبی یا رسول نے اتنے نہیں کئے ہیں اور یہ سلسلہ جہاد امت میں بھی جاری رہے گا یہاں تک کہ دجال اعور کو قتل کر دیا جائے گا۔

سیدنا رسول الراحت

یہ نام اس لئے ہے کہ مومنوں کے لئے دنیا میں سبب راحت ہیں اس لئے کہ پہلی امتوں پر جو تکلیفیں آئی تھیں وہ اس امت سے اٹھالی گئیں۔

وجبت شفاعتی لعصاۃ امتی اور کافروں کے لئے بھی دنیا میں راحت ہے کہ وہ دنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں

سیدنا کامل

یعنی کامل ہیں اللہ کی عبادت میں ہر عابد سے کامل ہیں تمام فضائل میں کامل ہیں' علوم میں' اعمال میں' اخلاق میں' احوال میں اور اوصاف میں۔

سیدنا اکلیل

زبور میں اس نام سے مشہور تھے۔ اکلیل بمعنی تاج کے ہیں جیسے بادشاہ کی زینت تاج سے ہے' اسی طرح عالم وجود کی زینت آپ ﷺ سے ہے تو آپ ﷺ تاج الوجود اور زینت الوجود ہیں۔

سیدنا مدثر
سیدنا مزمل

یہ دونوں نام ہم معنی ہیں۔ اے کپڑے اوڑھے ہوئے۔ معنی بہت بیان ہوئے ہیں ایک معنی یہ ہے اے نبوت کی چادر کو اوڑھے ہوئے اٹھو' تبلیغ شروع کرو۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ان دونوں ناموں سے ابتدائے نبوت میں یاد فرمائے گئے ہیں جب تبلیغ کا کام شروع کیا تو پھر

یایھا النبی اور **یایھا الرسول** سے یاد فرمایا گیا ہے۔

سیدنا عبداللہ

یہ وہ ممتاز نام ہے جو کہ کسی نبی کو عطا نہیں ہوا ہے کہ کسی کو ''عبداً الشکورا'' کسی کو نعم العبد کہا گیا ہے لیکن عبداللہ کا خطاب خاص ہمارے نبی کے لئے ہے اس کا معنی ہے اللہ کا بندہ۔ مقام عبدیت اشرف المقامات میں سے ہے ایجاد عالم عبدیت کے لئے ہوئی۔ **وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون** تو مقام عبدیت میں جو ممتاز تھے وہ ہمارے نبی محترم ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ اس لئے آپ ﷺ کا نام نامی عبداللہ رکھا گیا۔ معراج جو اشرف المقامات میں سے ہے کسی ملک مقرب یا نبی مرسل کو نصیب نہیں ہوئی۔ اس میں شرف عبدیت سے نوازا گیا۔

سبحن الذی اسری بعبدہ اور **فاوحی الی عبدہ ما اوحی** اور یہ نام اللہ جل شانہٗ کو بہت پیارا تھا اور رسول کریم ﷺ کو بھی بہت پیارا تھا۔

سیدنا حبیب اللہ

اللہ پاک کا دوست۔ عبداللہ ابن عباس عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں ابراہیم اللہ کا خلیل ہے۔ موسیٰ اللہ کا نجی ہے اور عیسیٰ روح اللہ ہے لیکن خبردار رہو میں اللہ کا حبیب ہوں ولافخر تو حبیب کے معنی میں وہ مبالغہ ہے جو خلیل میں نہیں۔

سیدنا صفی اللہ

صفا سے ہے یعنی اپنی محبت کو اللہ کے لئے صاف کیا ہے کسی مخلوق کو اللہ پاک کے مقابلے میں دل میں جگہ نہیں دی ہے۔

سیدنا نجی اللہ

مناجات سے ہے اور یہ وہ کلام ہے جو راز میں ہو جیسے **فاوحی الی عبدہ مااوحی** یعنی رسول علیہ السلام سے شب معراج میں اللہ پاک نے وہ راز و نیاز کیا جو کسی اور کے ساتھ نہیں کیا ہے۔

سیدنا کلیم اللہ

اللہ پاک سے ہم کلام ہونے والا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ شب معراج میں اللہ پاک نے آپ ﷺ سے کلام فرمایا ہے۔

سیدنا خاتم الانبیاء

یعنی نبیوں کے سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا آیت شریفہ میں خاتم النبیین کا لقب پانے والا اور حضرت علی کرم اللہ وجہ سے یہ ارشاد فرمایا۔ **انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی من بعدی** آپ میرے لئے ایسے ہیں جیسے موسیٰ

کے لئے ہارون لیکن بات اتنی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور فرمایا ہے رسول کریم ﷺ نے "بے شک اللہ نے لکھا تھا مخلوق کی تقدیر کو آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے ۵۰ ہزار برس پہلے اور اس کا عرش اُس وقت پانی پر تھا اور من جملہ اس لکھے ہوئے میں سے لوح محفوظ میں یہ بھی لکھا ہوا تھا محمد نبی آخر الزمان ﷺ ہیں اور نبوت آپ ﷺ پر ختم ہے"۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام مخلوق کو ہدایت کا راستہ بتلاتے ہیں شیطان کے پنجہ سے نکال کر صراط مستقیم پر لگاتے ہیں تاکہ قیامت کے دن کسی کو عذر نہ رہے اور یہ مقصد انبیائے سابقین سے پورا نہ ہوا تھا۔ حضرت محمد ﷺ جب تشریف لائے تو اس مقصد کو تائید الٰہی کی بدولت علی وجہ الاتم پورا کیا۔ خاتم النبیین کے تاج سے آپ ﷺ نوازے گئے اور تا قیامت ایسے خلفاء چھوڑ دیئے جن کو علماء ربانیین کہا جاتا ہے کہ تبلیغ کے مشن کو چلاتے رہیں گے۔

سیدنا خاتم الرسل

یعنی جب انبیاء علیہم السلام ان پر ختم ہوئے تو رسل بدرجہ اولیٰ ختم ہوئے تشریح کی زیادہ ضرورت نہیں۔

سیدنا محیی

یعنی زندہ کرنے والا۔ ایک کافر کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس نے جواب میں کہا کہ میری بیٹی مرگئی ہے اس کو زندہ کرو۔ پھر میں ایمان لے آؤں گا تو وہ آپ ﷺ کی دعاء اور اللہ کے حکم سے زندہ ہوگئی اور رسول کریم ﷺ کے برحق ہونے کی شہادت دی اور حضرت جابرؓ کی بکری ذبح کی گئی تھی اور بھونی گئی تھی رسول کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھ کر کچھ فرمایا وہ زندہ ہو کر اٹھ گئی اور کان کو ہلاتی رہی۔ مردہ دلوں کو نور ایمان کے ساتھ زندہ کیا اور مومنوں کو حیات دائمی اور جنت کے اعلیٰ مقامات بھی آپ ﷺ کی وجہ سے ملیں گے اور آپ ﷺ تمام عالم کے لئے روح اور حیات ہیں۔

سیدنا منج

یعنی نجات دینے والا۔ تو نبی کریم ﷺ اپنی امت کے لئے دنیا اور عقبیٰ میں سبب نجات ہیں۔ دنیا میں کفر سے اسلام میں لائے نیز کفر کی وجہ سے کافروں پر جو عذاب آنے والا تھا اس سے ان کو نجات مل گئی۔ ترجمہ آیت۔ اور نہیں ہے اللہ ان کو عذاب دینے والا اس حال میں کہ آپ ﷺ ان میں ہیں اور نہیں ہے اللہ پاک ان کو عذاب دینے والا اس حال میں کہ وہ استغفار پڑھتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ پاک نے میری امت کو دو امان دیئے ہیں ایک تو میرا وجود اور جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو پھر استغفار قیامت تک اور آخرت میں خلود فی النار سے بہ سبب شفاعت کے نجات دلوادیں گے۔

سیدنا مذکر

یعنی نصیحت کرنیوالا۔ تذکیر بہت بڑی نعمت ہے الست کا جو عہد اللہ پاک نے ازل میں مخلوق سے لیا تھا دنیا میں آکر بھول گئے تو اللہ پاک نے اس عہد کی یاد دہانی کیلئے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے سب کے سب یعنی یاد دہانی کراتے رہے لیکن تکمیل اس کی نبی رحمت ﷺ پر کی گئی۔

سیدنا ناصر

یعنی مدد کرنے والا۔ مومنوں کی مدد کی ہے نصیحت کے ذریعہ سے علم دین کے سکھانے اور کفر سے اسلام کی طرف لانے سے۔

سیدنا منصور

یعنی مدد کیا گیا۔ اللہ پاک نے آپ ﷺ کی مدد فرمائی ہے دنیا میں اور عقبیٰ میں۔ دنیا میں تو اللہ پاک نے دشمنوں پر غالب فرمایا اور کفاروں پر ایک مہینہ کی مسافت سے رعب بیٹھ جاتا اور آخرت میں امت کے لئے قبولیت شفاعت کی وجہ سے منصور ہوئے۔

سیدنا نبی الرحمة

یعنی رحمت والا نبی۔ اس لئے کہ وجود عالم کے لئے آپ ﷺ کا وجود رحمت ہے۔ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین

سیدنا نبی التوبة

یعنی توبہ کا نبی۔ حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے اللہ پاک کے نام کے ساتھ محمد علیہ السلام کا نام لکھا ہوا دیکھا تو آپ ﷺ کے نام کو وسیلہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے

ان کی توبہ کو قبول فرمایا اور یہ پہلی توبہ ہے جو نوع انسانی سے قبول ہوئی۔ آپ ﷺ کی امت موصوف بالتوابین ہے۔

حدیث شریف میں آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ ترجمہ۔ اللہ کی قسم میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں اور رجوع کرتا ہوں اس کو دن میں ستر بار سے زائد اور سو تک کی بھی روایت ہے اور آپ ﷺ سے یہ بھی روایت ہے فرمایا کہ میرے دل پر زنگ آ جاتا ہے تو میں اللہ سے ستر بار مغفرت مانگتا ہوں لیکن سمجھنا چاہئے کہ یہ زنگ گناہ کا نہیں تھا بلکہ انوار کے حجابات ہوتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ ہر وقت مقامات قرب میں ترقی کرتے رہتے تھے تو نیچے کے مقام سے استغفار کرتے تھے تو گویا ہر وقت استغفار میں مشغول رہتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر روز مقامات قرب میں سو درجے طے فرماتے تھے۔

سیدنا حریص

یعنی تمہارے ایمان پر حریص ہیں دلیل اس کی یہ آیت ہے۔ **لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم.** دوسری آیت **ان تحرص علی هداهم الخ** حرص کا معنی شدت طلب اور بلاشک رسول کریم نے امت کی ہدایت کے لئے وہ تکالیف برداشت کی ہیں جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیلا و نہار اسرا و علانیۃ ایک ایک کو اور جماعتوں کو گھروں میں بازاروں میں دعوت ایمان دیتے رہے او وہ لوگ الٹا ستاتے رہے دھمکاتے رہے پتھر مارتے رہے۔ یہاں تک کہ سر کا خون جوتوں میں جمع ہو جاتا تھا۔ کمزوری کی وجہ سے دیواروں کو تکیہ لگاتے تھے اور پھر بھی یہی دعا مانگتے تھے **اللهم اهد قومی فانهم لایعلمون فجزاه الله عنا و عن سائر المسلمین** آمین۔ اور جیسا کہ ظاہراً بنی نوع انسان کے اسلام پر حریص تھے اسی طرح اصلاح باطن پر بھی حریص تھے اپنے اعمال حسنہ اور اعمال صالحہ کے ذریعہ سے ان کے باطن کو منور فرمایا اور یہ اصلاح کا سلسلہ امت کے صلحاء میں تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔

سیدنا معلوم

تو آپ ﷺ معلوم ہیں محتاج تعریف نہیں۔

سیدنا شہیر

آپ ﷺ مشہور ہیں اطراف زمین میں، مشرق میں ہو یا مغرب، جنوب ہو یا شمال۔ اس لئے آپ ﷺ کی دعوت روئے زمین پر پھیل گئی اور اسی طریقہ سے امم ماضیہ میں بھی مشہور تھے ان کے انبیاء آپ کا ذکر خیر فرماتے تھے اور اسی طرح آسمانوں میں بھی۔

سیدنا شاھد

سیدنا شہید

آپ بنص آیت قرآنی شاہد ہیں **انا ارسلنک شاهدا**۔ میں نے آپ کو امت پر شاہد بنایا یا کہ آپ کو شاہد بھیجا ہے گزشتہ انبیاء کی تبلیغ اور ان کی امتوں کے انکار پر **ویکون الرسول علیکم شهیدا** یعنی امم سابقہ اپنے انبیاء کی تبلیغ سے منکر ہو جائیں گی اور کہیں گی کہ ان رسولوں نے اے اللہ آپ کے احکام ہمیں پہنچائے نہیں ورنہ تو ہم ضرور ایمان لے آتے تو اللہ تعالیٰ امت محمدی ﷺ کو ان امتوں پر شہادت کے لئے بلائیں گے یہ شہادت دیں گے تو وہ امتیں اعتراض کریں گی کہ تم کیسے شہادت دیتے ہو تم تو ہمارے زمانہ میں نہیں تھے وہ جواب دیں گے کہ ہم نے اللہ کی کتاب میں پڑھا تھا وہ سچے اور اس کا نبی بھی سچا ہے۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام کو اللہ پاک بلائیں گے وہ شہادت دیں گے کہ یا اللہ میری امت سچی ہے تو رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر شاہد ہو جائیں گے۔ یا اللہ ہمیں اس کا اہل بنا۔ شاہد کے لئے شریعت میں عادل ہونا ضروری ہے یا اللہ ہمیں گمراہی سے محفوظ فرما۔ آمین۔

سیدنا مشہود

یعنی ان کے پاس فرشتے حاضر رہتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ بسا اوقات فرشتے حاضر خدمت رہتے ہیں۔

سیدنا بشیر   سیدنا مبشر

سیدنا نذیر   سیدنا منذر

یعنی اہل اطاعت کو ثواب، مغفرت اور جنت کی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اہل معصیت کو دوزخ کی آگ سے۔

سیدنا نور

دلیله قوله تعالیٰ قد جاء کم من اللہ نور ایک تفسیر میں نور محمدؐ مراد لئے گئے ہیں دوسری تفسیر میں قرآن کریم اور اس میں شک نہیں کہ دونوں نور ہیں۔ نور آپ ﷺ کو باعتبار نور ہدایت ہونے کے فرمایا گیا ورنہ ذات ﷺ آپ کی بشر تھی۔ آپ ابوالبشر آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور سیدالبشر کہلائے۔

سیدنا سراج

یعنی چراغ ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ پاک نے آپ ﷺ کو سراج کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ وسراجاً منیرا تو آپ ﷺ قلوب مومنین کے لئے سراج ہیں جو احکام اللہ کی طرف سے لائے اس کے ذریعے سے مومنین و عارفین کے قلوب کو منور فرمایا تو اپنی ذات میں نیر ہیں اوروں کے لئے منیر ہیں۔ سراج حسی ظلمت حسی کو زائل کر کے خفی اشیاء کو ظاہر کرتا ہے اور نور محمدی ﷺ ظلمت جہل کو زائل کر کے معانی خفیہ بصائر پر ظاہر کرتا ہے اور پھر سراج معنوی یعنی نور نبوی ﷺ تا قیام قیامت بصورت ہدایت موجود رہے گا نہ اس کے لئے حجاب ہے نہ کوئی رکاوٹ۔ جب بھی اہل ایمان اس سے اقتباس کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ یہ نور غائب نہیں ہوتا بلکہ موجود ہے ہر زمان میں ہر مکان میں۔ یا اللہ ہمیں اس نور سے اقتباس کی اہلیت نصیب فرما۔ آمین!

سیدنا مصباح

یعنی چراغ۔ یہ سراج کا ہم معنی ہے اس لئے مزید تشریح کا محتاج نہیں۔

سیدنا هدی

یعنی اپنی ذات میں مکمل ہدایت ہیں مقصد مبالغہ ہے یا بمعنی ہادی کے ہیں۔ یعنی امت کو سیدھا راستہ بتانے والے اور جس نے اس راستے کو اختیار کیا تو منزل مقصود تک پہنچ گیا۔

سیدنا مهدی

راستہ بتانے والا۔ اور آپ مخلوق کو اللہ کا راستہ بتاتے تھے یہاں تک کہ مخلوق کو آپ کی ہدایت کی بدولت ایمان نصیب ہوا۔ اللہ کی معرفت اور توحید نصیب ہوئی۔

سیدنا منیر

نورانی بنانے والا۔ دلیل آیت کریمہ و سراجا منیرا تو آپ ﷺ خود بھی نور ہیں اوروں کو بھی نور سے منور کر دیا تو آپ ﷺ فی نفس منیر ہیں۔ اللہ پاک نے پہلے آپ ﷺ کا نور پیدا کیا آپ ﷺ منیر لغیرہ ہیں۔ بعد میں جب امت آپ ﷺ کی شریعت کی روشنی میں چلتی ہے تو راہ نجات پر فائز ہو جاتی ہے۔

سیدنا داع

اس کے دو معنی ہو سکتی ہیں۔ ایک معنی داع اللہ اللہ پاک کو یاد کرتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ انما ادعو ربی الخ دوسرا معنی دعا الی اللہ یعنی مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے والا جیسا آیت شریفہ میں ہے و داعیا الی اللہ باذنه دوسری آیت میں بھی قل هذه سبیلی ادعو الی الله.

سیدنا مدعو

بلایا گیا۔ اللہ پاک نے آں سرور عالم ﷺ کو اعزازی ناموں سے بلایا ہے جیسے یایها النبی یایها الرسول دوسرے انبیاء اپنے ناموں سے یاد کئے گئے ہیں نیز آپ ﷺ کی وجہ سے آپ ﷺ کی امت کو بھی اعزازی ناموں سے یاد کیا گیا۔ یایها الذین آمنوا اور امم سابقہ یایها المساکین سے یاد کئے گئے ہیں۔ کتنا بڑا فرق ہے دونوں خطابوں میں۔ یا یہ معنی ادن یاخیر البریة ادن یااحمد ادن یا محمد یہ آواز اس وقت دی گئی جب کہ شب معراج میں جبرئیل امین آگے جانے سے قاصر رہے اور کہا۔

اگر یک سرموئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

ترجمہ: اگر ایک بال برابر پرواز کروں تو تجلیات ربانی میرے پروں کو جلا دیں گے تو آپ ﷺ تنہا رہ گئے آپ ﷺ کے اور رب ذوالجلال کے درمیان ستر ہزار حجابات نور کے حائل تھے۔ رب العزت نے اپنے مہمان کو آواز دی قریب آ جاؤ۔ قریب آ جاؤ قریب آ جاؤ۔ اب میرے اور تیرے درمیان اور کسی کی گنجائش نہیں۔ یہاں تک نہ ملک مقرب آ سکتا

ہے نہ نبی مرسل۔

سیدنا مجیب

جواب دینے والا۔ تو آپ ﷺ سب سے پہلے جواب دینے والے ہیں۔ جب اللہ پاک نے فرمایا الست بربکم قالوا بلی تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں آپ ہمارے رب ہیں اور اصحاب کرام نے بھی اگر کسی دعوت میں یا اپنے حوائج میں بلایا ہے تو جواب لبیک کے ساتھ دیا ہے کبھی انکار نہیں کیا۔

سیدنا مجاب

یعنی آپ ﷺ کی دعا رب کریم نے قبول کی ہے جو کچھ اللہ پاک سے مانگا ہے دیا گیا ہے یہاں تک کہ شفاعت عظمیٰ کی اجازت کے لئے جب سر بسجود ہو جائیں گے تو حکم ہو جائے گا اشفع تشفع سر اٹھاؤ شفاعت شروع کرو قبول ہو جائے گی کوئی دوسرا اجرات نہیں کر سکے گا یہ صرف آپ ﷺ ہی کا مقام ہے۔ آپ ﷺ کی امت قیامت کے دن تمام انبیاء کی امتوں سے زیادہ ہوگی۔

سیدنا حفی

نہایت مہربان۔ اور یقیناً آپ ﷺ بہت مہربان تھے اپنے اصحاب پر اہل بیت پر اولاد پر اور آپ ﷺ بہت مہربان تھے اپنی قوم پر اور بہت اہتمام فرماتے تھے انکی نصیحت ہدایت اور دعوت اسلام پر۔

سیدنا عفو

معنی ظاہر ہے قرآن میں تورات میں حضور ﷺ کا وصف عفو سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی فطرت میں اذیت کی برداشت اور غیر کے ساتھ حسن سلوک تھا کبھی اپنے نفس کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ کسی انسان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی کسی مسلم کو لعنت سے یاد نہیں کیا افسوس آج کل مسلمان مسلمان کو بغیر ثبوت شرعی کے کفر میں دھکیلتے ہیں اور اپنی عاقبت کو برباد کرتے ہیں۔ جنگ احد میں دندان مبارک شہید ہو گئے لب مبارک زخمی ہو گیا خون چہرہ انور ﷺ سے بہتا تھا اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو بہت ناگوار گزرا عرض کیا آپ ﷺ ان کے حق میں بددعاء کریں تو اس حالت میں یہ جواب ارشاد فرمایا۔ انی لم ابعث لعانا بل بعثت داعیا ورحمة

سیدنا ولی

بمعنی قریب دوست اور یہ یقینی امر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے دوست بھی ہیں اور قریب بھی۔

سیدنا حق

ضد ہے باطل کی یعنی اللہ کی طرف سے حق لے کر مخلوق کی ہدایت کے لئے دنیا میں تشریف لائے ہیں۔

سیدنا قوی

قوی ہیں اوامر کی متابعت میں اور نواہی سے اجتناب میں قوی ہیں حقوق اللہ کی ادائیگی میں اور حقوق العباد کی ادائیگی میں۔

سیدنا امین

یہ وہ مبارک نام ہے جس سے نبوت سے پہلے قریش مکہ آپ ﷺ کو یاد کرتے تھے اور حدیث میں ہے انی لامین فی الارض و امین فی السماء.

سیدنا مامون

مامون وہ ہوتا ہے جس سے شر کا کسی کو خطرہ نہ ہو معنی ظاہر ہے۔

سیدنا کریم

قرآن کریم سے ثبوت انه لقول رسول کریم اور حدیث سے انا اکرم ولد آدم. اکرم وہ ہوتا ہے جو غیر پر افضل ہو۔

سیدنا مکرم

صیغہ اسم مفعول ہے بزرگی دی گئی بزرگی دینے والا اللہ پاک ہے۔

سیدنا مکین

صاحب رتبہ۔ اس میں رسول کریم ﷺ کی علو منزلت کی طرف اشارہ ہے اور اسی علو منزلت کی وجہ سے آپ ﷺ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملایا اور کسی نبی کو یہ مقام حاصل نہیں اور آپ ﷺ کے اسم مبارک کو اپنے اسم مبارک کے ساتھ ملایا

تو ابتداء میں ساق عرش پر آپ ﷺ کا نام نامی لکھا اور اخیر میں کلمہ شہادت میں اور کلمہ توحید میں اپنے نام کے ساتھ ملایا۔

سیدنا متین

سخت قوی۔ آپ ﷺ سخت قوی تھے اللہ پاک کے دین میں دین خداوندی کے اجراء میں نہ کسی سے ڈرے نہ سستی اختیار کی بلکہ شدت کے ساتھ اعداء اللہ کا مقابلہ کیا اور اللہ پاک نے آپ ﷺ کو غالب فرمایا۔

سیدنا مبین

آیت شریف حتی جاء هم الحق و رسول مبین اس پر دلالت کرتی ہے۔

سیدنامومل

امیدوار (دوسری میم کے زیر سے) یعنی امیدوار ہے اپنے رب سے فضل عظیم کا اور فتحہ کے ساتھ معنی یہ ہوگا اصحاب اور امت کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ تعلیم دین اور اصلاح حال اور شفاعت کے لئے دنیا و عقبی میں۔

سیدناوصول

وصل کا مبالغہ ہے اور رسول کریم ﷺ اور صلہ رحمی اور صلہ دینی دونوں کے لئے رعایت فرمانے والے تھے اور صلہ کا یہ حال تھا کہ جب رضاعی بہن شیما ہوازن کے قیدیوں کے ساتھ قید ہو کر آ گئی تو رسول ﷺ نے بہت عزت کی۔ اپنی چادر ان کے لئے بچھائی اور اس پر بٹھا دیا اور فرمایا اگر میرے پاس رہنا چاہتی ہو تو عزت کیساتھ رہوگی اگر واپس جانا چاہتی ہو تو اجازت دیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ جانے کو پسند کرتی ہوں تو علاوہ تحائف کے ایک غلام ایک لونڈی دے کر رخصت کیا۔

سیدنا ذوقوة

قوت والے ہیں قوی کے ہم معنی ہیں۔ تشریح پہلے گزر چکی ہے۔

سیدنا ذوحرمة

عزت کا مالک، بزرگی والا۔ آپ ﷺ کی عزت اور بزرگی کا عقیدہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور کمی اس میں حرام ہے۔

سیدنا ذومكانة

مکین کا ہم معنی ہے تشریح گزر گئی ہے۔

سیدنا ناذوعز

عزت والے یعنی جلیل القدر جن کی نظیر نہیں قال اللہ تعالیٰ ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين۔ مومنین کی عزت بسبب متابعت کے ہے اور رسول کریم ﷺ کی اصالتاً ہے۔

سیدنا ذوفضل

صاحب فضیلت۔ ایک ایسا کمال ہے جس کی وجہ سے انسان غیر پر فوقیت حاصل کرتا ہے اور نیز رسول علیہ السلام کی فضیلت تمام عالم پر تمام کمالات میں ثابت ہے۔

سیدنا مطاع

مانے گئے۔ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اور امت نے آپ ﷺ کو مانا ہے جتنی تعظیم اور محبت ان کے قلب میں ہے اس کی کوئی حد نہیں ہے۔

سیدنا مطیع

فرمانبردار۔ آپ ﷺ اللہ کی احکام کے منقاد تھے ایک لحہ آپ ﷺ نے غفلت نہیں کی ہے اور اپنے اور اللہ کے درمیان کے حقوق کی یا اپنے اور مخلوق کے درمیان کے حقوق کی ہمیشہ رعایت فرمایا کرتے تھے اس لئے کہ آپ ﷺ سید المعصومین تھے۔ کمال عبدیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

سیدنا قدم صدق

نیک پیش رو۔ سہیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کا معنی رحمت سابقہ جس کو اللہ پاک نے محمد ﷺ کی ذات بابرکات میں رکھا ہے تو آپ ﷺ امام الصادقین ہیں۔

سیدنا رحمة

بڑی رحمت۔ دلیل اس کی یہ آیت ہے وما ارسلنک الا رحمة للعالمین آپ ﷺ تمام عالم کے لئے اس آیت کی بناء پر رحمت ہیں عباس مرسی فرماتے ہیں تمام انبیاء رحمت سے پیدا ہوئے ہیں لیکن محمد علیہ السلام عین رحمت ہیں۔

محمد ﷺ بہ نفس نفیس رحمت ہیں اس لئے جس نے آپ ﷺ کی دعوت قبول کی تو نجات پائی جنہوں نے قبول نہیں کی مستحق عذاب بن گئے۔

سیدنا بشریٰ

خوشخبری دینے والا۔ حضور ﷺ بشری للمومنین تھے۔ یعنی مومنوں کو دوزخ سے نجات اور جنت کی بشارت دینے والے تھے۔

سیدنا غوث

سیدنا غیث

سیدنا غیاث

غوث: فریادرس' غیث: باران رحمت' غیاث: ہمہ تن فریادرس۔

مخلوق گمراہی میں گھری ہوئی تھی۔ مشرف بہ اسلام ہوگئی اور باران رحمت اس لئے ہیں۔ آنے سے مخلوق کے مردہ قلوب زندہ ہوگئے۔ تو آپ ﷺ مخلوق کے لئے غوث بھی ہیں اور غیث بھی ہیں اور غیاث بھی ہیں۔

سیدنا نعمة الله

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ دلیل یعرفون نعمة الله ثم ینکرونها یعنی محمد ﷺ کو پہچانتے ہیں کہ اللہ کا نبی ہے پھر بھی انکار کرتے ہیں۔

سیدنا هدیة الله

اللہ کا تحفہ۔ ترجمہ: بے شک اللہ نے مجھے رحمت اور ہدیہ بنا کر بھیجا ہے۔ ایک قوم کو اوپر لے جانے کے لئے دوسری کو نیچے لے جانے کے لئے یعنی مومنوں کا مقام اونچا اور کافروں کا نیچا۔

ابوالعباس مرسی فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے لئے عطیہ تھے اور ہمارے نبی ﷺ ہمارے لئے ہدیہ تھے اور عطیہ اور ہدیہ میں بڑا فرق ہے۔ عطیہ محتاج کو دیا جاتا ہے اور ہدیہ محبوب کو۔

سیدنا عروة و ثقیٰ

مضبوط دستاویز' مضبوط رسی۔ اس میں شک نہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا دین اور شریعت مضبوط رسی ہے اس پر چلنے والا اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے اعلیٰ علیین پر پہنچ جاتا ہے اور آیت کریمہ فقد استمسک بالعروة الوثقیٰ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

سیدنا صراط الله

اللہ کا راستہ۔ رسول کریم ﷺ کا راستہ ہے جو آپ ﷺ کی پیروی کرے گا ہدایت پائے گا۔

سیدنا صراط مستقیم

سیدھا راستہ۔ اور یہ رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے اهدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں ابن عباس عنہما سے یہ تفسیر نقل کی گئی ہے۔ تفسیر ابن جریر وغیرہ میں رسول کریم علیہ السلام اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی متابعت کو صراط مستقیم کہا گیا ہے۔

سیدنا ذکر الله

اللہ کی یاد کا سبب۔ الا بذکر الله تطمئن القلوب

مجاہدؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ذکر اللہ سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں اس لئے کہ جو کوئی آپ ﷺ کو دیکھتا تھا اللہ یاد آتا تھا اللہ کی وحدانیت کا قائل ہوتا تھا تو آپ ﷺ اللہ کی یاد کے لئے ذریعہ بنتے تھے اور یہ معنی بھی لیا گیا ہے کہ اللہ کا یاد کیا ہوا اور اس میں شک نہیں کہ تمام مخلوق میں اللہ پاک نے حضور ﷺ کا ذکر مقدم کیا ہے۔ لوح محفوظ میں پہلے آپ ﷺ کا ذکر ہے ساق عرش پر آپ کا ذکر ہے۔ آسمانوں میں آپ ﷺ کا ذکر ہے جس نے حضور ﷺ کی متابعت کی اس نے اللہ پاک کی متابعت کی جس نے آنجناب ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اس نے اللہ پاک کے دست قدرت پر بیعت کی تو حضور ﷺ ہر طریقہ سے ذکر اللہ ہیں۔

سیدنا سیف الله

اللہ کی تلوار۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے دین کے لئے جیسے لسانی تبلیغ کی ہے ویسے جہاد بالسیف بھی کیا ہے اور اللہ نے آپ ﷺ کو فتح بھی دی ہے تو آپ ﷺ سیف اللہ ہیں۔

سیدنا حزب اللہ

اللہ کے لشکر۔ جماعت چنانچہ آپ ﷺ نے ایک جماعت موحدین کی بنا کر کلمہ توحید اور نظم اسلام پر قائم کی اس لئے آپ ﷺ حزب اللہ ہیں اور الا ان حزب اللہ هم الغالبون. اللہ کی جماعت بے شک غالب ہوتی ہے۔

سیدنا النجم الثاقب

چمکتا ہوا ستارہ۔ آپ ﷺ چمکتا ہوا ستارہ ہیں۔ جیسا کہ ستارے کی روشنی میں رات کے اندھیرے میں راہ گیر راستہ معلوم کرتا ہے اس طرح آپ ﷺ کے مبعوث ہونے کی وجہ سے ظلمت کفر میں اسلام کی روشنی ظاہر ہوئی تو آپ ﷺ نجم ہدایت ہیں۔

سیدنا مصطفی

پسند کیا ہوا۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں صاف اور برگزیدہ کیا ہے۔ان اللہ اذا احب عبدا فان صبر اجتباہ و ان رضی اصطفاہ. رسول کریم ﷺ نے تکالیف پر صرف صبر ہی نہیں بلکہ رضا کا اظہار کیا ہے اس لئے مصطفیٰ بن گئے اور یہ انتہا درجہ کا قرب ہے۔

سیدنا مجتبیٰ

سیدنا متقی

چنے ہوئے۔ تو یہ بمعنی مصطفیٰ کے ہو گئے پاک چنا ہوا' مصطفیٰ مجتبیٰ متقی سب قریب المعنی ہیں۔

سیدنا امی

ناخواندہ۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے خاص اسماء میں سے ہے اور یہ بہت بڑا معجزہ ہے کفاک بالعلم فی الامی معجزۃ (ایک امی کے اندر علم اولین وآخرین کا ہونا بڑا معجزہ ہے)

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست کتب خانہ چند ملت بشست

وہ یتیم کہ جس نے قرآن کو پڑھا نہ تھا اس تمام ملتوں کے کتب خانوں کو دھولیا جس کو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے۔

سیدنا مختار

اختیار دیا گیا۔ یہ نام تورات میں مذکور تھا۔ تفصیل اسم متوکل میں آ جائے گی۔

سیدنا اجیر

اجرت دیئے گئے۔امت کو عذاب دوزخ سے چھڑانے والے۔

سیدنا جبار

شکستہ حال کو جوڑنے والا۔اس نام سے زبور داؤد علیہ السلام میں مشہور تھے۔۴۴ ویں باب میں ہے کہ تقلد ایها الجبار سیفک اپنی تلوار کو گلے میں ڈال دوا ے جابر اور باہمت نبی (اور جہاد کرو کفار سے' اسلام کا بول بالا اور کفر کا منہ کالا کرنے کے لئے) یا یہ معنی کہ شکستہ دل اور پریشان حال بندوں کے دلوں پر جبیرہ یعنی پٹی لگاؤ۔ان کے دکھ درد میں ان کو سہارا دو۔

سیدنا ابو القاسم

قاسم کے باپ۔

سیدنا ابو الطاهر

سیدنا ابوالطیب۔

سیدنا ابو ابراهیم

یہ اسماء رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اسماء کنیہ ہیں۔ اول تین صاحبزادے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہیں۔البتہ اس میں اختلاف ہے کہ طیب اور طاہر ایک صاحبزادے کے نام ہیں یا الگ الگ ہیں۔اور ابراہیم ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہیں اور یہ اسم کنیہ اولاً جبرئیل امین نے کہا تھا۔

سیدنا مشفع

مقبول شفاعت۔ میدان حشر میں جب مخلوق نفسی نفسی پکارے گی۔ رشتہ دار رشتہ دار سے بیزار ہو جائیں گے۔جہنم میدان حشر کے قریب آ جائے گی تو اس حالت میں رسول کریم ﷺ شفاعت کے لئے اللہ پاک سے اجازت طلب کریں گے۔حق تعالیٰ ان الفاظ سے اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ سل تعط مانگو دیا جائے گا اشفع تشفع سفارش کرو منظور کی جائے گی۔یہی ہے مقام محمود۔

سیدنا شفیع

شفاعت کرنے والے۔ مبالغہ ہے شفاعت میں شفاعت کے معنی ہیں کسی کی حاجت برآری میں واسطہ بننا۔ رسول کریم ﷺ خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ مخلوق کو خالق سے ملانے والے ہیں۔

سیدنا صالح

نیکوکار۔ مراد اس صلاحیت سے قرب خداوندی کے لئے صلاحیت ہے اور اس صلاحیت کے درجات ہیں جتنا مخلوق کے تعلق سے آزاد اور رب العباد کی عبادت میں ممتاز ہوگا اتنا ہی صلاحیت میں ممتاز ہوگا اور اس صفت میں آپ ﷺ ممتاز ہیں تو آپ ﷺ قرب الٰہی میں بھی ممتاز ہیں۔

سیدنا مصلح

نیک بنانے والا۔ آپ ﷺ خلق کے لئے مصلح ہیں۔ نصیحت اور ہدایت کے ذریعہ سے مخلوق کو جہل سے اور کفر سے نجات دلا کر ظاہر کی بھی اصلاح کی اور باطن کی بھی۔ سنا گیا ہے کہ ایک پتھر پہاڑ یا زمین سے نکلا تھا بخط قدرت اس پر جلی حروف میں لکھا ہوا تھا محمد تقی مصلح و سیدامین۔

سیدنا مهیمن

اس کے معنی رسول اللہ ﷺ کے حق میں یہ معنی شاہد اور امین کے آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اللہ جل شانہ کے احکام کے امین ہیں۔

سیدنا صادق

سچے۔ آپ ﷺ حدیث میں صادق اور مصدوق سے موسوم ہیں اور جب قوم نے آپ ﷺ کو جھٹلایا اور کہا انک کاذب آپ جھوٹے ہیں تو آپ ﷺ مغموم ہوگئے۔ جبرئیل امین تشریف لائے اور فرمایا انک لصادق۔ آپ ﷺ سچے ہیں اور یہ کفار بھی جانتے ہیں کہ آپ ﷺ سچے ہیں از روئے عناد نہیں مانتے اور آپ ﷺ کے لئے صدق واجب تھا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نبی معصوم تھے۔

سیدنا مصدق

سچا مانا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قول اور فعل میں سچا کہا ہے۔ ارواح نے قبل ظہور اجساد کے آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی ہے اور اگر دال کے زیر بھی مصدق پڑھ لیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ آپ ﷺ نے اپنے قول و فعل سے اللہ پاک کی تصدیق کی ہے اور انبیاء علیہم السلام اور کتب سابقہ کی تصدیق کی ہے۔

سیدنا صدق

بہت سچا۔ مبالغہ ہے آیت شریفہ و کذب بالصدق اذ جاءہ ایک تفسیر کے بموجب صدق سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

سیدنا المرسلین

معراج کے واقعہ میں آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو دیکھا میں نے موتی کا ایک مکان جو نور سے چمکتا تھا وہاں مجھے تین خطابات مل گئے۔

انک سید المرسلین و امام المتقین قائد الغر المحجلین

اور سید المرسلین کا معنی رسولوں کا سردار ہے۔

سیدنا امام المتقین

نیکوں کا پیشوا۔ حدیث شریف انا اتقاکم للہ. اسم تفضیل ہے سب سے زیادہ متقی۔

سیدنا قائد الغر المحجلین

پیشوا ہیں پیشانی چمکنے والوں کے۔ حدیث شریف میں ہے

ان امتی تدعون یوم القیامۃ غرا محجلین.

میری امت قیامت کے دن سفید پیشانی والی کہہ کر بلائی جائے گی۔ اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں وضو کیا اس کی وجہ سے ان کے چہرے نورانی ہوں گے۔ میدان حشر میں اس امت کی یہ خاص نشانی ہوگی۔ اس سے پہچانے جائیں گے۔

سیدنا خلیل الرحمن

اللہ کا دوست۔ خلیل وہ ہے جو اپنی محبت کو اپنے محبوب کے لئے خالص کردے۔ فرمایا لی مع اللہ وقت لایسع فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل میرا اللہ پاک کے ساتھ ایک ایسا وقت

ہوتا ہے جس میں نہ ملک مقرب کی گنجائش ہوتی ہے نہ رسول کی۔

سیدنا بر

نیک۔ وہ ذات جو موصوف ہے نیکی کے ساتھ اور یہ ایک ایسی صفت ہے جو کہ تمام فضائل وفواضل کے لئے جامع ہے۔

سیدنا مبر

نیکی کرنے والا۔ اگر معنی اسم مصدر کا لیا جائے تو مبالغہ ہے نیکی میں۔

سیدنا وجیہ

عزت والے جاہ والے شرف والے صاحب منزلت دنیا میں اور عقبی میں۔

سیدنا نصیح
سیدنا ناصح

نصیحت دینے والے خیر خواہی کرنے والے۔ رسول اللہ ﷺ کی نصیحت اللہ کے بندوں کے لئے اور اس میں کوشش اس حد تک پہنچ چکی ہے جس کی انتہا کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ نصیح صیغہ مبالغہ ہے۔

سیدنا وکیل

امت کے کام کرنے والے۔ کفیل کے معنی میں بھی آتا ہے۔ تو یہ معنی ہوگا کہ مطیعین امت کے لئے دخول جنت کے ضامن ہیں۔ اور وکیل بمعنی موکول کے بھی آتا ہے تو معنی یہ ہوگا کہ شریعت کے احکام اللہ پاک نے آپ ﷺ کو سونپ دیئے ہیں تو آپ ﷺ نے اجتہاد سے جو حکم دیا ہے وہی حکم خداوندی سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ **وما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی**. رسول اللہ ﷺ اپنی خواہش سے کوئی حکم نہیں فرماتے ہیں مگر وہ مطابق حکم خداوندی کے ہوتا ہے۔ گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود۔ رسول اللہ ﷺ کا کہا ہوا اللہ پاک کا کہا ہوا ہوتا ہے۔ اگر چہ رسول علیہ السلام کی زبان سے نکلے۔

سیدنا متوکل

بھروسہ کرنے والے۔ اس نام سے تورات میں مشہور تھے اور شعیاء علیہ السلام کو بھی اللہ پاک نے فرمایا تھا **انی باعث نبیا امیا مولده بمكة و مهاجره طیبة عبدی المتوکل** میں ایک نبی امی کو بھیجنے والا ہوں۔ پیدائش ان کی مکہ میں ہوگی ہجرت کی جگہ مدینہ ہوگی۔ وہ میرے متوکل بندے ہوں گے۔ آپ ﷺ کا نام مبارک متوکل تھا۔

سیدنا کفیل

ضامن۔ اور آپ ﷺ ضامن ہیں امت کے افسوس اور ندامت کے دن حدیث شریف میں **من یضمن لی ما بین لحییه وما بین رجلیه تكفلت له بالجنة** جو کوئی مجھے زبان اور شرمگاہ کی بے جا استعمال نہ کرنے کی ضمانت دے گا میں اس کو جنت میں لے جانے کی ضمانت دوں گا۔ جو مجھے ایک کام کی ضمانت دے گا میں اس کو جنت کی ضمانت دوں گا۔ وہ کام یہ ہے کہ لوگوں سے کوئی سوال نہ کرے۔

سیدنا شفیق

مہربان۔ آپ ﷺ امت پر مہربان ہیں جو چیز ان پر باعث تکلیف بن جاتی ہے اس کو دور فرماتے ہیں جیسے پچاس نمازوں کو پانچ پر لائے تا کہ ان پر شاق نہ ہو۔

سیدنا مقیم السنة

سنت کو قائم کرنے والا۔ اسی نام سے تورات اور زبور میں یاد کئے جاتے تھے۔ تورات میں عبارت یہ تھی۔ ترجمہ: ہرگز نہ اٹھائے گا اللہ اس کو جب تک کہ سیدھا نہ کرے۔ ان کی وجہ سے بگڑی ہوئی امت کو لا الہ الا اللہ سے اور داؤد علیہ السلام نے یہ دعا مانگی **اللهم ابعث لنا ای لناس** یعنی **محمدا مقیم السنة بعد الفترة**. اور ملت عوجا سے مراد قریش کی ملت ہے۔ تبلیغ کے ذریعہ سے کج روی سے نکال کر توحید پر ان کو قائم کریں گے۔

سیدنا مقدس

پاک کئے گئے۔ بعض انبیاء کی کتابوں میں اس نام سے موسوم تھے اور آپ ﷺ کو اللہ پاک نے گناہوں سے پاک کیا ہے اس لئے مقدس ہیں۔

سیدنا روح القدوس

پاک روح والے۔ جیسا کہ آپ ﷺ گناہوں سے پاک تھے۔ اخلاق و اوصاف میں بھی پاک تھے اسی طرح روح مبارک بھی پاک تھی۔

سیدنا روح الحق

حق کی روح۔ اگر حق سے مراد اللہ پاک کا نام ہو تو اظہار شرف کے لئے ہے جیسے روح اللہ اور اگر حق سے مراد دین حق اور ایمان باللہ لیا جائے تو آپ ﷺ روح ہیں ایمان کی اور اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو ایمان کا وجود بھی مخلوق میں نہ ہوتا۔

سیدنا روح القسط

عدل کی روح۔ آپ ﷺ سے پہلے قبائل عرب کشت و خون اور لوٹ مار کو اپنا وقار سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد وہ قساوت ختم ہو گئی۔ روح زمین عدل و انصاف سے بھر گئی تو آپ ﷺ روح القسط ہیں۔

سیدنا کاف

کفایت کرنے والے۔ آپ ﷺ اپنی امت کے لئے کافی ہیں۔ علماء کا فیصلہ ہے کہ توراۃ و انجیل وغیرہ کو پڑھنا جائز نہیں۔ اگر جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ غصہ نہ کرتے اور یہ تو اس زمانے کی تورات تھی اب اس میں کتنی تبدیلیاں ہو چکی ہیں تو مسلمان کے لئے محمد ﷺ کافی اور ان کی کتاب بھی کافی ہے۔ یہی ہے سبیل نجات۔

سیدنا مکتف

اکتفا کرنے والے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ پاک پر دنیائے دون سے اکتفا کیا تھا۔ ہمہ تن ہمہ وقت اللہ پاک کی یاد میں مشغول رہتے تھے۔ نہ بدن کے لئے اچھے لباس کی فکر نہ پیٹ کے لئے اچھے کھانوں کا خیال رکھا۔

سیدنا بالغ.

پہنچنے والے۔ یعنی اللہ کے پاس پہنچے والے۔ بلغ العلی بکمالہ. اس درجہ قریب پر پہنچ چکے ہیں جس کا ادراک عقل انسانی سے بالاتر ہے۔ فھو اقرب الخلق الی اللہ (آپ اللہ سے تمام مخلوقمیں زیادہ قریب ہیں)

سیدنا مبلغ

پہنچانے والے۔ حدیث شریف میں ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں دعوت اور تبلیغ کے لئے۔ ہدایت (یعنی منزل مقصود تک پہنچانا) میرا کام نہیں اللہ کا کام ہے اور ابلیس گناہوں کو مزین کرنے والا ہے لیکن کسی کو اپنے تصرف سے گمراہ نہیں کر سکتا ہے۔

سیدنا شاف

تندرستی دینے والے۔ تو آپ ﷺ شافی تھے۔ دل کو کفر و جہالت اور امراض جسمانی و روحانی سے اپنی دعا کی برکت سے۔

سیدنا واصل

اللہ تک پہنچا ہوا۔ بالغ کی تشریح یہاں بھی ہے۔

سیدنا موصول

اللہ تک پہنچا ہوا۔ مراد اس سے قرب ہے۔

ع قرب اور اوصال مے گوید وصل اور محال مے گوید

ترجمہ: اللہ کے قرب کو وصال کہا جاتا ہے۔ حقیقی وصال تو محال ہے۔ رسول کریم ﷺ ایسے قرب کے مقام پر فائز ہو گئے جس کا تصور غیر کے لئے ناممکن ہے۔

سیدنا سائق

ہانکنے والا۔ ابرار کو دار القرار کی طرف ہانکیں گے اور فجار کو نصائح و مواعظ کے ذریعہ اللہ کی طرف بلانے والے تھے۔

سیدنا سابق

پہلے۔ آپ ﷺ سب سے پہلے ہیں۔ خلقت میں اول ما خلق اللہ نوری سب سے پہلے اللہ پاک نے میرا نور پیدا کیا اور پہلے ہیں۔ اللہ پاک کے قرب میں تمام مخلوق سے اور پہلے ہوں گے۔ امامت میں شفاعت میں دخول جنت میں اور آپ ﷺ پہلے ہیں تمام فضائل اور اخلاق حمیدہ وغیرہ ذالک۔

سیدنا ھاد

راہنما۔ اور آپ ﷺ اللہ کے بندوں کو اللہ کا راستہ بتانے والے ہیں۔

3

سیدنا مهد

صیغہ اسم فاعل ہے۔ یعنی زیادہ ہدیہ دینے والے۔ اس میں اشارہ ہے زیادہ سخاوت کی طرف۔

سیدنا مقدم

پیشوا۔ سابق کے ہم معنی ہیں۔

سیدنا عزیز

غالب جلیل القدر۔ لانظیر لہ بڑی عزت والے ہیں ان کی کوئی نظیر نہیں۔

سیدنا فاضل

صاحب فضیلت

سیدنامفضل

فضیلت دیا گیا۔ اس میں شک نہیں آپ ﷺ کو رب العزت نے تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے اور اسی فضیلت کی وجہ سے اولوالعزم رسولوں نے جیسے ابراہیم وموسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام نے اللہ پاک سے سوال کیا تھا کہ ہمیں محمد ﷺ کی امت سے بنا۔

سیدنا فاتح

کھولنے والے۔ حدیث معراج میں ہے اللہ پاک نے فرمایا وجعلنک فاتحا و خاتما ا ورحدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ وجعلنی فاتحا و خاتما تو آپ ﷺ فاتح ہیں ہر چیز کے لئے آپ ﷺ فاتح ہیں اور کھولنے والے ہیں امت پر رحمت کے دروازوں کو اور جنت کے دروازوں کو اور خشت اخیر ہیں قصر نبوت کے لئے۔

سیدنا مفتاح

اس میں مبالغہ ہے یعنی آپ ﷺ سخت سے سخت امور کے کھولنے والے ہیں۔

سیدنا مفتاح الرحمة

رحمت کو کھولنے والا۔ دنیا میں اگر کوئی کسی پر رحم کرتا ہے تو آپ ﷺ کی متابعت کی وجہ سے ہے اور آخرت میں اگر کسی پر رحم کیا جائے گا تو آپ ﷺ کی شفاعت کی وجہ سے ہوگا تو آپ ﷺ مفتاح رحمت ہیں۔ دنیا میں بھی اور عقبیٰ میں بھی۔

سیدنا مفتاح الجنة

جنت کی کنجی۔ حدیث شرف میں فرمایا ہے روز قیامت میں جنت کے دروازے پر آؤں گا۔ کھولنے کے لئے کہوں گا تو خازن فرشتہ پوچھے گا آپ ﷺ کون ہیں۔ میں کہوں گا میں محمد ﷺ ہوں۔ وہ جواب دے گا مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں گا۔ تو وہ کھول دے گا اس معنی پر آپ ﷺ جنت کی کنجی ہیں۔

سیدنا علم الایمان

ایمان کی نشانی۔ آپ ﷺ علامت ہیں ایمان کی اور اللہ پاک کی معرفت کی اور نیز آپ ﷺ کی محبت ایمان کی دلیل ہے۔ لاایمان لمن لا محبة لہ (جس کے دل میں میری محبت نہیں اس کا ایمان کامل نہیں)۔

سیدنا علم الیقین

یقین کی نشانی۔ یقین سے مراد اعلیٰ درجہ کا ایمان ہے اور اسی کی آپ ﷺ علامت ہیں۔

سیدنا دلیل الخیرات

نیکیوں کی طرف رہنمائی کرنے والے تو آپ نیکیوں کی طرف دلالت کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ کی متابعت کی وجہ سے نیکی حاصل ہوسکتی ہے۔

سیدنا مصحح الحسنات

نیکیوں کو صحیح کرنے والے۔ جو نیکی آپ ﷺ کی سنت اور متابعت کے موافق ہو وہ صحیح ہے جو آپ ﷺ کی سنت کے موافق نہ ہوا گر چہ وہ نیکی معلوم ہوتی ہو وہ رد ہے۔

سیدنا مقیل العثرات

لغزشوں کو معاف کرنے والا۔ آپ ﷺ قصور کرنے والے کو بجائے سزا دینے کے معاف فرمایا کرتے تھے۔ بسبب اپنے حکم کے۔

سیدنا صفوح عن الزلات

لغزشوں سے روگردانی کرنے والے۔ حضور ﷺ کے حق

میں اگر کسی سے کوئی غلطی ہوتی تھی تو آپ ﷺ معاف کر دیتے تھے۔ حضور ﷺ کی صفت یہ تھی کہ اپنی تکلیف سے اوروں کو بچاتے تھے اوروں کے تکلیف دینے کو برداشت کرتے تھے۔

سیدنا صاحب الشفاعة

شفاعت کا مالک۔ شفاعت کی جو چند اقسام ہیں ایک شفاعت کبریٰ ہے وہ تمام مخلوق کی تکلیف کو میدان حشر میں کم کرنا ہے۔ دوسری شفاعت بعض لوگوں کو بلا حساب جنت میں لے جانا ہے۔ تیسری شفاعت مستحق دوزخ کو دوزخ سے چھڑانا ہے۔ چوتھی شفاعت مومنوں کو دوزخ سے نکالنا۔ پانچویں شفاعت بعض لوگوں کے جنت میں درجات بلند کرنا یہاں تک کہ بعض کفار کے عذاب میں آپ ﷺ کی وجہ سے تخفیف ہو جائے گی جیسے ابوطالب یا جیسے ابولہب پر پیر کے دن عذاب کم ہوتا ہے۔ اس لئے رسول کریم ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں اپنی کنیز ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

سیدنا صاحب المقام

مقام محمود کے مالک۔ یہ وہ اونچا مقام ہے جو کہ قیامت کے دن ایک ہستی کو ملے گا اور وہ ہستی رسول اللہ ﷺ کی ہے اور اسی کے لئے ہر امتی ہر اذان کے بعد دعا مانگتا ہے۔

سیدنا صاحب القدم

سبقت کے مالک۔ اور آپ ﷺ نے ہر کار خیر میں مخلوق پر سبقت حاصل کی۔

سیدنا مخصوص بالعز

سیدنا مخصوص بالمجد

سیدنا مخصوص بالشرف

یہ تینوں نام قریب المعنی ہیں اس لئے کہ آپ عزت میں علوشان ہیں، رفعت و منزلت میں یکتا ہیں اور باقی مخلوق میں اگر یہ صفت پائی گئی ہیں تو آپ ﷺ کی متابعت کی بدولت حاصل ہوئی ہیں۔

سیدنا صاحب الوسیلة

وسیلے کا مالک۔

سیدنا صاحب السیف

تلوار کا مالک۔ اس میں اشارہ ہے رسول کریم ﷺ کے جہاد کی طرف اور آپ ﷺ کی شجاعت کی طرف۔

سیدنا صاحب الفضیلة

اوصاف حمیدہ کے مالک جیسے علم، علم شجاعت، حیات سخاوت وغیرہ۔

سیدنا صاحب الازار

تہبند والے۔ آنحضرت ﷺ ہمیشہ استعمال تہبند کا فرماتے تھے جو کہ پنڈلی کے نصف تک ہوتا تھا اور پاجامہ کو پسند فرمایا ہے۔

سیدنا صاحب الحجة

دلیل کے مالک۔ مراد اس سے معجزات ہیں اور یہ علاوہ قرآن کے تین ہزار بتائے گئے ہیں اور قرآن کریم کے اندر ساٹھ ہزار معجزات ہیں جو کہ قیامت تک رہیں گے۔ قرآن سب سے بڑا معجزہ ہے۔ یہ سب ملا کر تریسٹھ ہزار معجزات ہو گئے اور عمر مبارک بھی تریسٹھ سال ہی تھی۔

سیدنا صاحب السلطان

قدرت اور قوت کا مالک۔ اور یہ صفات آپ ﷺ میں موجود تھے امام غزالی فرماتے ہیں اللہ پاک نے آپ ﷺ کو نبوت اور سلطنت دونوں دی تھیں۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ آپ کو اللہ پاک نے سلطنت دی تھی۔ اس کی طاقت سے زمین پر دین خداوندی قائم کیا۔

سیدنا صاحب الرداء

چادر والے۔ آپ ﷺ کندھے مبارک پر چار گز لمبی ڈھائی گز چوڑی چادر ڈالتے تھے اور کتب سابقہ میں بھی حضرت کی یہ صفت بیان کی گئی تھی۔

سیدنا صاحب الدرجة الرفیعة

اونچے درجے کا مالک۔ آپ ﷺ تمام مخلوق سے اونچے درجے کے مالک ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ سید الاولین ہیں۔

سیدنا صاحب التاج

تاج کے مالک۔ مراد اس سے عمامہ ہے۔ سلاطین عجم کے تاج ہوتے ہیں اور عرب کے عمامے ہوتے ہیں تو رسول ﷺ کا عمامہ مبارکہ بجائے تاج کے استعمال ہوتا تھا۔ افسوس ہے کہ ہمارے علماء کرام اور صوفیائے عزام میں یہ سنت قریب الاختتام ہے۔ باریک ململی ٹوپی یا قراقلی کو فخر سمجھتے ہیں۔

سیدنا صاحب المغفر

خود والے۔ آں سرور عالم ﷺ بوقت جہاد خود سر مبارک پر رکھا کرتے تھے تاکہ تلوار یا پتھر کی زد سے محفوظ رہیں۔

سیدنا صاحب اللواء

جھنڈے والے۔ مراد اس سے یا تو لواء الحمد ہے جو میدان حشر میں آپ ﷺ کو دیا جائے گا یا وہ جھنڈا مراد ہے جو بوقت جہاد ساتھ لے جاتے تھے۔

سیدنا صاحب المعراج

اوپر جانے والے۔ اللہ پاک نے حضور ﷺ کو اپنی ملاقات کے لئے جسد اطہر کے ساتھ آسمانوں سے اوپر بلایا تھا اور وہیں نمازوں کا تحفہ عطا ہوا تھا۔

ترجمہ: اللہ پاک نے فرمایا اے محمد ﷺ یہ پانچ نمازیں ہیں ہر دن اور ہر رات میں ہر نماز کے بدلے میں دس نمازیں (تو پانچ ضرب دس کے پچاس) اور جس نے اچھے کام کا ارادہ کیا لیکن کسی وجہ سے وہ نہ کر سکا تو ایک نیکی کا ثواب اس کو دیا جائے گا اور اگر کر دیا تو دس گنا دیا جائے گا اور جس نے برے کام کا ارادہ کیا لیکن کیا نہیں تو اس پر کچھ نہیں لکھا جائے گا اور اگر سرزد ہوا تو ایک گناہ لکھا جائے گا۔

نوٹ: اس گناہ کے مٹانے کے لئے اللہ پاک نے استغفار اور توبہ مقرر فرمایا۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له.

ترجمہ: گناہ سے صحیح توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

سیدنا صاحب القضیب

قضیب کے معانی ہیں تلوار اور عصا۔ انجیل میں ہے آپ ﷺ کے پاس قضیب یعنی تلوار ہوگی اس سے جہاد کریں گے اور آپ ﷺ کی امت بھی جہاد کرے گی تو قضیب بمعنی تلوار کے ہیں اور عصا کے معنی بھی مستعمل ہے۔ کیونکہ بوقت خطبہ آپ ﷺ عصا کو ہاتھ میں لیتے تھے اور یہی طریقہ خلفاء راشدین میں بھی جاری رہا۔

سیدنا صاحب البراق

براق والے۔ علوی مخلوقات میں سے ہے۔ خچر سے چھوٹا ہے گدھے سے بڑا ہے رنگ سفید ہے۔ چہرہ انسان جیسا ہے اور جسد گھوڑے جیسا ہے دم آہو جیسی ہے' سینہ سرخ یاقوت کا ہے اور پیٹھ سفید موتی کی ہے۔ اس کے دو پر ہیں جن سے اڑتا ہے۔ نہ نر ہے نہ مادہ ہے۔ شب معراج میں حضور ﷺ اس پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے اور میدان حشر میں بھی اس پر سوار ہو کر ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ تشریف لائیں گے۔

سیدنا صاحب الخاتم

صاحب مہر۔ مہر نبوت جس کی تشریح کتب احادیث میں ہوگئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ گوشت کا ایک ٹکڑا تھا جو جسد مبارک میں پشت سے تھوڑا اونچا بائیں کولھے کی سمت میں کبوتر کے انڈے کے برابر تھا۔ اس کے اردگرد کچھ بال بھی تھے اور یہ اس وقت ظاہر ہوئی تھی جب کہ پہلی مرتبہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور ﷺ کا شق صدر ہوا تھا۔ یا مراد اس سے وہ انگوٹھی بھی ہے جو کہ انگشت مبارک میں تھی جو کہ فرامین پر مہر لگانے میں مستعمل ہوتی تھی۔

سیدنا صاحب العلامة

نبوت کی نشانی کا مالک۔ تو وہ علامت جو تورات اور انجیل میں بیان ہوئی تھیں وہ سب آپ ﷺ میں موجود تھیں۔

سیدنا صاحب البرهان

دلیل کا مالک۔ آیت شریف قد جاء کم برهان من ربکم. بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس دلیل آگئی ہے مراد اس سے رسول اللہ ﷺ ہیں اور برہان کا اطلاق قرآن کریم پر بھی ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی اللہ کا برہان ہے اور رسول اکرم ﷺ اس لئے برہان ہیں کہ ان کے پاس دلائل واضح ان کی نبوت پر موجود تھے۔ جیسے شق القمر، تسلیم حجر و شجر اور نیز کتب

سابقہ کی آپ ﷺ کی نبوت پر شہادت۔

سیدنا صاحب البیان

صاف بیان کرنے والے۔ فصیح اللسان تھے۔ ہر آدمی کے ساتھ اس کی عقل کے مطابق کلام فرماتے تھے۔

سیدنا فصیح اللسان

صاف زبان والے۔ حدیث شریف میں انا افصح العرب تمام عرب سے میں زیادہ فصیح ہوں۔ وانا اھل الجنۃ یتکلمون بلغت محمد ﷺ اور جنت والے محمد ﷺ کی زبان یعنی عربی بولیں گے۔

سیدنا مطھر الجنان

پاک دل والے۔ اور تھا دل رسول ﷺ کا پاک اور صاف بشریت سے اور پاک تھا ہر اس صفت سے جو مخل ہو آداب ابدیت میں۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد ﷺ کے قلب مبارک کو اپنے لئے چن لیا اور پھر رسالت پر مبعوث فرمایا۔

سیدنا رؤف

شفقت والے۔ آیت کریمہ بالمومنین رؤف الرحیم۔ دونوں اسماء تقارب المعنی ہیں رؤف میں بہ نسبت رحیم کے زیادہ مبالغہ ہے۔ اللہ پاک نے آپ ﷺ کے قلب مبارک میں مخلوق کے لئے شفقت ڈالی تھی۔ اس لئے اپنے اسمائے حسنیٰ میں سے ان دونوں ناموں میں سے سرفراز فرمایا۔

سیدنا رحیم

رحم والے۔ رحم کا یہ حال تھا کہ پتھر مارنے والوں کے لئے بھی دعاء فرماتے تھے۔

اللھم اغفر لقومی فانھم لایعلمون.

سیدنا اذن خیر

بھلائی والے کان۔ یعنی اچھی چیز کو سنتے ہیں شر کو نہیں۔

سیدنا صحیح الاسلام

درست اسلام والے۔ اگر ذاتی اسلام مراد لیا جائے تو بلاشک مخلوق میں مضبوط اسلام اور اکمل ایمان اور اتم عبودیت آپ ﷺ کو حاصل تھی اور اگر اس سے مراد آپ ﷺ کا دین لیا جائے تو یقیناً وہ اللہ پاک کی حفاظت میں تغیر و تبدل سے قیامت تک محفوظ رہے گا۔

سیدنا سید الکونین

دو جہاں کے سردار۔ دنیا میں بھی آپ ﷺ سردار ہیں۔ عقبی میں بھی آپ ﷺ سردار ہیں۔

سیدنا عین النعیم

نعمت کا چشمہ۔ آپ ﷺ کی ذات بابرکات تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔

سیدنا عین الغر

رئیس ایک ممتاز قوم کے مراد اس سے یہ امت ہے یہ اکرم الامم ہے۔ غر المحجلین ان کی صفت ہے اور آپ ﷺ ان کے سردار ہیں۔

سیدنا سعداللہ

سیدنا سعدالخلق

اللہ کا نیک بخت کیا ہوا وہ تمام مخلوق میں نیک بخت۔

سیدنا خطیب الامم

تمام امتوں کے خطیب۔ روز محشر میں جب فصل قضاء کے لئے مخلوق جمع ہو جائے گی تو تمام انبیاء علیہم السلام پر سکتہ طاری ہوگا۔ اللہ پاک رسول ﷺ کی زبان سے ایسے الفاظ حمد کے نکلوا دیں گے کہ کبھی کسی نے سنے نہیں ہوں گے۔ اس کے بعد سفارش شروع ہو جائے گی۔ اولین آخرین آپ ﷺ کی فضیلت کا اقرار کریں گے۔

سیدنا علم الھدیٰ

ہدایت کا نشان۔ آپ ﷺ علامت ہیں ہدایت کے جس نے آپ ﷺ کی اقتداء کی وہ اصل باللہ ہوا۔ جس نے آپ ﷺ سے محبت کی وہ راہ راست پر قائم رہا۔

سیدنا کاشف الکرب

سختیوں کے دور کرنے والے۔ دنیا کی تکلیفیں ہوں یا عقبی کی۔ آپ ﷺ کی شفاعت سے دور ہو جائیں گی۔

سیدنا رافع الرتب

رتبوں کو اونچا کرنے والے۔ یعنی جنہوں نے آپ ﷺ کی متابعت کی ان کے درجے بلند ہوگئے۔

سیدنا عز العرب

عربوں کی عزت۔ عرب آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے جہالت میں تھے۔ شجر اور حجر جیسی بے حس چیزوں کی پوجا کرتے تھے۔ بھوک کی وجہ سے ہڈیوں کو چوستے تھے۔ آپس میں ہمیشہ قتل وقتال میں مصروف رہتے تھے۔ یہاں تک کہ رسول کریم ﷺ ان میں مبعوث ہوگئے تو جماد کی عبادت کی بجائے رب العباد کی عبادت شرع کردی۔ اور کسریٰ اور قیصر کے ملک کو فتح کر کے مالدار ہوگئے۔

سیدنا صاحب الفرج

کشادگی والے۔ بلاشک آپ ﷺ کی شفاعت آپ ﷺ کے دامن مبارک سے چمٹنا آپ ﷺ کو وسیلہ بنانا آپ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا۔ تمام مشکلات کے حل کیلئے اکسیر اعظم ہے۔

دعاء

جب اسماء النبی ختم ہوجائیں تو یہ دعا پڑھے اس لئے کہ رسول کریم ﷺ کے اسمائے مبارکہ کے توسل سے ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

اللھم یارب بجاہ نبیک المصطفیٰ و رسولک المرتضیٰ طھر قلوبنا من کل وصف یباعدنا عن مشاھدتک و محبتک و امتنا علی السنة و الجماعة والشوق الی لقائک من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاہ واذا احب اللہ لقاءہ رضی عنه بفضله و رحمته یا ذالجلال والاکرام.

باب ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پوری انسانیت کے لئے مشعل راہ اور کامیابی کا نسخۂ کیمیاء ہے۔ اس لئے اس باب میں اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل، فضائل، عادات و اطوار، حلیہ مبارک اور عظمت شان کا بیان ہے اس کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدنی زندگی کے حالات سالانہ ترتیب کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، آل واصحاب اور دیگر متعلقات ہیں۔

حلیہ مبارک وعادات واطوار ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس نے ہماری طرف ایک رسول کو بھیجا جو عربی ہاشمی مکی مدنی سردار امین سچی خبریں دینے والے سچی خبریں دیئے گئے قریشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل واصحاب پر جو کہ آپ ﷺ کے محب خاص اور راز دار باختصاص تھے۔ رحمت نازل فرماوے۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے مدعا یہ ہے کہ علماء ہمیشہ سے نبی ﷺ کے شمائل کو جمع کرتے رہے۔ عاشق سرگشتہ ومہجور جب محروم الوصال ہوتا ہے تو منزل محبوب یا خدوخال ہی کو یاد کر کے اپنے دل کو سمجھاتا ہے۔ اور محبوب کے جمال اور اوصاف کا بیان وتذکرہ کر کے اپنا جی بہلاتا ہے۔ حسن عمل کا کوئی وسیلہ میرے پاس نہیں اور عمر تمام معاصی اور لغزشوں میں صرف ہوئی۔ اس لئے میں نے آپ ﷺ کے شمائل ومدائح وفضائل کے تذکرہ کا دامن پکڑا۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے اور سب مسلمانوں سے اس کو قبول فرماوے۔ مستحق جمیع محامد کا وہی رب العالمین ہے۔ رسول اللہ ﷺ (اپنی ذات میں) عظیم تھے۔ (نظروں میں) معظم تھے۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ماہ بدر کی طرح چمکتا تھا۔ بالکل میانہ قد آدمی سے تو قامت میں قدرے نکلے ہوئے تھے اور دراز قد سے قامت میں کم تھے۔ سر مبارک (اعتدال کے ساتھ) کلاں تھا۔ موئے سر سید ھے قدرے بل دار تھے۔ اگر سر کے بالوں میں مانگ نکل آتی تو مانگ نکلی رہنے دیتے ورنہ نہیں (یعنی ابتداء اسلام میں ایسا معمول تھا) اور بعد میں تو قصداً مانگ نکالتے تھے۔ آپ ﷺ کے موئے سر نرمہ گوش سے تجاوز کر جاتے تھے جب کہ آپ ﷺ بالوں کو بڑھاتے ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کا رنگ مبارک چمکدار تھا۔ پیشانی فراخ تھی ابروخمدار بالوں سے پر تھی اور باہم پیوستہ نہ تھیں۔ ان دونوں کے درمیان میں ایک رگ تھی کہ وہ غصہ میں ابھر جاتی تھی۔ بلند بینی تھی۔ بینی مبارک پر ایک نور نمایاں تھا۔ کہ جو شخص تامل نہ کرے آپ ﷺ کو دراز بینی سمجھے۔ ریش مبارک بھری ہوئی تھی۔ پتلی خوب سیاہ تھی۔ رخسار مبارک سبک تھے۔

دہن مبارک (اعتدال کے ساتھ) فراخ تھا۔ دندان مبارک باریک آمدار تھے اور ان میں (ذرا ذرا) ریخیں تھیں۔ سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ گردن مبارک ایسی (خوبصورت) تھی جیسی تصویر کی گردن (خوبصورت تراشی جاتی ہے) صفائی میں چاندی جیسی تھی۔ بدن جسامت میں معتدل اور پر گوشت اور کسا ہوا تھا۔ شکم اور سینہ مبارک ہموار تھا اور سینہ قدرے ابھرا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان قدرے (اوروں سے زائد) فاصلہ تھا جوڑ پر کی ہڈیاں کلاں تھیں۔ کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ ﷺ کا بدن روشن تھا۔ سینہ اور ناف کے درمیان لکیر کی طرح بالوں کی ایک متصل دھاری چلی جاتی تھی اور ان بالوں کے سوا ثدیین (وغیرہ) پر بال نہ تھے۔ (البتہ) دونوں بازو اور شانوں سینہ کے بالائی حصہ پر (مناسب مقدار سے) بال تھے۔ کلائیاں دراز تھیں۔ ہتھیلی فراخ تھی۔ کفین اور قدمین پر گوشت تھے (ہاتھ پاؤں کی) انگلیاں لمبی تھیں۔ یا راوی نے بلند کہا ہے (کہ اس کا بھی وہی حاصل ہے) اعصاب آپ ﷺ کے برابر تھے۔ آپ ﷺ کے تلوے گہرے تھے۔ قدم مبارک ہموار اور ایسے صاف تھے کہ پانی ان پر سے ڈھل جاتا۔ جب چلنے کے لئے پاؤں اٹھاتے تو قوت سے پاؤں اکھڑتا تھا اور قدم اس طرح رکھتے کہ آگے کو جھک پڑتا اور تواضع کے ساتھ قدم بڑھا کر چلتے۔ چلنے میں ایسا معلوم ہوتا گویا کسی بلندی سے پستی میں اتر رہے ہیں۔ جب کسی طرف کو دیکھنا چاہتے تو پورے پھر کر دیکھتے نگاہ نیچی رکھتے آسمان کی طرف نگاہ کرنے کی نسبت زمین کی طرف آپ ﷺ کی نگاہ زیادہ رہتی۔ عموماً عادت آپ ﷺ کی گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی نگاہ بھر کر نہ دیکھتے۔ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چلنے میں آگے کر دیتے۔ جس سے ملتے خود ابتداء سلام فرماتے۔ رسول اللہ ﷺ ہر وقت ہمیشہ سوچ میں رہتے۔ کسی وقت آپ ﷺ کو چین نہیں ہوتا تھا اور بلا ضرورت کلام نہ فرماتے تھے۔ گفتگو اول سے آخر تک نہایت صاف ہوتی۔ آپ ﷺ کا کلام فیصل کن ہوتا۔ آپ ﷺ نرم مزاج تھے۔ نعمت اگر قلیل بھی ہوتی تب بھی اس کی تعظیم فرماتے اور کسی نعمت کی مذمت نہ فرماتے مگر کھانے کی چیز کی مذمت اور مدح دونوں نہ

فرماتے۔ جب امر حق کی کوئی شخص ذرا مخالفت کرتا تو اس وقت آپ ﷺ کے غصے کی کوئی تاب نہ لا سکتا تھا جب تک کہ اس حق کو غالب نہ کر لیتے اور اپنے نفس کے لئے غضبناک نہ ہوتے تھے اور نہ نفس کے لئے انتقام لیتے اور جب آپ ﷺ اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے اور جب کسی امر پر تعجب فرماتے تو ہاتھ کو لوٹتے اور جب آپ ﷺ بات کرتے تو اس کو یعنی داہنے انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی سے متصل کرتے۔ یعنی اس پر مارتے اور جب آپ ﷺ کو غصہ آتا تو آپ ﷺ ادھر سے منہ پھیر لیتے اور کروٹ بدل لیتے اور جب خوش ہوتے تو نظر نیچی کر لیتے۔ اکثر ہنسنا آپ ﷺ کا تبسم ہوتا اور اس میں دندان مبارک جو ظاہر ہوتے تو ایسے معلوم ہوتے جیسے بارش کے اولے۔

آپ ﷺ اپنے گھر میں تشریف لاتے تو اپنے اندر رہنے کے وقت کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ اللہ کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کیلئے اور ایک حصہ اپنے نفس کے لئے۔ پھر اپنے حصے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان میں تقسیم فرما دیتے اور اس حصہ وقت کو خاص اصحاب کے واسطے سے عام لوگوں کے کام میں لگا دیتے اور لوگوں سے کسی چیز کا اخفاء نہ فرماتے اور اس حصہ امت میں آپ ﷺ کا طرز یہ تھا کہ اہل فضل (یعنی اہل علم وعمل) کو آپ ﷺ اس امر میں اوروں پر ترجیح دیتے کہ ان کو حاضر ہونے کی اجازت دیتے اور اس وقت کو ان لوگوں پر بقدر ان کی فضیلت دینیہ کے تقسیم فرماتے۔ سو ان میں سے کسی کو ایک ضرورت ہوتی کسی کو دو ضرورتیں ہوتیں۔ کسی کو زیادہ ضرورتیں ہوتیں سو ان کی حاجت میں مشغول ہوتے۔ اور ان کو ایسے شغل میں لگاتے جس میں ان کی اور بقیہ امت کی اصلاح ہو۔ وہ شغل یہ کہ وہ لوگ آپ ﷺ سے پوچھتے اور ان کے مناسب حال امور کی ان کو اطلاع دیتے اور آپ ﷺ یہ فرمایا کرتے کہ جو تم میں حاضر ہے وہ غیر حاضر کو بھی خبر کر دیا کرے اور جو شخص اپنی حاجت کسی ذی اختیار تک پہنچا دے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو پل صراط پر ثابت قدم رکھے گا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں انہی باتوں کا ذکر ہوتا تھا اور اس کے خلاف دوسری بات قبول نہ فرماتے لوگوں کے حوائج اور منافع کے سوا دوسری لایعنی اور مضر باتوں

کی سماعت ہی نہ فرماتے۔ آپ ﷺ اپنی زبان کو لایعنی باتوں سے محفوظ رکھتے تھے اور لوگوں کی تالیف قلب فرماتے تھے اور ان میں تفریق نہ ہونے دیتے تھے۔ اور ہر قوم کے آبرو دار آدمی کی آبرو کرتے اور ایسے آدمی کو اس قوم پر سردار مقرر فرما دیتے تھے اور لوگوں کو امور مضرہ سے حذر رکھنے کی تاکید فرماتے رہتے تھے مگر کسی شخص سے کشادہ روی اور خوش خوئی میں کمی نہ کرتے تھے۔ اپنے ملنے والوں کی حالت کا استفسار رکھتے تھے اور لوگوں میں جو واقعات ہوتے تھے آپ ﷺ ان کو پوچھتے رہتے تاکہ مظلوم کی نصرت اور مفسدوں کا انسداد ہو سکے اور اچھی بات کی تحسین اور تصویب اور بری بات کی تقبیح اور تحقیر فرماتے۔ آپ ﷺ کا ہر معمول نہایت ہی اعتدال کے ساتھ ہوتا تھا اس میں بے انتظامی نہیں ہوتی تھی کہ کبھی کسی طرح کر لیا کبھی کسی طرح کر لیا۔ لوگوں کی تعلیم مصلحت سے غفلت نہ فرماتے بوجہ اس احتمال کے کہ غافل ہو جاویں گے یا اکتا جاویں گے۔ ہر حالت کا آپ ﷺ کے یہاں ایک خاص انتظام تھا حق سے کبھی کوتاہی نہ کرتے اور ناحق کی طرف کبھی تجاوز کر کے نہ جاتے۔ لوگوں میں سے آپ ﷺ کے مقرب بہترین ہوتے۔ سب میں افضل آپ ﷺ کے نزدیک وہ شخص ہوتا جو عام طور سے سب کا خیر خواہ ہوتا۔ اور سب سے بڑا رتبہ اس شخص کا ہوتا جو لوگوں کی غمخواری و اعانت بخوبی کرتا۔ رسول ﷺ کا بیٹھنا اور اٹھنا سب ذکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا اور اپنے لئے کوئی جگہ بیٹھنے کی معین نہ فرماتے اور دوسروں کو بھی جگہ متعین کرنے سے منع فرماتے اور جب کبھی کسی مجمع میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ مجلس ختم ہوتی وہاں ہی بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی یہی حکم فرماتے اور اپنے جلیسوں میں سے ہر شخص کو اس کا حصہ اپنے خطاب و توجہ سے دیتے۔ یعنی سب پر جدا جدا متوجہ ہو کر خطاب فرماتے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا ہر جلیس یوں سمجھتا کہ مجھ سے زیادہ آپ ﷺ کو کسی کی خاطر عزیز نہیں۔ جو شخص کسی ضرورت کے لئے آپ ﷺ کو لے کر بیٹھ جاتا یا کھڑا رکھتا تو جب تک وہی شخص نہ ہٹ جاتا آپ ﷺ اس کے ساتھ مقید رہتے۔ جو شخص آپ ﷺ سے کچھ حاجت چاہتا تو بدون اس کے کہ اس کی حاجت پوری

فرماتے یا نرمی سے جواب دیتے اس کو واپس نہ کرتے۔ آپ ﷺ کی کشادہ روئی اور خوش خوئی تمام لوگوں کے لئے عام تھی۔ گویا جائے ان کے باپ کے ہو گئے اور تمام لوگ آپ ﷺ کے نزدیک حق میں مساوی تھے۔ البتہ تقویٰ کی وجہ سے متفاوت تھے کہ حق میں سب آپ ﷺ کے نزدیک برابر تھے۔ آپ ﷺ کی مجلس حلم اور علم اور حیا اور صبر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ اسمیں آوازیں بلند نہ کی جاتی تھیں اور کسی کی حرمت پر کوئی داغ نہ لگایا جاتا تھا اور کسی کی غلطیوں کی اشاعت نہ کی جاتی تھی۔ آپ ﷺ کے اہل مجلس ایک دوسرے کی طرف تقویٰ کے سبب متواضعانہ مائل ہوتے تھے۔ اس میں بڑوں کی توقیر کرتے تھے اور چھوٹوں پر مہربانی کرتے تھے اور صاحب حاجت کی اعانت کرتے تھے اور بے وطن پر رحم کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمہ وقت کشادہ رو رہتے۔ نرم اخلاق تھے۔ آسانی سے موافق ہو جاتے تھے۔ نہ سخت خو تھے نہ درست گو تھے۔ نہ چلا کر بولتے اور نہ نامناسب بات فرماتے۔ نہ کسی کا عیب بیان کرتے اور نہ مبالغہ کے ساتھ کسی کی مدح فرماتے۔ جو بات آپ ﷺ کی طبیعت کے خلاف ہوتی اس سے تغافل فرما جاتے اور اسے مایوس نہ فرماتے بلکہ خاموش ہو جاتے۔ آپ ﷺ نے تین چیزوں سے تو اپنے آپ کو بچار کھا تھا۔ کسی کی مذمت نہ فرماتے تھے۔ کسی کو عار نہ دلاتے تھے اور نہ کسی کا عیب تلاش کرتے تھے۔ اور وہی کلام فرماتے جس میں امید ثواب کی ہوتی اور جب آپ ﷺ کلام فرماتے تھے آپ ﷺ کے تمام جلیس اس طرح سر جھکا کر بیٹھ جاتے جیسے ان کے سروں پر پرندے آ کر بیٹھ گئے ہوں اور جب آپ ﷺ ساکت ہوتے تب وہ لوگ بولتے۔ آپ ﷺ کے سامنے کسی بات میں نزاع نہ کرتے آپ ﷺ کے پاس جو شخص بولتا اس کے فارغ ہونے تک سب خاموش رہتے۔ اہل مجلس میں سے ہر شخص کی بات رغبت کے ساتھ سنتے جاتے۔ کسی کے کلام کی بے قدری نہ کی جاتی۔ جس بات سے سب ہنستے آپ ﷺ بھی ہنستے۔ جس سے سب تعجب کرتے آپ ﷺ بھی تعجب فرماتے اور پردیسی آدمی کی بے تمیزی کی گفتگو پر تحمل فرماتے اور فرمایا کرتے کہ جب کسی صاحب حاجت کو طلب حاجت میں دیکھو تو اس کی اعانت کرو۔ اور کوئی آپ ﷺ کی ثناء کرتا تو آپ ﷺ اس کو جائز نہ رکھتے۔ البتہ اگر کوئی احسان کی مکافات کے طور پر کرتا اور کسی کی بات کو نہ کاٹتے یہاں تک کہ وہ حد سے بڑھنے لگتا اس وقت اس کو ختم کرا دینے سے یا اٹھ کھڑے ہو جانے سے قطع فرما دیئے۔ حاضرین کی طرف نظر کرنے میں اور ان کے عرض و معروض سننے میں برابری فرماتے تھے اور فکر باقی اور فانی میں فرماتے تھے اور حلم آپ ﷺ کا صبر یعنی ضبط کے ساتھ جمع کر دیا گیا تھا۔ سو آپ ﷺ کو کوئی چیز ایسا غضبناک نہ کرتی تھی۔ بیدار مغزی آپ ﷺ کی چار امر کی جامع ہوتی تھی۔ ایک نیک بات کو اختیار کرنا تاکہ اور لوگ آپ ﷺ کی اقتداء کریں۔ دوسرے بری بات کو ترک کرنا تاکہ اور لوگ بھی باز رہیں۔ تیسرے رائے کو ان امور میں صرف کرنا جو آپ ﷺ کی امت کے لئے مصلحت ہو۔ چوتھے امت کے لئے ان امور کا اہتمام کرنا جن میں ان کی دنیا اور آخرت دونوں کے کاموں کی درستی ہو۔

شمائل متفرق:

رسول اللہ ﷺ کا رنگ مبارک چمکتا ہوا تھا۔ آپ کی تپلی نہایت سیاہ تھی۔ بڑی بڑی آنکھیں تھیں۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔ مژگانیں آپ کی دراز تھیں۔ دونوں ابروؤں کے درمیان قدرے کشادگی تھی۔ ابرو خمدار تھی۔ بنی مبارک بلند تھی۔ دندان مبارک میں کچھ ریخیں تھیں۔ چہرہ مبارک گول تھا۔ جیسے چاند کا ٹکڑا۔ ریش مبارک گنجان تھی کہ سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی۔ شکم اور سینہ ہموار تھا۔ سینہ چوڑا تھا دونوں شانے کلاں تھے۔ استخواں بھاری تھیں۔ دونوں کلائیاں اور بازو اور اسفل بدن بھے ہوئے تھے۔ دونوں کف دست اور قدم کشادہ تھے۔ سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ قدم مبارک میانہ تھا نہ تو بہت زیادہ دراز اور نہ بہت کوتاہ کہ اعضاء ایک دوسرے میں دھے ہوئے ہوں اور رفتار میں کوئی آپ ﷺ کے ساتھ نہ رہ سکتا تھا۔ آپ ﷺ کا قامت قدرے درازی کی طرف نسبت کیا جاتا تھا۔ بال قدرے بل دار تھے۔ جب ہنستے تو دندان مبارک ظاہر ہوتے تو جیسے برق کی روشنی

نمودار ہوتی اور جیسے اولے بارش کے ہوتے ہیں۔ جب آپ ﷺ کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں کے بیچ میں سے ایک نور سا نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ گردن نہایت خوبصورت تھی۔ چہرہ مبارک پھولا ہوا نہ تھا اور نہ بالکل گول تھا۔ بدن گٹھا ہوا۔ گوشت ہلکا تھا۔ آنکھوں میں سفیدی کے ساتھ سرخی تھی۔ جوڑ بند کلاں تھے۔ جب زمین پر پاؤں رکھتے تو پورا پاؤں رکھتے تھے۔ تلوے میں زیادہ گڑھا نہ تھا۔ ہمارے حبیب ﷺ کے دونوں کف دست اور دونوں قدم پر گوشت تھے۔ سر مبارک کلاں تھا۔ جوڑ کی ہڈیاں بڑی تھیں نہ تو بہت طویل القامت تھے اور نہ کوتاہ قامت تھے کہ بدن کا گوشت ایک دوسرے میں دھنسا ہوا ہو۔ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک میں ایک گونہ گولائی تھی رنگ گورا تھا۔ اس میں سرخی دمکتی تھی۔ سیاہ آنکھیں تھیں۔ مژگان دراز تھی۔ شانے کی ہڈیاں اور شانے بڑے بڑے تھے۔ بدن مبارک بے مو تھا۔ سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری تھی۔ جب کسی کروٹ کی طرف چیز کو دیکھنا چاہتے تو پورا پھر کر دیکھتے۔ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ ﷺ خاتم النبیین تھے اور حضرت جابر بن سمرہؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا۔ ایڑیوں کا گوشت ہلکا تھا۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔ جب آپ ﷺ کی طرف نظر کرو تو یوں سمجھو کہ آپ ﷺ کی آنکھوں میں سرمہ پڑا ہے حالانکہ سرمہ پڑا نہ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چالیس برس کے ختم پر نبی بنایا پھر مکہ تیرہ برس رہے کہ آپ ﷺ پر وحی ہوتی تھی۔

تریسٹھ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دی اور امام بخاریؒ نے فرمایا کہ تریسٹھ سال کی روایتیں زیادہ ہیں اور باوجود اتنی عمر کے آپ ﷺ کے سر اور ریش مبارک میں سفید بال بیس بھی نہ تھے اور محققین نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے سر اور داڑھی میں سفید بال کل سترہ تھے اور حضرت جابر بن سمرہؓ نے فرمایا کہ میں نے مہر نبوت کو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک سرخ اور ابھرا ہوا گوشت مثل بیضہ کبوتر کے دیکھا اور حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ وہ مثل چھپر کھٹ (مسہری) کی گھنڈی کے تھی اور عمرو بن اخطب انصاریؓ سے روایت ہے کہ کچھ بال جمع تھے اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی کمر پر ایک ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ مثل مٹھی کے تھی اور اس کے گرداگرد تل تھے جیسے مسے ہوتے ہیں۔ حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی بالوں والا سرخ جوڑا (یعنی مخطط لنگی چادر) پہنے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو رسول ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ گویا آپ ﷺ کے چہرے میں آفتاب چل رہا ہے۔ اور جب آپ ﷺ ہنستے تھے تو دیواروں پر چمک پڑتی تھی اور حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ ﷺ دور سے سب سے زیادہ جمیل اور نزدیک سے سب سے زیادہ شیریں اور حسین معلوم ہوتے تھے۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کو اول وہلہ میں دیکھتا تھا مرعوب ہو جاتا تھا اور جو شخص شناسائی کے ساتھ ملتا جلتا تھا آپ ﷺ سے محبت کرتا تھا۔ میں نے آپ ﷺ جیسا نہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو دیکھا۔

آپ ﷺ کے طیب ومطیب ہونے میں:

اور حضرت انسؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے کوئی عنبر اور کوئی مشک اور کوئی چیز رسول اللہ ﷺ کی مہک سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی۔ اور آپ ﷺ کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام دن اس شخص کو مصافحہ کی خوشبو آتی رہتی۔ اور کبھی کسی بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ خوشبو کے سبب دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا اور آپ ﷺ ایک بار حضرت انسؓ کے گھر میں سوئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کو پسینہ آیا تھا تو حضرت انسؓ کی والدہ ایک شیشی لا کر آپ ﷺ کے پسینے کو جمع کرنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس بارہ میں پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملاویں گے اور یہ پسینہ اعلیٰ درجے کی خوشبو ہے۔ رسول اللہ ﷺ جس راستے سے گزرتے اور کوئی شخص آپ ﷺ کی تلاش میں جاتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ ﷺ اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں۔ یہ خوشبو خود آپ ﷺ کے بدن مبارک میں تھی اور ابراہیم بن

اسمٰعیل مزنی نے حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ مجھ کو ایک بار رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا میں نے مہر نبوت کو اپنے منہ میں لے لیا۔ سو اس میں سے مشک کی لپٹ آ رہی تھی اور مروی ہے کہ آپ ﷺ جب بیت الخلاء میں جاتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ ﷺ کے بول و براز کو نگل جاتی اور اس جگہ نہایت ہی پاکیزہ خوشبو آتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح روایت کیا ہے اور اسی لئے علماء آپ ﷺ کے بول و براز کے طاہر ہونے کے قائل ہوئے ہیں۔ مالک بن سنان یوم احد میں آپ ﷺ کا خون زخم چوس کر پی گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو کبھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی اور عبداللہ بن زبیر نے آپ ﷺ کا خون جو پچھنے لگانے سے نکلا تھا پی لیا اور برکتؓ اور آپ ﷺ کی خادمہ ام یمن رضی اللہ عنہا نے آپ کا بول پی لیا تھا۔ سو ان کو ایسا معلوم ہوا جیسے شیریں نفیس پانی ہوتا ہے اور آپ ﷺ مختون آ ون نال کٹے ہوئے سرمہ لگے ہوئے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت آمنہ آپ کی والدہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو پاک صاف جنا کہ کوئی آلودگی آپ ﷺ کو لگی ہوئی نہ تھی اور آپ ﷺ باوجود یہ کہ ایسا سوتے تھے کہ خراٹے بھی لینے لگتے مگر بدون وضو کئے ہوئے نماز پڑھ لیتے تھے یعنی سونے سے آپ ﷺ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔

آپ ﷺ کی قوت بصر و بصیرت میں:

آپ ظلمت میں بھی اس طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ دور سے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا نزدیک سے دیکھتے تھے اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے نجاشی کا جنازہ حبشہ میں دیکھ لیا تھا اور اس پر نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی تو اس وقت خانہ کعبہ کو دیکھ لیا تھا اور آپ ﷺ کو ثریا میں گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کی قوت بدنیہ:

آپ ﷺ نے ابو رکانہ کو کشتی میں گرا دیا تھا۔ وہ دوسری تیسری بار پھر آپ ﷺ سے مقابل ہوا۔ آپ ﷺ ہر بار میں اس کو پچھاڑ پچھاڑ دیتے تھے اور آپ ﷺ تیز چلتے تھے کہ جیسے زمین لپٹی چلی آ رہی ہو۔ آپ ﷺ کا ہنسنا تبسم ہوتا تھا۔ اور جب گوشہ کی کسی چیز کو دیکھتے تھے تو پورے اس طرف مڑ کر دیکھتے۔

آپ ﷺ کے بعض خصائص:

آپ ﷺ کو کلمات جامع عطا کئے گئے۔ اور تمام زمین آپ ﷺ کے لئے مسجد اور آلہ طہارت بنائی گئی۔ آپ ﷺ کے لئے غنیمت کو حلال کیا گیا آپ ﷺ کے لئے شفاعت کبریٰ اور مقام محمود مخصوص کیا گیا اور آپ ﷺ جن وانس اور تمام خلائق کی طرف مبعوث ہوئے۔

آپ ﷺ کے کلام وطعام ومنام وقعود وقیام:

آپ ﷺ کی گفتگو ایسی تھی جیسے کہ موتی کے دانے پرو دیئے گئے ہوں۔ اور آپ ﷺ کھاتے اور سوتے بہت کم تھے۔ کھاتے ہوئے سہارا لگا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ آپ ﷺ کی نشست کھانے کے لئے ایسی ہوتی جیسے کھڑے ہونے کے لئے کوئی تیار ہو کر بیٹھتا ہے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے کہ میں غلام کی طرح کھاتا ہوں اور غلام کی طرح بیٹھتا ہوں اور آپ ﷺ کا سونا داہنی کروٹ پر ہوتا تھا۔

آپ ﷺ کی بعض صفات ومکارم اخلاق شجاعت وسخاوت وہیبت وجاہ وبے نفسی وایثار وغیرہ میں:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو تیس مردوں کی قوت دی گئی تھی۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کو ہمبستری میں چالیس مردوں کی قوت دی گئی تھی اور حضور ﷺ سے مروی ہے کہ مجھ کو اور لوگوں پر چار چیزوں میں فضیلت دی گئی۔ سخاوت وشجاعت اور قوت مردمی اور مقابل پر غلبہ اور آپ ﷺ نبوت کے قبل بھی اور بعد میں بھی صاحب وجاہت تھے۔ حضرت قبیلہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو ہیبت کے مارے کانپنے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے غریب دل کو برقرار رکھ (یعنی ڈر مت) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم

سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے روبرو عتبہ بن عمرو کھڑے ہوئے تو خوف سے کانپنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ طبیعت پر آسانی کرو۔ میں کوئی جابر بادشاہ نہیں ہوں اور آپ ﷺ کو تمام خزائن روئے زمین کے اور تمام شہروں کی کنجیاں عالم کشف میں عطا کی گئی تھیں اور آپ ﷺ کی حیات میں بلاد حجاز اور یمن اور تمام جزیرہ عرب اور نواحی شام وعراق فتح ہو گئے تھے اور آپ ﷺ کے حضور میں خمس اور صدقات اور عشر حاضر کئے جاتے تھے۔ فرمایا کہ مجھ کو یہ بات خوش نہیں کرتی کہ میرے لئے کوہ احد سونا بن جاوے اور پھر رات کو اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس رہے بجز ایسے دینار کے جس کو کسی واجب مطالبہ کے لئے تھام لوں اور آپ ﷺ کمال سخاوت کے سبب مقروض رہتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے جس وقت وفات فرمائی ہے تو آپ ﷺ کی زرہ اہل وعیال کے اخراجات میں رہن رکھی ہوئی تھی۔ غالب اوقات آپ ﷺ کمبل اور موٹا کھیس اور گاڑھی چادر پہنتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ اس کی خوشی کی بات سے آپ ﷺ خوش ہوتے تھے اور فرمایا جب مجھ کو ہوش آیا بتوں سے اور شعر گوئی سے مجھ کو نفرت تھی۔ آپ ﷺ لوگوں کے ایذاء دینے پر سب سے زیادہ صابر تھے اور سب سے بڑھ کر حلیم تھے۔ برائی کرنے والے سے درگزر فرماتے تھے۔ کسی کام کے دو پہلوؤں میں جو آسان ہوتا آپ ﷺ اس کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا۔ عتبہ بن ابی وقاص نے احد کے روز آپ ﷺ پر پتھر چلایا۔ اس سے آپ ﷺ کے دندان رباعیہ زیریں جانب راست کا شکستہ ہوگیا۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوگیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ ان پر بددعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے میرے اللہ میری قوم کو ہدایت کیجئے کیونکہ ان کو خبر نہیں اور آپ ﷺ نے کبھی کسی چیز کو یعنی آدمی یا جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو جہاد کیا وہ اور بات ہے اور نہ کسی عورت کو مارا نہ کسی خادم کو مارا۔

اور آپ ﷺ درماندوں کا بار اٹھا لیتے تھے اور نادار آدمی کو مال دے دیتے یا دلوا دیتے اور مہمان کی مہمانی کرتے اور حق معاملات میں آپ ﷺ اعانت فرماتے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک بار نوے ہزار درہم آئے (تقریباً پچیس ہزار روپے ہوتا ہے) اور ایک بوریئے پر رکھے گئے۔ سو آپ ﷺ نے کسی سائل سے عذر نہیں کیا یہاں تک کہ سب ختم کر کے فارغ ہو گئے۔

بعض اخلاق جمیلہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی شجاع دیکھا اور نہ مضبوط دیکھا اور نہ فیاض دیکھا اور نہ دوسرے اخلاق کے اعتبار سے پسندیدہ دیکھا اور ہم جنگ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کی آڑ میں پناہ لیتے تھے اور بڑا شجاع وہ شخص سمجھا جاتا جو میدان جنگ میں آپ ﷺ سے نزدیک رہتا۔ جب آپ ﷺ غنیم کے قریب ہوتے تھے کیونکہ اس شخص کو بھی اس صورت میں غنیم کے قریب رہنا پڑتا تھا اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ شرم وحیا میں اس سے بھی بڑھ کر تھے جیسے کنواری لڑکی پردہ میں ہوتی ہے اور آپ ﷺ نہایت لطیف الجلد نرم اندام تھے اور کسی شخص کو بری وناگوار بات نہ فرماتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نہ آپ ﷺ بروئے عادت سخت گو تھے اور نہ مکلفاً سخت گو بنتے تھے۔

اور نہ بازاروں میں خلاف وقار باتیں کرنے والے تھے اور برائی کے عوض برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرمادیتے اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ غایت حیا سے آپ ﷺ کی نگاہ کسی شخص کے چہرے پر نہیں ٹھہرتی تھی۔ یعنی آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈالتے تھے اور کسی نامناسب چیز کا اگر کسی ضرورت سے ذکر کرنا ہی پڑتا تو کنایہ میں فرماتے۔ دعوت منظور فرماتے اور ہدیہ قبول فرماتے۔ اگرچہ وہ ہدیہ طعام یا دعوت گائے یا بکری کا پایہ ہی ہوتا۔ اور ہدیہ کا بدل بھی دیتے تھے اور دعوت غلام کی اور آزاد کی اور لونڈی کی اور غریب کی سب کی قبول فرمالیتے اور مدینہ کی انتہا آبادی پر بھی اگر مریض ہوتا اسکی عیادت فرماتے اور معذرت کرنے والے کا عذر قبول فرماتے اور اپنے اصحاب سے ابتداء مصافحہ کی فرماتے اور کبھی اپنے اصحاب میں پاؤں پھیلائے ہوئے نہ دیکھے گئے۔ کسی شخص کی بات بیچ میں نہ کاٹتے اور تبسم فرمانے میں اور خوش

مزاجی میں سب سے بڑھ کر تھے۔ بعض اوقات فرستادوں کی خود خدمت فرماتے جیسے نجاشی بادشاہ کے فرستادے آئے تھے اور آپ ﷺ قیامت میں تمام اولاد آدم کے سردار ہوں گے اور سب سے اول آپ ﷺ ہی کی قبر شریف کی زمین شق ہوگی اور آپ ﷺ باہر تشریف لاویں گے اور سب سے اول آپ ﷺ ہی شفاعت کریں گے اور سب سے اول آپ ﷺ ہی کی شفاعت قبول ہوگی۔ اور آپ ﷺ غایت تواضع سے دراز گوش پر بھی سوار ہوتے تھے اور کبھی اپنے پیچھے بھی کسی کو بٹھلا لیتے اور غریبوں کی عیادت فرماتے تھے اور محتاجوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے اور اپنے کپڑے میں (خود) جوں دیکھ لیتے۔ کسی خادم پر موقوف نہ رکھتے اور یہ دیکھنا اس خیال سے تاکہ کسی اور کی نہ چڑھ گئی ہو۔ اور اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے اور اپنے کپڑے میں خود پیوند لگا لیتے اور اپنی پاپوش کو خود (وقت حاجت کے) سی لیا کرتے اور اپنا اور گھر والوں کا کام کرلیا کرتے اور گھر میں جھاڑو دے لیا کرتے اور خدمت گار کے ساتھ کھانا کھا لیتے اور اس کے ساتھ آٹا گندھوا لیتے۔ اپنا سودا بازار سے خود لے آتے اور سب سے بڑھ کر احسان کرنے والے اور عدل کرنے والے اور عفیف اور سچ بولنے والے تھے حتیٰ کہ ابوجہل بن ہشام باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کا کامل دشمن تھا مگر اخنس بن شریک نے بدر کے روز جب اس سے پوچھا اے ابوالحکم! یہاں تو میرے اور تیرے سوا اور کوئی موجود نہیں جو ہماری بات کو سن لے گا تو مجھ کو یہ بتلا کہ محمد ﷺ سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔ ابوجہل نے کہا کہ واللہ محمد ﷺ سچے ہیں اور محمد ﷺ نے کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں۔

جب مجلس میں بیٹھتے تو دونوں پاؤں کھڑے کرکے ملا کر ان کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بنا کر بیٹھتے اور ویسے بھی اکثر نشست آپ ﷺ کی ایسی ہیئت سے ہوتی آپ ﷺ چارزانو بھی بیٹھے ہیں اور بعض اوقات اوکڑو بغل میں ہاتھ دے کر بیٹھ جاتے اور جب آپ ﷺ چلتے تو جمعیت خاطر یعنی طمانیت کے ساتھ چلتے۔ آپ ﷺ کی چال سے یہ معلوم ہوجاتا تھا کہ نہ آپ ﷺ کے دل میں تنگی ہے کہ گھبرائے ہوئے چلیں اور نہ طبیعت میں سستی ہے کہ پاؤں نہ اٹھتا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس طرح کلام فرماتے تھے کہ اگر کوئی شمار کرنے والا الفاظ کو شمار کرنا چاہتا تو شمار کرسکتا تھا اور آپ ﷺ خوشبو کی چیز اور خوشبو کو بہت پسند فرماتے اور کثرت سے اس کا استعمال فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی متواتر تین روز بھی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا۔ یہاں تک کہ آخرت کو روانہ ہو گئے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا بستر ایک ٹاٹ تھا اور کبھی کبھی آپ ﷺ چارپائی پر آرام فرماتے جو کھجوروں کے بان سے بنی ہوتی حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پہلو مبارک میں اس کا نشان پڑ جاتا۔

فاقہ آپ ﷺ کو بہ نسبت تونگری کے زیادہ محبوب تھا۔ رات بھر بھوک سے کروٹیں بدلتے رہتے اور اگر آپ ﷺ چاہتے تو اپنے رب سے تمام روئے زمین کے خزائن اور اس کی پیداوار اور اس کی فراخ عیشی کا سامان مانگ لیتے لیکن آپ ﷺ یہی فرمایا کرتے کہ مجھ کو دنیا سے کیا علاقہ میرے اولوالعزم پیغمبر بھائیوں نے اس سے زیادہ سخت حالت پر صبر کیا اور اپنی اسی حالت پر گزر گئے۔

آپ ﷺ کی خشیت و مجاہدہ:

آپ ﷺ نے فرمایا کاش میں ایک درخت ہو جاتا جو کاٹ دیا جاتا۔ آپ ﷺ برابر مغموم رہتے تھے کسی وقت آپ ﷺ کو چین نہ تھا۔

آپ ﷺ کا حسن و جمال:

اللہ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوش رو نہ ہو۔ لوگوں کا آپ ﷺ پر اس طور پر عاشق نہ ہونا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے بسبب غیرت الٰہی کے ہے کہ آپ ﷺ کا جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا۔ جیسا خود حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ بجز حضرت یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا۔ نزدیک جگہ جانے میں دراز گوش پر سوار ہوتے تھے اور دور جانے میں ناقہ پر اور معرکہ حرب میں خچر پر اور کسی مدد چاہنے والے کی پکار پر گھوڑے پر سوار ہوتے تھے

تا کہ جلدی پہنچ جاویں اور معرکہ میں کمال ہے ثابت قدم رہنا اس لئے گھوڑے کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ ایسا جانور اختیار کیا کہ وہ بھاگنے میں کم ہو یعنی خچر۔

چادر اوڑھنے میں بہت اہتمام فرماتے۔ غصہ آپ ﷺ کو بیتاب نہیں کرتا تھا۔ کسی قسم کی وعدہ خلافی یا حق سے جنبش کا صدور ممکن ہی نہ تھا۔ نہ قصداً نہ سہواً۔ نہ صحت میں نہ مرض میں۔ نہ واقعی مراد لینے میں نہ خوش طبعی میں نہ خوشی میں نہ غضب میں۔

آپ ﷺ کے اعتدال تزین:

یوم فتح مکہ آپ ﷺ کے سر کے بال چار حصے ہو رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مہندی اور نیل کا خضاب کیا ہے یعنی ایسی ترکیب سے کہ بال سیاہ نہ ہوں۔ آپ ﷺ کے بالوں کا پکنا سرخ رنگ کا تھا اور عبداللہ بن عقیل کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا موئے مبارک حضرت انسؓ کے پاس خضاب کیا ہوا دیکھا۔ (محققین کے نزدیک اور روایات میں تطبیق یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بال پکنے تو لگے تھے مگر بہت کم پکے تھے۔ آپ ﷺ کی عادت اکثر اوجاع وغیرہ میں مہندی رکھ دینے کی تھی۔ ایسا اتفاق ہوا ہوگا اس سے وہ سفید بال رنگین ہو گئے۔ آپ ﷺ کی آستین گٹہ تک ہوتی اور آپ ﷺ چادر یمانی کو پسند فرماتے تھے اور کبھی بالوں کی سیاہ چادر بھی پہنتے تھے اور ایک بار رومی جبہ تنگ آستین کا بھی پہنا ہے۔ نعلین شریف میں انگلیوں میں پہننے کے دو دو تسمے تھے۔ ایک انگوٹھے اور سبابہ کے درمیان میں اور ایک وسطی اور اس کے پاس والی کے درمیان میں اور ایک پشت پر کا تسمہ بھی دوہرا تھا۔ اور آپ ﷺ گاہ گتھے ہوئے نعلین میں نماز بھی پڑھ لیتے تھے کیونکہ وہ پاک ہوتے تھے اور اس وقت عرف میں یہ خلاف ادب نہ ہوگا اور آپ ﷺ نے چاندی کی انگشتری بنوائی تھی اور اس سے مہر لگاتے تھے۔ آپ ﷺ کی تلوار قبیلہ بنی حنیفہ کی ساخت کی تھی اور اسکی مٹھ کی گھنڈی یعنی تلوار پکڑنے میں جس جگہ پر ہاتھ رہتا ہے اس کے سرے پر جو روک ہوتی وہ چاندی کی تھی۔ آپ ﷺ جب عمامہ باندھتے تھے تو اس کو دونوں شانوں کے درمیان میں چھوڑ لیتے تھے۔ آپ ﷺ کبھی کلاہ بدون عمامہ کے اور کبھی عمامہ بدون کلاہ کے پہن لیتے اور آپ ﷺ کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا اور آپ ﷺ نصف ساق تک لنگی باندھتے تھے اور اجازت اس سے نیچے کی بھی ہے مگر ازار ٹخنوں سے نہ لگنا چاہئے۔ اور آپ ﷺ مسجد میں ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر چت لیٹے تھے۔ حضرت انسؓ نے آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ ﷺ پر ایک کپڑا قطری تھا کہ اس کو بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال رکھا تھا اور لوگوں کو اسی طرح نماز پڑھائی۔ جب آپ ﷺ کھانا کھاتے تھے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے۔ اکثر آپ ﷺ کی غذا جو کی روٹی ہوتی تھی اور آپ ﷺ نے چوکی میز پر کبھی کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی طشتری میں کھایا بلکہ دسترخوان پر کھاتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سرکہ کو اور روغن زیتون کو اور شیریں چیز کو اور شہد کو اور کدو کو پسند کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے مرغ کا اور سرخاب کا اور بکری کا اور اونٹ کا اور گائے کا گوشت کھایا ہے۔ اور آپ ﷺ ثرید کو یعنی شوربے میں توڑی ہوئی روٹی کو پسند کرتے تھے۔ آپ ﷺ فلفل اور مصالحہ بھی کھاتے تھے۔ آپ ﷺ نے خرمائے نیم پختہ تازہ اور خرمائے خشک اور چقندر اور حیس یعنی کھجور اور پنیر کا مالیدہ بھی کھایا ہے اور آپ ﷺ کو کھرچن خوش معلوم ہوتی تھی اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ برکت طعام کی اس میں ہے کہ کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھوئے اور کھانے کے بعد بھی دھوئے۔ آپ ﷺ ککڑی خرما کے ساتھ کھاتے تھے۔ آپ ﷺ خرما تر کر کے اس کا زلال اور دودھ اور پانی سب ایک ہی پیالہ میں پیا کرتے تھے جو لکڑی کا موٹا سے بنا ہوا تھا اور اس میں لوہے کے پترے لگے تھے اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دودھ کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو کھانے اور پینے دونوں کا کام دے سکے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا ہے اور جب آپ ﷺ پانی پیتے تھے تو درمیان میں دو بار یا تین بار سانس لیتے تھے۔ خوابگاہ پر جاتے اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر جس پر آپ ﷺ سوتے تھے

چمڑے کا تھا جس کے اندر پوست خرما بھرا تھا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کا بستر ایک کمبل تھا۔ ہم اس کو دوہرا کر دیا کرتے اور آپ ﷺ اس پر سویا کرتے۔ آپ ﷺ ایک دراز گوش پر سوار تھے جس کا لگام پوست خرما کی رسی کا تھا اور پوست خرما ہی کا بنا ہوا اس کا پالان تھا۔ آپ ﷺ زمین پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک پرانے پالان پر حج کیا ہے اور اس پالان پر ایک کملی بھی جو چار درہم ایک روپے کی بھی نہ تھی۔ اس پر یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ اس کو ایسا حج مبرور بنایئے جس میں نمائش اور قصد شہرت نہ ہو۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ہدیہ قبول فرماتے اور اس پر عوض بھی دیتے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر ایک بار تیس رات دن اس حالت میں گزرے ہیں کہ میرے پاس کوئی کھانے کی چیز نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے۔ بجز اتنی قلیل مقدار کے جو بال کی بغل میں آ جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کا بوسہ لیا۔ اپنا منہ تو آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا اور ہاتھوں کو آپ ﷺ کی کلائیوں پر رکھا اور یہ الفاظ کہے ہائے نبی ہائے صفی ہائے خلیل۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔ اور آپ ﷺ ہمیشہ دل سے بیدار رہتے تھے اور باوجود اس بیدار دلی کے آپ ﷺ کی نماز فجر کا قضا ہو جانا ایک حکمت الٰہی کے سبب سے تھا جو اس امر کو مقتضی ہوئی کہ قضا کا حکم امت پر ظاہر ہو جائے۔

خوش طبعی:

ایک اعرابی سے جس نے سواری کے لئے جانور مانگا تھا فرمایا تھا کہ میں تجھ کو اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔ وہ یہ سمجھا کہ تکلم کے وقت جو بچہ ہے اس پر سوار کرنا مراد ہے اس لئے کہا کہ میں بچہ کو کیا کروں گا۔ آپ ﷺ کے جواب سے معلوم ہو گیا کہ باعتبار ماضی کے جو بچہ تھا وہ مراد ہے۔ اور جیسے آپ ﷺ نے ایک بڑھیا عورت سے فرمایا تھا کہ جنت میں کوئی بڑھیا نہ جائے گی اور جب وہ گھبرائی تب آپ ﷺ کے جواب سے ظاہر ہو گیا کہ مطلب یہ ہے کہ جانے کے وقت کوئی بڑھیا نہ رہے گی سب جوان ہوں گی۔

تم خیر الخلق کے اوصاف کو میرے مدائح میں دیکھو گویا وہ نقش و نگار ہیں جبکہ اس پر دھاری دھار کپڑا فخر کرتا ہے۔ یعنی جس طرح اس کپڑے کی زینت نقش و نگار سے ہوتی ہے اسی طرح کلام مدحی کی زینت آپ ﷺ کے اوصاف سے ہے۔ آپ ﷺ محسن ہیں شفیق ہیں رحیم ہیں زینت دی ہے آپ ﷺ کو ایسے اخلاق نے جو مثل باد بہاری کے مفرح ہیں نہ آپ ﷺ درشت خو ہیں اور نہ تنگ اخلاق ہیں۔ آپ ﷺ صورت جسمانیہ میں بھی مکمل ہیں کوئی خلق آپ ﷺ کے مشابہ نہیں۔ آپ ﷺ کے حسن سے نگاہ سیر نہ ہوتی تھی۔ سبک رخسار تھے۔ خوشنما اور خندان دندان تھے۔ دانتوں کے درمیان ریخیں تھیں اور وہ دانت روشن تھے۔ ان کے روبرو موتی کی کیا حقیقت تھی۔ بلند بنی اور باریک بنی دراز گردن اور روشن گردن اور چاندی کے مثل تھی جو صاف کی ہوئی ہو جس میں میل نہ رہا ہو۔ گنجان داڑھی والے تھے جس نے آپ ﷺ کے حسن کو اور زینت دے دی۔ جیسا نازک اندام عورت کی آنکھوں کو آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کی تیزی رونق دیتی ہے۔ سر پر بال رکھتے تھے جو کانوں تک پہنچتے تھے اور معطر تھے۔ مثل مشک کے رنگ میں اور خوشبو میں جب وہ خوشبو پھیلتی تھی۔

آپ کے پسینہ میں جو کہ چاندی کے موتیوں کے مشابہ تھا خوشبو مشک مہکتی تھی کہ حسین عورتیں اس کو بجائے عطر لگاتی تھیں۔ کسی لپٹنے والے سائل کو آپ ﷺ نہ جھڑکتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے کرم سے خطاوار کی خطا کو معاف فرما دیتے اور درگزر فرماتے اور جو کوئی عذر کرتا ہوا آتا آپ ﷺ اس کا عذر قبول فرماتے۔

آپ ﷺ کے پاس کوئی ایسا سائل نہیں آیا جو آپ ﷺ کے دست مبارک کی عطا کی امید رکھتا ہو مگر وہ ایسی حالت میں واپس گیا کہ اس کے ہاتھ میں ثروت ہوتی۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ جناب حضور ﷺ نے ایک وعظ میں جتنے امور قیام قیامت تک ہونے والے تھے سب بیان فرمائے جس نے یاد رکھا اسے یاد رہے اور بھول گئے

جو بھول گئے اور میرے ان اصحاب کو اس بیان کی خبر ہے اور بعض شے اس میں سے ہوتی ہے کہ میں اسے بھول گیا تھا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ روز بدر ایک شخص مسلمانوں میں سے پیچھے ایک شخص کے جو مشرکوں میں سے تھے دوڑتا تھا کہ ناگاہ اس نے ایک کوڑے مارنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی کہ اس نے کہا بڑھ اے حیزوم سو کیا دیکھتا ہے کہ وہ مشرک آگے اس کے چت پڑا ہے اور ناک اس کی ٹوٹ گئی ہے اور منہ پھٹ گیا ہے۔ کوڑے کے مارنے سے اور یہ سب جگہ سبز ہو گئی ہے۔ وہ شخص مسلمان انصاری تھا اور حضرت ﷺ کے حضور میں اس نے اس واقعہ کو بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے یہ آسمان سوم کے فرشتے کی مدد تھی۔

ف: حیزوم فرشتہ کے گھوڑے کا نام ہے۔

حضرت حمزہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے جبرئیل کو ان کی اصلی صورت پر دکھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دیکھ نہ سکو گے۔ انہوں نے کہا آپ ﷺ دکھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے اور حضرت جبرئیل کعبہ پر اترے آپ ﷺ نے حضرت حمزہؓ سے فرمایا کہ نگاہ اٹھاؤ انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جسم مانند زبرجد اخضر یعنی زمرد سبز چمکتے ہوئے کے تھا سو غش کھا کر گر گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے حنظلہ بن حذیم کے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کے حق میں دعائے برکت کی سو یہ حال ہو گیا کہ کسی آدمی کے منہ میں ورم ہوتا یا بکری کے تھن میں ورم ہوتا اور وہ ورم والا محل ورم کو حنظلہ کے سر میں موضع مس جناب رسول اللہ ﷺ پر لگا دیتا تو صاف ورم جاتا رہتا۔

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا آپ ﷺ نے فرمایا سیدھے ہاتھ سے کھا اس نے کہا کہ میں سیدھے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا حالانکہ ہاتھ اس کا اچھا تھا یہ بات اس نے غلط اور بیجا کی سے براہ استنکاف کہی تھی۔ تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تو سیدھے ہاتھ سے نہ کھا سکے گا۔ اسکا ایسا ہی حال ہو گیا۔

سابقین میں آپ ﷺ کے فضائل:

حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد ﷺ کا نام عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

آدم علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد ﷺ کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت ہی کر دیجئے۔ سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم! تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا حالانکہ ہنوز میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کیا اے رب! میں نے اس طرح سے پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی شرف دی ہوئی روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا لاالـٰه الا اللـه محمـد رسول الله. سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے شخص کے نام کو ملایا ہوگا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نے ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا مصداق ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا محکی عنہ ہوں۔ اول آیت میں ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعا ہے کہ ہماری اولاد میں ایک جماعت مطیع پیدا کیجیو اور اس جماعت میں ایک پیغمبر قائم کیجیو۔ مراد اس سے محمد ﷺ ہیں۔

توراۃ میں آپ ﷺ کی یہ صفت لکھی ہے۔ اے پیغمبر ہم نے تم کو بھیجا ہے۔ امت کے حال کا گواہ بنا کر اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔ اور گروہ امیین کی پناہ بنا کر (مراد اس سے امت محمد یہ ﷺ ہے جیسا کہ خود حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہم ایک امی جماعت ہیں) آپ میرے بندے اور میرے پیغمبر ہیں میں نے آپ ﷺ کا نام متوکل رکھا ہے نہ آپ ﷺ بدخلق ہیں اور نہ سخت مزاج۔ نہ بازاروں میں شور مچاتے پھرتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی میں نہیں کرتے بلکہ

معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں۔

مشکوٰۃ میں ترمذی سے بروایت عبداللہ بن سلام مروی ہے کہ تورات میں نعت محمد ﷺ کی لکھی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام آپ ﷺ کے ساتھ مدفون ہوں گے۔

محبت:

ترجمہ: حضرت رسالت پناہ ﷺ حسن صورت و سیرت سب انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کے ہیں اور وہ سب حضرات آپ ﷺ سے علم وکرم میں لگا نہیں کھاتے اور تمام انبیاء علیہ السلام حضرت رسول اللہ ﷺ سے طالب ایک کف دست یعنی چلو کے ہیں۔ آپ ﷺ کے دریائے معرفت سے تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کے حضور میں اپنی حد اور مرتبہ کے موافق کھڑے ہیں اور وہ ان کی حد آپ ﷺ کی کتاب علم سے مثل نقطہ کے ہے۔ یا آپ ﷺ کے حکمتوں کی کتاب سے مثل اعراب کے۔ (عطر الوردہ)

شرف ونزاعت نسب میں:

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں محمد ہوں۔ عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جومخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو اچھے گروہ میں بنایا یعنی انسان بنایا پھر انسان میں دو فرقے پیدا کئے عرب اور عجم۔ مجھ کو اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا۔ پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا یعنی قریش میں۔ پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا یعنی بنی ہاشم میں پس میں ذاتی طور پر سب سے اچھا ہوں اور خاندانوں میں سب سے اچھا ہوں۔

زمانہ جاہلیت میں جو بے احتیاطی ہوا کرتی تھی میرے آباؤ امہات سب اس سے منزہ رہے۔ پس میرے نسب میں اس کا کوئی میل نہیں۔

عثمان ثقیفہ کہتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو آپ ﷺ کے تولد کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا جونور سے معمور ہو گیا تھا اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آ گئے تھے مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ جب حضرت آمنہ سے آپ ﷺ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھوں پر آئے اور موافق معمول بچوں کے آپ ﷺ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے رحمک اللہ پھر روشنی ہو گئی یہاں تک میں نے روم کے بعض محل دیکھے پھر میں نے آپ ﷺ کو دودھ دیا یعنی اپنا نہیں بلکہ آپ کی والدہ کا کیونکہ شفا کو کسی نے مرضعات میں ذکر نہیں کیا اور لٹا دیا تھا تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ مجھ پر ایک تاریکی اور رعب اور زلزلہ چھا گیا اور آپ ﷺ میری نظر سے غائب ہو گئے۔

کسریٰ محل میں زلزلہ پڑ جانا اور اس سے چودہ کنگروں کا گر پڑنا اور بحیرہ طبریہ کا دفعۃً خشک ہو جانا اور فارس کے آتش کدہ کا بجھ جانا جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا کہ کبھی نہ بجھا تھا۔ (بیہقی)

ایک یہودی نے یکا یک چلانا شروع کیا کہ اے جماعت یہود کے سوسب جمع ہو گئے اور میں سن رہا تھا کہنے لگے تجھ کو کیا ہوا کہنے لگا کہ احمد ﷺ کا وہ ستارہ آج شب میں طلوع ہو گیا جس کی ساعت میں آپ ﷺ پیدا ہونے والے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس شب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو ایک یہودی نے کہا اے گروہ قریش کیا تم میں آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے انہوں نے کہا ہم کو معلوم نہیں۔ کہنے لگا کہ دیکھو کیونکہ آج کی شب اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک نشانی ہے (جس کا لقب مہر نبوت ہے) چنانچہ قریش نے اس کے پاس سے جا کر تحقیق کیا تو خبر ملی عبداللہ بن عبدالطلب کے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے وہ یہودی آپ ﷺ کی والدہ کے پاس آیا انہوں نے آپ ﷺ کو ان لوگوں کے سامنے کر دیا جب اس یہودی نے وہ نشانی دیکھی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو چکی ہے اور اے گروہ قریش سن رکھو واللہ یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق اور مغرب سے اس کی خبر شائع ہو گی۔

آپ کی پیدائش کا روز وہ مبارک دن ہے اہل فارس نے اپنی فراست سے (کہ اس وقت آیات بینات بکثرت ظاہر ہوئیں اور اوضاع فلکیہ بھی) دریافت کر لیا وہ لوگ ڈرائے گئے کہ زمانہ ان کی زوال سلطنت اور پیش آنے والے مصائب کا

(بسبب ولادت سرور کائنات ﷺ) قریب آ گیا۔۱۲ء اور نوشیروان کا محل بوقت ولادت باسعادت بحالت شکستی ایسا پاش پاش ہو گیا جیسے لشکر کسریٰ پھر مجتمع ہونا نصیب نہ ہوا (آپ ﷺ کے میلاد شریف کے وقت) آتش مجوس (جو ہزار سال سے برابر روشنی تھی بسبب افسوس کے (بوجہ بطلان) سرد ہوگئی اور نہر فرات ایسی حیران اور بے خود ہوئی کہ اپنا بہاؤ چھوڑ کر سادہ کے کھالے میں جا پڑی اور زیادہ عجیب یہ ہے کہ قبول حق سے ان کا اندھا اور بہرا ہونا' اس امر کے بعد ہوا کہ ان کے کاہن نے تمام اقوام کو یہ خبر دے دی تھی کہ ان کا ناراست و کج دین آئندہ قائم نہیں رہے گا اور وہ مجوس یا عام کفار اختیار راہ صواب سے اندھے اور بہرے ہوگئے) بعد دیکھنے شعلہ ہائے آتش کے اطراف آسمان میں جو جنات پر مارے جاتے تھے مثل اوندھے اور منہ کے بل گرنے مہبائے روئے زمین کے ۱۲ء (عطر الوردہ)

زمانہ طفولیت کے بعض واقعات:

جھولا فرشتوں کی جنبش دینے سے ہلا کرتا تھا۔ حضرت حلیمہ کہتی تھیں کہ انہوں نے جب آپ ﷺ کا دودھ چھڑایا ہے تو آپ ﷺ نے دودھ چھڑانے کے ساتھ ہی سب سے اول جو کلام فرمایا ہے وہ یہ ہے اللہ اکبر کبیرا والحمدللہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ واصیلا جب آپ ذرا سیانے ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے۔

حضرت حلیمہ آپ کی تلاش میں نکلیں یہاں تک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا کہنے لگیں کہ اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا کہ ماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ان پر سایہ کئے ہوئے تھا جب ٹھہر جاتے تھے وہ بھی ٹھہر جاتا اور جب یہ چلنے لگتے وہ بھی چلنے لگتا تھا۔

جب اپنی فرودگاہ پر لائی اور گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اس قدر اترا کہ آپ اور آپ کی رضاعی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر پیا اور آسودہ ہو کر سو گئے اور میرے شوہر نے جو اونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا تھا ہم سب نے خوب سیر ہو کر پیا۔ شوہر کہنے لگا! اے حلیمہ تو تو بڑی برکت والے بچے کو لائی۔ میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے تم بھی وہاں ہی چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں وہ تو بات ہی اور تھی۔ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ ﷺ کا دودھ چھڑایا اور آپ کا نشو نما اور بچوں سے بہت زیادہ تھا یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے پھر ہم آپ ﷺ کو آپکی والدہ کے پاس لائے مگر آپ ﷺ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ ﷺ اور رہیں اس لئے آپ ﷺ کی والدہ سے اصرار کر کے وباء مکہ کے بہانے پھر لے گئے آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مواشی پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کیا جا کر دیکھا آپ ﷺ کھڑے ہیں مگر رنگ خوف سے متغیر ہے میں نے پوچھا کہ بیٹا کیا تھا؟ فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے اس میں کچھ ڈھونڈ کر نکالا معلوم نہیں کیا تھا۔

ارشاد فرمایا کہ ان دو سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا تھا ان کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا پھر اسی طرح سو کے ساتھ ہزار کے ساتھ وزن کرو گے تب بھی یہی وزنی نکلیں گے آپ کو بشارت سنا دی کہ آپ ﷺ نبی ہونے والے ہیں۔ قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا۔

آپ پستان راست کا شیر پیا کرتے تھے اور پستان چپ اپنے حلیمہ کے بیٹے کے لئے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے۔ بول براز کپڑے میں نہیں کیا ستر آپ ﷺ کا برہنہ نہ ہوتا اور جو کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے۔ قریش نے کہا اے ابو طالب چلو پانی کی دعا مانگو ابو طالب چلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا اس قدر حسین جیسے بدلی میں سے سورج نکلا ہو (یہ لڑکے جناب رسول اللہ ﷺ تھے جو اس وقت ابو طالب کی پرورش میں تھے) ابو طالب نے ان صاحبزادے کی پشت خانہ کعبہ سے لگائی اور صاحبزادے نے انگلی سے اشارہ کیا اور

آسمان میں کہیں بدلی کا نشان نہ تھا۔ سب طرف سے بادل آنا شروع ہوا اور خوب پانی برسا۔

راہب نے آپ ﷺ کو علامات نبوت سے پہچانا۔ اور قافلہ کی دعوت کی۔ اور ابوطالب سے کہا کہ یہ پیغمبر سردار سب عالموں کے ہیں اور اہل کتاب اور یہود ونصاریٰ ان کے دشمن ہیں۔ ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ۔ سو ابوطالب نے مال تجارت وہیں بیچا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ کو پھر آئے۔

آپ ﷺ جب ابو طالب اور ان کے عیال کے ہمراہ کھانا کھاتے سب شکم سیر ہو جاتے اور جب نہ کھاتے تو وہ بھوکے رہتے۔

صرف دو مہینے حمل پر گزرے تھے کہ حضرت عبداللہ شام کو قافلہ قریش کے ساتھ تجارت کو گئے تھے وہاں سے پھرتے ہوئے مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیمار ہو کر ٹھہر گئے اور وہاں ہی وفات پائی۔

آپ ﷺ کی والدہ آمنہ آپ ﷺ کو لے کر مدینہ میں اپنے اقارب سے ملنے گئیں تھیں مکہ کو واپس آتے ہوئے درمیان مکہ ومدینہ کے موضع ابواء میں انہوں نے وفات پائی۔

جب آٹھ سال کے ہوئے عبدالمطلب کی بھی وفات ہوئی۔

چند روز تک ثوبیہ نے دودھ پلایا حضرت حمزہؓ دو عورتوں کے دودھ کی وجہ سے آپ ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں۔

شاباش آن صدف کہ چناں پرورد گہر
آبا ازد مکرم وابنا عزیز تر
صلوا علیہ ما طلع الشمس و القمر
بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

شباب سے نبوت تک:

جب آپ ﷺ چودہ یا پندرہ سال کے ہوئے ایک لڑائی ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے اعمام کو عدد کے تیروں سے بچاتا تھا۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لے جائیے اور میرا غلام میسرہ آپ ﷺ کے ساتھ جاوے گا۔ آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے اترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا اس راہب نے میسرہ سے پوچھا یہ کون شخص ہیں۔ میسرہ نے کہا قریش اہل حرم میں سے۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کوئی کبھی نہیں اترا۔ خوب نفع لے کر واپس ہوئے اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ مکہ پہنچے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کا مال سپرد کیا تو دیکھا کہ دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا۔

ورقہ نے کہا اے خدیجہ..... محمد ﷺ اس امت کے نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ ﷺ کی قرابت اور اشرف القوم اور امین اور خوش خو اور صادق القول ہونے کے سبب آپ ﷺ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنے اعمام سے ذکر کیا نکاح ہو گیا۔

(سیرۃ ابن ہشام)

خانہ کعبہ کی ازسرنو تعمیر:

ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر میں رکھوں۔ اہل الرائے نے مشورہ یہ دیا کہ مسجد حرم کے دروازے سے کل صبح جو سب سے پہلے آوے اس کے فیصلہ پر سب عمل کرو سب سے اول حضور ﷺ تشریف لائے سب دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ محمد ﷺ ہیں امین ہیں۔

فرمایا ایک بڑا کپڑا لاؤ چنانچہ لایا گیا۔ آپ ﷺ نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلہ تھام لے اور خانہ کعبہ تک لاویں۔ جب وہاں تک پہنچا تو آپ ﷺ نے خود اس کو اٹھا کر اس کے موقع پر رکھ دیا۔

آپ ﷺ کو خلوت محبوب ہو گئی۔ آپ ﷺ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز رہتے۔ سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور سورۂ اقراء کی شرع کی آیتیں آپ ﷺ پر لائے اور آپ ﷺ مشرف بہ نبوت ہو گئے۔

ایک بار کفار نے جمع ہو کر ابوطالب سے کہا کہ یا تو تم محمد ﷺ کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ انہوں

نے حوالہ کرنا قبول نہ کیا۔ کفار نے آپ ﷺ کے قتل کا مصمم ارادہ کیا۔ ابو طالب آپ ﷺ کو لے کر مع تمام بنی ہاشم و بنی مطلب کے ایک شعب یعنی گھاٹی میں واسطے محافظت کے جا رہے۔ اور کفار نے آپ ﷺ سے اور بنی ہاشم و بنی مطلب سے برادری قطع کر دی اور سوداگروں کو منع کر دیا ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بیچیں۔ اور ایک کاغذ اس قطع علاقہ کے عہد کا لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکایا۔

کیڑے نے اس عہد نامہ کے کاغذ کو بالکل کھا لیا بجز اللہ کے نام کے کہ اس میں کہیں کہیں تھا ایک حرف نہیں چھوڑا۔

آپ ﷺ بدستور دعوت الی اللہ میں مشغور ہوئے یہ عہد نامہ بخط منصور میں لکھا گیا تھا۔

شعب سے نکلنے کے آٹھ ماہ بعد حضرت ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی الہ عنہا کی وفات ہو گئی۔

آپ ﷺ طائف بن ثقیف کی طرف تشریف لے گئے وہاں کے سرداروں نے آپ ﷺ کی کچھ مدد نہ کی بلکہ سفلے لوگوں کو بہکا کر آپ ﷺ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ آپ ﷺ وہاں سے ملول ہو کر مکہ کو واپس ہوئے۔ جب آپ ﷺ بطن نخلہ میں کہ ایک دن کی راہ پر مکہ سے ہے پہنچے رات کو وہاں رہ گئے۔ آپ ﷺ قرآن مجید نماز میں پڑھ رہے تھے کہ سات یا نو جن نینوے کے کہ ایک قریہ ہے موصل میں وہاں پہنچے اور کلام اللہ سن کر ٹھہر گئے۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے وہ ظاہر ہوئے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی وہ سب بے توقف مسلمان ہو گئے۔

حج میں اسلام کی دعوت فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ انصار نے یہود مدینہ سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر عنقریب پیدا ہوں گے۔ اور وہ انصار سے مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہوں گے۔ ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو قتل کریں گے۔ انصار نے آپ ﷺ کی دعوت سن کر کہا کہ یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر یہود کرتے ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے آملیں۔ اور چھ آدمی ان میں سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

نبوت کا تیرھواں سال تھا۔ ستر آدمی شرفائے انصار میں سے آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور عہد و پیمان ساتھ آپ ؐ کے کیا کہ آپ ﷺ جو مدینہ کو تشریف لے جاویں گے ہم خدمت گاری میں کوتاہی نہ کریں گے اور جو کوئی دشمن آپ ﷺ کے مدینہ پر چڑھ آوے گا ہم اس سے لڑیں گے ایک گھاٹی پر یہ دونوں بیعتیں ہوئیں۔

آپ ﷺ مستعد ہو گئے کہ ایسی قوم کو ڈرانے لگے جنہوں نے حماقت نے مخالفت کی اور حسد سے تکذیب کی اور حق سے تکبر کیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان تہمتوں سے بری کیا جو انہوں نے آپ ﷺ پر لگائی تھیں۔ اور ان کو اختراع کیا تھا۔ حمایت خداوندی نے زرہوں کے اوپر تلے پہننے کی ضرورت نہ رکھی سو نیزے اور تلواریں کیا چیز ہیں۔

یا رب صل وسلم دائماً آبدا
علی حبیبک من زانت به العصر

واقعات:

آپ ﷺ مسجد حرام میں سوتے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور ایک روایت میں ہے کہ تین شخص آئے ایک نے کہا کہ وہ (یعنی پیغمبر ﷺ) ان (حاضرین) میں سے کون سے ہیں۔ دوسرا بولا وہ جو سب سے اچھے ہیں۔ تیسرا بولا تو پھر جو سب سے اچھا ہے اسی کو لے لو آئندہ شب کو پھر وہی تینوں آئے اور کچھ بولے نہیں آپ ﷺ کو اٹھا کر لے گئے۔ (رواہ البخاری)

اول آپ ﷺ کا سینہ اوپر سے اسفل بطن تک چاک کیا گیا اور آپ ﷺ کا قلب نکالا گیا اور ایک زریں طشت میں زمزم شریف کا پانی تھا اس سے آپ ﷺ کا قلب دھویا گیا۔ پھر ایک اور طشت آیا جس میں ایمان اور حکمت تھا وہ قلب میں بھر دیا گیا اور اس کے اصلی مقام پر اس کو رکھ کر درست کر دیا گیا۔

پھر آپ ﷺ کے پاس ایک دابہ سفید رنگ حاضر کیا گیا جو براق کہلاتا ہے جو دراز گوش سے ذرا اونچا اور خچر سے ذرا نیچا تھا۔ جو اس قدر برق رفتار ہے کہ اپنے منتہائے نظر پر قدم رکھتا ہے (کذا رواہ مسلم) اور اس پر زین ولگام لگا ہوا تھا۔ جب آپ ﷺ سوار ہونے لگے تو وہ شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام

نے کہا تجھ کو کیا ہوا۔ آپ ﷺ سے زیادہ مکرم عنداللہ کوئی شخص تجھ پر سوار نہیں ہوا۔ بس وہ براق عرق عرق ہو گیا۔ (رواہ الترمذی)

اور آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے اور جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی رکاب پکڑی اور میکائیل علیہ السلام نے لگا تھامی آپ ﷺ کو جبرئیل علیہ السلام نے براق پر اپنے پیچھے سوار کیا۔

جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا کہ اتر کر یہاں نماز (نفل) پڑھیئے۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھی جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ ﷺ نے یثرب مدینہ میں نماز پڑھی۔ پھر ایک سفید زمین پر آپ ﷺ کا گزر ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا اتر کر نماز پڑھیئے آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ ﷺ نے مدین میں نماز پڑھی۔

ایک روایت میں بجائے مدین کے طور سینا ہے۔ آپ ﷺ نے طور سینا پر نماز پڑھی۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا ہے۔ (النسائی)

آپ ﷺ کا گزر ایک عجوزہ پر ہوا جو سر راہ کھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ چلئے چلئے۔ آپ ﷺ چلتے رہے۔ ایک بڈھا راستہ سے بچا ہوا ملا کہ آپ ﷺ کو بلاتا ہے کہ اے محمد ﷺ ادھر آیئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا چلئے چلئے اور آپ ﷺ کا ایک جماعت پر گزر ہوا کہ انہوں نے آپ ﷺ کو بایں الفاظ سلام کیا۔ السلام علیکم یا اول السلام علیکم یا آخر۔ السلام علیکم یا حاشر۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ان کو جواب دیجئے۔ اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا وہ بڑھیا جو آپ ﷺ نے دیکھی وہ دنیا تھی۔ سو دنیا کی اتنی عمر رہ گئی جیسی بڑھیا کی عمر رہ جاتی ہے۔ اور جس نے آپ ﷺ کو پکارا تھا وہ ابلیس تھا۔ اور اگر آپ ﷺ ابلیس کے اور دنیا کے پکارنے کا جواب دے دیتے تو آپ ﷺ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی اور جنہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تھا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ (رواہ البیہقی)

ایک شخص پر گزر ہوا جس نے ایک بڑا گٹھا لکڑیوں کا جمع کر رکھا ہے کہ وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا اور وہ اس میں اور لا کر رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ ﷺ کی امت میں ایسا شخص ہے جس کے ذمے لوگوں کے بہت سے حقوق و امانت ہیں جن کے ادا پر قادر نہیں اور وہ اور زیادہ لادتا چلا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ کا ایسی قوم پر گزر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔

پھر آپ ﷺ کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے پھر وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے پھر نادم ہو مگر اس کو واپس کرنے پر قادر نہیں۔ پھر ایک وادی پر گزر ہوا اور وہاں ایک پاکیزہ خنک ہوا اور مشک کی خوشبو آئی اور ایک آواز سنی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ جنت کی آواز ہے۔ کہ کہتی ہے کہ اے رب جو مجھ سے وعدہ کیا ہے مجھ کو دیجئے۔ کیونکہ میرے بالا خانے اور استبرق اور حریر اور سندس اور عبقری اور موتی اور مونگے اور چاندی اور سونا اور گلاس اور طشتریاں اور دستہ دار کوزے اور مرکب اور شہد اور پانی اور دودھ اور شراب بہت کثرت کو پہنچ گئے تو اب میرے وعدہ کی چیز (یعنی سکان جنت) مجھ کو دیجئے کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے تجویز کیا گیا ہے ہر مسلم اور مسلمہ اور مومن اور مومنہ اور جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لاوے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراوے اور جو مجھ سے ڈرے گا وہ مامون رہے گا اور جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا اور جو مجھ کو قرض دے گا میں اس کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کرے گا میں اس کی کفایت کروں گا۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ بے شک مومنوں کو فلاح حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہے بابرکت ہے۔ جنت نے کہا کہ میں راضی ہو گئی۔ پھر ایک وادی پر گزر ہوا اور ایک وحشتناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے۔ کہتی ہے کہ اے رب مجھ سے جو وعدہ کیا ہے یعنی دوزخیوں سے بھرنے

کا مجھ کو عطا فرما کیونکہ میری زنجیروں اور طوق اور شعلے اور گرم پانی اور پیپ اور عذاب بہت کثرت کو پہنچ گئے اور میرا قعر بہت دراز اور گرمی بہت تیز ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے تجویز کیا گیا ہے ہر مشرک اور مشرکہ اور کافر اور کافرہ اور ہر متکبر معاند جو یوم حساب پر یقین نہیں رکھتا۔ دوزخ نے کہا کہ میں راضی ہوگئی اور ابوسعید کی روایت میں بیہقی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو داہنی طرف سے ایک پکارنے والے نے پکارا کہ میری طرف نظر کیجئے میں آپ ﷺ سے کچھ دریافت کرتا ہوں۔ میں نے اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ پھر ایک اور نے مجھ کو بائیں طرف سے اسی طرح پکارا میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ ایک عورت پر نظر پڑی جو اپنے ہاتھوں کو کھولے ہوئے ہے اور اس پر ہر قسم کی آرائش ہے جو خدا تعالیٰ نے بنائی ہے اس نے بھی کہا کہ اے محمد ﷺ میری طرف نظر کیجئے۔ آپ ﷺ سے کچھ دریافت کروں گی میں نے اس کی طرف التفات نہیں کیا اور اسی حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا پہلا پکارنے والا یہود کا داعی تھا۔ اگر آپ ﷺ اس کو جواب دیتے تو آپ ﷺ کی امت یہودی ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا نصاریٰ کا داعی تھا۔ اگر آپ ﷺ اس کو جواب دیتے تو آپ ﷺ کی امت نصرانی ہو جاتی اور وہ عورت دنیا تھی یعنی اس کے پکارنے پر جواب دینے کا اثر یہ ہوتا کہ امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔ آپ ﷺ آسمان دنیا پر تشریف لے گئے اور وہاں آدم علیہ السلام کو دیکھا اور وہاں بہت سے خوان رکھے دیکھے کہ جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے مگر اس پر کوئی شخص نہیں اور دوسرے خوانوں پر سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور اس پر بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو حلال چھوڑتے ہیں اور حرام کو کھاتے ہیں اور اسی میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ کوٹھریوں جیسے ہیں جب ان میں سے کوئی اٹھتا ہے فوراً گر پڑتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا یہ سود کھانے والے ہیں اور آپ ﷺ کا گزر ایسی قوم پر ہوا کہ ان کے لب اونٹ کے سے ہیں جن سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔

جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے تھے اور آپ ﷺ کا گزر ایسی عورتوں سے ہوا کہ پستانوں سے بندھی لٹک رہی تھی اور وہ زنا کرنے والیاں تھیں اور آپ ﷺ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جاتا تھا اور ان ہی کو کھلایا جاتا تھا۔ اور وہ لوگ چغلخور اور عیب چین تھے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ احوال ان صورتوں کے نظر آئے ہوں جو آدم علیہ السلام کے یسار میں تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو بعض ایسے انبیاء پر آپ ﷺ کا گزر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعض ایسوں پر گزر ہوا جن کے ساتھ چھوٹا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا یہاں تک کہ آپ کا گزر ایک بہت بڑے مجمع پر ہوا میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں کہا گیا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہیں لیکن اپنا سر اوپر اٹھائیے اور دیکھئے سو دیکھتا کیا ہوں کہ اتنا عظیم الشان مجمع ہے کہ سب آفاق کو گھیر رکھا ہے۔ اور کہا گیا یہ آپ ﷺ کی امت ہے اور ان کے علاوہ آپ ﷺ کی امت میں سے ستر ہزار اور ہیں جو جنت میں بے حساب داخل ہوں گے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ ہیں جو داغ نہیں لگاتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور شگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

(کذا رواہ الترمذی)

بیت المقدس پہنچنے کا واقعہ

جب آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہ السلام اپنے مراکب کو باندھتے تھے۔ اے محمد ﷺ کیا آپ ﷺ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ ﷺ کو حور عین دکھلا دے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ان عورتوں کے پاس جائیے اور ان کو سلام کیجئے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا میں نے پوچھا تم کس کے لئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نیک ہیں حسین ہیں اور ایسے مردوں کی بیویاں ہیں جو پاک ہیں صاف ہیں اور میلے نہ ہوں گے اور ہمیشہ رہیں گے۔ کبھی جنت سے جدا نہ ہوں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کبھی نہ مریں گے۔ سو وہاں سے ہٹ کر

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے آدمی جمع ہو گئے پھر ایک مؤذن نے اذان کہی اور تکبیر کہی گئی۔ ہم سب صف باندھ کر منتظر کھڑے تھے کہ کون امام بنے۔ سو میرا ہاتھ جبرئیل علیہ السلام نے پکڑ کر آگے کھڑا کر دیا۔ میں نے سب کو نماز پڑھائی۔ جب میں فارغ ہوا تو جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ آپ ﷺ کو خبر ہے کن لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے کہا کہ جتنے نبی مبعوث ہوئے سب نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ جب نماز پوری ہو گئی تو ملائکہ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ ملائکہ نے کہا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی نبوت کے لئے یا آسمانوں پر بلانے کے لئے بھیجا گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں فرشتوں نے کہا اللہ ان پر تحیت نازل فرمادے کہ بہت اچھے بھائی اور بہت اچھے خلفی ہیں (یعنی ہمارے بھائی اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ) پھر ارواح انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور ان سبھوں نے اپنے رب پر ثناء کی۔

پھر محمد ﷺ نے رب کی ثناء کی اور فرمایا کہ تم سب نے اپنے رب کی ثناء کی۔ اور میں بھی اپنے رب کی ثناء کرتا ہوں۔ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے جس نے مجھ کو رحمۃ اللعالمین اور تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور مجھ پر فرقان یعنی قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر دینی ضروری امر کا بیان ہے (خواہ صراحتاً خواہ اشارتاً) اور میری امت کو بہترین امت بنایا کہ لوگوں کے نفع دین کے لئے پیدا کی گئی ہے اور میری امت کو امت عادلہ بنایا۔ اور میری امت کو ایسا بنایا کہ وہ اول بھی ہیں (یعنی رتبہ میں) اور آخر بھی ہیں (یعنی زمانے میں) اور میرے سینہ کو فراخ فرمایا اور میرا بار مجھ سے ہلکا کیا اور میرے ذکر کو بلند فرمایا۔ اور مجھ کو سب کا شروع کرنے والا سب کا ختم کرنے والا بنایا یعنی نور میں اول اور ظہور میں آخر۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے خطاب کر کے فرمایا کہ بس ان کمالات کے سبب محمد ﷺ تم سب پر فائق ہو گئے۔

ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر بھی براق ہی کی سواری پر تشریف لے گئے۔ گو درمیان میں بیت المقدس میں بھی اترے۔ اور بیہقی میں ابو سعید کی روایت سے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ (یعنی بعد فراغ اعمال بیت المقدس کے) میرے سامنے ایک زینہ لایا گیا جس پر بنی آدم کی ارواح بعد موت کے چڑھتی ہیں۔ سو اس زینہ سے زیادہ خوبصورت خلائق کی نظر سے نہیں گزرا۔ تم نے بعض میت کو آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ سو وہ اس زینے کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور شرف مصطفیٰ میں ہے کہ یہ زینہ جنت الفردوس سے لایا گیا اور اس کے داہنے بائیں ملائکہ اوپر تلے گھیرے ہوئے تھے۔

جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا:

روایت میں ہے کہ فرشتوں نے یہ سن کر کہا مرحبا آپ ﷺ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں وہاں پہنچا تو حضرت آدم علیہ السلام موجود ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ ﷺ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو۔

جبرئیل علیہ السلام آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔

جب میں وہاں پر پہنچا تو حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام موجود ہیں اور دونوں باہم خلیرے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ یحییٰ و عیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا ان دونوں نے جواب دیا۔ تیسرے آسمان کی طرف لے کر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت یوسف علیہ السلام موجود ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا۔ مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھتا کیا ہوں کہ یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک بڑا حصہ عطا کیا گیا۔ (کذافی المشکوٰۃ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا کہ خوبصورت اور خوش آواز نہ ہو۔ اور تمہارے نبی ان سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ خوش آواز تھے۔

جبرئیل علیہ السلام آگے لے کر چڑھے۔ یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ادریس علیہ السلام موجود ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ ادریس علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا

انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرئیل علیہ السلام آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ جب میں وہاں پہنچا تو ہارون علیہ السلام موجود تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔

پھر مجھ کو جبرئیل آگے لے کر چڑھے یہاں تک چھٹے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا جب میں وہاں پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام وہاں موجود ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ روئے ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک نوجوان پیغمبر میرے بعد مبعوث ہوئے۔ جن کی امت کے جنت میں داخل ہونے والے میری امت کے جنت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے۔

پھر مجھ کو جبرئیل علیہ السلام آگے لے کر ساتویں آسمان کی طرف چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ ﷺ کے جد امجد ابراہیم ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور فرمایا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں کہ جن کی باری پھر نہیں آتی۔ یعنی اگلے روز اور نئے ستر ہزار داخل ہوتے ہیں۔ جب مجھ کو آسمان ہفتم پر چڑھایا گیا تو ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں بہت حسین ہیں۔ اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں اور میری امت سے بھی دو قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ایک وہ جن پر سفید کپڑے ہیں اور ایک وہ جن پر میلے کپڑے ہیں میں بیت المعمور میں داخل ہوا اور سفید کپڑے والے میرے ساتھ داخل ہوئے اور دوسرے روک دیئے گئے۔ سو میں نے اور میرے ساتھ والوں نے وہاں نماز پڑھی۔

پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا۔ سو اس کے بیر اتنے بڑے بڑے تھے جیسے مقام حجر کے مٹکے۔ اور اس کے پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دیکھنے کے بعد مجھ کو ساتویں آسمان کے بالائی سطح پر لے گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک نہر پر پہنچے۔ جس پر یاقوت اور موتی اور زبرجد کے پیالے رکھے تھے اور اس پر سبز لطیف پرندے بھی تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کو دی ہے۔ اس کے اندر برتن سونے اور چاندی کے پڑے ہیں اور وہ یاقوت اور زمرد کے سنگریزوں پر چلتی ہے۔ اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ میں نے ایک برتن لے کر اس میں سے کچھ پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور وہ چھٹے آسمان میں ہے اور زمین سے جو اعمال صعود کرتے ہیں وہ اس تک پہنچتے ہیں اور وہاں سے اوپر اٹھا لئے جاتے ہیں اور جو احکام اوپر سے آتے ہیں وہ اول اس پر نزول کرتے ہیں اور وہاں سے نیچے عالم دنیا میں لائے جاتے ہیں۔ اور اسی واسطے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔

مسلم میں ہے کہ وہ پروانے تھے سونے کے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ٹڈیاں تھیں سونے کی اور ایک حدیث میں ہے کہ اس کو فرشتوں نے چھپالیا۔ ایک روایت میں بعد سدرۃ المنتہیٰ دیکھنے کے یہ ہے کہ پھر میں جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتیوں کے جھنڈ ہیں اور مٹی اس کی مشک ہے۔

ارشاد فرمایا کہ بیت المعمور ایک مسجد ہے۔ آسمان میں مقابل خانہ کعبہ کے اس طرح پر کہ اگر بالفرض وہ گرے تو عین کعبہ کے اوپر گرے۔ اس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں اور جب وہ باہر نکل آتے ہیں تو ان کی باری دوبارہ نہیں آتی۔

حدیث مذکور میں یہ بھی ہے بعد سیر جنت کے پھر دوزخ میرے روبرو کیا گیا اس میں اللہ کا غضب اور عذاب اور انتقام تھا اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈال دیا جاوے تو اس کو بھی کھا لے۔ پھر وہ بند کردیا گیا۔

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو عروج کرایا گیا یہاں تک کہ

میں ایک ہموار میدان میں پہنچا۔ جہاں میں نے قلموں کی آواز (جو لکھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے) سنی۔ سو مجھ پر اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کیں۔ بزار نے حضرت علیؓ سے معراج کے باب میں ایک حدیث ذکر کی ہے اور اس میں جبرئیل علیہ السلام کا براق پر چلنا ذکر کیا ہے۔ یہاں تک کہ حجاب تک پہنچے اور یہ بھی فرمایا کہ ایک فرشتہ حجاب کے اندر سے نکلا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو دین حق دے کر مبعوث فرمایا کہ میں جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا اور حالانکہ میں خلائق میں رتبے کے اعتبار سے بہت مقرب ہوں۔

بدو گفت سالار بیت الحرام	کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی	اناںم زصحبت چرا تافتی
بگفتا فرا تر مجالم نماند	بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم	فروغ تجلی بسوزد پرم

عبدالرزاق نے بواسطہ معمر کے حسن سے روایت کیا کہ انہوں نے حلف کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا اور ابن خزیمہ نے عروہ بن الزبیرؓ سے اس روایت کو ثابت کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے تمام اصحاب اس کے قائل ہیں اور کعب احبار اور زہری اور معمر سب اس کا جزم کرتے ہیں اور نسائی نے باسناد صحیح بطریق عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی اس کی تصحیح کی ہے انہوں نے فرمایا کہ تم تعجب کرتے ہو کہ خلط ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہو اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور روایت حضرت محمد ﷺ کے لئے۔ اور طبرانی نے کہا کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔

پانچ نمازیں فرض کی گئیں اور خواتیم سورۂ بقرہ عنایت ہوئی اور جو شخص آپ ﷺ کی امت میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراوے اس کے گناہ معاف کیے گئے۔

(کذا رواہ مسلم)

اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو کرنے نہ پاوے تو ایک نیکی لکھی جاوے گی اور اگر اس کو کر لیا تو کم از کم دس حصے کر کے لکھی جاوے گی اور جو شخص بدی کا ارادہ کرے پھر اس کو نہ کرے تو وہ بالکل نہ لکھی جاوے گی اور اگر اس کو کر لے تو ایک ہی بدی لکھی جاوے گی۔

ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو حبیب بنایا۔ اور سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا اور شرح الصدر و وضع وزر و رفع ذکر مرحمت فرمایا۔ سو میرا جب ذکر ہوتا ہے تمہارا بھی ہوتا ہے اور تمہاری امت کو خیر امت اور امت عادلہ بنایا۔ اور اول بھی اور آخر بھی بنایا۔ ان کا کوئی خطبہ درست نہیں جب تک وہ آپ ﷺ کے عبد اور رسول ہونے کی شہادت نہ دیں اور تمہاری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے سینہ میں اپنی کتاب رکھی اور تم کو پیدائش عالم نور میں سب سے اول اور بعث میں سب سے آخر اور قیامت کے روز فیصلے میں سب سے مقدم بنایا۔ اور میں نے تم کو سبع مثانی اور خواتیم سورۂ بقرہ بلاشرکت دوسرے انبیاء کے اور کوثر اور اسلام اور ہجرت اور جہاد اور نماز اور صدقہ اور صوم رمضان اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر عطا فرمائے اور تم کو فاتح اور خاتم بنایا۔ اس کے اسناد میں ابو جعفر ہیں جن کو قوم کثیر نے ضعیف الحفظ کہا ہے۔

اور پانچ نمازیں کے ملنے سے مراد یہ ہے کہ آخر میں پانچ رہ گئیں اور ظاہرا یہ سب کلام مقام رویت میں ہوئے ہیں۔

نسائی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے جس روز آسمان اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں پہچان گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پختہ بات ہے۔ جب کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں تو ارشاد ہوا کہ یہ پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں۔ میرے یہاں بات نہیں بدلی جاتی۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو ام ہانی بنت ابی طالب سے جن کا نام ہند ہے معرج نبوی ﷺ کے متعلق یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ وہ کہتی تھیں کہ آپ ﷺ کو جب معراج ہوئی۔ آپ ﷺ میرے گھر میں سوتے تھے آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ جب فجر کے قبل کا وقت ہوا ہم کو رسول اللہ ﷺ نے بیدار کیا۔ جب آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی فرمایا اے ام ہانی رضی اللہ عنہا میں نے تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی جیسا تم نے دیکھا تھا۔ پھر میں بیت المقدس پہنچا اور اس میں نماز پڑھی پھر میں نے اب صبح کی نماز تمہارے

ساتھ پڑھی جیسا تم دیکھ رہی ہو۔ پھر آپ ﷺ باہر جانے کے لئے اٹھے میں نے آپ ﷺ کی چادر کا گوشہ پکڑ لیا اور عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ لوگوں سے یہ قصہ نہ کہیے آپ ﷺ کی تکذیب کریں گے اور آپ ﷺ کو ایذاء دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا واللہ میں ضرور ان سے اس کو بیان کروں گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا۔ کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھتے تھے۔ سو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی گئی باتیں پوچھیں کہ جن کو میں نے بوجہ ضرورت نہ سمجھنے کے ضبط نہ کیا تھا۔ سو مجھ کو اس قدر گھٹن ہوئی کہ ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لئے ظاہر کر دیا میں اس کو دیکھتا تھا اور وہ جو جو مجھ سے پوچھتے تھے میں ان کو بتلاتا جاتا تھا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

آپ ﷺ ایک شب میں حرم شریف مکہ سے حرم محترم مسجد اقصیٰ تک باوجودیکہ ان میں فاصلہ چالیس روز کے سفر کا ہے ایسے ظاہر و باہر و تیز رو کمال نورانیت و ارتقاع کدورت کے ساتھ تشریف لے گئے جیسا کہ بدر تاریکی کے پردہ میں نہایت درخشانی کے ساتھ جاتا ہے۔

ہجرت:

چند مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی نصرانی تھا۔ اس نے مسلمانوں کو اچھی طرح جگہ دی۔ کفار قریش نے کئی شخصوں کو تحفہ وہدایا دے کر نجاشی کے پاس بھیجا کہ مسلمانوں کو اپنے پاس جگہ نہ دے۔

نجاشی نے کہا جو کلام ان پر اترا ہے اس میں سے کچھ پڑھو۔ انہوں نے سورۂ مریم شروع کی وہ بہت متاثر ہوا اور مسلمانوں کو تسلی دی اور فرستادگان قریش خائب وخاسر رد کر دیا۔ (کذا فی تواریخ حبیب الٰہ) یہ بادشاہ مسلمان ہوگئے تھے۔

۱- اور تو ہرگز نہ دیکھے گا کسی آپ ﷺ کے دوست کو کہ اس کو آپ ﷺ کی برکت سے مدد نہ پہنچی ہو۔ اور نہ تو ان کا کوئی دشمن دیکھے گا کہ اس کو شکست فاش نہ پہنچی ہو۔

۲- آپ ﷺ نے اپنی امت اجابت کو اپنے دین کے مضبوط و مستحکم قلعہ میں اتارا (ان کو کوئی مغلوب ومقہور نہیں کر سکتا) جیسا کہ شیر اپنے بچوں کو لے کر اپنے بیشہ میں فروکش ہوتا ہے کہ کسی کا مقدور نہیں کہ ان کو وہاں ستا سکے۔

۳- اور بہت دفعہ کلام اللہ نے خاک مذلت پر ڈال دیا اس شخص کو جس نے آنحضرت ﷺ کی شان میں جھگڑا کیا اور ان کی نبوت کا انکار کیا اور بہت دفعہ غالب ہوئیں دلائل آپ ﷺ کی اثبات رسالت کی۔ منکر شدید الخصومہ پر عطر الوردہ چنانچہ اس موقع پر صحابہ کا غلبہ ہوا اور کلام اللہ نے نجاشی پر اثر کیا۔ ۱۲ منہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دولت ایمان سے مشرف ہوئیں عورتوں میں سے سب سے اول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور نوجوانان احرار میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور لڑکوں میں حضرت علیؓ اور غلاموں میں حضرت بلالؓ اور آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہؓ۔ اور بعد ازیں حضرت عثمانؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایمان لائے اور روز بروز لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

جب آپ ﷺ پر آیت **وانذر عشیرتک الاقربین** نازل ہوئی آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا اور سب لوگوں کو جمع کر کے شرک پر رہنے کی حالت میں عذاب سے ڈرایا۔ ابولہب نے آپ ﷺ کی شان میں سخت الفاظ کہے۔ سورۃ تبت تب ہی نازل ہوئی۔ جس میں اس کی اور اس کی بیوی کی مذمت ہے اور وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ بہت دشمنی رکھتی تھی۔ اس ابولہب کے دو بیٹے تھے عتبہ اور عتیبہ۔ آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما ان کے نکاح میں تھیں۔

عتبہ نے تو ایسی بے حیائی کی کہ آپ ﷺ کے سامنے جا کر یہ کلمات کہہ دیئے۔ اس گستاخی پر آپ ﷺ نے بددعا دی۔

اللھم سلط علیہ کلبا من کلابک یا اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے۔ رات کو شیر آیا اور عتبہ کو مار کر چلا گیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے بھی ارادہ ہجرت حبشہ کا کیا۔ مکہ سے نکل کر برق الغماد تک کہ چار منزل مکہ سے پہنچے تھے کہ مالک بن دغنہ کہ سردار قوم قارہ کا تھا' ملا اور ان کو اپنی پناہ میں مکہ میں لے آیا اور سب کفار قریش سے کہہ دیا۔ فرمایا! مجھ کو سوائے خدا کے کسی کی پناہ میں رہنا منظور نہیں وہ اپنی پناہ توڑ کر چلا گیا۔ مسلمان ہمراہی آپ ﷺ کے اکثر چھپے رہتے اور انتالیس تک

شمار اہل اسلام پہنچی تھی۔ آپ ﷺ ارقم کے گھر میں تھے۔ اس زمانہ میں عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام دو بڑے سردار تھے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی یا اللہ دین اسلام کو عزت دے۔ اسلام عمر بن الخطاب یا ابو جہل بن ہشام سے۔ سو حضرت عمرؓ کے حق میں وہ دعا قبول ہوئی۔

آپ ﷺ جب طائف سے واپس تشریف لائے کسی کو مطعم بن عدی کے پاس بھیجا اور امن طلب کیا۔ مطعم نے امن دیا اور ہمراہ آپ ﷺ کے مسجد آیا۔ آپ ﷺ اس پر مطعم کا شکریہ فرمایا کرتے تھے کہ بدر کے کفار قیدی لائے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا سفارش کی گفتگو کرتا تو اس کی خاطر سے ان کو ویسے ہی چھوڑ دیتا۔

کبھی آنکھ بسبب درد کے آفتاب کی روشنی کو برا سمجھتی ہے اور کبھی دہن بسبب بیماری کے ذائقہ آب شیریں کو ناپسند کرتا ہے۔ کفار قریش مثل ابو جہل وغیر دار الندوہ میں کہ قریب خانہ کعبہ کے ایک مکان مشورت کا تھا جمع ہوئے یہ قرار پائی کہ ہر قبیلہ قریش میں سے ایک ایک آدمی منتخب ہوا اور سب مجتمع ہو کر رات کو محمد ﷺ کے مکان پر جا کر محمد ﷺ کو قتل کر دیں۔ حکم ہوا کہ آپ ﷺ مدینہ کو ہجرت کر جاویں۔ آپ ﷺ شب کو گھر میں تھے۔ کفار نے دروازہ مبارک گھیر لیا۔ آپ ﷺ امانتیں حضرت علیؓ کو سپرد کر کے گھر سے نکل گئے اور بقدرت خداوندی کسی کو نظر نہ آئے۔ اور ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے جا کر ان کو ہمراہ لے کر نہایت احتیاط سے غار ثور میں جا چھپے۔ یہاں کفار نے گھر میں جا کر آپ ﷺ کو نہ دیکھا تو تلاش میں مشغول ہوئے اور تلاش کرتے ہوئے غار تک پہنچے۔

قصیدہ بردہ:

اور میں قسم کھاتا ہوں اس خیر و کرم کی جس کو غار ثور نے جمع کر رکھا تھا (یعنی حضور ﷺ و ابوبکر صدیقؓ) ایسے حال میں کہ ہر چشم کفار آپ ﷺ کے دیکھنے سے اندھی تھی۔ پس آپ ﷺ کہ سراپا صدق تھے حضرت صدق غار سے ہٹے نہیں اور کفار کہتے تھے کہ غار میں کوئی بھی نہیں۔ انہوں نے گمان کیا کہ کبوتر اشرف المخلوقات کے گرد نہیں پھرے (اور انہوں نے انڈے نہیں دیئے) اور مکڑی نے آپ ﷺ پر جالا نہیں تنا۔ خداوند تعالٰی کی حمایت و حفاظت نے آپ ﷺ کو دوہری بنی ہوئی زرہ یا اوپر تلے دو زرہوں کے پہننے سے اور بلند قلعوں میں پناہ گیر ہونے سے بے پرواہ کر دیا۔

تین دن تک آپ ﷺ غار میں رہے۔ عامر بن فہیرہ کہ حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے متصل غار کے بکریاں چراتے تھے وہ دودھ بکریوں کا آپ ﷺ کو اور حضرت ابوبکرؓ کو پلا جاتے۔ اور عبداللہؓ بیٹے ابوبکر صدیقؓ کے کہ جوان تھے۔ مکہ میں قریش کی مجالس میں جا کر خبریں دریافت کر کے رات کو آپ ﷺ کے حضور میں آ کر بیان کر دیتے تھے۔

راہ میں عجائب وغرائب معاملات واقعہ ہوئے۔ کہ بیان میں ان کے طول ہے۔ تواریخ حبیب الہ میں دیکھ لیا جاوے۔ مدینہ کے لوگ بخیال آپ ﷺ کی تشریف آوری کے ہر روز کے استقبال کے لئے مکہ کی راہ پر آتے اور دوپہر کے قریب لوٹ جاتے۔ جس روز آپ ﷺ پہنچے اس روز بھی انتظار کر کے لوٹ چلے تھے کہ ایک بارگی ایک یہودی نے ایک ٹیلہ پر سے آپ ﷺ کی سواری دیکھی اور چلا کر ان پھرنے والوں سے کہا یا معاشر العرب ھذا جدکم یعنی اے گروہ عرب۔ یہ تمہارا حظ یعنی خوش نصیبی کا سامان آ پہنچا۔ وہ لوگ پھرے اور آپ ﷺ کے ساتھ ہو کر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ اہل مدینہ کی اس روز خوشی کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں شوق میں یہ نظم پڑھتی تھیں۔

۱-یعنی ہم پر بدر نے طلوع کیا ثنیا الوداع سے۔

۲-ہم پر شکر کرنا فرض ہے جب تک اللہ تعالٰی سے کوئی دعا مانگنے والا ہے

۳-اے نبی ﷺ جو ہم میں مبعوث ہوئے ہیں آپ ﷺ ایسا حکم لیکر آئے ہیں کہ اس کی اطاعت ضروری ہے۔

تیسرے دن حضرت علیؓ بھی امانتیں ادا کر کے آپ ﷺ سے آ ملے پھر آپ ﷺ نے شہر مدینہ کے اندر تشریف رکھنے کا ارادہ کیا۔ ہر ایک کی آرزو تھی کہ ہمارے محلے میں ٹھہرے۔ فرمایا میری اونٹنی مامور ہے جہاں بیٹھ جاوے گی وہاں ہی مقیم ہوں گا۔ اونٹنی چلتے چلتے وہاں آ بیٹھی جہاں اب منبر مسجد شریف ہے۔ متصل اس جگہ کے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا گھر تھا۔ وہاں اسباب آپ ﷺ کا اتارا گیا اور آپ ﷺ ان کے گھر ٹھہرے۔ پھر آپ ﷺ نے وہ زمین جہاں اونٹنی بیٹھی تھی

خریدی اور مسجد نبویؐ کی تعمیر شروع کی۔

۱- اور آپ ﷺ کو غار میں دونوں صاحبوں کے ہونے کے وقت کی ایسی منقبت شریفہ مبارک ہو کہ آپ کے قبل کسی بشر نے اس کو حاصل نہیں کیا۔۱۲ منہ

۲- اور دونوں صاحبوں نے اس غار سے نکل کر ہجرت کی جبکہ مدینہ کے سفر کا عزم کیا اور مدینہ پہنچ کر سفر ختم ہو گیا۔۱۲ منہ

۳- آپ ﷺ سے مدینہ پاکیزہ ہو گیا۔ جب آپ ﷺ وہاں مقیم ہوئے اور آپ ﷺ جس وقت اس میں پہنچے اس کی خوشبو سے معطر پھیل گئی۔

بعد تشریف آوری کے مدینہ میں عبداللہ بن سلام جو علمائے یہود میں تھے آپ ﷺ کی ملاقات کے لئے آئے۔ اور آپ ﷺ سے تین سوال کئے اور جواب صحیح پا کر ایمان لے آئے۔

ہجرت کا سال اول:

جہاد فرض ہوا۔ حضرت حمزہؓ کو تیس مہاجرین کے ساتھ بھیجا کہ قافلہ قریش سے تعرض کریں۔ یہ ماجرا رمضان میں ہوا اور حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کو ساٹھ مہاجرین کے ساتھ بطن رابغ کی طرف شوال میں روانہ کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بیس مہاجرین کے ساتھ خرار کی طرف کہ ایک موضع ہے قریب جحفہ کے ذیقعدہ میں روانہ کیا کہ قافلہ قریش سے تعرض کریں۔ یہ سب سریے تھے۔ پھر صفر میں غزوہ ابواء واقع ہوا اس میں خود تشریف فرما ہوئے۔ ابواء ایک گاؤں تھا درمیان مکہ اور مدینہ کے اس کو غزوہ ودان بھی کہتے ہیں۔ اور اسی سال آغاز اذان کا ہوا اور اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رخصت ہو کر آئیں اور اسی سال مہاجرین وانصار کے درمیان عقد اخوت مقرر رہوا۔

سال دوم:

ربیع الاول میں غزوہ بواط واقع ہوا کہ ایک مقام ہے ناحیہ رضوی میں۔ قافلہ قریش سے تعرض مقصود تھا مگر مقابل نہیں ملا پھر غزوہ عشیرہ (بطن عین) واقع ہوا کہ ایک زمین ہے بنی مدلج کی۔ ناحیہ ینبع میں جمادی الاولیٰ والاخری میں اور اس میں قافلہ قریش سے تعرض کا ارادہ تھا جو مکہ سے شام کو جاتا تھا مگر ملا نہیں اور یہ وہی قافلہ تھا جس کی واپسی کے وقت آپ ﷺ پھر تشریف لے گئے تھے اور وہ انہیں ملا اور غزوہ بدر کا سبب ہو گیا۔ اسی لئے اس غزوہ عشیرہ کو غزوہ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں۔ پھر رجب میں عبداللہ بن جحش اسدی بطن نخلہ کی طرف بھیجا اور اسی واقعہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ **یسئلونک عن الشهر الحرام قتال فیه** اور سب سے زیادہ عظیم الشان غزوہ بدر رہا جس کا لقب بدر کبریٰ ہے۔ رمضان میں آپ ﷺ نے خبر سنی کہ قافلہ قریش شام سے مکہ کو جا رہا ہے۔ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر جو کہ تین سو تیرہ تھے اس کے تعرض کے لئے چلے۔ یہ خبر مکہ پہنچی تو کفار قریش ایک ہزار مسلح آدمی لے کر روانہ ہوئے اور گو قافلہ دوسرے راہ سے نکل کر مکہ جا پہنچا مگر یہ قریش کے لوگ بھی اس غرض سے چلے کہ مقام بدر پر جا کر ڈیرہ ڈالیں گے اور خوب جشن کریں گے تا کہ تمام عرب میں ہماری ہیبت چھا جاوے اور یہ احتمال بھی نہ تھا کہ تین سو آدمی وہ بھی بے سروسامان ہم سے مقابل ہوں گے۔ مفت میں نیک نامی ہاتھ آوے گی۔ اللہ تعالیٰ کو اسلام کا اعزاز اور کفر کا اذلال مقصود تھا۔ باہم مقابلہ ہوا اور اہل اسلام مظفر ومنصور اور کفار مقتول واسیر ومخذول ہوئے۔ سورۂ انفال میں یہی قصہ ہے اور اس تمام قصہ سے شوال میں فراغ ہو گیا۔ پھر سات روز بعد بنی سلیم کے غزوہ کے لئے تشریف لے گئے۔ مگر لڑائی نہیں ہوئی۔

پھر بدر کے دو مہینہ بعد غزوہ سویق ہوا۔ وہ اس طرح ہوا کہ جب کفار بدر میں شکست کھا کر مکہ پہنچے تو ابوسفیان دو سو سوار لے کر با ارادہ جنگ مدینہ کو چلے۔ مدینہ کے قریب پہنچے تھے کہ مسلمانوں کو خبر ہو گئی۔ آپ ﷺ خود مسلمانوں کو لے کر چلے گئے۔ کفار بھاگ گئے اور بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو جو کہ زاد راہ تھا پھینک گئے۔ اس لئے اس کا لقب غزوہ سویق ہوا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ میں ہوا۔ پھر بقیہ ذی الحجہ مدینہ میں قیام فرمایا اس کے بعد نجد کو غطفان سے غزوہ کرنے کے لئے چلے اور ختم سفر تک وہاں قیام کیا مگر لڑائی نہیں ہوئی۔ اور اسی سال نصف شعبان میں تحویل قبلہ ہوئی اور زکوٰۃ فرض ہوئی قبل فرض ہونے روزہ کے اور آخر شعبان میں روزہ فرض ہوا اور آخر رمضان میں صدقہ فطر واجب ہوا اور عیدین کی نماز اور قربانی اسی سال مقرر ہوئیں۔ اور جمعہ اس سے پہلے سال میں فرض ہو گیا تھا۔ اور اسی سال مراجعت بدر کے ایک روز قبل آپ ﷺ کی صاحبزادی بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی اور آپ ﷺ نے اس کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوسری صاحبزادی کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ حضرت

عثمانؓ اسی سبب سے ذی النورین کہلاتے ہیں اور بدر ہی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

سال سوم:

بعد ربیع الاول کے پھر قریش کے تعاقب میں تشریف لے چلے اور نجران تک پہنچے اور ربیع اور جمادی الاولیٰ وہاں رہے مگر لڑائی نہیں ہوئی۔ پھر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ پھر بنی قینقاع کا کہ یہود مدینہ سے تھے بوجہ نقض عہد کے پندرہ روز محاصرہ فرمایا۔ پھر عبداللہ بن ابی کی سفارش پر چھوڑ دیا۔ یہ عبداللہ بن سلام کی برادری ہے اور اسی نقض عہد کے سبب کعب بن الاشرف کے قتل کا حکم دیا چنانچہ قتل کیا گیا اور اسی سال شوال کی ابتداء میں غزوہ احد واقع ہوا۔

طلحہ بن خویلد وسلمہ بن خویلد کے بغرض مقاتلہ آنے کی خبر سن کر حضرت ابوسلمہ کو ڈیڑھ سو مہاجرین و انصار کی ہمراہی میں مقابلہ کے لئے بھیجا۔ لڑائی نہیں ہوئی اور غنیم کے مواشی ہاتھ آئے۔ وہ لے کر مدینہ آ پہنچے پھر پانچویں محرم کو خالد بن سفیان کے لشکر جمع کرنے کی خبر سن کر حضرت عبداللہ بن انیس کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ وہ اس کو قتل کر کے اس کا سر لائے۔ بظاہر مسلمان ہوئے اور درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کچھ لوگ کر دیجئے کہ ہم کو احکام سکھلا دیں۔ آپ نے دس آدمی سات کر دیئے۔ جب یہ لوگ رجیع پر کہ ایک تالاب ہے قبیلہ ہذیل پہنچے تو ہذیل کو مدد کے لئے بلایا اور بدعہدی کی۔ بعضے اس وقت شہید ہوئے جیسے عاصمؓ اور بعضے پکڑ لئے گئے جیسے خبیبؓ اور بعد میں شہید کر دیئے گئے۔ آپ ﷺ نے ستر آدمی اصحاب میں سے کہ قراء کہلاتے تھے ساتھ کر دیئے۔ جب یہ حضرات بیرٔ معونہ میں پہنچے۔ کفار نے ان میں رعل و ذکوان وعصیہ بھی حسب روایت بخاری تھے تقریباً سب کو شہید کر ڈالا۔ عامر بن طفیل نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ یا تو مجھ کو ملک بانٹ دیجئے یا اپنے بعد مجھ کو اپنا خلیفہ بنا دیجئے ورنہ بڑا لشکر لا کر آپ ﷺ سے لڑوں گا۔ آپ ﷺ نے بددعا کی۔ اللھم اکفنی عامرا وہ طاعون سے مر گیا۔ آپ ﷺ نے ایک مہینہ تک ان قراء کے قاتلوں پر قنوت میں بددعا فرمائی۔ پھر وہ مسلمان ہو کر آ گئے۔ یہود بنی نضیر نے آپ ﷺ سے عہد کیا کہ ہم آپ ﷺ کے موافق رہیں۔ آپ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھلا کر باہم مشورہ کرنے لگے کہ دیوار پر سے ایک پتھر لڑھکا کر آپ ﷺ کو قتل کریں۔ آپ ﷺ کو وحی سے اطلاع ہو گئی آپ ﷺ اٹھ کر مدینہ تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے کہلا بھیجا کہ تم نے نقض عہد کیا ہے یا تو دس دن کے اندر نکل جاؤ ورنہ لڑائی ہوگی۔ وہ لڑائی کے لئے تیار ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان پر لشکر کشی کی اور ان کے قلعہ کو محصور کر لیا۔ آخر وہ تنگ ہو کر نکل جانے پر راضی ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب ہتھیار چھوڑ جاؤ اور جس قدر اسباب ہمراہ لے جا سکو لے جاؤ۔ بعضے خیبر میں جا بسے بعضے شام میں۔ بعضے اور جگہ۔ سورۂ حشر میں یہی قصہ ہے اور اسی سال شراب حرام ہوئی اور حضرت امام حسنؓ پیدا ہوئے۔

سال چہارم:

کچھ کفار جمع ہوئے ہیں مدینہ پر چڑھنا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ ایک ہزار آدمیوں کو لے کر روانہ ہوئے وہ خبر سن کر متفرق ہو گئے۔ آپ ﷺ چند روز وہاں مقیم رہ کر مدینہ تشریف لے آئے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اسی غزوہ میں ثابت بن قیس کے حصہ میں لگیں۔ انہوں نے مکاتب بنا دیا۔ حضور ﷺ نے بدل کتابت ادا کر کے ان سے نکاح فرمایا اور اسی غزوہ میں قصہ افک کا دردناک واقعہ ہوا۔ حی بن اخطب بنی نضیر میں بڑا مفسد تھا۔ یہ خیبر میں جا رہا تھا چند مفسدوں کو لے کر مکہ پہنچا اور قریش کو آپ ﷺ کی لڑائی کے واسطے آمادہ کیا اور تدبیر اور آدمیوں سے مدد دینے کا وعدہ کیا۔ مختلف قبائل مل کر دس ہزار ہو گئے اور مدینہ کو چلے۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر بمشورہ حضرت سلمانؓ مدینہ کے پاس بجانب کوہ سلع کے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ دوسری جانب شہر پناہ اور عمارات محکم تھیں اور بعد مرتب ہونے خندق کے ایک شخص نعیم بن مسعودؓ نے کہا کہ قبیلہ غطفان سے تھے اور تازہ مسلمان ہوئے تھے اور ہنوز ان کے اسلام کی کفار کو اطلاع نہ ہوئی تھی۔ عرض کیا کہ میں ایک تدبیر خلاف ڈالنے کی قریش اور بنی قریظہ میں کر سکتا ہوں کیونکہ میرے اسلام کی ان کو خبر نہیں۔ وہ میرا اعتبار کریں گے۔ آپ ﷺ نے حسب قاعدہ الحرب خدعۃ اجازت دی وہ بنی قریظہ میں گئے اور کہا کہ تم نے جو قریظہ اور غطفان سے موافقت اور محمد ﷺ سے عہد شکنی کی بے جا کیا۔ اگر یہ لوگ بے محمد ﷺ کے کام تمام کئے ہوئے پھر گئے۔ محمد ﷺ تم پر فوج

کشی کریں گے اور تم کو تنہا ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ یہود نے کہا کہ اب اس کی کیا تدبیر ہے۔ نعیم نے کہا کہ تم ان لوگوں کو کہلا بھیجو کہ چند سردار یا اولاد سرداروں کی تم کو بطور رہن یعنی اول کے دے دیں کہ تمہارے پاس رہیں۔ اگر محمد ﷺ تمہارا قصد کریں گے تو ان سرداروں کی حفاظت کی ضرورت سے یہ لوگ تمہاری مدد کو ضرور آئیں۔ اگر وہ لوگ اس کو منظور کرلیں تو سمجھ لو کہ دل سے ان کو تمہارا خیال ہے اور اگر نہ مانیں تو وہ دل سے تمہارے دوست نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم ابھی پیغام دیتے ہیں۔ پھر نعیم وہاں سے قریش کے پاس آئے اور اپنا خیر خواہ ہونا ظاہر کر کے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ قریظہ محمد ﷺ سے در پردہ مل گئے ہیں اور محمد ﷺ نے ان کو کہلا بھیجا ہے کہ ہمارا دل تب صاف ہو جب تم قریش میں سے کچھ اعیان ہمارے ہاتھ گرفتار کرادو سو انہوں نے اس کا وعدہ کرلیا ہے۔ سو اگر وہ تم سے آدمی طلب کریں تو ہرگز نہ دیجیو۔ اور وہاں سے اٹھ کر غطفان کے لوگوں سے بھی اس طرح کہہ دیا۔ قریظہ کی طرف سے یہاں وہی پیغام آیا۔ قریش نے انکار کردیا اور پورے طور سے ہر ایک کو دوسرے سے بدگمانی ہو کر اچھا خاصا بگاڑ ہوگیا۔ جب احزاب کو زیادہ دن گزر گئے۔ ادھر بنی قریظہ کی ناموافقت سے ان کے دل افسردہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پرزور ہوا نہایت تند بھیجی کہ خیمے اکھڑ گئے گھوڑے بھاگنے لگے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اب ٹھہرنا صلاح نہیں اور اسی رات لشکر کفار کا چلا گیا۔ جب آپ ﷺ بعد فتح غزوہ احزاب دولت خانہ میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نہارہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ فوراً بنی قریظہ پر چڑھائی کیجئے۔ آپ ﷺ نے اسی وقت لشکر روانہ کیا اور معہ لشکر بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا۔ انہوں نے گھبرا کر درخواست کی کہ ہم اس طرح اترتے ہیں کہ سعد بن معاذؓ جو ہمارے لئے حکم دیں ہم کو منظور ہے۔ انہوں نے بعد اترنے کے یہ حکم دیا کہ مردان کے قتل کئے جاویں اور عورتیں لڑکے لونڈی غلام بنائے جاویں۔ اور مال وجائیداد ان کا سب ضبط ہو۔ چنانچہ اس طرح کیا گیا اور اسی زمانہ میں ابو رافع یہودی قتل کیا گیا۔ یہ بڑا مالدار سوداگر تھا اور خیبر کے قریب ایک گڑھی میں رہا کرتا تھا۔ احزاب کو لڑائی کی ترغیب دینے میں بھی شریک تھا۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن عتیک کو چند انصاریوں پر سردار کر کے اس کے قتل کو بھیجا۔ انہوں نے پہنچ کر رات کو اس کو قتل کیا۔ پہلے غزوہ عسفان ہوا جس میں حسب روایت ترمذی ''صلوۃ الخوف'' نازل ہوئی اور اس کے بعد سریہ خبط کہتے ہیں جھڑے ہوئے پتوں کو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے شدت جوع سے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھائے تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو تین سو مہاجرین کے ساتھ بھیجا تھا اور عنبر ماہی اسی سفر میں دریا سے موج کے ساتھ کنارے پر آگئی تھی جو بہت بڑی تھی اور اس غزوہ کا نام غزوہ سیف البحر بھی ہے۔

سال پنجم:

آپ ﷺ بنی لحیان کی طرف غزوہ کے ارادے سے چلے وہ خبر سن کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ آپ ﷺ نے وہاں دو روز مقیم رہ کر فوج کے دستے مختلف جوانب بھیجے مگر وہ لوگ ہاتھ نہیں آئے۔ آپ ﷺ چودہ دن کے بعد واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ سریہ نجد بنی حنیفہ کے رئیس ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے اور وہ بعد گفتگو کے مسلمان ہوگئے۔ آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا۔ آپ ﷺ نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے یہ خواب بیان کیا۔ اصحاب تو شوق وتمنائے مکہ میں بیقرار تھے۔ خواب سن کر تیاری سفر کی کردی اور آپ ﷺ بھی مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ متصل مکہ کے پہنچ گئے اور قریش نے سن کر کہا کہ ہم مکہ میں ہرگز نہ آنے دیں گے۔ آپ ﷺ نے وہاں سے پھر کر حدیبیہ پر قیام کیا۔ یہ ایک کنواں ہے اس کے پاس میدان ہے۔ آپ ﷺ وہاں ٹھہرے پھر ایک دراز قصہ کے بعد جو کہ بخاری شریف میں مذکور ہے اس پر صلح ہوئی کہ اگلے سال آ کر عمرہ کریں اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں اور دس برس مدت صلح کی ٹھہری۔ اس عرصہ میں فیمابین (آپس میں) لڑائی نہ ہو اور آپ ﷺ کے حلیفوں سے قریش نہ لڑیں اور قریش کے حلیفوں سے آپ ﷺ نہ لڑیں۔ عکاشہ بن محصن کو چالیس ہمراہیوں کے ساتھ غمر کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ خبر سن کر بھاگ گئے اور ان کے دو سو اونٹ ہاتھ آئے جن کو لے کر مدینہ آ گئے زید بن حارثہ پندرہ آدمیوں کے ساتھ ان کی طرف روانہ کئے گئے اور بیس اونٹ ہاتھ آئے اور اسی مہینہ میں یہی زیدؓ عیص کی

جانب بھیجے گئے اور ابوالعاص بن ربیع آپ ﷺ کے داماد یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر قریش کا مال تجارت لئے ہوئے شام سے آتے تھے۔ وہ سب لے لیا گیا اور ابوالعاص نے مدینہ میں آ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ لی اور درخواست کی کہ یہ مال مجھ کو واپس کرا دو۔ حضور ﷺ نے سب مسلمانوں سے اجازت لے کر واپس کر دیا۔ انہوں نے مکہ میں آ کر سب کی امانتیں ادا کیں اور مسلمان ہو گئے۔ سریہ عبدالرحمٰن بن عوف کا شعبان میں دومۃ الجندل کی طرف بھیجا گیا تھا۔ وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور اسی سال شوال میں عرینین کے مقابلہ کے لئے سریہ کوز بن خالد فہری کا ہوا۔ بیس آدمی بھیجے تھے وہ لوگ پکڑے گئے اور قتل کئے گئے۔ جیسا کہ حدیثوں میں ہے غابہ ایک مقام ہے مدینہ طیبہ کے قریب ہے یہاں آپ کے کچھ اونٹ چر رہے تھے کہ عبدالرحمٰن فزاری راعی کو قتل کر کے اونٹ ہانک لے گیا۔ آپ کچھ آدمی لیکر تشریف لے چلے۔ سلمٰی بن اکوع نے اس روز بہت کام کیا اور ان کو ذی قرد تک بھگاتے چلے گئے اور سب اونٹ چھڑا لئے۔ صحیح مسلم میں مذکور ہے اور حضور ﷺ حدیبیہ سے مدینہ واپس آ کر بیس روز تقریباً ٹھہرے تھے کہ غزوہ خیبر واقعہ ہوا۔ آپ ﷺ وہاں صبح کو پہنچے وہ لوگ آلات زراعت لے کر صبح کو نکلے تھے کہ آپ ﷺ کو دیکھ کر قلعہ میں گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ آپ ﷺ نے محاصرہ کر لیا۔ سات قلعے خیبر میں تھے۔ سب قلعے بتدریج فتح ہو گئے۔ بعد فتح ہونے کے آپ ﷺ نے یہود خیبر کے جلاوطن ہونے کا حکم دیا اور ان کے اموال اور باغ اور زمین سب ضبط کر لئے۔ یہود نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کو یہاں کے تردد کے لئے مزدوروں کی حاجت ہوگی اگر آپ ﷺ ہم کو جلاوطن نہ کریں تو یہ کام ہم کریں گے۔ آپ ﷺ نے یہ بات ان کی قبول فرمائی۔ اور ارشاد کیا کہ جب تک ہم چاہیں تمہیں رکھیں گے جب چاہیں نکال دیں گے۔ پیداوار میں سے نصف حصہ انکا مقرر کر دیا پھر حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب کہ جزیرہ عرب کو کفار سے خالی کرانا منظور ہوا تو یہود خیبر کو بھی نکال دیا۔ وہ سب شام کو چلے گئے۔ منجملہ غنائم خیبر کے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت دحیہؓ کے حصہ میں آئیں تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے لے کر آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ آپ ﷺ خیبر میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب مع اور مہاجرین حبشہ کے وہیں تشریف لائے اور انہی کے ساتھ کشتی پر حضرت ابوموسیٰ اشعری مع اسعرین کے آئے اور خیبر میں ہی ایک یہود نے دست کے گوشت میں زہر ملا کر آپ ﷺ کو دیا۔ آپ ﷺ نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ اس دست گوشت نے مجھ سے کہہ دیا ہے کہ مجھ میں زہر ملا ہے اور اسی غزوہ میں گدھے کے گوشت کی حرمت بیان فرمائی اور اسی غزوہ میں متعہ کی ممانعت فرمائی اور غزوہ اوطاس میں پھر مباح ہوا تھا پھر حرام ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ متعہ حرام ہے قیامت تک۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔ پھر آپ ﷺ خیبر سے فارغ ہو کر وادی القریٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہاں کچھ یہود اور کچھ عرب تھے بعد جنگ کے وہ بھی فتح ہوا اور آپ ﷺ وادی القریٰ میں چار روز رہے۔ جب یہود تیماء کو یہ خبریں پہنچیں۔ انہوں نے آپ ﷺ سے صلح کر لی اور اپنے اموال پر قابض رکھے گئے۔ حضرت عمرؓ نے خیبر اور فدک والوں کو نکالا تھا اور تیماء اور وادی القری والوں کو اس لئے نہیں نکالا کہ یہ مواضع شام میں سے ہے۔

۱- سریہ ابی بکرؓ بجانب نجد بنی فزار آرہ کے مقابلہ میں۔
۲- سریہ عمرؓ بجانب ہوازن۔
۳- سریہ عبداللہ بن رواحہ بجانب بشیر بن دارام یہودی۔
۴- سریہ بشیر بن سعد بجانب بنی مرہ۔
۵- ایک سریہ بجانب حرقات از قبیلہ جہینہ۔
۶- سریہ غالب بن عبداللہ کلبی بجانب بنی الملوع بمقام کرید۔
۷- سریہ بشیر بن سعد بجانب جماعت عیینہ ازیم وغطفان وحیان۔
۸- سریہ ابی حدرد اسلمی۔
۹- ایک سریہ بجانب اضم۔
۱۰- سریہ عبداللہ بن حزافہ سہمی اور خیبر کے بعد ایک غزوہ ذات الرقاع ہوا اس میں غطفان سے مقابلہ ہوا اور اس کو غزوہ نجد اور غزوہ بنی انمار بھی کہتے ہیں اور اسی سال قحط پڑا آپ ﷺ کی دعا سے پانی برسا رمضان میں۔

نمبر۷: اوپر کے بعض سرایا اسی سنہ میں ہوئے مگر تاریخ متمیز نہ ہونے سے میں نے سب کو تبعاً خیبر کے ذیل میں ذکر کر

دیا اسی سنہ میں ذیقعدہ کے مہینہ میں عمرۃ القضا واقع ہوا صلح حدیبیہ میں جو شرط ٹھہری تھی اس کے موافق حدیبیہ کے ایک سال بعد ذیقعدہ میں آپ عمرۃ القضا کے لئے مکہ کو مع اصحاب تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ سفر حدیبیہ میں جو لوگ ساتھ تھے وہ ضرور چلیں مکہ پہنچ کر عمرہ کیا اور وہاں حضرت میمونہ بن حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور تیسرے دن حسب شرط مدینہ کو روانہ ہوئے اور اسی روانگی کے وقت حضرت حمزہ کی بچی آپ ﷺ کے پیچھے پکارتی ہوئی ہولی آپ ﷺ نے اس کی خالہ کو جو حضرت جعفرؓ کے نکاح میں تھیں سپرد کر دی۔

سال ہفتم:

غزوہ موتہ یہ جمادی الاولیٰ میں ہوا۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ آپ ﷺ کا ایک قاصد حارث بن عمیر آپ ﷺ کا نامہ مبارک حاکم بصریٰ کے پاس لئے ہوئے جاتا تھا راہ میں حاکم شہر موتہ نے کہ ارض شام سے ہے جس کا نام شرجیل بن عمرہ غسانی تھا اس کو قتل کر ڈالا آپ ﷺ نے اس قاتل پر تین ہزار کا لشکر بھیجا اور حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جاویں تو جعفر بن ابی طالبؓ کو امیر بنادیں اور جو وہ بھی شہید ہو جاویں تو عبداللہ بن رواحہؓ کو اور جو وہ بھی شہید ہو جاویں تو ایک مسلمان کو مسلمانوں میں سے چنانچہ سب اسی ترتیب سے شہید ہوئے تب مسلمانوں نے حضرت خالد بن الولیدؓ کو امیر کیا اور لڑائی فتح ہوئی غزوہ ذات السلاسل ہوا آپ ﷺ نے سنا تھا کہ قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ کی طرف آنا چاہتی ہے آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو تین سو آدمی کے ہمراہ اس طرف روانہ کیا پھر آپ ﷺ کو خبر ملی کہ مجمع اعداء کا زیادہ ہے تو دو سو آدمی دے کر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو بھیجا اور ان میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ یہ لوگ بڑھتے چلے جاتے تھے کچھ غنیم ملے مسلمانوں نے حملہ کیا تو سب بھاگ کر متفرق ہو گئے۔ غزوہ ذی الخلصہ کا بھی ذکر کیا ہے جس میں آپ ﷺ نے جریر بن عبداللہ کو احمس کے ڈیڑھ سو سوار کے ساتھ ایک مکان کے منہدم کرنے کو بھیجا تھا جو قبیلہ خثعم میں کہ اہل یمن میں سے تھے کعبہ کے نام سے مقرر کیا تھا پھر اسی سال رمضان میں فتح مکہ ہوا اعظم فتوح اور مدار اعزاز اسلام آپ ﷺ نے قریش کی اس عہد شکنی کی خبر پا کر تیاری لشکر کشی کی مکہ پر فرمائی اور مع لشکر مہاجرین وانصار و دیگر قبائل عرب کوچ فرمایا بارہ ہزار آدمی لشکر ظفر پیکر میں تھے موکب ہمایوں داخل مکہ ہوا اور قتال ہوا بہت کفار مارے گئے اور بڑے بڑے سردار قریش شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور جو حاضر ہوئے ان کی جان بخشی فرمائی گئی اور اس روز تھوڑی دیر کے لئے حرم میں قتال کی اجازت حق تعالیٰ کی طرف سے ہو گئی تھی اور فتح کا قصہ نہایت مبسوط ہے تواریخ حبیب الہ میں دیکھ لیا جاوے یہاں اختصار مدنظر ہے اور آپ ﷺ نے خانۂ کعبہ کے بتوں کو خود نیست و نابود کیا اور بعضے بت نواح مکہ میں تھے ان کے توڑنے مٹانے کے لئے سرایا روانہ فرمائے چنانچہ حضرت خالدؓ کو عزیٰ کے مٹانے کو کہ قریش اور بنی کنانہ کا بت تھا اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو سواع کی طرف کہ ہذیل کا بت تھا اور سعد بن زید اشہلیؓ کو مناۃ کی طرف کہ مشلل میں قدید کے قریب اوس اور خزرج وغسان وغیرہم کا بت تھا روانہ کیا اور یہ سب کارگزاری کر کے آ گئے۔ آپ ﷺ وہاں کے ان کفار پر کہ بقصد جنگ جمع ہو کر نکلے تھے بارہ ہزار آدمی کا لشکر لے گئے اور قتال شروع ہوا درمیان میں کچھ پریشانی لشکر اسلام میں شروع ہو گئی مگر انجام کار اللہ تعالیٰ نے فتح دی۔ یہ قصہ مقام حنین میں ہوا پھر کفار حنین سے بھاگ کر اوطاس میں جمع ہو گئے لشکر اسلام سے وہاں بھی شکست پائی اور اس کے بعد شوال کے مہینہ میں آپ ﷺ نے طائف کا کہ وہاں بنی ثقیف تھے محاصرہ کیا یہ لوگ اوطاس سے بھاگ کر طائف میں قلعہ کے اندر پناہ گزین ہو گئے تھے خود حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے اور لات بت ان کے ہاں تھا وہ بھی توڑا گیا فزاری کو بنی تمیم کی طرف پچاس سوار کے ساتھ غزوہ کے لئے بھیجا وہ لوگ مقابلہ سے بھاگے اور کچھ مرد وعورتیں گرفتار ہوئے اور مدینہ لائے گئے بعد مقابلہ مسلمان ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو خوب عطیہ بھی دیا۔ اسی سال حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادہ حضور اقدس ﷺ کے پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

سال ہشتم:

ایک لشکر بنی کلاب کی طرف بھیجا اور بعد قتال کے کفار کو ہزیمت ہوئی۔ پھر ربیع الاخر میں علقمہ بن مجزر مدلجی کو حبشہ کی طرف بھیجا اور کفار بھاگ گئے۔ حضرت علیؓ کو ایک بت خانہ منہدم کرنے بھیجا۔ حاتم طائی اسی قبیلہ سے تھا۔ چنانچہ وہ بت خانہ منہدم کیا گیا اور کچھ قیدی پکڑے گئے۔ حاتم کے بیٹے عدی بھاگ گئے اور ان کی بہن قید کی گئی۔ آپ ﷺ نے ان کی بہن کو اس کی درخواست پر رہا کر دیا اور سواری بھی دی۔ اس نے عدی سے جا کر تعریف کی۔ عدی آئے اور مسلمان ہو گئے۔ غزوہ تبوک واقع ہوا۔ آپ ﷺ کو خبر پہنچی کہ ہرقل بادشاہ روم آپ ﷺ پر لشکر لاتا ہے۔ آپ ﷺ کو مناسب معلوم ہوا کہ خود اس پر لشکر لے جاویں۔ قبائل عرب کو کہلا بھیجا۔ بہت آدمی جمع ہوئے۔ تیس ہزار آدمی اس غزوہ میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ مع لشکر موضع تبوک میں پہنچے اور متوقف ہوئے اور ہرقل نے مارے ڈر کے کہ آپ ﷺ کو پیغمبر برحق سمجھتا تھا ادھر رخ نہ کیا۔ آپ ﷺ نے اطراف وجوانب میں لشکر بھیجے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ کو اکیدر حاکم دومۃ الجندل کی طرف بھیجا۔ وہ اس کو گرفتار کر کے لائے۔ بعض نے کہا مسلمان ہو گیا۔ ابو عامر راہب ایک بڑا مفسد قوم خزرج سے تھا۔ منافقین کو کہلا بھیجا کہ ایک مسجد بنا دیں وہ جگہ مشورہ کی ہو گی۔ وہ سفر تبوک سے پہلے مسجد قبا کے متصل بنوا چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر پر مطلع فرمایا اور یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا۔ آپ ﷺ نے اس کو کھدوا ڈالا اور جلا دیا اور اسی سال حج فرض ہوا۔ اسی سال حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا۔

سال دہم:

اس میں آپ ﷺ خود حج کو تشریف لے گئے۔ اور آپ ﷺ نے ایسی باتیں فرمائیں جیسے کوئی وداع کرتا ہے۔ ایک لاکھ آدمی سے زیادہ جمع ہو گئے تھے اور اسی حج میں عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم اور اسی حج سے واپس ہوتے ہوئے ایک منزل غدیر خم نام میں خطبہ تاکید محبت کا حضرت علیؓ کے ساتھ فرمایا۔ کیونکہ بعض لوگوں نے جو یمن میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے ان کی بیجا شکایتیں آپ سے کی تھیں۔

من القصیدۃ:

ترجمہ: آپ ﷺ کفار سے ہر میدان میں جنگ لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ بسبب نیز ہائے مجاہدین کے اس گوشت بے حس وحرکت کے مشابہ ہو گئے جو تختہ قصاب پر رکھا ہو۔

۲- دین اسلام دریائے لشکر کو جو گھوڑے تیز و نرم رفتار پر سوار ہے کھینچ رہا ہے۔ ایسے حال میں کہ وہ دریا دلیروں کی موج کو جو باہم متصادم ہے پھینک رہا ہے۔ (یعنی دلیروں کی صفیں آپس میں متلاطم ہیں)

۳- لشکر اسلام (ثبات قدم میں) پہاڑوں کی مانند ہے (اگر تجھ کو میرے قول کا یقین نہیں آتا تو) ان کا حال (وکیفیت استقلال) ان کے مقابل سے دریافت کر لے کہ اس نے جنگ گاہ میں کیا حال دیکھا ہے۔

۴- اور ان کا حال مقامات جنگ سے یعنی حنین سے اور بدر سے اور احد سے کفار کے انواع موت کو پوچھ لے۔ جوان کے حق میں وبا سے بھی زیادہ سخت ہیں ضرر میں۔

۵- اور جس کی نصرت بذریعہ رسول ﷺ ہو گی اگر اس کو شیر اپنے میٹھوں میں ملے تو وہ دم بخود رہ جاویں۔

اعتقاد تھا کہ اہل باطل کعبہ پر غالب نہ آویں گے۔ بعد فتح مکہ کے سب عرب کا اعتقاد حقیقت اسلام کا ہوا اور فوج در فوج اہل عرب اسلام میں داخل ہوئے اور قریات اور قبائل کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ کچھ آدمی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں واسطے سیکھنے شرائع اسلام کے بھیج دیتے وہ لوگ جو حضور ﷺ میں حاضر ہوتے تھے وفد کہلاتے تھے۔ آپ ﷺ وفود کی بہت خاطر داری اور توقیر کرتے اور انعام دے کر رخصت کرتے۔ نیز عام اہل عرب اس کے بھی منتظر تھے کہ آپ ﷺ کا معاملہ آپ کی قوم سے کیا ہوتا ہے۔ قریش کے اسلام قبول کرنے سے بھی اور لوگ نرم ہوئے۔ اکثر وفود تبوک کے بعد حاضر ہوئے۔ وفد بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب بھی آیا تھا اور ان میں بعضے لوگ مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہو گئے تھے۔

من القصیدۃ:

اے بہترین ان کے کہ سائل دوڑتے ہوئے اور تیز رواونٹنیوں کی پشتوں پر سوار ہو کر ان کی درگاہ کا قصد کرتے ہیں (جیسے وفود آتے ہیں)

اور اے وہ ذات کہ وہ بڑی نشانی ہے متامل کے لئے اور وہ بڑی نعمت ہے قدردان کے لئے (کہ آپ ﷺ کی قدر سمجھ کر وفود آتے تھے)

اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں ہر ایک مجیب دعوت حق ہے (کہ آپ ﷺ نے جہاں بھیج دیا چلے گئے) اور امیدوار (عطائے حق) ہے (کہ ثواب کے لئے چلے گئے) جو حملہ کرتا ہے بذریعہ ایسے حربہ کے جو کفر کی بیخ اکھاڑ کر پھینک دے۔ یہاں تک کہ ملت اسلام اپنی غربت اور کمزوری کے بعد متصل القرابۃ ہو گئی۔ اس حال میں کہ وہ ملت اسلام ان سے ملحق وملصق ہے۔ (یعنی ایسی حمایت کی جیسے وہ ان کی قرابت دار ہو چنانچہ وہ اسلام کی خدمات بجالائے۔)

ہرقل شاہ روم کو دحیہ بن خلیفہ کے ہاتھ نامہ مبارک روانہ فرمایا اور وہ باوجود یقین نبوت کے ایمان نہیں لایا۔

کسریٰ شاہ فارس کو عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ۔ اس نے نامہ مبارک کو پھاڑ ڈالا۔ آپ ﷺ نے سن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کر دے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نجاشی شاہ حبشی کو عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ۔

مقوقس شاہ مصر کو حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ یہ ایمان نہیں لایا مگر ہدایا بھیجے۔

منذر بن ساوی شاہ بحرین کے علاء بن الحضرمی کے ہاتھ۔ یہ مسلمان ہو گئے اور بدستور بر سر حکومت قائم رکھے گئے۔

دو بادشاہ عمان جیفر بن جلندی وعبد بن جلندی کو عمرو بن العاص کے ہاتھ اور یہ دونوں مسلمان ہو گئے۔

ہوزہ بن علی حاکم یمامہ کو سلیط بن عمرو عامری کے ہاتھ۔ وہ مسلمان نہیں ہوا۔

حارث بن ابی شمر غسانی حاکم غوطہ دمشق کو شجاع بن وہب کے ہاتھ حدیبیہ سے واپس ہونے کے زمانے میں۔

جبلہ بن ایہم غسانی کو شجاع بن وہب کے ہاتھ جب آپ ﷺ تبوک سے تشریف لے آئے تو شاہان حمیر نے ملک یمن سے عرائض مشعر اپنے اسلام کے قاصدوں کے ہاتھ بھیجے ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) حارث بن عبد کلال' (۲) نعیم بن عبد کلال' (۳) نعمان حاکم ذورعین ومعافر وہمدان' (۴) زرعہ ذویزن یہ سب ملوک یمن ہیں اور (۵) فروہ بن عمرو نے جو کہ سلطنت روم کی جانب سے عامل تھا اپنے اسلام کی خبر قاصد کے ہاتھ بھیجی۔ اہل روم نے اول اس کو قید کیا اور پھر قتل کر دیا۔ (کذافی سیرت ابن ہشام)

(۶) باذان صوبہ دار یمن از جانب کسریٰ مع اپنے دونوں بیٹوں اور ان لوگوں کے جو اہل فارس اور اہل یمن سے اس کے پاس تھے اسلام لایا اور اپنے اسلام کی خبر آپ ﷺ کے پاس بھیج دی۔ (کذافی تواریخ حبیب الہ مع قصہ سبب اسلامیہ)

یہ سب مکتوب الیہ اور کاتب مل کر پندرہ ہوئے اور سیرۃ ابن ہشام میں رفاعہ بن زید جذامی کے ہاتھ کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے ان کی قوم کی طرف ایک فرمان لکھ دینا اور ان لوگوں کا مسلمان ہو جانا مذکور ہے اور بخاری کی شرح کرمانی میں ملوک یمن میں سے ذوالکلاع الحمیری اور ذوعمرو کا مسلمان ہو کر حضور میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہونا مگر آپ ﷺ کی حیات میں نہ پہنچ سکنا لکھا ہے۔

معجزات النبی الحبیب ﷺ

جن کا عورتوں کو چھوڑ دینا:

کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گاؤں میں ایک عورت نوجوان ہے اس پر ایک جن عاشق ہوا ہے نہ کھاتی ہے، نہ پیتی ہے جیسے چاند کا ٹکڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا اے جن تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں محمد رسول اللہ ہوں اس عورت کو چھوڑ دے اور چلا جا آپ ﷺ کے یہ فرماتے ہی وہ عورت ہوشیار ہوگئی اور نقاب منہ پر کھینچ لیا اور مردوں سے شرم کرنے لگی اور بالکل صحیح ہوگئی۔

جنیہ کا توبہ کرنا:

ترمذی نے حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کیا ہے کہ ان کے ایک بخاری میں خرما بھرے تھے سو ایک جنیہ آ کر اس سے نکال لے جاتی۔۔۔بسم اللہ اجیبی رسول اللہ یعنی اللہ کا نام لے کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر چل سو انہوں نے اس کو پکڑ لیا پھر اس کے قسم کھانے پر کہ اب نہ آؤں گی چھوڑ دیا تھا الی آخر الحدیث۔

عالم علوی افلاک و کواکب چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا

کواکب کے متعلق اور معراج میں سموات کے طے کرنا افلاک کے متعلق صریح اور عظیم معجزے ہیں

سراقہ پر بددعا کا اثر:

عالم بساط یعنی عناصر معلق خاک جیسے صحیحین میں حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ ہمارا پیچھا کیا (یعنی سفر ہجرت میں) سراقہ بن مالک نے سو میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایک شخص نے آلیا آپ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنی غم مت کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر آپ نے سراقہ کے لئے بددعا کی سو اس کا گھوڑا پیٹ تک سخت زمین میں گھس گیا اور اس نے کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں صاحبوں نے میرے لئے بددعا کی ہے اب دعا کرو میں نجات پاؤں اور میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے طلب کرنے والوں کو میں پھیروں گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نجات کے لئے دعا کی سو اس نے نجات پائی اور پھر گیا اور جو کوئی اسے ملتا تھا اسے پھیر دیتا تھا اور کہہ دیتا کہ ادھر کوئی نہیں ہے۔اھ

غیب سے پانی کا انتظام ہو جانا:

(۱۵) متعلق آب جیسے صحیحین میں جابر سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں لوگ پیاسے ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک لوٹا تھا کہ اس سے آپ نے وضو کیا سب لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے لشکر میں نہ پینے کے لئے پانی ہے نہ وضو کے لئے مگر اسی قدر کہ آپ کے اس لوٹے میں ہے کیونکہ چاہ حدیبیہ میں بوجہ قلت پانی کے ایک قطرہ نہ رہا تھا۔ سب کھینچ لیا تھا رواہ البخاری پس آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کو لوٹے میں رکھا اور پانی آپ کے انگلیوں سے جوش مارنے لگا سو ہم سب آدمیوں نے پانی پیا اور وضو کیا۔

قلیل طعام میں برکت کا پیدا ہو جانا:

حضرت جابرؓ سے پوچھا گیا کہ تم سب کتنے آدمی تھے انہوں نے کہا کہ اگر لاکھ آدمی ہوتے تو کفایت کر جاتا دعوت کے لئے بکری کا بچہ ذبح کیا اور ایک صاع یعنی تین سیر سے کچھ زائد جو کا آٹا تیار کیا اور حضور میں آ کے چپکے سے اس کی اطلاع کی جابرؓ سے فرمایا کہ ہانڈی مت اتاریو اور آٹے کو مت پکائیو جب تک میں نہ آؤں جابرؓ کہتے ہیں کہ ہزار آدمی تھے قسم ہے خدا کی سبھوں نے کھایا اور ہماری ہانڈی ویسی ہی خوشی میں رہی اور آٹا اتنا ہی رہا جتنا پہلے تھا اس سے عالم آتش میں بھی ایک امر خارق ظاہر ہوا کہ آگ کا اثر شوربے میں کہ کم کر دینا ہے واقع نہیں ہوا۔ (بلکہ بالعکس وہ افزونی کا سبب بن گئی جیسا چولھے پر سے اتارنے کی ممانعت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس افزونی میں آگ کو بھی دخل ہے۔

دشمن پر تیز ہوا کا چلنا وغیرہ

متعلق ہوا جیسے اسی غزوہ خندق میں واقع ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار پر پروائی ہوئی ٹھنڈی ہوا بھیجی کہ خوب کڑا کے کا جاڑ

آپڑا اور ہوا نے ان کو نہایت عاجز و تنگ کیا غبار بے شمار ان کے مونہوں پر ڈالا اور آگ ان کی بجھا دی اور ہانڈیاں ان کی الٹ دیں اور میخیں ان کی اکھاڑ دیں کہ خیمے ان کے گر پڑے اور گھوڑے ان کے کھل کر آپس میں لڑنے لگے اور چھوٹ کر لشکر میں دند مچا دیا اس وقت آپ ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو کفار کی خبر لانے کے لئے مامور فرمایا اور شدت سردی سے محفوظی کے لئے دعا فرمائی حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ یہ برکت دعا کے مجھے جانے آنے میں مطلق سردی نہ معلوم ہوئی بلکہ ایسا حال تھا کہ گویا میں حمام میں چلا جاتا ہوں۔ بعضیه من تواریخ حبیب اللہ

ف: ایسی سخت ہوا کا اُن پر اثر نہ کرنا صریح خارق ہے۔

عالم کائنات الجو

ایسے صحیحین میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قحط ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ فرما رہے تھے ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مال ہلاک ہو گیا اور عیال بھوکوں مرتے ہیں آپ مینہ کے واسطے دعا کیجئے آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس وقت آسمان پر ٹکڑا بھی ابر کا نہ تھا۔ قسم خدا کی ہنوز آپ ہاتھ رکھنے نہیں پائے کہ ابر مانند پہاڑوں کے ہر طرف سے گھر آیا آپ منبر سے اترنے نہیں پائے تھے کہ ریش مبارک سے قطرات مینہ کے گرنے لگے سو اس دن سے دوسرے جمعہ تک مینہ برسا پھر جمعہ کے دن اسی اعرابی نے یا کسی اور شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ مکانات گر پڑے اور مال ڈوب گیا آپ دعا فرمائیے کہ مینہ تھم جاوے آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ گرد ہمارے برسے اور ہم پر نہ برسے اور جدھر ابر کی طرف آپ نے اشارہ کیا وہیں کھل گیا سو مدینہ میں تو بالکل پانی کا برسنا موقوف ہو گیا اور گرد مدینہ کے برستا رہا اطراف سے جو لوگ آتے تھے کثرت مینہ کی بیان کرتے تھے۔

ف: آپ ﷺ کی دعا سے ابر کا فوراً اٹھ آنا اور اشارہ سے ابر کا ہٹ جانا ان دونوں میں ظہور ہے معجزے کا سحاب میں اور جیسے جلالین میں جس کو کمالین نے نسائی و ابن جریر و بزار کی طرف منسوب کیا ہے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کے پاس دعوت اسلام کے لئے آپ نے کسی کو بھیجا اس نے آپ ﷺ کی اور حق تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ کہا کہ رسول اللہ کون ہوتے ہیں اللہ کیا ہوتا ہے سونے کا یا چاندی کا یا تانبے کا معاً اس پر بجلی گری اور اس کی کھوپڑی اڑا دی۔

ف: اس واقعہ میں آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کو بھی ظاہر ہے کہ دخل ہے اعتبار سے ظہور ہے معجزہ کا صاعقہ میں کہ کائنات جو سے ہے۔

عالم جمادات و عالم نباتات:

ترمذی نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا سو آپ بعض اطراف مکہ کی طرف نکلے اور میں بھی ساتھ تھا سو جو پہاڑ دریا درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا تھا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ پہاڑ جمادات سے اور درخت نباتات سے سو دونوں میں ظہور معجزہ کا ہوا صحیح بخاری جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبے کے وقت ایک ستون مسجد پر کہ چھوہارے کے درخت کا تھا تکیہ لگا لیتے تھے جب منبر بنا تب آنحضرت ﷺ نے منبر پر خطبہ پڑھنا شروع کیا یکبارگی وہ ستون چھوارے کا چلا کے اس زور سے رونے لگا کہ قریب تھا کہ پھٹ جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اترے اور اس ستون کو اپنے بدن مبارک پر چمٹا لیا سو وہ ستون ہچکیاں لینے لگا جس طرح وہ لڑکا جو رونے سے چپ کرایا جاتا ہے ہچکیاں لیتا ہے یہاں تک کہ تھم گیا حضرت جابر نے فرمایا کہ وہ ہمیشہ ذکر سنا کرتا تھا اب جو نہ سنا تو رونے لگا۔

ف: یہ ستون باعتبار اصلی حالت کے نباتات سے ہے اور باعتبار موجودہ حالت کے جمادات سے پس اس معجزہ کو دونوں قسموں سے تعلق ہوا اور اس گریہ میں جس طرح مفارقت ذکر کو دخل ہے اسی طرح مفارقت ذاکر یعنی ذات مقدسہ نبویہ کو رونا سینہ سے لگانے سے خاموش ہو جانا پس اس حیثیت سے

یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔

ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھوڑے چھوارے لایا اور عرض کیا کہ ان چھواروں کے لئے دعائے برکت کر دیجئے آپ نے چھواروں کو اکٹھا کر کے ان میں دعائے برکت کی اور مجھ سے فرمایا کہ انہیں لے کر اپنے توشہ دان میں ڈال رکھو جب تمہارا جی چاہے اس میں سے ہاتھ ڈال کر نکال لو مگر اسے جھاڑنا مت۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ان چھواروں میں ایسی برکت ہوئی کہ میں نے اتنے وسق کہ ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع وہ ظرف ہے جس میں ساڑھے تین سیر گندم سما سکیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کئے اور ہمیشہ اس میں سے ہم کھاتے اور کھلاتے رہے کہ وہ توشہ دان ہمیشہ میری کمر میں لگا رہتا تھا یہاں تک کہ بروز شہادت حضرت عثمان کے کہ قریب تیس برس کے زمانہ ہوتا ہے) میری کمر میں سے کٹ کر کہیں گر پڑا اور جاتا رہا۔

ف: یہ معجزہ ایسی چیز میں ظاہر ہوا جو اصل میں نباتات کا ثمرہ ہے اور فی الحال جماد ہے اس کو بھی دونوں سے تعلق ہوا۔

عالم حیوانات ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ تھا بڑا خونخوار جو کوئی باغ میں جاتا اس پر دوڑتا اور کاٹنے کے لئے جھپٹتا آپ نے اس کی ناک میں مہار ڈال دی اور فرمایا جتنی چیزیں آسمان اور زمین میں ہیں سب جانتی ہیں کہ میں رسول خدا ہوں سوا نافرمان جن اور انس کے۔

بیہقی نے سفینہ سے روایت کی ہے کہ میں دریائے شور میں تھا جہاز ٹوٹ گیا میں ایک تختہ پر بیٹھ گیا بہتے بہتے ایک نیستان میں پہنچا وہاں مجھ سے ایک شیر میری طرف آیا میں نے کہا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام آزاد ہوں وہ شیر میری طرف بڑھا آیا اور اپنا کندھا میرے بدن پر مارا پھر میرے ساتھ چلا یہاں تک کہ مجھے راہ پر کھڑا کر دیا اور تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر کر بار بار کچھ آوازیں کستا اور میرے ہاتھ سے اپنی دم چھوا دی میں سمجھا کہ مجھے رخصت کرتا ہے۔

بعض متفرق معجزات:

۱۔ اور اس ہاتھ سے بکری نے دودھ دیا اور اس میں سنگریزے بولے اور شاخیں اور درخت برگ دار ہو گئے۔

۲۔ اور قوم کفار اس ہاتھ کے خاک پھینک دینے سے اندھے ہو گئے اور اس ہاتھ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوتے تھے۔

۳۔ اور پانی کی شیرینی آپ کے لعاب مبارک کے سبب بڑھ گئی اور کھجور کا درخت اسی سال بارآور ہو گیا۔

۴۔ اور تنہ درخت کا آپ کی جدائی سے گریہ وزاری کرنے لگا یہاں تک کہ مجمع میں اس میں سے آواز نکل کر بلند ہو گئی۔

۵۔ اور بھیڑیے اور سوسمار نے دونوں نے سچی شہادت آپ کی رسالت کی دی اس کو حدیث روایت کرتی ہے۔

۶۔ اور اونٹ آپ سے اپنے مالک کی بے راہی کی شکایت کرتا تھا اور آنسو اس کی آنکھوں سے جاری تھے۔

۷۔ اور ایک بڑے لشکر کو ایک صاع سے کھانا کھلا کر شکم سیر کر دیا اور اس سے آسودہ کر دیا جب کہ اس لشکر کو تنگی نے مس کیا۔

۸۔ اے مخاطب آپ کے جو معجزات ظاہر ہوئے ان کے شمار کرنے کا قصد مت کرو مگر جس وقت کہ ریگ اور سن پاروں کا شمار کیا جاوے۔

۹۔ قرآن مجید کا معجزہ کافی معجزہ ہے کہ زمان طویل تک تلاوت کیا جاوے گا اور لکھا جاوے گا۔

۱۔ اس میں بہت سے مضامین ہیں سو نہ کوئی صحیفے ایسے ہیں جس کے معانی پر قرآن مشتمل نہ ہو اور نہ کتابیں ہیں۔

۲۔ سودہ قرآن شفا ہے جس سے قلوب زندہ ہوتے ہیں اس سے وعظ پند کا قبول کرنے والا فائز المرام ہوتا ہے۔ ۱۲ منہ

مرکوبات:

سات گھوڑے تھے جن کے یہ نام ہیں۔ سکب، مرتجز، طیف، لزاز، ظرب، سبحہ، ورد، اور پانچ خچر تھے ایک دلدل یہ مقوقس شاہ مصر نے بھیجا تھا دوسرا فضہ فروہ نے جو کہ قبیلہ جذام سے تھا بھیجا تھا تیسرا ایک سفید خچر تھا جس کو حاکم ایلہ نے پیش

کیا تھا اور ایک چوتھا اور تھا جو حاکم دومۃ الجندل نے بھیجا تھا اور بعض نے پانچواں بھی کہا ہے جو نجاشی شاہ حبشہ نے بھیجا تھا اور دراز گوش تین تھے۔ ایک عفیر جو شاہ مصر نے بھیجا تھا دوسرا اور تھا جو فروہ مذکور نے بھیجا تھا اور تیسرا حضرت سعد بن عبادہ نے پیش کیا تھا اور دو یا تین سانڈنیاں تھیں ایک قصویٰ دوسری عضباء تیسری جدعاء اور بعض نے یہ دونوں نام ایک کے کہے ہیں اور پینتالیس اونٹنیاں دودھ کی تھیں اور سو بکریاں تھیں اس سے زائد نہ ہونے دیتے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ایک بکری ذبح کر دیتے۔ (زاد المعاد)

کنیزیں:

سراری یعنی وہ کنیزیں جو ہم بستری کے لئے ہوں۔ حضرت ماریہ ان سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ریحانہ حضرت جمیلہ ایک اور جو حضرت زینب نے ہبہ کر دی تھی۔

اولاد:

اولاد اول صاحبزادہ قاسم آپ کی کنیت ابوالقاسم ان ہی سے ہے بچپن میں انتقال کر گئے پھر حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم و حضرت فاطمہ پیدا ہوئیں ان تینوں میں اختلاف ہے کہ بڑی کون سی ہیں پھر عبداللہؓ پیدا ہوئے طیب و طاہر ان ہی کے لقب ہیں یہ بقول صحیح بعد نبوت پیدا ہوئے ان کا بھی بچپن میں انتقال ہو گیا یہ سب حضرت خدیجہ سے ہیں پھر ۸ ہجری میں حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور شیر خوارگی میں انتقال کر گئے صرف حضرت فاطمہؓ آپ کی وفات کے وقت زندہ تھیں چھ ماہ بعد وفات پا گئیں۔

اعمام:

اعمام حضرت حمزہؓ حضرت عباسؓ ابوطالبؓ ابولہب زبیر عبد الکعبہ حارث مقول بعض نے یہ دونوں نام ایک ہی کے بتلائے ہیں ضرار قثم مغیرہ عیداق بعض نے ان دونوں کو ایک کہا ہے پس یہ بارہ ہوئے یا دس اسلام صرف دو لائے حضرت حمزہ حضرت عباسؓ بعض نے اور بھی اعمام لکھے ہیں۔

عمات:

عمات حضرت صفیہؓ (۱) یہ اسلام لائیں۔ (۲) عاتکہ (۳) اروی ان دونوں کے اسلام میں اختلاف ہے۔ (۴) برہ (۵) امیمہ (۶) ام حکیم۔

موالی:

موالی یعنی غلام و کنیز، حضرت زید بن حارثہ اسلم ابو رافع ثوبان ابو کبشہ، سلیم شقران رباح یسار مدعم کرکرہ انجشہ سفینہ انسیہ افلح عبد یہ طہمان کیسان ذکران مہران مروان بعض نے یہ پانچوں ایک ہی کے نام علی اختلاف الاقوال بتلائے ہیں حنین سندر فضالہ مابور واقد ابو واقد قام ابو طیب ابو مویہ یہ سب غلاموں کے نام ہیں اور کنیزیں تھیں سلمی ام رافع میمونہ بنت سعد خضیرہ رضوی ریشحہ ام ضمیر میمونہ بنت ابی عسیب ماریہ ریحانہ۔

خدام:

خدام یعنی گھر کے یا خاص خاص کاروبار کرنے والے حضرت انسؓ اکثر کام ان کے متعلق تھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نعل و مسواک کی خدمت ان کے سپرد تھی حضرت عقبہؓ بن عامر جہنی سفر میں خچر کے ساتھ رہتے اسلع بن شریکؓ یہ ناقہ کے ساتھ رہتے حضرت بلالؓ موذن آمد و خرچ ان کی تحویل میں ہوتا سعد حضرت ابوذرؓ غفاری ایمنؓ بن عبید ان کے متعلق وضو و استنجا کی خدمت تھی اور ان کی والدہ ام ایمن معیقیبؓ ان کے پاس انگشتری رہتی۔

مؤذنین:

کل چار تھے دو مدینہ میں حضرت بلالؓ اور حضرت ابن ام مکتومؓ اور ایک قباء میں حضرت سعد القرظ ایک مکہ میں حضرت ابومحذورہؓ۔

حارسین:

جو پہرہ چوکی دیتے تھے حضرت سعد بن معاذ یوم بدر میں اور حضرت محمد بن مسلمہؓ یوم احد میں اور حضرت زبیر بن

عوام یوم خندق میں اور عباد بن بشرؓ نے بھی بعض اوقات یہ کام کیا مگر جب آیۃ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی آپ نے پہرہ موقوف کیا۔

کاتبین یعنی آپ کے منشی:

حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن ارقمؓ، حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس، حضرت حنظلہؓ، ربیع اسدی، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت خالد بن الولیدؓ، حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص، حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان، حضرت زید بن ثابتؓ اور یہ اکثر اس کام کو کرتے تھے۔

ضارب اعناق:

یعنی جو لوگ آپ کی پیشی میں واجب القتل مجرموں کی گردن مارتے تھے۔ حضرت علیؓ حضرت زبیر بن عوام حضرت مقدادؓ بن عمرو حضرت محمد بن مسلمہؓ حضرت عاصمؓ بن ثابت ضحاکؓ بن سفیان۔

شعراء وخطباء:

یعنی اسلام کی حمایت میں نظم کہنے والے اور تقریر کرنے والے حضرت کعب بن مالکؓ حضرت عبداللہ بن رواحہ حضرت حسانؓ بن ثابت یہ سب شاعر تھے اور مقرر حضرت ثابت بن قیس بن شماس تھے۔ (من المواہب)

اہل بیت

وہ عائشہ ہیں اور میمونہ ہیں اور صفیہؓ ہیں اور حفصہؓ ہیں
ان کے بعد ہندہؓ اور زینبؓ ہیں۔
اور جویریہ رضی اللہ عنہا ہیں اور رملہ رضی اللہ عنہا ہیں پھر سودہ رضی اللہ عنہا
ہیں یہ کل نو ہوئیں کہ ان کا ذکر منقح ہے۔
سو اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت بھیجے۔

آپ کو مرض وفات میں کھانسی اٹھتی تھی اور یوں فرماتے تھے مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ.

شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ صحت میں فرمایا کرتے تھے کہ جس نبی کی وفات ہوتی ہے اس کا مقام جنت میں رہنے کا دکھلا کر اختیار دے دیا جاتا ہے جب آپ پر مرض کی شدت ہوئی تو اوپر نگاہ اٹھا کر فرماتے تھے اللّٰهُمَّ الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى یعنی اے اللہ عالم بالا کے رفقاء کو اختیار کرتا ہوں۔

اللہ کے سوا کسی کے لئے سجدہ جائز نہیں:

قیس بن سعدؓ سے روایت ہے کہ مقام حیرہ میں ایک رئیس کے سامنے رعایا کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر آیا اور حضور میں عرض کیا کہ آپ کے سامنے تو سجدہ کرنا اور زیادہ زیبا ہے آپ نے فرمایا اچھا اگر تم میری قبر پر گذرو تو کیا اس کو بھی سجدہ کرو گے میں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا تو بس ایسا مت کرو روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

صحابہؓ ستاروں کی مانند:

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی وفات کے بعد اپنے اصحاب کے اختلاف کے متعلق پوچھا ارشاد ہوا کہ اے محمد آپ کے اصحاب میرے نزدیک بمنزلہ ستاروں کے ہیں کہ کوئی کسی سے زیادہ قوی ہوتا ہے مگر نور سب میں ہے سو جو شخص ان کے اختلاف کی جس شق کو لے لے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے روایت کیا اس کو رزین نے اگر حضرت تشریف رکھتے ہوتے تو ہر واقعہ میں نص حاصل ہو سکتی تھی اجتہاد کا باب کیسے واسع ہوتا تو یہ سہولت مختصہ بوجود اجتہاد کہ رحمت حق بحدیث مذکور ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض وفات:

ابن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانسی کا دورہ ہوتا تھا اس میں شدت ہوگئی جب مرض میں شدت ہوئی حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور انہوں نے سترہ نمازیں پڑھائیں اور درمیان میں ایک وقت نہایت

تکلف سے آپ نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ایک روز صحابہؓ کے رنج وغم کو سن کر باہر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر بہت سے وصایا ونصائح ارشاد فرمائیں۔

اے ترا خارے بپا شکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرا نے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

آپ ﷺ کو غسل دینے اور جنازے کا بیان:

اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو غسل دینا چاہا تو تحیر ہوا کہ آپ کے کپڑے مثل اموات کے اتارے جاویں یا مع کپڑوں کے غسل دیں جب اس میں اختلاف ہوا اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کو مسلط کیا اور گھر کے گوشہ سے ایک کلام کرنے والے نے کلام کیا اور یہ نہ جانتے تھے کہ یہ کون ہے کہ مع کپڑوں کے غسل دو پس قمیض کے اوپر سے پانی ڈالتے تھے اور قمیض سمیت ملتے تھے اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ اس وقت ایک تیز خوشبودار ہوا اٹھی اور پھر آپ کا کرتہ نچوڑ دیا گیا ترمذی نے حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کو سب سے اصح کہا ہے کہ آپ کو تین سفید یمانی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیض اور عمامہ نہ تھا۔

جب آپ کا جنازہ تیار کر کے گھر میں گیا تو اول مردوں نے گروہ گروہ ہو کر نماز پڑھی پھر عورتیں آئیں پھر بچے آئے اور اس نماز میں کوئی امام نہیں ہوا پھر دفن میں کلام ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کی روح اس جگہ قبض کرتے ہیں جہاں وہ انبیاء دفن ہونا پسند کرتے ہیں آپ کو اس جگہ دفن کرو جہاں آپ کا بستر تھا اور حضرت ابوطلحہؓ نے آپ کی لحد کھودی اور قبر شریف میں چار حضرات نے اتارا حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور دو صاحبزادے حضرت عباسؓ کے قثم اور فضل اور آپ کی لحد پر نو اینٹیں کچی کھڑی کی گئیں۔

اور شقران نے کہ آپ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے اپنی رائے سے ایک کھیس نجران کا بنا ہوا جس کو آپ اوڑھا کرتے تھے قبر شریف میں بچھا دیا تھا مگر ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ پھر وہ نکال لیا گیا اور حضرت بلالؓ نے ایک مشک پانی کی قبر شریف پر چھڑک دی سرہانے کی طرف سے شروع کیا اور بخاری میں سفیان تمار سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ کی قبر شریف کوہان کی شکل کی دیکھی اور دارمی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے آپ کی تشریف آوری مدینہ کے دن سے زیادہ کوئی دن احسن اور روشن تر اور یوم وفات سے زیادہ اقبح اور تاریک تر نہیں دیکھا۔

۱۔ لیلیٰ عامریہ کی منزل پر کچھ توقف کرنا مجھ پر لازم ہے تاکہ شوق مجھ کو مضمون لکھوائے اور آنسو لکھنے والا ہو۔

۲۔ اور میرا مذہب ہے گھروں سے محبت کرنا گھر والوں کے علاقہ سے اور لوگوں کے اپنی محبوب چیزوں کے باب میں مختلف مذاہب ہیں۔

مولانا مفتی صدرالدین خاں

۱۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے امید گاہ تھے اور آپ ہم پر شفیق تھے اور سخت نہ تھے۔

۲۔ اور آپ رحیم اور ہادی اور تعلیم فرمانے والے تھے جس کو رونا ہو آج آپ پر روئے۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو میری ماں اور خالہ اور چچا اور ماموں پھر میری جان اور مال۔

۴۔ سو اگر پروردگار عالم ہمارے نبی کو باقی رکھتا تو ہم سعادت اندوز ہوتے لیکن اس کا حکم نافذ ہونے والا ہے۔

۵۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحیت ہو اور آپ جنات عدن میں راضی ہو کر داخل کئے جاویں ۱۲ منہ

ابن المبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی امت کے اعمال صبح شام نہ پیش کئے جاتے ہوں (کذا فی المواہب)

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسد کو کھا سکے پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

مشکوٰۃ میں منبہ بن وہب سے روایت ہے کہ کعب الاحبار حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور حاضرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو حضرت کعب نے کہا کہ کوئی دن ایسا نہیں آتا جس میں ستر ہزار فرشتے نہ آتے ہوں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو بازو مارتے ہوئے احاطہ کر لیتے ہیں اور آپ پر درود پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے وہ آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور دوسرے فرشتے اسی طرح کے اور اترتے ہیں اور ایسا ہی کرتے ہیں یہاں تک کہ جب قیامت کے دن زمین قبر کی شق ہوگی تو آپ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ باہر تشریف لاویں گے کہ وہ آپ کو لے چلیں گے روایت کیا اس کو داری نے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سب پیغمبروں سے زیادہ ہونگا اس بات میں کہ میرے تابع قیامت کے روز زیادہ ہونگے اور میں سب سے اول دروازہ بہشت کا کھٹکھٹاؤں گا۔

مروی ہے کہ مجھ کو شفاعت کبریٰ عطا کی گئی ہے جو تمام عالم کے واسطے فصل حساب کے لئے ہوگی اور وہ آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ بخاری ومسلم

میرے ہاتھ میں قیامت کے روز لواء الحمد ہوگا اور میں فخر کی راہ سے نہیں کہتا اور جتنے نبی ہیں آدم بھی اور ان کے سوا اور بھی وہ سب میرے پاس لواء کے نیچے ہونگے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کے وسط میں پل صراط قائم کیا جاوے گا سو سب رسولوں سے پہلے میں اپنی امت کو لے کر گذروں گا روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے قلب میں ایسے مضامین حمد وثنا کے القاء فرمائیں گے کہ اب میرے ذہن میں حاضر نہیں روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

۱۔ وہی ہے ایسا محبوب خدا تعالیٰ کا کہ اس کی شفاعت کبریٰ کی امید کی جاتی ہے ہر ہول کے لئے ہولہائے روز قیامت جس میں آدمی بزور داخل کئے جاویں گے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا سو جس نے آپ کے طریقہ کو مضبوط پکڑ لیا تو اس نے ایسی مضبوط رسی کو پکڑ لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی بلکہ قیامت میں بھی وہ ذریعہ شفاعت بنے گی۔

۳۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براہ فضل وکرم واز روئے عہد میری دستگیری آخرت میں یاد نہ فرمائیں گے تو تو کہہ کہ افسوس میری لغزش قدم پر کہ کیوں اعمال صالحہ نہ کئے۔

۴۔ اے بزرگ ترین مخلوقات بوقت نزول حادثہ عظیم وعام کے آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی میں پناہ میں آؤں صرف آپ کا ہی بھروسہ ہے۔

۵۔ اور ہرگز تنگ نہ ہوگا عرصہ قدر ومنزلت آپ کا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب شفاعت میری کے اس وقت کہ خداوند کریم، صفت جلوہ فرما ہوگا۔

۶۔ اے میرے نفس اس گناہ کے سبب جو بڑا ہے عفو سے ناامید مت ہو کیونکہ بے شک گناہان کبیرہ درباب بخشش مثل صغیرہ ہیں۔

۷۔ امید ہے کہ میرے پروردگار کی رحمت جب وہ اس کو اپنے بندوں پر تقسیم کرے گا تو وہ رحمت بقدر گناہاں حصہ میں آوے گی۔۱۲) عطرالوردہ)

مشکوٰۃ میں ہے کہ قیامت کے روز جنت کے ہر دروازہ پر آؤں گا اور اس کو کھلواؤں گا خازن جنت پوچھے گا کہ کون ہیں میں کہوں گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں وہ کہے گا کہ آپ ہی کی نسبت مجھ کو حکم ہوا ہے کہ آپ کے قبل کسی کے لئے نہ کھولوں روایت کیا اس کو مسلم نے۔

امام احمد نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوثر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ ایک نہر ہے جنت میں کہ مجھ کو میرے رب نے عطا فرمائی ہے وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور بخاری کی روایت میں حضرت عائشہؓ سے ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے دونوں کناروں پر مجوف

موتی ہیں اس میں برتن پانی پینے کے اس قدر پڑے ہیں جتنے ستارے اور نسائی کی روایت میں حضرت عائشہؓ سے ہے کہ وہ وسط جنت میں ہوگی اور اس کے دونوں کناروں پر موتی اور یاقوت کے محل ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے اور اس کے سنگ ریزے موتی اور یاقوت ہیں اور احمد اور ابن ماجہ و ترمذی کی روایت میں ابن عمرؓ سے اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت میں اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور پانی موتی پر چلتا ہے اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباسؓ وہ ایک نہر ہے جنت میں اس کا عمق ستر ہزار فرسخ ہے اس کے دونوں کنارے موتی اور زبرجد اور یاقوت کے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور انبیاء کے قبل اس کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور ترمذی کی روایت میں حضرت انسؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت میں اس میں پرندے ہیں جیسے اونٹوں کی گردنیں حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ وہ تو بڑے لطیف ہیں آپ نے فرمایا کہ ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔ف یہ نہر جنت میں اس حوض کے علاوہ ہے جو میدان قیامت میں ہوگا اور بخاری کی روایت کے موافق اس حوض میں اسی نہر سے پانی گرے گا اور مسلم کی روایت کے موافق دو پرنالوں سے کہ ایک چاندی اور ایک سونے کا ہوگا جنت کا پانی اس حوض میں پہنچے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم موذن کی اذان سنا کرو تو جو وہ کہا کرے تم بھی کہا کرو پھر مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک درود بھیجتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں بھیجتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا کیا کرو اور وہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے کہ تمام بندگان خدا میں سے اس کا مستحق ایک ہی بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا سو جو شخص میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واقع ہوگی۔

ارشاد نبوی ہے کہ وسیلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے آیت کی تفسیر میں وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ہزار محل جنت میں دیئے ہیں اور ہر محل میں آپ کی شان کے لائق ازواج اور خادم ہیں روایت کیا اس کو ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ بجز انبیاء و مرسلین کے تمام اگلے اور پچھلے میانہ عمر والے اہل جنت کے سردار ہوں گے۔

حضرت حذیفہؓ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک فرشتہ آیا ہے جو اس شب سے قبل کبھی زمین پر نہیں آیا اس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھ کو آ کر سلام کرے اور مجھ کو بشارت دے کہ فاطمہؓ تمام اہل جنت کی بیبیوں میں سردار ہوں گی اور حسنؓ اور حسینؓ تمام اہل جنت کے جوانوں میں سردار ہوں گے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ا۔پس آپ نے ہر قسم کی بزرگی جس میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے جمع کر لی اور آپ ہر عالی مقام سے جن میں کوئی آپ کو مزاحمت کرنے والا نہ تھا بڑھ گئے یعنی آپ کو وہ بلند ترین مراتب مثل فضائل مختصہ مذکورہ مقام جنت کے نصیب ہوئے جو اور انبیاء کو حاصل نہیں ہوئے۔

۲۔اور بہت بڑی ہے قدر ان مراتب کی جو آپ کو عطا کئے گئے اور فہم و ادراک ان نعمتوں کا جو آپ کو منجانب خداوند تعالیٰ عطا کی گئیں دشوار تر ہے ۱۲ (عطر الردہ)

آپ کے افضل المخلوقات ہونے میں:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولین و آخرین میں زیادہ مکرم ہوں روایت کیا اس کو ترمذی و دارمی نے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس شب معراج میں براق حاضر کیا گیا تو وہ سوار ہونے کے

وقت شوخی کرنے لگا جبریل علیہ السلام نے فرمایا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کرتا ہے تجھ پر تو ایسا کوئی شخص سوار ہی نہیں ہوا ہے جوان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہو پس وہ شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ (کذافی سنن الترمذی)

حضرت انسؓ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ایک بار اپنے کلام میں فرمایا کہ بنی اسرائیل کو مطلع کردو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہوگا تو میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا خواہ کوئی ہو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ احمد کون ہیں ارشاد ہوا اے موسیٰ قسم ہے اپنے عزت و جلال کی میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جوان سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ آسمان وزمین اور شمس وقمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ برس پہلے لکھا تھا قسم ہے اپنے عزت وجلال کی کہ جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت اس میں داخل نہ ہو جاویں پھر امت کے فضائل کے بعد یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب مجھ کو اس امت کا نبی بنا دیجئے ارشاد ہوا اس امت کا نبی اسی میں سے ہوگا عرض کیا کہ تو مجھ کو ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے بنا دیجئے ارشاد ہوا کہ تم پہلے ہو گئے وہ پیچھے ہوں گے البتہ تم کو اور ان کو دار الجلال (جنت) میں کردوں گا روایت کیا اس کو حلیہ میں (کذافی الرحمۃ المہداۃ)

۱۔ آپ اسم بامسمیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو سردار دنیا آخرت جن وانس کے اور ہر دو فریق عرب وعجم کے ہیں۔

۲۔ اور آپ کی ذات بابرکات کی طرف جو خوبیاں باستثنائے مرتبہ الوہیت تو چاہے منسوب کردے وہ سب قابل تسلیم ہونگی اور آپ کی قدر عظیم کی طرف جو بڑائیاں تو چاہے نسبت کردہ سب صحیح ہوں گی۔

۳۔ پس نہایت ہمارے فہم اور علم کی ہے کہ آپ بشر عظیم القدر ہیں اور یہ کہ آپ تمام خلق اللہ انسان وملائکہ وغیرہ سے بہتر ہیں۔ (عطر الوردہ)

۱۔ آپ نے ہم کو ایسی چیزوں سے نہ آزمایا جن کے دریافت کرنے میں ہماری عقول عاجز اور درماندہ ہو جائیں کیونکہ آپ کو ہماری اصلاح مرغوب تھی اس لئے ہم کسی حکم کے قبول کرنے میں شک میں نہ پڑے اور سلوک طریق شریعت میں حیران وسرگردان یا مبتلائے وہم نہ ہوئے چنانچہ اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ جو اشکالات مذکورہ ظاہر الفاظ سے واقع ہو سکتے تھے قواعد شرعیہ سے وہ بالکل صاف کر دیئے گئے۔

۲۔ آپ کے کمالات ظاہری وباطنی کی دریافت نے تمام خلق کو عاجز کر دیا پس نہیں دیکھا جاتا اشخاص قریب المنزلہ یعنی خواص میں یا بعید المنزلہ یعنی عوام میں درباب دریافت کمالات حضرت مگر عاجز وساکت یعنی آپ کے کمالات کی حد اور پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں اور اسی عدم احاطہ کیفیت کمالات کے سبب شرعیہ کافی ہیں۔

۳۔ آپ کا حال عدم ادراک کیفیت کمالات ظاہریہ وباطنیہ میں مثل آفتاب کے ہے کہ وہ دور سے چھوٹا بقدر قوس یا آئینہ کے معلوم ہوتا ہے اور ناظر بسبب نہایت کے بعد اس کی واقعی مقدار نہیں معلوم کر سکتا ہے اور اگر اس کو پاس سے دیکھو تو بوجہ غایت نورانیت کے چشم بینندہ عاجز ودرماندہ وخیرہ ہو جاتی ہے اور اس کی پوری حقیقت دریافت نہیں کر سکتی اسی لئے بعض امور میں گونہ حیرت ہو جاتی ہے جیسا کہ اوپر کے شعر کی شرح میں معلوم ہوا (عطر الورد)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ اپنے مرض وفات میں فرماتے تھے کہ میں نے جو کھانا (زہر آلود) خیبر میں (کچھ) کھا لیا تھا ہمیشہ اس کی تکلیف (کچھ نہ کچھ) پاتا رہا اور اب وہ وقت ہے کہ اس زہر سے میری رگ قلب کٹ گئی۔ (بخاری)

خواب استراحت نہ فرمائی یہاں تک کہ آپ کے دونوں قدم مبارک ورم میں مبتلا ہو گئے۔

شکم مبارک کو کسا اور اپنے نرم لطیف پہلوئے مطہر کو پتھر کے تلے لپیٹا تا کہ اس کے ثقل اور سہارے سے گونہ تقویت حاصل ہو عبدیت ثابت حاصل ہوئی۔

۳۔ اس دعوے کو جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت کیا ہے اے مخاطب غافل تو چھوڑ دے اور ایسا دعویٰ اپنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مت کرو بلکہ ان کو افضل العباد سمجھ اور اس کے سوا آپ کی مدح شریف میں جس وصف کمال کا

تیرا جی چاہے حکم جازم اور قطعی دعوے کرو اور ان پر خوب مستحکم اور استوار (یعنی نہ عبدیت) کی نفی کرو اور نہ دوسرے بشر کے مساوی سمجھو بلکہ افضل العباد اعتقاد کرو عطر الوردہ عباس بن مرداسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دعا کی سو اس طرح قبول ہوئی کہ سب گناہوں کی مغفرت کرتا ہوں بجز حقوق العباد کے کہ ظالم سے مظلوم کے حقوق ضرور وصول کروں گا آپ نے دعا کی کہ اے رب اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو جنت سے دیکر ظالم کو بخش دیں سو اس شام کو یہ دعا منظور نہیں ہوئی جب مزدلفہ میں صبح ہوئی پھر دعا کی سو منظور ہوگئی سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ یا تبسم فرمایا ابوبکرؓ و عمرؓ نے عرض کیا کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اس وقت تو کوئی ہنسنے کا موقع نہیں معلوم ہوتا سو کس سبب سے آپ ہنستے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے آپ نے فرمایا کہ عدو اللہ ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کرلی اور میری امت کی مغفرت فرمادی تو خاک لے کر سر پر ڈالنے لگا اور ہائے واویلا مچانے لگا سو اس کی گھبراہٹ کو دیکھ کر ہنسی آگئی۔

روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں اس کے قریب روایت کیا (کذافی المشکوٰۃ)

ف: لمعات میں ہے کہ مراد اس سے وہ حقوق العباد ہیں جن کے ایفاء کا قصد مصمم ہے مگر ایفاء سے عاجز ہوگیا۔ حق تعالیٰ خصماء کو قیامت میں راضی فرمادیں گے۔

لمعات میں آپ کے طائف تشریف لے جانے کے قصہ میں جب وہاں کے کفار نے آپ کو ایذاء شدید پہنچائی روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام پہاڑ کے فرشتہ کو لے کر نازل ہوئے تاکہ آپ سے اجازت لے کر ان کفار کو ہلاک کردے آپ نے اس فرشتہ سے فرمایا نہیں مجھ کو امید ہے کہ ان کی پشتوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا توحید کے ساتھ ذکر کریں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (بعض حیثیات سے) میرے ساتھ شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہونگے کہ ان میں سے ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل و مال کے عوض مجھ کو دیکھ لے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میں بشر ہوں مجھ کو بھی اور بشر کی طرح غصہ آجاتا ہے سو جس کسی مومن مرد یا مومن عورت پر میں (غصہ میں) بد دعا کردوں تو آپ اس بد دعا کو اس شخص کے لئے تزکیہ اور تطہیر کردیجئے روایت کیا اس کو احمد نے۔ (کذافی الرحمۃ المہداۃ)

چھٹی روایت: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کے بھائی نہیں آپ نے فرمایا تم تو میرے دوست ہو اور میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ہنوز نہیں آئے الحدیث روایت کیا اس کو مسلم نے (کذافی المشکوٰۃ) صحابہ کی ایسی استعداد تھی کہ اگر وہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتے جب بھی محبت میں ہم سے زیادہ ہوتے۔

ابی جمعہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے کہا یا رسول اللہ کوئی ہم سے بھی بہتر ہے کہ ہم اسلام لائے اور جہاد کیا آپ نے کہا ایک قوم ہے جو تمہارے بعد ہونگے کہ مجھ پر ایمان لاویں گے اور مجھ کو نہیں دیکھا روایت کیا اس کو احمد اور دارمی نے۔

۱۔ اے گروہ اسلام ہم کو خوشخبری ہے بیشک ہمارے لئے عنایات خاصہ باری تعالیٰ سے ایسا ستون محکم عنایت ہوا ہے جو کبھی متغیر و متبدل نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ الی یوم القیامہ ثابت و قائم رہے گا یعنی ہمارا دین ناسخ ہے اور کبھی مثل اور ادیان کے منسوخ نہ ہوگا۔

۲۔ جب کہ خداوند تعالیٰ نے ہمارے حضرت کو جو ہم کو طاعت خداوندی کی طرف بلانے والے ہیں افضل و اکرم رسل اللہ کہہ کر پکارا تو ہم اس ذریعہ سے سب امتوں سے افضل ہوئے کیونکہ رسول کا افضل ہونا امت کی افضلیت کا واقعی سبب ہے۔

۳۔ اگر میں گناہ کررہا ہوں یا کیا ہے تو میرا ذمہ شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوٹنے والا نہیں ہے اور نہ میری امید کی رسی کٹنے والی یعنی میں بسبب ارتکاب جرائم حضرت کی شفاعت سے ناامید نہیں ہوں۔

۴۔ خداوند تعالیٰ شانہ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منزہ کر دیا اس عیب سے کہ آپ کا امیدوار آپ کے مکارم وعطایا سے محروم کیا جاوے اور بھی اس خلل سے پاک کر دیا ہے آپ کا مدد چاہنے والا آپ کی درگاہ سے غیر موقر وغیر محترم ناکارہ واپس آئے بلکہ ہمیشہ کامیاب ومحترم ہوتا ہے۔۱۲ (عطر الوردہ)

آپ کے حقوق میں جوامت کے ذمہ ہیں جن میں ام الحقوق محبت ومتابعت فی الاصول والفروع ہے جاننا چاہیے کہ کسی سے محبت اور اس محبت کا، مقتضاء متابعت ہونا تین سبب سے ہوتی ہے۔ ایک کمال محبوب کا جیسے عالم سے محبت ہوتی ہے شجاع سے محبت ہوتی ہے اور دوسرا جمال جیسے کسی حسین سے محبت ہوتی ہے تیسرا انوال یعنی عطا واحسان جیسے آپنے صنم و صربی سے محبت ہوتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں تین وصف علی سبیل الکمال مجتمع ہیں۔ جس درجہ کی محبت ہوگی اسی درجہ کا اتباع ہوگا اور ظاہر ہے کہ محبت علی سبیل الکمال واجب ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری)

حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں بجز میرے نفس کے جو میرے پہلو میں ہے (یعنی وہ تو بہت ہی محبوب ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک خود اس کے نفس سے زیادہ اس کو محبوب نہ ہوں۔

حضرت عمرؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی کہ آپ میرے نزدیک میرے اس نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں جو میرے پہلو میں ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اب بات ٹھیک ہوئی۔

فرمایا میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے میرا کہنا قبول نہ کیا عرض کیا گیا کہ قبول کس نے نہیں کیا فرمایا جس نے اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے قبول نہیں کیا روایت کیا اس کو بخاری نے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے کے جرم میں سزا دی پھر وہ ایک دن حاضر کیا گیا پھر آپ نے حکم سزا کا دیا ایک شخص نے مجمع میں سے کہا اے اللہ اس پر لعنت کر کس قدر کثرت سے اس کو (اس مقدمہ میں) لایا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت مت کرو میرے علم میں یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے روایت کیا اس کو بخاری نے نری محبت سزا سے بچنے میں کام نہ آئی مومن خواہ کتنا ہی گنہگار ہو مگر اس پر لعنت نہ کرنا چاہئے۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

۱۔ اے جانے والے بجانب گیارہ زار کے اللہ کے لئے اس کے باغ درخت بال میں ذرا ٹھہرنا اور میری طرف سے دفاتر غم اس کے رہنے والوں کو پڑھ کر سنانا۔

۲۔ اگر وہ میری حالت بیماری کے بارہ میں دریافت کریں جب سے میں ان سے غائب ہوا ہوں پس قلب اپنے خفقان میں ہے اور سر اپنے دوران میں ہے۔

۳۔ اگر وہ میرے اشک چشم کے متعلق اپنے بعد کے زمانہ میں تحقیق کریں تو بطور حکایت کے کہنا کہ مثل ابر کے ہے اس کے برسنے میں اور مثل بحر کے ہے اس کے جوش میں۔

۴۔ لیکن وہ محبت باوجود اس تمام تر ماجرا کے فریفتہ ہے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بس آپ کا خیال اس کے قلب میں ہے اور آپ کا تذکرہ اس کی زبان پر ہے۔

۵۔ اور بہت زمانہ طویل سے دعا کر رہا ہے اور دعا میں الحاح اور مبالغہ کر رہا ہے تا کہ وہ آپ کے باغ میں طواف کرے اور آپ کے ریحان سے خوشبو آئے۔

۶۔ اے وہ ذات پاک جن کا رتبہ تمام خلائق پر بلندی میں فائق ہو

گیا یہاں تک کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں ثنا فرمائی۔

۷۔ اللہ تعالیٰ آپ پر درود نازل فرمائے زمانہ کے اخیر تک تفضل کرتا ہوا اور ترحم فرماتا ہوا اور آپ کو اپنے احسانات موعودہ عطا فرمادے۔۱۲منہ

عروہ بن مسعود رئیس مکہ نے آپ کی مجلس شریف سے مکہ واپس جا کر لوگوں سے بیان کیا کہ اے میری قوم واللہ میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور قیصر و کسریٰ و نجاشی کے پاس گیا ہوں واللہ میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے مصاحب اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہیں واللہ جب کھنکار پھینکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پہنچتی ہے اور وہ اس کو اپنے چہرہ اور بدن کو مل لیتا ہے اور جب آپ ان کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ آپ کے حکم کی طرف دوڑتے ہیں اور جب آپ وضو کرتے ہیں تو ان لوگوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وضو کا پانی لینے کے لئے گویا اب لڑ پڑیں گے اور جب آپ کلام فرماتے ہیں تو وہ لوگ اپنی آوازوں کو آپ کے سامنے پست کر لیتے ہیں اور وہ لوگ آپ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے تک نہیں۔ الحدیث

براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے اور قبر تک پہنچے ہنوز مردہ لحد میں نہیں رکھا گیا تھا (کچھ دیر ہوگئی) آپ اور ہم آپ کے اردگرد اس طرح بیٹھ گئے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے (یعنی نہایت سکون و سکوت کے ساتھ) یہ مواہب میں ہے کہ جب آپ کی صوت پر صوت کا بلند کرنا موجب حبط اعمال ہے تو اپنی آراء و اہواء کے آپ کی سنت اور حکم پر بڑھانے کی نسبت کیا گمان کرتے ہو اور جب آپ کی مجلس سے بلا اذن جانا جائز نہیں تو آپ کی تفاصیل دین سے دوسری طرف جانا کیسے جائز ہوگا۔

امیر المومنین ابو جعفر نے امام مالک سے کسی مسئلہ میں مسجد نبوی میں گفتگو کی امام مالکؒ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین تم کو کیا ہوا اس مسجد میں آواز مت بلند کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام وفات کے بعد وہی ہے جو حالت حیات میں تھا سو ابو جعفر دب گیا اس کی تائید حضرت عمرؓ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ نے دو شخص اہل طائف کو فرمایا تھا کہ تم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آواز بلند کرتے ہو روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ آپ اگر تنہا بھی ہوں تو ملاقات کے وقت بوجہ اپنی جلالت وعظمت کے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ ایک بڑے حشم و خدم میں ہیں۔۱۲منہ

گویا موتی جو اپنی صدف میں پنہاں ہے اور اب تک باہر آ کر دستمال نہیں ہوا اپنی چمک اور دمک میں ان گوہروں کے مشابہ ہے جو ان دو کانوں سے نکلا ہو جن میں ایک کان زبان مبارک ہے یعنی کلام بلاغت انتظام اور دوسری دو لب شریف و دندان درخشاں خلاصہ یہ کہ وہ موتی جو ہنوز صدف سے نہیں نکلا وہ کمال (صفائی) میں آپ کے کلام اور دنداں سے مشابہ ہے گو ان کی صفائی کو نہیں پہنچ سکتا (ان اوصاف سے آپ کا معظم صورتاً و معناً ہونا ثابت ہے اور یہ مقتضی ہے کمال محترم و واجب التوقیر ہونے کو) ۱۲عطر الوردہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ردالمختار میں ہندیہ سے نقل کیا ہے کہ تاجر کا کپڑا کھولنے کے وقت اس غرض سے تسبیح یا درود پڑھنا کہ خریدار کو کپڑے کی عمدگی جتلانا مقصود ہے یا چوکیدار جگانے کے لئے ایسا کرے اسی طرح کسی بڑے آدمی کے آنے کے وقت اس غرض سے درود پڑھنا کہ لوگوں کو اس کے آنے کی اطلاع ہو جاوے تو لوگ کھڑے ہو جاویں یا اس کے لئے مجلس میں جگہ کر دیں یہ سب مکروہ ہے۔

سنن ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجت میں عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک شخص نابینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے اس کو ملتوی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر ہے اور اگر چاہے تو دعا کر دوں اس نے عرض کیا کہ دعا ہی کر دیجئے آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت پڑھے اور یہ دعا کرے اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے اے محمد ﷺ

میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ وہ پوری ہووے اے اللہ آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول کیجئے۔

اس میں جو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہے اس سے نداء غائب کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو آپ کی خدمت میں حاضر تھا انجاح الحاجت میں ہے کہ اس حدیث کو نسائی اور ترمذی نے کتاب الدعوات میں نقل کیا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور بیہقی نے تصحیح کی ہے اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ وہ کھڑا ہو گیا اور بینا ہو گیا۔

انجاح الحاجت میں بعد تصحیح حدیث مذکور کے کہا کہ طبرانی نے کبیر میں عثمان بن حنیفؓ المذکور سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس کسی کام کو جایا کرتا اور وہ اس کی طرف التفات نہ فرماتے اس نے عثمان بن حنیف سے کہا انہوں نے فرمایا تو وضو کر کے مسجد میں جا اور وہی دعا او پر والی سکھلا کر کہا کہ یہ پڑھ چنانچہ اس نے یہی کیا اور حضرت عثمانؓ کے پاس جو پھر گیا تو انہوں نے بڑی تعظیم وتکریم کی اور کام پورا کر دیا۔الحدیث۔

مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے سو وہاں حضور قریب ہی تشریف رکھتے ہیں نداء غائب لازم نہیں آئی۔ دوسرے سلف صالح خوش اعتقاد تھے نداء بقصد تبلیغ ملائکہ ان کے حال سے ظاہر تھا بخلاف اس وقت کے عوام کے کہ عقیدہ میں غلو رکھتے ہیں اسی لئے ان کو منع کیا جاتا ہے بلکہ ان کی حفاظت کے لئے خواص کو بھی روکا جاتا ہے دوسرے وہ حضرات یہ نداء حاجت روا سمجھ کر نہ کرتے تھے اب اس میں بھی غلو ہے پس ان کا فعل ان ناقصین کے فعل کا مقیس علیہ نہیں بن سکتا۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

مشکوۃ میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ جب لوگوں پر قحط ہوتا تو حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے واسطہ سے دعا بارش کی کیا کرتے تھے اور فرماتے کہ اللہ ہم پہلے آپ کے دربار میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کیا کرتے تھے آپ ہم کو بارش دیتے تھے اور اب ہم آپ کے دربار میں اپنے پیغمبر کے چچا کا توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش دیجئے چنانچہ بارش ہوتی تھی روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ف: اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا جب کہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے توسل کیا نہ اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور چونکہ اس توسل پر کسی صحابیؓ سے نکیر منقول نہیں اس لئے اس میں اجماع کے معنی آ گئے۔

ابوالجوزاء سے روایت ہے کہ مدینہ میں سخت قحط ہوا لوگوں نے حضرت عائشہؓ سے شکایت کی آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی طرف اس میں ایک منفرد کر دو یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے چنانچہ ایسا ہی کیا تو بہت زور کی بارش ہوئی الحدیث روایت کیا اس کو دارمی نے۔(کذافی خیر المواعظ)

باب الکرامات

ف: اوپر توسل بالقول ثابت ہوا تھا اس سے توسل بالفعل بھی جائز ثابت ہوا اس کے معنی بھی بزبان حال یہ تھے کہ یہ آپ کے نبی کی قبر جس کو ہم تلبس جسد نبوی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہیں اور نبی کی ملابس چیز کو متبرک سمجھنا یہ بوجہ اس کے کہ علامت ہے۔

مواہب میں بسند امام ابوالمنصو رصباع ابن النبجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ محمد بن حرب ہلال سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا.

اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے الخ اور ان محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ء میں ہوئی ہے اھ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا

اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔

۱۔اور جس شخص کی نصرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے ہو تو فتح اور نصر اور ظفر اس کے لشکر میں ہے۔

۲۔اس بندہ نے آپ کو یا رسول اللہ مستغیث ہو کر اور امید کی چیزوں کا امیدوار ہو کر پکارا ہے سو اس کے لئے سوا آپ کے لطف کے کوئی نظر گاہ نہیں۔

۳۔اے اللہ ہم پر ہمارے سردار خیر الامم کے قلب کو مہربان کر دیجئے کیونکہ آپ کی طرف سے عطوف کا انتظار ہے ۱۲ منہ

آیت وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ حضرت عباسؓ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں لوگوں نے عرض کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ نے فرمایا کہ میں (رسول تو ہوں ہی مگر دوسرے فضائل حسبی ونسبی بھی رکھتا ہوں چنانچہ میں) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے خلق کو (جو کہ جن وغیرہ کو بھی شامل ہے) پیدا کیا اور مجھ کو ان کے بہترین (یعنی انسان) میں سے کیا پھر ان انسانوں کے دو فرقے (عجم و عرب) بنائے اور مجھ کو بہترین فرقہ (یعنی عرب) میں کیا پھر ان (عرب) کو مختلف قبیلے بنائے اور مجھ کو بہترین قبیلہ (یعنی قریش) میں بنایا پھر ان (قریش) کو کئی خاندان بنائے اور مجھ کو بہترین خاندان (یعنی بنی ہاشم) میں بنایا پس میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب میں افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہوں۔

جب سورۃ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ آپ کے مرض میں نازل ہوئی سو آپ نے توقف نہیں فرمایا جمعرات کے روز باہر تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے اور حضرت بلالؓ کو بلا کر فرمایا کہ مدینہ میں اعلان کر دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سننے کو جمع ہو جاؤ چنانچہ بلالؓ نے پکار دیا اور چھوٹے بڑے سب جمع ہو گئے آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر حمد وثناء وصلوٰۃ علی الانبیاء کے بعد فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں عربی حرمی مکی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(کذا فی المجلد الاول من فتاوی مولانا عبدالحی ۵۳)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسانؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھتے تھے کہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مفاخر بیان کرتے اور مشرکین کے مطاعن کا جواب دیتے اور آپ ﷺ ارشاد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ حسان کی تائید روح القدس سے فرماتا ہے جب تک یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مفاخرت یا مدافعت کرتے رہیں گے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ایک مجمع حضرت زید بن ثابت کے پاس آیا اور کہنے لگے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ باتیں کیجئے انہوں نے فرمایا کہ میں کیا کیا باتیں کروں کہ احاطہ بیان سے خارج ہیں اس کے بعد کچھ حالات بیان کئے) (کذا فی الشمائل الترمذی)

۱۔ اور جب سے میں نے تعریفات حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے افکار کو لازم کر دیئے ہیں تو میں نے اس کو اپنی نجات کے لئے عمدہ مصاحب اور ضامن پایا ہے۔

۲۔ اور وہ تونگری جو بذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوگی وہ ہرگز کسی ہاتھ کو خالی محتاج نہیں چھوڑے گی بلکہ سب کو مالا مال کر دے گی کیونکہ آپ کا فیض مثل عام باران کے ہے کہ وہ زمینہائے لائق زراعت کو جس میں اس کا پانی بخوبی ٹھہرتا ہے تر وتازہ کرتا ہے۔

۱۔ ہاں رات کو خیال محبوب میرے پاس آیا اور مجھے بیدار کیا اور حقیقت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں کس طرح دریافت کر سکتے ہیں۔

ایسی حالت میں کہ اب محبوب تک رسائی کی بھی توقع نہ رہی تو محبوب کے قائم مقاموں کو ہی غنیمت سمجھنا چاہئے بقول مولانا رومی۔

ے چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ
چارہ نبود در مقامش جز چراغ
چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

فضائل صحابہ

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے اصحابؓ کا اکرام کرو کہ وہ تم سب میں بہتر ہیں۔ روایت کیا نسائی نے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ ﷺ نے کہ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارہ میں میرے بعد ان کو نشانہ (اعتراضات کا) مت بنانا جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو شخص ان سے بغض کرے گا میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا اور جو ان کو ایذا دے گا اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اصحاب کو برا مت کہو کیونکہ اگر تم میں کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تب بھی ان صحابہ کے ایک مد یعنی ایک سیر اور بلکہ نصف مد کے درجہ کو بھی نہ پہنچے روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

فضائل اہل بیت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس لئے بھی محبت رکھو کہ وہ تم کو نعمتیں کھانے کو دیتا ہے اور مجھ سے محبت رکھو خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے (یعنی اللہ تعالیٰ جب محبوب ہیں اور میں اس کا رسول اور محبوب ہوں اور اہل بیت میرے منتسب ومحبوب ہیں تو ان سے بھی محبت رکھو) روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

فرماتے تھے کہ میرے اہل بیت کی مثال تم میں ایسی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی جو شخص اس میں سوار ہوا اس کو نجات ہوئی اور جو شخص اس سے جدا رہا ہلاک ہوا۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم میں ایسی (دو) چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم ان کو تھامے رہو گے تو کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور ان میں ایک چیز دوسری سے بڑی ہے ایک تو کتاب اللہ کہ وہ رسی ہے آسمان سے زمین تک اور میری عزت یعنی اہل بیت اور ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض پر پہنچیں گے سو ذرا خیال رکھنا کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف: کتاب اللہ سے مراد احکام شریعت ہیں جو دلائل اربعہ سے ثابت ہیں جن کے ماخذ میں صحابہ واہل بیت وفقہاء ومحدثین ہیں۔

ارشاد ہے کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس کا اقتدا کرلو گے ہدایت پا جاؤ گے روایت کیا اس کو رزین نے حضرت عمرؓ سے اور جیسا کہ حق تعالیٰ کا عام ارشاد ہے فَاسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کہ اس میں سب علماء داخل ہو گئے اور کتاب اللہ کا اطلاق مطلق حکم شرعی پر خود حدیث میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقدمہ میں فرمایا کہ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا اس کے بعد آپ علیہ ﷺ نے رشوت واپس دلوائی اور ایک شخص کو سوتا زیانوں اور سال کی جلاوطنی کی سزا دی اور عورت کے لئے بشرط اس کے اعتراف کے رجم تجویز فرمایا صحیحین میں یہ روایت ہے حالانکہ ان احکام مذکورہ میں سے بعض قرآن مجید میں نہیں ہیں پس تمسک کتاب اللہ سے مراد حدیث تمسک باحکام شرعیہ ہوا اور تمسک بالعترۃ سے مراد محبت اہل بیت کی ہوئی کہ وہ بھی واجبات ایمانیہ سے ہے جیسا کہ حضرت عباسؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی شخص کے قلب میں ایمان داخل نہ ہوگا جب تک تم لوگوں سے (کہ میرے اہل بیت ہو) اللہ اور رسول کے واسطے محبت نہ رکھے روایت کیا اس کو ترمذی نے عبد المطلب بن ربیعہ سے پس حاصل حدیث کا دو چیزوں کی تاکید ہوئی احکام شرعیہ پر عمل کرنا اور حضرات اہل بیت سے محبت رکھنا۔

حدیث افک میں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے بارہ میں فرمایا وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَهْلِیْ مِنْ سُوْءٍ قَطُّ کوئی شبہ کی گنجائش نہیں پس ان سے محبت رکھنا واجب ہوا قرآن مجید میں ان کو امہات المومنین فرمایا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خدمت کرنے

والے کی مدح فرمائی ہے چنانچہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ تم لوگوں کے ساتھ میرے بعد جو شخص نیک سلوک کرے گا وہ بڑا سچا اور نیکوکار ہے روایت کیا اس کو احمد نے۔

فضائل علماء

ورثۃ الانبیاء: جو شخص علم دین کو دنیا کے کسی مطلب کے لئے حاصل کرے گا وہ قیامت میں جنت کی خوشبو بھی نہ پاوے گا۔

عالم کے لئے تمام مخلوق آسمان اور زمین کی اور پانی میں مچھلیاں استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت دوسرے کواکب پر۔

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو شخصوں کی نسبت پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے ایک تو عالم تھا کہ فرض مع اس کے ضروری متعلقات کے پڑھ لیتا اور پھر لوگوں کو دین کی تعلیم دینے بیٹھ جاتا اور دوسرا دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا سو ان میں کون افضل ہے۔ فرمایا کہ یہ جو عالم تھا۔

زیارت نبوی:

ان شاء اللہ تعالیٰ تین جمعہ نہ گزرنے پاویں گے کہ زیارت نصیب ہوگی وہ یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ (دیگر) جو شخص دو رکعت پڑھے ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس بار قل ھو اللہ اور بعد سلام کے یہ درود شریف ہزار مرتبہ پڑھے دولت زیارت نصیب ہو وہ یہ ہے صلی اللہ علی النبی الامی (دیگر) نیز شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ سوتے وقت ستر بار اس درود شریف کو پڑھنے سے دولت زیارت نصیب ہو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَیِّدِنا محمدٍ بحر انوارک معدن اسرارک ولسان حجتک وعروس مملکتک وامام حضرتک وطراز ملکک وخزائن رحمتک وطریق شریعتک المتلذذ بتوحیدک انسان عین الوجود والسبب فی کل موجودٍ عین اعیان خلقک المتقدم من نور ضیائک صلوٰۃ تدوم بدوامک وتبقی ببقائک لا منتهی لها دون علمک صلوٰۃ ترضیک وترضیه وترضی بها عنا یا رب العلمین۔ (دیگر) اس کو بھی سوتے وقت چند بار پڑھنا زیارت کے لئے شیخ نے لکھا ہے اللّٰهم رب الحل والحرم ورب البیت الحرام ورب الرکن والمقام ابلغ لروح سیدنا ومولٰنا محمد ا منا السلام مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پر ہونا اور ظاہری و باطنی معصیتوں سے بچنا ہے۔

حکایت:

ایک عاشق بامراد جنہیں خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی انہوں نے اپنا مکمل خواب حضرت حکیم الامت کی خدمت میں بذریعہ خط رجب ۱۳۱۹ھ سے آگاہ کیا۔

لکھتے ہیں کہ تین چار روز ہوئے میں نے ایک خواب صبح کے وقت دیکھا ہے کہ میں کسی مکان غیر معروف میں ہوں ایک براق آن کر اس مکان کے دروازے پر ٹھہرا ہے لوگ کہہ رہے ہیں یہ تیری سواری کے واسطے آیا ہے تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور سرور عالم جناب نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک براق پر تشریف لائے ہیں۔ ایک نقاب چہرہ مبارک پر پڑی ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب تشریف لاکر رونق افروز ہوئے ہیں میری حالت اس وقت یہ تھی کہ گویا میں سو نہیں جاگ رہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق افروزی کے بعد ایک قسم کا حجاب درمیان میں حائل ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو نہیں کر سکتا مگر حضور کے کلام مبارک کی آواز برابر سنتا ہوں اب یا تو میں نے یا کسی اور حاضرین دربار نے (مجھ کو یاد نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آج کل کانپور میں بہت شورش ہو رہی ہے اور مولانا اشرف علی صاحب سے بہت لوگ مخالفت کر رہے ہیں اس کی کیا اصلیت ہے اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا جو کچھ اشرف علی نے لکھا ہے وہ صحیح ہے اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

صرف مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اشرف علی سے کہہ دینا کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے مگر یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لئے مناسب نہیں ہے یہ آخر کا فقرہ اس قدر آہستہ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے سنا اور غالباً کسی دوسرے نے حاضرین میں سے نہیں سنا بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو صبح کی نماز کا وقت تھا اور چہارشنبہ کا دن رجب کی دوسری تاریخ تھی جس قدر یاد تھا حرف بحرف عرض کیا گیا فقط۔

تنبیہ: یہ ارشاد ہوا کہ یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لئے مناسب نہیں الخ براہ شفقت و بطور رخصت ہے حکم اور عزیمت نہیں علاوہ دلائل شرعیہ کے خود خواب ہی میں اس کا قرینہ موجود ہے۔ یعنی آہستہ سے ارشاد فرمانا ورنہ احکام کا مقتضا ظاہر ہے کہ اعلان حافظ اشفاق رسول تھانوی جو وضوح و صدق رویاء میں خاص مناسبت رکھتے ہیں ذکر مولد شریف کے از حد شائق و راغب ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں دونوں پائے مبارک دراز کئے ہوئے اور چادر سفید پاؤں سے گردن تک ڈالے ہوئے ہیں اور ایک دو پٹہ کمر سے بندھا ہوا ہے اور سفید چوغہ زیب بدن ہے کمترین نے سامنے جا کر سلام عرض کیا ارشاد ہوا کہ جو شخص ہماری تعریف کر کے شفاعت چاہے ہم اس کی شفاعت نہیں کرینگے ہم اس کے شافع ہونگے جو ہماری احادیث پر عمل کرے گا۔ از نشر الطیب تمت اقتباسات

فضائل درود شریف

بسم الله الرحمن الرحيم

قال الله تعالىٰ ان الله و ملائكته يصلون على النبى يايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما. اللهم صلى على سيدنا محمد طب القلوب ودوانها وعافية الابدان و شفائها و نورالابصار وضيائها وروح الارواح و سربقائها و على اله وصحبه و بارك وسلم.

آیت درود کی تفسیر:

ان الله و ملائكته يصلون على النبى. بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی یعنی محمد ﷺ پر صلوۃ بھیجتے ہیں۔ اللہ کی صلوۃ کا مطلب رحمت ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ کے معنی دعا ہیں۔ یایها الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما اے ایمان والو (جن ہو یا بشر تم بھی صلوٰۃ پڑھو اور سلام پڑھو) اللہ پاک اچھے اعمال کا مخلوق کو حکم دیتا ہے لیکن خود اس سے بالاتر ہے۔ کیونکہ وہ معبود ہے لیکن صلوٰۃ میں ابتداء اپنی ذات اور فرشتوں سے کی اور بعد میں مومنوں کو حکم دیا اور جیسا کہ رسول کریم ﷺ کی تعظیم اور احترام آیت سے معلوم ہوئی اسی طرح مومنین کی فضیلت بھی ثابت ہوئی اور ان کو حکم ملا کہ تخلقوا باخلاق الله یعنی اپنے آپ کو اللہ کے اخلاق سے متصف کرو جو کام میں کرتا ہوں اس میں میرے شریک رہو۔ اللہ اللہ کیا مبارک شرکت ہے۔ اللہ ہر مومن کو نصیب کرے۔

ایک کے بدلہ دس:

رسول کریم ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے اور خوشی چہرہ انور سے ظاہر ہوتی تھی۔ پھر فرمایا جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا یا محمد ﷺ کیا آپ ﷺ اس بات پر خوش نہیں کہ آپ ﷺ کا امتی آپ ﷺ پر ایک بار سلام بھیجے اور میں اس پر دس بار سلام کہوں۔ یقیناً زیادہ قریب تم میں سے وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا۔ نقل ہے کہ علی بن موفق نے نفلی حج رسول کریم ﷺ کے لئے کیا فراغ کے بعد رسول علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور فرمایا کہ یہ میرا تیرے ساتھ وعدہ ہے کہ قیامت کے دن میں تیرے ہاتھ کو پکڑ کر موقف سے سیدھا جنت لے جاؤں گا اور لوگ حساب کے لئے کھڑے ہوں گے اب محبت کیا چیز ہے محبت متابعت کا نام ہے اگر متابعت ہے تو محبت ہے اگر متابعت نہیں تو محبت بھی نہیں ہے کھوکھلے نعرے ہیں۔

تعصى الا له وانت تظهر حبه
والله هذا فى الفعال بديع
لو كان حبك صادقا لا طعته
ان المحب لمن يحب مطيع

یعنی اللہ کی نافرمانی بھی کرتے ہو اور محبت کا دعویٰ بھی

کرتے ہو اللہ پاک کی قسم یہ عجیب بات ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اگر تم محبت میں سچے ہوتے تو تم اللہ کے احکام کی متابعت کرتے اس لئے کہ محبّ محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے مجنون لیلیٰ کے عشق میں سچا تھا تو اس اس کے کتنے کے قدموں کو چومتا تھا اور تم اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو لیکن رسول ﷺ کی سنت اور اللہ کے فرائض کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

کتاب میں درود لکھنا:

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو کوئی کتاب لکھتے وقت میرے اوپر درود لکھتا ہے تو ہمیشہ فرشتے اس کے لئے مغفرت اور دعا مانگتے رہیں گے۔ جب تک میرا نام اس کتاب میں موجود ہوگا۔

دعا کی قبولیت:

حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں ہر دعا کی قبولیت موقوف رہتی ہے جب تک محمد ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے۔

اسی سال کے گناہ معاف:

من صلی علی یوم الجمعة مائة مرة غفرت له خطیئة ثمانین سنة اور فرمایا ہے رسول ﷺ نے جس نے جمعہ کے دن مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجا اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف کئے جائیں گے۔

پل صراط پر نور:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اوپر درود پڑھنے والے کے لئے پل صراط پر نور ہوگا۔ یعنی وہ درود اس کے لئے نور بن جائے گا اور جو کوئی پل صراط پر نور والا ہوگا وہ آگ والوں میں سے نہیں ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ پل صراط جہنم کے اوپر رکھا گیا ہے۔ میدان حشر سے جنت جانے کا وہی راستہ ہے۔ تو درود شریف مومن کے لئے نور ہوگا نیچے سے دوزخ آواز دے گی اے مومن! جلدی گزر جا تیرا نور میری آگ بجھاتا ہے۔

ستر ہزار فرشتوں کی دعا:

فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا یا محمد ﷺ آپ ﷺ پر کوئی درود نہیں پڑھے گا مگر ستر ہزار فرشتے اس پر درود پڑھیں گے۔ یعنی اس کی مغفرت کے لئے دعا کریں گے۔ اور جن کی مغفرت کے لئے فرشتے دعا کریں گے وہ جنت والوں میں سے ہوگا۔

حوروں کی کثرت:

فرمایا: میرے اوپر بہت درود پڑھنے والے جنت میں زیادہ بیویوں (حوروں) والے ہوں گے۔

مخصوص فرشتوں کی دعاء:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو کوئی مجھ پر درود پڑھے میرے حق کی تعظیم کی خاطر تو اللہ پاک اس درود سے ایک فرشتہ پیدا کر دیتا ہے اس کا ایک پر مشرق میں ہوتا ہے اور دوسرا مغرب میں اور اس کے پاؤں ساتویں زمین میں ہوتے ہیں اور گردن عرش کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اللہ پاک اس فرشتے کو فرماتے ہیں میرے اس بندے کے لئے دعا کرو۔ جیسا کہ اس نے میرے نبی ﷺ پر درود پڑھا۔ وہ فرشتہ قیامت تک اس کے لئے دعا کرتا ہے۔

نجات کی ضمانت:

اور جس نے ہزار بار میرے اوپر درود پڑھا اللہ پاک اس کے جسم کو جہنم کی آگ پر حرام کر دے گا اور ثابت قدم رکھے گا۔ اللہ پاک اس کو قول ثابت پر یعنی **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پر یہی قول ثابت ہے۔

یعنی دنیا کی زندگانی میں اگر اس پر بہت سے امتحانات اور بہت سے مصائب آئیں گے تو متزلزل نہیں ہوگا اور آخرت میں بھی متزلزل نہیں ہوگا جب کہ قبر میں فرشتے اس سے سوال کریں گے۔ **من ربک و من نبیک و ما دینک** تیرا رب کون ہے تیرا نبی کون ہے اور تیرا دین کون سا ہے؟ تو صحیح جواب دے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو بلا حساب جنت میں داخل کر دے گا اور آئے گا درود اس کا مجھ پر اس حالت میں وہ نور ہوگا اس کے لئے پل صراط پر قیامت کے دن جس کی مسافت پانچ سو سال کی ہے اور بعض احادیث میں تین ہزار سال کی مسافت ہے ہزار سال اونچائی ہزار سال استواء ہزار سال اترائی اور فضل بن عیاض سے روایت ہے کہ مسافت پندرہ ہزار سال کی

ہے۔ پانچ ہزار اونچائی' پانچ ہزار استواء' پانچ ہزار اترائی' بال سے باریک تلوار کی دھار سے تیز جہنم کے اوپر رکھا گیا ہے۔

عالی شان محل:

اور اللہ ہر درورد کے بدلے میں جو مجھ پر بھیجا ہے' ایک عالیشان مکان جنت میں دے دے گا۔ اب تمہاری مرضی ہے تھوڑا پڑھو یا زیادہ پڑھو۔

سعید بن مطرف کا واقعہ:

سعید بن مطرف خیاط جو کہ ایک صالح بندے گزرے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے سوتے وقت ایک تعداد درود شریف کی اپنے اوپر مقرر کی تھی جب اپنے بستر سونے کے لئے آتا تھا تو وہ درود شریف رسول کریم ﷺ پر پڑھتا تھا تو ایک رات میں نے مقدار پوری کی اور آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نبی علیہ السلام کمرہ کے اندر تشریف لائے۔ سارا کمرہ روشن ہوگیا۔ پھر میرے قریب تشریف لائے اور فرمایا یہ تمہارا منہ جس سے تم کثرت کے ساتھ مجھ پر درود پڑھتے ہو میں اس کو چوم لوں۔ میں نے تو بوجہ حیاء منہ ذرا موڑ لیا تو آپ ﷺ نے میرے رخسار پر بوسہ دے دیا۔ تو میں ہیبت کی وجہ سے بیدار ہو گیا اور اپنی بی بی کو بھی بیدار کیا۔ لیکن مکان مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہو گیا تھا اور میرے رخسار سے آٹھ دن تک خوشبو میری بی بی کو آتی تھی۔

قبر سے خوشبو:

صاحب دلائل الخیرات کی قبر کی مٹی سے مشک جیسی خوشبو نکلتی تھی۔ درود کی کثرت کی وجہ سے صلی اللہ علیہ وسلم

مشکلات و پریشانیوں کا علاج:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کو سخت حاجت درپیش ہو جائے تو چاہئے کہ مجھ پر درود کثرت سے پڑھے۔ زیادہ درود و ہموم' غموم' کروب سب کو رفع کرتا ہے۔

محبت کی نشانی:

ایک روایت میں ہے کہ محبت کی نشانی ہمیشہ میرا ذکر کرنا اور زیادہ درود مجھ پر بھیجنا ہے اس لئے کہ من احب شیئا اکثر من ذکرہ جو کسی چیز کے ساتھ محبت کرتا ہے اس کا ذکر بہت کرتا ہے اور رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں میں کون زیادہ قوی ہے تو فرمایا جو میرے اوپر ایمان لایا ہے اور مجھے دیکھا نہیں اور یہ سوال اس لئے کیا کہ مخلوق ایمان میں متفاوت ہے۔ کسی کا ایمان بہت قوی ہے کسی کا ضعیف اس لئے کہ وہ محض اپنے شوق اور خواہش سے مجھ پر ایمان لایا اور میری محبت کی صداقت کی وجہ سے اس کی نشانی اس مومن میں یہ ہے کہ وہ آرزو کرے گا کہ کاش جو میرے پاس دولت اور ملکیت ہے ان سب کے بدلے میں مجھے دیدار سید الابرار نصیب ہو' اور دوسری روایت میں یہ عبارت ہے کہ سارے روئے زمین کے برابر سونے کے بدلے میں دیدار نصیب ہو۔ یہ مومن برحق ہے اور میری محبت کا سچا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو درود کا حکم:

اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰ علیہ السلام تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے کلام کی بہ نسبت تمہاری زبان سے تمہارے وساس کی بہ نسبت تمہارے دل کی تمہاری روح کی بہ نسبت تمہارے بدل کے اوپر تمہاری بینائی کی بہ نسبت تمہاری آنکھوں کے زیادہ قریب ہو جاؤں؟ کہا! ہاں اے رب۔ فرمایا رب نے **فاکثر الصلوۃ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم** مجھ پر زیادہ درود پڑھو اگر کسی کو شیخ کامل نہ ملے تو کثرت درود اس کا کام کرتا ہے۔

درود شریف کی دس کرامتیں:

کتاب میں لکھا ہے کہ رسول ﷺ پر درود پڑھنے میں دس کرامات ہیں۔ (۱) درود پڑھنے والے پر اللہ کی رحمت' (۲) نبی ﷺ کی شفاعت' (۳) فرشتوں کی مطابقت' (۴) فجار اور کفار کی مخالفت' (۵) گناہوں کو نیست و نابود کرنا' (۶) حوائج کا پورا ہونا' (۷) باطن کی صفائی اور نورانیت' (۸) قیامت کی تکالیف سے نجات' (۹) دخول دار القرار یعنی جنت۔ (۱۰) سلام الرحیم الغفار۔ (حدائق الانوار) اختتام اقتباسات اسماء النبیؐ

فضیلت درود شریف:

فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے کہ کوئی قوم ایسی مجلس میں نہیں بیٹھے گی جو کہ مجھ پر درود پڑھنے کے بغیر اٹھ کر چلی جائے

مگر وہ متفرق ہوگی اس طرح جیسے کہ انتہائی بدبودار سڑے ہوئے مردار سے اٹھے ہوں۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا اس نے جنت کا راستہ چھوڑ دیا۔ حضرت حسینؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا نام لیا جاوے اور مجھ پر درود نہ پڑھے۔

بخیل اربود زاھد بحر و بر
بہشتی نہ باشد بحکم خبر

بخیل اگر تری اور خشکی (تمام روئے زمین) کا زاہد ہو حدیث کے حکم سے جنتی نہ ہوگا اور مشہور مقولہ ہے البخیل عدو الله ولو كان زاهد۔ بخیل اللہ کا دشمن ہے اگر چہ زاہد ہو

بلغ العلے بکماله کشف الدجے بجماله
حسنت جميع خصاله صلوا عليه وآله

چیدہ چیدہ درود شریف

اللهم اجعل صلوتک وبر كاتک ورحمتک على سيد المرسلين و امام المتقين خاتم النبيين محمد عبدک و رسولک امام الخير و قائد الخير و رسول الرحمة اللهم ابعثه مقاما محمودا يغبطه فيه الاولون والاخرون. اللهم صل وسلم و بارک على سيدنا محمد و على آل سيدنا محمد افضل مملوح بقولک و اشرف داع الاعتصام بحبلک و خاتم انبيائک و رسلک صلوة تبلغنا فى الدارين عميم فضلک و كرامة رضوانک ووصلک.

۲- اللهم صل على محمد و على آل محمد صلوة تكون لک رضاء وله جزاء ولحقه اداء واعطه الوسيلة والفضيلة و المقام المحمود الذى وعدته.

۳- اللهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على ابراهيم و على آل ابراهيم انک حميد مجيد. اللهم بارک على محمد و على آل محمد كما باركت على ابراهيم و على آل ابراهيم انک حميد مجيد.

بخشش:

کسی نے امام شافعیؒ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا ان سے دریافت کیا کہ اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا کہا بخش دیا پھر ان سے پوچھا کس عمل سے تو کہا ان درودوں کے پڑھنے کی برکت ہے۔

۵- اللهم صل على محمد عدد من صلى عليه وصل على محمد عدد من لم يصل عليه وصل على محمد كما امرتنا بالصلوة عليه و صل على محمد و على آل محمد كما امرتنا ان نصلى عليه.

آنحضرت ﷺ کی زیارت:

ابن فاکہانی سے روایت ہے کہ جو کوئی درود ذیل کو ستر بار پڑھے گا رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھ لے گا اس پر جبیر اور ابن دواعہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بھی دیکھ لے گا اور جس نے مجھے قیامت میں دیکھا میں اس کی شفاعت کروں گا وہ میرے حوض کوثر سے پانی پیے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی جسد کو آگ دوزخ پر حرام کردے گا وہ درود یہ ہے۔

۵- اللهم صل على روح محمد فى الارواح وصل على جسد محمد فى الاجساد و صل على قبر محمد فى القبور اللهم ابلغ روح محمد منى تحية و سلاما اللهم صل على سيدنا محمد كلما ذكره الذاكرون اللهم صل على سيدنا محمد كلما غفل عن ذكره الغافلون.

حسن بن علی اسرائی نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اس درود مبارک کو کسی آفت یا کسی مصیبت کے وقت ایک ہزار بار پڑھے اللہ اس کو مقصد میں کامیاب فرمائے گا۔

۶- اللهم صل على سيدنا محمد صلوة تنجينا بها من جميع الاهوال ولافات و تقضى لنا بها جميع الحاجات و تطهرنا بها من جميع السيئات و ترفعنا بها عندک اعلىٰ الدرجات و تبلغنا بها اقصى الغايات من جميع الخيرات فى الحيات و بعد الممات.

(اخیر میں اگر یہ اضافہ کرے تو بہتر ہوگا) انک علی کل شیء قدیر.

بینائی کا واپس آ جانا:

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ایک نابینا سرور کونین ﷺ کے پاس آئے تھے یہی دعا ان کو بھی بتائی تھی انہوں نے پڑھ لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بینا کر دیا یعنی ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔

۷- اللهم رب الارواح والاجساد البالية اسئلک بطاعة الارواح الرجعة الى اجسادها و بطاعة الاجساد الملتئمة بعروقها و بكلماتك النافذة فيهم و اخذک الحق منهم والخلائق بين يديک ينتظرون فضل قضائک و يرجون رحمتک ويخافون عقابک ان تجعل النور فی بصری و ذکرک بالليل والنهار على لسانی وعملا صالحا فارزقنی.

مسنون دعائیں

دعاء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رسول کریم ﷺ نے فرمایا فاطمہ کونسی چیز تجھے میری وصیت سے منع کرتی ہے سنو میری وصیت یہ ہے کہ یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

ياحی ياقيوم برحمتک استغيث لاتكلنی الى نفسی طرفة عين واصلح لی شانی كله

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام صبح کے وقت یہ دعا مانگتے تھے۔

اللهم ان هذا خلق جديد فافتحه على بطاعتک واختمه لی بمغفرتک ورضوانک وارزقنی فيه حسنة تقبلها منی وزكها و ضعفها لی وما عملت فيه من سيئة فاغفر حالی انک غفور رحيم و دود كريم.

عیسیٰ علیہ السلام کی دعا:

اللهم انی اصبحت لااستطيع دفع ماا كره ولا املک نفع ما ارجوا و اصبح الامر بيد غيری واصبحت مرتهنا بعملی ولا فقير افقر منی

اللهم لاتشمت بی علوی ولا تسئوبی صديقی ولا تجعل الدنيا اكبر همی ولا تسلط علی من لا يرحمنی ياحی يا قيوم

اللهم انک تعلم سری وعلانيتی فاقبل معذرتی و تعلم حاجتی فاعطنی سولی و تعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی اللهم انی اسئلک ايمانا يباشر قلبی ويقينا صادقا حتی اعلم انه لن يصيبنی الا ما كتبت علی والرضا بما قسمت لی ياذالجلال والاكرام.

حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو بندہ کھانا کھالے اور پھر یہ کہے۔

الحمد لله الذی اطعمنی هذا الطعام ورزقنيه من غير حول منی ولا قوة.

تو اس حمد اور شکر کی برکت سے اس کے سارے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

میزبان کے لئے دعا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بوالہیثم رضی اللہ عنہ نے کھانا تیار کیا اور رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابہ کی دعوت کی جب سب کھانا کھا کر فارغ ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو بدلہ دو عرض کیا گیا ان کو کیا بدلہ دیا جا سکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب کسی بھائی کے گھر جاؤ اور وہاں کچھ کھاؤ پیو اور پھر اس کے لئے خیر و برکت کی دعا کرو تو یہی تمہاری طرف سے اس کا بدلہ ہے۔

بے چینی خوف وہراس کی دعا:

اللھم استر عور اتنا و امن روعاتنا

پریشانی کی دعا:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہوتی تھی تو یہ مبارک کلمات پڑھا کرتے تھے

لاالہ الا اللہ العظیم الحلیم لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم لاالہ الا اللہ رب السموت ورب الارض و رب العرش الکریم

دعابرائے دفع تفکرات:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب کبھی رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کوفکراور پریشانی ہوتی تھی تو یہ اسماء پڑھتے تھے یاحی یاقیوم برحمتک استغیث اورلوگوں کوبھی فرماتے تھے یاذالجلال والاکرام سے چمٹے رہو۔یعنی ان مبارک ناموں کاورد کرتے رہو چونکہ یاحی یاقیوم بعض روایات کے مطابق اسم اعظم ہے اوریاذالجلال والاکرام کے متعلق بھی اسم اعظم ہونے کی روایت موجود ہے۔

حضرت یونسؑ کی دعا:

لاالہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین

تو جومسلمان اپنی کسی مصیبت میں ان کلمات سے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا اور مشکل آسان کرے گا۔

بیماری سے شفایابی کے لئے دعا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تھا تو رسول اللہ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ اس کے جسم مبارک پر پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے۔

اذھب الباس رب الناس فاشف انت الشافی لا شفاء الاشفاء ک شفاء لایغادر سقما

جبریل امین کی دعا:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو جبریل امین آئے اور کہا اے محمد! آپ ﷺ کو تکلیف ہوگئی۔حضور ﷺ نے فرمایاہاں تو جبرئیل امینؑ نے یہ دعا پڑھ کر جھاڑا اور اللہ نے شفادی کلمات یہ ہیں۔

بسم اللہ ارقیک من کل شئی یؤذیک من شر کل نفس و حاسد اللہ یشفیک بسم اللہ ارقیک

ایک انتہائی جامع اور مبارک دعا:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول ﷺ کی حجۃ الوداع میں میدان عرفات میں شام کے وقت یہ خاص دعا تھی۔

اللھم انک تسمع کلامی و تری مکانی و تعلم سری و علانیتی لا یخفی علیک شئی من امری و انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنبی اسئلک مسالۃ المسکین و ابتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل وادعوک دعاء الخائف الضریر و دعاء من خضعت لک رقبتہ و فاضت لک عبرتہ وذل لک جسمہ ورغم لک انفہ اللھم لا تجعلنی بدعائک شقیا و کن بی رء وفا رحیما یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین.

ترجمہ:

اے اللہ تو میری ہر بات سنتا ہے اور جہاں جس حال میں ہوں تو اس کو دیکھتا ہے اور تو میرے ظاہر و باطن سے باخبر ہے تجھ سے میرے کوئی بات چھپی نہیں ہے میں پریشان ہوں محتاج ہوں اور فریادی ہوں پناہ جو چاہوں ترساں ہوں، ہراساں ہوں، اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں تجھ سے سوال کرتا ہوں جیسے کوئی عاجز مسکین بندہ سوال کرتا ہے تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں جیسے کوئی گنہگار ذلیل وخوار گڑگڑاتا ہے اور تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ جیسے کوئی خوف زدہ آفت رسیدہ دعا کرتا ہے اور اس بندے کی طرح مانگتا ہوں جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہو اور آنسو بہہ رہے ہوں اور تن بدن سے وہ تیرے آگے فروتنی کئے ہوئے ہو اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہوں اے اللہ تو مجھے اس دعا میں ناکام ونامراد نہ رکھ اور میرے حق میں بڑا مہربان ونہایت رحیم ہو جا اے ان سب سے بہتر و برتر جس سے مانگنے والے مانگتے ہیں اور اے بہتر دینے والے۔

باب ۴

غیر منقوط سیرت

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

جناب محمد ولی رازی صاحب نے سیرت طیبہ غیر منقوط نثر میں تحریر فرمائی۔ جس کا نام ''ھادیٔ عالم'' ہے۔
فیضی کی ''سواطع الالہام'' قرآن کریم کی غیر منقوط تفسیر
فیضی کے نظریات سے قطع نظر اس میں شک نہیں ضرب المثل بن گئی اور اسے دنیا بھر میں پذیرائی حاصل ہوئی۔ لیکن تفسیر فیضی تو کوئی مستقل تفسیر نہیں بلکہ قرآن کریم کے متن پر تفسیری حواشی ہیں۔ اس کے بالمقابل ''ھادیٔ عالم'' رسول اکرم ﷺ کا مسلسل اور مکمل احوال ہے لوگوں کے واسطے اس کا اک حصہ لکھا ہے اس کے مطالعہ سے ہر مسلم کی روح مسرور ہو گی۔

''اللہ اللہ! وہ رسول امم مولود ہوا کہ اس کے لئے صدہا سال لوگ دعاء گو رہے۔ اہل عالم کی مرادوں کی سحر ہوئی، دلوں کی کلی کھلی، گمراہوں کو ہادی ملا، گلے کو راعی ملا، ٹوٹے دلوں کو سہارا ہوا، اہل درد کو درماں ملا، گمراہ حاکموں کے محل گرے۔ سال ہا سال کی دہکی ہوئی وہ آگ مٹ کے رہی۔

''ساری حمد اللہ کے لئے ہے، اسی کے کرم سے ہم معمار حرم (سلام اللہ علی روحہ) اسی کے کرم سے ہم کو حرم کی رکھوالی کا اکرام ملا اور ہم کو وہ مسعود گھر عطاء ہوا کہ دور دور کے امصار و ممالک کے لوگ اس کے لئے راہی ہوئے۔ وہ حرم عطاء ہوا کہ لوگ وہاں آکر ہر طرح کے ڈر سے دور ہوں، اسی گھر کے واسطے ہم کو لوگوں کی سرداری ملی۔

مولودِ مسعود:

رسول اللہ ﷺ کی والدہ مکرمہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ کی حاملہ ہو کر دورِ حمل کے ہر دکھ اور ہر الم سے دور رہیں دل کو اک طرح کا سرور سا رہا۔ سالِ مولود کے ماہ سوم کی دس اور دو ہے، سوموار کی سحر ہوئی اور ماں کا روح لمحۂ مسعود آکے رہا کہ رسول اللہ کی والدہ کی گود اس ولدِ مسعود سے ہری ہوئی۔ اور وہ اہل عالم کی اصلاح کے لئے مامور ہو کر مولود ہوا۔ اسی لمحۂ مسعود و محمود کے لئے سارا عالم مادی کھڑا رہا اور اسی ولدِ مسعود کو ''لولاک'' کا عہدۂ مکرم عطاء ہوا۔

ام رسولؐ حاملۂ رسول ہوئیں، اس کو اللہ کا الہام ہوا کہ اس مولود کا اسم ''احمد'' رکھو!

رسول اللہ لوگوں سے ہمکلام ہوئے اور کہا ''محمد ہوں، ماحی ہوں، احمد ہوں۔

دادا کا رکھا ہوا نام اسم محمد ہے۔ والدۂ مکرمہ کا ارادہ ہوا کہ رسم مکہ کی رو سے وہ ولدِ مسعود کسی دودھ والی کے حوالے ہو۔ وہ دائی گلی گلی گھوم کر رسول اللہ کے گھر آئی۔ اس لئے ام رسولؐ سے کہا، اے والدۂ مکرمہ! اس لڑکے کو ہمارے حوالے کرو! ہادیٔ اکرم ﷺ کی والدۂ مکرمہ دل کے ٹکڑے کو دائی ماں کے حوالے کر کے اس سے ہمکلام ہوئی اور کہا کہ ''اے مائی! اس لڑکے کا معاملہ دوسرے لڑکوں سے الگ ہے''۔

کمال مسرور ہوئی اور لڑکے کو گود میں لے کر والدۂ مکرمہ کے آگے آئی۔ اللہ کے حکم سے اسی دم دائی ماں کا دودھ سواء ہوا۔ ولدِ مسعود کو مکے سے لے کر رواں ہوئے، اللہ کا کرم ہوا اور وہی سواری اس طرح دوڑی کہ ہوا ہو گئی اور اہل کارواں سے آملی۔ دائی ماں سواری دوڑا کر آگے آئی اور کہا کہ ''اے لوگو! اللہ کے کرم اور اس کی عطاء سے ہم کو مکے کا وہ مولود ملا ہے کہ سارے عالم کے مولود اس کے آگے کرو، واللہ سارے لڑکوں سے اعلیٰ و اسعد مولود ہم کو ملا ہے''۔

مولود مرسل اس کارواں کے ہمراہ اولاد سعد کے گاؤں آرہا۔

لوگوں کو احساس ہو کے رہا کہ واللہ! اس ولدِ مکی کا معاملہ سارے لڑکوں سے الگ اور اہم ہے۔

ولدِ مسعود کو لے کر مکہ مکرمہ آئے اور اس کی ماں سے ملالائے۔

ملائک کی آمد

اک سحر کو ہادی اکرم ﷺ دائی ماں کے اک لڑکے کے ہمراہ گھر سے دور ہو گئے۔ وہاں اللہ کے حکم سے دو ملائک آئے، ولدِ مکی کو لٹا کر اس کے صدرِ مسعود کو کاٹا اور اس سے کوئی کالا حصہ اٹھا کر دور ڈالا۔ اس کو ڈر لگا، اس لڑکے کو والدہ مکرمہ کے حوالے کر کے اس اہم معاملہ سے الگ ہو، والدۂ مکرمہ کے حوالے کر کے دل کا ملال گلے لگائے ہوئے گاؤں لوٹ گئی۔

حرم گئے اس طرح دعاء کی:

''اے اللہ! میرے رہوار محمد (ﷺ) کو لوٹا دے، اے اللہ! اس کو لوٹا دے اور اس کے واسطے سے ہم کو رحم و کرم کا مورد کر!

مکے کے سردار رسول اللہؐ سے ملے اور کہا کہ ماہ کامل کے دو ٹکڑے کر کے دکھاؤ! ہادی اکرم ﷺ سرداروں سے ملے اور کہا کہ اگر اللہ کے حکم سے اسی طرح کر کے دکھاؤں اسلام لاؤ گے؟ سردار کا وعدہ ہوا کہ ہاں! ہم کلمۂ اسلام کہہ کر مسلم ہوں گے۔ ہادیٔ اکرم ﷺ اللہ کے آگے دعاء گو ہوئے، سارے لوگ سوئے ماہ کامل رو کر کے کھڑے ہوئے۔ معاً ماہ کامل کے دو حصے ہو گئے اور اک ٹکڑا دوسرے سے الگ ہو کر دور ہٹا۔ اس حال کا مطالعہ کر کے مکے کے گمراہوں کے حواس اڑ گئے اور اس طرح محو ہوئے کہ اک دوسرے سے لاعلم ہو گئے۔

حاکم اصحمہ کا عمدہ سلوک

اہل اسلام کا کارواں حاکم اصحمہ کے ملک آکر ٹھہرا۔ اصحمہ کا اہل اسلام سے اکرام اور رواداری کا سلوک ہوا۔ مگر اہل مکہ کو اللہ والوں کو آرام کہاں گوارا؟ ہر دو اموال لے کر

حاکم اصحمہ کے ہاں گئے۔

رسول اللہ کے ولدِ عم آگے آئے اور کہا

"اے حاکم! ہم سالہا سال سے لاعلمی کی گہری کھائی گرے رہے اور علم سے دور رہے۔ مٹی کے گھڑے ہوئے الٰہوں کے آگے سر لگا کر سارے الٰہوں کے مملوک رہے، مردار کھا کر مسرور رہے۔ ہر طرح کی حرام کاری ہمارا معمول رہی، صلۂ رحمی سے کوسوں دور رہے۔ ہم سے کہا کہ سارے الٰہوں سے دور ہو کر اس اللہ کے ہو رہو کہ وہ واحد ہے۔ ہمارے لئے اس کا حکم ہوا کہ صلۂ رحمی کے عادی ہو، ہمسائے سے عمدہ سلوک کرو اور اس کے واسطے سے ہم کو حلال اور حرام کا علم ہوا۔

سارے مکے کے لوگ اس رسول کے اور ہمارے عدو ہو گئے۔ ہم کو کوڑے مارے گئے، سرِ عام رسواء کئے گئے۔ ہر طرح کے دکھ اور آلام ہم کو ملے اور ہمارے لئے مکے کی وادی حرام کر دی۔ ہمارے سردار اور اللہ کے رسول کا حکم ہوا کہ ہم حاکم عادل کے ملک آ کر مکے والوں کے آلام سے رہا ہوں"۔

حاکم اصحمہ کا دل اس کلام سے ملائم ہوا اور کہا کہ اے لوگو! اس کلام کا کوئی حصہ ہمارے آگے کہو! رسول اللہؐ کے ولدِ عم آگے آئے اور اس سورہ کے اول حصے کی ادائیگی کی کہ وہ سورہ روح اللہ رسول کی والدہ کے اسم سے موسوم ہے۔

حاکمِ اصحمہ روح اللہ رسول کے مسلک کا آدمی رہا۔ اس کلام الٰہی کا سامع ہو کر وہ حامی ہوا۔ عمرو ولدِ عاص اور اس کا ہمراہی وہاں سے کمال ملول اور مراد سے محروم ہوئے، مکہ مکرمہ راہی ہوئے۔

رسول اللہؐ کے وہ ہمدم عمر مکرم کو لے کر سوئے "دار کوہ" آئے اور وہاں در کھٹکھٹا کے کھڑے ہوئے۔ اس لمحہ رسول اللہ ﷺ وہاں عمر ہمدم اور دوسرے لوگوں کے ہمراہ رہے۔ عم ہمدم کو معلوم ہوا کہ عمر در کے ادھر کھڑا ہے۔ کہا کہ اگر عمر اصلاح کے ارادے سے آ رہا ہے، ہم سے عمدہ سلوک حاصل کرے گا۔ اور اگر اس کا کوئی اور ارادہ ہے، اسی کی حسام سے اس کو ہلاک کروں گا۔

عمر مکرم آگے آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! اسی ارادے سے اس گھر کو راہی ہوا ہوں اور کلمۂ اسلام کہہ کر رسول اکرمؐ کے حامی ہوئے۔ ہادیٔ اکرم کمال مسرور ہوئے اور اللہ احد کی صداء لگائی"۔

عمر مکرم کے اسلام سے اہل اسلام کو کمال حوصلہ ہوا۔ عمر مکرم اٹھے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! سارے اہل اسلام کو ہمراہ لے کر سوئے حرم آؤ! کہ اللہ کا گھر صدائے لا الٰہ الا اللہ سے معمور ہو۔

(۲) عمر مکرم اہل اسلام کو لے کر حرم آئے اور مکے کے گمراہوں سے کہا کہ اے لوگو! گواہ رہو کہ عمر کو راہِ ہدیٰ مل گئی اور وہ اسلام لا کر اللہ اور اس کے رسولؐ کا حامی ہوا ہے۔ اہل اسلام کھلم کھلا حرم آ کر محو حمد الٰہی ہوں گے۔ اگر کسی کو حوصلہ ہو، آگے آئے۔

الحاصل اس طرح عمر مکرم کے واسطے سے اہل اسلام کے لئے حرمِ الٰہی کا در کھلا۔

ہادیٔ اکرم ﷺ دو اور اک سال سارے اہلِ اسرہ کے ہمراہ اس درۂ کوہ کے محصور ہو کر رہے۔ وہ سارا عرصہ اسرۂ رسول کے لئے طرح طرح کے دکھوں اور آلام کا رہا۔ اس لئے کہ اہل مکہ کا ہر معاملہ سارے لوگوں سے رکا رہا۔ لوگ اکل وطعام سے محروم ہو گئے۔ گھاس اور کھال کے ٹکڑے کھا کھا کر رسول اللہؐ کے لئے سارے صدمے سہے۔ اس سارا عرصہ رسول اللہ ﷺ درۂ کوہ سے آ کر کلمۂ اسلام کے لئے ساعی رہے۔

سردار اور وہ امر لائے ہو کہ اس کی اساس عدل ہے۔ اس لئے آؤ معاہدے کا حال معلوم کرو۔ لوگ معاہدے کو لے آئے ہیں۔ اس کو کھولا۔ سارا معاہدۂ مسطور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر معدوم ہوا، اور اللہ کا اسم علیٰ حالہٖ لکھا رہا۔ اہلِ مکہ اس امر سے ٹھٹھر کر رہ گئے۔ عمر سردار وہاں سے لوٹ کر "درۂ کوہ" آئے اور لوگوں کو سارے معاملے کی اطلاع دی۔ کہا کہ اللہ کے حکم سے ہم کو اس معاہدہ سے رہائی مل گئی۔

عم سردار اور عروس مکرمہ کا وصال

دم ہادیٔ عالم صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم عم سردار کے آگے آئے اور کہا کہ اے عم مکرم! لمحۂ وصال آ لگا ہے۔ اس لمحہ اگر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ لو، اللہ سے دعاء کروں گا کہ وہ ساری عمر کے مکروہ اعمال محو کر کے دارالسلام کی دائمی عمر عطاء کرے گا۔

کہ وہ کلمہ کہہ لوں

مسلمۂ اول اور سارے مسلموں کی ماں اک عمر رسول اکرمؐ کی ہمراہی اور دلداری کر کے اللہ کے گھر کو سدھار گئیں۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم، ہمدم مکرم ہمراہ حرم مکہ کو الوداع کہہ کر وہاں سے راہی ہو گئے۔

دلوں کی کلی کھل گئی، سارے لوگوں کے رو مسکراہٹوں سے کھل گئے۔ سرور اور ولولوں سے وہ حال ہوا کہ وہاں کے لوگ اس طرح کے سرور اور ہماہمی سے سدا محروم رہے۔

سارے لوگوں سے اول رسول اللہ کے مددگاروں کے گروہ کو

ہادیٔ عالم اور ہمدم مکرم کی سواری دکھائی دی۔ اولاد عمرو اللہ احد کی صدا لگا کر سوئے رسول دوڑے۔ ہر آدمی ساعی ہوا کہ وہ ہر اک سے اول رسول اللہؐ سے ملے۔

''وداع کی گھاٹی سے ہمارے لئے ماہ کامل طلوع ہوا ہے۔ ہم لوگ اللہ کی حمد کے لئے مامور ہوئے کہ ہم ہر دعاء گو کے ہمراہ حمد کر کے مسرور ہوں۔ اے وہ کہ ہمارے لئے اللہ کی عطاء ہے، اللہ کا حکم لے کر ہمارے لئے وارد ہوا ہے''۔

رسول اکرم ﷺ کا گھر

سواریٔ رسولؐ دولڑکوں کے اس حصے آ کر رکی، اس حصے سے ملا ہوا اک مددگار رسول کا گھر، رسولؐ اللہ کی ورود گاہ اور آرام گاہ ہوا۔ اس مددگار کے اس گھر کے لئے علماء سے اک اہم معاملہ مروی ہے۔ اس معاملے کی رو سے وہ گھر صدہا سال سے رسولؐ اللہ ہی کا رہا۔ اس لئے کہ اس گھر کی معماری اک حاکم صالح کے حکم سے ہوئی۔ اور اسی ارادے سے ہوئی کہ وہاں اللہ کے حکم سے اللہ کا اک رسول ﷺ آ کے ٹھہرے گا۔ اس گھر کا سارا حال علمائے کرام سے اس طرح مروی ہے۔

شهدت علىٰ احمد انه رسول من الله باری النسم
فلو مد عمری الیٰ عمره لكنت وزيرا له ابن عم
و جاهدت بالسيف اعدائه و فرجت عن صدره كل غم

''گواہ ہوا ہوں کہ محمد واحمد (ﷺ) اللہ کا رسولؐ ہے۔ اگر اس حاکم کی عمر کو طول ہوا اور رسول ﷺ اللہ کا دور اس کو ملا، لامحالہ اللہ کے اس رسول کا مددگار رہوں گا۔ اور اس کے اعداء سے معرکہ آراء ہوں گا اور اس کے دل سے ہر الم کو دور کروں گا''۔

علماء کی رائے ہے کہ وہ مددگار رسول کہ اس کا گھر رسول ﷺ کی آرام گاہ ہوا۔ دراصل اسی عالم کی اولاد سے ہے۔

اسرائیلی علماء کی آمد

آگے مسطور ہوا کہ اسرائیلی علماء کو مکمل علم رہا کہ اک رسولِ امم ﷺ وادیٔ مکہ سے اٹھے گا اور اس رسول ﷺ کے دوسرے کئی احوال علماء کو معلوم رہے اور معمورۂ رسول ﷺ کے دوسرے لوگوں کو وہ سارے احوال اسرائیلی علماء سے معلوم ہوئے۔

''لوگو آگاہ ہو رہو! کہ لامحالہ وہ اللہ کا وہی رسول ہے کہ سال ہا سال سے ہم اس کے حال سے آگاہ رہے اور اس کے لئے اللہ سے دعاء گو رہے۔ اس لئے اے لوگو اسلام لے آؤ!

باب ۵

تصوف

قرآن کریم کی روشنی میں

اس باب میں متعدد قرآنی آیات کا ترجمہ اور ان کی روشنی میں معلوم ہونے والے علم تصوف کے مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔ اور یہ دراصل حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی ایک تصنیف سے اقتباسات ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل تصوف دراصل قرآن کریم کی تعلیمات کا ہی ایک حصہ ہے۔ آج کل جاہلوں نے اسے شریعت سے متضاد رسوم کا مجموعہ بنا دیا ہے یہ حقیقی تصوف نہیں ہے حقیقی تصوف وہی ہے جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی تعلیمات کے مطابق انسان کی تربیت کرے۔

اسی کی مدد سے ابتداء ہے اور اسی سے وصول الی المنتہاء ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ

''اور اللہ تعالیٰ سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے''

اور دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ

''اللہ تعالیٰ ہر شئے کو گھیرے ہوئے ہے''

اور بلاشبہ آپ کے رب نے سب لوگوں کا گھیر رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے ان کے پاس کی چیزوں کو گھیر رکھا ہے۔ اور یہ سب آیتیں ان لوگوں کے قول کی صحت پر دال ہیں، جنہوں نے علماء صوفیہ میں سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے، مگر لوگوں کو خدا تعالیٰ کے مکان ہونے کی کیفیت معلوم نہیں (یعنی یہ حضرات احاطۂ ذاتیہ کے بھی قائل ہیں اور اہل ظاہر کی طرح صرف احاطۂ صفاتیہ ہی کے قائل نہیں) اور احاطہ کے لئے یہ ضرور نہیں کہ محیط اور محاط دونوں جسم ہوں۔ تفسیر احاطہ کی صرف یہ ہے کہ محاط محیط سے بعید نہ ہو اور نہ محیط محاط سے بعید ہو۔ پھر (جاننا چاہئے) کہ یہ قول جمیع مشائخ صوفیہ ہے جیسے جنیدؒ سے منقول ہے کہ کسی شخص نے آپ کے حضور میں اثناء گفتگو میں آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آسمان کی طرف اشارہ نہ کرو، کیونکہ وہ تیرے ساتھ ہے۔ سو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت جنیدؒ نے اللہ تعالیٰ کے مکان کو عرش کے ساتھ خاص نہیں کیا اور نہ ایک جہت چھوڑ کر خاص کیا۔ خوب سمجھ لو (اور استواء علی العرش یا تو متشابہ ہوگا یا ماول علی حسب اختلاف المسلکین۔ اور حدیث میں لفظ مکان کا اطلاق آیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اور قسم ہے میرے مکان کی بلندی کی)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً

''داخل ہو جاؤ تم تسلیم میں پورے پورے''

جان تو کہ تسلیم تصوف یہ ہے کہ نفس صفات ذمیمہ اور دنیا و آخرت سے مر جاوے، باوجودیکہ وہ زندہ اور باقی رہے۔ حرکت کرے تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے، ساکن ہو تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے۔ اور جو اس کے خلاف ہو وہ تسلیم نہیں، کیونکہ جتنی کسر نفس کے مرنے میں ہے، اتنی ہی منازعت باقی ہے (پس لامحالہ تسلیم کے خلاف ہے)۔ اور ہم نے اس تسلیم کے لئے حالت حیات میں ہونے کی شرط اس لئے کہ یہ خطاب احکام تکلیفی کے لئے قائم رکھنے کا ان لوگوں کو ہے جو دنیا میں زندہ ہیں، اہل قبور کو نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سمیٹ لیتا ہے اور پھیلا دیتا ہے اپنے دوستوں کو ان سے ماسواء اللہ کو چھڑا کر سمیٹ لیتا ہے اور اپنی کشادگی (راہ کی) عنایت فرماتا ہے، اور یہی جذبہ کہلاتا ہے۔ سو خوب سمجھ لو (یعنی آیت اپنے عموم الفاظ سے اس قبض و بسط واردات کو بھی شامل ہے)۔

عرض کیا ابراہیم علیہ السلام نے کہ میں ایمان کیوں نہیں رکھتا ولیکن (مشاہدۂ احیاء کی اس لئے درخواست کرتا ہوں)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ

''تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو جاوے''

یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ ایمان بڑھتا ہے، بڑھتے بڑھتے اطمینان بن جاتا ہے۔ اور یہ وہی چیز ہے جس کو صوفیہ یقین سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر یہ زیادتی کبھی رویت سے اور کبھی وجدان سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ آیت دال ہے اس پر کہ ایمان شک کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے اور شک سے اس کی نفی نہیں ہوتی۔ اور یہی معنی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں۔ تو اگر آپ کو اس چیز میں جس کو ہم نے آپؐ پر اتارا ہے، کچھ شک ہو، آخر آیت تک۔ اور اسی طرح قول نبی علیہ السلام میں بھی کہ ہم شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں بہ نسبت ابراہیم علیہ السلام کے۔ میں کہتا ہوں کہ شک کی تفسیروں میں یہ تفسیر سب سے اچھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ

''اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے''۔

اور یہ آیتیں اور جو ان کے ماخذ ہیں، مشائخ کے اس مقولہ پر کھلی دلالت کر رہی ہیں جو ان حضرات نے فرمایا ہے کہ عارف بجز ذات خدائے برتر کے کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ نہ عذاب دوزخ سے ڈرتا ہے اور نہ نعیم جنت کے فوت ہونے سے اور نہ تمام دنیا کے فوت ہونے سے اور ایسے ہی مضمون پر قول نبی ﷺ کا بھی دلالت کرتا ہے۔ اے اللہ میرے! میں

پناہ مانگتا ہوں آپ کی آپ سے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ

''اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے''۔

یعنی اللہ کی ذات کی طرف ہر نیکوکار اور ہر بدکردار اور ہر قرب والے اور ہر بعد والے کا لوٹنا ہے۔ سو بدکردار کا لوٹنا تو دوزخ کی طرف ہوگا، جو غضب کی لکڑیوں سے روشن کی گئی ہے اور حق تعالیٰ کے غصہ اور انتقام اور ناخوشی کی ایندھن سے بھڑکائی گئی ہے۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ اور نیکوکاروں کو لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف دارالسلام میں اور بلند درجوں کی طرف ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

''آپ ﷺ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو''

محبت کی بنیاد ارادہ ہے۔ پھر وہ ترقی کرتا رہتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ محبت ہو جاتی ہے۔ پھر محبت بڑھتی رہتی ہے، حتیٰ کہ کامل ہو جاتی ہے۔ لیکن شوق اور عشق! سو وہ محبت مشتعلہ کو کہتے ہیں۔ اور اشتعال اس وقت ہوتا ہے جب محبت ترقی پر ہو اور وصال مقصود ہو۔ پھر اگر وصال حاصل ہو گیا تو اشتعال جاتا رہتا ہے، اور محبت ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے۔ جس کی بڑھتی ہو، یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جاتی ہے اور جب محبت وصال کے ساتھ کامل ہو جاتی ہے تو اس کا نام رضاء ہے۔ اور شوق اور اشتعالہ کے لئے کمال محبت لازم نہیں، بلکہ بسا اوقات محبت ناقص ہوتی ہے۔ اور باوجود اس کے وصال مفقود ہونے کی وجہ سے اس میں سخت اشتعال، سوز ندہ ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا

''جو کچھ میرے پیٹ میں ہے، میں نے اس کو تیرے نام پر خالص کر دینے کی نذر کی''

یعنی بجز آپ کی بندگی کے اور سب چیزوں سے اس کو خالص کر دیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے خالص اور صاف مٹی اور حریۃ اولیاء اللہ کے اعلیٰ مقامات عبودیت سے ہے۔ اور اہل اباحت نے غلطی کی کہ اس سے یہ سمجھ گئے کہ تکالیف شرعی مرتفع ہو کر نفس خدا کی بندگی سے آزاد ہو جاوے۔ اور یہ محض باطل ہے جس کو انہوں نے محض شہوت اور خواہش نفسانی کی وجہ سے اختیار کیا ہے کیونکہ حریۃ تو یہ ہے کہ بندگی میں اعلیٰ درجہ کی صفائی اور خلوص ہو جاوے۔

فرمایا زکریا علیہ السلام نے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَنّٰى لَكِ هٰذَا الخ

''یہ تم کو کہاں سے ملا'' آخر آیت تک

یہ رزق مریم علیہا السلام کے لئے ایک میوہ تھا اور آپؑ پیغمبر نہ تھیں۔ سو اس سے ثابت ہوا کہ یہ آپ کی کرامت تھی اور زکریا علیہ السلام کا معجزہ نہ تھا۔ کیونکہ اول تو زکریا علیہ السلام کو اس کی خبر نہیں ہوئی اور آپؑ نے تعجب ظاہر فرمادیا۔ دوسرے مریم علیہا السلام نے یہ نہیں جواب دیا کہ یہ آپؑ کا معجزہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ

(بطور حکایت کے عیسیٰ علیہ السلام سے) ''اور میں خدا کے حکم سے اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور جذامی کو اور زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو''

یہ مضمون مشائخ صوفیہ کے اس قول کی صحت پر دلالت کرتا ہے کہ بندہ اخلاق خداوندی سے متصف ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مادرزاد اندھے اور جذامی کے اچھا کرنے اور مردوں کے زندہ کرنے کو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب فرمایا اور اذن الٰہی کی قید لگادی۔ اور یہ مشائخ صوفیہ کے نزدیک محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس پر قادر کر دے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

''ہم خدا کو چھوڑ کر باہم ایک دوسرے کو رب نہ بنادیں''۔

یہ آیت ان لوگوں کے بطلان پر ذکر کرتی ہے جو صوفیوں میں سے حلول کے قائل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''لیکن ہو جاؤ تم رب والے''۔ یعنی تم اپنے پروردگار کے اخلاق کے ساتھ متصف ہو جاؤ، اپنے قلوب کی بصیرت سے مبصر ہو جاؤ اور ربانی منسوب ہے رب برتر کی طرف بندگی کے

طور پر۔ تو بندہ کا رب ہونا محال ہے اور اس کا ربانی ہونا امر مطلوب و خوبی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا

''اور نہ وہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو''۔

مشائخ نے فرمایا ہے کہ فرشتوں کو رب بنانا یہ ہے کہ ان کا دل سے ذکر کرے اور ان کی طرف خطرۂ قلبی اور خطرات سری سے التفات کرے۔ ابن عطاء نے فرمایا ہے کہ مخلوق کی طرف التفات کرنے سے بچے جب کہ التفات الی الحق کے اسباب میسر ہیں۔ واسطی نے اس آیت میں فرمایا کہ تمہارے باطن میں ان کی تعظیم کا خطرہ نہ واقع ہو نہ ہو ورنہ شفقت اور رحمت کے ساتھ خلق کی طرف التفات کرنا یا اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور فرشتوں کے ساتھ ایمان لانے کو واجب کیا ہے، خود شریعت میں مطلوب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ

(وہ اہل عقل ایسے ہیں کہ)'' ذکر سب حالتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کیا کرتے ہیں''

کیونکہ آدمیوں کی حالت ان احوال ثلثہ سے باہر نہیں ہوئی اور وہ تنہا کھڑا ہونا ہے اور بیٹھنا ہے اور لیٹنا ہے۔ پھر انسان کے لئے سونا اور کھانا اور پینا بھی ضرور ہے۔ تو معلوم ہوا مراد اس سے ذکر روحی اور قلبی ہے کیونکہ وہ جمیع احوال میں ممکن ہے۔ یعنی وہ مراد کی فرد اعظم ہے نہ کہ یہ مراد اسی میں منحصر ہے) سورہ نساء۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ أَمْوَالَكُمْ

''اور تم بے وقوفوں کو اپنا مال مت دو''

سو بے وقوف کا مصداق مشائخ کے نزدیک نفس ہے۔ یعنی اپنے مالوں میں وہی تصرف کرو جو نفس اور خواہش کے خلاف ہو۔ تو اگر نفس خرچ کرنے کی طرف مائل ہو (یعنی جس خرچ میں کچھ احتمال حظ نفس کا ہو)، تو رک جاؤ۔ اور اگر بخل کی طرف مائل ہو تو خرچ کرو اور نفس کا اتباع اس کی خواہش میں مت کرو اور نہ اس کی طرف بجز اس پر زجر و توبیخ رکھنے کے التفات کرو اور نہ اس سے مشورہ لو، کیونکہ وہ بے وقوف ہے اور عقل و دین سے مشورہ لو۔ اور جو کچھ یہ دونوں کہیں اس پر عمل کرو (مقصود اس تقریر سے سفہاء اور نفس کے حکم کا مشترک ہونا ہے بوجہ اشتراک علۃ کے، نہ سفہاء کی تفسیر کرنا نفوس کے ساتھ۔ خوب سمجھ لو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ

''اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے واسطے ہجرت کرنے کی غرض سے نکلے، پھر اس کو موت آجاوے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت ہوگیا''۔

یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے گھر سے یعنی ان اشیاء دنیویہ سے جن کے ساتھ اس کو دلچسپی ہو، جیسے نفس اور خواہش اور شہوات۔ اور مہاجر سے مراد یہ کہ جو چیز اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے سواء ہو اس کو چھوڑ دینے والا ہو تو ایسا شخص اگر قبل حصول مراد کے مر گیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت رہے گا۔ اور اس کی نیت کو پورا کرنا اور اس کو مقصود تک کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے، پہنچا دینا اللہ کے ذمہ ہوگا (اور مقصود آیت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ ایک ہجرت کا دوسری ہجرت پر قیاس کرنا ہے۔ اور مرید کو مہاجر فرمانا خود حدیث میں وارد ہے کہ بڑا مہاجر وہ شخص ہے جو اس کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ

''اور اس سے زیادہ اچھا دین میں کون شخص ہے جو اپنے رخ کو مطیع کردے''

یعنی اپنے نفس کو اور اپنی ذات کو اور اپنی صفات کو اور اپنے جسم کو اور اپنے اعضاء کو، سب کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص مخلص کردے، اور اپنے سب کاموں کو اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی رضامندی کے موافق کردے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۔

''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنالیا''۔

خلیل وہ محبت ہے جو محبوب کی جانب سے بعض معاملات

شریفہ عظیمہ کے ساتھ مخصوص ہو۔ تو اس بناء پر ہر خلیل حبیب ہے، اور ہر حبیب خلیل نہیں۔ اور اس بناء پر اللہ تعالیٰ کے سب نبی اس کے خلیل ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء اور عارفین بھی۔ اور فائدہ ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص ذکری کا یہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں کوئی دوسرا (اس مرتبہ کا) اللہ تعالیٰ کا خلیل نہ تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَهْدِي بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ

''اللہ تعالیٰ اس قرآن سے اس شخص کو سلامتی کے راستے دکھلاتا ہے جو اس کی رضامندی کا اتباع کرے''

سبل جمع ہے سبیل کی۔ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ راستے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے بہت ہیں جن کا شمار نہیں۔ اور یہ آیت ان کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی اس مسئلہ پر جواب اس عنوان سے مشہور ہے کہ طریق وصول الی اللہ کے باندازانفاس خلائق ہیں اور ان سب طریقوں کا مرجع ایک ہی مستقیم طریق ہے۔ اور جس طریقہ کا مرجع یہ مستقیم طریق نہ ہو اس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دوسرے راستوں کا اتباع مت کرو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ

''اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو''

یہ منجملہ مقامات سالکین کے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

''اور تم تلاش کرو اللہ تعالیٰ کی طرف ذریعہ''

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ زندوں میں ذریعہ شیخ ہے۔ یعنی وہ اس کے عموم میں داخل ہے اور اس کے راستہ میں مجاہدہ کرو یعنی اللہ کے راستہ میں یہ صوفیہ کے مجاہدہ کا حکم ہے (یعنی آیت اس کو بھی عام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا

''اور مت خرید و میری آیتوں کے عوض میں متاع قلیل کو''

مذاق تصوف پر یہ معنی ہیں نہ خرید و متاع قلیل میری ان کرامتوں اور فراستوں کے عوض جو تم سے مشہور ہوئیں۔ حالانکہ میں نے تم کو ان کے ساتھ مکرم کیا ہے کہ سیر او لہ القاء میں تمہیں قوت حاصل ہو۔ نہ اس کے ذریعہ سے تم دنیا (کا مال و جاہ) وصول کرو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا

''تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شرع اور ایک طریق مقرر کیا''

یہ آیت ماتقدم پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی اس آیت کے مضمون پر یهدی به الله من اتبع الخ یعنی بطریق اثبات ایک نظیر کے دوسری نظیر سے یہ طریق داخل کرنے جزئی کے تحت میں کلی کے کیونکہ اس شرع اور طریق میں بعضے منسوخ ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

''اے رسول اللہ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے اتارا گیا''

یعنی اس کشف و مشاہدہ کو نہ پہنچایئے، جس کے ساتھ ہم نے آپ کو خاص کیا ہے اور تبلیغ کا امر نہیں کیا کیونکہ یہ لوگ اس کے برداشت کی قوت نہیں رکھتے ہیں۔ اور یہ مضمون مشائخ کے اس مقولہ کی صحت پر دال ہے کہ مناسب نہیں کہ اپنے واقعات لوگوں سے بیان کرے۔ اور اگر ضرورت پڑے تو شیخ سے کہے اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد اس پر کافی دلیل ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے کہ اے میرے بیٹے تم اپنے خواب کو اپنے بھائیوں سے مت بیان کرنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا

''جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں ان لوگوں کو اس میں کچھ گناہ نہیں جو انہوں نے کھا لیا بشرطیکہ ڈرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں اور نیک عمل کریں اور پھر ڈرتے رہیں اور ایمان پر رہیں پھر ڈرتے رہیں اور احسان (یعنی اخلاص) اختیار کریں''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان کے تین درجے قائم کئے، پھر چوتھے درجے کو احسان قرار دیا جو عبارت ہے تصوف سے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

''اور ایسی چیزوں سے سوال مت کرو کہ اگر تم سے بیان کردی جاویں تو تم کو ناگوار ہو''

اولیاء اور عارفین سے ایسی چیز کا جوان کے ساتھ خاص ہے اور اس کے پوچھنے کی شدید ضرورت بھی نہیں، سوال کرنا بڑے فتنہ کا سبب ہے، کیونکہ غلبۂ حال کے وقت ضرور جواب دیں گے اور بسا اوقات وہ جواب تمہاری فہم کے موافق نہ ہوگا۔ اور تکذیب ولی کی اگرچہ کفر نہیں پھر بھی وہ خطرناک امر ہے (میں کہتا ہوں کہ یہ قیاس ہے ایک سوال کا دوسرے سوال پر بوجہ اشتراکِ علت کے کہ سورۃ الانعام۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

''سو بعد نصیحت کے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ''۔

اس میں ظالم کی مجالست سے ممانعت فرمائی بدوں فرق کے ظالم اور فاسق اور کافر میں کیونکہ ظالم سب کو شامل ہے (پس مطلق صحبت بد سے بچنا ثابت ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے،'' پھر جب ان کو (یعنی ابراہیم علیہ السلام) کورات نے ڈھانک لیا ان کے اس قول تک اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''۔ اور یہ مشاہدات عارفین کی ابتدائی چیزیں ہیں (یعنی انوار دیکھنا بعض احوال میں) تو یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ سالک راہِ حق کو چاہئے کہ عاقل ہو، دانا ہو، بڑا سمجھدار ہو، صاحبِ نظر وفکر ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں جو اعتقاد جائز ہے اور جو جائز نہیں، اس سے غافل نہ ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ

''اور ہم نے ان کو کھینچ لیا اور ان کو راستہ بتایا''۔

یعنی ہم نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا اور سیدھے راستہ کی ہدایت فرمائی، تاکہ ہمارے لئے مجاہدہ کریں اور راستہ میں ریاضت کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے،'' یہ ایسے حضرات ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی ہے تو آپ ان کے طریقہ کی پیروی کیجئے''۔ اس آیت میں اس بات پر کھلی ہوئی دلالت ہے کہ مرید کے لئے ایک شیخ ایسا ہونا ضرور ہے جس کی وہ پیروی کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ

''اور اس شخص سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کی تہمت لگائے یا یہ کہے کہ میرے پاس وحی آئی ہے حالانکہ اس کی طرف وحی نہ بھیجی گئی ہو''۔

یہ جھوٹے مدعی کو عام ہے، خواہ نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی قسم کی ولایت کا۔ جب جھوٹا ہوگا تو اس آیت میں داخل ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ

''سو جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس کو ہدایت کرے یا اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے''۔

ہدایت یہ ہے کہ نفس اور قلب دنیا اور آخرت کو جوان کے درمیان ہے سب کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور صرف اللہ ہی کو اختیار کرے۔ اور کھول دیتا ہے اس کے سینہ کو یعنی اس کے قلب کو وسیع کردیتا ہے، یہاں تک کہ جس چیز کو ترک اور سپرد کیا ہے اس کے آجانے کی اس میں گنجائش ہو جاتی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا، آپؐ نے فرمایا کہ وہ ایک نور ہے جو دل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ پھر وہ اس کی وجہ سے کشادہ ہو جاتا ہے سورہ اعراف۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھ کو عدل کا حکم کیا ہے اور عدل یہ ہے کہ تو کسی چیز کی طرف بجز اللہ کے مائل نہ ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ

''اور اس کی عبادت کرو اس کے لئے دین خالص کر کے''

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ خالق پر علی الدوام نظر رکھنے کی وجہ سے خلق پر نظر کرنے کو فراموش کردے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

''کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی مت کرو''۔

یعنی دنیا سے بقدر ستر ڈھانکنے کے اور بھوک روکنے کے لو اور بس، مگر یہ تم کو گرمی اور سردی دفع کردے۔ اور اس پر زیادتی مت کرو نہ تنعم کے طور پر جیسے نرم لباس اور خوش خوراکی اور نہ آرائش کے طور پر اور نہ غریبوں کے مقابلہ میں تفاخر کے طور پر کیونکہ یہ اسراف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ

''اور پاکیزہ شہر سے اس کی کھیتی نکلتی ہے خدا کے حکم سے''۔

تو پاکیزہ شہر کے عموم میں داخل ہے۔ نفس مؤمن اور آیت میں نفس مؤمن کے اندر جو استعداد ذکر و طاعۃ کی ہے، اس کے ظہور کا بیان ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

''سو یاد کرو تم اللہ کی نعمتوں کی تا کہ تم کو فلاح ہو''۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمتوں کے یاد کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ وہ یاد کرنا محبت الٰہی کا سبب بن جائے کیونکہ اپنے محسن کی محبت قلوب کا امر جلی ہے (اور یہ ایک قسم کا مراقبہ ہے)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ

''اور ہم نے کسی بستی میں نبی نہیں بھیجا مگر اس کے رہنے والوں کو سختی اور مصیبت کے ساتھ پکڑا تا کہ وہ عاجزی کریں''

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی درگاہ کی طرف لطف سے بلاتا ہے۔ پھر اگر وہ انکار کرتے ہیں تو سختی سے بلاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً

''پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی مدت مقررہ پوری کر دی چالیس رات''

اور فرمایا نبی علیہ السلام نے جو شخص اللہ تعالیٰ کی چالیس دن اخلاص سے عبادت کرے تو ان حضرات کا طریقہ (چلہ نشینی) اس آیت اور حدیث سے ماخوذ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ

''عنقریب میں پھیر دوں گا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں''

یعنی اپنی کرامتوں سے اپنے مشاہدوں سے ان لوگوں کو دور رکھتا ہوں جو خدا کے بندوں یعنی فقیروں اور کمزوروں اور ولیوں پر تکبر کرتے ہیں اور یہ آیت دال ہے ناحق تکبر کرنے والوں کے محجوب ہونے پر کمالات اولیاء و عارفین سے اور اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ تکبر دو قسم پر ہے، بحق اور ناحق۔ سو تکبر بحق غریبوں کا تکبر ہے امیروں پر اور کمزوروں کا زور مندوں پر اور مسلمانوں کا کافروں پر۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے، نرم ہیں مسلمانوں کے مقابلہ میں، سخت ہیں کافروں کے مقابلہ میں (پس مراد صورت تکبر ہے)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا

''اور جب موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے''

اور یہ آیت دال ہے اس پر کہ شیخ مربی کو اپنے مرید پر غصہ کرنا جائز ہے (جب کوئی داعی ہو)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''اور آپ ان کافروں کو اس شخص کی حکایت پڑھ کر سنائیے جس کو ہم نے اپنی نشانیاں دی تھیں یعنی کرامتیں پھر وہ ان سے نکل بھاگا''۔ جاننا چاہئے کہ اصلاح دو قسم پر ہے، ایک خیر سے نکلنا شر کی طرف اور ایک شر سے نکلنا خیر کی طرف۔ اور یہ دوسری قسم بدل جانا ان صفات کا یعنی کینہ اور حسد اور تکبر اور ان کے امثال کا صفات حمیدہ کے ساتھ، اور فناء یہی ہے۔ اور خیر سے شر کی طرف نکلنا یہ ہے کہ جو شخص مقامات اور درجات تک جس میں وہ ترقی کر رہا ہے پہنچا ہو، پھر ابتداء کی طرف لوٹ آوے اور ان مقامات سے اتر آوے۔ اور جب ابتداء کی طرف سالک اترتا ہے اور وہ مقام ہے ایمان کا۔ تو اکثر اوقات اسی حالت پر باقی رہتا ہے اور بعضے اس پر نہیں ٹھہرتے کہ نعوذ باللہ اسفل السافلین (یعنی کفر) تک گر جاتے ہیں اور ان سے بعضے دفعۃً ہی اسفل السافلین تک گر جاتے ہیں، جیسے ابلیس لعین اور بلعم بن باعوراء۔ اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان نشانیوں کے ساتھ بلند کر دیتے علیین تک۔ اور یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو درجات مشاہدہ تک ہنوز نہیں بلند کیا تھا (کیونکہ واصل راجع نہیں ہوتا اور فانی واپس نہیں ہوتا) لیکن وہ مائل ہو گیا زمین کی طرف یعنی دنیا کو اختیار کر لیا اور اس کے ساتھ راضی ہو گیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ اس کا نیچے اترنا اس کے عمل اور اس کے سوء اختیار سے تھا جو اس نے اپنے نفس کے لئے تجویز کیا تھا۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ ہنوز مقامات کسب اور راستہ میں تھا (کیونکہ جو کسب کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ اختیاری نہیں تو اس کے ساتھ زمین کی طرف مائل نہیں ہو سکتا)۔ اور یہ آیت اس امر پر دال ہے کہ ولی کو مأمون ہونا مناسب نہیں۔ جب

تک دارالتکلیف میں زندہ ہے (اور مابعد الکسب تک پہنچنا یقیناً معلوم ہو نہیں سکتا تو کیا عجب کہ ہنوز پہنچا نہ ہو)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا

''ان کے ایسے دل ہیں جس کو وہ سمجھتے نہیں اور ان کے ایسی آنکھیں ہیں جس سے وہ دیکھتے نہیں اور ان کے ایسے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں''

جاننا چاہئے کہ قلوب جمع ہے اس کا واحد قلب ہے اور قلب بہت معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور قریب تر فہم عوام کے قلب بدن ہے۔ پھر قلب بدنی میں قلب نفس ہے۔ پھر ایک اور قلب ہے جو قلب نفس سے بھی زیادہ لطیف ہے۔ تو وہ قلب نفس کے اندر ہے، پھر اس قلب میں عقل اور روح ہے جس کو ہم سر کہتے ہیں۔ اور یہ سر اس قلب کا قلب ہے جس میں عقل ہے۔ پھر عقل اور سر یہ دو روحانی نور ہیں۔ پھر خفی ہے بعد اس کے جو سر السر ہے اور اسی طرح اس کا دل اور اس کی آنکھ ہے۔ خوب سمجھ لو تو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ

''ان کے ایسے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں''

مراد اس سے وہ قلب ہے جو محل سر و عقل ہے (اس لئے کہ قلب بدن سے تو وہ اس کے مدرکات کو سمجھتے تھے)۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''اور ان کی ایسی آنکھیں ہیں''، اور ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''ان کے ایسے کان ہیں''، مراد ان سے قلب کی آنکھیں اور قلب کے کان ہیں۔ وجہ اس کی یہ کہ وہ حواس ظاہرہ سے تو سنتے دیکھتے تھے۔ یہ لوگ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں کیونکہ چوپائے اور جانوروں کے دلوں میں آنکھیں اور کان نہیں۔ جیسا کہ انسان میں یہ آنکھ اور کان باطنی ہیں اور پھر باوجود اس کے یہ لوگ بے راہ ہو گئے تو یہ چوپایوں اور جانوروں سے بھی زیادہ بے راہ ٹھہرے۔ اور اس تقریر سے وہ ثابت ہو گیا جس کے یہ حضرات قائل ہیں یعنی وجود لطائف کا انسان میں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ

''میرا تو کارساز اللہ ہے، جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہی نیکوں کی کارسازی کرتا ہے''

زیادہ توفیق دے کر اور حفاظت فرما کر اور ہدایت الی الحق فرما کر کہ اتنی ان لوگوں کی کارسازی نہیں کرتا جو نیک بلکہ ان کے نفوس کے حوالہ کر دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ

''جو لوگ ڈرتے ہیں جب ان کو کوئی گشت کرنیوالا شیطانی اثر چھو لیتا ہے تو وہ ذکر کرتے ہیں پھر وہ دفعتاً دیکھنے لگتے ہیں''

یعنی جب ان کو شیطان چھوتا ہے وسوسہ ڈال کر اور پریشان کر کے اور پردے اور حجاب قلب پر ڈال کر تو وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کا نام لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے وہ پردے دور کر دیتا ہے اور ہٹا دیتا ہے اور قلب ذاکر کو بینا کر دیتا ہے۔ اور کلمات ذکر میں سب سے زیادہ مفید تصفیہ سر میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور یہ مجرب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ

''اور تو اپنے رب کو اپنے نفس میں یاد کر''۔

یعنی اپنے دل سے کیونکہ نفس باطن ہے۔ پھر جو ذاکر اس میں ہو گا، وہ بھی ظاہر بات ہے کہ باطن ہو گا۔ سورہ انفال۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ

''پس مومن تو وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے''

اس قول تک روزی عزت کی ہے۔ یہ آیت ان چیزوں کے ذکر میں نازل ہوئی جو صوفیہ کے ساتھ خاص ہیں۔ اور صوفیہ ان کے ساتھ خاص ہیں اور وہ احوال قلب ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا

''جب کہ آپ اپنے ساتھی سے کہتے تھے کہ غم نہ کرو بالیقین اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے''

یعنی مدد اور حفاظت سے نہ ذات سے کیونکہ ذات سے تو اللہ تعالیٰ ہر مخذول اور منصور اور ظالم اور مظلوم کے ساتھ ہے، لیکن غم جب ہی دور ہوتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت معیت کے ساتھ ہے، خذلان کے ساتھ نہیں۔ اور اس لئے کہ ظاہر حضرت صدیقؓ کے حال سے یہ ہے کہ ان کو یہ تو

معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ دونوں سے قریب ہیں، رگ گردن سے بھی قریب تر۔ صرف خوف اس وجہ سے تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور حفاظت کا ہونا یقینا معلوم نہ تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی مدد کرتے اور کبھی مدد نہیں کرتے، کیونکہ وہ ان کا اختیاری فعل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ ''ان لوگوں سے قتال کرو جو کافروں میں سے تمہارے قریب ہوں''

یعنی ابتداء اپنے نفس سے کہ اگر وہ کافر ہو کہ وہ مطیع اور فرمانبردار اور مطمئنہ ہو جاوے گا۔ پھر باقی دشمنوں یعنی ہوائے نفسانی اور شہوات اور شیاطین سے مقابلہ کر جو سب سے اقرب ہو، پھر اس کے بعد جو اقرب ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

''یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایسے رسول تشریف لائے ہیں کہ ان پر شاق ہے تمہارا مشقت میں پڑنا تمہاری بھلائی پر حریص ہیں مسلمانوں کے ساتھ شفقت کرنے والے مہربان ہیں''

ایسا ہی تصوف کی تربیت کرنے والے کو ہونا واجب ہے۔ سورہ یونس۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ

''بلکہ ان لوگوں نے جھٹلایا ہے اس چیز کو جس کے علم کا احاطہ بھی نہیں کیا''۔ یہ کلمہ عام ہے، گو سبب نزول اس کا ان کا قرآن کو جھٹلانا ہے۔ اور اکثر آدمیوں میں غالب عادت یہ ہے جس کو وہ نہیں جانتے اس کی تکذیب اور انکار کرتے ہیں۔ اور اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ لوگ جس کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحقاف میں اسی مضمون کو ارشاد فرمایا ہے وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ''اور جب کہ یہ کفار قرآن نہیں سمجھ سکے تو اب یہی کہیں گے کہ یہ قدیمی جھوٹی باتیں ہیں''۔ تو یہ سب ہر ایسے شخص کی توبیخ ہے جو ایسے امر کا انکار کرے جس کو انبیاء اور اولیاء سے معلوم کریں اور سنیں۔ (سورۃ ہود) ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ''اور اخبار انبیاء میں سے ہم ایسی خبریں آپ سے بیان کرتے ہیں جس سے آپ کے قلب کو ہم مضبوط کر دیں''۔ یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ احوال اولیاء اور عارفین کے بھی اس قسم کے سلوک سے خالی نہیں ہوئے (یعنی اثنائے سلوک میں ایسے احوال پیش آتے ہیں کہ ان کے تدبر کے لئے اکابر کے حالات یاد دلانے کی ضرورت ہوتی ہے)۔ بالخصوص جب لوگ ان کے واردات میں شک ڈالنے پر جمع ہوں کہ یہ خیالات مالیخولیا اور وسوسۂ شیطانی اور خطرات نفسانی اور القاءِ شیطانی ہیں۔ اور اس قسم کی باتیں کہتے ہیں اور انبیاء کے قصے اور مشائخ متقدمین کی حکایتیں اور ان حضرات کے حالات میں غور کرنا یہ سب ان کی واردات و حالات موجودہ پر ان کی ثبات قلب کا سبب ہو جاتے ہیں، جس طرح انبیاء کے لئے تھا۔ اور اسی لئے مشائخ نے فرمایا ہے کہ سالک کے لئے ایسا شیخ ہونا چاہئے جو ماہر ہو، فاضل ہو۔ واقعاتِ مشائخ کو اور ان کے حالات اور اوقات کو خوب جانتا ہو۔ خوب سمجھ لو!

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ

''اور اسی کی طرف ہر امر لوٹتا ہے''۔

اس میں مشائخ کے اس مقولہ کی صحت پر دلالت ہے جو انہوں نے سیر الی اللہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ ہر شئے اللہ تعالیٰ کی طرف سیر اور رجوع میں ہمیشہ رہتی ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاوے۔ پھر جب وہ اللہ تک پہنچ جاتی ہے تو اس کی سیر ختم ہو جاتی ہے۔ اور اسی مقام سے فرمایا بیشک تیرے رب ہی کی طرف انتہاء ہے (اور بعد منتہی ہونے کے) نیک لوگ صفاتِ الطاف و کرم سے عیش حاصل کرتے ہیں اور بد بخت قہر و غضب کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ (سورہ یوسف)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا

''جب کہ کہا یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہ اے میرے باپ میں نے دیکھے گیارہ ستارے''

آخر آیت ثلثہ تک۔ ان آیتوں میں علوم تصوف میں سے بہت سے علوم ہیں۔ اول ارشاد باری تعالیٰ ہے رایت

ان لوگوں کے قول کے بطلان پر دلالت کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ صوفیہ کے خواب ان کی واردات اور واقعات اور احوال کے بارہ میں خیالات ہیں جنکا واقعی وجود نہیں دوسرے یہ کہ مبتدی مرید کے لئے ایک ایسا شخص خیر خواہ ہونا ضرور ہے کہ اس کو اس کے مقصود کی ہدایت کر سکے اور اس کے صلاح و فساد کو جان سکے، کیونکہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کی طرف رجوع کیا، پھر ان کو مصلحت کی بات بتلائی اور ان کو وہ خواب حاسدوں سے چھپانے کا حکم فرمایا۔ تیسری آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے واقعات بجز شیخ کے اور سب لوگوں سے چھپاوے۔ چوتھی آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ شیطان جب کسی میں نبوت اور ولایت یا اور اس طرح کے آثار دیکھتا ہے تو وہ اس حالت کے بگاڑنے کے لئے مستعد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

پانچویں ارشاد باری تعالیٰ ہے،

قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا

"میرے پروردگار نے اس (خواب) کو سچ کر دیا"

اس کا مضمون اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بعضے خواب ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو سچ اور مطابق واقع نہیں کرتا۔ تو آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بعضے خواب خیال اور پریشان خواب ہوتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ

"بلاتا ہوں اللہ کی طرف اس طور پر کہ میں بصیرت پر ہوں"

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ کو صاحب بصیرت، صاحب دعوت ہونا ضروری ہے۔ اس امر میں جس کی طرف مرید کو بلاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت نہ بدلیں"

(اس کے عموم میں یہ بھی داخل ہے) کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو مشاہدہ سے محجوب نہیں کرتا جب تک وہ اپنے اور معاملات کو نہ بدلیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ

"جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں اللہ کی یاد سے"

یعنی زبان اور دل سے اس کا ذکر کرتے ہیں اور تسبیح و تہلیل کرتے ہیں اور اس سے مطمئن ہوتے ہیں اور اس شخص سے خوش ہوتے ہیں۔ (سورہ الحجر)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ

"بیشک اس قصہ میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو فراست رکھتے ہیں"

روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فراستِ مؤمن سے ڈرو کیونکہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی، اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ۔

پس یہ آیت فراستِ عارفین کے صحیح ہونے پر دال ہے۔ اور فراست ایسے امور کا نام ہے جن کو عام لوگ نہیں دیکھتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ

"سو آپ کو جو حکم ہے اس کو ظاہر کر دیجئے اور مشرکوں سے الگ ہو جایئے"

یعنی پیغامِ حق ادا کر دیجئے پھر خلوت کی طرف رجوع کیجئے اور مشاہدۂ حق تعالیٰ کا مراقبہ کیجئے اور اسی مقام سے مشائخ نے خلوت پر محافظت رکھنے کو اخذ کیا ہے (یعنی خلائق کو جو ان پر حق ہے، نصیحت اور ہدایت کرنا ہے اس کے ادا کرنے کے بعد یہ ہونا چاہئے)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

"اور جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے شیطان مردود سے"

کیونکہ اس کو غلبہ ان لوگوں پر نہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں، آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ اللہ کے ساتھ پناہ مانگنا شیطان سے شیطان کو عاجز کر دینے والا ہے اور اس کے وسوسوں سے مانع ہے۔ اور اس پر

بھی دلالت ہے کہ شیطان کو قوت اور قدرت ان مسلمانوں پر نہیں جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

"جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مؤمن بھی ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطاء کریں گے"۔

اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آرام پانا اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ کو سمجھنے لگنا اور اللہ کے ساتھ مستغنی ہو جانا۔ پس یہ حالت نہ تبدیل کو مقتضی ہے اور نہ تحویل کو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، "آپ اپنے رب کے راستہ کی طرف بلائیے اور یہ راستہ وہی ہے جو طریقت کے نام سے صوفیہ کے نزدیک مشہور ہے۔ حکمت کے ساتھ مراد اس سے دانا ہونا ہے شیخ تربیت کنندہ کا۔ اور اس کا ان تمام امور کو سمجھنا جو ہر ایک مرید کے لئے مناسب ہو، کیونکہ مریدوں کی طاعتیں مختلف ہوئی ہیں۔ سو ان میں سے بعض کو تو کثرت صوم مناسب ہوتا ہے اور بعضے ان میں ایسے ہیں کہ نماز روزہ دونوں بہتر ہوتے ہیں۔ اور بعضے ان میں کہ ان کے لئے ان امور کی کثرت مناسب نہیں ہوتی، صرف زہد عن الدنیا ہوتا ہے۔ اور بعضے ان میں کسب مناسب ہوتا ہے اور بعضے ان میں خدمت کرنا مناسب ہوتا ہے اور بعضے ان میں نفس پر مجاہدہ کرنے میں سختی اور تشدد اولیٰ ہوتا ہے اور بعضے ان میں نرمی اور آسانی کرنا لائق ہوتا ہے۔ تو ان امور کا سمجھنا حکمت مذکور ہے۔ اس کو یاد رکھو اور اچھی نصیحت کے ساتھ ان سے کام لینا ہے۔ اعمال طریقہ میں مدارۃ اور نرمی اور پوری شفقت کے ساتھ اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی بتلادیں کہ اور کچھ مطلب نہیں۔ اور ان کے درجے رفیع ہوں اور ان سے گفتگو ایسے طریق سے کیجئے کہ وہ بہتر ہو۔ یعنی ان سے گفتگو کیجئے لطیف عبارت سے اور اچھے لفظوں سے اور ان کے ساتھ نرم رہیے اور ان کی طرف متوجہ رہیے۔ اور جب ان کو امر و نہی کیجئے اور ان کو بلائیے، اور کسی امر سے ہٹائیے تو ان پر بوجھ نہ ڈالیے، کیونکہ یہ طریق ان کے دلوں میں زیادہ اثر کرنے والا ہے، اور ان میں تعلیم ہے مشائخ صوفیہ کی۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اللہ ہی کی رحمۃ سے آپ ان کے لئے نرم ہو گئے، اخیر آیت تک۔ اور اسی طرح قرآن میں جو کیفیت اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہنے کی اور امت پر شفقت کرنے اور ان کے لئے سفارش کرنے کی اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کی مذکور ہے، وہ سب مشائخ صوفیہ کو بھی اس بات کا خطاب ہے کہ ان امور کو مریدوں کے ساتھ عمل میں لانا ان پر واجب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ

"یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کی طرف ذریعہ تلاش کرتے ہیں جو ان میں زیادہ صاحب قرب ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار اس کے عذاب سے خائف رہتے ہیں"

اور اللہ تعالیٰ کی طرف ذریعہ سے مراد وہ چیز ہے جو خدائے بزرگ و برتر کے وصال کا ذریعہ بنائی جاوے اور وہ مجاہدات اور اذکار لسانی و قلبی اور خلوت کے مراقبات ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ کا قرب زیادہ ہوگا یعنی جو شخص واصل زیادہ ہوگا وہ ذریعہ کا زیادہ طالب ہوگا کیونکہ کوئی وصال اور قرب ایسا نہیں جس سے اوپر وصال کے اور بے انتہا مراتب نہ ہوں اور جس کو قرب زیادہ ہوگا وہ اللہ کا پہچاننے والا بھی زائد ہوگا اور زیادتی کا طلب کرنے والا بھی بہت ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

"اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا"

اور یہ حال ہوتا ہے مرید صادق الارادۃ کا کہ اس کے قلب اور سر کو مضبوط کر دیا جاتا ہے پھر وہ بلا کی پروا نہیں کرتا اور مصیبتوں سے متحیر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کا خبر گیر اور کفایت کرنے والا ہو جاتا ہے اور سلوک کی وادیوں میں اس کو گزارتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے پاس اس کو قرار ہو جاتا ہے ایسا ہی وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے راستہ میں چلنے والوں سے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

"اور جو لوگ ہمارے لئے کوشش کریں گے ہم ان کو اپنے راستے بتلادیں گے"

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا

"اے مخاطب اگر تو ان کو جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور رعب سے بھر جاوے"

ارشاد باری تعالیٰ ہے لَا تُؤَاخِذْنِیْ

''مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے'' الخ

اور فرمایا کہ اگر پوچھوں میں الخ یہ سب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شیخ کے مرید کو واجب ہے کہ متحمل ہو شیخ کے روبرو پست رہے گو شیخ اس کو تکلیف دے اور اس کی تحقیر کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا

''ابھی میں تم کو اسکا مطلب بتادوں گا جس پر تم صبر نہیں کر سکتے''

مضمون آیہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ شیخ کو مرید کے سامنے ایسا کوئی کام کرنا مناسب نہیں جس کا ظاہر برا ہوتا کہ وہ باطن میں مبتلائے انکار نہ ہو جاوے اور اگر اس کو ایسا اتفاق ہو تو اس پر واجب ہے کہ ان کے انکار کو اپنے عمل کی حقیقت بیان کر کے اور اپنے اس فعل کی تاویل کر کے زائل کر دے اور آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ شیخ جب مرید سے تنگ ہو جاوے اور اس کو چھوڑ دینے کا ارادہ کرے تو اس کو مناسب نہیں کہ مرید سے بدوں ظاہری عذر کے مفارقت کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ

''اور اپنی طرف درخت کھجور کی ڈالی ہلاؤ، بعضوں نے کہا کہ یہ مریم علیہا السلام کی کرامت ہے''

ارشاد باری تعالیٰ ہے

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى

''عرش پر رحمان جلوہ گر ہوا''

اور اللہ تعالیٰ کا خاص عرش پر مستوی ہونا ایک خاص تجلی ہے عرش پر ایک خاص صفت کے ساتھ اور مثال اس کی بطور تفہیم کے آفتاب کی مثال ہے زمین پر یعنی اس کی شعاعیں جب بدون حجاب ابر کے زمین پر چمکیں۔ (کہ ذات شمس ارض پر مستقر نہیں مگر شعاع کے واسطہ سے ارض کے ساتھ اس کو ایک تعلق ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ

''جب کہ ہم نے تمہاری ماں سے پوشیدہ کہا''

اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اولیاء اللہ سے تھیں کیونکہ ان سے فرشتوں نے بطور ان کی کرامت کے کلام کیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي

''اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی''

یعنی صفت محبت کے ساتھ میں نے تم پر تجلی کی اور اپنی محبت سے جو کہ تمہارے ساتھ متعلق ہے میں نے تم میں نظر کی صفت محبت کے ساتھ تم پر میری تجلی کرنے سے صفت محبوبیت کی تم کو حاصل ہوگئی تو جس شخص نے تم کو دیکھا تم سے محبت کرنے لگا اور تفسیر تجلی کی وہ چھوہارڈالنا ہے جو کہ حدیث میں مذکور ہے (کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا رشاش ارواح پر فائض فرمایا)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي

''اور پسند کر لیا میں نے تم کو اپنی ذات کے لئے''

یعنی میں نے تم کو ایسی حالت پر پیدا کیا کہ بجز میری عبادت کے تم میں کسی (ناپسند) چیز سے مناسبت نہیں ہوئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے آپ کہیے کہ اے میرے رب میرے علم میں زیادتی کیجئے کیونکہ کوئی زیادتی علم کی ایسی نہیں جس کے اوپر بہت سی بے انتہا زیادتیاں نہ ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا

''اور جو شخص میری یاد سے روگردانی کرے گا تو اس کیلئے زندگی تنگ ہے''۔

کیونکہ جس کو ذکر قلبی وسری میسر نہیں ہے وہ تنگی اور تاریکی میں ہے نہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے وہ کچھ سنتا ہے اور نہ وہ ملکوت میں داخل ہوتا ہے اور نہ جبروت تک اس کو ترقی ہوتی ہے اور زمین پر جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے سورہ انبیاء جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے نیکی سابق ہوئی یعنی ہماری محبت ان کے ساتھ ازل میں سابق ہوئی اور یہی سابقہ استعداد ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ محبت کی ابتداء محبوب کی جانب سے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ

''اور ہم نے کوئی رسول اور کوئی نبی آپ سے پیشتر نہیں

بھیجا مگر جب وہ کوئی خیال کرتا تو شیطان اس کے خیال میں کچھ ڈال دیتا تھا''

تو جب نبی اور رسول کا یہ حال ہے تو ولی کے لئے ممکن نہیں کہ القاء شیطانی سے مامون رہے اور اگر ماہر (اس بات کا سمجھنے والا کہ اس میں کیا اصل ہے اور کیا القاء ہے) نہ ہو تو اس کو اپنے کسی واقعہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے تاوقتیکہ اپنے شیخ کے روبرو پیش نہ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور اللہ کے بارہ میں جہاد کرو یہ وہی ہے جس کا مشائخ سیر فی اللہ نام رکھتے ہیں (سورہ مومنین) پس برتر ہے اللہ جو سچا بادشاہ ہے یعنی وہموں سے اور گمانوں سے اور فکروں سے اور عقلوں سے اور علموں سے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

''آپ مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں''

بعض مشائخ نے کہا کہ اپنے سر کی آنکھیں نیچی رکھیں نامحرم عورتوں سے قلوب کی آنکھیں جمیع ماسوی اللہ سے ارشاد باری تعالیٰ ہے نہیں غافل کرتی ہے ان کو تجارۃ اور بیع اللہ کی یاد سے اور یہی خلوت در انجمن ہے اور یہ حال نبیوں اور بڑے بڑے ولیوں کا ہے اور ایسے اولیاء کم ہوتے ہیں اور بعضے ان میں سے ایسے ہوتے ہیں اس پر صرف خلوت میں قادر ہوتے ہیں اور بعضے جب ان پر حالت کا غلبہ ہوتا ہے اس وقت قادر ہوتے ہیں اور بعض جب سونے اور جاگنے کے درمیان ہوتے ہیں تو صرف اس وقت اس پر قادر ہوتے ہیں اور بعضے اس پر قادر ہوتے ہیں۔ جب غرق ہو کر سو جاویں اور یہ شیخ واصلین میں سب سے ادنی اور کم رتبہ کا ہے (سورہ فرقان) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جاننا چاہئے کہ یہ آیت بڑی حجت ہے اس قول کے صادق ہونے کی جس کی طرف عارفین گئے ہیں یعنی جس شخص کا قلب اللہ کے سوا کسی اور چیز سے متعلق ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والا ہے (محبت میں)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ

''سو میں تم لوگوں سے بھاگ گیا''

اسی مقام سے کہا گیا ہے کہ جس امر کی برداشت نہ ہو سکے اس سے علیحدہ ہو جانا پیغمبروں کا طریقہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ

''بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ہم نے ان کے اعمال کو ان کے لئے مرغوب کر دیا ہے''

بڑی سزا عاصی کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی معصیت پر چھوڑ دے پھر نہ اس کو متنبہ کرے اور نہ غفلت سے ہوش میں آنے کی توفیق دے اور وہ لغو عذروں سے گنجائش حاصل کرتا رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے میں اس تخت کو آپ کے پاس لائے دیتا ہوں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ آصف کا قول ہے یہ بات غلبہ حال میں جب کہ وہ عین جمع میں تھے کہدی اور یہ کلام اللہ کا تھا کہ اس کو ان کی زبان پر جاری کر دینا تھا۔ درخت سے آواز دی اے موسیٰ میں اللہ ہوں (پھر دوسری بات یہ ہے کہ) ایسی کرامتیں اولیاء اللہ سے بہت ہوا کرتی ہیں اور وہ مسافت بعیدہ کا زمانہ قصیرہ میں قطع کرنا ہے اور دیوار سے پار ہو جانا اور اسی کے مثل اور بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا

''قریب تھا کہ وہ اس کو ظاہر کر دیں اگر ہم ان کے دل کو مضبوط نہ رکھتے تو''

یوسف بن حسین رازی سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دو باتوں کا حکم ہوا ان کو دودھ پلاؤ پھر ان کو دریا میں ڈال دو اور دو باتوں سے ممانعت کی گئی اور نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور دو بشارتوں کی بشارت دی گئی ہم ان کو تمہارے پاس لوٹانے والے ہیں اور ان کو رسولوں میں سے کرنے والے ہیں سو مگر بدون ربط قلب کے یہ سب پورے طور سے نافع نہ ہوتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ

''اور البتہ ذکر اللہ کا بہت بڑا ہے''

یعنی بڑا ہے (بے حیائی اور بری باتوں سے روکنے میں اور بڑائی اور شیخی کے دور کرنے میں اور صفات ذمیمہ کے مٹانے میں) اور مشائخ کے نزدیک یہ مجرب ہے خاص کر لا الہ الا اللہ کا ذکر۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ

''یہ ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو وجہ اللہ کے طالب ہیں''
یعنی ذات الٰہی کے طالب ہیں (جو کہ وہی مقصود بالذات ہے نہ دنیا نہ آخرت)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

''اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کیں''
سو ظاہری نعمتیں تو اعضا ہیں جیسے آنکھ اور کان اور زبان اور دانت اور ہاتھ اور پیر اور ان کی مانند اور باطنی نعمتیں نفس اور قلب اور عقل اور سر اور خفی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا

''پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو بیم وامید کے ساتھ''
کہا جعفر نے اپنے پروردگار سے ڈر کر اور اپنے پروردگار سے امید رکھ کر جیسا کہ (ربھم کا پہلے ذکر کرنا اور معمول خوف وطمعا کو ذکر نہ کرنا اس پر دال ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى

''اے ایمان والوں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تھی''
یہ عام مسلمانوں کو ممانعت ہے اور جو انبیاء اور اولیاء اور مومنین متقین کو ایسے امور کی تہمت) سے تکلیف پہنچاتے ہیں جن کی ان کو خبر بھی نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ

اور جو چیز تم خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دے گا اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اپنے بدن اور روح اور راحت میں سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے لئے صرف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس سے اچھا اس کو بدلہ دے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ

''اور زندے اور مردے برابر نہیں''
یعنی اللہ والے اور شیطان والے برابر نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

''اور قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں سیدھے رستے پر ہیں''
اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم کھائی کہ حضرت ﷺ بھیجے ہوئے نبی ہیں جیسے اور تمام نبی اور فائدہ قسم کا آپ کے قلب کا مطمئن کرنا ہے کیونکہ آپ تو جانتے تھے کہ آپ رسولوں میں سے ہیں ولیکن مزید اطمینان کی احتیاج آپ کو بھی ہو سکتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ

''میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں''
یہ وہی ہے جس کو مشائخ کہتے ہیں یعنی ان کی طریقہ مشہورہ میں سیر اللہ کی طرف ہوتی ہے اور یہ کہ یہ سیر مرغوب اور محبوب ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ

''اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو صاحب قوت اور صاحب بصیرت تھے'' یعنی صاحب قوۃ تھے نفس اور نفسانی خواہشوں اور شیطان پر اور صاحب بصیرت نفس اور عقل اور قلب اور سر خفی کی

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ

''تو کیا جس شخص کے سینہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہو'' فرمایا رسول اللہ ﷺ نے لیکن نور پس جب داخل ہوتا ہے اس شخص کے باطن میں تو اس کی وجہ سے سینہ اس کا کشادہ ہو جاتا ہے۔ اور کھل جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس کی کوئی علامت ہے فرمایا ہاں دھوکہ کے گھر سے دور ہونا اور ہیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت کے لئے قبل اس کے آنے کے اچھی طرح آمادہ ہو جانا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ

''کھڑے ہوجاتے ہیں اس سے کھالوں کے بال''

(یہ ایک قسم ہے وجد کی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

''وہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور جو دل پوشیدہ رکھتے ہیں''

یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ تزکیہ ظاہر کے ساتھ باطن کا بھی واجب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ

''اور اگر اثر کرے تیرے اندر شیطان کے طرف سے کوئی اثر''

یعنی تیرے ظاہر اور باطن میں کوئی فساد ڈال دے جیسے کینہ اور حسد اور غصہ اور عجب اور کذب اور گالی اور مارنا ناحق تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ کیونکہ تو خود شیطان کے دفع کرنے پر قادر نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ

''سو اگر اللہ ارادہ کرے تو تیرے دل پر مہر لگادے''

اگر تو ہم پر سچ کے علاوہ کوئی اور بات کہے۔

مروی ہے کہ ایک امام نے یہ آیت پڑھی اور شبلی اس کے پیچھے تھے۔ سو جب انہوں نے یہ آیت اپنی نماز میں امام سے سنی تو فرمانے لگے کہ (اللہ اکبر) اس طرح تو اچھے لوگوں سے خطاب ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سلب حال سے خوف کرنا واجب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا

''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بنا رہے۔ اس کے لئے ہم ایک شیطان مقرر کردیں گے''

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کے احکام سے اعراض کرے (اور اس میں دلالت ہے کہ محجوبین پر شیاطین مسلط ہوتے ہیں)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ

''اور ہم نے ان کو پسند کرلیا علم سے تمام جہاں کے لوگوں پر''

اور جو خطائیں ان سے سرزد ہوتی ہیں اس کا اثر ہمارے حکم ازلی اجتباء اور اختیار میں نہیں ہوتا (اور اس میں دلالت ہے اس پر کہ مراد (اللہ تعالیٰ اس کے نفس کے حوالہ سے نہیں کرتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

''اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں''

یہ نص ہے اس بات پر کہ بڑائی اللہ تعالیٰ کی آسمانوں اور زمین میں ہے اور بڑائی ذات کی۔ صفتہ اور ذات سے صفت جدا ہو نہیں سکتی تو یہ آیت اللہ تعالیٰ کی ذات کے محیط ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ

''جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کررہے ہیں''

اللہ تعالیٰ سے ان کے بیعت کرنے کا اثبات ہے اور اس میں نبی علیہ السلام سے ان کے بیعت کرنے کی نفی نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى

''اور آپ کے رب کی طرف منتہی ہے''

یعنی اللہ عزوجل کی ذات میں فکر نہیں چلتا کیونکہ سب چیزوں کا کہ ان میں فکر بھی ہے۔ منتھا الی الرب فرمایا ہے پس فکر فی الرب منفی ہوا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ

''ایسی ہی جزا دیتے ہیں ہم شکر کرنے والے کو''

یعنی ہم ہر ولی شاکر کو جزا دیتے ہیں اس طرح کہ ان کو نجات دیتے ہیں اور ان کے اعداء ہلاک ہوتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ

''پس اگر ہوگا ان لوگوں سے جو مقرب کئے گئے ہیں''

یہ دلیل ہے اس کی کہ اللہ کا مقرب وہی ہوتا ہے جس کو اللہ مقرب بنائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ

"کیا وہ وقت مسلمانوں کے لئے نہیں آیا ہے کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے جھک جاویں"

آخر آیت تک یعنی کیا اللہ کی یاد کے لئے مسلمانوں کے دلوں کے جھکنے اور پست ہو جانے اور کھل جانے اور وسیع ہو جانے کا وقت نہیں آیا یعنی اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ اور اس کے ساتھ مناجات کے لئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ

"مسلط ہو گیا ان پر شیطان تو اس نے ان کو غافل کر دیا اللہ کے ذکر سے"

اور علامات اس کی یہ ہیں کہ بندہ اپنے آقا کا ذکر نہ کرے اور اگر کوئی ذکر کرے تو اس کو برا معلوم ہو اور ناگوار ہو صحبت علماء اور صلحا کی اور پسند کرے احمقوں اور مسخروں اور اس قسم کے لوگوں کی صحبت کو اور خوش ہو ان کی صحبت سے اور محفوظ ہوتا ہو ان کی مجالست سے اور حرام اس کو زیادہ پسند ہو حلال سے اور معصیت زیادہ محبوب ہو طاعت سے اور اپنے گناہوں پر فخر کرے اور لوگوں کے سامنے گناہوں پر شیخی بگھارے اور لوگوں کو طاعت پر ملامت کرے تو یہ ایسا شخص ہے جس پر شیطان مسلط ہو گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے قوت دی ان کو ایک روح سے اپنی طرف سے یعنی قوت دی اس رشاش نور سے جو نفس پر چھڑکا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ

"اگر اتارتے ہم اس قرآن کو پہاڑ پر تو اس کو بھی تو دیکھتا کہ پست ریزہ ریزہ ہو گیا ہے خدا کے خوف سے"

یعنی اگر کوئی بھی صفت صفات خداوندی سے تجلی کرتی اور یہ صفت جیسے عظمت اور جلال ہے ابن عطاء نے فرمایا کہ اشارہ اس امر کی طرف کیا کہ اس کی صفات کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی اور اس کی تجلی کے سامنے بجز اس کے جس کو اللہ تعالیٰ ہی قوت دے دے کوئی باقی نہیں رہ سکتا اور وہ عارفوں کے قلوب ہیں تو وہ اللہ کے ساتھ قائم ہیں نہ اس کے غیر کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ یعنی اس کی تجلی قائم ہے ان کے ساتھ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ

"نہ بناؤ تم میرے دشمنوں کو اپنے دشمن کو دوست"

نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

کہ افضل الایمان یہ ہے کہ اللہ ہی کے لئے عداوت کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ الخ

"اے نبی جب آپ کی خدمت میں مسلمان عورتیں بیعت کی غرض سے حاضر ہوں" آخر آیت تک اس میں اثبات ہے بیعت کا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا

"جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے"

مراد بسبیل الی اللہ سے صوفیہ کا طریق ہے یعنی جو شخص اللہ کے ذات وصفات کو چاہے اس کے راستہ پر چلے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا

اور قسم ہے نفس کی اور اس کی ذات کی کہ جس نے درست کیا اس نفس کو اس طور سے درست کیا کہ وہ بار امانت اٹھانے کے لائق ہو گیا اس کے لئے دو جہتیں ایک جہت تقویٰ کی اور ایک جہت نافرمانی کی اور یہی مراد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا

"پھر اس کے دل میں ڈال دیا اس کی نافرمانی اور پرہیز گاری کو"

اور ان دونوں جہتوں کے درمیان ایک جہتہ ملامت کی بنائی سو اگر نفس نافرمانی اور گناہ کی طرف مائل ہوا تو اس کا نام امارہ بالسوء ہے اور اگر پرہیز گاری کی طرف مائل ہوا تو اس کو مطمئنہ کہتے ہیں پھر جب وہ گناہ کر کے جلد پشیمان ہو تو اس کا نام لوامہ ہے کہ اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور اپنی شہوت پر

غصہ کرتا ہے اور اپنی لذتوں کو مبغوض رکھتا ہے اور جو گناہ اس نے کیا اس سے توبہ کر لیتا ہے پھر جب اس کی خالص توبہ کامل ہو جاتی ہے تو وہ اب عالم اطمینان میں داخل ہو جاتا ہے سو اس کو اپنی محافظت ضروری ہے۔

تاکہ قبل حصول مذاق اطمینان پھر واپس نہ ہو جاوے پھر جب اس کو ذوق نصیب ہو جاتا ہے تو اطمینان پر قائم رہنا سہل ہو جاتا ہے مگر پھر بھی ضروری ہے کہ محافظت رکھے جب تک کہ خوگر نہ ہو جاوے اور اطمینان اس کی صفت لازمہ نہ ہو جاوے۔ محافظت اس پر آسان نہ ہو جاوے اور جب تک کہ دار التکلیف میں ہے رجوع اور واپسی سے امن نہیں ہو سکتا اور نفس ایک ہی ہے اس کی صورتیں جہتیں مختلف ہیں۔ جیسے بدن ایک جسم ہے کبھی صحیح ہے کبھی مریض ہے کبھی مردہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

جن اور آدمیوں سے یہ آیت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ وسوسہ شیاطین انس اور شیاطین جن دونوں کی طرف سے ہوتے ہیں۔

شکر خدا کا اس وقت جس کا میں نے قصد کیا تھا تمام ہوا۔ اور شاید بعد میں اس سے زائد بعضے دوسرے مسائل کی جو آیات قرآن سے ثابت ہیں شرح کرنے کی مجھ کو توفیق دی جاوے اور اللہ ہی کے لئے تعریف ہے اول میں بھی اور آخر میں بھی باطن میں بھی ظاہر میں بھی اور رحمت نازل ہو اس کے رسول پر اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان پر بسیار و بسیار ے۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم
عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم
بالمؤمنین رءوف رحیم

باب ٦
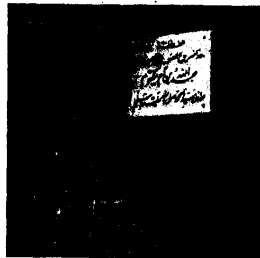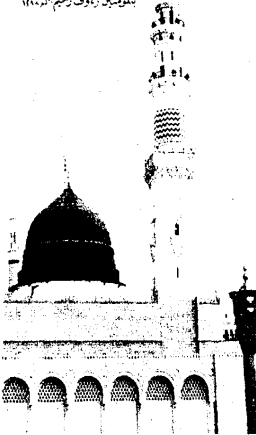
تصوف
حدیث کی روشنی میں

اس باب میں

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف کا اردو حصہ مذکور ہے جس میں احادیث سے علم تصوف اور اس کی اصطلاحات و مسائل پر استدلال کیا گیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تصوف شریعت سے الگ نہیں ہے بلکہ تصوف بھی علم شریعت کا حصہ ہے۔

معنی ذکر فکر و تصور شیخ

علم کی فضیلت اور اس کی ضرورت

حدیث علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔(ابن ماجہ)

حدیث علم کو طلب کرو اگر چہ وہ چین میں ملے۔(بیہقی)

فائدہ اور ضعف کے شبہ کا جواب خطبہ میں ہو چکا ہے اس عبارت میں اور بعض اوقات ان روایات میں سے بعض ضعف بھی پاؤ گے۔

حدیث اچھی بات بتلانے والا ایسا ہی ہے جیسا اس کا کرنے والا۔ (ترمذی)

فائدہ یہ تینوں حدیثیں علم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت پر دال ہیں اور اس میں جہلاء صوفیہ کی اصلاح ہے جو علم کی مذمت کیا کرتے ہیں اور اس کو مقصود کا حجاب سمجھتے ہیں۔

حدیث جو چیز تجھ میں کھٹک پیدا کرے اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر جو کھٹک نہ پیدا کرے۔ (ترمذی)

ذوق سلیم کا معتبر ہونا

حدیث اپنے دل سے فتویٰ لے اگر چہ فتویٰ دینے والے تجھ کو فتویٰ بھی دیدیں۔(احمد)

فائدہ دونوں حدیثیں اس پر دال ہیں کہ ذوق و وجدان بھی معتبر چیز ہے ایسے شخص کا جس کو ایمان کامل حاصل ہو (اور وہ) ایسے امور میں (معتبر ہے) جن میں دو دلیلیں متعارض ہوں اور یہ (عمل بالوجدان) عارفین میں مثل عادات طبعیہ کے ہے۔

علوم و احوال باطنیہ

حدیث بعض علوم مخفی اشیاء کی شکل میں ہوتے ہیں۔ ابوعبدالرحمن سلمی اور پوری روایت احیاء میں اس طرح ہے کہ اس علم کو بجز عارفین باللہ کے کوئی اور نہیں جانتا پھر جب وہ اس علم کے ساتھ گویا ہوتے ہیں تو اس سے وہی لوگ جہالت میں رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں دھوکہ کھائے ہوئے ہیں (مراد انکار و تکذیب ہے کیونکہ اجمالاً تصدیق کر لینا بھی ایک قسم کا علم ہے اور دھوکہ یہ کہ وہ اپنے علم و عمل کو عنداللہ صحیح و مقبول سمجھتے ہیں پس تم ایسے عالم کو حقیر مت سمجھو جس کو خدا تعالیٰ نے اس علم کا کچھ حصہ دیا ہو کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کو حقیر نہیں سمجھا جبکہ وہ علم اس کو دیا۔

حدیث حضرت ابوبکرؓ جو اور لوگوں سے افضل ہو گئے تو نماز و روزہ کی کثرت سے نہیں ہوئے (مراد نفل نماز و روزہ ہے) کیونکہ کثرت اسی میں ہو سکتی ہے۔ اس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں ابوبکر بن عبداللہ مزنی کا قول کہا ہے اور پورا مضمون احیاء میں جو اس طرح ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جو لوگوں سے فضیلت میں بڑھ گئے ہیں تو نہ کثرت صیام سے نہ کثرت صلوٰۃ سے نہ کثرت روایات سے نہ زیادہ فتوے دینے سے نہ زیادہ علمی تقریر سے بلکہ خاص ایک چیز کی وجہ سے بڑھ گئے ہیں جو ان کے سینے میں بیٹھ گئی ہے۔

فائدہ اس حدیث اور اثر میں اثبات ہے علوم باطنہ و احوال باطنہ کا (اول میں ان علوم کا ذکر ہے ثانی میں ان احوال کا)

اختلافی امور میں لوگوں سے نرمی برتنا

حدیث میری امت کا اختلاف رحمت (بیہقی) مدخل میں حدیث ابن عباسؓ سے ان الفاظ سے مسنداً **اختلاف اصحابی لکم رحمة** یعنی میرے اصحابؓ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے اور اسناد اس کے ضعیف ہیں۔

فائدہ اس حدیث میں اصل ہے اس عادت کی جس پر صوفیہ عامل ہیں کہ اختلافی امور میں لوگوں کے ساتھ توسع اور نرمی برتتے ہیں۔

علم غیر نافع کا جہل ہونا

حدیث بعض علم جہل ہے۔(ابوداؤد)

فائدہ اس میں صوفیہ کی اس عادت کی اصل ہے کہ وہ ایسے علم کو جہل کہتے ہیں جو موصل الی اللہ نہ ہو (کما قال الشیر ازی علمے کہ بحق نہ نماید جہالت است)۔

مجالس صوفیہ کی فضیلت

حدیث جب تم جنت کے باغوں پر گزرا کرو تو (ان میں) چرا کرو (یعنی ان سے غذائے روحانی حاصل کیا کرو۔(ترمذی) اور پوری روایت احیاء میں اس طرح ہے عرض کیا گیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں ارشاد ہوا ذکر کی مجلسیں۔

فائدہ اس میں کھلی فضیلت صوفیہ صافیہ کی مجالس کی ہے کیونکہ وہ مجالس خالص ذکر ہی ہیں خواہ علماً خواہ عملاً (یعنی وہاں افادہ علوم کا ہوتا ہے یا تسبیح و تہلیل کا شغل ہوتا ہے)۔

تائید عادت صوفیہ کے معارف کو اکثر اشعار میں ضبط کرتے ہیں

حدیث بعض اشعار حکمت ہیں۔ (بخاری)

فائدہ اس میں تائید ہے اس عادت کی جس کو اکثر صوفیہ نے اختیار کیا ہے کہ علوم و حقائق کو اشعار میں ضبط کرتے ہیں۔

مخاطب کی رعایت تعلیم اور معاملہ میں

حدیث جب کبھی کسی شخص نے کسی مجمع سے ایسی بات کہی جس کو وہ سمجھتے نہ ہوں تو وہ بات ضرور ان کے لئے فتنہ ہوگئی۔ (مسلم)

حدیث لوگوں سے وہی بات کرو جس کو وہ سمجھ سکیں اور اس چیز کو چھوڑ دو جس کو وہ نہ سمجھ سکیں۔ (بخاری) اور پوری روایت احیاء میں اس طرح ہے کہ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کی اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے (یعنی جب بات تو ہو قرآن و حدیث کے موافق اور سمجھ میں آئے نہیں اور اس لئے کسی نے اس کو سچ نہ سمجھا تو تم سب نے خدا اور رسول کی تکذیب کی)۔

حدیث ہم انبیاء کی جماعت کو حکم ہوا کہ لوگوں کو ان کے مرتبوں پر رکھیں ہم سے ابوبکر شخیر کی حدیث کے ایک جزو میں اس کی روایت حدیث عمرؓ سے اس سے مختصر روایت کی گئی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں حدیث عائشہؓ سے یہ ہے کہ تم لوگوں کو ان کے مرتبوں پر رکھو اور پوری روایت احیاء میں ہے کہ ہم کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ ان سے ان کے عقول کے موافق کلام کیا کریں۔ اھ

فائدہ اس میں دلالت ہے اس عمل پر جس پر صوفیہ محققین عامل ہیں کہ ہر شخص کو وہی تعلیم کرتے ہیں جس کا وہ اہل ہے اور بعض علوم کو عوام سے مخفی رکھتے ہیں۔

علم رسمی کی مذمت

حدیث علم دو قسم ہے ایک علم (محض) زبان پر الخ اس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں اور ابن عبدالبر نے حسن کی روایت سے جابر سے سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے اور پوری روایت احیاء میں اس طرح ہے کہ علی اللسان کے بعد یہ بھی ہے کہ یہ علم (زبانی) تو اللہ تعالیٰ کی حجت ہے اس کی مخلوق پر (یعنی اس علم سے ان لوگوں کو الزام دیا جائے گا کہ تم نے باوجود جاننے کے پھر عمل نہ کیا) اور ایک علم ہے قلب میں (یعنی اس کا اثر قلب پر ہو) سو یہ علم نافع ہے۔

فائدہ اس حدیث میں تقسیم ہے علم کی دو قسموں کی طرف ایک وہ علم جو محض زبان پر ہو اور مقابلہ (اس کا علم نافع کے ساتھ) اس کے غیر نافع ہونے پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا وہ علم جو قلب میں ہو اور اس کو نافع فرمایا ہے۔ اور یہی (قسم اول) تفسیر ہے علم ظاہر کی جس کی صوفیہ مذمت کیا کرتے ہیں جو ظاہر محض ہے جس کا اثر قلب پر نہ پہنچا ہو (کہ قلب میں محبت و خشیت وغیرہ پیدا کرے اور حدیث اس مطلب میں صریح ہے۔

علم باطن کی اصل

حدیث جب تم دیکھو کسی شخص کو کہ اس کو خاموشی اور زہد عطا کیا گیا ہے (ابن ماجہ) اور پورا مضمون احیاء میں اس طرح ہے کہ ایسے شخص سے قریب ہوا کرو کیونکہ اس کو حکمت (یعنی علم حقائق) کی تلقین کی جاتی ہے فقط (منجانب اللہ)

تنبیہ: آگے جہاں تمامہ کا لفظ کہوں گا وہ احیاء سے ہو گا۔ اب احیاء کا نام بار بار نہ لوں گا۔

حدیث: جو شخص اپنے اس علم پر عمل کرتا ہے جو اس نے حاصل کیا ہو اللہ تعالیٰ اس کو ایسا علم عطا فرماتا ہے جو اس نے حاصل نہیں کیا۔ (ابونعیم) نے یہ دونوں حدیث اصل ہیں اس کی جس کو علم باطن کہتے ہیں جو عمل پر مرتب ہوتا ہے اور جس میں درس تدریس کو کچھ دخل نہیں (چنانچہ ورث کے لفظ میں اس کے غیر مکتسب ہونے کی طرف اشارہ ہے)۔

قرب فرائض وقرب نوافل

حدیث (حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) بندہ برابر نوافل کے ذریعہ سے مجھ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں پھر جب اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا سمع و بصر ہو جاتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

میں کہتا ہوں کہ مشکوٰۃ میں بخاری سے یہ ہے کہ میں اس کا سمع بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کا بصر ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا دست و پا ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور جس سے وہ چلتا ہے اور شروع کا جزو حدیث کا یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) میرے بندہ نے کسی عمل کے ذریعہ سے میرا قرب حاصل نہیں کیا جو میرے نزدیک ادائے فرض سے زیادہ محبوب ہو۔

فائدہ اور یہ حدیث اصل ہے صوفیہ کی ان دو اصطلاحوں کی قرب فرائض و قرب نوافل اور میں نے ان دونوں کی

حقیقت اور ان دونوں عنوانوں کا حدیث کے موافق ہونا کلید مثنوی و مسائل مثنوی میں ذکر کیا ہے۔

اثبات نور باطنی و بعض احوال وہبیہ و بعض علامات کاملین

حدیث رسول اللہ ﷺ نے جب اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ جس شخص کی ہدایت اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں الخ۔ (حاکم) اور پوری حدیث یہ ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ سینہ کھلنا کیسا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب قلب میں نور ڈالا جاتا ہے تو اس کے سبب سینہ کھل جاتا ہے اور فراخ ہو جاتا ہے عرض کیا گیا کہ آیا اس کی کچھ علامت ہے آپ نے فرمایا ہاں دار الغرور (دنیا) سے ہٹ جانا اور دار الخلود (آخرت) کی طرف متوجہ ہو جانا اور موت آنے سے پہلے اس کے لئے تیار ہو جانا۔

فائدہ اس حدیث میں نور باطنی کا اثبات ہے اور نیز بعض احوال موہوبہ کا اثبات ہے اور نیز اس میں کاملین کی بعض علامات مذکور ہیں۔

شیخ کا اپنی قوم میں مقام اور اہل ارشاد کی فضیلت

حدیث پیر اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں (ابن حبان)

میں کہتا ہوں کہ پیر سے مراد پیرانہ سال (بوڑھا) ہے نہ کہ (پیر بمعنی) مرشد کیونکہ یہ اطلاق جدید ہے (زمانہ نبوی میں نہ تھا اس لئے یہ معنی مراد نہیں ہو سکتے) اور اسی لئے امام غزالیؒ اس کو شرف عقل کے بیان میں لائے ہیں اور اس کی وجہ میں یہ کہا ہے کہ یہ فضیلت نہ اس کی کثرت مال کے سبب ہے نہ اس کے عظیم الجثہ ہونے کے سبب نہ زیادت قوت کے سبب بلکہ زیادتی تجربہ کے سبب ہے جو کہ اس کی عقل کا ثمرہ ہے اھ (یہ تقریر صاف دلالت کرتی ہے مدعائے مذکور پر) البتہ یہ مضمون (فضیلت مرشد کا) ایک دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ علماء وارث ہوتے ہیں انبیاء کے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں ابوالدرداء کی روایت سے جیسا کہ تخریج عراقی میں مذکور ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حدیث ثانی کی دلالت مرشدین کی فضیلت پر ظاہری ہے اور (بعد تامل) اس کا استنباط حدیث اول سے بھی اس طرح ممکن ہے کہ جب (بوڑھے شخص کی) فضیلت کا مدار مطلق عقل و تجربہ کو ٹھہرایا گیا تو جس عقل و تجربہ کا تعلق دین سے ہوگا وہ تو بدرجہ اولیٰ مدار فضیلت ہوگا اور ایسے عقل و تجربہ کا مرشدین میں ہونا مشاہدہ سے معلوم ہے تو وہ اس فضیلت کے زیادہ مستحق ہوں گے۔

فضیلت معرفت و عارفین

حدیث جب اور لوگ نیکی کے مختلف انواع سے تقرب حاصل کریں تو تم اپنی عقل سے تقرب حاصل کرو ابونعیم نے حلیہ میں حضرت علیؓ کی روایت سے ذکر کیا ہے اس طرح کہ جب اور لوگ نیکی کی انواع کا اکتساب کریں تم عقل کی انواع کا اکتساب کرو۔ تم ان سب سے نزدیکی اور قرب میں بڑھ جاؤ گے اور اس کے اسناد ضعیف ہیں۔

فائدہ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو مولانا رومیؒ اپنی مثنوی میں لائے ہیں اور اس کی نہایت خوبی سے شرح فرمائی ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے اور اس میں اثبات ہے علوم دینیہ کا اور اس کے علماء کی فضیلت کا اور ظاہر ہے کہ اس (عقل مذکور فی الحدیث) کا سب سے بڑا مصداق عارفین اہل طریقت کی عقل ہے جس سے محبوب حقیقی تک خود پہنچتے اور دوسروں کو پہنچاتے ہیں اور اسی جگہ سے کہا گیا ہے کہ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی ہزار رکعت سے افضل ہیں۔

قرآن کے بعض معانی کا اہل ظاہر سے مخفی ہونا

حدیث قرآن مجید کا ایک ظاہر ہے ایک باطن ہے (ابن حبان)

فائدہ اور تتمہ اس کا یہ ہے کہ نیز قرآن (کے ظاہر و باطن) کی ایک حد (بھی) ہے (کہ وہاں اہل ظاہر یا اہل باطن کا ادراک ختم ہو جاتا ہے) اور ایک طریق اطلاع (بھی) ہے (کہ اس طریق کے ذریعہ سے وہاں تک ادراک کی رسائی ہوتی ہے چنانچہ ظاہر قرآن کے ادراک کا طریق لغات و عربیۃ و اسباب نزول وغیرہا کی مہارت ہے اور باطن قرآن کے ادراک کا طریق علوم مذکور کے ساتھ ذوق اجتہاد و نور معرفت و امثالہا ہے علی اختلاف مراتب البطون) یہ حدیث اس پر دال ہے کہ بعض اسرار قرآن مجید میں ایسے ہیں جن تک عوام اور خواص کالعوام کے افہام کی رسائی نہیں ہوتی تو اس حالت میں اہل ظاہر کو یہ حق نہیں کہ اہل باطن پر ایسے علوم میں

نکیر (واعتراض) کریں بشرطیکہ کوئی دلیل قطعی لغوی یا شرعی ان علوم کی نفی نہ کرتی ہو (ورنہ انکار واجب ہے)۔

حق تعالیٰ کا مدرک بالکنہ نہ ہونا اور علم نبوی کا محیط بجمیع الواقعیات نہ ہونا

حدیث (ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ) میں آپ کی ثناء کا احاطہ نہیں کر سکتا آپ ایسے ہی ہیں جیسا آپ نے اپنی خود ثناء فرمائی۔ امام مسلم نے حضرت عائشہؓ کی روایت سے کہا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سجدہ میں یہ کہتے ہوئے سنا۔

فائدہ: حدیث دو امر پر دال ہے ایک یہ کہ حق تعالیٰ کا ادراک بالکنہ رسول اللہ ﷺ کو بھی نہیں ہوا تو دوسرے کو تو کیا ہوتا کیونکہ کسی شے کا احاطہ یہ ہے کہ اس کا ادراک بالکنہ ہو تو احاطہ کا انتفاء ادراک بالکنہ کا انتفا ہے اور دوسرا امر یہ ہے کہ حضور ﷺ کا علم تمام واقعیات کو محیط نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے کمالات واقعیات میں سے ہیں اور آپ نے اپنے علم کو ان کے لئے اس کو غیر محیط فرمایا ہے۔

رویت حق کا ممتنع ہونا دنیا میں اور ادراک بالکنہ کا آخرت میں بھی

حدیث حق تعالیٰ کے (سامنے) ستر حجاب ہیں نور کے اگر وہ ان کو کھول دیں تو ان کی ذات کے انوار تمام ان چیزوں کو جلا ڈالیں جن کو ان کی بصر ادراک کرتی ہے (اور ظاہر ہے کہ ان کے ادراک بصر سے کوئی چیز خارج نہیں تو مطلب یہ ہوا کہ تمام چیزوں کو جلا ڈالیں) ابن حبان نے کتاب العظمۃ میں ابو ہریرہؓ کی حدیث سے کہ حق تعالیٰ کے اور ان ملائکہ کے درمیان میں جو کہ عرش کے حوالی ہیں ستر حجاب نور کے ہیں اور اس کے اسناد ضعیف ہیں اور اسی کتاب میں حضرت انسؓ کی روایت سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ تم اپنے رب کو دیکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان میں ستر حجاب ہیں نور اور ظلمت کے اور طبرانی کے اکبر میں سہل بن سعد کی روایت سے ہے کہ حق تعالیٰ کے آگے ہزار حجاب ہیں نور اور ظلمت کے اور مسلم میں ابو موسیٰ کی روایت سے ہے کہ ان کا حجاب نور ہے اگر وہ ان کو کھول دیں تو ان کی ذات کے انوار تمام ان مخلوقات کو جلا ڈالیں جن تک ان کی بصر پہنچتی ہے (اور ظاہر ہے کہ ان کی بصر کی رسائی سے کوئی مخلوق خارج نہیں تو مطلب یہ ہوا کہ تمام مخلوق کو جلا ڈالیں) اور ابن ماجہ میں ادرکہ بصرہ ہے (جیسا سب سے اول روایت میں تھا)۔

میں کہتا ہوں کہ مسلم کی ایک روایت میں بجائے (النور کے) النار ہے (یعنی ان کا حجاب نار ہے اسی نور کو باعتبار تاثیر احراق کے نار فرما دیا) اور کنز العمال میں بروایت کبیر طبرانی کے ابن عمر اور سہل بن سعد کے وظلمۃ کے بعد یہ اور زیادہ ہے کہ کوئی جان ایسی نہیں جو ان حجابوں کی آہٹ کو سن لے کہ فوراً نکل جائے۔

فائدہ اس حدیث میں اثبات ہے حجابوں کا بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان میں اور لفظ حجاب کا اطلاق صوفیہ کی زبانوں پر کثرت سے شائع ہے نیز اس حدیث میں رویت حق کا ممتنع ہونا مذکور ہے **فی الحال تو علی الاطلاق** اور **فی المآل** (یعنی آخرت میں) حجاب کبریا کے مرتفع ہو جانے سے جس کا حاصل ادراک بالکنہ ہے (دلالت علی الامتناع اس طرح سے ہے کہ کشف حجاب کو جو کہ مقدمہ ہے رویت کا مستلزم الغدام مدرک فرمایا اور الغدام میں رویت ممتنع ہے)۔

احوال قلبیہ کا غیر اختیاری ہونا

حدیث بندہ کا دل حق تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہے۔ (مسلم)

فائدہ اس حدیث میں بعض احوال قلبیہ کا مطلقاً غیر اختیاری ہونا اور بعض کا اختیار مستقل کے اعتبار سے غیر اختیاری ہونا مذکور ہے (اور انگلیوں کے معنی کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہئے)۔

کائنات کا مظاہر تجلیات ہونا

حدیث حجر اسود (گویا) حق تعالیٰ کا دست مبارک ہے دنیا میں حاکم نے مع تصحیح اس کو عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے نقل کیا اور کتاب الحج میں ابن عباسؓ کی روایت سے یہ اور زیادہ کیا کہ اس سے اپنی مخلوق کے ساتھ مصافحہ فرمائیں گے۔

فائدہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ بعض کائنات معظمہ بعض تجلیات الٰہیہ کے مظاہر ہوتے ہیں اور اسی مظہریت کی بنا پر حجر اسود کو دست مبارک مجازاً فرمایا گیا (اس سے زیادہ گفتگو اس مضمون میں نہ کرنا چاہئے۔

مسئلہ مذکورہ در حدیث بالا

حدیث میں حق تعالیٰ کا دم مبارک یمن کی طرف سے پاتا ہوں احمد نے ابو ہریرہؓ کی روایت سے اس حدیث میں نقل کیا ہے جس میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں تمہارے رب کا دم مبارک یمن کی طرف سے پاتا ہوں اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

فائدہ اس میں بھی وہی مسئلہ مذکور ہے جو اس کے قبل کی حدیث میں تھا اس حیثیت سے کہ بعض کاملین کی برکات خاصہ کو رحمٰن کا دم مبارک فرمایا اسی تجلی خاص کی مظہریت) کی بناء پر۔

شعور جمادات

حدیث سنگریزوں کی تسبیح کی حدیث اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابوذر کی روایت سے ذکر کیا۔

فائدہ اس میں جمادات کے ذی شعور ہونے کا اثبات ہے اور اہل کشف کے نزدیک تو یہ منجملہ محسوسات کے ہے۔

تدقیق در طریق

حدیث شرک میری امت میں (یعنی) بعض میں صاف چٹان پر چیونٹی کے چلنے کی آواز سے بھی زیادہ خفی ہوگا۔ (ابن عدی-ابن حبان)

فائدہ اس حدیث میں وہ امر مذکور ہے جو اہل ارشاد و سالکان طریقت کو جتلاتے رہتے ہیں یعنی اعمال باطنہ میں تدقیق (وکاوش) اور اہل ظاہر اس کو غلو اور تشدد شمار کرتے ہیں (اور اس وجہ سے اہل طریق پر انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے شرک کا ایک درجہ ایسا خفی ارشاد فرمایا اور ظاہر ہے کہ مقصود اس تنبیہ سے اہتمام تحرز ہے یہ تدقیق نہیں تو کیا ہے مگر تعمق نہیں ہے)۔

کتاب الصلوٰۃ

قرب خاص کے علاوہ قرب علمی کا ہونا

حدیث سب سے زیادہ قرب کی حالت جو بندہ کو اللہ سے ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ سجدہ میں ہو۔ (مسلم)

فائدہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ اہل طاعت کے قرب کی حقیقت قرب علمی کے سوا ہے کیونکہ قرب علمی تو اہل عبادت کے ساتھ خاص نہیں (اور یہاں ساجد کے ساتھ خاص کیا گیا ہے) اور یہ وہ قرب خاص ہے جس کی تحصیل کا امر کیا گیا ہے۔

نماز میں مذمومات نفس کا تعین

حدیث جو شخص ایسی دو رکعتیں پڑھے جن میں اپنے نفس سے کسی قسم کی دنیا کی باتیں نہ کرے اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ) اور یہ حدیث صحیحین میں حضرت عثمانؓ کی روایت سے اول میں زیادت کے ساتھ ہے اور اس میں بشئی من الدنیا نہیں ہے اور طبرانی نے اوسط میں الا بخیر بڑھایا ہے۔

فائدہ اس حدیث میں یہ مسئلہ ہے کہ جو حدیث النفس کمال صلوٰۃ میں مخل ہے وہ وہ ہے جو قصد و اختیار سے ہو جیسا کہ یحدث کا لفظ اس پر دال ہے کیونکہ تحدیث اور ہے اور تحدث اور (اور حدیث میں تحدث آیا ہے) پھر وہ (حدیث النفس اختیاری) بھی علی الاطلاق مذموم نہیں بلکہ وہ (مذموم ہے) جو دنیا کی قبیل سے ہو اور جو غیر یعنی دین ہے وہ مذموم نہیں لیکن یہ (مذموم نہ ہونا) ضروری کے ساتھ خاص ہے اور اسی سے اس اشکال کا جواب نکل آیا جو حضرت عمرؓ کے قول پر وارد کیا جاتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے لشکر کی تیاری کیا کرتا ہوں اور نماز کی حالت میں ہوتا ہوں (حاصل جواب یہی ہے کہ یہ حدیث النفس گو اختیاری ہو مگر دین اور ضروری ہے) باقی جو غیر ضروری ہو اس کی نفی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک ایسی ہی حدیث میں ارشاد فرمایا کہ ان دو رکعتوں پر اپنے قلب سے متوجہ رہے (اور یہ نفی) اس لئے ہوتی ہے) کہ توجہ الی الصلوٰۃ توجہ الی غیر الصلوٰۃ کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی اور اس ضروری (دینی حدیث النفس) کے جائز رکھنے کی طرف میری رائے کی رسائی ہوئی ہے جس کو من الدنیا اور الا بخیر سے اخذ کیا ہے جو اس حدیث میں ہے۔ دوسرے محققین سے بھی رجوع کر لیا جائے۔

نماز میں خشوع اور نماز کے بعد دعا

حدیث نماز تو ان چیزوں کا نام ہے اظہار مسکنت اور تدعا اور تضرع (ترمذی) اور نسائی نے اس کے قریب قریب فضل بن عباس کی حدیث سے باسناد مضطرب اور پوری حدیث (احیاء میں) اس طرح ہے کہ نماز صرف ان چیزوں کا نام ہے اظہار مسکنت اور تواضع اور تضرع اور رقت قلب اور اظہار ندامت اور یہ کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللھم اللھم کہو (یعنی دعا کرو) جو شخص ایسا نہ کرے اس کی نماز ادھوری ہے۔

میں کہتا ہوں کہ تقنع یدیک الخ کو ترغیب میں بھی ترمذی اور نسائی اور صحیح ابن خزیمہ سے نقل کیا ہے یعنی دونوں ہاتھ پروردگار سے دعا کرنے کے لئے اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیوں کا رخ چہرے کی طرف رہے اور یارب یارب کہو اور جو ایسا نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے اور اس کے ترک کو جو موجب نقصان فرمایا گیا ہے۔ یہ نقصان فضیلت میں ہے نہ کہ صحت (نماز) میں۔

فائدہ دو چیزوں پر اس سے دلالت ہوئی ایک خشوع کا نماز میں مطلوب ہونا دوسرے نماز کے بعد دعا کا مشروع ہونا جیسا صلحاء اور نمازیوں میں معتاد ہے کیونکہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نماز کے اندر تو ہو نہیں سکتا۔

طریقہ تکمیل نماز

حدیث جب تم نماز پڑھو تو اس شخص کی سی نماز پڑھو جو دنیا کو چھوڑنے والا ہو (اور اس وجہ سے اس نماز کو آخری نماز سمجھنے والا ہو (ابن ماجہ)

فائدہ اس حدیث میں تعلیم ہے طریقہ تکمیل نماز کی اس مراقبہ سے کہ یہ احتمال رکھے کہ شاید یہ آخری نماز ہو اور یہ طریق عجیب ہے جو تجربہ کرے گا مشاہدہ کر لے گا۔

ولولہ وعشق

حدیث حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم سے باتیں کرتے اور ہم آپ سے باتیں کرتے مگر جب نماز کا وقت آ جاتا تو آپ کی یہ حالت ہو جاتی گویا نہ آپ ہم کو پہچانتے ہوں اور نہ ہم آپ کو ازدی نے ضعفاء میں سوید بن غفلہ کی حدیث سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اذان سنتے تھے تو یہ حالت ہو جاتی کہ گویا آپ کسی کو بھی نہیں پہچانتے۔

فائدہ یہ وہی از خود رفتگی اور عشق ہے جس کے اکثر اہل ظاہر منکر ہیں (اور صوفیہ اس کے قائل ہیں)

احضار قلب کا شرط قبول ہونا

حدیث اللہ تعالیٰ ایسی نماز کی طرف نظر بھی نہیں فرماتے جس میں آدمی اپنے قلب کو اپنے بدن کے ساتھ حاضر نہ کرے میں نے اس حدیث کو ان لفظوں سے نہیں پایا اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں عثمان بن ابی دہرش کی روایت سے مرسلاً یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے کوئی عمل قبول نہیں فرماتے یہاں تک کہ اس کا قلب اس کے بدن کے ساتھ حاضر ہو۔ (مسند الفردوس)

فائدہ اس میں صریح دلالت ہے اس پر کہ قلب کا حاضر رکھنا جو کہ فعل اختیاری ہے شرط ہے قبول اطاعت کی نہ کہ قلب کا حاضر رہنا جو کہ امر غیر اختیاری ہے (اور احضار کا شرط نہ کہنا تفریط ہے اور حضور کا شرط کہنا افراط ہے)۔

اصلاح باطن کا اصلاح ظاہر کے لئے مستلزم ہونا

حدیث آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں ڈاڑھی سے شغل کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا قلب خشوع والا ہوتا تو اس کے جوارح بھی خشوع والے ہوتے۔ (حکیم ترمذی)

فائدہ اس میں اس پر دلالت ہے کہ باطن کا دعویٰ کرنا کذب ہے جبکہ ظاہری حالت اس کے خلاف ہو (بلکہ باطن جب درست ہو گا ظاہر ضرور ہی درست ہو گا)۔

قطع اسباب مشوشہ

حدیث جس میں ممانعت ہے نماز پڑھنے سے ایسے شخص کے جس پر پیشاب پاخانہ کا دباؤ ہو اس قول تک کہ مسلم نے حدیث عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ کھانے کے سامنے آنے پر نماز نہیں اور نہ ایسی حالت میں کہ پیشاب پاخانہ اس سے کشا کشی کرتے ہوں۔

فائدہ اس حدیث میں اصل ہے اہل طریق کے اس معمول کی کہ وہ اسباب مشوشہ قلب کو قطع کرتے رہتے ہیں۔

غیرت

حدیث یہ روایت کہ ابوطلحہؓ نے اپنے ایک باغ میں نماز پڑھی جس میں ایک درخت تھا اس درخت میں ان کو ایک پرندہ کا پر خوشنما معلوم ہوا پوری حدیث سہو فی الصلوٰۃ ان کے اس باغ کو تصدق کر دینے کے باب میں ہے امام مالک نے عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ ابوطلحہ انصاری نے الخ پھر اسی طرح ذکر کیا (جیسا اوپر گزرا)۔

فائدہ اس حدیث میں حال غیرت کی اصل ہے یعنی ایسی چیز کو اپنے سے جدا کر دینا جو کہ محبوب اور مطلوب سے مانع ہو (جیسا ان صحابی کو باغ کی طرف توجہ ہونے سے نماز میں سہو ہوا انہوں نے اس کو اپنی ملک سے خارج کر دیا)۔

حدیث اے بلال ہم کو راحت دے۔ (دار قطنی)

فائدہ اس حدیث کے دو محل ہیں ایک راحت دنیا نماز میں اور اس کے مقدمات میں مشغول ہونے کے ساتھ اور دوسرا راحت دنیا نماز سے فارغ ہونے کے ساتھ پہلی راحت لقاء کی ہے اور دوسری راحت رضا کی ہے (اور دونوں مطلوب ہیں) باقی یہ راحت کہ بوجھ اتر گیا یہ خط ہے مجوبین کا اور اس راحت کی علامت یہ ہے کہ وہ لوگ مشغولی سے راحت نہیں پاتے جیسے وہ لوگ افطار سے خوش ہوتے ہیں روزے سے خوش نہیں ہوتے بخلاف حال واصلین کے کہ ان کو روزہ سے بھی ایک فرحت ہوتی ہے (فرحت لقاء) اور افطار سے دوسری فرحت ہوتی ہے (فرحت رضا)

اللہ سے حیاء اور اس کا طریق

حدیث ابو ہریرہؓ نے پوچھا کہ خدا تعالیٰ سے حیا کرنا کیسے ہوتا ہے آپؐ نے فرمایا کہ اس سے ایسی حیا کرو جیسے اپنی قوم کے مرد صالح سے کرتے ہو۔ (بیہقی۔شعب۔حدیث سعید بن زید)

فائدہ اس میں آسان طریقے کی تعلیم ہے حیاء کی جو کہ مانع ہے معصیت سے اس طور پر کہ اس امر کو مستحضر رکھا جائے کہ اگر مجھ کو فلاں بزرگ میری قوم کا دیکھتا ہوتا تو میں معصیت پر کبھی اقدام نہ کرتا تو حق تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔

عدم تحدید صلوٰۃ اللیل

حدیث وتر (یعنی صلوٰۃ اللیل جس میں تہجد اور وتر دونوں آ گئے) سترہ رکعت ہیں ابن مبارک نے طاؤس کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ آپ شب میں سترہ رکعت پڑھتے تھے (تہجد وتر کی)

فائدہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ صلوٰۃ اللیل دس یا بارہ رکعت کے ساتھ محدود نہیں پس اس عادت پر انکار نہ کیا جائے گا کہ بعض مشائخ شب میں سو رکعت یا زیادہ پڑھتے تھے (اور یہ زیادت تحدیدات پر زیادت نہیں ہے اور یہ فرق سمجھنا اکثر مواقع پر مجتہدین ہی کا کام ہے)۔

حقیروں سے استفادہ

حدیث اگر شیر خوار بچے نہ ہوتے اور کوزہ پشت بوڑھے نہ ہوتے (بیہقی) اور پوری حدیث یہ ہے اور چرنے والے بہائم نہ ہوتے تو تم پر عذاب بارش کی طرح برستا۔

فائدہ اس میں خود بینی کی جڑ قطع کر دی گئی ہے اس طرح سے کہ ایسے لوگوں سے فائدہ حاصل کرنے کا مراقبہ کیا جائے جو حقیر سمجھے جاتے ہیں

عمل میں مداومت

حدیث سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو وہ عمل ہے جو دائم ہو گو قلیل ہی ہو۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ اور یہ وہ مسئلہ ہے جس میں اہل طریق میں سے دو شخصوں میں بھی اختلاف نہیں۔

وبال ترک معمولات

حدیث حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ جو شخص کوئی عبادت شروع کرے پھر اس کو اکتا کر چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مبغوض رکھتا ہے۔ (ابن السنی)

فائدہ مبغوضیت کے درجات ہیں ادنیٰ درجہ محبت خاصہ سے محروم ہو جانا ہے اور اگر معنی متبادر ہی مراد لئے جائیں (یعنی نفرت و عداوت) تو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس (درجہ متبادرہ) کی طرف اکثر مفضی ہو جاتا ہے اور اہل طریق میں اہل بصیرت و اہل تجربہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ اعراض کی ایک ابتدا ہے اور وہ ترک ہے اور ایک انتہا ہے اور وہ بندہ کا بغض کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو موجب ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے بغض کو بندہ کے ساتھ خدا تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے تنزل سے بعد ترقی کے پس (اس تقریر کے بعد) یہ اعتراض واقع نہیں ہوتا کہ اس سے مستحب کا واجب ہونا لازم آتا ہے اور ملالت کی جو قید لگائی یہ احتراز ہے عذر سے (کیونکہ عذر سے ترک کرنا اس کے لئے بلکہ نقص اجر کے لئے بھی موجب نہیں)۔

کتاب الزکوٰۃ

معاد اور معاش ضروری کے درمیان مزاحمت نہیں ہے

حدیث حلال روزی کا تلاش کرنا فرض ہے۔ بعد (دینی) فرائض کے (طبرانی۔بیہقی)

فائدہ اس میں دلالت ہے اس پر کہ معاد میں مشغول ہونا مانع نہیں ہے ضروری معاش میں مشغول ہونے سے جیسا اہل غلو سمجھتے ہیں (بلکہ معاد میں اعانت و تقویت کا سبب ہوتا ہے)۔

حقوق عباد

خصوصاً مشائخ کے حقوق کی تاکید

حدیث جو شخص آدمیوں کا شکر گزار نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں (ترمذی)

فائدہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ حق تعالیٰ کے حقوق کا ادا کرنا حقوق خلائق کو ضعیف نہیں کرتا بلکہ اس کو مؤکد کرتا ہے خصوصاً ایسے بندوں کے حقوق کو جو کہ وصول الی الحق میں معین ہوتے ہیں جیسے مشائخ (وہادین) اور ان حضرات کے حقوق یعنی ان کی اطاعت و تعظیم کے مؤکد ہونے پر علاوہ اس حدیث کے اور مستقل دلائل بھی ہیں۔

حدیث جو شخص تمہارے ساتھ کوئی احسان کرے تم اس کی مکافات کرو (ابوداؤد) اور پوری حدیث یہ ہے کہ اگر تم کو (مکافات کرنے کی) استطاعت نہ ہو تو اس کے لئے اتنی دعا کرو کہ تم کو یہ معلوم ہونے لگے کہ تم نے اس کی مکافات کردی۔

فائدہ اس میں بھی وہی مضمون ہے جو اس سے پہلی حدیث میں تھا (یعنی شکریہ محسن)۔

عدم تنافی درمیان توکل واذ خار ضروری

حدیث آپ نے اپنے عیال کے لئے ایک سال کا غلہ جمع فرمایا (بخاری ومسلم) کہ آپ اپنے اہل کا سال بھر کا خرچہ جدا رکھ لیتے تھے۔

فائدہ اس سے ثابت ہوا کہ کسی مصلحت سے (بقدر ضرورت) ذخیرہ رکھ لینا نہ توکل کے منافی ہے اور نہ کمال توکل کے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں پھر وہ مصلحت عام ہے خواہ عیال کی مصلحت ہو خواہ نفس کی مصلحت ہو یعنی تحصیل اطمینان وازالہ تشویش کیونکہ طبائع فطرتاً مختلف ہوتی ہیں بعضوں کو یکسوئی بدون اسباب یکسوئی کے میسر نہیں ہوتی پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذخیرہ فرمالینا ایسے لوگوں پر رحمت اور شفقت تھی باوجودیکہ آپ کو یکسوئی میں اسباب کی حاجت نہ تھی خوب سمجھ لو۔

تعمیم حسن معاشرہ

حدیث جب تمہارے پاس کسی قوم کا شریف آئے تو تم اس کا اکرام کرو (ابن ماجہ)

فائدہ اس میں اس عادت کی دلیل ہے جو اہل طریق کا معمول ہے کہ ہر شخص کے ساتھ (بلاتخصیص نیک وبد کے) ایسی حسن معاشرت کا معاملہ کرتے ہیں جو اس کے مرتبہ کے مناسب ہے۔

کتاب الصوم

عدم استحقار صغائر

حدیث نظر (بد) ایک زہر آلود تیر ہے ابلیس کے تیروں میں سے۔ (حاکم)

فائدہ اس میں دلالت ہے کہ صغیرہ گناہوں کو سرسری نہ سمجھے کبھی اس کا مفسدہ کبائر سے بھی بڑھ جاتا ہے (گو وہ ذات خاص ہی کی طرف راجع ہو اور کبیرہ جو مفسدہ میں قوی ہوتا ہے وہ مفسدہ عامہ ہے) بالخصوص نظر جو شہوت سے ناشی ہو یا اس سے شہوت ناشی ہو فی الحال یا فی المآل (بسبیل احتمال) اور اس کی وہی حالت ہے جس کو بعض اہل تجربہ نے فارسی (شعر) میں ظاہر کیا ہے۔

درون سینہ من زخم بے نشاں زدہ
بحیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدہ

کتاب الحج

اتباع معاملات حق مع عبد

حدیث جس کو کسی چیز میں رزق ملتا ہو اس کو چاہئے کہ اس میں لگا رہے اور جس کی معاش کسی چیز میں ہو گئی ہو اس سے منتقل نہ ہو یہاں تک کہ اس میں خود تغیر ہو جائے ابن ماجہ نے انس کی حدیث سے بسند حسن جملہ اولیٰ کے ساتھ اور عائشہ کی حدیث سے ایسی سند کے ساتھ جس میں جہالت ہے اس لفظ سے کہ جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کا رزق کسی خاص ذریعہ سے مسبب فرمادے اس کو چھوڑنا نہ چاہئے جب تک کہ اس میں تغیر یا ناموافقت نہ ہو جائے۔

فائدہ (اہل طریق نے) اسی پر تمام معاملات کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے ساتھ واقع ہوتے ہیں قیاس کیا ہے جن کی معرفت بصیرت وفراست وخصوصیات واقعات سے ہو جاتی ہے (اس معرفت کے بعد وہ ان میں تغیر وتبدل از خود نہیں کرتے) اور یہ امر قوم کے نزدیک مثل بدیہیات کے بلکہ مثل محسوسات کے ہے جس کی وہ اپنے احوال میں رعایت رکھتے ہیں۔

زیارت قبر نبوی ﷺ

حدیث جو شخص میری زیارت میری وفات کے بعد کرے اس نے گویا میری زیارت میری حیات میں کی۔ (دار قطنی)

حدیث جو شخص میری زیارت کرنے کے لئے آئے اور اس کا مقصود بجز میری زیارت کے اور کچھ نہ ہو اللہ تعالیٰ پر حق ہوگا کہ میں اس کا شفیع بنوں۔ (طبرانی)

فائدہ ان دونوں حدیثوں کا مدلول ظاہر ہے اور یہ زیارت (قبر نبوی) مستحبات میں اوروں سے مؤکد ہے خصوصاً عشاق کے نزدیک اور **لاتشد الرحال** والی حدیث ان اعمال میں ہے جن کا دوسروں سے افضل ہونا منقول نہیں کیونکہ ایسے اعمال کی افضلیت کا محض رائے سے اعتقاد کر لینا بدعت ہے۔

صالحین کی وضع اختیار کرنا

حدیث جو شخص کسی قوم کی شباہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔ (ابوداؤد)

فائدہ یہ عام ہے تشبہ محمود اور مذموم دونوں کو اور یہ اصل ہے صلحاء کی وضع اختیار کرنے کی بہ نیت برکت کے نہ بہ نیت دعویٰ کمال غیر حاصل وشہرت کے۔

حدیث اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی قبر کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ آپ کو اس شخص کا سلام پہنچاتا ہے جو آپ پر آپ کی امت میں سے سلام بھیجے۔ نسائی اور ابن حبان اور حاکم نے ابن مسعود کی حدیث سے اس لفظ کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں سیاحت کرتے ہیں میری امت کی طرف سے مجھ کو سلام پہنچاتے ہیں۔

فائدہ اور چونکہ یہ امر غیر مدرک بالقیاس ہے اس لئے غیر منصوص کی طرف متعدی نہ ہوگا پس دوسرے اولیاء ومقبولین کے خطاب کا اذن نہ دیا جائے گا خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ہوں کیونکہ ایسی نص ان کے باب میں نہیں آئی اور ایسے امور میں محض امکان کافی نہیں۔

کتاب القرآن

غلبہ ذکر میں بعض طاعات غیر واجبہ کا ترک کرنا

حدیث اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس شخص کو تلاوت قرآن مجھ سے دعا کرنے اور حاجت مانگنے کی فرصت نہ لینے دے میں اس کو شاکرین کا ثواب دوں گا۔ (ترمذی) نے ابو سعید کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ جس شخص کو قرآن میرے ذکر یا دعا سے مشغول کر دے میں جس قدر اور سائلوں کو دیتا ہوں اس شخص کو سب سے زیادہ دوں گا۔

فائدہ اس میں اصل ہے مشائخ کے اس معمول کی کہ وہ بعض مریدوں کو بعض طاعات پر محدود کر دیتے ہیں اور بعض طاعات سے روک دیتے ہیں اور مفصل تقریر اس کی رسالہ حقیقۃ الطریقہ میں حدیث بست وسوم کے تحت میں ہے۔

اصل بعض القاب صوفیہ

حدیث اہل قرآن اللہ والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص ہیں۔ (نسائی)

فائدہ اس میں اصل ہے ان القاب کی جو صوفیہ میں متعارف ہیں جیسے اہل اللہ اور خاصان خدا اور اسی قسم کے۔

ثابت کرنا ظلمت اور نور کا قلب کے لئے

حدیث یہ قلوب (کبھی) زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسا لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے عرض کیا گیا کہ اس کا جلا کیا ہے آپ نے فرمایا تلاوت قرآن اور موت کا یاد کرنا۔ (بیہقی)

فائدہ اس میں اصل ہے ایسے اطلاقات کی جو قوم میں شائع ہیں جیسے ظلمۃ اور جلا قلوب کے لئے۔

تواجد بہ غرض محمود

حدیث قرآن مجید کی تلاوت کرو اور روؤ اور اگر رونہ سکو تو رونے کی شکل بناؤ۔ (ابن ماجہ)

فائدہ اس میں اثبات ہے تواجد یعنی اہل وجد کے ساتھ تشبہ کا جبکہ غرض کسی حال محمود کا پیدا کرنا ہو نمائش مقصود نہ ہو (کہ اس کو تشبع بمالم یعط فرمایا گیا ہے)۔

ذکر جلی وخفی کی فضیلتوں کا فرق

حدیث بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو جائے اور بہترین ذکر وہ ہے جو خفی ہو۔ (احمد - ابن حبان)

فائدہ یہ خیر ہونا (ذکر خفی کا) باعتبار اصل کے ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہر میں کسی عارض کے سبب بھی خیریت اور افضلیت نہ ہو (اور اس عارض کو حضرات صوفیہ جانتے ہیں اور اس پر دلائل رکھتے ہیں۔

بعض احوال میں جمع خاطر کو کثرت ثواب پر ترجیح ہے

حدیث آپ نے ابن مسعودؓ سے فرمایا کچھ قرآن پڑھو۔ انہوں نے عرض کیا میں پڑھوں حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے سنوں (شیخین)

فائدہ اس میں دلالت ہے کہ اجتماع خواطر بعض احوال میں اس درجہ مقصود ہے کہ (اس کی رعایت سے) اس طاعت پر قناعت کر لی جاتی ہے جواجر میں کم ہے اس لئے کہ اس میں کلام نہیں کہ پڑھنے کا ثواب سننے سے زیادہ ہے۔

عبادات شاقہ کا منکر نہ ہونا

حدیث ابوذر کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم میں ایک شب اس آیت کے ساتھ قیام فرمایا اسی کو بار بار پڑھتے تھے اور وہ آیت یہ ہے ان تعذبهم الخ (نسائی - ابن ماجہ)

فائدہ اس میں اصل ہے کہ عبادات شاقہ بھی مشروع ہیں جو بکثرت اہل شوق یا اہل خشیۃ سے منقول ہیں (جس پر خشک مزاجوں کا اعتراض ہے)

مغائر شریعت علم کا ابطال اور علم وہبی کا اثبات

حدیث حضرت علیؓ کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کوئی خفیہ بات ایسی نہیں فرمائی جس کو اور لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہو بجز اس کے کہ خدا تعالیٰ کسی بندہ کو اپنی کتاب کے متعلق فہم عطا فرما دے۔ نسائی نے ابوجحیفہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت علیؓ سے کہا کیا تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بجز قرآن کچھ اور شے بھی ہے انہوں نے فرمایا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور جان کو پیدا کیا بجز اس کے کہ خدا تعالیٰ کسی بندہ کو اپنی کتاب کے متعلق فہم عطا فرمائے۔ الحدیث اور وہ بخاری کے نزدیک ان الفاظ سے ہے کہ کیا تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کوئی ایسی چیز ہے جو قرآن میں نہ ہو اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک بار یہ کہا کہ ایسی چیز جو لوگوں کے پاس نہیں۔

فائدہ اس میں ابطال ہے جہلاء کے اس (بے بنیاد) زعم کا کہ وہ لوگ ایک علم باطنی منقول کا اثبات کرتے ہیں اس علم ظاہری منقول کے علاوہ اور نیز اس میں اثابت ہے علم وہبی کا جس کی حقیقت فہم صحیح ہے جو نور قلب اور کمال تقویٰ سے پیدا ہوتا ہے (اور اس میں علم حدیث کی نفی نہیں مقصود حصر اضافی ہے جس سے مقصود علم مزعوم کی نفی ہے)۔

عبادت میں نشاط کی رعایت

حدیث قرآن اس وقت تک پڑھو جب تک تمہارا دل لگے اور تمہارے بدن میں اثر ہو اور جب الجھنے لگو تو اس وقت گویا تم پڑھتے ہی نہیں اور بعض روایات میں ہے کہ جب تم الجھنے لگو تو کھڑے ہو جاؤ۔ روایت کیا اس کو شیخین نے جندب بن عبداللہ بجلی کی حدیث سے لفظ ثانی (یعنی فقوموا) میں مگر اس میں دلالت لہ جلود کم نہیں ہے۔

فائدہ اس میں رعایت ہے نشاط کی عبادت میں اور جب اکتا جائے تو اس کو دوسرے وقت پر رکھے لیکن یہ حکم اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جو عادت عبادت میں راسخ ہو (ایسے شخص کا جب جی گھبرائے تو مؤخر کر دے) باقی قبل رسوخ سو اس وقت اپنے نفس کو مقید کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ عادت میں راسخ ہو جائے (کیونکہ ابتدا میں تو تکلف ہوتا ہی ہے اگر اس وقت بھی ایسا کرنے لگے تو پھر عادت کی نوبت ہی نہ آئے)۔

کتاب الاذکار والدعوات

ذکر کی فضیلت اور ذکر قلبی ولسانی میں جمع کرنے کی فضیلت

حدیث اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے نام پر اس کے ہونٹ ملتے رہیں۔ (ابن ماجہ - ابن حبان)

فائدہ اس حدیث میں فضیلت ہے ذکر کی اور نیز اس میں یہ بھی ہے کہ ذکر قلبی و ذکر لسانی کو جمع کرنا (جیسا کہ مجموعہ ذکر نی اور تحرکت اس پر دال ہے) بمقابلہ خالی ذکر قلبی اور خالی ذکر لسانی کے افضل ہے رہی یہ بات کہ ان دونوں (یعنی خالی ذکر قلبی اور خالی ذکر لسانی) میں کون افضل ہے سو یہ ایک مستقل بحث ہے اور

ظاہر روایات کا یہ ہے خالی ذکر قلبی خالی ذکر لسانی سے افضل ہے۔

ذکر فی النفس کی تفسیر اور اس کی تمثیلات میں صوفیائے کرام کا عذر

حدیث حق تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے اپنے جی میں میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ اپنے جی میں الحدیث۔ (بخاری و مسلم) اور پوری حدیث یہ ہے کہ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے جماعت میں۔ میں اس کا ذکر کرتا ہوں ایسی جماعت میں کہ اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے (یعنی ملائکہ و ارواح طیبہ) اور جب وہ مجھ سے ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ نزدیک ہوتا ہوں اور جب وہ مجھ سے ایک ہاتھ نزدیک ہوتا ہے تو میں اس سے ایک باع (یعنی دونوں ہاتھ کی کشادگی اور پھیلاؤ کی قدر) نزدیک ہوتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

فائدہ ذکر فی النفس کو ذکر فی الجماعۃ کے مقابلے میں لانا اس پر دال ہے کہ مراد ذکر فی النفس سے وہ ذکر ہے جس پر جماعت مطلع نہ ہو خواہ بالقلب ہو خواہ باللسان ہو پس ذکر فی النفس کی تفسیر صرف ذکر بالقلب کے ساتھ کرنا (جیسا بعض نے یہ تفسیر کر کے اس سے ذکر قلبی کی افضلیت علی الاطلاق ثابت کی ہے) بلا دلیل ہے اور نیز اس میں صوفیہ کرام کا عذر ہے اس باب میں کہ وہ ذات و صفات کی تمثیلات لایا کرتے ہیں جیسا اس حدیث میں تقربت واتیت کے جملوں میں قرب معنوی (الٰہی) کو قرب حسی کے ساتھ تمثیل دی ہے (باعا و ذراعا و ہرولۃ کے قیود میں)۔

حقیقت قبر

حدیث قبر یا ایک گڑھا ہے دوزخ کے گڑھوں میں سے یا ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔ (ترمذی)

حدیث مومنین کی ارواح سبز پرندوں کے قالبوں میں عرش کے نیچے معلق رہتی ہیں۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے کعب بن مالک کی حدیث سے کہ مومنین کی ارواح سبز پرندوں میں جنت کے درختوں سے معلق رہتی ہیں اور نسائی نے اس لفظ سے روایت کیا ہے کہ مومن کا نسمہ (یعنی جان گویا) ایک طائر ہے (ترمذی)

فائدہ مجموعہ حدیثین اس پر دلیل ہے کہ لفظ قبر جو نصوص میں وارد ہے اس کی تفسیر عالم برزخ ہے نہ یہ خاص گڑھا۔ چنانچہ مومن قبر میں ہے پھر (اسی حالت میں) وہ عرش سے معلق ہے حالانکہ عرش عین حفرہ نہیں (اور اس تفسیر سے بہت سے اشکالات متعلقہ قبر رفع ہو جائیں گے)۔

بیان تفویض دعا

حدیث ابوہریرہؓ کی حدیث کہ بندہ سب سے زیادہ جو اپنے رب سے قریب ہوتا ہے اس حالت میں جب وہ سجدہ میں ہو سو (اس میں) کثرت سے دعا کیا کرو ۔ (مسلم)

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا ذکر کو عام ہے کیونکہ سجدہ میں جس کی کثرت مطلوب ہے وہ تسبیح ہے جو کہ ذکر ہے اور دعا کثرت سے (سجدہ میں) مطلوب نہیں جیسا کہ اس حدیث کا ظاہر ہے (اور یہ قواعد شرع سے ظاہر ہے پس (صاف) معلوم ہوا کہ تسبیح کو دعا فرمادیا گیا اس سے ثابت ہوا کہ اہل تفویض (جو کہ دعا نہیں کرتے وہ) بھی اہل دعا ہیں (کیونکہ اہل ذکر تو یقیناً ہیں پس ان پر ترک دعا کا یا حرمان عن برکات الدعا کا شبہ غلط ہے)۔

مجاہدہ اضطراریہ اور اہل اللہ کے بعض شکوؤں کی حکمت

حدیث جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو کسی تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں تاکہ اس کے عجز و زاری کو سنیں۔ ابومنصور دیلمی نے۔ مسند الفردوس میں حضرت انس کی حدیث سے اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو اس پر بلا کی بارش کرتے ہیں اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں اس کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے کیونکہ میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں اور طبرانی کے نزدیک ابوامامہ کی حدیث سے یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں میرے بندہ کی طرف جاؤ اور اس پر بلا خوب برساؤ اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں اور ان دونوں روایتوں کی سند ضعیف ہے۔

فائدہ یہ مجاہدہ اضطراریہ (کہلاتا) ہے اور اس میں اس شکایت کی حکمت بھی مذکور ہے جو بزرگوں سے منقول ہے۔ یعنی حضرات مقبولین جو ظاہراً کبھی اظہار تکلیف کا کر دیتے ہیں گو صورتاً شکایت ہے مگر معنی اظہار تضرع ہے یہ سمجھ کر کہ حق تعالیٰ کو یہ محبوب ہے۔

عدم تحقیر عاصی باحتمال توبہ

حدیث اصرار کرنے والا نہیں ہے جس شخص نے استغفار کر لیا اگرچہ دن بھر میں ستر مرتبہ (معصیت کی طرف) عود کرے۔

فائدہ اس حدیث میں استغفار کی فضیلت ہے اور یہ بھی ہے کہ کسی عاصی کو جو کہ توبہ کر چکا ہو یا اس کے توبہ کر لینے کا احتمال ہو حقیر نہ سمجھنا چاہئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تائب ذم اصرار سے بری ہے اور ہر عاصی میں احتمال تائب ہونے کا ہے اور مدار ذم کا اصرار ہی تھا پھر کیا حق رہا لوم واستحقار کا اسی لئے اہل اللہ کسی کو حقیر نہیں سمجھتے۔

اعتدال در مجاہدہ

حدیث شب کی مشقت مت جھیلو روایت کیا اس کو ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث انس سے سند ضعیف کے ساتھ اور جامع سفیان میں ابن مسعود پر موقوف کر کے اس طرح ہے کہ اس شب پر غالب آنے کا اہتمام مت کرو (یعنی اس فکر میں مت پڑو کہ ہم تمام شب بیداری میں گزاریں اور نیند سے مغلوب ہو کر کسی حصہ میں نہ سویں)

حدیث عمل میں اتنا ہی بار اٹھاؤ جس قدر کہ طاقت رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ (جزا دینے سے) نہیں اکتاتے یہاں تک کہ تم ہی (عمل کرنے سے) اکتا جاؤ گے۔ (بخاری ومسلم)

حدیث سب سے اچھا دین (کا کام) وہ ہے جو آسان ہو۔ (احمد) (مطلب یہ کہ قصداً ایسی مشقت میں مت پڑو جو مطلوب نہ ہو)

حدیث کوئی ایسا شخص نہیں جو (اعمال میں) شدت کر کے دین پر غالب ہونا چاہئے (یعنی) اس کی کوشش کرے کہ دین کا کوئی عمل کسی درجہ کا مجھ سے فوت نہ ہونے پائے) مگر دین ہی اس پر غالب رہے گا (یعنی وہ اس طرح دین پر محیط نہ ہو سکے گا) پس طریق اعتدال پر چلو جو (کہ افراط وتفریط کے درمیان ہو) اور اگر اعتدال حقیقی سے عاجز ہو تو اس سے قریب قریب رہو (کذا فی حاشیہ البخاری عن ط)۔

فائدہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اعتدال کا قصد ہی نہ کرو بلکہ بعد قصد اعتدال کے اگر ناکامی ہو تو اس کے قرب ہی کو نعمت سمجھو اور کوتاہی سے استغفار کرتے رہو۔ (بخاری)

فائدہ متعلقہ باحادیث چہارگانہ یہ سب حدیثیں اس پر دال ہیں کہ عمل میں سہل کو اختیار کرے (مطلق مشقت کی نفی مراد نہیں بلکہ وہ مشقت جو قابل برداشت نہ ہو) اور حکمت اس اختیار ایسر) میں چند ہیں نمبر۱ خدا تعالیٰ کی رحمت سے قریب ہونا (کیونکہ اصل منشاء یسر کا رحمت ہے اور جہاں صورت عسر مشروع ہے معنی وہ بھی یسر ہے) نمبر۲-خدا تعالیٰ کی نعمت (تیسیر کا مشاہدہ نمبر۳ دوام کی توفیق ہونا (جو کہ عمل شاق میں کم متوقع ہے۔

ترک دوام پر نکیر

حدیث سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو اعمال میں وہ ہے جس پر دوام کیا اگرچہ یہ (عمل) قلیل ہی۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ اس حدیث میں ایک لطیف نکیر ہے ترک دوام پر۔ (اس طرح سے کہ اس کی تحصیل کے لئے قلت عمل کو گوارا فرمالیا تو عدم دوام کے ساتھ عمل کثیر کو بھی پسند نہیں کیا گیا تو ترک دوام ایسا ناپسند ہے کہ اس کا تدارک کثرت عمل سے بھی نہیں ہو سکا)۔

ہزاری روزہ کی اصل

حدیث ابو ہریرہ کی حدیث جو شخص رجب کی ستائیسویں کا روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ساٹھ مہینے کے روزوں کا ثواب لکھیں گے۔ اور وہ وہ دن ہے جس میں جبریل علیہ السلام محمد ﷺ پر نازل ہوئے (کوئی خاص ہبوط مراد ہے مثلاً معراج کے لئے) روایت کیا اس کو ابو موسیٰ مدینی نے کتاب فضائل اللیالی والایام میں شہر بن حوشب کی روایت سے وہ ابو ہریرہؓ سے۔

فائدہ اگر یہ مہینے آدھے تیس کے لئے جائیں اور آدھے انتیس کے تو ان روزوں کی تعداد سات سو ستر ہوتی ہے اور عجب نہیں کہ یہ اصل ہو اس کی جو عام لوگوں میں اور عام عابدین میں مشہور ہے کہ یہ روزہ ہزار روزہ کے برابر ہے اور اس کا لقب ہزاری روزہ رکھتے ہیں اور شاید انہوں نے کسر کو سہولت کے لئے حذف کر دیا ہو اور میں نے جو اپنے بعض رسائل میں اس کی نفی کی ہے تو وہ اس اثر پر مطلع ہونے کے قبل ہے بشرطیکہ یہ اثر سند کی رو سے ثابت ہو اور مجھ کو سند کا علم نہیں۔

رمضان کی عبادت کا تمام سال پر اثر

حدیث انسؓ کی حدیث جب جمعہ کا دن (معاصی سے) محفوظ رہے (ہفتہ کے) تمام ایام محفوظ رہتے ہیں اور جب رمضان کا مہینہ محفوظ رہے تو تمام سال محفوظ رہتا ہے۔ باب صلوٰۃ کے باب خامس ذکر یوم جمعہ میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

فائدہ اس حدیث میں دلیل ہے اس قول کی جس کو بعض اہل طریق نے فرمایا ہے کہ رمضان کی عبادت کو پورے سال کی عبادت وتقویٰ میں دخل ہے (یعنی اگر رمضان میں کوشش کر کے عبادت کرے تو سال بھر تک عبادت سہل ہو جاتی ہے۔

عادات

کتاب آداب الاکل

توجیہ کلام مجازی

حدیث اللہ تعالیٰ بندہ سے قیامت کے روز فرمائیں گے اے ابن آدم میں بھوکا ہوا تو نے مجھ کو کھانا نہیں دیا۔ اس حدیث کو مسلم نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھ کو کھانا نہیں دیا۔

فائدہ اس حدیث میں جواب ہے اس اعتراض کا جو صوفیہ کے اس کلام پر کیا جاتا ہے جس میں اس قسم کے مجازات وارد ہیں۔

اختیار جانب سہل

حدیث رسول اللہ ﷺ کو جب کبھی دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا آپ نے سہل چیز کو اختیار فرمایا روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے اور اس میں یہ زیادت بھی ہے کہ بشرطیکہ وہ سہل چیز گناہ نہ ہو اور اس زیادت کو مسلم نے بعض طرق میں ذکر نہیں کیا۔

فائدہ اس میں وہ معمول مذکور ہے جس پر محققین قائم ہیں یعنی بلاضرورت مشقتوں میں نہ پڑنا کیونکہ یہ دو چیزیں وہ دو طریق ہیں جو مقصود تک پہنچانے میں برابر ہیں (اور طریق غیر مقصود ہے) اور غیر مقصود میں مشقت کرنا کچھ بھی مفید نہیں اور اس فائدہ کو مکرر دیکھ لو جو باب سابق کے ختم کے قریب چار حدیثوں کے متعلق گزر چکا ہے (اس میں بھی اس کے متعلق مضمون ہے)

ریاء کی مذمت

حدیث ابوداؤد نے ابن عباسؓ کی حدیث سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں کے طعام (قبول کرنے) سے منع فرمایا ہے جو ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتے ہوں۔

فائدہ اس میں ریا وتفاخر کی جو مذمت ہے ظاہر ہے۔

کتاب آداب النکاح

توجیہ کلام مجازی

حدیث حق تعالیٰ فرماتے ہیں مجھ کو کسی چیز میں ایسا تردد نہیں ہوتا جیسا اپنے مسلمان بندہ کی روح قبض کرنے میں تردد ہوتا ہے (کیونکہ) اس کو موت ناگوار ہے (سو اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ اس کو موت نہ دوں) اور بہت سی حکمتوں سے) موت بھی اس کیلئے ضروری ہے (اس کا مقتضا یہ ہے کہ اس کو موت دوں یہ سبب ہو جاتا ہے تردد کا) (بخاری)۔

فائدہ اس سے بھی وہی امر مستفاد ہوتا ہے جو اس کتاب آداب الاکل کی سب سے پہلی حدیث میں ہے (کیونکہ) توقف کو تردد سے تعبیر فرمایا گیا)۔

احوال کا غیر مقصود ہونا

حدیث ہر عمل کرنے والے کو (ابتداء میں) ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش کو (اخیر میں) سکون ہو جاتا ہے سو جس کا سکون میری سنت پر مبنی ہو وہ ہدایت پر رہا۔ (احمد۔ ترمذی)

فائدہ اس میں اس پر دلالت ہے کہ (ایسے) احوال (جوش وخروش جو) نفسانی ہیں ہمیشہ نہیں رہا کرتے اور اصل مقصود عمل بالسنۃ ہے نہ کہ ایسے کیفیات واحوال اور اہل طریق نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

مجاہدہ اضطراریہ

حدیث جب بندہ کے گناہ کثرت سے ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی فکر میں مبتلا کر دیتے ہیں تاکہ ان گناہوں کا کفارہ کر دیں روایت کیا اس کو احمد نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے مگر اس میں (ہم کی جگہ) بالحزن ہے (یعنی غم میں مبتلا کر دیتے ہیں) اس میں لیث بن ابی سلیم ہے جو مختلف فیہ ہے۔

فائدہ اس میں وہ مضمون ہے جس کی اہل طریق تصریح کرتے ہیں یعنی حزن کے منافع اور یہ مجاہدات اضطراریہ سے ہے۔

محض محبت کی خاطر ہدیہ دینا

حدیث آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو باہم محبت بڑھ جائے گی۔ (بخاری)

فائدہ: اس میں اس عادت پر دلالت ہے جس پر اہل طریق عامل ہیں یعنی ہدیہ دینے کا اہتمام خالص محبت کے سبب جو کہ دوسرے لوگوں میں نہیں پایا جاتا کیونکہ دوسروں کے ہدیہ میں کچھ نہ کچھ غرض ہوتی ہے۔

کتاب آداب الکسب والمعاش

کسب میں اعتدال کے ساتھ توکل

حدیث آپ نے پرندوں کا ذکر (اس طرح) فرمایا کہ (اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر پورا توکل کرو تو تم کو پرندوں کی طرح رزق دیں جو صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی)

فائدہ اس میں صراحتہً توکل کی تعلیم ہے اور اشارۃً سعی فی کسب المعاش میں اعتدال کی ترغیب ہے کیونکہ (پرندوں کی یہ آمد و رفت صبح و شام کی یہ بھی سعی ہے (طلب معاش میں)

نرمی

حدیث اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحمت فرمائے جو بیع میں نرم ہو خریدنے میں نرم ہو دوسرے کا حق دینے میں نرم ہو اپنا حق لینے میں نرم ہو۔ (بخاری)

فائدہ اس میں نرمی کی اور معاملہ میں سہولت کی جو تعلیم ہے ظاہر ہے باستثناء اس موقع کے جہاں سختی کا حکم ہے۔

کتاب الحلال والحرام

اصل چلہ

حدیث ابو نعیم نے حلیہ میں ابو ایوب کی حدیث سے یہ روایت کی ہے کہ جو شخص چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص اختیار کرے حکمت (وعلم) کے چشمے اس کے قلب سے اس کی زبان پر ظاہر ہونے لگتے ہیں اور ابن عدی کے پاس اس کے قریب قریب ہے ابو موسیٰ کی حدیث سے اور انہوں نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔

فائدہ اس حدیث میں اصل ہے چلہ کی (کیونکہ اس کا حاصل بھی چالیس روز تک اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنا ہے) اور برکات ہیں چلہ کے اور اثبات ہے علم لدنی کا کیونکہ جس علم کا اس میں ذکر ہے بلا واسطہ کسب وہ ثمرہ عمل واخلاص کا ہے)

معیار تقویٰ

حدیث جو چیز تم کو کھٹکے اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جو تم کو کھٹکے نہیں۔ (نسائی-ترمذی)

فائدہ اس حدیث میں تقویٰ کا معیار عظیم ہے (جو شخص کھٹک کی چیز کو چھوڑ دے گا وہ کبھی حرام میں واقع ہو ہی نہیں سکتا)۔

دعوت قبول کرنے کو کسی شرط مباح سے مشروط کرنا

حدیث ایک فارس کے رہنے والے شخص نے حضور ﷺ کی دعوت کی آپ نے فرمایا میں اور عائشہ دونوں چلیں گے آخر حدیث تک اس کو مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا اور پوری حدیث یہ ہے کہ اس فارسی نے کہا کہ نہیں (یعنی حضرت عائشہ نہیں) آپ نے فرمایا کہ نہیں (یعنی میں بھی نہیں جاتا) پھر بعد میں اس نے آپ کی شرط کو منظور کر لیا پس آپ اور حضرت عائشہ دونوں آگے پیچھے ہوتے ہوئے چلے اس نے دونوں کے روبرو چربی پیش کی۔

فائدہ اس میں اس پر دلالت ہے کہ اگر دعوت کی منظوری کو کسی جائز شرط سے مشروط کر لے تو یہ امر نہ حق مسلم کے منافی ہے اور نہ حسن اخلاق کے (جیسا آپ نے یہ شرط لگائی کہ اگر حضرت عائشہ کی بھی دعوت کرو تو میں بھی منظور کرتا ہوں اور اس کا منظور نہ کرنا شائد اس وجہ سے ہو کہ کھانا ایک ہی کو کافی ہوگا اس نے چاہا ہو کہ حضور شکم سیر ہو کر کھالیں پھر آخر آ منظور کر لینا اس خیال سے ہو کہ آپ کی تطییب قلب آپ کے شبع سے اہم ہے اور اس وقت تک حجاب نازل نہ ہوا ہوگا)

کتاب آداب الالفة

حدیث اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ (مسلم)

فائدہ اس میں انسان کے مظہر حق ہونے کا مسئلہ مذکور ہے کیونکہ صورۃ حقیقتاً ظہور ہی ہے۔

حدیث آدمی اپنے دوست کے طریق پر ہوتا ہے۔ (ترمذی) اور پوری حدیث یہ ہے کہ اچھی طرح دیکھ لینا چاہئے کس سے دلی دوستی کرتا ہے۔

فائدہ اس میں بلیغ احتیاط کی تعلیم ہے پیر بنانے میں جو سب

دوستوں میں اعظم ہے اور دوستی کے تعلق میں سب سے ادوم ہے۔

طریقہ نصیحت

حدیث مومن آئینہ ہے دوسرے مومن کا (وجہ تشبیہ عنقریب آتی ہے) (ابوداؤد)

فائدہ اس میں تعلیم ہے ایسے شخص کو نصیحت کرنے کے طریقہ کی جس میں کوئی عیب دیکھے وہ طریقہ یہ ہے کہ خود اس پر تو ظاہر کردے اور دوسرے پر ظاہر نہ کرے جیسی آئینہ کی شان ہوتی ہے (کہ جب سامنے رکھو تمہارا عیب تم کو تو دکھلا دے گا مگر دوسروں سے کہتا نہ پھرے گا اور تم پر بھی اظہار ایسے طور پر نہ کرے گا جس سے تمہاری دل آزاری ہو)۔

شیخ سے معاملات جبکہ اس سے لغزش صادر ہو

حدیث بچو عالم کی لغزش سے (یعنی اس لغزش میں اس کا اتباع مت کرو) اور اس سے (اس لغزش کے سبب قطع تعلق مت کرو اور اس کے رجوع (الی الصواب) کے منتظر رہو (انتظار کی غایت یہ ہے کہ اگر وہ رجوع نہ کرے اور اسی غلطی پر اصرار رکھے تو قطع تعلق کردو) (بغوی)

فائدہ اس حدیث کے عموم میں (شیخ کے) یہ معاملات بھی آ گئے نمبر۱ شیخ سے اگر کوئی لغزش ہو جائے اس سے قطع تعلق کرنے میں جلدی نہ کرے نمبر۲ اس کے ساتھ ہی اس فعل میں اس کا اتباع بھی نہ کرے (غرض نہ عقیدت میں غلو کرے کہ فی الفور اس سے قطع کردے) نمبر۳ اس میں اس سے قطع تعلق کا بھی مشورہ دیا گیا ہے جبکہ وہ اس امر غیر مشروع پر اصرار کرے۔

نہی از غلو

حدیث دوستی کر اپنے دوست سے اعتدال کے ساتھ۔ ممکن ہے کہ وہ کسی دن تیرا دشمن ہو جائے۔ (ترمذی) اور پوری حدیث یہ ہے کہ دشمنی کر اپنے دشمن سے اعتدال کے ساتھ ممکن ہے کہ وہ کسی دن تیرا دوست ہو جائے۔

فائدہ اس حدیث میں نہی ہے معاملات میں غلو کرنے سے (اور اہل طریق میں اس کی تعلیم کا خاص اہتمام ہے)

حدیث جس میں حضور ﷺ کے ایک پیرزن کے بزرگ داشت فرمانے کا قصہ ہے اور آپ کا یہ ارشاد کہ یہ ہمارے پاس حضرت خدیجہ کے زمانہ میں آتی تھی اور خوبی کے ساتھ نباہ کرنا ایمان کی بات ہے (اس لئے میں اس کی خاطرداری کرتا ہوں) (حاکم)

فائدہ اس میں رعایت ہے حقوق واجبہ ومناسبہ کی۔

اصل عظیم حسن اخلاق

حدیث مسلمان (کامل) وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں (یعنی کسی کو ناحق ایذا نہ پہنچے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ اس میں حسن اخلاق کا بڑا قاعدہ مذکور ہے جس پر ہزاروں احکام متفرع ہوتے ہیں (اگر اس کا استحضار رکھا جائے کہ ہم سے کسی کو اذیت نہ پہنچے تو وہ حسن اخلاق کے ہزاروں شعبوں کو علماً وعملاً محیط ہو جائے گا)

اعزاز معززین ہر قوم

حدیث جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تم اس کا اکرام کرو اور اس کے اول میں ایک قصہ ہے جریر ابن عبداللہ کے آنے کے متعلق (حاکم)

فائدہ یہ حدیث اپنے عموم میں دلالت کرتی ہے ہر رئیس کی مداراۃ کے مندوب ہونے پر گو وہ کافر ہو اس لئے کہ اس میں مصلحت ہے خواہ خیر پر اس کی تالیف قلب یا شر سے بچاؤ لیکن محض طمع (دینوی) کی غرض سے نہ ہو (کہ وہ جائز نہیں)۔

وضع تہمت میں احتیاط اور اسکی حقیقت

حدیث مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ وہ (یعنی شیطان) تمہارے قلب میں کوئی بری بات ڈال دے اور (اس لئے) آپ نے (ان دونوں صحابی سے) فرمایا تھا کہ ذرا تھم جاؤ (پھر فرمایا کہ) یہ بی بی (جو میرے پاس بیٹھی تھیں) صفیہ تھیں (کوئی اجنبیہ نہ تھیں) (بخاری ومسلم) (خلاصہ واقعہ یہ ہے کہ آپ مسجد میں معتکف تھے حضرت صفیہ آپ کی بی بی آپ کی زیارت کو حاضر ہوئیں جب لوٹنے لگیں تو سامنے سے دو شخص آتے ہوئے نظر پڑے آپ نے پردہ کی وجہ سے ان دونوں سے فرمایا تھم جاؤ یعنی یہاں پردہ ہے کبھی سامنا نہ ہو جائے جب حضرت صفیہ چلی گئیں ان دونوں کو آنے کی اجازت ہوگئی اس وقت آپ نے فرمایا کہ یہ صفیہ تھیں۔ انہوں نے عرض کیا توبہ توبہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ پر کوئی شبہ ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا انی خشیت الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان کا وسوسہ ڈال دینا بعید نہیں خواہ اس وسوسہ پر تم کاربند نہ ہوتے اس لئے میں نے اس کا انسداد کر دیا ہے۔

فائدہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ ایسے شبہات

کے مواقع سے بچنا چاہئے اور یہ موقع وہ امور ہیں جن کی ظاہری صورت بعض منکرات کی سی ہو (جیسے منکوحہ کے پاس بیٹھنا اور اجنبیہ کے پاس بیٹھنا دونوں صورت میں مشابہ ہیں ایسے مواقع پر احتیاط یا مدافعت ضروری ہے) باقی جو امور ایسے نہ ہو (گو عوام اس میں بدنام کرتے ہوں جیسے اظہار حق میں بدنام کرنا) ان کی فکر میں پڑنا (اور عوام کے شبہات کو دور کرنے کے اہتمام میں لگنا) یہ خوف ہے ملامت سے جس کے ترک پر مدح کی گئی ہے (قال تعالیٰ لا یخافون لومة لائم ایسا خوف محمود نہیں)

تطییب خاطر اور اس کی شرط

حدیث اللہ تعالیٰ کے نزدیک (من وجہ) سب اعمال سے زیادہ پیارا عمل سرور کا داخل کرنا ہے مومن پر۔ (طبرانی)

فائدہ یہ معمول صوفیہ کا مثل طبعی کے ہے اور (قواعد شرعیہ سے) اس کی ایک شرط ہے وہ یہ کہ اس سرور کے داخل کرنے سے خود شرور (ومعاصی) میں دخل نہ ہو جائے جیسا ان لوگوں کا طریقہ ہے جنہوں نے اپنے مشرب کا لقب صلح کل رکھا ہے (کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر تک نہیں کرتے کہ کسی کا جی برا نہ ہو کیا ان کو قرآن پاک میں یہ حکم نظر نہیں آیا۔ ولا تاخذ کم بھما رافة فی دین اللہ)

معاملات کا عبادات پر مقدم ہونا

حدیث (حضور علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ) فلانی عورت دن کو روزہ رکھتی ہے اور رات کو بیدار رہتی ہے مگر اپنے ہمسایوں کو تکلیف بھی دیتی ہے آپ نے فرمایا وہ دوزخ میں جائے گی۔ (احمد۔حاکم)

فائدہ اس میں اس کی شناعت ہے کہ لوگوں کو ناحق ایذا دی جائے اور اس میں معاملات کا عبادت پر مقدم ہونا بھی مذکور ہے (یہ باب کس درجہ متروک ہوگیا ہے عملاً بھی تعلیماً بھی)

کتاب آداب العزلة

اصل تدوین حالات بزرگان

حدیث بزرگوں کے ذکر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے حدیث مرفوع میں اس کی کچھ اصل نہیں صرف سفیان بن عیینہ کا قول ہے۔ اسی طرح ابن الجوزی نے صفوة الصفوة کے مقدمہ میں روایت کیا ہے۔

فائدہ یہ اصل ہے بزرگوں کے حکایات جمع کرنے کی اور تبع تابعی کا قول ایسے امر میں حجت ہے۔

توسط درعمل

حدیث اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتے تم ہی اکتا جاؤ گے یہ حدیث پہلے آچکی ہے۔ میں کہتا ہوں میں نے وہ موقع تلاش نہیں کیا بلکہ مشکوٰۃ سے شیخین کی روایت حضرت عائشہؓ سے نقل کردی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اعمال میں سے اتنا ہی اختیار کرو جس کا تحمل کرسکو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتے تم ہی اکتا جاؤ گے۔

فائدہ اس میں ترغیب ہے عمل میں توسط اختیار کرنے پر تاکہ مداومت ممکن ہو (کہ مداومت زیادہ مطلوب ہے بہ نسبت کثرت کے۔

پنجشنبہ وشنبہ کے دن سفر

حدیث کعب بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بجز جمعرات وشنبہ کے اور دنوں میں بہت کم سفر میں تشریف لے جاتے بزار نے صرف یوم الخمیس پر اکتفا کر کے اور خرائطی نے صرف یوم السبت پر اکتفا کر کے اس کو روایت کیا ہے اور دونوں ضعیف الحدیث ہیں۔

فائدہ یہ اصل ہے اس کی جو اکثر بزرگوں کا معمول ہے کہ ان دونوں دنوں میں سفر شروع کرتے ہیں۔ مگر خمیس زیادہ ثابت ہے چونکہ صحاح میں آیا ہے (بخاری میں اس حدیث کعب میں خمیس آیا ہے۔

کتاب السماع

صاحب وجد کا معذور ہونا

حدیث ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک نوجوان بنی اسرائیل میں ایک پہاڑ پر تھا اس نے اپنی ماں سے (کہ وہ بھی وہاں ہی تھی) پوچھا کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا (یہ نہیں کہ وہ جانتا نہ تھا بلکہ اپنے محبوب کا نام سننے کے لئے پوچھا کہ سننے میں اور ہی لطف ہے) اس نے کہا کہ اللہ نے پیدا کیا اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر اس نے اپنے کو پہاڑ سے گرا دیا اور پاش پاش ہوگیا۔ (ابن حبان)۔

فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ صاحب وجد معذور ہوتا ہے اگرچہ غلبہ میں اپنے کو ہلاک بھی کرڈالے اس پر اعتراض نہ کرنا چاہئے۔

قطع اسباب تشویش

حدیث جس میں وہ قصہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر ابوجہم کا کپڑا اس لئے اتار دیا کہ اس میں پھول بوٹے تھے جس نے آپ کے قلب کو مشغول کر دیا (یعنی مشغولی کے قریب کر دیا جیسا آگے آتا ہے) یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو اصحاب ستہ نے جن میں بجائے ابن ماجہ کے امام مالک ہیں) بجز ترمذی کے روایت کیا ہے جیسا کہ تیسیر میں ہے اور اسی لئے کتاب الصلوٰۃ میں اس کا موقع میں نے تلاش نہیں کیا اور مالک اور ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ میری نظر نماز میں اس کی طرف جاتی تھی مجھ کو اندیشہ ہوا کہ مجھ کو مشغول نہ کر دے (گو اس کی نوبت نہیں آئی)۔

فائدہ اس میں قلب کو اسباب تشویش سے محفوظ رکھنے کا مضمون ہے۔

فراست کی اصل اور اس کا حکم

حدیث مومن کی فراست سے ڈرو (ڈرنا یہ کہ

ے پیش اہل دل نگہدارید دل تانبا شید از گمان بد خجل

کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ (ترمذی)

فائدہ اس حدیث میں اصل ہے فراست کی اور وہ ایک قسم کا کشف ہے اور جماعت صوفیہ میں کوئی شاذ و نادر ہوگا جس کو اس میں سے کچھ نہ کچھ حصہ نہ دیا گیا ہو اور وہ بھی مثل کشف کے حجت شرعیہ نہیں (گو غلط کم ہوتا ہے جیسے ایک شخص کبھی جھوٹ نہ بولتا ہو مگر شہادت تنہا اس کی حجت نہیں)

رقص وجد و تواجد کی اصل

حدیث حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ نے حضرت حمزہؓ کی لڑکی میں (کہ کون پرورش کرے) باہم اختلاف کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے (سب کی اس طرح تسلی فرمائی کہ) حضرت علیؓ سے (تو یہ فرمایا کہ) تم میرے اور میں تمہارا وہ (ایک خاص ہیئت پر) رقص کرنے لگے اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا تم میری صورت اور سیرت میں مشابہ ہو وہ بھی رقص کرنے لگے اور حضرت زید سے فرمایا تم ہمارے بھائی اور دوست ہو وہ بھی رقص کرنے لگے۔ (ابوداؤد)

حدیث بخاری کے پاس بھی ہے اس میں حجل نہیں ہے اور احیاء میں ہے کہ حجل رقص کو کہتے ہیں اور یہ فرح یا شوق سے ہوتا ہے میں کہتا ہوں مجھ کو یہ حدیث نہ سنن ابوداؤد میں ملی اور نہ ان کی مراسیل میں البتہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے باب عمرۃ القضا میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی حدیث میں امام احمد کے نزدیک اور اسی طرح مرسل امام باقر میں ہے کہ حضرت جعفر کھڑے ہوئے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے گرد رقص کیا اور چکر لگایا (جیسے کوئی قربان ہوتا ہو) نبی ﷺ نے فرمایا یہ کیا بات ہے انہوں نے عرض کیا کہ یہ ایک شے ہے جو میں نے حبشیوں کو اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے دیکھا ہے اور ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ نجاشی (شاہ حبشہ) جب اپنے تابعین میں کسی سے خوش ہوتا تو وہ شخص اٹھ کر نجاشی کے گرد گھومتا ہوا رقص کرتا اور حجل بفتح حاؤ کسر جیم کے معنی ہیں کہ ایک پانوں پر کھڑا ہوا اور وہ ایک خاص ہیئت پر رقص ہے اور حضرت علیؓ کی حدیث مذکور میں یہ بھی ہے کہ تینوں نے ایسا ہی کیا۔ اھ اور قاموس میں حجل کے معنی ہیں ایک پاؤں اٹھالیا اور رفتار میں آہستگی کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ اچھلا (تو حاصل اس رقص کی ہیئت مخصوصہ کا یہ ہوا کہ ایک پاؤں اٹھالے اور ایک پاؤں سے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے اچھلتے ہوئے چکر کاٹتے ہوئے۔

فائدہ اس حدیث میں اصل ہے اہل وجد کے رقص کی جو فرح یا شوق (کے غلبہ) سے ہوتا ہے اگرچہ (وہ غلبہ) بے اختیاری سے نہ ہو (اس کو تواجد کہتے ہیں) کیونکہ ہیئت مذکورہ حدیث اختیار سے تھی) بشرطیکہ کسی غرض فاسد ریا وغیرہ سے نہ ہو۔

مباحات میں لوگوں کی موافقت

حدیث حاکم نے ابوذرؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان ہی کے اخلاق (وعادات) کے موافق برتاؤ کرو۔ (حاکم)

فائدہ اس میں اس کی تعلیم ہے کہ معاشرات مباحہ میں اپنے رفیقوں کے مذاق کی رعایت رکھنا چاہئے تاکہ ایک کو دوسرے سے وحشت نہ ہو۔

قواعد سے حدیث کا محل اور اس کی حکمت بھی متعین ہے اس میں موافقت صاحب وجد فی القیام بھی داخل ہوگئی لیکن قیام مولد کو اس میں داخل نہ کیا جائے وہاں غلبہ حال ہی نہیں اس لئے وجد نہیں اور التزام اعتقادی و عملی سے مباح کی قید بھی

نہیں نیز اعتقاد قربت کے سبب معاشرات کی بھی قید نہیں جب قیود منتفی ہیں مقید بھی منتفی ہے اور حکم مخصوص تھا مقید کے ساتھ۔ پس حکم بھی منتفی ہو او اللہ یھدی الی الحق۔

مہلکات

کتاب عجائب القلب عداوت نفس

حدیث تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیری بغل میں موجود ہے (بیہقی)

فائدہ میں کہتا ہوں یہ مضمون قرآن میں ہے کہ نفس بری بات کی بہت فرمائش کرنے والا ہے کیونکہ بری بات کی فرمائش کرنا بڑے دشمن ہی کا کام ہے اور اسی طرح حدیث میں بھی ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ بڑا مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے اور یہ حدیث کتاب ریاضۃ النفس میں آئے گی کیونکہ جہاد بھی دشمن ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔

جہاد نفس

حدیث ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپس آئے (بیہقی) اور یہ پوری حدیث کتاب ریاضۃ النفس میں ہے وہ یہ کہ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ جہاد اکبر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا نفس کے ساتھ جہاد کرنا۔

فائدہ میں کہتا ہوں کہ روح المعانی میں و جاھدوا فی اللہ حق جھادہ کے تحت میں ہے کہ بیہقی نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جماعت غازیوں کی آئی آپ نے فرمایا تم بہت اچھا آتا آئے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے عرض کیا گیا کہ جہاد اکبر کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا بندہ کا مجاہدہ کرنا اپنی ہوائے نفسانی کے ساتھ (اور اس کی اسناد میں ایسا ضعف ہے جو ایسے مضمون میں معاف ہے)

فائدہ ان دونوں حدیثوں کے مضمون کا (کہ مجاہدہ نفس کی ترغیب ہے) مقاصد فن سے ہونا ظاہر ہے۔

دوام انتظار فیوض

حدیث تمہارے ایام عمر میں تمہارے پروردگار کے فیوض (وارد ہوتے) ہیں (شیخین) اور یہ پہلے بھی آچکی ہے اور اس کا تتمہ یہ ہے کہ ہاں سن لو اور ان فیوض کے لئے آمادہ رہو۔

میں کہتا ہوں کہ خدا جانے عراقیؒ نے اس حدیث کو شیخین کی طرف کیسے منسوب کر دیا کیونکہ عزیزی نے اس کو طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے محمد بن مسلمہ سے اسی لفظ کے ساتھ اور اس کے ایک نسخہ میں (فتعرضوا کے بعد) لہ ہے اور ایک نسخہ میں لکھا ہے (اور اس میں یہ بھی ہے) شاید تم کو ان (فیوض) میں سے کوئی فیض پہنچ جائے جس کے بعد پھر کبھی تم شقی نہ ہو۔ شیخ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس میں نفحات کے معنی میں یہ کہا ہے یعنی ایسی تجلیات جو (خدا تعالیٰ کا) مقرب بنا دیں اپنے بندوں میں جس کو چاہیں پہنچا دیں۔

فائدہ اس حدیث میں دوام مراقبہ (مذکور) ہے اور اس مضمون میں کسی نے خوب کہا ہے گویا اس کا ترجمہ ہی ہے۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

شوق و محبت

حدیث اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نیک بندوں کا شوق میرے ملنے کا بہت بڑھ گیا الخ میں نے اس حدیث کی اصل نہیں پائی مگر صاحب فردوس نے اس کو ابو الدرداہ کی حدیث سے روایت کیا اور ان کے بیٹے نے مسند الفردوس میں اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی اور اس کا تتمہ یہ ہے کہ میں ان کے ملنے کا ان سے زیادہ مشتاق ہوں۔

میں کہتا ہوں۔ پس یہ حدیث منجملہ تعلیقات صاحب فردوس کے ہے اور اس کا مضمون صحیح حدیث میں وارد ہے وہ حدیث یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملنا چاہتا ہے کیونکہ شوق آثار محبت میں سے ایک اثر ہے۔

فائدہ اس حدیث میں اثبات ہے بندہ کے محب ہونے کا بھی اور محبوب ہونے کا بھی۔

تنبیہات قلب سلیم کا معتبر ہونا

حدیث جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے ساتھ بھلائی چاہتے ہیں تو اس کے لئے اس کے قلب میں سے ایک واعظ مقرر کر دیتے ہیں۔

روایت کیا اس کو ابو منصور نے مسند الفردوس میں ام سلمہ کی حدیث سے اور اس کی اسناد جید ہے۔

فائدہ اس حدیث سے تنبیہات قلب سلیم کا معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

تجلی خاص کے لئے وسعت قلب

حدیث اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھ کو نہ میری زمین سما سکتی ہے اور نہ میرا آسمان اور مجھ کو میرے مومن بندہ کا قلب جس میں نرمی اور اطمینان (کی صفت) ہو سمو لیتا ہے۔

میں نے اس حدیث کی کوئی اصل نہیں دیکھی اور اس کے قبل جو ابو عتبہ کی حدیث طبرانی میں ہے اس میں اس قول کے بعد (و آنیۃ ربکم قلوب عبادہ الصالحین) یہ ہے (واحبہا الیہ الینہا وارقہا) ان دونوں قول کا ترجمہ یہ ہے کہ تمہارے پروردگار کے ظروف اس کے صالح بندوں کے قلوب ہیں اور سب قلوب میں اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ قلوب ہیں جو بہت نرم اور بہت رقیق ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث عتبہ کی جو اس کے قبل وارد ہے اس کی عبارت یہ ہے اور طبرانی میں عتبہ خولانی کی یہ حدیث ہے جس کو وہ نبی ﷺ تک مرفوع کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اہل زمین میں اللہ تعالیٰ کے کچھ ظروف ہیں اور تمہارے پروردگار کے ظروف ان کے صالح بندوں کے قلوب ہیں (اور ظروف کی صفت ہے وسعت تو وسعنی قلب المومن کا مضمون ثابت ہو گیا) اور اس حدیث (کی سند) میں بقیہ بن الولید ہیں اور وہ مدلس ہیں مگر اس حدیث میں انہوں نے تحدیث کی تصریح کی ہے (اس لئے تدلیس مضر نہیں) اور مقاصد حسنہ میں اس وسعت) کے معنی یہ کہے ہیں کہ مومن کا قلب مجھ پر ایمان لانے کو اور میری محبت و معرفت کو سما لیتا ہے (کہ دوسری مخلوق مثل ارض و سما کے اس درجہ کو نہیں سما سکتے) اور کلید مثنوی دفتر سادس میں (اس حدیث کی تحقیق میں) ہے کہ امام احمد نے زہد میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حزقیل کے لئے آسمانوں کو کشادہ فرما دیا یہاں تک کہ انہوں نے عرش پر نظر فرمائی پھر حضرت حزقیل نے عرض کیا کہ آپ کی ذات پاک ہے آپ کی کتنی بڑی شان ہے اے میرے پروردگار تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمان اور زمین سب عاجز ہو گئے اس سے کہ مجھ کو سما لیں اور مجھ کو مومن کے قلب نے جو کہ اطمینان اور نرمی سے موصوف ہے سمو لیا۔

فائدہ اس حدیث میں اصل ہے حضرات صوفیہ کے اس قول کی کہ مومن کا قلب عرش اللہ ہے یعنی محل ہے تجلی اعظم کا جس کو وسع کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

صحت الہام

حدیث اکثر جنتی لوگ بھولے ہوتے ہیں۔ (بزار)

فائدہ اس میں مومن کی بعض شانوں کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مومن کو امور دنیویہ سے دلچسپی نہیں ہوتی اور جس چیز کی طرف التفات نہیں ہوتا ضروری ہے کہ اس میں کثرت سے غلطیاں ہوتی ہیں اور یہ جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ مومن ایک سوراخ میں دو بار نہیں کٹواتا اس کا محمل امور دینیہ ہیں مومن ان امور میں ہوشیار و بیدار ہوتا ہے (بس دونوں میں کچھ تعارض نہیں)۔

حدیث میری امت میں کچھ لوگ محدث و مکلم بھی ہوں گے (یعنی جن کو الہام صحیح ہوتا ہو) روایت کیا اس کو بخاری نے ابو ہریرہؓ کی حدیث کہ پہلی امتوں میں محدث لوگ ہوا کرتے تھے پس اگر میری امت میں کوئی ایسا ہو گا تو عمرؓ ضرور ہیں اور روایت کیا اس کو مسلم نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے۔

فائدہ اس حدیث میں الہام کے صحیح ہونے کا مذکور ہے۔

مذمت غلو در حب خلق

حدیث کسی چیز سے زیادہ محبت کرنا (حقیقت شناسی سے) اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد)

فائدہ اس میں مذمت ہے محبت خلق میں غلو کرنے کی۔

امور غیر مشروعہ کے شبہات میں احتیاط

حدیث تہمت (واشتباہ) کے موقع سے بچو میں نے (ان الفاظ سے) اس کی اصل نہیں پائی میں کہتا ہوں لیکن اس کا مضمون حضرت صفیہ کی حدیث سے ثابت ہے جو کتاب العزلۃ کے ذرا قبل گزری ہے۔

فائدہ اس حدیث میں احتیاط (کا حکم ہے) خلاف شرع کے شبہ پیدا کرنے والے امور سے خصوص مقتدا کے لئے (اور اصل طریق یہی ہے اور کسی اہل طریق سے اس کے خلاف اگر منقول ہے کسی عذر قوی سے ہے جو اپنے محل میں معلوم ہے)

محل تقویٰ

حدیث تقویٰ یہاں ہے اور قلب کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

فائدہ اس میں ظاہر تقویٰ کا بدون باطنی تقویٰ کے غیر

معتد بہ ہونا مذکور ہے۔

کتاب تہذیب نفس

امور طبعیہ اور کمال ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں

حدیث میں بشر ہوں مجھ کو بھی ایسا ہی غصہ آتا ہے جیسا دوسرے بشروں کو آتا ہے۔(مسلم) اور مسلم ہی کے نزدیک ابوہریرہؓ کی حدیث سے یہ ہے کہ محمد ﷺ بشر ہیں ان کو ایسا ہی غصہ آتا ہے جیسا دوسرے بشروں کو آتا ہے۔

فائدہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ امور طبعیہ کمال نبوت کے منافی نہیں ہوتے چہ جائیکہ کمال ولایت کے منافی ہوں (البتہ ان کے غیر مشروع مقتضاء پر عمل کرنا یہ کمال ایمان کے بھی خلاف ہے)۔

مجاہدہ میں اعتدال

حدیث سب امور میں بہتر درجہ اوسط ہے۔(بیہقی)

فائدہ یہ حدیث اپنے عموم سے توسط فی المجاہدہ کو بھی شامل ہے (کہ اس میں مشقت بھی ہو اور تحمل بھی ہو)

کراہت طبعی اور رضا میں انتفاء

حدیث اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رضا کے ساتھ اور اگر تجھ سے نہ ہو سکے تو ناگوار چیز پر صبر کرنے میں بھی خیر کثیر ہے۔(طبرانی)

فائدہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ رضائے کامل میں کراہت طبعی بھی نہیں ہوتی گو الم طبعی ہو ورنہ (اگر کراہت طبعی ہو صرف کراہت عقلی نہ ہو تو) کراہت عقلی تو صبر میں بھی نہیں (تو رضا میں صبر سے فوقیت ہی کیا ہوئی۔ حالانکہ حدیث میں فوقیت منصوص ہے) اور نیز اس حدیث سے تربیت میں استعداد کی رعایت بھی ثابت ہوتی ہے (کہ بعض سے رضا کا مطالبہ کیا گیا بعض سے صبر کا۔

جہاد کفار سے جہاد نفس افضل ہے

حدیث (اصل) مجاہدہ وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے (ترمذی)

فائدہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ جہاد نفس جہاد کفار سے بھی افضل ہے کیونکہ جہاد کفار کا جہاد ہونا خود جہاد نفس پر موقوف ہے (اس لئے کہ اگر جہاد کے حدود ظاہری و باطنی محفوظ نہ ہوں تو وہ جہاد ہی نہیں اور حدود کا محفوظ رکھنا یہ جہاد نفس ہے)۔

کتاب علاج شہوت فرج و بطن

ماکول ومشروب میں توسع اور زہد ایک دوسرے کے منافی نہیں

حدیث ابوسعید خدری کی جو یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کو کھانا نوش فرماتے تو شام کو نہ کھاتے اور جب شام کو نوش فرماتے تو صبح کو نہ کھاتے میں نے (عراقی نے) اس کی کوئی اصل نہیں پائی اور یہ جو حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اپنے کو اسراف سے بچاؤ اور ایک دن میں دو بار کھانا اسراف میں داخل ہے اس کو بیہقی نے شعب میں حضرت عائشہؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے فقط (پس حجت نہیں) میں (یعنی اشرف) کہتا ہوں بلکہ حدیث میں اس کے خلاف پر دلالت ہے اور وہ حدیث وہ ہے جس کو ابوداؤد میں باب صفت نبیذ میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے صبح کے وقت خرما بھگو دیتیں جب شام کا وقت ہوتا اور شام کا کھانا نوش فرماتے تو کھانے پر نبیذ نوش فرما لیتے اگر کچھ بچ جاتا تو میں اس کو گرا دیتی (لفظ میں راوی کو شک ہے مگر دونوں لفظ ہم معنی ہیں) پھر شب کو خرما بھگو دیتیں جب صبح ہوتی تو صبح کا کھانا نوش فرماتے اور کھانے پر نبیذ نوش فرماتے اور حضرت عائشہؓ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم اس مشک کو (جس میں نبیذ تیار ہوتا تھا صبح و شام دھو ڈالتے (تا کہ اس میں پہلے نبیذ کا اثر نہ رہے جس سے نئے نبیذ میں تغیر کا احتمال ہو جائے راوی کہتے ہیں کہ) میرے باپ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ ایک دن میں دو بار (نوش فرماتے) انہوں نے فرمایا ہاں۔

فائدہ اس میں دلالت ہے کھانے پینے کی چیزوں میں اور اوقات میں (ایک ظرف زمان ہے) اور ایک ظرف مکان) توسع کرنا بدون غلو کے یہ زہد کے منافی نہیں اور اکتفا فرمانا (وقت میں یا ماکول میں جو وارد ہے) یہ ضرورت سے تھا (کہ سامان مہیا نہ ہوا) قصداً نہ تھا (جیسا بعض غالین مدعین زہد نے سمجھا ہے)۔

اہل خانہ کے ساتھ خلوت میں گفتگو سے خلل نہیں پڑتا

حدیث رسول اللہ ﷺ بعض اوقات اپنا ہاتھ حضرت

عائشہؓ کی ران پر مارتے تھے اور فرماتے تھے اے عائشہؓ مجھ سے باتیں کر لے میں نے اس حدیث کی کوئی اصل نہیں پائی میں کہتا ہوں لیکن اس کا مضمون حدیث صحیح سے ثابت ہے جس کو مسلم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ پیغمبر ﷺ جب فجر کی دو سنتیں پڑھ چکتے اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے تھے ورنہ لیٹ رہتے تھے۔

فائدہ اس میں اس پر دلالت ہے کہ اہل خانہ کے ساتھ باتیں کرنا مقصود خلوت کے منافی نہیں (وہ مقصود اجتماع خواطر ہے اور تجربہ ہے کہ اہل خانہ سے چونکہ غایت بے تکلفی ہوتی ہے اس سے باتیں کرنے سے قلب مشوش نہیں ہوتا۔ تشویش رعایت سے ہوتی ہے۔

کتاب آفات اللسان

ترک اقوال وافعال عبث

حدیث آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے یہ ہے کہ جو چیز اس کو مفید نہ ہو اس کو چھوڑ دے۔ (ترمذی)

فائدہ تربیت نفس کے لئے یہ حدیث اصل عظیم ہے (جس سے فروع کثیرہ کی حقیقت معلوم ہو کر ان کا لازم الترک ہونا ثابت ہوتا ہے)

ترک جدال

حدیث احمد کے نزدیک ان لفظوں سے ہے کہ بندہ (پورا) مومن نہیں ہوتا جب تک جھوٹ بولنا نہ چھوڑ دے حتیٰ کہ خوش طبعی میں بھی اور جب تک بحث مباحثہ کو نہ چھوڑ دے (فالمراء معطوف علی الکذب) گو سچا ہی ہو۔

فائدہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحث ومباحثہ سے ظلمت پیدا ہوتی ہے کیونکہ ایمان کا کامل نہ ہونا ظلمت ہے اور اسی لئے تم اہل طریقت کو دیکھو گے کہ اس سے سخت نفرت کرتے ہیں۔

میت کی غیبت اشد ہے

حدیث مرے ہوؤں کو برا مت کہو کہ اس سے تم زندوں کو ایذا دو گے۔ (ترمذی)

فائدہ اس میں دلالت ہے اس پر کہ مرے ہوئے کی غیبت کرنا (زندہ کی غیبت کرنے سے) زیادہ شدید ہے اس لئے کہ وہ دو خرابیوں پر مشتمل ہے۔ ایک مرے ہوئے کی اہانت دوسرے زندہ کی ایذا رسانی۔

حدیث ابوداؤد اور ترمذی کی روایت میں ہے اور ترمذی نے غریب بھی کہا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث سے کہ مردوں کی خوبیاں ذکر کیا کرو اور ان کی برائیوں (کے ذکر سے رکے رہا کرو اور نسائی کی روایت میں حضرت عائشہ کی روایت سے یہ ہے کہ اپنے مردوں کا ذکر صرف خیر کے ساتھ کیا کرو اور اس کی اسناد جید ہیں۔

فائدہ اس میں بھی وہی مضمون ہے جو اس کی قبل والی حدیث میں ہے اور شاید کسی خاص حکمت کا بیان نہ کرنا (جیسے حدیث سابق میں بیان کی گئی تھی) اشارہ ہو دوسری حکمتوں کی طرف جیسے مردہ سے معاف کرانے کا دشوار ہونا اور جیسے یہ احتمال ہونا کہ اس کی مغفرت ہوگئی ہو اور اس احتمال پر یہ غیبت کرنے والا گویا خدا تعالیٰ کے حکم کا مقابلہ کر رہا ہے۔

کتاب مذمت غضب

غضب کی مذمت

حدیث ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کون چیز مجھ کو غضب الٰہی سے دور کر سکتی ہے آپ نے فرمایا تو غضب مت کرنا (طبرانی) میں کہتا ہوں کہ عارف رومیؒ نے اپنے اس شعر میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔

گفت از خشم خدا چہ بود اماں گفت ترک خشم خویش اندر زماں

فائدہ اس حدیث کا مضمون سلوک طریق کا ایک باب عظیم ہے (یعنی غصہ کا ضبط کرنا)

قناعت وعافیت

حدیث جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اس کے نفس میں امن ہو اس کے جسد میں عافیت ہو اس کے پاس اس دن کا کھانے کو ہو تو گویا دنیا تمام ہا اس کے لئے جمع کر دی گئی (ترمذی)

چوں ترا نانے وخرقانے بود ہر بن موئے تو سلطانے بود

فائدہ اس حدیث میں تعلیم ہے قناعت کی اور (اعمال کے لئے) امن وعافیت کو غنیمت سمجھنے کی۔

بعض طرح کے فقر کی مذمت

حدیث فقر (یعنی محتاجی) قریب ہے کہ کفر ہو جائے اور حسد قریب ہے کہ قدر پر غالب آجائے۔ (بیہقی)

فائدہ اس میں فقر کا مطلقاً محمود نہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

شیخ سے محبت میں نفع عظیم ہے

حدیث ایک شخص کسی جماعت سے محبت رکھتا ہے اور اس کو ان کے درجہ تک رسائی نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ان ہی کے ساتھ ہوگا جن سے محبت رکھتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی محبت سے نفع عظیم ہوتا ہے (اسی لئے اہل طریق کو اس کا بہت اہتمام ہے)

کتاب مذمت دنیا

وحشت از دنیا

حدیث دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی باغ و بہار ہے۔ (مسلم)

فائدہ اس میں دلالت ہے اس پر کہ مومن کی شان یہ ہونا چاہئے کہ اس کا دل دنیا میں نہ لگنا چاہئے (جس طرح) قید خانے سے گھبراتا ہے)۔

دنیا سے نفرت

حدیث دنیا بھی راندہ درگاہ ہے اور جو دنیا میں ہے وہ بھی (ترمذی) اور ابن ماجہ نے ابوہریرہؓ کی حدیث سے اور اتنا زیادہ کیا کہ مگر (یہ چیزیں مستثنیٰ ہیں) ذکر اللہ اور جو (چیز) اس کے تابع (اور اس کے متعلق ہے اور عالم اور طالب علم (یہ تخصیص بعد تعمیم ہے کیونکہ ذکر اللہ میں علم داخل ہے اور عالم و طالب علم کا تعلق علم سے ظاہر ہے اسی طرح سب سامان دین)۔

حدیث ابوموسیٰ کی حدیث کہ جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کو ضرر پہنچائے گا الخ (احمد) اور اس کا تمہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرے گا وہ اپنی دنیا کو ضرر پہنچائے گا۔ پس تم باقی کو فانی پر ترجیح دو (جبکہ دونوں کی کامل طلب کا جمع ہونا غیر ممکن ہے)۔

حدیث دنیا کی محبت تمام گناہوں کی اصل ہے۔ (بیہقی)

حدیث دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو الخ روایت کیا اس کو احمد نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے اس طور پر کہ اس جملہ (مذکورہ) پر اور (اس کے ساتھ) دوسرے اس جملہ پر کہ اس دنیا کو وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو اکتفا کیا ہے اور ابن ابی الدنیا نے اور بیہقی نے شعب میں ابن ابی الدنیا کے طریق سے یہ اور زائد کیا ہے کہ وہ دنیا اس شخص کا مال ہے جس کا کچھ مال نہ ہو اور اس کی سند جید ہے۔

فائدہ ان چاروں حدیثوں میں دنیا سے نفرت دلائی گئی۔

کتاب مذمت بخل

مثل سابق

حدیث جائیداد کا سامان مت کرو کہ اس سے تم میں دنیا کی محبت ہو جائے گی ترمذی نے اور حاکم نے اس لفظ سے کہ تم کو (دنیا کی) رغبت ہو جائیگی۔

فائدہ اس حدیث میں بھی اوپر کی چار حدیثوں والا مضمون ہے اتنی زیادت اور ہے کہ جائیداد میں دنیا کے ساتھ زیادہ تعلق ہو جاتا ہے۔

دنیا جو معین آخرت ہو اس کی مذمت نہیں

حدیث نیک مال نیک آدمی کے لئے اچھا ہے۔ (احمد۔طبرانی)

فائدہ اس میں دلالت ہے کہ دنیا جب دین میں معین ہو تو وہ مذموم نہیں۔

استغناء میں عزت ہے

حدیث مومن کی عزت یہ ہے کہ سب لوگوں سے مستغنی رہے (حاکم)

فائدہ اس حدیث میں عزت کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ وہ استغناء سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ دنیا کے مال و جاہ میں زیادہ کوشش کرنے سے اور اس کا مشاہدہ ہے۔

افادہ میں بخل کرنے کی مذمت

حدیث ابن عمر کی حدیث کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نعمتوں کے ساتھ مخصوص فرماتے ہیں دوسرے بندوں کے نفع کے لئے الخ (طبرانی) اور تمہ حدیث کا یہ ہے کہ جو شخص ان منافع میں بندوں پر بخل کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس سے منتقل فرما کر دوسروں کی طرف متصرف کر دیتا ہے۔

فائدہ اس میں تہدید ہے بندوں کو نفع پہنچانے میں بخل کرنے پر خواہ دنیوی منفعت ہو خواہ دینی بالخصوص اگر کمال پر ناز اس کا منشا ہو بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

کتاب مذمت جاہ

حرص دنیا کی مذمت

حدیث دو حریص ایسے ہیں کہ ان کا کبھی پیٹ نہیں بھرتا الخ (طبرانی) میں (اشرف) کہتا ہوں کہ دارمی کی حدیث میں یہ ہے (کہ وہ دو حریص ایک) طالب علم اور (دوسرا) طالب دنیا اور روایت کیا بیہقی نے انسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو حریصوں کا پیٹ نہیں بھرتا ایک علم کا حریص کہ اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ اور ایک دنیا کا حریص کہ اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا اسی طرح ہے مشکوۃ میں۔

فائدہ اس حدیث میں حرص علم کی مدح اور حرص دنیا کی مذمت ہے۔

اصل ذکر قلبی محض

اور بعض اعمال پر ملائکہ کا مطلع نہ ہونا

حدیث ابن ابی الدنیا نے کتاب الاخلاص میں حضرت عائشہؓ کی حدیث سے بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ ذکر خفی جس کو ملائکہ حافظین اعمال نہ سنتے ہوں اس ذکر پر جس کو وہ سنتے ہوں ستر درجہ فضیلت رکھتا ہے۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعمال کی کراماً کاتبین کو بھی اطلاع نہیں ہوتی اور اسی سے بعض نے کہا ہے۔

میاں عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

اور اسی سے اس ذکر قلبی محض کی بھی اصل نکلتی ہے جس میں زبان کی بالکل حرکت نہ ہو (جس کا بعض اہل ظاہر نے انکار کیا ہے البتہ بعض احکام فقہیہ میں جیسے قرأت و نکاح وغیرہ مستقل دلائل سے تلفظ شرط ہے)۔

مذمت نمائش

حدیث بخاری و مسلم میں جندب کی حدیث سے یہ ہے کہ جو شخص شہرت کے واسطے (کچھ عمل کرے گا اور جو شخص اظہار کے لئے کچھ کرے گا اللہ تعالیٰ اس (کے عیوب) کا اظہار کرے گا۔

فائدہ اس میں ریاء و نمائش کی جو مذمت ہے ظاہر ہے

وساوس میں مغموم ہونا

حدیث مسلم نے ابن مسعودؓ کی حدیث سے مختصراً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم سے وسوسہ کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ یہ خالص ایمان کی علامت ہے۔

حدیث ابن عباسؓ کی حدیث کہ خدا کے لئے حمد ہے جس نے شیطان کی چالوں کو وسوسہ کی طرف پھیر دیا کہ اعمال وعقائد سے اس کا تعلق نہ ہونے دیا (ابوداؤد)

فائدہ ان دونوں حدیثوں میں امور غیر اختیاریہ پر مواخذہ کا نہ ہونا مذکور ہے۔ بلکہ (اس سے بڑھ کر) ان دونوں میں ان وساوس پر مسرور ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہی تدبیر بھی ہے اس سے نجات کی کہ کچھ پرواہ نہ کرے بلکہ خوش ہو ایک بزرگ کا قول ہے کہ شیطان کو مومن کی خوشی گوارا نہیں جب وساوس پر خوش ہوتا دیکھے گا وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا۔

ضعفا کے لئے تعلقات میں ضرر

حدیث مسلم نے ابی ذر کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کبھی دو شخصوں پر بھی حکم نہ بننا اور کبھی کسی یتیم کے مال کے متولی مت بننا۔

فائدہ اس حدیث میں دلالت ہے کہ ضعفاء کو تعلقات غیر واجبہ میں واقع نہ ہونا چاہئے۔ جیسا کہ اسی حدیث میں اس ارشاد کی بنا میں یہی فرمایا ہے کہ (میں تم کو ضعیف دیکھتا ہوں) اور ایسا شخص ایسے تعلقات کا تحمل نہیں کر سکتا یا تو ان تعلقات کے حقوق ضائع کرے گا یا دوسرے واجبات میں اخلال کرے گا۔

کتاب مذمت کبر

سادگی وضع

حدیث ترک زینت (بھی) ایمان (کے شعبوں میں) سے ہے (ابوداؤد)

فائدہ مدلول اس کا ظاہر ہے یعنی براہ تواضع ترک زینت کرنا (یعنی نہ تو تکلف وتزین کا اہتمام ہو اور نہ میلا کچیلا رہے کہ نظافت کی تاکید آئی ہے)

ترک تعرض بعوام

حدیث ابو ثعلبہ کی حدیث کہ جب تم یہ حالت دیکھو کہ

حرص کی اطاعت کی جارہی ہے اور خواہش نفسانی کا اتباع ہو رہا ہے اور ہر ذی رائے اپنی رائے کو پسند کرنے لگا ہے تو (اس وقت) تم اپنے نفس کی خبر لو (اور عامہ ناس سے تعرض مت کرو جیسا کہ ایک روایت میں یہ زیادت بھی ہے۔ ودع امر العامتہ۔ اور جن پر باقاعدہ حکومت ہے وہ عامہ سے خارج ہیں) (ابوداؤد-ترمذی)

فائدہ اس میں اس کا ذکر ہے جو بعض بزرگوں کا معمول ہے کہ (بجز مواقع وجوب کے) کسی سے تعرض نہیں کرتے (کیونکہ ان عذروں کے ہوتے ہوئے عدم تعرض کی اجازت ہے) اور ان عذروں کا وجود (اس وقت ظاہر ہے (اور چونکہ یہ عدم تعرض واجب نہیں اس لئے جو بزرگ تعرض کرتے ہیں وہ بھی اس حدیث کے خلاف نہیں ہیں)۔

گناہوں میں بعض تکوینی حکمتیں ہیں

حدیث اگر تم سے گناہ صادر نہ ہوں تو مجھ کو تم پر اس سے بھی بڑی بات کا اندیشہ ہے اور وہ خود بینی خود بینی ہے (بیہقی)

فائدہ اس میں وہ مضمون ہے جس کو عارفین ذکر کیا کرتے ہیں یعنی معاصی کی بعض تکوینی حکمتیں اور اس سے معاصی کے ارتکاب کی اجازت لازم نہیں آتی۔ صرف مقصود (اس مضمون) سے مرتکب معصیت کے اس غم کا تحفظ کرنا ہے جو درجہ یاس تک پہنچ جائے۔ (جس سے پھر وہ نہ معصیت سے توبہ کرے نہ معصیت کو ترک کرے)

اصلاح باطن اصل چیز ہے

حدیث اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتے۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے میں اشرف کہتا ہوں کہ (چونکہ وہ موقع میں نے تلاش نہیں کیا اس لئے دوسری جگہ سے سند نقل کرتا ہوں سو) عزیزی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو جن میں اعمال ظاہرہ محضہ بھی آ گئے کہ وہ بھی خاص ہیئات ہیں صورت کی) اور اموال کو نہیں دیکھتے لیکن تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔ روایت کیا اس کو مسلم اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے۔

فائدہ حدیث صریح ہے اصلاح باطن کے اصل ہونے میں (اور اعمال کا ذکر اس کا منافی نہ سمجھا جائے) کیونکہ اعمال بھی بدون اصلاح باطن معتد بہا نہیں ہیں (چنانچہ عقیدہ صحیحہ واخلاص اعمال میں شرط ہے اور یہ دونوں باطن ہیں) اور مولانا رومیؒ کا یہ شعر گویا اس حدیث کا ترجمہ ہے

ما بروں را ننگریم وقال را
ما دروں را بنگریم و حال را

منجیات

کتاب التوبہ

حقیقت توبہ

حدیث نادم ہونا توبہ ہے (ابن حبان-ابن ماجہ)

فائدہ اس حدیث میں توبہ کی حقیقت بیان کی گئی ہے

مغلوب کی غلطی سے درگزر

حدیث اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو ایک ایسی زمین میں ہو جو بے آب وگیاہ اور ہلاکت کا مقام ہے الخ (اور ایسے جنگل میں اس کا اونٹ گم ہو گیا جس پر اس کا خورد ونوش کا سامان نہ کھانے پینے کو رہا نہ سواری رہی پس ہلاکت کا منتظر ہو کر لیٹ گیا آنکھ جو کھلی تو کیا دیکھتا ہے کہ اونٹ مع سامان کے پاس کھڑا ہے اس وقت کس قدر خوش ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ توبہ کرنے سے خوش ہوتے ہیں) (بخاری ومسلم) اور مسلم نے انس کی حدیث میں یہ زیادہ کیا ہے یعنی پھر اس شخص نے شدت خوشی میں یہ کہہ دیا کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں (حضورؐ فرماتے ہیں کہ) وہ شدت فرح سے چوک گیا اور مسلم نے نعمان بن بشیر کی حدیث سے اور ابو ہریرہ کی حدیث سے بدون اس زیادتی کے مختصراً روایت کیا ہے۔

فائدہ اس حدیث میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ مغلوب کی غلطی معاف ہے (کیونکہ حضور ﷺ نے اس غلطی کو نقل کر کے نکیر نہیں فرمایا) اگرچہ وہ فرح ہی سے ہو (جو کہ ایک حالت ناشی عن الدنیا ہے) تو بھلا جو محبت وشوق سے مغلوب ہوا اس کا تو کیا پوچھنا ہے جو کہ ناشی عن الدین کیفیات میں سے ہے۔

کامل پر تغیرات کا طاری ہونا

حدیث میرے قلب پر (بھی) غبار چھا جاتا ہے سو شب وروز میں ستر بار استغفار کرتا ہوں (مسلم-اغر مزنی) سے مگر انہوں نے یہ کہا ہے کہ دن بھر میں سو بار (استغفار کرتا ہوں)

فائدہ اس حدیث میں یہ مضمون ہے منتہی پر تغیرات طاری ہوتے ہیں جو اس کی شان کے مناسب ہوتے ہیں سو سالک کو ان سے تنگ دل نہ ہونا چاہئے جبتک وہ معاصی تک نہ پہنچا دیں (اور افضا الی المعصیت اختیاری ہے جس سے بچنے کی قدرت ہے اور حضور ﷺ کا یہ تغیر دوسرے سالکین کی تمکین سے بھی ارفع ہے مگر آپ کے تمکن کے مقابلہ میں تغیر ہے)

فرق درمیان تدقیق وتعمق

حدیث ابو سعید خدریؓ کی اور دوسرے صحابہ کی حدیث کہ تم لوگ ایسے اعمال کر گزرتے ہو کہ وہ تمہاری نگاہ میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں (یعنی تم ان کو بہت خفیف سمجھتے ہو) اور ہم ان کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کبائر میں سے سمجھتے تھے۔ (احمد)

فائدہ اس حدیث میں اصل ہے صوفیہ کے اس طریق کی کہ وہ اعمال میں بال کی کھال نکالتے ہیں اور تدقیق مغائر ہے تعمق کے (جس کی نہی آئی ہے) کیونکہ تدقیق میں تو وہ حدود محفوظ رکھے جاتے ہیں جو لوگوں کی نظر سے مخفی ہوتے ہیں (اس لئے وہ اس کو تشدد سمجھتے ہیں) اور تعمق میں حدود سے تجاوز ہو جاتا ہے اور وہ حدود سب پر ظاہر (اور سب کو معلوم) ہوتے ہیں۔ پس تدقیق مذکور تو مطلوب اور کمال تقویٰ ہے اور تعمق غلو فی الدین اور بدعت ہے تدقیق کی مثال کوئی چیز رستے میں گر پڑے اور اس کو خود اٹھالے کسی اور سے فرمائش اٹھانے کی نہ کرے اس احتمال سے کہ دوسرے کا حرج یا اس کو گرانی نہ ہو حضرات صحابہ کا یہی معمول تھا اور تعمق کی مثال اپنے گھر اپنی ملک کا کھانا کھانے بیٹھا اور کھانا کم پڑ گیا اور گھر والوں سے مانگا نہیں کہ مشابہ ہے سوال کہ چنانچہ میں نے ایک متقی کو جو اس غلطی میں مبتلا تھے متنبہ کیا بلکہ اس میں ایذاء پہنچانا ہے گھر والوں کو کہ جب ان کو اس کی اطلاع ہوگی کہ باوجود حاجت کے مانگا نہیں۔

دنیا آخرت کا آلہ ہے

حدیث دنیا جائے زراعت ہے آخرت کی مجھ کو اس لفظ کے ساتھ مرفوعاً نہیں ملی اور عقیلی نے ضعفا میں اور ابو بکر بن لال نے مکارم اخلاق میں طارق بن اشیم کی حدیث سے روایت کی ہے کہ دنیا اچھا مقام ہے اس شخص کے لئے جو اس سے آخرت کے لئے سامان جمع کرے (پس بامعانی ثابت ہے اور اسناد ضعیف ہے۔

فائدہ مدلول اس کا ظاہر ہے کہ دنیا بالذات تو مقصود نہیں مگر آخرت کے لئے مقصود ہے پس اہل دنیا کو تو پہلی بات کی خبر نہیں (اس لئے اس کو مقصود بالذات بنائے ہوئے ہیں) اور تارکین دنیا میں جو زاہد ہیں ان کو دوسری بات کی خبر نہیں (اس لئے وہ اس کے ترک میں مبالغہ کرتے ہیں) اور عارفین کو دونوں باتوں کی خبر ہے (اس لئے وہ اس سے اعانت فی الآخرۃ کا کام لیتے ہیں اور علی الاطلاق اس سے نفور نہیں۔

غلبہ تیسیر

حدیث (قدسی) میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (مسلم)

فائدہ اس میں اصل ہے محققین کے مذاق کی کہ ان پر اس کا غلبہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو بشارت اور آسانی کی باتیں بتایا کرتے ہیں (کہ مشاہدہ رحمت سے یہ مذاق پیدا ہو جاتا ہے)

بلا ولایت کی علامات میں سے ہے حدیث ترمذی نے مع تصحیح روایت کیا اور نسائی نے کبریٰ میں اور ابن ماجہ نے سعد بن ابی وقاص کی حدیث سے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون شخص اشد ہیں بلا میں۔ پس اس حدیث کو ذکر کیا مگر اس میں اولیا کا ذکر نہیں ہے (صرف یہی ہے کہ سب سے زیادہ اشد بلا میں انبیاء ہیں) اور طبرانی کے یہاں حضرت فاطمہؓ کی حدیث یہ ہے کہ سب سے زیادہ بلاء میں حضرات انبیاء ہیں پھر صالحین ہیں (صالحین بھی مرادف اولیاء کے ہیں)

فائدہ اس میں بلا کا جو مع الرضاء سے علامات ولایت سے ہونا مذکور ہے اور تم اکثر اولیاء کو دیکھو گے کہ وہ مبتلا ضرور ہوتے ہیں خواہ کسی مرض میں خواہ کسی مخالف (کی مخالفت) میں۔

کسی پر داخل نار ہونے کا حکم نہ لگانا چاہئے

حدیث بزار نے ابو سعید خدری کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اصحاب اعراف کی نسبت سوال کیا گیا آپ نے فرمایا وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے اور وہ اپنے باپوں کا کہنا مانتے تھے پس ان کو شہادت تو دخول نار سے مانع ہوگئی اور وہ کہنا نہ ماننا دخول جنت سے مانع ہو گیا اور ایسے لوگ ایک دیوار پر ہوں گے جو جنت اور دوزخ کے درمیان میں ہوگی (اعراف یہی ہے) اس حدیث (کی سند) میں عبدالرحمان بن زید بن اسلم ہے اور وہ ضعیف ہے اور حاکم کے یہاں حضرت حذیفہ سے یہ روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اصحاب اعراف ایک قوم ہے کہ ان کی حسنات نے

ان کو دوزخ سے تو پار کر دیا اور ان کی سیات جنت (میں داخل کرنے) سے قاصر رہیں الخ اور حاکم نے کہا کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ اس میں یہ مسئلہ ہے کہ اہل معصیت میں سے کسی پر دوزخی ہونے کا حکم نہ کیا جائے ممکن ہے کہ کوئی حسنہ اس کے لئے دوزخ میں جانے سے مانع ہو جائے۔

کاملین کی لغزشوں کی حکمت

حدیث سن رکھو میں (نماز میں غفلت سے) نہیں بھولتا بلکہ بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ (اس کے احکام کو) مشروع کروں۔ (مالک)

فائدہ اس میں حکمت ہے کاملین کی لغزشوں کی (جو کہ بلا قصد نافرمانی اتفاقاً واقع ہو جاتی ہیں) تا کہ اس وقت وہ حضرات (ان کے تدارک کے متعلق) جو معاملہ کرتے ہیں ان معاملات میں ان کا اقتدا کیا جائے (اور اسی بنا پر مولانا فرماتے ہیں۔

خون شہیدان راز اب اولیٰ ترست

ایں خطا از صد صواب اولیٰ ترست

اور ع کفر گیرد کاملے ملت شود

عدم اعتبار توبہ زبانی محض

حدیث جو شخص گناہ سے توبہ کرے اور اس پر مصر بھی ہو (یعنی نادم نہ ہو) ایسا ہے جیسے احکام الٰہیہ سے استہزا کرتا ہے (کہ ظاہر کچھ باطن کچھ) (ابن ابی الدنیا)

فائدہ اس میں ایسی زبانی توبہ کا قابل اعتبار ہونا مذکور ہے جس کے ساتھ (دل میں) ندامت نہ ہو اور یہ شعر گویا اس حدیث کا ترجمہ ہے۔

سبحہ برکف توبہ برلب دل پراز ذوق گناہ

معصیت راخندہ می آید بر استغفار ما

بہ سبب بعض اقسام معصیت سے قبض

حدیث بے شک بندہ بعض اوقات محروم ہو جاتا ہے رزق سے بوجہ گناہ کے جس کو اختیار کرتا ہے (ابن ماجہ)

فائدہ اس میں معصیت کی بعض مضرتیں مذکور ہیں جیسے رزق سے محروم ہو جانا اور یہ رزق معنوی کو بھی شامل ہے جیسے بسط (باطنی) پس بعض اقسام قبض کے معصیت سے بھی ہوتے ہیں اور اسی احتمال کے سبب اہل اللہ قبض کے وقت استغفار کرتے ہیں۔

کتاب صبر و شکر

ظاہر کے لئے باطن اصل ہے

حدیث مہاجر وہ ہے جو برے کاموں کو چھوڑ دے اور (اصل) مجاہد وہ ہے جو اپنی خواہش نفسانی سے جہاد کرے (اور اس کو مغلوب کرے) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اول جملہ کے ساتھ اور نسائی نے سنن کبریٰ میں دوسرے جملہ کے ساتھ دونوں نے فضالہ ابن عبید کی حدیث سے دو جید سندوں سے۔

فائدہ اس میں باطن کا ظاہر کے لئے اصل ہونا مذکور ہے اور جملہ ثانیہ آخر کتاب ریاضۃ النفس میں گزر چکا ہے۔

خواص بعض درجات توکل مسمیٰ بہ یقین

حدیث کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ان کا یقین اور زیادہ ہوتا تو وہ ہوا پر چلتے یہ حدیث منکر ہے (یعنی غیر ثقہ نے ثقات کے خلاف روایت کیا ہے) یہ اس طرح معروف نہیں ہے (معروف مقابل ہے منکر کا) اور معروف وہ ہے جو ابن ابی الدنیا نے کتاب الیقین میں بکر ابن عبداللہ مزنی کا قول نقل کیا ہے کہ حواریین نے اپنے پیغمبر (عیسیٰ علیہ السلام) کو (ایک بار) نہ پایا کسی نے کہا کہ وہ دریا کی طرف گئے ہیں۔ وہ (دریا کی طرف) ان کو تلاش کرتے ہوئے چلے جب دریا پر پہنچے دیکھتے کیا ہیں کہ وہ پانی پر چلتے ہوئے چلے آ رہے ہیں پھر حدیث ذکر کی جس میں یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ابن آدم کو ایک بال برابر بھی یقین ہو تو پانی پر چلنے لگے شرح زبیدی میں ہے کہ میں کہتا ہوں کہ نیز ابن ابی الدنیا اور ابن عسا کرنے فضیل بن عیاض سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ کس چیز سے پانی پر چلتے ہیں فرمایا امان اور یقین سے لوگوں نے عرض کیا کہ ہم بھی ایمان رکھتے ہیں جیسا آپ ایمان رکھتے ہیں اور ہم بھی یقین رکھتے ہیں جیسا آپ یقین رکھتے ہیں آپ نے فرمایا تو اس حالت میں چلو وہ ان کے ساتھ چلے پھر ایک موج آ گئی تو لگے غوطہ کھانے ان سے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم کو کیا ہوا کہنے لگے ہم موج سے ڈر گئے آپ نے فرمایا تم رب موج سے کیوں نہ ڈرے پھر ان کو آپ نے (دریا سے) نکالا زبیدی کا قول ختم ہوا اور ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں سند ضعیف سے معاذ بن جبل کی حدیث

سے روایت کیا ہے کہ اگر تم کو اللہ تعالیٰ کی ایسی معرفت ہوتی جیسا معرفت کا حق ہے تو آپ دریاؤں پر چلتے اور تمہاری دعاؤں سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ٹل جاتے۔

فائدہ مراد یقین سے اس مقام پر یہ ہے کہ بعض واقعات یومیہ کی نسبت بعض تصرفات حق کا ایسا جازم خیال ہو جس میں جانب مخالف کا احتمال ہی نہ ہو (مثلاً یہ پختہ خیال کر لیا کہ میں اگر پانی پر چلوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ کو غرق نہ کریں گے) اور یہ توکل کی ایک قسم ہے اور یقین (بالمعنی المذکور) کی عادۃً یہ خاصیت ہے مگر کسی مانع خاص سے (اس کا تخلف بھی ہو جاتا ہے) اور یہ یقین (بالمعنی) نہ لوازم ایمان سے ہے (ممکن ہے کہ ایک شخص کامل الایمان ہو اور یہ خیال اس درجہ کا اس کو حاصل نہ ہو) اور نہ خواص ایمان سے ہے (ممکن ہے کہ یہ خیال اس درجہ کا کسی غیر مومن کو بھی حاصل ہو جائے) البتہ ایمان سے اس (خیال) میں برکت زائد ہو جاتی ہے اور یہی (از دیاد برکت) معنی میں عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کے کہ ایمان اور یقین سے اور (یہی معنی ہیں) حدیث معاذ کے اگر تم کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی یعنی اگر تم کو یقین اور معرفت حاصل ہوتی اور مقصود (ان روایت میں) یقین کی خاصیت کا بیان کرنا ہے نہ کہ اس کی فضیلت کا بیان کرنا اور اگر تم کو یہ اشکال واقع ہو کہ امام غزالیؒ نے اس روایت منکرہ کو کیسے جائز رکھا (کہ اپنی کتاب میں ذکر کر دیا) جبکہ حضرت علیؓ سے ان کا قول منقول ہے کہ اگر مرے لئے سب پردے اٹھا دیئے جائیں تب بھی میرے یقین میں ترقی نہ ہو (بلکہ جتنا یقین اس وقت حاصل ہوتا وہ اب بھی حاصل ہے اور اشکال) اس لئے (ہو سکتا ہے) کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت علیؓ تو انتہائی مراتب یقین تک پہنچے ہوئے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام اس مرتبہ تک پہنچے ہوئے نہ تھے اور اس سے ولی کی فضیلت نبی پر لازم آتی ہے اور یہ باطل ہے پس جس سے یہ بات لازم آئی ہے وہ بھی باطل ہے (پس اس روایت کی صحت کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا پھر غزالیؒ اس کو کیوں لائے) سو اس اشکال کو اس طرح زائل کرو کہ مراد یقین سے حضرت علیؓ کے قول میں بشرطیکہ یہ قول ثابت بھی ہو ایمان ہے (معنی مراد نہیں جس میں کلام ہے) اور اس کی کوئی دلیل نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ایمان کے انتہائی مراتب تک پہنچے ہوئے نہ تھے (نعوذ باللہ منہ) بلکہ ولی کا انتہائی مرتبہ ایمان کا نبی کے ایمان کے ابتدائی مرتبہ تک بھی نہیں پہنچتا چہ جائیکہ اس کے انتہائی مرتبہ تک پہنچ سکے خوب اچھی طرح سمجھ لو (مزید شرح اس کی کلید مثنوی دفتر سادس کے عشر ثالث میں ہے)

جذب کا علت وصول ہونا

حدیث بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ کی حدیث سے روایت کیا کہ کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہ کرے گا لوگوں نے عرض کیا اور نہ آپ (عمل سے داخل جنت ہوں گے) یارسول اللہ آپ نے فرمایا اور نہ میں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنے فضل و رحمت میں ڈھانک لے اور مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کا عمل اس کو جنت میں داخل کر دے الخ اور بخاری و مسلم دونوں اس پر متفق ہیں حضرت عائشہ کی حدیث سے اور مسلم اس میں منفرد ہیں جابر کی حدیث سے۔

فائدہ حدیث صریح ہے اس مضمون میں جو اہل طریق نے فرمایا کہ اصل مدار اور علت وصول جذبہ (الٰہیہ) ہے نہ کہ محض سلوک (اور اعمال) البتہ عمل کے شرط ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا اکثر احوال میں اور بعض نے اس کو اس عبارت سے تعبیر کیا ہے کہ حق تعالیٰ کا ایک جذبہ جن وانس کے تمام اعمال سے افضل ہے۔

گناہوں کے ساتھ احوال کا باقی رہنا استدراج ہے

حدیث عقبہ بن عامر کی حدیث کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی خواہشیں اور مرادیں دے رہا ہے اور وہ اپنے معصیت پر مصر ہے تو سمجھ لو کہ یہ استدراج ہے (احمد۔ طبرانی)

فائدہ مراد میں مواجید و اذواق بھی داخل ہو گئے پس ان کی بقاء سے نسبت باطنیہ پر استدلال نہ کیا جائے جیسا کہ اہل باطل کو دھوکا ہو گیا ہے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی نسبت باطنیہ ایسی قوی ہے کہ معاصی سے بھی زائل نہیں ہوتی اس لئے کہ جو چیز معاصی کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے وہ نسبت مطلوبہ نہیں ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ عبد کی جانب سے حق کے ساتھ ذکر و طاعت کا تعلق ہو اور حق کی جانب سے (عبد کے ساتھ) رضا کا تعلق ہو (اور ظاہر ہے کہ معاصی کے ساتھ رضا کہاں)

کتاب الخوف والرجاء

بغیر عمل کے رجا غرور ہے

حدیث زید خیلی کی جو یہ حدیث ہے کہ اس لئے حاضر

ہوا ہوں کہ آپ سے یہ پوچھوں کہ اللہ تعالیٰ کی کیا علامات ہیں اس شخص کے متعلق جس کو وہ چاہتے ہوں اور اس شخص کے متعلق جس کو وہ نہ چاہتے ہوں اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود کی حدیث سے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا تو زید خیر ہے (آپ نے خیل کو خیر سے بدل دیا) اور اسی طرح کہا ہے ابن ابی حاتم نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام خیر رکھ دیا ان سے کوئی حدیث مروی نہیں اور انہوں نے ان کا ذکر صرف ایک حدیث میں کیا ہے جو مروی ہے یعنی زید خیر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اخیر حدیث تک میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ یہ فرماتے تھے۔ اور تتمہ اس کا یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تم نے کس حال میں صبح کی انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں خیر سے اور اہل خیر سے محبت کرتا ہوں اور جب میں کسی چیز پر قادر ہوتا ہوں تو اس کی طرف دوڑتا ہوں اس کے ثواب کا یقین کرتا ہوں اور جب کوئی خیر میرے ہاتھ سے نکل جاتا ہے میں اس پر غمگین ہوتا ہوں اور اس کی طرف مشتاق ہوتا ہوں آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی علامت ہے اس شخص کے متعلق جس کو وہ چاہتے ہیں اور اگر تم کو کسی دوسری بات کے لئے چاہتے (یعنی ضلال و وبال کے لئے) تو تم کو اس کے لئے تیار کرتے پھر پروا بھی نہ کرتے کہ ہم اس کے کسی وادی میں بھی ہلاک ہو جاتے۔

فائدہ اس میں وہ مسئلہ ہے جس کی محققین نے تصریح کی ہے کہ رجاء محض بدون عمل کے باوجود عمل پر قادر ہونے کے محض نفس کا فریب ہے۔

بغیر عمل کے رجاء عاجز کا اعتبار

حدیث تم میں سے کسی کو موت نہ آنے پائے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان نیک رکھتا ہو

فائدہ یہ حدیث اپنے اطلاق سے اس پر دال ہے کہ رجاء عمل کے ساتھ مشروط نہیں جبکہ عمل پر قدرت نہ ہو جیسا موت کے قرب میں حالت ہوتی ہے۔

اجمال حدیثین بالا

حدیث (قدسی) میں (یعنی حق تعالیٰ) اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں پس میرے ساتھ جو چاہے گمان کرے (ابن حبان) اور یہ حدیث صحیحین میں ابو ہریرہؓ سے ہے اس میں یہ مضمون نہیں ہے کہ میرے ساتھ جو چاہے گمان کر لے۔

فائدہ یہ حدیث مجمل ہے اوپر کی دو حدیثیں اس کی تفصیل کرتی ہیں (یعنی) یہ حسن ظن قدرت کے وقت عمل کے ساتھ معتبر ہے اور عجز کے وقت بدون عمل بھی معتبر ہے) اور ایمان ہر حال میں شرط ہے

عامل آخرت کے لئے

رجاء کا خوف سے زیادہ مفید ہونا

حدیث اگر تم کو ان باتوں کی خبر ہو جس کی مجھ کو خبر ہے تو تم بہت کم ہنسو اور کثرت سے رویا کرو اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ الخ (ابن حبان) پس اس حدیث کا اول حصہ شیخین کا روایت کیا ہوا ہے۔ حضرت انسؓ کی حدیث سے اور احمد اور حاکم نے اس کو اس زیادت کے ساتھ روایت کیا ہے (کہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا) اور تم جنگلوں کو نکل جاتے اور تتمہ اس کا یہ ہے کہ پس جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کے پروردگار فرماتے ہیں کہ آپ میرے بندوں کو ناامید کیوں کرتے ہیں پس آپ ان لوگوں کے پاس تشریف لائے اور ان کو امید دلائی اور شوق دلایا (تاکہ زیادت تخویف کا تدارک ہو جائے)۔

فائدہ اس حدیث میں مشیخت کا ادب ہے کہ خوف پر رجا کو غالب رکھا کرے ایسے لوگوں کے لئے جو کہ خوف کی حکمت یعنی اہتمام آخرت کے سامان کی کوشش میں لگے ہوں جیسے صحابہ کی شان تھی (کہ اہتمام آخرت میں شدت سے مشغول تھے جس سے خوف کی غایت حاصل تھی تو ان کے لئے خوف سے زیادہ ضرورت رجا کی ہے)۔

فضیلت مومن بر کعبہ

حدیث مومن کعبہ سے افضل ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ابن عمر کی حدیث سے ان الفاظ سے کہ (اے کعبہ) تو کس قدر عظیم ہے اور تیری حرمت کس قدر عظیم ہے مگر) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (کہ) البتہ مومن کی حرمت تیری حرمت سے اعظم ہے اس کا مال بھی اور اس کی جان بھی اور اس کے ساتھ خیر ہی کا گمان کیا جا سکتا

ہے اور ابن ماجہ کے شیخ یعنی نصر بن محمد بن سلیمان حمصی کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے اور ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔

فائدہ اس حدیث میں مومن کا کعبہ پر فضیلت رکھنا مذکور ہے اگر چہ یہ فضیلت جزئیہ ہو (اسی لئے اس کا جہت سجدہ ہونا لازم نہیں آتا) اور اسی سے بعض کا مقولہ ہے۔

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کیونکہ مومن قلب ہی ہے حسب ارشاد حق تعالیٰ کے کہ ابھی تک ایمان تمہارے قلوب میں داخل نہیں ہوا (پس مومن کا افضل ہونا جیسا کہ حدیث میں ہے اور دل کا افضل ہونا جیسا قول بعض میں ہے ہم معنی ہے اور تم کو یہ خلجان نہ ہو کہ حدیث کا مدلول تو صرف حرمت میں اعظم ہونا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس (مومن) کی حرمت پر حملہ کرنے سے بہ نسبت بے ادبی کعبہ کے من وجہ گناہ زیادہ لازم آتا ہے بوجہ اس کے کہ حق العبد اشد ہے حق اللہ سے اور یہ مستلزم فضیلت (ذات) کو نہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ مال مسلم کی افضلیت کے بھی قائل ہوں (کہ وہ بھی دم کے ساتھ مذکور ہے) حالانکہ یہ باطل ہے (سو یہ خلجان نہ ہو) کیونکہ ہم اس قول سے استدلال نہیں کرتے لحرمۃ المومن الخ بلکہ **ما اعظمک** سے استدلال کرتے ہیں جو کہ عظمت ذات (کعبہ) پر دال ہے۔ پس چونکہ مقصود مقابلہ کرنا ہے اس سے یہ قول مومن کی عظمت ذات پر دال ہوگا ورنہ عظمت ذات (کعبہ) کا ذکر بے فائدہ ہوگا اور (حدیث میں) اس کا قائل ہونا جائز نہیں۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ منافقین یوں کہنے لگیں کہ تم ریا کار ہو۔ روایت کیا اس کو طبرانی نے۔

فائدہ پس اس حدیث میں ایسے اظہار کا جس کو ناواقف ریا کار کہیں اور واقع میں وہ ریا نہ ہو بعض ریاء بعض اخلاص سے خیر ہے اور دلائل خارجیہ سے کہ شیخ کے اظہار میں مصالح خاصہ ہوتے ہیں اس عموم میں ریاء الشیخ کا اخلاص ناقص مرید سے خیر ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ خوب سمجھ لو۔

حدیث حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک تیز گرمی کے دن میں بقیع کی طرف چلے اور لوگ آپ کے پیچھے چلتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتیوں کی آواز سنی تو آپ کے قلب پر یہ امر گراں گزرا پس آپ بیٹھ گئے یہاں تک کہ لوگوں کو اپنے آگے کر دیا تا کہ کوئی اثر بڑائی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں نہ واقع ہو جاوے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے رحمتہ مہداۃ ص ۲۵۶

حدیث ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس عالم سے لے جاتا اور ایک مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتے پھر (حسب روایت مسلم) وہ استغفار کرتے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرتا روایت کیا اس کو مسلم اور ترمذی نے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو مجھ کو اس سے زیادہ سخت چیز کا اندیشہ تھا اور وہ عجب یعنی خود بینی ہے۔ (تیسیر ص ۳۱۹، ۳۲۰)

حدیث حضرت انس بن النضر کا قول مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اے معاذ قسم ہے نضر کے پروردگار کی کہ جنت کی خوشبو پاتا ہوں جبل احد کے پیچھے سے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم اور ترمذی نے۔ (تیسیر ۳۲۹)

فائدہ: حال کشف عالم غیب۔ عالم غیب کی اشیاء کا منکشف ہونا ایک حال رفیع ہے جب کہ اتباع شرع کے ساتھ ہو۔ حدیث کی دلالت اس پر ظاہر ہے۔

حدیث حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے غزوۂ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں دو شخص دیکھے جن پر سفید کپڑے تھے اور بہت سخت لڑائی لڑ رہے تھے میں نے ان کو نہ اس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا یعنی وہ دونوں جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ (تیسیر ص ۳۳۰)

فائدہ حال کشف ملائکہ دیگر ف مسئلہ تمثل۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام کا نظر آجانا حضرت سعد کی حدیث میں صریحاً مذکور ہے۔

حدیث: ایک حدیث طویل میں یہ قصہ حارث کی ایک دختر سے منقول ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت خبیبؓ سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا میں نے ان کو انگور کا خوشہ

کھاتے ہوئے دیکھا اور اس وقت مکہ میں میوہ یا پھل کا کہیں نام ونشان نہ تھا اور خود وہ لوہے میں قید تھے۔

حدیث میں حضرت خبیبؓ اور حضرت عاصمؓ کی عظیم کرامتیں مذکور ہیں جو کہ بشرط اتباع شریعت اہل اللہ کے حالات رفیعہ میں سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بات چیت کر رہے تھے کہ دفعۃً ان لوگوں نے اپنے میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اس نے ان کے ایک نیزہ مارا اور پار کر دیا۔ یہ (خوشی کے جوش میں) بول اٹھے اللہ اکبر قسم رب کعبہ کی میں مراد کو پہنچ گیا۔ (بخاری ومسلم) (تیسیر ص ۳۳۱)

بخاری کی ایک روایت میں حضرت انسؓ ہی سے یہ ہے کہ جب ان کے یوم بیر معونہ میں نیزہ لگا تو خوش ہو کر) خون کو اس طرح لے کر اپنے چہرہ اور سر پر چھڑکا اور (ملا) پھر کہا کہ قسم رب کعبہ کی میں مراد کو پہنچ گیا۔

فائدہ حال اشتیاق موت۔ ان کے اس قول اور فعل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس عاشقانہ موت کی شدت سے تمنا اور اشتیاق تھا جس کے حصول پر شدت سے خوش ہوئے پس عشاق کے کلام میں جو یہ مضمون بکثرت پایا جاتا ہے۔

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف متوجہ ہوئے اور مہاجرین وانصار سردی میں صبح کے وقت اس کو کھودتے تھے اور ان کے پاس غلام نہ تھے کہ اس کام کو کر لیتے جب آپ نے ان کی مشقت اور فاقہ کی حالت دیکھی تو (ان کے دل بڑھانے کو) دعا کی کہ اے اللہ عیش تو آخرت ہی کا ہے سو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما دیجئے صحابہ نے جواب میں (یہ کلام منظوم) عرض کیا نحن الذین الخ یعنی ہم وہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ رہیں گے۔ (بخاری۔مسلم۔ترمذی) (تیسیر ص ۳۳۱)

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے لوٹ کر تشریف لائے اسی میں یہ قصہ ہے کہ یوم خندق میں حضرت سعد کی رگ ہفت اندام میں تیر لگا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غرض سے کہ قریب ہی سے عیادت فرماتے رہیں گے ان کے لئے مسجد میں ایک خیمہ لگا دیا تھا (ایسی جگہ جہاں نمازیوں کو تنگی نہ ہو جس طرح اعتکاف والے پردہ وغیرہ باندھ لیتے ہیں کہ محفوظ جگہ میں پریشانی وہجوم وغیرہ سے امن رہتا ہے۔

حدیث: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کے یوم احزاب میں (کہ یوم خندق کا ایک یہ بھی نام ہے) تیر لگا جس سے شہ رگ کٹ گئی سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خون تھمنے کے لئے) اسی پر آگ کا داغ دیا سو (اس سے خون تو تھم گیا مگر) ان کا ہاتھ ورم کر گیا (کیونکہ خون کی آمد جوش پر تھی) پھر جوش سے خون جاری ہو گیا۔ آپ نے دوبارہ اس پر داغ دیا سو پھر (خون تھم کر) ہاتھ ورم کر گیا۔ جب حضرت سعد نے یہ حالت دیکھی تو دعا کی کہ اللہ میری جان نہ نکلے جب تک میری آنکھیں بنی قریظہ کی طرف سے ٹھنڈی نہ ہو جاویں۔ کہ میں آنکھوں سے ان کی اس شرارت کی سزا دیکھ لوں جب مروں) چنانچہ ان کی رگ کا خون بند ہو گیا اور ایک قطرہ بھی نہ نکلا یہاں تک کہ (محاصرہ سے تنگ ہو کر) بنو قریظہ ان ہی حضرت سعدؓ کے فیصلہ پر قلعہ سے اترے اور باہر آئے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے یہ درخواست کی کہ ہم باہر آتے ہیں اس شرط پر کہ حضرت سعد جو ہمارے لئے تجویز کریں وہی کارروائی ہم سے کی جاوے۔

سو انہوں نے موافق قاعدہ شریعت کے ان کے مقدمہ میں یہ فیصلہ کیا کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کیا جاوے اور ان کی عورتوں کو (اور اسی طرح بچوں کو) زندہ رکھا جاوے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ تم نے (اس فیصلہ میں) خدا تعالیٰ کے حکم کے موافق کیا اور یہ لوگ چار سو تھے۔ جب (حسب فیصلہ مذکور) ان کے قتل سے فراغت ہوئی وہ رگ پھٹ پڑی اور ان کا انتقال ہو گیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور تصحیح کی اس حدیث کی (تیسیر ص ۳۳۲)۔

اور کرامت ان کی دو مذکور ہیں۔ ایک خون جاری کا بند ہو جانا، جیسا دوسری حدیث میں ہے اور ایک بند خون کا جاری ہو جانا، جیسا پہلی حدیث میں ہے۔

حدیث: عروہ بن الزبیر نے مسور بن مخرمہ اور مروان

سے حدیث طویل روایت کی ہے اور اس میں منجملہ قصہ حدیبیہ کے یہ حکایت بھی ہے کہ عروہ بن مسعود (یک از رؤساء مکہ جو بغرض تجسس حال مسلمین و گفتگوئے معاملہ صلح وغیرہ آیا تھا وہ) اس کا قول ہے کہ واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھنکار تھوکتے تھے تو صحابہؓ میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا تھا اور وہ اس کو اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا تھا اور جب آپ ﷺ ان کو کسی کام کی فرمائش کرتے تھے تو اس کے کرنے کو سب دوڑتے اور جب آپ ﷺ وضوء کرتے تو وہ آپ ﷺ کے وضوء کے پانی لینے پر لڑتے تھے۔ اور جب آپ ﷺ کلام فرماتے تو وہ اپنی آوازوں کو آپ ﷺ کے سامنے بالکل پست کر لیتے، اور آپ ﷺ کو تیز نگاہ بھر کر دیکھ نہ سکتے تھے، بسبب آپ ﷺ کی غایت تعظیم کے۔ اور اسی حدیث میں یہ قصہ بھی ہے۔ (یہ اس وقت کے متعلق ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی صلح کو منظور فرمالیا اور باقتضائے وقت بعض شرطیں اس صلح میں بظاہر ایسی تھیں جس سے مسلمانوں کے دبنے کا شبہ ہو سکتا تھا۔ پس اس کے متعلق یہ قصہ ہوا) کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ اس وقت یہ جوش میں تھے۔ ان کو وہ شرائط ناگوار تھیں) اور عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ سچے نبی اللہ نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں؟ میں نے عرض کیا، کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف ناحق پر نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، کیوں نہیں؟ میں نے عرض کیا تو پھر اس حالت میں ہم دین کے بارے میں کیوں ذلت گوارا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا ہوں۔ جو جو کچھ میں نے اس وقت کیا وہ حکم خداوندی کے خلاف نہیں ہے) اور اللہ تعالیٰ (انجام کار) مجھ کو غالب کرنے والا ہے (گو کسی حکمت سے اس میں قدرے توقف ہو)۔ میں نے عرض کیا، کیا آپ ﷺ ہم سے فرمایا نہ کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ میں جاویں گے اور اس کا طواف کریں گے (یعنی پھر صلح تو ڑ کر ابھی کیوں نہ جا گھسیں) آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! یہ تو کہا تھا، لیکن میں نے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ میں جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا تو تم ضرور (وقت موعود پر) بیت اللہ میں جاؤ گے بھی اور اس کا طواف بھی کرو گے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچا۔ ان کا جوش اس وقت تک نہ فرو ہوا تھا۔ اسی کے غلبہ میں کہ وہاں پہنچے۔ اور میں نے کہا (آگے وہی اوپر کے سوالات ہیں اور وہی جوابات ان کے ملے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا) اے ابو بکرؓ کیا یہ (یعنی حضور ﷺ) سچے نبی اللہ نہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں؟ میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف ناحق پر نہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں؟ میں نے کہا تو پھر اس حالت میں ہم دین کے بارے میں کیوں ذلت گوارا کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ مرد خدا! آپ ﷺ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غالب کرنے والے ہیں۔ پس تم آپ ﷺ کی رکاب مضبوط پکڑے رہو (یعنی اتباع و امتثال و تسلیم میں، مستقیم رہو) واللہ آپ ﷺ بلا شبہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا آپ ﷺ ہم سے فرمایا نہ کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ میں جاویں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! یہ تو فرمایا تھا، لیکن یہ بھی فرمایا تم ضرور بیت اللہ میں جاؤ گے بھی اور اس کا طواف بھی کرو گے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس جرأت کے تدارک کے لئے بہت سے اعمال (صالحہ) کئے (کہ صورت گستاخی کی معاف ہو)۔ (بخاری و ابوداؤد) (تیسیر ص ۳۴۳)۔

فائدہ: حضرت صدیقؓ کے جوابوں کا لفظاً و معنیً اتحاد اجوبہ نبویہ کے ساتھ مذکور ہیں۔ اس سے بخوبی ثابت ہے کہ قلب صدیقی قلب نبوی کے ساتھ ایسا متصل تھا۔ فناء بھی ثابت ہو گیا۔ جس کی حقیقت غایت تناسب مرید و شیخ میں ہے جو کہ غایت اطاعت و محبت سے پیدا ہو جاتا ہے۔

حدیث: حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اسی حدیث میں پھر یہ ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بیعت لئے درخت کے نیچے بلایا۔ سو اول ہی جماعت میں میں نے آپ سے بیعت کی۔ پھر اور لوگوں کو بیعت کیا یہاں تک

کہ وسط کی جماعت کی نوبت آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے سلمہ! بیعت کرلو۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں تو اول ہی جماعت میں آپ ﷺ سے بیعت کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر سہی اور آپ ﷺ نے مجھ کو خالی ہاتھ دیکھا تو مجھ کو ایک ڈھال دی۔ پھر بیعت کرتے رہے، یہاں تک کہ جب اخیر کے لوگوں کی نوبت پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے سلمہ! مجھ سے بیعت نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں تو اول کی جماعت کے ساتھ اور نیز وسط کی جماعت کے ساتھ بیعت کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر سہی۔ میں نے تیسری بار بھی بیعت کی۔ (مسلم)

(تیسیر ص ۳۳۵)

فائدہ رسم تجدید بیعت مرید قدیم للتاکید۔ بعض دفعہ کسی مصلحت سے اپنے مرید قدیم کو اس کی درخواست پر یا خود اس کو مشورہ دے کر دوبارہ بیعت کرتے ہیں۔ یہ حدیث اس کی مشروعیت کی دلیل ہے۔

حدیث: حضرت علیؓ سے حضرت حاطب کے خط لکھنے کے قصہ میں ہے (یہ خط کفار مکہ کے نام تھا۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارادوں کی جنگ کے متعلق اطلاع تھی۔ پھر وہ خط پکڑا گیا اور حاطب سے باز پرس ہوئی۔ اور حاطب نے اپنا جو عذر بیان کیا وہ قبول کیا گیا، مگر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ کو اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن ماروں۔ (منافق غصہ میں کہہ دیا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ (یعنی حاطب) غزوۂ بدر میں شریک ہوا ہے اور تم کو کیا خبر کچھ عجب نہیں ہے (یعنی ایسا ہوتا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف متوجہ ہو کر فرمادیا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہارا گناہ بخش دیا۔ (بخاری و مسلم و ترمذی و ابوداؤد)

(تیسیر ص ۳۳۹)۔

فائدہ: عادۃ امتحان حقیقت ارادت طالب بعنوان موحش۔ جیسا شیخ صادق گنگوہی نے ایک طالب کے سامنے کہہ دیا لا الٰہ الا اللہ صادق رسول اللہ۔ مقصود تو یہ تھا کہ رسول اللہ صادق فی النبوۃ ہیں۔ اگر سمجھدار ہوا تو اس کو احتمال امتحان کا ہوتا ہے اور وہ دوسرے اقوال وافعال کو بھی نہ دیکھتا ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایوب علیہ السلام کپڑے اتارتے ہوئے غسل کررہے تھے۔ اسی حالت میں ان پر سونے کا ٹڈی دل برسنا شروع ہوا (ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سونے کے ٹکڑے بشکل ٹڈی کے تھے۔ جاندار ٹڈی سونے کی نہ تھی گو داخل تحت القدرۃ یہ بھی ہے۔ سو ایوب علیہ السلام اپنے کپڑے میں بھر بھر کر جمع کرنے لگے۔ پروردگار نے ان کو پکارا کہ اے ایوب! کیا ہم تم کو (پہلے سے بہت سا مال ومتاع دے کر) اس چیز سے جو اس وقت تمہارے پیش نظر ہے، مستغنی نہیں کر چکے ہیں۔ عرض کیا، بے شک! لیکن آپ کے تبرک سے مجھ کو بھی استغناء نہیں ہو سکتا۔ (بخاری ونسائی) (تیسیر ص ۳۴۷)

فائدہ: عارفین کاملین کی عادت ہے کہ اگر من جانب اللہ ان کو سامان تنعم کا میسر ہو جاوے اور ظاہر کسی فتنہ کا احتمال نہ ہو تو منسوب الی المنعم سمجھ کر اس کے قبول اور استعمال میں مضائقہ نہیں کرتے۔

حدیث: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر فارغ ہو کر میرا ہاتھ پکڑا۔ یہاں تک کہ مکہ کے سنگستان سیلاب گاہ میں تشریف لائے۔ پھر مجھ کو (ایک جگہ) بٹھلا دیا اور میرے گرد ایک خط (دائرے کے طور پر) کھینچ دیا اور فرمایا، اس خط سے باہر مت نکلنا۔ تمہارے پاس کو بہت سے اشخاص گزریں گے۔ سو تم ان سے کلام مت کرنا۔ وہ بھی تم سے کلام نہ کریں گے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (تیسیر ص ۳۴۸)۔

فائدہ: متفرقات تصرف۔ بعض اوقات مشائخ بھی ایسے تصرفات کرتے ہیں۔ کبھی کسی مصلحت سے دوسروں کو بھی اس کا طریقہ بتلا دیتے ہیں۔ مثلاً فلاں چیز پڑھ کر اپنے گرد دائرہ کھینچ لینا جس کو حصار کہتے ہیں۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ باوجود بہت سے مخلوقات خفیہ نظر آنے کے صاحب حصار ان کے گزند سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ حدیث ظاہراً اس کی اصل ہو سکتی ہے۔ مثلاً از خود ان کا وجود عالم کے لئے رحمت ہے۔

حدیث: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت بلالؓ سے) ارشاد فرمایا: اے

بلال! تم کس عمل کی بدولت جنت میں میرے آگے آگے چلا کر تے ہو؟ (گو یہ آگے چلنا خادنانہ ہے، مگر خود اس خدمت کی اہلیت بھی تو فضیلت عظیمہ ہے۔ کسی عمل کی برکت سے حاصل ہوئی)۔ کیونکہ مجھ کو کبھی جنت میں داخل ہونے کا اتفاق نہیں ہوا، مگر تمہارے چلنے کی آہٹ اپنے آگے آگے ضرور سنی ہے۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک تو میں نے جب اذان کہی اس کے بعد دو رکعت ضرور پڑھی ہیں اور ایک جب کبھی میرا وضو ٹوٹا ہے تب ہی وضو کیا ہے۔ اور اس وقت بھی میں نے دو رکعتیں اللہ کا حق اپنے ذمہ سمجھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ ان ہی دو رکعت یا ان دونوں عمل کی برکت سے ہے۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۰)۔

فائدہ: مسئلہ رفع غلط در بعضے کشف۔ بعض سالکوں کو واقعہ میں یہ مکشوف ہوتا ہے کہ ہم بعض حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی سابق و فائق ہوگئے۔ اگر وہ جاہل ہوا، اپنا دین برباد کر لیتا ہے، اگر عالم سمجھا ہوا ہے۔ سعدی نے اسی لئے فرمایا، خیالات نادان خلوت نشین بہم برزند عاقبت کفر و دین۔ خوب سمجھ لینا چاہئے۔

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو بشارت ہو تم اللہ کے عتیق یعنی رہائی دیئے ہوئے ہو دوزخ سے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس روز سے آپؓ کا لقب عتیق ہوگیا۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۰)

ف: عادت بشارت مر مرید را اکثر شیوخ کی عادت ہے کہ جب کسی مرید کو کوئی دولت باطنی اور حالت محمودہ عطا ہوتی ہے۔ تو اسکو اطلاع کر دیتے ہیں یہ حدیث اسی کی سنیت پر دلالت کرتی ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیث طویل میں اسلام پیش کیا۔ اس کو کچھ نہ کچھ رکاوٹ ضرور ہوئی (پھر خواہ وہ رکاوٹ جاتی رہی (سوائے ابوبکرؓ کے کہ ان کو ذرا تردد نہیں ہوا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے (تیسیر ص ۳۵۰)

ف: مسئلہ حقیقت صدیقیت۔ محققین نے جو حقیقت صدیقیت بیان کی ہے کہ عقائد شرعیہ نظریہ کا اس کو ذوقاً ادراک ہونے لگے۔

حدیث: حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ دفعۃً ابوبکرؓ آپہنچے۔ یہ بڑی حدیث ہے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک بات پر جس میں ایک صحابیؓ سے حضرت ابوبکرؓ کی شان میں کوتاہی ہوگئی تھی)۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نبی بنا کر بھیجا۔ سو تم لوگوں نے (اول وہلہ میں) میری تکذیب کی (گو بعد میں تصدیق کی) اور ابوبکرؓ نے (اول ہی وہلہ میں) میری تصدیق کی اور (مزید برآں یہ کہ) اپنی جان و مال سے میری ہمدردی کی سو تم میری خاطر سے میرے اس دوست کو ستانا چھوڑ دو گے بھی اس کو دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا راوی کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد کسی نے ان کو آزردہ نہیں کیا (بخاری)

فائدہ: کسی سے عار و ننگ کرنا اور اس کو اپنے مماثل سمجھنا محض کبر و حسد ہے۔

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ کبھی لوگوں کو کوئی (نئی بات) پیش آئی ہے پھر اس کے بارہ میں لوگوں نے بھی کچھ کہا ہوا اور حضرت نے بھی کچھ کہا ہو تو قرآن ہمیشہ حضرت عمر ہی کے قول کے موافق نازل ہوا۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۱)

ف: حال الہام و فراستہ صادقہ۔ ان کا ثبوت حدیث سے ظاہر ہے۔

حدیث: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت جیش عسرت کا (غزوۂ تبوک میں) سامان فرمایا (جس میں حضرت عثمانؓ نے بڑا حصہ امداد کا لیا تھا) اس وقت ارشاد فرمایا کہ عثمان کو کچھ مضر نہیں جو کچھ کریں اس کے بعد (اس سے گناہ کے کام مراد نہیں اور نہ مضرت سے مراد گناہ ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ اگر نوافل طاعات میں کمی کر دیں تو مراتب قرب میں کمی نہ ہوگی کیونکہ یہ عمل کمال قرب کے لئے کافی ہے۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۲)

فائدہ: چونکہ کامل و منتہی کے پاس خود ایسی طاعات خفیہ دقیقہ ہوتی ہیں جو کیفاً نہایت عالی اور موجب کمال قرب ہیں لہٰذا اگر مجاہدات ابتدائیہ میں کمی ہو جاوے تو اس کمال قرب میں خلل انداز نہیں ہوتی۔ حدیث میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

لہٰذا حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو غزوہ طائف کے دن بلایا اور ان سے سرگوشی کی (اس میں دیر ہوگئی ہوگی) سو لوگ باہم کہنے لگے کہ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی سے بڑی دیر تک سرگوشی فرمائی۔ آپ نے بھی سن لیا) ارشاد فرمایا کہ ان سے میں نے سرگوشی نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی کی ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے یہ سرگوشی کی گئی ہے تو گویا اللہ تعالیٰ ہی نے کی)

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں سے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو تمہارے معاملہ (گذاران) میں (ایک گونہ) فکر ہے کہ میرے بعد کیا ہوگا اور تم کو (تمہاری خدمت گاری کو) وہی نباہیں گے جو بڑے ہمت والے اور پکے ہیں پھر حضرت عائشہؓ نے ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمہارے باپ کو بہشت کے چشمہ سلسبیل سے سیراب کرے (کہ انہوں نے ہماری بڑی خدمت کی) اور عبد الرحمٰن بن عوف نے امہات المومنین کو ایک زمین دی تھی جو چالیس ہزار میں بکی (یہاں کے سکہ کے حساب سے دس ہزار روپیہ سے زیادہ ہوتا ہے) (ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۴)

فائدہ: بعضے ناواقف جس بزرگ کو اہل وعیال کی فکر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ کامل نہیں ہیں۔ تعلقات شیخ کا نباہ کرنا اور اس میں پختگی کی علامت ہے۔

حدیث: حضرت سلمیٰؓ سے جو انصار میں سے ایک بی بی ہیں روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس آئی اور وہ رو رہی تھیں میں نے پوچھا کہ آپ کے رونے کا کیا باعث ہے انہوں نے فرمایا کہ میں اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس حالت سے دیکھا کہ آپ کے سر مبارک اور ریش مبارک پر گرد پڑی ہے اور آپ رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رونے کا کیا باعث ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں حسینؓ کے قتل کی جگہ گیا تھا۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۴)

حدیث: حضرت عبدالرحمٰن بن زیدؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ ایسا شخص بتاؤ جو طرز وانداز و طریق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مناسبت رکھتا ہوتا کہ ہم بھی اس سے ان چیزوں کو لیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے علم میں ایسا شخص جو طرز وانداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مناسبت رکھتا ہو ابن ام عبد یعنی عبد اللہ بن مسعود سے بڑھ کر نہیں ہے جب تک وہ اپنے گھر کی دیوار کی آڑ میں ہو جاتے۔ (بخاری وترمذی) (تیسیر ص ۳۵۵)

ف: عادۃ تشبہ بالشیخ بعض اہل محبت کی حکایتیں ہیں کہ انہوں نے عبادات سے گزر کر عادات خوراک و پوشاک اور ہیأت رفتار و گفتار میں بقصد اپنے شیخ کا تشبہ اختیار کیا۔ حتیٰ کہ پھر قصد کی بھی حاجت نہ رہی۔

من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

حدیث: حضرت ابوذرؓ سے ان کے مسلمان ہونے کے قصہ میں ان کا یہ قول مروی ہے کہ میں (مکہ میں) تیس رات اور دن اس حالت سے رہا کہ بجز آب زمزم کے میری کوئی غذا نہ تھی۔ اور اسی سے میں ایسا فربہ ہوا کہ شکم کی جلد میں بل اور شکن پڑ گئے، اور کلیجہ پر ذرا بھوک کا اضمحلال نہیں پایا۔ (مسلم) (تیسیر ص ۳۵۶)

فائدہ: متفرقات امکان مکث بلا غذا۔ بعض اہل ریاضت سے منقول ہے کہ چالیس چالیس روز تک انہوں نے مطلق نہیں کھایا۔ اس قدر کم کھایا کہ عادۃ فوراً انکار کر بیٹھتے ہیں۔

حدیث: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرش اور ایک روایت میں ہے کہ رحمان کا عرش، سعد بن معاذ کے مرنے سے ہل گیا (یا تو واقعہ کے عظیم ہونے سے یا شوق ونشاط سے کہ اب ان کی روح میرے پاس آوے گی۔ (بخاری ومسلم وترمذی) (تیسیر ص ۳۵۷)

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب سعد بن معاذؓ کا (جن کا اوپر کی حدیث میں بھی مذکور ہے) جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین کہنے لگے کہ ان کا جنازہ کس قدر ہلکا ہے۔ اس کو بری علامت سمجھتے تھے، طعن کیا۔ یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ آپ ﷺ نے (علی سبیل التنزل) ارشاد فرمایا کہ ملائکہ (بھی ان (کے جنازہ کو اٹھائے ہوئے تھے (اس لئے ہلکا معلوم ہوتا تھا)۔

حدیث: حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر تم مجھ کو گزشتہ شب میں دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ میں تمہارا قرآن پڑھنا سن رہا تھا۔ واقعہ میں تم کو داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی کا حصہ عطاء ہوا ہے۔ (بخاری و مسلم و ترمذی) اور زرقانی کی روایت میں مسلم سے اتنا اور زیادہ ہے کہ ابوموسیٰ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! واللہ! اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ میرا قرآن سن رہے ہیں تو میں آپ ﷺ کی خاطر اس کو خوب ہی بنا تا سنوارتا (تیسیر ص ۳۵۸)

فائدہ: اس کی حقیقت یہ ہوئی کہ ایک عبادت کو دوسری عبادت کے واسطے اچھی طرح کرتا ہے۔ اس لئے ہرگز یہ ریا نہیں ہے۔ حدیث میں اس کے استحسان پر صاف دلالت ہے۔ اس نادان کو مدتوں یہ شبہ رہا کہ اکثر کسی کی فرمائش سے جو قرآن عمدہ پڑھنے کی عادت ہے، شاید اچھا نہ ہو۔ الحمدللہ کہ اس حدیث کا سرِ دقیق جس کی ابھی تقریر کی گئی ہے، قلب میں فائز ہوا۔ اور یہ شبہ بالکل دفع ہو گیا۔ پھر اس حدیث پر نظر پڑنے سے اس کی اور تائید ہوگئی، اور حدیث میں زیادہ غور کرنے سے مقبولان الٰہی کی بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ ان کی طلب رضاء مثل طلب رضائے حق تعالیٰ کے ہے۔

حدیث: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بہت سے (بندگان خدا) ایسے ہیں کہ بال بھی گرد آلود، بدن بھی گرد آلود (کیونکہ اتنا سامان نہیں کہ بال اور بدن کی خدمت کر سکیں)۔ دو پرانی چادر والے (کہ ایک باندھیں، ایک اوڑھیں)، اور کوئی ان کی ذرہ بھی پرواہ نہ کرے۔ (مرتبہ اتنا بڑا) کہ اگر خدا پر قسم کھا بیٹھیں (اس طرح کہ واللہ تعالیٰ یوں کرے گا)۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم سچی کر دے گا۔ (یعنی وہ کام اسی طرح کر دیں)۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۹)۔

فائدہ: فضیلت اولیاء اللہ۔ بعض ناواقفوں کا زعم ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ ہیئت منافی کمال نہیں ہے جیسا اہل کبر اس ہیئت کو حقیر سمجھتے ہیں۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ ﷺ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں۔ سو مجھ کو یاد نہیں رہتیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اپنی چادر پھیلا! میں نے پھیلا دی (آپ ﷺ نے اس میں کچھ پڑھ دیا۔ میں نے اس کو اپنے سینہ سے لگا لیا، جیسا مسلم کی روایت میں آیا ہے)۔ پھر اس کے بعد میرے سامنے بہت سی حدیثیں فرمائیں۔ سو میں کوئی بات نہیں بھولا، جو میرے سامنے بیان فرمائیں۔ (بخاری و مسلم و ترمذی) اور یہ الفاظ ترمذی کے ہیں۔ (تیسیر ص ۳۵۹)

فائدہ: متفرقات تصرف فی القلب۔ حدیث کی دلالت اس پر ظاہر ہے اور یہ چادر پر کچھ پڑھ دینا، اس تصرف کا ایک طریق تھا بعض مشائخ کے یہاں۔ بعض تصرفات نافعہ فی القلب کا معلوم ہے مثل احکام ذکر یا توجہ بخشی وغیرہ کے۔ پس ایسے تصرفات اگر محتمل فتنہ نہ ہوں مشروع ہیں، گو بتصریح اکابر کمال مقصود نہیں۔

حدیث: عامر بن سعد نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی معاویہ میں تشریف لائے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھی۔ اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور اپنے پروردگار سے بڑی دیر تک دعا کی۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے تین دعائیں مانگیں۔ سو دو تو منظور کیں اور ایک نامنظور کی۔ میں نے یہ دعا کی کہ میری امت کو قحط عام سے ہلاک نہ کرے سو اس کو منظور فرمایا (چنانچہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تمام امت قحط سے مرجاتی)۔ اور میں نے یہ دعاء کی کہ میرے امت کو غرق سے ہلاک نہ کرے۔ اس کو بھی منظور فرمایا چنانچہ غرق سے بھی کبھی تمام اُمت ہلاک نہیں ہوئی اور میں نے یہ دعا کی کہ ان میں باہم جنگ وجدل نہ ہو اس کو نامنظور فرمایا۔ (چنانچہ جنگ وجدل و نا اتفاقی ہونا ظاہر ہے)۔ (مسلم) (تیسیر ص ۳۶۳)۔

فائدہ: اکثر لوگ اجابت دعاء کو لازم ولایت سے سمجھتے ہیں اور اس اعتقاد پر کثرت سے مفاسد علمیہ و عملیہ مرتب ہوتے ہیں۔ اس اعتقاد کا غلط ہونا حدیث سے ظاہر ہے۔

حدیث: حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے بغض مت کرنا کہ دین سے جدا ہو جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! بھلا آپ ﷺ سے کیونکر بغض کر سکتا ہوں۔ حالانکہ آپ ﷺ کی بدولت تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہدایت کی آپ ﷺ نے فرمایا، اس طرح کہ تم عرب سے بغض کرنے لگو تو مجھی سے بغض کیا۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۶۵)۔

حدیث: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے پاس اویسؓ بن عامر آدیں گے (جن کو اویس قرنی کہتے ہیں) اور اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ ارشاد ہوا کہ اگر تم سے ممکن ہو کہ وہ تمہارے لئے استغفار کریں تو ضرور ایسا (اہتمام) کرنا۔ (مسلم) (تیسیر ص ۳۶۵)۔

فائدہ: کبھی پیر کو مرید سے نفع ہو جاتا ہے۔

حدیث: مسیب بن حزنؓ سے روایت ہے کہ ابوطالب کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی کہ (یارسول اللہ ﷺ) آپ ﷺ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں ہدایت دے دے۔ (نسائی) (تیسیر ص ۳۶۶)۔

فائدہ: اصلاح متصرف مختار نبودن کاملین۔ بہت لوگ اس غلطی میں مبتلاء ہیں۔ تصرفات کو مطلقاً کاملین کے اختیار میں سمجھتے ہیں۔

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ احد ایسا پہاڑ ہے اس کو ہم سے محبت ہے اور ہم کو اس سے محبت ہے۔ (بخاری و مسلم) (تیسیر ص ۳۷۱)۔

حدیث: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج شب کو میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور ایک روایت میں ہے کہ میرا رب میرے پاس ایک اچھی صورت میں آیا۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۷۵)۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ قیامت کے روز بعض لوگوں سے فرماویں گے کہ میں بیمار ہوا، تو نے میری عیادت نہیں کی وہ عرض کرے گا کہ اے پروردگار میں تیری عیادت کیسے کر سکتا ہوں؟ آپ تو رب العالمین ہیں۔

حدیث: ارشاد ہوگا کہ تجھ کو خبر نہیں ہمارا افلانا بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ تجھ کو خبر نہیں، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھ کو اس کے پاس پاتا۔ پھر اسی طرح حدیث میں کھانا مانگنے کا اور پانی مانگنے کا ذکر آیا ہے (یعنی ارشاد ہوگا کہ ہم نے تجھ سے کھانا مانگا، پانی مانگا۔ وہ بندہ وہی عرض کرے گا اور وہی جواب ملے گا)۔ اور ان دونوں میں جواب یہ ہے کہ تو اس کو میرے پاس پاتا۔ (مسلم) (تیسیر ص ۳۷۷)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے اس حدیث میں جس سات شخصوں کا ذکر ہے جن کو حق تعالیٰ قیامت میں عرش کا سایہ دیں گے۔ یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان میں سے وہ دو شخص بھی ہیں جن میں محض اللہ کے لئے باہم محبت ہے۔ اسی کو لئے ہوئے ملتے ہیں اور اسی کو لئے ہوئے جدا ہو جاتے ہیں۔

حدیث: حضرت عاصم احول سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ چوبیں حضرت انسؓ کے پاس دیکھا۔ اور اس میں دراڑ پڑ گئی تھی۔ آپ نے اس میں چاندی کا پترا لگوالیا تھا (ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے وہ پیالہ دیکھا تھا اور اس میں لوہے کا حلقہ تھا۔ حضرت انسؓ نے (اس کی زیادت احترام کے لئے) یہ چاہا کہ اس کی جگہ چاندی یا سونے کا حلقہ لگوالیں۔ (اور استعمال میں اس کو ہاتھ اور منہ سے الگ رکھتے)۔ ابوطلحہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنوائی ہوئی چیز کو مت بدلو۔ سو حضرت انسؓ نے اسی حالت پر چھوڑ دیا۔ (بخاری)

حدیث: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کچھ عرصہ عطیہ دیتے ہیں عرض کرتا کہ ایسے شخص کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ اس کا حاجت مند ہو۔ آپ ﷺ فرماتے کہ اس کو لے لو اور جو مال بھی اس قسم کا تمہارے پاس آوے، اس طرح کہ نہ تو تم اس میں کسی کے دست نگر ہو اور نہ کسی سے سوال کیا ہو تو تم اس کو لے لو اور اپنی ملک بنالو۔ پھر اگر چاہو تو کھاؤ اور اگر چاہو خیرات کرو۔ اور جو نہ آوے تو اپنے نفس کو اس کے پیچھے مت ڈالو۔ حضرت سالم کہتے ہیں کہ اسی لئے حضرت عبداللہ کا معمول تھا کہ نہ تو کسی سے کچھ مانگتے تھے اور نہ آئی ہوئی چیز کو پھیرتے تھے۔ (بخاری و مسلم و نسائی) (تیسیر ص ۳۹۶)

حدیث: حضرت ابن عمرؓ سے ابن صیاد کے قصہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا، تجھ کو کیا نظر آتا ہے؟ کہنے لگا میرے پاس کبھی سچا خبر دینے والا آتا ہے اور کبھی جھوٹا (یہ آنے والے شیاطین تھے)۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تجھ پر امر واقعی مشتبہ کیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک بات دل میں چھپالی ہے (بتلا کیا ہے؟ اور روایات میں آیا ہے) کہ آپ ﷺ نے یہ آیت دل

میں سوچ لی، یوم تاتی السماء بدخان مبین. ابن صیاد نے کہا وہ درخ یعنی دخان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ذلیل وخوار رہ تو اپنے اس حیثیت سے آگے نہ بڑھے گا۔

(بخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی) (تیسیر ص ۴۱۳)۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ اہل باطل کو کشف کائنات واشراف خاطر ہوسکتا ہے لوگ دھوکہ میں ہیں۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگوں نے کوئی شہر ایسا سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں ہے اور ایک جانب سمندر میں؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں! سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک کہ اس شہر پر ستر ہزار بنی اسحاد جہاد نہ کریں گے۔ اور یہ لوگ جب وہاں آکر اتریں گے تو نہ ہتھیار سے لڑیں گے اور نہ تیر پھینکیں گے، صرف زبان سے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر. پس (اس کے اثر سے) اس شہر کی وہ جانب گر پڑے گی جو سمندر میں ہے۔ پھر دوبارہ کہیں گے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر. سواس کی دوسری جانب بھی گر پڑے گی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے (تیسیر ص ۴۱۴)

مسئلہ صحت اور صدور کرامات

حدیث: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب میری امت کے لوگ پندرہ کام کرنا شروع کریں گے، تو ان پر بلائیں نازل ہونے لگیں گی۔ اسی حدیث میں (ان پندرہ کاموں میں) یہ بھی ہے کہ گانے والی عورتیں اور بجانے کے ساز کا سامان کیا جاوے گا۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۴۱۵)

اصلاح حرمت سماع ورقص متعارف

حدیث: حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یاد رکھو! بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ سنورتا ہے، تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے، تمام بدن بگڑ جاتا ہے۔ یاد رکھو! کہ وہ قلب ہے۔ (بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد ونسائی) (تیسیر ص ۴۱۸)۔

اہل تصوف کے طریق کا بڑا مدار اصلاح قلب ہے

حدیث: حضرت ابومسعود بدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کے داموں سے (تنزیہا) اور زانیہ کی خرچی سے اور کاہن کے نذرانہ سے (تحریماً) منع فرمایا ہے۔ (بخاری ومسلم وترمذی ونسائی وابوداؤد) (تیسیر ۴۳۰)۔

فائدہ: بازاری عورتوں سے بے تکلف نذرانے لیتے ہیں۔ غیر مشروع تعویذ گنڈوں پر بھی روپے وصول کرتے ہیں۔

حدیث: حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص (زینت کے) لباس کو تواضع کی راہ سے چھوڑ دے گا، باوجودیکہ اس پر قادر ہو، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز برسر مجمع بلائیں گے۔ یہاں تک کہ اس کو اختیار دیں گے کہ ان ایمان کے جوڑوں میں سے جو چاہے پہن لے! ایمان کے جوڑوں کے معنی یہ ہیں کہ ایمان کے انعام میں جو جوڑے عطاء ہوں گے، جو بہ تفاوت کمال ونقصان ایمان متفاوت ہوں گے، مگر اس شخص کو گواپنے درجہ ایمان کے اعتبار سے اس کا مستحق نہ ہو، مگر اس تواضع کی بدولت اس کو ہر جوڑا کے لینے کا اختیار ہوگا واللہ اعلم)۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۴۳۸)۔

حدیث: حضرت ابورمثہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو سبز کپڑے دیکھے ہیں (یعنی لنگی اور چادر) (ترمذی وابوداؤد ونسائی) (تیسیر ص ۴۳۶)

حضرت ابو درداؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے ہم کو ایک کمبل بہت دبیز اور ایک لنگی موٹے کپڑے کی نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی دو کپڑوں میں وفات پائی ہے۔ (بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد ونسائی) (تیسیر ص ۴۳۷)

فائدہ: بعضے درویش اکثر احوال میں کمبل وغیرہ اوڑھتے رہتے ہیں اور احقر کے نزدیک عجب نہیں کہ ان کا لقب صوفی اسی سے ہوا ہو۔ گو اس میں دوسرے اقوال بھی ہیں کہ اگر یہ براہ تصنع وریاء نہ ہو تو یہ حدیث اس کا اصل ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا، ان کے جسم پر پورا لباس صوف کا تھا۔ پائجامہ بھی اسی کا اور کرتہ بھی اسی کا اور چادر بھی اسی کی اور ٹوپی بھی اسی کی۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۴۳۷)۔

حدیث: سہل بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور اسی حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ تم فلانے یہودی کے پاس جاؤ!

اور اس سے دینار کا آٹا خرید لو۔ حضرت علیؓ اس کے پاس آئے اور آٹا لیا۔ یہودی نے کہا آپؓ ان بزرگ کے داماد ہیں جو دعویٰ رسالت کا کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں! یہودی نے کہا اپنا دینار لے جایئے اور آٹا آپ کی نذر ہے۔ (ابوداؤد) (تیسیر ص ۴۳۸)

ف: عادۃ قبول ہدیہ بار عایت از کافر۔ بعض بزرگوں پر تشدد دین کا یہ بھی شبہ کہ اگر کوئی شخص کسی کی بزرگی یا کسی بزرگ کی طرف منتسب ہونے کے سبب سے کچھ خدمت یا رعایت بطیب خاطر کرے تو یہ دین فروشی نہیں ہے۔ یہ متشدد دین کے شبہ کا جواب ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے لہو و لعب کے طور پر جا رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شیطان ہے کہ ایک شیطان کے پیچھے جا رہا ہے۔ (ابوداؤد) (تیسیر ص ۴۴۱)

فائدہ: کبوتر کا شیطان فرمانا چونکہ اسی وجہ سے ہے کہ وہ سبب ہو گیا معصیت وغفلت کا۔

حدیث: ابو الطفیل سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو خفیہ باتیں کیا بتلایا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ بہت غضبناک ہوئے۔ اور فرمایا کہ کوئی بات خفیہ ایسی نہیں بتلائی جس کو اور لوگوں سے پوشیدہ رکھتے ہیں مگر بے شک مجھ سے چار باتیں ارشاد فرمائی تھیں (اور وہ باتیں دوسروں سے بھی پوشیدہ نہیں جیسا کہ ان باتوں کی تعیین سے ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔ بس اچھی طرح اختصاص کی نفی بھی ہو گئی۔ اس نے کہا کہ وہ باتیں کیا ہیں؟ فرمایا، ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو غیر اللہ کے واسطے ذبح کرے۔ آگے پوری حدیث ہے روایت کیا اسکو مسلم اور نسائی نے۔ اور رزین نے حضرت ابن عباسؓ سے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جو کسی اندھے کو راستہ بچلا دے (تیسیر ص ۴۴۲)۔

حدیث: حضرت علیؓ کو خفیہ تعلیم فرمایا گیا تھا۔ پھر ان سے آج تک اسی طرح چلا آتا ہے۔ اس دعوئی میں جو سرگوشی حضرت علیؓ سے منقول ہے وہ کسی امر انتظامی کے متعلق تھی نہ کہ علم تصوف کے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔ اور جو سینہ بسینہ چلی آئی ہے وہ نسبت باطنی ہے۔ جاہل درویشوں میں اور ان کے معتقدین میں غیر اللہ کے نذر کا مختلف طریقوں سے بہت رواج ہے۔ ذابح لغیر اللہ کا ملعون ہونا ایسے نذور کی حرمت کو بتلا رہا ہے۔ پس اس کے مذموم بلکہ شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، اے ابن آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرے سینے کو غناء سے بھر دونگا اور تیری محتاجی کو بند کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو تیرے دونوں ہاتھوں کو مشاغل و تعلقات سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو بند نہ کروں گا۔ (ترمذی)

حدیث: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنے قلب سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاوے، مگر حق تعالیٰ اہل ایمان کے قلوب کو اس کی طرف محبت اور مہربانی کے ساتھ متوجہ اور مطیع کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کی خیر اس کی طرف جلدی پہنچاتے ہیں۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۴۴۴)

حدیث: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسے قرآن پڑھنے میں کوئی (معتدبہ) نفع نہیں جس میں فکر نہ ہو اور ایسی عبادت میں جس میں معرفت نہ ہو۔ روایت کیا اس کو رزین نے (تیسیر ص ۴۴۴)

فائدہ: صوفیہ کے طریق کا مدار اعظم یہی فکر و معرفت ہے)

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے قبلہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا مجھ کو اسی وقت جب کہ تم کو نماز پڑھانا شروع کیا ہے، جنت اور دوزخ دکھلائی گئی کہ اس دیوار کی جانب میں ان دونوں کی صورت مثالیہ آ گئی تھی۔ سو مجھ کو آج کی برابر کبھی خیر اور شر نظر نہیں پڑا (کیونکہ جنت خیر الاشیاء اور نار شر الاشیاء ہے)۔ (بخاری) (تیسیر ص ۴۴۴)

اثبات عالم مثال

حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ارشاد فرماتے تھے کہ مجھ کو اتنا مت بڑھاؤ جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو بڑھا دیا (کہ

ان کو اللہ اور ابن اللہ کہنے لگے)۔ میں تو بندہ ہوں سو تم لوگ (مجھ کو) اللہ کا بندہ اور اللہ کا (عظیم الشان) رسول کہا کرو (کہ میرے سب فضائل اس عنوان میں داخل ہو گئے۔ اسی واسطے تفصیل فضائل کے وقت بھی ان ہی فضائل پر اقتصار کرنا واجب ہے۔ اس سے آگے کہ مرتبہ الوہیت ہے، تجاوز درست نہیں۔ (رزین) (تیسیر ص۴۴۶)۔

حدیث: حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص کو اپنے بھائی مسلمان کی ضروری مدح کرنا ہو، تو اس طرح کہنا چاہئے کہ فلاں شخص میرے گمان میں ایسا ہے آگے خدا کافی جاننے والا ہے اور خدا کے نزدیک کسی کے پاک ہونے کا دعویٰ نہ کرے اور یہ جو کہے گا کہ فلاں شخص میرے گمان میں ایسا ایسا ہے۔ وہ بھی اس شرط سے کہ اس کے علم میں بھی وہ شخص ایسا ہو۔ (بخاری ومسلم وابوداؤد) (تیسیر ص۴۴۶)۔

حدیث: حضرت اسید ابن حضیر سے روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے خوش مزاج تھے۔ وہ ایک بار لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اور ان کو ہنسا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوکھ میں ایک لکڑی جو آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی (ہلکے سے) چبھو دی۔ وہ شخص کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ کو بدلہ دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لے لو بدلہ؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کے بدن پر تو کرتہ ہے اور میرے بدن پر کرتہ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا قمیض مبارک بدن سے اٹھا دیا۔ وہ شخص آپ ﷺ سے لپٹ گئے اور آپ ﷺ کی کوکھ سے بوسہ دینے لگے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! بس میرا تو یہ مطلب تھا۔ (ابوداؤد) (تیسیر ص۴۴۶)۔

فائدہ: بعضے نافہم ولایت وکمال کے لئے یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ بالکل مردہ دل ہو جاوے اور اس میں کوئی عادت بشریہ نہ رہے۔ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خوش طبعی اگر اعتدال کے ساتھ ہو قولاً یا فعلاً اس طرح سے کہ نہ دوسرے کی تحقیر ہو نہ اس کو ایذاء، تو یہ منافی کمال اور بزرگی کے نہیں ہے۔

حدیث: اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ ایک عورت نے (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ نیک کام کونسا ہے جس میں ہم کو (اس آیت کی رو سے لا یعصینک فی معروف) آپ ﷺ کے حکم کے خلاف کرنا جائز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (وہ نیک کام یہ ہے) کہ تم نوحہ نہ کرو (یعنی نیک کام ترک نوحہ ہے اس کے خلاف کرنا یعنی نوحہ کرنا جائز نہیں)۔ اس عورت نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں خاندان نے میرے چچا کے مرنے میں (نوحہ کرنے میں) میری مدد کی تھی۔ (یعنی میرے ساتھ مل کر روئے تھے)۔ تو اس کا بدلہ اتارنا ضروری ہے (یعنی ایک نوحہ کی اجازت دے دیجئے، پھر اور جگہ نہ کروں گی)۔ آپ ﷺ نے انکار فرمایا۔ اس نے آپ ﷺ سے مکرر سہ کرر عرض کیا۔ اس بی بی کا قول ہے کہ آپ ﷺ نے ان کا بدلہ اتارنے کے لئے مجھ کو اجازت دے دی، مگر بعد میں اس وقت تک نہ ان کا بدلہ اتارنے میں روئی اور نہ کسی اور جگہ روئی۔ (ترمذی) (تیسیر ص۴۵۰)۔

فائدہ: بزرگوں کو بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض اوقات بظاہر کسی ناجائز نوکری کی یا اور کسی ایسے ہی امر کی اجازت دے دیتے ہیں، مگر درحقیقت اس کی اجازت مقصود نہیں ہوتی۔

حدیث: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شامیانہ عبدالرحمٰن کی قبر پر لگا دیکھا۔ آپ نے (خادم سے) فرمایا اے لڑکے! اس کو الگ کرو، ان پر تو ان کا عمل سایہ کر رہا ہے۔ (بخاری) (تیسیر ص۴۵۰)۔

حدیث: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کے پختہ بنانے والے سے اور اس پر عمارت بنانے سے اور اس پر بیٹھنے سے اور اس پر لکھنے سے اور اس پر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی) (تیسیر ص۴۵۲) اور ان پر عمارت بھی بناتے ہیں اور ان پر نوشتے لکھتے ہیں اور اہل تشدد دوسری بلا میں مبتلاء ہیں کہ حد سے زیادہ قبور کی تذلیل کرتے ہیں۔

حدیث: حضرت ابوبریدہ سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں کھجور کی رکھ دی جاویں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے ترجمۃ الباب میں (تیسیر ص۴۵۲)

حدیث: عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان العبد اِذَا وُضِعَ فی قبره وتولیٰ عنه اصحابه انه لیسمع قرع نعالهم اذا انصرفوا اخرجه الخمسة الا الترمذی

حدیث: عن ابی هریرهؓ قال قال رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم ان الحصاة لتنا شد اللہ الذی یخرجھا من المسجد لیدعھا (ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو (کنکریں مسجد میں بچھی ہوئی ہوتی ہیں، جیسے مسجد الحرام میں اب بھی ہیں، ان کنکریوں میں سے جب کوئی شخص کسی کنکری کو مسجد سے باہر لے جانا چاہتا ہے تو وہ کنکری خدا کا واسطہ دیتی ہے اس شخص کو جو اس کو مسجد سے باہر لے جاتا ہے کہ اس کو وہاں ہی رہنے دے۔ (تیسیر ص ۴۵۵)

فائدہ: سماع موتی یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ بعض نے اس حدیث سے اثبات کیا ہے۔

ف: مسئلہ شعور جمادات۔ اہل کشف کو جمادات کا شعور نطق مکشوف ہوا ہے۔ حدیث سے تاکید اس کی ظاہر ہے کہ اس کنکری میں اتنا شعور ہے جس سے اس کو باہر لے جانے کا ادراک ہوتا ہے، اور اتنا نطق بھی ہے جس سے وہ خدا کا واسطہ دیتی ہے اور صرف عن الظاہر کی کوئی دلیل نہیں۔

حدیث اول۔ طلق بن علی سے روایت ہے کہ ہم اپنی قوم کے فرستادہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ ہماری سر زمین میں ہمارا ایک عبادت خانہ مذہب عیسائی کا ہے (ہم اس کو مسجد بنانا چاہتے ہیں)۔ اور اس مقام پر برکت کے لئے چھڑکنے کو ہم نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے وضوء کا پانی مانگا۔ آپ ﷺ نے پانی منگایا، پھر وضوء کیا اور مضمضہ کیا، پھر وہ پانی ایک چھوٹے سے مشکیزہ میں بھر دیا۔ اور فرمایا جب تم اپنی سرزمین میں پہنچو تو اس معبد نصاریٰ کو توڑ ڈالنا اور اس جگہ یہ پانی چھڑک دینا اور اس کو مسجد بنا لینا۔ ہم نے عرض کیا کہ جگہ دور ہے اور گرمی سخت ہے اور پانی خشک ہوا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں اور پانی ملا کر بڑھا لینا کہ اس میں برکت ہی بڑھ جاوے گی۔ (نسائی) (تیسیر ص ۴۵۶)

حدیث دوم: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حلاق آپ ﷺ کے بال سر کے اتار رہا تھا اور آپ ﷺ کے اصحابؓ نے آپ ﷺ کو گھیر رکھا تھا۔ پس وہ آپ ﷺ کے ایک بال کا بھی کسی شخص کے ہاتھ سے باہر گرنا نہ چاہتے تھے۔ (یعنی کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آتا تھا (تیسیر ص ۴۵۷)۔

حدیث سوم: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیمؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (جب ان کے گھر تشریف لے جاتے) ایک چمڑہ کا بستر بچھا دیا کرتیں اور آپ ﷺ (گاہ گاہ) ان کے گھر قیلولہ فرمایا کرتے (یہ آپ ﷺ کے قریب کی کچھ رشتہ دار ہیں)۔ جب آپ ﷺ سو کر اٹھتے تو (اس بستر پر سے) آپ ﷺ کا پسینہ اور بال (جو سر وغیرہ کا ٹوٹ جاتا) جمع کر لیتی اور ایک شیشہ میں محفوظ رکھتیں۔ پھر اس کو مرکب خوشبو میں ملاتیں۔ جب حضرت انسؓ کی (کہ ام سلیم کے صاحبزادے ہیں) وفات قریب پہنچی تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ ان کے حنوط میں (جو کہ میت کے بدن اور کفن کو لگاتے ہیں) اس مرکب خوشبو میں سے ملایا جاوے (جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک تھا)۔ (بخاری و مسلم و نسائی) (تیسیر ص ۴۵۸)۔

فائدہ: رسم تحصیل تبرکات بزرگان دین کی تلبس کی چیزوں کی رغبت اور اہتمام اور ان سے برکت حاصل کرنا حیات اور موت میں بمقتضائے احادیث ثلٰثہ مشروع اور ثابت ہے۔

حدیث: حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ میں نے نجاشی رحمۃ اللہ علیہ شاہ حبشہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔ اور اگر میرے ساتھ یہ بکھیڑا سلطنت کا اور لوگوں کے کاموں کی ذمہ داری کا نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ ﷺ کی نعلین مبارک اٹھاتا۔ (ابوداؤد) (تیسیر ۴۵۹)

فائدہ: رسم خدمت کفش برداری۔ اکثر بزرگوں کی جوتیاں اٹھانا سعادت سمجھا جاتا ہے۔ حدیث سے اس کا مرغوب فیہ ہونا ظاہر ہے، لیکن اگر وہ مخدوم خود جزم کے ساتھ منع فرمادیں تو امتثال امر اس خدمت پر مقدم ہے اور خواہ مخواہ کا اصرار ان کو ایذاء پہنچانا ہے جو بہت ہی مذموم عمل ہے۔

حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے اس حدیث کے ضمن میں جس میں ہرقل شاہ روم کی گفتگو ابوسفیانؓ کے ساتھ منقول ہے (اور صحابہؓ کی جانب سے ہرقل کے ان اقوال پر انکار نہیں کیا گیا جن سے ان اقوال کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے)۔ یہ مضمون بھی مروی ہے ہرقل ابوسفیان سے کہتا ہے کہ میں نے تم

سے یہ سوال کیا کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے بعد اس کے قبول کرنے کے مسلمان ان کے دین سے ناخوش ہو کر مرتد ہوتا ہے؟ تم نے جواب دیا کہ نہیں۔ اور ایمان کی یہی کیفیت ہوتی ہے، جب اس کی تازگی قلوب میں رچ جاتی ہے۔ (بخاری و مسلم) (تیسیر ص۴۶۰)۔

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتداء اچھے خوابوں سے ہوئی۔ اور جو خواب دیکھتے تھے، مثل نور صبح کے اس کا ظہور ہو جاتا تھا اور خلوت آپ ﷺ کو پسند ہو گئی۔ پس غار حراء میں آپ ﷺ خلوت نشین ہوتے اور کئی کئی شب محض اس میں عبادت کیا کرتے اور گھر واپس تشریف نہ لاتے۔ اور اس کے لئے کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے۔ پھر حضرت خدیجہؓ کے پاس آ کر اتنی ہی مدت کے لئے اور سامان لے جاتے، یہاںتک کہ وحی آ گئی اور آپ ﷺ غار حراء ہی میں تھے۔

حدیث: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کے چہرے کے قریب ایک ایسی غیر مفہوم آواز سنائی دیتی جیسے شہد کی مکھی کی آواز ہوتی ہے۔ (ترمذی) (تیسیر ص۴۶۱)

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک روز کچھ کھجوریں لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان میں برکت کی دعا کر دیجئے! آپ ﷺ نے ان کو ایک جگہ جمع کر کے ان میں برکت کی دعاء کر دی۔ پھر فرمایا ان کو لو اور اپنے اس توشہ دان میں رکھ لو اور جب اس میں سے کچھ لینا ہو تو اس کے اندر ہاتھ ڈال کر لے لو۔ اور اس کو جھاڑو نہیں (یعنی خالی مت کرو)۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ سو میں نے اس میں سے اتنے وسق (ایک پیمانہ ہوتا ہے ساٹھ صاع کا) اللہ کی راہ میں دیئے اور ہمیشہ اس میں سے کھاتے کھلاتے رہے اور وہ میری کمر سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا، یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا دن ہوا تو وہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ اور مجھ کو بڑا رنج ہوا۔ (ترمذی) (تیسیر ص۴۶۵)

فائدہ: مسئلہ حقیقت دست غیب علاوہ کسب متعارف کے آمدنی تین قسم کی ہوتی ہے۔ ایک بطور خرق عادت کے جیسا حدیث میں ہے۔ دوسرے یہ کہ کوئی عمل پڑھا اور اس سے بدوں اس کے کہ ظاہر میں کوئی دینے والا ہو جیب میں یا تکیہ کے نیچے سے مثلاً روزانہ کچھ مل جایا کرے۔ تیسرے یہ کہ بندگان خدا اس کی کچھ خدمت کریں۔ تیسری قسم کو فتوحات کہتے ہیں اور دوسری کو عوام الناس دست غیب کہتے ہیں۔ اور یہ تحقیق کو پہنچ گیا ہے کہ ایسی رقم جن لاتے ہیں۔ خواہ دوسروں کے مال سے کہ چوری اور غصب ہے۔ اور یا اپنے مال سے سو وہ بھی اضطرار اور جبر ہے اور دونوں حرام۔ پہلی قسم البتہ دست غیب حلال ہے جو واقع میں نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہے۔

حدیث: مسور بن مخرمہ سے اس واقعہ کے متعلق کہ جب حضرت علیؓ نے دختر ابو جہل کے نکاح کا پیغام دیا تھا، روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا کہ بنی ہشام بن مغیرہ مجھ سے اس کی اجازت لینا چاہتے تھے کہ اپنی دختر کا علیؓ بن ابی طالب سے نکاح کر دیں۔ سو میں کبھی اجازت نہ دوں گا۔ پھر دوبارہ سہ بارہ کہتا ہوں کہ اجازت نہ دوں گا۔ ہاں اگر ابن ابی طالب کو یہ منظور ہو کہ میری دختر کو طلاق دے دیں، اور ان کی دختر سے نکاح کر لیں تو ایسا کریں۔ فاطمہؓ میرا لخت جگر ہے، جس بات سے اس کو بے چینی ہو گی، مجھ کو بھی ہو گی۔ اور جس بات سے اس کو اذیت ہو گی، مجھ کو بھی ہو گی۔

فائدہ: بعض روایات میں آپ ﷺ کا صریح ارشاد اس کے متعلق آیا ہے، مگر باوجود اس کے مصالح مذکورہ حدیث آپ ﷺ کو یہ نکاح ناگوار ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ [illegible] خصوصیت کی جگہ اسی قسم کے مصالح سے کسی امر مباح سے اظہار ناخوشی کے ساتھ اپنے مخصوصین کو روکا جاوے تو یہ تحریک حلال نہیں۔ بزرگوں سے بھی ایسے واقعات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

ثابت بن ضحاک سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے نذر کی تھی کہ فلاں جگہ میں ذبح کرونگا۔ وہ جگہ ایسی تھی جہاں اہل جاہلیت ذبح کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس جگہ میں کوئی بت وغیرہ تھا، جاہلیت کے بتوں میں جس کی عبادت ہوا کرتی ہو؟ اس شخص نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اس میں کوئی میلہ وغیرہ ہوتا تھا، ان لوگوں کے میلوں میں سے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر لو۔ (ابوداؤد) اس سے بزرگوں کے نام کے جانوروں کا حکم معلوم کرنا چاہئے۔

حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص چالیس روز تک اللہ کے لئے خلوص (کے ساتھ عبادت) کرے، علم کے چشمے اس قلب سے (جوش زن ہوکر) اس کی زبان سے ظاہر ہوتے ہیں۔(رزین)

مسئلہ: اثبات علم اسرار بزرگوں کے کلام میں منصوص ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض خاص بندوں کو بعض علوم وہ عطاء ہوتے ہیں جو نہ منقول ہیں نہ مکتسب ہیں۔ کبھی اس کو علم وہبی سے تعبیر کرتے ہیں، کبھی علم اسرار کہتے ہیں۔ اور خود ان سے اس قسم کے دقائق وحقائق منقول بھی ہیں جو ان سے پہلے کسی کی زبان سے نہیں نکلے۔ یہ حدیث ایسے علوم کی تحقیق اور اعتبار کی اصل ہے۔

حدیث: اسود سے روایت ہے، ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حلقہ میں حاضر تھے، اتنے میں حضرت حذیفہؓ آئے یہاں تک کہ ہمارے پاس آکر کھڑے ہوئے اور سلام کیا پھر فرمایا کہ ایسے لوگوں پر نفاق نازل ہو چکا ہے جو تم سے بھی اچھے تھے۔ ہم نے (تعجب سے) کہا کہ سبحان اللہ حق تعالیٰ تو یوں فرماتے ہیں کہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہیں (پھر وہ مسلمانوں سے اچھے کیسے ہوسکتے ہیں) اس پر حضرت عبداللہ نے تبسم فرمایا اور حضرت حذیفہ مسجد کی ایک جانب میں بیٹھ گئے۔ جب حضرت عبداللہ اور ان کے اصحاب منتشر ہوگئے۔

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی
بگذار تا بمیرد در ودو رنج خود رستی

وقیل فی الثانی

گفتگوئی عاشقاں درکار رب
جوشش عشق است نے ترک ادب

ابوملیکہؒ سے روایت ہے کہ میں نے تیس صحابیوںؓ کو دیکھا جو بدر میں شریک ہوئے تھے (جن کی بڑی فضیلت آئی ہے) سب کے سب اپنے متعلق منافق ہونے کا اندیشہ رکھتے تھے اور اپنے دین کے متغیر ہونے سے بے اندیشہ نہ تھے۔ حدیث سے صحابہ کا بھی یہی مذاق ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ خوف باعتبار مال کے ہے تب تو نفاق کا اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور اگر باعتبار حال کے ہے تو نفاق سے مراد بعض آثار نفاق ہیں جو من وجہ نفاق ایک درجہ ہے۔

حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مرکب پر سوار تھا آپ نے فرمایا۔ اے لڑکے اللہ تعالیٰ کا خیال رکھا کرو اس کو اپنے سامنے پاؤ گے اور اسی حدیث میں ہے کہ اگر تم سے ہوسکے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ جو یقین سے مقرون ہو عمل کرو تو ایسا ضرور کرو اور اگر یہ نہ کرسکو تو پھر نا گوار امور پر صبر کرنے میں بھی خیر کثیر ہے (رزین) (تیسیر ص ۴۵۸)

ف: عادۃ مراقبہ: حفظ اللہ کا جو مطلب ہے وہی حاصل ہے مراقبہ کا جو اہل طریق کے عادات لازمہ سے ہے۔ رہ گئی خاص ہیئت محفل اس کے راسخ ہونے کے لئے مقصود بالذات نہیں اس لئے اس ہیئت کے منصوص ہونے کی ضرورت نہیں۔

حدیث: حضرت زید سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھ کو بتلایئے کہ مقبول الٰہی اور غیر مقبول الٰہی کی کیا علامت ہے آپ نے فرمایا کہ یہ بتلاؤ کہ تم نے صبح کس حالت میں کی ہے میں نے عرض کیا کہ خیر اور اہل خیر سے محبت رکھتا ہوں اور اگر اس پر قدرت پاتا ہوں تو اس کے کرنے کو دوڑتا ہوں اور اگر وہ خیر میرے ہاتھ سے رہ جاتی ہے تو میں اس پر مغموم ہوتا ہوں اور اس کا مشتاق رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بس یہی علامت ہے مقبول کی اور اگر اس کے خلاف کے لئے تمہاری نسبت ارادہ ہوتا تو تم کو اسی کے لئے تیار کردیتے (یعنی ویسا سامان ہوجاتا) (ترمذی) (تیسیر ص ۴۸۵)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ (حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں) عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ بعض وسوسے ایسے آتے ہیں کہ کوئلہ ہوجاتا زیادہ محبوب معلوم ہوتا اس سے کہ اس کو زبان پر لاوے آپ نے (خوش ہوکر) فرمایا۔ اللہ اکبر اللہ کا شکر ہے جس نے شیطان کے فریب اور کوشش کو وسوسہ ہی تک رکھا (آگے نہیں بڑھنے دیا) (ابوداؤد) (تیسیر ص ۴۸۸)

باب ۷

تصوف کیا ہے؟

اس باب میں حضرت مولانا مسیح اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے افادات میں سے تصوف کی حقیقت اور تصوف کی اصطلاحات وعنوانات وغیرہ کے متعلق یہ حصہ مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے تصوف کا صحیح تعارف حاصل ہوگا اور تصوف کی اہمیت و فضائل اور طریق تربیت سے آگاہی ہوگی۔

حقیقت تصوف: شریعت کا وہ جز جو اعمال باطنی سے متعلق ہے تصوف وسلوک اور وہ جز جو اعمال ظاہری سے متعلق ہوتا ہے فقہ کہلاتا ہے اس کا موضوع تہذیب اخلاق اور غرض رضائے الٰہی ہے اور اس کے حصول کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا ہے۔ گویا کہ یہ تصوف دین کی روح ومعنی یا کیف وکمال کا نام ہے۔ تصوف کے اصول صحیحہ قرآن اور حدیث میں سب موجود ہیں۔ خشک علماء تو یہ کہتے ہیں کہ تصوف کوئی چیز نہیں۔ خالی صوفی یہ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں تو ظاہری احکام ہیں۔ تصوف علم باطن ہے ان کے نزدیک نعوذ باللہ قرآن وحدیث ہی کی ضرورت نہیں غرض دونوں فرقے قرآن وحدیث کو تصوف سے خالی سمجھتے ہیں۔ سلامتی قلب کے بغیر مال واولاد سب کو غیر نافع فرمایا ہے۔ ایمان وعقائد جن پر سارے اعمال کی مقبولیت منحصر ہے۔ قلب ہی کا فعل ہے مقصود دل کی اصلاح ہے۔ سبحان اللہ نبوی درس گاہ میں ایک اقامتی شعبہ ایسا بھی موجود تھا جس میں محبوب خدا وعاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزکیہ نفس واصلاح باطن کی عملی تعلیم وتربیت کے لئے ہر وقت موجود رہتے تھے اور اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔ جو فقہ کا کام کرنے میں منہمک ہو گئے۔ وہ فقیہ بن گئے اور جنہوں نے تزکیہ نفس واصلاح باطن کا شعبہ سنبھالا وہ مشائخ وصوفیاء مشہور ہوئے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی تعریف معرفۃ النفس مالھا وما علیھا منقول ہے یعنی نفس کے نفع اور نقصان کی چیزوں کو پہچاننا قلب میں جو جلا اور صفا پیدا ہوتا ہے اس سے قلب پر بعض حقائق کونیہ متعلقہ اعیان واعراض منکشف ہوتے ہیں ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں۔ بس اصل مقصود حق تعالیٰ کی رضا ہے۔ حضرت عوف ابن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ اور عرض کیا کہ کس امر پر آپ کی بیعت کریں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور احکام سنو اور مانو اس کو مسلم ابوداؤد ونسائی نے روایت کیا جس طرح فقہ میں چار سلسلہ ہیں فن تصوف میں بھی سلسلہ ہیں۔ جو شخص شیخ کی خدمت میں نہ پہنچ سکے وہ وہیں سے بذریعہ خط وکتابت یا بواسطہ شخص معتبر بیعت ہوسکتا ہے اور اس کو بیعت عثمانی کہا جاتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بموقع بیعت رضوان بعدم موجودگی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے بائیں ہاتھ پر داہنے دست مبارک کو رکھ کر فرمایا کہ میں نے عثمان کو بیعت کرلیا۔

گر ہوا ایں سفر داری دلا
دامن رہبر بگیر وپس بیا
بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت و نہ شد آگاہ عشق

چنانچہ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں۔ بھلا نری کتابوں سے بھی کوئی کامل مکمل ہوا ہے۔ موٹی بات ہے کہ بڑھئی کے پاس بیٹھے بغیر کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا۔

مراقبہ موت:

نزع کی حالت اور قبر میں سوال وجواب میدان حشر میں حساب وکتاب، حق تعالیٰ کے سامنے پیشی اور جواب دہ ہونا اور پل صراط پر سے گزرنا ان سب چیزوں کو سوچنا اور عہد کرنا کہ آئندہ کسی معصیت کے پاس نہ جاؤں گا۔ سلوک میں اول قدم ہے۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا او نشیند در حضور اولیاء
گلے خوشبوئے درحمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم
بد و گفتم کہ مشکی یا عبیری کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہم نشیں درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

کسی شیخ کامل سے تعلق اغلاط پر مطلع کرتا ہے۔

شیخ کامل کی پہچان:

حصول وازالہ کی تدبیر پر مہارت تامہ رکھتا ہو اگر طریقہ کو محض کتب تصوف دیکھ کر یا لوگوں سے سن کر بیٹھ گیا تو وہ مرید کے لئے مہلک ہے۔ (۱) دین انبیاء کا سا (۲) تدبیر اطباء کی سی (۳) سیاست بادشاہوں کی سی (۴) اہل علم وفہم اس کی طرف رجوع کرتے ہوں (۵) اس کی صحبت سے آخرت کی رغبت دنیا سے نفرت محسوس ہوتی ہو (۶) اس کے مریدین میں سے اکثر کی حالت شریعت کے مطابق ہو (۷) اس میں حرص وطمع نہ ہو (۸) خود بھی ذاکر وشاغل ہو (۹) مریدین کو آزاد نہ چھوڑے ان کی زیارت وخدمت کو کبریت احمر جانے۔ یہ اعتقاد رکھے کہ میرا مطلب اسی شیخ سے حاصل ہوگا جو ورد اور وظیفہ مرشد تعلیم کرے اس کو پڑھے مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہنا چاہئے اس کی طرف پیر نہ پھیلائے اگرچہ سامنے نہ ہو اگر کوئی شبہ ہو تو فوراً عرض کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مجاہدہ کی حقیقت:

مجاہدہ کی حقیقت نفس کی مخالفت کی مشق وعادت ایک حقوق جس سے قوام بدن اور بقائے حیات ہے دوسرے حقوق جو اس سے زائد ہیں سو مجاہدہ وریاضت میں حقوق کی تقلیل یا ترک کرایا جاتا ہے۔ حقوق کو ضائع نہیں کیا جاتا کہ یہ خلاف سنت ہے حدیث شریف میں ہے ان لنفسک علیک حقا یعنی بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے۔ کیونکہ اس سے ضعف بڑھ جاتا ہے اور صحت میں خلل پڑتا ہے پھر ضروری اشغال و عبادات سے بھی عاجز ہو جاتا ہے۔ منتہی کو معاصی کا تقاضا ہوتا ہے۔ مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے مگر مبتدی اور منتہی کے مجاہدہ میں بڑا فرق ہے۔ نیا گھوڑا بہت شرارت کرتا ہے۔ اور قابو سے باہر ہو جاتا ہے۔ منتہی وہ شخص ہے جو ایسے گھوڑے پر سوار ہے جو سواری میں شائستہ ہو چکا ہے اس کو زیادہ مشقت کا تو سامنا نہیں مگر ہوشیار بیٹھنے کی اس کو بھی ضرورت ہے۔ راحت و تنعم کی عادت نکالنا ہے اور اس کے لئے اتنا مجاہدہ کافی ہے جس سے نفس پر کسی قدر مشقت پڑے بہت زیادہ نفس کو پریشان کرنا اچھا نہیں۔ مجاہدہ جسمانیہ کے چار ارکان۔ (۱) قلت طعام (۲) قلت کلام (۳) قلت منام (۴) قلت اختلاط مع الانام۔ مثلاً کسی لذیذ چیز کو جی چاہتا تو فوراً اس کی خواہش کو پورا نہ کیا جائے بلکہ اسکی درخواست کو رد کر دیا جائے اور کبھی کبھی سخت تقاضے کے بعد اس کی جائز خواہش پوری کر دی جائے۔ کہ مزدور خوش دل کند کار بیش۔

مجاہدہ اجمالی

قلت کلام:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید یعنی وہ کچھ بات نہیں بولتا مگر اس کے نزدیک نگہبان تیار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صمت نجا یعنی جو چپ رہا اس نے نجات پائی۔ امام مالکؒ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ذکر اللہ کے سوا تم بہت کلام نہ کیا کرو اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ پس گناہ ایک بلا ہے اس پر تحقیر یا طعن مت کرو ترحم کے ساتھ نصیحت یا دعا کرو اور گناہ سے محفوظ رہنا ایک عافیت ہے اس پر عجب اور ناز مت کرو۔ یہ تقلیل کلام کا مجاہدہ تقلیل طعام و تقلیل منام دونوں مجاہدوں سے زیادہ مشکل ہے۔ ضروری کلام سوا اس کا ترک کرنا جائز نہیں۔ خریدار سے باتیں کرنا ضرورت میں داخل ہے۔

طریق علاج:

سوچیں کہ اس بات سے اللہ تعالیٰ ناخوش تو نہ ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی بات منہ سے گناہ کی نہ نکلے گی

بطبعم ہیچ مضمون بہ زیر لب بستن نمی آید
خموشی معنی دارد۔ کہ در گفتن نمی آید
سینہ ہارا خامشی گنجینۂ گوہر کند

یاد دارم از صدف ایں نکتۂ سر بستہ را

یعنی خاموشی سینوں کو حکمت کے موتیوں کا خزانہ بناتی ہے اور اس پوشیدہ نکتے کو میں نے سیپی سے سمجھا ہے۔ مسلمانوں کو غذا کی جگہ وہ چیز کافی ہو جائے گی جو اہل آسمان کو کافی ہو جاتی ہے۔ یعنی تسبیح وتقدیس بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے خلوت میں مدتوں کھانا نہیں کھایا۔ بھوکا رہنا یہ شرعی مجاہدہ نہیں اور بھوک کی جو فضیلت وارد ہے اس سے اختیاری بھوک مراد نہیں بلکہ غیر اختیاری مراد ہے۔ جو رات کو نماز زیادہ پڑھے گا دن میں اس کا چہرہ خوبصورت ہو جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یعنی جب تم میں سے کوئی شخص رات کو اٹھے پھر غلبہ نوم سے قرآن اس کی زبان سے صاف نہ نکلے اور کچھ خبر نہ ہو کہ کیا زبان سے نکل رہا ہے تو اس کو لیٹ جانا چاہئے۔ ایسا وقت نزدیک آنے والا ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کے لئے پہاڑیوں کی چوٹیوں اور بارش کے جمع ہونے کی جگہوں یعنی نالوں میں جب کہ وہ خشک ہو جائیں۔ اپنے دین کو لئے ہوئے فتنوں سے بھاگا بھاگا پھرے گا۔ انسان روح اور نفس سے ترکیب دیا گیا ہے اور اس کا ادراک بصیرت یعنی دل کی آنکھ کرتی ہیں۔ روح سے مراد وہ شے ہے جو حق تعالیٰ کے الہام اور القاء سے اپنی اپنی استعداد کے موافق اشیاء کی معرفت اور ادراک حاصل کرتی ہے۔ اول قوت علم اس کا اعتدال یہ ہے کہ انسان کے ذریعے سے اقوال کے اندر سچ جھوٹ میں امتیاز اور اعتقادات کے متعلق حق اور باطن میں فرق کر سکے اور اعمال میں اچھا اور برا پہچان سکے پس جس وقت یہ صلاحیت پیدا ہو جائے گی تو اس وقت حکمت کا ثمرہ پیدا ہوگا۔ قوت غضب اور قوت شہوت ان کا اعتدال اور حسن یہ ہے کہ دونوں قوتیں حکمت وشریعت کے اشارے پر چلنے لگیں اور مہذب اور مطیع شکاری کتے کی طرح شریعت کے فرماں بردار بن جائیں۔ کہ جس طرف بھی شریعت انکو چلائیگی بلا عذر بلا تامل اس جانب چلنے لگیں۔ اور جس طرف سے روکے فوراً رک جائیں۔ چہارم قوت عدل اس کا اعتدال یہ ہے کہ قوت غضب اور شہوت دونوں کی باگ اپنے ہاتھ میں لے اور ان کو دین اور عقل کے اشارے کے ماتحت بنائے رکھے۔ گویا شکاری مرد کے مہذب کتے ہیں یا فرماں بردار گھوڑے کی طرح ہیں کہ ان میں حاکم کا حکم اور ناصح کی نصیحت کا نفاذ اور اجراء ہوتا ہے۔ پس جس وقت یہ حالت قابل اطمینان اور لائق تعریف ہو جائے گی اس وقت انسان صاحب حسن خلق اور خوب سیرت کہلائے گا۔ اس قوت کے اعتدال کا نام شجاعت ہے اور یہی عنداللہ پسندیدہ ہے۔

قوت غضب:

اگر اس میں زیادتی ہوگی تو اس کا نام تہوار اور بے باکی ہوگا اور اگر کمی ہوگی تو بزدلی وجنبیت کہلائے گی حالت اعتدال یعنی شجاعت ضبط کا مادہ نیز ہر کام میں دوراندیشی اور وقار۔

قوت شہوت:

قوت شہوت کی حالت اعتدال کا نام پارسائی ہے پس اگر شہوت اپنے حد اعتدال سے بڑھ جائے گی تو حرص وہوا کہلائے گی حالت معتدل یعنی پارسائی اللہ پاک کو پسند ہے۔

قوت عقل: قوت عقل میں اگر اعتدال ہوتا ہے تو انسان مدبر اور منتظم اور ذکی اور سمجھ دار ہوتا ہے اس کی رائے (درست) ہوتی ہے۔

اخلاق حمیدہ

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے بندے وہ ہیں کہ نہ وہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل بلکہ اس کے بین بین حالت پر رہتے ہیں۔ جس طرح حسن ظاہری میں کمی وبیشی ہوتی ہے کوئی زیادہ خوبصورت ہے اور کوئی کم اسی طرح حسن باطنی میں بھی لوگ متفاوت ہوتے ہیں پس سب سے زیادہ حسین سیرت تو سرور عالم رسول مقبول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ کی شان میں یہ آیت کریمہ انک لعلیٰ خلقٍ عظیم نازل ہوئی ہے آپ کے بعد جس مسلمان کو آپ کے اخلاق کے

ساتھ جتنی مناسب ہوگی اسی قدر اس کو حسین سیرت کہیں گے۔

اخلاق سب فطری ہیں:

من اعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان

یعنی جس نے اللہ ہی کی رضا کے لئے دیا اور اللہ ہی کی رضا کے لئے روکا تو اس کا ایمان مکمل ہوا، اس میں اعطی اور منع دونوں کے ساتھ للہ کی قید ہے جس سے معلوم ہوا کہ سخاوت مطلقاً محمود نہیں نہ بخل مطلقاً مذموم ہے۔ انسان کو حسن اخلاق اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ اس کی تمام باطنی حالتیں قابل تعریف اور پسندیدہ ہوں۔

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم

اگر تو یہ چاہتا ہے کہ مقام قرب خداوندی میں مقیم ہو۔

نہ چیز بنفس خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم و یقین
تفویض و توکل و رضاء و تسلیم
خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ
دہ چیز بروں کن از درون سینہ

تو دس چیزوں کو اپنے سینے سے نکال دے۔

حرص امل و غضب و دروغ وغیبت
حسد و بخل و ریا و کبر و کینہ

جان تو کہ اگر سب متفق ہو جائیں اس پر کہ تم کو کچھ نفع پہنچا دیں ہرگز نہیں پہنچا سکتے مگر اس چیز کا جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اگر سب متفق ہو جائیں کہ تم کو ضرر پہنچائیں ہرگز ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر اس چیز کا جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے۔

ماہیت توحید:

یہ یقین کر لینا کہ بدون ارادہ خداوندی کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

طریق تحصیل:

مخلوق کے عجز اور خالق کی قدرت کو یاد کرنا اور سوچنا۔

اخلاص

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء** یعنی اور ان کو حکم نہیں ہوا مگر اس بات کا کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی خالص کرنے والے ہوں اس کے واسطے دین اور ہر طرف سے منہ پھیرے ہوئے ہوں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ان اللہ لا ینظر الیٰ صورکم واموالکم ولکن ینظر الیٰ نیاتکم و اعمالکم** یعنی حق تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کی طرف نظر نہیں فرماتے لیکن تمہاری نیتوں اور اعمال پر نظر فرماتے ہیں۔

ماہیت اخلاص:

اپنی طاعت میں صرف اللہ کے تقرب اور رضا کا قصد رکھنا۔

اخلاص کے فائدے

حدیث میں آیا ہے کہ میرا صحابی اگر آدھا سیر جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ دوسروں کے احد کے پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

توبہ کی حقیقت:

خطا کو یاد کر کے دل کا دکھ جانا اور اس کے لئے لازم ہے اس گناہ کا ترک کر دینا اور آئندہ کو پختہ ارادہ کرنا کہ اب نہ کریں گے اور خواہش کے وقت نفس کو روکنا توبہ کہلاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر زمین و آسمان کے برابر بھی گناہ لے کر میرے پاس آئیں اور مجھ سے مغفرت چاہیں تو میں سب کو بخش دوں گا اور گناہوں کی کثرت کی پرواہ نہ کروں گا۔ توبہ کے وقت یہ عزم پختہ ہو کہ اب یہ گناہ نہ کریں گے۔ اس طرح توبہ کر کے اگر سو مرتبہ بھی توبہ ٹوٹے تو کچھ پرواہ نہیں۔ مقبول اور اہل طاعت میں سے شمار ہوں گے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

سچی توبہ کے بعد اگر از خود پرانے گناہ یاد آ جائیں تو پھر تجدید توبہ کر کے کام میں لگ جاوے اس سے زیادہ کاوش کرنا غلو ہے۔

طریق تحصیل توبہ:

قرآن وحدیث میں جو وعید گناہوں پر آئی ہے ان کو یاد کرے اور سوچے اس سے گناہ پر دل میں سوزش پیدا ہوگی یہی توبہ ہے۔

حقیقت محبت:

طبیعت کا ایسی چیز کی طرف مائل ہونا جس سے لذت حاصل ہو محبت کہتے ہیں یہی میلان اگر قوی ہو جاتا ہے تو اس کو عشق کہتے ہیں۔ محبت عقلی مامور بہ ہے یہی افضل ہے۔

اسباب محبت:

حسن و جمال فضل و کمال یہ سب علیٰ وجہ الکمال خدا تعالیٰ ہی میں پائے جاتے ہیں تو جب تک یہ کمالات باقی ہیں اس وقت تک محبت بھی رہے گی اور محبوب حقیقی کے کمالات ختم نہیں ہو سکتے تو ان کی محبت بھی ختم نہ ہوگی۔

طریق تحصیل محبت الٰہی:

اللہ تعالیٰ کے کمالات واوصاف وانعامات کو یاد کرے اور سوچے احکام شرعیہ کی بجا آوری اور کثرت ذکر اللہ سے غیر اللہ کی محبت دل سے نکالے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسئلک النظر الی وجھک والشوق الی لقائک (رواہ نسائی) یعنی تجھ سے تیرے وجہ مبارک کی زیارت اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں۔

حقیقت شوق ابتدا میں محبت عشق کے رنگ میں ہوتی ہے اور بعد میں انس کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ ادب اور طاعات اور محبت کے جامع ہیں۔ یہ تو شرط ایمان ہے اور اس کا نام خوف عقلی ہے کہ تقاضائے معصیت کے وقت وعید اور عذاب خداوندی کو یاد کر کے سوچ سوچ کے گناہوں سے بچا جائے یہ درجہ فرض ہے۔ جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرنے لگتی ہے۔ فرمایا کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روتی ہوگی بجز اس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز کے دیکھنے سے رو کی رہی اور وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں پہرہ دیا اور وہ آنکھ جس میں خوف الٰہی کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آیا نیز مشکوۃ شریف کی ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ فضل و مغفرت اور نعمت و جنت کے انتظار میں قلب کو راحت پیدا ہونا حاصل کرنے کی تدبیر رجاء ہے۔

طریق تحصیل رجاء:

اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عنایت کو یاد کرے اور سوچا کرے۔

زہد کی حقیقت:

مثلاً دنیا کی رغبت علیحدہ کر کے آخرت کی رغبت کرنا زہد ہے۔

تشریح:

زہد کی اصل وہ نور اور علم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے قلب میں ڈالا جاتا ہے، جس کی وجہ سے سینہ کھل جاتا ہے اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا کا ساز وسامان مکھی کے پر سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ زہد کا ثمرہ یہ ہے کہ بقدر کفایت دنیا پر قناعت حاصل ہو۔ نفس کو خوب آرام سے رکھے اور اس سے کام بھی لے کہ مزدور خوش دل کند کار بیش رکن اول معرفت ہے۔ کہ حق تعالیٰ قدرت اور وجود اور حکمت میں وہ کمال رکھتا ہے، جس کی وجہ سے حمد کا مستحق ہے۔ دوسرا رکن حال توکل ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اپنا کام خدا کے حوالے کر دے اور قلب کو مطمئن رکھے کہ غیر اللہ کی طرف التفات بھی نہ کرے۔ تیسرا رکن اعمال ہیں۔ جاہلوں کا خیال ہے کہ توکل تو محنت و مزدوری اور کسب کو چھوڑ دینے کا نام ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ

رکھ کر بے کار بن کر بیٹھ جائے۔ اگر بیمار ہو تو علاج نہ کرے۔ بے سوچے سمجھے اپنے آپ کو خطرات اور ہلاکت میں ڈال دیا کرے کہ کہیں آگ میں گھس جائے اور کہیں شیر کے منہ میں ہاتھ دے دے، تب متوکل کہلایا جائے۔

طریق تحصیل توکل:

اس کی عنایتوں اور وعدوں اور اپنی گزشتہ کامیابیوں کا یاد کرنا اور سوچنا۔

حقیقت قناعت:

ترک کرنا شہوات کا طریق تحصیل قناعت مراقبہ فنائے عالم۔

حقیقت حلم:

نفس کا ناگوار بات پر بھڑکنے سے رکنا۔

طریق تحصیل حلم:

غصہ کا زائل کرنا اور غصہ کے علاج کو بار بار سوچنا۔

صبر

یعنی اے ایمان والو! صبر کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یعنی مؤمن پر تعجب ہے کہ اس کی ہر بات بہتر ہے۔

حقیقت صبر:

ناگوار بات پر نفس کو جمانا اور مستقل رکھنا، آپ سے باہر نہ ہونا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت میں اہل مصائب کو دیکھ کر اہل نعمت کہیں گے، کاش! ہماری کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں تاکہ آج ہم کو بھی یہ درجات ملتے جو اہل مصائب کو عطاء کئے گئے ہیں۔ نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنا انتقام خود لے لیتا ہے، تو حق تعالیٰ معاملہ اسی کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور جو صبر کرتا ہے، اس کی طرف سے حق تعالیٰ انتقام لے لیتے ہیں۔ مصیبت اور غم کے وقت زبان کو ''انا للہ'' کے ورد میں مشغول کیا جائے اور دل کو اس کے معنی کے تصور میں۔

شکر کی حقیقت:

نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سے سمجھنا جس کا اثر منعم سے خوش ہونا اور تعمیل حکم میں سرگرمی کرنا ہے۔ مثلاً آنکھ اللہ کی ایک نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور علم دین کی کتابوں کو پڑھے اور آسمان و زمین جیسی بڑی مخلوقات کا اس غرض سے مشاہدہ کہ عبرت حاصل ہو۔ کان ایک نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے کہ اس کو ذکر الٰہی اور ان باتوں کے سننے میں استعمال کرے جو آخرت میں نفع دیں۔ اگر کوئی حال بھی پوچھے تو شکایت کا کلمہ زبان سے نہ نکلنے پائے۔

صدق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یعنی مؤمن تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ پھر کچھ تردد نہیں کیا اور اپنی جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ پورے سچے ہیں۔

تشریح:

ولی کامل کو صدیق کہا جاتا ہے کیونکہ وہ تمام احوال وافعال میں مرتبہ رسوخ حاصل کر چکا ہے اور جس شخص کے احوال و کیفیات سنت کے مطابق ہوتے ہیں، اس کو صادق الاحوال کہتے ہیں۔

تفویض

تفویض کا مطلب یہ ہے کہ جب صبح کرو تو شام کے متعلق اپنے دل میں خیال نہ لاؤ اور جب شام کرو تو صبح کے متعلق اپنے دل میں خیال نہ لاؤ۔

حقیقت تفویض:

اپنے کو خدا کے سپرد کر دینا کہ جو وہ چاہیں تصرف کریں۔ اپنے لئے کوئی حالت تجویز نہ کرنا۔ تفویض کے معنی ترک تدبیر نہیں۔ جن امور میں تدبیر کا کچھ تعلق و دخل نہیں ان

میں تو ابتداء ہی سے تفویض و تسلیم اختیار کرے۔

زندہ کنی عطائے تو در بکشی فدائے تو

دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

یعنی زندہ کریں تو آپ کی عطاء ہے اور اگر موت دیں تو بھی آپ پر فدا۔ چونکہ جب دل ہی آپ پر آ گیا تو اب جو بھی آپ کی مرضی ہو تسلیم ہے۔

طریق تحصیل تفویض۔ جب کوئی خلاف طبع نا گوار واقعہ پیش آوے تو فوراً یہ سوچے کہ یہ حق تعالیٰ کا تصرف ہے، جس میں حکمت ضرور ہے اور مصلحت ہے۔ یہ حالت اہل اللہ کے لئے طبعی بن جاتی ہے۔

رضاء

یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا، اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

رضاء کی حقیقت۔ قضاء پر اعتراض نہ کرنا۔ نہ زبان سے نہ دل سے۔

تشریح۔ پس اگر الم کا احساس ہی نہ ہوتا تو رضائے طبعی ہے اور اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضائے عقلی ہے۔ اہل اللہ محض حکم کی وجہ سے اظہار عبدیت کے لئے دعا کرتے ہیں۔

حقیقت فناء:

معاصی کا ترک اور قلب سے حب غیر اللہ حرص طول امل کبر و عجب ریاء وغیرہ کا نکل جانا۔

تحصیل فناء:

مجاہدہ و کثرت ذکر حقیقت فناء الفاء اس فناء کا علم بعض اوقات نہیں ہوتا۔ یہ فناء الفناء ہے۔ افعال حسنہ کا طبعی بن جانا اور اخلاق حمیدہ میں ملکہ و رسوخ ہو جانا اور اسی کو بقاء بھی کہتے ہیں۔

حرص

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یعنی آدمی بوڑھا ہوتا رہتا ہے اور اس کی دو چیزیں بڑھتی رہتی ہیں۔ مال پر حرص کرنا اور عمر پر حرص کرنا۔ انسان کا طبعی خاصہ ہے کہ اگر اس کے پاس مال کے دو جنگل بھی ہوں، جن میں سونا چاندی پانی کی طرح بہتے ہوں، پھر بھی وہ تیسرے کا طالب ہوگا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، ام للانسان ما تمنیٰ، یعنی بھلا انسان کی ہر آرزو پوری ہو سکتی ہے۔ یعنی کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی حریص کو راحت نہیں مل سکتی۔

طریق علاج خرچ کو گھٹائے تا کہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو، اور آئندہ کی فکر نہ کرے کہ کیا ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، یعنی اور نفسانی خواہشات کی پیروی مت کرنا، اگر ایسا کرو گے تو خدا کے راستہ سے تم کو بھٹکا دے گی۔

علاج طمع:

اس کی جانی و مالی خواہشات و مرغوبات کو حق تعالیٰ کے مقابلے میں مغلوب رکھا جا سکے اور مجاہدہ نام ہے نفس کے تقاضوں کو روکنا۔ بتکلف ہو یا بلا تکلف۔

حقیقت غصہ خون قلب کا بدلہ لینے کے لئے جوش مارنا غصہ ہے۔

تشریح:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا پہلوان اور طاقت ور وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑے، بلکہ قوی اور پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حاکم کو چاہئے کہ غصہ کی حالت میں فیصلہ کبھی نہ کرے۔ بلکہ اس وقت مقدمہ کو ملتوی کر دے اور تاریخ بڑھا دے۔ ماتحتوں اور کمزوروں کو کسی جرم پر بھی سزا دینے میں جلدی نہ کریں۔ حدود شرعیہ سے تجاوز ہو گیا ہو تو اس سے معاف کرائیں۔ زبان سے اعوذ باللہ پڑھیں۔ اگر کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں۔ اور اگر بیٹھے ہوں تو لیٹ جائیں اور ٹھنڈے پانی سے وضو کر ڈالیں یا ٹھنڈا پانی پی لیں۔ اس شخص سے علیحدہ ہو جائیں۔

حقیقت حسد:

کسی شخص کی اچھی حالت ناگوار گزرنا۔ اور یہ آرزو کرنا کہ یہ اچھی حالت اس کی نہ رہے، یہ حسد ہے۔ یہ چاہنا کہ اس کے پاس بھی یہ نعمت رہے اور مجھے بھی ایسی ہی نعمت حاصل ہو جائے، تو یہ غبطہ اور رشک کہلاتا ہے۔ اور غبطہ شرعاً جائز ہے۔ حسد قلبی مرض ہے۔ حسد نیکیوں کو اس طرح جلا دیتا ہے، جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں کو جلا دیتی ہے۔ اور دنیا کا نقصان یہ ہے کہ حاسد ہمیشہ رنج و غم میں مبتلاء رہتا ہے۔

بخل

یعنی کنجوس اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، دوزخ سے قریب ہے۔

حقیقت بخل:

جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروتاً ضروری ہو، اس میں تنگ دلی کرنا بخل ہے (رواہ ترمذی)۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس مال کے ذریعے سے آدمی اپنی آبرو کو بچائے وہ بھی صدقہ ہے۔ مثلاً کسی مال دار کو اندیشہ ہو کہ یہ شاعر یا ڈوم یا ہیجڑا یا بہروپیا، تیری ہجو کرے گا۔ اور اگر اس کو کچھ میں دے دوں گا تو اس کا منہ بند ہو جائے گا۔ کچھ دے دینا بہتر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص مرتے وقت اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند نہ کرے وہ جہنمی ہے۔

طریق علاج:

مال کی محبت کو دل سے نکالنا بذریعہ کثرت یاد موت۔

نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ بندوں کو جزاء و سزا اور انعامات فرمائے گا، تو ریاء کاروں کو حکم دے گا کہ انہیں کے پاس جاؤ جن کے دکھلانے کو تم نمازیں پڑھتے تھے اور عبادتیں کیا کرتے تھے۔

طریق علاج: جس عبادت میں ریاء ہو اس کو کثرت سے کریں۔ پھر نہ کوئی التفات کرے گا نہ اس کو یہ خیال رہے گا۔ وہ چند روز میں ریاء سے عادت، پھر عادت سے عبادت اور اخلاص بن جائے گی۔

حقیقت عجب:

اپنے کمال کو اپنی طرف نسبت کرنا اور اس کا خوف نہ ہونا کہ شاید سلب ہو جائے، یہ عجب ہے۔

حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور اتراتا ہوا چلتا ہے، وہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضب ناک ہوگا۔ (مسند احمد)

طریق علاج:

غور سے اپنی لغزش اور کوتاہی، ظاہری و باطنی دیکھے تاکہ اپنی بزرگی اور کمال کا گمان پیدا نہ ہو۔

تکبر

ارشاد خداوندی ہے، انه لا یحب المستکبرین.
یعنی تحقیق اپنی بڑائی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خر دل من کبر. جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

حقیقت کبر:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کبریائی میری چادر ہے۔ پس جو شخص اس میں شریک ہونا چاہے گا، میں اس کو قتل کر دوں گا۔ دوزخ میں اس قسم کے آتشیں صندوق ہیں جن میں متکبروں کو بند کر دیا جائے گا۔

علاج کبر:

اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرے تاکہ اپنے کمالات ہیچ نظر آویں۔

طریق علاج اکبر

حدیث شریف میں الحب لله و البغض لله کا امر ہے۔ جس شخص سے کینہ ہو اس شخص کا قصور معاف کر دینا اور اس سے میل جول شروع کر دینا گو بتکلف ہی ہو۔

حب جاہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یعنی، وہ جو دارالآخرت ہے۔ ہم اس کو انہیں لوگوں کے لئے کریں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے۔ اور نہ اودھم مچانا اور انجام کار متقیوں ہی کے لئے ہے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یعنی دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے گلہ میں چھوڑ دیئے جائیں، تو وہ اس گلہ کو اتنا تباہ نہیں کرتے جتنا آدمی کی حرص مال پر اور جاہ پر اس کے دین کو تباہ کر دیتی ہے۔

حقیقت حب جاہ:

لوگوں کے دلوں کے مسخر ہونے کی خواہش کرنا تاکہ اس کی تعظیم اور اطاعت کریں۔ مشہور آدمی کے حاسد بہت پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہاں جب حق تعالیٰ کی طرف سے بدون طلب کے جاہ حاصل ہو وہ نعمت ہے۔

طریق علاج:

یوں سوچے کہ نہ تعظیم و اطاعت کرنے والے رہیں گے اور نہ میں رہوں گا۔

حب دنیا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور ۔ یعنی! اور نہیں ہے زندگانی دنیا، مگر دھوکے کی ٹٹی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! الدنیا سجن المؤمن و جنۃ الکافر. یعنی دنیا مؤمن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! حب الدنیا راس کل خطیئۃ. یعنی دنیا کی محبت تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ اور جڑ یعنی اصل مرض ہی بقیہ امراض کا سبب ہوا کرتی ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

پانی کشتی سے باہر اور نیچے رہے تو معین اور مددگار رہتا ہے۔ اور اگر کہیں پانی کشتی کے اندر آ جائے تو کشتی کو ڈبو دیتا ہے۔ اسی طرح مال ہے کہ اگر قلب سے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو معین ہے، اور اگر قلب کے اندر اس کی محبت ہے تو مہلک ہے۔ یہ بھی تجربہ ہے کہ سانپ جس قدر خوبصورت ہوتا ہے، اسی قدر زہریلا ہوتا ہے۔ اسی لئے حقیقت شناس اس کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتے۔ مثال زندگی جیسے کوئی سوار راستے میں جا رہا ہو......اور کسی درخت کے سائے میں ستانے کے لئے ٹھہر جائے اور ستا کر اپنی راہ لے۔

طریق علاج:

موت کو کثرت سے یاد کرتے رہنا مرنے سے پہلے اپنے اندر مرنے والوں کے اوصاف پیدا کرو۔

وصول الی اللہ کے تین طریقے ہیں

اول اطول ہے۔ یہ ہے کہ کثرت صوم وصلوٰۃ قرأت قرآن پاک وحج وجہاد وغیرہ کرنا۔ یہ طریق اخیار کا ہے۔ دوم اوسط۔ مجاہدہ اور ریاضت اخلاق ذمیمہ کے ازالہ اور اخلاق حمیدہ کی تحصیل میں مشغول ہونا اور اکثر اسی طریق سے واصل ہوتے ہیں۔ یہ طریق ابرار کا ہے۔ سوم اقل واقرب۔ صرف ذکر، فکر، شکر اور درد و شوق و اشتیاق ان کا کام ہوتا ہے۔

باب الخواطر یعنی خیال وسوسہ

بندہ کے دل پر جو خطاب گزرتا ہے، اسے خاطر کہتے ہیں۔ وہ کبھی خیر ہوتا ہے، کبھی شر ہوتا ہے۔ خیر کا دل میں واقع ہونا کبھی من جانب اللہ ہوتا ہے، کبھی من جانب فرشتہ، جس کا نام ملہم ہے۔ اور کبھی من جانب الشیطان، کبھی نفس کی طرف سے۔ جو شر اس طرح وارد ہو کہ نہایت مضبوط ہو اور ایک حالت میں جما رہے، نفس نہایت شدت سے اس کے کرنے پر بے قرار ہوتا ہو، تدابیر کرتا ہو، مگر کسی طرح دفعہ نہیں ہوتا، وہ شر من جانب اللہ ہے۔ گریہ وزاری رکھے اور اس قدر شدت نہ ہو، مگر ایک حالت پر رہے، وہ نفس کی جانب سے اور اگر کسی

گناہ کے بعد خطرۂ شر قوت کے ساتھ پیدا ہو، تو وہ من جانب اللہ عاصی کی اس گناہ کی ظلمت کی سزا میں ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان آدم کی اولاد کے قلب پر ٹیک جما کر بیٹھتا ہے۔ جب اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اور جب اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو وسوسے ڈالتا ہے۔ جس طرح کہ شیطان کو خطرہ یعنی آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔ نفس کی جانب سے اس کا سبب عبدیت اور عجز کا نہ ہونا تھا۔ قلبی مشاہدہ نہ تھا، کیونکہ بعد مشاہدہ حجت کا پیش کرنا نہیں ہوتا، بلکہ تعمیل میں تسلیم و رضاء ہوتی ہے۔ یہ کیف و الم مشاہدے سے قبل ہی ہوا کرتے ہیں۔ علامات فرق درمیان خیر من جانب اللہ تعالیٰ و ملک ملہم قوت اور صمیم قلب کے ساتھ وارد ہو کہ اس پر بلا عمل کئے چین نہیں آتا، وہ من جانب اللہ ہے۔ جو خطرۂ خیر اس طرح وارد ہو کہ اس سے نشاط بلا خود ہو اور عجلت بلا رکاوٹ ہو اور عمل بلا نظر انجام ہو، وہ من جانب الشیطان ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ عجلت من جانب الشیطان ہے، مگر پانچ مواقع میں نکاح باکرہ، ادائے قرض، تجہیز میت، اطعام مہمان، توبہ از گناہ، حدیث شریف میں ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے قلب کی بائیں جانب بیٹھ جاتا ہے اور فرشتہ اس کے قلب کی داہنی جانب پر۔ اور وہ دونوں اس کو اپنی اپنی طرف بلاتے ہیں۔

تنبیہ:

توجہ اور ذکر اور لاحول کا ورد کفایت کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے جب وساوس کے آنے پر اپنا حال ذکر کیا کہ یا رسول اللہؐ! ایسے وسوسے آتے ہیں کہ اس سے تو ہمارا جل کر کوئلہ ہو جانا اچھا ہے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ذلک صریح الایمان۔ یہ کھلی ہوئی ایمان کی دلیل ہے۔ چور وہیں آتا ہے جہاں کچھ ہوتا ہے۔ البتہ ہوائے نفس اس پر غیظ و قہر کی ضرورت ہے۔ اول شہوت سے روکنا۔ جیسے کہ چوپایۂ شہ زور کا جب چارہ روک دیا جاتا ہے، یا کم کر دیا جاتا ہے تو نرم پڑ جاتا۔

دوم عبادت کا بوجھ اس پر لادنا۔ جس طرح گدھا، کہ جب اس کو چارہ کی کمی کے ساتھ بوجھ زیادہ لادا جاتا ہے تو پست و تابع اور منقاد ہو جاتا ہے، دولتی نہیں پھینکتا۔ اسی طرح نفس پر عبادات نافعہ کا بوجھ ڈالا جائے تو وہ رام ہو جاتا ہے۔

تنبیہ:

حقیقت نفس انسان کے اندر ایک قوت ہے، جس سے کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے۔ اسی کا نام نفس ہے، خواہ وہ خواہش خیر ہو یا شر۔ اور یہ نفس تین طرح پر ہے۔

نفس لمارہ یہ ہے کہ اکثر شر کی خواہش کرے اور نادم بھی نہ ہو۔

لوامہ:

شر کی طرف خواہش کرے اور نادم ہو۔

مطمئنہ:

بیش از بیش خواہش خیر کی کرے۔ اس کو مطمئنہ کہتے ہیں۔

تنبیہ

خیال کی قسمیں اور ان کا حکم۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے ان کے خیالات سے تجاوز فرمادیا ہے۔ خیال کے مراتب پانچ ہیں۔ ایک ہاجس، دوسرا خاطر، تیسرا حدیث النفس، چوتھا ہم، پانچواں عزم۔ پس جب کوئی بات قلب میں ابتداء ہوئی اور اس نے نفس میں کوئی حرکت نہیں کی، اس کو ہاجس کہتے ہیں۔ پھر اگر اس شخص کو توفیق ہوئی اور اول ہی سے اس کو دفع کر دیا، تو وہ مابعد کے مراتب کی تحقیق کا محتاج نہ ہوگا۔ اور اگر وہ نفس میں دورہ کرنے لگے، یعنی وقوع ابتدائی کے بعد اس کے نفس میں اس کی آمد و رفت ہونے لگے، مگر اس کے کرنے نہ کرنے کا کوئی منصوبہ نفس نے نہیں باندھا، اس کو خاطر کہا جاتا ہے۔ اور جب نفس کرنے نہ کرنے کا برابر درجے میں منصوبہ باندھنے لگا، اور کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہوئی، اس کو حدیث نفس کہتے ہیں۔ سو یہ

تین درجے ایسے ہیں کہ ان پر نہ عتاب ہے اور نہ ثواب ہے۔ اگر خیر میں ہے، پھر جب اس فعل کو کرلیا، تب اس فعل پر عتاب یا ثواب ہوگا۔ اور ہاجس اور خاطر اور حدیث نفس جب فعل کا رجحان قوی ہوگیا، یہاں تک کہ جازم مصمم بن گیا، اس کو عزم کہتے ہیں۔ اس پر ثواب ہوتا ہے اگر خیر میں ہے، اور عتاب ہوتا ہے اگر شر میں ہے۔

علامات حصول نسبت مع اللہ

معنی تعلق کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تعلق بندے کے ساتھ رضا کا ہو۔ اور بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ دوامِ طاعت کثرتِ ذکر، مع ملکۂ یادداشت۔ جس کی علامت یہ ہے کہ طاعات وعبادات کی طرف ایک اضطرابی رغبت ہوتی ہے اور معصیت ظاہری و باطنی سے ایسی نفرت ہو جیسے پیشاب پاخانہ سے ہوتی ہے۔ اور اتباعِ سنت کا بکمال اہتمام ہو۔

تنبیہ

عبادات میں نماز ایسی عظیم عبادت ہے کہ اگر اس کو پورے اہتمام آداب وشرائط کے ساتھ ادا کیا جائے تو کسی دوسری مستقل ریاضت کی ضرورت نہیں۔ اس میں ذکر، شغل، مراقبہ اور مثل تسبیحات، استغفار، درود شریف وغیرہ سب جمع ہے۔ اس میں ذکر کا ہونا کلام پاک کی تلاوت ہے، جو جامع اذکار ہے۔ اور شغل بحالتِ قیام سجدہ کی جگہ نظر کا جمانا، بحالتِ رکوع قدم پر نگاہ رکھنا، بحالتِ سجدہ بنی پر نگاہ رکھنا، بحالتِ جلسہ وقعدہ گود پر نگاہ جمانا، بحالتِ سلام دائیں بائیں کندھے پر نگاہ رکھنا۔ مراقبہ بحالت تحریمہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں، احسان کہلایا۔ غرض نماز کو اس کے آداب ومستحبات اور شروط کے ساتھ ادا کرنے سے راہ سلوک اور اس کا انتہائی درجہ مقام احسان حاصل ہوسکتا ہے، اور لطائف ستہ کے آثار ظہور کرسکتے ہیں۔ نفس مطمئنہ کی غذا معاصی سے قرار نہ پکڑنا ہے۔ قلب کی غذا ذکر ہے، روح کی غذا حضوری ہے۔ سر کی غذا انکشاف حقائق ہے، خفی کی غذا شہود وفناء ہے، اخفی کی غذا افناء الفناء ہے۔

سیر الی اللہ

یہ ہے کہ امراض نفسانیہ جو کہ اخلاق رذیلہ ہیں ان سے نفس کا پاک ہونا جس کو تزکیۂ نفس کہتے ہیں، جس کا ذکر آیت **قد افلح من زکّٰھا۔**

سیر فی اللہ

تنبیہ: شیخ مرید کو سیر الی اللہ کے مرتبے پر پہنچنے کے بعد ہی مجاز بیعت کردیتا ہے اور کبھی سیر فی اللہ کے حصول کا انتظار کرتا ہے۔ یہ مرید کے حال اور شیخ کے ذوق پر منحصر ہے۔

ایک شخص طواف کرتا جاتا تھا اور کہتا تھا، اے اللہ! میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ کسی نے دریافت کیا، کہنے لگا ایک بار کسی حسین امرد کو نظر شہوت سے دیکھا۔ اسی وقت غیب سے ایک طمانچہ لگا، جس سے آنکھ جاتی رہی۔ سات قسم کے گناہوں پر ساتوں آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ یہ لعنت بھی اس کثرت سے ہوتی ہے کہ ملعون کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہوجاتی ہے۔ (ان میں سے اول) اغلام کرنے والا ملعون ہے۔ آپ نے یہ تین بار فرمایا (الحدیث طبرانی)۔ طالب سے جب تک پوری طرح مناسبت نہ ہو، بیعت نہ کرنا چاہئے۔

لطائف ستہ کا بیان

غیر مادی قوتیں جن کو انسانی اعضاء سے تعلق ہوتا ہے، ان کی تعداد چھ ہے۔ لطیفۂ نفس، لطیفۂ قلب، لطیفۂ روح، لطیفۂ سر، لطیفۂ خفی، لطیفۂ اخفی۔ محققینِ اہلِ فنِ تصوف نے ان کے محل اور ان کے رنگ والوان بھی بیان فرمائے ہیں۔ حدیث شریف **خلق اللہ ادم علیٰ صورتہ**، کے معنی سمجھ لیجئے! کہ صورت کے معنی یہی مثال ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ **خلق اللہ آدم علیٰ مثالہ**، اس لئے سمع وبصر وجہ وغیرہ آدم مخلوق ممکن اور واجب تعالیٰ میں مشترک ہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ لطائف کی تجلیات مثالیہ کے الوان گویا لطائف کے الوان ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ میدان قیامت میں حق تعالیٰ تجلی فرمائیں

گئے) لیکن اہل محشر پہچان سے عاجز رہ جائیں گے، کیونکہ ان کو اس تجلی کا تجلی مثالی ہونا معلوم نہ ہوگا۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ حق تعالیٰ متجلی ہوں گے تو پہچان لیں گے، اور پہچانتے ہی سجدہ میں گر پڑیں گے۔ یہ دونوں تجلیاں قیامت میں باتفاق امت مثالی ہوں گی۔ جنت میں جو تجلی ہوگی، وہ تمام فرق اسلامیہ کے نزدیک ذاتی ہوگی، بے کیف ہوگی۔

ذکر، حضور، مکاشفہ، شہود، معائنہ مثلاً نمبر۱: ایک شخص کا محبوب غیر موجود ہو، اس کو یاد کیا جائے۔ نمبر۲: وہ محبوب سامنے مسافت بعیدہ پر ہو، جس سے خط وخال اچھی طرح نظر نہ آئیں۔ نمبر۳: وہ سامنے مسافت قریبہ پر ہو، جس سے خط وخال اچھی طرح نظر آسکیں، اس کا تصور کیا جائے۔ نمبر۴: وہ شخص بالکل قریب موجود ہو، اس کے تصور و دیدار میں اس قدر محویت ہو جائے کہ فرط عشق ومحبت کی وجہ سے اپنی بھی خبر نہ رہے۔

تو درد گم شو، وصال این است و بس
گم شدن گم کن، کمال این است و بس

تو تصور مقصود حقیقی کے یہ پانچ درجات ہیں۔ ذکر، حضور، مکاشفہ، شہود، ومشاہدہ وفناء، معائنہ وفناء الفناء۔ حضرات صوفیہ کے نزدیک حدیث شریف میں جس قلب کا ذکر ہے، گو اس سے لطیفۂ قلب مراد نہیں مضغہ ہی مراد ہے، لیکن یہ حکم اصل میں اس لطیفہ کا ہے، جب لطیفۂ قلب کو ذاکر بنایا جاتا ہے تو قلب صنوبری کی جانب توجہ کی جاتی ہے۔ اسی طرح دوسرے لطائف کے ذاکر بنانے میں بھی ان کے محل ومقام کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ تجربے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ حبس دم کو دفع خطرات اور مطلوب کی جانب توجۂ قوی ہونے میں زیادہ دخل ہے۔ چنانچہ شکار میں ہدف کو سامنے رکھنے کے لئے حبس دم ضروری سمجھا جاتا ہے۔ الفاظ متخیلہ سے قلب کو ذاکر بنایا جاتا ہے۔ جیسے آیت و اذکر ربک فی نفسک تضرعاً و خیفۃً میں ذکر قلبی مراد ہے اور حدیث شریف، کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علیٰ کل احیانہ سے علی الاطلاق ذکر اللہ سے ذکر ہی مستنبط ہوتا ہے کہ

بول وغائط وجماع کی حالت میں ذکر لسانی منفی ومنہی عنہ ہے۔ شریعت نے بہت سے مواقع پر ذکر قلبی کو معتبر مانا ہے۔ چنانچہ باتفاق امت، اخرس (گونگا) کے ایمان کے لئے اقرار باللسان ضروری نہیں۔ صرف توحید ورسالت کا تخیل جازم واعتقاد کامل و تصدیق تام کافی ہے۔ اسی طرح جو شخص بالقصد و الاختیار مضامین کفریہ کو الفاظ متخیلہ سے قلب میں جاگزیں و مستقر کرے، وہ شریعت میں کافر ہے۔ قرآن شریف میں ہے، و ان من شیء الا یسبح بحمدہ، کہ ہر چیز اس کی حمد کی تسبیح کرتی ہے اور ذکر کرتی ہے۔ چونکہ لطائف کے محل بھی اشیاء ہیں، اس لئے وہ بھی آیت شریفہ کے منطوقت کے موافق تسبیح میں مشغول ہوں گے۔ اور یہ تسبیحات ہی وہ الفاظ ہیں جو ذاکر کو اب محل لطائف میں محسوس ومسموع ہو رہے ہیں۔ اور کبھی یہ آثار و کوائف، الوانِ مختلفہ کے رنگ میں نمایاں ہوتے ہیں۔ اہل طریق کبھی لفظ اللہ کاغذ پر لکھ کر اس پر نظر جماتے ہیں اور کبھی عمل استکتاب تجویز کرتے ہیں۔ یعنی لفظ اللہ برابر لکھتے چلے جائیں، حتیٰ کہ یہ اسم اعظم قلب وذہن میں کما حقہ مستقر و متمکن ہو جائے۔ کھانے کے تقاضہ کے وقت نماز سے قبل کھانے سے فراغت حاصل کرنے کا حکم ہے تا کہ یکسوئی ہو جائے۔

سلطان الاذکار:

ایسا بھی ہے کہ ذاکر تمام اعضاء وجوارح کے متعلق عین ذکر کے وقت یہ اجمالی تصور کرتا ہے کہ یہ سب ذکر کر رہے ہیں۔

انتباہ: چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ اجعل بصرک حیث تسجد کہ حالت قیام صلوٰۃ میں اپنی نظر کو جائے سجدہ پر جمائے رکھو تو یہ حکم جیسے ادب وتعظیم کی رعایت کے لئے ہے اسی طرح یہ حکم جمعیت خاطر واطمینان قلب اور یکسوئی حاصل کرنے کے لئے بھی ہے۔ حضرات مجتہدین فقہاء بدون نصوص صریحہ کے بعض احتمالات پر محض ذوق سے احکام ظنیہ ظاہری کا استنباط فرماتے ہیں اسی طرح یہ حضرات بھی احکام ظنیہ ظاہرہ کا استخراج کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ارشاد ہے اذکروا اللہ حتیٰ یقولوا انہ لمجنون اسی کثرت ذکر کو

حضرات صوفیا دوام ذکر سے تعبیر فرماتے ہیں۔ جوں جوں خیر القرون سے بعد ہوتا گیا حل مشکلات اور فتح مغلقات کے لئے تدوین علوم کی ضرورتوں کا احساس ہوتا گیا۔ بعض حضرات نے امانت باطنی کو سنبھالا اور اس خاص شعبہ شریعت کو مخصوص توجہات کا مرکز بنایا سالکین کو سلوک کے مراحل طے کرنے اور اصلاح نفس وتزکیہ اخلاق میں شیخ کامل کی سخت ضرورت ہے بغیر تعلیمات وتنبیہات شیخ کے وسوسہ شیطانی سے محفوظ رہنا اور صحیح سالم منزل مقصود پر پہنچنا کارے دارد اور عادۃً محال ہے۔ شیخ کامل اس راہ سلوک کے اطراف و جوانب کو بعلم الیقین وعین الیقین وحق الیقین طے کر چکا ہوتا ہے۔ تو اب وہ ہر سالک کے مزاج اور خصوصیات کے موافق ذکر وشغل وغیرہ تجویز کرتا ہے۔ طبیب حاذق مختلف اصحاب کے لئے مناسبت کی بناء پر علیحدہ علیحدہ دواء تجویز کرتا ہے۔ امراض شدیدہ میں تو خود اطباء بھی اپنے معالجات میں اکثر دوسرے اطباء سے مشورہ لیتے ہیں۔ پس جو نسبت مرض جسمانی اور کتب طبیبہ اور اطباء میں ہے وہی نسبت سالکین کے امراض روحانیہ ونفسانیہ اور کتب تصوف و مشائخ میں ہے۔ حضرات صوفیاء کا مقصود بیعت سے صرف اتنا تھا کہ شیخ و مرید میں ایک طرح کی مناسبت پیدا ہو جائے۔ اطلاع احوال وکیفیات کو فطری طور پر شیخ کو مرید کی جانب متوجہ کرنے میں کافی دخل ہے۔ صاحب نسبت کو طبعاً دین حق کی مخالفت گراں اور مکروہ ہوتی ہے۔ عقلاً جیسا کہ حدیث میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی حلاوت والے کو کفر کی طرف لوٹنے سے ایسی گھراہٹ ہوتی ہے جیسے آگ میں ڈالے جانے سے گھبراتا ہے۔

قدم باید اندر طریقت نہ دم
کہ اصلے ندارد دم بے قدم

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو

حدیث قدسی ہے کہ جب میرا بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ ہلتے ہیں، میں اس کے ساتھ ہو جاتا ہوں۔ اور جو مجھ کو یاد کرتا ہے، میں اس کا ہم جلیس ہمنشیں ہوں۔ ذکر وذاکر دونوں فناء ہو کر صرف مذکور ہی رہ جائے گا اور جو شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو میں اقرار کیا تھا اس کا مصداق ہو کر عین الیقین بلکہ حق الیقین تک ہو جائے گا۔ تاخیر وصل سے آتش شوق میں التہاب پیدا ہوتا ہے۔

شغل سلطاناً نصیراً: کا طریقہ یہ ہے کہ صبح شام رو بہ قبلہ دوزانو بیٹھے اور اطمینان خاطر سے دونوں آنکھیں یا ایک آنکھ بند کر کے دوسری آنکھ سے ناک کے نتھنے پر نظر ڈالے اور بغیر پلک جھپکائے، جس طرح چراغ یا ستارہ کی روشنی کو دیکھتا ہے غیر معین نور کا تصور کرے اور استغراق ایسا ہو کہ وہ محو ہو جائے۔

انتباہ: ابتداء میں تو آنکھوں میں ضرور تکلیف ہوگی اور پانی بہے گا، لیکن چند دن کے بعد جب عادت ہو جائے گی تو یہ تکلیف جاتی رہے گی، اور اس کو اپنی صورت جس طرح آئینہ میں نظر آتی ہے، نظر آنے لگے گی اور نور الٰہ سے منور ہو جائے گا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا کہ اس شغل کے فوائد بہت ہیں۔ خصوصاً خطرات کے انسداد میں عجیب وغریب تاثیر رکھتا ہے۔

شغل سلطاناً محموداً: اس کا طریقہ ہے کہ جس طرح سلطاناً نصیراً کے ذکر میں نتھنوں پر نظر رکھتے ہیں، اسی طرح اس شغل میں دونوں بھوؤں کے بیچ نظر رکھتے ہیں۔

انتباہ: اس شغل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کو اپنا سر نظر آنے لگتا ہے اور جب سر نظر آنے لگتا ہے تو عالم بالا کے حالات سے مطلع ہو جاتا ہے۔

ہمہ شہر پرز خوباں منم خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بیں بکند بکس نگاہے

مراقبہ خاص یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات میں اس قدر فکر کرے کہ اپنے سے بے فکر اور بے خبر ہو جاوے، کبھی یاد دل سے نہ اترے۔

مراقبہ کی کئی قسمیں ہیں

مراقبہ رؤیت:

خدا کی رؤیت کا تصور کرے الم یعلم بان اللہ یریٰ (کیا نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے)۔ اس میں غور کرے اور اس پر مواظبت کرے اور یہاں تک مشغول ہو کہ اس صورت کے دیکھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے۔

مراقبہ معیت:

وھو معکم اینما کنتم۔ تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

مراقبہ فناء:

کل من علیہا فان (دنیا کی تمام چیزیں فانی ہیں اور اللہ بزرگ تر باقی رہے گا) اس کے معنی کا تصور کرے۔

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے
تری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے
تو دریں گم شو کہ توحید ایں بود
گم شدن گم کن کہ تفرید ایں بود

علامات انوار کا بیان

جب ذاکر باہتمام تقویٰ خدا کا ذکر کرے تو انوار الٰہی کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ تفصیل یہ کہ اگر کسی رنگ کا نور داہنے شانے کے برابر ظاہر ہو تو وہ فرشتوں کا نور ہے۔

۱۔ اگر سفید رنگ کا ظاہر ہو تو کراماً کاتبین کا ہے۔

۲۔ اگر سبز پوش خوبصورت آدمی یا کوئی اچھی صورت ظاہر ہو تو فرشتہ ہے جو ذاکر کی حفاظت کے لئے آیا ہے۔

۳۔ اگر داہنے شانے سے کچھ ہٹا ہوا یا آنکھ کے برابر ہے تو مرشد کا نور ہے۔

۴۔ اور سامنے ہے تو وہ نور محمدی ہے جو راہ مستقیم کی تعلیم فرماتا ہے۔

۵۔ اگر بائیں شانے کے متصل ظاہر ہو تو کاتب فرشتوں کا سینہ ہے۔

۶۔ اگر بائیں شانے سے دور ظاہر ہو خواہ کسی رنگ کا ہو، شیطان کا نور ہے یا دنیا کا نور ہے۔

۷۔ اگر پیچھے یا بائیں طرف آواز ہو یا صورت ہو وہ شیطان کا دھوکا ہے۔ لاحول الخ پڑھنا چاہئے، توجہ نہ کرے۔

۸۔ اگر نور اوپر سے پیچھے آوے تو وہ نور ان فرشتوں کا ہے جو حفاظت کے لئے مقرر ہیں۔

۹۔ اگر بلا کسی جہت کے نور ظاہر ہو اور دل میں خوف پیدا کرے اور اس کے رفع ہو جانے کے بعد باطنی حضور نہ رہے تو وہ نور شیطان کا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھنا چاہئے۔

۱۰۔ اگر بلا کسی جہت نور ظاہر ہو اور اس کے زوال کے بعد حضور باطنی کی لذت نہ جائے اور اشتیاق وطلب اسی طرح غالب رہے تو وہی مطلوب نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطاء فرمائے۔ آمین! ثم آمین!

۱۱۔ اگر دھوئیں یا آگ کے رنگ کا نور سینہ یا ناف کے اوپر سے ظاہر ہو تو وہ خناس کا نور ہے۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھنا چاہئے۔

۱۲۔ اگر سینہ کے اندر یا دل پر ظاہر ہو تو وہ صفائی قلب کا نور ہے۔

۱۳۔ اگر سرخ یا سفید زردی مائل نور دل سے ظاہر ہو تو دل کا نور ہے۔

۱۴۔ اگر خاص سفید ہے تو روح کا نور ہے جس نے طالب کے دل میں تجلی کر کے اپنی ہستی کو ظاہر کیا ہے۔

۱۵۔ اگر سر کی جانب سے ہے تو وہ نور بھی روح کا ہے۔

۱۶۔ اگر آفتاب کے رنگ کا نور ہے تو وہ بھی روح کا نور ہے، اگر سامنے سے ہو۔

۱۷۔ اگر اوپر سے آفتاب کے رنگ کا نور ہے تو نور ذات ہے۔

۱۸۔ اگر چاند جیسا نور ہے تو دل کا ہے۔

۱۹۔ اگر چاند جیسا نور ہے اور سامنے سے ہے تو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۲۰۔ اگر کاجل کی سیاہی کی طرح تاریک اور اس کے گرد باریک اور مکسر نورانی خطوط ہوتو وہ نورنفی کا ہے۔ اس طرف توجہ کرنے سے نفی حاصل ہوگی اور ماسواء اللہ سے قلب کا صاف ہونا اور تجلی افعالی انوار میں سوائے مطلوب کے کسی طرف نہ متوجہ ہو۔

ذکر کے ساتھ جامع اذکار

سلوک الی اللہ کے تین طریقے تعلیم ہوتے ہیں۔ اول کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر۔ دوسرے قرآن پاک کی تلاوت۔ تیسرے نماز اتل ما اوحی الیک من الکتاب و اقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء و المنکر و لذکر اللہ اکبر. حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہی تین طریقے وصول الی اللہ کے رائج تھے۔ جو شخص پیغمبرؐ کے خلاف راستہ چلے گا، ہرگز منزل کو نہ پہنچ سکے گا۔ نماز بندہ اور خدا کے درمیان ایک سیر ہے کہ مسلمان اس میں مشغول ہونے سے غیر خدا سے دور اور خدا سے قریب ہو جاتا ہے۔ اور یہ خیال کرے کہ میں خدا سے باتیں کر رہا ہوں اور اس کو دیکھ رہا ہوں۔ اگر اس پر قدرت نہ ہو تو یہ جانے کہ خدا مجھ کو دیکھ رہا ہے اور امر و نہی کا حکم دے رہا ہے۔ اور بشارت کی آیت پر سرور ہو اور وعید کی آیت پر ڈر ہو اور روئے اور ذرا آواز کے ساتھ خوش آوازی کے ساتھ پڑھے کہ اس سے لطف آتا ہے اور غفلت دور ہوتی ہے۔ خاص طریقہ تلاوت کا یہ ہے کہ جب طریق مذکور سے تلاوت میں ملکہ ہو جاوے تو اب اس کیفیت کے ساتھ تلاوت ہو کہ خلوت میں دو نفلیں ادب سے پڑھ کر بحضور قلب قبلہ رو بیٹھے کلام الٰہی کی حقیقت (کہ وہ کلام نفسی ہے خدا کی خاص اور ذاتی صفت ہے) اور اس کی عظمت کا اور اپنی ذلت کا تصور کرے اور اسی مراقبہ میں تھوڑی دیر رہے۔ تاکہ اطمینان حاصل ہو اور حضور حق حاصل ہو جاوے۔ پھر اعوذ و بسم اللہ کے ساتھ ترتیل و تجوید کے ساتھ قرأت کرے اور یہ خیال کرے کہ منہ کی زبان اور دل کی زبان برابر تلاوت میں مشغول ہیں، اس خیال سے غافل نہ ہو۔

تلاوت کا خاص طریقہ

اور اگر غفلت ہو جاوے تو ضروری ہے کہ قلب کو اعوذ و بسم اللہ پڑھ کر حاضر کرے۔ جب اس طرح اطمینان خاطر اور حضوریٔ حق حاصل ہو جاوے تو اب ترقی کرے اور خیال کرے کہ ہر ہر رونگٹا جسم کا قرآن شریف پڑھ رہا ہے۔ جسم کے ہر حصہ سے الفاظ نکل رہے ہیں۔ تمام جسم درخت موسوی کا حکم رکھتا ہے۔ عین تلاوت کے وقت اس حالت میں خیال میں مستغرق ہو۔ جب یہ کیفیت راسخ ہو جاوے تو اس کے بعد اور ترقی کرے خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ میری زبان سے پڑھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں۔ جب اس میں ملکہ پیدا ہو جاوے تو اپنے پڑھنے میں خیال کرے کہ خود خدا تعالیٰ پڑھتا ہے اور خود ہی سنتا ہے۔ نہ سالک کا وجود ہے اور نہ دنیا کے دوسرے موجودات کا۔ بلکہ ایک آواز ہے جو ہر طرف سے آتی ہے اور سالک اس میں محو ہے۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

ہر مسلمان کو عموماً اور سالک کو خصوصاً لازم ہے کہ خیال کریں کہ غور طلب رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ و قعدہ ہیں اور اس کے اعضائے رئیسہ ارکان اور حواس ترتیل قرأت کی درستی ہے اور نماز کے لئے پوری پاکی بھی شرط ہے۔ بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی اور وہ دل کی پاکی ہے۔ یعنی غیر خدا سے دل کو صاف کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر اور قبولیت دل پر ہے۔ حدیث شریف میں ہے، ان اللہ لا ینظر الیٰ صورکم و اموالکم ولٰکن ینظر الیٰ قلوبکم و نیاتکم. جب تکبیر کے لئے

ہاتھ اٹھائے تو خیال کرے کہ میرا دل دونوں جہان سے دست بردار ہو گیا، اور پورا پورا اللہ کی طرف جھک گیا۔ اور یہ تصور کرے کہ اللہ اکبر کہہ کر میں نے اپنے نفس کو تکبیر سے ذبح کر کے فناء کر دیا۔ اور دونوں ہاتھ کو زیر ناف سختی کے ساتھ دبا کر باندھے کہ وہ مقام لطیفہ نفس کا ہے۔ تو اس طرح گویا نفس کو دبا دیا اور نگاہ سجدہ گاہ پر رکھے اور مستغرق ہو جائے۔ رکوع میں نگاہ پاؤں کی پشت پر ہو اور خدا کی بڑائی، کبریائی اور اپنی ذات کا تصور کرے اور سجدہ میں ناک کے نتھنے پر نظر کرے اور اس کی بلندی اور اپنی حقارت و خاکساری کا اور اپنے فناء کا تصور کرے۔ اور بیٹھنے میں سینہ پر نظر رکھے اور اپنی محویت کے خیال میں مستغرق ہو جاوے۔ اور التحیات کے معنی کا خیال کرے۔ یہ خیال کرے میں خدا کے سامنے مجلس میں داخل ہو گیا ہوں اور ہر نماز میں مقام احسان ان تعبد الله كانك تراه کا تصور کرے۔ اس قدر آواز سے پڑھے کہ خود خوب سن سکے۔ جب اس طرح نماز میں مشق کریگا، تو خدا کی مدد سے نماز حقیقی حاصل ہو جائے گی۔ بندہ جب الحمد لله رب العالمين کہتا ہے تو خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری حمد کی، یعنی تعریف کی۔ اور جب الرحمٰن الرحيم کہتا ہے تو فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری بڑائی کی اور جب اياك نعبد و اياك نستعين کہتا ہے تو فرماتے ہیں کہ یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے۔ اور جو اس نے مانگا خاص اسی کے واسطے ہے۔ اور جب اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين کہتا ہے تو فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کہ یہ میرے بندہ کے واسطے ہے اور جو کچھ اس نے مانگا وہ سب اس کے لئے ہے۔ بس اس وقت جواب کے تصور میں محو ہو جاوے اور قبولیت کا تصور کرے۔

سلوک نبوت اور سلوک ولایت اور ہر ایک کے آثار اور خواص جدا جدا ہیں جو حسب ذیل لکھے جاتے ہیں۔ اولیاء میں کسی پر کسی وقت فیض نبوت کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی فیض ولایت کا۔ اور کوئی کسی نبی کے تحت اور کوئی کسی نبی کے تحت۔

آثار سلوک ولایت: ۱- کھانے پینے میں تکلفاً کمی کرتے ہیں۔

آثار سلوک نبوت: ۱- جو ملتا ہے اسی پر قناعت کرتے ہیں۔

آثار سلوک ولایت: ۲- خلق سے نفرت کرتے ہیں۔

آثار سلوک نبوت: ۲- خلق کی طرف اللہ کے لئے رغبت کرتے ہیں، لیکن خلق سے جی نہیں لگاتے۔

آثار سلوک ولایت: ۳- امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں کرتے مگر طالب کو۔

آثار سلوک نبوت: ۳- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے ہیں۔

آثار سلوک ولایت: ۴- ان کو اپنے مکاشفات وتحقیقات پر اطمینان ہوتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں، اگر خلاف شرع نہ ہو۔

آثار سلوک نبوت: ۴- ان پر ادب غالب ہوتا ہے جیسا کہ صاحب شرع سے منقول ہوتا ہے، اس پر اپنی طرف سے بذریعہ کشف وغیرہ نہیں بڑھاتے اگر چہ وہ زیادہ خلاف شرع نہ ہو۔

آثار سلوک ولایت: ۵- ان کا انتہائی مقام رضاء ہے۔

آثار سلوک نبوت: ۵- ان کا انتہائی مقام عبودیت ہے۔

آثار سلوک ولایت: ۶- ان پر ذوق وشوق غالب ہوتا ہے۔

آثار سلوک نبوت: ۶- ان پر ذوق وشوق غالب نہیں ہوتا، محض حکم ایزدی سمجھ کر عبادت کرتے ہیں۔

آثار سلوک ولایت: ۷- اہتمام سے دعاء نہیں مانگتے۔

آثار سلوک نبوت: ۷- بمقتضائے ادعونی استجب لکم۔ دعاء مانگنا فرض سمجھتے ہیں۔

آثار سلوک ولایت۔ ۸- اسباب ظاہری کو ترک کر دیتے ہیں الاسباب عادیہ

آثار سلوک نبوت: ۸- اوروں سے زائد اسباب سے

متمسک ہوتے ہیں۔
آثار سلوک ولایت: ۹-حضرت علیؓ کے ساتھ طبعاً زیادہ محبت کرتے ہیں۔
آثار سلوک نبوت: ۹-ابوبکرؓ وعمرؓ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔
آثار سلوک ولایت: ۱۰- شیخ کو سارے جہاں سے افضل سمجھتے ہیں۔
آثار سلوک نبوت: ۱۰-افضلیت کا یقین نہیں کرتے محبت کرتے ہیں۔
آثار سلوک ولایت: ۱۱- ان سے شرائع میں کبھی تسامح بھی ہو جاتا ہے اور وہ معذور ہیں۔
آثار سلوک نبوت: ۱۱- یہ شریعت پر بڑی پختگی سے عمل کرتے ہیں۔
آثار سلوک ولایت: ۱۲-ان پر سکر غالب ہوتا ہے۔
آثار سلوک نبوت: ۱۲- ان پر صحو (یعنی ہوشیاری) غالب ہوتا ہے۔
آثار سلوک ولایت: ۱۳-بعض اوقات بعض مغلوبین جماعت سے بھاگتے ہیں۔
آثار سلوک نبوت: ۱۳- جماعت کی پابندی کرتے ہیں۔ان کی نظر سے مقصودیت غیر کی بالکل نفی ہو چکتی ہے۔
آثار سلوک ولایت: ۱۴-اگر ظاہر شریعت کے خلاف شیخ حکم کرے تو اسے خلاف شریعت نہیں سمجھتے۔کسی تاویل سے کر لیتے ہیں مگر قطعیات میں نہیں۔
آثار سلوک نبوت: ۱۴-یہ اگر خلاف ظاہر شرع کوئی حکم شیخ کی طرف سے ہو تو مخالفت کرتے ہیں مگر ادب کے ساتھ۔
آثار سلوک ولایت: ۱۵- ان پر حب عشقی غالب ہوتی ہے۔
آثار سلوک نبوت: ۱۵-ان پر حب ایمانی غالب ہوتی ہے۔
آثار سلوک ولایت: ۱۶-کبھی تشبیہ غالب ہوتی ہے۔
آثار سلوک نبوت: ۱۶-کبھی تنزیہ غالب رہتی ہے۔
آثار سلوک ولایت: ۱۷-انتہائی مقام رضا یا فناء الفناء ہے۔
آثار سلوک نبوت: ۱۷-سلوک نبوت کی انتہا مقام عبودیت ہے۔
فرق نمبر۱: مصنوع سے صانع کی طرف توجہ منصرف نہیں کی۔
جمع نمبر۲: مشاہدہ وغلبہ توجہ بحق سے مشرف ہونا متوجہ نہیں۔
جمع الجمع نمبر۳: حق اور خلق پر نظر رکھنا۔
ربط القلب بالشیخ - اس کی حقیقت شیخ سے زیادہ محبت ہے۔
فناء فی الشیخ - مرید وشیخ میں غایت تناسب ومناسبت ہونا۔
جذب - بلا ذریعہ اکتساب ومجاہدہ جو احوال باطنیہ حاصل ہو جاتے ہیں۔
اتصال و اتحاد - اللہ تعالیٰ کی جناب میں محال ہے اس پر اعتقاد کرنا۔الحاد وزندقہ وکفر ہے۔ایک شئے کا متبوع ومحتاج الیہ اور موقوف علیہ ہونا اور دوسرے کا محتاج وتابع اور موقوف ہونا۔علاقہ خاص مقبلان الٰہی کو اللہ تعالیٰ سے حاصل ہے۔
ابن الوقت - ایک وہ سالک جو مغلوب الحال ہو یعنی جو حالت اس پر وارد ہو، اس کے آثار میں مغلوب ہو جاوے، وہ سالک جو اپنے حال پر غالب ہو کہ جس کیفیت کی طرف توجہ وقصد کرے اس کے آثار اس میں پیدا ہو جائیں۔نفس میں ایک ملکۂ راسخہ حق تعالیٰ کی مرضیات سے محبت کا اور حق تعالیٰ کی نامرضیات سے بغض کا پیدا ہو جاتا ہے، جس سے بلا تکلف اعمال حسنہ و افعال محمودہ صادر ہوتے ہیں، اور اعمال قبیحہ وافعال ذمیمہ قریب قریب معدوم ہو جاتے ہیں۔ایسے شخص کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے، **فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها**۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کا کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں بن جاتا ہوں۔سو یہ کلام ارشاد ربانی تشبیہ وتمثیل کے طور پر ہے۔
تجرید: یہ ہے کہ اغراض دنیوی اور اخروی کو ترک کر دینا۔

تلوین: یہ ہے کہ سالک کے قلب کے حالات کا مختلف ہونا۔ کبھی قبض، کبھی بسط، کبھی سکر، کبھی صحو۔ مبتدی کو یہ تغیرات کافی پیش آتے ہیں۔

انتباہ: تلوین والا پہچانا جاتا ہے اور صاحب تمکین کی حالت عوام جیسی ہو جاتی ہے۔

تجلی

تجلی ذاتی: سالک کے وجود عنصری کے صفات و آثار کچھ باقی ہیں تو اس تجلی کے وقت بے ہوش ہو جاتا ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام طور پر بے ہوش ہو گئے۔

تجلی صفاتی: اس کی علامت یہ ہے کہ صفات جلالی تجلی کریں تو سالک پر خشوع و خضوع کا غلبہ ہوتا ہے اور اگر صفات جمالی تجلی کریں تو سالک کو سرور وانس ہوتا ہے۔

تیسری تجلی افعالی: اس کی علامت یہ ہے کہ سالک کی نظر میں مدح وذم کا برابر ہونا۔

تزکیہ: پس نفس کو امراض باطنیہ سے پاک وصاف کرنا یہ تزکیہ ہے۔

حال: سالک کے قلب پر جو کیفیات غیب سے نازل ہوں، جس میں اس کا کچھ اختیار نہیں، اس کو حال کہتے ہیں۔

مقام: سالک نے مرتبۂ سلوک میں جو استقامت یعنی پختگی حاصل کی ہے وہ مقام کہلاتا ہے۔

حجابات:

حجاب کے معنی پردہ، رکاوٹ ہونا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک موقع پر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا آج زیادہ سے زیادہ قرب ہوا۔ لیکن پھر بھی میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار حجابات تھے۔

تیغ لا در قتل غیر حق براند
در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت
مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

عشق وہ شعلہ ہے، جب وہ روشن ہو جاتا ہے تو معشوق کے سواء سب کو نذر آتش کر دیتا ہے۔ غیر اللہ پر ''لا'' کی تلوار چلا اور پھر دیکھ کہ ''لا'' کے بعد کیا رہتا ہے۔ بس ''الا اللہ'' رہ جائے گا، باقی سب ختم ہو جائے گا۔ معالجہ امراض سے واقف ہو کر نفس کی اصلاح ہو گئی کہ اعمال صالحہ کی رغبت طبیعت ثانیہ بن گئی۔ یعنی عشق کا سمندر ایک ایسا سمندر ہے کہ جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ یہاں سوائے جان سونپ دینے کے کوئی چارہ نہیں۔

صوفی خیر القرون میں:

صحابی، تابعی، تبع تابعی، امتیاز حق کے لئے کافی القاب تھے۔ پھر خواص کو زہاد عباد کہنے لگے۔ پھر جب فتن و بدعات کا شیوع ہوا۔ اس وقت اہل حق نے امتیاز کے لئے صوفی کا لقب اختیار کیا اور دوسری ہی صدی میں اس لقب کی شہرت ہو گئی۔ لفظ صوفی، صوف، صفاء صفہ سے مشتق (بنایا گیا) ہے۔

مدارات و مداہنت:

اہل جہل کے ساتھ نرمی کرنا ہے تاکہ وہ دین کی طرف آجائیں اور اہل شر کے ساتھ نرمی کرنا ہے تاکہ ان کے شر سے حفاظت رہے۔ اور یہ دونوں صورتیں محمود و مطلوب ہیں۔ مداہنت یہ ہے کہ بد دینوں کے ساتھ نرمی کرنا تاکہ ان سے مال وجاہ کا نفع حاصل ہو۔ یہ ناجائز وحرام ہے۔

طریق حصول نسبت:

قلب و روح کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک مخصوص تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کو نسبت سے تعبیر کرتے ہیں، اور اسی نسبت کے پیدا ہو جانے کا نام وصول ہے۔

بسط:

یعنی آثار لطف و فضل کے ہر بات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی کوشش ہو۔ اور یہ اتباع عادت ہو جاوے کہ بے تکلف سنت کے موافق افعال صادر ہونے لگیں۔

سکر وصحو:

سکر یہ ہے کہ وارد غیبی سے ظاہری و باطنی احکام میں امتیاز اٹھ جاوے۔ صحو؟ اس امتیاز کا عود کر آنا صحو ہے۔

سکر کا واقعہ اور مثال:

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دریا کی کیچڑ فرعون کے منہ میں ٹھونسنا ہے۔ اس اندیشہ سے کہ اس کو رحمت الٰہیہ نہ پائے، باوجودیکہ مدار قبول ایمان کا قلب پر۔ بعد اجتماع شرائط، پھر بھی اس کے منہ میں کیچڑ دینا، یہ غلبۂ سکر ہی کے سبب سے تھا۔ اور اس کا غلبہ کا سبب غایت درجہ بغض فی اللہ تھا۔ دوسری مثال! جب عبداللہ بن ابی منافق کے جنازے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے، منع نہیں فرمایا۔ ایسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معذور رکھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالت صحو میں آئے تو حدیث شریف میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو بعد میں اپنی اس جرأت پر تعجب اور ندامت ہوئی۔

بعض اوقات غلبۂ حال:

ہو جاتا ہے۔ چنانچہ واقعۂ بدر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح کی دعاء فرما رہے تھے۔ اس میں یہ بھی فرما دیا، **ان تھلک ھٰذہ العصابة لم تعبد بعد الیوم** ۔ یعنی اے اللہ (یہ مختصر جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر آج کے بعد سے کوئی آپ کی عبادت نہ کرے گا) بایزید بسطامی کا قصہ مشہور ہے کہ انہوں نے حالت سکر میں **سبحانی ما اعظم شانی** کہا تھا۔ جب حالت صحو میں آئے اور معلوم ہوا کہ میں نے حالت سکر میں **سبحانی ما اعظم شانی** کہا تھا، تو اس کا تدارک فرمایا۔ جیسا کہ ان کے ملفوظات میں یہ نقل ہے کہ **ان قلت سبحانی ما اعظم شانی فانا مجوسی فاقطع زناری و اقول اشھد ان لا الٰہ الا اللہ** ۔ یعنی اگر میں نے سبحانی الخ کہا ہے تو میں مجوسی ہو گیا۔ اس لئے میں زنار توڑتا ہوں اور اشھد الخ پڑھتا ہوں۔

قبض:

قلب کا گرفتہ ہونا، گھٹن، بھچاوٹ، روکھی روکھی سی کیفیت ایک خاص اور نادر وقت بھی حاصل تھا اور وہ وقت ادائے نماز کے وقت تھا۔ **الصلوٰة معراج المؤمنین** (نماز مؤمنوں کی معراج ہے)۔ آپ نے سنا ہوگا، **ارحنی یا بلال** (اے بلال مجھے غم سے آزاد کر)۔ اس مطلب کے ثبوت کے لئے عادل گواہ ہے اور ابوذر غفاری بھی وراثت اور تبعیت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوا ہوگا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد

اور یہ جو حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، **قدمی ھٰذہ علیٰ رقبة کل ولی اللہ او جمیع الاولیاء** (میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے)۔

عوارف المعارف: والا جو شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے محرموں اور مصاحبوں سے ہے)، کا مرید اور تربیت یافتہ ہے۔ اس کلمہ کو ان کلمات سے بیان کرتا ہے جو عجب اور خود بینی پر مشتمل ہیں۔ جو ابتدائے احوال میں بقیہ سکر کے باعث مشائخ سے سرزد ہو گئے ہیں۔ اور یہ حکم کیسے جائز ہوسکتا ہے جن میں اصحاب کرامؓ بھی شامل ہیں، جو یقیناً حضرت شیخ سے افضل ہیں۔ اور اولیائے متاخرین میں بھی کیسے جائز ہوسکتا ہے جن میں حضرت مہدیؓ شامل ہیں جن کے آنے کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے اور امت کو ان کے وجود کی خوشخبری دی ہے۔ غرض حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ ولایت میں شان عظیم اور درجہ بلند رکھتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر مرید شیخ کے حق میں غلو کرتے ہیں اور محبت کی جانب میں افراط سے کام لیتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے محب ان کی محبت

میں افراط کرتے ہیں۔ان لوگوں کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ شیخ کو تمام اگلے پچھلے اولیاء سے افضل جانتے ہیں۔

خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کو افضلیت کی دلیل بنانا ایسا ہے جیسے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بکثرت فضائل ومناقب کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ان کے افضل ہونے کی دلیل بنائیں کیونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اس قدر فضائل ومناقب ظہور میں نہیں آئے جس قدر کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے۔

اہل معرفت کی فراست یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ تمیز کر لیتے ہیں کہ کونسا شخص حق تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق ہے اور کونسا نہیں اور ان اہل استعداد کو پہچان لیتے ہیں اہل ریاضت کی فراست بھوک اور خلوت اور تصفیہ باطن سے ہوتی ہے بغیر اس امر کے کہ جناب حق تعالیٰ تک واصل ہوں۔ یہ لوگ مخلوقات کی صورتوں کا کشف کرتے اور پوشیدہ امور کی خبر دیتے ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے محجوب ہوتے ہیں اور چونکہ اہل عالم اکثر حق تعالیٰ سے الگ اور دنیا میں ہمہ تن مشغول ہوتے ہیں اس لئے ان کے دل ان لوگوں کی طرف جلد مائل ہوتے ہیں جو مخلوق کی صورتوں کو ظاہر کریں اور مخلوقات کے غائبانہ احوال کی خبر دیں۔ یہ لوگ ان کو بڑا بزرگ جانتے ہیں اور ہم نے اکثر اہل حق کو دیکھا ہے کہ جب وہ کشف صور کی طرف ادنیٰ توجہ کرتے تھے تو اس فراست کے ساتھ جس کو اہل معرفت ثابت کرتے ہیں اور یہ وہ فراست ہے جو حق تعالیٰ اور اس کے قرب سے تعلق رکھتی ہے جھٹ ایسے ایسے امور معلوم کر لیا کرتے تھے جن کے ادراک پر ان کے غیر طاقت نہ رکھتے تھے۔نظر ہمیشہ قدم سے بلند کی طرف چڑھے اور قدم کو اپنا رویف بنائے کیونکہ بلندی کے زینوں پر پہلے نظر چڑھتی ہے اس کے بعد قدم صعود کرتا ہے اور جب قدم مرتبہ نظر میں پہنچتا ہے نظر اس سے اوپر کے زینہ پر آجاتی ہے۔

جو کچھ دوسروں کے لئے ادھار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نقد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل تابعداروں کو اس مقام سے بھی حصہ حاصل ہے۔اگر چہ رویت نہیں ہے۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

کلمہ ہوش دردم:

غرض کلمہ اول اس تفرقہ کے دفعہ کرنے کے لئے ہے جو آفاق سے پیدا ہوتا ہے اور کلمہ دوسرا نفس کے تفرقہ کو دفع کرتا ہے اور کلمہ تیسرا جو ان دونوں کلموں کے قرین ہے سفر در وطن ہے اور وہ نفس میں سیر کرنے سے مراد ہے۔خلوت اور انجمن انجمن میں بھی خلوت خانہ وطن میں سفر کرتا ہے اور آفاق کا تفرقہ نفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا یہ بھی اس صورت میں حجرہ نفس کے دروازوں اور روزنوں کو بند کرلیں پس چاہئے کہ انجمن تفرقہ میں متکلم ومخاطب نہ ہو اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو یہ سب تکلفات اور حیلے بہانے ابتداء اور وسط ہی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتا ہے۔ **واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلاً** اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ کر اس کے ساتھ جوڑ۔

باطن خالص حق تعالیٰ کے لئے پس عباد یعنی بندوں سے تین حصے حق تعالیٰ کے لئے مسلم ہونگے باطن سب کا سب۔ اور ظاہر کا نصف حصہ اور ظاہر کا دوسرا حصہ خلق کے حقوق ادا کرنے کے لئے رہا چونکہ ان حقوق کے ادا کرنے میں بھی حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے اس لئے ظاہر کا دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔اللہ تعالیٰ پر زمانے کے احکام جاری نہیں ہوسکتے۔ **وللہ المثل الاعلیٰ** (مثال اعلیٰ اللہ ہی کے لئے ہے) میں کیوں تعجب کرتے ہیں اور کیوں توقف کرتے ہیں اور اس کو دور از عقل کیوں سمجھتے ہیں۔اگر یہ کہیں کہ اس قسم کی بات کسی نے نہیں کہی۔تو پھر کیا ہوا جبکہ دوسروں کے کلام کے مخالف نہیں ہے اور نہ ہی مرتبہ وجوب کے نامناسب ہے۔

خربوزہ بخور ترا بفا لیز چہ کار

ذکر جناب ماخوذ از پیر راہ مداومت برآں بازگشت بفضل حضرت رحمٰن وصل عربان باقی ہمہ حسبان!

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری

کہ خود بود زعزیزاں تحمل و خواری

طاعون اس وبا میں ہمارے اعمال کی شومی سے اول چوہے ہلاک ہوئے جو ہم سے زیادہ اختلاط رکھتے تھے اور پھر عورتیں جن کے وجود پر نوع انسانی کی نسل و بقا کا مدار ہے مردوں کی نسبت زیادہ مرگئیں اور جو کوئی اس وبا میں مرنے سے بھاگا اور سلامت رہا۔ اس نے اپنی زندگی پر خاک ڈالی اور جو شخص نہ بھاگا اور مرگیا اس کو موت شہادت کی مبارک بادی اور خوشخبری ہے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص طاعون سے مر جائے اس سے قبر میں کوئی سوال نہیں ہوتا۔

جو شخص کہ نہ بھاگا اور نہ مرا وہ غازیوں اور مجاہدوں اور صابروں اور بلاکشوں میں سے ہے کیونکہ ہر شخص کے لئے اجل مقرر ہے پس نہ ہی بھاگنا بچا سکتا ہے اور نہ ہی ٹھہرنا۔

اے فرزند! سن لے کہ صورت کا آئینہ جس میں حسن و جمال منعکس ہوتا ہے اگر بالفرض وہ آئینہ علم و حیات پیدا کر لے تو بالضرور اس حسن و جمال کے ظہور سے متلذذ ہوگا اور حظ وافر حاصل کرے گا۔

یہ کمالات ظاہری جنہوں نے اس مرتبہ میں نسبت مجہول الکیفیت حاصل کی ہے بعینہ ایسی ہے جیسے انسان کے عالم خلق کو عالم امر کے ساتھ نسبت ہے اس مقام میں مــــن عـرف نفسه فقد عرف ربه (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کا سر حاصل ہوتا ہے۔

قلم اینجا رسید و سر بشکست

اگر پاشاہ بردر پیر زن

بیاید تو اے خواجہ سلبت مکن

تابعداروں اور خادموں کو اپنے مالکوں اور صاحبوں کی دولت اور پس خوردہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قرب سے ان کے کامل تابعداروں کو بھی حصہ حاصل ہوتا ہے۔

چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں است

زمین و آسمان اود ہمان است

جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں محبت و بخشش کا حاصل ہونا بے توسط و بے وسیلہ ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے حق میں جو تبعیت وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے ہے۔

فیض گر روح القدس کا دے مدد تو اور بھی

کر دکھائیں کام جو کچھ کہ مسیحا نے کیا

میں خیال کرتا ہوں کہ اس دولت نے تابعین بزرگواروں پر بھی اپنا پرتو ظاہر کیا ہے اور تبع تابعین بزرگواروں پر بھی اپنا سایہ ڈالا ہے بعد ازاں یہ دولت پوشیدہ ہوگئی حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے الف ثانی تک نوبت آگئی اور اس وقت پھر وہ دولت تبعیت اور وراثت کے طور پر ظاہر ہوگئی اور آخر کو اول سے مشابہ کردیا۔

اگر بادشاہ بر در پیر زن

بیاید تو اے خواجہ سلبت مکن

اصل کیمیا نہایت آسان عمل سے میسر ہے اور نہایت ہی اقرب طریق سے حاصل ہے اور وہ شخص جو اس کے اصل سے جدا ہے وہ محنت میں رہتا ہے اور تمام عمر اس کے حاصل کرنے میں فانی کردیتا ہے پھر بھی حرمان و مایوسی اس کو حاصل ہوتی ہے اور وہ چیز جو اس کو بڑی کوشش کے بعد حاصل ہوتی ہے اس اصل کے مشابہ اور مانند ہوتی ہے۔

اس راہ کے بعض سالک جو سخت ریاضتوں اور مشکل مجاہدوں کے ساتھ ظلال میں سے کسی ظل تک پہنچ جاتے ہیں۔

گمان کرتے ہیں کہ مطلب تک پہنچنا سخت ریاضتوں اور مشکل مجاہدوں پر منحصر ہے اور نہیں جانتے کہ اس راہ کے سوا ایک اور پسندیدہ کرنے) کا راستہ ہے جو محض فضل و کرم پر وابستہ ہے اور وہ راستہ جو انہوں نے اختیار کیا ہے وہ انابت (توبہ ورجوع کا راستہ ہے جو مجاہدوں پر موقوف ہے۔

امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود اس بزرگی کے کہ ولایت میں قدم راسخ رکھتے تھے ترک آخرت کو کرامت کہا مگر نہ جانا کہ اصحاب کرام سب کے سب درد آخرت میں مبتلا تھے اور آخرت کے عذاب سے ڈرتے تھے۔

ایک دن حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ پر سوار ہوئے ایک کوچہ میں گزر رہے تھے کہ کسی قاری نے اس آیت کو پڑھا۔ ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع (بیشک تیرے رب کا عذاب آنے والا ہے اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں) اس کو سنتے ہی آپ کے ہوش جاتے رہے اور اونٹ سے بیخود ہو کر زمین پر گر پڑے وہاں سے اٹھا کر ان کو گھر لے گئے اور مدت تک اسی درد سے بیمار رہے اور لوگ ان کی بیمار پرسی کو آتے رہے۔

حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بہشت میں کوئی درخت نہیں ہے اس میں خود درخت لگاؤ یاروں نے عرض کیا کہ ہم کس طرح درخت لگائیں فرمایا کہ تسبیح اور تحمید اور تمجید اور تہلیل کے ساتھ یعنی سبحان اللہ کہو تا کہ بہشت میں ایک درخت لئے لگ جائے پس بہشت کا درخت تسبیح کا نتیجہ ہے اور جس طرح اس کلمہ میں حروف و اصوات کے لباس میں کمالات تنزیہ مندرج ہے اسی طرح ان کمالات کو بہشت میں درخت کے لباس میں پوشیدہ فرمایا ہے علیٰ ہذا القیاس جو کچھ بہشت میں ہے عمل صالح کا نتیجہ ہے۔

رابعہ بیچاریؒ اگر اس سر سے آگاہ ہوتی۔ ہر گز بہشت کے جلانے کا فکر نہ کرتی اور اس کی گرفتاری کو حق تعالیٰ کی گرفتاری کے ماسوا نہ جانتی۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد جاننا چاہئے۔ کہ اذان نماز کے کلمات سات ہیں۔ اللہ اکبر اللہ یعنی اس کو کسی عابد کی عبادت کی کچھ حاجت نہیں ہے انہی مہتم بالشان معنے کے لئے یہ کلمہ چار بار دوہرایا گیا ہے۔ اشهد ان لا اله الا اللـه یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ اپنی کبریائی اور مستغنیٰ از عبادت ہونے کے باوجود عبادت کا مستحق بھی وہی حق سبحانہ تعالیٰ ہے اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ اشهد ان محمدا رسول الله یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کی طرف سے طریق عبادت پہنچانے والے ہیں اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے لائق بھی وہی عبادت ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کی جہت سے حاصل ہوئی ہے۔ حی علی الصلوٰة حتیٰ حی علی الفلاح یہ دو کلمے وہ ہیں جن کے ذریعے نمازی کو فرض نماز ادا کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے جس کا ادا کرنا فلاح ونجات کا باعث ہے الـلـه اكبر یعنی کسی کی عبادت اس کی پاک جناب کے لائق نہیں لا اله الا الله یعنی وہی حق تعالیٰ عبادت کا مستحق ہے۔ اگرچہ کسی سے اس کی جناب پاک کے لائق عبادت ہو نہیں سکتی۔ شان نماز کی بزرگی ان کلمات کی بزرگی سے جو نماز کے اظہار کے لئے موضوع ہیں۔ سمجھنی چاہئے۔

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

اعمال صالحہ سے مراد شاید اسلام کے پانچ ارکان ہیں، جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ اگر اسلام کے یہ اصول پنجگانہ کامل طور پر ادا ہو جائیں تو امید ہے کہ نجات وفلاح حاصل ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ فی حد ذاتہ اعمال صالحہ ہیں اور تمام برائیوں اور منکرات سے روکنے والے ہیں۔ الـصـلـوٰة تـنـهـى عـن الـفـحـشـاء والـمـنـكـر (نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے) اس مطلب پر شاہد ہے اور جب اسلام کے ان پنجگانہ ارکان کا بجالانا میسر ہو گیا تو گویا عذاب سے نجات مل گئی۔ ما يفعل الله بعذابكم ان شكرتم وامنتم (اگر تم اس کا شکر ادا کرو۔ اور ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا)

پس ان پنجگانہ ارکان کے بجالانے میں جان سے

کوشش کرنی چاہئے، خاص کر نماز کے قائم کرنے میں جو دین کا ستون ہے حتیٰ المقدور اس کے آداب میں سے کسی ادب کے ترک کرنے پر راضی نہیں ہونا چاہئے۔ اگر نماز کو کامل طور پر ادا کر لیا تو گویا اسلام کا اصل عظیم حاصل ہو گیا اور خلاصی کے واسطے حبل متین یعنی مضبوط رسی مل گئی۔ واللہ سبحانہ الموفق اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

جاننا چاہئے کہ نماز میں تکبیر اولی سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ عابدوں کی عبادت اور نمازیوں کی نماز سے مستغنیٰ اور برتر ہے اور تکبیریں جو ارکان کے بعد ہیں وہ اس امر کی رموز و اشارات ہیں کہ یہ رکن جو ادا ہوا ہے حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ رکوع کی تسبیح میں چونکہ تکبیر کے معنے ملحوظ ہیں اس لئے آخر رکوع میں تکبیر کہنے کا حکم نہ فرمایا برخلاف دونوں سجدوں کے کہ باوجود ان کی تسبیحوں کے اول و آخر تکبیر کہنے کا امر کیا ہے۔ تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ سجود میں نہایت فروتنی اور پستی اور نہایت ذلت و انکسار ہے، حق عبادت ادا ہو جاتا ہے اور کسی وہم کے دور کرنے کے لئے سجود کی تسبیح میں لفظ اعلیٰ کو اختیار کیا اور تکبیر کا تکرار بھی مسنون ہوا اور چونکہ نماز مومن کی معراج ہے اس لئے آخر نماز میں ان کلمات کے پڑھنے کا حکم فرمایا جن کے ساتھ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج میں مشرف ہوئے تھے۔ پس نمازی کو چاہئے کہ نماز کو اپنا معراج بنائے اور نہایت قرب نماز میں حاصل کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلوۃ** سب سے زیادہ قرب جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاصل ہوتا ہے وہ نماز میں ہوتا ہے۔

اور نمازی چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرتا ہے اور نماز کے ادا کرتے وقت حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا مشاہدہ کر کے حق تعالیٰ کا رعب و ہیبت اس پر چھا جاتا ہے اس لئے اس کی تسلی کے واسطے نماز کو دو سلاموں پر ختم کرنے کا امر فرمایا۔

اور یہ جو حدیث نبوی میں ہر فرض کے بعد سو دفعہ تسبیح و تحمید اور تکبیر و تہلیل کا حکم ہے۔ فقیر کے علم میں اس کا بھید یہ ہے کہ ادائے نماز میں جو قصور و کوتاہی واقع ہوئی ہے اس کی تلافی تسبیح و تکبیر کے ساتھ کی جائے اور اپنی عبادت کے ناتمام اور نالائق ہونے کا اقرار کیا جائے اور جب حق تعالیٰ کی توفیق سے عبادت کا ادا کرنا میسر ہو جائے۔ تو اس نعمت کی حمد و شکر بجالانا چاہئے اور حق تعالیٰ کے سوا اور کسی کو عبادت کا مستحق نہ بنانا چاہئے۔

جب نماز اس طرح شرائط و آداب کے ساتھ ادا ہو جائے اور بعد ازاں تہ دل سے ان کلمات طیبہ کے ساتھ تقصیر و کوتاہی کی تلافی کی جائے اور توفیق عبادت کی نعمت کا شکر ادا کیا جائے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو مستحق عبادت نہ بنایا جائے۔ تو امید ہے کہ وہ نماز حق تعالیٰ کے نزدیک قبول کے لائق ہوگی اور نمازی عذاب سے نجات پائے گا۔

خدا تجھے ہدایت دے! تجھے واضح ہو کہ نماز کے کامل اور پورے طور پر ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کے فرائض اور واجبات اور سنت و مستحب جن کی تفصیل کتب فقہ میں بیان ہو چکی ہے سب کے سب ادا کئے جائیں۔ ان چاروں امور کے سوا اور کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کا نماز کے تمام و کامل کرنے میں دخل ہو۔ نماز کا خشوع بھی انہیں چار امور میں مندرج ہے اور دل کا خشوع اور خضوع اور حضور بھی انہی سے وابستہ ہے۔

بعض لوگ ان امور کے صرف جان لینے کو کافی سمجھتے ہیں اور عمل میں سستی اور سہل انگاری کرتے ہیں اس لئے نماز کے کمالات سے بے نصیب رہتے ہیں۔

بعض لوگ حق تعالیٰ کے ساتھ حضور قلب میں بڑا اہتمام کرتے ہیں لیکن اعمال ادبیہ جوارح میں کم مشغول ہوتے ہیں اور صرف سنتوں اور فرضوں پر کفایت کرتے ہیں یہ لوگ بھی نماز کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ یہ لوگ نماز کے کمال کو غیر نماز سے ڈھونڈتے ہیں۔ کیونکہ حضور قلب کو نماز کے احکام سے نہیں جانتے۔ اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ **لا صلوۃ الا بحضور**

القلب نماز حضور قلب کے سوا کامل نہیں ہوتی۔

ممکن ہے کہ اس حضور قلب سے مراد یہ ہو کہ ان امور اربعہ کے ادا کرنے میں دل کو حاضر رکھا جائے تا کہ ان امور میں سے کسی امر کے بجالانے میں فتور واقع نہ ہو۔ اور اس حضور کے سواء اور کوئی حضور اس فقیر کی سمجھ میں نہیں آتا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا ہے۔ یا لیتنی کنت سھو محمدٍ کہ کاش میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو ہی ہو جاتا، گویا ان کی آرزو یہی تھی کہ ہمہ تن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو ہو جائیں۔ پس اپنے تمام احوال واعمال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سہو سے کم جانتے ہیں اور آرزو کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنی تمام نیکیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو ہی کے برابر ہو جائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سہوا عمل یہ تھا کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چارگانہ فرض نماز دو رکعتوں پر بھول کر سلام دیدی جیسے کہ مروی ہے:

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

نماز کی چند خصوصیتیں بیان کی جاتی ہیں ان سے قیاس کرلیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی نماز میں قرآن کے پڑھنے اور تسبیحات وتکبیرات کے کہنے کے وقت اپنی زبان شجرہ موسوی کی طرح معلوم کرتا ہے اور اپنے قویٰ اور اعضا کو آلات اور وسائل جانتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نماز کے ادا کرتے وقت باطن وحقیقت ظاہر وصورت سے پورے طور پر تعلق توڑ کر عالم غیب کے ساتھ ملحق ہو جاتے ہیں۔ اور غیب کے ساتھ مجہول الکیفیت نسبت حاصل کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ اس نے اول باقی ماندہ کو صبر کی قوت عطا فرمائی اور پھر مصیبت وبلا کو نازل فرمایا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے:

منؔ از تو روئے نمی پیچم گرم بیازاری
کہ خوش بود زعزیزاں تحمل و خواری

ستائے لاکھ تو مجھ کو پھروں گا میں نہ کبھی
پیارے یاروں کی سختی بہت ہے لگتی بھلی

میرا فرزند مرحوم حق تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت اور رب العالمین کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھا چوبیس برس کی عمر میں اس نے وہ کچھ پایا کہ شاید ہی کسی کے نصیب ہو۔

ولایت علیہ کے عجائب وغرائب بیان کیا کرتا تھا اور ہمیشہ خاضع اور خاشع اور ملتجی اور متضرع اور متذلل اور منکسر رہتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ہر ایک ولی نے اللہ تعالیٰ سے ایک نہ ایک چیز طلب کی ہے میں نے التجا اور تضرع طلب کی ہے۔

محمد فرخ کی نسبت لکھا جائے گا گیارہ سال کی عمر میں طالب علم اور کافیہ خواں ہو گیا تھا۔ اور سمجھ سے سبق پڑھا کرتا تھا اور ہمیشہ آخرت کے عذاب سے ڈرتا اور کانپتا رہتا تھا اور دعا کیا کرتا تھا کہ بچپن میں ہی دنیائے کمینی کو چھوڑ جائے تا کہ عذاب آخرت سے خلاصی ہو جائے۔ مرض موت میں جو یار اس کی بیمار پرسی کو آتے تھے بہت عجائب وغرائب حالات سے مشاہدہ کرتے تھے اور محمد عیسیٰ سے آٹھ سال کی عمر میں لوگوں نے اس قدر خوارق وکرامات دیکھے کہ بیان سے باہر ہیں۔ غرض قیمتی موتی تھے جو امانت کے طور پر ہمارے سپرد کئے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ بلا جبر واکراہ امانت والوں کی امانت ادا کر دی گئی۔

انسان عالم خلق اور عالم امر کا جامع جو کچھ عالم خلق اور عالم امر ہے انسان میں شے زائد کے ساتھ موجود ہے۔

پس وہ حمد جو انسان سے وقوع میں آئے گا۔ تمام خلائق کے حمد سے کئی گناہ زیادہ ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ انسان کامل جس طرح تمام افراد عالم کو اپنے اجزا معلوم کرتا ہے افراد انسان کو بھی اسی طرح اپنے اجزاء معلوم کرتا ہے اور اپنے آپ کو سب کا کل جانتا ہے اس صورت میں اپنی حمد کو تمام جہان کی حمد سے کئی گنا زیادہ معلوم کرتا ہے اور نیز تمام افراد انسانی کے حمد سے بھی اپنی حمد کو کئی گنا

زیادہ پائے گا۔

خدا تجھے ہدایت دے جاننا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور میزان میں بھاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پیارے اور محبوب ہیں۔ سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم ہیں۔

پس پہلے کلمہ کے دو جزؤں کا حاصل ہے کہ تمام تقدیسات وتنزیہات حق تعالیٰ کی طرف راجع ہیں اور تمام صفات کمال و جمال اس کے لئے ثابت ہیں۔

اور دوسرے کلمہ کا حاصل یہ ہے کہ عظمت و کبریائی حق تعالیٰ ہی کے لئے ثابت کرنے کے باوجود تمام تنزیہات وتقدیسات اس کی طرف راجع ہیں اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تمام نقائص حق تعالیٰ سے اس کی عظمت و کبریائی کے باعث مسلوب ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ کلمے میزان میں بھاری اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں۔

نیز تسبیح توبہ کی کنجی بلکہ توبہ کا زبدہ اور خلاصہ ہے۔ تو امید ہے کہ وہ کریم و وہاب جل شانہ بھی تسبیح پڑھنے والے کو ان تمام باتوں سے جو اس کے لائق نہیں ہیں۔ پاک کرے گا اور حمد کرنے والے میں صفات کمال ظاہر کرے گا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا هل جزاء الاحسان الا الاحسان احسان کا بدلہ احسان ہی ہے اس لحاظ سے بھی یہ دو کلمے میزان میں بھاری ہوں گے کیونکہ ان کے تکرار کے سبب سے گناہ دور ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہوں گے کیونکہ ان کے ذریعہ اخلاق حمیدہ حاصل ہوتے ہیں۔

فقیر کے نزدیک سونے سے پہلے سو بار تسبیح وتحمید وتکبیر کا کہنا جس طرح کہ حضرت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے محاسبہ کا حکم رکھتا ہے اور محاسبہ کا کام دیتا ہے گویا تسبیح کرنے والا کلمہ تسبیح کے تکرار سے جو توبہ کی کنجی ہے اپنی برائیوں اور تقصیروں سے عذر کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کو ان باتوں سے جن کے باعث ان برائیوں کا مرتکب ہوا ہے۔ منزہ اور مبرا ظاہر کرتا ہے کیونکہ برائیوں کے مرتکب کو حضرت آمر و ناہی یعنی حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی عظمت و کبریائی ملحوظ اور مدنظر ہوتی تو حق تعالیٰ کے امر کے خلاف کرنے میں ہرگز دلیری نہ کرتا۔

جاننا چاہئے کہ استغفار میں گناہ کے ڈھانپنے کی طلب پائی جاتی ہے اور کلمہ تنزیہ کے تکرار میں گناہوں کی بیخ کنی کی طلب ہے۔ سبحان اللہ ایک ایسا کلمہ ہے کہ اس کے الفاظ نہایت کم ہیں لیکن اس کے معانی اور منافع بکثرت ہیں۔

یہ اسرار حروف مقطعات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جو قرآن کی آیات متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل سے علماء راسخین کو اطلاع دی ہے۔

باب ۸

شجرہ ہائے سلاسل طریقت

اس باب میں تصوف کے مختلف سلاسل سلسلۂ نقشبندیہ، سلسلہ چشتیہ، سلسلۂ سہروردیہ اور اس کی مختلف شاخوں کے مشائخ کے اسمائے گرامی کا ذکر ہے۔ دراصل تصوف میں تعلیم و تربیت کے مختلف طریقے رہے ہیں اور ہر طریق تربیت ایک مستقل سلسلہ ہے اور اس میں یہ خوبی ہے کہ ہر سلسلہ کے موجودہ بزرگ کے پاس اس کے اپنے استاد و شیخ سے لیکر حضور اکرم ﷺ تک تمام مشائخ کا تعارف موجود ہوتا ہے اسی کا نام شجرۂ طریقت ہے۔

سلسلۂ حضرات نقشبندیہ

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفی ﷺ

الٰہی بحرمت خلیفہ رسول اللہ ﷺ امیر المومنین حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت ابوالقاسم گرگانی رحمہ اللہ بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمہ اللہ بحرمت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمہ اللہ بحرمت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمہ اللہ بحرمت خواجہ محمد عارف ریوگری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد انجیر فغنوی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزی علی رامیتنی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمہ اللہ بحرمت سید السادات حضرت سید امیر کلال رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت ناصر الدین حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد زاہد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا درویش محمد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ محمد باقی باللہ بیرنگ رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت امام ربانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت عروۃ الوثقیٰ حضرت ایشان خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سلطان اولیا حضرت شیخ سیف الدین رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا حافظ محمد محسن دہلوی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت سید نور محمد صاحب بدایونی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت شہید مرزا جان جاناں رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ غلام علی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت وسیدنا شاہ ابوسعید رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب قدسنا اللہ بسرہ الاقدس

الٰہی بحرمت حضرت حاجی دوست محمد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ الشریفین مظہر الرحمان محمد عثمان صاحب رحمہ اللہ۔

سلسلۂ حضرات قادریہ

الٰہی بحرمت رحمۃ للعالمین حضرت محمد المصطفی ﷺ

الٰہی بحرمت خلیفہ رسول اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

الٰہی بحرمت سبط رسول اللہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بحرمت سبط رسول اللہ ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ الٰہی بحرمت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت سری سقطی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید جنید بغدادی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ ابوبکر شبلی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز یمنی رحمہ اللہ بحرمت ابوالفرح طرطوسی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ ابوالحسن علی الہنکاری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوسعید مخزومی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید عبدالرزاق رحمہ اللہ بحرمت سید شرف الدین قتال رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید عبدالوہاب رحمہ اللہ بحرمت سید بہاؤالدین رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید عقیل رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید گدائی رحمٰن اول رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید شمس الدین عارف رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید گدائی رحمٰن ثانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ فضیل صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ کمال کتھیلی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ سکندر رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت مجدد الف ثانی شیخ احمد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خازن الرحمۃ شیخ محمد سعید رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ عبدالاحد رحمہ اللہ بحرمت شیخ محمد عابد سنامی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حبیب اللہ مرزا جان جاناں رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ غلام علی صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ ابوسعید صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ احمد سعید صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت الحرمین الشریفین حاجی دوست محمد صاحب قندھاری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مظہر الرحمان مولانا محمد عثمان صاحب رحمہ اللہ

سلسلہ حضرات چشتیہ

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمت خلیفۃ رسول اللہ امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ

الٰہی بحرمت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سلطان ابراہیم ادھم رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ حذیفہ المرعشی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ امین الدین ابہر البصری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ ابوابراہیم اسحاق دینوری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ ابواسحاق چشتی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ احمد چشتی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ ابومحمد چشتی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ ابویوسف چشتی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ مودود چشتی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عثمانی ہارونی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ مخدوم علی صابر رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ احمد عبدالحق رودلوی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ محمد عارف ۔ بحرمت شیخ محمد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ رکن الدین گنگوہی رحمہ اللہ بحرمت شیخ عبدالواحد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت مجدد الف ثانی احمد فاروقی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ خازن رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ محمد سعید رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ محمد عابد سنامی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حبیب اللہ مرزا جان جاناں رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت عبداللہ شاہ المعروف بغلام علی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ ابوسعید صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی الحرمین محمد عثمان صاحب رحمہ اللہ

سلسلہ حضرات خواجہ سہروردیہ

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ العالمین محمد مصطفیٰ ﷺ

الٰہی بحرمت امیر المومنین خلیفہ رسول اللہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

الٰہی بحرمت حضرت حسن بصری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حبیب عجمی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت داؤد طائی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت معروف کرخی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سری سقطی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شیخ احمد دینوری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ بحرمت سید یار محمد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت وحید الدین عبدالقادر سہروردی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ صدر الدین رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت مخدوم جہاں گشت رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید اجمل پراچگی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید بدھن پراچی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت درویش محمد بن قاسم اودھی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ بحرمت رکن الدین رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت عبدالواحد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت محبوب ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ محمد سعید رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ عبدالاحد رحمہ اللہ شیخ محمد عابد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت مرزا جان جاناں رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت عبداللہ شاہ معروف بشاہ غلام علی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ ابوسعید رحمہ اللہ بحرمت شاہ احمد سعید صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین وسیلتنا الی اللہ الصمد
حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امام العارفین حاجی الحرمین الشریفین
مظہر فیض الرحمٰن حضرت مولانا محمد عثمان صاحب رحمہ اللہ۔

سلسلہ حضرات کبرویہ

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محمد مصطفیٰ ﷺ بحرمت
امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الٰہی

الٰہی بحرمت شیخ حسن بصری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ حبیب عجمی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت داؤد طائی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ بحرمت شیخ سری سقطی رحمہ اللہ

بحرمت جنید بغدادی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت ابوعلی رودباری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت ابوعلی کاتب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ عثمان مغربی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت ابوالقاسم گرگانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت ابوبکر نساج رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ احمد غزالی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت ضیاء الدین ابونجیب سہروردی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت عمار یاسر رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ روزبھان بقلی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ نجم الدین کبروی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ مجدالدین البغدادی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ علی اللاہوری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ احمد جوریانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ عبداللہ سفرائے رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ علاؤالدولہ سمنانے رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ محمود المردفانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت امیر علی ہمدانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ خواجہ اسحاق جیلانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت امیر عبداللہ برزارش آبادی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ رشید الدین بیدواری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت کمال الدین حسین خلدی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ محمد یعقوب صرفی کشمیری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ احمد فاروقی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت محمد سعید رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت عبدالاحد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت مرزا جان جاناں رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت عبداللہ شاہ معروف بغلام علی شاہ صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حافظ القرآن المجید شاہ ابوسعید رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حافظ القرآن شاہ احمد سعید صاحب قدسنا اللہ بسرہ الاقدس

الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امام العارفین حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا محمد عثمان صاحب رحمہ اللہ

سلسلہ حضرات مداریہ

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین وخاتم النبیین محمد ﷺ

الٰہی بحرمت خلیفۂ رسول اللہ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت عبداللہ علم برادر رسول اللہ ﷺ بحرمت شیخ یمین الدین شامی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ طیفور شامی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت امام طریقہ حضرت بدیع الدین شاہ مدار رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید اجمل پراچی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید پدھن پراچی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ محمد بن قاسم اودھی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ رکن الدین رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت مخدوم عبدالاحد رحمہ اللہ بحرمت محمد عابد سنامی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت مرزا جان جانان رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ شاہ ابوسعید صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ احمد سعید صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حاجی الحرمین حضرت دوست محمد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب رحمہ اللہ

سلسلہ حضرات قلندریہ

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمت عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سید خضر رومی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت نجم الدین قلندر رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شاہ قطب الدین سیناول رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شیخ عبدالسلام عرف شاہ علی جونپوری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت مخدوم (عبید) الاحد رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابوسعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس اللہ سرہ الاقدس

الٰہی بحرمت حاجی الحرمین حضرت دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ امام العارفین حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ

(اقتباس از فوائد عثمانی خواجہ عثمان دامانی رحمہ اللہ)

باب ۹

مشائخ نقشبندیہ
اور
طریق تعلیم و تزکیہ

اس باب میں سلسلۂ نقشبند کے حالات اور اس سلسلہ کے مشائخ تزکیہ و تعلیم و تربیت کے لئے جو طریقہ اختیار کیا اس کی وضاحت ہے اس کے علاوہ تصوف سے تعلق اسباق و اصطلاحات وغیرہ کی بھی مکمل وضاحت ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ

حلیہ:

آپ سفید رنگ نحیف العارض بلند پیشانی اور غائر العینین تھے۔ ہمیشہ چہرہ مبارک غمناک رہتا تھا۔ آپ کی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکتی رہتی تھی اور آپ اس کے وعید سے مستثنیٰ تھے۔ حنا اور کتم ایک قسم کا گھاس ہے اس کا خضاب لگایا کرتے تھے۔ آپ نے تمام عمر یعنی ایام جاہلیت سے لے کر نہ کبھی شعر کہا اور نہ کبھی شراب پی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام:

ایک بار حضرت ابوبکر صدیقؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس صرف ایک عبا پہنے ہوئے کہ اس میں بجائے تکمہ کے ایک کانٹا لگا ہوا تھا۔ حاضر ہوئے آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا ابوبکر! یہ کیا وضع ہے۔ انہوں نے ابھی کچھ جواب نہ دیا تھا کہ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی اسی ہیئت سے تشریف لائے۔ اس سے آپ ﷺ کو اور بھی زیادہ تعجب ہوا۔ ان سے اس کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم صادر فرمایا ہے کہ جس طرح ابوبکرؓ نے زمین پر اپنی وضع بنائی ہے تم آسمان پر بناؤ۔ اور مجھ کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے کہ ابوبکرؓ سے میرا سلام کہو اور دریافت کرو کہ اس حال میں تم مجھ سے راضی ہو۔ یہ سن کر ابوبکر صدیقؓ نے تین مرتبہ زور سے نعرہ مارا کہ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایمان:

پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم پر ابوبکرؓ کو کثرت نماز روزہ کے سبب سے فضیلت نہیں دیتا۔ بلکہ اس چیز کے سبب سے فضیلت دیتا ہوں جو اس کے سینہ میں ہے۔ فرمایا کہ ابوبکرؓ کا ایمان تمام جن وانس کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ابوبکرؓ کے ایمان کا پلہ جھکتا رہے گا۔

امتیوں میں سے بہتر:

جابرؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت ایک شخص آتا ہے کہ حق تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر کسی کو پیدا نہیں کیا اور اس کی شفاعت قیامت کے دن پیغمبروں کی مانند ہوگی۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ دیر نہ گزری تھی کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ آنحضرت ﷺ اٹھے ان سے بغل گیر ہوئے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

جاں نثاری:

رسول اللہ ﷺ مع حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہجرت کو روانہ ہوئے اور غار میں آ کر قیام فرمایا۔ تو اس غار میں سوراخ تھے جو حضرت صدیقؓ نے اپنی چادر پھاڑ کر بند کر دیئے تھے لیکن ایک سوراخ کے بند کرنے کو کچھ موجود نہ تھا۔ آپ نے اپنے پاؤں کی ایڑی لگا دی۔ اس سوراخ میں سانپ تھا۔ اس نے آپ کے پاؤں میں کاٹ لیا۔ مگر چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ آپ کے زانو پر سر مبارک رکھے ہوئے سوتے تھے آپ نے جنبش نہ کی۔

بہادری:

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ ایک چھولداری میں مقیم تھے۔ ہم نے صلاح کی کہ کوئی شخص موجود رہے کہ مشرک اس طرف نہ آئیں۔ لیکن اس امر کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ تلوار کھینچ کر کھڑے ہوگئے اور اس طرح ان کے پاس کسی کو نہ آنے دیا۔

محسن اسلام:

آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر کسی کا حق اس قدر نہیں جس قدر ابوبکرؓ کا ہے۔ اپنی بیٹی میرے نکاح میں دیدی اور مجھ سے مہر نہ لیا اور بلالؓ کو اپنے خالص مال سے مول لے کر آزاد کیا۔ اور مکہ سے مدینہ کی ہجرت کے سفر میں سب اسباب زاد اور راحلہ کا درست کر کے مجھ کو پہنچایا اور اپنی جان اور مال سے ہمیشہ میری غم خواری کرتا رہا۔ سو اب سب کے دروازے مسجد کی طرف سے بند کر دو۔ سوائے ابوبکرؓ کے دروازہ کے اس کو کھلا رہنے دو۔

خلافت:

اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ کو مرض موت لاحق ہوا اور مرض کی زیادتی ہوئی تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا۔ ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عذر فرمایا کہ میرا باپ رقیق القلب ہے۔ آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہونے کی تاب نہ لائیں گے لیکن آپ ﷺ نے بمبالغہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امامت کے واسطے حکم فرمایا۔ چنانچہ حسب الامر حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو پانچ دن تک نماز پڑھائی۔

حیاء: حضرت امیرؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز ابوبکرؓ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ خدا سے حیا کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ جنگل میں جس وقت پاخانہ پھرتا ہوں بوجہ حیا کے اپنے سر کو ڈھکتا ہوں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اپنی کمر کو دیوار سے لگاتا ہوں۔

وصیت:

حضرت سلمان فارسیؓ آپ کے پاس عیادت کو تشریف لائے اور کہا اے ابوبکرؓ کچھ مجھے وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمہارے لئے دنیا فتح کرنے کو ہے۔ اس میں بقدر ضرورت بسر اوقات لینا اور یاد رکھو جو کوئی صبح کی نماز ادا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں آ جاتا ہے۔ ایسا نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی کرو۔ اور یہ عہد شکنی تم کو منہ کے بل دوزخ میں ڈالے گی۔

جب حضرت صدیق اکبرؓ بوجہ زیادہ مرض گھر سے باہر نہ نکل سکے تو آپ سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنا کوئی نائب مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے عمرؓ کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ایسے تند مزاج اور سخت دل کو نائب مقرر کرتے ہیں آپ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جواب دوں گا کہ یا اللہ جو تیری مخلوق میں سب سے بہتر تھا اس کو نائب کیا پھر حضرت عمرؓ کو بلوایا اور فرمایا کہ میں تم کو ایک وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ دن کے حقوق ہیں کہ ان کو رات میں قبول نہیں کرتا۔ اور کچھ رات کے ہیں کہ ان کو دن میں نہیں قبول کرتا اور نفل کو قبول نہیں کرتا جب تک فرض ادا نہ کرو۔ اور قیامت کے دن جو بھاری پلہ والوں کے پلے بھاری ہوں گے تو یہی وجہ ہوگی کہ انہوں نے دنیا میں حق کا اتباع کیا ہوگا اور اپنے اوپر اسی کو بھاری سمجھا ہوگا۔

نقل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کسی نے گالی دی فرمایا جو میرا حال تجھ پر پوشیدہ ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔

وفات:

۲۲ جمادی سنہ ۱۳ھ تریسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون.

تجہیز و تکفین:

آپ کی وصیت کے موافق حضرت کی زوجہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ کو نہلایا اور عبدالرحمان بن ابوبکرؓ نے پانی ڈالا اور آپ کی وصیت کے موافق جو کپڑے آپ پہنے ہوئے تھے ان میں آپ کو کفنایا اور حضرت عمرؓ نے درمیان قبر اور منبر کے چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے وصیت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دفن کریں چنانچہ وہیں آپ کی قبر کھودی گئی اور رسول اللہ ﷺ کے کتف مبارک کے پاس آپ کا سر مبارک رکھا۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے آپ کو قبر میں اتارا۔

حضرت سلمان فارسیؓ

اسلام تک کا سفر:

آپ کو انتساب علم باطن میں باوجود محبت حضرت خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہے۔ آپ اصل میں مجوسی تھے۔ عالم جوانی سے طلب حق میں ساعی تھے۔ علماء یہود و نصاریٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بکمال صبر و استقامت اس راہ میں شدید تکالیف برداشت کیں اور قریب قریب دس مرتبہ نوبت بہ نوبت فروخت ہوئے اور آخر جناب سرور کائنات ﷺ نے کچھ سونا دلوا کر آپ کو ایک یہودی سے آزاد کرایا۔

فضیلت:

حضرت علیہ نے فرمایا۔ سلمان منا اهل البیت (یعنی سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے) آپ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔

ذمہ داری:

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو اپنے ایام خلافت میں حاکم مداین مقرر کر دیا تھا اور پانچ ہزار درہم بیت المال سے مقرر کر دیئے تھے۔

پرہیز گاری:

آپ تمام روپیہ فقیروں میں تقسیم کر دیتے اور خود زنبیل بافی سے اپنی بسر اوقات کرتے۔ آپ کے پاس ایک کملی اونٹ کے بالوں کی تھی۔ دن کو اپنے اوپر اس کو لپیٹ لیا کرتے اور رات کو اوڑھ لیا کرتے تھے۔ بکری کے بالوں کی آپ رسیاں اور جھول بنایا کرتے تھے اور لڑائی میں کسی کو جھول اور کسی کو رسی دے دیتے تھے۔

خدمت خلق:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ اپنے ایام حکومت میں آپ شہر مداین کے بازار میں جاتے تھے اور کسی شخص کو اسباب لے جانے کے واسطے ایک مزدور کی تلاش تھی۔ آپ کو کمبل پہنے ہوئے دیکھا اور آپ پر اسباب اٹھوا کر چل دیا۔ آپ نے یہ نہ فرمایا کہ میں کون ہوں۔ راستہ میں ایک شخص ملا اور کہا اے امیر آپ نے یہ بوجھ کیوں اٹھایا۔ اس شخص نے تب معلوم کیا کہ آپ امیر شہر ہیں اس نے اپنا سر قدم پر رکھ دیا اور بہت سی معذرت کی۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے اپنے مکان تک لے جانے کا ارادہ کر لیا تھا اب وہاں پہنچا کر ہی واپس ہوں گا۔

وفات:

دس رجب ۳۲ھ کو شہر مداین میں وفات پائی وہیں مزار مبارک ہے عمر ڈھائی سو سال سے کم نہیں تھی۔

حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ

نسبت باطنی:

علم باطن میں آپ کو حضرت سلمان فارسیؓ سے انتساب ہے اور اپنے جد بزرگوار کی نعمت ان کے وسیلہ سے حاصل کی اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شانہ فیض نشانہ میں تربیت پائی۔ امام زین العابدینؒ کی صحبت سے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی نسبت بھی حاصل کی تھی۔ آپ کبار تابعین وفقہاء سبعہ مشہورین سے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادقؒ

نسبت باطنی:

حضرت امام جعفر صادقؒ کو علم باطن میں اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم نیز اپنے والد امام زین العابدین سے انتساب ہے آپ کا قول ہے کہ ولدنی ابوبکر مرتین یعنی ابوبکرؓ سے میں دو مرتبہ پیدا ہوا ہوں۔ ایک ولادت ظاہر کہ میری والدہ کے باپ قاسم محمد بن ابی بکرؓ تھے۔ دوم ولادت باطنی کہ علم باطن بھی انہیں سے میں نے پایا۔

لقب:

حضرت امام کو صادق بوجہ آپ کے صدق مقال کے کہتے تھے۔ آپ سادات اہل بیت سے تھے۔

نسب:

جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن سید الشہداء حسین بن علی مرتضی رضی اللہ عنہم۔

شاگرد:

آپ کے تلامذہ میں امام ابوحنیفہؒ یحییٰ بن سعید انصاری و ابن جریج و امام مالک و محمد بن اسحاق وموسی بن جعفر و سفیان۔

ولادت ووفات:

ولادت مدینہ طیبہ میں آٹھ رمضان المبارک ۸۰ھ کو اور وفات وہیں ۱۴۸ھ کو ہوئی۔

انکساری:

ایک روز آپ مع اپنے خادموں کے درمیان بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے آؤ آپس میں بیعت و اقرار کریں کہ ہم میں سے جس کو نجات ہو وہ سب کی شفاعت کرے۔ سب نے عرض کیا

اے فرزند رسول ﷺ آپ کو ہماری شفاعت کی کیا احتیاج ہے کہ آپ کے جد شفیع الخلائق ہیں۔ فرمایا کہ مجھ کو اپنے اعمال سے شرم آتی ہے کہ ان کو لے کر ان کے روبرو ہوں۔

اقوال زریں:

ایک مرتبہ سفیان ثوری نے کہا کہ کچھ وصیت فرمایئے۔ فرمایا اے سفیان دروغ گو کو مروت نہیں ہوتی اور حاسد کو راحت نہیں ہوتی۔ بدخلق کو سرداری نہیں ہوتی اور ملوک کو اخوت نہیں ہوتی۔

فرمایا اے سفیان جو شخص ہر آدمی کے ساتھ صحبت رکھتا ہے وہ سلامت نہیں رہتا اور جو کوئی برے راستے جاتا ہے اس کو اتہام لگتا ہے اور جو شخص اپنی زبان کو قابو نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے۔ فرمایا جو کوئی اللہ تعالیٰ سے انس رکھتا ہے خلق سے وحشت ہو جاتی ہے فرمایا بہت سے گناہ ایسے ہیں کہ جس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے اور بہت سی ایسی عبادات ہیں کہ جس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مطیع مغرور اور گنہگار ہوتا ہے اور گنہگار نادم مطیع ہوتا ہے۔

کرامت:

نقل ہے کہ آپ ایک مرتبہ تشریف لائے ان کو دیکھتے ہی منصور تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوا اور مسند پر ان کو بٹھا کر آپ باادب تمام آگے بیٹھا اور عرض کیا کیا حاجت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے اپنے پاس نہ بلانا اور آپ تشریف لے گئے۔ فی الفور خلیفہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کئی وقت اور کئی روز تک ہوش نہ آیا۔ جب افاقہ ہوا تو وزیر نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔ آپ نے جواب دیا کہ جس وقت حضرت امام اندر آئے۔ ایک اژدھا ان کے ساتھ منہ پھیلائے ہوئے تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر مین نے ان کو کچھ بھی تکلیف دی تو وہ مجھ کو کھا جائے گا۔ اس خوف سے میں نے عذر کیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ

پیدائش:

۱۳۶ھ کو پیدا ہوئے۔

نسبت باطنی:

آپ کو حضرت امام جعفر صادق سے انتساب تھا اور آپ کی تربیت روحانیت امام سے ہوئی۔

کرامات:

آپ کی والدہ ماجدہ سے نقل ہے کہ ایام حمل میں جب میں شبہ کا لقمہ کھا لیتی تو اندر بے قراری شروع ہو جاتی تاوقتیکہ قے نہ کر دیتیں آرام نہ آتا۔ جب آپ نے مکتب میں پڑھنا شروع کیا اور سورۂ لقمان کی آیت پر پہنچے ان الشکرلی والوالدیک آپ نے استاد سے اجازت چاہی اور اپنے والدین کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر ادا کر۔ مجھ سے دو کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ یا تو اللہ تعالیٰ سے اس شکر کو معاف کرا دو یا اپنا شکر بخش دو۔ ان کی والدہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنا حق بخشا اور تجھ کو بالکل اللہ تعالیٰ کا کر دیا۔

ریاضت: حضرت بایزیدؒ یہ سن کر بسطام سے روانہ ہوئے اور تیس سال تک ملک شام کے جنگلوں میں مصروف ریاضت ومجاہدات رہے۔ جس وقت نماز پڑھتے ان کے سینے کی ہڈیوں سے ہیبت حق وتعظیم شریعت سے ایسی زور سے آواز نکلتی کہ لوگوں کو سنائی دیتی۔

سفر حرم:

نقل ہے کہ آپ نے سفر مکہ کیا اور ہر قدم پر دوگانہ ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بارہ برس میں مکہ شریف پہنچے۔

خدمت خلق:

نقل ہے کہ حضرت خواجہ کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہا کرتا تھا وہ سفر کو گیا اس کا بچہ اندھیری رات کی وجہ سے روتا۔ حضرت خواجہ اپنا چراغ اس کے گھر لے جاتے اس نے کہا جب خواجہ کی روشنی ہمارے گھر میں آ گئی تو اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

نجات کی تعلیم:

ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی تعلیم کیجئے کہ جس سے نجات ہو۔ فرمایا اول یہ کہ اللہ تیرے ہر حال سے آگاہ ہے اور جو تو کرتا ہے وہ دیکھتا ہے اور تیرے عمل سے بے نیاز ہے۔

عمل اصل ہے:

ایک روز کسی نے عرض کیا کہ اپنے پوستین کا ایک ٹکڑا مجھ کو دیجئے کہ آپ کی برکت حاصل ہو۔ فرمایا اگر میرا پوست بھی پہن لے تو کیا ہوتا ہے جب تک کہ میرا عمل نہ کرے۔

سچا عابد:

فرمایا کہ سچا عابد اور سچا عامل وہ ہے کہ تیغ سے جہد سے تمام مرادات کا سر کاٹ لے اور اس کی تمام شہوات وتمنا محبت حق میں فنا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا جو دوست ہو وہی اس کا بھی دوست ہو۔

اقوال زریں:

کسی نے دریافت کیا کہ آپ بھوک کی اس قدر کیوں تعریف کرتے ہیں فرمایا کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا انا ربکم الاعلی نہ کہتا۔ کسی نے دریافت کیا کہ متکبر کس کو کہتے ہیں فرمایا کہ جو شخص تمام عالم میں اپنے سے زیادہ کوئی خبیث چیز دیکھے۔ فرمایا کہ مردوں کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے دل نہ لگائیں۔ راہ توحید کے سالکوں کی انتہا بایزید کی ابتداء کے برابر ہے۔

حضرت ابوالخیر کا ارشاد:

حضرت ابوسعید الخیرؒ فرماتے تھے کہ "اٹھارہ ہزار عالم بایزید سے بھرے ہوئے دیکھتا ہوں مگر بایزید ہم میں نہیں ہے (یعنی وہ حق میں محو ہیں)

وفات:

بعمر ۷۳ سال بسطام میں ۱۵ شعبان ۲۶۱ہجری کو وفات پائی۔

حاصل تصوف:

نقل ہے کہ شیخ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ تصوف کس کو کہتے ہیں فرمایا آرائش ترک کرنا اور محنت اختیار کرنا۔

خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ

نسبت باطنی:

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کو تصوف میں بطریق بااویسیت ہونا چاہیے۔ حضرت سلطان بایزید بسطامی سے انتساب ہے کیونکہ آپ کی ولادت بعد وفات حضرت بایزید بسطامیؒ ہوئی ہے۔

فضیلت:

نقل ہے کہ شیخ بایزید بسطامی ہر سال دھستان قبور شہداء کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔ جب راہ میں خرقان پہنچتے اس جگہ کھڑے ہوتے اور اس طرح سے سانس لیتے جیسے کوئی کچھ سونگھتا ہے۔ مرید عرض کرتے کہ ہم کو تو کچھ خوشبو نہیں آتی آپ کیا سونگھتے ہیں۔ جواب دیتے کہ مجھے اس چوروں کے گاؤں سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے اس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہے اور اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہوں گی۔ اس پر بار عیال ہوگا۔ کھیتی کرے گا اور درخت لگایا کرے گا۔

ریاضت:

نقل ہے کہ چالیس سال تک آپ نے سر تکیہ پر نہیں رکھا اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔

مردانگی:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت خواجہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ مجھ کو اپنا خرقہ پہنائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ پہلے ایک مسئلہ کا جواب دے کہ اگر عورت مرد کے کپڑے پہن لے تو وہ مرد ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا نہیں فرمایا پھر خرقہ سے کیا فائدہ اگر تو مرد نہیں ہے تو خرقہ سے مرد نہیں ہو سکتا۔

کرامت:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی زیارت کے واسطے آیا اور آپ کے گھر پر آ کر آواز دی کہ شیخ کہاں ہے۔ آپ کی بیوی نے جواب دیا کہ اس زندیق کذاب کو تو کیا کرے گا اس کے سوا خدا جانے اور کیا کیا کہا۔ اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ جس کی بیوی ایسی منکر ہے اس میں کیا رکھا ہوگا۔ خیر یہ جنگل کو شیخ کی تلاش میں گئے۔ کیا دیکھا کہ آپ ایک شیر پر لکڑیوں کا بوجھ رکھ کر چلے آتے ہیں۔ یہ شخص سامنے گیا اور عرض کیا کہ کیا معاملہ ہے گھر کا وہ حال، باہر کا یہ حال۔ آپ نے یہ جواب دیا کہ جب تک ایسے بھیڑیے کا یعنی (بیوی کا) بوجھ نہ کھینچے گا ایسا شیر اس کا بار نہ اٹھائے گا۔

حضرت خرقانی اور محمود غزنوی

نقل ہے کہ ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی کا خرقان پر گذر ہوا اور کہا کہ مجھ کو نصیحت فرمایئے۔ فرمایا کہ چند باتوں کا خیال رکھنا منہیات سے پرہیز، نماز باجماعت اور خلق خدا پر سخاوت وشفقت کرنا۔ محمود نے کہا میرے واسطے دعائے خیر فرمایئے۔ فرمایا میں تو ہر روز دعا کرتا ہوں۔

اللھم اغفر للمومنین والمومنات کہا دعا خاص کیجئے فرمایا اے محمود تیری عاقبت محمود ہو اس کے بعد محمود نے ایک اشرفی کی تھیلی پیش کی۔ شیخ نے جو کی روٹی محمود کے آگے پیش کی اور کہا کہ کھا۔ محمود چباتا تھا اور گلے سے نہیں اترتی تھی۔ شیخ نے فرمایا کہ شاید گلا پکڑتی ہے کہا جی ہاں گلا پکڑتی ہے۔ فرمایا کہ تمہاری اشرفیوں کی تھیلی بھی میرا اسی طرح گلہ پکڑتی ہے اس کو لے جاؤ کہ میں نے اس کو طلاق دے دی ہے۔ محمود نے کہا کچھ تو قبول فرمایئے۔ فرمایا کہ نہیں پھر محمود نے عرض کیا مجھ کو نشانی دیجئے۔ آپ نے اپنا پیراہن عطا فرمایا۔ محمود جب واپس ہونے لگا کہا صومعہ تو خوب ہے۔ شیخ نے فرمایا جہاں سب کچھ ہے یہ بھی رکھنا چاہیے۔ چلنے میں شیخ محمود کی تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ محمود نے کہا کہ جس وقت میں آیا تھا اس وقت آپ نے التفات بھی نہیں کیا تھا اور اب تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے اس کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا کہ اول تو امتحان کو رعونت شاہی سے آیا تھا۔ اب فقر کے انکسار میں جاتا ہے۔ خیر سلطان وہاں سے چلا آیا اور جب سومنات پر چڑھائی کی اور عین حالت جنگ میں کہ جس وقت مخالف کا پلہ غالب ہونے کو تھا گھوڑے پر سے کود کر اور حضرت شیخ کے پیراہن کو ہاتھ میں لے کر دعا مانگی کہ الٰہی بطفیل اس پیراہن کے فتح نصیب کر۔ کہ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح دی۔ لکھا ہے کہ اسی شب محمود نے خواب میں حضرت شیخ کو دیکھا فرماتے ہیں کہ محمود تو نے ہمارے خرقہ کی کچھ عظمت نہ کی۔ اگر اللہ تعالیٰ سے چاہتا کہ تمام کافر مسلمان ہو جائیں تو سب مسلمان ہو جاتے۔ فرمایا یہ مجھ کو گوارا ہے کہ دنیا سے قرضدار جاؤں اور قیامت کے روز قرض خواہ وہاں دامن گیر ہوں مگر یہ گوارا نہیں کہ کوئی سائل مجھ سے سوال کرے اور اس کی حاجت رد کردوں۔

وفات:

خرقان میں ۱۵ ار مضان سنہ ۴۲۵ ہجری کو رحلت فرمائی

آپ کی ایک رباعی:

باز آباز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبرو بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

حضرت شیخ ابوعلی فارمدیؒ

ولادت ووفات:

ولادت ۴۳۴ھ میں اور وفات ۴ ربیع الاول ۵۱۱ھ ۴۷۷ھ کو طوس میں ہوئی وہیں مدفون ہیں۔

نسبت باطنی:

آپ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی سے بیعت تھے لیکن بطور اویسیت کے حضرت ابوالحسن سے مستفید تھے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی آپ ہی سے بیعت اور تربیت یافتہ تھے۔

غیر معلوم انتہا:

فرمایا تین چیزوں کی انتہا مجھے معلوم نہیں ہوئی۔ انتہائے درجات مصطفےٰ ﷺ معلوم نہیں ہوئیں۔ انتہائے کید نفس معلوم نہیں ہوئی اور انتہائے معرفت معلوم نہیں ہوئی۔

شیخ کی خدمت میں:

ایک روز گھر میں بیٹھا تھا کہ یکا یک میرے دل میں شیخ ابو سعید کی زیارت کا شوق بشدت پیدا ہوا اور وہ وقت شیخ کے باہر نکلنے کا نہ تھا۔ ارادہ کیا کہ ابھی نہ جاؤں مگر صبر نہ ہوسکا ناچار اٹھ کر باہر گیا جب چوراہے پر پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ مع مریدوں کے چلے جاتے ہیں۔ میں ان کے پیچھے ہولیا۔ جب وہ ایک جگہ پر پہنچے میں بھی ان کے ہمراہ چلا گیا اور ایک گوشہ میں جا کر اس طرح بیٹھ گیا کہ شیخ کی نظر مجھ پر نہ پڑے۔ وہاں سماع شروع ہو گیا اور شیخ کو وجد عظیم پیدا ہوا چنانچہ انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے۔ کپڑے اتارے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ ایک آستین علیحدہ رکھی اور آواز دی۔ ابا

علی طوسی کہاں ہے میں نے اپنے دل میں کہا وہ تو مجھ کو جانتے بھی نہیں اور دیکھتے بھی نہیں۔ کوئی ابا علی ان کا مرید ہوگا جس کو پکارتے ہیں یہ سوچ کر خاموش ہو گیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ نے پھر پکارا مگر میں نے جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ جب پکارا تب کسی نے کہا کہ تم ہی کو شیخ پکارتے ہیں۔

جب میں اٹھ کر ان کے پاس گیا تو شیخ نے وہ تریز اور آستین مجھ کو دی اور فرمایا کہ جاؤ اس کو اچھی طرح سے بحفاظت رکھنا۔ کہ تو مجھ کو مثل اس آستین اور تریز کے ہے۔ یعنی جو تعلق کہ آستین اور تریز میں ہے وہی مجھ میں اور تجھ میں ہے۔ میں وہ کپڑا لے کر آداب بجالایا اور بہت حفاظت سے رکھا۔ اور مجھ کو ان کی خدمت میں بہت فائدہ اور حال وارد ہوئے اور جو احوال وواردات گزرتی تھی وہ بیان کیں۔

تحصیل علم:

انہوں نے فرمایا کہ اے فرزند ابھی علم پڑھو چنانچہ میں علم پڑھتا رہا لیکن ہر روز روشنائی بڑھتی جاتی تھی کہ تین سال تک میں تحصیل علم میں مشغول رہا۔ ایک روز قلم دوات سے نکالا تو سفید نکلا۔ میں نے امام ابی قاسم سے یہ حال بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا اب علم نے تجھ سے منہ پھیر لیا اب تو بھی اس سے منہ پھیر لے۔

حصول مقصد:

چنانچہ میں مدرسے سے خانقاہ میں گیا اور امام کے استاد کی خدمت میں مشغول ہوا۔ ایک روز استاد امام تنہا غسل خانے میں گئے میں نے چند ڈول غسل خانے میں ڈال دیئے۔ جب استاد باہر آئے۔ نماز پڑھی فرمایا کہ یہ کس نے غسل خانے میں پانی ڈالا۔ میں نے خوف کے مارے کچھ نہ کہا کہ شاید مرضی کے خلاف ہو۔ پھر دریافت کیا پھر بھی جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا تب میں نے عرض کیا کہ میں تھا۔ فرمایا اے ابا علی! جو کچھ کہ ابوالقاسم کو ستر سال میں ملا تجھ کو ایک ڈول پانی میں مل گیا۔ اس کے بعد مدتوں تک ان کی خدمت میں مجاہدہ کیا۔

شیخ گرگانی رحمہ اللہ کی خدمت میں:

ایک روز میں بیٹھا تھا کچھ ایسا حال وارد ہوا کہ میں اس میں گم ہو گیا۔ یہ حال میں نے اپنے استاد سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا اے ابی علی! اس سے زیادہ میرا سلوک نہیں ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ مجھ کو ابھی اور پیر کی ضرورت ہے کہ اس مقام سے نکالے۔ میں نے شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام سنا تھا۔ ان کے پاس طوس کی جانب روانہ ہوا۔ جب ان کی خدمت میں پہنچا وہ اس وقت اپنے مریدوں میں بیٹھے ہوئے تھے میں نے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھی اور ان کے سامنے آیا وہ مراقبہ میں بیٹھے تھے سر اٹھایا اور فرمایا کہ آؤ! کیا بات ہے۔ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا اور تمام واقعات بیان کئے۔ شیخ نے فرمایا ہاں! ابتداء تمہاری اچھی ہے اگر تمہاری تربیت ہو تو مرتبہ بلند پر پہنچ جاؤ۔ میں نے اپنے دل میں جان لیا کہ میرے پیر یہیں ہیں اور وہیں قیام کیا۔

اجازت وعظ:

ابو علی فارمدی کا قول ہے کہ اس بات کو بہت دن نہیں گزرے تھے کہ شیخ ابوالقاسم نے مجھ سے وعظ کرنے کو فرمایا۔

خواجہ یوسف ہمدانیؒ

اجمالی تعارف:

کنیت ابویعقوب، نام مبارک یوسف، علوم شرعیہ میں، خصوصاً علم حدیث میں، کامل دستگاہ تھی، واعظ اور مفتی تھے۔ حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اکثر آپ کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ بھی آپ کے یہاں چھ ماہ رہے۔ آپ اپنے وقت کے غوث اور پانچویں صدی کے مجدد تھے۔ بغداد، اصفہان، سمرقند، بخارا وغیرہ کے لوگ بہت مستفید ہوئے۔

نسبت باطنی:

حضرت کو حضرت خواجہ ابو علی فارمدیؒ قدس سرہ سے انتساب ہے۔ لیکن شرح وصایا خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ نے لکھا ہے حضرت خواجہ یوسف ہمدانی بے واسطہ شیخ ابوالحسن خرقانی کے مرید ہیں اور خرقہ شیخ عبداللہ جوینی قدس سرہ سے پہنا اور شیخ حسن سمنانی کی صحبت میں حاضر رہے۔

علمی مقام:

آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی کہ بغداد، اصفہان، عراق

خراسان، سمرقند، بخارا وغیرہ میں استفادہ افادہ کیا۔ حدیث شریف پڑھی، وعظ فرمایا لوگوں کو ان سے نفع پہنچا۔ فتاویٰ واحکام شرعیہ پر دست قدرت کامل حاصل تھی۔ علوم وتعارف میں قدم راسخ تھا۔ جم غفیر علماء فقہاء کا آپ کی خانقاہ مجلس میں حاضر رہتا۔ آذربائیجان، عراق اور خراسان کے لوگوں کی تربیت فرمائی۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی حاضری:

خواجہ ہمدانی ان مشائخ سے ہیں کہ جن کی صحبت میں حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حاضر رہے ہیں۔ ایک روز حضرت خواجہ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جب کہ ابھی آپ جوان تھے فرمایا کہ تم وعظ کہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میں عجمی ہوں فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح وعظ کہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا، تم کو فقہ، اصول فقہ، اختلاف مذاہب ولغت وتفسیر قرآن یاد ہے تم سب طرح سے اس کی صلاحیت رکھتے ہو کہ منبر پر آؤ اور وعظ کہو کہ میں تم میں وہ چیز پاتا ہوں کہ جس کی اصل وفرع زمین وآسمان میں پہنچے۔

کرامت:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت روتی پیٹتی ہوئی آپ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ فرنگی میرے لڑکے کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ دعا فرمایئے کہ وہ آجائے۔ آپ نے فرمایا کہ تو صبر کر اور مکان کو جا۔ تیرا لڑکا تجھ کو گھر پر ملے گا۔ وہ عورت واپس آئی تو دیکھا کہ فی الواقع لڑکا موجود تھا۔

۲۔ نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ وعظ فرماتے تھے دو فقیہ بھی اس جگہ موجود تھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ کو کہا کہ چپ رہو تم بدعتی ہو۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تم خاموش رہو تم کو موت آئی۔ چنانچہ اسی جگہ اسی وقت دونوں فقیہ مر گئے۔

سن ولادت ووفات:

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کی ۴۴۰ ہجری میں ولادت ہوئی اور ۵۳۵ ہجری میں وفات ہوئی اور آپ کی قبر مرو کے راستہ میں تھی۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی

نام ونسب:

لقب خواجہ جہان ہے حضرت امام مالکؒ کی اولاد میں ہیں۔ حضرت خضرؑ آپ کے پیر تعلیم ہیں اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانی پیر صحبت وخرقہ ہیں۔

خصائل:

کمال درجہ متبع سنت تھے اور بدعت سے سخت متنفر، کم کھانے، کم سونے، کم بولنے اور کم ملنے کی خصوصیت سے وصیت فرمائی ہے وہ آٹھ کلمات جن پر طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد آپ ہی کے مقرر کردہ ہیں۔ یعنی ہوش دردم نظر بر قدم، سفر در وطن، خلوت در انجمن، یادکرد، بازگشت، نگاہ داشت، اور یادداشت۔

ولادت باکرامت:

۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ کو غجدوان (بکسر غین) میں وفات ہوئی، جو بخارا کے قریب ہے۔ آپ کی والدہ سلطان روم کی نسل سے تھیں۔ آپ کے والد بزرگوار عبدالجمیل کبار اولیاء عظماء اتقیاء سے تھے اور حضرت خضرؑ کے صحبت دار تھے۔

نقل ہے کہ خضرؑ نے امام شیخ عبدالجمیل کو بشارت دی تھی کہ تیرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کا نام عبدالخالق رکھنا۔ اس کو ہم اپنی فرزندی میں لیں گے، اور اپنی نسبت سے بہرہ مند کریں گے۔ اس کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ امام شیخ عبدالجمیل بسبب حوادث زمانہ، روم سے ماوراء النہر آگئے اور ایک قصبہ غجدوان میں متصل بخارا ہے، اقامت پذیر ہوئے اور وہاں حضرت خواجہ عبدالخالق متولد ہوئے۔

حضرت خضرؑ کی فرزندی میں:

حضرت خواجہ ہمیشہ ایسے شخص کے انتظار میں رہتے تھے۔ اتفاقاً جمعہ کے روز اپنے باغ کے دروازہ پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص ضعیف العمر آئے۔ حضرت خواجہ نے ان کی بہت تعظیم وتکریم کی۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اے جوان میں تجھ میں آثار بزرگی دیکھتا ہوں۔ کہیں تو بیعت ہوا ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا مدت گزری اس بات کی تلاش میں ہوں۔ پیر مرد نے فرمایا اے جوان میں خضر ہوں۔ تجھ کو میں نے اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ ایک سبق تجھ کو بتلاتا ہوں، اس پر ملازمت رکھنا تیری کشائش کا کام ہوگی۔ پھر فرمایا کہ حوض میں غوطہ مار اور دل سے لاالٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہہ! حضرت خواجہ نے اسی طرح کیا اور

سبق لیکر اپنے کام میں مشغول ہو گئے اور کشائش عظیم ہوئی۔

ارشادات:

فرماتے تھے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کو خیال کرتا ہوں نزدیک ہو جاتا ہے کہ جان قلب سے باہر ہو جائے اور اس سے یہ خوف آتا ہے کہ شاید بے قصد اور بے اطلاع مجھ سے ایسا کام سرزد ہو گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔

فرمایا کہ میری بائیس سال کی عمر تھی کہ حضرت خضرؑ نے میری تربیت کے واسطے حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کو وصیت فرمائی۔ ایک درویش نے حضرت خواجہ سے دریافت کیا کہ تسلیم کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا کہ تسلیم یہ ہے کہ روز الست جو نفس و مال فروخت کر کے بہشت خریدا ہے آج بھی تسلیم کرے۔

فرمایا! فراغت دل یہ ہے کہ محبت دنیا دل میں راہ نہ پائے اور یہ نہیں کہ دنیا کے کام کاج سے آزاد ہو۔

طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد:

حضرت کے کلمات قدسیہ سے چند کلمے یہ ہیں کہ بناء طریقہ حضرات خوجگان اسی پر مبنی ہے۔

ہوش دردم:

یعنی ہوشیار رہنا سالک کا ہر نفس میں کہ بیدار ہے یا غافل

نظر برقدم:

یعنی سالک کو چاہیے کہ راہ چلنے میں نظر اپنے قدم گاہ سے تجاوز نہ کرے۔ اور بوقت نشست نظر کو روبرو رکھے۔ راست و چپ نہ دیکھے کہ موج فساد عظیم و مانع حصول مقصود ہے۔

سفر دروطن:

انتقال کرنا۔ سالک کا صفات بشریہ خبیثہ سے بجانب صفات ملکیہ

خلوت درانجمن:

اس سے مراد ہے کہ سالک جمیع اوقات خلوت و جلوت کھانے پینے چلنے پھرنے بات چیت میں اپنا قلب اللہ تعالیٰ سے مشغول رکھے۔

یادکرو:

اس سے مراد ذکر اللہ سے ہے کہ ہر وقت اس میں مشغول رہے

بازگشت:

سے مراد یہ ہے کہ چند بار ذکر کر کے بکمال تضرع یہ دعا کرے کہ الٰہی مقصود میرا تو ہے اور رضا تیری' اپنی محبت اور معرفت مجھ کو عطا کر۔

نگہداشت:

سے مراد خطرات اور حدیث نفس کا قلب سے دور کرنا ہے۔

یادداشت:

سے مراد توجہ سالک طرف ذات بیچوں و بے چگوں حق سبحانہ وتعالیٰ بغیر الفاظ و خیال کے۔

وقوف زمانی و ہوش دردم:

ایک ہی چیز ہے۔

وقوف عددی:

ذکر میں سانس چھوڑتے وقت عدد طاق کا لحاظ رکھنا

وقوف قلبی:

سے مراد توجہ سالک بجانب قلب ہے کہ زیر پستان چپ واقع ہے

وصیت:

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ نے اپنے فرزند خواجہ اولیاء کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر یہ وصیت فرمائی

"اے فرزند! تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ کو اپنا شعار بنانا اور وظائف و عبادت کی ملازمت رکھنا۔ اپنے احوال کا مراقبہ کرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق ادا کرنا۔ والدین کے حق کا بھی خیال رکھنا کہ ان خصلتوں سے اللہ تعالیٰ تک مشرف ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا کہ وہ تیرا محافظ رہے۔ قرآن شریف خواہ یاد ہو یا نہ' دیکھ کر پڑھنا لازم رکھنا۔ قرآن شریف کو بہ تفکر وتدبر و حزن و گریہ سے پڑھنا۔ طلب علم سے ایک قدم نہ ہٹنا۔ علم فقہ اور حدیث پڑھنا۔ جاہل صوفیوں سے پرہیز کرنا۔ عوام الناس سے دور رہنا کہ یہ راہ دین کے چور ہیں اور مسلمانوں

کے راہزن۔ ملازمت سنت و جماعت کرنا۔ ائمہ سلف کے مذہب پر رہنا کہ جو کچھ محدث ہے گمراہی ہے۔ جوانوں اور عورتوں اور مردوں اور اہل بدعت سے صحبت مت رکھنا کہ یہ تیرا دین برباد کریں گے۔ دو ٹکڑہ روٹی پر راضی رہنا اگر کسی سے صحبت رکھے تو فقیروں سے رکھنا۔ حرام سے بچنا حلال پہننا۔ جماعت ترک نہ کرنا' امام ومؤذن نہ ہونا' دستاویزوں پر اپنا نام نہ لکھنا' قاضیوں کی کچہریوں میں حاضر نہ ہونا' لوگوں کی وصیت کے درمیان نہ گزرنا۔ آدمیوں سے اس طرح بھاگنا جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔ کوشش کرنا کہ گمنام رہے تاکہ دین خراب نہ ہو۔ جو طالب ریاست ہو اس کو سالک طریقت نہیں کہنا۔ مشائخ کی مال وتن وجان سے خدمت کرنا اور ان کے دل کا خیال رکھنا۔ کسی مشائخ کا انکار مت کرنا البتہ جو امر خلاف شرع ہو۔ اگر مشائخ کا انکار کرے گا' نجات نہیں ہو گی۔ لوگوں سے کچھ مت مانگ۔ اپنے واسطے کچھ جمع نہ کرنا۔ حق تعالیٰ کی ضمانت پر اعتماد ویقین کر کہ رزق قسمت کا ہے۔ آرائش ظاہری سب خرابی باطن ہوتی ہے۔ خاموش رہنا' ہمیشہ خلق کو نصیحت کرنا' کھانا پینا کم کرنا تاوقتیکہ احتیاجی طعام نہ ہو کچھ نہ کھانا' سوائے ضرورت کلام نہ کرنا' جب تک کہ نیند کا غلبہ نہ ہو نہ سونا اور پھر جلد اٹھ بیٹھنا۔ سماع میں بہت نہ بیٹھنا کہ سماع سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ بہت سماع دل کو مردہ کرتا ہے۔ سماع کا انکار نہ کرنا کہ اصحاب سماع بہت ہیں۔ سماع اس شخص کو روا ہے کہ جس کا دل زندہ ہو اور نفس مردہ۔ اور جس میں یہ بات نہ ہو' اس کو نماز روزہ میں مشغول ہونا اولیٰ ہے۔

چاہیے کہ تیرا دل ہمیشہ فکرمند ہو تن نماز میں ہو عمل خالص ہوں۔ دعاء تیری مجاہدہ' تیرے کپڑے پرانے' تیرے ساتھی درویش' تیرا گھر مسجد' تیرا مال مسئلہ کی کتابیں' تیری آرائش ترک دنیا' دوست تیرا خدا تعالیٰ۔ جب تک کسی شخص میں یہ پانچ باتیں نہ ہوں اس سے برادری نہ کرنا اور فقیری کو امیری پر ترجیح دے۔ دوسرے علم کو دنیا کے کاموں پر ترجیح دے۔ تیسرے ذلت کو عزت سے بہتر جانے' چوتھے علم ظاہر وباطن کا بینا ہو' پانچویں موت کے واسطے مستعد ہو۔

کرامت:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ مع مریدوں کے حج بیت اللہ کو جاتے تھے۔ راہ میں سب پر تشنگی نے غلبہ پایا۔ ناگاہ ایک کنویں پر پہنچے مگر وہاں رسی اور ڈول نہ تھا۔ نہایت مایوسی ہوئی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں تو نماز پڑھتا ہوں تم پانی پیو اور وضو کرو۔ مریدوں نے جو یہ سنا سمجھ گئے کہ اس میں کچھ بھید ہے اور کچھ پانی کی امید پڑی۔ پھر کنویں پر گئے۔ دیکھا تو حضرت خواجہ کی برکت سے کنواں منہ تک بھر گیا تھا۔ سب نے پانی پیا اور وضو کیا۔ ایک شخص نے ایک برتن پانی سے بھر لیا۔ فی الفور پانی کنویں کی تہہ پر پہنچ گیا۔ یہ بات کسی نے حضرت خواجہ سے عرض کی۔ فرمایا کہ یاروں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کیا ورنہ قیامت تک پانی تہہ پر نہ پہنچتا۔

آخری نصیحت:

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ کا آخری وقت آیا مرید و فرزند وہاں موجود تھے۔ حضرت نے آنکھ کھول کر فرمایا کہ عزیزو! خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور بشارت رضا دی ہے۔ تمام اصحاب رونے لگے اور عرض کی کہ ہمارے واسطے بھی دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو بھی بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے کہ جو شخص اس طریقہ پر تا قیامت استقامت رکھے گا میں اس پر رحمت کروں گا اور اس کو بخش دوں گا۔ کوشش کرو کہ اس طریقہ سے علیحدہ نہ ہو اور قائم رہو۔

وفات:

تھوڑی دیر کے بعد ایک آواز آئی یایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة اصحاب نے جو خیال کیا تو حضرت خواجہ کا انتقال ہو گیا۔ انا لله و انا الیه راجعون. آپ کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ میں ہوئی بعد وفات آپ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ زیر عرش ایک تخت نورانی پر بیٹھے ہیں اور ملائکہ آپ کے گرد جمع ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت عارف ریوگریؒ

نسبت باطنی:

حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ اعظم خلفاء

حضرت عبدالخالق غجدوانی سے تھے۔ تا حیات حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہے اور فائدہ باطنی حاصل کیا۔ بعد وفات حضرت خواجہ مسند ارشاد پر بیٹھ کر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔

مقام:

علم وحلم اور زہد وتقویٰ وریاضت وعبادت ومتابعت سنت میں شان عالی رکھتے تھے۔ علم وحلم اور زہد وتقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔ تصوف میں عارف نامہ آپ کا رسالہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان) میں موجود ہے۔

وفات:

یکم شوال ۶۲۶ھ کو وفات ہوئی۔ آپ کا مدفن ریوگر بفاصلہ اٹھارہ میل شہر بخارا سے ہے۔

خواجہ محمد انجیر فغنوی

انجیر فغنہ (جو شہر بخارا سے نو میل پر ہے) وطن ہے پیشہ گلکاری تھا۔ آپ کا فیض عام تھا۔

ذکر جہر:

کسی وقتی مصلحت سے آپ نے ذکر جہر کی تعلیم دی تھی چنانچہ اس سلسلہ میں ذکر جہر کا رواج ہوگیا۔ لیکن جب حضرت امام الطریقہ خواجہ بہاؤالدین نقشبندیہ حضرت سید امیر کلال سے بیعت ہوئے تو علمائے بخارا کو آپ نے حضرت سید امیر کلال سے رجوع کرایا اور جب علماء نے ذکر جہر کو بدعت قرار دیا تو حضرت خواجہ نقشبندیہ قدس سرہ علماء بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہ کی خدمت میں لائے تا کہ وہ ان کو ذکر جہر سے منع کر دیں۔ چنانچہ علمائے کرام نے حضرت امیر قدس سرہ سے عرض کیا کہ ذکر جہر بدعت ہے آپ ایسا نہ کیا کریں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ہم آئندہ نہیں کریں گے۔ اس کے بعد سے بدستور قدیم ذکر خفی کی تعلیم ہونے لگی۔ ۷ اربیع الاول ۷۱۵ھ کو وفات ہوئی ایک روایت کے مطابق سال وفات ۷۱۷ھ ہے۔

نوٹ:

نقشبندی حضرات ذکر خفی کو ذکر جہری پر ترجیح دیتے ہیں اور چشتی حضرات جہری ذکر کو علاج قرار دیتے ہیں۔ فلا تناقض

نسبت باطنی:

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی افضل واکمل خلفاء حضرت خواجہ عارف سے ہیں۔ جب حضرت خواجہ عارف کا آخری وقت آیا تو آپ نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا اور دعوت خلق کی اجازت دی۔ آپ کا مولد ایک موضع انجیری فغنی متصل بخارا واقع ہے۔ آپ واہ کند میں مقیم تھے اور وہیں تربیت وہدایت خلق فرمایا کرتے تھے۔

کرامات:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رامتینی مع اصحاب حضرت خواجہ محمود انجیر بغنوی مشغول ذکر تھے کہ یکا یک ایک مرغ سفید رنگ کا ہوا میں اڑتا ہوا اوپر کو گزرا اور بزبان فصیح کہا کہ اے علی مردانہ ہو اور اپنے کام میں مشغول رہ۔ اس مرغ کے دیکھنے اور اس کلمہ کے سننے سے تمام اہل مجلس غایت فیض ظہور اسرار سے بے ہوش ہوگئے۔ جس وقت افاقہ ہوا حضرت خواجہ سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ مرغ روح پرفتوح حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت دی ہے کہ جس مخلوق کے قالب میں چاہیں متشکل ہو جائیں اس وقت خواجہ دہقان قلبی رحمۃ اللہ علیہ کا کہ خواجہ اولیاء کبیر کے اول خلیفہ سے ہیں۔ وقت اخیر تھا انہوں نے دعا کی تھی کہ یا اللہ میرے آخری وقت میں میری مدد کو کوئی اپنا دوست بھیجنا کہ اس کی برکت سے ایمان سلامت لے جاؤں۔ چنانچہ باشارہ ربانی حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کی روح مبارک حضرت خواجہ دہقان کے وقت پر پہنچی تھی' چونکہ ان کا خاتمہ بخیر ہوگیا اب واپس جاتے ہیں چونکہ تیرے حال پر فرط محبت وعنایت تھی اس راہ سے گزرتے ہوئے تشریف لے گئے۔

انتقال:

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کا انتقال ۷۱۵ھ میں ہوا اور آپ کا مدفن موضع انجیر فغنی میں ہے۔

حضرت خواجہ علی رامتینی

نسبت وخلافت:

حضرت خواجہ علی رامتینی حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کے کبار خلفاء سے ہیں۔ جس وقت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کا وقت قریب پہنچا' تب آپ نے حضرت خواجہ علی کو اپنی خلافت سپرد کی اور اپنے جمیع اصحاب بھی تفویض کئے۔ آپ حضرت خضرؑ کے صحبت دار تھے اور انہیں کے اشارے سے حضرت خواجہ کے مرید ہوئے تھے۔

مسکن:

آپ کا مسکن قصبہ رامتین میں تھا لیکن بسبب بعض حوادث شہر باورد میں آ گئے اور وہاں مدت تک ارشاد خلق میں مشغول رہے مگر وہاں بھی چین نہ ملا شہر خوارزم آ گئے اور وہاں بھی ریاضت ومجاہدہ میں مشغول رہے۔

ارشادات:

آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ ایمان کس کو کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کندن و پیوستن یعنی توڑنا اور جوڑنا۔ یعنی خلق سے توڑنا اور خالق سے جوڑنا۔

فرمایا کہ اگر کوئی عبدالخالق غجدوانی کا فرزند موجود ہوتا تو منصور حلاج کو سولی سے بچا جاتے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کی صحبت رکھو اور اس کی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہو۔ فرمایا اگر نیکوں کے پاس بیٹھو گے نیک ہو گے۔ اگر بدوں کے پاس بیٹھو گے بد ہو گے۔ فرمایا! اگر کسی آدمی کے پاس بیٹھے اور خدا تعالیٰ کو بھولے تو اس کو شیطان سمجھ۔ اگر چہ آدمی کی صورت ہو۔ بلکہ ابلیس آدمی بدتر ہے۔ ابلیس جن سے کہ وہ پوشیدہ وسوسہ ڈالتا ہے اور ابلیس آدمی ظاہر طور سے۔

فرمایا! یار نیک کار نیک سے بہتر ہے کیونکہ ممکن ہے کار نیک سے تجھ کو عجب و پندار ہو لیکن یار نیکی ہی کی صلاح دے گا۔

اگر درینے کہ بامنی پیش منی
در پیش منی کہ بے منی در یمنی

کسی درویش نے حضرت عزیز قدس سرہ سے دریافت کیا کہ بالغ کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا! بالغ شریعت وہ ہے جس سے منی نکلے اور بالغ طریقت وہ ہے جو منی سے باہر آئے۔ یعنی اس کی خودی جاتی رہے۔ اس درویش نے یہ سن کر سر زمین پر رکھ دیا۔ خواجہ نے فرمایا سر کے زمین پر رکھنے کی حاجت نہیں بلکہ جو کچھ سر میں ہے (یعنی نخوت وغرور و پندار) وہ زمین پر رکھو۔ آپ کے فرزند اور جانشین حضرت خواجہ ابراہیم قدس سرہ نے دریافت کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ **الفقیر لا یحتاج الی اللہ** یعنی فقیر نہیں حاجت رکھتا طرف اللہ کی خواجہ نے جواب دیا لایحتاج بالسوال الی اللہ ۔یعنی فقیر سوال نہیں کرتا جبکہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے۔ اس سے سوال کی کیا حاجت ہے۔ وہ سب کی حاجتیں جانتا ہے۔ (یہ ایک حال ہے) فرمایا کہ غناء بے پرواہی کو کہتے ہیں۔ آپ اپنے نفس مبارک کو عزیزان کہا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کا یہی لقب مشہور ہوا۔

تصوف پر آپ کا ایک رسالہ بھی ملتا ہے۔ سالک آپ کی صحبت سے ایک روز میں حقیقت کو پہنچ جاتا اور حضور قلب لے کر واپس جاتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ عمل کر کے اس کو نہ کیا ہوا خیال کرنا چاہیے اور خود کو قصور وار خیال کر کے از سر نو اپنا عمل شروع کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ مرد وہ ہے جس کو تجارت اور خرید و فروخت خدائے تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر سکے۔ آدھا مرد وہ ہے جس کے شغل میں ذکر قلبی کی بھی لذت آتی ہو مگر وہ صرف اسی پر قناعت کرے یعنی جب تک ذکر کرے لذت حاصل ہو اور جب چھوڑ دے تو دل بھی ذکر سے باز رہ جائے اور نامرد وہ ہے جو منافق ہو۔ یعنی ذکر کرے مگر خدا کے لئے نہ کرے۔

اگر فقیر ہاتھ میں کچھ نہ رکھے مگر دل میں خواہاں ہو وہ گدائے محلہ ہے نہ تابع رسول ﷺ فرمایا کہ اگر بندہ کو خطاب پہنچے کہ اے بندہ ہم سے کوئی حاجت چاہ۔ شرط بندگی یہ ہے کہ بندہ خدا کے سوا اور کچھ نہ چاہیے اس کو۔ اور اگر کسی شخص کے پاس سب کچھ ہو مگر اس کے دل میں محبت نہ ہو تو اس کو تجرید معنوی حاصل ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو بھول نہ جایئے گا۔ آپ نے فرمایا کہ بازار جا کر ایک کوزہ خرید اور ہم کو لا کر تحفہ دے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔

فرمایا کہ اب جس وقت اس کو دیکھا کروں گا' تجھ کو یاد کروں گا۔

نقل ہے کہ کسی شخص نے ازروئے انکار کہا حضرت عزیزاں بازاری ہیں' یعنی سوت کی خرید وفروخت کے واسطے آپ بازار جایا کرتے تھے۔ حضرت عزیزاں نے یہ سن کر فرمایا کہ یار عزیزان زاری چاہتا ہے تو کیوں نہ بازاری ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں زاری وتضرع ودردوسوز ونیاز ومسکنت چاہیے۔

کرامت:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک مہمان حضرت عزیزان کے گھر آیا۔ اس وقت آپ کے گھر میں کوئی چیز موجود نہ تھی۔ ناگاہ ایک غلام کہ آپ کا مخلص تھا' روٹیاں فروخت کیا کرتا تھا ایک ٹوکری روٹیوں کی بھری لایا اور آپ کے سامنے پیش کی۔ اس وقت بہت خوش ہوئے اور اس سے کہا کہ تو نے اس وقت بہت پسندیدہ خدمت کی' جو تیری مراد ہو مانگ۔ اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں تم ہو جاؤں۔ یعنی تمہاری مانند ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نہایت سخت بات ہے اور تو اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس نے کہا کہ میرا تو یہی مقصود ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا اسی طرح سہی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک گوشہ میں لے گئے اور اس کے حال پر متوجہ ہوئے۔ جب باہر تشریف لائے تو وہ باورچی ظاہر وباطن میں بالکل آپ کے مشابہ تھا۔ مگر اس کے بعد چالیس روز زندہ رہا اس بوجھ کو زیادہ نہ اٹھا سکا اور مر گیا۔

بادشاہ کا مرید ہونا:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ باشارہ غیبی حضرت عزیزان بخارہ سے خوارزم آئے اور شہر کے دروازہ کے باہر قیام کر کے ایک درویش کو وہاں کے بادشاہ کے پاس بھیجا کہ فقیر تمہارے شہر کے دروازہ پر آیا ہے۔ اگر تمہاری مصلحت کے خلاف نہ ہو تو شہر میں آ جائے ورنہ اس جگہ سے واپس ہو جائے۔ اور درویش سے کہہ دیا اگر بادشاہ اجازت دے دے تو اجازت نامہ مہر ودستخطی بادشاہ لیتے آنا۔ جب وہ درویش بادشاہ کے پاس گیا' حضرت کا مدعا بیان کیا تو بادشاہ مع اہل دربار ہنسنے لگا اور کہنے لگا کہ یہ بھی کیسے نادان اور سادہ طبیعت کے آدمی ہوتے ہیں۔ اور مذاق کے طور پر ایک اجازت نامہ مہری ودستخطی بادشاہ نے اس درویش کو دے دیا۔ وہ درویش لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ شہر کے اندر داخل ہوئے اور ایک گوشہ میں بیٹھ کر بطریقہ حضرات خواجگان مشغول ہوئے۔ صبح کے وقت مزدور خانہ جاتے۔ اور ایک دو مزدور لے آتے اور ان سے فرماتے کہ وضو کرو اور نماز پڑھو اور عصر کے وقت تک ہمارے پاس بیٹھو اور ذکر کرو۔ بعد ازاں مزدوری دے کر ان کو رخصت کرتے۔ وہ لوگ بہت خوشی سے یہ کام کرتے اور چونکہ ایک دن اس طرح ان کی صحبت رہتی اگلے دن صحبت کے اثر سے اور حضرت کے تصرف سے آئے بغیر چین نہ پڑتی۔ آخر کار رفتہ رفتہ اس قدر اژدھام خلائق ہوا۔ وہاں کے بادشاہ کو خبر ہوئی کہ کوئی شخص اس جگہ آیا ہوا ہے اس کی خلقت مرید ہوتی چلی جاتی ہے۔ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ لوگ بڑھ نہ جائیں اور ملک میں کچھ فتنہ وفساد قائم نہ ہو جائے چنانچہ بادشاہ کو اس بات کا وہم ہو گیا اور اس نے آپ کے اخراج کا حکم دے دیا۔ آپ نے اس درویش کو بادشاہ کے پاس بھیجا کہ ہم تو تمہاری اجازت سے ٹھہرے ہوئے ہیں اگر بدعہدی ہے تو ہم چلے جائیں۔ بادشاہ یہ سن کر نہایت شرمندہ ہوا اور آپ کی دور بینی کا بہت معتقد ہوا اور مع مصاحبین آ کر مرید ہوا۔

جانشین:

آپ کے دو فرزند تھے ایک خواجہ محمد' ایک خواجہ ابراہیم۔ جب حضرت کی وفات قریب ہوئی تو چھوٹے فرزند خواجہ ابراہیم کو اپنا جانشین مقرر کیا لوگوں کے دلوں میں خیال آیا کہ بڑے فرزند کے ہوتے ہوئے چھوٹے کو آپ نے اپنا قائم مقام کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بڑے کی عمر میرے بعد جلد ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے انیس روز بعد ہی وہ فوت ہو گئے۔

وفات:

حضرت عزیزان کا انتقال بروز دوشنبہ ۲۸ ذیقعد ۷۲۱ ہجری کو ایک سو تیس برس کی عمر میں ہوا۔ آپ کا مدفن خوارزم میں ہے۔

خواجہ محمد بابا سماسیؒ

مولد:

علاقہ رامتین میں قریہ سماس آپ کا مولد ومدفن ہے۔ جو بخارا سے ۹ میل پر ہے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ اکمل اصحاب خلفاء حضرت عزیز ان سے تھے۔

نقل ہے کہ حضرت عزیز ان کا وقت آخر پہنچا آپ نے اپنے اصحاب میں حضرت بابا کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور جملہ مریدین کو فرمایا کہ ان کی ملازمت ومتابعت کرو۔

بے خودی:

استغراق و بے خودی آپ کو بدرجہ غایت تھی۔ سماسی میں آپ کا ایک باغ تھا۔ گاہ گاہ آپ اس کی تاک کے شاخ کاٹا کرتے تھے۔ شاخ کاٹتے کاٹتے آپ کو بے خودی ہو جاتی اور وہ اندازہ سے زیادہ کٹ جاتی تھی۔

خواجہ نقشبند:

نقل ہے کہ جب آپ کا گذر کوشک ہندوان پر ہوتا فرماتے کہ اس خاک سے ایک مرد کی بو آتی ہے اور قریب ہے کہ کوشک ہندوان قصر عارفاں ہو حتیٰ کہ ایک مرتبہ جب اس جگہ پھر آپ تشریف لے گئے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرد پیدا ہو گیا ہے۔ اس وقت حضرت خواجہ نقشبند کو تولد ہوئے صرف تین دن گزرے تھے چنانچہ حضرت کے جدامجد آپ کو لے کر حضرت باباؒ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت باباؒ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور اس کو میں نے اپنی فرزندی میں قبول کیا اور اصحاب سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ وہی مرد ہے جس کی خوشبو مجھ کو آیا کرتی تھی اور اپنے خلیفہ حضرت سید امیر کلالؒ سے فرمایا کہ میرے اس فرزند کے حق میں تربیت سے دریغ نہ رکھنا ورنہ تجھ کو معاف نہیں کرنے کا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں اس میں قصور کروں تو مرد نہیں ہوں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھا کر ایک قرص نان مجھ کو عطاء کی کہ اس کو اپنے پاس رکھ لے اور آپ کے ہمراہ روانہ ہوا۔ راستہ میں اگر کچھ فتور اور خطور میرے دل میں گزرتا فرماتے کہ باطن کو نگاہ رکھو۔

وفات:

وفات سنہ ۷۵۵ ہجری میں ہوئی۔

سید شمس الدین امیر کلالؒ

حضرت سید شمس الدین امیر کلالؒ اجل خلفاء حضرت باب سماسی سے ہیں آپ سید صحیح النسب تھے۔ پیشہ کلالی کیا کرتے تھے۔

ولادت باکرامت:

آپ کی والدہ شریفہ فرمایا کرتی تھیں کہ جس وقت امیر کلال میرے شکم میں تھے اس وقت اگر میں شبہ کا لقمہ کھاتی تھی تو مجھ کو درد شکم ہو جاتا تھا۔ تاوقتیکہ قے نہ کرتی تھی آرام نہ آتا تھا۔ جب چند مرتبہ یہ معاملہ وقوع میں آیا تب میں سمجھ گئی کہ اس کی وجہ یہ طفل ہے۔ اس کے بعد پھر میں نے لقمہ میں احتیاط رکھی۔

حضرت بابا کا شعار:

حضرت امیر کلال کو ایام جوانی میں کشتی کا نہایت شوق تھا۔ ایک روز حضرت محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کا معرکہ کشتی پر گزر ہوا اور آپ وہاں تماشہ دیکھنے لگے کہا اس معرکہ میں ایک مرد ہے کہ اس سے بہت آدمی درجہ کمال کو پہنچیں گے۔ میں اس کے شکار کے واسطے کھڑا ہوں۔ کہ اسی اثناء میں حضرت امیر نے حضرت خواجہ کو دیکھا اور دیکھتے ہی متاثر ہو گئے۔ چنانچہ فی الفور معرکہ کشتی چھوڑ کر حضرت خواجہ کے ہمراہ ہو لئے۔ جب حضرت خواجہ اپنے مکان تک پہنچے تو حضرت امیر کو خلوت میں طلب کر کے طریقہ تلقین فرمایا اور اپنی فرزندی میں قبول کیا اس کے بعد حضرت امیر پھر کبھی کشتی و بازار میں نہیں گئے اور تیس سال حضرت بابا کی خدمت میں حاضر باش رہے۔ ہفتہ میں دو مرتبہ دوشنبہ اور پنج شنبہ کو اپنے مسکن سوخمار سے سماس کو جاتے اور واپس آ جاتے تھے اور تمام راہ شغل طریقہ میں اس طرح مشغول رہتے کہ کسی کو خبر نہ ہوتی یہاں تک کہ بدولت صحبت تکمیل اور ارشاد کو پہنچے۔

وفات:

آپ کی وفات صبح کی نماز کے وقت بروز پنج شنبہ بتاریخ آٹھویں جمادی الاولیٰ ۷۷۲ ہجری ہوئی۔ مولد و مدفن آپ کا قریہ سوخار ہے۔ جو بخارا سے چھ میل کے قریب ہے۔

سید بہاؤ الدین نقشبند بخاریؒ

آپ اس طریقہ کے امام ہیں آپ ہی کی وجہ سے اس طریقہ کو نقشبندیہ کہتے ہیں۔ کمخواب بافی کے پیشے کی وجہ سے یا اللہ کا نقش دلوں پر بٹھانے کی وجہ سے آپ نقشبند مشہور ہوئے۔

نسبت باطنی:

بظاہر حضرت امیر کلالؒ سے فیض پایا' لیکن بطریق اویسیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے مستفید ہوئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقے کے مطابق نقشبندیہ طریقہ جو سہل بھی ہے آپ پر فائز ہوا۔

مولانا جامی نے کیا خوب کہا ہے

سکہ کہ دریثرب وبطحا زدند نوبت آخر بہ بخارا زدند
ازخط آں سکہ نہ شد بہرہ مند جز دل بے نقش شہ نقشبند

آپ کا ارشاد:

آپ کے کلمات میں سے ہے کہ ''ما مرادنیم مانفعلیا نیم' مانہایت رادر بدایت مندرج ساختیم' درطریق ما محرومی نیست'' تصوف کے مقصود اصلی کے متعلق فرمایا کہ ''اجمالی تفصیلی گردد استدلالی کشفی شود'' بخارا سے تین میل کے قریب قصبہ قصر ہندوان میں آپ کی ولادت محرم ۷۱۸ھ میں ہوئی اور وہیں شب دوشنبہ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کے گوش مبارک میں ایک آواز آئی کہ اے بہاوالدین کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ کہ تو سب کی جانب سے منہ پھیر ہماری درگاہ میں متوجہ ہو۔ یہ سن کر حضرت خواجہ متغیر و بے قرار ہو گئے اور وہاں سے نکل آئے۔ اسی وقت اندھیری رات میں ایک نہر پر گئے۔ کپڑے دھوئے غسل کیا اور بکمال شکستگی دو رکعت نماز پڑھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ مدت گزر گئی اس آرزو میں ہوں کہ پھر ویسی ہی نماز پڑھوں۔ مگر میسر نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ ابتداء جذبہ میں مجھ کو الہام ہوا۔ کہ تو نے جو اس راستہ میں قدم رکھا ہے۔ کس طرح رکھا ہے۔ میں نے کہا کہ جو کچھ میں چاہوں وہ ہو۔ خطاب آیا کہ نہیں جو کچھ ہم کہیں وہ کرنا چاہیے فرمایا کہ جب میں حج سے واپس طوس میں پہنچا۔ تو شاہ معزالدین حسینی والی ہرات کا قاصد مکتوب لے کر آیا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی ملاقات سے مشرف ہوں لیکن حاضر ہونا نہایت مشکل ہے۔

اس پر میں بموجب **واما السائل فلا تنهر واذا رايت لى طالبا فكن له خادما** ہرات کی جانب روانہ ہوا۔ جب بادشاہ کے پاس پہنچا اور اداء مراسم توقیر فقراء صحبت منعقد ہوئی۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ آپ کو مشیخت اباؤ اجداد سے بطریق ارث پہنچی ہے۔ میں نے کہا کہ جذبہ عنایت الٰہی مجھ پر پہنچا اور بلا مسابقت ریاضت قبول فرمایا۔ اور باشارہ حقانی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے خلفاء سے بیعت ہوا۔ ان کے وہاں ان چیزوں میں سے کچھ نہ تھا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ پھر ان کے یہاں کیا ہے۔ میں نے کہا کہ ظاہر باخلق' باطن' باحق' بادشاہ نے کہا کہ ایسا ہو جاتا ہے میں نے کہا ہاں ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله**.

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ بادشاہ کی استدعا سے ہرات میں بادشاہی مکان میں داخل ہوئے۔ خدم و حشم امیر وزیر جس پر نگاہ کرتے سب بیتاب ہو جاتے۔ دوسری مرتبہ جب حضرت حج کو جانے لگے تو صرف مولانا زین الدین قدس سرہ سے ملاقات کے واسطے ہرات گئے اور تین روز تک ان سے صحبت گرم رہی۔ ایک روز بعد نماز صبح مولانا نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا برائے ماہم اے خواجہ نقشبند۔ یعنی توجہ فرما۔ حضرت خواجہ نے بر سبیل تواضع فرمایا۔ آمدیم تا نقش برین۔ غالباً اسی روز سے حضرت خواجہ کا لقب نقشبند ہوا۔ اس حج سے واپس آکر باقی مدت العمر حضرت خواجہ بخارا میں رہے۔ اور کہیں نہیں گئے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے بیٹھے دیکھا۔ فرمایا کہ **ابا العنق ارفع عنقک** ۔ ذکر اس طرح کرنا چاہیے کہ اہل مجلس میں کوئی نہ معلوم کرے کہ حقیقت اخلاص بعد فنا ہوتی ہے۔ جب تک بشریت غالب ہے میسر نہیں۔ رباعی ہے

ساقی قدحے کہ نیم مستیم مخمور صباحے الستیم
مارا تو بما مماں کہ تاما باخویشتنم بت پرستیم

فرمایا ذکر رفع غفلت کا نام ہے۔ جس وقت غفلت رفع ہو گئی تو ذاکر ہے اگرچہ ساکت ہی ہو۔ فرمایا سالکان طریقت دو نوع کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ ریاضت ومحنت ومجاہدہ کرتے ہیں اور ان کے ثمرات پاتے ہیں اور مقصود کو پہنچتے ہیں اور ایک فضلی ہے۔ کہ سوا فضل خدا کچھ نہیں جانتے۔ ترجمہ۔ یعنی اے لوگو اپنے نفسوں پر نرمی کرو کہ تحقیق تم غائب اور بہرے کو نہیں پکارتے ہو بلکہ سمیع اور قریب کو پکارتے ہو اور اتفاق علماء و مشائخ ہے کہ ذکر خفیہ افضل واولیٰ ہے۔

شرائط طلب سے یہ ہے کہ جس وقت کسی خدا کے دوست کی صحبت میں داخل ہو اپنے حال کو معلوم کرے کہ کیسا ہے اور پھر بعد کچھ مدت کے اس کا گزشتہ احوال سے موازنہ کرے۔ اگر اپنے میں کچھ ترقی دیکھے تو اس کی صحبت فرض سمجھے۔ فرمایا مراقبہ نسیان رویت مخلوق بدوام نظر الی الخالق ہے۔ فرمایا کہ دوام مراقبہ نادر ہے اور ہم نے اس کے حاصل کرنے کا طریقہ مخالف نفس پایا ہے۔ فرمایا مشاہدہ سالک کے دل پر وارد غیبی کے نزول کے ملاحظہ کو کہتے ہیں اگر وہ جلد گزرتا ہے تو ادراک میں نہیں آتا۔

فرمایا یہ ضرور نہیں کہ جو دوڑے اس کو گیند مل جائے مگر ملتی اس کو ہے جو دوڑتا ہے۔ اس سے اشارہ دوام کوشش وسعی کا ہے۔ فرمایا کہ اولیاء کو اسرار پر اطلاع دیتے ہیں مگر بے اجازت اظہار نہیں کرتے۔ فرمایا کہ جو رکھتا ہے وہ چھپاتا ہے اور جو نہیں رکھتا وہ چلاتا ہے۔ فرمایا کہ یہ برکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ واصحابہ وسلم مسخ صورت اس امت کا مرتفع ہو گیا لیکن مسخ دل ہو جاتا ہے۔

اندریں امت نبا شد مسخ تن
لیک مسخ دل بودائے ذوالفطن

فرمایا گاہ گاہ کی زیارت مع حضور قلب اس سے بہتر ہے کہ دوام ہو اور بلا حضور ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا "ذرنی غبا تزد دحبا" ستون حنانہ کی آڑ میں ہو کر فی الفور مشرف بملازمت ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ طاقت مفارقت نہیں رکھتا۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کے آگے کلمہ شہادت اور قرآن شریف نہ پڑھیں کہ بے ادبی ہے۔ بلکہ یہ رباعی پڑھیں۔

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما آفریں بردست و بربازوئے تو

خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نقشبندیہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں اور آپ کے خلیفہ اول اور داماد ہیں۔ لڑکپن سے حضرت خواجہ کی نظر عنایت ان پر تھی اپنے سامنے ہی طالبان حق کی تعلیم آپ کے متعلق کر دی تھی۔ علم شریعت میں بھی کامل تھے اور اتباع سنت اور عمل پر عزیمت میں تو ایک خاص شان رکھتے تھے۔

مدرسہ میں جہاں حضرت علاؤ الدین عطار طالب علم تھے گئے۔ دیکھا کہ ایک حجرہ میں ٹوٹے ہوئے بوریہ پر اینٹ سرہانے رکھے ہوئے مطالعہ کر رہے ہیں۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی صورت دیکھ کر تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنی جگہ بٹھا لیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ میری لڑکی آج بالغ ہوئی ہے۔ اگر تم قبول کرو تو تم سے نکاح کر دوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری عین سعادت ہے۔ مگر میرے پاس کچھ سامان نہیں ہے۔ فرمایا کہ میری لڑکی کی قسمت میں رزق مقرر ہے خزانہ غیب سے پہنچتا رہے گا۔ تم اس کا فکر مت کرو۔

جب حضرت کو مرض موت ہوا۔ تو آخر کو فرمانے لگے کہ مجھ کو کوئی آرزو دل میں سوا اس کے نہیں رہی کہ دوست آئیں اور مجھ کو نہ پائیں اور شکستہ خاطر ہو کر واپس ہو جائیں۔ اور فرمایا کہ رسم عادت کو چھوڑو۔ جو کچھ کہ رسم عادت خلق کی ہے اس کے خلاف کرو۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت رسم عادت وبشریت کے توڑنے کے واسطے تھی۔

فرمایا۔ تمام کاموں میں عزیمت پر عمل کرو۔ اور سنت موکدہ پر مداومت کرنا۔ اور اسی اثناء میں کلمہ توحید پڑھا اور انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی وفات ۲۰ رجب سنہ ۸۰۲ ہجری کو ہوئی۔

خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

طریقہ نقشبندیہ کے ایک بڑے رکن تھے اور آپ سے طریقے

کی اشاعت بہت ہوئی آپ کو بیعت و اجازت حضرت شاہ نقشبندؒ سے ہے۔ مگر تکمیل آپ کی حضرت عطارؒ سے ہوئی۔ آپ سے فیوض باطنی کے علاوہ فیوض علمی بھی لوگوں کو حاصل ہوئے۔ علم تفسیر اور دوسرے علوم دینیہ میں بھی آپ کی تصانیف ہیں۔

بعد تحصیل علوم بجذب محبت الٰہی بارادہ ارادت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرمایا جس وقت میں نے حضرت خواجہ سے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم مامور ہیں۔ خود کوئی کام نہیں کرتے آج رات کو معلوم کرینگے۔ جو کچھ اشارہ ہوگا ویسا ہی کیا جاوے گا۔ فرمایا کہ جیسی وہ شب میرے اوپر سختی سے گزری ہے۔ ایسی کوئی شب نہیں گزری۔ ڈرتا تھا کہ دیکھئے قبول کرتے ہیں یا نہیں۔ صبح کی نماز جب میں نے حضرت خواجہ کے ساتھ پڑھی اور انہوں نے فرمایا کہ مبارک ہو۔

آپ کی ایک فارسی تفسیر (سورۃ الفاتحہ اور آخری دو پاروں کی) مشہور ہے جس میں جگہ جگہ بزرگان دین کے اقوال بھی ہیں بلتغور (علاقہ ماوراء النہر) میں ۸۳۸ھ یا ۸۵۱ میں انتقال ہوا۔

یہ تفسیر عرصہ ہوا بمبئی سے شائع ہوئی تھی۔ قلمی نسخہ موجود ہے۔

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ

ماہ رمضان ۸۰۶ ہجری تاشقند میں پیدا ہوئے۔ بعد تولد چالیس روز تک بہ نفاس میں اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نوش نہ فرمایا۔ آپ کے جد امجد خواجہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے قطب وقت تھے۔ اخیر میں جب اپنے پوتوں کو الوداع کرنے کو بلایا۔ اور خواجہ عبیداللہ احرار کہ اس وقت کمسن تھے۔ ان کے پاس گئے۔ وہ ان کو دیکھ کر تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور گود میں لے لیا اور فرمایا۔ کہ اس فرزند کے بارے میں مجھ کو بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کہ یہ پیر عالمگیر ہوگا اور اس سے طریقت و شریعت کو رونق ہوگی۔

حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے اجل خلفاء میں ہیں۔ آپ اس صدی کے مجدد تھے۔ بادشاہ وقت آپ کا مرید تھا۔ حضرت مولانا جامیؒ جو آپ کے خلفاء میں ہیں اسی مضمون کی طرف اس شعر میں اشارہ کرتے ہیں۔

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد
بہ تدبیر عبید اللّٰہی آمد

ہمیشہ کاشتکاری کے پیشہ پر گزر بسر رکھی۔ کرامات وخرق عادات بیشمار ہیں۔ نقشبندیہ کے اماموں میں سے ہیں۔ آپ کے بعد طریقہ نقشبندیہ کے متبعین اپنے کو احراری کہتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ مرا برائے ترویج شریعت و توہین بدعت مامور ساختہ اند فرمایا کہ بعض اکابر کی صحبت میں مجھ کو یہ بات حاصل ہوئی کہ جو کچھ میں لکھوں وہ جدید ہوگا قدیم نہ ہوگا اور جو کچھ کہوں گا قبول ہوگا مردود نہ ہوگا۔ آپ کے پاس دنیاوی مال واسباب بہت تھے چنانچہ گھوڑوں کے باندھنے کی میخیں سونے چاندی کی تھیں لیکن ان سے تعلق بال برابر بھی نہ تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ میخیں مٹی میں گاڑی جاتی ہیں نہ کہ عارف کے دل میں۔ آپ کی ولادت ماہ رمضان المبارک ۸۰۶ ھ باغستان علاقہ تاشقند میں ہوئی اور وفات شب شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ کو ہوئی۔ مزار مبارک سمرقند میں ہے۔ آپ کے کئی فارسی رسالے مشہور ہیں۔

فرمایا کہ کوشش کرو کہ کوئی آرزو اللہ تعالیٰ کے سوا تیرے دل میں نہ رہے۔ کشف و کرامت ظاہر ہوں یا نہ ہوں کچھ غم نہیں ہے۔ کاتب شمال کے لکھنے سے پہلے اس کا تدارک واستغفار کرے کہ لکھنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

فرمایا کہ حضرت مولانا نظام الدین خاموش قدس سرہ شریعت وطریقت وحقیقت میں اس طرح مثال دیتے تھے کہ جھوٹ منع ہے۔ پس اگر کوئی شخص اس طرح کوشش کرے کہ اس کی زبان پر جھوٹ نہ جاری ہو لیکن دل میں داعیہ ہو۔ یہ شریعت ہے اور دل سے بھی داعیہ جاتا رہے تو طریقت ہے۔ اور اگر باختیار و بے اختیار زبان و دل سے یہ بات بالکل جاتی رہے وہ حقیقت ہے۔

فرمایا کہ کشف قبور یہ ہے کہ میت کی روح صورت مناسب میں صاحب کشف پر قبر میں ظاہر ہوتی ہے لیکن چونکہ شیطان کو تمثل اور تشکل میں قوت بہت ہے اس سبب سے خواجگان قدس سرہم نے اس کشف کا کچھ اعتبار نہیں کیا۔ اور ان کا طریقہ ہے کہ جب کسی قبر پر گئے۔ اپنے تئیں نسبت وکیفیت سے خالی کر کے انتظار کرتے ہیں۔ کہ کیا ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جو کچھ معلوم ہو وہ صاحب قبر کا حال ہے۔ اور یہی

طریقہ اور نسبت دریافت کرنے کا ہے۔ فرمایا۔ ارباب تحقیق کی نسبت ثابت ہے کہ ترقی بعد موت واقع ہے۔ فرمایا باوجود ترک ادب اگر کسی کا حال باطنی قائم رہے تو وہ مکر الٰہی ہے۔ فرمایا کہ یہ نسبت خواجگان مجمع وتفرقہ میں جو زیادہ ظاہر ہوتی ہے اس کی یہ وجہ ہے کہ یہ نسبت محبوبی ہے۔ محبوب کو اگر خلوت میں بلاؤ تو شرماتا ہے۔ فرمایا کہ یہ نسبت ایسی لطیف ہے کہ اس کی جانب توجہ مانع ظہور ہے۔ جیسے مظاہر جمیلہ کی طرف اگر غور سے دیکھو تو شرما جاتے ہیں۔

حضرات خواجگان کا طریقہ عمل بر عزیمت ہے تا کہ مادون حق تعالیٰ سے منقطع وآزاد ہو کہ یہی درویشی ہے جس کو لوگ بہت لمبی بنائے ہوئے ہیں۔ فرمایا وصل یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت بطریقہ ذوق جمع پائے۔

فرمایا ہمت اسے کہتے ہیں کہ کسی کام کے واسطے اس طرح دل کو جمع کرے کہ اس کے خلاف خیال دل میں نہ آئے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی کافر بھی کسی کام کے واسطے ہمیشہ دل کو جمع رکھے تو وہ کام ہو جاتا ہے۔ اس میں ایمان وعمل صالح کی شرط نہیں ہے۔ فرمایا کہ جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ توبہ عطا کرے اس راہ میں قدم رکھنا چاہئے۔ کہ ہمت اس امر کی مصروف رکھے کہ کوئی لمحہ اور ساعت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو اور صحبت ناجنس سے پرہیز کرے۔

نخست موعظت پیر طریقت ایں حرف است
کہ از صحبت ناجنس احتراز کنی

ناجنس سے مراد دنیادار اور مخالفان طریق ہیں۔ فرمایا بعد نماز عشا جب نیند غلبہ کرے تو تین مرتبہ **قل ھو اللہ احد**۔ تین مرتبہ **قل اعوذ برب الفلق** اور تین مرتبہ **قل اعوذ برب الناس** پڑھے اور اس کا ثواب جمیع اہل قبور کو کہ منتظر زندوں کے رہتے ہیں۔ پہنچائے تا کہ ان کو آسائش پہنچے۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر بخشش ورحمت کرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ارحم ترحم شعر

خدارا برآں بندہ بخشائش ست
کہ خلق از وجودش در آسائش ست

فرمایا کہ قبل سونے کے اپنی گذشتہ اوقات کا خیال کرے کہ کس طرح گزر رہے ہیں اگر غیر طاعت میں گزر رہے ہیں تو بہ واستغفار کرے۔ فرمایا منجملہ آداب طریق سے یہ ہے کہ ہمیشہ باوضو رہے۔ فرمایا کہ دوام وضو سے فراخی رزق ہوتی ہے۔

انتقال ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ میں ہوا۔

نقل ہے کہ جس وقت آپ کا انتقال قریب ہوا۔ بہت سی شمعیں روشن تھیں کہ دفعتہً آپ کے دونوں ابرو کے درمیان سے ایک نور ظاہر ہوا۔ اور تمام شمعوں کی روشنی پر غالب آ گیا۔ آپ کا ایک رسالہ انفاس نفیسہ بھی ملتا ہے۔

حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد زاہد چراغ بتی درست کر کے لائے تھے۔ میں نے صرف اس کو روشن کر دیا۔ اور رخصت کر دیا۔

آپ کی وفات غرہ ربیع الاول سنہ ۹۳۶ ہجری کو ہوئی۔ وخش میں کہ متصل حصار ہے آپ کا مدفن ہے۔

حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد زاہد کے بھانجے یعنی ہمشیر زادے ہیں اور ان کے اعظم خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کی وفات ۹، محرم سنہ ۹۷۰ میں ہوئی۔ مزار مبارک موضع اسفرہ متصل شہر سبز علاقہ ماوراء النہر میں ہے۔

خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا درویش محمد کے صاحبزادے اور ان کے خلیفہ ہیں۔ اصل طریقہ نقشبند یہ کی بہت سختی سے پابندی فرماتے تھے اور کچھ نئی باتیں جو اس وقت بعض نقشبندیوں میں پیدا ہو گئی تھیں مثل ذکر بالجہر اور جماعت نماز تہجد، ان چیزوں سے پرہیز کرتے تھے حضرت شاہ نقشبند کے بالکل قدم بقدم تھے۔ ولادت ۹۱۸ھ اور وفات ۱۰۰۸ھ میں ہوئی۔

علماء وفضلاء وامراء وفقراء ان کی خدمت میں استفادہ واستفاضہ کو حاضر ہوا کرتے تھے۔ بلکہ ملوک وسلاطین خاک آستانہ عالیہ کو سرمہ بناتے تھے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ آپ ۹۱۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۰۰۸ھ میں رحلت کی۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اصل وطن سمرقند تھا۔

آپ کا شیوہ ستر حال تھا۔ انکسار و دید قصور کا آپ پر کمال غلبہ تھا۔ اگر کوئی شخص اخذ طریقہ کو خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو عذر کر کے اس کو ٹال دیتے البتہ جب اس کی طلب نہایت گرم دیکھتے۔ تب قبول فرماتے۔

تو خواہی آستین افشان وخواہی دامن اندر کش
مگس ہرگز نہ خواہد رفت از دکان حلوائی

اگر کوئی شخص محفل اقدس میں کسی مسلمان کی خفت بیان کرتا۔ آپ اس کی تعریف شروع کر دیتے۔ ہمیشہ اپنے اصحاب کو نیستی و دید قصور پر دلالت فرماتے تھے۔ اگر کپڑے میلے ہو جاتے تو یہ نہ فرماتے کہ اور حاضر کرو۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو کھانا بلا احتیاط پکتا ہے۔ اس کے کھانے سے ایک دھواں اٹھتا ہے کہ وہ مجاری فیض کو بند کر دیتا ہے۔ اور ارواح طیبہ کہ وسائل فیض ہیں قلب کے مقابل نہیں ہوتیں۔ ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں ایک درویش نے اللہ بجہر کہا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ ہماری مجلس میں اگر آئے تو آداب مجلس کا لحاظ رکھے۔

در راہ خدا جملہ ادب باید بود
تاجاں باقیست در طلب باید بودد

ایام مرض میں ایک روز آپ کو استغراق و استلاک اس قدر ہو گیا کہ حاضرین یہ سمجھے کہ آپ کی نزع کی حالت ہے۔ جب افاقہ ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر مرنا ایسا ہی ہوتا ہے تو موت بڑی نعمت ہے۔ اور ایسے حال سے نکلنے کو دل نہیں چاہتا۔

۲۵ جمادی الثانیہ سنہ ۱۰۱۲ھ کو اللہ اللہ کہتے ہوئے جان جاناں تسلیم کی انا للہ وانا الیہ راجعون بیرون شہر دہلی بجانب اجمیری دروازہ۔

امیر تیمور آپ کو ولایت بخارا بھی پیش کرنا چاہتا تھا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔

لا تخافوا مژدہ ترسندہ است
ہر کہ می ترسد مبارک بندہ است
ہر کہ درد آرد عوض دربان بود
از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ باش
یک لحظہ حضور دل بہ درگاہ تو
از پادشہی تمام عالم بہتر
تو تیاے چشم سازم خاک پاے نقشبند
تا بیابم سر حق از لطف سائے نقشبند
روز بیکاری و شب آسائی
کے رسی برسریر سلطانی
تاج و تخت ملوک بینم مغ
دستۂ گرزدان و قبضہ تیغ
نام ایشاں چو روح باقی ماند
ورچہ گردوں فنائی ایشاں ماند

تیموری خاندان کے حکمرانوں اور بعض اکابر نقشبندیہ کے باہمی تعلقات کے کچھ واقعات

تذکرہ بابر (علی گڑھ ۱۹۳۷ء) صفحہ۴ میں لکھا ہے کہ تیمور، علامہ تفتازانی اور میر سید شریف جرجانی سے بھی عقیدت رکھتا تھا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تیمور خاندان کے حکمرانوں کی تفصیل دیدی جائے۔

(۱) تیمور سنہ ۷۷۱ھ تا سنہ ۸۰۷ھ
(۲) خلیل سلطان بن جلال الدین میران شاہ بن تیمور سنہ ۸۰۷ھ تا ۸۱۲ھ
(۳) شاہ رخ بن تیمور سنہ ۸۰۷ھ تا ۸۵۰ھ
(۴) الغ بیگ بن شاہ رخ سنہ ۸۵۳ھ
(۵) عبداللطیف بن الغ بیگ سنہ ۸۵۴ھ (عبدالعزیز بن الغ بیگ کے زمانے میں حضرت جلال ہراتی تھے)
(۶) عبداللہ بن ابراہیم سلطان بن شاہ رخ سنہ ۸۵۵ھ
(۷) ابوسعید بن محمد بن جلال الدین میران شاہ بن تیمور سنہ ۸۷۶ھ
(۸) سلطان احمد بن ابی سعید بن محمد بن جلال الدین میران شاہ سنہ ۸۹۹ھ
(۹) سلطان محمود بن ابی سعید بن محمد بن جلال الدین میران شاہ سنہ ۹۰۰ھ

بابر کا باپ عمر شیخ مرزا اسی سلطان محمود بن ابی سعید کا بھائی تھا۔ وہ حاکم فرغانہ تھا۔ اس کی وفات ۸۹۹ کے بعد بابر حاکم فرغانہ ہوا۔ سنہ ۹۰۹ھ میں اس نے بدخشاں لے لیا۔ دوسرے سال کابل فتح کر لیا۔ سنہ ۹۳۱ھ میں قندھار بھی لے لیا۔ پھر سنہ ۹۳۲ھ میں لاہور پر قبضہ کر لیا۔ اور اسی سال چند ماہ کے بعد دہلی اور آگرہ تک قابض ہو گیا اور جلد ہی شمالی ہندوستان کو (دریائے سندھ سے بنگالہ کی سرحد تک) فتح کر لیا۔

۹۳۷ھ میں فوت ہوا۔ اس کے بعد ہمایوں جانشین ہوا۔

لیکن شیر شاہ سوری نے بتدریج اس کو دھکیل کر قنوج کی لڑائی میں شکست دی۔ ہمایوں نے پہلے سندھ میں، پھر ایران میں پناہ لی۔ پندرہ سال تک بھٹکتا رہا۔ پھر ایران کی مدد سے شیر شاہ سوری کے انتقال کے بعد ۹۶۲ھ میں دہلی پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔

خواجہ خورد (عبداللہ) کی والدہ ترک کشمیری تھیں۔ ان کے متعلق حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ لکھتے ہیں۔

گل شکرے بوالعجبے دست داد
شکر ہندی و گل ترک زاد
بلکہ ز کشمیر گل زعفران
شد شکر آلودہ ہندوستان
شاخ گل از باغ ولایت شتافت
از قدح ہند شکر آب یافت
مرا از زلف تو موئے پسند است
فضولی می کنم بوے پسند است
اے آبشار نوحہ گر از بہر چیستی
چیں برجبین فگندہ زاندوہ کیستی؟
شکر کہ از صدق دل بادہ نوش
شد سرمن خاک رہ ے فروش

امام ربانی محرم اسرار سبع المثانی محبوب صمدانی

آپ کی ذات گرامی علم شریعت اور علم احسان دونوں کی جامع تھی اور آپ کی مجددیت بھی دونوں شعبوں پر حاوی ہے۔

ایک روز فیروز خلجی کے عہد میں ایک شخص عارف وصاحب دل تھا۔ اس نے وہاں چشم باطن سے نور تحت الثریٰ سے فوق العرش تک محیط ملاحظہ کیا۔ یہ صاحب دل دہلی پہنچے۔ تو بادشاہ کے پیر مخدوم جہانیاں سے جو وہاں آئے ہوئے تھے اس کا تذکرہ کیا۔ ان پر ان کا بہت بڑا اثر ہوا۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہمارے سلسلہ میں سینہ بسینہ یہ وصیت چلی آتی ہے۔ کہ ہندوستان میں زمانہ رسالت سے ایک ہزار سال بعد ایک بزرگ وحید امت پیدا ہوگا۔ اس کے ظہور کا مقام آج طان جنگل میں معلوم ہوا ہے۔ وہاں کچھ آبادی بھی ہو جائے تو بہتر ہے بادشاہ نے اپنے وزیر خواجہ فتح اللہ کو بطور خاص اس کام کی سربراہی کی خدمت سپرد فرمائی۔ وہ فی الفور کئی ہزار آدمی ہمراہ لے کر اس جنگل میں تشریف لے گئے اور ایک مرتفع مقام پسند کر کے قلعہ کی بنیاد رکھی۔ اور تعمیر میں مصروف ہوئے۔ سنہ ۷۶۰ھ میں بسم اللہ کہہ کر قلعہ کی بنیاد رکھ دی۔ جو چند مدت میں تیار ہوگیا شہر آباد اور پررونق ہوا۔

سرہند مگو کہ رشک چین است
خلدیست بریں کہ بر زمین است

ہر سال ۲۶ صفر سے ۲۸ صفر تک حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا دینی اجتماع ہوتا ہے۔ یہ شہر دہلی کے شمال مغرب میں ۴۷ فرسنگ اور لاہور سے بجانب مشرق ۳۳ فرسنگ اور کابل سے ۱۲۵ فرسنگ واقع ہے۔

چونکہ حضرت امام ربانی کا ظہور سنہ ۱۰۰۰ھ میں ہوا جو زمانہ شیخ سے پورے چار سو سال بعد ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ بزرگ آپ ہی ہیں۔

حضرت خلیل اللہ بدخشی کا الہام

سلسلہ خواجگان نقشبند میں ایک عزیز افضل ترین اولیاء امت ملک ہند میں پیدا ہونیوالے ہیں۔ ان سے شرف ملاقات نہ ہوسکنے کا مجھ کو افسوس ہوگا۔ انہوں نے ایک خط بطور عرضداشت آپ کے نام تحریر کیا اور آپ نے خلیفہ خواجہ عبد الرحمان بدخشی کو دیا۔ جو سنہ ۱۰۲۲ھ المقدس میں آپ کے حضور میں پیش کیا گیا اسمیں آپ سے دعا کے لئے استدعا کی گئی تھی۔

از فروغ علم تفسیر و حدیث
ہو گیا محبوس شیطان خبیث
ہے بہار سنت نبوی کو جوش
ہے جہاں میں نغمہ دین کا خروش

بموجب عدد سنین عمر شریف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ۶۳ خلفاء کا ذکر کیا جاتا ہے پس باستثنائے حضرت خواجہ محمد عیسیٰ اور خواجہ محمد اشرف علیہ الرحمۃ آپ کے پانچوں صاحبزادگان ممدوح خلیفہ ہیں (۶) مولانا میر محمد نعمان اکبر آبادی (۷) شیخ بنگالی (۸) شیخ عبدالحی حصاری (۹) شیخ نور محمد قفنی (۱۰) شیخ مزمل پوربی (۱۱) شیخ نور بہاری (۱۲) شیخ حامد بہاری (۱۳) مولانا فرخ حسین (۱۴) سید باقر ساپوری (۱۵)

سید محب اللہ مانک پوری (۱۶) سید حسین مانک پوری (۱۷) مولانا شیخ عبد الہادی بدایونی (۱۸) مولانا شیخ طاہر لاہوری (۱۹) مولانا امان اللہ لاہوری (۲۰) شیخ طاہر اللہ چشتی (۲۱) حاجی فخر افغانی (۲۲) مولانا صادق کابلی (۲۳) مولانا محمد ہاشم خادم (۲۴) خواجہ محمد ہاشم برہانپوری (۲۵) شیخ فضل اللہ برہانپوری (۲۶) مولانا حمید الدین احمد آباری (۲۷) حاجی حسین (۲۸) شیخ داؤد سالکی (۲۹) مولانا غازی گجراتی (۳۰) خواجہ محمد صدیق الکشمی الدہلوی (۳۱) شیخ بدیع الدین سہارنپوری (۳۲) شیخ احمد دیوبند (۳۳) شیخ عبد القادر انبالوی (۳۴) شیخ محمد حری (۳۵) شیخ سلیم البنوری (۳۶) شیخ آدم البنوری (۳۷) مولانا بدر الدین السرہندی (۳۸) شیخ خضر الہلول پوری (۳۹) مولانا محمد یوسف سمرقندی (۴۰) مولانا عبد الغفور سمرقندی (۴۱) مولانا محمد صالح الکولابی (۴۲) صوفی قربان القدیم (۴۳) حاجی محمد دکنی (۴۴) مولانا یار محمد قدیم طالقانی (۴۵) مولانا یار محمد جدید طالقانی (۴۶) صوفی قربان القیوم (۴۷) صوفی قربان الجدید دارگنجی (۴۸) مولانا قاسم علی (۴۹) شیخ حسن البرکی (۵۰) شیخ یوسف البرکی (۵۱) شیخ عبد الرحیم البرکی (۵۲) مولانا صغیر احمد الرومی (۵۳) شیخ عبد العزیز المغربی (۵۴) شیخ علی المحقق المالکی (۵۵) شیخ زین العابدین (۵۶) شیخ علی البطری الشافعی المکی (۵۷) شیخ احمد استنبول (۵۸) فقیہ عثمان الیمنی الشافعی (۵۹) سی مبارک شاہ بخاری (۶۰) مولانا حسن بخاری (۶۱) قاضی تولک بخاری (۶۲) شیخ المحدث عیسیٰ المغربی (۶۳) شیخ محمد مدنی۔

خواب: فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں ایک قصیدہ کہا تھا۔ براہ تواضع فرمایا کہ میں اس تعریف کے لائق نہیں تھا۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک قصیدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں کہا تھا۔ نہایت نوازش سے پیش آئے۔ میرے پاس کوئی عمل بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نہیں ہے اور یہ شعر فرمایا۔

نکرد مظہر طاعتے و رفت بخاک
نجات خود تبولائے بوتراب گذاشت

فرماتے ہیں کہ بعد حمد وصلوٰۃ وسلام از فقیر جان جانان، فرزند برخوردار ملا محمد نسیم جیو۔ ابقاہ الرحمان مطالعہ فرمایند کہ فقیر تا روز تحریر در محروسہ شاہ جہان آباد مع علائق و توابع بعافیت است و یاران حلقہ جا بجا و شہر بشہر بخیر اند و مشتاق شما ہستند۔

حضرت مرزا جانجاناںؒ:

نقل ہے کہ ایک صالحہ حضرت سے اپنے مکان پر روز غائبانہ توجہ لیا کرتی تھی۔ اس کا معمول تھا کہ جس وقت متوجہ ہو کر بیٹھا کرتی۔ ایک آدمی آپ کی خدمت میں اطلاع کو بھیج دیتی۔ آپ توجہ فرمادیا کرتے۔

۱۱۹۵ ہجری کو کچھ رات گئے چند آدمیوں نے آ کر دروازہ پر دستک دی خادم نے عرض کی کہ کئی آدمی آپ کی زیارت کے واسطے آئے ہیں۔

پوچھا کہ مرزا جانجاناں تم ہی ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں دونوں ہمراہیوں نے بھی کہا کہ مرزا جانجاناں یہی ہیں۔ یہ سن کر اس بدبخت نے طمنچہ سے گولی ماری۔ کہ وہ دل کے قریب پڑی۔ اور آپ زمین پر گر پڑے فرمایا اگر ارادہ الٰہی میں شفا ہے بہرصورت ہو جائے گی ڈاکٹر کے علاج کی کوئی ضرورت نہیں اور جس شخص نے یہ کام کیا ہے اگر معلوم ہو جائے میں نے بھی اس کو معاف کیا تم بھی معاف کرنا اس کے بعد تین روز تک آپ زندہ رہے اس حالت میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

۱۱۹۵ھ دسویں شب محرم کو اس کو شب شہادت بھی کہتے ہیں تین بار زور سے سانس لے کر روح مبارک عالم جاودانی کو راہی ہوئی انا للہ وانا الیہ راجعون. آپ کا مزار دہلی میں متصل چتلی قبر واقع ہے۔

نگیرد باطن اہل صفا رنگ از نظر بازی
تصرف نیست ہرگز در دل آئینہ صورت را
دماغ دل دریں جا گاہے گاہے چاک می گردد
خدا آباد ترساز و خرابات محبت را
واشدہ گلہائے باغ از رشک و غم میکند
جوشش یاران رنگیں یاد می آید مرا
بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقتول راجز بیگناہی نیست تقصیرے

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں قدس سرہٗ کے بزرگ ترین خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کی تفسیر مظہری، رسالہ احقاق، ارشاد الطالبین، مالا بدمنہ السیف المسلول وصیت نامہ وغیرہ ۳۲ کتابیں مولانا ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ (دہلی) کو حاصل ہوئی ہیں۔

حضرت شہید فرمایا کرتے تھے کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے قیامت کے روز دریافت کیا کہ میری درگاہ میں کیا تحفہ لایا۔ تو قاضی ثناء اللہ کو پیش کروں گا۔

علاج ارشاد المسترشدین میں لکھا ہے۔ حضرت میرے تسلیم قبول ہو۔ اگر ممکن ہو تو ہر بیمار کے واسطے استخارہ مسنونہ کر کے علاج شروع کر دیں۔ اور دعا کر کے بیٹھیں اور دعا پر ختم کریں۔

عام قاعدہ یہ ہے کہ بیمار کو مردہ کی طرح لٹا دے اور بیچ میں گاؤ تکیہ رکھ کر اول انگوٹھے پکڑ کر چہرہ پر ٹکٹکی باندھ کر دس پندرہ بیس منٹ تک جس قدر ہو سکے دیکھے مگر دس منٹ سے کم نہ بعدہٗ انگوٹھے چھوڑ کر دو چار پانچ منٹ ہاتھوں کو سر پر رکھے پھر ہاتھ ایک دو منٹ شانوں پر رکھ کر ایک منٹ میں ہاتھوں کو انگلیوں تک پہنچا دیوے۔ پھر پشت پر ایک منٹ میں ناف تک پھر دو تین منٹ معدہ اور ناف پر ایسا کرنے سے تمام جسم میں نور بھر جاوے گا اور شاید مابین اس کے درد اٹھے وہ علامت صحت ہے اس سے ڈرنا نہ چاہئے یہ دیرپا نہیں ہر نشست میں اس کی امید رکھنی چاہئے یہ بہت مبارک ہے۔

حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ

فرزند اکبر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۰۰ ہجری میں واقع ہوئی۔ جب حضرت مجدد الف ثانیؒ بدولت بیعت حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مشرف ہوئے حضرت خواجہ سے اخذ طریقہ کیا اور آپ پر واردات عجیبہ وغریبہ وارد ہوئے استغراق اس قدر غالب ہوا کہ حضرت خواجہ نے اس کا علاج طعام بازاری سے کیا اکثر حضرت خواجہ ان سے حالت دریافت فرمایا کرتے تھے بلکہ اپنے ہمراہ قبروں پر لے جایا کرتے تھے اور اموات کے حالات استفسار فرماتے اور وہ بلا توقف جو کچھ معلوم ہوتا بتلا دیا کرتے۔

مشکلے نیست کہ آساں نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود

حضرت محمد علیہ حسن عرب حضرت مرزا صاحب قبلہ کے قدیم اصحاب سے تھے رحمۃ اللہ علیہما۔ بڑے ریاضت کش تھے۔ ہر روز چالیس ہزار مرتبہ ذکر کلمہ طیبہ لسانًا کیا کرتے تھے اور دس ہزار نفی اثبات حبس نفس دم اور ہزار مرتبہ سورہ اخلاص اور ہزار مرتبہ استغفار ہزار مرتبہ درود شریف کا معمول تھا۔ صائم الدہر بھی تھے۔ رات کو عبادت میں گزارا کرتے تھے اور دن کو حضرت مرزا صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت گاری کیا کرتے تھے تین سال میں مقامات مجددیہ تا انتہا حاصل کی۔ ببرکت صیام وذکر کثیر کشف صحیح ووجدان سلیم رکھتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب قبلہ قدس سرہ فرمایا کرتے کہ تمام عرب میں ایک آدمی طالب مولیٰ ومجاہدہ راہ خدا میرے پاس آیا اور وہ محمد حسن عرب تھے۔

مجدد ثالث عشر حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی ولادت ۱۱۵۸ ہجری میں بمقام بٹالہ پنجاب میں ہوئی۔ آپ کا نسب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے آپ کے والد شریف شاہ عبد اللطیف نہایت مرتاض ومجاہد تھے کریلہ جوش دے کر کھایا کرتے اور جنگل میں جا کر ذکر جہر کیا کرتے اور حضرت ناصر الدین قادری سے بیعت تھے۔

فرمایا کہ ہمارا فیض دور دور تک پہنچ گیا ہے مکہ معظمہ میں ہمارا حلقہ بیٹھتا ہے بغداد شریف روم ومغرب میں ہمارا حلقہ جاری ہے اور بطریق خوش طبعی فرمایا کہ بخارا تو ہمارے باپ کا گھر ہی ہے۔

ایک ٹوٹے بوریے کا بچھونا اور اینٹ سرہانے ہوتی تھی ایک مرتبہ شدت ضعف بھوک میں میں نے حجرہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور دل میں عہد کر لیا کہ بس یہی میری قبر ہے کہ اسی اثنا میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا دروازہ کھولو میں نے نہ کھولا پھر اس نے کہا کہ دروازہ کھولو مجھ کو تجھ سے کچھ کام ہے۔ پھر بھی میں نے نہ کھولا۔ آخر کار وہ کواڑوں کی شگاف کی راہ سے پانچ روپیہ ڈال گیا اس کے بعد فتوح جاری ہوگئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں سے اور نیز اپنے مرشد سے حدیث کی سند حاصل کی تھی۔

بعد نماز مغرب خاص خاص مریدوں کو توجہ فرماتے اور پھر کھانا کھا کر اور نماز عشاء پڑھ کر اکثر شب ذکر ومراقبہ میں بیٹھ کر بسر کرتے۔ اگر نیند کا بہت غلبہ ہوتا مصلے ہی پر داہنی کروٹ کچھ

لیٹ جاتے بہت کم چارپائی پر سوئے ہیں لیکن پاؤں کبھی نہ پھیلائے۔حتیٰ کہ وفات بھی آپ کی اسی طرح ہوئی۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے بادشاہ وقت کی غیبت کی آپ کا روزہ تھا آپ نے فرمایا کہ افسوس روزہ جاتا رہا۔کسی نے عرض کیا کہ حضرت نے کسی کا ذکر بد نہیں کیا۔آپ نے فرمایا اگر کیا نہیں سنا تو ہے غیبت میں ذاکر اور سامع دونوں برابر ہیں۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور دریافت کیا کہ لعن یزید کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا کہ میں مستحق لعن ہوں جس قدر تیرا دل چاہے دوسرے کا حال معلوم نہیں زیادہ تحقیق منظور ہو تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے کرلو وہ اس معاملہ میں مجھ سے زیادہ واقف ہیں امر معروف اور نہی منکر آپ کا شیوہ تھا۔

شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا خالد رومی جو اس وقت کے اعلم العلما تھے نو مہینے آپ کی خدمت میں رہ کر امام طریقہ بن کر واپس گئے اور بلاد اسلامیہ میں علما و فضلاء کا آپ کی طرف اس قدر رجوع ہوا کہ آپ کے نام سے طریقت خالدیہ مشہور ہو گیا۔قصیدہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے پیر کی تلاش میں ساری دنیا چھان ڈالی مگر آپ کا مثل نہ پایا فرماتے ہیں۔

زاقصائے خطا تا غایت مغرب زمیں امروز
نیا شد ہیچ کس مانند اواز نوع انسانی
نہ شد باطول صحبت زاولیائے یثرب و بطحا
میسر آنچہ ازوے شد مرانا دیدہ ارزانی

ایک شخص سید اسمٰعیل مدنی مدینے سے بحکم آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی خدمت میں کسب نسبت کے واسطے آئے تھے۔آپ کے حکم سے ایک روز وہ جامع مسجد میں آثار نبویہ کی زیارت کو گئے۔وہاں سے واپس آ کر انہوں نے عرض کیا۔کہ اگرچہ وہاں برکات محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔لیکن عظمت کفر بھی معلوم ہوتی ہے۔تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ بعض اکابرین کی وہاں تصویریں بھی رکھی ہیں۔آپ نے اسی وقت بادشاہ کو ایک نہایت پرزور خط لکھا کہ وہ تصویریں نکلوا دیں۔

خط حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلامت السلام علیکم ورحمۃ اللہ سبحان اللہ از عجائب قدرت او سبحانہ چہ نوشتہ شود ایں سید محمد اسماعیل مدنی کہ از مدینہ منورہ برائے کسب نسبت مجددیہ رضی اللہ عنہم نزد ایں لاشئے تشریف آوردہ امشب شب جمعہ در مسجد جامع و آثار شریف رفت گفت کہ اینجا ظلمت اصنام معلوم میشود و ایں گفتن او محض از نور ایمان است او چہ داند دریں آثار چیست تحقیق شد کہ تصویرہا دریںجا نہادہ اند تصویر پیغمبر خدا علیہ السلام و ائمہ اہل بیت و اولیاء رضی اللہ عنہم ساختن و پیش خود داشتن در شرع محمدی جائز نیست۔ تصویر حضرت ابراہیم علیہ السلام خود حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بدست مبارک شکستہ اند تصویر پیر خود تصویر پیغمبر خدا و تصویر جناب امیر المومنین علیہ السلام بت اند و ترک تعظیم آں بہ د اہتمام کنندہ صنم پرستے است تاب اللہ علیہ و سنگے براں نقش قدم ساختہ گویند کہ نقش قدم پیغمبر است صلی اللہ علیہ وسلم بت است ہائے مسلمانی و توحید وائے بادشاہی و متابعت اسلام کجا شد۔ پیروی نمایند و ایں بت پرستی موقوف نمایند چہ نالم و چہ گریہ کنم بر خرابی و مسلمانی و مداہنت و سستی مسلمانان غلبہ کفر از آنست بہ تاں کافراں محتاج اند اللہ تعالیٰ ہدایت فرماید و مسجد جامع و قلعہ بادشاہی کہ ہر دو جائے مسلمانان است اصنام داشتن چہ معنی واللہ اگر مراقوتے عود نماید از شہر بت پرستاں ہجرت نمایم۔

نقل ہے کہ ایک سید آپ کے پاس آئے۔وہ داڑھی منڈوایا کرتے تھے۔آپ نے دیکھ کر نرمی سے فرمایا۔تعجب ہے ابھی میر صاحب کے داڑھی نہیں نکلی بعدۂ بانبساط تمام فرمایا کہ ہم سب آپ ہی کے خاندان سے ہیں ہم لوگ تو آپ کے گماشتہ ہیں وہ بہت شرمندہ ہوئے اور اس کے بعد پھر انہوں نے داڑھی نہ منڈوائی۔

ہر چند پیر خستہ دل و ناتواں شدم
ہر گہ کہ یاد روئے تو کر دم جواں شدم

اٹھ بیٹھتے اور بقوت تمام توجہ فرماتے تھے۔آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق تھا کہ نام شریف لے کر بے تاب ہو جایا کرتے تھے اور آہ آہ کر کے ہاتھ اوپر کو اٹھا دیا کرتے تھے۔اور کبھی دونوں ہاتھ پھیلا کر اس طرح سمیٹ لیا

کرتے تھے جیسے کسی کو آغوش میں لیتے ہیں۔ اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

موسیا اداب داناں دیگرند
سوختہ جاں درد ماناں دیگرند

مرض موت میں ترمذی شریف سینہ مبارک پر ہوتی تھی۔ اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل نکل آتا تھا۔ اس پر عمل کرتے تھے۔ بکری کے شانہ کا گوشت پکوا کر کھاتے تھے کہ مسنون ہے۔

گاہ گاہ خود بخود خوشبو آپ کے مکان میں آنے لگتی امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامان لشکر نماز میں کر لیتے تھے فرمایا کھانے میں ایک رضائے نفس ہے۔ اور ایک حق نفس رضائے نفس غذا بہت لطیف اور بمقدار توانائی ادائے فرض وسنت۔

فرمایا مرد چار قسم کے ہیں۔ نامرد۔ مرد۔ جوان مرد۔ اور مرد طالب نامرد طالب عقبی کا طالب مرد۔ طالب عقبی ومولی جوان مرد طالب مولی مرد طالب فرمایا خطرے کی چار قسمیں ہیں۔ شیطانی نفسانی ملکی حقانی شیطانی بائیں جانب سے آتا ہے۔ نفسانی اوپر سے یعنی دماغ سے ملکی داہنی جانب سے حقانی فوق الفوق سے۔

فرمایا جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت اویسیت حاصل کرنا چاہے تو بعد نماز عشاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک خیال میں اپنے ہاتھ میں لے اور یہ کہے کہ بیعت کی میں نے آپ سے اوپر گواہی پانچ چیز کے کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور قائم رکھے نماز ادا کرے زکوٰۃ اور روزہ ماہ رمضان اور حج خانہ کعبہ بشرط استطاعت کے اور چند شب اسی طرح کرے۔

بایک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو
درپیش چشم ہمت شاں ملک سنجری
ایں آں سعادتیست کہ حسرت برو برآں
جو پائے تخت قیصر و ملک سکندری
مرا پیر دانائے مرشد شہاب
دو اندوز فرمود برروئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش
دوم آنکہ بر غیر بد بیں مباش
ما برائے استقامت آمدیم
نے پئے کشف و کرامت آمدیم

پھر فرمایا کہ میں اپنا حال بیان کروں۔

بہ زمین چو سجدہ کر دم ززمین ندا بر آمد
کہ مرا خراب کر دی تو بسجدہ ریائی
بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند
کہ بروں درجہ کر دی کہ درون خانہ آئی
نہ حسنش غایتے داردنہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی ودریا ہمچناں باقی

فرمایا کہ حضرت جان جاناںؒ سے کسی نے عرض کیا کہ آپ نے یہ طریقہ مجددیہ کیوں اختیار کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس طریقہ میں چنداں ریاضت مجاہدہ نہیں ہے اور میں نازک مزاج تھا مجھ سے اور طریقوں کے مجاہدات نہ ہو سکے۔ فرمایا کہ اہل محبت کو حاجت اعمال کی نہیں ہے ان کو عمل قلیل کافی ہوتا ہے بلکہ قلیل کی بھی حاجت نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ طریقہ نقشبندیہ علماء کو پسند ہے۔

فرمایا کہ ایک روز ہندو میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ مجھ کو یادرب کی سکھا دیں میں نے کہا اللہ اللہ دو ہزار مرتبہ ہر روز صبح کے وقت کہہ لیا کرو اس نے کہا اس لفظ سے تو نہیں یاد کروں گا۔ میں نے کہا کہ اچھا قلب کی جانب متوجہ ہو کر دل سے تو ہی تو ہی کرو۔ اس پر وہ راضی ہو گیا چند روز کے بعد اس کے دل میں توجہ الی اللہ پیدا ہو گئی اور مشرف باسلام ہوا۔

فرمایا کہ ایک ہندو میرے پاس آیا اور کہا کہ اپنے طور پر پچاس ہزار مرتبہ خدا کا نام لیتا ہوں۔ اس کی برکت سے ماسواء سے اعراض ہو گیا فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس کے دل کی کیفیت دیکھی ہے لیکن کفر کی وجہ سے کیفیت مکدرہ تھی کیفیت نورانی سواد کرایمانی کے نہیں پیدا ہوتی۔

فرمایا کہ ہر روز پچیس ہزار اسم ذات کرنا ضروری ہے فرمایا کہ فقیر دل کی مراد سے خالی ہونے کو کہتے ہیں نہ ہاتھ کے خالی ہونے کو فرمایا کہ لوگ عمدہ عمدہ کھانا پکا کر لاتے ہیں۔ اور کھانے کے واسطے اصرار کرتے ہیں۔ اور اگر نہ کھاؤں تو ان کی دل شکنی ہوتی ہے اور کھاتا ہوں تو اپنی بدمزگی ہوتی ہے۔ ہمارا کھانا یعنی جنس بازار سے خرید ہو کر آتی ہے مگر چونکہ سامنے پکتی ہے توجہ کی تاثیر سے ظلمت دور ہوتی ہے۔ اور دوسری کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں بردست و بر بازوئے تو

پس میرے جنازے کے آگے بھی یہی شعر پڑھنا بلکہ یہ شعر عربی میں بھی پڑھنا۔

وفدت علی الکریم بغیر زادٍ
من الحسنات والقلب السلیم
فحمل الزاد اقبح کل شیئً
اذا کان الوفود علی الکریم

بتاریخ ۲۲صفر یوم شنبہ ۱۲۴۰ہجری کو آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت شاہ ابوسعید معصومی مجددی قدس سرہٗ

آپ کی ولادت ۱۱۹۶ ہجری کو بمقام رام پور میں ہوئی۔ توجہ میں اس قدر گرمی تھی کہ اگر سو آدمیوں کی جانب متوجہ ہوتے تھے تو سب بیہوش ہو جاتے تھے۔ آپ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں سے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو خدا طلبی میں خط لکھا۔ انہوں نے بکمال تعظیم جواب دیا اور تحریر فرمایا کہ اس معاملہ میں حضرت شاہ غلام علی صاحب سے کوئی بہتر نہیں ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بادب پیرزادگی نہایت تعظیم وتکریم کی اور اپنی مسند خالی کر دی اور کہا کہ آپ کی جگہ یہاں ہے فقیر آپ کے خاندان کے ایک کمترین منتسبان سے ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ میں بجہت استفادہ اور نفش برداری برادری حاضر ہوا ہوں حضرت شاہ صاحب نے قبول فرمایا۔

شاہ ابوسعید مجددی

۱۱۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۵۰ھ میں حج سے واپسی پر عین عید الفطر کے دن ٹونک میں رحلت فرمائی سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اصلاح وجہاد میں بھی آپ نے عملاً حصہ لیا۔

حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرزند دوم حضرت شاہ ابو سعید صاحب کے ہیں۔ ۱۸۵۸ء کے بعد حرمین شریفین کی ہجرت فرمائی۔ اور مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی وہاں بھی بہت لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حدیث پڑھتے۔

ایک مرتبہ جل وعلا کو خواب میں دیکھا۔ بکمال تمنا عرض کیا کہ مدینہ منورہ میں سکونت اور موت کا نہایت اشتیاق ہے اور ارشاد ہوا کہ دعا قبول ہوئی ۱۲ ربیع الاول ۱۲۹۲ ہجری کو انتقال فرمایا اور قریب قبہ عثمان رضی اللہ مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت شاہ احمد سعید:

فرزند اکبر حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۱۷ رام پور میں ہوئی حضرت شاہ غلام علی صاحب قدس سرہ سے اخذ طریقہ کیا مسند کے قریب بٹھاتے۔ اور بقوت تمام توجہ فرماتے۔

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

فرمایا کہ صحبت اغنیاء وارباب تنعم طالب خدا کے واسطے سم قاتل وسد سکندری ہے اور اس سے جاری فیض بند ہو جاتا ہے فرمایا کہ مرید کسی کی طرف التفات نہیں کرتا بلکہ غیر سے متنفر ہوتا ہے طالبین سے جو شخص حجرہ بند کر کے ملتزم ذکر وفکر ہوتا اس کو بہت پسند فرماتے فرمایا کہ طالب اس وقت اللہ تعالیٰ کا مرید ہوتا ہے کہ اپنے سینہ سے جمیع مقاصد ومرادات دفع کر کے اور سوائے رضاء حق سبحانہٗ کے کوئی مراد اس کی نہ ہو اور مردہ بدست زندہ ہو رہے اور بارگاہ الٰہی میں ہر وقت بہ تضرع وزاری دعا کرتا رہے۔ کہ الٰہی جو کچھ تیری رضا ہو اس پر قائم رکھ ایک لحظہ مجھ کو اپنے سے دور مت کر فرمایا کہ آرزوئے فقیر یہی ہے کہ انفاس مستعار حیات اللہ تعالیٰ کی مرضی میں گزریں۔ اور گوشہ نامرادی میں بیٹھ کر زبان بتکرار کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تازہ رہے۔

علماء ومشائخ زمان ترک تدریس ومنصب شیخی کر کے خاکروبی استانہ کو اپنا فخر سمجھتے اور آپ بھی ہمہ تن مصروف اشاعت طریقت ہو گئے اور قریب دس سال تک مسند ارشاد کو زینت فرمایا کہ بتاریخ ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۸۶ ہجری کو مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا اور بائیں جانب قریب روضہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ دفن ہوئے۔

حضرت شاہ محمد معصوم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فرزند خلیفہ حضرت شاہ عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں آپ کی ولادت ۱۲۶۳ ہجری بمقام دہلی میں ہوئی۔

اجازت مطلقہ سے مشرف ہوئے تحریک آزادی کے دوران آپ بھی جدامجد کے ہمراہ حرمین شریفین تشریف لے گئے۔

ختم حضرت محبوب سبحانی

حسبنا الله و نعم الوكيل

ترجمہ: کافی ہے ہمارے لئے اللہ اور وہ بہترین کارساز ہے۔

فضائل: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کلمات اس وقت پڑھے تھے جب آگ میں ڈالے گئے۔ منقول ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود منجنیق میں بٹھا کر آگ میں ڈال رہا تھا تو جبرائیل امین آکر عرض کرنے لگے "یا خلیل الله الک حاجة" کہ اے اللہ کے خلیل کیا تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے؟ تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اما الیک فلا" کہ آپ کی مدد کی مجھے کوئی ضرورت نہیں تو جبرائیل نے کہا پھر اللہ سے سوال کرو تو فرمایا علمه بحالی حسبی عن سوالی کہ اللہ کا علم میرے اس حال پر سوال کرنے سے مجھے بے نیاز کر دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم پر بہت بڑا کام (یعنی مشکل) آپڑے تو یہ مبارک کلمات پڑھا کرو۔ حسبنا الله و نعم الوكيل.

حضرت زینبؓ باقی ازواج مطہرات پر فخر کرتی تھیں کہ میرا نکاح حق تعالیٰ نے خود کیا ہے جب کہ باقی ازواج مطہرات کا نکاح ان کے اولیاء نے کر رکھا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میری برات و پاکدامنی کی آیتیں اللہ پاک نے قرآن حکیم میں نازل فرمائی ہیں جو رہتی دنیا تک پڑھی جاتی رہیں گی۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی فضیلت مان گئیں، پھر حضرت زینبؓ نے حضرت عائشہؓ صدیقہ سے پوچھا یہ تو بتاؤ کہ صفوان بن معطل کے اونٹ پر سوار ہوتے وقت آپ نے کیا پڑھا تھا؟ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا حسبنا الله و نعم الوكيل حضرت زینبؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ آپ نے ایمان والوں کا کلمہ پڑھا تھا۔ تفسیر ابن کثیرؒ

حسبی الله پڑھے یا حسبنا الله پڑھے مقصد ایک ہے

یا خفی اللطف ادرکنا بلطفک الخفی ۔ ترجمہ اے وہ ذات جو مخفی مہربانیوں کی مالک ہے ڈھانپ لیجئے ہمیں اپنی پوشیدہ مہربانیوں میں ارشاد خداوندی ہے۔ **لا تدرکه الابصار وهو یدرک الابصار وهو اللطیف الخبیر** ترجمہ کسی کی آنکھ اللہ کو دیکھ نہیں سکتی (یعنی دنیا میں) اور وہی ذات دیکھتی ہے کسی کی آنکھ کی حرکت اور بہت باریک بین اور باخبر ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند نے اپنے ختم میں وہ کلمات دعائیہ کے لئے جن کے ساتھ اذکار واشغال کی پوری مناسبت ہے یعنی ان کے سلسلہ کے اذکار واشغال بھی خفی ہیں اور کلمات دعائیہ میں وہ لفظ پسند کیا جس کے معنی میں نہایت پوشیدگی ہے۔

یا باقی انت الباقی ۔ ترجمہ: اے ذات جو ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والی ہے اور فنا تیرے لئے محال ہے چونکہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اس مقام رفیع پر اللہ کے فضل سے پہنچ گئے تھے اور باقی باللہ مشہور ہوئے تھے تو اپنی بقائیت کو جو امر حادث تھا اس کی نفی فرمائی اور بقاء حقیقی جو ذات واجب الوجود کے لئے تھی اس کا اقرار کیا اور وہی کلمات جو اس مقام کی طرف اشارہ کر رہے ہیں ارشاد فرمائے لہٰذا فرمایا **یا باقی انت الباقی لا حول ولا قوة الا بالله** ترجمہ نہیں ہے طاقت کسی بشر کو گناہ سے بچنے کی اور نہیں ہے طاقت کسی بشر کو اچھے کام کی مگر صرف اللہ پاک کے فضل سے بعض روایت میں **لا ملجا ولا منجا من الله الا الیه** کے الفاظ ہیں نہیں کوئی پناہ کی جگہ اور نجات کی اللہ سے سوائے اللہ کے۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ **لا حول ولا قوة الا بالله** ننانوے بیماریوں کی دوا ہے جس میں سب سے ہلکی بیماری تکلیف اور پریشانی ہے۔

لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین.

ترجمہ: کوئی حاکم نہیں سوائے تیرے تو بے عیب ہے میں تھا گناہگاروں سے جس مقصد کے لئے کوئی مسلمان اس کو پڑھے اللہ پاک اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

حضرت یونس بن متی کو اللہ تعالیٰ نے اہل نینوی کی طرف

نبی بنا کر بھیجا۔ دعوت دی مگر قوم نے قبول نہیں کی آپ نے ان کو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور فرمایا کہ تین دن کے اندر تمہارے اوپر اللہ کا عذاب آجائے گا۔ یہ کہہ کر یونس علیہ السلام بے خیالی میں ان نافرمانوں کی بستی سے بغیر اللہ کے حکم کے نکل گئے اور تین دن تک ان پر عذاب کا انتظار کیا ادھر جب قوم پر آثار عذاب کے ظاہر ہوئے تو تمام چھوٹے اور بڑے یہاں تک کہ جانوروں کو بھی ساتھ لے کر بستی سے باہر نکل گئے اور آہ وزاری وعاجزی وانکساری کے ساتھ خالص توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور مشرف بہ اسلام ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کیا اور عذاب ٹال دیا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے جب دیکھا کہ قوم پر عذاب ٹل گیا تو ان کو احساس ہوا کہ اب تو وہ ان کی نظروں سے جھوٹے ہو جائیں گے تو اپنے اجتہاد کی بناء پر بغیر اللہ کی اجازت کے آگے چلے گئے راستہ میں دریا تھا کشتی میں سوار ہو گئے بوجہ زیادتی بوجھ کے کشتی ڈوبنے لگی چنانچہ ملاح نے آواز دی کہ وزن کم کرنے کے لئے ایک آدمی کو دریا میں پھینکنا چاہیے ورنہ تو سب لوگ ڈوب جائیں گے۔

الغرض قرعہ ڈالا گیا یونس علیہ السلام کا نام نکلا ان کی صلاحیت اور زہد وتقویٰ کو دیکھ کر کشتی والے ان کو دریا میں پھینکنے پر راضی نہیں ہوتے تھے چنانچہ دوسری مرتبہ اور پھر تیسری مرتبہ قرعہ ڈالا گیا لیکن ہر بار انہیں کے نام پر قرعہ نکلتا رہا، چنانچہ وہ خود دریا میں کود گئے ادھر اللہ کے حکم سے ایک بہت بڑی مچھلی نے منہ کھول کر یونس علیہ السلام کو اپنا لقمہ بنایا اور فرمان خداوندی پہنچ گیا کہ اے مچھلی یہ میرا نبی ہے یہ تیرا لقمہ نہیں ہے بلکہ تیرا پیٹ اس کے لئے جیل خانہ ہے چنانچہ مچھلی آپ کو لے کر سمندر کی تہہ میں پہنچ گئی۔

چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں آپ کی دعا قبول ہو گئی چنانچہ مچھلی نے آپ کو اللہ کے حکم سے دریا کے کنارے خشکی میں اگل دیا۔

یہی خدا کا وہ اسم اعظم ہے جب اس کے ساتھ دعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ اس سے مانگا جائے تو وہ عطا فرماتا ہے۔

صرف اسم اللہ کو اسم اعظم کہا گیا ہے۔ **یا حی یا قیوم** کو اسم اعظم **یا ذو الجلال والاکرام** کو اسم اعظم کہا گیا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم نے پانچ سو کی تعداد کو اختیار کیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کے لئے آسانی ہو۔

یا حی یا قیوم برحمتک استغیث اے زندہ، اے تھامنے والے ہر چیز کو اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ، تیری رحمتوں کے سہارے اپنی فریاد پیش کر رہا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی بات میں پریشانی ہو جاتی تو کلمات مبارک مذکورہ پڑھا کرتے تھے۔

ختم حضرت شاہ غلام علی دہلوی باللہ

یا رحمن یا رحیم یا ارحم الراحمین صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمدٍ

ترجمہ: اے معبود برحق اے ہر رزق کھانے والے کو رزق پہنچانے والے دنیا میں، اے مومنوں کو بخشنے والے عقبیٰ میں، اے زیادہ رحم کرنے والی ذات ہر رحم کرنے والے سے، رحمت نازل فرما ساری مخلوق سے بہتر جن کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے یارحیم **کل صریخ و مکروب و غیاثہ و معاذہ یا رحیم۔**

اے رحم کرنے والے ہر پریشان حال پر، مصیبت زدہ پر، اور اس کی فریاد سننے والے، اور اس کو پناہ دینے والے اے رحم کرنے والے، یعنی رحم کر ہمارے اوپر اور ہمارے سارے مصائب دور فرما تمام مشکلات ومصائب جو انسان پر وقتاً فوقتاً آتے ہیں ان کا رفع کرنے والا سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں، جس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں، تو ختم کے ان الفاظ مبارکہ میں اسی رحیم ذات کی طرف توجہ کی گئی ہے۔

رب لا تذرنی فرداً وانت خیر الوارثین۔ ترجمہ: اے میرے رب مجھے تنہا نہ چھوڑیئے اور تیری ذات بہترین وارث ہے حضرت خواجہ دوست محمد آپ کے اولاد نہیں تھی تو اس آیت مبارکہ کو اپنا ختم مقرر کیا۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ پاکی اللہ بزرگ کے لئے ساری تعریفوں کے ساتھ یہ ایسے مبارک

کلمات ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دوکلموں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے

کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم دو کلمے ہیں جو پڑھنے میں بہت آسان ہیں وزن میں بھاری ہیں۔ اللہ کو بڑے پیارے ہیں وہی ہیں جواوپر لکھے گئے۔

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تمام پاکی اللہ کے لئے ہے اور تمام تعریف اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے نہ اس کا مثل ہے نہ مثال ہے گناہوں سے بچنا اور عبادت کی طاقت اللہ کی مدد سے ہی ہوسکتی ہے جو برتر اور عظمت کا مالک ہے۔

فضیلت:۔ شب معراج حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے مبارک بیٹے آپ امت کو میرا اسلام کہیں اور کہیں کہ جنت کی زمین پر چٹیل میدان ہے وغراسھا ھذہ الکلمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین کلام یہ چار کلمے ہیں سبحان اللہ سے اللہ اکبر تک ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے حضرت مسکین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اسم مبارک کو اس آیت کے ساتھ ایک مناسبت ہے وہ یہ کہ آیت واللہ ذوالفضل العظیم اور حضرت کا نام بھی فضل علی ہے جو عظیم کے قریب المعنی ہے چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ جیسا کہ کپڑے میں تانے اور بانے کے علاوہ تیسری کوئی چیز نہیں ہے اسی طرح میرے سلسلے میں سوائے قرآن وسنت کی پیروی کے اور کوئی چیز نہیں یعنی ہمارا سلسلہ کمال اتباع شریعت مطہرہ پر مبنی ہے اس میں بدعات ورسومات کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یالطیفاً بخلقہ یا علیما بخلقہ یا خبیراً بخلقہ الطف بنایا لطیف یا علیم یا خبیر۔

ترجمہ: اے وہ ذات جو بڑی مہربان ہے اپنی مخلوق پر اے وہ ذات جو بہت علم رکھتی ہے اپنی مخلوق پر اے وہ ذات جو باخبر ہے اپنی مخلوق کے تمام حالات پر، مہربانی فرما ہمارے اوپر یالطیف اے بڑی مہربان ذات یاعلیم اے بڑی علم والی ذات یا خبیرا اے بڑی خبر رکھنے والی ذات۔

درود شریف صلوٰۃ تنجینا ۳۱۳ بار

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمدٍ صلوٰۃ تنجینا بھا من جمیع الاھوال والافات وتقضی لنا بھا جمیع الحاجات وتطھرنا بھا من جمیع السیئات وترفعنا بھا عندک اعلیٰ الدرجات وتبلغنا بھا اقصی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیوٰۃ وبعد الممات انک علی کل شئی قدیر

گر ہمی خواہی کہ گردی در دو عالم ارجمند
دائما باشی غلام خاندان نقشبند

طریقۂ ختمات خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارھم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا محمدٍ والہ وصحبہ اجمعین اللھم یا مفتح الابواب ویا مسبب الاسباب ویا مقلب القلوب والابصار ویا خالق اللیل والنھار ویا دلیل المتحیرین ویا غیاث المستغیثین اغثنا ویاغیاث المستغیثین اغثنا ویا غیاث المستغیثین اغثنا توکلنا علیک نفوض امورنا الیک بالف الف لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہاتھ پر دم کرکے منہ پر پھیرے اس کے بعد حسب ذیل دعا پڑھے۔ استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ توبۃ عبدٍ ظالمٍ لا یملک لنفسہ نفعاً ولا ضراولا موتاً ولاحیاۃ ولا نشوراً۔

ابتداء ختم خواجگان

سورۃ فاتحہ یعنی الحمد شریف بسم اللہ سے لے کر آمین تک ساٹھ بار درود شریف ایک سو بار سورہ الم نشرح

اعوذ باللہ وبسم اللہ اول میں بسم اللہ پڑھ کر اناسی بار پڑھے۔اول سورہ اخلاص یعنی قل ھو اللہ ایک ہزار بار پڑھے سورہ فاتحہ سات بار درود شریف ایک سو بار اللھم یا قاضی الحاجات سو بار اللھم یا کافی المھمات سو بار للھم یا دافع البلیات سو بار اللھم یا حل المشکلات سو بار اللھم یا منزل البرکات سو بار اللھم یا رفیع الدرجات سو بار اللھم یا خیر الناصرین سو بار اللھم یا شافی الامراض سو بار اللھم یا مجیب الدعوات سو بار برحمتک یا ارحم الراحمین سو بار اللھم امین سو بار ختم کے بعد بطور دعا کے یہ آیت شریف پڑھے۔ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شئی قدراً۔

ختمات پڑھنے کے بعد ایصال ثواب کا طریقہ

اللھم اوصل وبلغ ثواب ما قرأناہ ونور ما تلوناہ بعد القبول عنا ھدیة واصلة منا الیٰ طبیب قلوبنا وشفیع ذنوبنا وقرة اعیننا سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم الیٰ ارواح جمیع اخوانہ من النبین والمرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین والیٰ آل کل وصحب کل رضی اللہ تعالیٰ عنا وعنھم اجمعین ثم الیٰ ارواح خلفاء الراشدین والصحابة والتابعین وتبع التابعین رضی اللہ تعالیٰ عنا و عنھم اجمعین ثم الیٰ ارواح ازواج نبینا محمدٌ صلی اللہ علیہ وسلم الطاھرات امھات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنا وعنھن اجمعین ثم الیٰ ارواح بنات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم المکرمات رضی اللہ تعالیٰ عنا وعنھن اجمعین ثم الیٰ ارواح سید شباب اھل الجنة سیدنا الامام الحسن وسیدنا الامام الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنھا وعنھما اجمعین ثم الیٰ ارواہ اصحاب المذاھب الا ربعة رحمة اللہ تعالیٰ علینا وعلیھم اجمعین ثم الیٰ ارواح اصحاب الطرق الاربعة العلیة خصوصاً اصحاب الطریقة النقشبندیة والقادریة رحمة اللہ علینا وعلیھم اجمعین ثم الیٰ روح سیدی ومولائی مولانا رحمة اللہ تعالیٰ علینا وعلیہ ثم الیٰ روح سیدنا و مولانا الحضرت المحترم۔

حضرت مولانا رحمة اللہ علینا و علیہ ثم الیٰ روح سیدنا و مولانا ووالدنا الحضرت المحترم۔

حضرت مولانا رحمة اللہ تعالیٰ علینا و علیہ ثم الیٰ ارواح اٰبائنا وامھاتنا واجداد نا وجد اتنا و اخواننا واخواتنا وازواجنا واولادنا واحبابنا والیٰ ارواح جمیع من لھم حق علینا من المسلمین ثم الیٰ ارواح جمیع امة سیدنا محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم کافة وعامة، امین یا رب العلمین۔

اس کے علاوہ اگر اردو زبان میں کوئی دعا مانگنا چاہے تو مانگ سکتا ہے۔

مراقبہ فرمالے اور مراقبہ کے بعد یہ دعا مانگے۔

اللھم الطف بنافانک بنا بصیر ولا تعذبنا فانک علینا قدیر ودبرلنا فانا لا نحسن التدبیر وخذبیدنا الیک ودلنا بک الیک ولا تقطعنا عنک بقواطع الذنوب ولا تحجبنا عنک بقبائح العیوب یا من علیہ العسیر یسیر یا غنیا عن التفسیر نشکو الیک ما لا یخفی علیک ونسئلک ما لا یعسر علیک یا اللہ یا اللہ یا اللہ یا دآئم یا حی یا قیوم یا ذالجلال والاکرام برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اللھم لا تفرق جمعنا ھذا الا بذنب مغفورٍ و سعی مشکورٍ وعمل صالحٍ مقبول وتجارة لن تبور یا عزیز یا غفور یا عالم مافی الصدور اخرجنا من الظلمت الیٰ النور بجاہ سید الوجود علیہ الف الف صلٰوة وسلام وبسر اسرار الفاتحة الشریفة

بسم اللہ سے لے کر آمین تک پڑھے۔

سبحان ربک رب العزة عما یصفون وسلامٌ علی المرسلین۔ والحمد للہ رب العٰلمین پر دعا کو ختم۔

گر ہمی خواہی کہ گردی در دو عالم ارجمند
دائما باشی غلام خاندان نقشبند

اسباق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ

(دن میں ایک بار اور رات میں ایک بار پڑھیں)

استغفار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک سومرتبہ

استغفر الله تعالیٰ ربی من کل ذنبٍ واتوب الیه

درودشریف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک سومرتبہ

اللهم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا محمدٍ وبارک وسلم

کلمہ تمجید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک سومرتبہ

سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر

آخر میں صرف ایک مرتبہ

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم

تہلیل لسانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بارہ سومرتبہ

لا اله الا الله

یاد داشت:۔ تاریخ وفات حضرت فضل علی قریشیؒ مسکین پوری رحمۃ اللہ علیہ

یکم رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ

کرداز دنیائے فانی گوشۂ عزلت قبول
پیر بر حق، مرشد ما واقف راز خفی!
بندہ واعظ چنیں بنوشت تاریخ وصال
بود قطب پاکداماں مولوی فضل علی!

حضرت مولانا عبدالغفور العباسی المدنی رحمۃ اللہ علیہ

اسلامیہ امینیہ دہلی سے فارغ التحصیل ہوکر اسی مدرسہ میں بڑی کتابوں کا درس دیتے رہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب قدس سرہ آپ سے بہت متاثر تھے۔ جب آپ دہلی سے باارادہ بیعت فقیر پورشریف روانہ ہوئے تو احمد پورشرقیہ سے حضرت خواجہ محمد سعید صاحب قریشی نور اللہ مرقدہ کوساتھ لیا۔

پھر آپ کو وہ مقام نصیب ہوا جو اس شعر کا مصداق ہے۔

کانک شمس والملوک کواکب
اذا ظهر الشمس لم یبد منهن کوکب

(گویا آپ آسمان کا سورج ہیں اور باقی سلاطین آسمان کے تارے ہیں جب سورج نکلتا ہے تو تارے غائب یعنی ان کا نور مدھم ہوجاتا ہے) تو حضرت غریب نواز کے سارے خلفاء رشد وہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے تھے لیکن حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شان ممتاز تھی آپ کے متعلق حضرت غریب نواز قدس سرہ فرماتے تھے مجھے بتایا گیا ہے کہ اے قریشی تیرے سلسلے کی اشاعت تمام عالم اسلام میں تیرے خلیفہ عبد الغفور کے وجود سے ہوگی جو کہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دہلی کے دوران قیام کئی سال تک سلسلہ عالی کی تبلیغ کرتے رہے اور اس زمانہ میں بھی آپ سے بہت مخلوق فیضیاب ہوئی۔ پھر جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ ۱۹۴۵ء میں اپنا مکان خریدا پہلی رات میں خواب دیکھا کہ سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر تشریف لائے اور انگشت شہادت کے اشارے سے محراب دروازہ پر یہ کلمات تحریر فرمائے۔ منزل اصحاب طریقة النقشبندیة مورد انوار المحمدیة اور حروف نور کی شکل میں چمکتے ہیں۔ آپ کا فیض عام تمام اطراف عالم میں پھیلا اور آپ شیخ العرب والعجم کہلائے۔ آپ کے حالات رسالہ خدام الدین لاہور میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ امید ہے کہ کوئی صاحب آپ کی سوانح حیات کتاب کی صورت میں شائع کریں گے۔ آپ کی نرینہ اولاد چار ہیں سب سے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالحق صاحب عباسی ہیں جو حضرت مرحوم کے سجادہ نشین ہیں اور بحمد اللہ اسی طرح ختمات ومراقبات اور بیعت کا سلسلہ جاری ہے اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت اس خانقاہ کو آباد رکھے آمین۔ (از مقامات فضلیہ)

حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۹۴۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۹۶۹

از تعارف مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ دارالعلوم (دیوبند) کے فیض یافتہ اور آخری دور طالب علمی میں خصوصیت کے ساتھ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سے مستفید ہیں۔ نقشبندیہ سلسلہ کے ممتاز مشائخ میں سے ہیں۔ اصل نے صوبہ سرحد کے باشندے ہیں۔ لیکن عرصہ دراز سے مدینہ طیبہ میں مہاجر کی حیثیت سے مقیم ہیں اور حجازی قومیت اختیار فرمالی ہے۔ آپ

پر غلبہ باطنی ارشاد و ہدایت کا ہے۔ سرحدی و پاکستانی لوگ بکثرت آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں۔ مدینہ منورہ میں آپ کا مقام سکونت ایک مستقل خانقاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱۸ مئی ۱۹۶۹ء حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مہاجر مدنی مدینہ طیبہ کی پاک سرزمین میں اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کا آبائی وطن موضع جدبا علاقہ چکیسر ریاست سوات تھا۔ ابتدائی تعلیم وطن ہی میں پائی۔ اور آخر تعلیم مدرسہ امینیہ دہلی میں ہوئی۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ امینیہ (دہلی) میں مدرس بھی رہے۔ پھر ضلع مظفر گڑھ کے ایک گاؤں ''مسکین پور'' میں حضرت مولانا فضل علی صاحب قریشی نقشبندی سے بیعت کی جہاں ذکر و شغل کے ساتھ ساتھ حضرت قریشی کے مہمانوں کی خدمت میں کنویں سے پانی نکالنے اور جنگل سے لکڑیاں لانے کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ خوب مجاہدہ نصیب ہوا۔ اور آخر اپنے شیخ کامل کی توجہ سے وہ مقام حاصل کیا۔ جو غالباً شیخ کے مریدین میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوا ہوگا۔ ان مخلصانہ خدمات اور مجاہدات و ریاضات نے انہیں اپنے شیخ کا صحیح جانشین بنا دیا۔ ہجرت کی نیت سے مدینہ طیبہ پہنچے اور حج و زیارت کے بعد وطن آ کر اپنی تمام جائیداد فروخت کر دی اور مدینہ طیبہ میں سید محمود صاحب سے (جو حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی ہیں)

ایک مکان خریدا، غالباً آدھی رقم تو اسی وقت ادا کر دی تھی اور باقی بعد میں ادا کی گئی۔

مدینہ طیبہ میں دوران قیام ہر سال حج کی توفیق ہمیشہ نصیب ہوتی رہی اور عمرے بھی ادا کرتے رہے۔ آپ کو عمرہ کرنے کا بہت شوق تھا۔ ہر سال ماہ رمضان میں عمرہ کے لئے جاتے رہے اور مسجد نبوی میں اعتکاف بھی کرتے رہے۔ یہ اسی عشق کا نتیجہ تھا کہ وفات تک نہ تو حج ترک ہوا تھا اور نہ رمضان المبارک کا عمرہ اور مسجد نبوی کا اعتکاف چھوٹا۔ اس سال بے حد کمزور تھے لیکن پھر بھی اعتکاف کی سعادت نصیب ہوئی۔ اعتکاف میں تمام رات تراویح، قیام لیل اور ختمات قرآن میں ان کی فوق العادۃ استقامت قابل رشک تھی۔ اس دفعہ موسم حج میں غلبہ امراض کی وجہ سے طبیعت انتہائی کمزور تھی۔ لیکن پھر عشق عبادت سے سرشار طبیعت کہاں صبر کر سکتی تھی چنانچہ سفر عشق کے لئے مدینۃ الرسول سے بلد اللہ الامین کو روانہ ہو گئے۔ منیٰ پہنچتے ہی طبیعت خراب ہو گئی کسی نہ کسی طرح میدان عرفات میں پہنچ گئے۔ لیکن وہاں بے ہوشی کا سا عالم طاری رہا۔ عرفات میں سرکاری ہسپتال میں داخل کئے گئے وہاں سے سرکاری ایمبولینس کار میں مزدلفہ سے منیٰ اور وہاں سے مکہ پہنچے۔ شبری پر طواف زیارت اور طواف وداع فرمایا اور وقوف مزدلفہ اور رمی جمرات کے لئے باوجود توکیل کے دو دم دیئے اور اسی حالت میں مدینہ طیبہ پہنچے کچھ عرصہ کے بعد کراچی کے مخلصین کے اصرار پر بغرض علاج کراچی تشریف لے آئے لیکن جب معلوم ہوا کہ علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے تو ایک ہفتہ کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ۷۷ سال کی عمر میں جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔ مرحوم طبعاً انتہائی متواضع باوفا اور مہمان نواز تھے۔ صدق وصفا اور اخلاص کے پیکر اور تقویٰ وطہارت و استقامت اور کثرت عبادت میں یکتا تھے۔ بیعت وارشاد کے اونچے مقام نے ان طبعی مکارم اخلاق کے لئے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اصلاحی مواعظ و بیان پر اچھی قدرت تھی۔ وعظ نہایت موثر ہوتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں تو توبہ واصلاح کی بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ ان کی بیعت سے نہ صرف افراد بلکہ خاندانوں کی اصلاح ہو گئی۔ سیرتیں اور صورتیں بدل گئیں۔ ان کی صحبت وتوجہ بھی نہایت مفید و موثر تھی۔ سلسلہ بیعت وارشاد پاکستان و ہندوستان کے علاوہ مصر و شام اور ترکی تک پہنچ گیا تھا سب سے بڑی کرامت اتباع سنت اور استقامت تھی جو فوق الکرامۃ تھی۔ انتہائی افسوس ہے کہ مدینہ طیبہ میں اپنے رنگ کے دونوں بزرگ تھے۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی اور حضرت مولانا عبدالغفور صاحب عباسی یکے بعد دیگرے اللہ کو پیارے ہو گئے اور اس طرح مدینہ طیبہ میں سلوک وارشاد کے یہ دونوں مسندیں خالی ہو گئیں اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت و رضوان کی آغوش میں درجات رفیعہ عالیہ نصیب فرمائے۔

فرحمة الله رحمة الابرار الصالحين والعلماء الربانيين والعباد المقربين (بینات جولائی ۱۹۶۹ء)

یہ تھے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت کے تاثرات۔

آپ نے فرمایا! میرا یہ عقیدہ ہے کہ ہادی مطلق اللہ تعالیٰ ہیں اور وہی رہبری فرماتے ہیں میں تو صرف بیعت توبہ کراتا ہوں کہ اس وقت کے لئے تو وہ شخص تائب ہو گیا، اب خواہ مجھ سے نہ ملے مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے کسی اور کو ہدایت کا سبب بنا دیں گے غنیمت ہے کہ یہ لوگ فرائض کے پابند ہو جاتے ہیں، ڈاڑھیاں چھوڑ لیتے ہیں۔

حضور اقدس مسکین اور فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتے تھے ترمذی شریف ما احسن الدین والدنیا اذا اجتمعا واقبح الکفر والا فلاس بالرجل کیا ہی اچھا ہے کہ انسان دیندار بھی اور دنیا دار بھی ہو اور کیا ہی برا ہے کہ کافر بھی ہو اور مفلس بھی ہو (یہاں بھی مفلس وہاں بھی مفلس) آج مسلمانوں نے اللہ کے دشمنوں جیسی شکلیں بنائیں، روزانہ ڈاڑھی استرے سے صاف کرتے ہیں۔ (تفرقہ میں موت ہے۔ آج عالم عالم کے ساتھ اور پیر پیر کے ساتھ عداوت رکھتا ہے۔ مسلمانو! اتفاق پیدا کرو۔ ہم تو ہر چیز خلاف شریعت مطہرہ کرتے ہیں۔ اب تو کھانا کھڑے ہو کر کھاتے ہیں اور چھری کانٹوں سے کھاتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں ہمیں حضرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہوتی۔

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس بات میں نسبت ہے اگر ہمیں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت ہو جائے تو زہے قسمت، لہٰذا اپنی خورد نوش کو شریعت کے احکام کے مطابق رکھو۔ یہ دنیا فانی ہے، حیات مستعار ہے چند لحظات ہے اس کی قدر کرو، صالحین کی صحبت میں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اگر وقت گزر گیا تو یہ شکر کے لائق ہے۔ جس نے شریعت پر عمل کر کے لطف نہ اٹھایا اس نے طریقت کا کوئی لطف نہ اٹھایا، اور جس نے طریقت پر چل کر حظ نہ اٹھایا اس کا حقیقت میں کچھ حصہ نہیں، جس نے حقیقت حاصل کر کے کوئی لطف نہ اٹھایا اسے معرفت کا حظ نصیب نہیں ہوتا، پس معرفت حقیقت کا ثمرہ ہے اور حقیقت طریقت کا ثمرہ اور طریقت شریعت کا پھل ہے اور شریعت ان سب کی اصل اور بنیاد (جان) یعنی اصل چیز شریعت ہے باقی سب اس کا نتیجہ ہیں۔ اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا نام ہے دنیاوی غلام اپنے آقا کے سامنے آداب سے پیش آتا ہے آقا جس کام سے منع کرتا ہے اسے نہیں کرتا اور جس کام کے کرنے کا حکم کرتا وہ کرتا ہے۔

بزم جنت یافت از راہ بقیع

یک شنبہ یکم ربیع الاول ۸۹۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۳ھ

رہنمائے رہ دیں عبد الغفور ۱۷ مئی ۱۹۶۹ء

آپ کے خلفاء کرام رحمہم اللہ

از مولانا لطف اللہ عباسی مدنی مدظلہٗ

(۱) مولانا عبد الحق عباسی المدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مولانا عبد الغفور عباسی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند علوم شرعیہ سے فارغ التحصیل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اسباق کی تکمیل اپنے والد صاحب سے کی اور خلافت سے مشرف کئے گئے۔ اب اپنے والد صاحب کی جگہ طالبین کی اصلاح میں لگے ہوئے عصر اور مغرب کی جگہ طالبین سلاسل کا سلسلہ جاری رہتا ہے بیعت کے ذریعہ سلسلہ کی اشاعت وترویج کرتے رہے۔ نہایت خلیق، متواضع فیاض اور سادہ طبیعت کے مالک تھے۔

(۲) حضرت مولانا لطف اللہ عباسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت کے بھتیجے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فارغ التحصیل ہیں، سلسلہ عالیہ کے اسباق کی تکمیل حضرت مولانا عبد الغفور صاحب عباسی رحمۃ اللہ علیہ سے کر کے خلافت سے نوازے گئے ہیں۔ مدینۃ الرسول میں تعلیم دین پہ مامور ہیں۔

۳۔ حضرت مولانا عبد اللہ فارسی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب اور منابہ بحرین کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔

۴۔ حضرت کلیم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ مسکین پوری، آپ شیخ المشائخ حضرت مولانا فضل علی قریشی کے نواسہ تھے۔

۵۔ حضرت مولانا عبد الرشید رحمۃ اللہ علیہ پھلن شریف

۶۔ حضرت مولانا فضل الرحمان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حضرت مولانا سر بلند خان رحمۃ اللہ علیہ صوابی ضلع مردان

۸۔حضرت مولانا عبدرب الرسول رحمۃ اللہ علیہ بنیر سوات
۹۔حضرت مولانا خان ملا الملقب بہ سیف اللہ رحمۃ اللہ علیہ بنیر سوات
۱۰۔حضرت مولانا محمد ادریس انصاری رحمۃ اللہ علیہ
۱۱۔حضرت مولانا عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ مضافات چٹا گانگ
۱۲۔حضرت سید علاء الدین شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
۱۳۔حضرت مولانا عبداللہ شاہ عرف خان ملا رحمۃ اللہ علیہ بنیر سوات
۱۴۔حضرت قاضی عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ چارسدہ ضلع پشاور
۱۵۔فخر کشمیر حضرت محمد امین پشاوری رحمۃ اللہ علیہ
۱۶۔حضرت مولانا الحاج قاضی فضل دیان عمرزئی رحمۃ اللہ علیہ
۱۷۔مولانا عبدالعلیم چغرزوئی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ
۱۸۔مولانا عتیق اللہ رحمۃ اللہ علیہ بنیر ضلع سوات
۱۹۔مولانا الحاج قاضی فضل منان رحمۃ اللہ علیہ عمرزئی میں پیدا ہوئے۔

حضرت مولانا عبدالغفور عباسی رحمۃ اللہ علیہ نہایت کریم النفس فیاض دل، کشادہ دست، ایثار پیشہ انسان تھے، ان کا دسترخوان نہایت وسیع تھا حج کے زمانہ میں دیکھا تھا کہ زائرین مدینہ طیبہ کی ضیافت وہ اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔

مگر سب کچھ مہمانوں کی خاطر تھا اپنی اور اہل خانہ کے لئے نہایت فقیرانہ زندگی پسند فرمارکھی تھی مدینہ طیبہ کے پودینہ سے روٹی کا ٹکڑا کھالیا تو ناشتہ ہوگیا۔ معمولی سے شوربے یا دال کے ساتھ روٹی کھالی ہجرت مدینہ کے ابتدائی زمانہ میں بڑی تنگدستی رہی یہاں تک کہ فاقہ کشی کا وقت آگیا۔ بہت سوچا کہ کیا کیا جائے آخر میں خیال آیا کہ جو کچھ تھوڑا بہت اسباب ہے وہ بھی فقرائے مدینہ پاک میں تقسیم کردیا جائے چنانچہ سب تقسیم کردیا وہ دن تھا کہ پھر آخر حیات تک تنگی محسوس نہیں ہوئی بلکہ روپیہ دریائے رواں کی طرح آتا اور جاتا رہا۔

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ لکھتے ہیں۔

حجاز مقدس اور حرمین شریفین زادھا اللہ شرفاء وتعظیما اسلام کا مبدء ومعاد، ہر مسلمان کا ملجا اور ماوی اور ہر دینی ودنیاوی نعمت کا مخزن ہے۔ یجبی الیہ ثمرات کل شیٔ اس لئے کسی دور میں وہ باکمال شخصیتوں، اہل قلوب اور اصحاب دعوت وارشاد سے خالی نہیں رہے..... ایسا بھی بہت ہوا ہے کہ اہل قلوب اور مشائخ کبار نے زندگی کا بیشتر حصہ دیار عجم میں صرف کیا پھر اسی بلد امین یا جوار رسول میں آکر پناہ لی وہ اپنی زندگی کے آخری دن یہیں بسر کئے دور قدیم میں شیخ تاج الدین سنبھلی، شاہ صبغت اللہ بھڑوچی، سید آدم بنوری اور اس صدی کی ابتداء میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔ رحمہم اللہ

اشارہ غیبی یا تقاضائے قلبی سے حرمین شریفین ہی کو اپنی خدمت دعوت کا مرکز بنایا اور انہوں نے وہاں بیٹھ کر عالم اسلام کے دور دراز گوشوں سے آنے والوں کی روحانی وباطنی اصلاح و رہنمائی کا فرض انجام دیا اور اس طرح ان کا فیض دور دور پہنچا، انہی خوش قسمت اور عالی ہمت افراد میں حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مجددی مدنی بھی تھے۔ مولانا عبدالغفور صاحب نے اپنا کام شروع کیا اور بہت جلد ان کی ذات اور ان کی قیام گاہ طالبین اصلاح کا مرکز بن گئی اور رفتہ رفتہ یہ فیض ہندوستان و پاکستان کے حجاج وزائرین سے تجاوز کرکے مصر وشام وترکی و ترکستان تک عام ہوگیا۔ لوگ حج کے زمانے میں اور اس کے بعد آپ کے حلقے میں شریک ہوتے تھے اور اجازت سے مشرف ہوکر ان ملکوں میں خلق خدا کی خدمت اور طریقے کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ تصوف کی روح اتباع سنت اور درستگی اخلاق وعبادت ہے۔ تصوف خشک کھانے اور تر کھانے کا نام نہیں بلکہ حسن المعاملہ مع الخلق والخالق کا نام ہے۔ کہ مخلوق کو بھی دھوکہ نہ دے اور خالق کو بھی دھوکہ نہ دے۔ سالک کو ہر وقت حضور کے قدم پر نظر رکھنی چاہئے عادات، اطوار عبادات اور معاملات میں۔

۱۔علماء کی محبت اس لئے کہ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے ذرات ہیں۔
۲۔اہل بیت کی محبت! کہ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کے قطرات ہیں۔
۳۔حافظ قرآن کی محبت! کہ اس کے سینہ میں اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے

خلفاء کرام

۲۰۔حضرت قاری محمد ابراہیم ہشیار پوری ملتان

۲۱۔حضرت حافظ عبدالرحمٰن میاں جنوبی افریقہ
۲۲۔حضرت الشیخ احمد کفنارو رحمۃ اللہ علیہ مفتی شام
۲۳۔حضرت الشیخ حسن محمد المشاط مکی رحمۃ اللہ علیہ
۲۴۔حضرت الشیخ جواد نیال ترکی رحمۃ اللہ علیہ
۲۵۔حضرت سعید الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
۲۶۔حضرت قاری محمد اسماعیل مردانی رحمۃ اللہ علیہ
۲۸۔حضرت محمد صفی اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
۲۹۔الشیخ محمد ظفر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملتان تحصیلدار موڑ
۳۰۔حضرت کلیم اللہ شاہ ناظم خانقاہ مسکین پور شریف
۳۱۔ماسٹر اختر حسین رحمۃ اللہ علیہ ملتان چھاؤنی

حضرت کے خدام واحباب

۱۔جناب حشمت علی الخادم الموجب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ
۲۔جناب محمد اسلم طباخ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ
۳۔مستری محمد رفیع غوری رحمۃ اللہ علیہ ملتان
۴۔خواجہ محمد حبیب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ
۵۔نور محمد صاحب خادم خیاط رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ
۶۔قاضی اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ جھنگ، ملتان
۷۔عبدالقیوم ملتانی مدینہ منورہ مؤلف کتاب ہذا
۸۔عبدالمالک بنگالی مدینہ منورہ
۹۔میر عالم لغاری صاحب مدینہ منورہ

خاندان حضرت عباسی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت کے متعلقین رحمہم اللہ تعالیٰ
حضرت عبدالرحمٰن عباسی رحمۃ اللہ
سراج عطاء اللہ، عبداللطیف
حضرت مولانا عبدالحق عباسی رحمۃ اللہ علیہ
احمد عبدالحق عباسی
سعید عباسی رحمۃ اللہ علیہ لاولد
المحترم شریف عباسی مکہ مکرمہ میں
مع والدہ ماجدہ وہمشیرگان کے نور نظر سلامت باش
حضرت کے داماد حضرت محمد عبدالوہاب عباسی رحمۃ اللہ مع اولاد
حضرت مولانا محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ برادر کلاں حضرت

مولانا مدنی مرحوم آپ نہایت حسین متواضع اور مہمان نواز تھے۔ بہت مقبول تھے آپ نے پٹھانوں میں قتل وغارت جنگ وجدال ختم کرادیا تھا پرانی عداوتیں ختم کرادی تھیں، اصلاح قوم میں لگے رہتے تھے، شرعی اصلاحات کے نفاذ کی وجہ سے تزکیہ نفوس کے لئے وقت کم ملتا تھا۔ پانچ اولاد نرینہ آپ کی یادگار ہیں۔ جو بفضلہ تعالیٰ عالم باعمل ہیں، فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء۔

حضرت مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ: آپ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی ہیں، علم معقول ومنقول میں بے نظیر تھے خصوصاً فن حدیث میں یکتا، بوقت درس آپ کے دونوں برادران کلاں دیگر تلامذہ کے ساتھ بیٹھ کر درس سنتے تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے احترام کی وجہ سے سلسلہ بیعت میں ہاتھ نہیں بڑھایا اور عالم شباب ہی میں موت کو لبیک کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جاملے، ایک فرزند ارجمند مولانا لطف اللہ صاحب عباسی آپ کی یادگار ہے جس کی تربیت مدینہ منورہ میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے کی، علوم مروجہ جامع سعودیہ عربیہ مدینہ منورہ میں حاصل کئے اور اسباق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ غفوریہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کر کے سند خلافت سے سرفراز ہیں۔ داماد صاحب اولاد بھی۔

محمد عارف کے سمیت چار پھول ہیں۔

حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی: آپ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۴ھ) کے خلیفہ خاص ہیں۔

۱۲۴۴ھ میں لوئی ڈیرہ اسماعیل خان میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۸۴ھ کو خلافت اور جانشینی حاصل ہوئی۔ ۱۲۸۷ھ میں حج کیا اور مدینہ منورہ میں معدہ کو خالی رکھنے کے لئے خورد ونوش ترک کیا۔ مسترشدین کی تربیت بنفس نفیس فرماتے اور تہجد کے لئے بیدار فرمادیتے۔

تو ایک دن اپنے ماموں مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا سلام و پیام پہنچانے کے لئے حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ وہاں پہنچتے ہی عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔

آپ کے آخری ایام کے حالات و کیفیات، آپ کے اشعار (عربی اور فارسی) اور آپ کے صاحبزادے خواجہ سراج

الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۳ھ) کی دستار بندی ہفت سلاسل کے شجرے اور خاندان مجددیہ کے اسباق وغیرہ بھی مذکور ہیں۔

جناب من برائے ترقی کار بالطفے، صدق مقام وخوردن حلال واتباع حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم قولا وفعلا ونشستن و برخاستن یعنی در جمیع احوال، شرط طریقہ نقشبندیہ احمدیہ اند، رحمۃ اللہ تعالیٰ اعلیٰ اہالیہا۔ واگر اتباع شرع شریف نباشد واحوال مواجیدی باشند نزد بزرگان دین متین از حیز اعتبار ساقط است کار این است وغیر ازیں ہمہ ہیچ۔

دامانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے صاحبزادے حافظ محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ۔ اور ان کے صاحبزادوں میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ سجادہ نشین خواجہ محمد نعمان خان خانقاہ شریف دامت برکاتہم ہیں اپنے اسم شریف کو لکھوایا۔

حقا کہ نذیری تو والحق کہ بشیری

از علامۃ العصر فرید الدہر محدث وقت شیخ الحدیث مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ

اے آں کہ ہمہ رحمت مہداۃ قدیری!
باراں صفت و بحر سمت ابر مطیری
معراج تو کرسی شدہ سبع سماوات
فرش قدمت عرش بریں سدرہ سریری
برفرق جہاں پایہ پائے تو شدہ ثبت
ہم صدر کبیری و ہمہ بدر منیری
ختم رسل، مجمل سبل، صبح ہدایت
حقا کہ نذیری تو والحق کہ بشیری
آدم بصف محشر و ذریت آدمؑ
در ظل لوایت کہ امامی و امیری
یکتا کہ بود مرکز ہر دائرہ یکتا
تا مرکز عالم توئی بے مثل و نظیری
ادراک نجم است و کمال است بخاتم
عبرت بخواتیم کہ در دور خبیری
امت لقب و ماہ عرب مرکز ایماں
ہر علم و عمل راتو مداری و مدیری
عالم ہمہ یک شخص کبیر است کہ اجمال
تفصیل نمودند دریں دیر سدیری
ترتیب کہ ربطے است چووا کردہ نمودند
در عرصہ و اسراء تو خطیبی و سفیری
حق ہست و حقے ہست چو ممتاز زباطل
آں دین نبی ہست اگر پاک ضمیری
آیات رسل بودہ ہمہ بہتر و برتر
آیات تو قرآن ہمہ دانی ہمہ گیری
آں عقدہ تقدیر کہ از کسب نہ شد حل
حرف تو کشودہ کہ خبیری و بصیری
کا نرا کہ جزا خواندہ آں عین عمل ہست
بگذر زحفاف و نگراں راچہ پذیری
اے ختم رسل امت تو خیر ام بود
چوں ثمرہ کہ آید ہمہ در فضل نصیری
کس نیست ازیں امت تو آنکہ چو انور
باروئے سیہ آمدہ و موئے زریری

حالات نقشبندیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جس رات کی صبح کو آپ کا انتقال ہوا۔ خدام سے فرمایا کہ تم نے بڑی تکلیف اٹھائی۔ خیر آج کی رات اور پھر ثلث شب کو تہجد کے واسطے اٹھے وضو کر کے نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہ آخری تہجد ہے۔ صبح کو اشراق کے بعد بول کے واسطے طشت منگوایا۔ لیکن اس میں ریت نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ریت ڈال لاؤ اور اسی طرح بلا پیشاب کئے۔ آپ نے فرمایا کہ لٹادو۔ چنانچہ داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھ کر داہنی کروٹ سے آپ لیٹ کر ذکر میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں سوتنفس شروع ہو گیا۔ صاحبزادوں نے دریافت کیا کہ اب کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو دو رکعت پڑھی ہیں وہی کافی ہیں۔ اکثر آخری کلام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حرف نماز تھا۔ اور اسم ذات میں مشغول رہے۔ اور بعد ایک لمحہ کے جاں بجاناں تسلیم کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کو بعد انتقال خواب میں دیکھا پوچھا کہ سوال منکر نکیر کی کیونکر گذری۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بکمال اول الہام کیا۔ کہ اگر تو کہے تو یہ دو فرشتہ یعنی منکر نکیر تیرے پاس آئیں میں نے عرض کیا۔ کہ اس بندہ مسکین کے پاس نہ آئیں۔

فرمایا کہ میں اس قدر رعایت مستحب کی کرتا ہوں کہ منہ دھوتے وقت خیال رہتا ہے کہ پہلے پانی داہنے رخسار پر پڑے کیونکہ داہنے سے شروع کرنا مستحب سے ہے۔

اورنگ زیب جب داراشکوہ سے لڑتا تھا۔ اور حضرت خازن الرحمت کا بتقریب سفرحج کے اس طرح گزر ہوا تو اورنگ زیب نے دعا فتح کی التجا کی۔ آپ نے فرمایا کہ فتح اس کی ہے جو ترویج شریعت کرے۔ اس نے کہا کہ یہی ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا تو ان شاء اللہ فتح ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حلیہ وعادات مبارکہ

حضرت تمام قد نازک اندام گندم گون مائل سفیدی کشادہ پیشانی تھے۔ ناصیہ اور رخسار مبارک سے ایسا نور چمکتا تھا کہ دیکھنے والے کی آنکھ کام نہ کرتی تھی۔ آپ کی ابرو سیاہ دراز باریک وکشادہ تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی ان کی سیاہی نہایت سیاہ اور سفیدی نہایت سفید سر مبارک بلند اور باریک تھا۔ لب سرخ دہن مبارک نہ بڑا نہ چھوٹا دانت متصل چمکتے ہوئے ڈاڑھی مبارک بانبوہ وشکوہ مربع تھی رخسار مبارک پر بال متجاوز نہ تھے۔ آپ کے باشنہ نہایت صاف رہتے تھے۔ بدن پر میل نہ بیٹھتا تھا۔ پسینہ میں خواہ گرمی ہو خواہ برسات کبھی بو نہ آتی تھی۔

تحصیل علوم کو سلوک صوفیہ پر مقدم رکھتے۔ کہ صوفی جاہل مسخرہ شیطان ہے سفر دوشنبہ وپنج شنبہ کو شروع کرتے۔ اور باقی ایام کو سفر کے واسطے مبارک جانتے۔

کھانا کھاتے وقت حضرت داہنا زانو کھڑا کر لیتے اور بایاں لٹا دیتے اور گاہ گاہ دونوں کھڑے کر لیتے۔ اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے کافر کی کبھی تعظیم نہ کرتے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ حضرت سلطان کے ہمراہ تھے۔ لشکر سلطانی گنگا پر خیمہ زن ہوا۔ حضرت نے جمیع توابعین کو منع کر دیا کہ اس دریا کا کوئی پانی نہ پیئے۔ کہ ہندوؤں کا معبد ہے۔

کسی مخلص نے دریائے جمنا کا پانی وہاں سے تین چار کوس پر تھا حضرت کے استعمال کے واسطے منگوایا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ اس پانی کے پینے میں تعظیم پائی جاتی ہے۔ فرمایا اس سے فقط استنجا کریں گے۔

نقل ہے کہ آپ کے ایام طفولیت میں ایک درویش صاحب وجد وحال آپ کی ملاقات کو آیا۔ آپ کے والد بھی اس جگہ موجود تھے۔ چلتے وقت اس نے عرض کی۔ کہ آپ اپنے سر کی ٹوپی مجھ کو عنایت فرمایئے۔ آپ مراقب ہوئے اور فرمایا کہ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ منع فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور ان کے خلیفہ میں نہایت قوی التوجہ صاحب تصرف تھے۔ اورنگ زیب بادشاہ دہلی کے شاہزادے آپ کے مرید تھے آپ کا قیام دہلی میں رہتا تھا کوئی امر خلاف شریعت بادشاہ کے یہاں دیکھتے تو ذرا رعایت نہ کرتے اور اس بات سے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ بہت خوشی محسوس کرتے تھے۔ آپ کی خانقاہ سے دونوں وقت ہزار ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو کھانا ملتا تھا۔

سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا استغراق بہت بڑھا ہوا تھا۔ پندرہ برس تک یہ حال رہا کہ سوائے نماز کے اوقات کے آپ کو ہوش نہیں آتا تھا۔ اکل حلال میں بڑا اہتمام فرماتے تھے اور دنیا داروں سے بہت پرہیز رکھتے تھے۔

خواجہ محمد سعید المشہور بخازن الرحمۃ فرزند ثانی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ ولادت باسعادت ۱۰۰۵ ہجری میں بمقام سرہند ہوئی۔ بچپن ہی سے آثار ولایت وشرافت ہویدا تھے۔

غلبہ مرض میں آپ سے دریافت کیا۔ کہ کسی چیز کو دل چاہتا ہے۔ جواب دیا کہ ہاں حضرت خواجہ کو یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کو چاہتا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ محمد سعید نے حریفی اور رندی کی اور غم سے غائبانہ بازی لے گیا۔

سرہند سے بمقام دہلی ایک عریضہ

حضرت سلامت دل رابہیچ متوجہ بجائے نمی باید بلکہ دل

رانمی باید اکثر حیراں مے باشد اگر قرآن می شنود چوں سائر مرد نشستہ می ماند گاہ بغیر توجہ بذکر رفتگیمسا دردل مفہوم مےشود در قصبہ شاہ آباد مشغول بود روح رااز بدن تمام جدا دید۔

فرمایا کہ محمد سعید کو مقام شفاعت سے بخظ وافر ہے فرمایا کہ ہر قطب کے واسطے دو امام درکار ہیں۔ محمد سعید و محمد معصوم دونوں میرے امام ہیں۔ جب آپ کو قبر میں رکھا آنکھیں کھول دیں اور حضرت خواجہ محمد معصوم کو دیکھتے رہے جب حضرت خواجہ محمد معصوم نے بہ اشارہ چشم فرمایا کہ آنکھیں بند کر لیجئے تب بند کر لیں۔

حضرت خازن الرحمۃ ایام طفلی ہی میں ان کو سب فرزندوں سے عزیز سمجھتے تھے اور ان کے رخساروں کی شگفتگی کی وجہ سے ان کو گل کہا کرتے تھے۔ صلوٰۃ خمسہ و نوافل کی اس قدر کوشش تھی کہ معلوم نہیں ان کی کوئی نماز قضا ہوئی ہو۔ اور ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کی صحبت کے ملتزم اور اخذ فیوض میں سرگرم تھے۔ پندرہ بیس سال کی عمر کے درمیان میں حضرت خازن الرحمۃ کے ہمراہ حج کو گئے تھے۔ چنانچہ حالات سفر و کشوف حرمین شریفین میں ایک رسالہ بزبان عربی ایسی فصاحت و بلاغت سے تحریر کیا تھا کہ دیکھنے والے حیران ہوتے تھے۔

حضرت شاہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۶۴ھ میں ہوئی آپ کی ولادت سے قبل حضرت مجدد الف ثانی کو الہام ہوا انا نبشرک بغلام اسمہ یحیی اور اس وجہ سے ان کا نام محمد یحییٰ رکھا تھا۔

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہ

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اجل خلفاء سے ہیں۔ زبدۃ المقامات جو انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں تحریر کی ہے۔

حضرت شیخ آدم رحمۃ اللہ علیہ سادات صحیح النسب سے تھے فرمایا کہ میرے والد نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں۔ اور اپنے سینہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر کوئی چیز ان سے لے کر میرے والد کو دی۔ اور فرمایا کہ اس کو کھا لے۔ چنانچہ انہوں نے کھالی۔ بعد ازاں میری والدہ حاملہ ہوئی۔ اور میں پیدا ہوا۔

جب آپ نے مدینہ منورہ سے معاودت کا ارادہ کیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بشارت ہوئی کہ ولدی اتت فی جواری چنانچہ آپ نے وہیں قیام فرمایا۔ اور ۱۰۵۳ھ میں وفات پائی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارکؓ کے پاس مدفون ہیں۔

شیخ محمد طاہر لاہوری حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ صاحب ریاضت شاقہ و مجاہدات شدیدہ ہوئے ہیں۔ حافظ قرآن حاوی معقول و منقول تھے۔ جب شوق راہ خدا پیدا ہوا۔ درویشوں سے کہا کرتے کہ کناس موقوف کردو۔ میں خلا صاف کردیا کروں گا۔ آپ کے سپرد تعلیم صاحبزادگان یعنی خواجہ محمد سعید و محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہم کی تھی۔ باوجود وفور علم و حفظ قرآن حضرت کی ہیبت اس قدر ان پر غالب تھی۔ کہ ایک روز حضرت نے حضرت شیخ کو امام جماعت بنایا۔ مگر غلبہ دہشت سے باوجود حفظ قرآن قرأت کا لفظ لفظ گلے میں اٹکتا تھا۔ آخر کار ببرکت انکسار و عاجزی و ادب پایا جو کچھ پایا۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت نے شیخ سے فرمایا کہ تم کو لاہور کا قطب کیا ہے آپ کی وفات و قبر لاہور میں ہے۔

شیخ بدیع الدین سہارنپور رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء سے ہیں۔ آپ جامع معقول و منقول و صاحب کشف و کرامات تھے۔ حضرت نے ان کو خلوت میں لے جا کر تعلیم ذکر قلبی فرمائی اور توجہ کی فی الفور مست و بےخود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اور اسی طرح گھر پہنچایا دوسرے روز جب ہوش آیا تو قلب کو تمام تعلقات سے پاک پایا۔ اس کے بعد سے حضرت کی صحبت بالا لتزام اختیار کی۔ اور سالہا خدمت بابرکت میں حاضر رہ کر کسب فیوض کیا جب بمرتبہ کمال و تکمیل کو پہنچے حضرت نے خلافت سے مشرف فرما کر ان کے وطن کو روانہ کیا۔

حضرت مولانا بدر الدین سرہندی قدس سرہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے خلفاء جلیل میں سے تھے۔

حضرت شیخ محمد صبغتہ اللہ قدس سرہ حضرت عروۃ الوثقی کو آپ کے حال پر نہایت شفقت تھی۔ اور فرمایا کرتے کہ اگر باپ کو بیٹے کی تعظیم کرنی ہوا کرتی تو میں اپنے لڑکے صبغتہ اللہ کی کیا کرتا۔ حضرت نے آپ کو اجازت وخلافت سے مشرف فرما کر کابل روانہ فرمایا۔

محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

خواب: فرمایا کہ ایک روز نانی حویلی میں ایک کوٹھری میں بیٹھا تھا کہ ناگہاں ایک فرشتہ بشکل انسان کوٹھری کے اندر آیا۔ اور کہا کہ خدا تعالیٰ تجھ کو سلام کہتا ہے میں نے یہ سن کر تواضع سے سر جھکا دیا۔ جس وقت سر اٹھایا دیکھا کہ وہ فرشتہ واپس جاتا تھا۔

حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ نبیرہ وخلیفہ حضرت حجۃ اللہ نقشبندیہ علیہ الرحمۃ ہیں آپ کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ ۵ ذی قعد ۱۰۹۳ھ میں ہوئی۔

بچپن ہی سے آثار ہدایت وانوار ولایت چہرہ مبارک سے آشکارا تھے۔ اور اسی کم سنی میں آپ پر اس قدر استغراق غالب تھا کہ سبق پڑھنے میں آپ کو غیبت ہو جایا کرتی تھی۔

حضرت محمد عبید اللہ مروج الشریعت فرزند سوم حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم کے ہیں رحمۃ اللہ علیہما۔ آپ کی ولادت باسعادت یکم شعبان ۱۰۳۷ ہجری کو بمقام سرہند ہوئی۔ جس روز آپ پیدا ہوئے اس روز حضرت عروۃ الوثقی کو الہام ہوا۔ سلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا،

ایام طفولیت ہی سے اثر ولایت وہدایت ناصیہ مبارک سے ظاہر تھے۔

حضرت خواجہ محمد اشرف فرزند چہارم حضرت خواجہ محمد معصوم کے ہیں رحمۃ اللہ علیہما۔ آپ کی ولادت ۱۰۴۸ ہجری میں ہوئی حضرت ان سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگرچہ مدت عمر تھوڑی باقی رہی ہے۔ لیکن بعنایت الٰہی تمہارا کام ایک توجہ میں کردوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک ہی توجہ میں تمام نسبت مجددیہ یعنی ولایت ثلثہ وکمالات ثلثہ وحقائق سبعہ القاء فرمائیں۔ اور نسبت عالیہ با جمیع احوال واسرار باطن میں متحقق ہوگئی۔

حضرت شیخ محمد صدیق فرزند ششم خواجہ محمد معصوم کے ہیں رحمۃ اللہ علیہما۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۵۷ھ میں بمقام سرہند ہوئی۔

حضرت کو بوجہ کبر سن ان کی تربیت کا نہایت فکر وخیال تھا کہ مبادا معاملہ خام وناتمام رہ جائے۔

حضرت شیخ سیف الدین قدس سرہ پانچویں صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے ہیں۔ نقل ہے کہ آپ کے عم مکرم خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے واقع میں دیکھا۔ کہ آپ کی پیدائش کے وقت کوئی فرشتہ یہ آیت شریف پڑھتا ہے۔ سلام علیہ یوم ولد و یوم یموت ویوم یبعث حیا. آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فناء قلب کی بشارت عطا فرمائی۔ اور آپ کی علو استعداد دیکھ کر ہر دم وہر لحظہ آپ کی ترقی کا خیال تھا۔ آپ کے ظرف کو نہایت عمیق خیال فرمایا کرتے تھے۔

ہر خوش پسرے راحرکات و کراست

غرضیکہ چند مدت تک آپ دار الخلافت میں مصروف امر معروف ونہی منکر وارشاد خلق میں رہے۔

حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نقل ہے کہ ایک مرتبہ خلاف سنت پہلے داہنا پاؤں بروقت داخل ہونے بیت الخلاء میں رکھا گیا۔ تین روز تک احوال باطنی میں قبض ہوگیا۔ جب نہایت التجا وتضرع کی تب کھلا۔ لقمہ میں اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ اپنے ہاتھ سے چند روز کا کھانا پکا لیا کرتے۔ دو صاحبزادے تھے ایک کو گھی اور ایک کو شکر دیا کرتے تھے۔ اغنیا کا کھانا کبھی نہیں کھایا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے کہ یہ شبہ سے خالی نہیں ہوتا۔

نقل ہے کہ دو عورتیں امتحاناً حضرت سے اخذ طریقہ کے واسطہ حاضر ہوئیں۔ دراصل وہ رافضی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے اپنے عقاید بد سے توبہ کر لو پھر اخذ طریقہ کرنا۔ چنانچہ ایک آپ کے کمال کی قائل ہو کر داخل طریق ہوگئی اور دوسری کو توفیق نہ ہوئی۔

حضرت مرزا مظہر جانجاناں آپ کے والد بزرگوار امراء

شاہی سے تھے اور اسم شریف مرزا جان تھا۔ اور اسی مناسبت سے شاہ اورنگ زیب نے آپ کا نام جانجان رکھا۔ کہ بیٹا باپ کی جان ہوا کرتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ بنتے بنتے جان جاناں ہوگیا۔ آپ کا نسب بواسطہ محمد بن حنفیہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ آثار رشد وہدایت ناصیہ مبارک سے ظاہر تھے عشق آپ کی خمیر طینت میں تھا۔

فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو یاد ہے کہ میری چھ ماہ کی عمر تھی کہ ایک حسین عورت نے مجھ کو دایا کی گود سے اپنی گود میں لے لیا اس کے جلوہ جمال سے میرا دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور اس کے ساتھ محبت پیدا ہوگئی۔ اس کے بعد بلا دیدار قرار نہ آتا تھا۔ اور اس کے فراق میں رویا کرتا تھا پانچ سال کی عمر میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی۔ کہ یہ لڑکا عاشق مزاج ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی آپ کے بے نظیر کمالات کے معترف تھے اور آپ کو نفسی زکیہ قیم طریقہ احمدیہ لکھا کرتے تھے یہی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو انہوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔

حضرت خالد کردی:

خلیفہ اجل حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہا بڑے عالم نامدار تھے۔ ہر فن میں استعداد عجب رکھتے تھے۔ پچاس کتب احادیث کی سند حاصل کی تھی۔ ایک روز مسجد مدینہ میں مجمع صلحاء میں بیٹھے تھے۔ کسی شخص نے ذکر کیا کہ جس شخص کا طریقہ اہل سنت و جماعت کا ہو اور علم حدیث کی سند ہو۔ اور نقشبندیہ طریقہ میں استفادہ کیا ہو وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ مولانا نے کہا کہ میرا طریقہ اہل سنت و جماعت ہے۔ اور سند حدیث حاصل کی ہے۔ سب دعا کرو کہ بواسطہ روح مبارک حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم طریقہ نقشبندیہ کا فیض حاصل ہو۔ سب نے دعا کی۔ شب کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ دہلی میں شاہ غلام علی کے پاس جاؤ۔

نو مہینے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہے۔ آب کشی کی خدمت اپنے ذمہ کرلی تھی۔ حجرہ بند کر کے بیٹھا کرتے بجز حاجت ضروری باہر تشریف نہ لاتے تھے۔

واقعہ:

ایک مرتبہ بہت سے علماء آپ سے ملنے کے واسطے آئے۔ اور حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہ سے سفارش چاہی کہ تم چل کر ملاقات کرادو۔ چنانچہ حضرت نے جا کر کہا کہ دروازہ کھول دیجئے۔ یہ علماء آپ کی ملاقات کو آئے ہیں۔ حضرت مولانا خالد نے جواب دیا کہ صاحبزادہ صاحب مجھ کو معذور رکھئے میں یہاں کسی کی ملاقات کو نہیں آیا۔ اور دروازہ نہ کھولا۔ حضرت شاہ صاحب کی مجلس میں سب سے پیچھے صف نعال میں گردن جھکائے بیٹھے رہتے۔ تاثیرات عجیبہ وخوارق عادت بکثرت آپ سے ظاہر ہونے لگے۔ اور اس قدر ہجوم خلائق ہوا کہ وہاں کی سلطنت ہی آپ کے متعلق ہوگئی۔ ان کے خلفاء بلکہ خلفاء کے خلفاء ہزار ہا ہوگئے۔

ایک مرتبہ حاکم بغداد کو ناراض ہو کر اپنی مجلس سے نکلوا دیا۔ حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کے نام مولانا نے ایک خط لکھا تھا اس میں اپنی کثرت ارشاد کا حسب الارشاد اس طرح ذکر کیا تھا۔ کہ یک قلم تمامی مملکت روس وعربستان و دیار حجاز و عراق وبعضے از ممالک قلمرو عجم وجمیع کروبستان از جذبات و تاثیرات طریقہ علیہ سرشار و ذکر محامد حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدسنا اللہ بسرہ السامی اناء الیل والنہار درمحافل و مجالس ومساجد ومدارس زبان زد صغار و کبار ست، بنحو یکہ ہرگز درہیچ قرنے از قرون وہیچ اقلیمے از اقالیم منطنہ نیست۔

حضرت مرزا عبد الغفور بیگ صاحب خرجوی اجل خلفاء حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی سے تھے قدس سرہما۔ سلب امراض میں آپ کی توجہ حکم اکسیر رکھتی تھی۔ اکثر حضرت شاہ صاحب قبلہ مریضوں کو آپ کی خدمت میں سلب مرض کے واسطے بھیجا کرتے تھے۔ اور آپ ایک ہی توجہ میں اس کا مرض سلب فرما لیتے تھے اور ایسے ہی آپ کی توجہ القاء ذکر میں قوی الاثر تھی۔

نقل ہے کہ ایک شخص داخل طریق ہوا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مرزا عبد الغفور بیگ کے پاس لے جاؤ۔ وہ اس کے لطائف جاری کردیں۔ ایک توجہ میں تمام لطائف جاری کر کے حضرت شاہ صاحب کے پاس واپس بھیج دیا۔

حضرت مولانا محمد جان علیہ الرحمۃ بعد تحصیل علم حضرت شاہ

غلام علی صاحب قدس سرہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور ریاضات شاقہ کیں۔ ہر روز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جاتے۔ اور شب کو اس جگہ مشغول رہتے۔ صبح کے وقت ایک گھڑا پانی کا بھر کر وہاں کا پانی بہت گوارا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے واسطے لاتے۔

آپ پر فتوح کھل گئے اور سلطانیوں کو آپ کی جانب رجوع ہوگیا۔ حتی کہ والدہ سلطان آخر ۱۲۶۶ھ عین مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا

حضرت شاہ احمد سعید

آپ حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور خلیفہ ہیں۔ ایام جہاد کے وقت آپ کی مقبولیت کی وجہ سے حکومت کو شبہات پیدا ہوئے تو آپ اپنی خانقاہ وتسبیح خانہ وغیرہ کو حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کر کے عازم حرمین شریفین ہوگئے۔ ماہ صفر ۱۲۷۰ھ میں مکہ معظمہ پہنچے چار ماہ وہاں قیام کر کے مدینہ منورہ روانہ ہوئے لوگ داخل سلسلہ ہوئے اور روزانہ تین مرتبہ حلقہ، مراقبہ اور ختم شریف کا سلسلہ جاری کیا۔ ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ کو مدینہ منورہ میں آپ نے وفات پائی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حکومت (برطانیہ) کو شبہات ہوئے تو آپ اپنی خانقاہ وغیرہ کو اپنے خلیفہ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر کے اپنے بھائی شاہ عبدالغنی محدث رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عازم حرمین شریفین ہوئے۔ آپ اپنے ساتھ بہت بڑا علمی ذخیرہ لے کر گئے تھے مدینہ منورہ میں رباط مظہریہ میں یہ نوادراب بھی موجود ہیں۔

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا
حقا کہ خداوندی ہے تو لوح و قلم کا
بحمد للہ کہ بر رغم زمانہ
بپایاں آمدایں دلکش فسانہ

حضرت حاجی دوست محمد قندھاری

آپ حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۷ھ کے سب سے بڑے خلیفہ تھے۔ قندھار میں ۱۲۱۶ھ میں پیدا ہوئے۔ شروع ہی سے اہل اللہ حضرات کی زیارت کا شوق تھا۔ علوم باطنی کا شوق غالب تھا۔ شورش عشق سے ایک مرتبہ کابل میں تیرہ دن تک بے ہوش رہے۔ آپ کو اپنے شیخ سے بے حد محبت تھی کہ ان کی نعلین مبارکہ اپنے منہ میں رکھ کر رویا کرتے تھے۔

ازفقیر حقیر لاشے دوست محمد عفی عنہ۔ بعد از سلام مسنون اشتیاق مشحون آنکہ نصیحتے کہ بہ یاران نمودہ می شود ملحوظ می باید داشت کہ شرط اجازت وترویج الطریقۃ الصوفیہ استقامت است ظاہر وباطنا براحکام شریعت محمد علیہ السلام کہ یک ذرہ حتیٰ المقدور از حدود شرعیہ تجاوز نہ فرمایند،

آپ پر فقراء کی محبت غالب تھی۔

مولانا عبدالحیٰ رحمۃ اللہ علیہ (بڑھانہ، ضلع مظفر نگر یو۔ پی) حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۶ھ) سے بیعت تھے۔ خیبر میں ۱۲۴۳ھ میں وفات پائی۔ حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق بھی نقشبندی سلسلے سے تھا۔

ملا عبدالکریم سنامی بن درویزہ الخفی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ نے علاقہ یوسف زئی (یاغستان) میں ۱۰۷۲ھ میں وفات پائی۔ حضرت مجدد قدس سرہ کا ایک مکتوب نمبر ۲۷۸ (دفتر اول) آپ کے نام ہے۔

ہر گل کو باغ دہر میں کھٹکا ہے خار کا
الجھا ہوا خزاں سے ہے دامن بہار کا

حضرت مجدد قدس سرہ سے بھی مستفیض محمد یوسف گردیزی ملتانی۔ محمد علی ملتانی، محب علی ملتانی،

مولانا غلام محی الدین قصوری

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ) کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے اور حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بعض حدیث کی کتابوں کی سند حاصل کی۔ ۱۲۷۰ھ میں قصور میں وفات پائی۔

اولیائے لواری شریف:

لواری شریف (ضلع بدین) کو شہرت حضرت مخدوم محمد زمانؒ (اول) نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی۔ آدم

رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ابوالمساکین حاجی محمد رحمۃ اللہ علیہ آپ کے صاحبزدے گل محمد رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۱۸ھ۔

شاہ عبدالرحیم دہلوی:

آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۷۶، کے والد تھے ۱۰۵۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۳۱ھ میں وفات پائی۔ مشائخ زادوں کو بھی اس طرح خطاب فرماتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو اپنے آباؤ اجداد کے رسوم کو بغیر کسی حق کے پکڑے ہوئے ہیں۔

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی:

آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے بیٹے تھے۔ ۱۱۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

بعد الحمد والصلوۃ گوید بندہ مسکین محمد رفیع الدین، بیعت کہ پیش صوفیہ معتبر ومقبول است چہار قسم یافتہ می شود و ہر قسم را شروط علیحدہ است وثمرات دیگر بیعت وسلیت وبیعت شریعت وبیعت طریقت وبیعت حقیقت۔

حضرت خواجہ عبدالرحمان فاروقی مجددی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا خاندان

آپ کی ولادت قندھار میں ۱۲۴۴ھ میں ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد آپ کے والد عبدالقیوم بن خواجہ فضل اللہ بن خواجہ غلام نبی بن خواجہ شاہ غلام حسن بن شاہ غلام محمد بن شاہ غلام محمد معصوم بن شاہ محمد اسمٰعیل بن خواجہ شاہ صبغۃ اللہ بن عروۃ الوثقٰی خواجہ محمد معصوم بن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سکھوں کے عہد میں جب سرہند شریف ویران ہوا۔ تو حضرت شاہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ پشاور تشریف لے گئے۔ وہیں ۱۱۷۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ وہاں ریلوے اسٹیشن کے قریب اور خواجہ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) کے مزار کے تھوڑے سے فاصلے پر آپ کے اور آپ کے صاحبزادے شاہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات ہیں خواجہ غلام حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۰۴ھ) کے صاحبزادے خواجہ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۲ھ) اور پوتے خواجہ فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۸ھ) بھی بڑے عالم ہوئے ہیں۔ موخر الذکر کی مشہور کتاب عمدۃ المقامات ہے۔

مخفی نماند کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ رادر اولیائے ایں امت شان عظیم است و مراتب ولایت کہ خاں را بہ آں ممتاز کردہ باشند ہر چند زبان کتابت از تبیان آن عاجز و حوصلہ کاتب از تعداد آں قاصر، اما بحکم من لا یدرک کلہ لا یترک کلہ بیان بعضے آن معاملات بزرگ و مراتب شگرف می نماید۔ بگوش ہوش استماع باید کرد۔

عمدۃ المقامات (لاہور ۱۳۵۵ھ) صفحہ ۵۷ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان شکار پور اور حیدر آباد وغیرہ مقامات میں سکونت پذیر خاندان مجددیہ کی تفصیل دی ہے۔

خواجہ عبدالرحمان مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے خواجہ محمد حسین جان بھی قندھار میں ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا انتقال ۱۳۶۲ھ سنہ ۱۹۴۸ء میں ہوا۔ والد ماجد کے قریب دفن ہوئے۔

فخر دہور، قطب زماں، شاعر جلیل
در خلد آرمید محمد حسین جان

آپ کے صاحبزادے محمد اسمٰعیل جان روشن رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ زہد وتقویٰ میں کمال حاصل تھا۔ سندھی میں شاعری تحریک خلافت کیا سنہ ۱۹۲۱ء میں برطانوی شہزادہ قید کر دیا گیا۔ ۱۹۲۶ء میں سلطان ابن سعود کی دعوت پر مولانا سید سلیمان ندوی مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ آپ بھی اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے حجاز گئے تھے۔ ۱۳۶۱ھ ۱۹۴۲ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

بیا سوئے مدینہ تابیابی صد قرار ایں جا
گل ایں جا، سبزہ ایں، جا، گلشن ایں جا جوئبار ایں جا
چہ خوش باشد کہ سازش فرش راہ سید الکونین
دل ایں جا، دیدہ ایں جا، سینہ، ایں جا، جسم زار ایں جا
نماید بے نیاز از باغ جنت، نزہت طیبہ
گل ایں جا، سنبل ایں جا، سوسن ایں جا، لالہ زار ایں جا الکونین

جد امجد مولوی کاظم حسین صاحب صدیقی اپنے زمانے کے علوم عربی میں بڑے مستند عالم تھے اور موصوف کو سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی

مخصوص وابستگان میں سے تھے۔ لکھنؤ یونیورسٹی سے قانون کی سند وکالت ترک کر دی ہومیو پیتھی طریقہ علاج کو اختیار کیا ۱۹۵۰ء میں کراچی ۱۹۲۷ء میں حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اخذ فیوض کا روحانی طویل مصاحبت کا اثر۔ حضرت علامہ مفتی محمد شفیع عثانی دیوبندی رحمۃ اللہ کی تقریظ ماثر حکیم الامت پر۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کہئے یا ایک دکان معرفت، حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی مجلس کو بحمد اللہ آنکھوں سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

توحید

توحید کا پہلا درجہ یہ ہے کہ ایک گروہ فقط زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے مگر دل سے رسالت وتوحید وحق کا منکر ہے۔ ایسے لوگ زبان شرع سے منافق کہے جاتے ہیں۔ ایک گروہ زبان سے بھی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اور دل میں بھی تقلیداً اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ ایک ہی ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ جیسا کہ ماں باپ وغیرہ سے اس نے سنا ہے اسی پر ثابت قدم ہے۔ اس جماعت کے لوگ عام مسلمانوں میں ہیں۔ دوسرا گروہ زبان سے بھی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اور دل میں اعتقاد صحیح رکھتا ہے علاوہ اس کے علم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر سینکڑوں دلیلیں بھی رکھتا ہے اس جماعت کے لوگ متکلمین یعنی علمائے ظواہر کہلاتے ہیں۔

عامیانہ کی مثال ہے

دوسرے نے عمرو سے دریافت کیا۔ اجی حضرت آپ کو اس سوداگر کا حال معلوم ہے۔ عمرو نے کہا خوب ابھی ابھی میں اسی طرف سے آ رہا ہوں۔ سوداگر سے ملاقات تو نہ ہوئی مگر اس کے نوکروں کو دیکھا' اس کے گھوڑے دیکھے۔ اسباب وغیرہ دیکھنے میں آئے۔ ذرا شبہ اس کے آنے میں نہیں ہے۔ یہ توحید متکلمانہ ہے۔ تیسرے آدمی نے خالد سے استفسار کیا۔ جناب اس کی خبر رکھتے ہیں کہ سوداگر صاحب سرائے میں تشریف رکھتے ہیں۔ خالد نے جواب دیا بے شک میں تو ابھی ابھی انہی کے پاس آ رہا ہوں۔ مجھ سے اچھی طرح ملاقات ہو گئی ہے۔ یہ توحید عارفانہ ہے۔

دیکھو زید نے سنی سنائی پر اعتقاد کیا۔ عمرو نے اس پر اسباب وغیرہ دیکھ کر دلیل قائم کی خالد نے خود سوداگر کو دیکھ کر یقین کر لیا' تینوں میں جو فرق مراتب ہے اس کے بیان کی اب حاجت نہ رہی۔ جس توحید میں مشاہدہ نہ ہو وہ توحید کی صورت اور توحید کا قالب ہے۔ مشاہدہ ہر بند کو کھول دیتا ہے۔

(۱) منافقوں کی توحید پہلے چھلکے کے درجہ میں۔

(۲) عام مسلمانوں اور متکلموں کی توحید دوسرے چھلکے کے درجہ میں ہے۔

(۳) عارفانہ توحید مغز کے درجہ میں ہے۔

(۴) موحدانہ توحید روغن کے درجہ میں ہے۔

تم چیونٹی کی طرح خاکسار سہی' مگر دل حضرت سلیمان علیہ السلام کے جیسا پیدا کرو۔ فرض کیا کہ مچھر کی طرح منحنی ہو' لیکن جگر شیر کا بنا ڈالو۔ سات سات لاکھ برس کی طاعت وعبادت کو باد بے نیازی نے اس طرح اڑا پھینکا ہے کہ ہباء منثورا ہو کر رہ گئی۔ اپنی خرابیوں کو تم نہ دیکھو۔

نقل ہے کہ ایک زنار دار اپنے زنار کو آراستہ کر رہا تھا۔ غیب سے ایک بھید ظاہر ہوا جس سے زنار کی حقیقت اس پر کھل گئی۔ گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ حالت یہ تھی کہ دوڑتا جاتا تھا اور نعرہ مارتا تھا۔

این اللہ اللہ کہاں ہے؟ اس انکشاف راز کے باعث ایسا سوز دروں پیدا تھا کہ اس کو ذرا قرار نہ تھا۔ جبل لبنان پر پہنچا کیا دیکھتا ہے کہ چھ آدمی کھڑے ہیں۔ اور ایک جنازہ سامنے رکھا ہے۔ نماز جنازہ کی امامت تو کیجئے۔ خدا کی شان وہ بے تکلف آگے بڑھ گیا۔ اور نماز پڑھا دی۔

توبہ

پہلی منزل اس راہ کی توبہ نصوح ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ہمہ تن تائب تھے۔ کفر سے سخت بیزار' ایمان سے نہایت رغبت ودلچسپی رکھنے والے گناہ پر ان حضرات نے لات مار دی تھی۔ توبہ ادنیٰ اعلیٰ سب پر فرض ہے۔ ہر آن وہر ساعت کا فر

پر کفر سے توبہ کرنا اور ایمان لانا فرض ہے۔ عاصیوں پر معصیت سے توبہ کرنا اور عبادت میں مشغول ہونا فرض ہے۔ محسنوں پر فرض ہے کہ افعال حسن سے احسن کا قصد کریں، واقفان راہ پر فرض ہے کہ وہ ایک مقام پر ٹھہرے نہ رہ جائیں۔ روش سالکانہ اختیار کریں۔ مقیمان آب وخاک پر فرض ہے کہ صرف عالم اجسام کی سیر کافی نہ سمجھیں طیر کی قوت حاصل کریں اور حضیض سفلی سے اڑ کر اوج علوی پر پہنچیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ سالک کا کسی مقام پر ٹھہرنا گناہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب تجلی ربانی ہوئی۔ عالم بے خودی کے بعد جب ہوش آیا تو آپ نے فرمایا تبت الیک بظاہر توبہ کا محل نہ تھا۔ عاشق صاحب اختیار نہیں ہوتا۔ آپ نے توبہ کی اور کار حسن سے کار احسن کی طرف رجوع کیا۔ حضور علیہ فرماتے ہیں کہ میں ہر روز ستر بار استغفار کرتا ہوں۔

حسنات الابرار سیئات المقربین ابرار کے حسنات مقربین کے سیئات ہیں۔ ایک بزرگ معصیت میں گرفتار ہو گئے۔ نہایت ان کو ندامت ہوئی دل ہی دل میں کہنے لگے کیا حال ہمارا ممکن ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے ہاتف نے آواز دی

اطعتنا فشکرناک ثم ترکتنا فامھلناک فان عدت الینا قبلناک میری طاعت تو نے کی میں نے تیرا شکر کیا (یعنی تجھ کو جزا دی) پھر بے وفائی تو نے کی اور مجھ کو چھوڑ دیا۔ میں نے تجھ کو مہلت دی۔ اب اگر تیرے جی میں ہے کہ رجوع کرے تو میں تجھے اب صلح کے ساتھ قبول کرلوں گا۔ سبحان اللہ۔

عوام کی توبہ گناہ سے باز آنا ہے۔ خواص کی توبہ غفلت سے باز آنا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی توبہ اس مقام سے ہے جس مقام میں وہ فی الحال موجود ہیں۔ تائب کا درجہ محب کا درجہ ہے۔ دوست سے سابق بے عنوانیوں کو دہرانا ہرگز جفا سے کم نہیں۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (جب میں نے پوچھا ہم نے کیا گناہ کیا' تو اس کی محبت نے جواب دیا کہ تیرا وجود ہی اتنا بڑا گناہ ہے جس کے مقابلے میں سارے گناہ ہیچ ہیں۔)

ساحران فرعون سے تم زیادہ آلودہ تو نہیں جب ملائکہ نے کہا۔ ندا آئی۔ شاید تم کو اس کا خوف ہے کہ معصیت ان کی میری رحمت سے بڑھ جائے گی۔ یا آلودگی ان کی ہماری قدوسیت پر دھبہ لگا دے گی۔ یہ وہ مشت خاک ہیں کہ ہماری درگاہ میں مقبول ہیں۔ (میں سر سے پاؤں تک عیب ہی عیب ہوں تو نے ٹھوک بجا کر مجھ کو خریدا ہے واہ کیا اچھی یہ عیب دار جنس ہے اور کیا خوب مہربان خریدار ہے۔)

دشمن کا خوش کرنا

توبہ کرنے کے بعد مرید کا کام دشمنوں کا خوش کرنا رہ جاتا ہے۔ اور یہ بڑا کھڑاگ ہے۔ تم نے مال کا گناہ کیا ادائیگی سے مجبور ہو تو معافی چاہو۔ صدقہ کر ڈالو اگر یہ بھی نہ ہو تو نیکیاں کرو اور الحاح وزاری سے معافی مانگو۔ یہاں تک کہ وہ اپنے کرم سے قیامت کے دن تمہارے دشمنوں کو تم سے خوش کر دے۔ اگر تم نے کسی کی جان ماری ہے تو اس کے اقربا سے کہہ دو قصاص لیں یا معاف کر دیں۔ اور اگر تم نے ذاتیات کے نقصان پہنچائے ہیں کسی کی غیبت کی' تہمت جوڑی گالیاں بکیں تو یہ لازم ہے کہ اس سے جا کر کہو "بھئی ہم نے تمہاری طرف جھوٹی باتیں لگائیں ہیں معاف کرو" مگر ذرا سوچ سمجھ کر ایسا نہ ہو کہ اس کا غصہ بھڑک اٹھے اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔ کسی کی بیوی یا شرعی لونڈی کے ساتھ بدنیتی کی ہے یا اس سے بھی تجاوز کر گئے ہو تو یہ موقع نہ معافی کا ہے اور نہ ظاہر کرنے کا اشتعال غضب کا خوف نہ ہو تو معافی مانگ لو۔ کسی کی بے جا تکفیر کی یا کسی کو گمراہ کر ڈالا ہو۔ اظہار کر کے معافی چاہو اگر ناممکن ہو تو نادم ہو کر درگاہ خداوندی میں سر ٹیک دو۔ بندے کی صداقت دیکھے گا تو اپنی رحمت سے اس کے دشمنوں کو خوش کر دے گا۔ سنو خواجہ ابو اسحاق اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں تیس برس تک خدا سے توبہ نصوح چاہتا رہا ایک دفعہ میں نے متعجب ہو کر کہا تیس برسوں میں بھی ایک حاجت پوری نہ ہوئی۔ چنانچہ میں

نے دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے تمہیں تعجب ہوتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ تم کیا مانگ رہے ہو۔ چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم کو اپنا دوست بنالے۔ کیا یہ کوئی معمولی مراد مانگی ہے۔'' ابلیس اور بلعم باعور دیکھو۔ اول اول دونوں سے گناہ ہی سرزد ہوئے آخر کفر کی نوبت آ پہنچی۔ صلحا کہتے ہیں گناہ سے دل سیاہ ہوتا ہے۔ مانا کہ تم توبہ کے بعد پھر بھی گناہ کرو گے۔ پھر توبہ کر لینا کہ جتنی طاقت گناہ کرنے میں خرچ کرتے ہو۔ اتنی ہمت توبہ کرنے میں صرف کرو۔ آخر اس کے کیا معنی کہ توبہ کرنے میں عاجز اور گناہ کرنے میں مستعد' توبہ سے رکنا شیطانی اغوا ہے۔ پہلے گناہ بخش دیئے گئے تم بالکل پاک وصاف ہو گئے۔ اب اگر تمہارے سر پر بوجھ رہا تو صرف اسی نئے گناہ کا۔ گناہ ہوں تو ہوں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد کہ تم لوگوں میں بہترین شخص وہی ہے کہ اگر گناہ زیادہ کرے تو توبہ بھی بہت کرے۔ باقاعدہ غسل کرو اور پاک وصاف کپڑے پہن کر چار رکعت نماز نہایت حضور دل سے ادا کرو اس کے بعد سجدے میں جاؤ اور ایسی جگہ ہو کہ محض تخلیہ ہو خدا کے سوا تم کو کوئی نہ دیکھتا ہو اور سرو ریش کو خاک آلودہ کرو۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوں دل میں سوز و قلق ہو۔ یہ آواز اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہو اے نفس وہ وقت آ گیا ہے کہ تو توبہ نصوح کرے اور تو خدا کی طرف سچائی سے رجوع ہو کیونکہ تجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ عذاب خداوندی برداشت کر سکے اور تیرے پاس وہ سرمایہ بھی نہیں جو تجھ کو خدا کے عذاب سے بچا سکے۔ (اگر گناہ کے چند قطرے ظاہر بھی ہوئے تو اتنے بڑے سمندر میں کیونکر معلوم ہو سکتے ہیں۔ اے وہ ذات کہ اس کو نہیں روکتا ہے ایک شخص کی بات سننا۔ دوسرے شخص کی بات کے سننے سے۔ اے وہ ذات کہ غلطی نہیں کرتی ہے سوال کے سمجھنے میں۔ اے وہ ذات کہ اس کو مجبور نہیں کرتا الحاح کرنے والوں کا الحاح۔ چکھا دے ہمیں اپنی معافی کا مزا اور اپنی رحمت کی مٹھاس۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے) پھر پڑھو درود اور اپنے اور جملہ مسلمانوں کے لئے مغفرت چاہو اور طاعت وعبادت میں مشغول ہو جاؤ۔ کیونکہ تم نے توبہ نصوح کی اور سب گناہوں سے پاک ہو گئے۔

بہر حال جہاں تک ممکن ہو سجدے کئے جاؤ اور نیاز مندانہ اور سائلانہ اس درگاہ میں حاضری دو۔ بندہ جب ایاک نعبد کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ جو کچھ لایا ہے اس کو قبول کرو۔ اور جب ایاک نستعین (ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں) کہتا ہے تو ارشاد خداوندی ہوتا ہے جو کچھ مانگتا ہے اس کو دو۔ بادشاہوں کے خزانے کو سائلوں سے رونق ہوتی ہے۔

تجدید توبہ

ایک ساعت بھی تجدید توبہ سے غافل نہ رہو۔ ایمان جو عمل کے لئے ایک بڑا سرمایہ ہے اس میں حلاوت پیدا نہیں ہوتی۔ تم جانتے ہو۔ اس راہ طلب میں قدم کون رکھتا ہے' ایمان رکھتا ہے اور ان احکام کے بوجھ کو کون اٹھاتا ہے' ایمان اٹھاتا ہے اور اس خونخوار جنگل کو قطع کون کرتا ہے' ایمان کرتا ہے ایمان ہوتا ہے ہر دل میں آفتاب۔ ایمان اسی قدر دکھائی دے گا جتنی جلا توبہ سے حاصل ہوگی۔ جس درجہ میں درگاہ توبہ وسیع ہوگی اسی قدر آفتاب ایمان کی روشنی ہوگی اب یہ بھی سن لو کہ توبہ کی حقیقت کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہی ہے کہ طالب کے صفات ذمیمہ صفات حمیدہ سے بدل جائیں۔ چلے کا حکم دیتے ہیں۔ ایک مرید ایک حال سے دوسرے حال میں ہو جائے۔ جب صفت بدل گئی تو وہ شخص بھی بدل گیا۔ اگرچہ صورتاً وہی شخصیت قائم ہے ایسی ہی گردش کے بعد جو نور ایمان پیدا ہوتا ہے اس کا نام حقیقت ایمان ہے۔ ہاں بھائی! ذرا دل کو مضبوط کرو ایسا نہ ہو کہ گھبرا اٹھو۔ اور یہاں تک کہ تم حیلہ شرعی ڈھونڈ کر اور **الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین** (یعنی جس چیز کی طاقت نہیں اس سے الگ رہنا پیغمبروں کی سنت ہے) پڑھ کر بھاگ کھڑے ہو۔

فعال لما یرید میں چاہتا ہوں کرتا ہوں اور جو چاہوں گا کروں گا۔ کسی کو ابا یزید کا خطاب دیا جاتا ہے' کسی کو ابوجہل کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ ایک کو اعلیٰ علیین پہنچا دیتا ہے اور ایک کو اسفل السافلین میں گرا دیتا ہے۔ اگر سب پوچھو تو کچھ پتہ

نہیں۔ مردوں کی ہمت کا باز جس وقت پرواز کرتا ہے تو بے خس و خاشاک اور پاک صاف صحرا تلاش کرتا ہے واہ رے ہمت مردانہ کہ یہ بات آب و خاک (انسان) ہی کو نصیب ہوئی اور سب اس سے محروم رہے۔ تصوف ایک ایسی حرکت ہے جس کو ذرا قرار نہیں۔ صورۃ انسان ایک گوشے میں بیٹھا ہو اور اسرار اس کے ملکوت و جبروت میں سیر کرتے ہوں کیونکہ متحرک چیز جب تیزی کے ساتھ حرکت کرتی ہے تو جیسے کمہار کا چاک جس وقت حرکت میں ہوتا ہے ساکن دکھائی دیتا ہے۔

طلب پیر

مشائخ طریقت رحمہم اللہ علیہم کا اتفاق ہے کہ تکمیل توبہ کے بعد مبتدی پر فرض ہے کہ ایسا پیر پختہ تلاش کرے جو نشیب و فراز راہ سے آگاہ صاحب حال و مقام ہو۔ عوارض باطن کا علاج جانتا ہو۔ اللہ کا حکم ہے۔ صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ یہ مرتبہ اول درجے میں پیغمبروں کو حاصل ہے۔ صلوٰۃ اللہ علیہم بعد ان کے ان کے خلفاء کا درجہ ہے۔ یعنی مشائخ کرام کا عالم پیغمبروں کے وارث ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ میرے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرو اور پھر فرمایا

اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم

(میرے بعد اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔ تم نے جس کی بھی پیروی کی راستہ پالیا)

مشائخ تین سال کی مدت میں تین کام طالب صادق سے لیتے ہیں اگر اس پر اس نے استقامت کی اور اچھی طرح انجام دیا تو مرید کو تقلیداً نہیں بلکہ تحقیقاً خرقہ پہنچاتے ہیں۔ ایک سال خلق اللہ کی خدمت کرنا ایک سال اللہ تعالیٰ کی بکثرت بندگی کرنا ایک سال دل کی پاسبانی کرنا اور ضمناً یہ حکم بھی دیتے ہیں کہ ہاتھ دعا کے لئے اٹھا رہے۔ جو دل چاہے وہی مانگنا بہتر ہے۔ بلکہ جو چیز مانگی جائے ذلیل و حقیر نہ طلب کی جائے۔ اور جب تک حاجت پوری نہ ہو طالب درگاہ سے ٹالے نہ ٹلیں۔ نقل ہے ایک کافر نے عرض کی اے علی رضی اللہ عنہ اپنی تلوار تم مجھے دے دو۔ آپ نے تلوار اس کو دے دی۔ اے علی رضی اللہ عنہ یا تو آپ بہت ہی بڑے شجاع ہیں یا سخت نادان ہیں کہ اپنی تلوار دشمن کو دے دی۔ فرمایا سائل کو محروم رکھنا کریموں کا دستور نہیں ہے۔

اہلیت شیخ

خدا کی عنایت بندے پر مٹی اور پانی کا خمیر بننے سے پہلے ہو چکی ہے۔ شیخ کو سالک ہونا چاہئے۔ مجذوب نہیں۔ کیونکہ مجذوب پیر بنانے کے لائق نہیں ہوتے۔ ان کے مقامات بے ہوشی میں طے ہوتے ہیں اور سالک ہر ہر مقام سے آگاہ ہو کر منزل مقصود کو پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ (اے دل اگر تجھ کو محبوب کی رضامندی حاصل کرنا ہے تو وہی کام کر جو وہ کہے۔ اگر وہ کہے تو لہو روتا رہ تو نہ پوچھ کیوں اور اگر کہے کہ جان نچھاور کر دے تو نہ پوچھ کس لئے) بزرگوں کا قول ہے کہ کوئی بقعہ و مقام ایسا نہیں ہے جہاں ایک صاحب ولایت نہیں ہے۔ تین سو چھپن ولی موجود رہتے ہیں۔ انہی کے دم قدم کی بدولت عالم قائم رہتا ہے راحت و رحمت اہل زمین پر انہی کی برکت سے نازل ہوا کرتی ہے۔ وہ لوگ دنیا سے کنارا کش ہیں اور عقبیٰ کی طرف متوجہ ہیں اور خدا کی قدرت و مشیت کے ساتھ راضی ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار گوہر نبوت اس جہاں میں اس لئے تشریف لائے تھے کہ تمہارے دل کی آگ بھڑکا دیں اور تمہارے نصیب کا فیصلہ کر دیں۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ واہ رے شان کی بے نیازی کہ صدیقوں کے دل کو تیغ قہر سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور ان کے جگر کو ایک قطرے کے انتظار میں پانی پانی کر دیا مگر کسی کو شربت دیدار نصیب نہ ہوا۔ اللہ اللہ ناز معشوقانہ کی کوئی حد بھی ہے۔

ارادات

ارادات دل کے اس میلان کا نام ہے جو خیال کو ایک خاص چیز کی طرف جما دے۔ وہ آدمی جس نے ارادات کی جلوہ گری ہوئی ہے۔ ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف حضرت الٰہیت کی جانب متوجہ ہو جائے اور جب تک منزل مقصود تک نہ پہنچے ہرگز ہرگز دم نہ لے۔ ریا و عجب صاحب ارادت کا پیچھا

نہیں چھوڑتے۔ ادھر مریدی کی شان اس میں آئی اور اس نے گردن جھکائی فوراً ہی سر اٹھا کر کہنے لگا واہ رہے میں۔ پھر کیا تھا' یہ تمنا بھی پیدا ہونے لگی کہ ساری دنیا مجھے غوث قطب ولی کہے اور سمجھے۔ اب سنو طریقت میں ارادت کا وہی درجہ ہے جو درجہ نیت کا شریعت میں ہے۔

(۲) ارادت آخرت۔ یعنی آدمی دنیا کو ہیچ سمجھ کر درجات آخرت وسعادت ابدی کا خواہاں ہو۔ قرآن مجید نے یہ خبر دی ہے کہ **منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الأخرة** (تم میں سے جو دنیا کی نعمتیں چاہتے ہیں اور تم میں سے جو لوگ عقبی کے طالب ہیں سچ پوچھو تو مرید کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مہم نہیں ہے کہ پیر مشفق کو یہ ڈھونڈ کر نکالیں۔ بغیر پیر کے کام نہیں چلتا۔ اگر بیمار نے اپنے علاج سے استغناء کیا تو سمجھ لو کہ گیا گزرا۔ جس طرح امت کے لئے پیغمبر کی ضرورت ہے اور طفل شیر خوارہ کے لئے دایہ اور تعلیم کی حاجت ہے۔ مرید کے لئے پیر مشفق کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہ پیر واصل ہو۔ یہ ممکن نہیں کہ جو شخص ازلی سرکش ہو اور مرید بنے اس کو پیر مرید صادق بنا دے۔

ولی

معصوم اسے کہتے ہیں جس سے کبھی کسی قسم کا گناہ سرزد نہ ہوا ہو۔ محفوظ اسے کہتے ہیں کہ شاذ و نادر کبھی اس سے گناہ ہو جائے۔ مگر اس گناہ پر اس کو اصرار نہ ہو۔ ولی مستور ہوتا ہے مشہور نہیں ہوتا۔ یعنی اپنی شہرت سے گریز کرتا ہے۔ چار ہزار ولی ایسے مستور و پوشیدہ ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کی بلکہ اپنے احوال و جمال کی بھی خبر نہیں رکھتے۔ تین سو ولی اہل خدمت ہیں ان کا لقب اخیار ہے اور چالیس وہ ہیں جن کو ابدال کہتے ہیں اور ان کے علاوہ چار وہ ہیں جن کو اوتاد کہتے ہیں۔ اور تین وہ ہیں جن کو نقبا کہتے ہیں اور دنیا کے کاروبار میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ احادیث میں ان کا ذکر ہے اور اجماع اہل سنت اس پر ہے۔ ولی کو اپنی ولایت کی اطلاع ہے جیسا کہ عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم کو اطلاع تھی۔ دنیا میں بت بکثرت ہیں ان میں سے ایک کرامت بھی ہے۔ ان آلودگان

معاصی کو بھی آگاہ کر دیجئے تا کہ دل میں ان کی قوت ایمان باقی رہے اور شرمساری گناہ ہمارے ڈر سے ان کو بھگا کر نہ لے جائے بلکہ امیدواری کی ڈوری کو یہ خوب مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ بے شک ہم ان کے سب قصور معاف کرنے کو تیار ہیں اگر آپ اپنی زبان معجز بیان سے یہ فرما دیں کہ اے اللہ تو ان کو بخش دے۔ یعنی **فاعف عنهم و استغفر لهم** جہاں آپ ﷺ کی توجہ ان کی جانب ہوگئی پھر دیکھئے ہم کیا سے کیا کرتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ فقرہ بھی داؤد علیہ السلام کی زبور میں آیا ہے۔

یاداؤد انذر الصدیقین فانی غیور و بشر المذنبین فانی غفور

(اے داؤد صدیقوں کو تنبیہ کر دو کہ ہم بڑی غیرت والے ہیں اور گنہگاروں کو خوشخبری سنا دو کہ ہم گناہ بخشنے والے ہیں)

ولایت

جو شخص ایمان لایا وہ اولیاء اللہ سے ہوا۔ لیکن یہ ولایت عام ہے۔ تیسرا درجہ خاص الخاص کا ہے۔ یعنی ولی مومن اوامر کی تعمیل کرے' نواہی سے دور رہے۔ اس کے علاوہ اپنی جملہ مراد سے منہ پھیر لے۔ اس کی نگاہ اس پر نہ ہو کہ ہم کیا کریں بلکہ وہ اس تاک میں رہے کہ دوست کیا چاہتا ہے۔

افرایت من اتخذ الهه هواه (کیا تم نے دیکھا' جنہوں نے اپنی خواہش کو خدا بنا رکھا ہے) اگر باپ کمسنی میں اپنے لڑکے کا عقد کر دیتا ہے تو بعد بلوغ وہ لڑکا اس عقد سے انکار نہیں کر سکتا۔ جس وقت ایک اعرابی نے رمضان شریف کا روزہ افطار کر دیا تھا (تو اس کا فدیہ حسب لیاقت اس کے طلب کیا گیا) اس نے معذوری ظاہر کی تو آپ ﷺ نے خود سامان فرما دیا اور فقراء کو دینا چاہا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم خود ہی سخت حاجت مند ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا **فاکله و اطعم عیالک** (تو خود کھا اور اپنے بال بچوں کو کھلا دے) اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا (تیرے لئے جائز ہے اور تیرے بعد کسی کے لئے جائز نہیں)۔ آپ ﷺ نے رفع شریعت فرمایا لیکن تصحیح شریعت کے لئے عوام کو امر و نہی کی حدود میں بھی رکھا۔

جو چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں سب کا سب ہمارا فعل جائز و درست ہی ہوتا ہے۔

آدمی کو طاعت میں ثواب اور معصیت میں عذاب کا سبب یہی ہے کہ دونوں آلے اور قوت اس کے پاس موجود ہیں۔ برخلاف فرشتوں کے کہ وہ آلہ معصیت نہیں رکھتے۔ جب اپنے فضل کی نگاہ ہمارے عجز پر ڈالتا ہے سارے عیب' ہنر ہو جاتے ہیں۔ (اگر چہ گنہگار بے شرم ہوتا ہے تیرے رہتے کیوں غمگین رہے گا)

کرامت

فقہائے امت اور اہل معرفت کا اجماع ہے کہ کرامت کا صدور اولیاء اللہ سے جائز ہے۔ کرامت اولیاء کی مانند کسی کافر کے ہاتھ سے بھی ظاہر ہو جائے۔ جیسا کہ فرعون نے چار سو برس کی عمر پائی اور اتنی مدت میں کوئی مرض اسے لاحق نہ ہوا۔ پانی اس کے پیچھے پیچھے قدآدم بلند ہوتا تھا اور جہاں وہ کھڑا ہو جاتا تھا پانی بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب وہ چلتا تو پانی بھی چلنے لگتا۔ خداوند جسم یا جوہر یا کھانے والا یا سونے والا آمد ورفت کرنے والا یا گوشت پوست رکھنے والے نہیں ہے۔ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ ایسی راہ سے گزرے کہ کشتی موجود نہ تھی۔ آپ کے دل میں یہ بات آئی کہ اس دریا سے پار اب کسی طرح ہوں۔ یکایک پانی دو حصے ہو گیا اور راہ نمودار ہو گئی۔ آپ چیخ اٹے المکر المکر اور واپس چلے آئے۔

اسایش است رنج کشیدن بگوئے دوست
روز طبیب بردر بیمار بگذرد

محبوب کے ملنے کی امید میں رنج ومصیبت اٹھانا اچھا ہے کیونکہ بیمار ہی کے گھر طبیب آتا ہے۔ یہ خطاب ہو کہ اے مشتاقو! ذرا میری طرف دیکھو۔ (واللہ یہ سبھوں کو کہنا پڑے کہ غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم' میں اپنی آنکھ سے بھی رشک کھاتا ہوں' اسے تیرا جلوہ دیکھنے نہ دوں گا)۔

اے بھائی' جس دن بساط محبت بچھائی گئی تھی کل مراد جلا کر خاسیاہ کر دی گئی۔ اسی وجہ سے سالک اول آدم صفی اللہ صلوۃ اللہ علیہ تین سو برس تک خون جگر روتے رہے کیونکہ جتنی مرادیں تھیں سب محبوب کے حصے میں آئیں اور ساری نامرادیاں محب کو دی گئیں۔ محبوں پر کامگار وسلطان کا رنگ ہے۔

صدیقوں کے حالات

خواجہ جنیدؒ نے دیکھا کہ ایک شخص نہایت ہولناک کریہہ منظر کھڑا ہے اس سے آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا میں ابلیس ہوں۔ آپ نے فرمایا تجھے اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر بھی دسترس ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں؟ اس نے کہا جب میں چاہتا ہوں۔ ولیوں کو دنیا میں پھنساؤں تو وہ آخرت کی طرف قدم بڑھاتے ہیں اور جب چاہتا ہوں کہ انہیں آخرت میں الجھا رکھوں تو وہ حضرت خداوند کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو اس عالم میں چرواہے کے لباس میں چھپا رکھا تھا۔ یہاں تک کہ سوائے محمد مصطفیٰ ﷺ کے انہیں کسی نے نہ پہچانا۔ آپ ﷺ کی شان میں یوں گوہر فشانی فرماتے ہیں کہ

انی لاجد نفس الرحمان من جانب الیمن البتہ میں پاتا ہوں خدا کی خوشبو یمن کی طرف سے۔ اکثر پراگندہ بال اور گردآلود چیتھڑوں والے اگر قسم کھالیں اللہ کے اوپر تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتا ہے۔ یقین جانو کہ نفس کافر دین کا دشمن ہے۔ تم نے اگر اسے دشمن سمجھا تو نجات پاؤ گے اور دین کی وفاداری دیکھو گے۔ خلق اللہ کو اپنے شان وشوکت نہ دکھلاؤ۔ فرشتے اس سے شرماتے ہیں اور غیرت کرتے ہیں۔ (ایک حسین کے عشق میں جب میرے لبوں پر جان آنے لگی' تو میں نے کہا کیا تم مجھ کو اپنا مہمان نہ بناؤ گے؟ اس نے کہا اگر میرے وصال کے خواہاں ہو تو اپنی خودی کھو ڈالو تاکہ میں ہی میں باقی رہ جاؤں)۔

نماز قضائے حاجات اور کفایت مہمات کے لئے یہ چار رکعتیں نماز جس وقت چاہو پڑھو۔ مگر آدھی شب اس کے لئے بہتر ہے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سو مرتبہ یہ آیت پڑھو۔

لاالہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین فاستجبنا لہ و نجیناہ من الغم و کذالک ننجی المؤمنین اوردوسری رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سو بار یہ آیت پڑھو۔

انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین

تیسری رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سو مرتبہ یہ آیت پڑھو

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد

اور چوتھی رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سو مرتبہ یہ آیت پڑھو۔

حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم المولی و نعم النصیر

اورسلام کے بعد اس آیت کو سو مرتبہ پڑھو۔

رب انی مغلوب فانتصر

اس نماز کو بہتر سمجھو اور جملہ مہم اور حاجات میں پڑھو کیونکہ اس نماز میں فتوح بہت ہیں۔

انوار

بشریت کی سیاہیاں دور ہو جاتی ہیں تو یہی دل ظہور انوار غیبی کے لائق ہو جاتا ہے۔ جتنا اچھا صیقل ہوگا یہ انوار اپنا رنگ و روغن زیادہ دکھائیں گے۔ ابوالخیر قدس اللہ روحہ کے ایک مرید صاحب وضو کر کے حجرے میں داخل ہوئے۔ ناگاہ ایک نور دیکھا۔ دیکھنا تھا کہ چیخ اٹھے۔ حضرت شیخ قدس نے فرمایا اے ناتجربہ کار تو کہاں ہے۔ یہ نور تیرے وضو کا ہے۔ تیری بساط اور وہ درگاہ چھوٹا منہ اور بڑی بات۔ دیکھو اس وقت اس مرید کے سر پر اگر پیر کا سایہ نہ ہوتا تو بیچارہ ہلاک ہو چکا تھا۔ ستارہ ماہتاب آفتاب کی مانند' تو وہ انوار روحانی ہیں۔ اگر ماہ کامل دیکھو تو سمجھو کہ دل پورا پورا صاف ہو گیا۔ کمال درجہ کی صفائی اسی قدر وہ آفتاب زیادہ درخشاں ہوگا۔ نور روح کی نہ تو کوئی صورت ہے نہ شکل۔ انوار صفات خداوند عزوجل کا پرتو بھی بمقتضائے۔ جو کوئی ہم سے ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے ہم اس سے ایک گز قریب ہو جاتے ہیں۔ پیش قدمی کرتا ہے۔ (من آیم بجان گرتو آئی بہ تن' انوار صفات حق کا مشاہدہ جب ہوتا ہے تو وہی نور اپنی تعریف آپ کرتا ہے۔ دل کی صفائی جب کمال درجہ پر پہنچتی ہے تو

سنریھم ایاتنا فی الآفاق و فی انفسھم

(ہم ان کو اپنی نشانیاں جہاں اور ان کی ذات میں دکھا دیں گے) کی جلوہ گری ہونے لگتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے عہد دولت میں ایک شخص ناعاقبت اندیش تھا۔ جس نے اپنے کو دیکھا ہر چند کہ فرشتوں کا استاد اور سردار تھا مگر جب اپنی خودی ظاہر کی اسے مخنث و مونث بنا کر دنیا کی خانہ آرائی اس کے سپرد کر دی گئی تا کہ ذلیل ہمت والوں کی نظر میں اس کا نکھار دکھاتا رہے۔ ابلیس کو ایسا مردود کیا کہ پھر قبول نہ کرے گا۔ آدم علیہ السلام کو ایسا مقبول بنایا کہ پھر رد نہ کرے گا۔ یہ جانتے ہو ایسا کیوں ہوا۔ سنو جہاں کہیں حسین اور صاحب جمال ہوتے ہیں' کوئی بدصورت و سیاہ رو کا ہونا بھی ضروری ہے' تا کہ حسن کا جوہر کھلے۔ طاؤس جب اپنے پروں کو دیکھتا ہے تو ایک ایک پر دیکھ کر اسے نئی مسرت و مستی ہوتی ہے مگر پاؤں پر جب نگاہ پڑ جاتی ہے تو ساری خوشی کافور ہو جاتی ہے اور مرجھا جاتا ہے۔

کشف

حجاب کا اٹھ جانا کشف کی حقیقت ہے۔ ہر ہر عالم کے لحاظ سے آدمی کو آنکھیں ملی ہیں تا کہ اس عالم کا مشاہدہ کر سکے۔ وہ اسی ہزار عالم فرداً فرداً وہی عالم میں موجود ہیں جب مرید سالک کشف معقولات (کشف نظری سے گزرتا ہے اور ترقی کر جاتا ہے تو اس کو مکاشفات ولی حاصل ہوتے ہیں اور اسی کو کشف شہودی کہتے ہیں)

اے کردہ غمت غارت ہوش دل ما
درد تو شدہ خانہ بدوش دل ما

(وہ بھید جس سے فرشتے بھی بے خبر ہیں۔ تیرے عشق نے ہمارے دل کے کان میں بتا دیا) بعدہٗ مکاشفات روحی پیدا ہوتے ہیں اسی کو کشف روحانی کہتے ہیں۔ اس مقام میں بہشت و دوزخ اور ملائکہ کا دیکھنا ان لوگوں کی باتیں سننا ان سے باتیں کرنا حجاب وزمان و مکان کا اٹھ جاتا ہے۔ چنانچہ

حارثہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر جواب دیا

انی انظر الیٰ اهل الجنة یتزاو دون والیٰ اهل النار یتغاو دون (میں دیکھتا ہوں جنت والوں کی طرف تو وہ بڑھ رہے ہیں اور جب دوزخ والوں کی طرف دیکھتا ہوں تو وہ چیخیں مارتے نظر آتے ہیں۔ فرمایا ہے کہ میں جس طرح سامنے کی چیز دیکھتا ہوں اسی طرح پشت کی چیز بھی دیکھتا ہوں۔ پیغمبر ﷺ نے ابن صیاد سے فرمایا۔ وماتری تو کیا دیکھتا ہے؟۔ ابن صیاد نے کہا

اری العرش علی الماء پانی پر عرش کو دیکھ رہا ہوں۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا

(فقال النبی صلی الله علیه وعلی آله وسلم ذاک عرش ابلیس) وہ ابلیس کا عرش ہے۔

تجلی

دراصل تجلی اسی کا نام ہے جس کا تعلق ظہور ذات وصفات خداوندی سے ہے۔ روح کی بھی تجلی ہوتی ہے۔ (جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی تجلی دکھاتا ہے تو اس کے لئے ہر چیز تابع ہو جاتی ہے جب انسان کا دل آئینہ کی طرح صاف ہو جاتا ہے جس دن انسان کو خلعت وجود عنایت ہوا تھا حکم ہوا تھا کہ راہ طلب میں لگ جاؤ اور یافت کا خیال اٹھا دو (سبحان اللہ) جہاں کہیں جمال ہوگا غمزہ اور ناز کا ہونا ضروری ہے۔ جہاں کہیں حسن ہوگا وہاں کوئی ذلیل وگرفتار بھی ہوگا۔ بدراہ چلا تو ہزار کچھ مانگے گا نہ پائے گا۔

وصول کے بیان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ طواف کعبہ کے دور جذبات میں سلام کا جواب نہ دے سکے جب آپ سے شکایت کی گئی تو آپ نے جواب دیا

کنا نری الله فی ذلک المکان یعنی میں خداوند تعالیٰ کے دیدار میں یہاں مشغول تھا۔ (اللہ نے مخلوق کو تاریکیوں میں پیدا کیا' پھر اپنے نور سے اس پر چھڑکاؤ کیا) انسان کو روز ازل وہ شراب پلا دی گئی ہے کہ ہرگز سرور اور اثر اس کا کام جان سے جانے والا نہیں۔ بکمال شفقت فرمان ہوتا ہے کہ اے بندہ ضعیف اس کمزور پر وبال سے میرے سراپردہ جمال کے گرداگرد کب تک اڑتا رہے گا۔ ان پر وبال کی اونچی اڑان ہمارے ہوائے ہویت تک نہیں پہنچ سکتی۔ ان پر وبال سے والذین جاهدوا فینا کے میدان میں کام لے تاکہ حسب دستور لنهدینهم سبلنا (البتہ ہم ان کو اپنا راستہ دکھاتے ہیں۔) جن لوگوں نے ہمارے لئے محنت اٹھائی۔ ایک دوسرا پر وبال شعاع انوار سے میں تجھے عنایت کروں۔ جس وقت بہشت میں داخل ہوا تھا تاج وخلعت کے ساتھ مقربوں کی صف میں تھا اور جب راہ طلب میں آیا تو ستر پوش تک میسر نہ تھا۔

سالک ومجذوب

مجذوب وہ لوگ ہیں کہ کمند جذبہ نے انہیں مرتبہ ولایت تک پہنچا دیا مگر غلبہ شوق میں اس طرح محو ہوتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ ہر مقام سے گزر چکے ہیں ان کو اس کی خبر نہیں کہ راہ کا کیا حال ہے۔ کبھی کبھی راہ پر چلتے چلتے بے راہ بھی ہو جاتے ہیں۔ تاکہ راہ اور بے راہی سے پورا وقوف حاصل ہو جائے عالم ہزاروں ہیں۔ ہر ہر عالم سے سالک کو گزرنا ہے۔ ایک عالم خاک ویرانوں' کھنڈروں' پانی کے جل تھل سے پہاڑوں کی طرف جا رہا ہے۔ نتیجہ اس سیر سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے عالم آب ہے درختان سرسبز کشت زار آب رواں چشمے دریا وغیرہ نظر آتے ہیں۔ عالم آباد ہے' وادیوں میں پرواز کرتا نظر آتا ہے۔ عالم آتش ہے' چراغ' شعلے' آتش کدے عالم افلاک ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ فرشتے بھی نظر آتے ہیں۔ عالم ملکوت ستارے ماہ' خورشید عالم حیوان ہے' مختلف حیوانات کی شکل کو دیکھتا ہے جتنے عالم ہیں تمام کی سالک سیر کرتا ہے۔ مشاہدات ہوتے ہیں۔

غلط گاہ سالک کے بیان

ایک جماعت ایسی بھی ہے کہ ریاضت شاقہ کر چکی ہے اور خواہشات نفسانی سے کوسوں دور ہے۔ کوئی خطرہ دل پر نہیں گزرنے پاتا۔ اسرار ملکوت کھلتے رہتے ہیں۔ بیمار کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ تو اس کو شفا ہو جاتی ہے۔ دشمن کی طرف اگر ہمت باندھتے ہیں تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے جن حالتوں کو دیکھ کر ابلیس کو رشک وحسد پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح ممکن ہو حضرت سلامت کو شیطان مجسم بنا کر چھوڑیں۔ وہ ایک پٹی تو یہ پڑھاتا

ہے کہ مقصود ترک معصیت سے یہی ہے کہ خواہشات نفسانی دور ہو جائیں اور صفات بشریت مغلوب ہو کر رہے تا کہ سالک کو خدا سے تقرب حاصل ہو۔

قوم کو یہ خلل دماغ پیدا ہو جاتا ہے کہ نماز ادا کرنے کو حجاب سمجھنے لگتی ہے خیال یہ ہوتا ہے کہ ہم تو خود ہر وقت مشاہدے میں ہیں۔ مقصود نماز رکوع وسجود سے تو دل کی غفلت دور ہونا حضور دل پیدا ہونا ہے جب ایک ساعت بھی غفلت نہیں ہوتی اور عالم ملکوت پیش نظر ہے ارواح انبیاء بہترین صورت دکھائی جا رہی ہیں۔ اب ہم کو ان بیگاریوں کی کیا حاجت باقی رہی۔ معاذ اللہ یہی بعینہ ابلیس کا واقعہ ہے کمال قرب میں وہ ایسا بھولا کہ سجدہ آدم کی اس نے پرواہ نہ کی۔ پانچ وقت کی نمازیں گویا دریچہ کمال کے لئے پانچ مسمار ہیں۔ اگر اس مسمار کا سہارا نہ ہوگا تو سالک اس مقام سے گر جائے گا۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ اے فرزند میرے بعد جس قسم کا تغیر تبدل اس مکان میں تم کرنا چاہو تمہیں ہم اجازت دیتے ہیں۔ مگر وہ کئی مٹھے جو خوشبو گھاس کے ہیں اگر وہ سوکھ بھی جائیں تو انہیں اس مکان سے باہر نہ پھینک دینا۔ خدا کی شان وہ غریب چل بسا۔ صاحبزادے عمر دراز نے تر و تازہ گلدستوں سے مکان سجا ڈالا ادھر اس پرانی گھاس کا دور کرنا تھا کہ ایک سیاہ سانپ سوراخ سے نکلا اور نور نظر سلمہ کو ڈس کر چلتا ہوا۔ پھر کیا تھا فوراً حضرت ختم ہو گئے۔ دیکھو اس گھاس میں دو فائدے تھے ایک تو خوشبودار گھاس کی خوشبو بھی تھی دوسرے ایک خاصیت اس میں یہ بھی تھی کہ جہاں کہیں وہ رہے سانپ اس کے گرد کہیں پھٹکنے نہ پائے۔

وما اوتیتم من العلم الاقلیلا (ہم نے تم کو بہت تھوڑا علم دیا ہے) بے نماز صوفی موت کے وقت جب اپنی حالت خراب دیکھتے ہیں خدا پناہ۔ جو خوش نصیب اور حق رسیدہ ہیں ان کو دو آنکھیں ملتی ہیں۔

ملاحظہ کرتے رہتے ہیں۔ جس وقت اس کی نوازش واکرام کا مشاہدہ کرتے ہیں ناز کرتے ہیں اور جب عجز وآفات خاک پر نظر پڑتی ہے پانی پانی ہو جاتے ہیں۔ (اللہ اکبر)

گہے برطارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

غلط گاہ عوام

بعض بعض عوام الناس محض شبہوں اور خیالات فاسد کی بدولت گمراہ ہو رہے ہیں۔ ایک بیمار کو طبیب پرہیز کا حکم دے بیمار پرہیز نہ کرے اور یوں کہے کہ ہماری بدپرہیزی سے طبیب کا بگڑتا کیا ہے۔ پھر خوب اطمینان سے ہر طرح کی چیز کھانا شروع کر دے۔ اس میں شک نہیں کہ طبیب کا نقصان کچھ نہ ہوگا دیکھو کسان جب تک دانہ نہیں کاشت کرتا' ایک گیہوں اس کو ہاتھ نہیں آتا۔ زیادہ تر دل کی بیماری کا تعلق خواہشات نفسانی سے ہے۔ نفسانی خواہشات پر چلا' مگر گناہ کو اس نے گناہ سمجھا کہ قریب ہے اس لئے خوف ہلاکت ہے جس نے گناہ کیا اور گناہ کو گناہ نہ سمجھا وہ ہلاک ہو چکا ہے۔ تیسرے گروہ کی یہ حالت ہے کچھ دنوں تک تو محنت وشاقہ اور ریاضت چلتی ہے تھوڑے عرصے کے بعد حضرت سلامت جو غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں نہ غصہ غائب ہوا نہ شہوتیں ناپید ہوئیں۔ سخت گھبرائے کہنے لگے کہ ایسی ریاضت کا حاصل ہی کیا ہوا بس ہمارا سلام لیجئے۔ کیونکہ سیاہ کمبل نہ اجلا ہوا ہے نہ ہوگا۔ شریعت نے کہاں اور کب یہ حکم دیا ہے کہ شہوت وصفات بشریت کو بالکل نکال ڈالو۔ بلکہ حضرت ﷺ نے یوں فرمایا کہ میں بشر ہوں مجھ کو بھی غصہ آتا ہے چنانچہ غصہ کا اثر چہرہ انور پر ظاہر ہوتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے غصہ پینے والوں کی قرآن شریف میں تعریف کی ہے۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس

چوتھے گروہ پر یہ حماقت سوار ہوتی ہے کہ سب کام تقدیر پر موقوف ہیں۔ جو سعید ہوتا ہے وہ ماں کے پیٹ سے۔ جو شقی ہوتا ہے وہ ماں کے پیٹ سے۔ ازل ہی میں سب کچھ ہو چکا۔ اس میں تغیر وتبدل نہیں ہو سکتا۔ عمل کی حاجت نہیں۔ جو ہونا ہے خود سے ہو رہے گا۔ سعادت کا ظہور طاعت سے ہوتا ہے اور شقاوت کا ظہور معصیت سے۔

حکایت: ایک دفعہ ملک الموت حضرت سلیمان ابن داؤد پیغمبرؑ کی خدمت میں بیٹھے تھے یکایک حاضرین میں سے

ایک کی طرف ذرا تیز نظروں سے انہوں نے دیکھا۔ دیکھتے ہی وہ آدمی ڈر گیا بعدہ ملک الموت رخصت ہو کر چلے گئے۔ آخر اس شخص کے دل میں ایسا ڈر سمایا کہ بصد آرزو و منت حضرت سلیمانؑ سے اس نے درخواست کی کہ یا حضرت (ہوا کو) حکم دیا جائے کہ فوراً مجھے زمین مغرب میں پہنچا دے۔ جب وہ جا چکا اور اس کی روح وہ قبض کر چکے تو پھر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ اس وقت اس شخص کو تم نے اس تیزی سے کیوں دیکھا تھا۔ ملک الموت نے کہا مجھے حکم خداوندی تھا کہ دوسرے گھنٹے میں فلاں سرزمین مغرب میں اس کی روح قبض کی جائے مگر میں حیران تھا کہ اس حکم کی تعمیل ہو تو کیونکر ہو آخر مجبور ہو کر کڑی نظر سے اس کو میں نے دیکھا چونکہ اس کی تقدیر میں وہاں مرنا تھا۔ حضرت عیسیٰ پیغمبرؑ نے واقعی بہت صحیح فرمایا کہ مادرزاد نابینا کے علاج سے یا مردہ کے زندہ کرنے سے کبھی عاجز نہ آئے۔ مگر کسی احمق نے اگر انکار کیا تو اس کا علاج ہم سے نہ ہو سکا۔

امراض ظاہر و باطن

یقین جانو کو انسان دو جوہر مختلف سے پیدا ہوا ہے۔ ایک علوی دوسرا سفلی امراض علوی کے لئے بھی اطبا ہیں جن کے علاج سے جملہ امراض باطنی اگرچہ وہ محسوس نہیں ہوتے۔ جوہر سفلی کے امراض و علل کے طبیب تو حکماء ہیں اور جوہر علوی کے امراض و علت کے طبیب انبیاء ہیں ان کے بعد مشائخ ہیں کیونکہ یہی لوگ انبیاء کے خلیفہ ہیں۔ صحبت رسول برحق ناپید ہوگئی اور خلیفہ پیغمبر کا ملنا بھی دشوار ہو گیا۔

در مجلس وصالت دریا کشند مستاں
چون دور خسرو آمدے در سبو نماند

(تیرے وصال کی مجلس میں مست لوگ خم کے خم لنڈھا رہے ہیں جب خسرو کی باری آئی تو مٹکے میں شراب ہی ختم ہو گئی)

اچھی طرح شور و فریاد سے کام لو۔ دیکھو تو سہی کہ کس طرح لطف کی ہوا افتادگان خاک کو اڑا لیتی ہے اور گلشن تقرب میں پہنچا دیتی ہے۔ دیکھو سات لاکھ برس سے طاعت و عبادت کے ملک میں کیسے کیسے سالکان سجادہ نشین تھے۔ اور خانقاہ عصمت میں کیسے کیسے حضرات عزت و حرمت کے مصلے پر تکیہ لگائے بیٹھے اور دل ہی دل میں سمجھ رہے تھے کہ خلافت حقہ اس دائرے سے باہر جاتی کہاں ہے۔ ناگاہ نسیم لطف کے ایک جھونکے نے آب و خاک پامال کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ ندا ہوئی انی جاعل فی الارض خلیفة جماعت ساحران فرعون کی طرف نظر کرو جادوگری میں مشغول اور تمام نجاستوں سے مملو تھے موحد حقیقی بنا کر تخت توحید پر بٹھا دیا اور تاج معرفت سر پر رکھ دیا۔ اولیاء پر انبیاء کی فضیلت دیکھو اگر فضیلت طاعت و عبادت پر موقوف ہوتی تو اس کے مستحق امتان پیشین کے لوگ ہوتے مگر وہ اس امت سے افضل نہیں ہیں۔ ان کی انتہا نہ تھی اور ملائکہ کی طاعت و معرفت گویا اضطراری ہے' کیونکہ نہ اس قسم کی بھوک نہ قوت مردانگی نہ دل میں حرص و طمع ہے نہ طبیعت میں مکاری و غداری ہے نہ حصول رزق کے لئے حیلہ و تدبیر کی ضرورت ہے۔ غذا ان کی طاعت و عبادت ہے۔ مشرب ان کا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے انسان کو دیکھو اس کی سرشت میں کھانے کی رغبت عورت کی خواہش ہے گناہ اس سے ہوتے ہیں۔ (غور کرو لاکھوں برس تک سوائے تسبیح پڑھنے کے شیطان کا کوئی کام نہ تھا اس کی ساری عبادتیں توڑ مروڑ کر رکھ دیں خدا کی استغنائیت نے سب کو برباد کر دیا۔ اس کا دل خون ہو گیا اس کے سر پر لعنت کی پگڑی باندھ دی گئی۔ یہاں صدیقوں کی جان دہشت سے خون ہو رہی ہے کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ کس سرکار سے پالا پڑا ہے۔ مرضی خداوندی نے اس موتی (ولایت) کو صدف خواری میں عام خلق سے چھپا رکھا ہے اور امتحان گونا گوں کے درمیان میں ڈال دیا۔ حدیث شریف میں آ گیا ہے اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایک دوسری قوم پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور اللہ سے بخشش چاہتی اور وہ ان کو بخشتا۔ انبیاء کی لغزشوں اور آداب قبور کے بیان میں حدیث شریف میں ہے جو کوئی آیۃ الکرسی پڑھ کر مردوں کو بخشے گا خداوند کریم اس کی برکت سے ہر مردے کی گور میں پورب سے پچھم تک نور کا چالیس کا طبقہ کھول دے گا اور قبر کو کشادہ کر دے گا اور ہر مردے کا درجہ اونچا کر دے

گا۔مردے پر کوئی رات پہلی رات سے زیادہ سخت نہیں۔

اصل تصوف

تصوف تو دین ایمان کی جان ہے۔اہل طریقت کے یہاں تصوف کی تین قسمیں ہیں۔صوفی متصوف اور مشتبہ۔صوفی وہ ہے جو اپنی ہستی فنا کر چکا اور اللہ کے ساتھ باقی ہے۔خواہشات نفسانی کی قبضے سے باہر اور حقائق موجودات کا ماہر ہے۔اس عالم میں پہلے صوفی حضرت آدمؑ ہیں۔ان کو حق تعالیٰ نے خاک سے پیدا کیا۔پھر اجتباء اور اصطفاء کے مقام پر پہنچایا۔خلافت عطا فرمائی اول اول طائف ومکہ کے درمیان چلہ کیا۔

خمرت طینة ادم بیدی اربعین صباحاً میں نے اپنے ہاتھ سے آدم کی مٹی کو چالیس دنوں میں خمیر کیا۔جب یہ تجرید کا چلہ ختم ہو چکا تو حق سبحانہ نے اس میں روح عنایت فرمائی تین پتے آپ کو ملے۔ان کو سی کر گدڑی بنالی۔اسے پہن کر خود کو چھپالیا۔اور اس خاکدان دنیا میں تشریف لائے مگر تین سو برس تک روتے رہے۔ پھر دریائے رحمت خداوندی جوش میں آیا اور درجہ اصطفاء عطا کیا۔آخر عمر میں وہ مرقع حضرت شیثؑ کو آپ نے پہنا دیا اور خلافت بھی سپرد کی۔چنانچہ نسلاً بعد نسل اسی طریقہ پر عمل ہوتا رہا۔خلوت در انجمن کے لئے خانہ کعبہ کی بنیاد پڑی۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا میں صرف ایک کمبل پر اکتفا کیا۔اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ہمیشہ وہی کمبل رکھا جو پہلی ملاقات میں حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو عنایت فرمایا تھا۔طریقت میں پیر کے لئے بہت بڑی شرط یہ ہے کہ مرید کو اپنا خرقہ پہنانے کے لائق بنا دے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ جامہ صوف پہنا کرتے تھے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس کو خانقاہ بنایا۔چنانچہ اور ملکوں میں بھی خانقاہیں بنائی گئیں۔حضور ﷺ نے اسی طرح کمبل اختیار کیا۔ جب کسی صحابہ کی عزت وتکریم فرماتے تو ان کے ردائے مبارک یا اپنا پیراہن شریف عنایت فرماتے۔صحابہ رضی اللہ عنہم میں وہ شخص صوفی سمجھا جاتا تھا خاک ناچیز سے ایک قوم بے باک پیدا کی گئی اور سب عابد و مطیع پر اس کو افضلیت حاصل ہو گئی۔اور اس بات کو دیکھو تو سہی کہ خطاب الست بربکم (اے مشت خاک کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) یہ کون سی خدمت کا صلہ اور کون سی شفاعت کے بدولت ہوا۔قدیم مناجاتی کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے کہ آنکھوں پر حجابات کی پٹی بندھی اور گردن میں دھتکار پھٹکار کی ڈوری پڑی ہے۔حسرت واندوہ کا سامنا ہے۔دمبدم خون جگر کا پینا ہے۔

طلب طریقت

جس بے علم نے شریعت ہی کو نہیں سمجھا ہے وہ طریقت کو کیا پہچانے گا اور جب طریقت ہی سے شناسائی نہیں ہے تو حقیقت تک کیونکر رسائی ہو سکتی ہے۔اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو ولی نہیں بناتا۔ جہالت سے بڑھ کر کوئی چیز ذلیل نہیں ہے۔ ارادت کا یہ رنگ ہو کہ اسی کے دیدار کا طالب ہو ل جائے تو ایثار کر دے نہ ہو تو اس پر شکر کرے کہ عافیت و بلا منع وعطا اور رد وقبول اس کی نظر میں سب برابر ہوں۔توکل میں اس قدر پختہ مزاج ہو کہ نہ مخلوق کے آگے دست سوال پھیلائے نہ خالق سے کسی چیز کی درخواست کرے۔اپنی گدڑی میں اتنا مگن اور درست رہے۔جس طرح اور دوسرے لوگ بادشاہت میں نفس کو مجاہدے کی بھٹی میں اکسیر کی طرح پھونک کر کشتہ بنانا چاہیے تاکہ مستغنی ہو جائے۔ جو شخص راہ طریقت میں آنا چاہے اور درد طلب اس کا دامن پکڑے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا ایک پیر بنالے۔مگر پیر ایسا ہو کہ پیروں اور مشائخوں کے نزدیک مشار الیہ اور ممتاز ہو۔اس کی پیشوائی اور مقتدائی پر پیروں کا اتفاق ہو۔ کتنے دہکتے ہوئے آگ کے پہاڑ راہ میں ہیں۔اس سے پار اتارنا ہر شخص کا کام نہیں۔مگر مرید کے لئے ضرور شرط یہ ہے کہ جو کسی پیر سے مرید ہو جائے تو اپنی خواہش اور مراد کو تہ کر کے رکھ دے۔ اشارے پر جان و مال و دولت دینی و دنیوی کل لٹا دے۔امیدوار رہو اور اپنی بدبختی کو روتے رہو۔ ہر چند مال و دولت و اسباب عیب دار ہے اور اس درگاہ کے لائق نہیں مگر ہمیں امید ہے کہ یہ ناچیز تحفہ قبول ہو گا۔

حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا جس طاعت کی ابتداء میں امن ہو اور آخر میں عجب ایسی طاعت عابد و معبود میں جدائی ڈال دے گی اور جو معصیت ایسی ہے کہ اس کے اول میں خوف ہے اور آخر میں عذر وہ مخلوق کو خالق سے نزدیک کر دیتی ہے۔ ابلیس لعین نے اپنی طاعت پر نظر کی عجب پیدا ہوا ڈینگ مارنے لگا ایسا ویسا بکنے لگا حکم ہوا خاموش لعنتی مردود۔

ارکان طریقت

انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ محفوظ ہوتے ہیں ان بزرگوں کے دل کے صحرا سے باد راحت چلتی ہے اور خلق خدا کے دل و دماغ کو تازہ کرتی ہے ان کی شفقت کی مثال آفتاب سے ہے۔ دوست دشمن سب اس کی روشنی سے فائدہ حاصل کرتے ہیں تواضع میں وہ لوگ گویا زمین ہو رہے ہیں ساری دنیا ان کو روندے بھی تو وہ اف نہ کریں گے۔ خلق اللہ سے بدلہ لینا ان کا کام نہیں یہاں پر وہ بالکل کوتاہ دست ہو جاتے ہیں۔ تمام عالم کی عیال داری کرنے کو تیار ہو جائیں گے مگر اپنے کھانے' کپڑے کا بار کسی پر نہ ڈالیں گے۔ اگر یہ صفتیں اہل طریقت میں نہ پائی جائیں تو یوں سمجھو کہ یہ مدعی کذاب ہیں۔ ان کی یہ خواہش ہے کہ سارا عالم ہمارا غلام بن جائے۔ اور غلامی کا اقرار کرے اور ہمارا کلمہ پڑھے۔ صوفی کا دل زبان کے آگے ہوتا ہے اور عالم ظاہر کی زبان دل کے آگے ہوتی ہے۔

شریعت و طریقت

کپڑے کو دھو کر ایسا پاک بنالینا کہ اس کو پہن کر نماز پڑھ سکیں' یہ فعل شریعت ہے۔ اور دل کو پاک رکھنا کدورت بشری سے یہ فعل طریقت ہے۔ ہر نماز کے لئے وضو کرنے کو شریعت کا ایک کام سمجھو اور ہمیشہ باوضو رہنے کو طریقت کا دستور عمل تصور کرو۔ نماز میں قبلہ رو کھڑے ہونا شریعت ہے اور دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا طریقت ہے۔ جس امر کے لئے امت کو مکلف بنایا جائے وہ شریعت ہے اور جو کام ایسا ہے کہ تخفیف امت کے لئے انبیاء علیہم السلام اپنی ذات کو اس کا پابند کرلیں اور لازمہ احوال بنالیں وہ طریقت ہے۔ ارباب طریقت قوت و ہمت وجد و جہد و مبالغت سے کام لیتے ہیں۔ اگر مرید اپنے کو مباحات کی اجازت دے گا تو اس کا نفس دلیر ہو جائے گا۔ وہ تم کو اس عنایت کی نظر سے دیکھتا ہے جو تم پر ازل میں ہو چکی ہے۔ آب و خاک ہونے کی حیثیت سے نہیں دیکھتا۔ اگر تمہاری آلودگی پر اس کی نظر ہوتی تو سمجھ لو کہ رہی سہی پونجی بھی غائب تھی۔

شریعت اور حقیقت

جس طرح شریعت میں اعمال ظاہر جب درست ہو جاتے ہیں تو انسان حقیقت طلب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انکشاف احوال باطن کے بعد آدمی اہل حقیقت کہلاتا ہے۔ شریعت کو بندے کے افعال سے تعلق ہے۔ حقیقت خدا کی ذات پاک سے وابستہ ہے۔ مجاہدہ اصل شریعت ہے اور ہدایت حقیقت ہے۔ بندہ نے جب احکام ظاہر کی محافظت کی تو اللہ تعالیٰ نے احوال باطن کی محافظت فرمائی۔ شریعت کو تعلق کسب سے ہوا۔ حقیقت سے وہی شان ظاہر ہوئی اور طریقت کی روش پر ٹھیک ٹھیک چلنا مفقود ہو گیا ہاں شاذ و نادر اہل معرفت کا قول ہے کہ ملائکہ مقربین یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہماری اطاعت و فرمانبرداری اکرام و نوازش خاص کا سبب ضرور ٹھہرے گی۔ خلاف ورزی ایسی شے ہے جس سے عزت وقدر جاتی رہتی ہے۔ اس لئے خدائے قدوس کے حضور میں بے محابا یہ بول اٹھے کہ ہم مطیع ہیں۔ آدم کو سجدہ کریں۔

رسول علیہ السلام

غلامان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقام صدق میں پہنچ کر اللہ اکبر عیش و آرام سیر و تفریح حوران جنت کے حسن دل افروز کا نظارہ اب کیا پوچھنا ہے۔ (چکھا جس نے چکھا) سبحان اللہ! (خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہیں) سنو! حضرت خواجہ کونین ﷺ فرماتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ

ساری مخلوق پر تجلی فرماتا ہے عام طور سے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر خاص طور سے) اس خصوصیت کا آخر سبب وجہ باعث؟ اللہ اللہ! وہ ہر صبح کو ساکنان ملاء اعلیٰ کا متعجب ہو ہو کر یہ کہنا کہ کون سا دل جلا ہے جس کے جگر سوختہ کی بو آتی رہتی ہے۔ حضرت حق کی طرف سے جواب دیا گیا کہ تم نہیں جانتے کہ یہ دولت اس دور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصے کی ہے۔ عالم غیب سے یکا یک ایک بجلی ظاہر ہوکر چمکی عشاق کی جانیں جل بھن کر خاکستر ہوگئیں۔

نماز کی مشغولی اور تعلیم

بے وضو نہ رہے۔ نماز باجماعت ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتا رہے۔ ذکر وطہارت کے ساتھ سو رہے۔ آخری حصہ رات کا استغفار کے لئے نہایت موزوں ہے۔ اعضاء و جوارح آلودہ معصیت ہیں۔ خیر ہیں تو ہوا کریں اس سے تم اپنی راہ کھوٹی کیوں کرتے ہو؟ چلے چلو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور تمہارے کاموں کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔ سال لاکھ برس کی چیخ چلاہٹ کے بعد دوزخیوں پر یہ خاص جھڑکی ہوگی کہ دور ہو جاؤ چپ رہو۔ حضرت شبلی نے خاص مزہ لیا اور فرمایا۔ اس معشوق حقیقی نے آخر ان کو دردرایا تو سہی۔ وہ فرحت بخش آواز انہوں نے اپنے کانوں سے سن تو لی۔ وہ بے واسطہ خطاب ان پر ہوتو گیا۔ ہر طرح کی سعادت کا زینہ یہی طہارت و پاکی ہے اور آلائش وآلودگی بری شے ہے۔ (بنائے اسلام ہی پاکی پر ہے) وہ کسی قسم کی آلودگی کو قبول نہیں کرسکتا۔ اس مقام میں پہنچ کر مرید کے آسمان دل پر ایمان آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اسلام اپنا جمال دکھاتا ہے۔ تجدید وضو کی عادت کرلو اور بعض آسمانی کتابوں میں یوں آیا ہے "اے میرے بندے تو نے لباس حیا پہن لیا ہے جتنے عیوب تجھ میں ہیں سبھوں کو خلق اللہ سے چھپاؤں گا اور جس جس مقام میں تجھ سے گناہ سرزد ہوئے ہیں وہاں کے باشندوں کے دل سے میں نے اس کو بھلا دیا۔ غرض اس سے یہ ہے کہ قیامت میں تیرے گناہوں پر گواہی نہ گزرے۔ اور لوح محفوظ سے بھی تیری برائیاں دھودی گئیں۔ تاکہ حشر کے دن نہایت آسانی کے ساتھ تیرے حساب کتاب میں اختصار کروں تاکہ تجھ پر جواب دینا سہل ہو۔

طہارت

(اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ بہترین قسم کا مجاہدہ طہارت ظاہر کے آداب کی نگہداشت ہے۔ حضرت ابراہیم خواصؒ جب آپ کا وصال ہوا ایک دن رات میں ساٹھ غسل فرمائے۔ یہاں تک کہ وفات آپ کی غسل ہی کے وقت ہوئی۔ اور حضرت سفیان ثوریؒ کی نقل ہے کہ مرض الموت میں آپ نے ساٹھ بار غسل کیا۔ یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا۔ مشائخ رحمھم اللہ نے طہارت ظاہر وباطن کی مداومت پر تاکید فرمائی ہے کہ فضیل بن عیاض اگرچہ راہزن ہیں حکم ہوتا ہے کہ اس کو لاؤ یہ میرا مقبول بندہ ہے اور بلعم باعور جس نے چار سو سال تک ریاضت ومجاہدہ کیا اور سجادہ نشین رہا حکم ہوا کہ اس کو دور کرو کہ راندہ درگاہ ہے عزازیل اگرچہ سات لاکھ برس تک عبادت کرچکا ہے ہم اس پر لعنت بھیجتے ہیں وہ مردود بارگاہ ہے۔

نیت

نیت کا درجہ اعمال وافعال کے لئے ایسا ہے جیسے جان قالب کے واسطے ضروری ہے اور نور آنکھ کی بینائی کے لئے صدق نیت کی کلی اخلاص کی شاخ سے پھوٹتی ہے۔ جس طرح شعاع آفتاب سے۔ ایک شخص ہے کہ دل میں اس کی خواہشات ومحبت دنیا غالب ہے۔ اس صورت میں جو فعل جو عمل اس سے صادر ہوگا دنیاوی ہوگا۔ درستگی نیت کے باعث اس کا کھانا پینا اس کا سونا بیٹھنا بھی عبادت سے خالی نہ ہوگا۔ دیکھو قرآن شریف اس کے لئے کیا جلوہ ریزی کرتا ہے۔

یریدون وجھہ (اور وہ اسی کا مشاہدہ چاہتے ہیں) جان لو کہ نیت کا سرچشمہ اخلاص کے دریا سے ہے۔ جب کسی شیخ کے جوتوں کی خدمت کرے گا اہل دل کی صحبت ہی مفقود ہے تو مریدوں کو کیا کرنا چاہیے۔

و ان لم یصبھا و ابل فطل اگر اس کو بارش کا پانی نہ پہنچ سکے تو شبنم ہی سہی

(میری بدنصیبی سے اگر سورج ڈوب چکا تو اے محبوب تیرے رخ ہی سے میں کوئی چراغ روشن کروں۔ حضرت ابوبکر وراقؒ سے نقل ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جس وقت دو رکعت نماز ہم ادا کرتے ہیں جب سلام پھیرتے ہیں تو اپنی طاعت سے ایسے شرمگین و خجل ہو کر واپس آتے ہیں کہ اگر کوئی دیکھے تو یہ سمجھے کہ ہم کہیں سے چوری کر کے آ رہے ہیں۔

نماز

نماز کی بات ہی کچھ اور ہے اس میں اسرار در اسرار معاملات در معاملات ہیں۔ جس نے اس مزے کو چکھا نہیں جانا نہیں۔ پہلے تم نے طہارت کی پاک وصاف کپڑا پہنا۔ اس کے بعد خراماں خراماں مسجد آسمان رفعت میں داخل ہوئے وہاں اول اول مومنان ملک صفت کے ساتھ بندگانہ و عاجزانہ کھڑے ہو گئے پھر اس وقت تک واپس نہ ہوئے جب تک اچھی طرح خلوت راز میں نشست کی نہ ٹھہری۔ سبحان اللہ وبحمدہ

نماز میں جو شخص کھڑا ہوا اس نے روزہ بھی رکھا اور روزہ پر کچھ اضافہ بھی کیا۔ جس طرح روزہ میں آدمی نہیں کھاتا پیتا نماز میں بھی نہیں کھاتا پیتا مگر روزے میں سونے کی اجازت ہے چلنے پھرنے کی اجازت ہے نماز میں جو روزہ ہے اس میں ان باتوں کی اجازت نہیں...... نمازی جس وقت کہے کہ اے اللہ تو مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ اور میری نسل کو اور سارے مسلمانوں کی بخشش فرما۔ پڑھتا ہے تو سب کے سب کو آسودہ کرتا ہے۔ دیکھو کہ نمازی نے جب وضو کیا تو گویا اس نے زرہ پہن لی۔ اور جماعت جب کھڑی ہوئی تو امام کی حالت سپہ سالار کی ہو گئی۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز پڑھتے تھے تو آپ ﷺ کی قلب سے دیگ کے جوش مارنے کی آواز آتی تھی) سنو عاشقوں کا قبلہ جمال با کمال دوست ہے۔ دیکھو حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ایک دفعہ نماز میں مشغول تھے۔ تیر آپ کی ران سے کھینچ لیا گیا آپ کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ مشاہدہ محبوب میں ایسا استغراق حاصل تھا کہ اپنے اوصاف سے فانی تھے اور عزیز اب تک دروازہ کرم بند نہیں ہوا ہے۔ دوڑو اور جلدی اپنی خبر لو۔

روزہ

غلبات شوق میں طالب کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نفس مطمئنہ کے گھوڑے پر سوار بے آب و دانہ جا رہا ہے۔ نہ خود کھاتا ہے نہ مرکب کو کھانے دیتا ہے کیونکہ دیدار کی طلب ہے اور اس طلب میں شرط گرسنگی ہے۔

صوموا الرؤیتہ (اس کے دیدار کے لئے روزہ رکھو) جانے کی منزل دور ہے۔

و ان الیٰ ربک المنتھیٰ (منزل کی انتہا تیرے پروردگار تک ہے) دیکھو ستر ہزار پردوں کے بعد آفتاب دیدار ہے۔ اس پر پردے دو قسم کے ہیں۔ نور اور ظلمت کے ان میں سے ایک پردہ بھی اگر ہٹتا ہے تو برق جمال دیکھنے والے کی بصرت کو جلا دیتی ہے۔ صاحب شریعت علیہ السلام نے اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شکم گرسنہ، جگر تشنہ، بدن برہنہ رکھو تو امید ہے کہ اپنے پروردگار کو کھلم کھلا دیکھو گے۔ یعنی اس عالم میں دل کی آنکھ سے ایسا دیکھو گے کہ شاید و باید۔ مثلاً جس کو اس عالم میں لقا ہوئی وہ پہنچ گیا اور جو پہنچا اپنا شناسا ہو گیا۔

من قتلتہ محبتی فدیتہ رؤیتی (شہیدان محبت کا خون بہا میری رویت ہے) سبحان اللہ مرید میں تین صفت لازمی ہے جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو نہ سوئے جب تک ضرورت نہ ہو بات نہ کرے جب تک فاقہ نہ ہو کھانا نہ کھائے) غور سے دیکھا جائے تو دوست بھی اور بندہ بھی۔ تم ایسا نہ سمجھنا کہ یہ سوال و جواب اوامر و نواہی کے معاملات تمہارے درمیان آج نئے ہیں۔ نہیں نہیں قدیم و ازلی ہیں۔ ابوبکر شبلی قدس سرہ نے فرمایا فقہاء کا مذہب تو یہ ہے کہ دو سو درہم پر جب ایک سال گزر جائے تو پانچ درہم نکال دے۔ اور فقراء کا مذہب یہ ہے کہ جو کچھ مال دولت ہو سب خدا کی راہ میں لٹا دے اس کے بعد جان عزیز شکرانہ میں پیش کرے۔

برادرعزیز! انسان جب ایمان لایا' دل کو اس نے بذل کیا اور جب نماز ادا کی بدن کو بذل کیا اور جب اس نے زکوٰۃ دی مال کو بذل کیا یہ تینوں صفتیں دوستوں کی ہیں۔ برادرعزیز پہلے قدم میں جو شخص جان پر کھیل گیا اس کے نزدیک مال کی کیا حقیقت ہے؟ مگر یہ کام ہمارا تمہارا نہیں جو کسی گروہ کے مشابہ ہو گیا اس کا شمار اسی گروہ سے ہوگا۔ جس طرح معصیت کو مغفرت کی حاجت ہے اسی طرح طاعت کو بھی ضرورت ہے اس کی عظمت وجلال کی جلوہ گاہ میں جس کو سب سے زیادہ ناامیدی ہوتی ہے اسی کو زیادہ امیدوار بنایا جاتا ہے۔ حج کے بیان میں درحقیقت زیارت کعبہ معظمہ زیارت خداوندی جل وعلا ہے' بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کیا فرماتے ہیں' میں پہلی دفعہ جب حرم محترم گیا صرف جمال کعبہ کی بہار لوٹی۔ دوسرے سال پھر گیا' حرم میں پہنچا' دل کی آنکھ کھولی' مکان ومکین دونوں پر نظر پڑی اور تیسرے سال پھر گیا حرم میں پہنچا لطف محبوب نے مجھ کو آغوش میں لے لیا۔ اور سارے حجابات میرے دل کی آنکھ سے دور کر دیے۔ شمع معرفت میرے قلب میں روشن کی اور میری ہستی کو انوار تجلیات سے جلا ڈالا۔ بعدہ میرے لطیفہ سر میں یہ خطاب ہوا کہ ان لزائری حقا جو شخص محبوب کا جمال دیکھنے سے مجبور ہے لامحالہ اس کی نشانی سے دل بہلاتا ہے۔ تم نے مجنوں کا حال سنا ہوگا کہ صبح وشام خانہ لیلیٰ کی چاروں طرف چکر لگاتا اور در ودیوار کو چومتا پھرتا اور ان اشعار کو پڑھتا تھا۔

ترجمہ: (میں لیلیٰ کے گھر کی دیواروں کے چاروں طرف گھومتا پھرتا ہوں میں چومتا ہوں اس گھر کے رہنے والوں کو۔ گھر کی محبت نے میرا دل نہیں لبھایا ہے۔ مگر اس نے جو اس گھر میں مقیم ہے۔ جب محب جان لیتا ہے کہ اس کا مقصد اس در سے پورا ہوگا تو پھر وہاں سے ٹالے نہیں ٹلتا۔ بہشت گویا کہ ایک سیپ ہے جس میں محبوب کی رضامندی کا موتی ہے۔ سمندر میں ہوشیار ڈبکی مارنے والا جب غوطہ لگاتا ہے تو گوہر شاہوار کے سوا کچھ باہر نہیں لاتا۔ جب تک چڑیا اڑتی ہے اس کو دانے پانی کی پروا نہیں ہوتی۔

دعا کرنے' قرآن شریف پڑھنے کے بیان میں

(جس شخص کو ہمارا ذکر سوال کرنے سے باز رکھے ہم اس کو سوال کرنے والوں سے کہیں زیادہ دیتے ہیں) اگر طالب اپنے دل میں اشارہ دعا کی طرف پائے تو دعا کرنا بہتر ہے اور اگر چپ رہنے کی رغبت ہو تو سکوت افضل ہے۔ بزرگوں کا خیال ہے کہ رعایت احوال کی بہت ضروری ہے۔ حدیث میں فرمایا کہ بندہ اپنے خداوند کو یاد کرتا اور پکارتا ہے۔ اگر اس بندے کو خدائے تعالیٰ دوست رکھتا ہے تو فرماتا ہے اے جبرئیل اس بندے کی حاجت برآری میں تاخیر کرو اس لئے کہ ہمیں یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ اس کی آواز سنتے رہیں۔ اور اگر بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اور خدا اس کو دشمن رکھتا ہے تو یہ حکم دیتا ہے کہ اے جبرئیل اس بندے کی حاجت پوری کر کہ اس کی آواز سننا ہم کو ناپسند ہے۔ اے اللہ ہم نے گو بموافقت رسول اللہ ﷺ فاقہ سے پتھر پیٹ پر نہ باندھا تو مقام مخالفت میں بھی رسول ﷺ کے پتھر نہ پھینکا۔ طاعت ہماری اگرچہ تھوڑی ہے اس کو قبول کر لے کہ تیرے یہاں سودا سلف خرید وفروخت کا معاملہ نہیں ہوتا۔ گناہ ہمارے اگرچہ بہت ہیں اس کو تو بخش دے کہ غصہ تجھ پر غالب نہیں ہو سکتا۔ اے جبار بڑے بڑے گردن کش موجود ہیں جن کو تجھ سے جنگ ہے۔ مومنان صلح جو کہ اپنے در سے نہ نکال تو بڑا بے نیاز ہے۔ اس لئے ہم کو سخت خوف ہے اور تو بڑا بندہ نواز ہے اس واسطے ہمیں بے انتہا امید ہے۔ مطیع لوگ نہایت شرمندہ ہو رہے ہیں ان کو دلاسا دے۔

مناجات

خداوند امید ما وفا کن — ولم را از کرم حاجت روا کن
منور دار جانم رابنورے — ولم را زندہ گردان از حضورے

جس خدا نے امام کفر شیطان کی دعا قبول فرمائی ہے۔ مومن عاصی اگر اس کے دربار میں گڑگڑائے گا تو کیا وہ محروم

رکھے گا۔ تقدیر و قضا و قدر پر اعتقاد کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان تیغ وتبر کے وار کو روکے نہیں اور دانہ چھینٹ کر پانی نہ دے۔ سنو بارگاہ الٰہی میں دعا کرنا ہو یا سوال کرنا ہو بعضوں کے نزدیک تین بار بعضوں کے نزدیک پانچ بار بعضوں کے نزدیک سات بار اگر کسی شخص کو کوئی حاجت پیش آئے تو اس کو چاہیے کہ صبح کے سنت و فرض کے درمیان اکتالیس مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھے اگر کوئی دشمن کے شر سے بچنا چاہے تو ایک ہزار مرتبہ سورۃ تبت یدا پڑھے اور قضائے حاجت کے لئے اکتالیس مرتبہ سورۃ انعام پڑھنا بھی بہت مفید ہے اور سات ہزار بار سورہ اخلاص پڑھنا بھی بہت بہتر ہے دشمن کے دفع کرنے کے لئے ایک ہزار مرتبہ سورہ نوح پڑھنا اکسیر ہے۔ دشواری مہمات کے لئے اکتالیس بار سورہ یاسین پڑھنا بہت مفید ہے اور جو شخص بعد نماز جمعہ بات کرنے سے قبل سات بار سورہ فاتحہ سات بار سورہ اخلاص سات سات بار معوذتین پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے جمعہ تک غم سے مشقت سے بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔

عبادت

اہل بصیرت کا طریقہ نیک بختی کا جادہ اور جنت کی راہ ہیں چنانچہ حضرت پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا حفت الجنة بالمكاره و حفت النار باالشهوات بہشت کو مکروہات اور دشواریوں سے اور دوزخ کو آسانی اور خواہشوں سے گھیر ڈالا ہے۔ جب مرید زہد و عبادت پر کمر بستہ ہوا حجاب دنیا سے باہر نکلا۔ جب عزلت و گوشہ نشینی اختیار کی۔ حجاب خلق اس سے دور ہوا اس گروہ کی صفت یوں بیان کی گئی ہے۔ (ان کے جسم دنیا میں اور ان کے دل عقبیٰ میں خداوند باقی کی درگاہ میں بندہ مقبول کی رسائی ہوئی اور ریاض و رضوان میں اس کو جگہ ملی۔ اس وقت وہ فقیر و حقیر و ناچیز و ضعیف اپنے کو ایک ملک کبیر کا مالک پاتا ہے سن لو صحبت میں رہنا بھی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ پیر کو دیکھے کہ رات دن افعال خلاف شریعت میں مبتلا ہے۔ ایسے شخص کا ساتھ درد و سوز کی آگ کو بجھاتا ہے۔ اور ایمان کا قلع قمع کر دیتا ہے۔ علم امام ہے عمل کا اور عمل اس کا تابع ہے۔ عالم کا سونا بہتر ہے جاہل کے نماز پڑھنے سے۔

بندگی کرنے اور بندہ ہونے کے بیان میں

طوق عبودیت جس کی گردن میں ہے اس کو کیا سمجھتے ہو؟ وہ سردار عالم ہے۔ محققوں کا قول ہے کہ اگر خداوند ذوالجلال والا کرام کے خزانے میں عبودیت سے بہتر کوئی خلعت ہوتا تو وہ ضرور بالضرور وقاب قوسین او ادنی کے مقام میں حضرت عالم ﷺ کو پہنایا جاتا۔ آپ ﷺ ہرگز یہ نہ فرماتے (میں نہیں چاہتا کہ میں بادشاہ اور نبی بنوں) بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ ایک بندہ اور نبی بنوں) (آنکھ نہیں جھپکی اور نہ بھٹکی) کی شان ظاہر ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ کعبہ سے خلعت خانہ میں بلائے گئے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ آسمان ہماری معرفت کے لائق نہ ٹھہرا زمین بھی اس کام کی نہ تھی۔ یہ بندہ مومن کا دل تھا کہ ہماری جلوہ گاہ بن گیا۔ رب العزت نے جب چاہا کہ اس نقطہ خاک کو لباس وجود پہنائیں اور تخت خلافت پر بٹھائیں تو ملائکہ بے ساختہ بول اٹھے کیا تو وہاں اپنا خلیفہ بناتا ہے جو وہاں فساد مچائے گا۔ لطف قدیم نے جواب دیا لیس في الحب مشورة (محبت کے معاملے میں مشورے کی حاجت نہیں)۔ (اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے) اے ملائکہ مقربین اس سے بھی اور واضح سنو۔ تم میں راست روی ہے تو ہوا کرے اور یہ کج رو ہیں تو تمہاری بلا سے ہم ان کو چاہتے ہیں ہم نے ان کے لئے بساط رحمت بچھادی ہے۔ وہ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ ہر چیز پر محبت ہی غالب رہی۔ آسمان والوں نے کہا یہ لقمہ ہمارے حلق سے نہیں اتر سکتا۔ زمین والوں نے جواب دیا کہ یہ بوجھ ہم سے نہیں اٹھ سکتا۔ جب اس ذرہ بے مقدار کے سامنے پیش کرنے کی نوبت آئی تو سمندر کو یہ ایک گھونٹ سمجھ کر پی گیا۔ مشاہدہ و مجاہدہ کا ترکہ ہے۔ مجاہدہ و ریاضت میں ایک قسم کی تاثیر ہے۔ جن حیوانوں میں اس کی صلاحیت ہے کہ وہ ریاضت قبول کریں تو بعد ریاضت کے ان کی حالت ہی دوسری ہو جاتی ہے اور ان کی قیمت بڑھ

جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک روپیہ کی چیز ہے تو بعد تعلیم وہی شے ہزار روپے کی ہو جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں آب وخاک کا معاملہ ہی دوسرا ہے۔

و ان الیٰ ربک المنتھیٰ (تمہارا منتہا حضرت رب تک ہے) مردان راہ خود اپنے کو اپنی نظر میں ذلیل وخوار سمجھتے ہیں۔ خلق اللہ کی آنکھ سے اپنے کو گرانا آسان ہے مردوہ ہے جو اپنے کو اپنی آنکھ سے گرادے۔ کچھ مشکل نہیں۔ پہلے قدم میں دنیا دوسرے قدم میں آخرت طے ہوتی ہے۔ تیسرے قدم میں

فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر

تو مرا دل دہ و دلیری بین
روبہ خویش خوان و شیری بین

بندگی کرنے کے بیان میں

بندگی کس کو کہتے ہیں۔ اعتراض سے منہ موڑ لینا اور خواہش خداوندی پر راضی رہنا۔ اور اگر زہر دیں تو شربت سمجھ کر نوش جان کر لینا۔ پیشانی پر ہرگز بل نہ آنے دینا۔ (بندہ اور جو کچھ بھی اس کے پاس ہے اس کے آقا کی ملک ہے) جب یہ رنگ ہے تو یوں ہونا چاہیے کہ قبول ہے تو سر آنکھوں پر رد ہے تو سر آنکھوں پر۔ نواخت ہے تو سر آنکھوں پر، گداخت ہے تو سر آنکھوں پر۔

میں تیرا نام اپنی ہتھیلی پر لکھوں۔ پھر آنکھیں اس نام پر رکھوں اور خوب روؤں۔ برابر میری دونوں آنکھیں تیرے خیال میں محو ہیں۔ پیغمبر وقت کے پاس وحی آئی کہ اس عابد سے کہہ دیجئے اس قدر تکلیف عبادت وزحمت ریاضت اٹھانا فضول ہے تیرا مادی تو جہنم ہے۔ پیغمبر وقت نے جب یہ حکم خداوندی اس کو سنایا تو اس شخص نے طاعت وعبادت اور بڑھا دی اور خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ لوگوں کو یہ حال دیکھ کر بڑا تعجب ہوا فردائے قیامت جس وقت حضرت آدم علیہ السلام وصلوٰۃ اللہ علیہ اپنے فرزندوں کے ساتھ بہشت میں جائیں گے اس وقت ملائکہ کا عجب حال ہوگا۔ نہایت تعجب سے وہ دیکھیں گے اور کہیں گے ہاں یہ وہی شخص ہے جو ننگا مادرزاد بہشت سے باہر کر دیا گیا تھا۔ دیکھو فرعون مدبر چار سو سال تک صحیح وتندرست بعافیت زندہ رکھا گیا۔ اس کو کبھی بخار تک نہ آیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے سر مبارک پر آرا چل رہا تھا اگر کوئی شخص اس وقت ان سے پوچھتا کہ واقعی کہئے تو اس موقع میں آپ کی دلی خواہش یہی آواز نکلتی کہ ابدالاباد تک آرہ سر پر چلتا رہے۔

کلمہ طیبہ

آپ فرماتے ہیں کہ پروردگار جل وعلا نے یوں فرمایا لا الٰہ الا اللہ میرا حصار ہے۔ جو شخص میرے حصار میں آ گیا عذاب و عتاب سے محفوظ رہا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنت کی قیمت یہ کلمۂ طیبہ ہے۔ کبھی کبھی آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے۔ کلمینی یا حمیراء یعنی اس وقت ایسی ایسی باتیں اپنے مصلحت وقت کے متعلق مجھ سے کیجئے جس نے سمجھا سمجھا عرصہ حشر میں ایک شخص لایا جائے گا۔ سیاہ نامہ اعمال اس کے ننانوے دفتر ہوں گے۔ خزانہ غیب سے ایک کاغذ برآمد ہوگا ایک انگل کے برابر اس میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ لکھا ہوگا۔ باغ فردوس میں اس کو جگہ ملے گی۔ درجات وکرامات کے ساتھ وہاں اس کو اتارا جائے گا۔

ایمان

الایمان عریان و لباسہ التقویٰ (ایمان ننگا اور برہنہ ہے اور اس کا لباس تقویٰ اور پرہیزگاری ہے) ایمان کا دروازہ بند نہیں ہے ایمان تو بندشوں کا کھولنے والا ہے اپنی ہی ہستی کے عاشق اور فریفتہ ہو۔ بھلا تم کو یہ توفیق کہاں کہ سرداری اور برتری کی ٹوپی سر سے اتار سکو اور نیک نامی اور شہرت کو برائی اور بدنامی سے بدل سکو۔

سنو! باریکی سوز وگداز میں پیدا ہونی چاہئے نہ کہ گفتگو میں گدھ بہت اونچا اڑتا ہے لیکن مردار پر اتر آتا ہے۔ باز اونچا نہیں اڑتا لیکن جو شکار کرتا ہے زندہ کرتا ہے کیونکہ اسے زندہ شکار میں ہی لذت اور مزہ ملتا ہے۔ جو خدا کے ساتھ جیتا ہے سارے اسباب اس کے غلام ہوتے ہیں۔ جس نے اپنے کو

دیکھا اس نے شرک کیا۔

ایمان کی صداقت

جب باطن میں تعظیم ہوگی تو ظاہر بھی اس کی متابعت کرے گا۔ اس کے خلاف کرنے سے شرم آئے گی۔ کم سے کم ایمان میں اتنا صدق تو ہو کہ اگر ہم خدا کو نہیں دیکھتے تو خدا ہم کو دیکھ رہا ہے۔ اس وقت کم سے کم اس کی تعظیم تو کرے جتنی مخلوق کی کرتا ہے۔

چون مرد دین نبودم کیش مغان گزیدم
دین رفت ازمیانہ زنار می نہ بینم

حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام ایک نے نعمت اور دولت پائی اور ایک نے بلا اور مصیبت انہوں نے نعمت کے باوجود نعمت کی لذت نہیں اٹھائی۔ وہ نعمت دینے والے کی طرف دھیان لگائے رہے اور شکرانے میں نعم العبد کا خطاب پایا۔ اور دوسرے نے بلا کی حالت میں بلا دینے والے کو دیکھا۔ صبر و شکر کے ساتھ اس کی طرف رجوع کیا اور بلا سے فریاد نہیں کی نعم العبد کہہ کر سراہے گئے۔ اس کی نزدیکی سے مومن کا دل جلا جاتا ہے اور اس کی دوری سے فریاد کرتا ہے۔

بندہ رابا تو چہ نسبت کہ بہ گنج خوبی
پاشا ہے توئی و من مفلس مادر زادم

نہ مجھ کو خوشی کے دن ہی نصیب ہیں نہ فریاد کرنے کا کوئی موقع ہے نہ کبھی اپنے وصال کے پیغام سے میرے دل کو خوش کرتا ہے۔

اسلام کے لشکر اور رابعہ بصری اور ابراہیم ادھم

قاصد نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشخبری ان کو دی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کس دین و مذہب پر تو نے پایا۔ قاصد نے کہا دین اسلام پر۔ آپ نے فرمایا ہاں اب نعمت ختم ہوئی جو شخص اسلام کے نقصان سے بے پرواہ ہو اس کے دل سے اسلام بالکل زائل ہو جائے گا۔ اس قدر بزرگی اور علم کے باوجود کہ جب سر اٹھاتا تھا تو عرش معلیٰ کو دیکھتا تھا اس کی مجلس میں بارہ ہزار علماء سبق پڑھتے تھے۔ جب خدا کا فرمان پہنچا اس کو علم کی دولت عطا فرمائی تو شکر بجا نہیں لایا۔ اصحاب کہف کو پل بھر سے زیادہ نہیں گزرا کہ جب دقیانوس کے ملک میں گڑبڑ دیکھی کہا ہمارا پروردگار زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور دیکھ لیا اس راستہ میں جو جو حقائق ہیں۔ متوکلوں کے گروہ میں داخل ہو گئے۔ فرعون کے جادوگروں کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ ان کی مدت بھی ایک لحظہ سے زیادہ نہ تھی۔ کیونکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھا تو پکار اٹھے ہم خدائے دو جہاں پر ایمان لائے اور راستہ دیکھا اور طے کر لیا۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ دنیا کے کام دھندوں میں لگے رہتے تھے۔ جو دنیا سے منہ پھیر کر آپ نے سلوک کا راستہ اختیار کیا ان پر ایک نماز کے وقت سے زیادہ کی مدت راہ کے طے کرنے میں نہیں لگی۔ رابعہ نے جب سلوک کا راستہ اختیار کیا عبادت کرنے لگیں۔ ابھی سال ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ بصرہ کے عابد اور علماء ان کے مرتبے کی عظمت اور بڑائی کی وجہ سے زیارت کو آنے لگے۔

ذلک تقدیر العزیز العلیم

کوئی شخص ایسا بھی ہوگا کہ بجلی کی طرح وہ پل صراط کو عبور کرلے اور کوئی ایسا ہوگا جو ہوا کی طرح پل پر سے گزر جائے گا اور کوئی ایسا ہوگا جو پرندوں کی طرح طے کرلے گا اور کوئی ایسا ہوگا جو گھوڑے کی طرح دوڑ لگا کر چلا جائے گا اور کوئی ایسا ہوگا کہ جب دوزخ کی آواز اس کے کان میں پہنچے گی اس کی ہیبت سے گر پڑے گا اور کوئی ایسا بھی ہوگا کہ دوزخ کے سپاہی اس کو پکڑ لیں گے اور دوزخ کی آگ میں جھونک دیں گے۔

(کبھی تمہارے وصل کی شراب ہم کو مست بنا دیتی ہے کبھی تمہاری جدائی کی مار ہم کو بے سدھ کر دیتی ہے)

شرک خفی

(میری امت میں شرک اس چیونٹی کی چال سے زیادہ

چھپا ہوا ہے جو اندھیری رات میں کالے پتھر پر چل رہی ہو) تو جانو کہ اگر چہ یہ شرک ایمان کو نقصان نہیں پہنچاتا مگر ایمان کی حقیقت اور ایمان کے فائدوں میں نقصان ضرور لاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے خالص سونا بھی سونا ہے اور وہ سونا جس میں ملاوٹ ہو اس خالص سونے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی قیمت کم ہوگی۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جب انہوں نے ایمان کی حقیقت کا دعویٰ کیا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے نزدیک سونا چاندی اور جواہرات ٹھیکری کے برابر ہیں پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا

لا راحة للمومن دون لقاء الله الموت دون لقاء الله

(مومن کے لئے آرام نہیں ہے سوائے خدا کے دیدار کے۔ اور خدا کا دیدار نہ ہونا موت ہے) ہمیشہ بے چین رہے اور ظاہری بناؤ سنگار سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ اگر کشف وکرامت اس کے بدن کا ایک ایک جوڑ ہو جائے تو چاہیے کہ اس کشف کو پاؤں کا جوتا بنا کر اپنے سر پر مارے۔ پست ہمت والا کتا ہر جگہ ہڈی تلاش کرتا ہے مگر شیر کا پنجہ زندہ مغز ڈھونڈتا ہے۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ (دنیا کے بندے ہلاک ہو گئے اور روپیہ پیسے کے بندے ہلاک ہو گئے اور پیٹ کے بندے ہلاک ہو گئے اور شہوت کے بندے ہلاک ہو گئے اور پوشاک کے بندے ہلاک ہو گئے۔

(تیرے دیدار کے لئے آنکھوں کا راستہ اور سر میں ایک خیال بنایا) پھر اس خیال کو دیکھنے کے لئے ایک عمر گزار دی۔ لیکن جب آفتاب کی چمک بلند ہوئی تو ظاہر ہوا کہ آنکھوں کا راستہ غلط اور خیال محض دھوکہ تھا۔ جس شخص کو غسل واجب ہے اگر اس کے بدن پر ایک بال بھی سوکھا رہ گیا پاک نہیں ہو سکتا۔

الحمد لله على التوفيق و استغفر الله على التقصير میں کون ہوں اور کس قابل ہوں کہ تیرا کہلاؤں۔ یہی غنیمت ہے کہ تو مجھ کو کچھ بھی نہ سمجھے۔ اپنے غم میں مبتلا اور تیرے لئے حیران ہوں۔ برا یا بھلا ہوں بہر حال تیرا ہی ہوں۔

معرفت

معرفت کا پہلا جز یہ ہے کہ دنیا کی تمام مخلوقات کو مجبور عاجز اور خدا کا قیدی سمجھے اور سب چیزوں سے اپنے لگاؤ اور نسبت کو توڑ دے۔ دوسرا راستہ صانع اور خالق تک پہنچنے کیلئے اپنے نفس کی پہچان ہے جیسا کہ کہا ہے

من عرف نفسه فقد عرف ربه جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ کل موجودات اور مخلوقات کی حقیقت انسان کے اندر رکھی اور کہا

انفسكم افلا تبصرون اور اپنی معرفت کی ایک سیڑھی بنائی ہے اس لئے کہ جو شخص اپنے نفس کو پہچانے گا خدا کو پہچان لے گا۔ خدا کی معرفت کی دریافت سے عقل کو عاجز سمجھنا بھی ایک ادراک ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ دوستوں کے حجرے پر جاتے تھے اور فرماتے تھے (اے لوگو! آؤ تاکہ ہم اس وقت اللہ پر ایمان لائیں اصل میں یہی پیاس ہے عرش کرسی سے پوچھتا ہے **هل لك خبر** (کیا تجھ کو کوئی خبر ہے) اور کرسی بھی عرش سے کہتی ہے کیا تجھ کو کوئی خبر ہے؟ اور آسمان زمین سے کہتا ہے۔

هل مر بك طالب (کیا تیری طرف کوئی طالب گزرا ہے) اور زمین آسمان سے پوچھتی ہے

هل سافر اليك عاشق (کیا کسی عاشق نے تیری طرف سفر کیا ہے)؟ اس راہ میں اس کے ہزاروں مقتول اور شہید ہیں۔ اس کی مہربانی کی ہوا کا ایک جھونکا جب ایک شتربان پر پہنچا تو فرشتے بیہوش ہو گئے۔ جب ان کو ہوش آیا تو حضرت جبرئیلؑ سے کہا ہم نے سات لاکھ برسوں میں ایسی خوشبو نہیں سونگھی جیسی حضرت محمد ﷺ کے زمانہ میں آئی ہے۔ جبرئیلؑ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ **انی لاجد نفس الرحمان من قبل اليمن**

محبت

جو سیدھے طریقہ پر چل رہا ہے وہ اس لئے ہے کہ ان تک محبت کا گزر نہیں ہوا ہے اور یہ اونچ نیچ جو انسان کے ساتھ پیش آیا کرتی ہے اس لئے ہے کہ اس کو محبت سے سروکار ہے۔

يحبهم و يحبونه (وہ دوست رکھتا ہے اُن کو اور وہ دوست

رکھتے ہیں اس کو) جب وہ کسی پر کرم فرماتا ہے تو پہلے ٹوپی اور اس کا عبا اتر لیتا ہے اور ننگا بھوکا بنا کر بٹھا دیتا ہے۔ (اگر تو ہم کو چاہتا ہے تو رنج و غم میں اپنے کو جھونک دے۔ دیوانوں کی طرح دنیا کی خاک چھانتا رہ دل کو خون بنا کر آنکھوں کے سپرد کر دے۔ پھر دونوں آنکھیں کھولنے کے بعد جان بھی گنوا دے)

(وہ دل جو معشوقوں کے ہاتھ سے میں لے آیا تھا میں نے کبھی نہ کسی کو دیا نہ کسی کو دکھایا۔ اے میرے محبوب جب تو نے ایک نگاہ میں میرا دل چھین لیا تو ایسا لگتا ہے کہ ہزاروں برس سے میرے سینے میں دل تھا ہی نہیں) فرشتے سب جانتے تھے کہ کوئی بڑا کام سپرد ہونے والا ہے۔ اور ہماری جماعت میں سے کسی کو اس کام کے لئے چنا جائے گا قیامت کے بعد ہر ایک شریعت مٹا دی جائے گی لیکن یہ دو چیزیں ہمیشہ ہمیشہ قائم رہیں گی۔

الحب للہ و الحمد للہ حدیث میں آیا ہے جب خدائے بزرگ و برتر کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس کو بلاؤں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر اگر اس نے صبر کیا اجتباء کے لقب سے سرفراز فرماتا ہے جب خدا کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو موت سے پہلے اسے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور اس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ محبت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ خلوتوں میں مناجات کے وقت حد درجہ کی موانست ہو۔ معشوق کی طلب میں عاشق پر دوڑ دھوپ اور حیرانی و سرگردانی کچھ جبر نہیں کرتی۔ اپنے مکاشفہ میں فرشتوں کی صف میں پہنچا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم خدا کے دوستوں میں ہیں۔ بیس لاکھ برس گزر گئے کہ ہم اسی جگہ پر اس کی عبادت کرتے ہیں اس اثناء میں ہمارے دلوں کے کسی گوشہ میں ایک لحہ کے لئے بھی اس کے تصور کے سوا کسی دوسرے کا خیال تک نہیں گزرا۔ اور اس کے سوا ہم نے کسی کو یاد نہیں کیا۔ اس کے بعد مجھے اپنے اعمال پر شرم آئی اور وہ تیس برس کی عبادت میں نے ایک ایسی جماعت کو بخش دی جو عذاب کی مستحق ہو چکی تھی۔

محبت اور عشق

تم کو اللہ اپنی محبت کا کمال نصیب کرے۔ جانو کہ خدا کی دوستی بندے کے لئے اور بندے کی دوستی خدا کے لئے درست ہے اور قرآن و حدیث میں اس کے متعلق ذکر ہے اور امت کا اس پر اتفاق ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات میں ایسی صفت موجود ہے کہ محبت کرنے والے اس کو دوست بنائیں اور وہ اپنے دوستوں کو دوست رکھے۔ جب محبت دل میں گھر بنا لیتی ہے تو محبوب کی موجودگی اور جدائی سے اور بلا و مشقت سے اور لذت و آرام سے وہ بدلتی نہیں۔ بندے کی محبت کو خدا کی بندگی اور اطاعت کہتے ہیں۔ اور بندے کے ساتھ خدا کی محبت کو ہدایت اس کی نوازش بیان کرتے ہیں۔ اور بندے خدا کے ساتھ اس کے دیدار کی طلب میں بے چین رہے اور دوستی کے حکم پر گردن ڈال دے۔ محبت دو طرح کی ہوتی ہے ایک محبت ہم جنس کی اپنے ہم جنس سے خواہشات نفسانی کی لذتیں اور محبوب کی جستجو وصال حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے اور دوسری محبت جنس کی جنس کے ساتھ نہیں ہوتی اس طلب کا لگاؤ محبوب کے اوصاف کے ساتھ ہے۔ اور طالب کو انہیں سے آرام ملتا ہے اور محبت کرتا ہے جیسے کسی کی بات سننے کی تمنا کسی کے دیدار کی خواہش بندہ کا عشق خدائے تعالیٰ کے ساتھ جائز ہو اور خدا کا عشق بندے کے ساتھ روا نہیں۔ محبت کا حال بھی اسی طرح ہے پہلے پہل محبوب کا حسن و جمال دیکھنا نظر سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا اشتیاق ہر وقت بڑھتا جاتا ہے اور انتہائے محبت میں وصل اور ہجر اور رنج و راحت اور نزدیکی و دوری سے بے پرواہ ہو جاتی ہے۔ اور انوار الٰہی کی طرف سے اس کا نام عشق رکھا جاتا ہے۔ جب تک اس کو پوجتا ہے اس کا نام عابد اور جب اس کو جانتا ہے عاقل جب پہچانتا ہے تو عارف جب ماسوائے سے پرہیز کرتا ہے تو زاہد جب سچائی کے ساتھ اس کا ارادہ کرتا ہے تو مخلص جب دوستی کی راہ میں قدم رکھتا ہے تو مشتاق۔ جب اس کی رضا کے لئے ساری مخلوق کو نظر سے گرا دیتا ہے تو خلیل اور جب اس کے مشاہدہ پر اپنی ہستی تصدق کر دیتا ہے تو حبیب ہو جاتا ہے۔ جب یہاں تک پہنچ جائے کہ اپنی فنا اور بقا کو دوست کی ذات میں کلیۃً گم کر دے اس کا نام عاشق پڑ جاتا ہے۔

(میں وہ عشق ہوں جو کون مکان میں ظاہر نہیں۔ میں وہ عنقائے مغرب ہوں جس کا کہیں نشان نہیں ملتا میں نے اپنے

ناز اور ادا سے دونوں جہانوں کو شکار کر لیا ہے یہ نہ دیکھ کہ میرے تیر و کمان کہیں نظر نہیں آتے۔

طالب کے بیان میں

السکون حرام علی قلوب اولیائه خدا کے دوستوں کے دلوں پر آرام حرام ہے۔ دنیا فراق کی جگہ ہے اور آخرت دیدار کا مقام ہے تو فراق میں طالب کے دل کو آرام کرنا جائز نہیں اور دیدار کی جگہ میں چین نہیں اگر مجنوں پتھر کی مار سے زخمی اور لہولہان ہونے سے ڈرتا تو لیلیٰ لیلیٰ کی بڑنہ لگاتا جب امانت کا آفتاب آسمان پر چمکا تو عالم ملکوت کے وہ فرشتے جو سات لاکھ برس اس کی تہلیل و تصدیق کے باغ میں گلگشت میں مشغول تھے نعرہ

نحن نسبح بحمدک (ہم تیری حمد کی تسبیح پڑھتے ہیں) لگا کر ایک بے کس غریب کی طرح بوریا بستر باندھ کر چلتے ہوئے اپنی عاجزی مان لی فابین ان یحملنها (اور اس بوجھ کے اٹھانے سے انکار کیا) اسی طرح آسمان نے کہا مجھ میں بلندی کی صفت ہے اور زمین نے کہا کہ مجھ میں پھیلاؤ اور کشادگی کی صفت ہے۔ پہاڑ نے کہا مجھ میں ثابت قدم رہنے کی صفت ہے اور جواہرات کی کان نے کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جواہرات برباد ہو جائیں تب اس خاک کے ذرے نے نیاز مندی کا ہاتھ فقر و فاقہ کی آستین سے باہر نکالا اور اس امانت کا بوجھ اپنی جان پر سنبھالا اور ذرہ برابر دونوں عالم کا خیال نہیں کیا۔ اس نے کہا میرے پاس کیا ہے کہ چھین لیں گے۔

حق کی طلب

اے محبوب اگر چہ تجھ کو مجھ سے کوئی سروکار نہیں ہے لیکن تیرے تلوؤں کی خاک میرے سر کا تاج ضرور ہے۔ ایسی چالاکی اور چستی چاہیے جو ریاضت کی تلوار سے بد دماغی کا گلا کاٹ دے اور مجاہدے کے زور سے نفس پرستی کو نیست و نابود کر دے۔ اور دونوں جہان سے باہر نکل آئے اگر معراج کی رات حضور ﷺ کسی چیز کی طرف نظر فرماتے تو وہیں روک لیے جاتے اور قاب قوسین کی خلوت تک نہ پہنچائے جاتے جلا ہوا دل مرغ کے کباب کی لذت نہیں لیتا جو کچھ پیدا کیا گیا ہے وہ آب خاک ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ دوسری مخلوقات دیوار کی تصویریں ہیں۔ کہا گیا ہے کہ جب محبت کا شہباز غرت کے گھونسلہ سے اڑا تو عرش پر پہنچا۔ وہاں بزرگی دیکھی۔ اس کو چھوڑا اور کرسی کے مقام میں پہنچا یہاں وسعت دیکھی اس کو بھی چھوڑا آسمان پر پہنچا بلندی دیکھی اس کو بھی چھوڑا اور زمین پر پہنچا یہاں محنت و مشقت دیکھی یہیں ٹھہر گیا۔ جس قدر تمہاری ذات میں آلودگی اور شوریدگی ہے اس سے آگے بڑھو اور چند قدم چل کر شریعت کی سرکار سے سواری اور زاد سفر اور حقیقت کی بارگاہ سے راستے کے لئے بدرقہ لو دوسری باتیں اور قصے چھوڑ دو۔

اللہ کی طرف جانے کے راستے کے بیان میں

محسوسات کے عالم میں وہ روحیں جو استغراق میں محو ہیں۔ ان کی مثال یوں ہے کہ کوئی چڑیا جال میں پھنس گئی کسی دوسرے شخص کی حاجت ہے کہ وہ ان پھندوں کو کھولے۔ حدیث میں ہے کہ جب ملک الموت اس امت کے کسی شخص کی روح نکالنے کا قصد کرتا ہے تو اس وقت اس کو خدا کا حکم پہنچتا ہے کہ پہلے میرا اسلام تحیت اس کو کہہ اس کے بعد جان نکالنے کے لئے ہاتھ بڑھا۔

گفتار اور رفتار کے بیان میں

علم وہ ہے جو تم کو صدارت کی مسند سے اٹھا کر پائنتی بٹھا دے۔ اور گفتگو کرنے سے زبان گونگی کر دے۔ اور تم کو لڑائی جھگڑوں سے چھڑا دے۔ نہ وہ کہ سرداری کی پگڑی تمہارے سر پر باندھے اور غرور اور تکبر کا پٹکا تمہاری کمر پر کس دے۔ علم وہ ہے جو تمہاری ذلت و رسوائی کا آئینہ لا کر تمہارے سامنے رکھ دے۔ خواجہ ذوالنون مصریؒ عقلمندوں کی محفل میں گئے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے سوال کیجئے۔ ان لوگوں نے آپ سے پوچھا سب سے زیادہ عقلمند کون ہے؟ آپ نے فرمایا میں ہوں۔ پھر دوسرا سوال کیا۔ سب سے زیادہ احمق اور جاہل کون ہے؟ آپ نے کہا وہ بھی میں ہی ہوں۔ ان لوگوں نے کہا اس بات کا مطلب بیان فرمائیے۔ آپ نے کہا سب سے زیادہ اپنے

عیب کا جاننے والا میں ہوں۔ لہٰذا عقلمند ہوں اور دوسروں کے عیب کو بالکل نہ جاننے والا بھی ہوں اس لئے جاہل ہوں۔ عارف کو گویائی اور قلم اور آنکھیں نہیں ہوتیں۔ ہم لوگ جو آدمی کہے جاتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے لڑکے ہیں۔ مصیبت کے دن پیدا ہوئے جو بچہ بلا و مصیبت میں پیدا ہوتا ہے تو اس کے کان میں پہلی آواز رونے دھونے اور نوحہ کی پڑتی ہے۔ وہ سلطان الانبیاء تاج الاصفیا

لولاک لما خلقت الا فلاک (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کا تاج تھا۔ انہوں نے کیا فرمایا۔

یا لیت رب محمد لم یخلق محمداً (اے کاش محمد کا خدا محمد کو پیدا نہ کرتا اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اس عظمت اور رفعت کے باوجود جیسا کہ تم نے سنا ہے۔

لو کان بعدی نبیا لکان عمر (اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو یقینی عمر ہی ہوتے) آپ کہیں جا رہے تھے۔ ہاتھ میں ایک گھانس کی پتی اٹھائی اور کہا

یا لیتنی کنت ھذا (اے کاش عمر یہ گھانس کی پتی ہوتا)

ہمت کا بیان

امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا (جو شخص دنیا میں مشغول ہے اسے ہماری مجلس میں آنا حرام ہے) (ہر چیز کی قیمت ہی اس کا محبوب ہے) اس سے ہر شخص آج اپنی قیمت پہچان سکتا ہے۔ جس کی ہمت وہ ہو کہ کیا کھاتا ہے اور اس کے پیٹ میں کیا چیز جاتی ہے تو اس کی قیمت وہی ہوگی جو اس کے پیٹ سے نکلے گی۔

خداوند تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالموں میں آدمی سے بڑھ کر ہمت والا کسی کو پیدا نہیں کیا۔ یہ بات یہاں سے نکلتی ہے جو آدمی کے سوا کسی دوسرے گروہ کی شان میں نہیں کہی گئی۔

نفخت فیہ من روحی (میں نے اس میں اپنی روح پھونکی) اور کسی گروہ میں پیغمبر اور آسمانی کتابیں سوائے انسان کے نہیں بھیجی گئیں۔ اور روز ازل میں سوائے آدمیوں کے کسی پر سلام نہیں کیا گیا۔

الا اے مرغ حکمت دان زمانے
چہ خواہی یافت بہ زیں آشیانے
بہ پرواز معنی باز کن پر
سرائے ہفت در را باز کن در

انبیاء علیہم السلام پیغمبری ملنے پر فخر کیا کرتے تھے۔ یہ کمبخت اپنے طوق لعنت پر فخر کرتا ہے۔ حضرت سعد بن معاذ جب آپ نے انتقال فرمایا تو عرش کانپنے لگا۔ اے بھائی حقیقت کے عالم میں حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت ان ہی لوگوں سے زندہ ہے۔ اور صداقت کی منزل انہی اصحاب کے قدم سے آباد ہے۔

(نیستی کی بارگاہ میں جان بیچنے والے۔ قدامت کی خانقاہ کی گدڑی پہننے والے۔ خدا کی درگاہ کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے ہیں۔ ماسوا پر لات ماری ہے۔ ان کا عقیدہ اجتہاد یہ ہے کہ خدا کی پرستش جیسی چاہیے تھی ہم نے نہیں کی۔ اور اس کے پہچاننے کا جو حق تھا وہ ہم سے ادا نہ ہو سکا۔ جو خدا چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ اس پر سر ڈالے ہوئے ہیں ہر مراد سے ان لوگوں کے دل پاک ہیں۔

کسی صدیق کا قارورہ ایک کافر کے پاس لے گئے۔ اس نے دیکھ کر کہا کہ مذہب اسلام میں بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کا کلیجہ خدا کی راہ میں خون ہو گیا ہو۔ زنار اتار پھینکی اور ایمان لایا۔

اگر تو نے مجھ کو قبول کر لیا تو میں ایک مقبول غلام ہوں اور اگر تو نے قبول نہ کیا تو تیرا نکالا ہوا ایک نوکر ہوں تیرے رد وقبول سے مجھے کوئی کام نہیں میں بندہ ہوں اور دونوں حالتوں میں صرف تیرے ہی ساتھ وابستہ ہوں۔

مرید کو رغبت دلانے کے بیان میں

وہ ایک جو سات لاکھ برس تک تقدیس و تسبیح کا سرمایہ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا اور تمام ملائکہ کا استاد تھا۔ اس نے ایک ہی دفعہ انا کا لفظ نکالا تھا۔ پھر دیکھ لیا جو دیکھنا تھا۔ اور اس کا نتیجہ پا لیا جو پانا تھا۔ ایک دن جبرئیل پیغمبر ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا مقام مقدس میں تمہارا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا جب سے ہم میں سے ایک کو باہر نکال پھینکا گیا ہے اپنے اپنے مقام پر کوئی فرشتہ مطمئن نہیں۔ ہزاروں طالبوں کی زبانیں اس کی بے نیازی نے گونگی کر دی ہیں مبتدیوں کو صرف زبان ہوتی ہے اور منتہیوں کو نہ زبان نہ گویائی جس طرح بلبل ہزار داستان دن رات چہکتی اور نغمے سناتی ہے اس کی قیمت ایک روپیہ ہوتی ہے اور باز جو زندگی بھر کچھ نہیں بولتا۔ ایک ہزار

روپے دام لگائے جاتے ہیں۔ وہ کارنامہ انجام دیتا ہے اور یہ صرف بات کرتا ہے۔ ایک شخص حاتم اصم قدس اللہ سرہ کے پاس آیا اور پوچھا وجہ معاش آپ کی۔ آپ نے فرمایا خدا کے خزانے سے۔ اس نے کہا کیا آپ کے لئے آسمان سے روٹیاں ٹپک پڑتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر زمین اس کی ملکیت نہ ہوتی تو آسمان سے بھیجتا۔

صحبت اور علم کی رغبت

جس طرح نماز کے لئے پاک وصاف رہنے اور طہارت کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ریاضت اور مجاہدے کے لئے علم کی حاجت ہے۔ کوئی معاملہ اور ریاضت بغیر علم کے ممکن نہیں۔ جس طرح کوئی نماز بغیر طہارت کے نہیں ہوسکتی۔ (علم کی حیثیت نر اور عمل کی حیثیت مادہ کی ہے۔ بغیر علم کے عمل کرنا پھول پھل نہیں دیتا۔ عقلمند میرا دوست اور بے وقوف میرا دشمن ہے۔ یہ شریعت کا فتویٰ ہے۔ چیونٹی کو بھی ہوا میں اڑنے کی طاقت نہیں۔ مگر جب کبوتر کی صحبت اختیار کی تو کبوتر کے ساتھ یہ بھی اڑنے لگی۔ لوہا بھی اگر ذرہ کے برابر پانی میں ڈالا جائے تو ڈوب جائے گا۔ جب اس کو لکڑی کی صحبت ہوئی اور کسی کشتی میں جڑ دیا گیا تو دو چار من بھی پانی پر ٹھہرا رہے گا اور ڈوب نہیں سکتا۔

جب مرید شریعت کے احکام کی شرطوں پر قائم ہو کر چلتا رہا طریقت کی شرطیں کما حقہ ادا کر چکا اور ہر طرح بجالایا تو اپنی ہمت اور بھی بلند کرے۔ ہمت کی برکت سے حقیقت کے معانی جو سالکوں طالبوں اور صادقوں کے اعلیٰ مقاصد تنہائی بے تعلقی اور مفلسی یہ صفتیں مردے کی ہیں۔ خواہشات کے مارنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ دوسرا معشوق تلاش کر تو اپنے جیسا معشوق ومحبوب دکھادے۔ تو میں ادھر چلا جاؤں۔ کسی تجربہ کار اور پختہ پیر کے سائے میں رہے گا۔ تو وہ طبیب حاذق کی طرح ہر مرض اور عرض کا علاج مختلف طریقوں سے کرے گا۔ اور ہر شورش اور سودا کے لئے دوسرا معجون بنائے گا۔ یہ سب باتیں تو آسان ہیں لیکن اگر اپنی خودرائی سے چلے گا تو بڑے خطرے میں پڑ جائے گا۔ مٹی اور کوڑے کرکٹ سے اس نے ایک شخص کو پیدا کیا اور حسرت وافلاس کی پوشاک پہنائی۔ اور اس کا ظلوم وجہول نام رکھ کر سارے جہاں میں ڈھنڈورا پیٹ دیا۔ اس کے بعد سات لاکھ برسوں کی عبادت کرنے والے کو اس کے استقبال کا حکم دیا۔ اور فرمان ہوا کہ وہ سجدے جو کل اعمال کا نچوڑ ہیں اور تمہارے حالات واحوال کے اسرار ہیں اس کے سر پر نچھاور کردو۔ یک بیک فتوح غیبی سے اس کے مقبول ہونے کا ایک قاصد ظاہر ہوا اور اس نے کہا۔

الحبیب یقرئک السلام و یقول لی معک کلام

(حبیب تجھ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے مجھ کو تجھ سے کچھ باتیں کرنی ہیں)

دیگر

اور کوئی شخص خواہشات نفسانی کی قید سے باہر نہیں نکل سکتا مگر وہی جس کو اس نے چاہا۔ جب تک کسی پیر تجربہ کار اور راستے سے خبردار کی پیروی اختیار نہ کرے گا اس کا کام نہیں بنے گا۔ مرید میں جتنی استعداد اور جس قدر علم ہوگا۔ اسی کے موافق پیر اس پر حکم لگائے گا۔ بیماری اور بیماری کے اسباب کا مختلف علاج بتائے گا۔ یہاں تک کہ

لا الہ الا اللہ مرید کی ذات میں اپنا ڈیرہ ڈال دے۔ اور شیطان کا آنا جانا اس کے دل میں بند ہوجائے۔ جب مسجد نبوی میں منبر بنایا گیا تو حنانہ جو کھجور کا ایک ستون تھا اور حضور سرکار دو عالم ﷺ اس پر خطبے کے وقت ٹیک لگاتے تھے۔ آپ ﷺ کی جدائی کے غم میں رونے لگا۔ غیب سے فرمان ہوا کہ حنانہ کو تسکین دو۔ کیونکہ مہجوروں اور بیماروں کا رونا خدا کے نزدیک قابل قدر ہے۔ تم کو چاہیے کہ ملک الموت کے آنے سے پہلے اسی کی طرف توجہ کرو اور اس سے پہلے کہ تم کو پکڑ دھکڑ کرلے جائیں۔

مسلمانی

تم نے نفس امارہ کا نام سنا ہوگا۔ وہ یہی تو بدن اور اس کے جوڑ بند سانچے کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان سے کسی آفت کا ڈر

نہیں۔ یہ تو ایک سواری ہے جو دین کے احکام کا بوجھ لاد کر لے جاتی ہے۔ اس نے فرمایا ہے کہ ہم نے اپنی قدرت کی بارگاہ سے تم کو ایک سواری دی ہے اس پر سوار ہو کر دین کی راہ میں چلو۔ جب تک وہ ٹھیک راستے پر چلتا رہے کچھ چھیڑنے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو احکام کی بار برداری کے لئے ہیں۔ ان کو کچھ تکلیف نہ دو مگر جب وہ دین کے راستے سے بھٹکنے کا ارادہ کریں اس وقت اپنی ریاضت کے کوڑے سے ان کو مارو تا کہ ٹھیک راستے پر آجائیں۔ یہ ایک بڑی اچھی سواری ہے۔ اور خدا کی امانت کا بوجھ سنبھالنے کے قابل ہے۔ خدا کے عہد و پیمان کا بار اس کے سوا کوئی نہیں کھینچ سکتا۔ اور اس کے سوائے عبودیت کے مقام تک کسی اور کے پہنچنے کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑا دانا و بینا ہے۔ دوست اور دشمن کو خوب پہچانتا ہے۔ جہان کا لشکر دو قطاروں میں بٹا ہوا ہے۔ ایک خدا کا لشکر اور ایک شیطان کا لشکر۔ اب تم غور سے اچھی طرح دیکھو کہ تم کس گروہ میں شامل ہو۔ اسی جہان سے دو راستے نکلے ہیں۔ قیامت کے دن کو بہشت یا دوزخ میں جانے کا حکم سنانے کی ایک کچہری سمجھو۔ لیکن راستہ چلنے کا تعلق اسی عالم سے ہے۔ جو شخص دنیا میں دوزخ کے راستے پر چلا ہے وہ اگر قیامت میں چاہے کہ بہشت کا راستہ اختیار کرے۔ تو اس کو اس کی اجازت نہ ہوگی۔ اس کو ہمیشہ کے لئے جہنم کے قید خانے میں بند کر دیا جائے گا۔ (ایک قیدی کو بری ذلت اور مصیبت کے ساتھ قیامت کے دن دوزخ میں لے جائیں گے تو وہ انگلی سے اپنی آنکھیں نکال کر نفرت کے ساتھ راستے میں پھینک دے گا اور کہے گا کہ ایسی آنکھوں سے کیا فائدہ جب معبود کا دیدار ہی نہیں۔ تو میں ان کو نہیں رکھنا چاہتا) بارگاہ خداوندی سے یہ خطاب آرہا ہے کہ اس عالم میں دل نہ لگاؤ۔

یہ اتنی بڑی دولت ہے کہ **قسمت الصلوٰۃ بینی و بین عبدی نصفین نصفھا لی و نصفھا لعبدی** (نماز دو حصوں میں بانٹ دی گئی ہے آدھی ہمارے لئے اور آدھی ہمارے بندے کے لئے) عقل کی تمام بزرگیوں کو آگ میں جھونک دینا چاہیے سمجھ اور انسانی احساس کے ٹکڑے کر ڈالو جب کہیں اس حدیث کے مطلب تک پہنچ سکو گے۔

ربہ بینہ و بین القبلۃ اس کا رب اس کے اور اس کے قبلہ کے بیچ میں ہے) یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے جو شخص مسجد میں داخل ہوا وہ خدا کی زیارت کرنے والا ہے اور جس کی زیارت کی جاتی ہے اس پر یہ ضروری ہے کہ زیارت کرنے والے پر بخشش اور کرم فرمائے۔ جس شخص کو تم نماز کے وقتوں میں بازار میں چلتے پھرتے دیکھو اس کی ذلت اور بدنصیبی پر ماتم کرو۔ اس کو اجازت ہی نہیں دی گئی ہے اور وہ نمازیوں کی صف سے نکال دیا گیا ہے۔ ہمارے دین و مذہب کا ماتم ہے اور ہم لوگوں کو دن رات اسی کی فکر ہے کہ کیا کھائیں اور کیا پہنیں۔ اس پر فریب دنیا میں یونہی غفلت میں مرجاؤ گے اور قیامت میں یہی حسرتیں لئے قبر سے اٹھو گے۔

ازیں کافر کہ مارا در نہا دست
مسلمان در جہان کمتر فتا دست

اے بھائی جس نے تم کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اس نے ایک بہت بڑا کام تمہارے سپرد کیا ہے۔ یقیناً اس گندی اور کثیف مٹی کے اندر کوئی پاک اور روشن مقصد چھپا ہوا ہے کہ فرشتوں کی عقلیں اور انسان کی سمجھ ان اسرار کے دریافت کرنے سے عاجز ہیں۔

اچھے اخلاق

جانو کہ اخلاق آغاز فطرت میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو دیا گیا ہے۔ اور آدم علیہ السلام سے انبیاء علیہم السلام اور رسولوں نے ترکہ میں پایا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت سید عالم ﷺ تک پہنچا۔ اور آپ سے آپ کی امت کو ملا ہے۔ اسی طرح تمام برے اخلاق تقسیم کے وقت شیطان کو دیئے گئے اور اس سے متکبروں اور نافرمانی کرنے والوں تک پہنچے اور یہی شیطان کی امت کہلائے۔ ہر وقت ہنس مکھ اور کم بولنے والا رہے۔ جس سے ملے پہلے خود سلام کرے۔ کیونکہ حضرت ﷺ کی ملاقات اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ اگر ایک دن میں سو مرتبہ بھی ہوتی تو آپ ﷺ ہر بار خود پہلے سبھوں کو سلام

کرتے تھے اور جو کچھ اس کو میسر ہے اسی میں سخاوت کرے۔ کسی لالچ کے ساتھ اپنے کو آلودہ نہ کرے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام کے ساتھ فرعون کی تبلیغ کے لئے بھیجا گیا تو ان سے کہا گیا فقولا لہٗ قولاً لینا (اس سے نرم گفتگو میں باتیں کرنا) آپ ﷺ اپنے گھوڑے کا دانہ گھاس خود دیتے۔ اپنے ہاتھ سے کپڑے سیتے اور پیوند لگاتے۔ گھر کے کاموں میں خادموں کے ساتھ شریک ہو جاتے۔ اگر بچوں کی منڈلی کی طرف سے گزرتے تو ان کو سلام کرتے اور مسلمانوں کا عیب ہمیشہ چھپایا کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک چور کو آپ ﷺ نے فرمایا۔

اسرقت قل لا (تونے چوری کی کہہ دے نہیں) پریشانی اور بیماری کی حالت میں اپنے دوستوں کی مدد کرتے اگر کسی وقت ان کو نہ دیکھتے تو ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ کوئی آپ ﷺ کے پاس آتا تھا اس کی تعظیم فرماتے تھے اور اس کے بیٹھنے کو اپنی چادر مبارک بچھا دیتے تھے اور اپنا تکیہ اس کو دے دیتے تھے اور اگر وہ آپ ﷺ کے ادب واحترام کا لحاظ کر کے انکار کرتا تو آپ ﷺ اس کو قسمیں دیتے اور لے لینے پر مجبور کرتے۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے لئے آپ ﷺ سواری بن جاتے اور وہ دونوں لاڈلے آپ ﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے اور کہتے کہ اے گھوڑے ادھر آ۔ ادھر جا۔ جس جس طرح وہ کہتے ویسا ہی کرتے تھے۔ ان سب باتوں کی روایت حضرت ابوسعید خدری نے کی ہے۔ عزت وبزرگی کا تاج ہر ایک کے سر پر نہیں رکھا۔ خداوند تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے مگر انسان کے سوا ان باتوں سے وہ سب نا آشنا ہیں۔ ان میں سے کسی اور کو کوئی حصہ نہیں دیا گیا۔ ایسی بزرگی موجودات عالم میں سے کسی دوسرے کو نہیں دی گئی۔ اہل دل لوگوں کی آنکھیں بھی بصیرت میں مختلف درجہ رکھتی ہیں۔ بعض آسمان تک' بعض عرش تک اور بعض لوح وقلم تک اور بعض جن کی بصیرت کامل ہوتی ہے وہ ساری مخلوقات سے گزر کر خالق کو دیکھتی ہے۔ تفکر کا پھل بے انتہا علم واحوال ہے۔ جس کا حساب وشمار نہیں ہو سکتا۔ یہ اس لئے کہ اگر کوئی مرید تفکر کے راستوں اور طریقوں کو گننا اور جاننا چاہے کہ کن کن طریقوں سے تفکر ہوتا ہے تو شمار نہ کر سکے گا۔ کیونکہ فکر کرنے کے طریقے بے انتہا ہیں اور اس کے پھل بھی بہت ہیں۔ عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے سہیل بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تفکر کی حالت میں چپ چاپ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہئے کہاں تک پہنچے انہوں نے کہا صراط تک۔ خواجہ شریح رضی اللہ عنہ راستہ چل رہے تھے درمیان میں کہیں بیٹھ گئے اور سر پر کمبل تان لیا اور زار زار رونے لگے۔ لوگوں نے پوچھا کیا ہوا؟ آپ نے کہا میں اپنی عمر کے بیکار گزر جانے پر غور کر رہا ہوں۔ خواجہ داؤد طائیؒ نے ایک دن چاندنی رات میں ملکوت آسمان کے متعلق تفکر کیا اور روئے یہاں تک کہ روتے روتے پڑوسی کے گھر میں جا گرے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں سے پوچھا گیا کہ آج آپ جیسا روئے زمین پر کوئی شخص ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں ہے۔ وہ شخص جس کی باتیں ذکر اور جس کا چپ رہنا فکر ہے۔

اور اس کی نگاہیں عبرت ہیں۔ وہ ہماری طرح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر دو رکعت نماز تفکر کے ساتھ ادا کی جائے تو وہ رات بھر کی اس نماز سے جو بے دلی کے ساتھ پڑھی گئی ہو کہیں بہتر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شوق سے بڑھ کر کسی کا شوق نہیں اس پر لن ترانی۔

تجرید وتفرید

تجرید جو کچھ تم کو آج ملے اس سے دامن جھاڑ کر صاف نکل آؤ۔ تفرید دل میں کل کی کوئی فکر نہ ہو۔ مخلوقات سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ تصویر کی طرح حیران وخاموش اغیار کا خیال ذرا بھی دل میں نہ آنے پائے۔ ایک ہی کا دھیان دل میں رہے۔ کم بولنے اور کم سونے کی عادت ڈالو۔ ہمیشہ باوضو رہنا۔ طہارت باطنی کی بھی ہمیشہ حاجت ہے۔

واللہ لن یصل الی الکل الامن انقطع عن الکل

محبان صادق عشق ومحبت کے بندے ہیں ایسا ہی درد چاہتے ہیں۔ جس کی کوئی دوا نہ ہو۔ محبوب ان سے کہتا ہے کہ مجھ سے

الگ رہو ورنہ مر جاؤ گے مٹ جاؤ گے۔ مگر یہ پرواہ نہیں کرتے اور جواب دیتے ہیں کہ ہم تو روز ازل ہی سے جان ہار چکے ہیں۔ اور اپنے آپ کو فنا کے سپرد کر دیا ہے۔ (تیری گلی میں مر مٹنا تیری دوری اور جدائی سے کہیں بہتر ہے) تم کو عشق پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ایسے سر کے خیال سے جو خاک ہو جانے والا ہے الگ ہو جاؤ تا کہ میں تم کو وصل کی عزت کے تخت پر بٹھاؤں۔ اگر حضرت خضر علیہ السلام کی طرح تم کو آب حیات کی جستجو ہے تو سمجھ لو عشق ہی آب حیات کا سرچشمہ ہے۔

جو شخص غفلت میں رات بھر سویا کرتا ہے۔ وہ منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔

لاوحشة مع الله ولا راحة مع غير الله پھٹی پرانی گدڑی پہننے والا قلاش اور فاقہ کش فقیر اگر خدا کی حضوری اسے حاصل ہے تو یہ بادشاہ دو جہان ہے۔ حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اے اللہ اگر تو مجھے عذاب دینا چاہے تو ہر طرح کا عذاب کر لیکن اپنے حجاب کی ذلت کا عذاب نہ فرما۔ فرمایا ہے۔

كلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون اگر کل وصال کی محفل دوزخ میں آراستہ کی جائے تو یہ طالبان دوزخ کے دھکتے انگارے کا آنکھوں میں سرمہ لگائیں۔ جنت الفردوس حجاب میں مبتلا کئے جائیں تو چیخیں چلائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی۔

انا بدك اللازم (ہم تیرے لئے ضروری ہیں۔)

سب سے چارہ ہو سکتا ہے لیکن ہمارے بغیر چارہ ممکن نہیں۔ وہ غوطہ خور جس کی ہمت بلند ہے اپنی جاں بازی کے صلے میں سمندر کی تہہ سے گوہر شب چراغ نکال لاتا ہے۔ یہ کسی غریب بڑھیا کی جھونپڑی کے ٹمٹماتے دیے پر کیوں آنکھ اٹھائے گا۔

لوزاحمني العرش لحقته ولواقبلني الكون لهدمته' اے دل! جب تو میرے طالب کو دیکھے تو اس کا خادم بن جا۔ میں تیرے آسمان کی چکی کی گردش میں جان و دل و جگر کے سوا کوئی چیز پستے نہیں دیکھتا۔ تیری عزت و کبریائی کے عالم میں دنیا بھر کے عشاق حیران و درماندہ ہیں۔

دین کی راہ پاک صاف رکھنے کے بیان میں

خس و خاشاک کو اکھاڑ پھینکو۔ وحشت دور کرو جس نے مراد کی راہ میں قدم رکھا مگر اس کا نفس اس کے نزدیک حق سے زیادہ عزیز ہے تو وہ مومن ہی نہیں۔ اگر پل بھر بھی نفس سرکش کو موقع دیا جائے تو یہ ہزاروں زنار گلے میں ڈال دے گا اور لاکھوں بت سامنے لا کر رکھ دے گا۔ شیطان پر جو اتنی بلائیں نازل ہوئیں محض نفس پر نظر رکھنے سے ہوئیں۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جنت الفردوس کی جس قدر نعمتیں اور نوازشیں تھیں حضرت آدمؑ پر فریفتہ ہو گئیں۔ ہر ایک کو ان سے عشق ہو گیا۔

لقد تاب الله على النبى

(اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو معافی دے دی ہے)

تومی خفا ہی بہ تسبیح و نمازے
کہ تا خوشنود گردد بے نیازے
نمازت توشہ راہ دراست
ولے اواز نمازت بے نیاز است

(اے محبوب اگر میں اپنا دل تجھ سے پھیر لوں تو کہاں لے جاؤں کہ کوئی دوسرا محبوب نہیں ہے اور اگر تیرے دروازے سے لوٹ جاؤں تو پھر کون مجھے قبول کرے گا؟) دنیا میں جس نے اپنے آپ کو توبہ کی آگ میں نہ جھونک دیا یقیناً اسے آتش دوزخ میں جلنا پڑے گا۔ (اے خداوند کریم ہم گناہوں میں آلودہ ہیں اور اپنے دل و جگر کے خون میں لتھڑے ہوئے ہیں۔ تو ہمارے کھوٹے ہی سکے کو چلا دے کہ ہم اپنی چاندی میں سیسہ ملائے بیٹھے ہیں۔ ہمارے حال پر بخشش کی ایک نظر ڈال کہ ہم خود اپنے آپ سے رنجیدہ اور شرمندہ ہو رہے ہیں۔) ہمارے روزے اور نماز پر تف ہے کہ خدا کے دربار میں کیا مقبول ہوگی جب کہ کسی کتے کے آگے رکھ دیں تو وہ بھی سونگھ کر چھوڑ دے۔

تقویٰ

دولت دو جہانی کا دروازہ تقویٰ ہے جتنے درجے جنت الفردوس میں بنائے گئے ہیں سب کے سب متقیوں کے لئے سجائے گئے ہیں۔ اور انہیں کے ناموں سے وہ نامزد ہیں۔ یہ حضرات متقی دوزخ کے ساتوں طبقات سے اس آسانی سے گزر جائیں گے جس طرح پانی میں مچھلی تیرا کرتی ہے ان کی ہیبت و شکوہ سے دوزخ خود لرزہ براندام ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ ہمت کے بادشاہ ہیں۔ انہی لوگوں کا طرہ امتیاز ہے

ان اللہ یحب المتقین (اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے) گو بظاہر مفلس قلاش ہیں۔ مگر حقیقتاً بادشاہ ہیں اگر چہ صورۃً کوڑی کوڑی کے لئے محتاج ہیں مگر باطن میں ہم جواہرات کی کان ہیں۔) کیا تم نے قرآن شریف میں یہ آیت نہیں پڑھی۔

یوم نحشر المتقین الی الرحمن و فداً متقی لوگ شاہی وفد کی صورت میں خدا کے سامنے پیش کئے جائیں گے)

یہ حدیث قدسی بلا واسطہ جبرائیل علیہ السلام کے خداوند تعالیٰ سے سنی (ہم نے اپنے صالح بندوں کے لئے ایسی ایسی نعمتیں مقرر کی ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی بشر کے دل میں اس کا خیال گزرا) سنو! دین کے راستے میں کوئی ہجرت اس سے بڑھ کر نہیں کہ کوئی شخص اپنے آپ سے ہجرت کر جائے تا کہ ساری کائنات عالم سے علیحدہ ہو بیٹھے۔ (اگر تیرا محبوب تیرا ہاتھ تھام لے تو اپنی ہستی قربان کر دے۔ جو شخص اسی سنگ راہ کے ارد گرد ہر پھر کر راہ گیا وہ خواہ خرقہ پوش ہو جبہ و دستار باندھ کر مصلے پر بیٹھا رہتا ہو یا تلوار باندھنے والا کوئی مسلح سپاہی ہو دونوں کے درجے برابر ہیں۔ بدبختی کا یہ بھاری پتھر کسی پختہ پیر کی مدد کے بغیر پاش پاش ہو کر اپنی جگہ سے نہیں ٹل سکتا۔ ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک چیونٹی پر آپ کا پاؤں پڑ گیا اور وہ زخمی ہو گئی اس کی تکلیف کا اثر آپ کے قلب پر ہوا انہوں نے دیکھا کہ وہ درد کی وجہ سے ہاتھ پاؤں ٹیک رہی ہے آپ غمگین ہو گئے اور اس کے پاس بیٹھ کر رونے لگے۔

نگہ کن ذرہ ذرہ گشتہ پویاں
بہ حمدش نکتہ توحید گویاں

جب حضور سرور کائنات ﷺ ان اسرار سے باخبر ہوئے تو ہمیشہ آپ یہی چاہتے تھے اور دعا کرتے تھے

ارنا الاشیاء کما ھی (اے اللہ مجھے ہر شے کو اسی طرح دکھا جیسی حقیقت میں وہ ہیں) تا کہ بغیر کسی وقت کے میں اسرار کے موتی پالوں۔ جب خدا کسی بندے کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے تو اس کے عیب اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ (اگر چہ تیری آنکھوں پر ہزاروں پردے پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن کبر و نخوت و خود بینی سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں اس خود بینی کو جلا دے۔

نمی خواہیم جز زلف تو زنجیر
زہے دیوانہ عاقل کے مائیم

حضرت داؤدؑ پر وحی نازل ہوئی کہ اے داؤد میرا ذکر' ذکر کرنے والوں کے لئے میری بہشت بندگی بجالانے والوں کے لئے میری زیارت میرے مشتاقوں کے لئے اور میں خاص عاشقوں کے لئے ہوں۔ اس شربت کی مٹھاس ہر کام و دہن کے لائق نہیں۔

صدق کے بیان میں

حضرت خواجہ ذوالنون مصری نے فرمایا ہے الصدق سیف اللہ فی ارضہ ما وضع علی شئی الا قطعہ' جس نے یہ دعویٰ کیا کہ مجھ کو صدق ایمان حاصل ہے اس نے مان لیا کہ بجز خدا اسے کسی سے کوئی تعلق اور سروکار نہیں۔ (ہمت جس جگہ سے بھی نظر کرتی ہے اس کو معمولی نہ سمجھو وہ اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے اگر ساری دنیا حضرت ابوبکر صدیق کی صداقت برتنے لگے تو اسی کی بہبودی و سعادت ہے اور اگر تمام جہان والے فرعون کے کذب کی پیروی کریں تو اس میں انہیں کا نقصان ہے۔ اس خوان پر نعمت پر صدق خالص کی جگہ مقرر ہو چکی ہے کہ اھل القرآن اھل اللہ خاصۃ (اہل قرآن والے خاص اللہ والے ہیں) جب حضرت

رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا۔

رق عظمی واشتد شوقی الیٰ لقاء ربی درد محبت سے میری ہڈیاں گھل گئیں اور میرے پروردگار کے دیدار کا شوق بھڑک اٹھا حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہنے لگے "سرکار ذرا اپنا شوق ابھی کچھ روز دبائے رکھئے مجھے اس کام کے لئے ربیع الاول میں حکم دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ کے اضطراب وشوق کی وجہ سے میں عدول حکمی کیسے کرسکتا ہوں۔

طرفہ سرور کا ریست کہ بر وعدہ معشوق

صابر نتواں بود و تقاضا نتواں کرد

استاد ابوعلی دقاقؒ نے فرمایا کہ میں نے بوڑھے شخص کو دیکھا کہ خون کے آنسو رو رہا ہے مسجد کی زمین اس کے لہو سے بھیگ گئی ہے۔ میں نے کہا اے شیخ اپنے آپ پر رحم کیجئے وہ بولے خدا کی طلب وتمنا میں زندگی بھی ختم ہوگئی۔ جس دل میں عشق اور موت کی دھن سمائی اس پر سعادت کے دروازے کھل گئے۔ (ابھی تو تجھے اپنے کفر کی کاف کی بھی خبر نہیں ہے تو ایمان کی حقیقتوں کو کیا جان سکتا ہے) اے بھائی اس سے بڑھ کر اور کوئی خوش نصیبی ہوسکتی ہے کہ وہ کہے "اے مٹی کے پتلے تو دل کی صفائی کے ساتھ میرا ہو جا۔ اے پانی کے ناچیز قطرے سوا میرے کسی سے دل نہ لگا۔ اے خاک کے ٹھیکرے میرے وصال کے محل میں پاؤں رکھ" اس پیکر آب وگل کو اتنی بڑی دولت ملتی ہے موسیٰؑ جو دربار کے کلیم تھے۔ چالیس دنوں تک انہیں سخت انتظار میں رکھا گیا۔ مگر تمہاری (امت محمدیہ کی) باری آئی تو ساقی لطف وکرم نے یہ کہہ کر ساغر وصل پلا دیا کہ الصلوٰۃ معراج القلوب (نماز دلوں کی معراج ہے) جو زیادہ عاجز ناتواں ہے اس پر خدا زیادہ مہربان ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام

تم کو معلوم ہو کہ اس راہ کے آدمی کو حضرت آدمؑ کی اولاد کہلانے کا اس وقت حق پہنچتا ہے جب وہ عالم دل میں پہنچ جائے۔ ایک دن حضور ﷺ کے پاس کسی جوان نے آکر پوچھا کہ رمضان کے دنوں میں بیوی کو بوسہ لیا جا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جائز نہیں ہے اس کے کچھ دیر کے بعد ایک بوڑھا شخص آیا اور اس نے یہی دریافت کیا۔ حضرت ﷺ نے جواب دیا ہاں جائز ہے۔ جب حضور ﷺ سر مبارک جھاڑتے تھے تو اصحاب موئے مبارک آپس میں بانٹ لیتے تھے۔ اور جو کپڑا زیب تن فرماتے تھے حضور ﷺ کے جسم مطہر کا اثر اس میں آجاتا تھا۔ پیروں کے خرقے تبرک سمجھ کر آپس میں بانٹ لیتے ہیں اگر سرکار دو عالم کے حق میں فرمایا۔

انک لتھدی الیٰ صراط مستقیم (بے شک تو ہی سیدھی راہ دکھا سکتا ہے) پیروں کے حق میں یہ نوازش ہوئی۔

ممن خلقنآ امة یھدون بالحق (ہم نے بعض امتیں ایسی پیدا کی ہیں جو حق کی طرف راستہ دکھاتی ہیں مرید یہ سمجھے کہ وہ مردہ ہے اس کا پیر غسل دیتا ہے تاکہ وہ آلودگیوں سے پاک وصاف ہو جائے اب جب پاک ہو چکا تو اس کی گردش ختم ہوگئی۔ پھر یہاں سے سلوک کی راہ شروع ہوتی ہے جس کا نام روش ہے۔

ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب (اللہ پاک ہے اور پاک لوگوں کو قبول کرتا ہے) اگر ایک رکعت نماز کسی صاحب دل کے حکم سے پڑھی جائے کہیں بہتر ہے وہ جانے کہ "میں مست ہوں اور دوسرے لوگ ہوش میں ہیں۔" وہ مستی کے کمال مدارج تک نہیں پہنچا ہے کیونکہ کمال مستی کی شان یہ ہے کہ یہ اس شخص کی ہستی اور تمیز بالکل کھو جائے۔ جب طلب کی حقیقت دکھائی دینے لگتی ہے تو طالب باقی نہیں رہتا۔

من طلب وجد (جس نے ڈھونڈا اس نے پالیا) اس طلب کی ضرورت ہے۔ یکبونہ کا دعویٰ اس وقت صادق ہوگا جب ہر طرف سے ساری توجہ ہٹا کر یکھم کی لذت میں تو محو ہو جائے گا۔ میں لیلیٰ کی محبت میں نجد کے میدانوں اور ٹیلوں سے پیار کرتا ہوں اگر اس کی محبت نہ ہوتی تو مجھے ان سے کوئی واسطہ نہ ہوتا۔ تیرے عشق میں لوگوں کی ملامتیں مزا دیتی ہیں۔ مجنوں خود کہتا ہے کہ لیلیٰ کی محبت کی وجہ سے کالے رنگ کو پسند کرتا ہوں۔

حضور ﷺ سے جب پوچھا گیا من احب النساء بیویوں میں آپ کی چہیتی کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

عائشہ۔ جب پوچھا گیا اور مردوں میں؟ فرمایا ابوبکر

حدیث قدسی بیان فرمائی ہے "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان کرتا ہے جیسا وہ چاہتا ہے یعنی میں اپنے بندے کے گمان کو جانتا ہوں اور معلوم کی موافقت پر میں نے اس کو اجازت دے دی ہے۔

اے کریمے کہ از خزانہ غیب
گبرو ترسا وظیفہ خرداری
دوستان راکجا کنی محروم
تو کہ بادشمنان نظر داری

آپ ﷺ نے فرمایا "عاقل وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ محاسبہ کرتا ہے اور مرنے کے لئے درستی اعمال اختیار کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس اور خواہشات کے پیچھے دوڑتا رہے اس پر بھی خدا سے مغفرت کی امید رکھے۔ مومن کا نفس دشمن اور خداوند بزرگ و برتر اس کا دوست ہے۔ دشمن کے ساتھ بدگمانی کی ضرورت ہے اور دوستوں کے ساتھ نیک ہی گمان ہوا کرتا ہے۔ فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی معیت میں میرے لئے ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے جہاں کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی نبی مرسل دم نہیں مار سکتا۔ (اگر تیرے دل کا آئینہ روشن ہو جائے تو سینے میں ایک دروازہ کھل جائے گا جب ایسا دروازہ دل پر کھول دیا جائے تو ساتوں آسمان بھی اس پر پردہ نہیں ڈال سکتے۔ عارف کی یہی صفت ہے سب اسے دیوانہ کہتے ہیں بہت سے رنج و غم ملا کر تیرا خمیر گوندھا گیا ہے اور اس آب و گل میں بہت سے خزانے رکھ دیئے۔

عالم آخرت

حدیث صحیح میں وارد ہے ایک گروہ کو دوزخ سے باہر نکالیں گے وہ کوئلے کی طرح جلے ہوئے ہوں گے۔ ان کو نہر حیات میں غوطہ دیا جائے گا تو ان کے بدن پر گوشت پوست پیدا ہو جائے گا۔ جب وہاں سے لائیں گے تو ان کے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہوئے ہوں گے۔ ان کی پیشانی پر لکھا ہوگا۔

هٰؤلاء عتقاء الله من النار اشقیاء ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کیونکہ ان میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے نور کا کوئی نشان واثر نہ ہوگا۔ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ جس طرح محقق کے ایمان کو مقلد کے ایمان پر فضیلت ہے۔ اس طرح محقق کافر کا عذاب مقلد کافر کے عذاب سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ کفر تقلیدی وہ ہے جو ماں باپ سے ملا ایسے لوگ دوزخ کے طبقہ اول میں رکھے جائیں گے۔ خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

لولا ان العفو من احب الاشیآء الیه ماابتلی ادم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شمشیر برہنہ چلے آرہے ہیں اور غیب سے آواز آتی ہے۔

طرقوا عبد رب العلمین (خداوند دو جہاں کے بندے کو آنے کا راستہ دو) کبھی اپنے غصے میں زلف مشکیں سے تلواریں نکالتا ہے کبھی از راہ عنایت اپنے میٹھے لبوں سے شمعیں روشن کرتا ہے۔

اسباب

گروہ صوفیہ کا حال اسباب کے ساتھ تعلق رکھنے اور اسباب سے کنارہ کشی اختیار کرنے میں مختلف ہے۔ بعض ان میں ایسے ہیں جن کا دل فتوحات غیبی پر مطمئن ہے۔ کسب و ہنر کی اصلیت حضرت آدم علیہ السلام سے منسوب ہے۔ آپ نے کھیتی باڑی خود کی اور اپنی اولاد کو سکھائی کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت شعیب علیہ السلام سوداگر تھے اور مویشیوں کے مالک تھے۔ موسیٰ علیہ السلام آپ کے یہاں غلہ بانی کا کام کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بنایا کرتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام چھوارے کی پتیوں سے تھیلا بنتے تھے۔ اور جو کی دو روٹیوں میں بیچ دیتے تھے۔ ایک روٹی فقیروں کو خیرات کرتے اور ایک سے خود روزہ افطار کرتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں اتنے مویشی تھے کہ چار ہزار زرخرید غلام ان کی چرواہی اور رکھوالی کرتے تھے۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تجارت بھی معروف و مشہور ہے۔ جیسے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اگر ایسا ہوتا کہ کسب معشیت سے توکل کو نقصان پہنچتا تو انبیاء

علیہم السلام اس سے کوسوں دور رہتے۔ چونکہ یہ لوگ بہ اعتبار دوسروں کے توکل کے مقام میں کہیں بلند و برتر ہیں ورنہ حضرت سرکار دو عالم ﷺ اپنے یاران واصحاب کو کسب کرنے سے روک دیتے تاکہ ان کے توکل کو نقصان نہ پہنچے اور ایسے لوگوں پر تو کسب کرنا فرض ہے جن پر کسی کا کھانا کپڑا واجب ہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ اپنے اہل وعیال کے لئے ایک سال کا اناج رکھ دیا کرتے تھے لیکن کہا گیا ہے کہ کسب اس طرح اختیار کرے کہ خدا سے اس کی نظر نہ ہٹنے پائے۔ اگر کوئی شخص اپنے نفس کو اس حال میں دیکھے کہ اگر میں کسب نہ کروں گا تو میرا نفس خدا سے پھر جائے گا اور مخلوق کا دروازہ کھٹکھٹائے گا تو اس پر نماز کی طرح کسب کرنا فرض ہے۔ خدا کے سوا بندہ کسی دوسری چیز سے اپنی نجات وابستہ کرے تو شرک ہے۔

لو کان حبک صادقا لا طعتہ

ان المحب لمن یحب مطیع

خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ شقیق بلخیؒ کے ایک مرید سے جو آپ کی زیارت کے لئے آئے تھے ان کے پیر کا حال پوچھا انہوں نے کہا وہ تو خلق اللہ سے کنارہ کش ہو کر طریق توکل اختیار کئے بیٹھے ہیں۔ خواجہ بایزیدؒ نے سن کر فرمایا تم جب یہاں سے واپس جاؤ تو ان سے کہنا کہ بھائی تم دو روٹیوں سے اللہ تعالیٰ کا امتحان نہ لو۔ بلکہ جب بھوک لگے تو اپنے ہم جنسوں سے دو روٹیاں مانگ لیا کرو اور توکل کا پلندہ بالائے طاق رکھ دو تاکہ یہ ملک اور یہ شہر اس کارنامہ کی نحوست سے زمین میں نہ دھنسا دیا جائے۔

صاحبزادی نے اپنی ماں سے کہا کہ مجھ کو فلاں چیز کی ضرورت ہے۔ ماں نے کہا خدا سے مانگ۔ اس نے کہا اے مادر مہربان مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنے نفس کی ضرورت خدا سے طلب کروں۔ جو کچھ آپ عنایت کریں گی وہ بھی تو اسی کا ہے۔

صحبت

مرید کے لئے صحبت بھی ایک بڑی اہم چیز ہے یہاں تک کہ باز جو ایک پرندہ ہے آدمی کی صحبت میں دانا ہو جاتا ہے اور طوطا بولنے لگتا ہے۔ تربیت سے گھوڑے انسان کی صحبت میں رہ کر حیوانیات چھوڑ دیتے اور آدمی کی عادتیں اختیار کر لیتے ہیں۔ نفس سرکش عادات کا تابع ہوتا ہے یہ جس گروہ کی صحبت اختیار کرے گا انہیں کے افعال کو اپنائے گا۔ آدمی وہی دین اور راستہ اختیار کرتا ہے جو اس کے دوست کا ہوتا ہے بس دیکھو کہ وہ کس کے ساتھ صحبت اور دوستی کرتا ہے۔ ایک شخص کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور کہتا جاتا تھا۔

اللھم اصلح اخوانی (اے اللہ میرے بھائیوں کو صالح بنا دے) لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس کا کیا مطلب؟ اس نے کہا کہ اگر ان کو نیک احوال میں پاؤں گا تو میں بھی ان کی نیکیوں کی برکت سے صالح ہو جاؤں گا۔ جس بھائی اور دوست کی صحبت سے تجھے اس جہان کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہو اس کے ساتھ نہ رہا کر ایسے شخص کی صحبت ہمیشہ تجھ پر حرام ہے۔ فرمایا ہے بہت زیادہ بھائی بناؤ کیونکہ خداوند تعالیٰ کریم ہے وہ اپنے کرم کی وجہ سے پسند نہیں فرماتا کہ قیامت کے دن بھائیوں کے سامنے اس کو عذاب دیا جائے۔ نقل ہے کہ خواجہ جندیؒ کے ایک مرید کو وسواس سا گیا کہ میں کمال کے درجے تک پہنچ گیا ہوں اب ترک صحبت سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ خلوت میں تنہا بیٹھ گئے جب رات ہوئی تو ایک جماعت نے آ کر ان سے کہا کہ یہ گھوڑا حاضر ہے اس پر بیٹھیے اور بہشت کی سیر کو چلیے وہ سوار ہو کر روانہ ہوئے اور ایک سرسبز وشاداب مقام میں پہنچے یہاں حسین وجمیل آدمی لذیذ کھانے کے لئے کھڑے تھے اور نہریں جاری تھیں صبح تک یہ وہاں رہے پھر نیند آ گئی جب سو کے اٹھے تو خود کو اپنے عبادت خانے میں پایا۔ تکبر نے اثر کیا روزانہ بہشت کی سیر ہوا کرتی ہے۔ مرشد تشریف لائے اور حالت پوچھی سن کر فرمایا آج جب تم وہاں پہنچو تو تین مرتبہ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** کہنا انہوں نے لاحول پڑھی پھر کیا تھا وہ جماعت چیختی چلاتی تتر بتر ہو گئی اور انہوں نے خود کو ایک گھوڑے پر بیٹھا پایا اور مردار کی ہڈیاں اپنے قریب پڑی ہوئی دیکھیں اپنی خطاؤں کا اعتراف کر کے توبہ کی اور پھر سے صحبت میں داخل ہو گئے۔ جوانوں کو بوڑھوں پر کوئی اعتراض نہ کرنا چاہیے اور ان کے مقابلہ پر آنا اور باز پرس نہ کرنا چاہیے

کیونکہ جب بوڑھوں کو کسی پر جلال آتا ہے تو اس کا دین دنیا رخصت ہو جاتی ہے لیکن ان سے درخواست کرنا جائز ہے اس طرح جوانوں و بوڑھوں کے سامنے مسند پر نہ بیٹھنا چاہیے بلکہ ان کی خدمت میں مشغول رہنا چاہیے اور بھائی چارے کی صحبت کی شرط یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ایثار وقربانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے زندگی بسر کریں۔ اور دوسروں کو اپنے اعمال میں تصرف کا حق دیں۔ اور اس گروہ کے لوگ اپنی چیزیں کسی کو عاریۃً (ادھار) نہیں دیتے اور نہ لیتے ہیں۔ بلکہ جو چیز کسی کو دیتے ہیں وہ واپس نہیں لیتے جو شخص مذہب کا مخالف یا ناجنس ہو اگرچہ وہ رشتہ دار اور قرابت پیشہ ہی کیوں نہ ہوں اس کی صحبت میں نہ بیٹھا کرے۔ نوجوان امردوں کے ساتھ رہنے کو منع کیا گیا ہے۔ بچوں میں بزرگوں کی صحبت کی رغبت علم کی توفیق اور ذکاوت پیدا کرتی ہے اور بزرگوں میں لڑکوں کے ساتھ رہنے کی خواہش بے شرمی اور حماقت لاتی ہے۔ جب آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو کبھی نہیں کہتے یہ میرا ہے اور یہ تیرا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ کاش ایسا ہوتا کاش ایسا نہ ہوتا اگر تو ایسا کرتا اور تو نے ایسا کیوں نہیں کیا کیونکہ یہ سب طور طریقے عوام کے ہیں۔ کوئی شخص نحن (ہم) و انا (میں) و انی (بیشک میں) ولی (میرے لئے) و عندی (اور میرے پاس) کہیں نہیں کہتے کہ جس وقت ملائکہ نے نحن نسبح (ہم تیری ہی تسبیح کرتے ہیں) کہا ادھر سے حکم ہوا ہمیں تمہاری تسبیح کی حاجت نہیں آدم کو سجدہ کرو اگر تم چاہتے ہو کہ گلستان غیب کے درختوں پر بیٹھو بیابان فانی میں مشاہدہ دار بقا کی خاطر ان پانچوں حواس کی کھڑکیاں بند کر دو۔ صدف بحری کی طرح معرفت کے موتی کے لئے غیر اللہ سے اندھے بہرے بن کر بیٹھے رہو۔ یہاں تو ایسے پاک باز کی ضرورت ہے جو اس عالم کون وفساد میں شیطان کے پھندے سے رنج ومحنت کے ساتھ عالم پاک کی طرف روانہ ہو جائے۔

خدمت کے بیان میں

مرید کا ایک بڑا کام خدمت کرنا ہے۔ نفس سرکش ہو جاتا ہے۔ عاجزی اور تواضع آ جاتی ہے مگر کوئی عبادت افضل اور مفید تر خدمت خلق سے نہیں ہے۔ حضور ﷺ سے پوچھا گیا (کون سا صدقہ زیادہ افضل ہے؟ فرمایا بندے کی خدمت کرنا۔ خدا کی راہ میں سائے کی غرض سے خدا کے راستے میں شامیانے لگانا خیمے نصب کرنا یا خدا کی راہ میں اونٹ یا کشتی دینا لوگوں کا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی ذات مال مراد اپنی خواہشات کو ان کے لئے لٹا دیں۔ ان سے کوئی چیز دریغ نہ رکھے۔ البتہ جو چیزیں کہ خدا نے حرام کر دی ہیں۔ مزدوری کرنے سے جان نہ چرائے ایسا ہو جیسا ایک غلام اپنے مالک کے ساتھ کرتا ہے۔ اگر وہ سختی بھی کرے تو اس کی برداشت واجب سمجھے اور ہمیشہ ان کے رمز واشارے کی باتوں کا لحاظ رکھے۔ جو کچھ اس سے ممکن ہو جماعتؐ وملت کے لئے نیکیاں کرتا جائے۔ نسب آدمی کا دین اور پرہیزگاری اس کا مشرب ہے کہ زکوٰۃ نکال کر فقراء کو دے اور علماء کے لئے لازم ہے کہ طلباء کو پڑھائیں علم سکھائیں اور اپنے علم کی زکوٰۃ دیں۔ اسی طرح راہ طریقت میں مبتدی مرید پر واجب ہے کہ اپنی خدمت کے ذریعہ غیروں کو راحت وآرام پہنچائے۔ جو مرید خود خدمت نہیں کرتا بلکہ دوسروں سے خدمت لینے کی آرزو کرتا ہے وہ کاہل ہو جاتا ہے اور لوگوں کے دلوں پر گراں گزرتا ہے۔ لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ ایک کٹورا دودھ کا حضور ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اٹھ کر اپنے دست مبارک میں لیا۔ اور فقراء وصحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرما دیا اور جو کچھ بچ رہا خود پی لیا۔ جو زیادہ خدمت کرتا ہے وہ زیادہ بزرگ اور پیارا ہوتا ہے۔ قوم کا سردار وہی ہے جو ان کی خدمت کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے جو منصب خلافت پایا اور اتنی بڑی دولت ملی وہ ہمیشہ خدمت میں کمر بستہ رہنے کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ ابتداء میں ہر ایک بزرگ کے ساتھ یہی ہوا کرتا ہے کہ وہ ہر وقت خدمت کے لئے ایک پاؤں پر کھڑے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آخر میں خود مخدوم ہو گئے۔ خدمت کے ثمرات اتنے ہیں بیان نہیں کئے جا سکتے۔ سب لوگ حشر کے میدان میں بلائے جائیں گے۔ غیب سے ایک آواز سنائی دے گی کہ سب خاک ہو جاؤ۔ فرشتوں کو حکم ہو

گا کہ تم عرش کے گرد جمع ہو جاؤ۔ تمہیں حلہ بہشتی سے کوئی کام نہیں۔ اور نہ دوزخ کی بیڑیوں سے کوئی سروکار۔ تم مقام معلوم سے دیکھتے رہو کہ اس مشت خاک کے ساتھ ہمارے کیا کیا معاملے ہیں۔

بری عادتیں

دنیا میں جتنے درندے وحشی جانور اور حیوانات ہیں ان کی ہر صفت انسان میں موجود ہے۔ جو صفت غالب ہوگی قیامت میں اسی صفت کی بناء پر اس کا معاملہ ہوگا۔ یعنی اس کی شکل و صورت اسی طرح کی بنادی جائے گی۔ اگر کسی شخص میں غصہ کی صفت غالب ہے تو قیامت کے دن اس کا حشر کتوں کی صورت میں ہوگا۔ اگر کسی میں بری شہوت اور ہوس بد کا غلبہ ہے تو اس کا حشر سور کی شکل میں کیا جائے گا اگر کسی کے سر میں تکبر ونخوت کا عنصر غالب ہے تو قیامت کے دن اس کا حشر چیتے کی صورت ہوگا۔ چاپلوسی اور مکر کی صفت والا لومڑی کی صورت میں محشور ہوگا۔ ہر صفت کو اسی پر قیاس کرلو۔ اے بھائی یوں جنہیں آج تم انسانی شکل وصورت میں دیکھ رہے ہو کل قیامت کے دن انہی کو درندے اور وحشی جانوروں کی صورت میں کھڑا دیکھو گے اور سگ اصحاب کہف کو صفت وسیرت کے لحاظ سے اس کی قلبی ہیئت بدل کر آدمیوں کی صف میں کھڑا کردیں گے۔

بزرگوں نے فرمایا کہ وہ احد کو حضرت رسالت ﷺ نے فرمایا تھا

احد جبل یحبنا و نحبھم

(احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اسے چاہتے ہیں)۔ عرصہ حشر میں اس کا سنگی چولا اتار کر انسان کی صورت میں صدیقوں کی صف کے درمیان کھڑا کریں گے۔ چونکہ اس میں صدیقوں کی صفت کا غلبہ تھا اس لئے انہی کی صورت دی گئی۔ عصمت الانبیاء میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں بیان کیا گیا ہے کہ کل عالم اپنے سارے متعلقات کے ساتھ اپنے پیدا کرنے والے پر فریفتہ اور اسی کا طالب وعاشق ہے۔ اگر کوئی معلوم کرنا چاہتا ہو کہ قیامت کے دن کس صفت وصورت پر اس کا حشر ہوگا تو اسے اپنی ذات کے اندر خود ہی غور وخوض کرنا چاہیے کہ اس میں کس صفت کا غلبہ پایا جاتا ہے۔ آج کے علاوہ ہمیں دوسرا دن نصیب نہ ہوگا۔ اس عالم میں کون سا کام ہوسکے گا۔

بہ غفلت می گزاری روزگارے
مگر درگور خواہی کرد کارے

صفات خبیثہ رہ گئے اور صفات محمودہ میں تبدیل نہ ہو سکے۔ بہشت میں بھی وہ صفات نہ بدلیں گے کیونکہ جو صفت وہاں ہوگی وہ تبدیل ہونے والی نہ ہوگی۔ چونکہ صفات مذمومہ اب تک باقی ہیں اس لئے وہ ہمیشہ عاجز ہی رہے گا۔ بہشت کی نعمتیں اس پر مباح ہوں گی۔ حور وقصور دلوں کا مطلوب جانوں کا مقصود جس نے یہ دولت پائی اس نے کچھ نہیں کھویا۔ دیکھو ایام بیض کے روزے اور سفر وحضر میں سستی اور نیند کا غلبہ کے وقت کثرت سے نہانا اور وضو کرنا اس کا علاج ہے۔ قیامت میں دیدار عطا و بخشش کی وجہ سے ہوگا۔ سچ تو یہ ہے کہ کوئی آنکھ اس کے دیدار کے لائق نہیں ہے۔ میری آنکھیں تجھے دیکھنا چاہتی ہیں کانوں کو تیری باتیں سننے کی ہوس ہے۔ حوصلے کی بلند پروازی تو دیکھو اگرچہ یہ اس قابل ہی نہیں ہیں۔

منصب کی لالچ

اس راہ میں کمال کا خیال دل سے نکال دو۔ کسی شخص کے لئے خدا پر کوئی چیز واجب نہیں آدمی جو کچھ اپنی محنت مزدوری کی کمائی کھاتا ہے اس کو اس میں زیادہ مزا ملتا ہے۔ (اگر کوئی محروم القسمت دریا کے کنارے بھی چلا جائے تو ساحل دریا کی طرح پیاسا ہی رہے گا) یہ حضرات انبیاء اور اولیاء کا شیوہ ہے ہمارا تمہارا نصیب سوائے ایمان کے اور کچھ نہیں

النیة عمل القلب (نیت ہی دل کا عمل ہے) جب تک اعمال کو نیت کی سند نہیں ملتی انسان اس وقت تک عادت کے عالم سے عبادت کے خزانے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور طاعت مقبول نہیں ہوتی اپنے جان ودل کو پر معنی کے ساتھ آشنا کر تا کہ بادشاہ کے دائیں بازو میں قریب بیٹھنے کے لائق ہو جائے۔ اے بھائی! جو چیز خلوص نیت سے نہ کی جائے گی اس سے قیامت تک خسارا ہی خسارا ہوگا۔

وما امروا الا لیعبدو الله مخلصین له الدین

(اور کوئی حکم ان کو نہیں دیا گیا سوائے اس کے کہ اللہ کی بندگی خلوص دل سے کریں۔ اگر کوئی شخص کلمہ لا الہ الا اللہ جو آستانہ توحید کا داروغہ ہے۔ ایسے ادا کرے جیسے بازاری زبان میں خرید وفروخت کرتے ہیں یا اہل غفلت سے گفتگو کرتے ہیں تو اس سے مقصد توحید حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو شخص محض باتوں سے بغیر باطنی توجہ کے خدا کی بندگی کا دعویٰ کرے تو اس کو قیامت کے دن دشمنان دین کی صف میں ڈال دیا جائے گا۔ اور دوزخ کے طبقہ اسفل میں اس کی جگہ ہوگی۔ ارے کسی کی جوتیاں اٹھایا کر۔ تاکہ اس خدمت کی برکت سے عادت کفر تیری گردن سے ٹوٹ جائے۔ اگر ایک چڑیا کی طرح کسی باز کی غذا ہو جائے تو ایک ایسا باز ہو جائے گا جسے بادشاہ اپنے ہاتھوں پر بٹھاتا ہے۔ آسمان کی طرف اڑتا چلا جاتا کہ کسی کنویں میں نہ گر پڑے۔ جب تو میرا ہو گیا تو ساری چیزیں تیری ہو گئیں خواجہ احمد خضرویہؒ نے خدا کو خواب میں دیکھا اللہ نے فرمایا۔ اے احمد سب لوگ مجھ سے مانگتے ہیں مگر بایزید مجھ سے مجھ کو مانگتا ہے۔ اور جائز ہے کہ خدا اپنے کسی دوست کو خواب دکھائے اور اس خواب میں اس کو اس سے چھین لے اور دنیا اور آخرت سے باہر لے جائے اور وہ دولت اس پر کھول دے۔ دشمنوں کے خوش کرنے کے لئے عاشورہ محرم کے دن چار رکعتیں ادا کریں۔ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ دوسری رکعت میں الحمد کے بعد قل یا ایھا الکفرون تین مرتبہ اور سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ تیسری رکعت میں الحمد کے بعد الھکم التکاثر تین مرتبہ اور سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ چوتھی رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی تین بار اور سورہ اخلاص پچیس مرتبہ۔ جس نے یہ نماز پڑھی اس کو خدا تعالیٰ قبر کی سختیوں سے بچائے گا اور اس کے دشمن اس سے خوش رہیں گے۔

دنیا کی مذمت اور قضاء نماز

معلوم ہوا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے مردود وملعون ہے۔ بجز اس کے کہ جو کچھ خدا کے لئے ہو۔ اس منزل کے میر کارواں اور امام حضرت خواجہ اویس قرنیؒ ہیں۔ آپ نے دنیاوی ضرورتیں اتنی کم کر دی تھیں کہ انہیں لوگ دیوانہ کہتے تھے۔ اور ایسا بھی ہوتا تھا کہ برس برس دو دو برس ان پر لوگوں کی نظر بھی نہ پڑتی تھی اور ان کا لباس کوڑے کرکٹ سے اٹھائے ہوئے چیتھڑے تھے۔ جنہیں دھو کر پاک کر لیا کرتے تھے۔ اگر ان کی برابری نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ ضرورت کی مقدار بہت مختصر کر دو کہ عیش وتنعم کی حد تک نہ پہنچے تاکہ خطرہ عظیم میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ حضرت رسول خدا ﷺ نے بانس کے چھلکوں کی ایک جھونپڑی بنائی تھی اس لئے کہ جب بارش ہوتی تھی تو کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں پناہ مل سکے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو حضور ﷺ کے لئے مٹی کی ایک کوٹھڑی بنا دی جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا **دعنی یا ابن ابی قحافۃ عریشی کعریش عیسیٰ الامر اھون مما تظنون** (اے ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے ان باتوں سے رنجیدہ نہ کرو کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئے اور چلے گئے وہ جہاں رہے ان کے پاس اس سے زیادہ کچھ نہ تھا جو میرے پاس ہے)۔ حضرت ﷺ ایک دن گھر میں تشریف لائے اور پوچھا **ھل عندکم من غذاء** (تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے کہ افطار کروں؟) جواب ملا کہ گھر کے مالک آپ ﷺ ہیں۔ اگر آپ ﷺ نے کچھ لا کر دیا ہے تو مانگئے۔ آپ ﷺ ہنسے اور فرمایا **مرحبا بشعار الصالحین** (واہ واہ صالحین کی روش کے کیا کہنے! خدا کرے محمد ﷺ کا گھر ہمیشہ یونہی رہے) (صلی اللہ علیہ وسلم)

ایک مرتبہ چند دن گزر چکے تھے اور حضور ﷺ نے کچھ بھی نہ کھایا تھا۔ آپ ﷺ مسجد میں آ کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آئے اور بیٹھ گئے۔ جب رسول ﷺ نے معلوم کیا کہ یہ لوگ بھی اسی حالات میں گھر سے نکل کر آئے ہیں تو فرمایا **قوموا بنا الیہ** (تم سب میرے ساتھ اس کے گھر چلو) چنانچہ سب کے سب حضرت ابوالہیثم انصاری

کے گھر پہنچے اور فرمایا اے ابوالہیثم! تم کو خبر ہے کہ ہم یہاں کس لئے آئے ہیں؟ انہوں نے کہا فرمائیے یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے آپ ﷺ کے لئے کھجوروں کا خوشہ رکھا ہے تو لاؤ ہم سب کھائیں۔ یہ سن کر ابوالہیثم مارے خوشی کے حضور ﷺ کے قدموں میں بچھ گئے اور فوراً خوشہ خرما لا کر پیش کیا۔ جب سب لوگ کھجوریں کھا چکے۔ حضرت رسالت ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر و عمر! تم نے جو کچھ کھایا وہ تمہیں پسند آیا۔ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ **والذی نفسی بیدہ اللہ یسالکما عما اکلتما و شربتما** (اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو کچھ تم کھاتے ہو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق تم سے سوال کرے گا) تم جب تک اس کا جواب نہ دے دو گے میدان قیامت سے تمہارا گزر نہ ہوگا۔ وہ گھر جو موت کے ہاتھوں خراب اور برباد ہونے والا اس میں مال و دولت ہو یا سانپ اور بچھو دونوں برابر ہیں۔ جہاں تک ہو سکے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے رہو اور آخرت کے رنج و فکر میں جلتے رہو تا کہ جب موت آئے تو نقصان میں نہ پڑ جاؤ۔ اور اپنے کو درماندہ نہ پاؤ۔ ولید مسلم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ میں خدا کا دین اور آپ ﷺ کی سنت کس سے سیکھوں اور کس کا طریقہ اختیار کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **علیکم بسفیان الثوری فانہ علی الجادۃ** (تمہارے لئے سفیان ثوری کافی ہے کیونکہ وہ صحیح راستے پر ہے) حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تمام اہل و آسمان اور ساکنان زمین کی طاعتوں کے برابر عبادت کرے اور دنیا کی محبت اس کے دل میں ہو اس کو آفتاب قیامت کی جھلسا دینے والی دھوپ میں ایک ہیبت ناک برج پر لے جائیں گے اور منادی پکار کر کہیں گے۔

یا اھل القیامۃ ھٰذا رجل یحب ما ابغض اللہ

(اے قیامت والو! یہ وہ آدمی ہے کہ خدا نے جس چیز کو مردود کیا تھا یہ اس کو دوست رکھتا تھا) اے بھائی! آخرت کے غم سے صدیقوں کا پتا پانی ہوا جاتا ہے۔ (دنیا بھر کے خردمندوں کی جانیں زخمی ہو رہی ہیں) اس ایک منزل سے جو سب کے سامنے آنے والی ہے۔ اس غم میں موت کی تلوار سے فنا کے طشت میں ہزاروں عقل مندوں کے سر کٹ کر تڑپ رہے ہیں۔

ترک دنیا

جب تمہارا ظاہر دنیا طلبی میں مشغول اور تمہارا باطن ارادت کی طرف مائل ہو تو کوئی عبادت کیونکر بجا لا سکتے ہو۔ دل تو خدا نے ایک ہی دیا ہے جب ایک کام میں مشغول ہو تو دوسرا کام نہیں کر سکتا۔ دنیا اور آخرت۔ جب ایک سے قریب ہو گے تو یقیناً دوسرے سے دور ہو جاؤ گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر دنیا اور عقبیٰ کسی ایک میں جمع ہو سکتی تو وہ شخص میں ہی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ خدا نے مجھے اتنی طاقت دی تھی۔ اگر کوئی شخص ساری دنیا کے ملکیت سے ہاتھ اٹھا لے تو بھی زہد کے مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک اس کی طلب سے اپنے دل کو خالی نہ کر دے۔ سنو زہد حرام میں فرض ہوتا ہے اور حلال میں نفلی جو چیز عبادت میں مددگار ہو وہ بھی عبادت میں داخل ہے۔ حرام چیزوں کا چھوڑ دینا یہ عوام کا زہد ہے۔ دوسرے وہ حلال جو فضولیات میں داخل ہیں ان کا ترک کرنا یہ خواص کا زہد ہے۔ تیسرے ان چیزوں کا ترک کرنا جو بندے کے دھیان کو خدا سے ہٹا کر دوسری طرف مشغول کر دے یہ عارفوں کا زہد ہے۔ ریشم کا کیڑا جب اپنے چاروں طرف گھوم کر جب ریشم کا کویا بناتا ہے اور سانس بند کر کے اس کے اندر قید ہو جاتا ہے اور جان کی بازی لگا دیتا ہے تب کہیں جا کر ریشم پیدا ہوتا ہے۔ ذرا تم بھی تو اپنے نفس کی اندھیری کوٹھڑی سے باہر آؤ۔ امید و خوف کے کعبہ کا طواف کرو اور زہد و ترک جاہ کی منزل میں بیٹھ جاؤ تا کہ کل جب قیامت کے دن میں معرفت کے انوار لے کر سامنے آؤ تو دوزخ کو بھی برداشت کی طاقت نہ ہو اور تم سے فریاد کرنے لگے

جزیا مومن فان نورک اطفاء لھبی (اے مومن جلدی سے گزر جا کیونکہ تیرا نور میرے شعلوں کی لپک کو ٹھنڈا کر رہا ہے)۔

دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے اگر تیرا پیشہ معصیت کرنا ہے تو میری صفت بخشش اور مغفرت ہے۔

جانتے ہو کہ معصیت کیا ہے؟ تمہارے خوبصورت چہرے کا تل ہے تاکہ نگاہ بد بیناں اسی تل پر پڑے اور تمہارے حسن رخسار کو نظر نہ لگے۔ پس یقین جانو کو ہم لوگ اس کے لطف وکرم کے نوازے اور سرفراز کئے ہوئے ہیں۔

قضاوقدر

سنو اصحاب صدق لیسئل الصادقین عن صدقھم صدیقوں سے ان کے صدق کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ مخلصین بڑے خطرے میں ہیں۔ تیرے زخمی عابد وزاہد اور عارف وعالم اس کی تیغ بے نیازی کی ہیبت سے سرگرداں اور پریشان ہیں۔ بے شک اللہ دونوں جہانوں سے بے پروا ہے۔ یہ کام اور بھی سخت مشکل اس لئے ہو گیا ہے کہ معشوق بے نیاز اور ہم مفلس اور فقیر ہیں۔

اے بھائی دنیا قرار وآرام کی جگہ نہیں۔ آب وگل کی ایک مورتی بنا کر مشیت کے سامنے اندوہ وبلا کے میدان میں ڈال دی گئی ہے۔ اگر اس نے پیٹ بھر کر کھایا تو مست ہے بھوکا رہا تو دیوانہ سورہا تو مردار ہے اور جاگتا ہے تو حیران عاجزی اور ناتوانی اس کی صفت لازم بن گئی ہے۔ رسالت مآب ﷺ جب ایک رات آرام فرما کر بیدار ہوئے تو آپ ﷺ کے سترہ موئے مبارک سفید ہو گئے تھے فرمایا رات سورہ ہود نازل ہوئی ہے اور یہ اس خطاب کی وجہ سے ہے کہ فرمایا فاستقم کما امرت (جو کچھ کہا گیا ہے اس پر قائم ہو جاؤ) اے بھائی! راہ خطرناک منزل بہت دور محبوب ومطلوب کے مقام کی کوئی حد ونہایت نہیں۔ انسان کا جسم کمزور دل بے سہارا جان عاشق اور سرشوریدہ ومشتاق کیا کرے۔ شکستہ دل اور خراب حال رہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے گفتگو کرتے وقت کہا۔ اے پروردگار میں تجھے کہاں ڈھونڈوں۔ جواب ملا اس دل میں جو میری قضا کی چوٹ سے ٹوٹا ہوا ہے۔ آپ نے کہا خداوند مجھ سے زیادہ شکستہ دل اور ناامید کوئی اور نہ ہوگا۔ ارشاد ہوا میں بھی وہیں ہوں جہاں تو ہے۔ (جو کوئی معشوق کی محبت میں اس کے جور وجفا پر صبر نہیں کرتا وہ محبت میں سچا نہیں ہے۔ حقیقتاً عارف وہی ہے جو اپنی مرادیں اللہ کی مراد پر قربان کر دے۔ اس بلعم باعور کو جو یگانہ روزگار تھا اور اسم اعظم کی خلعت رکھتا تھا مسجد سے باہر نکال کر کتوں کے طویلے میں باندھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں اس کی مثال ایک کتے کی ہے کہ جب اس پر بوجھ لادا جاتا ہے تو ہانپتا ہے۔ اور نہیں لادا جاتا تو بھی ہانپتا ہے۔ مشائخ کی کتابوں میں ہے کہ رجاء اتنی ہونی چاہئے کہ اگر دنیا بھر کے گناہ اور نافرمانی تنہا ایک شخص میں ہوں اور وہ یہ آواز سنے کہ بہشت میں ایک شخص کے سوا دوسرا نہ جائے گا تو وہ یقین کرلے کہ وہ میں ہی ہوں اور خوف بھی اتنا ہو کہ اگر سارے جہان والوں کی طاعت وعبادت کسی ایک شخص میں ہوں اور وہ یہ آواز سنے کہ "دوزخ میں بجز ایک آدمی کے دوسرا نہ جائے گا" تو وہ یقین کرلے کہ وہ آدمی میں ہی ہوں۔ اصحاب کہف کی کہانی ہر عقلمند کے لئے اس پر گواہ ہے۔ وہ محض ایک کتا تھا جو مردان حق کی خدمت میں رہ کر چند قدم چلا۔ انسانی شرف نصیب ہوا۔ ایک بجلی کی کوند نظر آئے گی جس کی چمک دیکھ کر جملہ ساکنان خلد بریں سجدے میں گر جائیں گے اور پکار اٹھیں گے۔

الجبار اطلع علینا (ہم پر خداوند تعالیٰ نے تجلی فرمائی ہے) کہا جائے گا افسوس اے ناواقفو ایسا نہیں ہے بلکہ حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ ابھی ابھی ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں تشریف لے گئے ہیں۔ یہ چمک آپ کی چادر کے ایک کونے کی تھی۔ اسی سے سمجھ لو کہ اس گروہ کی صحبت اور خدمت کیا چیز ہے۔

شرف خواہی بہ گرد مقبلان گرد
کہ زود از مقبلان مقبل شود مرد

برگزیدہ لوگوں کے آستانے کا چکر کاٹ' صداقت یہ ہے کہ اپنے آپ کو بھی بھلا دو۔ یہ خونخوار بیابان طے کر چکے تو تمہارے ساتھ ریا اور عجب کا کوئی واسطہ اور سروکار نہ رہا۔ جب

تم محرم ہو گئے تو حجاب اٹھ گیا۔ قرب کا ادنیٰ اور معمولی نشان مراقبہ اور محافظت ہے۔

روح

روح ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں چھپالیا ہے۔ صاحب تعرفؒ نے روح نفس، قلب اور دنیا کی ایک تعریف کی ہے جس پر اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔ خواجہ عطارؒ (جان بلند و برتر تھی اور جسم مٹی کی وجہ سے پستی کی طرف مائل تھا۔ پھر جسم کے ساتھ جان ملائی گئی اور جب یہ دونوں بلندی وپستی کی آمیزش سے باہم یار ہو گئے تو انسان اسرار خداوندی کا ایک عجوبہ بے مثال ہو گیا۔ بزرگوں نے کہا ہے اگر روح کی ماہیت کے متعلق عقل دوڑانا جائز ہوتا تو اس کے لئے سب سے افضل واولیٰ شخصیت پیغمبر علیہ السلام کی تھی۔ بعض بزرگوں نے روح کو دیکھا ہے اور ہر ایک نے جداگانہ صورت میں اس کا مشاہدہ کیا ہے اور یہ جائز ہے جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ وہ موجود ہے تو دیکھنے کے قابل بھی ہو سکتا ہے۔ (جب تو نے عشق بازی کی ہے تو دیدہ ودل سے ہاتھ دھوڈال) بیان کرتے ہیں کہ جب مہتر موسیٰ علیہ السلام اس مقام پر پہنچے اور ان کے ساتھ وہ واقعات پیش آچکے تو چاہا کہ اپنے بال بچوں کے پاس لوٹ آئیں۔ خطاب ہوا

وقعت فاستمسک جب جا میں پھنس چکے اور ہمارے نام پر دل تصدق کر دیا اور ہمارے راستے میں سر رکھ دیا تو دل کو غم واندوہ کے سپرد کر دو اور جان کو خطرے میں ڈال دو۔

دل

سنو دل ایک شاہی خزانے کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر غور سے دیکھو کہ اس خزانے میں تم کیا رکھتے ہو؟ اگر اس میں جواہرات بھرے ہیں تو بے شک یہ خزانہ کہا جا سکتا ہے۔ اور اگر اس میں کوڑا کرکٹ ہے تو یہ گھاس پھوس کا انبار ہے۔ سگ اصحاب کہف مطلوب حق تھا اور بلعم باعور کا مطلوب چونکہ بجز حرص وہوا کے اور کچھ نہ تھا اس لئے اس کی قیمت بھی وہی لگی۔

مرد کا ظاہر اس کے باطن کی تلوار ہے۔ اگر اس کا باطن گرفتار حق ہے تو اس مرد کو مرد حق کہتے ہیں۔

نفس

معاصی افعال ظاہر ہیں اور توبہ اوصاف باطن سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر دم بھر یہ نفس تیرے حکم کے تابع ہو جائے تو یقین جان کہ بہشت تیری ملکیت ہے۔ جس نے اپنے نفس کو بندگی کے ذریعہ پہچانا اس نے اپنے پروردگار کی صفت ربوبیت کو پہچانا تو جس نے اپنے آپ کو نہ پہچانا وہ ہر شے کی شناخت سے محجوب ومحروم رہ گیا آخر ایک دن جسم کے خزانے کا جادو ٹوٹ جائے گا جب یہ جسم نہ ہوگا تو خود جان ظاہر ہو جائے گی۔ سمجھو کہ انسان کامل کی ترکیب روح نفس اور جسم وانسان کل عالم کا نمونہ ہے۔ یہ عالم آب وخاک وباد وآتش جس کی ترکیب بلغم خون صفراء اور سودا سے ہے۔ تو مومن کی روح دنیا میں بہشت کی خواہش کرتی ہے کیونکہ دنیا میں یہی اس کا نمونہ ہے اور نفس دوزخ چاہتا ہے کیونکہ وہ دنیا میں دوزخ کا نمونہ ہے۔ خواجہ محمد نوریؒ نے نفس کو لومڑی کے بچے کی شکل میں دیکھا۔ پاؤں کے نیچے کچلنے لگے وہ اور بھی مضبوط اور قوی ہو گیا وہ بولا میری پیدائش اُلٹی ہے دوسروں کو جس بات سے تکلیف اور رنج پہنچتا ہے مجھے اس سے راحت وآرام ملتا ہے۔ شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ نے کہا کہ میں نے اس کو ایک سانپ کی شکل میں دیکھا ہے۔ ایک دوسرے درویش نے کہا کہ میں نے چوہے کی صورت میں دیکھا اور پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں غافلوں کے لئے موت ہوں اور دوستوں کے نجات کا سبب ہوں۔ میرا وجود سراسر آفت ہے اگر میں ان کے ساتھ نہ رہوں تو یہ اپنی پاکیوں پر مغرور اور اعمال پر نازاں ہو جائیں کیونکہ جب وہ طہارت وصفائی اسرار نور ولایت اور طاعت میں استقامت دیکھتے ہیں تو ان میں فخر وغرور اور سربلندی ظاہر ہوتی ہے پھر جب مجھ پر نظر پڑتی ہے کہ دونوں پہلوؤں کے درمیان ایک یہ چیز بھی ہے تو ایک ایک کر کے ساری ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ نفس بذاتہ ایک وجود ہے۔ صفت نہیں۔

(روشن دلوں کی خدمت سے منہ نہ پھیر۔ اقبال مندوں کے دامن سے ہاتھ نہ چھڑا جو کانٹا پھولوں کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ بھی سنبل کی طرح مہکتا ہے)

خواہش نفس

سنو خواہش نفس کی ایک صفت ہے جس نے خواہشات کی پیروی کی ہلاک ہو گیا۔ جب تیری طبیعت کا گھوڑا تیرا فرمانبردار ہو جائے تو اخلاص کا سکہ تیرے نام ہو جائے گا۔ جس کو لذت وشہوت کی خواہش ہو وہ میخانے میں مقیم ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اس کے فتنہ وشر سے محفوظ رہتے ہیں۔ مگر جس کو ریاست ومنصب کی خواہش ہوتی ہے وہ عبادت گاہوں خانقاہوں اور دائروں میں رہتا ہے اور مخلوق کے لئے فتنہ ہوتا ہے خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور مخلوق کو گمراہ کرتا ہے۔

جس نے اپنی بہادری سے اس کتے کو قید کر لیا وہ دونوں جہان میں شیر کا شکار کر سکتا ہے۔ شیطان کو مجال نہیں کہ بندوں کے دل میں کوئی فتنہ وشر پیدا کر سکے۔ جب تک خود اسے معصیت وشہوت کی خواہش نہ ہو۔ مگر جب خواہش ظاہر ہونے لگتی ہے تو شیطان اس کو پکڑ لیتا سراہتا اور اس کے دل میں جلوہ گری کرتا ہے۔ اسلام کیا ہے مخالفت کی تلواروں سے نفسوں کو ذبح کر دینا۔ عبادتوں کی کنجی فکر ہے) اور مقام رسیدہ ہونے کی علامت نفس اور خواہش کی مخالفت۔ نفس کی مرادوں پر قائم رہنا کفر کی بنیاد ہے۔ سوز ودل کے ساتھ دست نیاز اٹھاؤ۔ نفس کا برباد کر دینا بندے کے اختیار میں نہیں کیونکہ وہ ایک سواری کی مانند ہے۔ جو شریعت کا بوجھ اٹھاتی ہے لیکن اس کی صفات کا بدل دینا توفیق خداوندی سے کسی بندے کے لئے ممکن ہوتا ہے۔

چون راست آید آخر باتو طریق خسرو
او نامراد مسکین تو شوخ خود مرادی

تقدیر الٰہی کسی کی کوشش سے نہیں بدلتی کہ سلطان محمود غازی نے ایک قیمتی موتی وزیر کو دیا اور کہا اسے توڑ ڈال۔ وزیر نے کہا اس کی قیمت تو شاہی خزانے کے برابر ہے اسے نہ توڑنا چاہیے۔ پھر بادشاہ نے ایاز کو توڑنے کے لئے دیا اس نے فوراً ہی پتھر سے چکنا چور کر دیا۔ شاہ نے کہا اسے کیوں توڑ دیا؟ اس نے کہا میں نے خطا کی برا کیا اچھا نہیں کیا۔ سلطان نے وزیر سے کہا دربار شاہی کے آداب ایاز سے سیکھو کہ نہ فرمان شاہی میں اعتراض نہ کلام میں کوئی چون وچرا۔

نفس کی ریاضت

نفس امارہ دل کا دشمن اور دین کا مخالف ہے۔ احکام شرع کی بجا آوری اور اس کی پیروی سے سرکشی کرتا ہے۔ شیطان کی شرارت ومکر سے بھی اور جب گھر کے اندر ہی چور ہوتا ہے تو اس کو دفع کرنا آسان نہیں ہوتا اور جب اتنا بڑا دشمن بغل میں ہو تو عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ اسے دبا کر زیر کرے۔ دفعتاً اس کو زیر کرنا دشوار ہے۔ کیونکہ نفس طالب کی سواری اور آلہ ہے۔ مرید کو میانہ روی اختیار کرنے کی ضرورت ہے اور وہ اس طرح کہ اس کی پرورش کرو اور قوت دیتے ہوئے اس پر کاموں کا بوجھ ڈالو۔ کہ وہ متحمل ہو سکے۔ اور اس حد تک کمزور کرو اور سختی سے کام لو کہ تمہارے حکم سے گریز نہ کرے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما مجاہدہ شاقہ کی وجہ سے ہاتھ پاؤں ہلانے سے بھی عاجز تھے۔ آنکھیں حلقے میں دھنس گئی تھیں فرمایا اے عبداللہ تمہارے اوپر تمہارے نفس کا بھی حق ہے۔ اس سختی سے ہاتھ کھینچ لو نفس ہلاک بھی نہ ہو نہ تم پر غالب ہو سکے۔ اور نہ تمہاری نافرمانی کر سکے۔ پس میانہ روی کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے منہ میں تقویٰ کی لگام ڈالو۔ اور پرہیز گاری اختیار کرو جب چوپائے دانہ گھاس نہیں کھاتے تو نرم ہو جاتے ہیں۔ عبادت کا بھاری بوجھ اس پر لاد دو۔ کیونکہ جب خچر پر زیادہ بھاری بوجھ لاد دیا جاتا ہے تو وہ سیدھا ہو جاتا ہے۔ خاص کر ایسی حالت میں کہ دانہ پانی کی مار اس پر پڑ چکی ہو۔ تیسرے یہ کہ خداوند تعالیٰ سے امداد مانگو۔ اور اس کی بارگاہ میں پناہ ڈھونڈو۔ توریت میں ہے کہ اے نبی آدم تقویٰ اختیار کر اور جہاں چاہے آرام کی نیند سورہ۔ پس جامع ومانع تقویٰ ان چیزوں سے پرہیز کرنا ہے جو معصیت ہیں اور دین کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ اور فضول حلال سے بھی دامن بچانا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اسامہ دراز امید ہے کہ ایک مہینے کے وعدے پر لونڈی خریدی ہے۔ خدا کی قسم میں زمین پر قدم رکھنے کے بعد گمان نہیں کرتا کہ قدم اٹھاؤں گا یا نہ اٹھاؤں گا۔ لقمہ منہ میں لے کر یقین نہیں کرتا کہ اسے حلق سے اتار سکوں گا۔ پس مرید

کو چاہیے کہ اس پر قائم ہو جائے اور رات دن اسی کو یاد کرتا رہے۔ پھر ضرور اس کی امیدیں مختصر ہو جائیں گی۔

نفس کی سیاست اور مجاہدے

نفس کی محنت اور مشقت اور اس کی سرزنش ہر مذہب اور ہر دین میں پسندیدہ سمجھی گئی ہے۔ مشاہدات مجاہدات کی میراث ہیں۔ ناسمجھ عجمی بچوں کو محنت وریاضت سے عربی زبان بنا دیتے ہیں بعض وحشی جانوروں اور پرندوں کو ایسا رام کر لیتے ہیں بلاتے ہیں چلا آتا ہے ایک ناپاک کتے کو تعلیم دیتے ہیں کہ اس کا مارا ہوا شکار حلال اور پاک ہوتا ہے۔

نفس کا مجاہدہ نفس کے صفات ذمیمہ کو فنا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ نفس کو فنا کرنے کے لئے نہیں ہوتا کیونکہ اس کی انانیت کی اصل فنا نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ بھوکے کی طبیعت تیز تر اور اس کی سمجھ صاف تر اور صحت بہتر ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوالعباس سے روایت ہے کہ جب میں سیر ہو کر کھا لیتا ہوں تو تمام گناہوں کو اپنے اندر پاتا ہوں اور جب نہیں کھاتا تو تمام عبادات کی اصل اپنی ذات میں محسوس کرتا ہوں۔ ضرورت سے زیادہ حلال سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ حرام اور مشتبہ چیزوں کا کھانے والا مردود بارگاہ ہوتا ہے۔ عبادت اللہ تعالیٰ کا خزانہ ہے۔ اس کی کنجی دعا ہے اور اس کنجی کے دندانے حلال روزی ہے۔ زیادہ کھانا تمام اعضاء کے لئے فتنہ وفساد کا باغ ہے۔ پیٹ ایسا عضو ہے کہ اگر وہ خالی ہے تو تمام اعضاء گناہوں سے سیر ہوں گے۔ اور اگر وہ سیر ہوگا تو تمام اعضاء گناہوں کے بھوکے ہوں گے۔ سکرات موت کی سختی زندگی کی لذتوں کے برابر ہوتی ہے شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی ایسا آدمی جس کا ظاہر نیک ہے تمہیں کوئی چیز دے تو لے لو اور یہ نہ پوچھو کہ تم نے کیسے اور کہاں سے حاصل کی اور حکم تقویٰ یہ ہے کہ جب تک پوچھ نہ لو مت لو۔ جائز کو حکم شریعت اور افضل کو حکم تقویٰ کہتے ہیں۔ جو شخص جتنا کمزور اور ضعیف ہوتا ہے خدا اتنا ہی اس پر زیادہ مہربان ہوتا ہے۔

نفس کو جدا کرنے کے بیان میں

یعنی خدائے عزوجل کی پہچان اپنی ذات سے بیزاری ہے۔ کہ مردان راہ حق سارا غصہ اپنے اوپر اتارتے ہیں۔ اور جو تلوار اٹھاتے ہیں اپنے اوپر اٹھاتے ہیں۔ میں نے ہر مقام پر حضرت رب العزۃ سے مناجات کی۔ آخر مجھ سے پوچھا گیا اے بایزید تیری مراد کیا ہے۔ میں نے کہا

اريد ان لا اريد

(میری مراد یہ ہے کہ میری کوئی مراد نہ ہو)

چون می کشی رہا کن تاپائے تو بوسم
بارے بہ سینہ من این آرزو نماند

اگر آنحضرت ﷺ کی امت میں سے کوئی شخص روتا ہے اضطرار کی حالت میں تو اللہ تعالیٰ اس کے رونے کی وجہ سے ساری امت پر رحم فرماتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس کے دل میں حزن وملال ڈال دیتا ہے۔

اپنے ساتھ موافقت

جس کی زندگی خدا کے ساتھ ہے وہ اگرچہ صورۃ مردہ ہی کیوں نہ ہو حقیقۃً زندہ ہے۔ کیونکہ موت جسم کی موت اور عدم جسم کا عدم نہیں ہے۔ اگرچہ اپنی خلقت اور صورت میں سب آدمی برابر ہیں مگر شریعت کا فتویٰ یہ ہے۔

الناس معادن كمعادن الذهب والفضة

(آدمی کان ہیں جیسے سونے اور چاندی کی کانیں) وہ لوگ جو آسمان ارادت کے آفتاب درگاہ حق کے مقبول ازلی اور مملکت اسلام کے سالار ہیں۔ ان کے مرکب دولت کی گرد جس کے سر پر پڑ گئی وہ ہمیشہ کے لئے عزیز ہو گیا۔

جس کا رہنما کوئی چاند سی شکل والا نہیں ہے تو خود بخود منزل پر پہنچ جانا بہت دشوار ہے۔ اور راستہ بہت طویل ہو جاتا ہے۔ ہزاروں پاک جانیں طلب کی بھٹی میں پگھلائی جاتی ہیں جب کسی صدیق کو چن لیتے ہیں (راتوں کو تیری گلی میں کتے چکر لگاتے ہیں لیکن خسرو کے لئے کوئی راہ نہیں۔ اپنی گلی کے کتوں کے صدقے میں کسی دن مجھے بھی آنے کی اجازت

دے۔ دیکھتے کہ سرکار دو عالم ﷺ جب حضرت ہلال کو (جو حضرت مغیرہ کے غلام تھے) دیکھتے تو تپاک کے ساتھ تشریف لاتے اور کہتے کہ میرے لئے دعا کرو۔ وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے اور آپ ﷺ آمین فرماتے۔ ایک دن صبح کے وقت آپ ﷺ حضرت مغیرہ کے گھر پہنچے۔ حضرت مغیرہ کو خبر نہ تھی کہ حضرت ہلال کو فرمان قضا پہنچ چکا ہے۔ جب مغیرہ باہر آئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

ما حدث فی دارک

(آج تمہارے گھر میں کیا حادثہ ہوگیا ہے) انہوں نے کہا

ماحدث فی داری الاخیر یا رسول الله

(یارسول اللہ ﷺ میرے گھر میں کوئی واقعہ نہیں ہوا سب خیریت ہے۔) پیغمبر ﷺ نے فرمایا تیرے گھر کے لوگوں میں سے ایک عزیز ترین ہستی نے انتقال کیا اور تجھے اس کی خبر نہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ سات آسمانوں میں ہلال کی عظمت کا یہ مرتبہ کہ سعادت اور نیک بختی کا تاج ان کے سر پر رکھا جاتا ہے اور زمین میں سوائے مصطفی ﷺ کو اور کوئی ان کو نہیں پہچانتا۔ بادشاہ حقیقی کی سنت یہی ہے۔

آپ ﷺ نے ہلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔ حضور ﷺ آگے تشریف لائے اور ان کے سر مبارک کو اٹھا کر اپنے زانوئے مبارک پر رکھ لیا۔

واغرقت عینا.

(اور آپ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں)

اور فرمایا اے ہلال بظاہر تم اس فرش خاک پر پڑے ہوئے ہو مگر تمہاری حقیقت کا جوہر دربار خداوندی میں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی اور کی تعزیت میں رسول اللہ ﷺ کو اتنا غمگین نہ دیکھا تھا۔ فرمایا۔ (ہر زمانے میں خدا کے سات بندے ہوتے ہیں کہ ان کی دعاؤں سے مخلوق کی مدد کی جاتی ہے۔ ان کے طفیل آسمان سے بارش ہوتی ہے انہیں کی برکتوں سے لوگوں کو رزق ملتا ہے اور یہ مرتبہ انہیں نماز روزہ کی کثرت اور زیادہ صدقہ دینے کی وجہ سے نہیں بلکہ دل کی سلامتی اور نفس کی سخاوت کی وجہ سے ملتا ہے۔ اور حضرت ہلال رضی اللہ عنہ ان سے افضل تھے) پھر فرمایا

والذی نفسی بیدہ لو تالی علی الله بزوال الدنیا لا زالها من مکانها (اس خدائے پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ ہلال رضی اللہ عنہ خدا کو قسم دیتے کہ یہ دنیا نیست ونابود کر دے تو یہ دنیا اپنی جگہ معدوم ہو جاتی۔

غفلت کے بیان میں

جب کوئی شخص بہ نیت گناہ زمین پر قدم رکھتا ہے تو زمین کے تمام ذرے روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بدعہد و بے وفا ہم کو خدا نے اس لئے پیدا کیا کہ ہم بندگی کا بوجھ اٹھائیں گناہوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے نہیں ہم وہ ہیں کہ ہم سے آدم صفی اللہ نوح نجی اللہ موسیٰ کلیم اللہ عیسی روح اللہ ابراہیم خلیل اللہ اور محمد رسول اللہ وحبیب اللہ علیہم الصلوۃ والسلام جیسی عظیم الشان ہستیاں پیدا ہوئیں۔

میرے سینے پر اپنے گناہ آلودہ پاؤں رکھتا ہے یاد رکھ مرنے کے بعد میرے اندر ہی تیرا ٹھکانہ ہوگا۔ آج میرے اوپر اتنا ہی بوجھ ڈال جتنا مرنے کے بعد تو اٹھا سکے۔ جو غفلتیں تو میرے ساتھ برتے گا ان کا بدلہ تجھ سے اس وقت لوں گی جب تو میرے پیٹ میں رکھا جائے گا۔ بھائی ازل سے ابد تک گناہوں سے پاک ہونا تو فرشتوں کا کام ہے اور تمام عمر گناہوں میں اور مخالفت میں غرق رہنا شیطان کا شیوہ ہے۔ جب شہوت نے غالب ہو کر دل کے قلعہ کو گھیر لیا اور نفس اس کا مطیع ہو کر اس سے الفت کرنے لگا تو عقل ضرورۃ پیدا کی گئی۔ اور توبہ ومجاہدے کی طرف رجوع ہوئی۔ تاکہ قلعہ دل کو فتح کرے اور شہوات نفسانی ووساوس شیطانی کے تصرف سے بچالے۔

تو این دم در دہان شیر اسیری
چہ دانی زانکہ این دم شیر گیری

توبہ انسان کے لئے ضروری اور مریدوں کا پہلا قدم ہے اور یہ قدم بغیر کسی پیر پختہ اور راہ رفتہ کی مدد کے حاصل نہیں ہوتا۔ مگر

شاذ و نادر گنہگاروں میں بہتر وہ لوگ ہیں جنہوں نے توبہ کر لی۔
(مغرور اور خود بیں انسان شاہی دربار کے لائق نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کے غمخوار کو پسند فرماتا ہے اس راستے میں خود بینی اچھی نہیں ہے یہاں تو لاغر جسم اور ٹوٹا ہوا دل چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء اور انتہا کو مغفرت کے عنوان پر قائم کر دیا۔ آپ ﷺ کے دل مبارک سے پل بھر کے لئے خوف و ہراس کم نہ ہوتا۔ فرماتے

الٰھی ذنبی عظیم ولا یغفر الذنب العظیم الا الرب العظیم اللھم اجعلنی من عتقائک وطلقائک و محرریک من النار

جس وقت آپ ﷺ یہ دعا فرماتے آپ ﷺ کے دلی اندوہ کی چوٹیں سوائے بارگاہ عزت لا الہ الا اللہ کے کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی ایسی حالت ہوتی تھی تو تمام درختوں سے غم کی کونپلیں نکلتی تھیں۔

نہ پانے کی حسرت

معلوم ہو کہ اگر پچاس بار ننگے سر اور ننگے پاؤں شوق ولولے کے ساتھ اپنے وطن سے مکہ اور مدینہ جاؤ اتنا مفید نہیں جتنا نہ پانے کی حسرت مفید ہے۔ برسوں خاک پر پڑے ہوئے خون جگر پیتے رہے۔ بہت کچھ جالا تنا اور مکھیوں کی طرح بھنبھناتے اور افسانہ کہتے رہے۔ ہم نے بہت کچھ اس درد کا علاج ڈھونڈا دل کو آرام نصیب نہ ہوا۔ جس کے سینے میں نہ پانے کا درد ڈال دیا ہے ہزار قیامتیں اس کے دل پر ٹوٹا کرتی ہیں۔ ان بزرگوں کے سروں پر چڑیا بیٹھ جاتیں تو ان چڑیوں کو خبر نہ ہوتی کہ کسی جاندار پر بیٹھی ہیں یا کسی بے جان پتھر پر۔ جانتے ہو ایسا کیوں تھا۔ یہ آخرت والے کشتہ ہو چکے تھے۔ محض جسم کے اعتبار سے اس دنیا میں تھے ان کا دل آخرت میں لگا ہوا تھا۔ وہ وقت آئے سید عالم جہاد میں تشریف لے جائیں اور ہم اپنی جانیں دشمنان دین کی تلواروں کے ساتھ رکھ دیں۔ زمین پر لوٹتے اور گریہ و زاری کے ساتھ کہتے الٰہی میں خلق سے ناامید ہوں میری جان لے لیں تاکہ میں اپنی قید اور اپنے عہد سے چھوٹ جاؤں۔ اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ جن کی شجاعت اور بہادری پر اسلام کی ناموری کو فخر و ناز تھا مناجات کے درمیان اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیرتے اور بصد شوق دعا کرتے خدایا کسی بدبخت کو میرے اوپر کیوں مسلط نہیں کر دیتا۔ کہ میری داڑھی کو میرے ہی خون میں رنگ دے تاکہ میں اپنی شجاعت و جواں مردی کے نام و نمود سے چھوٹ جاؤں۔ دردمندوں کے درد کی دوا کیا ہے؟ لا الٰہ الا اللہ کی ایک نظر (دوسری جگہ تو کتنا ہی عزیز کیوں نہ رہا ہو اب واپس لوٹ آ کیونکہ چاند آسمان پر ہی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ خدا کی مہربانیوں کا مشاہدہ کرنا زمانہ خلوت کا ہے اور یہ وقت مصالحت کا وقت ہے۔ پیچھے رہ جانا اچھا نہیں۔

راضیة مرضیة ہم تجھ سے خوش اور تو ہم سے خوش۔ اس بارگاہ کے اکثر جواں مرد حسرت نایافت سے جو درد جگر ان کو حاصل ہوتا ہے اسے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ ایک آدمی ایک بکری کے بچے کا کان پکڑ کر کھینچے لا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میری امت میں ایسے آزاد مرد بھی ہوں گے جو میدان قیامت میں آئیں گے اور ان کے مضبوط ہاتھوں میں دوزخ کی ساتوں طبقے اس بکری کے بچے سے کہیں زیادہ مجبور و مقید ہوں گے۔ اگر تو اس راستے کا مرد ہے تو اسی راستے میں گم ہو جا اور قدم رکھا ہے تو اس کے راستے میں اپنی جان فدا کر دے۔ خوشی کا مقام ہے فوراً اپنی دستار سر سے اتار کر پھینک دے اس راستے کے کسی مرد کا دامن تھام لے اور اس کا ہو جا۔ بادشاہ ایک ہی ہوتا ہے باقی سب لوگ اس کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

علاج دل

بسم اللہ الرحمان الرحیم

وہ خواہشیں جن پر نبوت کا فتویٰ نہیں محض باطل ہیں۔ خلوص کا مقام درد بھرا دل ہے اور جہاں کہیں اخلاص کی خوشبو پائی جاتی ہے قرآن کریم خوشخبری دینا شروع کرتا ہے خواہ وہ

جنات کے حق میں ہو یا انسان کے۔ شریعت کے راستے پر ہر چلنے والے کے سر پر قبولیت کا تاج پہنا دیا جاتا ہے۔ اور ان کے حزن و ملال کی ہمت پر عالم کا قرار و قیام موقوف ہوتا ہے۔ خواجہ عطار فرماتے ہیں۔

دل پر نور را دریائے دین کن
حدیث وحی رب العالمین کن
دم در عالم قدسی قدم زن
بگیر آن حلقہ را بردر حرم زن
چو عیسیٰ در سخن شیریں زبان شو
صدف راہ بشکن و گہر فشان شو

(اگر روز ازل کا عہد و اقرار تجھے یاد ہے تو ہر وہ ریاضت ومجاہدہ جو فتویٰ شریعت کے خلاف ہے ضلالت و گمراہی ہے) بارگاہ خداوندی میں صفت جہالت سے بڑھ کر کوئی ذلیل اور دشمن نہیں۔ اپنی خواہشوں کو مجاہدے کی بساط پر علم کی تلوار سے ذبح کر دیں اور نفس پر فضول کا سر حکم شریعت کے مطابق ریاضت کی چھری سے کاٹ ڈال۔ جمعے کے دن چاشت کے وقت چار رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک مرتبہ آیۃ الکرسی دس مرتبہ قل یاایھا الکفرون دس مرتبہ قل ھواللہ احد دس مرتبہ قل اعوذ برب الفلق دس مرتبہ اور قل اعوذ برب الناس دس مرتبہ پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد ستر مرتبہ استغفر اللہ اور ستر مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کوئی اس نماز کو پڑھتا رہے گا وہ کبھی مفلس اور بدنصیب نہ ہوگا۔

لباس

مشائخ نے خود بھی خرقہ پہنا ہے اور مریدوں کو بھی خرقہ سے آراستہ فرمایا ہے تاکہ عام لوگوں سے ان کی شناخت ہو سکے اور تمام مخلوق ان کی نگہبان ہو جائے۔ کوئی گناہ کریں تو شرما جائیں۔ اللہ تعالیٰ تونگر صورت فقیر کو دوست رکھتا ہے۔ خاکی اور نیلا لباس غمگین اور شکستہ دل رکھتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ اپنا لباس سیاہ وسفید رنگ برنگ کے ٹکڑوں کو دھو کر سی رہی تھیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ پیوندی لباس سی رہی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بہت خوب عائشہ رضی اللہ عنہا ہر رنگ کا ٹکڑا جوڑنا کوئی رنگ چھوڑ نہ دینا۔ جیب لگانا بھی سنت ہے۔ دستار کے نیچے ٹوپی پہننا سنت ہے۔ شملہ سر کے پیچھے گردن پر لٹکائیں۔ مشائخ دلوں کے طبیب ہوتے ہیں۔ جب تک معالج بیمار کے مرض سے واقف نہ ہوگا علاج نہ کر سکے گا۔ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں۔ ایک جماعت نے لباس کے متعلق کوئی تکلف نہیں رکھا۔

ملامت

اہل حق خاص کر مخلوق کی لعن طعن سنا کرتے ہیں۔ دینداری کی راہ میں مستقیم اور معاملوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ لوگ اس کو ملامت کرتے ہیں۔ اپنے کام سے کام رکھتا ہے۔ دوسری ملامت قصدی ہے۔ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے کھجوروں کے باغ سے لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے ہوئے آ رہے تھے۔ یہ آپ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اس وقت آپ کے پاس چار سو زر خرید غلام تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اجرب نفسی (میں اپنے نفس کا تجربہ کر رہا ہوں) تیری قسم جیسا کہ سارا زمانہ قبولیت خلق سے خوش و خرم ہوتا ہے یہ گروہ لوگوں میں مردود ہونے اور دھتکارے جانے سے مسرور و شادمان ہوتا ہے جو کوئی دو دو مرتبہ پیشاب کے راستے سے گزرا ہو اس کو غرور کرنا ہرگز روا نہیں ہے۔ اور نہ غفلت کے نشے میں اپنی ہستی کا ثابت کرنا جائز ہے۔ شیروں کے جنگل میں لومڑی ہی بن کر رہنا بہتر ہے۔ ابھی آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی بھی نہ تھی کہ خیاط لطف و کرم ان کے جسم کے لئے توبہ کی خلعت اور صفوت کا لباس سی چکا تھا۔

سماع

دل اور دماغ اسرار خداوندی کے خزانے اور جواہر معانی

کی کانیں ہیں۔ جس دل میں خداوند عزوجل کی محبت زیادہ ہو گی تو وہ اس کے دیدار کا مشتاق ہوگا۔

میں نے چاہا اس کی زلف کے گھونگر کا ایک سرا شمار کروں۔ تا کہ اس کے اجمال سے تفصیل کا مشاہدہ کرسکوں۔ میرے اس ارادے پر اس کی زلف مشکیں کا ایک ایک بال ہنسنے لگا۔ اور ایک ایسا پیچ ڈال دیا کہ میں گننا سب بھول گیا۔ تیرے رخسار کی چمک نے اندھیری رات کو روشن کر کے دن بنا دیا ہے۔ ایک محدث جو مشہور و معروف تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں نے سماع کے مباح ہونے کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ میں نے کہا دین میں ایک بڑی مصیبت واقعہ ہوگئی ہے۔ خواجہ کیا لہو ولعب اور تمام فسق و فجور کو حلال کر دیا ہے۔ فرمایا یہاں کوئی ہے کہ شعر سنائے ایک بدوی نے یہ شعر پڑھے

لقد لسعت حیتہ الھویٰ کبدی

فلا طبیب لھا ولا راقی

الا الحبیب الذی شفقت بہ

فعندہ' رقیتی و تریاقی

(میرے کلیجے پر محبت کے سانپ نے ڈس لیا ہے اس کے لئے نہ کوئی طبیب ہے اور نہ جھاڑ پھونک والا۔ ہاں مگر وہ محبوب جو مہربانی فرمائے اسی کے پاس اس کا منتر اور تریاق ہے۔ تو وجد فرمایا حضرت عتبۃ الغلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے کسی سے کوئی شعر سنا اور ہاتھ پر ہاتھ اتنا مارا کہ انگلیوں سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔

مخلوق سے کنارکشی

مخلوق سے علیحدہ رہنا ایک مہم ہے۔ ایک شخص تنہا بیٹھا ہوا تھا میں نے چاہا کہ اس سے باتیں کروں اس نے کہا میرے نزدیک باتیں کرنے کی بجائے اللہ کا ذکر اچھا ہے۔ میں نے کہا تم تنہا کیوں بیٹھے ہو اس نے کہا میرے ساتھ میرا پروردگار ہے اور دو فرشتے اور اٹھ کر چلا گیا۔ ہرم ابن حبان نے حضرت خواجہ اویس قرنیؒ سے کہا اے اویس آؤ ہم دونوں ایک ہی جگہ رہا کریں۔ تا کہ ایک سے دوسرے کو فائدہ پہنچے۔ حضرت خواجہ اویس قرنیؒ نے جواب دیا کہ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کے لئے دعا کرنا ملاقات کرنے سے بہتر ہے۔ ایک لحظہ اپنی مصیبت سے فارغ نہ بیٹھو۔ رسول اللہ ﷺ جو کونین کے مقصود تھے اپنے وجود کی دردناکی سے یہ فریاد کرتے تھے۔

یا لیت رب محمد الم یخلق محمدا (اے کاش محمد ﷺ کا پروردگار محمد کو پیدا نہ کرتا) منافق کی پہچان یہ ہے کہ اپنی جھوٹی تعریف سے خوش ہو اور سچی مذمت سے ناراض ہو جائے۔

خلق سے جدا ہونے کے بیان میں

لوگوں سے علیحدگی دو قسم کی ہے۔ ایک وہ آدمی جس کی لوگوں کو کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ جمعہ جماعت اور نیک کاموں میں لوگوں سے میل جول کرے اور اس کے علاوہ سب سے الگ تھلگ رہے۔ ایک ایسا آدمی جو علم میں مقتداء ہو اور دین کے کاموں میں لوگ اس کے محتاج ہوں اور حقوق کے بیان یا بدعتوں کو رد کرنے یا دین کی طرف اپنے قول و فعل کے ذریعے دعوت مقصود ہو تو ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان میں رہے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب بدعتیں ظاہر ہوں اور عالم خاموش رہے تو ایسے عالم پر خدا کی لعنت ہے۔ اس کے لئے گوشہ نشینی جائز نہیں بلکہ لوگوں کے درمیان مل جل کر رہنا لازم ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا اگر میں راتوں کو سویا کروں تو گویا میں نے اپنے آپ کو ضائع کر دیا اور اگر دن کے وقت سو جاؤں تو گویا میں نے رعایا کو ضائع کر دیا تمام نیکیوں میں لوگوں کے ساتھ شریک ہو ان کی آفتوں سے بچنے کے لئے پرہیز اختیار کرے کمزور طبیعت انسان کو تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ جس رات تمہارے سر میں درد ہو اس درد کی جان و دل سے خدمت کرو کیونکہ جو درد سر اس کی طرف سے ہو وہ درد سر ہی نہیں ہوتا عزیزؒ کو وحی بھیجی گئی اے عزیز اگر میری قدرت و مشیت سے تم کو زرد آلو ملے تو تم اس کی طرف حقارت سے نہ دیکھو یہ دیکھو کہ روزی تقسیم کرنے کے وقت تم مجھے یاد تھے۔

چلہ کا بیان

جیسا کہ شریعت کا فتویٰ ہے جو شخص چالیس رات دن اللہ

تعالیٰ کے لئے مخصوص کر دے حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم کی مٹی کو بغیر واسطہ اپنے دست قدرت سے چالیس دنوں تک خمیر کیا یہاں تک کہ آدمؑ میں دونوں جہان کے تعمیر کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی۔ جو لوگ اپنی عقل خام سے اس راستے میں قدم رکھتے ہیں اس لئے نقصان اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ تجھ سے استقامت چاہتا ہے اور تو خدا سے کرامت مانگتا ہے صدیق لوگ صغیرہ گناہوں سے بھی پرہیز کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ نادان واحمق لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ شیطان کے قابو سے باہر ہیں عارف کا پہلا درجہ حیرت سے شروع ہوتا ہے اور آخری درجہ بھی حیرت پر تمام ہوتا ہے۔

بہ ثواب اہل جنت بعقاب اہل دوزخ
من ازیں میاں ندانم کہ کیا نم از کدامان

موت کے بیان میں

حریص لالچی موت کو یاد نہیں کرتا تائب مبتدی موت کو اس لئے یاد کرتا ہے کہ خوف، خشیت پیدا ہو اور نفرت کرتا ہے تمام توبہ اصلاح اعمال اور توشہ آخرت جمع کرنے سے پہلے ہی موت آ جائے۔ جس نے خدا کے دیدار سے کراہت کی اللہ تعالیٰ اس کو دیکھنا پسند نہیں فرماتا لیکن عارف منتہی ہمیشہ ہر آن موت کو یاد کرتا ہے۔ حذیفہؓ سے نقل ہے کہ انہوں نے خدا سے دعا کی "خداوند تو جانتا ہے مجھے امیری سے غریبی زیادہ پسند ہے اور تندرستی سے بیماری زیادہ عزیز ہے اور زندگی سے موت کو زیادہ دوست رکھتا ہوں تو میرے لئے موت کو آسان کر دے تاکہ تیرے دیدار کی دولت حاصل کر سکوں۔" صدیقہؓ نے پوچھا "یا رسول اللہ ﷺ شہداء کے ساتھ کس کا حشر ہوگا"۔ آپ نے فرمایا (ہاں جو شخص دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرتا ہے) امام نوویؒ کوفہ کی مسجد میں ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا وہ کہتا تھا کہ میں اس مسجد میں تیس برس سے موت کا انتظار کر رہا ہوں کہ کب آتی ہے۔ اگر آ جائے تو پھر کسی چیز کا انتظار نہ کروں گا ذرا بھی دیر نہ ہونے دوں موت اور سکرات موت کا خیال دنیا کی ساری لذتیں بے مزہ اور تمام خوشیاں بے لطف ہو جاتی ہیں۔ فرمایا ہے

اللھم ھون علیٰ محمد سکرات الموت خداوندا محمد پر سکرات الموت کی سختیاں آسان فرما دے۔ اسی طرح حضرت پیغمبر عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں سے فرمایا اے لوگو! خدا سے دعا کرو کہ مجھ پر موت کو آسان کر دے کیونکہ میں موت سے اس قدر ڈرتا ہوں کہ اس کا خوف مجھے موت کے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ایک مرد اپنی قبر سے باہر آیا اس کی پیشانی پر سجدے کا نشان تھا اس نے کہا اے لوگو! تم مجھ سے کیا پوچھتے ہو پچاس برس گزر چکے ہیں کہ میں نے موت کا مزا چکھا تھا مگر ابھی تک موت کی کڑواہٹ میرے دل سے نہیں گئی ایک شخص بیماروں سے موت کی تکلیف پوچھا کرتے تھے کہ تم موت کو کیسا پاتے ہو؟ جب خود بیمار ہوئے اور نزع کی حالت میں لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تم موت کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان زمین پر پھٹ پڑا ہے اور مجھے سوئی کے ناکے سے نکالا جا رہا ہے۔ حدیث میں ہے (اگر موت کی تکلیف ایک قطرہ زمین کے پہاڑوں پر ٹپکا دیا جائے تو سب کے سب پگھل جائیں) حدیث میں آیا ہے مرنے والوں میں تین باتوں کا خیال رکھو۔ اس کی پیشانی بشاش ہو آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور ہونٹ خشک ہو جائیں تو یہ رحمت خداوندی ہے جو اس پر نازل ہو رہی ہے۔ اور اگر گلا گھٹنے کی آواز پیدا ہو رہی ہے رنگ سرخ ہو گیا اور ہونٹ سیاہ خاکستری ہو گئے تو یہ عذاب الٰہی ہے جو اس پر اتر رہا ہے پھر بھی اس کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہونا اچھی علامت ہے۔ جو شخص مر رہا ہے اور یہ جانتا ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔

وعدہ اور وعید کے بیان میں

اجر وثواب کا وعدہ مومنوں کے حق میں ہے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جو مومن اس جہان

سے گنہگار جاتا ہے تو اس کیساتھ ان تین باتوں میں سے ایک کی جاتی ہے یا اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے بخش دیتا ہے یا پیغمبران علیہم السلام کی شفاعت سے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں یا جتنا گناہ ہے اتنا عذاب کیا جاتا ہے اور پھر آزاد کر دیا جاتا ہے۔

(اگر تو گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے تو کوئی اندیشہ نہیں کیونکہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جب تک یہ دروازہ بند نہیں ہوتا توبہ کئے جا۔ اگر تو پل بھر کے لئے بھی اس دروازے میں داخل ہو جائے گا تو فتح و کامرانی ضرور تجھے حاصل ہو جائے گی۔ تو واپس لوٹ آ کیونکہ ہم نے تیرے لئے دروازہ کھول دیا ہے تو پشیمانی میں مبتلا ہے تو ہم تیرے گناہ معاف کرنے کو تیار ہیں خداوند عز و جل نے بغیر کسی شرط کے مشرک کی مغفرت کی نفی کر دی اور شرک کے علاوہ جو گناہ ہے اس کی مغفرت کو مشیئت سے متعلق کر دیا بندے کا ایمان حقیقۃً اس وقت کامل ہوتا ہے کہ اگر آسمان سے کوئی بلا نازل ہو تو سمجھے کہ یہ میرے شومیٔ اعمال کی وجہ سے ہے اور اگر اس کو کوئی نیکی اور بھلائی حاصل ہوتی ہے تو اسے کسی دوسرے کے طفیل سمجھتا ہے حضرت موسیٰ پر وحی نازل ہوئی کہ اپنی قوم میں ڈھونڈو کہ جو سب سے بہتر خدا کا فرمانبردار ہو کہ اس شخص سے کہو کہ بنی اسرائیل میں بدترین شخص کو وہ تلاش کرے وہ اپنی گردن میں رسی باندھ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ میں بنی اسرائیل کے بدترین آدمی کو تلاش کر کے لایا ہوں۔ فرمایا بنی اسرائیل میں وہ ہی سب سے بہتر ہے اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بدترین خلق جانتا ہے اور خواجہ سری سقطیؒ نے فرمایا میں روزانہ چند بار آئینہ دیکھتا ہوں اس خوف سے کہیں میرا منہ سیاہ تو نہیں ہو گیا۔ اخلاص کا نور اور نفاق کی ظلمت بندے کے چہرے سے ظاہر ہوتی ہے۔

تو مباش اصلا کمال این ست و بس
توز خود گم شو وصال این ست و بس

دوزخ کے بیان میں

حضور ﷺ نے فرمایا۔ دوزخ میں ایک وادی ہے جس سے دوزخ بھی ستر بار پناہ مانگتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے دکھادے کہ عالموں اور قاریوں کے لئے بنائی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ہم سب نے ایک آواز سنی حضور ﷺ نے فرمایا جانتے ہو کہ یہ کیسی آواز ہے میں نے کہا خدا اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں ارشاد فرمایا۔

هٰذا حجر ارسل فی جهنم منذ سبعین عاماً الاٰن انتهیٰ الیٰ قعرها یہ ایک پتھر ہے جسے ستر برس پہلے جہنم میں ڈالا گیا تھا آج اس وقت وہ اس کی تہہ تک پہنچا ہے۔ دوزخ والوں کے لئے کم ترین عذاب آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کی گرمی سے ان کا دماغ کھولتا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ (آگ نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ اے میرے پروردگار میرے بعض حصے نے میرے بعض حصے کو کھا لیا ہے تو اس کو دو سانسوں کے چھوڑنے کی اجازت دی گئی ایک جاڑے میں اور دوسری گرمی میں تم گرمیوں میں جو حدت و حرارت پاتے ہو وہ جہنم کی ایک گرم سانس ہے اور جاڑے میں جو سردی پاتے ہو وہ زمہریر کی ایک ٹھنڈی سانس ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا خیال ڈرنے والوں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔

بہشت کے بیان میں

ساکنان بہشت یقیناً اپنے اوپر جھروکوں میں رہنے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم مشرق و مغرب سے پچھلی رات کے ستاروں کو دیکھتے ہو اور یہ ان کی فضیلت کی وجہ سے ہوگا جو انہوں نے ایک دوسرے کے درمیان حاصل کی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ منزلیں پیغمبروں کے لئے خاص ہیں یا اور کسی کو بھی ملیں گی۔ فرمایا ہاں

والذی نفسی بیده رجال اٰمنوا بالله و صدقوا المرسلین (اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور پیغمبروں کی تصدیق کی بہشت میں ساکنان بہشت کھائیں گے اور پہنیں گے۔ ان

میں سے ایک ایک مرد کو سو مردوں کی طاقت دی جائے گی۔ کھانے پینے میں اور جماع میں۔ ان کی رفع حاجت اس طرح ہوگی کہ پسینہ ان کے بدن سے خارج ہوگا جو مشک کی طرح خوشبودار ہوگا اور ان کا پیٹ ہلکا ہوجایا کرے گا۔ تفسیر میں ہے کہ اگر کوئی حور دریا میں اپنا تھوک ڈال دے تو کسی دریا میں کھارا پانی نہ رہ جائے بلکہ سارا سمندر میٹھا ہوجائے اور اگر اندھیری راتوں میں بہشت کے باہر ایک انگلی نکال دے تو رات بھی دن کی طرح روشن ہوجائے ان کے جسم پر ستر کپڑوں کا لباس ہوگا پھر بھی ان سے نگاہیں پار ہوجائیں گی یہاں تک کہ پنڈلیوں کی ہڈی کا گودا نظر آئے گا۔ آواز آئی السلام علیک یارسول اللہ ﷺ! میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیسی آواز ہے؟ انہوں نے کہا یہ مقصورات خیام ہیں۔ انہوں نے اپنے پروردگار سے اجازت چاہی کہ آپ کو سلام کریں تو رب العالمین نے ان کو اجازت دے دی۔ پھر وہ کہنے لگیں کہ ہم ایسی خوش رہنے والیاں ہیں کہ ہمیں کبھی غصہ نہیں آتا اور ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں۔ ہم کبھی رحلت نہ کریں گی۔ اہل بہشت میں سے ہر ایک مرد کو پانچ سو حوریں چار ہزار باکرائیں اور آٹھ ہزار ثیبائیں (عورتیں) دی جائیں گی اور وہ ان میں سے ہر ایک کو اپنی دنیاوی عمر کے برابر وقفہ تک اپنی بغل میں رکھے گا۔

اہل بہشت کے بدن اور چہروں پر بال نہ ہوں گے ان کا رنگ سفید اور سر کے بال گھنگھریالے اور آنکھیں سرمہ آلود ہوں گی اور ان کا سن تینتیس برس کا ہوگا۔ وہ آدم علیہ السلام کی خلقت پر قد وقامت میں ساٹھ گز کے لمبے اور سات گز چوڑے ہوں گے اور تفسیر میں آیا ہے کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح حسین وجمیل ہوں گے اور اخلاق محمدی سے آراستہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح خوش آواز ہوں گے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ید قدرت سے پیدا کیا اور بہشت میں ایک یاقوت اتنا بڑا ہے کہ اس میں ستر ہزار سرائیں ہیں اور سرائے میں ستر ہزار مکان ہیں جن کی دیواروں میں کہیں رخنہ یا سوراخ نہیں ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بہشت میں ایک حور ہے جس کا نام عینا ہے۔ اس کے دائیں بائیں ستر ہزار باندیاں ہیں۔ وہ کہیں گی کہاں ہیں وہ لوگ جو امر معروف (نیکی کا حکم) اور نہی منکر (بدی سے ممانعت) کرتے تھے۔ فرمائے گا (آؤ میں تمہارا پروردگار ہوں مجھے دیکھو تم پر سلامتی ہو تم پاک وصاف کئے گئے ہو اب اس جگہ ہمیشہ ہمیشہ رہو) اور اس آیت **وسقھم ربھم شرابا طھورا** (اور ان کا پروردگار ان کو اپنے ہاتھ سے شراب طہور پلائے گا) یہ تھے اقتباس مکتوبات صدی سے۔

سیرت النبیؐ بعد وصال النبیؐ کے اقتباسات

حضرت استاذ مولانا عبدالعلی نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی کے زمانہ میں یہ خواب دیکھا کہ حضرت محمد ﷺ تشریف لائے ہیں آپ اونٹ پر سوار ہیں اور اونٹ کی نکیل حضرت مولانا نانوتوی کے مونڈھے پر پڑی ہوئی ہے۔

ابوالحسن شافعی نے حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا بدلہ دیا گیا امام شافعی کو آپ کی جانب سے کہ انہوں نے لکھا ہے

صلی اللہ علیٰ محمد کلما ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون

آپ نے فرمایا ہماری طرف سے اس کو یہ بدلہ دیا گیا کہ حساب کے واسطے نہ کھڑا کیا جائے گا۔

(فضائل درود شریف صفحہ ۱۶۹)

حضرت امام شافعیؒ نے حضرت محمد ﷺ کو خواب میں یہ فرماتے دیکھا کہ اس نوجوان ابوعبداللہ بن حنبل کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ دین کے بارے میں اس کو آزمائش میں ڈالے گا اور اس کو مجبور کیا جائے کہ قرآن کو مخلوق تسلیم کرے مگر اس کو چاہیے کہ ایسا نہ کرے جس پر اس کے تازیانے لگائے جائیں گے۔ آخر اللہ تعالیٰ اس کا علم ایسا بلند کرے گا جو قیامت تک نہ لپیٹا جائے گا۔

نابینا کو آنکھیں مل گئیں

مرواح بن مقبول ایک سید حسنی قارہ میں رہتے تھے بیچارے اندھے ہو گئے تھے آپ کا جانا مدینہ منورہ ہوا جب سوئے تو خواب میں حضرت تشریف لائے اور ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک پھیرا بیدار ہوئے تو آنکھیں بالکل درست تھیں تمام مدینہ طیبہ میں اس بات کا شہرہ ہو گیا۔ (الصواعق)

حضرت امام بخاری نے خواب میں دیکھا حضرت ﷺ تشریف فرما ہیں اور میں پنکھے سے ہوا کر رہا ہوں۔

بڑھاپے میں شادی

حضرت بایزید بسطامی جو اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ انہوں نے اب تک شادی نہ کی تھی خواب میں دیکھا نہایت عالی شان عمارت ہے جس میں اولیاء آتے جاتے ہیں مگر جب وہ خود اندر جانے کا قصد کرتے تو دروازہ بند پاتے ہیں عمارت سے ایک حصے سے حضور ﷺ نے سر مبارک نکال کر فرمایا یہاں صرف اس کو باریابی ہو سکتی ہے جو میری سنت ادا کرے آنکھ کھلی تو حضرت بایزید آبدیدہ ہو گئے۔ فرمایا حکم نبوی ﷺ سے چارہ نہیں اور ضعیف العمری کے باوجود شادی کی۔

(مکتوبات شیخ الاسلام مولانا حسین احمد)

قاری ابو بکر بن مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ۔ ابو العباس نحوی کو میرا سلام کہو اور اس کو بشارت دو کہ قیامت کے دن بڑے بلند جھنڈے والا ہو گا اس لئے کہ علوم عربیہ علم نحو کے محتاج ہیں۔ (روضۃ الادباء)

سیدزادی کا احترام

ابراہیم ابن اسحاق کوتوال بغداد کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ﷺ فرما رہے ہیں کہ قاتل کو قید خانے سے رہا کر دے؟ سعادت مند قاتل نے کہا کہ میں اس گروہ سے ہوں جو ہر رات حرام کاری کیا کرتے ہیں ایک بڑھیا ہم نے مقرر کر رکھی تھی ایک روز ایک نہایت خوبصورت حسینہ کو لائی جس نے نہایت عاجزی سے کہا کہ میری عصمت کو داغ دار نہ بناؤ میں سیدانی ہوں خدا کے واسطے مجھے پناہ دو۔ میرے ساتھی بگڑ گئے گو میں نے ان کا مقابلہ کیا چھری میرے ہاتھ میں تھی اور میں زخمی ہو گیا لیکن اس شیطان کو جو اس کی عصمت دری کرنا چاہتا تھا قتل کر ڈالا میں نے عورت کو اشارہ کیا وہ ہمیں لڑتا دیکھ کر چپ چاپ غائب ہوئی۔ غل غپاڑہ سن کر لوگ جمع ہو گئے۔ خون آلودہ چھری میرے ہاتھ میں اور ایک لاش دیکھ کر سپاہی مجھے گرفتار کر کے لے گئے۔ کوتوال نے یہ واقعہ سن کر ملزم سے کہا کہ خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کی راہ میں میں نے تجھ کو رہا کیا۔ اس کے بعد وہ ملزم جملہ افعال قبیحہ سے تائب بھی ہو گیا۔ (بغیہ ذوی الاحلام)

رحمدلی کے بدلے بادشاہی

امیر ناصر الدین سبکتگین جنگلوں میں شکار کی تلاش میں گھوما کرتا تھا۔ دور سے ایک ہرنی نظر آئی جو بچے کو ساتھ پکڑ کر شہر کی طرف چل پڑا ہرنی اپنے بچے کے پیچھے چلی آ رہی تھی آزاد کر دیا اس رات سبکتگین نے خواب دیکھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ فرماتے ہیں سبکتگین اس کمزور ہرنی پر رحم کر کے تو نے ہمارا دل خوش کیا تو ایک دن بہت بڑا بادشاہ بنے گا۔ جب بادشاہ بنے تو خدا تعالیٰ کے بندوں پر ایسی ہی شفقت کر تا کہ تیری سلطنت کو قیام و دوام حاصل ہو اس دن کے بعد سے سبکتگین اس خواب کو سچا کر دکھانے کی کوشش کرنے لگا اور آخر کار ایک دن وہ بہت بڑا بادشاہ بن گیا۔ (جوامع الحکایات)

وفات بعمر ۵۶ برس ۳۸۷ھ ان کی اولاد میں چودہ بادشاہ ہوئے اور نواح لاہور تک حکمران رہے۔ تاریخ عالم اسلام حصہ پنجم فاتح سومنات سلطان محمود غزنوی کی تین باتوں کے متعلق شکوک تھے۔ ایک تو اس حدیث شریف کی بابت (علماء پیغمبروں کے وارث ہیں) دوسرے قیامت سبکتگین کیساتھ اپنی نسبت محمود غزنوی نے دیکھا کہ ایک طالب علم مدرسہ میں اپنا سبق یاد کر رہا

ہے۔ مدرسہ کے اندر تاریکی ہے کتاب کی عبارت دیکھنے کے لئے روشنی کی حاجت ہوتی ہے شمع دان اس طالب علم کو دے دیا۔ محمد ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں۔

یا ابن امیر سبکتگین اعزک اللہ فی الدارین کما اعززت و رثتی

اے امیر سبکتگین کے بیٹے خدا تجھ کو دو جہان میں عزت دے جیسی تو نے میرے وارث کو عزت دی اور اس طرح اس خواب کے ذریعے سلطان محمود کے تینوں شکوک رفع ہوگئے۔ (تاریخ محمد قاسم فرشتہ)

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کسی نے دریافت کیا کہ ایک تو کہتا ہے کہ اے خدا حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج اور دوسرا کہتا ہے کہ ہزار در ہزار بار درود بھیج۔ دونوں میں سے کون بہتر ہے آپ نے جواب دیا کہ پہلے کا ایک اور دوسرے کا ہزار در ہزار بار درود لکھا جائے گا۔ (فتاویٰ عزیزی)

حضرت سید علی ہجویریؒ

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا احبس حواسک (اپنے حواس کو قابو میں رکھ) اور حقیقت میں حواس خمسہ (یعنی دیکھنا' سننا' چھونا' بولنا' سونگھنا) احکام الٰہی کے تابع رکھنا ہی سب سے بڑا اور مکمل مجاہدہ ہے۔ جس سے انسان صحیح معنوں میں مومن اور متقی بنتا ہے۔

مختلف خواب

محمد بن احسن امیمی اکابر عارفین سے ہیں انہوں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے ان کو ایک روٹی عنایت فرمائی انہوں نے کچھ تو آپ کے سامنے کھالی اور باقی اپنی کروٹ کی طرف رکھ لی آنکھ کھلی تو روٹی کو اسی طرح رکھا ہوا پایا۔ (انوار المحسنین در مطبع اشرف المطابع تھانہ بھون صفحہ ۶۰)

رسول اللہ ﷺ نے آپ کو خواب میں بشارت دی اور فرمایا حمید الدین چھوڑ اس قصے کو اور میری طرف آ کر تیرے لئے دوسرا میدان خالی ہے۔ صبح جو اٹھے تو دل دنیا کی طرف سے سرد ہو چکا تھا۔ اسی وقت حرمین شریف کی راہ لی۔

حضرت شیخ رضی الدین حضور ﷺ کو خواب میں دیکھتے اور جو حدیث لکھتے تو اس حدیث کو آپ کے روبرو پیش کرتے اور آپ ﷺ اپنے سامنے اس کی تصحیح فرما دیتے۔ (تذکرۃ الواصلین صفحہ ۹۷)

حضرت نظام الدین اولیاء نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ﷺ فرمارہے ہیں نظام! جلد آ تجھ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے۔ اس خواب کے بعد سفر آخرت کے لئے بے چین ہوگئے وصال کے چالیس روز قبل کھانا پینا بالکل ترک کر دیا آنسو جاری رہتے تھے۔

ایک ولی اللہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ میں سفیدی پڑ گئی تھی میں نے حضرت محمد ﷺ کی خواب میں زیارت کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ شہد میں مشک ملا کر آنکھ میں سرمہ کی طرح لگا۔ (خیر الموانس صفحہ ۳۴۷)

ایک بوڑھا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شریک تھا۔ دفعتاً نابینا ہو گیا لوگوں نے سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں نے حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ آستینیں چڑھائے ہوئے ہیں ہاتھ میں تلوار ہے مجھے ڈانٹا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کی ایک سلائی میری آنکھوں پر پھیر دی میں صبح اٹھا تو اندھا تھا۔ (اسعاف الصواعق)

خواجہ سید اشرف جہانگیر مدینہ منورہ میں جب حاضر ہوئے تو سخت بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی بشارت سے سرفراز فرمایا اور آخر میں ارشاد فرمایا فرزند اشرف ابھی تمہاری عمر بہت باقی ہے غم نہ کرو بہت سے مسلمان تمہارے وسیلے سے درواز ہ وصول تک پہنچیں گے۔

شیخ محمد ابوالمواہب شاذلی فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے میرے خواب میں آنا بند کر دیا فرمایا کہ تو مجھے دیکھنے کا اہل نہیں کیونکہ تو لوگوں کو ہمارے اسرار ظاہر کر دیتا ہے اور واقعہ یہ تھا کہ

میں نے اپنے بھائی سے کچھ ظاہر کر دیا تھا۔

شیخ ابوالمواہب شاذلی نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور ان دو حدیثوں کی بابت دریافت کیا۔ حدیث اللہ تعالیٰ کا ذکر یہاں تک کرو کہ لوگ کہیں کہ دیوانہ ہے اور صحیح ابن حبان میں ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی یہاں تک کثرت کرو کہ لوگ کہیں کہ دیوانہ ہے آپ نے فرمایا کہ دونوں میرے ہی قول ہیں۔

شرح کافیہ پر صدر الصدور دہلی نے رد لکھا۔ حضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے آپ نے فرمایا کہ ہمارے سعد کو آرزدہ خاطر نہ کر۔ فوراً خواب سے بیدار ہوا اور ان اوراق کو ضائع کر دیا۔ (اردو ترجمہ فوائد سعدیہ)

مولانا شمس الدین محمد رومی کی آرزو تھی کہ زیارت نصیب ہو۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے گرد ایک اچھا خاصا مجمع ہے میری والدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ لڑکا جس کی آپ نے بشارت دی تھی کہ وہ عمر دراز دولت مند اور بزرگ صفات ہوگا کیا یہی ہے آپ ﷺ نے میری جانب ایک نظر ڈالی اور تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ وہی لڑکا ہے۔ (تاریخ الاولیاء حصہ دوم)

جلال خان ۹۴۲ھ آپ نے ایک نعت لکھی

موسیٰ زہوش رفت بیک پر توی صفات
تو عین ذات می نگری و در تبسمی

جس روز یہ نعت لکھی اسی شب خواب میں حضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے جمال یہ بیت تیرے قصیدے کے میں پسند کرتا ہوں۔

ابو علی حسن بن علی عطار نے فرمایا میں اپنی نو عمری میں حدیث پاک لکھا کرتا تھا اور حضرت محمد ﷺ کے اسم پاک پر درود نہیں لکھتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا میں نے سلام عرض کیا آپ نے منہ پھیر لیا میں نے دوسری جانب ہو کر سلام عرض کیا آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ (فضائل درود شریف صفحہ ۱۷۱)

مولانا عبدالباقی فرنگی محلی لکھنوی کو درس حدیث کی پابندی میں فرق آ گیا تھا۔ حکیم نابینا سوئے ہوئے تھے کہ آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ حکیم کی دواؤں کا صندوقچہ ملاحظہ فرما رہے ہیں حکیم صاحب نے عرض کیا آپ کیا ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا روح الذہب کی تلاش ہے عرض کیا وہ تو ختم ہو گئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نئی تیار کر کے عبدالباقی کو بھیج دو۔

عبدالرحمان الشعالبی الجزائری صاحب کہتے ہیں میں نے حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس شخص کو بشارت دو جو علم طب پڑھاتا ہے کہ قیامت کے دن وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (تذکرہ مسیح الملک)

علامہ ابن جوزیؒ سے ایک شخص نے کہا ہمارا خدا اس وقت کس شان میں ہے؟ کیا کر رہا ہے جواب میں زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ابن جوزی یہ سائل خضر ہیں تم ان کو یہ جواب دے دینا کہ ہمارا خدا اپنی ازلی اور قدیمی شانوں کو وقتاً فوقتاً ظاہر کرتا ہے۔ حضرت خضر نے یہ سن کر فرمایا۔ اے ابن جوزی ان پر درود بھیجئے جنہوں نے خواب میں آپ کو تعلیم دی۔ (خیر الموانس جلد دوم صفحہ ۴۴۳)

شیخ احمد بن ارسلان کو حضرت محمد رسول ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی اور آپؐ کی خدمت میں قول بدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع (علامہ سخاوی کی یہ مشہور تالیف ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر درود شریف ہی کے بیان میں ہے پیش کی گئی آپ نے اس کو قبول فرمایا۔

ابو محمد الارزق انباری کا بیان ہے۔ قزاقوں نے قافلہ لوٹ لیا بھوک سے نڈھال نہایت پریشان حال چلے جاتے تھے۔ میرے مزبان نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ نے ارشاد فرمایا اے ابن صابونی! ابو محمد بن الارزق کے ساتھ سلوک کر اور اس کو منزل مقصود تک پہنچا جب میں بیدار ہوا تو تمہاری تلاش کی۔ (بغیۃ ذوی الاحلام)

شیخ ابن الثابت ایک سال کسی مجبوری کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے غنودگی کی حالت میں اپنے حجرہ میں بیٹھے تھے کہ حضرت محمد ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے اور آپ ﷺ

نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن ثابت تم ہماری ملاقات کو نہ آئے اس لئے ہم تم سے ملنے آئے ہیں۔(الحاوی)(تجلیات مدینہ ص۱۱۲)

ایک بزرگ بیمار تھے حضرت محمد رسول ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھو۔

اللھم انی اسئلک العفو والعافیة والمعافاة الدائمة فی الدنیا والآخرة

تندرست ہو جاؤ گے۔(بغیۃ ذوی الاحلام)

حضرت قاری ہشیم نے حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ "تم وہی ہشیم ہو جو اپنی آواز سے قرآن کو زینت دیتے ہو" میں نے عرض کیا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تم کو جزائے خیر دے۔(تنویر اللمعان ص۹۱)

محمد بن سعید بن مطرف درود شریف پڑھنے کے بہت دلدادہ تھے۔شب کو ہمیشہ ایک خاص تعداد درود شریف پڑھ کر سوتے تھے۔ایک رات حضرت محمد ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے کہ سارا گھر نور علی نور ہے اور در و دیوار مشک کی خوشبو سے مہک رہے ہیں اور گھر میں رونق افروز ہیں۔آپ ﷺ نے محمد بن سعید کو قریب بلایا اور فرمایا کہ میرے قریب اپنا منہ لا کہ میں اس کا بوسہ لوں اس لئے کہ تو مجھ پر بکثرت درود بھیجتا ہے۔

خواب میں سعید حامد نے حضرت ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس تاجر کو مایوس مت کرو اور یہ مقدس تبرک اسے دے دو۔شہنشاہ اورنگ زیب نے خواجہ صاحب کو دربار میں طلب کیا اور تحقیق کے لئے موئے مبارک کو آگ پر رکھا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔دھوپ پر رکھا تو غیب سے ابر کے ٹکڑے نے ظاہر ہو کر اس پر سایہ کر لیا۔درود شریف کے ورد کے ساتھ موئے مبارک میں جنبش شروع ہوگئی۔غرض شہنشاہ کو موئے مبارک کے اصلی ہونے کا جب اطمینان ہو گیا تو کہا کہ اس مقدس بال کے سامنے میری ساری سلطنت تاج و تخت اور جان و مال سب کچھ ہیچ ہے۔یہ موئے مبارک باغ صادق خان (سری نگر) کی مسجد میں رکھ دیا گیا اور خواجہ صاحب کو مسجد کے باغ میں دفن کر دیا گیا۔جلد ہی مسجد کا نام "حضرت بل" پڑ گیا۔(دوسرا مدینہ از محمد حسان الدین جوہر)

سید نصر اللہ علوی نے حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ چہرہ پر عطر مل رہے ہیں صبح ہوئی تو اس کا اثر ظاہر تھا۔زمانہ رحلت تک آپ کا چہرہ عطر کی خوشبو سے معطر رہا۔

شیخ عبدالجلیل بن محمد لکھتے ہیں کہ ایک بار شیر شاہ سوری نے خواب میں دیکھا حضرت ﷺ نے ہمایوں کے سر سے تاج شاہی اتار کر شیر شاہ کے سر پر رکھ دیا اور فرمایا عدل و انصاف سے حکومت کرنا پھر شیر شاہ کی آنکھ کھل گئی۔(سیارہ ڈائجسٹ کا رسول نمبر۔لاہور۱۲)

حضرت سید عبدالقادر ثانی فرزند بزرگ سید محمد غوث حلبی گیلانی سے غیاث الدین لنگاہ کو بہت عقیدت تھی اور وہ خود بھی نہایت متقی اور پرہیزگار تھے اور ہر شب حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ایک رات آپ ﷺ نے ایک بانس کا ٹکڑا ایک ہاتھ لمبا ان کو دیا کہ ہمارے فرزند عبدالقادر کو دے دو اور یہ بشارت دو کہ جس جگہ درد ہو اس جگہ اس کو رکھ کر (۱۰ بار سورہ اخلاص (قل ھو اللہ احد) پڑھو تو اللہ تعالیٰ شفا بخشے گا۔(تذکرہ اولیائے ہند جلد سوم تالیف مرزا محمد اختر دہلوی صفحہ۲۰)

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی جب مدینہ منورہ میں تکمیل حج کر چکے تو حضرت محمد ﷺ نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ تم ہندوستان جا کر علم حدیث کی اشاعت کرو تا کہ لوگ فیض یاب ہوں۔آپ نے عرض کی کہ میری زندگی کیسے کٹے گی۔حکم ہوا پریشان مت ہو۔رات کو مراقب ہو کے بیٹھا کرو ہمارے پاس پہنچ جایا کرو گے۔تم کو ہر روز زیارت ہوا کرے گی۔ارشاد ہوا کہ خاکساران ہند پر نظر عنایت رکھنا۔جب ہندوستان تشریف لائے تو شیخ نے اپنا یہ معمول بنا لیا کہ جب سنتے کہ فلاں مقام پر کوئی باخدا درویش ہے۔تو اس کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اس سے ملاقات کرتے ایک مرتبہ دکن کے ایک شہر میں جانے کا اتفاق ہوا۔شہر کے قاضی نے فرمایا کہ ایک شخص اہل باطن سے مشہور ہے۔میں فجر کے وقت درویش کی خدمت میں حاضر ہوا۔دیکھتے ہی فقیر بولا۔مولوی عبدالحق آپ کا بڑا انتظار تھا۔جب میں بیٹھ گیا تو بعد مزاج پرسی فقیر نے صراحی سے شراب

نکال کر ایک جام خود نوش کیا اور دوسرا جام بھر کر مجھے دیا میں نے کہا کہ میں تمہارے فعل پر معترض نہیں لیکن میرے واسطے حرام ہے۔ تین بار انکار کیا۔ اس نے کہا پی لے ورنہ پچھتائے گا۔ چوتھی شب جو مراقب ہوا تو فقیر کو سدراہ پایا اور وہ لٹھ لے کر میری طرف دوڑا کہ خبردار جو اس طرف قدم بڑھایا۔ اس وقت حالت اضطراب میں میری زبان سے نکلا "یا رسول اللہ الغیاث) اسی وقت رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ عبدالحق چار شب سے حاضر نہیں ہوا۔ دیکھو تو باہر کون پکارتا ہے بلاؤ۔ انہوں نے ہم دونوں کو حاضر کیا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عبدالحق تو چار راتوں سے کہاں تھا" میں نے سارا قصہ بیان فرمایا۔ اس پر آپ ﷺ نے اس فقیر کی نسبت فرمایا "اخرج کلب"، صبح کے وقت میں پھر فقیر کے پاس جانے کے لئے روانہ ہوا تو اس کا حجرہ بند ہے۔ دو چار مرید بیٹھے ہوئے ہیں پوچھا کیا سبب ہے کہ پہر دن چڑھا اور دروازہ نہیں کھلا۔ فرمایا دیکھو تو ہیں بھی یا نہیں۔ دروازہ کھولا تو پیر ندارد حیران ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ کوئی جانور یہاں سے نکلا تھا تو وہ بولے ایک کالا کتا تو ہم نے یہاں سے جاتے دیکھا تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ بس وہی تمہارا پیر تھا کیونکہ رات یہ معاملہ پیش آیا۔ اب چاہے تو تم بیعت رکھو یا فسخ کر دو تمہارا پیر کتا بن چکا ہے۔ رات کا تمام واقعہ سن کر لوگوں پر بڑا اثر ہوا اور اس درویش کے تمام خدام نے توبہ کی اور حضرت شیخ سے بیعت ہوئے۔ (تذکرہ غوثیہ صفحہ ۳۸۹)

شہنشاہ جہانگیر نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ﷺ فرما رہے ہیں تو نے مجدد اسلام اور امام الوقت کو تکلیف دے رکھی ہے یہ بیماری اسی وجہ سے ہے۔ اگر خیر چاہتا ہے تو ان سے دعا کرا۔ شہنشاہ نے بیدار ہوتے ہی حضرت مجدد الف ثانی کی رہائی کا حکم جاری کر دیا اور ایک عرضداشت جو خطا کی معافی اور ملاقات سے مشرف ہونے کی استدعا پر مشتمل تھی اپنے ندیموں کے ہاتھ آپ کی خدمت میں پیش کی۔

جب ہوا دبدبہ شان مجدد کا ظہور
تہلکہ مچ گیا ایوان جہانگیری میں

پھر آپ حضرت مجدد الف ثانی نے ایک بار خوش ہو کر فرمایا کہ انشاء اللہ جہانگیر کو اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤں گا۔ (سیرت امام ربانی صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۲)

حضرت شاہ عبدالغنی نقشبندی ایک مرتبہ حضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چونکہ تم میرے دین کی خدمت کرتے ہو اور خدا کے بندوں کو ذکر الٰہی کے نور سے منور کرتے ہو لہٰذا تمہارا نام عبدالمومن رکھا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر زنان مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا جمال لوگوں کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے اور اگر آشکارا ہو جائے تو لوگوں کا حال اس سے بھی زیادہ ہو۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ زنان مصر نے حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ اگر وہ ہمارے حبیب کو دیکھ لیتیں تو اپنے دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں۔

فداہ ابی و امی علیہ حبیبنا و حبیبہ الف الصلوٰۃ و السلام حضرت معاذ راضی کو خواب میں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلک حنفی سنت معروفہ کے ساتھ زیادہ موافق ہے جس کو نواب صدیق حسن خان نے "اقتصاد" میں نقل کیا ہے۔ (خیرات الحسان)

(فیوض الحرمین ترجمۃ اردو) حضرت شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے رات کو کچھ نہ ملا تو میرے دوستوں میں سے ایک شخص میرے لئے دودھ کا پیالہ لایا جس کو میں نے پیا اور سو گیا۔ خواب میں مجھے حضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دودھ کا پیالہ میں نے ہی بھیجا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بمقتضائے بشریت بچوں کی صغر سنی کا تردد تھا۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ فکر کیوں کرتے ہو جیسی تمہاری اولاد ویسی ہی میری اولاد۔ یہ سن کر آپ کو اطمینان ہو گیا۔ (حکایت اولیاء از حکیم الامت)

ایک مرتبہ خانقاہ میں لوگوں کے درمیان نزاع کی صورت پیدا ہوگئی۔ رات کے وقت ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ﷺ کا دربار لگا ہے اور خانقاہ مجددیہ کا جھگڑا آپ ﷺ کے سامنے پیش ہے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ فلاں فلاں شخص کو خانقاہ سے نکال دیا جائے۔ حضرت ابوسعید نے ان تمام درویشوں کو خانقاہ سے نکل جانے کا حکم دیا جن کے نام حضرت ﷺ نے گنائے تھے۔ (انوار اصفیاء صفحہ ۵۰۵)

بہ مکتب رفتم و آموختم اسرار یزدانی
زفیض نقش بند وقت جان جان جانانی

ایک روز مولانا محمد سعید گوہانوی نے حضرت محمد سعید قریشی ہاشمی نقش بندی مجددی فضلی احمد پوری قدس سرہ سے عرض کیا کہ مدت ہوگئی مجھے حضرت محمد ﷺ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ فرمایا یہ اشعار پڑھو۔

کجائی یا رسول اللہ کجائی چرا در دیدہ تادم نیائی
منم مشتاق با صد آرزوہا چہ خوش باشد کہ دیدارم نمائی
بہ بویت زندہ ام ہر جا کہ ہستم بہ رویت آرزو مندم کجائی

سو گئے تو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی کا اصل نام امداد حسین تھا۔ جسے حضرت مولانا شاہ اسحاق محدث دہلوی نے بدل کر امداد اللہ کر دیا تھا۔ جمال کائنات ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم ہمارے پاس آؤ یہ خواب دیکھ کر دل میں جوش پیدا ہوا اور خواہش زیارت مدینہ شریف دل میں زیادہ ہوئی۔ یہاں تک کہ بلا فکر زاد راہ آپ نے عزم مدینہ منورہ کر لیا۔

حضرت نانوتوی نے فرمایا کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ حضرت محمد رسول ﷺ تشریف لاتے ہیں اور اپنی ردائے مبارک میں ڈھانپ کر مجھے کبھی اندر لاتے ہیں اور کبھی باہر لے جاتے ہیں اور سوتے جاگتے اکثر اوقات یہی منظر میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ حضرت نانوتوی اس واقعہ کے بعد زیادہ دن زندہ نہ رہے۔ (حکایات اولیاء جمع کردہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۲۵۱)

حاجی امیر شاہ خان خورجوی نے فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی طبیعت علیل تھی اور میں آپ کے پاس اکیلا بیٹھا پاؤں دبا رہا تھا۔ یہ زمانہ تھا جس میں ''براہین قاطعہ'' شائع ہوئی تھی اور لوگوں میں اس پر شورش ہو رہی تھی۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ﷺ تخت پر جلوہ افروز ہیں اور مجھے سامنے کھڑا کیا ہے اور مجھ سے امتحاناً سو مسئلے دریافت کئے اور سو کے سو کا میں نے جواب دے دیا ہے اور آپ ﷺ نے سب کی تصویب فرمائی ہے اور نہایت مسرور ہوئے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس روز سے میں نہایت خوش ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اگر سارے عالم میرے خلاف ہوں گے تو بھی انشاء اللہ تعالیٰ حق میری جانب ہوگا۔
(حکایات اولیاء حاشیہ از مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۳۰۴)

مولانا محمود الحسن قدس سرہ کے وصال کے سلسلہ میں ایک خواب جو کہ نہایت فائق ہے جو ایک خادم خاص نے عین آپ کے وصال کے موقع پر دیکھا تھا دیکھا کہ ایک عظیم الشان مکان تیار ہے جس کی خوبصورتی زینت اور نورانیت کا بیان محال ہے۔ خدام و حاضرین ہر طرف خوشی و اہتمام سے دوڑ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ تشریف رکھتے ہیں اور نئے مہمان حضرت مولانا محمود الحسن کا انتظار ہے۔ (حیات شیخ الہند)

خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی فرماتے ہیں کہ ہمیں ابتداء میں سیر و سیاحت اور آزادی بہت پسند تھی۔ حجاز مقدس کے سفر میں مکہ مکرمہ میں ہماری ملاقات حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ہوئی۔ فرمایا کہ ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے لہٰذا تم ضرور اپنے ملک ہندوستان واپس چلے جاؤ۔ بالفرض اگر ہندوستان میں خاموش ہو کر بھی بیٹھ گئے تو وہ فتنہ زیادہ ترقی نہ کر سکے گا۔ پس ہم عرب میں سکونت اختیار کرنے کا ارادہ ترک کر کے ہندوستان واپس چلے آئے۔ ہم حضرت حاجی صاحب کے اس کشف کو اپنے یقین کی رو سے مرزا قادیانی کے فتنہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں میں نے خواب دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ یہ مرزا قادیانی اپنی تاویلات فاسدہ کی مقراض سے میری احادیث کو ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔ (مقالات مرضیہ ملفوظ ۶۱)

حیات النبی ﷺ

تلامذہ میں سے ایک کو ''حیات النبی'' کے متعلق کافی شکوک تھے۔ دوران درس ایک بار انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا

تو سامنے نہ قبا خضر تھا نہ جالیاں بلکہ خود سید البشر حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کچھ کہنا چاہا (شاید دوسرے طلباء کو متوجہ کرنا چاہتے ہوں) کہ حضرت مدنی نے انہیں اشارہ سے منع فرما دیا۔ اب جو دیکھتے ہیں تو پھر تمام چیزیں اپنی پہلی حالت پر موجود تھیں۔ (شیخ الاسلام نمبر۴۰)

فرماتے ہیں کہ میں کئی روز سے بخار میں مبتلا تھا۔ میری آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں اور دوسری صف مقتدیوں کے ہمراہ میں کھڑا ہوں دعا مانگی گئی میں آگے بڑھا آپ نے مصافحہ کا شرف بخشا اور ذرہ نوازی فرمائی۔ میں نے آپ ﷺ کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور استفسار کیا کہ بعض لوگ اس طرح بوسہ لینے کو ناجائز سمجھتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ''جائز ہے'' اظہار محبت ہے۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

مشہور مستشرق ڈاکٹر گستاؤلیبان کہتا ہے۔ اس پیغمبر اسلام (ﷺ) اس نبی امی کی بھی ایک حیرت انگیز سرگزشت ہے جس کی آواز نے ایک ایسی قوم ناہنجار کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر کی محکوم نہیں ہوئی تھی اسے رام کیا اور اس درجہ تک پہنچا دیا کہ اس نے دنیا کی عظیم الشان سلطنتوں کو زیروزبر کرڈالا اور آج بھی وہی نبی امی اپنی قبر کے اندر سے لاکھوں بندگان خدا کو کلمہ اسلام پر قائم کئے ہوئے ہے۔

(اعجاز القرآن از شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ صفحہ۸۲)

حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے لئے تو روضہ اطہر (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) آپ کا دست مبارک برآمد ہوا جس کو حضرت رفاعی نے بوسہ دیا۔ یہ ۵۵۵ھ ۱۱۶۰ کا مشہور واقعہ ہے جو بیسیوں نہایت مستند کتب میں موجود ہے۔

حضرت سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ دور سے کسی نے کنکری ماری۔ مڑ کر دیکھا تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے اشارہ سے مجھے بلایا (اور بوجہ حسن ادب آواز نہ دی) پھر فرمایا کہ یہ دو آدمی جو باتیں کر رہے ہیں انہیں بلاؤ۔ دریافت فرمایا کہ کہاں کے ہو۔ بولے طائف کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اس شہر کے ہوتے تو تمہیں مزہ چکھاتا۔ تم سید الانبیاء حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مسجد میں بلند آواز سے بول رہے ہو۔ (بخاری شریف)

ام المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا' سید المرسلین ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب کہیں قریب میں میخ وغیرہ ٹھوکنے کے آواز سنتیں تو آدمی بھیج کر ان کو منع کراتیں کہ زور سے نہ ٹھوکو اور حضرت سید الرسل ﷺ کی اذیت اور تکلیف کا خیال کرو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مکان کے کواڑ بنوانے کی ضرورت پیش آئی تو حکم دیا کہ شہر سے باہر بقیع میں جا کر بنالاؤ۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے شاہی مسجد دہلی میں پہلے سال تراویح میں جب قرآن پاک ختم کیا تو اچانک ایک شخص زرہ بکتر پہنے ہاتھ میں علم لئے تشریف لائے اور دریافت کیا کہ پیغمبر ﷺ کس جگہ تشریف فرما ہیں۔ حاضرین یہ سن کر دم بخود رہ گئے اور عالم حیرانی میں دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے۔ نام دریافت کیا تو فرمایا کہ میرا نام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے حضرت سرور کائنات ﷺ نے فرمایا تھا کہ آج عبدالعزیز قرآن مجید ختم کر رہا ہے۔ ہم اسے سننے کے لئے جائیں گے۔ مجھے آپ ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیج دیا تھا اسی لئے دیر ہوگئی پھر نظروں سے غائب ہوگئے۔ (فتاوی عزیزی حصہ اول صفحہ۸)

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ جب دشمنوں نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو محصور کر لیا تو میں آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی بہت اچھا کیا آگئے میں نے اس کھڑکی میں سے حضور ﷺ کی زیارت کی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عثمان! تمہیں ان لوگوں نے محصور کر رکھا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے ایک ڈول پانی کا لٹکایا جس میں سے میں نے پانی پیا اس پانی کی ٹھنڈک اب تک میرے دونوں شانوں اور چھاتیوں کے درمیان محسوس ہو رہی ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم چاہو تو ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کی جائے اور اگر تمہارا دل چاہے تو یہاں سے ہمارے پاس آ کر افطار کرو میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری چاہتا ہوں اسی دن شہید کر دیئے گئے تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ جمعہ کا دن عصر کا وقت تھا۔ ۳۵ھ کا واقعہ ہے باغی دیوار پھاند کر محل سرا میں داخل ہو گئے۔ قرآن آپ کے سامنے کھلا ہوا تھا۔ اس خون ناحق نے جس آیت شریفہ کو رنگین بنایا وہ یہ تھی۔

فسیکفیکھم اللہ و ھو السمیع العلیم

(خدا کی ذات تم کو کافی ہے وہ سننے والا اور جاننے والا ہے)(سورہ بقرہ)

پیر مہر علی شاہ قدس سرہ کی پنجابی نعت

اج سک متراں دی ودھیری اے
کیوں دلڑی اداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
اج نیناں لایاں کیوں جھڑیاں
مکھ چند بدر لاثانی اے
متھے چمکے لاٹ نورانی اے
لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن
چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں
سبحان اللہ ما اجملک
ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

حاجی سید عابد دیوبند تشریف لائے تو حاجی سید محمد انور نے خلوت میں ان سے فرمایا کہ آپ سے ایک بات کہتا ہوں جو میں نے اب تک کسی پر ظاہر نہیں کی ہے۔ آپ بھی میری زندگی میں یہ بات کسی پر ظاہر نہ کریں۔ بات یہ ہے کہ میں نے حرم شریف میں بعض انبیاء علیہم السلام کی بیداری میں زیارت کی ہے۔ میری جو موجودہ حالت ہے یہ انہی انبیاء علیہم السلام کی نظر کا اثر ہے۔

(الاشرف السوانح صفحہ ۱۴۹)

انگریزی حکومت نے اس جرم میں مولانا محمد علی جوہر کو سزا دی تھی کہ وہ اپنے ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔ اور حکومت وقت کی نگاہ میں بے حد خطرناک تھے۔ مولانا محمد علی جوہر کو بیجاپوری جیل میں ایک روز دوپہر کے وقت بحالت نیم بیداری ایک دھندلا سا پرتو جمال تاجدار مدینہ ﷺ نظر آیا تھا اللہ اکبر۔

اس وقت حسب ذیل اشعار موزوں فرمائے۔

ہر آن تسلی ہے ہر لحظہ تشفی ہے
ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہیں مدارتیں
کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چرچے ہیں ہر رات یہی باتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں
بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجیں ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

''مولانا محمد علی جوہر کی ذاتی ڈائری کے چند اوراق از مولانا عبدالماجد دریابادی صفحہ ۳۵'' گول میز کانفرنس لندن اور فرمایا میں یہاں قوم کی آزادی طلب کرنے آیا ہوں۔ اور آزادی لے کر ہی جاؤں گا ورنہ غلام ملک میں واپس نہ جاؤں گا۔ رئیس حریت مولانا محمد علی جوہر نے اپنا قول سچ کر دکھایا اور ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو لندن میں رحلت فرمائی اور ۲۳ جنوری کو جامع مسجد عمر (بیت المقدس) میں آغوش لحد کے سپرد کر دیئے گئے۔ (رحمہم اللہ)

جب سید صاحب دہلی سے بیعت کے لئے دورے پر نکلے تو شاہ صاحب نے اپنا سیاہ عمامہ اور سفید قبا دست مبارک سے پہنا کر رخصت کیا آپ چھ سال تک متواتر جہاد کرتے رہے اور نمایاں کامیابیاں حاصل کیں مگر بعد میں اپنوں ہی کی غداری اور انگریزوں، سکھوں کی مسلسل سازشوں کی بناء پر کامیابیاں سست پڑ گئیں اور اپنوں کی غداریوں کی بناء پر ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ء بروز جمعہ عین نماز جمعہ کے وقت بمقام بالا

کوٹ (ضلع ہزارہ) مع حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید و دیگر رفقاء شہید ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

سید صاحب کی شہادت کے بعد آپ کی نعش کو چھپانے کے لئے آپ کے ڈیڑھ دوسو ساتھی اس مقام پر آپ پر پروانہ وار نثار ہوگئے تھے۔ (غالباً ساتھیوں کو خدشہ تھا کہ اگر سکھ سید صاحب کی نعش کو پالیں گے تو بے حرمتی کریں گے لاشیں جو ہٹائی گئیں تو سب سے نیچے ایک نعش ملی جس میں سر نہ تھا۔ سید صاحب کا ایک معتقد آپ کا سر کاٹ کر بغل میں چھپائے چلا جا رہا تھا۔ اس کے بھی ایک گولی لگی اور برابر کے کھیت میں اس نے یہ سر پھینک دیا۔ شیر سنگھ نے بغیر سر کی اس نعش کی شناخت کرائی تو کچھ پتہ نہ چل سکا البتہ ایک شخص جس نے سید صاحب کو بہت قریب سے دیکھا تھا اس نے کہا کہ ان کے پیروں کی تمام انگلیوں کے ناخن بہت نمایاں اور ٹیڑھے میڑھے تھے۔ اس نعش میں بھی ناخنوں کا یہی حال تھا پھر سر لانے والے کے لئے انعام کا اعلان کیا ایک شخص نے سرلا کر دیا اور انعام حاصل کیا۔ سر اسی دھڑ کا تھا جس سے ملاتے ہی سید صاحب کی نعش مکمل ہوگئی جس کو سب نے دیکھا اور تصدیق کی شیر سنگھ نے اپنا قیمتی دوشالہ اس پر ڈال دیا اور نہایت احترام کے ساتھ اسی جگہ اس کو دفن کر کے چلا گیا۔

شمع نبوت کا پروانہ

شیفتہ رسول کریم ﷺ غازی علم الدین شہید ۳ دسمبر ۱۹۰۸ء ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ بروز جمعرات لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام طالع محمد تھا جو نجاری (بڑھئی کا کام کرتے تھے لاہور میں راجپال نامی ایک کتب فروش تھا جس کی دوکان پر بالعموم آریہ سماج کی مذہبی کتابیں فروخت ہوتی تھیں۔ اس کی دوکان آج کی پان گلی انارکلی سے ملحق تھی۔ اس نے ایک دل آزار کتاب رنگیلا رسول (نعوذ باللہ) شائع کی جس کو ڈی اے وی کالج لاہور کے پروفیسر چھپاوتی نے لکھا تھا مگر کتاب پر مصنف کا نام تحریر نہیں کیا پھر عدالت عالیہ نے بھی ظالموں کا ساتھ دیا تو ۲۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کو لاہور کی ایک غیور شیر فروش خدا بخش نے راجپال پر قاتلانہ حملہ کیا مگر حملہ ناکام رہا اور اسے سات سال کی سزا ہوگئی کوہاٹ سے عبدالعزیز آیا اور اس نے راجپال کو فنافی النار کرنے کے لئے اپنی دانست میں اس پر ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو حملہ کر کے اس کا سر تن سے جدا کر دیا مگر راجپال ملعون کا دوست جنڈر داس نکلا عدالت نے عبدالعزیز کو ۱۴ سال کی سزا سنائی۔ آخر کار اپریل ۱۹۲۹ء کو یہ سعادت علم الدین شہید کے حصہ میں آئی۔ علم الدین شہید نے راجپال ملعون کی دوکان میں گھس کر اس کے دو ملازمین ہندو سپاہیوں اور ایک سکھ حوالدار جو اس کی دوکان میں حکومت کی جانب سے تعینات تھے کے سامنے دن دہاڑے اپنا خنجر اس کے سینے میں پیوست کر کے اس کو جہنم رسید کر دیا۔ ۳۱ اکتوبر صبح میانوالی جیل میں غازی علم الدین کو پھانسی دے دی گئی اور نو بجے جیل کے حکام نے شہید کے جسد خاکی کو بغیر نماز جنازہ خاموشی کے ساتھ جیل ہی میں دفن کر کے پہرہ لگا دیا حکومت کی اس حرکت پر بالخصوص مسلمانان پنجاب بپھر گئے اور نہ رکنے والا ایجی ٹیشن شروع ہوگیا۔ مجبور ہو کر شہادت کے ۱۳ دن بعد میت قبر سے نکالی گئی جو بالکل صحیح سالم اور تروتازہ تھی۔ نعش کو جست کے صندوق میں رکھ کر اسپیشل ٹرین کے ذریعے لاہور لایا گیا۔ ۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء بروز جمعرات ڈھائی بجے دن رسالت کے اس پروانہ کا جنازہ اس شان سے اٹھایا گیا کہ لاہور نے اس سے پہلے ایسا جنازہ نہ دیکھا تھا۔ جنازہ کا جلوس پانچ میل لمبا تھا چھ لاکھ انسانوں نے شرکت کی۔

جا کھڑے ہیں تیرے استقبال میں سارے نبی
تو عشق مصطفیٰ میں سروپاء ہے بے دھڑک
مرحبا صد مرحبا کس صبر و استقلال سے
تونے ناموس محمد پر فدا کی جان تلک
خون کی ہولی کھیل کر تونے یہ ثابت کر دیا
چرخ نیلی کے تلے زندہ ہیں مسلم اب تلک

علی بن صالح کا انتقال ہوا نزع کی حالت شروع ہوئی پانی مانگا۔ لے کر آیا تو کہنے لگا میں نے پانی پی لیا۔ حضرت ﷺ فرشتوں کی بہت سی صفوں کے ساتھ تشریف لائے تھے انہوں

نے پانی مجھے پلا دیا۔ پوچھا کہ فرشتوں کی صفیں کس طرح تھیں بولے اس طرح اوپر نیچے تھیں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کے اوپر کر کے بتلایا۔ (فضائل صدقات)

مولانا محمد اسماعیل نے بعمر ۶۰ سال ۴ شوال ۱۳۱۵ھ م ۱۸۹۸ء میں وصال فرمایا۔ استجاب الدعوات بزرگ تھے۔ جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ کاندھے کی سہولت کے لئے بانس باندھے گئے اس کے باوجود دہلی سے نظام الدین تک تقریباً ساڑھے تین میل بہت سوں کو کاندھے کا موقع نہ ملا۔ مختلف العقیدہ اور مختلف الخیال لوگ جنازہ میں شریک تھے۔ جو آپ کی مقبولیت کی علامت تھی لوگوں کی کثرت کی وجہ سے بار بار نماز جنازہ پڑھائی گئی جس کی وجہ سے دفن میں تاخیر ہوگئی۔ اس عرصہ میں ایک صاحب ادراک بزرگ نے دیکھا کہ مولانا محمد اسماعیل فرما رہے ہیں کہ مجھے جلدی رخصت کرو میں بہت شرمندہ ہوں کہ حضرت رسول ﷺ بمعہ صحابہ میرے منتظر ہیں۔ پھول کی طرف اشارہ کر کے فرمایا حضرت شیخ ہمارے گلدستہ کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ خوشبودار پھول ہیں۔ (بہجۃ القلوب ص ۲۶)

امداد السلوک میں ہے' اگر سالک سونے اور جاگنے کے بین بین حالت میں ہو اس کشف کو واقعہ کہتے ہیں اور عین بیداری اور حضور میں ہو تو مکاشفہ اور اگر سویا ہوا ہو تو رویائے صالحہ خواب جھوٹ بھی ہو سکتا ہے لیکن مکاشفہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔ اکثر یوں تو کاندھلہ میں بے شمار عظیم المرتبت انسان پیدا ہوئے مگر مفتی صاحب کا جواب نہیں۔ آپ ہر فن میں کامل تھے۔ مولانا حکیم محمد اشرف مفتی الٰہی بخش مولانا احمد ظفر حسین' مولانا محمد الیاس بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد یوسف تبلیغی جماعت' شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی' مولانا محمد مالک جامعہ اشرفیہ وغیرہ سب ایک ہی صدیقی خاندان کے بزرگ ہیں۔ ایک درویش کی دعا کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان سے قیامت تک جید علمائے حق پیدا ہوتے رہیں گے۔ اس خاندان کی خواتین بھی دینی علوم کی ماہر و تہجد گزار ہیں۔ اس خاندان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ خاندانی معاملات میں کبھی کچہری عدالت کی نوبت نہیں آئی۔

آپ بحالت بیداری حضور سید الوجود ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے تھے۔ آپ کی صاحبزادی کا عقد نکاح تھا۔ تاریخ مقرر ہو چکی تھی۔ تاریخ سے چند روز قبل رسول اعظم واکبر ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے پاس آؤ یہ خواب دیکھتے ہی نکاح کا ولی دوسرے شخص کو مقرر کیا اور خود مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ ۱۲۲۰ء میں وصال فرمایا۔

مفتی صاحب کے وصال کے بعد بھی اکثر کاندھلہ آتے تو اس ادب سے برہنہ پا رہتے۔ وہاں آ کر سیدھے قبرستان جاتے اور دیر تک مفتی صاحب کی قبر مبارک پر مراقب رہنے کے بعد قصبہ میں آ کر متعلقین سے ملاقات کرتے۔ بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس جب بھی کاندھلہ تشریف لاتے تو اس قبرستان میں ضرور جاتے اور فرمایا کہ قبرستان کے بزرگ اب بھی مخلوق خدا کی وہ خدمت انجام دے رہے ہیں جو موجودہ زندہ بزرگوں سے بھی نہیں ہو رہی۔ آپ کی دو بیٹیاں اور بیٹے مولانا نور الحسن تھے۔ ایک روز عالم محویت میں گھر کے باہر دروازہ پر نعت پڑھ رہے تھے۔ دروازہ کے سامنے مسجد میں حضرت مولانا سید محمد قلندر شاہ تشریف فرما تھے۔ وہ مسجد سے آئے اور باادب دروازہ کے چبوترہ پر کھڑے ہو گئے۔ مولانا ابوالحسن کو جب ان کی آمد کا علم ہوا تو خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد شاہ صاحب مسجد میں لوٹ گئے۔ مولانا نے پھر وہی نعت شروع کر دی۔ شاہ صاحب پھر مؤدب دروازہ کے باہر آ کر کھڑے ہو گئے۔ چند بار جب اسی طرح ہوا تو مولانا نے شاہ صاحب سے سبب دریافت کیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب تم نعت پڑھنی شروع کرتے ہو تو میں حضرت محبوب رب العالمین ﷺ کو دروازے کے پاس جلوہ افروز دیکھتا ہوں۔ اس بارگاہ نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں دست بستہ آ کر کھڑا ہو جاتا ہوں۔ (حالات مشائخ کاندھلہ)

نورالحسن کے صاحبزادے تھے جن کا یہ عالم تھا کہ بے اختیار زبان پر درود شریف جاری رہتا تھا۔ یہاں تک کہ بیت الخلاء میں زبان کو دانتوں سے دبائے رکھتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ درود شریف منہ سے نکل جائے۔ (حالات مشائخ کاندھلہ صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۰)

خواجہ عفور احمد صاحب "دربار حبیب میں" کی آخری قسط میں فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے دوران قیام چھ روز مجھے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی کی صحبت حاصل رہی۔ مولانا نے ان ملاقاتوں کے درمیان ایک دن فرمایا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں مگر آپ ﷺ کی اس زندگی کا ہمیں شعور اور ادراک نہیں پھر فرمایا کہ حضور ﷺ اپنے مہمانوں کے آرام کا خیال رکھتے ہیں اور اپنے خاص امتیوں کے قیام و آسائش کی آپ ﷺ کو فکر ہوتی ہے۔

مولانا سید احمد حسین مدنی دوران قیام مدینہ طیبہ (ہاں اے حبیب رخ سے ہٹا دو نقاب کو) مواجہ شریف پر انہی الفاظ کو پڑھنا اور شوق دیدار میں رونا شروع کر دیا۔ دیر تک یہی حالت رہی جس پر یہ محسوس ہونے لگا کہ مجھ میں اور جناب رسالت مآب ﷺ میں کچھ حجاب دیواروں اور جالیوں وغیرہ کا نہیں اور آپ ﷺ کرسی پر سامنے جلوہ افروز ہیں۔ آپ ﷺ کا چہرہ انور سامنے ہے اور بہت چمک رہا ہے۔ (نقش حیات حصہ اول صفحہ ۹۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا (بعض حیثیات سے) میرے ساتھ شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ جو میرے بعد ہوں گے کہ ان میں سے ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل و مال کے عوض مجھ کو دیکھ لے روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

ابن سیرین نے فرمایا کہ معبر کو چاہیے کہ سب سے پہلے سائل کا نام رتبہ مذہب سیرت و خصلت اور عقل و فہم اور وقت خواب دیکھنے کا معلوم کرے۔ قبرستان میں خواب کی تعبیر نہ بتائی جائے بے دینوں بدصورتوں جاہلوں دشمنوں اور عورتوں سے خواب نہ پوچھنا چاہیے۔

حضرت مولانا رفیع الدین دیوبندی قدس سرہ، مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند ایک دن دارالعلوم دیوبند کے صحن میں کھڑے تھے کہ دورہ حدیث کا ایک طالب علم مطبخ سے کھانا لے کر آیا اور شوربے کا پیالہ مولانا کے سامنے زمین پر دے مارا اور نہایت گستاخانہ انداز میں کہا یہ ہے آپ کا اہتمام و انتظام کہ شوربے میں نہ مصالحہ ہے اور نہ گھی اور بھی سخت سست الفاظ کہے۔ اس گستاخی پر طلباء جوش میں آ گئے مگر مولانا پوری متانت کے ساتھ خاموش رہے اور گستاخ طالب علم پر تین مرتبہ سر سے پیر تک نگاہ ڈالی جب وہ چلا گیا تو آپ نے طلباء سے فرمایا کہ یہ مدرسہ دیوبند کا طالب علم ہے؟ طلبہ نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے اس پر فرمایا نہیں یہ مدرسہ کا طالب علم نہیں ہے۔ تحقیق پر ثابت ہوا کہ وہ مدرسہ کا طالب علم نہیں ہے اس کا ہم نام ایک دوسرا طالب علم ہے۔ طلباء نے مولانا سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے اس وثوق سے کس بناء پر اس کے طالب علم ہونے کی نفی فرمائی۔ فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ احاطہ مولسری میں دارالعلوم کا کنواں دودھ سے بھرا ہوا ہے اور اس کی من پر حضرت رسول کریم ﷺ تشریف فرما ہیں اور دودھ تقسیم فرما رہے ہیں لینے والے آ رہے ہیں اور دودھ لے جا رہے ہیں۔ خواب میں بعد مجھ پر منکشف ہوا کہ کنواں صورت مثال دارالعلوم کی ہے۔ دودھ صورت مثالی علم کی ہے اور قاسم العلوم یعنی تقسیم کنندہ حضرت ﷺ ہیں اور یہ آ کر لے جانے والے طلباء ہیں جو حسب ظرف علم لے لے کر جا رہے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ مدرسہ دیوبند میں جب داخلہ ہوتا ہے اور طلباء آتے ہیں تو میں ہر ایک کو پہچان لیتا ہوں کہ یہ بھی اس مجمع میں تھا اور یہ بھی لیکن اس گستاخ طالب علم پر میں نے سر سے پاؤں تک تین بار نظر ڈالی یہ اس مجمع میں تھا ہی نہیں۔ اس لئے میں نے وثوق سے کہہ دیا کہ یہ مدرسہ دیوبند کا طالب علم نہیں۔ آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

یہ تھے نیک خواب واللہ اعلم

ابومنصور ماتریدی کی حکایت:

امام المہدی ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ سے حکایت کی گئی ہے کہ جس شخص نے ہمارے زمانے کے کسی قاری کو (جو کلمات قرآن میں گانے کی طرز پڑھنے کی وجہ سے تغیر پیدا کرتا ہے) قرأت کے وقت کہا کہ تونے بہت اچھا پڑھا تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور اس کی عورت کو طلاق ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی تمام نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے۔

غنا و سرود کی حرمت میں آیات و احادیث و روایت فقہیہ اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے اگر کوئی شخص منسوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے تو اس کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ کسی فقیہہ نے کسی زمانہ میں بھی سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔

ہمارے پیروں کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جزائے خیر دے کہ انہوں نے اپنے متبعین کا امود مبتدعہ کے بجالانے کی ہدایت نہیں کی اور اپنی تقلید سے ہلاک کرنے والی تاریکیوں میں نہیں ڈالا اور سنت کی متابعت کے سوا اور کوئی راستہ نہیں بتایا۔ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے سماع ورقص کو ٹھکرا دیا ہے اور وجد وتواجد کو انگشت شہادت سے دوٹکڑے کر دیا ہے۔ جو شخص شریعت کو لازم پکڑتا ہے وہ صاحب معرفت ہے جس قدر شریعت کا التزام زیادہ ہوگا اسی قدر معرفت زیادہ ہوگی اور جو شخص شریعت میں ست ہے۔ وہ معرفت سے بے بہرہ ہے اور بالفرض جو کچھ وہ اپنے خیال فاسد میں رکھتا ہے۔ اگرچہ (درحقیقت) وہ کچھ نہیں رکھتا تو یہ استدراج کی قسم سے ہے جس میں جوگی اور برہمن اس کے ساتھ شریک ہیں۔

شیخ الاسلام ہروی کا فرمان:

شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں کہ الٰہی یہ کیا ہے جو تونے اپنے دوستوں کو عطا فرمایا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا تجھ کو پالیا اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہیں پہچانا، اس گروہ کا بغض زہر قاتل، ہے اور ان پر طعن کرنا ہمیشہ کی محرومی کا باعث ہے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے عاد نفسک فانها انتصبت بمعاداتی، یعنی اپنے نفس کو دشمن رکھ کیونکہ وہ میری دشمنی میں کھڑا ہے، پس نفس کی مرادوں یعنی جاہ وریاست و بلندی وتکبر وغیرہ کے حاصل کرنے کے ذریعہ نفس کی تربیت کرنا حقیقت میں اس کو خدائے تعالیٰ کی دشمنی میں مدد اور تقویت دینا ہے۔

سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کریں اور بدعت ناپسندیدہ سے بچیں، جو شخص سنتوں میں سے کسی سنت کو جو متروک العمل ہو چکی ہو زندہ کرے اس کے لئے سو شہید کا ثواب ہے تو پھر معلوم کرنا چاہئے کہ جب کوئی شخص کسی فرض یا واجب کو زندہ کرے گا اس کو کس قدر ثواب ملے گا۔

''اے فرزند! دنیا آزمائش اور امتحان کا مقام ہے دیکھنے میں شیریں وتروتازہ نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں عطر لگا ہوا مردار اور مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا کوڑا اور پانی کی طرح دکھائی دینے والا سراب اور زہر کی مانند شکر ہے۔

(دنیا اور آخرت دونوں آپس میں سوکن ہیں اگر ان میں سے ایک راضی ہوگی تو دوسری ناراض ہوگی) فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے روز نماز روزہ زکوٰۃ سب کچھ لے کر آئے مگر ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی دی ہو اور کسی کو تہمت لگائی ہو اور کسی کا مال کھایا ہو اور کسی کا خون گرایا ہو اور کسی کو مارا ہو تو اس کی نیکیوں میں سے ہر حقدار کو اس کی حق کے برابر دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق کے برابر نہیں ہوئیں بلکہ پہلے ہی ختم ہو گئیں تو ان حقداروں کے گناہ لیکر اس کی برائیوں میں شامل کر دیئے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا

توبہ سے متعلق حدیث:

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو صادق ہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کسی بندہ سے گناہ سرزد ہو تو وضو کرے، نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ جب آدمی نے کہا میں بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں پھر اس نے گناہ کیا پھر اسی طرح کیا پھر گناہ کیا، تین بار، چوتھی بار کبیرہ گناہ لکھا جائے گا۔

باطنی ترقی کا طریقہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے! جو کچھ میں نے تجھ پر فرض کیا ہے ادا کر، تو سب لوگوں میں سے زیادہ عابد ہو جائے گا اور جن باتوں سے میں نے تجھ کو منع کیا ہے ہٹ جا تو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو جائے گا اور جو کچھ میں نے تجھے رزق دیا ہے اس پر قناعت کر تو سب سے زیادہ غنی ہو جائے گا۔ (اگر چہ ذاکر کو اس پاک ذات کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے)

چہ نسبت خاک را باعالم پاک

لیکن ذاکر و مذکور کے درمیان ایک قسم کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا سبب بن جاتا ہے اور جب محبت غالب ہو گئی تو پھر اطمینان کے سوا کچھ نہیں، جب کام دل کے اطمینان تک پہنچ گیا تو ہمیشہ کی دولت اس کو حاصل ہو گئی

ذکر گو ذکر تاترا جان است

پاکئی دل زذکر رحمٰن است

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب صحبت ہی کے باعث انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا سب غیر صحابہ پر فضیلت رکھتے ہیں اگر چہ اویس قرنی اور عمر مروانی (عمر بن عبدالعزیز) ہی کیوں نہ ہوں حالانکہ یہ دونوں حضرات صحبت کے سوا تمام درجات کی انتہا اور تمام کمالات کی آخری حد تک پہنچے ہوئے تھے۔

بہت مدت تک دل میں کھٹکتا رہا کہ کیا وجہ ہے کہ اس امت میں اکمل اولیاء بہت گزرے ہیں مگر جس قدر خوارق حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ سے ظاہر ہوئے ہیں اس قدر خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے، آخر کار حق تعالیٰ نے اس معمہ کا بھید ظاہر کر دیا اور معلوم کرا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے بلند تر واقع ہوا ہے اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اترے ہیں جو عالم اسباب سے بلند تر ہے۔

حسن بصریؒ کا ایک واقعہ:

منقول ہے کہ ایک دن حسن بصری دریا کے کنارے کھڑے ہوئے کشتی کا انتظار کر رہے تھے تاکہ دریاء سے پار ہوں، اسی اثناء میں خواجہ حبیب عجمی بھی آنکلے، پوچھا آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ فرمایا کشتی کا انتظار کر رہا ہوں۔ حبیب عجمی نے فرمایا کشتی کی کیا حاجت ہے کیا آپ یقین نہیں رکھتے؟ خواجہ حسن بصری نے کہا کیا آپ علم نہیں رکھتے۔ غرض خواجہ حبیب عجمی کشتی کی مدد کے بغیر دریا سے گزر کر چلے گئے اور خواجہ حسن بصری کشتی کی انتظار میں کھڑے رہے۔

خواجہ حسن بصری نے چونکہ عالم اسباب میں نزول کیا ہوا تھا اس لئے (کارکنان قضا وقدر) ان کے ساتھ اسباب کے وسیلے سے معاملہ فرماتے تھے اور حبیب عجمی نے چونکہ پورے طور پر اسباب کو نظر انداز کر دیا تھا اس لئے (کارکنان قضا وقدر) ان کے ساتھ اسباب کے وسیلے کے بغیر معاملہ کرتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے خوارق نقل کرتے ہیں اور اس کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی اور وہ اولیاء جو صاحب علم وکشف میں جائز ہے کہ ان کو اپنے بعض خوارق پر اطلاع حاصل نہ ہو بلکہ ان کی مثالی صورتوں کو (کارکنان قضا و قدر) متعدد مکانوں میں ظاہر کریں اور ان صورتوں سے دور دراز جگہوں میں عجیب وغریب کام ظہور میں لائیں کہ جن کی ان صورتوں کے صاحب کو ہرگز اطلاع نہیں ہے۔

آداب مریدی:

پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب ونقص منسوب نہ کرے اور جو واقعہ بھی ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اسے دریافت کرے اور جو تعبیر طالب پر ظاہر ہو وہ بھی عرض کر دے اور اصول وخطا کو اسی سے طلب کرے اور اپنے کشفوں پر ہرگز بھروسہ نہ کرے۔

حیرانی سے اپنے بزرگوں کے طریق کو چھوڑ کر کبھی ذکر جہر سے تسلی حاصل کرتے ہیں اور کبھی سماع ورقص سے آرام ڈھونڈتے ہیں اور چونکہ ان کو خلوت در انجمن حاصل نہیں ہے اس لئے خلوت کا چلہ اختیار کرتے ہیں

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی

ایں رہ کہ تومی روی بترکستان است

جب کسی مرید کے آنے میں کچھ خوشی و سرور پیدا ہوتا ہو تو چاہئے کہ اس بارہ میں التجا و تضرع کا طریق اختیار کر کے کئی استخارے کریں تا کہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس کو طریقہ سکھانا چاہئے۔ استخارہ ہر امر میں مسنون و مبارک ہے لیکن یہ ضروری نہیں (خواب یا واقعہ یا بیداری میں ایسا امر ظاہر ہو جو اس کام کے کرنے یا نہ کرنے پر دلالت کرے۔ استخارہ کی تکرار کی حد سات مرتبہ تک ہے۔ اگر استخارہ ادا کرنے کے بعد پہلی توجہ میں کی مفہوم ہو تو منع پر دلالت ہے۔

بعض مریدوں کو مقام شیخی تک پہنچنے سے پہلے کسی مصلحت کے پیش نظر ایک قسم کی اجازت دیدیتے ہیں۔ اور ایک لحاظ سے تجویز فرماتے ہیں کہ طالبوں کو طریقہ سکھائیں اور احوال و واقعات پر اطلاع پائیں۔ اس قسم کی تجویز و اجازت میں شیخ مقتدا کو لازم ہے کہ اس قسم کے مجاز مریدوں کو اس کام میں بڑی احتیاط برتنے کا امر کرے اور تاکید کے ساتھ غلطی کے مواقع کو ظاہر کر دیا کرے اور بار باران کے نقص پر اطلاع دیتا رہے اور مبالغہ کے ساتھ ان کے ناقص ہونے کو ظاہر کر دے۔ اس صورت میں اگر شیخ حق بات کے ظاہر کرنے میں سستی کرے تو وہ خائن ہے اور اگر مرید کو وہ باتیں بری معلوم ہوں تو وہ بدقسمت ہے۔ یہ کہ شیخ طریقت کی محبت و اخلاص پر اس طرح راسخ و ثابت قدم ہونا کہ اس پر کسی قسم کے اعتراض کی ہرگز گنجائش نہ رہے۔ مریبوں کے احوال و مقامات کو شیر بہر کی طرح جاننا چاہئے اور ان پر فخر و ناز نہیں کرنا چاہئے۔

ذکر و تسبیح کی ملازمت:

اور فقیر کے نزدیک سونے سے پہلے سو بار تسبیح و تحمید و تکبیر کا کہنا جس طرح پر کہ مخبر صادق (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے محاسبہ کا حکم رکھتا ہے اور محاسبہ کا کام دیتا ہے۔ گویا کہ وہ کلمہ تسبیح کے تکرار سے جو کہ توبہ کی کنجی ہے اپنی تقصیرات اور برائیوں سے عذر خواہی کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کو ان امور سے جن کے باعث وہ ان برائیوں کا مرتکب ہوا ہے منزہ و مبرا ظاہر کرتا ہے۔ خوف اور دشمنوں کے غلبہ کے وقت امن و امان کے لئے سورہ لایلاف کا پڑھنا مجرب ہے ہر دن اور ہر رات کو کم از کم گیارہ گیارہ بار پڑھا کریں۔

ان بزرگوں کا طریق بعینہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے کیونکہ اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں انتہا کے ابتدا میں درج ہونے کے طریق پر وہ کمال حاصل ہو جاتا تھا جو امت کے کامل اولیاء کو انتہا میں بھی شاذ و نادر حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی (رضی اللہ عنہ) جو کہ ایک ہی دفعہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں پہنچا ہے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے جو کہ تابعین میں سب سے بہتر ہیں افضل ہو گیا۔ اسی سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں، اسی واسطے طریقہ نقشبندیہ تمام طریقوں سے اقرب ہے یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی ابتدا میں مندرج ہو گئی

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

لطائف سبعہ کا بیان

میرے مخدوم! یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم در پے ہیں انسان کے سات لطیفوں کے مطابق سب سات قدم ہیں۔ دو قدم عالم خلق میں ہیں جن کا تعلق قالب (بدن عنصری) اور نفس کے ساتھ ہے اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں جو کہ (لطائف) قلب و روح و سر و خفی و اخفی کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم میں دس ہزار پردے طے کرنے پڑتے ہیں خواہ وہ پردے نورانی ہوں یا ظلمانی، ان للّٰہ سبعین الف حجابٍ من نورٍ وظلمةٍ (بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے نور و ظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں)

ترقی کا درجات کے تفاوت کے لحاظ سے ہونا:

درجات کے تفاوت کے لحاظ سے ترقی ہوتی جاتی ہے جیسا کہ اس راستہ کے سالکوں پر مخفی نہیں ہے اور ان ساتوں قدموں میں سے ہر ایک قدم میں اپنے آپ سے دور اور حق تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ ان قدموں کے پورا ہونے تک قرب بھی پورا ہو جاتا ہے پھر اس وقت فنا اور بقا سے مشرف ہوتے اور ولایت خاصہ کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

اس مرتبہ مقدسہ میں جس کو ہم نے حقیقت قرآن مجید

کہا ہے نور کے اطلاق کی بھی گنجائش نہیں ہے اور تمام کمالات ذاتیہ کی طرح نور بھی راہ ہی میں رہ جاتا ہے اوپر ایک اور بہت بلند مرتبہ ہے جس کو حقیقت صلوٰۃ کہتے ہیں جس کی صورت عالم شہادت میں منتہی نمازیوں کے ساتھ قائم ہے۔

لطائف عشرہ ولایت سہ گانہ کی تشریح قلب وروح وسر وخفی واخفی جو انسانی عالم صغیر کے اجزا ہیں ان کے اصول عالم کبیر میں ہیں لطائف کے اصول کا ظہور عرش کے اوپر ہے جو لامکانیت سے موصوف ہے یہی وجہ ہے کہ عالم امر کو لامکانی کہتے ہیں۔

عالم امر کے پنجگانہ لطائف ومراتب کا عروج اس دائرہ اسماوشیونات کی انتہا تک ہے اس کے بعد اگر محض فضل خداوندی جل شانہ سے زیادہ ترقی واقع ہو جائے تو ان کے اصول کے دائرہ میں سیر واقع ہوگی بعد دائرہ فوق کی ایک قوس (قطعہ دائرہ) ظاہر ہوگی اس کو بھی قطع کرنا پڑتا ہے قوس کے سوا ظاہر نہیں ہو یہاں کوئی راز ہوگا یہ اصول محض اعتبارات ہیں ان اصول کے کمالات کا حاصل ہونا نفس مطمئنہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اطمینان شرح صدر اور سالک اسلام حقیقی سے مشرف ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں نفس مطمئنہ صدارت کے تخت پر جلوس فرماتا ہے اور مقام رضا پر ترقی کرتا ہے یہ مقام ولایت کبریٰ یعنی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی انتہا کا مقام ہے۔

جب اس فقیر کی سیر یہاں تک ہو چکی تو وہم وخیال میں آیا کہ شاید سب کام ختم ہو چکا ہے۔ اتنے میں آواز آئی کہ یہ سب کچھ ابھی اسم ظاہر کی تفصیل تھی جو کہ پرواز کے لئے ایک بازو ہے اور اسم باطن جو کہ عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کے لئے دوسرا بازو ہے ابھی درپیش ہے اور جب تو اس کو بھی مفصل طور پر سرانجام کرے گا تو پرواز کے لئے دو بازو تجھے حاصل ہوں گے جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اسم باطن کی سیر بھی انجام پا چکی تو دو بازو میسر ہو گئے۔

مثلاً کہا گیا ہے کہ پنجگانہ عالم امر کو طے کر کے ان کے اصول میں سیر کرے تا کہ دائرہ امکان تمام ہو جائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے جذب عنایت کے لئے بعید نہیں ہے کہ اس قدر مدت دراز کے کام کو ایک لحظہ میں میسر کر دے

برکریماں کار ہا دشوار نیست

وصول کی منازل کی انتہا نہیں:

(وصول کی منزلیں کبھی ختم نہیں ہوتیں) اور مشائخ نے ان مراتب کی سیر کے پورا ہونے کو ناممکن سمجھا ہے۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اس سیر کو بھی انجام تک پہنچایا تو مشہود ہوا کہ اگر بالفرض ایک قدم اس سیر میں اور بڑھائے تو عدم محض میں پڑے گا تو یہ وہم نہ کرے کہ عنقا شکار ہو گیا اور سیمرغ جال میں پھنس گیا

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کا ینجا ہمیشہ بادبدست ست دام را

کیونکہ اس کے بعد وہ حق سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے

ہنوز ایوان استغنا بلند ست
مرا فکر رسیدن ناپسند ست

بعض کامل مرادمندوں کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل عظمت وکبریائی کے ان پردوں میں جگہ دیتے ہیں اور بارگاہ کا محرم بناتے ہیں وہ بیان سے باہر ہے)

نسبت نقشبندیہ یہ ہے جس کی ابتداء میں انتہا مندرج ہے اسی بنیاد پر بہت سی عمارتیں اور کئی قسم کے محل بنائے گئے ہیں اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا یعنی بخارا وسمرقند سے اس بیج کو لا کر زمین ہند (سرہند) میں بویا جس کا خمیر مدینہ طیبہ ومکہ معظمہ کی خاک سے ہے اور فضل کے پانی سے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی تربیت سے اس کی پرورش کی جب وہ کھیتی کمال تک پہنچ گئی تو ان علوم ومعارف کا ثمرہ اس سے حاصل ہوا۔

بندہ ہمیشہ بندہ ہے اور خدا ہمیشہ خدا ہے۔ وہ لوگ زندیق ہیں جو فنا وبقا کو وجودی تصور کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! بعض لوگ کج بینی سے ولایت کو نبوت سے افضل جانتے ہیں

اور شریعت کو جو لب لباب ہے پوست سمجھتے ہیں بیچارے کیا کریں ان کی نظر شریعت کی صورت تک ہی محدود ہے مغز کا کچھ بھی حصہ انکے ہاتھ نہیں آیا۔

کمالات نبوت دریائے محیط کا حکم رکھتے ہیں اور کمالات ولایت ان کے مقابلہ میں ایک قطرہ کا حکم رکھتے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کا بچپن:

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ بچپن میں عام بچوں کی طرح نہیں رویا کرتے تھے اور بول و براز کا کپڑوں پر کہیں نشان نہیں ہوتا تھا۔ اگر اتفاقاً ننگے ہو جاتے تو فوراً اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے، آپ دایہ سے کبھی دودھ نہ مانگتے وہ خود ہی آپ کے دہن مبارک میں پستان رکھتی تو آپ دودھ پی لیتے۔ ماہ رمضان میں دن کے وقت ہرگز ہرگز دودھ نہ پیتے تھے۔ ہر چند دایہ دودھ پلانا چاہتی لیکن آپ منہ پھیر لیتے، نماز مغرب کے بعد پیٹ بھر کر دودھ پیا کرتے ایک دفعہ ماہ رمضان المبارک کے چاند کے متعلق لوگوں کو شبہ ہوا کہ نکلا ہے یا نہیں، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا کہ دریافت کرو کہ آج محمد معصوم نے دودھ پیا ہے یا نہیں، معلوم ہوا کہ نہیں پیا، حضرت نے فرمایا آج سے ماہ رمضان المبارک شروع ہے۔

حضرت آدم بنوری امی تھے شروع میں علوم ظاہری حاصل نہ تھے کہ ایک روز ہاتف غیب نے ندا کی اے شیخ آدم قرآن کیوں نہیں پڑھتے'' عرض کیا کہ بارالہا تو قادر مطلق ہے اب بھی تعلیم فرما سکتا ہے۔ اسی وقت ایک نورانی ہاتھ ظاہر ہوا اور اس نے آپ کے سینہ بے کینہ کو مس کیا۔ قرآن شریف حفظ ہو گیا اور ظاہری علوم بھی حاصل ہو گئے۔

آپ کی خانقاہ میں ہزار سے زائد طلبائے معرفت روزانہ جمع رہتے تھے اور ان کو لنگر سے کھانا تقسیم کیا جاتا تھا آپ کے خلفاء کی تعداد ایک سو اور مریدین کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے۔

بیعت کے مسنون ہونے کا بیان

زمانہ رسالتؐ میں بیعت کتنے ہی امور کے واسطے تھی اب ایک مقصد میں منحصر ہے اور یہ امر اصل غرض کو مضر نہیں حق تعالیٰ نے فرمایا۔ مقرر جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے اے محمد ﷺ وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے سو جو عہد شکنی کرتا ہے تو اپنی ذات کے مضرت پر عہد توڑتا ہے اور جس نے پورا کیا اس کو جس پر اللہ سے عہد کیا تھا سو عنقریب ان کو اجر عظیم عنایت کرے گا چنانچہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بیعت کی انصاریوں کی عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر

اور ابن ماجہ نے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے چند محتاج مہاجرین سے بیعت لی اس پر کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں سو ان میں سے کسی شخص کا یہ حال تھا کہ اس کا کوڑا گر جاتا تھا اور کسی سے کوڑا اٹھا دینے کا بھی سوال نہ کرتا تھا اور جس میں شک و شبہ نہیں وہ یہ ہے کہ جب ثابت ہو رسول اللہ ﷺ سے کوئی فعل بطریق عبادت اور اہتمام کے نہ بر سبیل عادت تو وہ فعل سنت دینی سے کمتر تو نہیں۔

ف: اور چونکہ بیعت لینا امور مذکورہ کا بطریق عبادت بکمال اہتمام تھا تو بیعت کے مسنون ہونے میں اب کچھ شک اور شبہ باقی نہیں رہا۔ یہ بیان کہ رسول کریم ﷺ خلیفۃ اللہ تھے اس کی زمین میں اور عالم تھے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اور حکمت کو اتارا اور معلم تھے قرآن و حدیث کے اور امت کے پاک کرنے والے تھے سو جو فعل آنحضرت ﷺ نے بنا بر خلافت کے کیا وہ خلفاء کے واسطے سنت ہو گیا اور جو فعل کہ بجہت تعلیم کتاب اور حکمت اور تزکیہ امت کے کیا وہ علماء راسخین کے واسطے سنت ہوا۔

نبی کریم ﷺ گاہے بیعت لیتے تھے اقامت ارکان اسلام پر اور گاہے تمسک بالسنۃ پر اور صحیح بخاری گواہی دے رہی ہے اس پر کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابیؓ پر شرط کی ان کی بیعت سو فرمایا کہ خیر خواہی لازم ہے ہر مسلمان کے واسطے اور حضرت ﷺ نے بیعت لی قوم انصار سے سو یہ شرط کر لی کہ نہ ڈریں امر خدا میں کسی ملامت گر کی ملامت سے اور حق بات ہی بولیں جہاں ہیں سو ان میں بعضے لوگ امراء اور سلاطین پر کھل کر بلا خوف رد انکار کرتے تھے۔

عورتوں کی بیعت کا ثبوت:

حضور ﷺ نے انصار کی عورتوں سے بیعت لی اور شرط کر

لی کہ نوحہ کرنے سے پرہیز کریں ان کے سوائے بہت امور میں بیعت ثابت ہے اور وہ امور از قسم تزکیہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ہیں۔

بیعت اسلام تو اس واسطے متروک تھی۔ کہ داخل ہونا لوگوں کا اسلام میں ان کے ایام میں بسبب شوکت وتلوار کے تھا نہ تالیف قلوب اور اظہار دلیل اسلام پر اور نہ دخول اسلام اپنی خوشی اور رغبت پر تھا اور خلفائے راشدین کے سوا اور خلفاء کے وقت میں چنانچہ خلفائے کے سوا اور خلفاء کے وقت میں چنانچہ خلفائے مروانیہ اور عباسیہ کے وقت میں اس واسطے بیعت اسلام متروک تھی کہ ان میں اقامت سنن دین میں کوشش بلیغ نہ کرتے تھے اور اسی طرح تقویٰ کی رسی تھامنے کی بیعت زمانہ خلفاء میں متروک ہوگئی تھی خلفائے راشدین کے زمانہ میں تو بسبب کثرت اصحاب کے متروک تھی جو نورانی ہو چکے تھے۔

اور خلفاء کے سوا اور زمانہ میں بسبب خوف پھوٹ پڑنے کے اور اس خوف سے کہ بیعت کرنے والوں کے ساتھ بیعت خلافت کا گمان کیا جاوے تو فساد اٹھے بیعت مذکور متروک تھی اور اس وقت میں اہل تصوف خرقہ دینے کو قائم مقام بیعت کے کرتے تھے پھر بعد مدت یہ رسم بیعت کی ملوک اور سلاطین میں معدوم ہوگئی تو حضرات صوفیہ نے فرصت کو غنیمت جان کر سنت بیعت اختیار کی (واللہ علم)

بیعت سنت ہے واجب نہیں:

یوں سمجھ لے کہ بیعت سنت ہے واجب نہیں اس واسطے کہ اصحابؓ نے رسول کریم ﷺ سے بیعت کی اور اس کے سبب حق کی نزدیکی چاہی اور کسی دلیل شرعی سے تارک بیعت کے گنہگار ہونے پر دلالت نہ کی اور آئمہ دین نے تارک بیعت پر انکار نہ کیا تو یہ عدم انکار گویا اجماع ہوگیا اس پر کہ وہ واجب نہیں تصدیق اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور قیامت کی امر مخفی ہے تو اقرار ایمان کا بجائے تصدیق قلبی کے قائم مقام کیا گیا سو اسی طرح توبہ اور عزم کرنا ترک معاصی کا اور تقویٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا امر مخفی اور پوشیدہ ہے۔

مرشد کے لئے شرائط:

تو بیعت کو اس کے قائم مقام کر دیا بیعت لینے والے میں یعنی پیر اور مرشد میں چند امور ہیں جن کا بحیثیت شرط پایا جانا ضروری ہے۔

قرآن کا علم:

شرط اول علم قرآن وحدیث کا اور میری یہ مراد نہیں کہ پلے سرے کا مرتبہ علم کا مشروط ہے بلکہ قرآن میں اتنا علم ہونا کافی ہے کہ تفسیر مدارک یا جلالین کو یا سوان کے مانند تفسیر وسیط یا وجیز واحدی کے محفوظ کر چکا ہے اور کسی عالم سے اس کو تحقیق کر لیا ہو اور اس کے معنی اور ترجمہ لغات مشکلہ کو اور شان نزول اور اعراب قرآنی اور قصص اور جو اس کے قریب ہے اس کو جان چکا ہو۔

حدیث کا علم:

اور حدیث کا علم اتنا کافی ہے کہ ضبط اور تحقیق کر چکا ہو مانند کتاب مصابیح یا مشارق کے اور اس کے معانی دریافت کر چکا ہو اور اس کی شرح غریب یعنی لغات مشکلہ کا ترجمہ اور اعراب مشکل اور تاویل معضل کے برابر رائے فقہائے دین کی معلوم کر چکا ہو اور بیعت لینے والا مکلف نہیں علم قرآن میں اختلاف قرات کے یاد رکھنے کا اور نہ علم حدیث میں حال اسانید کے تجسس کا اور بیعت لینے والا علم اصول فقہ اور اصول حدیث اور جزئیات فقہ اور احکام حوادث کے یاد رکھنے کا مکلف نہیں غرض بیعت سے مرید کو امر کرنا ہے مشروعات کا اور روکنا ہے اس کو خلاف شرع سے اور اس کی رہنمائی طرف تسکین باطنی کے اور دور کرنا بدخوؤں کا اور حاصل کرنا صفات حمیدہ کا پھر مرید کا عمل میں لانا اس کو جمیع امور مذکورہ میں اور متفق ہے مشائخ کا قول اس پر کہ وعظ نہ کرے لوگوں کو مگر وہ شخص جس نے روایت کی ہو استاد سے اور جس نے قرآن کو پڑھا ہو کچھ نہیں بنتی بار خدایا مگر یہ کہ ایسا مرد ہو جس نے متقی علماء کی بہت مدت تک صحبت حاصل کی ہو اور ان سے ادب سیکھا ہو اور حلال وحرام کا متفحص قرآن وحدیث سن کر ڈر جاتا ہو اور اپنے افعال اور اقوال اور حالات کو کتاب وسنت کے موافق کر لیتا ہو۔

پرہیزگاری

واجب ہے کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز رکھتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اڑ نہ جاتا ہو دنیا کا تارک ہو اور آخرت کا راغب ہو

محافظ ہو طاعات موکدہ اور اذکار منقولہ کا جو صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں مدام تعلق دل کا اللہ پاک سے رکھتا ہو اور یادداشت کی مشق کامل اس کو حاصل ہو مستقل ہو اپنی رائے پر نہ کو مرد ہرجائی ہردم خیالی۔ اور صاحب عقل کامل کا تا کہ اس پر اعتماد کیا جاوے بیعت لینے والا مرشد ان کامل کی صحبت میں رہا ہو اور ان سے ادب سیکھا ہو زمانہ دراز تک اور ان سے باطن کا نور اور اطمینان حاصل کیا ہو مراد نہیں ملتی جب تک مراد پانے والوں کو نہ دیکھے اور شرط نہیں ظہور کرامت اور خوارق عادات کا اور نہ ترک پیشہ وری کا دھوکہ نہ کھاؤ اس سے جو درویش مغلوب الاحوال کرتے ہیں۔ یعنی جو صاحب حال بسبب غلبہ اپنے حال کے کسب حلال کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ان کے فعل کو دلیل نہ پکڑنا ترک کسب پر منقول تو یہی ہے کہ تھوڑے پر قناعت کرنا اور شبہات سے پرہیز کرنا نبی علیہ السلام کے سامنے ایک لڑکا گیا تا کہ آپ علیہ السلام سے بیعت کرے تو حضرت علیہ السلام نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے واسطے برکت کی دعا کی اور بیعت نہ لی اور بعضے مشائخ لڑکوں کی بیعت کو جائز رکھتے ہیں بنا بر برکت اور نیک فالی کے واللہ اعلم

اقسام بیعت صوفیہ:

پہلا طریقہ بیعت توبہ ہے معاصی سے اور دوسرے طریقہ پر بیعت تبرک ہے یعنی بمقصد برکت صالحین کے سلسلہ میں داخل ہونا بمنزلہ سلسلہ اسناد حدیث کے کہ اس میں البتہ برکت ہے اور تیسرا طریقہ بیعت تاکد عزیمت یعنی عزم مصمم کرنا واسطے خلوص امر الٰہی اور ترک مناہی کے ظاہر اور باطن سے اور تعلیق دل کی اللہ جل شانہ سے اور یہی تیسرا طریقہ اصل ہے اور پہلے دونوں قسم کے طریقوں میں بیعت کا پورا کرنا عبارت ہے ترک کبائر سے نہ اڑ جانا صغائر پر اور طاعات مذکورہ کو اختیار کرنا از قسم واجبات اور موکدہ سنتوں کے اور تیسرے طریقے میں پورا کرنا بیعت کا عبارت ہے مدام ثابت رہنے اس ہجرت اور مجاہدہ اور ریاضت پر یہاں تک کہ روشن ہو جاوے اطمینان کے نور سے۔

حکمت تکرار بیعت:

تکرار بیعت کی رسول اللہ علیہ السلام سے منقول ہے اور اسی طرح حضرات صوفیہ سے لیکن دو پیروں سے بیعت کرنا سوا گر بسبب ظہور خلل کے ہو اس پیر میں جس سے بیعت کر چکا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اسی طرح اس کی موت کے بعد یا اس کی غیبت منقطعہ کے بعد کہ اس کی توقع ملاقات کی باقی نہیں رہی اور ہر جگہ بیعت کرنا برکت کو کھوتا ہے مرشد خطبہ مسنونہ پڑھے اور خطبہ مسنونہ یہ ہے کہ یعنی الحمد للہ سے آخر تک پھر مرشد کہے مرید سے" کہ میں نے بیعت کی رسول اللہ علیہ السلام کی بواسطہ خلفاء کے کہ شریک نہ کروں گا اللہ کے ساتھ کسی چیز کو اور چوری نہ کروں گا اور زنا نہ کروں گا اور بہتان کو نہ لاؤں گا اپنے دونوں ہاتھ اور پاؤں کے درمیان سے اس کو افترا کر کے اور نافرمانی رسول کریم علیہ السلام کی نہ کروں گا امر مشروع میں بھی پھر مرشد ان دو آیتوں کو پڑھے یایھا الذین سے آخر تک یعنی اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور تلاش کرو اللہ کی طرف وسیلہ اور جہاد کرو اس کی راہ میں تا کہ تم فلاح پاؤ مقرر جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے اے نبی علیہ السلام وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ اللہ سبحانہ کا دست قدرت اور رحمت ان کے ہاتھوں پر ہے سو جس نے بیعت کو توڑا یہی بات ہے کہ اس نے اپنی ذات کی مضرت کے واسطے بیعت کو توڑا اور جس نے پورا کیا اس کو جو اللہ سے عہد کیا سو قریب اس کو اجر عظیم عنایت کرے گا پھر مرشد دعا کرے گا۔

مرید کو تلقین:

مرید کو یوں تلقین کرے سو کہے کہ تو کہہ کہ میں نے اختیار کیا طریقہ نقشبندیہ جو منسوب ہے طرف شیخ اعظم اور قطب اعظم خواجہ نقشبند کے یا طریقہ قادریہ اختیار کیا جو منسوب ہے شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف یا طریقہ چشتیہ اختیار کیا جو منسوب ہے شیخ معین الدین سنجری یعنی سیستانی کی طرف خداوند تعالیٰ ہم کو فتوح اس طریقے کے عنایت کر اور ہم کو اس طریقے کے دوستوں کے گروہ میں محشور کر اپنی رحمت سے یا ارحم الرحمین! حضرت شاہ ولی اللہ کے والدؒ فرماتے تھے کہ میں نے دیکھا رسول علیہ السلام کو خواب میں سو میں نے آپ علیہ السلام سے بیعت کی سو حضرت علیہ السلام نے میرے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں دست مبارک میں کر لیا سو میں تو اسی طرح جیسے خواب

میں دیکھا مصافحہ کرتا ہوں بیعت لینے کے وقت اور عورتوں کی بیعت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مرشد کپڑے کا ایک کنارہ پکڑے اور بیعت کرنیوالی دوسرا کنارہ اس کا پکڑے اللہ اعلم اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نبا یدداد دست اول جس کا سنورنا واجب ہے وہ عقیدہ ہے کہ جب کوئی شخص راہ خدا کے چلنے میں راغب ہوتو حکم کراس کو اول عقائد کے صحیح کرنے کا موافق عقائد سلف صالح کے یعنی ثابت کرنا واجب الوجود کا جو واحد ہے کوئی معبود برحق نہیں سوائے اس کے موصوف ہے وہ جمیع صفات کمال سے حیات میں علم اور قدرت اور ارادے میں ایسا واحد ہے جو پاک ہے نقصان اور زوال کی سب نشانیوں سے مجسم ہونے سے اور احتیاج مکانی اور عرض ہونے اور جہت میں ہونے اور الوان اور اشکال سے یعنی جسم اور لوازم جسمیت سے منزہ ہے اور وہ جو وارد ہوا استواء علی العرش اور ضحک اور اثبات یدین کا سو ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں مجمل بلا تفصیل پھر اس کی تفصیل کو خدا کے علم پر تفویض کرتے ہیں اور اتنا تو ہم بالیقین جانتے ہیں کہ خدا کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع اور بصیر ہے۔ استواء علی العرش ایک چیز ثابت ہے اللہ تعالی کے واسطے...... حضور ﷺ کی اتباع کا واجب ہونا جس میں کہ آپ ﷺ نے امر کیا اور نہی کی اور تصدیق آپ ﷺ کی جمیع اخبار میں یعنی منجملہ صفات ربانی اور معاد جسمانی اور جنت اور نار اور حشر اور حساب اور رویت الٰہی اور قیامت اور عذاب قبر اور سوائے ان کے اور امور میں چنانچہ حوض کوثر اور صراط اور میزان جس کی نقل حضرت ﷺ سے ثابت ہے اور روایت اس کی صحیح ہے اور منجملہ اکبر الکبائر کے پیغمبر اور قرآن اور فرشتوں کو برا کہنا اور انکار کرنا اور اسی طرح ضروریات دین کا انکار کرنا نماز اور زکوٰۃ اور صوم اور حج کا چھوڑنا ہے اور منجملہ کبائر ہے جان ناحق قتل کرنا اور قتل ناحق میں اولاد کا قتل کرنا اور انسان کو اپنی جان کا قتل کرنا داخل ہے۔

منجملہ کبائر:

اور منجملہ کبائر زنا ہے اور اغلام اور نشے والی چیز کا پینا اور چوری اور رہزنی اور غصب اور غنیمت کا مال چرانا اور جھوٹی قسم کھانا اور پاک دامن عورت کو زنا کا عیب لگانا اور یتیم کا مال کھانا اور والدین کی نافرمانی، ان کی خدمت نہ کرنی اور حق برادری ادا نہ کرنا اور ناپ اور تول میں کمی کرنا اور بیاج کھانا اور جہاد میں کفار کی صف جنگ سے بھاگنا اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا اور معاملات فیصل کرنے میں رشوت لینا اور محارم سے نکاح کرنا اور مردوں عورتوں کے درمیان کینہ پن کرنا اور حاکم سے چغلخوری کرنا تا کہ وہ قتل کرے یا لوٹ لے اور دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا اور کافروں سے دوستی کرنا انکا خیر خواہ ہونا اور جواء کھیلنا اور جادو کرنا تو یہ سب کبائر میں داخل ہے پھر اجتناب کبائر اور ندامت صغائر کے بعد نظر کرنا چاہئے ارکان اسلام میں از قسم طہارت اور صلوۃ اور صوم زکوٰۃ اور حج کے تو ان امور کو بموجب ارشاد نبوی ﷺ کے قائم کرے مع آداب اور ہیئات اور اذکار کے اور ضروریات معاش میں منجملہ اکل وشرب اور لباس اور کلام اور صحبت خلق وغیرہ ذالک اور نظر کرنا چاہئے امور خانگی میں منجملہ نکاح اور حقوق ممالیک اور حقوق اولاد کے اور نظر کرنا چاہئے امور خانگی میں از قسم بیع اور ہبہ اور اجارے کے تو ان کو صحیح اور ٹھیک کرے بروجہ سنت بدوں سستی اور بے کجروی کے نظر کرنا چاہئے ان کا اذکار میں جو اوقات مخصوصہ یعنی صبح اور شام اور وقت خواب وغیرہ ذالک میں مامور ہیں پھر نظر کرنا چاہئے آراستگی اخلاق میں از قسم ریا اور پندار اور حسد اور کینہ وغیرہ کے اور مواظبت اور دوام کرنا چاہئے تلاوت قرآن اور آخرت کی یاد پر اور مجالس علم اور ذکر اللہ کے حلقوں پر اور مساجد پر پھر جب کہ سالک ان آداب مذکورہ کے ساتھ متادب ہوگیا تو اب وقت آیا اشغال باطنی کا اور ہمیشہ عز وجل کے ساتھ دل لگائے رہنے کی کوشش کرنے کا اور اس کو تاکتے رہنے کا دل کی بینائی سے جو طالب کہ قرآن اور حدیث اور فقہ اور کتب متوسط سلوک کا مثل ریاض الصالحین اور کتب مختصر وعقائد مانند عقیدہ صحیحہ کا واقف اور متجسس ہے اور جس کو تتبع اور علم ان کتابوں کا میسر نہ ہو وہ کسی عالم سے دریافت کرے۔ (واللہ علم)

مشائخ جیلانیہ:

یہ فعل مشائخ جیلانیہ یعنی قادریہ کے اشغال میں ہے کہ

قادر یہ امام طریقت شیخ ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی کے مرید ہیں خدا راضی رہے ان سے اور ان کے سب تابعین سے سو پہلا شغل ذکر اللہ ہے جہر سے یعنی بلند آواز سے ذکر کرنا اور مراد اس جہر سے یہ ہے کہ افراط سے نہ ہو تو اسی تقریر سے کچھ مخالفت نہ رہی اس کے جواز میں طریقہ یک ضربی کا یہ ہے کہ لفظ مبارک اللہ کو سختی اور درازی اور بلندی سے دل اور حلق دونوں کی قوت کے ساتھ کہے پھر ٹھہر جاوے یہاں تک کہ ذاکر کا سانس اپنے ٹھکانے پر آ جاوے پھر اسی طرح بار بار ذکر کرے۔

طریقہ ذکر:

خواہ ذکر دو ضربی ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کی نشست پر بیٹھے اور اسم ذات کو ایک بار داہنے زانو میں اور دوسری بار دل میں ضرب کرے اور اس کو بار بار بلا فصل کرے اور مناسب یہ ہے کہ ضرب خصوصاً قلبی قوت اور سختی کے ساتھ ہو تا کہ دل پر اثر ہو اور خاطر یکسو ہو جاوے پریشان خاطری اور وسواس مندفع ہو خواہ ذکر سہ ضربی ہو اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ چار زانو بیٹھے اور ایک بار داہنے زانو میں اور دوسری بار بائیں زانو میں اور تیسری بار دل میں ضرب کرے اور چاہیے کہ تیسری ضرب سخت تر اور بلند ہو خواہ ذکر چہار ضربی ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ چار زانو بیٹھے اور ایک بار داہنے زانو میں اور دوسری بار بائیں زانو میں اور تیسری بار دل میں اور چوتھی بار اپنے سامنے ضرب کرے اور چاہے کہ چوتھی ضرب سخت اور بلند تر ہو اور منجملہ ذکر جہری کے نفی اور اثبات ہے اور وہ لاالـه الا اللـه کا کلمہ ہے اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ بطور نماز رو قبلہ بیٹھے اور اپنی آنکھ بند کر لے اور لا کہے گویا اپنے ناف سے اس کو نکالتا ہے پھر اس کو کھینچے یہاں تک کہ داہنے مونڈھے تک پہنچے پھر الہ کہے گویا اس کو دماغ کی جھلی سے نکالتا ہے پھر الا اللہ کو دل پر شدت اور قوت سے ضرب کرے اور محبوبیت یا مقصودیت یا وجود کی نفی غیر حق سے ملاحظہ کرے اور اثبات اس کا ذکر مقدس میں دھیان کرے میں کہتا ہوں کہ انسان مخلوق ہے جہات مختلفہ کی طرف متوجہ ہونے پر اور آوازوں کی طرف کان لگانے پر کہ اس کے دل میں باتیں اور خطرات گھوما کریں تو علمائے طریقت نے یہ طریقہ نکالا اپنے غیر کی طرف متوجہ ہونے کے روک دینے کا اور خطرات بیرونی کے آنے سے باز رکھنے کا تا کہ آہستہ آہستہ اپنی ذات سے بھی توجہ ٹوٹ کر اس کا دھیان فقط اللہ پاک سے لگ جاوے اور لائق ہے کہ اہل سلوک مجتمع ہوں حلقہ کر کے بعد نماز فجر اور عصر کے ذکر الٰہی کرنے کے واسطے بطریق جمعیت کے کہ اس اجتماع میں فوائد ہیں جو تنہائی میں حاصل نہیں ہوتے۔ پھر جب طالب پر اس ذکر جلی کا اثر ظاہر ہو اور اس کا نور اس کے دل میں دکھائی دے تو اس کو ذکر خفی کا حکم کیا جاوے اور ذکر جلی کے اثر سے شوق کا ابھرنا اور نام خدا سے دل میں چین آنا اور وساوس کا دور ہونا اور حق تعالیٰ کو اسکے ماسوا پر مقدم رکھنا اور جو شخص مواظبت کرے اسم ذات پر ہر دن میں چار ہزار بار ساتھ تقدیم ان شرطوں کے جن کو ہم اول مذکور کر چکے ہیں اور دو مہینے یا مانند اس کے اس ذکر پر مداومت کرے تو اس میں یہ اثر البتہ مشاہدہ کرے گا۔

ذکر خفی اسم ذات:

اپنی دونوں آنکھوں اور دونوں لبوں کو بند کرے اور دل کی زبان سے کہے اللہ سمیع اللہ بصیر اللہ علیم گویا ان کو اپنی ناف سے نکالتا ہے اپنے سینے تک اور اپنے سینے سے نکالتا ہے اور اپنے دماغ تک اور دماغ سے نکالتا ہے عرش تک پھر یوں کہے اللہ سمیع اللہ بصیر گویا ان کو اپنی ناف سے نکالتا ہے اپنے سینے تک اور اپنے سینے سے نکالتا ہے اپنے دماغ تک اور دماغ سے نکالتا ہے عرش تک پھر یوں اترتا ہوا ان ہی منزلوں پر جیسا کہ ان پر چڑھا تھا درجہ بدرجہ تو یہ ایک دورہ ہوا پھر اسی طرح بار بار کیا کرے اور اس طریقے کے بعض لوگ اللہ قدیر کو بھی زیادہ کرتے ہیں اور منجملہ خفی نفی اور اثبات ہے اور طریقہ اس کا یا اس طرح ہے جو ذکر جلی میں مذکور ہو چکا یا اس طرح ہے کہ ذاکر بیدار اور ہوشیار ہو جاوے اپنے دموں پر آگاہ رہے پھر جب دم باہر نکلے خود بخود بدن اپنے ارادے اور قصد کے تو اس کے باہر ہونے کے ساتھ ہی دل کی زبان سے کہے لاالہ پھر جب سانس اندر کو جاوے خود بخود تو اندر جانے کے ساتھ ہی الا اللہ کہے جب ذکر خفی کا اثر ظاہر ہو اور طالب میں اس کا نور

معلوم ہو تو اس کو مراقبہ کرنے کا امر کیا جاوے اور ذکر خفی کے اثر سے شوق مراد ہے اور غالب ہونا محبت الٰہی کا اور عزیمت کی باگ کا پھیرنا فکر کی جانب اور تقدیم اللہ عز وجل کی اور ہمت کا جم جانا اسی کی طلب پر اور حلاوت پانا چپ رہنے میں اور اشغال امر دنیاوی سے نفرت کا ہونا اور اصل مراقبہ کی وہ حدیث ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو عبادت کرے اللہ کی گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے سو اگر تو اس کو نہ دیکھ سکے تو یہ دھیان کر کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے تو اپنی زبان سے کہے اللہ حاضری اللہ ناظری اللہ معی یا اس کو دل میں خیال کرے بدون تلفظ کے پھر اللہ تعالیٰ کی حضوری اور نظر اور اس کی معیت یعنی اس کے ساتھ ہونے کو خوب مضبوط تصور کرے باوجود پاک ہونے اس ذات مقدس کے جہت اور مکان سے یہاں تک تصور کو جماوے کہ اس میں ڈوب جاوے یا اس آیت کا تصور کرے **وھو معکم اینما کنتم** یعنی حق تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اس کے ساتھ ہونے کو دھیان کرے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے تنہائی اور لوگوں کی ملاقات میں اور مشغولی اور بیکاری میں یا یہ آیت پڑھے **اینما تولو فثم وجہ اللہ** یعنی جدھر تم متوجہ ہو تو وہاں اللہ کی ذات ہے یا یہ آیت پڑھے **الم یعلم بان اللہ یری** یعنی کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ اس کو دیکھتا ہے یا اس آیت کو مراقبہ کرے **نحن اقرب الیہ من حبل الورید** یعنی ہم قریب تر ہیں انسان کی گردن سے یا اس آیت کا تصور کرے **ان معی رب سیھدین** یعنی البتہ میرا رب میرے ساتھ ہے وہ اب مجھ کو ہدایت کرے گا یا یہ مراقبات اللہ عز وجل کے ساتھ دل متعلق ہونے کے واسطے مفید ہیں اور وہ مراقبہ جو قطع علائق اور پورے مجرد ہو جانے اور بے ہوشی اور فنا کے لئے مفید ہے وہ مراقبہ اس آیت کا ہے **کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام** یعنی جو زمین پر ہے وہ نیست و نابود ہونے والا ہے اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بڑائی اور بزرگی والا ہے اور اس کے مراقبے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کو تصور کرے کہ مر گیا اور ایسی راکھ ہو گیا جس کو ہوائیں اڑاتی ہیں اور آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور ہر چیز کی ترکیب اور شکل مٹ گئی اور اللہ کو باقی اور موجود دھیان کرے سو اس تصور پر دیر تک قائم رہے تو یہ نیستی اور نابودی کو مفید ہوگا اور اسی طریقہ کی رو سے اس آیت کا مراقبہ نیستی کا باعث ہے۔ **ان الموت الذی** آخر آیت تک یعنی مقرر جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو ملنے والی ہے جہاں کہیں کہ تم ہو گے موت تم کو پا لیوے گی اگر چہ تم اونچے یا مضبوط برجوں میں ہو پھر جب اثر مراقبہ کا طالب میں ظاہر ہوا اور اس کا نور مشاہدہ تو اس کو توحید افعالی کا امر کیا جاوے اور جان رکھا اے مخاطب کہ شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے دو چیز پر ترغیب اور آمادگی دلائی ایک ذکر پر اور مراد ذکر سے وہ ہے جو زبان سے بولا جاوے اور دوسرے فکر پر اور مراد اس سے مراقبہ ہے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جس کا ہم نے تجربہ کیا ہے۔

وقائع آئندہ کے کشف کے لئے:

وقائع آئندہ کے کشف ہونے پر ٹھیک ٹھیک وہ یہ ہے کہ طالب خلوت میں اعتکاف کرے اور غسل کرے اور اپنا عمدہ لباس پہنے اور خوشبو لگاوے اور مصلیٰ پر بیٹھے اور کھلا ایک مصحف اپنے داہنے رکھے اور کھلا ایک مصحف اپنے بائیں رکھے اور اسی طرح ایک مصحف اپنے پیچھے رکھے پھر حق تعالیٰ سے بکوشش تمام یہ دعا کرے کہ فلانے واقعے کو اس پر ظاہر کرے پھر اس ذات کا ذکر شروع کرے بدون آنکھ بند کرنے کے ایک بار داہنے مصحف پر ضرب لگاوے اور ایک بار بائیں پر اور ایک بار پیچھے اور ایک بار آگے ضرب لگا دے یہاں تک کہ اپنے دل میں کشائش اور نور کو پاوے اور سات دن مانند اس کے اس پر مداومت کرے خلوت کے ساتھ تو البتہ اس پر کشف حال ہوگا اس میں بے ادبی ہے اور کشف واقعہ آئندہ میں جو طریقہ ہمارے والد مرشد نے پسند کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے ان اسمائے ثلاثہ سے یا علیم یا مبین یا خبیر شروط مذکور کی مراعاۃ کے ساتھ یا اس طرح جیسا کہ ہم نے ذکر یک ضربی میں بیان کیا ہے یا اس طرح جیسا کہ سہ ضربی میں واللہ اعلم اور مشائخ قادریہ نے کہا ہے کہ جو طریقہ کشف ارواح کے واسطے ہمارا مجرب ہے شروط مذکورہ کے ساتھ وہ یہ ہے کہ داہنے طرف **سبوح** کی ضرب لگاوے اور بائیں طرف **قدوس** کی اور

آسمان میں رب الـمـلائـکـة کی ضرب لگاوے اور دل میں والروح کی اور امور مہمہ مشکلہ کے حاصل کرنے کے واسطے ان ہی شروط مذکورہ کے ساتھ یہ طریقہ ہے کہ تہجد کی نماز پڑھے جس قدر اس کے واسطے مقدر ہو پھر داہنی طرف یاحی کی ضرب لگادے اور بائیں طرف یا وھـاب کی اس طرح ہزار بار کرے اور انشراح خاطر اور دور کرنے بلیات کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی ضرب دل میں لگاوے اور لاالـه الا هو کی اس طرح ضرب لگاوے جیسا ہم نے نفی اور اثبات میں بیان کیا۔ الحی کی ضرب داہنی طرف اور القیوم کی ضرب بائیں طرف لگاوے۔

دعا کیلئے عمل:

اور جب اللہ عزوجل سے دعا کرنے کا ارادہ کرے بیماری کی شفا یا دفعہ گرسنگی یا کشائش رزق کا یا مغلوبی دشمن کا تو چاہیے کہ کوئی اسم الٰہی موافق اپنی حاجت کے اسمائے حسنیٰ سے طلب کرے سو اس نام کو دو ضرب یا تین ضرب یا چار ضرب کے ساتھ ذکر کرے تو یوں کہے شفاء بیمار میں یا شافی یا دفعہ گرسنگی میں یـا صـمـد یا کشائش رزق میں یـا رزاق یا دفع دشمن میں یا مذل اور سوائے اس کے اور اسمائے الٰہی کو موافق اپنے مطلب کے بطریق مذکور ذکر کرے۔ (واللہ اعلم)

مشائخ چشتیہ کے اشغال:

فصل ہے مشائخ چشتیہ کے اشغال میں اور وہ امام طریقہ خواجہ معین الدین حسن چشتی کے مرید ہیں چشت خواجہ معین کے پیروں کے گاؤں کا نام ہے خدا راضی رہے ان سے اور ان کے سب پیروں سے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا حضرت علیؓ سے کہ اپنے اوپر لازم کرلے مداومت ذکر کی خلوت میں سو علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کیونکر ذکر کروں یا رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ اپنی آنکھوں کو بند کرو اور مجھ سے سن تین بار سو حضور ﷺ نے تین بار فرمایا لا الـه الا الـلـه اور علی مرتضیٰؓ سنتے تھے پھر حضرت علی مرتضیٰؓ نے تین بار لا الـه الا الله کہا۔ حضور ﷺ اس کو سنتے تھے پھر علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے یہ طریقہ حسن بصریؒ کو تعلیم کیا۔

طریقہ اشغال:

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کو تو ہم نے فقط ان مشائخ چشتیہ کے پاس پایا پھر جب مرشد ارادہ کرے اپنے مرید کی تلقین کرنے کا تو اس کو امر کرے روزہ رکھنے کا سو اگر پنجشنبہ کے دن ہو تو بہتر ہے پھر اس شخص کو امر کرے دس بار استغفار کرنے کا اور دس بار درود پڑھنے کو پھر مرشد کہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنی مضبوط کتاب میں

فاذکروا الله قیاما وقعودا و علیٰ جنوبکم

یعنی اللہ کو یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے سو تو اس پر کوشش کر کہ کوئی زمانہ بدون ذکر کے تجھ کو نہ گزرے اور معلوم کرائے طالب کہ تیرا اول رکھا ہے تیری بائیں چھاتی کے نیچے دو انگل پر بصورت شگوفہ چلغوزہ کے اور اس کے دروازے ہیں ایک دروازہ اوپر کا ہے اور دوسرا نیچے کا دل کے اوپر کے دروازے کی کشائش تو ذکر جلی سے ہوتی ہے اور نیچے کے دروازے کی کشادگی ذکر خفی سے ہوتی ہے پھر جب تو ذکر جلی کا ارادہ کرے تو چار زانو بیٹھ کر پکڑ اس رگ کو جس کا کیماس نام ہے اپنے داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کو داب کر یہ بھی فرمایا کیماس وہ رگ ہے زانو کے تلے ران کی جانب سے اتری ہے اور اس کا اس طرح سے پکڑنا نفی وساوس اور جمعیت ہمت کو مفید اور دل کو گرم کرتا ہے عجیب گرمی کے ساتھ اور بطریق مذکور بیٹھ بطور نشست نماز کے روبقبلہ حضور دل سے ہمت کو مجتمع کرکے پھر کہے لاالـه الا الله سختی اور کشیدگی کے ساتھ اور قوت کو دل کے اندر سے نکال کر اور لفظ لا کا ناف سے نکال اور اس کو کھینچ داہنے مونڈھے تک اور لفظ الٰہ کا دماغ کی جھلی سے اشارہ کرے تو اس تصور سے گویا تو نے غیر خدا کی محبت کو اپنے اندر سے نکالا اور اس کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈالا پھر دوسرا دم لے سو الا اللہ کو دل میں سختی اور قوت کے ساتھ ضرب کر اور اس نفی اور اثبات سے مبتدی ملاحظہ کرے نفی معبودیت کا غیر خدا سے اور متوسط نفی مقصودیت کا اور منتہی نفی وجود کا اور شرط اعظم اس ذکر میں ہمت کا جمع کرنا اور معنی کو بوجھنا ہے اور ذکر جلی کرنے والے کو لائق یہ ہے کہ چوتھائی پیٹ خالی رکھے کچھ

چکنائی کھایا کرے تا کہ اس کا دماغ نہ پریشان ہو خشکی کے سبب سے اور جبکہ تو اسے سالک پاس انفاس کا ارادہ کرے تو بیدار اور اپنے دموں پر وقف ہو جا پھر جب دم باہر کو نکلے تو اس کے نکلنے کے ساتھ لا الہ کہہ گویا ہر چیز کی محبت تو سوائے خدا کے اپنے باطن سے نکالتا ہے اور جب دم اندر کی طرف آئے تو اس کے داخل ہونے کے ساتھ الا اللہ کہہ گویا تو داخل کرتا ہے اور محبت الٰہی کو ثابت کرتا ہے اپنے دل میں مشائخ چشتیہ نے فرمایا ہے کہ رکن اعظم دل کا لگانا ہے اور گانٹھنا ہے مرشد کے ساتھ محبت اور تعظیم کی صفت پر اور اس کی صورت کا ملاحظہ کرنا میں کہتا ہوں حق تعالیٰ کے مظاہر کثیرہ ہیں سونہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ہے اس کے درمیان اور اس کے قبلہ کے درمیان میں اور حضور ﷺ نے ایک کالی لونڈی سے پوچھا تو فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ لونڈی نے آسمان کی طرف اشارہ کیا پھر حضور ﷺ نے پوچھا کہ میں کون ہوں تو اس نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا مراد اس کی یہ کہ خدا نے تجھ کو بھیجا ہے پس فرمایا آپ ﷺ نے کہ یہ ایماندار ہے تو اے سالک تجھ پر کچھ مضائقہ نہیں ہے اس میں کہ تو متوجہ نہ ہو مگر اللہ ہی کی طرف اور اپنا دل لگا دے مگر اسی سے اگر چہ عرش کی طرف متوجہ ہو کر اور اس کا نور تصور کر کے جس کو حق تعالیٰ نے عرش پر رکھا ہے اور وہ نہایت روشن رنگ ہے چاند کے رنگ کی مانند یا قبلے کی طرف متوجہ ہو کر پھر جب طالب رنگین ہو جاوے ذکر کے نور سے تو مرشد اس کو مراقبہ کرنے کا امر کرے اور مراقبہ رقیب بمعنی محافظ اور نگہبان سے مشتق ہے اس کا نام مراقبہ اس واسطے رکھا گیا کہ سالک بعضی مراقبات میں اپنے دل کی نگہبانی کرتا ہے یا بعضے مراقبات میں اللہ تعالیٰ کا مراقب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے تو مراقبہ کرنے کے وقت زبان سے کہے یا اپنے دل سے خیال کرے کہ اللہ حاضری اللہ ناظری اللہ شاہدی اللہ معی یا اس کا مراقبلہ کرے **الا انہ بکل شیء محیط** یعنی آگاہ ہو جا کہ اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے یا اس کا مراقبہ کرے کہ گویا اللہ حاضر ہے تیرے درمیان اور تیرے قبلے کے درمیان اور تو اس کو مشاہدہ کرتا ہے۔

چلہ کا طریقہ:

مشائخ چشتیہ نے فرمایا کہ جو چلے میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس کو چند امور کی رعایت کرنا لازم ہے ہمیشہ روزہ رکھنا اور سدا قیام شب کرنا اور بولنے اور کھانے اور سونے اور صحبت خلق کو کم کر دینا اور ہمیشہ باوضو رہنا جاگنے اور سونے کے حالات میں اور مرشد کے ساتھ ہمیشہ دل کو لگائے رکھنا اور غفلت کو بالکل ترک کرنا یہاں تک کہ اس کے نزدیک غفلت از قسم حرام کے ہو جاوے پھر جب حجرے میں داہنا پاؤں داخل کرے تو **آعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** اور **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کہے اور **قل آعوذ برب الناس** کو تین بار پڑھے اور جب بایاں پاؤں داخل کرے تو **اللھم** سے آخر تک دعا کرے یعنی خداوند تو میرا کارساز ہے اور دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہو جا جیسا تو محمد ﷺ کا مددگار و کارساز تھا اور مجھ کو اپنی حب نصیب کر اور اپنے جمال کے ساتھ مشغول کر لے اور مجھ کو عباد مخلصین میں ڈال کر اپنی ذات کی کششوں سے اے انیس اس کے جس کا کوئی انیس نہیں اے رب مجھ کو نہ چھوڑ یو تنہا اور تو بہتر وارثین سے ہے پھر مصلیٰ پر کھڑا ہو اور **انی وجھت وجھی للذی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین** کو اکیس بار پڑھے یعنی میں نے اپنا منہ متوجہ کیا یکسو ہو کر اس کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکین میں داخل نہیں پھر دو رکعت پڑھے پہلی رکعت میں آیۃ الکرسی پڑھے اور دوسری رکعت میں **امن الرسول** پھر لمبا سجدہ کرے اور دعا میں خوب کوشش کرے پھر پانچ سو بار یا فتاح کہے پھر ان اذکار میں مشغول ہو جن کو ہم ذکر کر چکے یعنی ذکر جلی اور مشائخ چشتیہ نے فرمایا کہ جب قبرستان میں داخل ہو تو **انا فتحنا** دو رکعت میں پڑھے پھر میت کی طرف سامنے ہو کر کعبہ معظمہ کو پشت دے کر بیٹھے پھر سورہ ملک پڑھے اور **اللہ اکبر** اور **لا الہ الا اللہ** کہے اور گیارہ بار سورہ فاتحہ پڑھے پھر میت سے قریب ہو جاوے پھر کہے **یا رب یا رب** اکیس بار پھر کہے یا روح اور اس کو آسمان میں ضرب کرے اور **یا روح الروح** کی دل میں ضرب کرے یہاں تک کہ کشائش و نور پاوے پھر منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو سکے دل پر۔

صلوٰۃ کن فیکون:

مشائخ چشتیہ نے صلوٰۃ کن فیکون کے بیان میں کہا ہے کہ جس کو سخت حاجت پیش آوے تو چاہے کہ ہر رات کو لیال ثلاثہ یعنی چہار شنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ کی راتوں میں دو رکعتیں ادا کرے پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک بار اور قل ھو اللہ سو بار پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ سو بار اور سورۂ قل ھو اللہ ایک بار اور سو بار یوں کہے کہ اے آسان کنندہ دشوار یہا واے روشن کنندہ تاریکیہا سو بار اور استغفار کہے سو بار اور درود پڑھے سو بار اور حق تعالیٰ سے دعا کرے بحضور قلب پھر جب تیسری رات ہو تو بھی یہی کرے جو مذکور ہوا پھر پگڑی یا ٹوپی کو سر سے اتارے اور اپنی آستین کو اپنی گردن میں ڈالے اور روئے اور حق تعالیٰ سے دعا کرے پچاس بار تو بالضرور انشاء اللہ تعالیٰ دعا اس کی مستجاب ہوگی۔ (واللہ علم)

مشائخ نقشبندیہ:

یہ فصل ہے مشائخ نقشبندیہ کے اشغال میں نقشبندیہ امام طریقت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری کے مرید ہیں اللہ راضی ہو ان سے اور ان کے سب مریدوں سے نقشبندیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی تین راہیں ہیں ایک ذکر ہے سو منجملہ ذکر کے نفی اور اثبات ہے اور وہی منقول ہے متقدمین نقشبندیہ سے اور طریقہ نفی اثبات کا ذکر کا یہ ہے کہ فرصت کو غنیمت جانے تشویشات بیرونی سے چنانچہ لوگوں کی گفتگو سننا اور تشویشات اندرونی سے چنانچہ گرسنگی زائد اور غضب اور درد اور سری بہت پھر موت کو یاد کرے اور تصور میں اس کو اپنے سامنے کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے ان گناہوں کی جو اس سے صادر ہوئے پھر دونوں لبوں اور دونوں آنکھوں کو بند کرے اور دم کو اپنے پیٹ میں حبس کرے اور دل سے کہے لا اس کو اپنی ناف سے داہنی طرف نکالے اور کھینچے یہاں تک کہ اپنے مونڈھے تک پہنچے پھر مونڈھے کو سر کی طرف جھکاوے اور ہلادے اور کہے الہ پھر ضرب لگاوے اپنے دل میں سختی سے الا اللہ کی۔

طریقہ ذکر:

نقشبندیہ نے فرمایا کہ حبس نفس یعنی دم کو روکنے کی عجیب خاصیت ہے باطن کے گرم کر دینے اور جمعیت عزیمت اور عشق کے ابھارنے اور وساوس کے قطع کرنے میں اور بتدریج اندک اندک حبس دم کی مشق کرے تا کہ اس پر گراں نہ ہو جاوے اور خشکی کی بیماری نہ پیدا ہو جاوے اور حبس دم سے حبس غیر مفرط مراد ہے جس کی نوبت حصر نفس تک اور حبس دم کے مانند شمار طاق کی بھی عجیب خاصیت ہے تو اول اسی کلمہ توحید کو ایک بار ایک دم میں کہے پھر تین بار ایک دم میں کہے اسی طرح درجہ بدرجہ چند روز کی مشق میں اکیس بار تک پہنچے طاق عدد کی مراعات کے ساتھ یعنی اول بار ایک بار اور دوسری بار تین بار اور تیسری بار پانچ بار اور چوتھی بار سات بار علی ہذا القیاس۔

اور شرط اعظم نفی و اثبات کے ذکر میں ملاحظہ کرنا ہے نفی معبودیت یا نفی مقصودیت یا نفی وجود کا غیر اللہ سے اور اثبات معبودیت وغیرہ کا حق تعالیٰ کے واسطے دل میں خطرات اور باطل خیالات گھومتے پھرتے ہیں او جو شخص کہ اکیس بار تک پہنچا اور اس کے واسطے جذب یعنی کشش ربانی اور خدا کی طرف گردش باطن کا دروازہ نہ کھولا تو اس کو اس کے اسم کی مشغولی واجب ہوئی اور نفرت اشغال دیگر سے لازم آئی تو چاہیے کہ وہ معلوم کرے کہ اس کا عمل مقبول نہ ہوا تو بشروط مذکورہ اس کو پھر ازسر نو تین سے شروع کرنا چاہیے اکیس بار تک اور منجملہ ذکر کے اثبات مجرد ہیں یعنی فقط اللہ کا ذکر کرے بدون نفی اور اثبات وغیرہ کے اور گویا کہ یہ ذکر متقدمین نقشبندیہ کے نزدیک نہ تھا اس کو خواجہ محمد باقی نے یا ان کے کسی قریب العصر نے نکالا ہے۔ (اللہ اعلم)

نفی اور اثبات سلوک کے واسطے مفید تر ہے اور اثات مجرد جذب اور کشش کے واسطے زیادہ تر مفید ہے اور طریقہ اثبات مجرد کا یہ ہے کہ اللہ کے لفظ کو اپنی ناف سے بشدت تمام نکالے اور اس کو کھینچے یہاں تک کہ اس کے دماغ کی جھلی تک پہنچے حبس دم کے ساتھ اندک اندک زیادہ کرتا جاوے یہاں تک کہ بعض نقشبندی ایک دم میں اس کو ہزار بار کہتے ہیں اور البتہ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ اسم ذات کو ایک دم میں ایک ہزار بار کہتی تھی اور اس سے اکثر بھی حضرت شاہ عبدالرحیمؒ ابتدائے سلوک میں نفی اور اثبات کو ایک دم میں دو سو بار کہتے تھے۔ (واللہ اعلم)

وصول الی اللہ کے مراقبے کا طریقہ:

اور دوسرا طریقہ وصول الی اللہ کا مراقبہ ہے اور طریقہ مراقبہ بسیط کا یہ ہے کہ دم کو بند کرے ناف کے نیچے تھوڑا سا پھر اپنے جمیع حواس مدرکہ سے متوجہ ہو مجرد بسیط کی طرف جس کو ہر شخص اللہ کا نام بولنے کے وقت تصور کرتا ہے ولیکن ایسے لوگ کمتر ہیں جو اس معنی بسیط کو لفظ سے خالی کر سکیں تو طالب کوشش کرے اس معنی بسیط کو الفاظ سے جدا کرے اور اس کی طرف متوجہ ہو بلا مزاحمت خطرات اور التفات ماسوائے اللہ کے اور بعض لوگوں سے اس قسم کا ادراک نہیں ہو سکتا ہے سو بعضے مشائخ تو ایسے شخص کو اس طرح کی دعا بتاتے ہیں اور طریقہ اس دعا کا یہ ہے کہ ہمیشہ دل سے کیا کرے یوں کہے کہ اے رب تو ہی میرا مقصود ہے میں بیزار ہوا یا تیری طرف تیرے ماسوا سے اور مانند اس کے کوئی اور مناجات کرے اور بعضے مشائخ شخص مذکورہ کو خلائے مجرد یا نور بسیط کے خیال کرنے کو فرماتے ہیں تو طالب اس تخیل سے توجہ مذکور کی طرف بتدریج پہنچ جاتا ہے اور رابطہ مرشد کی شرط یہ ہے کہ مرشد قوی التوجہ ہو یادداشت کی مشق دائمی رکھتا ہو پھر جب ایسے مرشد کی صحبت کرے تو اپنی ذات کو ہر چیز کے تصور اور خیال سے خالی کر ڈالے سوا اس کی محبت کے اور اس کا منتظر رہے جس کا اس کی طرف سے فیض آوے اور دونوں آنکھیں بند کرے یا ان کو کھول دے اور مرشد کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں تکی لگا دے پھر جب کسی چیز کا فیض آوے تو اس کے پیچھے پڑھاوے اپنے دل کی جمعیت سے اور چاہیے کہ اس فیض کی محافظت کرے۔

تنبیہ:

سالک پر واجب ہے کہ جب کسی شکل اور ہیئت پر ہو اور اس کو اس بات سی کوئی حال حاصل ہو تو اس شکل کو نہ بدل ڈالے پس اگر کھڑا ہو تو نہ بیٹھے اور اگر بیٹھا ہو تو کھڑا نہ ہو جائے اور بعضے وہ مشائخ ہیں جو سالک کو بتاتے ہیں دل میں اسم اللہ کو سونے سے لکھا ہوا خیال کرنے کا خواجہ محمد باقی اپنے انگوٹھے سے اپنی چاروں انگلیوں پر جو کچھ لکھتے تھے اپنی نشست اور بات کرنے اور سب کاموں میں فرمایا کہ میں نے اسم ذات ابتدائے سلوک میں لکھا تھا اور اب مجھ کو ایسی عادت ہو گئی ہے میں اس کے چھوڑنے پر قادر نہیں ہوں۔ (واللہ اعلم)

اصطلاحات نقشبندیہ:

اصطلاحات نقشبندیہ یہ ہیں (۱) ہوش در دم' (۲) نظر بر قدم' (۳) سفر در وطن' (۴) خلوت در انجمن' (۵) یاد کرد' (۶) باز گشت' (۷) نگہداشت' (۸) یادداشت۔

تو یہ آٹھ کلمات خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے منقول ہیں اور ان کے بعد تین اصطلاحیں خواجہ نقشبند سے مروی ہیں۔

(۱) وقوف زمانی' (۲) وقوف قلبی' (۳) وقوف عددی۔

ہوش در دم:

تو ہوش در دم کے معنی ہیں ہوشیاری اور بیداری ہے ہر دم کے ساتھ تو ہمیشہ بیدار اور متجسس رہے اپنی ذات سے ہر سانس میں کہ وہ غافل ہے یا ذاکر اور وہ یہ طریقہ ہے بتدریج دوام حضور کے حاصل کرنے کا اور اس طرح کی ہوشیاری مبتدی کے واسطے مخصوص ہے پھر جب آگے بڑھے اور سلوک کے درمیان میں آوے تو چاہیے کھوج کرتا رہے اپنی ذات کا تھوڑی تھوڑی مدت میں اس طرح کہ تامل کرے ہر ساعت کے بعد کہ اس ساعت میں غفلت آئی یا نہیں سو اگر آ گئی ہو تو استغفار کرے اور آئندہ کو اس کے چھوڑنے کا ارادہ کرے یہاں تک کہ دوام حضور کو پہنچ جاوے اور یہ پچھلے طریق کی ہوشیاری مسمی بوقوف زمانی ہے اس کو خواجہ نقشبندیؒ نے استخراج کیا اس واسطے کہ انہوں نے معلوم کیا کہ متوجہ ہونا علم العلم کی طرف یعنی دانست کو دریافت کرنا ہر دم میں سالک متوسط کے حال کو پریشان کرتا ہے اس کے مناسب تو استغراق ہے توجہ الی اللہ میں اس طرح پر کہ اس کو اپنے متوجہ ہونے کی دانست میں مزاحم حائل نہ ہو۔

نظر بر قدم:

نظر بر قدم سے تو یہ مراد ہے کہ سالک پر واجب ہے کہ اپنے چلنے پھرنے کے وقت کسی چیز پر نظر نہ ڈالے سوائے اپنے قدم کے اور نہ اپنے بیٹھنے کی حالت میں دیکھے مگر اپنے آگے

اس واسطے کہ نقوش مختلف کا دیکھنا اور تعجب انگیز رنگوں کا نظر کرنا سالک کی حالت کو بگاڑ دیتا ہے اور اس سے روکتا ہے جس کی وہ طلب میں ہے اور حکم نظر میں ہے لوگوں کی آوازوں اور ان کی باتوں کی طرف کان لگانا اپنے والد مرشد سے میں نے سنا فرماتے تھے کہ یہ یعنی نظر کو نیچے رکھنا بہ نسبت مبتدی کے ہے اور منتہی پر تو واجب ہے کہ تامل کرے اپنے حال میں کہ وہ کس نبی کے قدم پر ہے اس واسطے کہ بعضے اولیاء سید المرسلین ﷺ کے قدم پر ہوتے ہیں اور ان کو پوری جامعیت کمالات کی حاصل ہوتی ہے اور بعض ولی موسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہوتا ہے وعلی ھذا القیاس پھر جب منتہی اپنے پیشوا کو پہچان لے تو چاہیے کہ اس کے حالات و واقعات اپنے پیشوا کے واقعات کے مناسب ہوں۔ (واللہ اعلم)

سفر در وطن:

اور سفر در وطن کا تو مطلب نقل کرنا ہے صفات بشریہ خسیسہ سے صفات ملکیہ فاضلہ کی طرف تو سالک پر واجب ہے کہ اپنے نفس کا متفحص رہے کہ آیا اس میں کچھ حب خلق باقی ہے پھر جب ان کو جان جاوے تو از سر نو توبہ کرے اور جانے کہ یہ میرا بت ہے اس واسطے کہ جو تجھ کو خدا سے باز رکھے وہ فی الواقع تیرا بت ہے پھر کہے لا الٰہ الا اللہ سے ارادہ کرے کہ میں نے فلانی چیز کی محبت کو نفی کر دیا اور الا اللہ اس سے قصد کرے کہ اللہ کی محبت میں نے اس کے مقام پر ثابت کر دی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ غیر اللہ کی محبت کی رگیں دل کے اندر بہت چھپی ہوئیں ہیں ان کا نکالنا ممکن نہیں مگر کمال تفحص اور تلاش سے اور سالک پر واجب ہے کہ تلاش کرے کہ آیا اس کے دل میں کسی کا حسد یا کسی کا کینہ یا اعتراض موجود ہے تو اس کو توڑا کرے اس کلمے کی مداومت سے۔

خلوت در انجمن:

خلوت در انجمن کا یہ مطلب ہے کہ دل سے خدا کے ساتھ مشغول رہے اپنے جمیع حالات میں پڑنے میں اور کلام کرنے اور کھانے پینے اور چلنے میں تو سالک کو واجب ہے کہ خدا کی طرف متوجہ رہنے کا ملکہ یعنی قوت راسخہ بہم پہنچاوے ان اشغال مذکورہ کی مشغولی کے وقت خواجہ نقشبند نے فرمایا کہ اسی طرح اشارہ ہے حق تعالیٰ کے قول میں کہ مرد وہ لوگ ہیں کہ ان کو سوداگری اور خرید و فروخت ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتی۔ یاد سے مراد ذکر اللہ ہے یا بہ نفی اثبات یا باثبات مجرد چنانچہ اس کی تفصیل مذکور ہو چکی۔

بازگشت:

بازگشت یعنی رجوع کرنا اور پھر اس سے عبارت ہے کہ قدرے ذکر کے بعد تین بار پانچ بار مناجات کی طرف رجوع کرے سو یوں دعا کرے اللہ عزوجل سے بحضور دل کہ اے میرے رب تو ہی میرا مقصود ہے میں نے دنیا اور آخرت کو چھوڑا تیرے ہی واسطے۔ اپنی نعمت کو مجھ پر پورا کر اور پورا وصال اپنا مجھ کو نصیب فرما والد قدس سرہ سے میں نے سنا فرماتے تھے یہ شرط عظیم ہے ذکر میں تو لائق نہیں کہ سالک اس سے غافل ہو اس واسطے کہ جو ہم نے پایا اس کی برکت سے پایا۔

نگاہداشت:

نگاہداشت تو عبارت ہے خطرات اور احادیث نفس کے ہانکنے اور دور کرنے سے تو سالک کو لائق ہے کہ بیدار اور ہوشیار رہے سو کسی خیال اور خطرے کو اپنے دل میں نہ چھوڑے کہ خطور کر سکے۔ خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ سالک کو لائق ہے کہ خطرے کو اس کے ابتدائے ظہور میں روک دے اس واسطے کہ جب ظاہر ہو چکے گا تو نفس اس کی طرف مائل ہو جاوے گا اور وہ نفس میں اثر کرے گا پھر اس کو دور کرنا مشکل ہو گا تو یہ یعنی نگاہداشت طریقہ ہے حاصل کرنے ملکہ خلوتیہ ذہن کا خطرات اور وساوس کے خطور کرنے سے اور یادداشت تو عبارت ہے توجہ صرف سے جو خالی ہے الفاظ اور تخیلات سے واجب الوجود کی حقیقت کی طرف اور حق بات یہ ہے کہ ایسا متوجہ رہنا باستقامت حاصل نہیں ہو گا مگر فنائے تام اور بقائے کامل کے بعد (واللہ اعلم)

اور وقوف زمانی کی تفسیر کو تو ہم نے ہوش در دم کی تفسیر میں بیان کیا یعنی بعد ہر ساعت کے تامل کرنا اور وقوف عددی تو عدد طاق کی محافظت کرنے کا نام ہے اور وقوف قلبی عبارت ہے

اس توجہ قلب کی طرف جو بائیں طرف چھاتی کے نیچے موضوع ہے اور حکمت اس توجہ کی ویسی ہے جیسے ضروریات کی رعایت میں حکمت ہے مشائخ قادریہ کے نزدیک (یعنی تا اپنے غیر کے سوا توجہ نہ باقی رہے اور خطرات بیرونی کا دل میں دخل نہ ہو نا بتدریج تا کہ خدا ہی میں توجہ منحصر ہو جاوے اور نقشبندیوں کے عجائب تصرفات میں ہمت باندھنا کسی مراد پر پس ہوتی ہے اور وہ مراد ہمت کے موافق اور طالب میں تاثیر کرنا اور بیماری کو مریض سے دفع کرنا اور عاصی پر توبہ کا افاضہ کرنا اور لوگوں کے دلوں میں تصرف کرنا تا کہ وہ محبوب اور معظم ہو جاویں یا ان خیالات میں تصرف کرنا تا کہ ان میں واقعات عظیمہ متمثل ہوں اور آگاہ ہو جانا اہل اللہ کی نسبت پر زندہ ہوں یا اہل قبور اور لوگوں کے خطرات قلبی پر اور جو ان کے سینوں میں خلجان کر رہا ہے اس پر مطلع ہونا اور وقائع آئندہ کا مشکوف ہونا اور سوائے ان کے اور بھی تصرفات ہیں۔

بعض تصرفات:

اور ہم تجھ کو اسے کتاب کے دیکھنے والے ان میں سے بعض تصرفات پر آگاہ کرتے ہیں بطریق نمونے کے اور اس قسم کے تصرفات کا نقشبندیوں کے نزدیک جو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے لوگ ہیں تو ان کی تو اور ہی عظیم شان ہے اور اکابر کے سوا باقی متوسطین کے نزدیک طالب میں تاثیر کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مرشد طالب کے نفس ناطقہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنی پوری قوت ہمت سے ٹکرائے پھر ڈوب جائے اپنی نسبت میں جمعیت خاطر سے اور یہ تصرف اس کے بعد ہو گا کہ نفس مرشد کی نسبت کا حامل ہو ان بزرگوں کی نسبتوں میں سے اور اس نسبت کا اس کو ملکہ راسخہ ہو کہ ہر دم اس کے قابو میں ہو پھر مرشد کی نسبت طالب کی طرف منتقل ہو گی اس کی لیاقت اور استعداد کے موافق اور بعضے نقشبندی اس توجہ کے ساتھ ذکر کو اور طالب کے دل پر ضرب لگانے کو بھی ملا دیتے ہیں اور جب کہ طالب غائب ہو تو اس کی صورت کو خیال کرتے ہیں اور اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی غائب کو توجہ دیتے ہیں اس کی صورت کو خیال کر کے اور ہمت تو عبارت ہے اجتماع خاطر اور قصد کے مضبوط ہو جانے سے بصورت آرزو اور طلب کے اس طرح پر کہ دل میں کوئی خطرہ نہ سماوے سوائے اس مراد کے جیسے پیاسے کو پانی کی طلب ہوتی ہے اور مجھ کو خبر دی اس نے جس پر مجھ کو اعتماد ہے کہ بعضے شیوخ نفی اور اثبات میں مشغول ہوتے ہیں اور **لا الہ الا اللہ** سے یہ ارادہ کرتے ہیں کہ کوئی اس آفت کا ٹالنے والا نہیں اور کوئی روزی دینے والا نہیں یا اس کے مناسب جو مدعا ہو سوائے اللہ کے۔

بیماری دور کرنے کا عجیب عمل:

بیماری کا دور کرنا اس سے عبارت ہے کہ مرد صاحب نسبت اپنی ذات کو بیمار خیال کرے اور یہ جانے کہ یہ بیماری مجھ میں ہے اور اس پر ہمت کو جمع کرے اس طرح پر کہ اس کے دل میں کوئی خطرہ نہ آوے سوائے اس تصور کے تو مریض کی بیماری اس شخص کی طرف منتقل ہو جاوے گی اور یہ امر عجائبات قدرت اور صنعت ایزدی سے ہے اس کے خلق میں اور افاضہ توبہ کی صورت یہ ہے کہ صاحب نسبت اپنی ذات کو عاصی خیال کرے بعد اس کے کچھ اس میں تاثیر کرے اس طرح پر کہ گویا اس کی ذات اس کی ذات سے مل گئی اور دونوں ذاتوں میں اتصال ہو گیا اور از سر نو شروع کرے سو اس معصیت پر نادم اور شرمندہ ہو اور حق تعالیٰ سے استغفار کرے تو وہ عاصی جلد توبہ کرے گا اور تصرف کرنا لوگوں کے دلوں میں تا کہ ان میں محبت آ جاوے یا ان کے محل ادراک میں تصرف کرنا تا کہ ان میں واقعات متمثل ہو جائیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ بقوت ہمت طالب کے نفس سے بھڑ جاوے اور اس کو اپنے نفس سے متصل کر لے پھر محبت یا واقعہ کی صورت کو خیال کرے اور ان کی طرف متوجہ ہو اپنی دل کی جمعیت سے تو اس میں اثر ہو گا جس کی طرف توجہ ہو اور اس میں محبت ظاہر ہو جاوے گی اور واقعہ اس کے ذہن میں صورت پکڑ جاوے گا اور اہل اللہ کی نسبت سے مطلع ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے سامنے بیٹھے اگر وہ زندہ ہو یا اس کی قبر کے پاس بیٹھے اگر وہ مردہ ہو اور اپنی ذات کو ہر نسبت سے خالی کر ڈالے اور اپنی روح کو اس کی روح تک پہنچا دے چند ساعت یہاں تک کہ اس کی روح سے

متصل ہو اور مل جاوے پھر اپنی ذات کی طرف رجوع کرے پھر جو کیفیت کہ اپنے نفس میں پاوے تو البتہ وہی شخص اس کی نسبت ہے اور اشرف خواطر یعنی دل کی باتوں کے دریافت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی ذات کو ہر خطرے اور ہر بات سے خالی کرے اور اپنے نفس تک پہنچاوے پھر اگر اس کے دل میں کچھ کھٹکے یا کوئی بات معلوم ہو بطریق پرتو پڑنے کے تو وہی بات اس کے دل کی ہے۔

وقائع آئندہ کے کشف کا طریقہ:

وقائع آئندہ کے کشف کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دل کو خالی کرے ہر چیز سے سوائے اس واقعے کے دریافت کے انتظار کے پھر جب اس کے دل سے ہر خطرہ منقطع ہو جاوے اور انتظار اس مرتبہ پر ہو جیسے پیاسے کو پانی کی طلب ہوتی ہے اپنی روح کو ساعت بساعت ملاء اعلیٰ یا اسفل کی طرف بلند کرنا شروع کرے بقدر اپنی استعداد کے اور ان ہی کی طرف یکسو ہو جاوے تو جلد اس پر حال کھل جاوے خواہ ہاتف کی آواز سے یا جاگتے میں اس واقعہ کو دیکھ کر یا خواب میں۔ اور بلائے نازلہ کے دفع کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس بلا کو اس کی صورت مثالی کے ساتھ خیال کرے اور اس کی مقاومت اور دفع کرنے کو بقوت تمام خیال کرے پھر اپنی ہمت کو اس پر مجتمع کرے اور اپنی روح کو ساعت بساعت ملاء اعلیٰ یا ملا سافل کے مکان کی طرف بلند کرے اور ان ہی کی طرف یکسو ہو جاوے تو عنقریب وہ دفع ہو جاوے گی۔ (واللہ اعلم)

تعرفات کی شرط:

اور ایسے تصرفات کی شرط جو ان کے قائم مقام ہیں متصل کرنا ہے اثر دینے والے کے نفس کو اس نفس سے جس میں تاثیر کرنا منظور ہے اور ملا دینا اس کے ساتھ اور اس تک پہنچا دینا اور جو لوگ بدن کے حجابوں سے پاک ہو گئے ہیں وہ اس اتصال کو پہچانتے ہیں اور اس کے واصل کرنے پر قادر ہیں (واللہ اعلم) اور شیخ احمد مجدد الف ثانی کے طریقے میں اور اشتغال ہیں تو چاہیے کہ ہم ان کو مجمل ذکر کریں۔

حق تعالیٰ نے انسان میں چھ لطیفے پیدا کئے:

معلوم کر کہ حق تعالیٰ نے انسان میں چھ لطیفے پیدا کئے ہیں جن کے حقائق جدا جدا ہیں بذات خود چنانچہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ موصوف کے اور ان کے تابعین کے کلام سے یا لطائف ستہ جہات اور اعتبارات ہیں نفس ناطقہ کے تو وہی نفس ناطقہ ایک اعتبار سے مسمّٰی بقلب ہے اور دوسرے اعتبار سے اس کا رح نام ہے وعلیٰ ہذا القیاس باقی لطائف اور خلاصہ یہ ہے کہ شیخ احمد سرہندی کی غرض یہ ہے کہ ان لطائف میں سے ہر لطیفے کو تعلق اور ارتباط ہے بدن کے بعض اعضاء سے تو قلب کا تعلق بائیں چھاتی کے نیچے دو انگل پر ہے اور روح کا ارتباط داہنی چھاتی کے نیچے بمقابلہ دل ہے اور سر کا تعلق داہنی چھاتی کے اوپر وسط کی طرف جھکتے ہوئے اور خفی بائیں چھاتی کے اوپر وسط کی طرف مائل ہے اور اخفٰی کا مقام خفی کے اوپر ہے اور سر وسط میں ہے اور نفس کا مقام دماغ کے بطن اول میں ہے اور ہر ایک عضو میں اعضائے مذکورہ سے نبض کی مانند حرکت ہے تو شیخ ممدوح اس حرکت کی محافظت کا اور اس...... حرکت کو اسم ذات خیال کرنے کا فرماتے ہیں پھر نفی اور اثبات کا ارادہ کرتے ہیں لا کے لفظ پھیلاتے ہوئے جمیع لطائف مذکورہ پر اور الا اللہ کے لفظ کو دل پر ضرب لگا کرو۔ (واللہ اعلم)

حقیقت نسبت اور اس کی تحصیل کا بیان:

نسبت اللہ عزوجل کی انتساب اور ارتباط سے عبارت ہے اور تحصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بندے نے جب طاعات اور طہارت اور اذکار پر مداوت کی تو اس کو ایک صفت حاصل ہو جاتی ہے جس کا قیام نفس ناطقہ میں ہے اور اس توجہ کا ملکہ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے صفت قائمہ سے تشبیہ ملکوت مراد ہے اور ملکہ توجہ سے تطلع جبروت مقصود ہے تو نسبت کی یہ دونوں جنسیں ہیں ہر جنس کے نیچے انواع کثیرہ داخل ہیں سو منجملہ انواع مذکورہ کے محبت اور عشق کی نسبت ہے تو اس میں محبت کی صفت محکم ہو جاتی ہے قلب کے اندر اور منجملہ انواع مذکورہ نفس شکنی اور بیزاری لذت کی نسبت ہے ذات مقدس کی طرف متوجہ رہنا اسی کا نام نسبت مشاہدہ ہے حاصل کلام بالا اجمال یہ ہے کہ حضور

مع اللہ رنگ برنگ ہے بحسب اتصال معنی محبت یا نفس شکنی یا ان کے غیر یادداشت کے ساتھ اور نفس انسانی میں اس رنگ مخصوص کا ملکہ راسخہ یعنی کیفیت تو یہ قائم ہو جاتی ہے اور یہی ملکہ اور کیفیت مسمی بہ نسبت ہے اور یہ گمان نہ کیجیو کہ نسبت مذکورہ حاصل نہیں ہوتی مگر ان ہی اشغال سے مگر حق یہ ہے کہ یہ اشغال بھی اس کی تحصیل کا ایک طریق ہے ظن غالب یہ ہے کہ یہ حضرات صحابہ اور تابعین سکینہ یعنی نسبت کو اور ہی طریقوں سے حاصل کرتے تھے اور منجملہ اس کے طہارت پر اور موت کی یاد پر جو لذات کی کاٹنے والی ہے محافظت کرنا اور جو حق تعالیٰ نے مطیعوں کے واسطے ثواب مہیا کیا ہے اور جو گنہگاروں کے واسطے عذاب معین فرمایا اس کو ہمیشہ یاد رکھنا تو اس مواظبت اور یاد کے سبب لذات حسیہ سے انفکاک اور انقطاع حاصل ہو جاتا ہے اور منجملہ اس کے مواظبت ہے قرآن مجید کی تلاوت پر اور اس کے معانی غور کرنے پر اور نصیحت کرنے والے کی بات سننے پر اور ان احادیث کے تامل کرنے پر جن سے دل نرم ہو جاتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اشیائے مذکورہ پر مدت کثیرہ مواظبت اور دوام کرتے تھے تو ان کو تقرب الی اللہ کا ملکہ راسخہ اور ہیئات نفسانیہ حاصل ہو جاتی تھی اور اسی پر محافظت کیا کرتے تھے بقیہ عمر میں اور یہی مقصود و متوارث ہے شارع سے یعنی رسول ﷺ سے بوراثت چلا آیا ہمارے مرشدوں کے طریق میں اس میں کچھ شک نہیں اگرچہ الوان مختلف ہیں اور تحصیل نسبت کے طریقے رنگ برنگ ہیں۔

صاحب نسبت کے حالات:

پھر معلوم کرنا چاہیے کہ نسبت پر مداومت کرنے والے کے حالات رفیع الشان نبوت ہوتے ہیں گاہے کوئی اور کبھی کوئی سالک ان حالات رفیعہ کو غنیمت جانے اور معلوم کرے کہ حالات مذکورہ طاعات قبول ہونے اور باطن نفس اور دل کے اندر اثر کرنے کے علامات ہیں منجملہ احوال رفیعہ کے مقدم رکھنا ہے۔ طاعات الٰہی کا اس کے جمیع ماسوا پر اور اس پر غیرت کرنا۔ ابوطلحہ انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھتے تھے تو ایک چڑیا خوش رنگ اڑی سو ادھر ادھر جھانکتی پھرتی تھی اور نکل جانے کی راہ تلاش کرتی تھی درخت ایسے پیچاں اور زمین پر جھکے تھے کہ اس کا نکلنا دشوار ہوا تو ان کو یہ امر خوش معلوم ہوا تو ایک ساعت اپنی نظر کو اس کے ساتھ دوڑایا پھر اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ معلوم نہ رہا کہ کتنی پڑھی تھی تو کہا کہ یہ میرا مال یعنی میرا باغ میرے حق میں فتنہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ باغ خیرات ہے اللہ کی راہ میں اس کو رکھیے اور دیجئے جہاں کہیں آپ ﷺ چاہیں اور سلیمانؑ کا قصہ جس کا اس آیت میں اشارہ ہے **فطفق مسحا بالسوق و الاعناق** مشہور اور معلوم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا خوف:

منجملہ حالات رفیعہ مذکورہ کے اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اس طرح پر کہ اس کا اثر بدن اور جوارح پر ظاہر ہو جاتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سات شخصوں کو حق تعالیٰ اپنے سایہ رحمت میں رکھے گا یہاں تک کہ پانچواں شخص فرمایا کہ وہ مرد ہے جس نے اللہ تعالیٰ کو خالی مکان میں یاد کیا پھر اس کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگیں اور حدیث میں وارد ہے کہ عثمانؓ ایک قبر پر کھڑے ہوئے تو اتنا روئے کہ داڑھی تر ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ کا یہ حال تھا کہ جب تہجد کی نماز پڑھتے تھے تو سینہ مبارک سے جوش کی آواز آتی تھی دیگ کے جوش کرنے کی طرح یعنی رونے کی ایسی آواز آتی تھی سینہ مبارک سے جیسے ہانڈی سن سن بولتی ہے۔

نیک خواب:

ایک خواب جس کو نیک مرد دیکھے یا اس کے واسطے دوسرا نیک مرد سچا خواب دیکھے وہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور رویائے صالحہ سے مراد نبی ﷺ کی رویت ہے خواب میں دیکھنا جنت اور نار کا دیکھنا صالحین اور انبیاء علیہم السلام کا اس کے بعد مکانات متبرکہ کا خواب میں دیکھنا جیسے بیت اللہ محترم یا مسجد رسول ﷺ کا دیکھنا یا بیعت المقدس یا انوار اور طیبات کو دیکھنا جیسے دودھ اور شہد اور گھی کا پینا چنانچہ کتب حدیث کی کتاب الرویا میں مذکور ہے اور اسی طرح فرشتوں کا دیکھنا جاگنے کی حالت میں حدیث میں آیا ہے کہ

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ بواسطہ نور الٰہی کے نظر کرتا ہے اور منجملہ حالات رفیعہ کے دعا کا قبول ہونا اور ظاہر ہونا اس کا جس کا اللہ سے طالب ہے اپنی ہمت کی کوشش سے اور اسی طرف اشارہ حدیث میں ہے کہ بعض شخص غبار آلود پریشان حال پھٹے کپڑوں والا جس کو کوئی خیال میں نہیں لاتا، اگر وہ قسم کھا بیٹھے اللہ کے بھروسے پر تو حق تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کر دے۔ پھر بعد حاصل ہونے نسبت کے دوسرا عروج اور ترقی ہے اور وہ عبارت ہے فنافی اللہ اور بقاباللہ سے اور نزدیک واقعی یہ امر ہے کہ مرتبہ فنا اور بقا رسول اللہ ﷺ سے بواسطہ مشائخ سند متصل سے متوارث نہیں بلکہ یہ تو خدا کی دین ہے جس کو اپنے بندوں میں سے چاہے عنایت کرے بدوں توارث کے اور اس مدعا کا شاہد وہ امر ہے جو خواجہ نقشبند سے منقول ہے کہ کسی نے ان کے پیروں کا سلسلہ پوچھا تو فرمایا کہ کوئی شخص اللہ تک اپنے سلسلے کے واسطے سے نہیں پہنچا بلکہ مجھ کو تو کشش ربانی پہنچ گئی، سو اس نے مجھ کو اللہ تک پہنچا دیا۔ یہ کلام مطابق ہے اس حدیث مروی کے کہ ربانی کششوں میں سے ایک کشش جن اور انسان کے عمل کے مقابل ہے اس کو یاد رکھنا بایں ہمہ خواجہ نقشبند کے مرشدوں کا سلسلہ معروف اور مشہور ہے۔

خاندان ولی اللہ کے اعمال مجربہ:

یامغنی کی مواظبت ہر دن گیارہ سو بار اور سورہ مزمل پڑھنے کی چالیس بار سو اگر نہ ہو سکے تو گیارہ بار یہ دونوں عمل غنائے دلی اور ظاہری کے واسطے مجرب ہیں۔ جب کوئی اپنے دانت کے درد یا سر کے درد سے نالاں آوے یا اس کو ریاح ستائے ہو تو ایک تختی یا پٹری پاک لے اور اس پر پاک ریت ڈال اور ایک کیل یا کھونٹی سے اس پر ابجد ہوز حطی لکھ اور کیل کو الف پر زور سے داب اور ایک بار سورہ فاتحہ پڑھ اور درد والا آدمی اپنی انگلی کو درد کے مقام پر زور سے رکھے رہے پھر اس سے پوچھ کہ تجھ کو آرام ہو گیا اگر درد جاتا رہا تو خوب ہے اور نہیں تو کیل کو دوسرے حرف یعنی بے کی طرف نقل کرے اور دوبارہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور پوچھے پہلی بار کی طرح صحت ہوئی یا نہیں اگر صحت ہو گئی تو فہوالمراد اور اگر نہیں تو جیم کی طرف کیل کو نقل کرے اور تین بار الحمد پڑھے اور اسی طرح ہر حرف پر کیل سے دابتا جاوے اور سورہ فاتحہ کو ہر بار بڑھاتا جاوے تو آخر حرف تک نہ پہنچے گا مگر یہ کہ خدا اس کے اندر ہی شفا عنایت کرے گا۔

جب تجھ کو کوئی حاجت پیش آوے یا کوئی شخص تیرا غائب ہو اور چاہے کہ حق تعالیٰ اس کو سالم اور غانم پھیر لاوے یا کوئی تیرا بیمار ہو سو تو چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو صحت بخشے تو سورہ فاتحہ کو اکتالیس بار فجر کی سنت اور فرض کے درمیان پڑھ۔

جس کو باؤلا کتا کاٹے اور اس کے دیوانہ ہو جانے کا خوف ہو تو اس آیت کو روٹی کے چالیس ٹکڑوں پر لکھ **انھم یکیدون کیدا** لفظ رویدا تک اور اس کو کہہ دے کہ ہر دن ایک ٹکڑا کھایا کرے۔

فاقہ سے بچنے کا عمل:

جو شخص سورۃ واقعہ کو ہر رات پڑھے اس کو فاقہ نہیں ہوتا۔

مقررہ وقت پر جاگنے کے لئے:

جو شخص اپنے سونے کے وقت **ان الذین امنوا و عملوا الصلحت** سورہ کہف کے آخر تک پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اس کو جگا دے جس وقت کہ ارادہ کرے تو حق تعالیٰ اس کو جگا دے گا اسی وقت

ڈر سے بچاؤ کا عمل:

جو شخص کسی صاحب حکومت سے ڈرے اس کو چاہیے کہ یوں کہے **کھیعص حمعسق** اور چاہئے کہ داہنے ہاتھ کی ہر انگلی کو بند کرے لفظ اول کے ہر حرف کے تلفظ کے ساتھ اور بائیں ہاتھ کی ہر انگلی کو قبض کرے لفظ ثانی ہر حرف کے نزدیک پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند کئے چلا جاوے پھر دونوں کو کھول دے اس کے سامنے جس سے ڈرتا ہے۔ القیاس لفظ ثانی کے ہر حرف کے ساتھ ایک ایک انگلی بائیں ہاتھ کی بند کرے اور میں نے حضرت والد سے سنا فرماتے تھے تینتیس آیتیں ہیں کہ جادو کے اثر کو دفع کرتیں ہیں اور شیطان اور چوروں اور درندے جانوروں سے پناہ ہو جاتی ہے چار آیتیں سورہ بقرہ کے اول سے اور آیۃ الکرسی دو آیتیں اس کے بعد کی **خالدون** تک اور تین آیتیں آخر سورہ بقرہ کی **یعنی للہ ما**

فی السموت سے آخر تک اور تین آیتیں سورہ اعراف کی ان ربکم سے محسنین تک اور سورہ بنی اسرائیل کی پچھلی آیت یعنی قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن سے آخر تک اور دس آیتیں صافات کے اول سے لازب تک اور دو آیتیں سورہ رحمٰن کی یامعشر الجن سے تنتصران تک اور آخر سورہ حشر کی لو انزلنا سے آخر تک اور دو آیتیں سورہ جن کی یعنی قل او حی کی وانہ تعالیٰ جد ربنا سے شططا تک تو یہی آیات مذکورہ تینتیس آیات سے مسمّی ہیں اور ہمارے والد مرشد آیات مذکورہ پر سورہ فاتحہ اور قل یاایھا الکافرون اور قل ھو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس زیادہ کرتے تھے اور سورہ جن سے اول آیت یعنی قل اوحی سے شططا تک لیتے تھے۔

چیچک کیلئے عمل:

چیچک کی بیماری ظاہر ہو تو نیلا تاگا لے اور اس پر سورہ رحمٰن پڑھ اور جب تو فبای الاء ربکما تکذبان پر پہنچے تو ایک گرہ دے اور اس پر پھونک ڈال اور دھاگے کو لڑکے کی گردن میں باندھ دے حق تعالیٰ اس کو اس بیماری سے آرام دے گا۔

امن وامان کے لئے:

اصحاب کہف کے نام امان ہیں ڈوبنے اور جلنے اور غارت گری اور چوری سے الٰہی سے آخر تک دعا کرے۔

الھی بحرمۃ یملیخا مکسلمینا کشفو طط اذز فطیونس کشا فطیونس تیبونس بوانس بوس وکلبھم قطمیر و علی اللہ قصد السبیل و منھا جائر

حاجت کے لئے:

جب تجھ کو کوئی حاجت درپیش آوے تو یابدیع العجائب بالخیر یا بدیع کو بارہ سو بارہ پڑھ بارہ دن تک کہ حق تعالیٰ تیری حاجت برلاوے گا اور ان اعمال مذکورہ کو اول فصل سے یہاں تک تجھ کو میرے والد مرشد نے اجازت دی ہے۔ منجملہ اور اعمال کے جن میں مجھ کو اجازت فرمائی۔ حاجات مشکلہ کے برآنے کے واسطے چار رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد لاالہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین فاستجبنا لہ ونجیناہ من الغم و کذالک ننجی المومنین کو سو بار پڑھے اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے

رب انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین

سو بار پڑھے اور تیسری رکعت میں بعد فاتحہ کے

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد

سو بار پڑھے اور چوتھی رکعت میں بعد فاتحہ کے

قالو احسبنا اللہ و نعم الوکیل

سو بار پڑھے پھر سلام پھیر کے

رب انی مغلوب فانتصر سو بار۔

آسیب کے لئے:

جس کو شیطان باؤلا کر ڈالے یعنی جس پر آسیب کا خلل ہو تو اس کے بائیں کان میں یہ آیت سات بار پڑھے ولقد فتنا سلیمان والقینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب اور دفع آسیب کا یہ عمل بھی ہے کہ اس کے کان میں سات بار اذان دے اور سورہ فاتحہ سورہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور آیۃ الکرسی اور سورہ طارق یعنی والسماء والطارق اور سورہ حشر کی آیتیں یعنی ھو اللہ الذی سے آخر تک اور صورہ صافات ساری پڑھے آسیب جل جاوے۔

اور آسیب زدہ کے واسطہ یہ بھی عمل ہے کہ اس کے کان میں آخر سورۂ مومنون کی یہ آیتیں پڑھے افحسبتم انما خلقنا کم الی و انت خیر الراحمین اور دفع آیت کا یہ بھی عمل ہے کہ پانی پر سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور پانچ آیتیں اول سورۂ جن کی پڑھے اور اس پانی کا اس کے منہ پر چھینٹا مارے کہ ہوش میں آجاوے گا اور جب کسی مکان میں جن معلوم ہوتا ہو تو اسی پانی سے اس مکان کے نواحی میں چھینٹے مارے تو وہاں پھر نہ آوے گا۔ اور واسطے قریب ہونے شیطان کے گھر سے اور ان کے پتھر پھینکنے کے لئے یہ آیت پڑھے انھم یکیدون واکید کیداً فمھل الکفرین امھلھم رویدا چار لوہے کی کیلوں پر ہر کیل پر پچیس پچیس بار پھر ان کو گھر کے چاروں کونوں میں ٹھونک دے اور یہ بھی دفع جن کا عمل ہے کہ اصحاب کہف کے نام گھر کی دیواروں میں لکھے۔

بانجھ عورت کے لئے:

اور عقیمہ یعنی بانجھ عورت کے واسطے ہرن کی جھلی پر زعفران اور گلاب سے یہ آیت لکھے

ولو ان قرانا سیرت به الجبال او قطعت به الارض او کلم به الموتی بل لله الامر جمیعا

پھر اس تعویذ کو اس کی گردن میں باندھے اور یہ بھی عقیمہ کے واسطے ہے کہ چالیس لونگوں کو ہر دن کھلاوے اور شروع کرے حیض کے غسل کے ہونے سے اور ان دنوں میں اس کا زوج اس سے صحبت کرتا رہے اور جو عورت بچہ اسقاط کر دیتی ہو تو ایک تاگا کسم کا رنگا اس کے قد کے برابر لے اور اس پر نو گرہیں لگاوے اور ہر گرہ پر

واصبر وما صبرک الا بالله ولا تحزن علیهم ولا تک فی ضیق مما یمکرون ان الله مع الذین اتقوا والذین هم مخسنون

اور **قل یایها الکفرون** پڑھے اور پھونکے اور جس عورت کو دزرہ یعنی لڑکا پیدا ہونے کا درد تکلیف دے تو پرچہ کاغذ میں یہ آیت لکھے

والقت ما فیها و تخلت و اذنت لربها وحقت

اهیا اشراهیا

اور اس پرچے کو ایک کپڑے میں لپیٹے اور اس کی بائیں ران پر باندھے تو وہ جلد جنے گی میں کہتا ہوں کہ مجھ کو یاد ہے جلال الدین سیوطی کی کتاب درمنشور سے بروایت اعمش کے یہ کلمہ **اهیا اشر اهیا** جناب موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے معنی اس کے یہ ہیں کہ اے زندہ قبل ہر چیز کے اور اے زندہ بعد ہر چیز کے۔

لڑکا پیدا ہونے کے لئے:

اور جو عورت سوائے لڑکی کے لڑکا نہ جنتی ہو تو حمل پر تین مہینے گزرنے سے پہلے ہرن کی جھلی پر زعفران اور گلاب سے اس آیت کو لکھے **الله یعلم ما تحمل کل انثی وما تغیض الارحام وما تزدادو کل شیئ عنده بمقدار عالم الغیب والشهادة الکبیر المتعال**

اور اس آیت کو لکھے

یاز کریا انا نبشرک بغلم اسمه یحیی لم نجعل له من قبل سمیا پھر یہ لکھے **بحق مریم و عیسی ابنا صالحا طویل العمر بحق محمد واله**

پھر اس تعویز کو حاملہ باندھے رہے۔ اور اس شخص نے جس پر مجھ کو اعتماد ہے خبر دی کہ جس عورت کا لڑکا نہ زندہ رہتا ہو تو اجوائن اور کالی مرچ لے دونوں چیزوں پر دوشنبے کے دن دوپہر کو چالیس بار سورۂ والشمس پڑھے سو بار درود شریف پڑھ کر شروع کرے اور اسی پر ختم کرے اس کو ہر روز عورت کھایا کرے تحقیق کے دن سے لڑکے کے دودھ چھڑانے تک اور یہ بھی اسی شخص معتمد نے مجھ کو خبر دی کہ جو عورت سوائے لڑکی کے لڑکا نہ جنتی ہو تو اس کے پیٹ پر گول لکیر کھینچے ستر بار ہر بار انگلی کے پھیرنے کے ساتھ یامتین کہے۔

نظر بد ڈائن:

یہ عمل ہے اس لڑکے کے واسطے جس کو نظر لگانے والی عورت کی نظر لگ گئی۔ اس عورت کو ڈائن پڑھیا بھی کہتے ہیں ایک گول لکیر چھری سے کھینچے آیۃ الکرسی اور ان آیتوں کو پڑتے ہوئے۔

و قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا و یحق الله الحق بکلماته ولو کره المجرمون ویرید الله ان یحق الحق بکلماته ویقطع دابر الکافرین لیحق الحق و یبطل الباطل ولو کره المجرمون ویمحوا الله الباطل و یحق الحق بکلماته انه علیم بذات القدور

پھر یہ دعا پڑھے

آعوذ بکلمات الله التامات من شر کل شیطان هامة و عین لامة یا حفیظ یا رقیب یا وکیل یا کفیل فسیکفیکم الله وهو السمیع العلیم

پھر چھری کو کنڈل کے اندر گاڑے اور کہے کہ یا فلانے اور اسکا نام لے کر پکارے نظر لگانے کے وقت یا اس وقت جب

خود اس کا ذکر کرے تو اس کا اثر باطل ہو جاویگا۔ اور یہ بھی ہے کہ جب نظر لگانا اور نظر کا لگانے والا ثابت ہو جاوے تو اس کے منہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اور اس کے شرمگاہ کو دھونے کو کہے ایک برتن میں اور اس پانی کو اس پر چھڑکے جس کو نظر لگی تو اسی دم اچھا ہو جاوے۔

نظر بد کے لئے:

اور یہ بھی چشم زخم کا عمل ہے کہ ایک پاک دھاگہ تین ہاتھ ناپ کا لیوے اور اسکے پاس رکھ جو نظر زدہ ہے پھر یہ عزیمت یعنی عزمت علیک سے آخر تک پڑھے جس پر نظر لگی ہے پھر اس تاگے کو دوسری بار ناپ، سو اگر تین ہاتھ سے بڑھ جائے یا کم ہو جائے تو معلوم کر کہ اس کو نظر لگی ہے تو اس عمل کو تین بار مکرر کرے نظر کا اثر دور کرنے کا طریقہ عزیمت کا یہ ہے کہ **بسم الله ولا قوة الا بالله** کو تین بار پڑھے اور سورۃ فاتحہ کو تین بار پڑھ کر عزیمت مذکورہ شروع کرے۔ اور بجائے فلاں بن فلانۃ کے اس کا اور اس کی ماں کا نام لے نکہ کالا ٹیکا لڑکوں کے واسطے دفع نظر کے اثر سے ترمذی میں ثابت ہے۔

برائے مسحور و مریض مایوس العلاج:

اور جس پر جادو کا اثر ہو اور اس بیمار کے واسطے جس کی بیماری نے طبیبوں کو عاجز کر دیا ہو چینی کے سفید برتن میں یہ اسم اعظم لکھے

یاحی حین لاحی فی دیمومة ملکه و بقائه یاحی

پھر اس کو پانی سے دھو کر چالیس دن پیئے اور جس کی کوئی چیز کھوئی جاوے پھر کہے **یا حفیظ** ایک سو انیس بار بدون زیادتی اور کمی کے پھر یہ آیت

یبنی انها ان تک مثقال حبة من خردل فتکن فی صخرة او فی السموت او فی الارض یات بها الله

ایک سو انیس بار پڑھے تو حق تعالیٰ اس کی گم ہوئی چیز کو اس کے پاس پھیر لادے گا اور چور کے پہچاننے کے واسطے دو شخص آمنے سامنے بیٹھیں اور بندھنی کو اپنے درمیان تھامیں رہیں اور اس کو کلمے کی دو انگلیوں سے اٹھائے رہیں اور جس پر چوری کی تہمت ہو اس کا نام بندھنی میں لکھے اور سورہ یٰس کو من **المکرمین** تک پڑھے سو اگر وہی شخص چور ہوگا تو بدھنی گھوم جاوے گی پھر اگر نہ گھومے تو اس کا نام مٹا کر دوسرے شخص کا نام لکھے اور وہیں تک پڑھے اور اسی طرح ہر شخص مہتم کا نام لکھتا جاوے یہاں تک کہ گھومے۔ میں کہتا ہوں کہ جو شخص یہ عمل یا ایسا کوئی عمل کر کے چور پر مطلع ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس کے چرانے پر یقین نہ کرے اور اس کو بدنام نہ کرے بلکہ قرائن کی پیروی کرے اور جب تو چاہے کہ حق تعالیٰ تیری مراد بر لاوے تو سورۂ فاتحہ کو پڑھ اس طرح کہ **بسم الله الرحمن الرحیم** کی میم کو **الحمد الله** کے لام سے ملا دے یکشنبہ کے دن سے فجر کی سنت اور فرض کے درمیان شروع کرے ستر بار اور دوسرے دن اسی وقت ساٹھ بار اور تیسرے دن پچاس بار اور اسی طرح ہر روز دس دس بار کم کرتا جاوے یہاں تک کہ ہفتے کے دن دس بار پڑھے اور جب تو چاہے کہ خواب میں وہ حال دیکھے کہ جس میں تیری خلاصی ہے۔ اس تنگی سے جس میں تو مبتلا ہے تو وضو کر اور پاک کپڑے پہن اور قبلہ رو داہنی کروٹ پر لیٹ اور سورۃ الشمس کو سات بار اور سورۃ الیل کو سات بار اور **قل هو الله** کے عوض سورۂ والتین کا سات بار پڑھنا آیا ہے پھر یوں کہے کہ خداوند مجھ کو میرے خواب میں ایسا دکھلا دے اور میرے اس حال میں کشادگی اور خلاصی کر دے اور میرے خواب میں وہ چیز دکھلا دے جس سے میں اپنی دعا کے قبول ہو جانے کو دریافت کر جاؤں تو اگر اس رات وہ چیز خواب میں دیکھے جس کو تو چاہتا ہے تو خواب ہوا۔ اور نہیں تو اسی طرح دوسری رات کو سو اگر مطلب حاصل ہو تو فھو المراد اور نہیں تو تیسری رات بھی اسی طرح کر ساتویں رات تک ان شاء اللہ تعالیٰ ساتویں کے آگے نہ بڑھے گا۔ کہ حال کھل جائے گا۔ اس عمل کا ہمارے صحبت والوں نے تجربہ کیا ہے۔

برائے ضعف بصر:

بعد ہر فرض نماز کے **فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید** اور جو مرگی میں مبتلا ہو تو تانبے کی ایک تختی لے سو اس میں یکشنبہ کی پہلی ساعت میں اس تختی کے ایک طرف یہ کھدا وے **یاقھار انت الذی لایطاق انتقامه**

یاقهار۔ اور دوسری طرف یہ کھدواوے۔ یا مذل کل جبار عنید بقهر عزیز سلطانه یامذل اور اللہ توفیق دینے والا ہے اور مددگار یعنی اعمال کا اثر توفیق اور اعانت ربانی پر منحصر ہے۔

دینی علوم کی اہمیت:

حق تعالیٰ نے فرمایا سو کیوں نہیں نکلتے ہر قوم سے چند لوگ تاکہ وہ دین کا فہم حاصل کریں اور تاکہ اپنی قوم کو خدا کی نافرمانی سے ڈراویں جب ان کی طرف پلٹ کر آجائیں شاید وہ پرہیز کریں نافرمانی سے۔ عالم ربانی اور فقیہ حقانی جو انبیاء مرسلین کا وارث ہے وہ ہے جو محافظت کرے چند امور پر منجملہ امور کے جن کی محافظت عالم ربانی پر ضرور ہے یہ ہے کہ پڑھاوے علم کو از قسم تفسیر اور حدیث اور فقہ سلوک اور عقائد نحو اور صرف کے اور اس کو لازم نہیں کہ علم کلام اور اصول اور منطق میں مشغول رہے حق تعالیٰ نے سورۃ جمعہ میں فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے بن پڑھوں میں رسول بھیجا ان ہی میں سے یعنی وہ بھی اُمی ہے خواندہ نہیں تلاوت کرتا ہے ان پر آیات خدا کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب یعنی قرآن مجید اور حکمت یعنی حدیث اور منجملہ ان امور کے جن کی محافظت عالم ربانی پر لازم ہے یہ ہے کہ اشغال طریقت کی تلقین کرے اور ہم نے ان کو بتفصیل تمام فصول سابقہ میں ذکر کیا ہے اور اس کے لئے ایک وقت مقرر کرنا چاہیے جس میں لوگوں کے ساتھ بیٹھے ان کی طرف متوجہ ہو کر ان پر نسبت ڈالنے کو اس واسطے کہ محبت الٰہی تمام نہیں ہوتی مگر استطاعت ممکنہ سے اور بعد اس کے استطاعت میسرہ سے اور قسم ثانی یعنی استطاعت میسرہ سے صحبت ہے اور رغبت دلانا اشغال پر قول سے اور فعل سے دل کے تصرف سے واللہ اعلم اور اسی کی طرف یعنی صفائی دل ببرکت صحبت کے اشارہ ہے حق تعالیٰ کے اس قول میں ویزکیهم اور منجملہ امور مذکورہ کے یہ ہے کہ لوگوں کا خبر گیر رہے وعظ اور نصیحت سے حق تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ نصیحت کیا کہ اگر نصیحت کرنا فائدہ دے اور وعظ کہنے والے کو چاہیے کہ قصہ گوئی سے پرہیز کرے کہ مقرر ہم کو روایت پہنچی ہے کتب حدیث میں کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب ان کے بعد خبر گیری کیا کرتے تھے مسلمین کی وعظ اور نصیحت سے۔ قصہ گوئی شرع میں مذموم اور معیوب ہے کہ زمانہ صحابہ میں نہ تھی اور وہ قصہ خوانوں کو نکال دیتے تھے اور وعظ اور نصیحت محمود اور پسندیدہ ہے۔ سو قصہ گوئی سے مراد یہ ہے کہ حکایات عجیبہ نادرہ کو مذکور کرے اور اس گفتار سے اس کو یہ مقصود نہیں کہ لوگوں کو اتباع سنت کا خوگر کر دے بلکہ مقصود اظہار زبان آوری اور اعجوبہ گفتاری اور لوگوں میں ممتاز ہونا فصاحت بیانی سے اور حسن ایراد حکایات اور برمحل مثل گوئی سے اور منجملہ امور مذکورہ کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

وضو اور نماز میں:

کہ اگر دیکھے کسی کو پاؤں کو پورا نہیں دھوتا تو پکار کر کہے کہ عذاب ہے ایڑیوں کو دوزخ کا یا کوئی تعدیل ارکان بہ طمانیت نہیں کرتا تو کہے کہ پھر پڑھ کہ البتہ تو نے نماز نہیں پڑھی ہکذا فی الحدیث اور پوشاک اور گفتگو اور ان کے سوا اور امور میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہئے حق تعالیٰ فرماتا ہے اور چاہیے کہ تم میں سے بعضے لوگ دعوت الخیر کریں اچھے کام کا امر کریں اور برے کام خلاف شرع سے روکیں اور وہی لوگ رستگار فلاح یاب ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں تلطف اور نرم کلامی آداب سے ہے اور سختی اور جھڑکنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں امراء اور سلاطین کا طریقہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے نبی کریم ﷺ سے کہ مجادلہ کر ان سے اس طریقہ پر جو نیک تر ہے۔

خبر گیری اور حسن سلوک:

اور منجملہ امور مذکورہ کی خبر گیری اور حسن سلوک ہے فقراء اور طالبعلموں سے بقدر امکان کے اور اگر مقدور نہ ہو اور اس کے برادران دینی موافق مزاج مقدور والے ہوں تو ان کو تحریص اور ترغیب دلاوے ان کے ساتھ سلوک کرنے کی تو اگر یہ صفات جو مفصل مذکور ہو چکے ایک شخص میں مجتمع ہوں تو ہرگز شک نہیں کرنا اس کے وارث الانبیاء والمرسلین ہونے میں اور یہی شخص ملکوت آسمانی میں عظیم الشان مشہور ہے اور ایسے ہی

شخص کو خلق اللہ دعا دیتی ہے یہاں تک کہ مچھلیاں پانی کے اندر دعا کرتی ہیں۔

تو اے مخاطب اس کا ساتھ نہ چھوڑیو۔ کہیں ایسے شخص کی صحبت نہ فوت ہو جاوے اس واسطے کہ بلاشک یہ تو کبریت احمر اور اکسیر اعظم ہے واللہ اعلم امراء سے صحبت نہ رکھے مگر یہ نیت دفع کرنے ظلم کے خلق پر سے یا ان کو مستعد کرنے کے واسطے خیر پر اور یہ وہی وجہ جس سے ان احادیث کے درمیان میں جو صحبت ملوک کی مذمت پر دلالت کرتی ہیں اور درمیان اس کے اکثر علماء صالحین نے ان کی صحبت اختیار کی ہے اتفاق ہو کر تعارض دفع ہوتا ہے۔ صحبت نہ اختیار کرے صوفیان جاہل کی اور نہ جاہلان عبادت شعار کی اور نہ فقیہوں کی جو زاہد خشک ہیں اور نہ محدثین ظاہری کی جو فقہ سے عداوت رکھتے ہیں بلکہ طالب حق کو چاہیے کہ عالم صوفی ہو دنیا کا تارک ہر دم اللہ کے دھیان میں حالات بلند ڈو باسنت مصطفویہ میں راغب حدیث اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا متجسس حدیث اور آثار کی شرح اور بیان کا طلب کرنے والا ان فقیہان محققین کے کلام سے جو حدیث کی طرف مائل ہیں نظر سے اور ان اصحاب عقائد کے کلام سے جن کے عقائد ماخوذ ہیں سنت سے جو ناظر ہیں دلیل عقلی میں بطریق تبرع اور عدم لزوم کے ان اصحاب سلوک کے کلام سے جو جامع ہیں علم اور تصوف کے تشدد کرنے والے نہیں اپنے نفوس پر اور نہ دقت کرنے والے سنت نبویہ ﷺ پر بڑھ کر اور نہ صحبت اختیار کرے مگر اس شخص کی جو متصف بصفات مذکورہ ہے اور از اں جملہ یہ ہے کہ گفتگو نہ کرے فقہائے کبار کے مذاہب میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دے بلکہ جمیع مذاہب حقہ کو بالا جمال مقبول جانے اور ائمہ اربعہ کے مذاہب کو ایک مذہب جانے بدون تعصب کے اور از اں جملہ یہ ہے کہ گفتگو نہ کرے صوفیوں کے طریقے میں بعض کو بعض پر ترجیح دے کر اور ان پر انکار نہ کرے اور نہ ان پر جو سماع وغیرہ میں تاویل کرتے ہیں اور خود پیروی نہ کرے مگر اس کی جو سنت سے ثابت ہے اور جس پر وہ اہل علم چلے ہیں۔

آداب ذکر اور وعظ گوئی کا بیان:

حق تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ سمجھایا بجھایا کر تو ہی مذکر اور واعظ ہے اور اپنے ہم کلام موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ان کو یاد دلایا کر وقائع سابقہ کو اور واعظ مسلمان عاقل بالغ ہو اور عادل یعنی متقی ہو جیسا کہ راوی حدیث وشاہد میں علماء نے تکلیف اور عدالت شرط کی ہے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے اخبار اور سیرت سے فی الجملہ بقدر کفایت کے واقف ہو صحاح ستہ وغیرہا سے شغل رکھتا ہو اس طرح پر کہ حدیث کے الفاظ کو استاد سے پڑھ کر سند حاصل کر چکا ہے۔ قرآن کی شرح غریب میں مشغول ہو اور آیات مشکلہ کی توجیہ اور تاویل فصیح یعنی صاف بیان ہو نہ گفتگو کرتا ہو لوگوں کے ساتھ مگر بقدر ان کے فہم کے اور یہ کہ مہربان صاحب وجاہت اور مروت ہو وعظ ہر روز یا ہر وقت نہ کہا کرے۔ اور یہ کہ وعظ کہنے کو پاک مکان میں بیٹھے چنانچہ مسجد میں اور یہ حمد اور درود سے کلام کو شروع کرے اور ان ہی پر ختم بھی کرے اور دعا کرے اہل ایمان کے واسطے عموماً اور حاضر لوگوں کے واسطے خصوصاً اور یہ کہ مخصوص نہ کرے کلام کو فقط خوشخبری سنانے اور شوق دلانے میں یا فقط خوف دلانے اور ڈرانے میں بلکہ کلام کو ملاتا جلاتا رہے۔ اور واعظ کو لازم ہے کہ آسانی کرنے والا ہو نہ سختی کرنے والا اور یہ کہ خطاب کو عام کرے اور خاص نہ کرے اور کسی قوم مخصوص کی مذمت یا کسی شخص معین پر انکار بالمشافہ نہ کرے چنانچہ یوں کہے کہ کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ایسا ایسا کرتے ہیں۔ اور وعظ میں بے ہودہ نہ بولے اور خوبی بیان کرے نیک بات کی اور مرد ہر جائی رکابی مذہب نہ ہو کہ جس محفل میں جاوے ان کی خواہش نفسانی کے موافق وعظ شروع کرے مناسب یوں ہے کہ اپنے دل میں تصور کرے مسلمان کی صفت کو اس کے اعمال میں اور اس کے حفظ لسان اور اخلاق میں اور اس کے حالات قلبی میں اور اس کے اذکار کی مداومت میں پھر چاہیے کہ اسی صفت متخیلہ کو علی وجہ الکمال سامعین میں ثابت کرے پہلے حسنات کی خوشبوں اور سیئات کی برائیوں کا امر کرے لباس اور شکل اور نماز وغیرہ میں اذکار کی تلقین کرے پھر جب ان میں ذکر کا اثر معلوم ہو تو ان کو رغبت اور شوق دلاوے زبان اور دل کے روکنے پر اقوال قبیحہ اور اخلاق ذمیمہ سے اور ان کے دلوں میں ان امور کی تاثیر کرنے

میں اعانت چاہیے ایام سابقہ اور وقائع گزشتہ کے ذکر کرنے سے جو اگلی امتوں پر دنیا میں ہو چکی ہے پھر استعانت چاہیے موت کی دہشت اور قبر کے عذاب اور شدت یوم الحساب اور دوزخ کے عذاب ذکر کرنے سے اور اسی طرح ذکر ترغیبات سے استعانت چاہیے۔ تفسیر کے موافق اور حدیث نبوی ﷺ سے جو محدثین کے نزدیک معروف ہے اور صحابہ اور تابعین اور ان کے سوا اور مومنین صالحین کے اقوال سے اور سیرت نبوی ﷺ کے بیان کرنے سے اور واعظ کو چاہیے کہ بیہودہ قصوں کو جو بروایت صحیح ثابت نہیں ہیں ذکر نہ کرے اس واسطے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قصہ خوانی پر سخت انکار کیا ہے اور قصہ خوانوں کو مساجد سے نکال دیا اور ان کو مارا ہے اور وعظ کے ارکان تو ترغیب وترہیب ہے اور مثال گزارنا کھلی مثالوں سے اور صحیح قصے دل کے نرم کرنے والے اور نکات منفعت بخش سو یہ طریقہ ہے تذکیر اور شرح کا۔ اور جس مسئلے کو واعظ ذکر کرے چاہیے کہ وہ قسم حلال سے ہو یا حرام سے ہو یا آداب صوفیہ سے یا دعوات کے باب سے یا عقائد اسلام سے پس ظاہر قول یہ ہے کہ بیان کرے واعظ وہ مسئلہ جس کو جانتا ہو اور اس کے سکھانے کا طریق معلوم ہو۔ اور وعظ کی سماعت کرنے والوں کے آداب سو یہ ہیں کہ مذکر کے سامنے ہوں اور لہو ولعب نہ کریں اور شور نہ مچائیں۔ اور آپس میں وعظ کے اندر باتیں نہ کرے اور ہر امر میں وعظ سے سوال نہ کریں۔ بلکہ اگر سامع کو کوئی خطرہ عارض ہو تو اگر اس کو مسئلہ مذکورہ کے ساتھ کوئی تعلق قوی نہ ہو یا تعلق ہو مگر مسئلہ دقیق ہو جس کو عوام کی فہم نہیں اٹھا سکتی تو اس سوال سے سکوت اختیار کرے حاضرین مجلس میں پھر اگر چاہے تو اس کو خلوت میں پوچھ لے اور اگر اس کو مسئلے کے ساتھ قوی تعلق ہو جیسے مفصل کرنا مجمل کا اور مشکل لغت کا دریافت کرنا تو منتظر رہے تا اینکہ اس کا کلام آخر ہو تو دریافت کرلے اور چاہیے کہ وعظ کا کہنے والا اپنے کلام کو تین بار اعادہ کرے۔ سو اگر مجلس میں کئی قسم کی بولی والے لوگ ہوں اور واعظ ان کی زبان پر قادر ہو تو اس کو یہ کرنا چاہیے یعنی ہر زبان میں کلام کرے اور پرہیز کرنا چاہیے دقیق اور مجمل کلام سے یعنی اس واسطے کہ کلام باریک اور مجمل سے علی العموم فائدہ حاصل نہیں۔ ہماری صحبت اور طریقت اور سلوک کے آداب کو سیکھنا متصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ تک صحیح مشہور متصل سند کے ساتھ ہے یعنی مصنف سے تامبداء رسالت بیچ میں کوئی واسطہ منقطع نہیں اگرچہ تعین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں۔ یعنی باعتبار آداب معینہ اور اشغال مخصوصہ کے اتصال تفصیلی نہیں بلکہ اجمالی ہیں۔ تو بندہ ضعیف ولی اللہ نے حق تعالیٰ اس سے عفو کرے اور اس کو اس کے سلف صالحین سے ملاوے زمانہ دراز صحبت رکھی اپنے والد شیخ اجل عبدالرحیم خدا راضی ہو ان سے اور ان کو راضی کرے۔ اور مجھ کو اجازت دی مشکوۃ المصابیح اور صحیح بخاری وغیرہ صحاح ستہ کی معتمد ثابت القول حاجی محمد افضل نے شیخ عبدالاحد سے انہوں نے اپنے والد شیخ محمد سعید سے انہوں نے اپنے دادا شیخ طریقت شیخ سرہندی سے ان کی سند طویل مذکور ہے ان کے مقامات اور تصانیف میں اور یہ تمامی ہے اس مضمون کی جس کے لانے کا ہم نے اس رسالے میں ارادہ کیا تھا اور شکر ہے حق تعالیٰ کا ابتداء میں بھی اور انتہا میں بھی اور ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔

ایک اللہ والے کی آخری وصیت کے اقتباسات وصیۃ

میرے پیارے بیٹو! اللہ تعالیٰ کی ہم پر رحمت وفضل ہو کرم ہو ہمیں بخشش فرما کر جنت الفردوس میں داخل فرماویں اور ہر وقت اپنا غلام رکھیں۔ نماز پنجوقتہ اول وقت میں پڑھتے رہیں۔ ۱۔ حیات المسلمین' ۲۔ تسہیل قصد السبیل' ۳۔ رسالہ الابقاء بزرگوں سے محبت رکھیں' ان کا ادب رکھیں۔ تمہاری والدہ ماجدہ کی چار پانچ نمازیں ادا نہیں ہو سکیں' ان کا فدیہ دے دیں اگر کوئی اشکال درپیش ہو تو میرے مربی حضرت حافظ شاہ صاحب سے ہی حل کروا لیا کریں۔ اگر کسی چیز کی تقسیم میں تنازعہ ہو تو قرعے سے کام لے لیا کریں۔ ۱۔ کلمہ طیبہ' ۲۔ استغفار' ۳۔ درود شریف' اگر بطور ورد (وظیفہ) ان تینوں کی ایک ایک تسبیح کر لیا کریں تو بہت ہی مناسب ہو۔ ریاء' تکبر' بدمزاجی' خود غرضی سے پرہیز کریں۔

نصیحت:

جانثار! بہادر! ہمت نہ ہارو۔ قدم بڑھائے جاؤ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ حوریں شہادتگاہ میں تمہاری منتظر ہیں تمہارا خدا تم پیاروں کو اپنا دیدکرانے کو ہے۔ وعدہ حق ہے۔ ہمت نہ ہارو۔ غمگین نہ ہو۔ تم ہی بلند و غالب ہو کر رہو گے اگر تم مومن ہو۔ اور مومن ہونا تمہارا تم کو معلوم' پھر تم بلند و غالب کیوں نہ ہو گے ضرور ہو گے۔ موت کو اپنا زیور سمجھ اور خدا سے ملنے کا وسیلہ جان کر الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ کہ موت ایک پل ہے جو محبوب کو محبوب کی طرف پہنچاتا ہے تو موت بھی محبوب ہوئی اور جہاد بھی محبوب ہوا۔ بڑی نافع تجارت اور رضا ولقاء وصل محبوب کا اعظم وسیلہ ہے پھر موت کیوں نہ لذیذ ہو۔

اصلاحات ویاقوت مجددیہ

لوگوں نے سلطان شیخ ابوسعید ابوالخیر سے کہا کہ فلاں شخص پانی کے اوپر چلتا ہے۔ انہوں نے کہا آسان ہے۔ خس و خاشاک (گھاس پھونس) بھی پانی پر چلتے ہیں۔ لوگوں نے کہا فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے۔ لوگوں نے کہا فلاں شخص ایک ساعت میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاتا ہے۔ انہوں نے کہا شیطان ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب تک جاتا ہے۔ اس قسم کی چیزوں کی کوئی زیادہ قیمت نہیں ہے مرد وہ ہے کہ مخلوق کے درمیان بیٹھے اور لین دین کرے اور شادی کرے اور مخلوق کے ساتھ مل جل کر رہے اور ایک لحظہ حق سبحانہ سے غافل نہ رہے۔

لوگوں نے قدوہ اہل اللہ بوعلی رودباری سے پوچھا جو شخص کہ لہو ولعب کی چیزیں سنتا اور کہتا ہو کہ یہ میرے لئے حلال ہیں کیونکہ میں ایک ایسے درجہ تک پہنچ گیا ہوں کہ اختلاف ماحول میرے اندر اثر نہیں کرتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک پہنچ گیا ہے وہ لیکن جہنم میں پہنچ گیا ہے۔

مخدوم! اگر ذکر قلبی سے دل کی حرکت وجنبش مراد لی جائے تو اس کی ہمیشگی قطعی ضروری نہیں ہے نہ فنا کی حالت میں اور نہ حالت فنا کے بغیر' جو چیز کہ دائمی اور لازمی ہے وہ دل کی توجہ اور حضور قلبی ہے خواہ حرکت ہو یا نہ ہو۔

از دروں شو آشنا وزبروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا صفت کم می بود اندر جہاں

(جو شخص اپنی آنکھ کا مالک نہیں ہوا تو اس کے پاس دل نہیں ہے)

جب صاحب دل شخص اپنے دل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو گویا اس توجہ سے ایک قلعہ اس کے دل کے گرد پیدا ہو جاتا ہے اور عالم (دنیا) کی خبروں کو دل تک پہنچنے نہیں دیتا۔

مطلوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا مراقبہ ہے۔

ہمہ چشمیم تابروں آئی ہمہ گوشیم تاچہ فرمائی

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مراقبہ بلی سے سیکھا ہے اور مراقبہ کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں اور وہ حق سبحانہ کی دائمی اطلاع کے ساتھ بندہ کا آگاہ و باخبر ہونا اور اس کو اس تعالیٰ شانہ کا حضور ہے خواجہ بزرگ قدس سرہ فرماتے تھے کہ مراقبہ کا طریقہ (راستہ) نفی واثبات کے طریق سے اعلیٰ ہے اور جذبہ کے زیادہ قریب ہے' مراقبہ کے طریق سے وزارت اور ملک وملکوت میں تصرف کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے۔

سلطان ذکر:

یہ ہے کہ ذکر تمام بدن کو محیط ہو جاتا ہے اور ہر عضو دل کی طرح ذاکر اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

اگر ابوبکرؓ کے ایمان کو میری امت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ابوبکرؓ کا ایمان بڑھ جائے گا (الحدیث) جو شخص زمین پر چلتی پھرتی لاش کو دیکھنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیقؓ) کو دیکھ لے۔

مشاہدہ ارواح آپ جان لیں کہ ارواح کا مشاہدہ بھی مثالی صورتوں کے لباس میں ہوتا ہے کیونکہ عالم مثال میں ہر چیز کی ایک صورت (کائن) موجود ہے حتیٰ کہ معانی کی بھی وہاں صورتیں ہیں کہ جن کے ساتھ وہ منکشف ہوتے ہیں۔ یہ دید مشاہدہ وہم وخیال سے باہر ہے کیونکہ عالم مثال علم شہادت

کی طرح موجودات میں سے ہے۔ یا ارواح اجسام کے ساتھ مجسم ہو کر صورتوں کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں کبھی ان (ارواح) کا مشاہدہ صورتوں کے بغیر ہوتا ہے اور وہ روحانی ملاقات کی قسم سے ہوتا ہے۔ بزرگوں نے روح کے نور کو سرخ قرار دیا ہے۔ اس کی سرخی اسی لحاظ سے ہے اور اس کی چمک اس کی نورانیت کی وجہ سے ہے۔ اس کا پھیلنا اور سمٹنا اس کے تمثل کی رو سے ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ روح نہ بدن میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے اور نہ متصل نہ منفصل۔ اس کو بدن کے ساتھ تدبیر وتصرف کا تعلق ہے۔

میرے مخدوم! مشاہدہ ارواح خواہ چشم ظاہر سے ہو یا چشم باطن سے کسی کمال میں داخل نہیں ہے اور منازل قرب میں سے کوئی منزل اس سے وابستہ نہیں۔

تو دراو گم شو وصال این است و بس
تو مباش اصلا کمال این است و بس
دل اندر زلف لیلیٰ بندو کار از عقل مجنوں کن
کہ عاشق رازیاں دارد مقالات خرد مندی

(دل کو لیلیٰ کی زلف میں قید کر دے اور مجنوں کی عقل سے کام کر کیونکہ عقلمندی کی باتیں کرنا عاشق کے لئے نقصان دہ ہے)

عقل گرداند کہ دل دربند زلفش چوں خوش است
عاقلاں دیوانہ گرد انداز پے زنجیر پا

(اگر عقل جانتی کہ دل اس کی زلف کی قید میں کتنا خوش ہے تو عقلمند لوگ پاؤں کی زنجیر کے لئے دیوان ہو جاتے ہیں)

شب بیداریوں کو غنیمت جاننا:

شب بیداریوں کو غنیمت جانیں اور اندھیری راتوں کو اذکار واذکار گریہ وزاری گناہوں کو یاد کرنے اور قبر و قیامت کی فکر کے ساتھ منور رکھیں اور جہاں تک ہو سکے سنت پر عمل کرنے کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ بدعت اور بدعتی سے بچتے رہیں کوشش کرتے رہیں کہ ماسوی اللہ کی مزاحمت کے بغیر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ دائمی حضور حاصل کر لیں۔ طالبوں کے حالات میں اچھی طرح مشغول رہیں اور ان کے حالات کی تفتیش اور احوال پرسی جیسی کہ ہونی چاہیے کرتے رہیں اور اہل خانہ کے شرعی حقوق بھی بجالائیں اور ان کیساتھ زیادہ میل جول نہ رکھیں کیونکہ عورتوں کی مصاحبت دنیا کے حقیر وقلیل مال کی طرف رغبت دلاتی ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ سے غافل کرتی اور دور پھینکتی ہے عیش کا وقت آگے (آخرت میں) آنے والا ہے اللھم ان العیش عیش الاخرۃ (اے اللہ! بے شک آخرت کا عیش ہی (اصل میں) عیش ہے)

تقویٰ سے متعلق حدیث:

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ دور چلے پھر فرمایا "اے معاذ! میں تجھ کو اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرنے (ڈرنے) سچ بولنے عہد کو پورا کرنے امانت ادا کرنے خیانت نہ کرنے یتیم پر رحم کرنے ہمسایہ کی خبر گیری کرنے غصہ کو ضبط کرنے نرمی سے بات کرنے سلام کی کثرت امام کو لازم پکڑنے قرآن مجید میں غور وفکر کرنے آخرت کی محبت حساب آخرت سے ڈرنے آرزو میں کمی کرنے اور حسن عمل کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات سے منع کرتا ہوں کہ تو کسی مسلمان کو برا بھلا کہے یا کسی جھوٹے کی تصدیق کرے یا کسی سچے کی تکذیب کرے یا امام عادل کی نافرمانی کرے اور یہ کہ زمین میں فساد پھیلائے اے معاذ! ہر شجر وحجر کے قریب اللہ تعالیٰ کا ذکر کر ہر گناہ کے لئے توبہ کر پوشیدہ گناہ کے لئے پوشیدہ طور پر اور علانیہ گناہ کے لئے علانیہ طور پر (توبہ کر)

(بیہقی کتاب الزہد)

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو خوف کسی آدمی میں جمع نہیں ہوتے۔ ایک خوف دنیا اور ایک آخرت میں یعنی اگر آخرت کا خوف دنیا میں نصیب ہو جائے تو آخرت سے بے خوف کر دیتا ہے۔ یہ دیوانگیاں یہ شورشیں یہ چیخ وپکار یہ نعرے یہ رونا اور یہ ذوق وشوق جو کہ اس وقت آپ کو نصیب ہے اور بلا طلب آپ سے ظاہر ہو رہا ہے لوگ تمنا کرتے ہیں کہ اس قسم کے وقت کا ایک لمحہ ہی حاصل ہو جائے اور جذب کی قوت سے شوق وجنون غالب آ جائے اور ایک ساعت ظاہر وباطن کو ماسوی اللہ سے بیگانہ وبے تعلق کر دے۔ پس سب سے افضل

طاعت (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ) کے دوستوں سے محبت کرنا اور (ان کے) دشمنوں سے دشمنی کرنا ہے کیونکہ یہ معنی فرط محبت ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ دوست کو دوست رکھنے والوں کی دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کرنے میں یہ شخص بے اختیار ہے اور اس بارے میں جنون (دیوانگی) رکھتا ہے۔ **لن یومن احدکم حتی یقال انه مجنون** (تم میں سے کوئی شخص ہرگز (کامل) ایماندار نہیں ہوگا جب تک کہ لوگ اسے مجنون نہ کہنے لگیں) اور جو شخص ایسا نہ ہو جائے محبت سے بے بہرہ ہے۔

ایک بزرگ نے کہا کہ وجود بشریت کی نفی کرنے میں ایک ساعت کوشش کرنا ظاہری عبادت گزاروں کی کئی سال عبادت سے بہتر ہے۔

آدمی دو چیزوں کو ناپسند کرتا ہے جب کہ وہ دونوں اس کے لئے بہتر ہیں

پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ دو چیزیں ہیں جن کو ابن آدم (انسان) ناپسند کرتا ہے۔ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے آزمائش سے بہتر ہے اور وہ مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی قلت حساب کی سہولت کا سبب ہے۔ دنیا کی مصیبتیں مراتب آخرت کا وسیلہ ہیں اور اس دنیا کی نعمتیں اس (آخرت) کے نقصان کا سبب ہیں۔

سونے چاندی کے لئے ہلاکت:

اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سونے چاندی کے لئے ہلاکت ہے آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو پھر ہم کیا چیز ذخیرہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور ایسی بیوی جو آخرت کے لئے تیری مددگار ہو۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حکمت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے گوشہ نشینی میں ہیں اور ان میں ایک خاموشی میں ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس کو تسکین ہو جائے اور قلب اس کی طرف مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جس کی طرف نفس کو تسکین نہ ہو اور قلب اس کی طرف مطمئن نہ ہو اگرچہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں۔

حضرت موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے عمر بن الخطابؓ سے کہا کہ میرا ایک کاتب نصرانی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے کیا تو نے کسی مسلمان کو (کاتب) نہیں بنایا' کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا **یایھا الذین امنوا لاتتخذوا الیھود والنصری اولیاء** (اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ' میں نے کہا اس کا دین اس کے لئے ہے اور اس کی کتابت میرے لئے ہے تو انہیں حضرت عمرؓ نے کہا جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اہانت کی ہے تو میں ان کا اکرام نہیں کروں گا اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلت دی ہے تو میں ان کو عزت نہیں دوں گا اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دور کر دیا تو میں ان کو قریب نہیں کروں گا۔ میں نے کہا کہ دانائی کا کام اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا تو انہیں (حضرت عمرؓ) نے کہا کہ اگر نصرانی مر جائے تو اس کے بعد تو کیا کرے گا پس جو عمل تو اس کے مرنے کے بعد کرے گا وہی عمل اب بھی کر اور اس سے اس کے غیر کے ساتھ مستغنی ہو جا۔

تمت اقتباسات حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ

تعلیم وتشریح اسباق

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا طریقہ تعلیم وتشریح اسباق درج کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ لوگ تعلیم شیخ کے بغیر ان اسباق کی ترکیب واثرات پڑھ کر اپنی سمجھ کے مطابق عمل کر کے اپنی رائے سے ان کی تکمیل تجویز کرتے جائیں۔ بلکہ طالب حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی مجاز سلسلہ شیخ کے ہاتھ پر بیعت کر کے طریقہ اخذ کرے اور جس طرح اس کا شیخ اس کو سلسلہ عالیہ کے اسباق کی تعلیم دیتا رہے اس کے ارشاد کے مطابق عمل کرتا رہے اور اپنے احوال اپنے شیخ کی خدمت میں پیش کرتا رہے تا کہ شر نفس وشر شیطان سے محفوظ رہے۔ اسباق کی تشریح درج کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شیخ جب کسی مرید کو کسی سبق کی تعلیم دے تو وہ اس کی نیت وطریقہ وغیرہ اس سے سمجھ سکے اور صرف اپنے متعلقہ اسباق کے اثرات کو اس میں پڑھ کر اطمینان کر سکے کہ اس کے عمل کے اثرات صحیح انداز پر مرتب ہو

رہے ہیں یا نہیں، اگر اثرات محسوس نہ ہوں تو عمل میں جس قدم کی کوتاہی ہو رہی ہو اس کا تدارک کر سکے اور اپنے شیخ سے رجوع کر کے اس کی دعا و توجہات و تعلیمات سے مستفیض ہو سکے، اگر کوئی طالب اپنے نفس کے تابع ہو کر اپنی مرضی سے ان اسباق کو کرے گا تو بجائے فائدہ کے نقصان کا خطرہ ہے۔

واضح ہو کہ مشائخ کرامؒ نے صفائی باطن کے تین طریقے مقرر کئے ہیں۔ پہلا طریقہ۔ ذکر ہے خواہ اسم ذات کا ذکر ہو یا نفی اثبات کا، دوسرا طریقہ۔ مراقبہ اور تیسرا طریقہ رابطہ شیخ ہے، جس قدر ان امور میں کمی ہوگی اسی قدر راستہ کے طے کرنے میں دیر لگے گی۔ ان تینوں طریقوں کا بیان یہ ہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سب سے پہلے لطائف میں اسم ذات کا ذکر کرتے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سبق اول لطیفہ قلب

انسان کے جسم میں دل کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے، پیر کو چاہئے کہ اپنے بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں مرید کے بائیں پستان کے ذرا نیچے پہلو کی طرف چوڑائی میں رکھ کر دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کا سران انگلیوں کے ساتھ ملا ہوا رکھ کر (یا صرف اندازہ سے دو انگشت کے فاصلہ پر رکھ کر) بتائے کہ یہ قلب (دل) کا منہ ہے، پیر اس جگہ پر انگشت شہادت کا دباؤ دے کر اسم ذات اللہ تین مرتبہ زبان سے کہے اور مرید کے دل میں توجہ رکھے، پھر انگلی اٹھالے اور ذکر کی ترکیب اس طرح بتائے کہ جب دنیاوی کاموں سے فرصت پائے تو باوضو تنہائی میں قبلہ رو بیٹھ کر زبان تالو سے لگائے اور دل کو تمام پریشان خیالات و خطرات سے خالی کر کے پوری توجہ اور نہایت ادب کے ساتھ اپنے خیال کی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ اللہ کی طرف رکھے کہ وہ ایک ذات ہے جو تمام کامل صفتوں والی ہے اور ہر قسم کے نقائص و عیوب سے پاک ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔ نیز خیال کرے کہ جس جگہ مرشد نے انگلی رکھی ہے۔ وہاں قلب کے منہ میں گویا سوراخ ہو گیا ہے اور اس سوراخ سے میرے دل میں فیضان الٰہی کا نور آرہا ہے اور دل کے زنگ وظلمات و کدورات اس نور کی برکت سے دور ہو رہے ہیں اور دل اس کے شکریہ میں اللہ اللہ کہہ رہا ہے، اس خیال کے ساتھ نور کو اپنے دل میں کھینچ کر لائے۔ اور اس ذکر کے خیال میں اتنا محو ہو جائے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے اس کو استغراق کہتے ہیں اور یہ ایک اچھی حالت ہے لیکن اگر ادھر ادھر کے خیالات آئیں تو ان کو ہٹانے کی کوشش کرے یعنی اپنی توجہ ان خیالات سے ہٹا کر ذکر اور حصول فیضان کی طرف لگائے کہ یہ مجاہدہ استغراق سے کہیں افضل ہے۔

ذکر کرتے وقت خواہ دوزانو بیٹھے یا مربع یعنی چوکڑی مار کر بیٹھ جائے۔ آنکھیں بند کر لے ناک سے سانس حسب معمول آتا جاتا رہے کچھ دیر تسبیح کے ساتھ اس طرح ذکر کرے کہ تسبیح کا دانہ ہاتھ سے جلدی جلدی چلاتا جائے اور دل پر اللہ کا خیال گذارتا جائے، زبان یا حلق وغیرہ سے نہ کہے بلکہ زبان تالو سے لگی رہے، آنکھیں بند رہیں۔ دل کی طرف گردن جھکی ہوئی ہو، اگر برداشت ہو سکے تو سر اور منہ پر رومال وغیرہ ڈال لیں تا کہ خیالات منتشر ہونے سے امن رہے۔ اس طرح کم از کم دس تسبیح یعنی ایک ہزار مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرے اور جس قدر زیادہ ہو سکے یا جس قدر شیخ ارشاد فرمائے ذکر کرے، پھر تسبیح رکھ کر اندازاً اتنی ہی دیر تک ذکر اور حصول فیض کے خیال میں بیٹھا رہے اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ فراغت کے بعد دعا مانگے۔ روزانہ ایک مخصوص وقت میں اس وظیفہ پر عمل کرتا رہے۔

نیز چلتے پھرتے، سوئے لیٹے، اٹھتے بیٹھتے غرضکہ ہر وقت دل میں ذکر کا خیال رکھے تا کہ ہاتھ کار اور دل یار میں کا مصداق ہو جائے اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ جاری ہو جائے، دل کے ذاکر ہونے کی کیفیت اکثر لوگوں کو نبض کی حرکت یا گھڑی کی ٹک ٹک وغیرہ کی مانند ہوتی ہے، "ہدایت الطالبین" میں ہے کہ "حرکت ذکر از دل بسمع خیال برسد، مشائخ کرام اس حرکت پر اسم ذات کا تصور کرنے کی تلقین فرماتے ہیں تا کہ حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی (میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں) کا مصداق ہو جائے۔ دل کے جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لفظ مبارک اللہ خیال کے کان سے صاف طور پر سنا جائے محض لطیفہ کی حرکت مراد نہیں ہے۔ حافظ شیرازیؒ کے اس شعر میں بھی اسی حرکت کی طرف اشارہ ہے۔

؎ کس ندانست کہ منزل گہ آن یار کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

(یعنی کوئی نہیں جانتا کہ اس یار کی منزل کہاں ہے اتنا ہے کہ ایک گھنٹی کی آواز آرہی ہے) اس ذکر پر اس قدر مداومت کرے کہ لطیفہ قلب اپنے مضغہ سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ جائے جس کی علامت یہ ہے کہ اس کی توجہ بلندی کی طرف مائل ہو جائے اور تمام جہات کی طرف سے بھول ہو جائے اور ذکر کے وقت اس کو ماسوی اللہ سے غفلت اور ذات حق کے ساتھ محویت ہو جائے اگر چہ تھوڑی دیر ہی کے لئے ہو، جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو سمجھ لے کہ قلب اپنے مضغہ سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ گیا۔ اگر چہ کشف نہ ہو کیونکہ کشف اس زمانے میں حلال اور طیب روزی نہ ملنے کی وجہ سے بہت کم ہوتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا کیفیات میں سے کچھ بھی نہ ہو تو غفلت دور ہو کر ہر کام کرتے وقت شریعت کی پابندی کا خیال رہنا، روز بروز عملی اصلاح حالات میں تبدیلی، شریعت کی محبت میں ترقی وغیرہ امور حاصل ہو جاتے ہیں اور شہوت جو اس لطیفہ سے تعلق رکھتی ہے اور سالک کو اپنی طرف کھینچ کر محبوب حقیقی سے غافل کرتی ہے اس کی اصلاح ہو کر محبوب حقیقی کی محبت اور اس کی رضا جوئی کی طرف رغبت بڑھنے لگتی ہے حصول فیض کا اظہار طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف طور پر ہوتا ہے۔

نیز طالب کو چاہئے کہ دن رات میں کسی وقت حسب فرصت ایک سو دفعہ درود شریف اور ایک سو مرتبہ استغفار ایک نشست میں یا متفرق طور پر پڑھ لیا کرے۔

(تنبیہ) مرشد کو چاہئے کہ عورت کو ذکر اس کے دل کی جگہ پر انگلی رکھ کر نہ بتائے بلکہ پردے کے اندر زبانی تقریر یا محرم یا ذاکرہ عورت کے ذریعہ بتائے تاکہ شر سے محفوظ رہے۔

جب مرشد کو یہ اطمینان ہو جائے کہ مرید طالب صادق کا لطیفہ قلب ذکر الٰہی سے جاری ہو گیا ہے اور اپنی اصل میں پہنچ گیا ہے تو اس کو دوسرا سبق تلقین کرے۔

سبق دوم، لطیفہ روح

اس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے اس جگہ پر انگشت شہادت سے دباؤ دے کر اسم ذات اللہ اللہ کی تلقین کرے، جس طرح کہ لطیفہ قلب میں مذکور ہے اس لطیفہ کے اپنی اصل میں پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ یہ لطیفہ قلب کی طرح ذکر سے جاری ہو جاتا ہے اور جو کیفیات ذکر قلبی میں حاصل ہوئی ہیں ان میں زیادتی ہو جاتی ہے اور غصہ وغضب جو پہلے سے طبیعت میں ہے اس کی اصلاح ہو کر وہ شریعت کے تابع ہو جاتا ہے۔ اس کے حصول کے بعد لطیفۂ سر کے ذکر کی تعلیم دے۔

سبق سوم لطیفہ سر

اس کا مقام بائیں پستان کے برابر دو انگشت کے فاصلہ پر مائل بوسط سینہ ہے اس میں بھی لطیفہ قلب وروح کی طرح ذکر تلقین کرے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس میں بھی ہر دو سابقہ لطیفوں کی طرح ذکر جاری ہو جاتا ہے اور کیفیات میں مزید ترقی ہو جاتی ہے، یہ مقام مشاہدہ اور دیدار کا ہے اور اس کے ذکر میں عجیب وغریب کیفیات ظہور میں آتی ہیں اس میں حرص کی اصلاح ہو کر شریعت کے کاموں میں خرچ کرنے اور نیکیوں کے حاصل کرنے کی حرص پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لطیفہ کے اظہار کے بعد لطیفہ خفی کا ذکر بتائے۔

سبق چہارم، لطیفہ خفی

اس کا مقام دائیں پستان کے برابر دو انگشت کے فاصلہ پر مائل بوسط سینہ ہے، اس میں بھی حسب سابق ذکر تلقین کرے، اس میں ذکر **یا لطیف ادرکنی بلطفک الخفی** کا پڑھنا مفید ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس لطیفہ میں بھی ذکر جاری ہو جاتا ہے اور صفات رذیلہ حسد وبخل کی اصلاح ہو کر اس لطیفہ کے عجیب وغریب احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں، اس کے بعد لطیفہ اخفی کا ذکر بتائے۔

سبق پنجم، لطیفہ اخفی

اس کا مقام وسط سینہ ہے، اس میں بھی حسب سابق ذکر تلقین کرے، اس کی سیر اعلیٰ اور یہ ولایت محمد یہ خاصہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا مقام ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس لطیفہ میں بھی ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ اور

تکبر وفخر وغیرہ رذائل کی اصلاح ہو کر قرب وحضور وجمعیت حاصل ہوجاتی ہے۔ اگر چہ ہر لطیفہ کے ذکر میں قرب وحضور اور جمعیت حاصل ہوتی ہے لیکن لطیفہ اخفی کا مقام تمام مقامات سے عالی ہے (طوبی لمن له هذا المقام و لمن راه) اس کے بعد لطیفہ نفس کا ذکر تلقین کرے۔

سبق ششم، لطیفہ نفس

اس کے مقام میں صوفیائے کرامؒ نے اختلاف کیا ہے بعض کے نزدیک ناف سے نیچے دو انگشت کے فاصلہ پر ہے لیکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نزدیک اس کا مقام وسط پیشانی ہے۔ محققین نے اس میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ پیشانی پر اس کا سر اور زیر ناف اس کا دھڑ ہے، اس میں بھی بطریق سابق ذکر کی تلقین کرے۔ اگر چہ اس کی حرکت چنداں محسوس نہیں ہوتی۔ پھر بھی جذب وشوق سے خالی نہیں رہتا۔ اس کی اصلاح کی علامت یہ ہے کہ نفس سرکشی کی بجائے ذکر کی لذت سے سرشار ہوجاتا ہے اور ذکر میں ذوق وشوق و محویت بڑھ جاتی ہے، بعد ازاں لطیفہ قالبیہ کا ذکر سکھائے۔

سبق ہفتم، لطیفہ قالبیہ

اس کو سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں۔ اس کا مقام ومحل تمام بدن ہے یعنی روئیں روئیں سے ذکر جاری ہوجاتا ہے کبھی سلطان الاذکار کی جگہ وسط سر (بالائے دماغ میں مقرر کرتے ہیں اور انگلی رکھ کر توجہ دیتے ہیں اس سے بھی بفضلہ تعالیٰ تمام بدن میں ذکر جاری ہوجاتا ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ سالک کے جسم کا گوشت پھڑکنے لگتا ہے کبھی بازو میں کبھی ٹانگ میں اور کبھی جسم کے کسی حصہ میں اور کبھی کسی حصہ میں حتیٰ کہ کبھی کبھی تمام جسم ذکر کے ساتھ حرکت کرنے لگتا ہے اور سالک ایک عجیب کیفیت وذوق محسوس کرتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

سبق ہشتم، ذکر نفی اثبات

قبل ازیں لطائف سبعہ کا بیان ہوا، ان لطائف میں ذکر جاری ہونے کے بعد نفی اثبات (لا الہ الا اللہ) کا ذکر حبس دم کے ساتھ یعنی سانس روک کر کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اول اپنے سانس کو ناف کے نیچے بند کرے۔ یعنی اندر کی جانب خوب سانس کھینچ کر ناف کی جگہ پر روک لے اور خیال کی زبان سے کلمہ لا کو ناف سے نکال کر اپنے دماغ تک پہنچائے اور لفظ الہ کو دائیں کندھے پر لے جائے اور لفظ الا اللہ کو عالم امر کے لطائف میں سے گذار کر قوت خیال سے دل پر اس شدومد کے ساتھ ضرب کرے کہ ذکر کا اثر تمام لطائف میں پہنچ جائے۔ اس طرح ہر دفعہ سانس روکنے کی حالت میں چند بار ذکر کرے پھر سانس چھوڑتے وقت محمد رسول اللہ خیال کی زبان سے کہے، ذکر میں معنی کا خیال رکھنا شرط ہے۔ کہ سوائے ذات حق کے کوئی مقصود نہیں ہے، اور لا کے ادا کرتے وقت اپنی ہستی اور تمام موجودات کی نفی کرے اور الا اللہ کہتے وقت ذات حق سبحانہٗ کا اثبات کرے، ایک سانس میں طاق عدد ذکر کرنے کی رعایت کرے یعنی ابتدا میں تین بار پھر پانچ بار علیٰ ہذا القیاس اپنی طاقت اور مشق کے مطابق بڑھاتا جائے حتیٰ کہ ایک سانس میں اکیس بار تک پہنچائے۔ اگر طاق عدد کی رعایت ہوسکے تو مفید ہے شرط نہیں ہے چند بار ذکر کرنے کے بعد نہایت عاجزی و انکساری سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی جناب میں یہ التجا کرے یاالٰہی تو ہی میرا مقصود ہے اور میں تیری ہی رضا کا طالب ہوں اپنی محبت ومعرفت مجھے عنایت فرما۔ اگر اکیس بار تک پہنچایا اور کوئی فائدہ نہ ہوا تو پھر شروع سے یعنی تین بار سے بڑھا کر اکیس بار تک لیجائے، بازگشت، نگہداشت، وقوف قلبی، وقوف عددی وغیرہ کی رعایت کرے۔

اثرات: اس ذکر کے اثرات یہ ہیں کہ اس سے حرارت قلب، ذوق وشوق، رقت قلب، نفی خواطر، زیادتی محبت حاصل ہوتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ کشف کے حاصل ہونے کا سبب ہوجائے، چونکہ اس ذکر میں گرمی بہت ہوتی ہے اس لئے مرشد کو چاہئے کہ گرمیوں میں اس ذکر کی تلقین نہ کرے بلکہ سردیوں میں بھی سالک کی طبیعت کا اندازہ کر کے کمی بیشی کا حکم کرے حتیٰ کہ بعض بزرگوں نے اس ذکر کو پانی میں کھڑے ہو کر کیا ہے۔ اگر سانس کا روکنا کسی کو تکلیف دے تو اس کو نیز گرمیوں میں ہر شخص کو بغیر سانس روکے بلا رعایت وقوف عددی اس ذکر کو کرنا چاہئے۔ واضح ہو کہ یہ ذکر تمام سلوک کا مکھن ہے اس لئے طالب صادق کو اس کے حصول میں پوری

کوشش کرنی چاہئے۔

سبق نہم، ذکر تہلیل لسانی

اس ذکر کا طریقہ بھی وہی ہے جو اوپر نفی اثبات کے ذکر میں بیان ہوا مگر اس میں سانس نہیں روکا جاتا اور کلمہ شریفہ **لا اله الا الله** کا ذکر شرائط مذکورہ بالا کے ساتھ زبان سے کیا جاتا ہے خیال سے نہیں اس کی ادنیٰ تعداد گیارہ سو مرتبہ اور اعلیٰ پانچ ہزار مرتبہ ہے، اگر ایک وقت میں نہ ہو سکے تو دن رات کے متفرق وقتوں میں پورا کرلے، اس سے بھی زیادہ کرے تو زیادہ فائدہ حاصل ہوگا، اس ذکر کو چلتے، پھرتے لیٹے، بیٹھے، وضو سے ہو یا بے وضو ہر وقت کرسکتا ہے البتہ باوضو ہونا افضل اور معنی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔۔۔۔۔۔ اثرات: اس کے اثرات بھی حسب سابق ہیں، ہر دو طریقہ کے ذکر نفی اثبات میں خطرات کی نفی، حضور قلب، لطائف کی اپنے مقامات سے فوق الفوق کی طرف کشش اور دل پر فوق یا کسی اور جانب سے واردات کا نزول ہونا حتیٰ کہ واردات کا نزول ہو کر سالک پر فنا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

نیات مراقبات

صفائی باطن کا دوسرا طریقہ مراقبہ ہے، دل کو وساوس و خطرات سے خالی کر کے فیض خداوندی اور رحمت الٰہی کا انتظار کرنا اور اس فیض کا اس کے مورد پر وارد ہونے کا لحاظ کرنا مراقبہ کہلاتا ہے جس لطیفہ پر فیض الٰہی وارد ہوتا ہے اس لطیفہ کو مورد فیض کہتے ہیں۔ اب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ اسرارہم کے مراقبات کی نیات و کیفیات اور اثرات درج کئے جاتے ہیں۔

سبق دہم مراقبہ احدیت:

نیت: میرے لطیفہ قلب پر اس ذات والا صفات سے فیض آرہا ہے جو تمام کمالات اور خوبیوں کی جامع ہے اور جملہ عیوب و نقائص سے منزہ و پاک ہے اور اس مبارک اللہ کا مسمی ہے۔ زبان خیال کے ساتھ یہ نیت کر کے فیضان الٰہی کے انتظار میں بیٹھا رہے۔ اس مراقبہ میں جمعیت اور حضور قلب کی نسبت حاصل ہونے کی طرف توجہ رکھنی چاہئے اور تنزیہ و تقدیس ذات حق سبحانہ کا پوری طرح خیال رکھنا چاہئے۔

اثرات: خطرات قلبی کے بالکلیہ زائل ہونے یا کم ہونے کو جمعیت کہتے ہیں۔ قلب کی توجہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف پیدا ہونے کو حضور کہتے ہیں۔ مراقبہ احدیت میں سالک کو حق تعالیٰ کے ساتھ حضور اور اس کے ماسوی سے غفلت حاصل ہو جاتی ہے حتیٰ کہ کم از کم چار گھڑی تک خطرے و وسوسے کے بغیر یہ حضور حاصل ہو جائے تو سمجھنا چاہئے کہ اس مراقبہ کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں (مراقبہ احدیت کے بعد مراقبات مشارب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مشارب جمع مشرب کی ہے بمعنی راہ و گھاٹ، ان مراقبات کے ذریعہ سالک مقام فنا تک پہنچ جاتا ہے اس لئے ان کو مشاربات کہتے ہیں۔ عالم امر کے ہر لطیفہ کا اصل عرش کے اوپر ہے چنانچہ لطیفہ قلب کی اصل تجلی افعال الٰہی ہے، لطیفہ روح کی اصل تجلی صفات ثبوتیہ ہے، لطیفہ سر کی اصل تجلی شیونات ذاتیہ ہے، لطیفہ خفی کی اصل تجلی، صفات سلبیہ ہے، لطیفہ اخفی کی اصل تجلی شان جامع ہے، جب تک ہر لطیفہ نورانی ہو کر اپنی اصل تک نہ پہنچے اس لطیفہ کی فنا حاصل نہیں ہوتی۔ واضح ہو کہ جب تک ہر مراقبہ کا اثر سالک کے لطیفہ پر محسوس نہ ہو ہرگز دوسرے مراقبہ کی تلقین نہ کی جائے۔ ورنہ ماسویٰ کا خیال دل سے کبھی دور نہ ہوگا اور اس کو مقام فنا تک جو ولایت کا پہلا قدم ہے رسائی نصیب نہ ہوگی۔

مراقبات مشارب

سبق یازدہم، مراقبہ لطیفہ قلب

نیت: سالک اپنے لطیفہ قلب کو آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ قلب مبارک کے مقابل تصور کر کے زبان خیال سے جناب الٰہی میں التجا کرے کہ "یا الٰہی! تجلیات افعالیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ قلب سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفہ قلب میں القا فرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ قلب میں بھی القا فرمادے۔

اثرات: اس لطیفہ کے مراقبہ میں اپنے افعال اور تمام مخلوق کے افعال سالک کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور ایک فاعل حقیقی کے فعل کے سوا اس کی نظر میں اور کچھ نہیں آتا جب اس دید کا غلبہ ہو جاتا ہے تو سالک کائنات کی ذات و

صفات کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات وصفات کا مظہر دیکھتا ہے اور ماسویٰ کو اس قدر بھول جاتا ہے کہ بتکلف یاد کرنے پر بھی یاد نہیں آتا۔ اور دنیا کے غم وخوشی سے قلب متاثر نہیں ہوتا۔ اس کو فنائے لطیفہ قلب کہتے ہیں۔

سبق دوازدہم، مراقبہ لطیفہ روح

نیت: سالک اپنے لطیفہ روح کو آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ روح کے مقابل تصور کر کے زبان خیال سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے یا الٰہی! تجلیات صفات ثبوتیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ روح سے حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لطیفہ روح میں القا فرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ روح میں بھی القا فرمادے۔

صفات ثبوتیہ، حیوۃ، علم قدرت، سمع، بصر، ارادہ وغیرہ ہیں۔۔۔۔۔۔ اثرات: لطیفہ روح کی فنا اس وقت حاصل ہوتی ہے جب سالک کی نظر سے اپنی اور تمام مخلوقات کی صفات غائب ہوجائیں اور تمام صفات کی نسبت حق تعالیٰ ہی کی طرف نظر آئے۔ اس مقام میں جب سالک اپنے آپ سے اور تمام مخلوقات سے وجود کی نفی کرتا ہے جو کہ تمام صفات کی اصل ہے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے وجود کا اثبات نہیں کرتا تو ناچار توحید وجودی کا قائل ہوجاتا ہے۔

سبق سیزدہم، مراقبہ سر

نیت: سالک اپنے لطیفہ سر کو آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ سر کے مقابل تصور کر کے زبان خیال سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے کہ یا الٰہی تجلیات شیون ذاتیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ سر سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفہ سر میں القا فرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ سر میں القا فرمادے۔ شیون جمع ہے شان کی اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ شان ذاتیہ ہے کہ جس سے وہ صفات ثبوتیہ کے ساتھ موصوف ہے قولہ تعالیٰ کل یوم ھو فی شان (یعنی ہر روز وہ (اللہ تعالیٰ) ایک شان میں ہے۔)۔۔۔۔۔۔۔ اثرات: فنائے سر یہ ہے کہ سالک اس مقام میں اپنی ذات کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات میں مٹا ہوا پاتا ہے اور اسے ذات حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی ذات نظر نہیں آتی۔ جب سالک ذات وصفات الٰہی میں فنا ہوجاتا ہے تو طعن وملامت کی پروا نہیں کرتا اور نہ ہی کسی تعریف وتوصیف کا خواہشمند رہتا ہے، صرف ذات حق میں مستغرق رہتا ہے۔

سبق چہاردہم، مراقبہ لطیفہ خفی

نیت: سالک اپنے لطیفہ خفی کو آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ خفی کے مقابل تصور کر کے زبان خیال سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے، کہ یا الٰہی تجلیات صفات سلبیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ خفی سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفہ خفی میں القا فرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ خفی میں بھی القا فرمادے۔"

۔۔۔۔۔۔۔ صفات سلبیہ کا مطلب یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے، وہ جسم وجسمانی، عرض وجوہر، مکانی وزمانی حال ومحل، محدود ومتناہی ہونے سے بھی پاک ہے، بے جہت، بے کیف، بے نسبت اور بے مثل ہے اس کی ضد وند، ہمسر ومثل ہونا اس کی پاک بارگاہ سے مسلوب ومفقود ہے، ماں باپ، زن واولاد سے پاک ہے، کیونکہ یہ سب حدوث کے نشانات ہیں اور ان سے نقص لازم آتا ہے، تمام قسم کے کمالات حق تعالیٰ کی جناب کے لئے ثابت ہیں اس لئے امکان وحدوث کی صفات جو سراسر نقص و شرات ہیں اس کی جناب پاک سے سب مسلوب سمجھنی چاہئیں۔۔۔۔۔۔۔ اثرات: اس لطیفہ کی فنا یہ ہے کہ سالک اس مقام میں حق سبحانہ وتعالیٰ کو تمام عالم سے ممتاز و منفرد پاتا ہے اور جمیع مظاہر سے مجرد ویگانہ دیکھتا ہے۔

سبق پانزدہم، مراقبہ لطیفہ اخفی

نیت: سالک اپنے لطیفہ اخفی کو آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ اخفی کے مقابل تصور کر کے زبان خیال سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے۔ یا الٰہی! تجلیات شان جامع کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ اخفی مبارک میں القا فرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ اخفی میں القا فرمادے۔۔۔۔۔ صفات وشیونات کی اصل کو شان

جامع کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔ اثرات: اس لطیفہ کی فنا یہ ہے کہ سالک کو اخلاق حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اور اخلاق نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تخلق و اتصاف و آراستگی حاصل ہو جاتی ہے اور یہی اثرات آئندہ مقامات میں پختہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس مقام میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری طرح اتباع کرنا مفید ہوتا ہے۔

(تنبیہ) ان پانچوں مراقبات مشارب میں ہر مراقبہ کی نیت کر کے جب اس لطیفہ کے فیض کے انتظار میں بیٹھے تو ہر اس لطیفہ کو جس میں مراقبہ کر رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے سلسلہ کے تمام بزرگوں کے اس لطیفہ کے سامنے ان شیشوں کی مانند جو آپس میں ایک دوسرے کے سامنے ہوں فرض کر کے خیال کرے کہ اس لطیفہ کا خاص فیض جناب باری تعالیٰ سے آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لطیفہ میں آرہا ہے پھر سلسلہ کے تمام بزرگوں کے اس لطیفہ کے آئینوں میں سے منعکس ہو کر میرے اس لطیفہ میں آرہا ہے تاکہ حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی (یعنی میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں) کے بموجب اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

نیز یہ جاننا چاہئے کہ عالم امر کے ان پانچوں لطائف کے فنا حاصل ہونے کے بعد دائرہ امکان کی سیر ختم ہو جاتی ہے اس سیر میں جمعیت، حضور، جذب لطائف بسوئے اصول خود اور حالات وواردات (جو فوق سے سالک پر وارد ہوتے ہیں۔ اور سالک ان کو برداشت کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے۔) کا حاصل ہونا ضروری ہے۔

سبق شانز دہم، مراقبہ معیت

نیت: سالک اس مراقبہ میں آیہ کریمہ وھو معکم اینما کنتم (یعنی وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے) کے معنی کا خیال کر کے خلوص دل کے ساتھ زبان خیال سے یہ تصور کرے کہ "اس ذات پاک سے جو میرے ساتھ اور کائنات کے ہر ذرے کے ساتھ جسکی صحیح کیفیت حق تعالیٰ ہی جانتا ہے میرے لطیفہ قلب پر فیض آرہا ہے فیض کا منشا و مبداء ولایت صغریٰ کا دائرہ ہے جو اولیائے عظام کی ولایت اور اسماء وصفات مقدسہ الٰہی کا ظل ہے۔" ۔۔۔۔ اثرات: اس مرتبہ میں فنائے قلبی حاصل ہوتی ہے اور دائرہ امکان کے باقی اثرات کی تکمیل ہوا کرتی ہے، اس مقام میں تجلیات افعالیہ الٰہیہ میں سیر واقع ہوتی ہے، توحید وجودی و ذوق وشوق واہ و نالہ و استغراق و بیخودی ودعام حضور ونسیان ماسواء جس کو فناء قلب بھی کہتے ہیں حاصل ہوجاتا ہے۔ اس مقام میں ذکر تہلیل لسانی توجہ قلبی کے ساتھ کرنا بہت فائدہ بخشتا ہے، اور توجہ فوق سے ہٹ کر شش جہات کا احاطہ کر لیتی ہے۔ پس جب لوح دل سے ماسویٰ کا خیال مٹ جائے اور توجہ الی اللہ میں اس قدر محویت واستغراق ہو جائے کہ تکلف سے بھی غیر کا خیال پیدا کرنا دشوار ہو جائے اور تمام دنیوی تعلقات کا رشتہ دل سے ٹوٹ جائے تو فنائے قلبی حاصل ہوتی ہے جو کہ ولایت کا پہلا قدم ہے اور باقی کمالات کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہے۔

(فائدہ) حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا سلوک یہیں تک ہے اس سے آگے کے اسباق بالتفصیل حضرت حق جل مجدہ کی جناب سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو مرحمت ہوئے ہیں جن کی تفصیل آگے درج ہے۔ اس مقام کی تکمیل پر اکثر مشائخ کرامؒ سالک کو طریقہ سکھانے کی اجازت مرحمت فرما دیتے ہیں۔ اور وہ اسی تبلیغ کے ضمن میں باقی سلوک کی تکمیل بھی کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا پیر طریقت کو چاہئے کہ جب تک خود یا وجدان سالک سے اس کے حالات میں تغیر وتبدل، جذب تام اور کمال جمعیت وحضور کو ملاحظہ نہ کرے ان مقامات کے حاصل ہونے کی نسبت بشارت نہ دے کہ اس سے طریق عالیہ کی بدنامی ہے۔ واضح رہے کہ خدا تعالیٰ کی یاد کے سوا سب چیزوں کو بھولنا لطیفہ قلب کی فنا ہے۔ اور دوام حضور یعنی اس یاد میں دائمی طور پر ثابت قدم رہنا کہ کسی وقت بھی غافل نہ ہو لطیفہ قلب کی بقا کہلاتی ہے اس کو دائرہ ولایت صغریٰ کہتے ہیں اور حصول بقا کے بعد سالک حقیقت میں داخل ہوتا ہے۔

ولایت کبریٰ

جاننا چاہئے کہ کمال فنا ولایت کبریٰ میں حاصل ہوتا

ہے، ولایت کبریٰ سے مراد فنائے نفس اور رذائل سے اس کا تزکیہ اور انانیت وسرکشی کا زائل ہوجانا ہے اور اس کو دائرہ سماء و صفات شیونات بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس میں تجلیات خمسہ افعالیہ، ثبوتیہ، شیون ذاتیہ، سلبیہ، شان جامع) کے اصول میں سیر واقع ہوتی ہے۔ دائرہ ولایت کبریٰ تین دائروں اور ایک قوس نصف دائرہ پر مشتمل ہے۔ ھذا:۔

سبق ہفدہم، دائرہ اولیٰ

نیت: سالک اس مراقبہ میں آیہ کریمہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید (یعنی ہم بندہ کی رگِ جان (شہ رگ) سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ اس ذات سے جو میری رگِ جان سے بھی زیادہ میرے قریب ہے اور اس قرب کی حقیقت حق تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میرے لطیفہ نفس اور عالم امر کے پانچوں لطائف پر فیض آرہا ہے۔ فیض کا منشاء ومبداء ولایت کبریٰ کا دائرہ اولیٰ ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور ولایت صغریٰ کے دائرہ کی اصل ہے۔ اس دائرہ اولیٰ کا نصف اسفل اسماء و صفات زائدہ پر اور نصف عالی شیونات ذاتیہ پر مشتمل ہے۔ انسان کی جان صفات الٰہیہ کا ظل ہے اور ظل اصل کے ساتھ قائم ہوتا ہے اس لئے اصل ظل سے وجود مخلوق کے زیادہ قریب ہے اقربیت ومعیت کا معاملہ عقل کی حدود سے باہر اور کامل انکشاف پر موقوف ہے۔

سبق ہفدہم، دائرہ ثانیہ

نیت: سالک اس مراقبہ میں آیہ کریمہ یحبھم ویحبونہ (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔) کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے۔ اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں میرے لطیفہ نفس پر فیض آرہا ہے، فیض کا منشاء ومبداء ولایت کبریٰ کا دائرہ ثانیہ ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرہ اولیٰ کی اصل ہے۔

سبق نوزدھم' دائرہ ثالثہ:

نیت سالک اس مراقبہ میں آیت کریمہ یحبھم ویحبونہ کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اُسے دوست رکھتا ہوں میرا لطیفہ نفس پر فیض آرہا ہے۔ فیض کا منشاء ومبداء ولایت کبریٰ کا دائرہ ثالثہ ہے جو انبیاء اکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرۂ ثانیہ کی اصل ہے۔

سبق بستم، قوس

نیت: سالک اس مراقبہ میں بھی آیہ کریمہ یحبھم ویحبونہ کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہیں اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں میرے لطیفہ نفس پر فیض آرہا ہے، فیض کا منشاء ومبداء ولایت کبریٰ کی قوس ہے انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرہ ثالثہ کی اصل ہے۔ پس دوسرے دائرہ میں پہلے دائرہ کی اصل میں سیر واقع ہوگی اور تیسرے دائرہ میں اس اصل کی اصل میں اور قوس میں اصل اصل کی اصل میں سیر واقع ہوگی، یہ اصول ثلاثہ حضرت ذات میں اعتبارات ہیں جو کہ صفات وشیونات کے مبادی ہیں۔

ہر سہ دائرہ اور قوس کے اثرات: نظر کشفی میں ان تینوں دائروں اور قسم کے حصول میں امتیاز وفرق ضعف وقوت میں کثرت وقلت انوار ہے اور نسبت فوق نیچے والی نسبت سے زیادہ بے رنگ ہوتی ہے یعنی اس طرح پر کہ پہلے دئرہ اقربیت میں آگے کے ڈھائی دائروں سے زیادہ قوت اور انوار کی کثرت ہے، دوسرے دائرے میں اس سے کم اور ضعیف اور تیسرے میں دوسرے سے کم اور ضعیف اور قوس میں اس سے کم اور ضعیف بعض کشف عالی طبیعتوں پر ہر دائرہ سورج کی ٹکیہ کی مانند منور ظاہر ہوتا ہے اور جس قدر یہ دائرہ منکشف ہوتا ہے۔

اسی قدر نور کی چمک ظاہر ہوتی اور بڑھتی رہتی ہے اور جتنا دائرہ طے ہونے سے باقی رہتا ہے آفتاب کے کسوف (گرہن) کی مانند نظر آتا ہے اور اس مقام میں نفس کو استہلاک و اضمحلال (ہلاک ہونا اور گھٹنا) ہوتا ہے۔ ایسی حالت پیدا ہوجاتی ہے جس طرح کہ دھوپ میں برف پگھلتا ہے یا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے اور عین اور اثر زائل ہوجاتے ہیں اور وجود کا نام ونشان باقی نہیں رہتا یعنی سالک

اپنے وجود کو حضرت حق جل مجدہ کے وجود کا پرتو اور اپنے وجود کے توابع کو حق جل مجدہ کے وجود کے پرتو کے توابع جانتا ہے (اور یہ محو اضمحلال نظری ہے یعنی سالک کا وجود تعین اس کی نظر سے جاتا رہتا ہے حقیقت اور نفس الامر میں محو نہیں ہوتا) نفس کی انانیت اور سرکشی ٹوٹ جاتی ہے اور صفات رذیلہ حسد، بخل، حرص، کینہ، تکبر، بڑائی، حب جاہ وغیرہ سے اس کا تزکیہ (صفائی) ہو جاتا ہے شرح صدر صبر وشکر، رضا برحکم قضا، ورع تقویٰ وزہد وغیرہ صفات حمیدہ پیدا ہو جاتی ہیں، فیض باطن کا معاملہ جو پہلے دماغ سے تعلق رکھتا تھا اب سینے سے متعلق ہو جاتا ہے اس وقت شرح صدر حاصل ہو جاتا ہے اور حسب استعداد سینہ میں اس قدر وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ اگرچہ سیر قلبی میں بھی وسعت قلب بہت ہوتی ہے لیکن وہ فقط قلب تک ہی محدود ہوتی ہے اور وسعت صدر تمام سینے میں خصوصاً لطیفہ اخفی میں ہوتی ہے، احکام الٰہی کے ادا کرنے میں بلا چون وچرا مشغول ہو جاتا ہے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ استدلالی علم بدیہی ہو جاتا ہے مواعید الٰہی پر کامل یقین ہو جاتا ہے نفس مطمئنہ ہے، توحید شہودی جلوہ گر ہو کر حقیقی اسلام سے مشرف ہو جاتا ہے یعنی حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت وکبریائی سالک کے سامنے جلوہ گر ہو کر باطن پر ہیبت الٰہی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور تمام احوال میں راضی برضائے الٰہی رہتا ہے اور اپنی نیتوں کو قصوروار دیکھتا ہے اور اپنے عملوں کو ناقص جانتا ہے۔ ان دائروں اور قوس کے مراقبات کے زمانے میں ذکر تہلیل لسانی معنی ودیگر شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے کرنا ترقی بخشتا ہے۔۔۔۔۔ اسماء وصفات کے ظلال (جو کہ انبیاء وملائکہ کرام علیہم السلام کے سوا تمام مخلوقات کے مبادی تعینات ہیں) کہ سیر کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں اور اس میں توحید وجودی وذوق وشوق ودوام حضور ونسیان ماسوا وغیرہ کی صورت حاصل ہوتی ہے، جس کو فنائے قلب کہتے ہیں، ولایت کبریٰ میں اسماء وصفات وشیونات الٰہیہ میں سیر واقع ہوتی ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مبادی تعینات ہیں۔ اور اس میں فنا کی حقیقت حاصل ہوتی ہے جس کو فنائے نفس کہتے ہیں۔ ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ کی سیر اسم الظاہر میں ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو اسم الظاہر کا سلوک کہتے ہیں اور یہ مراقبہ اسم الظاہر پر ختم ہوتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔

سبق بست ویکم، مراقبہ اسم الظاہر

نیت: اس ذات سے جو اسم الظاہر کا مسمّی ہے میرے لطیفہ نفس اور غلام امر کے پانچوں لطیفوں پر فیض آ رہا ہے۔'' یہ نیت کر کے بدستور فیض اخذ کرے۔ اثرات: اس مراقبہ میں زیادت فیض لطیفہ نفس پر وارد ہوتا ہے اور اس میں انوار سفید مائل بہ سبزی معلوم ہوتے ہیں ایک قسم کی خنکی و آرام اور استغراق کامل کے ساتھ اسرار ومظاہر ہویدا ہوتے ہیں، ولایت کبریٰ کی نسبت باطن میں فراخی اور قوت پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح ہر اوپر کے دائرے میں نیچے والے کی نسبت تقویت اور تکمیل ہوتی رہتی ہے۔

ولایت کبریٰ کے محاذات و مقابل میں دائرہ سیف قاطع ہے جب سالک اس دائرہ میں قدم رکھتا ہے تو وہ اپنی ہستی کو کاٹنے والی تلوار کی مانند کاٹ ڈالتا ہے اور اس کا نام ونشان نہیں چھوڑتا۔ یہ دائرہ داخل سلوک نہیں بعض کو پیش آتا ہے اور بعض کو نہیں۔ ولایت کبریٰ کے دائروں اور مراقبہ اسم الظاہر میں تہلیل لسانی معنی کا خیال رکھتے ہوئے بطریق مذکور کرنا بہت فائدہ دیتا ہے۔

ولایت کبریٰ کی تکمیل یعنی مراقبہ اسم الظاہر کے بعد ملائکہ عظام کے مبادی تعینات میں سیر واقع ہوتی ہے جو ولایت علیا کہلاتی ہے اور اس سیر کو اسم الباطن کی سیر کہتے ہیں۔ اس کے مراقبہ کا طریقہ یہ ہے۔

سبق بست ودوم، مراقبہ اسم الباطن

نیت: اس ذات سے جو اسم الباطن کا مسمّی ہے میرے عناصر ثلاثہ (علاوہ عنصر خاک) یعنی آگ، پانی ہوا پر فیض آ رہا ہے۔ فیض کا منشا دائرہ ولایت علیا ہے جو ملائکہ عظام کی ولایت ہے۔ یہ نیت کر کے عناصر ثلاثہ پر فیض حاصل کرنے کا خیال کرے۔ اثرات: اس مراقبہ میں عناصر ثلاثہ کو توجہ وحضور وعروج ونزول حاصل ہوتا ہے، باطن کے اندر عجیب وسعت اور ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی دنیا) کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ فرشتے ظاہر ہونے لگیں۔ اس مقام میں

ذکر تہلیل لسانی ونفل طول قرائت کے ساتھ بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے اور رخصت پر عمل کرنا بہتر نہیں بلکہ عزیمت پر عمل کرنے سے ترقی ہوتی ہے۔ کیونکہ رخصت پر عمل کرنے سے سالک بشریت کی طرف کھنچ جاتا ہے اور عزیمت پر عمل کرنے سے فرشتوں کی صفت کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی ہے جس قدر فرشتوں کی صفت کے ساتھ مناسبت بڑھے گی اسی قدر اس ولایت میں ترقی ہوگی، کبھی یہ دائرہ اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ اسماء وصفات حق سبحانہ وتعالیٰ اس دائرہ کو سورج کی شعاعوں کی مانند احاطہ کرلیتی ہیں اور کبھی شعاعوں کے خطوط کے بغیر بھی یہ دائرہ ظاہر ہوتا ہے اور کمال بے رنگی ظاہر ہوتی ہے اور اس میں اسماء وصفات الٰہی اپنے مسمّٰی کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔ اسم الظاہر واسم الباطن کی سیر میں فرق یہ ہے کہ اسم الظاہر کی سیر میں ذات کے ملاحظہ کے بغیر محض تجلیات صفاتی ظاہر ہوتی ہیں اور اسم الباطن کی سیر میں اگرچہ اسماء وصفات کی تجلیات بھی وارد ہوتی ہیں لیکن کبھی کبھی ذات تعالت وتقدست بھی مشہود ہوجاتی ہے کہ اس کے اسرار بہت ہی پوشیدہ رکھنے کے لائق ہیں۔

جب اسم ظاہر وباطن کے دو پر سالک کو حاصل ہوگئے تو اب بات آسان ہوگئی۔ اس مقام تک سالک کی سیر ظلال یا صفات میں تھی اس کے بعد سالک کا معاملہ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے ساتھ شروع ہوگا اور اس کی سیر تجلی ذات دائمی میں واقع ہوگی۔ تجلی ذاتی دائمی کے تین درجے ثابت کئے گئے ہیں۔ مرتبہ اول کو کمالات نبوت مرتبہ دوم کو کمالات رسالت مرتبہ سوم کو کمالات اولوالعزم کہتے ہیں۔ تفصیل آگے درج ہے۔

سبق بست وسوم، مراقبہ کمالات نبوت

نیت: اس ذات محض سے جو منشاء کمالات نبوت ہے میرے لطیفہ عنصر خاک پر فیض آرہا ہے۔ یہ نیت کرے تجلی ذاتی دائمی کا فیض بے پردہ اسماء وصفات حاصل کرے۔ اثرات: اس مقام پر پہلے والے معارف سب مفقود ہوجاتے ہیں اور تمام سابقہ باطنی حالات بیکار اور برے معلوم ہونے لگتے ہیں، نسبت باطن میں کمال وسعت وبے رنگی وبے کیفی اور یاس وحرمان حاصل ہوتے ہیں، اور ایمانیات وعقائد حقہ میں یقین قوی ہوجاتا ہے اور استدلالی علم بدیہی ہوجاتا ہے **لا تدرکہ الا ابصار** کے مصداق یافت اور ادراک یہاں پر نارسائی کی علامت ہے۔ اس مقام کے معارف وحقائق انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں ہیں اور اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اسرار مقطعات قرآن حاصل ہوتے ہیں اور باطن میں اس قدر وسعت ہوجاتی ہے کہ ولایت صغریٰ وکبریٰ وعلیا اس کے سامنے بالکل لاشئی اور محض تنگ معلوم ہوتی ہیں۔ ان مذکورہ تینوں ولایتوں میں البتہ ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت پائی جاتی ہے۔ اگرچہ وہ صورت وحقیقت کی مناسبت ہوتی ہے لیکن اس مقام میں یہ نسبت بھی مفقود ہے۔ سابقہ حالت باطن کے مفقود ہوجانے یاس وناامیدی پیدا ہونے اور اپنے آپ کو قصوروار دیکھنے حتیٰ کہ اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بھی بدتر جاننے کے باوجود اس کو وصل عریانی کی حقیقت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس سے پہلے جو وصل حاصل تھا وہ دائرہ وہم وخیال میں داخل تھا، اس جگہ وصول ہے حصول نہیں ہے، اور اس مقام میں رویت کی تشبیہ حاصل ہوتی ہے اگرچہ رویت کا وعدہ آخرت میں ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے۔۔ صفائی وقت وحقیقت اطمینان واتباع آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوا کرے گا شرعیہ، اخبار غیب، وجود حق وصفات حق سبحانہ معاملہ قبر وحشر ونشر ومافیہا وبہشت ودوزخ وغیرہ جن کی مخبر صادقؐ نے خبر دی ہے اس مقام میں بدیہی اور عین الیقین کے درجہ پر حاصل ہوجاتے ہیں کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی اور **ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی** کا بھید اس مقام میں ظاہر ہوتا ہے اور اس معاملے کی ایسی حقیقت سالک پر ظاہر ہوتی ہے کہ تحریر اور تقریر میں نہیں آسکتی۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے اور متبعین کو انبیاء علیہم السلام کی متابعت ووراثت سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اس مقام میں قرآن مجید کی تلاوت آداب وترتیل کے ساتھ اور نماز نوافل کی کثرت آراء کی رعایت کے ساتھ اور حدیث شریف کے پڑھنے پڑھانے کا شغل اور اتباع سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ اذکار جو احادیث سے ثابت ہیں بہت فائدہ اور ترقی بخشتے ہیں، بلکہ یہ چیزیں حقائق سبعہ میں بھی جو آگے آئیں گے مفید اور موجب ترقی ہیں۔

سبق بست وچہارم، مراقبہ کمالات رسالت ہیں

نیت: اس ذات بحت سے جو کمالات خاص رسالت کا

منشا ہے میری ہیئت وحدانی مجموعہ لطائف عالم امر وخلق پر فیض آ رہا ہے۔'' یہ نیت کر کے تجلی ذاتی دائمی کا فیض حاصل کرے۔

اثرات: اس مراقبہ میں بھی وہی کیفیات مراقبہ نبوت یعنی بے رنگی و بے کیفی و لطافت وغیرہ مزید ترقی کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں۔ سالک کو حصول فنا و تصفیہ و تزکیہ لطائف عشر کے بعد عالم امر وخلق کے دسوں لطیفوں میں جو اعتدال پیدا ہوتا ہے اس ہیئت کو ہیئت وحدانی کہتے ہیں۔۔ اس مقام میں اور بعد کے تمام مراقبات میں عروج ونزول وانجذاب تمام بدن کا حصہ ہے یعنی یہاں سے آخری سبق تک مورد فیض سالک کی ہیئت وحدانی ہے ان سب مقامات میں تلاوت قرآن مجید اور نماز بطول قرات ترقی بخشتی ہے۔

سبق بست و پنجم، مراقبہ کمالات اولوالعزم

نیت: اس ذات سے جو کمالات اولوالعزم کا منشاء ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔''

اس نیت سے بطریق مذکور تجلیات ذاتی دائمی کا فیض اخذ کرے۔ اثرات: اس مراقبہ میں ہر دو کمالات سابقہ کی مثل فیض کے اثرات مرتب ہوتے ہیں پس ہر سہ کمالات میں تجلی ذاتی دائمی کا فیض بے پردہ اسماء وصفات حاصل ہوتا ہے، نفس کے اندر کمال اضمحلال اور وسعت باطن ووصل عریاں وحضور بے جہت واتباع شریعت ومعارف وحقائق کا فیضان ہوتا ہے اور ہر مقام میں پہلے سے زیادہ وسعت و بے رنگی پیدا ہو جاتی ہے اور اسرار مقطعات قرآنی اور متشابہات فرقانی کا انکشاف ہوتا ہے۔ جو کسی طرح بیان و تحریر میں نہیں آ سکتے اور عاشق (محب) ومعشوق (محبوب) کے رموز کہ جن کے کہنے اور سننے کی مجال نہیں ہے اس جگہ حاصل ہوتے ہیں، اس جگہ تلاوت قرآن مجید خاص کر نماز نوافل میں ترقی بخشتی ہے۔

(تنبیہ) اس دائرہ سے دائرہ منصب قیومت نکلتا ہے۔ اور یہ دائرہ بھی داخل سلوک نہیں۔ اس مرتبہ منصب قیومت سے خاص انبیاء علیہم السلام اور امت میں خاص خاص اولیاءؒ مشرف ہوئے ہیں، اس بندہ خاص پر اسم یا حی یا قیوم کا فیضان نازل ہوتا ہے اور اس کی ذات سے تمام زمین وآسمان کا قیام رہتا ہے، اس کے بعد دو راستے ہیں، مرشد کامل کو اختیار ہے جس راستے سے چاہے آگے چلائے۔ ایک راستہ حقائق الٰہیہ کا ہے اور یہ تین دائرے ہیں (۱) حقیقت کعبہ ربانی (۲) حقیقت قرآن مجید (۳) حقیقت صلوٰۃ۔ اور دوسرا حقائق انبیاء کا ہے اور یہ چار دائرے ہیں۔ (۱) حقیقت ابراہیمی (۲) حقیقت موسوی (۳) حقیقت محمدیؐ (۴) حقیقت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان دونوں کو ملا کر حقائق سبعہ کہتے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:۔

سبق بست و ششم، مراقبہ حقیقت کعبہ ربانی

نیت: اس ذات واجب الوجود سے جس کو تمام ممکنات سجدہ کرتی ہیں اور جو حقیقت کعبہ ربانی کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔ یہ نیت کر کے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور تمام ممکنات کا مسجود لہ ہونے کا مراقبہ کرے۔ اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی مشہود ہوتی ہے، سالک کے باطن پر ایک قسم کی ہیبت غالب ہو جاتی ہے وہ اپنے آپ کو اس شان سے متصف پاتا ہے اور ممکنات کی توجہ اپنی جانب جانتا ہے جب اس مرتبہ پاک کی فنا و بقاء حاصل ہو جائے تو مراقبہ حقیقت قرآن مجید تلقین کرے۔

سبق بست و ہفتم، مراقبہ حقیقت قرآن مجید

نیت: اس کمال وسعت والی بے مثل و بے چون ذات سے جو منشاء حقیقت قرآن مجید ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔ بعض اکابر نے اس مقام میں اس طرح دیکھا ہے کہ میں خانہ کعبہ کے اوپر آ گیا ہوں اور وہاں ایک زینہ رکھا ہوا ہے جس کے ذریعہ سے میں اوپر چڑھ کر حقیقت قرآن مجید میں داخل ہوا ہوں۔ اس مقام میں شرح صدر ہو جاتا ہے۔ وسعت و بے چونی میں احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں، کلام الٰہی کے بطون واسرار اس مقام میں ظاہر ہوتے ہیں اور کلام اللہ کے ہر حرف میں معانی یا ایک بے پایاں دریا نظر آتا ہے، پند ونصائح وقصص و حکایات اور اوامر ونواہی وغیرہ کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ قرآن مجید پڑھنے کے وقت قاری کی زبان شجرہ موسوی کا حکم حاصل کر لیتا ہے اور قاری کا تمام قالب جسم زبان بن جاتا ہے۔ قرآن مجید کے انوار کے ظاہر ہونے کی علامت غالباً عارف کے باطن کے اوپر ایک ثقل بوجھ کا وارد ہونا ہے

بموجب آیۃ کریمہ انا سنلقی علیک قولا ثقیلاً (یعنی بے شک عنقریب ہم تجھ پر ایک بھاری قول ڈالیں گے) نسبت حقیقت کعبہ معظمہ باوجود اس سب عظمت وکبریائی کے حقیقت قرآن مجید سے نیچے دکھائی دیتی ہے۔

(تنبیہ) اس دائرہ کے محاذات میں دائرہ حقیقت صوم واقع ہوا ہے، اس کے انوار واسرار بھی اسی کے متعلق ہیں اور یہ دائرہ بھی داخل سلوک نہیں ہے۔

سبق بست وہشتم، مراقبہ حقیقت صلوٰۃ

نیت: اس کمال وسعت والی بے مثل وبے چون ذات سے جو حقیقت صلوٰۃ کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے۔

اثرات۔ اس مقام میں حضرت ذات بیچون کی کمال درجہ کی وسعت ظاہر ہوتی ہے اور نماز کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے (نماز کے مدارج پہلے بیان ہو چکے ہیں) یہ مقام نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔ الصلوٰۃ معراج المومنین (ترجمہ:۔ نماز مومنوں کے لئے معراج ہے) اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ (ترجمہ:۔ بندہ نماز میں رب کے زیادہ نزدیک ہے) کا راز ظاہر ہوتا ہے اس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ حقیقت قرآن مجید اس کا ایک جزو اور حقیقت کعبہ اس کا دوسرا جزو ہے سالک جب اس حقیقت مقدسہ سے بہرہ ور ہوتا ہے تو نماز ادا کرتے وقت اس دار فانی سے باہر ہو کر دار آخرت میں داخل ہو جاتا ہے اور حدیث ان تعبد اللہ کانک تراہ بطریق کمال جلوہ گر ہو جاتی ہے، سالک کو چاہئے کہ نماز کی ادائیگی میں تمام سنن وآداب کی کماینبغی رعایت کرے تاکہ حقیقت صلوٰۃ جلوہ گر ہو جائے، لوگ نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں یہی وجہ ہے کہ صوفیوں کا ایک جمع غفیر اپنے اضطراب اور قبض کی تسکین وعلاج راگ ونغموں کے پردے میں دیکھتے ہیں اور اپنے مطلوب کو سماع ووجد وتواجد میں تلاش کرتے ہیں اسی لئے وہ رقص ورقاصی کو اپنی عادت بنالیتے ہیں۔ اگر نماز کے کمالات کا ایک شمہ بھی ان پر ظاہر ہوتا تو کبھی سماع ونغمہ کا دم نہ بھرتے اور وجد وتواجد کو یاد نہ کرے ان ہر سہ حقائق الٰہیہ میں سالک کے تمام وجود میں اضمحلال سرایت کر جاتا ہے اور وسعت باطن بتدریج اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔

سبق بست ونہم، مراقبہ معبودیت صرفہ

نیت: "اس ذات محض سے جو معبودیت صرفہ کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے" اسی کو لاتعین بھی کہتے ہیں۔

اثرات:۔ اس دائرے میں سیر قدمی کو گنجائش نہیں یعنی پرواز سے اس میں پہنچ سکتا بلکہ سیر نظری ہے نظر یعنی فکر سے فیض لے سکتا ہے کیونکہ نظر ہر جگہ پہنچ سکتی ہے۔ قدم صرف مقامات عابدیت میں پہنچتا ہے اور یہ مقام معبودیت صرفہ ہے۔ اس جگہ عابدیت اور معبودیت میں فرق ظاہر ہوتا ہے اور اس بات کا یقین کامل بھی اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے کہ معبود حقیقی یعنی احدیت مجردہ کے سوا کوئی اور کسی قسم کی عبادت کا مستحق نہیں اگرچہ اسماء وصفات ہی کیوں نہ ہوں" گویا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی اصل حقیقت اس جگہ منکشف ہوتی ہے کہ منتہیوں کے لئے اس کلمہ کے معنی لامعبود الا اللہ اور عابد معبود سے کماینبغی جدا ہو جاتا ہے اور شرک یہاں جڑ بنیاد سے اکھڑ جاتا ہے اس مقام مقدسہ میں نماز کی عبادت پر ترقی منحصر ہے۔

(فائدہ) حقائق الٰہیہ کی سیر یہیں تک تھی؛ اب حقائق انبیا کا بیان ہوتا اور یہ حقائق انبیاء جو کہ تعین جبی میں واقع ہیں اصل میں ولایت کبریٰ میں داخل ہیں چونکہ آخر میں منکشف ہوئے ہیں اس لئے سیر وسلوک میں بھی آخر میں واقع ہوئے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ جس طرح حقائق الٰہیہ میں ترقی اللہ تبارک وتعالیٰ کے محض فضل پر موقوف ہے اسی طرح حقائق انبیاء میں ترقی سید الابرار علیہ السلام کی محبت پر موقوف جانیں جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات کو دوست رکھتا ہے اسی طرح اپنی صفات وافعال کو بھی دوست رکھتا ہے۔ پس محبت کی دو قسمیں ہوئیں (۱) محبیت (۲) محبوبیت۔ محبیت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہوا اور محبوبیت کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) محبوبیت ذاتی اور (۲) محبوبیت صفاتی واسمائی۔ محبوبیت صفاتی واسمائی کا ظہور حضرت

ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ودیگر انبیاء علیہم السلام میں متحقق ہوا اور محبوبیت ذاتی کا ظہور حقیقت محمدی و احمدی ﷺ میں متحقق ہوا۔ پس اول کمالات صفاتی و حقیقت ابراہیمی میں سیر شروع ہوتی ہے پھر حقیقت موسوی میں پھر حقیقت محمدی واحمدیؐ میں سیر واقع ہوگی۔

حقائق انبیاء میں مراقبات کی تفصیل یہ ہے۔

سبق سی ام' مراقبہ' حقیقت ابراہیمی

نیت:۔ اس ذات سے جو حقیقت ابراہیمی کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے۔

اثرات:۔ اس بلند مقام میں سالک کو حضرت حق سبحانہ کے ساتھ خاص انسیت اور محبوبیت ظاہر ہو کر کمالات صفاتی و محبوبیت اسماء کا ظہور ہوتا ہے۔ مقام خلت اسی سے کنایہ ہے اور اس دائرہ کو دائرہ خلت بھی کہتے ہیں اور یہ نہایت عجیب و کثیر البرکات مقام ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس مقام میں حضرت خلیل علیہ السلام کے تابع ہیں اور سید الابرار حبیب خدا ﷺ کو بھی حکم اتباع ملت ابراہیم حنیفؑ سے مامور فرمایا۔ اسی لئے حضور ﷺ نے اپنے درود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درود سے تشبیہ فرمائی جیسا کہ نماز میں پڑھتے ہیں' پس اس مقام میں درود ابراہیمی (نماز والا درود) پڑھنا بہت خیر و برکت کا باعث ہے۔ اور سالک کو ذات حق سبحانہ کے ساتھ خاص انس وخلت و بے خودی پیدا ہو جاتی ہے اور محبوبیت صفاتی جو کہ عالم مجاز میں خط وخال اور قد و عارض وغیرہ سے تعبیر کی جاتی ہے بطور عکس جلوہ گر ہوتی ہے اسی لئے سالک سوائے ذات کے کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا اگرچہ وہ اسما وصفات ہوں یا ظلال اور مزارت مشائخ کرام ہوں یا ارواح طیبہ وملائکہ' اس کو غیر اللہ سے مدد مانگنا اچھا نہیں لگتا۔ ربی اعلم بحالی من سوالی (ترجمہ میرا رب میرے حال کو میرے سوال سے زیادہ جانتا ہے) اس پر وار در رہتا ہے لیکن اس مقام میں اس قدر بے رنگی نہیں ہے جتنی کہ محبوبیت ذاتی میں ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ اس مقام میں سالک کو حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت معلوم ہوتی ہے لیکن چاہئے کہ سوائے حبیب خدا ﷺ کے ایسی خصوصیت کے ساتھ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا طفیل سمجھے۔

سبق سی ویکم نیت مراقبہ' حقیقت موسوی

نیت:۔ اس ذات سے جو خود اپنا محب اور حقیقت موسوی کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے۔

اثرات:۔ اس مقام کو دائرہ محبت ذاتیہ صرفہ بھی کہتے ہیں۔ اس مقام میں سالک کو کمالات محبیت یعنی محبت ذاتی کے ظہور کے باوجود استغنا اور بے نیازی کا بھی ظہور ہوتا ہے حالانکہ یہ اجتماع ضدین ہے اور بعض طبیعتوں سے بعض وقت بے ساختہ رب ارنی انظر الیک (ترجمہ اے میرے رب تو مجھے اپنی ذات کا جلوہ دکھا تاکہ میں تیری طرف دیکھوں) نکلنے لگتا ہے بعض متحمل ہوتے ہیں اور برداشت کر لیتے ہیں اور اس عالی مقام میں ایسے کلمات کا ظہور کم ہی ہوتا ہے اور کم ہونا ہی مناسب ہے اس مقام میں درود شریف اللھم صلی علیٰ سیدنا محمد والہ واصحابہ و علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین خصوصاً علیٰ کلیمک موسیٰ علیہ السلام بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔

سبق سی ودوم' مراقبہ' حقیقت محمدیؐ

نیت:۔ اس ذات سے جو خود اپنا ہی محب اور اپنا ہی محبوب ہے اور حقیقت محمدی کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے۔

اثرات:۔ اس مقام میں محبوبیت ذاتیہ کا محبیت ذاتیہ کے ساتھ مل کر ظہور ہوتا ہے اس لئے اس کو دائرہ محبوبیت ذاتیہ ممترجہ کہتے ہیں اور اس کو حقیقت الحقائق اور تعین اول بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ دوسرے انبیاء وملائکہ کے حقائق کی اصل ہے اور دوسروں کے حقائق اس کے لئے ظل کی مانند ہیں اس مقدس مقام میں خاص طرز فنا و بقا حاصل ہوتی ہے اور سرور دین و دنیا ﷺ کے ساتھ ایک خاص قسم کا اتحاد میسر ہو جاتا ہے اور رفع توسط جس کے اکابر اولیا قائل ہوئے ہیں کے معنی اس مقام میں ظاہر ہوتے ہیں اور تابع (سالک) متبوع (آنحضرت ﷺ) کے رنگ میں ایسی مشابہت پیدا کر لیتا ہے گویا کہ ہر دو ایک ہی چشمے سے پانی پیتے ہیں اور دونوں ایک ہی محبوب کے

ہم آغوش وہمکنار وہم بستر ہیں اور دونوں شیر وشکر کی مانند ہیں اور ان سب امور کے باوجود اس کو آں سرور عالم ﷺ سے اس درجہ محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ امام الطریقہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اس قول کے معنی ظاہر ہوتے ہیں کہ ''میں خدائے عزوجل کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد ﷺ کا رب ہے''۔ یہ مقام حقائق انبیاء اور آسمانی کتابوں کے اسرار کا جامع ہے' سالک اس مقام میں تمام جزوی وکلی' دینی ودنیوی امور میں حبیب خدا ﷺ کے ساتھ مناسبت ومشابہت ہونے کو بہت ہی دوست رکھتا ہے۔ اس مقام کے اسرار بے حد ہیں جو نہ زبان پر لائے جا سکتے ہیں اور نہ ظاہری علم والوں کے لئے ان میں سے کوئی حصہ ہے۔ اس مقام میں علم حدیث کی تعلیم کا شوق اور رغبت کلی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس مقام میں درود شریف اللھم صلی علی سیدنا محمد وعلیٰ ال سیدنا محمد و اصحاب سیدنا محمد افضل صلواتک عدد معلوماتک وبارک وسلم بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔

سبق سی وسوم' مراقبہ حقیقت احمدیؐ

نیت:۔ اس ذات سے جو اپنا ہی محبوب ہے اور حقیقت احمدی کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آ رہا ہے''۔

اثرات:۔ یہ مقام محبوبیت ذاتی سے پیدا ہوا ہے اس لئے اس کو دائرہ محبوبیت ذاتیہ صرفہ بھی کہتے ہیں' اسی لئے اس مقام میں استغنا اور بے نیازی کی شان زیادہ کامل ہوتی ہے اور اس مراقبہ میں نسبت سابقہ غلبہ انوار کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے اور عجیب وغریب کیفیت حاصل ہوتی ہے کہ بیان وتحریر میں نہیں آ سکتی۔ بعض سالک اس جگہ اپنے آپ کو بین یدی الرحمٰن (اللہ تعالیٰ کے سامنے) دیکھتے ہیں اور اسی خاصہ محبوبیت کی وجہ سے حقیقت کعبہ بعینہ حقیقت احمدی ہے کیونکہ محبوبیت و مسجودیت دونوں حق تعالیٰ کے شیونات میں سے ہیں اور اس مقام میں محبوبیت ذاتی منکشف ہوتی ہے یعنی سالک ذات حق سبحانہ کو بلا لحاظ صفات دوست رکھتا ہے کیونکہ اس کی ذات ہی ایک ایسی ہے جو اس کے تمام نقش ونگار کی موجب ہے۔ سبحان اللہ: احمد عجب اسم سامی ہے جو کلمہ مقدسہ احد سے حلقہ میم کے ساتھ مرکب ہے جو خدائے تعالیٰ کے پوشیدہ بھیدوں میں سے ہے پس احد لاشریک لہ ہے اور حلقہ میم عبودیت کا طوق ہے جو کہ بندہ کو مولیٰ سے متمیز کرتا ہے پس بندہ وہی حلقہ میم ہے اور احد اس کی تعظیم کے لئے آیا ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کو ظاہر کیا ہے

چونام این است نام آورچہ باشد
مکرم تربود از ہرچہ باشد

ترجمہ: جب ایسا نام ہے تو صاحب نام مکرم اور معزز سب سے ہوگا۔

اس جگہ بھی درود شریف مذکورہ حقیقت محمدی کا ورد مفید ہے، غرض حقائق انبیاء میں الفت وانسیت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اور خصوصاً سردار دو جہاں فخر انس وجان صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل طور پر ہو جاتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ وہ فنا وبقا جس پر ولایت موقوف ہے شہودی فنا وباقی ہے جو کہ نظر کے اعتبار سے ہے صفات بشری اس فنا وبقا میں صرف پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ زائل اور فانی نہیں ہوتیں لیکن فنائے تعین محمدیؐ میں صفات بشری کے لئے زوال وجودی متحقق ہے اور جسد سے نکل کر روح کی طرف منتقل ہونا ثابت ہے اور باقی کی جانب میں بھی اگر چہ بندہ حق نہیں ہو جاتا اور بندگی سے نہیں نکلتا لیکن حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے بہت نزدیک ہو جاتا ہے اور معیت زیادہ تر پیدا کر لیتا ہے اور اپنے آپ سے دور تر ہو کر احکام بشری اس سے مسلوب ہو جاتے ہیں۔

سبق سی وچہارم، مراقبہ حب صرف

نیت: اس ذات سے جو حب صرف کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔'' اس جگہ حب صرف ذاتی کے لحاظ سے مراقبہ کرے۔

اثرات: اس مقام میں نسبت باطن میں کمال بلندی و بے رنگی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مرتبہ حضرت ذات مطلق والا تعین کے بہت قریب ہے اس لئے کہ جو چیز سب سے پہلے ظہور میں آئی وہ حب ہے جو منشاء ظہور ومبدا خلق ہے اصل میں حقیقت محمدیؐ یہی ہے اور جو پہلے بیان ہوئی وہ اس کا ظل ہے۔ یہ مقام حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حقائق اس مقام میں ثابت نہیں

ہوتے اور اس میں سیر قدمی نہیں ہے بلکہ سیر نظری ہے اور نظر بھی عاجز درماندہ وسرگرداں ہے۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چین بہار تو زداماں گلہ دارد

(ترجمہ: ہماری نگاہ کا دامن تنگ ہے اور آپ کے حسن کے پھول بے شمار ہیں، آپ کے حسن کی بہار کے پھول چننے والے کو دامن کی تنگی کی شکایت ہے) اس مقام میں بھی درود شریف مذکورہ حقیقت محمدی کا بہ درترقی بخشا ہے۔

سبق سی و پنجم، مراقبہ لاتعین

نیت: اس ذات بحت سے جو دائرہ لاتعین کے فیض کا منشا ہے میری ہیئت وحدانیت پر فیض آرہا ہے۔ اثرات: اس مقام میں حضرت ذات کا اطلاق ہے اور تعین اول یعنی حبی سے پہلے ہے اسی لئے لاتعین کہتے ہیں اس مقام میں اس ذات سے فیض حاصل کرنے کا مراقبہ کیا جاتا ہے۔ جو تعینات سے پاک ومبرا ہے۔ یہ مقام بھی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور یہاں بھی سیر نظری بعجز ودرماندگی ہے ۔

العجز عن درک الذات ادراک
والقول بدرک الذات اشراک

(یعنی ذات حق کے ادراک سے عاجز ہونا ہے ادراک ہے اور ادراک ذات حق کا دعویٰ شرک ہے۔)

خلاصہ اسباق نقشبندیہ مجددیہ

یہ بیان مقامات طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا اختصار وایجاز کے طور پر ہے، اور اس تمام کا خلاصہ یہ ہے کہ اول استغراق و جذبات جو قلب میں حاصل ہوتے ہیں اس کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں اس کے بعد استہلاک واضمحلال نفس میں پیدا ہوتا اور توحید وجودی حاصل ہوتی ہے اس کو ولایت کبریٰ کہتے ہیں پھر توحید شہودی اور کمال استہلاک واضمحلال اور فنائے انانیت حاصل ہوتی ہے اس کو کمالات انبیاء کہتے ہیں۔ اس کے بعد تمام وجود میں اضمحلال حاصل ہوتا ہے۔ اور بتدریج وسعت باطن وکمال وسعت حاصل ہوتا ہے اس کو حقائق الٰہیہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کے ساتھ انس ومحبت و الفت خصوصاً سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ اور ایمانیات وعقائد حقہ میں بھی قوت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس کو حقائق انبیاء کہتے ہیں جو شخص ان مقامات عالیہ کے مراقبات میں کثرت کرتا ہے وہی ان مقامات کی ترقی و بساطت اور بیرنگی میں فرق کرسکتا ہے۔ **وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلیٰ جمیع الانبیاء واصحابھم والھم اجمعین۔**

جاننا چاہئے کہ اس طریق کا ہر شخص ان تمام مقامات کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے قرب کے اس درجے تک امتیاز حاصل کرتا ہے۔ نیز جاننا چاہئے کہ ان مقامات قرب کا ہر دائرہ بے نہایت ہے اور دائرہ میں مقدر تھا پورا ہونے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے ورنہ قرب کے مقامات کے دائرہ کا پورا ہونا اس اعتبار سے ہے کہ سالک کا جو کچھ حصہ اس وقت اس دائرہ کا پورا ہونا جو کہ بے نہایت ہے کوئی معنی نہیں رکھتا اور بہت کم لوگ ہوں گے جو اپنی سیر کو آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں ورنہ ہر شخص اپنے وجدان سے اپنے احوال میں تبدیلی کے ذریعے دیکھتا ہے اور اس وجدان کو بنظر کشف جہل کہتے ہیں اور ان مقامات کا حصول مرشد کی توجہ سے سہل ہوتا ہے ۔

بے عنایات حق و خاصان حق
گر تلک باشد سیہ ہستش ورق

تصفیہ باطن کا تیسرا طریقہ رابطہ شیخ ہے۔ اگر مرشد کامل شہود ذاتی کا واصل ہو، قوی التوجہ ہو اور یادداشت کی مشق دائمی رکھتا ہو تو اس کی توجہ سے تھوڑے زمانے میں وہ کچھ حاصل ہوجاتا ہے جو سالہا سال کی محنت میں حاصل نہیں ہوتا۔ پس طالب جب اپنے مرشد کی صحبت میں رہے تو اپنی ذات کو مرشد کی محبت کے سوا ہر چیز کے تصور اور خیال سے خالی کردے، اس کی طرف سے فیض کا منتظر رہے، دل کی جمعیت سے اس فیض کی حفاظت کرے، آداب صحبت شیخ کی پوری پوری رعایت کرے۔ شیخ کی رضا جوئی کا طالب رہے۔ شیخ کامل کی صحبت میں اس کی توجہ اور اخلاص کی برکت سے دل کی غفلت دور ہوجاتی ہے اور اس کی محبت کے اثرات سے مشاہدۂ الٰہی کے انوار سے دل روشن ہوجاتا ہے، اور جب شیخ کی صحبت سے دور ہو تو اس کی صورت کو اپنے خیال میں محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرکے استفادہ کیا کرے اس کو رابطہ شیخ یا تصور شیخ کہتے ہیں، اس سے دل کے وساوس و

خطرات وخیالات دور ہو جاتے ہیں لیکن اس میں افراط سے بچنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ صورت پرستی تک نوبت پہنچے اور شریعت کی مخالفت ہو جائے صرف اس قدر کافی ہے کہ یہ خیال کرے کہ جس طرح ذکر سیکھتے وقت شیخ کی صحبت میں بیٹھا تھا اب بھی تصور میں گویا کہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے جو فیض الٰہی شیخ کے قلب میں آرہا ہے اس کے قلب سے میرے قلب میں آرہا ہے۔ عدم صحبت کے زمانہ میں بھی آداب کی رعایت اور خط وکتابت جاری رکھے۔

مرشد کو چاہئے کہ ہر سبق کے لئے توجہ خاص کے ذریعے مرید کے مورد فیض پر فیض القا کرے۔ اور توجہ کا طریقہ جو مشائخ میں معمول ہے یہ ہے:۔

طریق توجہ

شیخ مرید کو اپنے سامنے بٹھا کر اور اپنے آپ کو سب کاموں اور خیالوں سے خالی کر کے اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں جس کا ڈالنا منظور ہو متوجہ ہو، اور دل کی توجہ صرف مرید[1] کے حال پر کرے اور اپنی پوری اور قوی ہمت کے ساتھ تصور کرے۔ کہ مجھ میں کیفیت وجذب وانوار وفیوض مرید میں سرایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے طالب کی لیاقت اور استعداد کے موافق اس کو انوار وبرکات حاصل ہوں گے۔

[1] شیخ اپنے قلب کو مرید کے قلب پر سمجھے یا جس لطیفہ یا مقام کی توجہ دے اپنے اس لطیفہ کو مرید کے لطیفہ کے مقابل سمجھ کر غیر کے خطرہ کو اس کے قلب پر آنے سے روک کر جذبہ قلبی کے ساتھ مرید کے دل کو اپنی طرف کھینچے تاکہ توجہ کے اثر سے مرید کے اس لطیفہ میں جنبش آئے اور ذکر جاری ہو اور ذکر کا نور قوت پکڑے۔ اسی طرح ایک ساعت یا کم زیادہ متوجہ رہے اور اس سلسلہ کے بزرگوں کی ارواح متبرکہ کو اپنے شامل حال سمجھ کر اس تصرف کو ان کی امداد سمجھے۔)

اور جس مقام کے فیض کو منتقل کرے گا اس کے انوار وترقیات بفضلہ تعالیٰ ظاہر ہوں گے۔ اگر مرید حاضر نہ ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ کرتے ہیں اور اس کے کام کو انجام تک پہنچاتے ہیں۔ بعض مشائخ اس توجہ کے ساتھ ذکر کو اور طالب کے دل پر اسم ذات وغیرہ کی ضرب لگانے کو بھی ملا دیتے ہیں کیونکہ اس سے حرارت قلب اور نفی خواطر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح جو دشوار کام پیش آئے ہمت تصرف کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کا حل طلب کرے انشاء اللہ تعالیٰ حسب تمنا ظاہر ہوگا اور ہمت سے مراد آرزو اور طلب کی صورت میں دل کا جمع اور ارادہ کا مضبوط ہونا ہے اس طرح پر کہ دل میں سوائے اس مراد کے اور کوئی خطرہ نہ آنے پائے اور یہ فنا وبقا کی نسبت حاصل ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور یہ تصرفات اکثر اوسط درجے کے سالکوں سے واقع ہوتے ہیں اور منتہیوں سے امور کونیہ میں التفات نہ ہونے کی وجہ سے کم ظاہر ہوتے ہیں۔ اب چند تصرفات امور کونیہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سلب امراض

اپنے نفس کو تمام خطروں سے خالی کر کے اپنے آپ کو اس بیماری میں مبتلا خیال کرے جو مریض کو ہے پس مریض کی بیماری اس شخص صاحب تصرف کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اور یہ بات عجائبات قدرت اور اس کی مخلوق میں صنعت الٰہی سے ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مریض کو سامنے بٹھا کر پانچ سو سانس کی مقدار اس کے مرض کو سلب کریں اس طرح پر کہ تصور کریں کہ جو سانس اندر جاتا ہے شخص مقابل کی جسمانی بیماریاں اس کے جسم سے نکلتی اور کھنچتی ہیں اور جو سانس کہ باہر آتا ہے تصور کرے کہ وہ بیماریاں روئے زمین پر گر رہی ہیں اور سلب کرنے والے کے اندر سے باہر آرہی ہیں تاکہ سلب کرنے والا متاثر ومتاذی نہ ہو اور تضرع وزاری ومناجات **یا من یجیب المضطر اذا دعاه ویکشف السوء** وغیرہ جناب کبریا میں کرنا لازمی ہے اور بعض اکابر استخارہ کے بغیر سلب تجویز نہیں فرماتے تاکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی ونامرضی معلوم ہو جائے۔ اور یہی طریقہ امراض روحانی کے سلب کا بھی ہے اور سلب نسبت وقبض وبسط کا طریق بھی اسی طرح ہے لیکن تصور سلب نسبت وقبض وبسط میں ہر سانس جو کہ باہر آتا ہے روئے زمین پر ڈالنا لازمی نہیں ہے کیونکہ اس سے خود سلب کرنے والے کو ایذا نہیں ہوگی۔

طریقہ دفع بلا

بلائے نازلہ کے دفع کرنے کا طریق یہ ہے کہ اس بلا کو اس کی صورت مثالیہ کے ساتھ خیال کر کے ہمت اور قوت سے

اس کے دفع کرنے کی طرف توجہ کرے اور اپنی روح کو ساعت بساعت ملاء اعلیٰ یا اسفل کی طرف بلند کرے اور ان ہی کی طرف یکسو ہو جائے تو انشاء اللہ عنقریب وہ بلا دفع ہو جائے گی۔

طریقہ تصرف قلوب

بطریقہ مذکورہ قوت اور ہمت کے ساتھ طالب کے نفس سے بھڑ جائے اور اس کو اپنے نفس سے متصل کرلے پھر محبت یا جس قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے اس کی صورت کو خیال کر کے اپنے دل کی جمعیت سے ان کی طرف متوجہ ہو تو اس میں اثر ہو گا اور محبت ظاہر ہو جائے گی۔ یا وہ واقعہ اس کے ذہن میں جم جائے گا۔

دریافتن نسبت اہل اللہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر زندہ ہے اس کے سامنے اور اگر مردہ ہے تو اس کی قبر کے سامنے بیٹھے اور اپنے نفس کو ہر نسبت سے خالی کر کے درگاہ علام الغیوب میں التجا کرے کہ یا علیم یا خبیر یا مبین مجھ کو خبر دے اور اس شخص کی کیفیت باطن سے آگاہ کر اور اپنی روح کو اس کی روح سے ملا دے پھر تھوڑی دیر کے بعد اپنی ذات کی طرف رجوع کرے پھر جو کیفیت کہ اپنے نفس میں پائے وہی اس کی نسبت ہے اور خطرہ معلوم کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے۔

طریق کشف حالات آئندہ

بطریقہ معہود اپنے دل کو تمام خطروں سے پاک کر کے اور دعائے مذکور کر کے اس واقعے کے کشف کا انتظار اس درجہ پر کرے جیسے پیاسا پانی طلب کرتا ہے جب اس کے دل سے ہر خطرہ دور ہو جائے تو اپنی روح کو ملاء اعلیٰ یا اسفل ملائکہ مقربین یا ان سے نیچے درجے کی طرف حسب استعداد نہایت ہمت سے متوجہ کرے پس وہ واقعہ آواز ہاتف سے یا خود دیکھنے یا خواب میں معلوم ہو جائے گا۔

نزول سلوک

جب سالک سلوک پورا کر لیتا ہے تو طریقہ مجددیہ میں سالک کا نزول پھر قلب میں کیا جاتا ہے کیونکہ ارشاد قلب میں ہی جاری ہوتا ہے دوسروں کو فیض بھی قلب ہی سے ملتا ہے پھر وہی سبق جو قلب میں تھا شروع کیا جاتا ہے اور اب قلب کے ذکر سے خواہ اسم ذات کرے یا نفی اثبات یا تہلیل لسانی یا درود شریف، تمام لطائف اور ولایات و حقائق کا فیضان جاری ہو جاتا ہے اور تمام مقامات کا دورہ گردان بھی کرتا رہے یعنی مغرب کے بعد یا جس وقت فرصت ہو تمام مقامات کے فیضان کا مراقبہ کرتا رہے خصوصاً ولایت صغریٰ سے جہاں تک ہو سکے روز مرہ بلا ناغہ کیا کرے اور جو مقام رہ جائیں پھر دوسرے وقت پچھلی رات یا صبح کو پورا کرے۔

نسبت یا ولایت:

نسبت یا ولایت مقبولیت و قرب اور حضور مع اللہ کو کہتے ہیں تمام سلسلوں میں نسبت ایک ہی ہے لیکن اس کے الوان و اوصاف مختلف ہیں۔ کسی کو خشیت ہوتی ہے کسی کو محبت، کسی کو حضور مع اللہ اور اس کا ظہور سالک کی استعداد کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ عام طور پر خاندان چشتیہ میں حرارت و شوق، قادریہ میں صفا و لمعان اور نقشبندیہ اور سہروردیہ میں بیخودی و اطمینان کا ادراک ہوتا ہے اور احمدیہ مجددیہ میں تمام لطائف میں اللہ پاک کے لئے دوامی توجہ اور حضور پیدا ہوتا ہے۔ سلوک کے ہر مقام کی کیفیت کو بھی اس مقام کی نسبت کہتے ہیں۔

اصل نسبت جو حضور مع اللہ سے عبارت ہے کسی کے سلب کرنے سے سلب نہیں ہو سکتی ہاں گناہ سے سلب ہو جائے تو یہ دوسری بات ہے، البتہ کیفیات و الوان کی نسبت سلب ہو سکتی ہے جو لوگ اس کی مشق کرتے ہیں وہ سلب کر سکتے ہیں جس طرح خوشی کے وقت اگر طبیعت میں کوئی غم پیدا ہو جائے تو خوشی کی کیفیت جاتی رہتی ہے اسی طرح تصرف سلب سے وہ کیفیت شوق جاتی رہتی ہے اور ایک قسم کی افسردگی پیدا ہو جاتی ہے لیکن پھر ذکر کی برکت سے وہ عود کر آتی ہے۔

عام مومنین میں بھی بعض تصفیہ قلب و تزکیہ نفس میں مشغول نہ ہونے کے باوجود صاحب نسبت ہوتے ہیں بلکہ بعض ان مجاہدین سے بھی اچھے ہوتے ہیں جو سالہا سال ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں اور پھر بھی ناقص رہتے ہیں۔ لیکن اتنا فرق ضرور ہوتا ہے کہ اہل ریاضت کو اس نسبت کا علم و حضور ہو جاتا ہے اور دوسرے کو اپنے صاحب نسبت ہونے کا علم نہیں ہوتا حالانکہ وہ بھی مقبول بندہ ہوتا ہے۔ نیز عادت اللہ اسی

طرح جاری ہے کہ کسی صاحب نسبت بزرگ سے تعلق پیدا کر کے ہی اس نسبت کا حاصل کرنا اقرب و اسہل ہے۔

اقسام اولیاء اللہؒ

اس باب میں بزرگوں کی مختلف عبارتیں ہیں، انوار العارفین میں اس باب میں جو تقریر ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء اللہؒ کے بارہ گروہ ہیں۔ اقطاب، غوث، امامین، اوتاد، ابدال، اخیار، ابرار، نقبا، نجبا عمد، مکتومان، مفردان، جناب مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف (جلد ا مکتوب ۲۵۶) میں فرمایا ہے کہ غوث قطب مدار سے الگ ہے بلکہ غوث اس کے روزگار کا مدد و معاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے اور قطب کو اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان میں انصار حکمی قطب ہیں۔

قطب العالم ایک ہوتا ہے اس کو قطب اکبر، قطب الارشاد، قطب الاقطاب و قطب المدار بھی کہتے ہیں اور عالم غیب میں اس کا نام عبداللہ ہوتا ہے، اس کے وزیر ہوتے ہیں جو امامین کہلاتے ہیں، وزیر یمین (داہنے) کا نام عبدالملک ہے یہ قطب کے داہنے ہاتھ پر رہتا ہے اور اس کی نظر ملکوت میں رہتی ہے اس کا رتبہ اپنے دوسرے ساتھی سے بلند ہے یہی ہے جو قطب کی خلافت سنبھالتا ہے۔ (اس کے وصال پر اس کا قائم مقام قطب ہوتا ہے) اور وزیر یسار (بائیں کا نام عبدالرب ہوتا ہے جو قطب کے بائیں ہاتھ پر رہتا ہے اور اس کی نظر ملک میں رہتی ہے۔ ان کی ظاہری خصوصیات زہد پرہیز گاری، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہیں اور باطنی خصوصیات صدق اخلاص حیاء اور مراقبہ ہیں اور ان (امامین) سے اللہ تعالیٰ عالم غیب اور عالم شہادت (عالم محسوسات) کا تحفظ فرماتے ہیں۔ اور بارہ قطب اور ہوتے ہیں سات تو سات اقلیم میں رہتے ہیں۔ ان کو قطب اقلیم کہتے ہیں اور پانچ یمن میں، ان کو قطب ولایت کہتے ہیں، یہ عدد تو اقطاب معینہ کا ہے اور غیر معین ہر قریہ اور ہر شہر میں ایک ایک قطب ہوتا ہے اسی طرح جماعتوں اور قوموں کے بھی اقطاب ہوتے ہیں غوث ایک ہوتا ہے۔ غوث کا اطلاق ایسے عظیم المرتبت انسان پر ہوتا ہے جس کے پاس لوگ اپنی حاجات لیکر جائیں، پریشانی کے عالم میں وہ لوگوں پر اہم ترین علوم کے پوشیدہ اسرار ظاہر کیا کرتا ہے۔ اس سے دعا طلب کی جاتی ہے اس لئے وہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے وہ اگر باری تعالیٰ کو قسم دے کر کچھ طلب کرے تو حق تعالیٰ اس کی قسم پوری فرما دیتے ہیں جیسا کہ سیدنا اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ صحیح یہی ہے کہ وہ قطب مدار سے مختلف ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے۔ لیکن اس قول میں بھی اختلاف ہے۔

اوتار چار ہوتے ہیں اور وہ اس عالم کی چاروں سمتوں کے چار رکن میں رہتے ہیں، ان میں چار خصوصیات ظاہری ہیں، کثرت صیام، قیام لیل، کثرت ایثار اور شب کے تیسرے پہر میں یعنی نصف شب کے بعد استغفار، اور باطنی خصوصیات یہ ہیں توکل، تفویض، (سپردگی بخدا) ثقہ (بھروسہ) اور تسلیم۔ ان میں سے بھی ایک ان کا قطب ہوتا ہے جس کی یہ اقتدا کرتے ہیں۔

ابدال چالیس ہوتے ہیں، بائیس یا بارہ شام میں اور اٹھارہ یا اٹھائیس عراق میں رہتے ہیں۔ یہ حضرات استقامت اور اعتدال سے بہرہ ور یعنی افراط و تفریط سے محفوظ ہوتے ہیں اور وساوس و خطرات سے پاک ہو چکے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ تعداد میں سات ہوتے ہیں اور ان کے سپرد ہفت اقلیم کا تحفظ ہے اور یہ ساتوں ابدال انبیاء علیہم السلام سے مدد حاصل کرتے ہیں جن کی ارواح طیبہ آسمانوں پر متمکن ہیں اور پھر ان ابدال کے ذریعے یہ مدد ساتوں دنوں پر وارد ہوتی ہے۔ ہر بدل کا تعلق ہفتہ کے ایک مخصوص دن کے ساتھ ہے۔ علاوہ بریں انہیں سیارگان سے متعلقہ امور و اسرار نیز ان کی حرکات اور مختلف منازل میں داخلہ کا علم رہتا ہے۔ ان کو ابدال اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی شخص ایک قوم سے دوسری قوم اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر اختیار کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ اپنا ایک ہمشکل قائم مقام بنا جاتا ہے کہ دیکھنے والوں کے لئے امتیاز ممکن نہیں رہتا انہیں قطعاً شبہ نہیں ہوتا کہ وہ نہیں دوسرا ہے۔ یہ بدل کی امتیازی علامت ہے، بدل ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے۔ یہ آٹھ صفات سے متصف ملتے ہیں، ظاہر کے اعتبار سے خاموشی، بیداری، بھوک اور خلوت اور

باطن کے اعتبار سے تجرید، تفرید، جمع، توحید، ان میں سے ایک امام ہوتا ہے اور وہ ان کا قطب کہلاتا ہے۔

اخیار پانچ سو یا سات سو ہوتے ہیں اور ان کو ایک جگہ قرار نہیں بلکہ وہ سیاح ہوتے ہیں اور ان کا نام حسین ہوتا۔ ابرار ہی کو اکثر نے ابدال کہا ہے۔ نقبا تین سو ہوتے ہیں جو ملک مغرب میں رہتے ہیں سب کا نام علی ہوتا ہے، یہ حقائق اشیاء اور اسرار نفوس کو آشکارا کرتے ہیں ان سے دس کام وابستہ ہیں چار ظاہر سے متعلق ہیں یعنی کثرت عبادت تحقق، زہد، تجرد عن الارادہ (ترک ارادہ) مع قوت مجاہدہ، اور باطن سے چھ کام متعلق ہیں یعنی توبہ، انابت، محاسبہ، تفکر، اعتصام اور ریاضت، ان تین سو کا انہی میں سے ایک امام ہے یہ سب کچھ اسی کے ذریعے سے لیتے اور اسی کی اقتدا کرتے ہیں وہی ان کا قطب ہے۔ نجباء باختلاف اقوال ستر یا چالیس ہوتے ہیں اور مصر میں رہتے ہیں۔ ان سب کا نام حسن ہوتا ہے۔ یہ مخلوق کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور دنیا والوں کا غم کھاتے ہیں ان کی زندگی دوسروں کی مصلحت شناسی کے لئے وقف رہتی ہے وہ اپنے لئے کچھ نہیں کرتے شب و روز دوسروں کی بہبود اور خدمت میں صرف کرتے ہیں ان میں آٹھ خصوصیات ہوتی ہیں، چار ظاہری یعنی جواں ہمت، متواضع، مؤدب اور کثیر العبادت ہوتے ہیں چار باطنی یعنی صبر، رضا، شکر اور حیاء، اخلاقی حیثیت سے ان کا رتبہ بہت بلند ہوتا ہے۔ عمد چار ہوتے ہیں اور وہ زمین کے چاروں گوشوں میں رہتے ہیں ان سب کا نام محمد ہوتا ہے۔ اور غوث ترقی کر کے فرد ہو جاتا ہے اور فرد ترقی کر کے قطب وحدت ہو جاتا ہے اور مکتوم تو مکتوم (پوشیدہ) ہی ہیں۔

(ف) قطب اس وقت تک قطب نہیں ہوتا جب تک اس میں ان تمام اولیائے کرام کی خصوصیات یکجا جمع نہ ہو جائیں جن کا ذکر مختلف طبقات کے تحت اوپر ہو چکا۔ اور یہ منصب وہبی ہے اور وراثت ظاہری کی طرح اس میں وراثت نہیں چلتی بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں **اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ** (مزید تفصیل کتب فن میں ملاحظہ فرمائیں)

(ف ۱) یہ نقشہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کا ہے یعنی اس طریقہ میں بعض بزرگوں کو بعض کی ارواح مقدسہ سے فیض حاصل ہوا اور اجازت ہوئی ہے اور شیخ عطار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اویسی وہ ہے جس کو ظاہر میں کسی پیر کی ضرورت نہ ہو۔ کیونکہ اس کو حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے گہوارے میں بغیر کسی واسطے کے پرورش کرتے ہیں جیسا کہ حضرت اویس قرنیؒ کو کیا اور یہ بہت بڑا مقام ہے۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء.** اور اس کے لئے ارواح مقدسہ بزرگان وصول فیض ربانی و تجلیات رحمانی کا وسیلہ ہوتی ہیں اور طریق جذبہ میں کوئی واسطہ اس کے درمیان نہیں ہوتا۔

قاصرے گرکند ایں طائفہ راطعن و قصور
حاشا للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

(یعنی: اگر کوئی کم عقل اس گروہ کے بزرگوں پر طعن کرے اور نقص نکالے تو میں ہرگز اس کی شکایت زبان پر نہیں لاؤں گا (کیونکہ وہ اپنی کم علمی کی وجہ سے معذور ہے)

چونکہ نسبت اویسیہ میں واسطے کم ہوتے ہیں اور نسبت کے قوی اور صحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اس لئے مشائخ کرام عموماً اس نسبت اویسیت کی سند کو بیان کرتے ہیں اور اسی کا عام رواج ہو گیا ہے۔ (حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قول الجمیل میں نسبت اویسیت کو صحیح اور قوی کہا ہے اور سلسلہ اویسیہ اور اس کی صحت کو حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے رسالہ قدسیہ میں اور دوسرے مشائخ نے بھی اپنی [illegible] ہے) لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان حضرات کی صحبت جسمانی کا سلسلہ منقطع ہے، چنانچہ تمام بزرگوں نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ ابو علی فارمدیؒ کو باوجود بہت سے مشائخ کی صحبت میں رہنے کے (مثل ابوالقاسم قشیریؒ و ابوالقاسم گورگانیؒ) حضرت شیخ ابوالحسنؒ خرقانیؒ سے روحی فیض حاصل ہے اور ان کو حضرت بایزید بسطامیؒ کی روحانیت شیخ ابوالحسنؒ کی ولادت شیخ بایزیدؒ کی وفات کے مدت بعد ہوئی ہے اسی طرح شیخ بایزیدؒ کو حضرت امام جعفر صادقؒ کی روحانیت سے تربیت سلوک حاصل ہے حالانکہ صحیح نقل سے ثابت ہے کہ حضرت بایزیدؒ کی ولادت حضرت امام جعفر صادقؒ کی وفات کے بعد واقع ہوئی ہے۔

خواجہ مولانا بن روز بھان اصفہانی نے حضرت شیخ عبد الخالق غجدوانی رحمہ اللہ کے وصیت نامہ کی شرح میں حضرت خواجہ ابوالحسنؒ کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت بایزید بسطامیؒ

سے اس طرح بھی ملایا ہے خواجہ ابوالحسن خرقانی مرید ابن مظفر مولانا ترک طوسی اور وہ مرید خواجہ اعرابی یزید عشقی اور وہ مرید خواجہ محمد مغربی اور وہ مرید سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہم ہیں۔ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ)

اب اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کی عالم شہادت میں جو ملاقات بسند صحیح ومتواتر ثابت ہے وہ بھی درج کی جاتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ خواجہ ابوعلی فارمدیؒ کو خواجہ ابوالقاسم قشیری سے ان کو خواجہ ابوعلی دقاقؒ سے ان کو خواجہ ابوالقاسم نصیر آبادیؒ اور ابوالحسین حضرمیؒ سے ان دونوں کو خواجہ ابوبکر شبلیؒ سے ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے ان کو شیخ سری سقطیؒ سے ان کو شیخ معروف کرخیؒ سے ان کو شیخ داؤد طائی سے ان کو خواجہ حبیب عجمیؒ سے ان کو امام الاولیاء حسن بصریؒ سے ان کو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل ہے۔

نیز ابوعلی فارمدیؒ کو ابوالقاسم گورگانیؒ سے ان کو ابوعثمان مغربیؒ سے ان کو ابوعلی کاتبؒ سے ان کو ابوعلیؒ رودباری سے ان کو حضرت جنید بغدادیؒ سے اجازت حاصل ہے۔ شیخ ابوالحسن خرقانی اور شیخ ابوعلی فارمدیؒ کے درمیان شیخ ابوالقاسم گورگانیؒ کا بھی ذکر کر دیتے ہیں کیونکہ شیخ ابوعلی فارمدیؒ کو شیخ ابوالقاسم گورگانی سے اجازت حاصل ہے اور ان کو شیخ ابوالحسنؒ سے فیض حاصل ہے حضرت علیؓ کو حضور اکرم ﷺ سے براہ راست بھی اجازت حاصل ہے۔ جس کا فیض۔

دوسرے سلسلوں میں جاری ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بھی بیعت اور اجازت ہے، اس نسبت کا فیض سلسلہ نقشبندیہ میں جاری ہے جیسا کہ الہ آباد میں دریائے گنگا وجمنا کے سنگھم پر دور تک دونوں پانی الگ ممتاز معلوم ہوتے ہیں اور ایک کنارے کے لوگ گنگا کا اور دوسرے جمنا کا پانی پیتے ہیں۔

(ف۲) حضرت امام جعفر صادقؒ کو اپنے والد حضرت امام محمد باقرؒ سے ان کو اپنے والد حضرت امام زین العابدینؒ سے ان کو اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ان کو اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے بھی اجازت حاصل ہے اور اس کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں دوسرا طریقہ وہی ہے جو نقشہ میں مذکور ہوا یعنی اپنے نانا حضرت محمد قاسمؒ سے۔

(ف۳) بعض شجروں میں حضرت خواجہ نور محمدؒ بدایونی اور خواجہ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہ کے درمیان خواجہ میر محمد محسن دہلویؒ کا اسم شریف بھی درج ہے کیونکہ حضرت خواجہ نور محمد بدایونیؒ باوجود بیعت حضرت خواجہ سیف الدینؒ کے اور ان سے اجازت نامہ ہونے کے حضرت میر محمد محسن دہلویؒ سے جو حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلیفہ ہیں بہت فیض حاصل کیا ہے۔ پس طریقوں کا متعدد اور کثیر ہونا راجح اور صحیح بلکہ مستند اور قوی ہے۔ فافہم

(نکتہ) جبکہ ان بزرگوں سے فیض روحانی حاصل کیا جاتا ہے اور وہ روح کی اصلاح زندگی میں بھی اپنی روحانی برکات سے کرتے ہیں تو بعد وصال ان کی ارواح سے فیض حاصل کرنا اور ان کی ارواح سے اپنے سلسلہ کا انتساب کیونکر صحیح قوی اور مستند ہوگا۔ (احقر مؤلف)

اقسام اولیاء

اصحاب تکوین۔ اقطاب، غوث، امامین، اوتاد، ابدال، اخیار، ابرار، نقبا، نجبا، عمد مکتومان، مفردان۔ قطب العالم ایک ہوتا ہے، عالم غیب میں اس کا نام عبداللہ ہوتا ہے۔ بارہ قطب اور ہوتے ہیں سات تو سات اقلیم میں رہتے ہیں ان کو قطب اقلیم کہتے ہیں اور پانچ یمن میں ان کو قطب ولایت کہتے ہیں۔ یہ عدد تو اقطاب معینہ کا ہے اور غیر معین ہر شہر اور قریہ میں ایک ایک قطب ہوتا ہے۔ غوث ایک ہوتا ہے۔ اوتاد چار ہوتے ہیں۔ عالم کے چار کونوں میں رہتے ہیں۔ ابدال چالیس ہوتے ہیں۔ اخیار پانچ سو یا سات سو ہوتے ہیں۔ سیاح ہوتے ہیں ان کا نام حسین ہوتا ہے۔ اور ابرار اکثر نے ان ہی کو ابدال کہا ہے۔ نقباء تین سو ہوتے ہیں، ملک مغرب میں رہتے ہیں۔ سب کا نام علی ہوتا ہے۔ نجباء ستر ہوتے ہیں اور مصر میں رہتے ہیں۔ سب کا نام حسین ہوتا ہے۔ عمد چار ہوتے ہیں زمین کے چاروں گوشوں میں رہتے ہیں۔ سب کا نام محمد ہوتا ہے۔

روح کا بیان

صحیح بخاری کی حدیث شریف میں وارد ہے، الارواح جنود مجندة۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابدان سے قبل تمام ارواح مجتمع تھیں۔ تو ثابت ہوگیا کہ ابدان سے تعلق کے قبل ارواح موجود ہو چکی تھیں۔ ثم سوّاہ و نفخ فیه من روحی۔ اس

سے معلوم ہوا کہ روح جسم میں منفوخ یعنی پھونکی گئی ہے۔ اور منفوخ کا جسم ہونا ضروری ہے۔ اور وہ جسم مسوی کا غیر ہے اور مسوی جسم عنصری ہے۔ بس روح جسم عنصری کا غیر ہوا تو روح کا جسم غیر عنصری ہونا ثابت ہوگیا۔ اس کے علاوہ دوسری مخلوقات کے متعلق خالق برتر نے فرمایا کہ واللہ خلق کل دابۃ من ماء. اور انسان کے بارے میں ارشاد ہے ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین. اور جنات کے بارے میں ارشاد فرمایا، خلق الجان من مارج من نار اور ملائکہ کے متعلق حدیث مسلم شریف میں ہے باوجود سوال نہ کئے جانے کے خود خدائے تعالیٰ نے مخلوقات کا مادہ بیان فرمادیا، لیکن روح کے بارے میں باوجود سوال کئے جانے کے، قل الروح من امر ربی ، ارشاد فرمایا۔ کوئی مادہ بیان نہیں فرمایا۔ بس روح کا قوام کسی لطیف مادہ سے ہے جیسے نور یا اس سے بھی زیادہ لطیف والطف ہے۔ بہر حال روح کا جسم غیر عنصری ہونا ثابت ہو گیا۔ یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا. باوجود سوال کئے جانے کے جواب میں حقیقت بیان نہیں فرمائی۔ تو یہ نفی علم بالکنہ کی ہے کہ تم تھوڑا علم دیئے گئے ہو۔ روح کی حقیقت سمجھنے کے لئے وہ کافی نہیں ہے۔ جواب من امر ربی فرمانا اسی بناء پر ہے کہ اس جسم کی حقیقت واضح اور مبین نہیں، چونکہ یہ نور سے بھی الطف ہے۔ کہا جائے گا کہ بدن انسانی کے ساتھ تینوں متعلق ہیں۔ اس طرح کہ روح جو کہ جوہر مجرد ہے اس کا تعلق بدن انسانی سے بواسطہ روح طبی کے بمعنی جسم عنصری کے ہے۔ یعنی اول کا تعلق بدن میں بواسطہ ثانی کے ہے اور ثانی کا فعل بواسطہ ثالث کے ہے۔ موت کے وقت جب ثالث کا تعلق منقطع ہوتا ہے اور وہ بدن سے نکل جاتی ہے تو ثانی بھی نکل جاتی ہے۔ اور اس ثانی کے نکلنے سے اول کا فعل اور تصرف بھی جدا اور منقطع ہو جاتا ہے اور بدن سے خروج کے بعد ثالث عناصر میں مل جاتی ہے۔ چونکہ وہ اصل میں جزء عناصر ہے اور یہ قاعدہ ہے ہر شئے اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ حضرات صوفیائے کرام نے لطائف کی بحث میں روح کے بارے میں فرمایا کہ وہ فوق العرش ہے غیر مکانی ہونے سے کنایہ ہے۔ جب آپ ﷺ سے دریافت کیا این مکان ربنا. آپؐ نے فرمایا فی عماء اور یہ ظاہر ہے کہ مکان ذات باری تعالیٰ سے منفی ہے۔ پس عماء لامکان ہی کو فرمایا۔ اب معنی ہوئے کہ وہ قبل خلق الخلق بھی مکان سے منزہ تھا جیسا اب منزہ ہے۔ اخص صفات باری تعالیٰ وجوب بالذات اور قدم مطلق ہے۔ اب یہ بتلانا باقی ہے کہ ثواب وعقاب کس روح کو ہوگا قبر میں بھی اور آخرت میں بھی؟ سو روح طبی تو بعد وفات عناصر میں مل گئی۔ اس پر عذاب وثواب ہونا کہیں مذکور نہیں۔ روح شرعی کو ملائکہ لے جاتے ہیں، جیسا کہ نصوص سے اس کا بقاء (باقی رہنا) معلوم ہے اس پر ثواب وعذاب کا ذکر نصوص قرآن وحدیث میں آتا ہے۔ غیر عنصری کو ثواب وعقاب حسی ہوتا ہے اور مجرد کو ثواب وعقاب معنوی ہوتا ہے قبر میں بھی اور آخرت میں بھی۔ سو نصوص سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ بعد موت کے روح جسم غیر عنصری کا تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے اور وہ بدن دوسرا بدن ہے۔ غالب یہی ہے اور اس کو جسم مثالی کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو ان کے پیدا کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے مٹھی کھول کر دکھائی فاذا فیھا ادم و ذریتہ (ترمذی شریف)۔ اور ظاہر ہے کہ آدم علیہ السلام عالم حس میں موجود تھے، پھر مٹھی میں کون سے آدم تھے۔ معلوم ہوا کہ اس بدن کے علاوہ کوئی دوسری چیز بھی ہے جس کو آدم کہا۔ حدیث معراج میں ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کو آپ نے متعدد جگہ دیکھا تو ظاہر ہے کہ وہ ابدان مختلف تھے اور ایک ہی روح سب کی مربی تھی۔ اس لئے دوسرے بدن کو بھی اسی نام سے موسوم کیا گیا۔ چنانچہ بعض اولیاء کو ایسے واقعات حیات دنیا میں بھی پیش آئے ہیں۔ پس جب بدن کا متعدد ہونا ثابت ہو گیا تو بدن مثالی کا وجود ثابت ہوگیا۔ کیا عجب ہے کہ میثاق کے وقت یہی ابدان ہوں اور بعد موت سوال کے وقت روح بدن مثالی کے اندر ہو کر زمین کی طرف بھیجی جاتی ہو۔ حدیث رسول پاک ﷺ میں تصریح ہے کہ یہی بدن عنصری زندہ کیا جاوے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، کما بدء نا اول خلق نعیدہ. اب روح مجرد اس کا تعلق قبر اور آخرت دونوں میں مثل تعلق دنیوی کے ہوگا دلیل وہی کما بدء نا اول خلقٍ نعیدہ۔ کیونکہ یہاں تشبیہ ہے اور

تشبیہ کا تام ہونا اسی کو چاہتا ہے کہ روح کا تعلق قبر یعنی برزخ اور آخرت دونوں سے ہو پھر جنت اور دوزخ میں بھی یہی بدن جائے گا اور اسی کے واسطے سے روح کو الم دکھ اور لذت و راحت ہوگی جیسا کہ بیان کیا گیا کہ روح مجرد کو ثواب وعقاب عقلی ومعنوی ہوگا اور روح مادی کو ثواب وعذاب حسی ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

طرق سلاسل اربعہ مشائخ کرام

اصل مطلوب تصحیح اخلاق فاضلہ اور تکمیل تہذیب اخلاق حمیدہ بطلب رضاء الٰہی ہے۔ تحصیل کے طرق ومعالجات متعدد ہیں، البتہ ترتیب تحصیل میں کسی قدر فرق ہے۔ چشتیہ۔ تہذیب اخلاق کو مقدم اور خاص الخاص توجہ اس پر مرتکز فرماتے ہیں۔ نقشبندیہ۔ ذکر کی طرف زیادہ توجہ فرماتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے سلاسل قادریہ سہروردیہ بھی ذکر پر زیادہ توجہ فرماتے ہیں، لیکن اب طریق مرکب ہے تصحیح اخلاق کے ساتھ ساتھ اذکار بھی تعلیم کئے جاتے ہیں۔ مطلوب ایک ہی ہے۔ یعنی انقطاع عن الخلق، توجہ الی الخالق تصور حق ذات بحت ملکہ یادداشت بمعرفت الٰہی بحیثیت الٰہی باشوق وذوق وانس ومحبت۔

طریق ذکر نقشبندیہ

جب طالب صادق کو استخارہ کرنے کو فرماتے ہیں نفی و اثبات میں جو تعلیم نقشبندیہ کے طریق کی اوپر بیان کی گئی طاقتور آدمی کو اس کی آنکھ اور سوراخ کان کے بند کرنے کے ساتھ الحمدللہ تعالیٰ باطن کے لئے بیحد نافع ہے۔

طریق قادریہ

سلسلہ قادریہ میں ذکر نفی واثبات معمولی آواز کے ساتھ تعلیم کیا جاتا ہے، جس کا طریق یہ ہے کہ لا الٰہ کو پوری طاقت سے بدن کے اندر سے کھینچ کر الا اللہ کی دل پر ضرب لگاتے ہیں۔ اسی طرح خلوت میں روز وشب مشق کرتا رہے اور بار بار حسب ضرورت جس قدر بھی ہو سکے کرتا رہے۔ اور ہر سو کے بعد ایک بار محمد رسول اللہ ﷺ کہے اور ایک ہی نشست میں ایک ہزار ایک سو گیارہ بار ورد کرے۔ یہ بہتر ہے اس طرح کرنے سے ذاکر کو ایک خاص محویت اور جذب بالطف ہوگا۔

شغل قادریہ اسم ذات خفیہ

کی تعلیم کرتے ہیں اس طرح پر کہ زبان کو تالو سے ملائے اور جس قدر ہو سکے قلب اللہ اللہ کہے اور رات دن یہی تصور رکھے تا کہ پختگی پیدا ہو اور ذکر میں کوئی زحمت نہ ہو بلکہ ذکر کی ایک کیفیت اضطراری ہو جاوے۔

شغل اسم ذات

اس کا طریقہ یہ ہے کہ کاغذ پر قلب صنوبری کی سرخ یا نیلی تصویر کھینچ کر اس میں اللہ سنہری یا روپہلی صورت سے لکھ کر اس پر نظر رکھے یہاں تک کہ یہ نام دل پر منقوش ہو جاوے یا لفظ اللہ کی صورت میں دل پر لکھے اور اس کی طرف متوجہ رہے۔ تصویر یہ ہے۔ (اللہ)

بیان مراقبات قادریہ

مراقبہ احسان

مراقبہ فناء، مراقبہ نور، مراقبہ موت۔ ان مراقبات کے بعد مراقبہ توحید افعالی مراقبہ توحید صفاتی، مراقبہ توحید ذاتی ہیں۔

طریق مراقبہ

دل کو ماسوائے اللہ تعالیٰ کی یاد سے محفوظ رکھنا کہ جس آیت یا کلمہ کا مراقبہ منظور ہو اس کو زبان سے کہے اور اپنے کو ذلیل وحقیر کمترین سمجھ کر با ادب قبلہ رو دوزانو بیٹھے اور غیر خدا سے دل صاف کر کے اس کے معنی کے تصور میں منہمک ہو جاوے۔ اسی کے متعلق حدیث شریف میں ما الاحسان ہے۔

مراقبہ فناء کل من علیها فان و یبقیٰ وجه ربک ذوالجلال والاکرام۔ یہ آیت گویا مراقبوں کا اصل ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ اپنے کو بالکل مردہ اور خاک خیال کرے اور آسمان کو شگاف دار اور تمام دنیا کو نیست ونابود مثل قیامت کے دن کے تصور کرے اور خدا کی ذات کو موجود و باقی تصور کرے محویت پیدا ہو جاوے۔

دوسرا مراقبہ نور

اللہ نور السمٰوٰت والارض خیال کرے کہ جس

طرح اللہ کا وجود ہر جگہ ہے اسی طرح اس کا نور تمام عالم میں ہے اور اس میں مستغرق ہو جاوے۔ اسی طرح۔

تیسرا مراقبہ موت

قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملا قیکم اور این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدة. جب ان مراقبات سے فائدہ حاصل ہوا اور انوار و کیفیات ظاہر ہوں تو پھر مراقبہ توحید کیا جاتا ہے اور یہ مراقبہ توحید چند طریق پر ہے۔

اول توحید افعالی

اس کا طریقہ یہ ہے کہ تمام دنیا کے حرکات و سکنات کو خدائے تعالیٰ کے افعال کا مظہر جانے۔ ظاہری کام کرنے والوں کو آلہ اور اللہ تعالیٰ کو فاعل حقیقی خیال کرے تو غیر کی فاعلیت کا خیال جاتا رہے گا۔

دوسرا مراقبہ توحید صفاتی:

اپنے اور تمام دنیا کے وجود کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا عکس سمجھے اور اسی خیال میں مستغرق ہو جاوے یہاں تک حدیث شریف، کنت له سمعه و بصره کا مصداق ہو جاوے۔ حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ جب میرا بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ ہلتے ہیں تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ انا جلیس من ذکرنی کہ جو مجھ کو یاد کرتا ہے تو میں اس کا ہمنشین و جلیس ہوتا ہوں۔ اس پر انوار الٰہیہ کی اس قدر تجلیاں ہوں گی کہ اس کے حواس خمسہ مغلوب و مستور ہو جائیں گے۔ اور ذکر و ذاکر دونوں فناء ہو جائیں گے اور صرف مذکور یعنی اللہ رہ جائے گا، بس مصداق ہوگا، شهد الله انه لا اله الا هو.

توجہ کا آسان طریقہ

مرید کو باوضو دو زانو مؤدب بٹھائے اور پہلے اس کی طرف توجہ کرے تاکہ اس کا ذہن با آسانی اذکار و اشغال کو قبول کر سکے۔ وہ اس طرح کہ مرشد پہلے خود تمام خیالات سے خالی ہو جائے، پھر اپنے دل کو اس کے دل کے مقابل کرے اور اللہ تعالیٰ کے اسم ذات اللہ کی ضرب لگائے۔ اور خیال کرے کہ اس ذکر کی کیفیت میرے واسطے سے اس کو حاصل ہو رہی ہے۔ اور یہ ذکر اس کے دل میں سرایت کر رہا ہے۔ اور یہ ضربیں ایک سو ایک بار ہوں تاکہ شوق اور ذکر کی حرارت اس کے قلب پر اثر کرے اور اس کا قلب ذاکر ہو جائے اور قلب ذکر سے حرکت کرنے لگے، تو اس طرف کچھ التفات نہ کرے، حتیٰ کہ کثرت ذکر سے بلا اختیار جسم کا کوئی حصہ کوئی عضو ہاتھ پاؤں سر حرکت کرنے لگتے ہیں۔ جو کچھ ظہور میں آتا ہے، صورتیں ہو یا صوتیں ہو انوار ہوں یا واقعات، ظلمات ہوں یا انکشافات وغیرہ سب مخلوق ہیں اور سالک کا وطیرہ خالق برتر اور ہمہ تن توجہ ذات بحت پر ہے۔ خواہشات نفسانی تابع مرضیات الٰہی ہو جائیں، صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگ جائے کہ اپنی ہستی کی رنگ و بو نہ رہے۔

معمولات سالک

تہجد چار، آٹھ، بارہ رکعت حسب گنجائش بہ مجبوری وقت عشاء کم از کم چار رکعت۔

دوازدہ تسبیح

خواہ تہجد کے وقت یا بعد عشاء یا نماز فجر یعنی دو تسبیح لا اله الا الله کی اس کو نفی اثبات بھی کہتے ہیں۔ چار تسبیح الا الله کی چھ تسبیح اللہ اللہ کی۔ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان اکتالیس بار سورہ فاتحہ مع بسم اللہ ہر بار۔

دینی زندگی سیکھنے کے طریقہ کار کا خلاصہ:

ارشادات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

چھ نمبروں کی ترتیب

اس کام کا خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ (اور ماحول) کی تعلیم (و تربیت) کی ابتداء میں جو خامی رہ گئی ہے، اس کو دور کرنے کے لئے کلمہ، نماز چھوٹوں بڑوں کے آداب، باہمی حقوق اور درستی نیت اور لغزش کے موقعوں سے بچنے کے لئے علم و عمل کے سیکھنے کے لئے ان اصول کے ساتھ اپنے بڑوں سے لیتے ہوئے ان لوگوں کے پاس جائیں جو اس سے بالکل محروم ہیں تاکہ ان کی خامی دور ہو جائے اور ان کو واقفیت ہو جائے۔

عہد نبوی ﷺ میں دینی محنت کا نقشہ

دینی محنت کرنے والے رفقاء سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خطاب۔ یوں سمجھئے کہ ایک دینی محنت ہے جو حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے ایک خاص نقشے کے ساتھ کی ہے۔ الحمد للہ احباب نے چند مقامات میں تھوڑا تھوڑا اس محنت کو سیکھنا شروع کیا ہے۔ اب جو ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ دین پر نہیں چل رہے ہیں، بلکہ اس سے نکل کر بے دینی میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محنت نکل چکی ہے۔ اب جتنی جہاں اللہ کے بندوں نے دین کی محنت شروع کر دی ہے، اتنی ہی خدائے پاک نے ہدایت دینی شروع کر دی ہے۔ اور بقدر ہدایت کے دین زندہ ہونا شروع ہو گیا ہے۔ جہاں نمازی نہیں تھے، وہاں کچھ نمازی ہو گئے۔ جہاں روزے نہیں تھے وہاں کچھ روزے زندہ ہو گئے۔ جہاں حج نہیں تھا، وہاں کچھ حج قائم ہو گیا۔ جہاں تعلیم کا رواج نہ تھا، وہاں تعلیم ہونے لگی۔ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں سے دین کے لئے قربانیاں دلوائیں ہیں تو اب محنت کرنے والوں میں جتنی حضورؐ والی قربانیاں پیدا ہوں گی، محنت کی سطح بلند ہو گی۔ اب میں حضور ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی محنت بتلانا چاہتا ہوں، جس سے ابھی ہم بہت دور ہیں، لیکن اگر اس محنت کو سامنے رکھ کر چلتے رہیں گے تو خدا وہاں تک پہنچا دے گا۔ تو ہر کام کرنے والے کو محنت کے اس انتہائی نقشہ کو سامنے رکھ کر وہاں تک پہنچنے کی نیت کرنی چاہئے۔ یہ بات تو آپ لوگ جانتے ہیں کہ سارے عرب میں مدینہ والوں کی محنت سے دین پھیلا ہے۔

اس زمانے میں بیت اللہ پر آنے والے حجاج سے بھی وہاں کچھ وصول نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ حجاج کی مدارات میں ہر ایک کچھ خرچ کرتا تھا۔ لہٰذا حج کا شعبہ بھی اس زمانے میں کمائی کا شعبہ نہیں تھا۔ کھیت اور باغات بھی گویا نہیں تھے۔ تجارتی نظام بھی مکہ معظمہ وغیرہ کے علاوہ نہ تھا۔ کہیں کہیں کھجور، انگور اور انار کے کچھ باغات تھے۔ چند مقامات تھے جہاں چھوٹے پیمانے پر تجارت ہوتی تھی۔ بادشاہوں تک کی ہمت نہیں تھی کہ اس ملک پر حکومت کریں۔ حکومت کرنے کے لئے بھی اخراجات کی ضرورت ہے، اس وقت نہ پٹرول تھا نہ سونا۔ عرب کے کنارے پر قیصر و کسریٰ کی حکومتیں فوجی نظام رکھتی تھیں کہ عرب ان پر کسی وقت چڑھائی نہ کر دیں، ورنہ کوئی نظام حکومت چلانے کے لئے پورے عرب بھر میں نہ تھا۔ تو جس ملک میں نظام چلانے کے لئے حکومتوں تک کی ہمت نہ پڑتی ہو، اس ملک میں حضرت محمد ﷺ نے محنت کی۔ یہ جو مقامات تجارت و زراعت کے مراکز تھے، وہ سب ہی حضور ﷺ کے مقابلے میں آئے۔ سوائے مدینہ پاک کے آدمیوں کے، سارے ملک کے خوش حال قبائل مخالف تھے۔ جہاں بھی کوئی ایمان لاتا اسے مدینہ بلا لیا جاتا۔ تو مدینہ ایسی بستی بن گیا جہاں لوگ خاندان اور برادریاں چھوڑ چھوڑ کر آ کر بستے رہے۔ اور جب قوم سے نکل کر آتے تھے تو، اپنا مال بھی لے کر نہیں آ سکتے تھے۔ مدینہ والوں کو ان کے رہنے کھانے اور پینے کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ایسی بستی بن گئی جہاں مہاجر اور مقامی برابر ہو گئے۔

آنے والوں میں کچھ تو تھے ہی فقیر، کچھ کے روزگار ٹوٹ گئے، کچھ کے اموال مقام والوں نے چھین لئے۔ غرضیکہ مدینہ میں آنے والے سب ہی فقیر بن کر آئے۔ ان فقیروں اور مدینہ کے انصار کو لے کر آپؐ نے دین کی محنت کا کام شروع کیا۔ باہر سے آنے والے کو کاروبار کرنے سے روکا نہیں گیا۔ جب تک کمائی کی شکلیں وجود میں نہ آئیں، مقامیوں نے سب کی ضروریات مہیا کیں۔ مدینہ کے انصار کے بہت سے گھروں پر کئی کئی خاندان ٹھہرے ہوئے تھے۔ الغرض ان ضرورتوں کے اعتبار سے باہر نکلنے کا بالکل موقع نہیں تھا، لیکن حضرت محمد ﷺ نے مدینہ والوں کو کمائی کی چھٹی دینے کی بجائے دین کی پوری محنت کا ایک ایسا نقشہ قائم کیا کہ انسانی زندگی میں جو تقاضے ہیں گھر والوں کی پرورش (دیکھ بھال، مال و دولت کمانے کا عمل، ان دونوں عملوں کو بار بار چھڑا کر دین کی محنت کے عمل کو آگے بڑھایا اور صحابہ کرامؓ کو ایسی تربیت دی کہ جس وقت اللہ کے راستے میں نکلنے کا کہا جائے اور جتنوں کو کہا جائے اور جہاں کے لئے کہا جائے، سب تقاضوں کو چھوڑ کر نکل جائیں۔ یہاں تک کہ جن کو مغرب کے وقت نکلنے کو کہا، انہیں مدینہ میں سونے نہیں دیا۔ جس طرح پکے نمازی اذان کی آواز سن کر تمام کام چھوڑ کر نماز کے لئے

کھڑے ہو جاتے۔ اسی طرح مدینے والے خدا کے راستے میں نکلنے کی آواز پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ جس وقت اللہ کے راستے میں ایمان و دین کے تقاضوں پر آواز لگتی، یہ آواز سودے خریدتے وقت سنیں یا دکان کھولتے وقت کان میں آئے یا خرید و فروخت کے انتہائی انہماک کے وقت سنی جائے، یہ آواز کھجور کے باغوں میں کھجوروں کے توڑنے کے وقت لگے، نکاح ہونے کے وقت لگے، یا رخصتی ہونے کے وقت لگے، عورتوں کے بچہ پیدا ہونے کے وقت لگے یا عزیزوں اور گھر والوں کی موت کے وقت لگے، اس کی مشق کر لی تھی کہ جس وقت آواز سنیں، سب چھوڑ چھاڑ کر نکل جائیں، جو پاس ہو لے لیں۔ جہاں ضرورت ہو چلے جائیں۔ جتنے وقت کا تقاضا ہو وہاں گزاریں، جو جان پر بیتے اسے جھیلیں۔ یہ مزاج بن گیا تھا خدا کے راستے میں نکلنے والوں کا۔ مدینہ پاک کے دس سال کے قیام میں ڈیڑھ سو جماعتیں نکالیں، جن میں سے ۲۵ سفروں میں آپ خود تشریف لے گئے۔ کسی میں دس ہزار نکلے، کسی میں پچاس نکلے، کسی میں تیس یا چالیس ہزار نکلے، کسی میں تین سو تیرہ نکلے، کسی میں دس کسی میں پندرہ کسی میں سات یا آٹھ نکلے۔ مدت کے اعتبار سے کسی میں دو ماہ خرچ ہوئے، کسی میں تین ماہ، کسی میں بیس دن، کسی میں پندرہ دن خرچ ہوئے۔ بقیہ جو سوا سو جماعتیں نکلیں ان میں بھی ہزار نکلے، پانچ سو اور چھ سو بھی، کم و بیش سب طرح کے نکلتے رہے۔ مدت بھی چھ ماہ چار ماہ، سب طرح کا وقت لگا۔ اب حساب لگاؤ کہ ہر آدمی کے حصے میں باہر گزارنے کا کتنا وقت پڑا اور سال میں کتنے سفر کیے۔ اگر سب سفروں کو جوڑ کر تخمینہ کرو گے، تو سال میں چھ ماہ یا سات ماہ ہر آدمی کے حصے میں آئیں گے۔ اب اس نقل و حرکت کی کوشش سے مختلف مقامات کے انسانوں کو مدینہ آنے کی دعوتیں ملیں کہ اسلام مدینہ میں آ کر سیکھو، چونکہ اسلامی زندگی ماحول سے آئے گی۔ اس زندگی کا ماحول صرف مدینہ میں تھا، تو باہر نکلنے والوں کو اپنے لئے بھی علم حاصل کرنے کے لئے وقت نکالنا پڑتا تھا۔ مدینہ کے قیام کے زمانہ میں مسجدوں کے لئے وقت مانگا جاتا تھا۔ تاکہ سیکھنے سکھانے کا انتظام مسجدوں میں قائم رہے اور آنے والوں کو سنبھالا جا سکے۔ جب ان لوگوں نے روزانہ کی زندگی ایسی بنالی کہ اگر دو آدمیوں نے مل کر تجارت

شروع کی تو باری لگالی ایک ایک دن کی، کوئی کسی وقت کوئی کسی وقت، کوئی کما کر پہنچ جاتا۔ کوئی شام کو پہنچتا اور رات کو رہتا، عشاء کے بعد سے عبادت میں لگا رہتا، پھر سو جاتا۔ کچھ عشاء پڑھتے ہی سو جاتے اور پچھلے وقت میں تہجد ادا کرتے۔ اس طرح چوبیس گھنٹے مسجد میں مقامی مسلمان موجود رہتے۔ اب جو باہر سے جس وقت پہنچتے، آدمی مسجد میں ان کو سنبھالنے کو موجود ملتے۔ کبھی تعلیم کے حلقے ہو رہے ہیں تو آنے والوں کو اس میں بٹھاتے، نماز ہو رہی ہے تو اس میں شامل کر رہے ہیں، ذکر اذکار جس وقت ہو رہا ہے اس میں جوڑ رہے ہیں۔ اس طرح آنے والے بھی اپنے کو خالی کسی وقت نہیں سمجھیں گے۔ ذرائع آمدنی تو عام حالات سے بھی کم ہو گئے اور اخراجات کئی گنا زیادہ بڑھ گئے۔ باہر کی نقل و حرکت کا خرچ، اپنا اور گھر والوں کا خرچ، جو دوسرے باہر سے مدینہ میں آئیں تو ان کا خرچ، جو مدینہ کے غرباء باہر نکل رہے ہیں، ان کا سفر خرچ، سواری لباس کھانا، باہر والے خوش حال آئیں، ان کی بھی دعوتیں کرنا۔ پھر جن علاقوں میں قحط ہوتا وہ بھی مدینہ پاک آتے، ان کی بھی مدد کرنا۔ غرضیکہ خرچ تو نقل و حرکت کے زمانے میں بھی اور قیام کے زمانے میں بھی بہت بڑھ گیا۔ اور حضرت محمد ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی قربانی کی برکت سے ان تمام انسانوں کی تربیت ہو گئی جن کی تربیت کی حکومت کو بھی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آپ ایسی حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے، جب سارا عرب اسلام سے منور ہو چکا تھا اور مدینہ کا ایک گھر مال سے خالی ہو چکا تھا۔ پھر حق تعالیٰ شانہ نے قیامت تک آنے والوں کو یہ دکھانے کے لئے کہ اسلام ذات محمدی ﷺ اور آپ کی محنت سے پھیلا ہے، حضور ﷺ کا وصال ہوتے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو بیٹھنے نہیں دیا، بلکہ ایک دم سب کو خدا کے راستے میں نکال دیا۔ اسی بھوک اور پیاس میں اسی غم کی حالت میں نکالا۔ یہاں تک کہ تین دن اور تین راتیں ایسی گزریں کہ ہر وقت حملے کا خطرہ تھا اور مدینہ پاک بالغ مردوں سے گویا خالی تھا۔ اللہ رب العزت نے اس محنت کی پوری دنیا کو قیمت دکھائی۔ ایک قلیل عرصہ میں سارا عرب اسی نقشہ پر آ گیا۔ ایک عرب گھرانہ اسلام سے باہر نہیں رہا اور اس میں صرف ایک ماہ لگا۔ صرف یہی نہیں کہ مسلمان بن گئے

بلکہ ایمان کی پوری محنت پر لوٹ آئے۔ یہ سمجھیں کہ ہماری والی محنتیں ابتدائی ہیں اور ہمیں ان جیسی محنت کرنے والا بننا ہے، پوری پوری جان لگانے والا بننا ہے۔

مختصری زندگی ہے، اس میں تھوڑا سا وقت ضروریات کے لئے کمانے پر لگائیں گے اور بقیہ تمام وقت دین کی محنت پر صرف کریں گے۔ اب ذہن میں یہ رکھیں کہ چونکہ یہ قربانی حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اندرون سے نکلی ہے، اس لئے ان کے بدن اور روح کے انوار اس قربانی میں موجود ہیں۔ لہٰذا جتنی یہ قربانیاں کام کرنے والوں میں بڑھیں گی، اتنی ہی ہدایت حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے آئے گی۔

وہ مسلمان جو زندگی کے کسی شعبے میں اسلام کی بات سننے کو تیار نہیں، وہ اپنے تمام کاموں کو اسلام کے احکامات کے موافق بنالے گا، اور آپ حضرات کی قربانیوں کا بدلہ حضور ﷺ حوض کوثر پر کھڑے ہو کر دلوائیں گے۔ جہاں آپؐ نے انصار سے ملنے اور ان کی قربانیوں کا صلہ دلوانے کا وعدہ فرمایا ہے، بشرطیکہ یہ طے کرلو کہ خدا جو کچھ ان محنتوں کے بعد دے گا، وہ حاصل کر کے دوسروں کو دیں گے اور خود نہ لیں گے۔ ایسا کرنے میں حضورؐ کی جھلک پائی جائے گی، کیونکہ آپؐ قربانیوں کے دور میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ تھے۔ اور جب نعمتیں ملنے کا وقت آیا تو آپؐ تشریف لے گئے۔ اس طرح جو حضرات اپنے جان و مال کی قربانی کریں گے اور دنیا میں کچھ لینا نہیں چاہیں گے اور صرف آخرت پر نگاہ رکھیں گے، وہی حضرات آخرت میں حضور ﷺ سے سب سے زیادہ قریب ہوں گے۔ ان شاءاللہ۔

تمت

دلیل ثبوت قبض:

یہی وہ حالت تھی جو حضرت کعبؓ پر غزوہ تبوک میں عدم شرکت کے باعث ہوئی تھی، جس کو ضیق ارض اور ضیق نفس سے تعبیر فرمایا ہے۔

اسباب قبض:

یہ سالک حق کا طالب یا لذت کا تو منجانب اللہ یہ حالت طاری اور وارد کی جاتی ہے، جس سے امتحان مقصود ہوتا ہے یا سنبھالنے کے لئے بسط کو سلب کرلیا جاتا ہے، تاکہ عجب وکبر میں مبتلاء نہ ہو۔ قبض حقیقۃً بصورت قہر لطف الٰہی ہے۔ قبض منافع میں بسط سے بھی زیادہ ہے۔ حدیث قدسی ہے، انا عند المنكسرة قلوبهم کہ میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوں، انکسار والے دلوں کے پاس ہوں۔ قبض سے عجب کا علاج ہوتا ہے، عبدیت کی حقیقت کا اس میں انکشاف ومشاہدہ ہوتا ہے، فناء، تہ دستی کھلی آنکھوں نظر آتی ہے۔

بسط:

قبض کے مقابل حالت بسط ہے۔ یعنی آثار لطف وفضل کے ورود سے قلب کو سرور وفرحت ہونا بسط ہے۔

مشاہدہ:

کسی امر کے استحضار اور خیال کا قلب پر غالب اور قوی ہوجانا مشاہدہ کہلاتا ہے۔

دلیل:

جیسے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہوتے ہیں، اور آپؐ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو اس وقت ہم ایسے ہوتے ہیں گویا کھلی آنکھوں جنت و دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔ تو حضرت حنظلہ کے اس ارشاد سے مراد یہی غلبۂ استحضار ہے۔ مثال میں سمجھو کہ محبوب معشوق نے دیکھا کہ عاشق بڑے غور سے اور بڑی دیر سے مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ اب محبوب کو اندیشہ ہوا کہ زیادہ نظر جما کر دیکھنے سے مر نہ جائے۔ اب اگر دیدار سے منع کرے تو یہ بہت سخت ثابت ہوگا۔ اس میں بے چینی ہوگی اور اس میں بھی وہی اندیشہ ہے کہ مر نہ جائے۔ اس لئے بجائے روکنے کے یہ کیا کہ خدمت میں لگا دیا کہ عاشق کو بازار میں بھیج دیا کہ جاؤ مٹھائی لے آؤ! اس طرح اس کو محبوب سے کچھ استتار ہوگیا۔ مگر کیفیت شوق میں اعتدال ہو جائے گا اور تعمیل حکم محبوب کی بھی ایک خاص لذت ہے جو کہ قریب لذت دیدار ہی کے ہے۔

طریق حصول:

اگر کسی کو شوق ہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی کامل اتباع میں مداومت سے لگ جاوے تو خود ہی حقائق اور

معارف منکشف ہوجاویں گے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں،

بینی اندر خود علوم انبیاء
بے کتاب و بے معید و اوستا

مثال:

مثال میں یوں سمجھو! موٹی بات ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کا پورا مطیع ہوکر محبوب ہوگیا تو بادشاہ اسے خود ہی کبھی اپنے محل کی سیر بھی کرادے گا کہ دیکھو یہ خزانہ ہے اور یہ چور دروازہ ہے، یہ ہماری بیگمات کی قیام گاہ ہے، یہ آرام گاہ ہے۔

تنزلات ستہ:

یہ ظاہر ہے کہ مصنوعات سے صانع کا ظہور ہوتا ہے مصنوع سے ہی صانع پہچانا جاتا ہے۔ صانع میں ایک مرتبہ ذات کا ہے اور ایک صفات کا۔ پھر صفات میں بھی ایک مرتبہ جامعیت اور اجمال کا ہوتا ہے اور ایک مرتبہ تفصیل کا۔ جب یہ باتیں سمجھ میں آگئیں تو اب سمجھئے کہ مخلوقات سے برتر اللہ تعالیٰ کے وجود کا ہم کو علم ہو۔ اللہ تعالیٰ کی صفات تفصیلیہ سے صفات اجمالیہ کا مخلوقات میں ایک عالم ارواح ہے ایک عالم اجسام۔ عالم ارواح لطیف ہے عالم اجسام کثیف ہے کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے ان میں تعلق کے لئے ایک ایسی چیز پیدا کی جس کو دونوں سے مناسبت ہے اور اس کو عالم مثال کہتے ہیں اسی طرح مخلوقات کی ترتیب میں روح پہلے پیدا ہوئی پھر عالم مثال پھر عالم اجسام میں سب سے آخر میں انسان پیدا ہوا اور اس انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی صفتیں پیدا فرمائیں اس لئے اس انسان کو جامع کہتے ہیں۔ مخلوقات اپنے وجود میں ہر وقت فیضان الٰہی کی محتاج ہے اگر ادھر سے وجود کی حفاظت نہ ہو تو فوراً نیست ونابود ہوجائے۔

مثال:

جیسے کہ چراغ ہے کہ اس میں بتی ہے اس بتی کے سرے پر جو آگ کا شعلہ (لو) ہے اس میں چراغ سے ہر وقت نیا تیل آتا ہے اور وہ فنا ہوکر دوسرا آتا۔ جگنو سے کسی نے پوچھا کہ تو رات کو مانند چراغ کے چمکتا ہے دن کو کیوں نہیں نکلتا۔ کہاں گم ہوجاتا ہے؟ تو جگنو نے بہت اچھا جواب دیا۔

کہ من روز و شب جز بصحرا نیم
ولے پیش خورشید پیدا نیم

کہ میں رات دن صحرا میں ہی رہتا ہوں لیکن سورج کے سامنے ایسا ہوجاتا ہوں کہ پیدا ہی نہیں ہوا اس کی روشنی کے سامنے میری روشنی ظاہر نہیں ہوتی۔

دلیل نقلی:۔

اس کی یہ ہوسکتی ہے کہ **کل شئ ھالک الا وجھہ** .

حقیقت احوال وکیفیات

دین میں مقصود مطلوب وہ امور ہوتے ہیں جو بدون تحصیل حاصل نہ ہوں بلکہ انکا حصول صرف اختیار پر موقوف ہو۔ حالات کا غلبہ دائم نہیں ہوتا بالخصوص مبتدی کے لئے کہ مبتدی کو بہت تغیر وتبدل پیش آتا ہے جس کو تلوین کہتے ہیں۔ کمال یہی ہے کہ بدون غلبہ احوال کے استقامت حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ کی عظمت وجلال کے خیال سے دل پر رقت طاری ہوئی رونگٹے کھڑے ہوگئے، اور منتہا اس کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے رک گئے یہی مقصود ہے۔ دل میں عشق کی دھن پیدا ہوئی اور محبوب کے خیال میں محویت ہوئی محبوب کی رضا جوئی کی طلب میں لگ گئے یہی مطلوب ہے۔ معاصی سے پوری طرح بچتا ہے اور طاعات کو بجالاتا رہے۔ یہ شخص متخلق باخلاق اللہ ہے یہی مقصود ہے۔ بعض اوقات معاصی کے ساتھ بھی بعضے احوال نفسانیہ باقی رہتے ہیں۔ جیسے وجد واستغراق، شوق وشگفتگی اور حیرت وغیرہ پس ان کے بقاء سے دھوکہ میں نہ آئے کہ میں ایسا مقبول ہوں کہ معصیت سے بھی مقبولیت میں خلل نہیں پڑتا۔ رضا ومقبولیت کی دلیل نہیں۔ بخلاف کیفیات نورانیہ کے کہ وہ طاعات کی ترقی کے موجب ہوتے ہیں اس لئے سالک ان سے متلذذ ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کو حجب نورانیہ کہتے ہیں اور حجب نورانیہ حجب ظلمانیہ سے اشد ہیں۔ اپنے کو خدائے تعالیٰ کے سپرد کریں تفویض تام ہوکر جو ہوگا بہتر ہوگا۔

الہام:

کسی حقیقت کا بلانظر واکتساب قلب میں القاء ہوجانا الہام ہے۔ یا کسی ہاتف غیبی کی آواز کا آجانا۔

دلیل:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں عمر ہوں اور مجھے تو حاکم بننے کا شوق نہ تھا لیکن مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی وصیت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب میں اس کا القاء فرمایا تھا۔

دلیل:

کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیوں کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے نور اللہ سے مراد یہی صفاء قلب ہے جس کا سبب ذکر اور تقویٰ ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ایک شخص نظر بد کر کے حاضر ہوا۔ تو فرمایا ما بال اقوام یترشح الزنا من اعینهم عام عنوان میں ارشاد فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔ حضرت مولانا رومی فرماتے ہیں۔

پیش اہل دل نگہدارید دل
تانباشی پیش آں خوار و خجل

کشف:

عالم غیب کی اشیاء کا منکشف ہونا کشف کہلاتا ہے۔

دلیل:

بخاری ومسلم وترمذی شریف میں حضرت انس بن نضرؓ کا قول مروی ہے فرمایا کہ میں جبل اُحد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو پاتا ہوں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے غزوہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے دائیں بائیں دو شخص دیکھے جن پر سفید کپڑے تھے اور سخت لڑائی لڑ رہے تھے میں نے ان کو نہ پہلے کبھی دیکھا تھا نہ بعد میں دیکھا یعنی وہ دونوں فرشتے جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام تھے (بخاری ومسلم) ان کا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نظر آجانا حدیث میں صراحۃً مذکور ہے تو مدلول حدیث کشف ملائکہ ہے۔

کشف:

کشف کونی یہ کہ باوجود بعد مکانی یا زمانی کے کسی کسی چیز کا حال معلوم ہو جائے کشف الٰہی یہ کہ علوم واسرار معارف متعلق سلوک کے یا متعلق ذات وصفات کے اس کے قلب پر وارد ہوں یا عالم مثال میں یہ چیزیں متمثل ہو کر مکشوف ہوں۔

انتباہ:

بزرگوں کو جو کشف ہوتا ہے ان کے اختیار میں نہیں یہاں تک کہ نبیوں کا کشف بھی ان نبیوں کے اختیار میں نہیں دیکھ لیجئے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو مدت تک یوسف علیہ السلام کی خبر نہ ہوئی اور جب خبر آنے کا وقت آیا تو میلوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتہ کی خوشبو آنے لگی۔

انتباہ:

کرامت کی تین قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ علم بھی ہو قصد بھی ہو۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان مبارک سے دریائے نیل کا جاری ہونا۔ دوسری یہ کہ علم ہو قصد نہ ہو جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے فصل بے موسم میوؤں پھلوں کا آجانا۔ تیسری قسم یہ ہے کہ علم ہو نہ قصد ہو جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دو چند سہ چند ہو جانا اسی لئے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر تعجب ہوا جس سے ان کے علم وقصد کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوا۔ ولایت کے لئے کرامت کا ظہور یا وجود ضروری نہیں۔ چنانچہ بعض صحابہؓ سے عمر بھر ایک بھی خرق عادت کا صدور وقوع نہیں ہوا۔ بعض اولیاء ایسے بھی ہوئے ہیں کہ انتقال کے بعد بھی ان سے خوارق و تصرفات سرزد ہوتے رہے اور یہ بات حد تواتر کو پہنچ گئی۔

کرامت معنوی:

اہل بصیرت اہل نظر کے نزدیک بڑا کمال یہی کرامت معنوی ہے جس کا خاص شریعت پر مستقیم رہنا مکارم اخلاق کا خوگر ہونا۔ اعمال صالحہ، نیک کاموں کا پابندی اور بے تکلفی سے صادر ہونا اخلاق رذیلہ مذموم سے پاک ہونا اور کوئی سانس غفلت میں نہ گزرنا۔ اتباع سنت ہر کام میں بے ارادہ ہونا۔

دلیل ثبوت کرامت:۔

ارشاد ہے قال یمریم انی لک هذا قالت هو

من عند الله کہ زکریا علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ اے مریم یہ چیزیں (بے موسم) تمہارے پاس کہاں سے آئیں مریم نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئی ہیں۔

دوسری دلیل:

بخاری شریف میں حارث کی ایک بیٹی سے منقول ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ انگور کا خوشہ کھا رہے ہیں اور اس وقت مکہ میں پھل و میوہ کا کہیں پتہ و نشان تک نہ تھا اور وہ خود لوہے میں مقید تھے۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیرؓ، عبادؓ بن بشیر رسول اللہ ﷺ کے پاس تاریک رات میں حاضر تھے۔ جب یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے تو ان دونوں کے آگے دو نور ظاہر ہوئے۔ جب دونوں جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک نور ہو گیا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر عرش ہل گیا۔ اور فرمایا کہ ملائکہ بھی ان کے جنازہ کو اٹھاتے ہوئے تھے۔

استغراق

کسی کیفیت کے غلبہ سے ایسا ہو جانا کہ دوسری جانب کی خبر نہ رہے۔

دلیل

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی صاحبزادی جا رہی تھیں۔ کسی نے پوچھا یہ لڑکی جو آپؓ کے ساتھ ہے، آپؓ کی ہے؟ آپؓ نے غور سے دیکھ کر فرمایا کہ ہاں! گھر والے کہتے تو تھے کہ یہ میری لڑکی ہے۔

وجد

کسی حالت محمودہ غریبہ کا غلبہ ہونا اور اصلی حالت سے نکال ڈالنا (جیسے دل کا سرور) وجد کہلاتا ہے۔ (صحابیؓ کا بیان ہے) آپ ﷺ نے فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے قرآن مجید سنوں! سو میں نے آپ کو سنایا۔ دیکھا تو آپؐ کے آنسو بہہ رہے تھے (بخاری و مسلم)۔ کہ وہ حضرات تلاوت قرآن کے وقت رویا کرتے اور ان کے بدن رونگٹے کھڑے ہو جایا کرتے۔ پھر خدا تعالیٰ کی یاد کی طرف ان کے پوست اور قلوب نرم ہو جاتے۔ بعض ناواقف یوں سمجھتے ہیں کہ فیض پہنچانا شیوخ کے قبضہ و اختیار میں ہے یہ محض غلط اور باطل خیال ہے۔

دلیل و ثبوت تصرف

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک لمبی حدیث میں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے میری یہ حالت دیکھی جو مجھ پر غالب ہے، آپؐ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا، میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوف سے میری یہ حالت ہو گئی کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔

مخالفت شیخ

حدیث قدسی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں، من عادیٰ لی ولیاً فقد اذنته بالحرب، کہ جو میرے ولی سے عداوت کرے میں اس سے لڑائی کا اعلان کرتا ہوں۔ شیخ کی ناراضگی سے دنیا میں چین نصیب نہیں ہوتا۔

دلیل

بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اعمال میں سے اتنا اختیار کرو کہ اکتاؤ نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا، جب تک تم نہ اکتاؤ۔ بیعت میں جلدی نہ کرو، خوب پرکھ لو پرکھا لو! بے شرع پیر سے بیعت نہ کرے اور بیعت ہو گیا تو اس پیر کو چھوڑ دے۔ اگر شیخ سے محبت کامل ہو تو ظاہری دوری فیض سے مانع نہیں ہے۔

تجلی حق در خلق

(ترمذی شریف) کہ میرا رب میرے پاس ایک اچھی صورت میں آیا۔ یہی وہ چیزیں ہیں صوفیاء کی اصطلاح میں بایں عنوان تعبیر پائی جاتی ہیں، جن سے ظاہر بیں کسی قدر متوحش ہو جاتا ہے۔

الصوفی لا مذہب لہ

ہر مسئلہ میں حتی الامکان احتیاط کی جانب کو اختیار کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے، استفت قلبک۔

اکثر مشائخ کسی کو اپنا خلیفہ و جانشین کر دیتے۔ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کسی امر میں

گفتگو کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر آنا۔ اس نے عرض کیا کہ اگر آپ کو تشریف فرما نہ پاؤں؟ مراد یہ تھی کہ آپ کی وفات ہو جاوے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس چلی جانا (بخاری ومسلم وترمذی)۔

دلیل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خلافت ایسے شخص کے لئے تجویز کرتا ہوں جس کی رغبت اہل اسلام مسلمانوں کی توقیر کی طرف ہو۔ ایسے شخص کے حوالہ نہیں کرتا جو اس کا اہل نہ ہو۔ اس حدیث شریف سے نااہل کو خلیفہ بنانے کا ابطال ثابت ہوتا ہے۔

اخراج مرید

دلیل

حضور ﷺ نے حضرت کعبؓ اور دوسرے دو صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے غزوۂ تبوک سے رہ جانے پر مسلمانوں کو ان تینوں کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرمایا۔

تیز مزاجی

بعض بزرگ زیادہ لطیف المزاج ہوئے ہیں۔ لطافت کی وجہ سے ان کو نامناسب امور زیادہ ناگوار ہوتے ہیں۔ اور یہ ناگواری ان کے بشرہ سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات یہ تغیر مزاج کا حد غضب تک پہنچ جاتا ہے جس سے بعض تنگ نظروں کو ان حضرات اہل اللہ پر بدخلقی کا شبہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ تیزی جو کہ لطائف طبیعت کے سبب سے ہو وہ صرف میری امت کے صلحاء و ابرار میں ہوتی ہے۔ بزرگوں پر اعتراض کرنے میں جلدی نہ کرنا چاہئے۔

رنگین لباس پہننا

بعض بزرگوں کی عادت ہے کہ سر سے پاؤں تک رنگین کپڑے پہنتے ہیں۔ اگر یہ ریاء نہ ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

دلیل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ یہ حدیث شریف رنگین لباس پہننے کی دلیل ہے۔

صوف پہننا

دلیل

مسلم وترمذی ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک کمبل بہت دبیز اور ایک لنگی موٹے کپڑے کی نکال کر دکھلائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان ہی دو کپڑوں میں وفات پائی۔

چلہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص چالیس روز تک اللہ تعالیٰ کے لئے خلوص کے ساتھ خلوت اختیار کرے تو علم کے چشمے اس کے قلب سے جوش زن ہو کر اس کی زبان سے ظاہر ہوں گے۔

دربان کا مقرر کرنا

دلیل

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میرے پاس آنے کے لئے تمہارے لئے یہی اجازت ہے کہ تم پردہ اٹھا دیا کرو اور میری مخفی بات سن لیا کرو جب تک میں منع نہ کروں۔ (ابن ماجہ)

دلیل

آنحضرت ﷺ جب اپنے دولت خانہ پر تشریف لاتے تو اپنے اوقات کے تین حصے فرماتے اور آپ کی عادت شریفہ امت کے حصۂ وقت میں جو باہر صرف ہوتا تھا، یہ تھی کہ اہل فضیلت کو ترجیح دیتے تھے (شمائل ترمذی)۔

دلیل

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا۔ ایک شخص آیا اور دروازہ کھلوایا۔ آپؐ نے فرمایا، دروازہ کھول دو اور اس شخص کو جنت کی بشارت دے دو! میں نے دروازہ کھولا تو وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے ان کو

رسول اللہ ﷺ کی فرمائی ہوئی خوشخبری دے دی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ اسی طرح حضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تشریف لانا بھی حدیث میں مذکور ہے۔ بخاری ومسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔ ان احادیث شریفہ میں ان سب باتوں کا صاف صاف فیصلہ ہے۔ حدیث اول میں خادم کے لئے اجازت ہونے، حدیث دوم اہتمام خلوت، حدیث ثالث میں دربان کا بٹھلانا۔ واذا قیل لکم ارجعوا فارجعوا۔ یعنی اگر تم سے کہا جاوے کہ واپس ہو جاؤ تو واپس ہو جایا کرو۔ معلوم ہوا کہ کسی وقت ملاقات سے عذر کر دینا جائز ہے۔ اسی طرح حدیث شریف، انزلوا الناس منازلھم۔

شیطان سے عدم امن

دلیل

حضرت رسول مقبول ﷺ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ دشمن خدائے تعالیٰ یعنی ابلیس آگ کا ایک شعلہ لایا، تاکہ اس کو میرے منہ میں لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ رکھا (مسلم شریف)۔

فکر اصلاح خود

غافل ہو کر مت چل کہ بڑے بڑے شہسواروں کے گھوڑوں کے پاؤں سنگلاخ وادیوں میں قلم کر دیئے گئے۔ اور ناامید بھی نہ ہو جاؤ، رند بادہ نوش، شرابی لوگ ایک ہی نالۂ آہ توبہ میں منزل پر پہنچ گئے۔ اور عبادت پر ناز نہ کرو۔ بڑے بڑے عابدین اس ناز کے باعث راندۂ درگاہ ہو گئے ہیں۔ فضیل بن عیاض جو کہ شیخ تھے حضرت ابراہیم بن ادھم کے، پہلے ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ پھر آہ توبہ وندامت سے کیا ہو گئے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہوئے اور مجلس فقہ کے بیس افراد میں سے یہ بھی ایک فرد ہوئے۔ بڑے اولیاء کرامؒ میں سے ہوئے۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

اولیائے کرام کے اقسام

ایک وہ جن کے متعلق خدمت ارشاد وہدایت اصلاح قلوب تربیت نفوس اور تعلیم طرق قرب وقبول عند اللہ ہوتی ہے۔ یہ حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں۔ ان میں سے اپنے عصر وزمانہ میں جو اکمل وافضل ہو، اور اس کا فیض اتم واعم ہو، اس کو قطب الارشاد کہتے ہیں۔ اور یہ سب حضرات انبیاء علیہم السلام کے حقیقی نائب ہوتے ہیں۔ لوگوں کے قلوب میں انوار وبرکات ان کی وجہ سے آتے ہیں۔ البتہ ان کے برکات سے متمتع ہونے کی شرط اعتقاد ہے۔ ان کا طرز طرزِ نبوت ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جن کے متعلق خدمت واصلاح معاش اور امور دنیویہ کا انتظام اور بلیات کا دفع ہوتا ہے کہ وہ اپنی ہمت باطنی سے باذن الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں۔ یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں اور ان سب کی حالت مثل حضرات ملائکہ علیہم السلام کے ہوتی ہے، جن کو مدبرات امر کہا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام اسی شان کے معلوم ہوتے ہیں۔

انتباہ

یہ اصحاب تکوین اکثر شریعت کے غیر مکلف ہوتے ہیں۔ صحیح الحواس تو ہوتے ہیں، لیکن فاتر العقل جیسے حیوانات اور جیسے بچے کہ ان کے حواس درست ہوتے ہیں، مگر ناقص العقل اور مکلف ہونا شریعت کا یہ عقل پر ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب تم کسی قوم سے ایسی بات کرو گے کہ وہاں تک ان کی عقل کی رسائی نہ ہو تو وہ ضرور بعضوں کے لئے خرابی کا باعث ہوگی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے (تیسیر ص۳۱۹)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ میں جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنتا تھا اس کو لکھ لیا کرتا تھا۔ مجھ کو قریش نے منع کیا اور کہا کہ تم سب کچھ لکھ لیتے ہو اور رسول اللہ ﷺ (آخر) بشر ہیں، خوشی اور ناخوشی ہر حالت میں کلام فرماتے ہیں (اور ناخوشی میں احتمال ہوتا ہے کلام میں کمی وبیشی ہو جانے کا) میں لکھنے سے رک گیا، یہاں تک کہ میں نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے اپنی انگشت مبارک سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس

منہ سے بجز حق بات کے اور کچھ نہیں نکلتا (نہ حالت رضا میں نہ حالت غضب میں۔یعنی ہم دوسرے لوگوں کی طرح مغلوب الغضب نہیں ہوتے کہ غصہ میں جو چاہے منہ سے نکل گیا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے (تیسیر ص ۳۱۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ پڑھا۔ پھر راوی نے حدیث میں ایک مضمون ذکر کیا ہے (خطبہ سن کر) ابوشاہ نے عرض کیا کہ یہ مضمون مجھ کو لکھ دیجئے یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ ابوشاہ کو لکھ دو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور صحیح کہا اس کو (تیسیر ص ۳۱۹)۔

فرسم کتاب ارشاد زبانی یا شجرہ وسند برائے مرید۔ مرید اس حدیث سے زبانی تلقین وارشاد کئے ہوئے امر کے مقید بالکتابۃ کر دینے کا موافق سنت ہونا ثابت ہوا۔ اہل طریقت کی یہ سب عادتیں اس میں داخل ہوگئیں۔ ذکر وشغل کا طریقہ یاد کے لئے لکھ کر دے دینا شجرہ لکھ کر دینا سند خلافت لکھ دینا۔

الکشف

واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت بڑی افتراء کی چیزیں یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنے باپ کے سواء دوسرے کی طرف اپنے کو منسوب کرے (یعنی اولاد میں کسی کے ہو اور بتلاوے دوسرے کی اولاد میں جیسے کہ بعض کی عادت ہوتی ہے کہ ہوئے شیخ بتلا دیا سید ونحو ذٰلک یا اپنی آنکھ کی طرف ایسی چیز کے دیکھنے کی نسبت کرے جو اس نے نہیں دیکھی (اس میں جھوٹا خواب اور جھوٹا دعویٰ کشف کا سب آگیا)۔ یا رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسا قول منسوب کرے جو آپ نے نہیں فرمایا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے (تیسیر ص ۴۸۸)

بہترین چیز

احنف بن قیسؒ نے فرمایا ہے کہ بہترین چیز جو کسی بندے کو دی جاتی ہے،

۱ وہ عقل دور اندیش ہے۔ یہ نہ ہو تو پھر
۲ بہترین ادب واخلاق کا سرمایہ ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو پھر
۳ رفیق ہم نوا ودم ساز ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو پھر
۴ یادِ الٰہی میں ہمیشہ لگا رہنے والا دلِ یکسو ہے۔ اس سے محرومی ہو تو پھر
۵ سکوتِ مسلسل اور خموشیٔ پیہم ہے۔ اور اگر بدقسمتی سے کسی کو مندرجہ بالا فضائل میں سے کوئی فضیلت، حتیٰ کہ بر سبیل تنزل چپ رہ کر اپنے عیوب کی پردہ پوشی کی بھی عادت نہ ہو تو ایسے بدنصیب کا زندہ رہنے سے مرجانا ہی افضل واولیٰ ہے۔

(المنبھات علی الاستعداد لیوم المعاد)

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (وضو کر کے) ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرا سا وضو کرے پھر دو رکعت اس طرح پڑھے کہ ان میں اپنے دل سے کسی قسم کی باتیں نہ کرے، تو اس کے سب ذنوب سابقہ (جو صغائر میں سے ہوں)، معاف ہو جاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

معلوم ہوا کہ جو خیال بقصد لایا جاوے وہ مضر حضور ہے۔

ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، پھر کھڑے ہو کر دو رکعت اس طرح پڑھے کہ اپنے دل اور چہرہ سے اس کی طرف متوجہ رہے، مگر اس کے لئے جنت واجب ہو جاوے گی۔ (مشکوٰۃ ص ۳۱)

ف: پس حاصل طریق کا یہ ہوا کہ جو قول وفعل نماز میں صادر ہو وہ توجہ اور قصد سے ہونا چاہئے، محض مشق اور یاد سے نہ ہو۔ مثلاً زبان سے سبحٰنک اللّٰھم کہا تو اس کی طرف مستقل توجہ اور قصد ہو اسی طرح آخر نماز تک۔ پس اس طرح کرنے سے برابر ساعات نماز میں توجہ الی الطاعۃ رہے اور ایک طرف جب توجہ ہوتی ہے تو دوسری طرف نہیں ہوتی۔ پس لامحالہ اس سے غیر صلوٰۃ کی طرف توجہ نہ ہوگی۔ پس حضور کامل میسر ہوگا اور وجہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ جوارح کے مشغول کر دینے کو بھی اشتغال قلب میں دخل ہوتا ہے۔ پس تکمیل حضور کے لئے کف جوارح بھی ضرور ہے، ورنہ چہرہ پھیرنے سے بواسطہ نگاہ کے خیالات منتشر ہوں گے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے انسؓ! اپنی نگاہ کو سجدہ کی جگہ رکھو۔ (مشکوٰۃ ص ۸۳)

شغل، حبس بصر۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے اس عمل سے یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے۔

مطرف بن عبداللہ الشخیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینہ میں ایک ایسی آواز تھی جیسی (پکنے کے وقت) ہانڈی کی آواز ہوتی ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جیسے چکی کی اواز ہوتی ہے اور یہ آواز رونے کے سبب تھی، آپ رور ہے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۵)

ف: حال، وجد کسی حالت غریبہ محمودہ کا غلبہ وجد کہلاتا ہے۔

ام الدرداءؓ سے روایت ہے کہ میں نے ابوالدرداءؓ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے (عیسیٰ علیہ السلام سے) فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تمہارے بعد ایک امت پیدا کرنے والا ہوں۔ (مراد اس سے امت محمدیہ ہے)۔ اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں کو (یعنی امت محمدیہ کو) اپنے حکم اور اپنے علم سے عطاء کردوں گا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴۶)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے مدفون ہونے تک تو) اپنے (اس) حجرہ میں (جس میں یہ حضرات مدفون ہیں بے تکلف) چلی جایا کرتی تھی۔ جب حضرت عمرؓ دفن کئے گئے، پھر میں وہاں بدوں اس کے کہ میرے کپڑے مجھ پر خوب لپٹے ہوئے ہوں۔ حضرت عمرؓ سے شرم آنے کی وجہ سے کبھی نہیں گئی۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴۶)

ف: قبر پر حاضر ہو کر اس کا اتنا ادب کرے کہ جتنا حالت حیات میں کرتا تھا۔ کسی صحابیؓ نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگا لیا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے۔ سو اس میں ایک آدمی معلوم ہوا جو **تبارک الذی بیدہ الملک** پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ اس کو ختم کیا۔ وہ صحابیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اس واقعہ کی آپ کو خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورۃ حفاظت کرنے والی ہے، یہ سورۃ نجات دینے والی ہے۔ یہی مردہ کو عذاب الٰہی سے (جو کہ قبر میں ہوتا ہے) نجات دیتی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے (مشکوٰۃ ص ۴۸)

حدیث سے کشف القبور کا وقوع معلوم ہوا۔

فائدہ فیض باطنی از اہل قبور۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید سننا موجب نفع باطنی ہے اور یہ نفع ان اصحابی کو بواسطہ صاحب قبر کے پہنچا اس سے اہل قبور کے فیوض کا اثبات ہوتا ہے۔

طاؤس سے بحذف نام صحابی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قرآن مجید میں اور اس کے پڑھنے میں سب آدمیوں میں زیادہ اچھا اور خوش آواز کون شخص ہے فرمایا وہ شخص ہے کہ جب اس کو پڑھتا ہوا سنو تو تم کو ایسا معلوم ہو کہ وہ خدا تعالیٰ سے ڈر رہا ہے طاؤس کہتے ہیں کہ علق ایسے ہی تھے۔

فائدہ اشارہ ہے کہ قرآن پڑھنے کے وقت یہ تصور رکھے کہ میں خدا تعالیٰ کے سامنے بیٹھا ہوا پڑھ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی اور فرمایا اے بھیا ہم کو بھی اپنی دعا میں شریک رکھنا اور ہم کو بھولنا نہیں۔ سو آپ نے یہ ایسی بات فرمائی کہ مجھ کو اس کے عوض میں ساری دنیا کا ملنا بھی مسرور نہیں کرسکتا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے مشکوٰۃ میں ص ۱۸۷

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر شے کا ایک صیقل ہے اور قلوب کا صیقل ذکر اللہ ہے روایت کیا اس کو بیہقی نے مشکوٰۃ ص ۱۹۱

فائدہ۔ تصفیہ قلب کا عنوان پایا جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی فمن یرد اللہ الخ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو ہدایت فرمانا چاہتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کردیتے ہیں) اور فرمایا کہ نور جب قلب میں داخل ہوتا ہے تو وہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا اس کی کوئی علامت (اور پہچان) بھی ہے فرمایا ہاں اس دھوکہ کے گھر (یعنی دنیا) سے (دل کی) علیحدگی اور دار الخلود کی طرف توجہ اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لئے تیاری۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے مشکوٰۃ ص ۴۳۸

حضرت ابی ہریرہؓ اور ابی خلادؓ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو دیکھو کہ زہد فی الدنیا اور قلت کلام اس کو عنایت ہوا ہے، تو اس سے نزدیک رہا کرو، کیونکہ اس کو حکمت (حکم اسرار وہبیہ) کی تعلیم (وتلقین منجانب اللہ) کی جایا کرتی ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں مشکوٰۃ ص ۴۳۸۔

ف: اس کو علم لدنی اور علم وہبی بھی کہتے ہیں۔ جس کا عطاء ہونا اہل اللہ کو بکثرت وتواتر ہے۔

مشقت کی ذلت جنہوں نے اٹھائی
جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی
کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی
فضیلت نہ عزت نہ فرمانروائی

ترک نکاح وگوشہ نشینی

بعض بزرگوں نے اس کو بمصلحت فتن اختیار کیا ہے اور سنہ کی قید اشارہ اسی مصلحت کی طرف ہے، کیونکہ یہ زمانہ تھا کہ کثرت فتن کا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں عرض کیا کہ میں اپنی اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھلا رکھوں اور توکل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ باندھ کر توکل کرو! روایت کیا اس کو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۹۵)

ابن کثیر سے روایت ہے کہ ابو سہم نے کہا کہ میرے سامنے سے ایک عورت گزری۔ میں نے (غلبۂ شہوت سے) اس کی کمر پکڑ لی۔ پھر اس کو (خوف خدا سے) چھوڑ دیا۔ اتفاق سے (اگلے دن) صبح کو رسول اللہ ﷺ کسی سبب سے لوگوں کو بیعت فرمانے لگے۔ میں بھی (اسی غرض کے لئے) حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا تم وہی نہیں جس نے کل کے روز اس کو کھینچا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ بے شک! اور میں اب ایسا نہ کروں گا یا رسول اللہؐ! پس آپ ﷺ نے مجھ کو بیعت فرمالیا۔ روایت کیا اس کو رزین نے (تیسیر ص ۴۶۴)

کوئی بات بے جا مرید کی معلوم ہوتی ہے تو مصلحت اجر کے لئے اس کو تنبیہ فرمادیتے ہیں اور اگر مجمع میں متنبہ کرتے ہیں تو مبہم طور پر تا کہ دوسروں کے روبرو رسوائی نہ ہو۔

حضرت عمرؓ سے اس حدیث میں جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے کچھ سوالات کئے ہیں یہ بھی جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ بتلایئے کہ احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو (یعنی اگر خدا تعالیٰ نظر آئے گا تو جس طرح کی عبادت اس وقت کرتے ایسی کرو۔ اور لامحالہ ایسے وقت میں عبادت اخلاص وحضور کے ساتھ ضرور ہوگی۔ پس اسی طرح کی عبادت کرنا چاہئے۔ اور گو تم اس کو دیکھتے نہیں ہو مگر ایسی طرح کی عبادت کا داعی پھر بھی موجود ہے۔ اس لئے کہ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے وہ تو تم کو دیکھتا ہی ہے۔ اور یہ بھی داعی کافی ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے (مشکوٰۃ ص ۳)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجاہد وہ ہے جو اللہ کی طاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے (بیہقی)۔ جہاد کامل جہاد نفس ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان بعض کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ (یعنی نعوذ باللہ) تیرے رب کو کس نے پیدا کیا۔ سو جب اس کی نوبت پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگے (اعوذ باللہ پڑھ لے) اور سوچنے سے باز رہے۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

جب حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا تو یہ توجہ دفع ہو جاوے گی توجہ الی الوسوسہ کی۔ کیونکہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ قاسم بن محمد سے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھ کو نماز میں وہم اور شبہ بہت ہو جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ (کچھ پرواہ نہیں) اپنی نماز (اسی حالت سے) ختم کرلیا کرو۔ کیونکہ یہ (کوشش کرنے سے) ہرگز دفع نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ نماز سے فارغ بھی ہو جاؤ گے اور یوں ہی کہتے رہو گے کہ میں نے نماز پوری نہیں پڑھی (ضرور کچھ رہ گیا ہے اس لئے پھر پڑھو گے۔ مگر پھر بھی فارغ ہو کر یہی وسوسہ رہے گا تو کہاں تک اعادہ کرو گے۔ اسی لئے بہتر یہی ہے کہ کچھ پرواہ نہ کرو) (مشکوٰۃ ۱۱۔)

ف۔ یہ علاج ہے کہ اس کی پرواہ نہ کی جاوے۔ یہ علاج تجربہ سے اکسیر اعظم ثابت ہوا ہے۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں

گویا رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک نبی کی انبیاء میں سے حکایت فرماتے تھے جن کو ان کی قوم نے مارا تھا اور خون آلودہ کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ جانتے نہیں۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے مشکوٰۃ ص ۴۴۶

ف: شغل تصور شیخ۔ کچھ مفاسد مرتب ہوتے دیکھ کر محققین اکثر اس سے منع کرنے لگے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ظاہر ہوں گے جو دنیا کے مکر وفریب سے دین کے عوض حاصل کریں گے لوگوں کے دکھلانے کو نرم بننے کے لئے بھیڑ کی کھال پہنیں گے (یا تو مراد اس سے حقیقی معنی ہیں کہ پوستین نہیں پہنیں گے کہ لباس ہے تارکان دنیا کا اور یا کنایہ ہے اس سے کہ ظاہر میں بڑے نرم خو اور منکسر و متواضع ہوں گے) زبانیں ان کی شکر سے بھی زیادہ شیریں ہونگی اور دل ان کے بھیڑیوں کے سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا یہ لوگ مجھ پر دھوکہ کھائے ہوئے ہیں یا مجھ پر جرات کرتے ہیں سو مجھ کو اپنی ہی قسم ہے کہ میں ان لوگوں پر ان ہی میں سے ایک ایسا فتنہ برپا کروں گا جو ان کے عاقلوں کو بھی حیرت میں ڈال دے گا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ مشکوٰۃ ص ۴۴۷۔

ف: مکار پیروں کی مذمت اس حدیث میں ظاہر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر شے کا ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش کے بعد ڈھیلا پن ہوتا ہے سو اگر صاحب عمل اپنے عمل میں راستی اور توسط پر چلے تو اس کے نباہ کی امید رکھو اور اگر (اتنا مبالغہ کرے کہ) اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ ہونے لگے تو اس کو کچھ شمار میں نہ لاؤ۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ مشکوٰۃ ص ۴۴۷۔

ف: تعلیم۔ محققین مجاہدہ میں غلو کرنے سے منع کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وانذر الخ یعنی اپنے قریب والے خاندان کو (عذاب الٰہی سے) ڈراؤ تو نبی ﷺ نے قریش کو پکارا (اور جمع کیا) اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ نے (حضرت فاطمہ کو) فرمایا اے فاطمہؓ اپنے کو دوزخ سے بچاؤ کیونکہ میں تم کو اللہ تعالیٰ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۵۲)

ف: بعضوں کو یہ ناز ہوتا ہے کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد میں ہیں اصلاح عقائد و اعمال سے بالکل بےفکر ہو جاتے ہیں۔

صالح بن درہم سے روایت ہے کہ ہم حج کرنے چلے تو ایک شخص ملے کہنے لگے تمہارے قرب میں کوئی گاؤں ہے جس کو ابلہ کہتے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں ہے کہنے لگے کوئی شخص تم میں اس بات کی ذمہ داری کر سکتا ہے کہ میری طرف سے مسجد عشار میں (کہ اس گاؤں میں ہے) دو رکعت یا چار رکعت پڑھے اور کہہ دے کہ یہ ابو ہریرہ کی طرف سے ہے میں نے اپنے محبوب قلبی ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے قیامت کے دن کچھ شہداء کو اٹھا دے گا شہداء بدر کے ساتھ بجز ان کے کوئی نہ اٹھے گا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے مشکوٰۃ ص ۴۶۰ ف

جس طرح عبادت مالیہ کا ثواب پہنچتا ہے اسی طرح عبادت بدنیہ کا بھی پہونچتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جس طرح میت کو ثواب پہنچتا ہے اسی طرح زندہ کو بھی پہونچتا ہے کیونکہ یہ شخص ابو ہریرہ تھے اور اس وقت زندہ تھے۔ ف: مقام متبرک میں عبادت کا اہتمام۔

ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابن صیاد سے (کہ منجملہ دجالین کے ایک دجال تھا) مدینہ کے کسی راستہ میں ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تو میری رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ کیا آپ میری رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ پر اور اس کے سب فرشتوں اور اس کی کتابوں پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاتا ہوں۔ (پس جو رسول نہیں اس کی رسالت کی شہادت نہیں دیتا مگر آپ نے دفع فتنہ کی مصلحت سے مبہما فرمایا) اچھا یہ بتلا تجھ کو کیا نظر آتا ہے کہنے لگا کہ ایک تخت پانی پر نظر آتا ہے آپ نے فرمایا تجھ کو شیطان کا تخت نظر آتا ہے روایت کیا اس کو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۴۷۰ ف۔

توریہ درخوف فتنہ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان جا رہے تھے ہمارا ایک وادی پر گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا یہ کون وادی ہے لوگوں نے عرض کیا کہ وادی ارزق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں گویا اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں اور آپ نے ان کے رنگ اور بالوں کی کچھ کیفیت بیان فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ ان کی یہ حالت ہے کہ اپنی انگلیاں کانوں میں رکھے ہوئے ہیں اور لبیک سے اللہ تعالیٰ کو پکار رہے ہیں اور اس وادی میں گزر رہے ہیں ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر ہم آگے چلے یہاں تک کہ ہم ایک گھاٹی پر پہنچے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کون گھاٹی ہے لوگوں نے عرض کیا کہ ہرشی ہے یا لفت ہے فرمایا میں گویا (اس وقت) یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ ایک سرخ اونٹنی پر سوار ہیں ان پر صوف کا ایک کرتہ ہے ان کی اونٹنی کی نکیل پوست خرما کی ہے اور اس وادی میں گزر رہے ہیں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۵۰۰

ف: مسئلہ ظہور روح در مکانی بعد موت

حیثیت کی دلالت اس پر ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور یونس علیہ السلام آپ کو نظر آئے یہ تمثل روحی تھا کیونکہ جسد تو ان حضرات کا قبور میں تھا۔

حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ جانیں مصیبت میں پڑ گئیں اور اہل وعیال بھوکے مرنے لگے اور کھیت وغیرہ برباد ہو گئے اور چار پائے تلف ہونے لگے سو ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کیجئے ہم آپ کو اللہ کے سامنے سفارشی لاتے ہیں اور سفارشی لاتے ہیں اللہ کو آپ کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کلمہ سے گھبرا گئے اور) سبحان اللہ سبحان اللہ فرمانے لگے اور اس کا اس قدر تکرار کیا کہ اس کا اثر آپ کے اصحاب کے چہرہ میں نمایاں ہونے لگا پھر فرمایا کمبختی مارے اللہ تعالیٰ کو کسی کے سامنے سفارشی نہیں ٹھیراتے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی شان ہے۔ یعنی سفارش میں نیازمندی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا نیازمند نہیں۔ مشکوٰۃ ص ۵۰۱

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی کہ جان محمد کی اس کے قبضہ میں ہے کہ اگر تم ایک رسی سب سے نیچے کی زمین تک لٹکاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ پر جا کر اترے۔ روایت کیا اس کو احمد ترمذی نے۔

یعنی وہاں بھی خدا موجود ہے۔ توجیہ حکم بموجودیت حق در ہر مکان۔ بہت سے صوفیہ کے کلام میں حق تعالیٰ کے احاطہ کے بیان میں ایسے عنوانات پائے جاتے ہیں جن سے احاطہ ذاتی متکیف معلوم ہوتا ہے اور علماء کو اولاً احاطہ ذاتیہ میں کلام ہوا ہے۔ پھر تکیف سے تو تنزہ یقینی ہے۔ ذات کا عرش پر بلا کیف ہونا اور صفات علم وغیرہ کا متعلق بالکل ہونا منصوص ہے اس لئے صوفیہ کے کلام میں مخالفت نص وقول جمہور کا شبہ ہوتا ہے۔ مگر اس حدیث کا عنوان بالکل صوفیہ کے موافق ہے جو حدیث کی توجیہ ہوگی وہی قول صوفیہ کی ہوگی۔

حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث طویل میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابتداء نبوت میں جب کہ وحی میں توقف ہوا اس درجہ مغموم ہوئے کہ غم کے سبب کئی بار اس ارادہ سے تشریف لے گئے کہ پہاڑوں کی بلندی پر سے گر کر جان دیدیں۔ سو جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنے کو گرانے کی غرض سے چڑھتے جبرئیل علیہ السلام آپ کو نظر آتے اور فرماتے اے محمد ﷺ (مغموم مت ہو) آپ اللہ کے رسول ہیں سچ مچ اس سے آپ ﷺ کے قلب کو سکون ہو جاتا اور جی ٹھہر جاتا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے مشکوٰۃ ص ۵۱۴۔

ف: بعض اہل قبض نے تنگ ہو کر خودکشی کر لی ہے۔ حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عجب نہیں وہ عنداللہ معذور ہوں۔ تعلیم تسلی از شیخ در قبض۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پر وحی کس طرح آتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعض اوقات مثل آواز جرس کے آتی ہے۔ ف: مسئلہ تحقیق صوت غیبی بکثرت بزرگوں کے مکاشفات میں صوت غیبی کا ذکر پایا جاتا ہے ہر صوت کو صوت غیبی سمجھنا یہ غلطی عظیم ہے۔ ہمارے صوفیہ اہل حق کا اعتقاد یہ ہے۔

نبی علیہ السلام نے ایک قصہ میں جس میں حضرت ابوبکرؓ نے حضرت سلمان اور صہیب اور بلالؓ کو کچھ نصیحت کی تھی جس سے ایک رئیس کی طرفداری کا شبہ ہوتا تھا ابوبکر سے فرمایا کہ اے ابو بکر کہیں تم نے ان لوگوں کو ناراض تو نہیں کر دیا اگر ان کو ناراض کر دیا تو بس اپنے رب کو ناراض کر دیا حضرت ابو بکر ان صاحبوں کے پاس آئے اور کہا کہ اے میرے بھائیو میں نے تم کو (شاید) ناراض کر دیا ہو) انہوں نے کہا نہیں اے بھائی اللہ تعالیٰ تم کو بخشے روایت کیا اس کو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۵۶۸

ف: قول۔من اراد ان یجلس مع الله فلیجلس مع اهل التصوف۔مقبولان الٰہی کے ساتھ مجالست ایسی ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مجالست۔

شریح بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے روبرو اہل شام کا ذکر آیا۔کسی نے کہا اے امیر المومنین ان پر لعنت کیجئے فرمایا نہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ ابدال (جو ایک قسم ہے اولیاء اللہ کی) شام میں رہتے ہیں اور وہ چالیس آدمی ہوتے ہیں جب کوئی شخص ان میں سے مر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا شخص بدل دیتا ہے ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور ان کی برکت سے اعداء پر غلبہ ہوتا ہے اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب (دنیوی ہٹ جاتا ہے۔روایت کیا اس کو احمد نے مشکوٰۃ ص ۵۷۵

ف: مسئلہ وجود ابدال وغیرہم۔جب ایک قسم کا اثبات ہے تو دوسرے اقسام بھی مستبعد نہ رہے۔

شفی اصبحی سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ سے کہا کہ میں آپ سے حق کے لئے اور پھر حق کے لئے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی ایسی حدیث رسول اللہ ﷺ کی بیان کیجئے جس کو آپ نے خوب سمجھا ہو اور پوچھا ہو ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا ذکر کروں گا۔میں تم سے ایسی ہی حدیث رسول اللہ ﷺ کی بیان کروں گا جس کو میں نے سمجھا ہوگا اور پوچھا ہوگا۔پھر ابو ہریرہؓ نے ایک چیخ ماری (یہ کیفیت بیتابی کی یا تو شدت خوف سے ہوئی ہے کہ حدیث کا بلا کسی کمی بیشی کے بیان کرنا بڑی احتیاط کی بات ہے اور یا شدت شوق سے تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی مجالست آنکھوں میں پھر گئی) ہم بڑی دیر تک منتظر رہے پھر ان کو افاقہ ہوا اور فرمایا کہ میں تم سے ضرور ایسی حدیث بیان کروں گا جو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اس مکان میں بیان فرمائی ہے کہ ہمارے پاس اس وقت کوئی نہ تھا بجز میرے اور بجز آپ کے پھر ابو ہریرہ نے بڑی زور سے ایک چیخ ماری پھر ان کو افاقہ ہوا اور پسینہ منہ پر سے پونچھا اور فرمایا کہ میں یہ کام کروں گا یعنی تم سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کروں گا۔میں اور آپ اس مکان میں تھے۔ہمارے پاس اس وقت کوئی نہ تھا بجز میرے اور بجز آپ کے پھر ابو ہریرہؓ نے بڑی زور سے چیخ ماری پھر آگے کو جھک کر منہ کے بل گر پڑے میں ان کو بڑی دیر تک اپنے سہارے لگائے رہا۔پھر افاقہ ہوا فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی۔روایت کیا اس کو ترمذی نے جلد ثانی ص ۶۸۔

ف: حال۔وجد۔حدیث کی دلالت ظاہر ہے اور سلف کو بوجہ قوت تحمل کے اس درجہ کا وجد کم ہوتا تھا لیکن احیاناً ہونے سے انکار نہیں ہوسکتا۔

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی (قیامت میں) اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہو اور ثواب اس چیز کا ملے گا جو عمل کیا ہوگا۔

ف: عادۃ عذر از بیعت صغر۔اب بھی بزرگوں کا اصل معمول یہی ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ بیعت التزام ہے احکام لازمہ کا اور صغیر پر احکام التزام سے بھی لازمہ نہیں ہوتے تو بیعت کی حقیقت متحقق نہیں ہوسکتی اور بعض اوقات جو ایسا کر لیتے ہیں وہ محض صورت بیعت ہے برکت کے لئے حضرت علی بن الحسین سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ (مسجد میں) معتکف تھے۔میں آپ کے پاس شب کے وقت زیارت کے لئے حاضر ہوئی اور باتیں کرتی رہی پھر واپس جانے کے لئے اٹھی اور آپ ﷺ بھی (مشایعت کے لئے باب مسجد تک) چلے یہاں تک کہ جب آپ مسجد کے دروازہ تک پہنچے (یہ دروازہ مسجد کے اندر تھا خارج نہ تھا) اس وقت دو شخص انصاری گزرے۔جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو تیز چلنے لگے (تاکہ جلدی محاذاۃ مسجد سے نکل جاویں کیونکہ آپ کے پاس حضرت صفیہ کو بھی دیکھا تھا تو ایسے

وقت میں یہی ادب تھا) آپ نے فرمایا کہ اطمینان سے چلو) کچھ جلدی کی ضرورت نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ) یہ صفیہ بنت حیی (میری بی بی) ہیں (کچھ اور وسوسہ نہ لانا) ان دونوں نے عرض کیا کہ سبحان اللہ یا رسول اللہ (کیا نعوذ باللہ آپ پر یہ وسوسہ ہوگا کہ کوئی اجنبی عورت خلوت میں آگئی ہے) آپ نے فرمایا کہ شیطان ابن آدم کے بدن میں بجائے خون کے چلتا ہے اور میں اس بات سے ڈرا کہ تمہارے دل میں کوئی بری بات یا یہ فرمایا کہ کوئی چیز (یعنی کوئی خیال) نہ ڈال دے (جو تمہارے اختیار سے باہر ہو اور پھر خدانخواستہ بڑھتے بڑھتے مرتبہ گمان تک پہنچ جاوے اور تمہارے دین کا ضرر ہو) روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے تیسیر ص ۱۷۔

ف: غور کرنا چاہئے رسول اللہ ﷺ نے اس باب میں کس قدر مبالغہ کے ساتھ احتیاط فرمائی اور جو واقع میں اتباع شریعت کو ضروری نہیں سمجھتے ان کا تو کیا پوچھنا جیسا کہ آج کل اکثر مرید بھی ایسے ہی ہیں اور پیر بھی ایسے ہی ہیں۔

حضرت صفیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے سامنے چار ہزار گٹھلیاں رکھی تھیں کہ ان سے (شمار کر کر کے) سبحان اللہ کا ورد کر رہی تھیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد وحاکم نے حصن حصین ص ۱۹۴

ف: رسم تسبیح اکثر ذاکرین کا معمول ہے تسبیح پر اور اذکار پڑھنے کا یہ حدیث اس کی اصل ہے کیونکہ گٹھلیوں میں اور دانوں میں کوئی فرق نہیں اور تاگا محض اجتماع کی غرض سے ہے۔

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے لوگ دنیا میں نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے اللہ ان کو جنات عالیہ میں داخل فرماویں گے۔ روایت کیا اس کو ابویعلی نے حصن حصین ۲۱

ف: مسئلہ عدم منافات تنعم مر ولایت را۔ اکثر عوام یہ سمجھتے ہیں کہ بزرگی کے لئے خستہ حال ہونا ضروری ہے حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سامان امارت کے ساتھ ذکر وطاعت میں استقامت ہو تو ثمرات جب بھی مرتب ہوتے ہیں البتہ بعض اوقات بعض اسباب تنعم یا بعض تعلقات کو تجویز شیخ کامل بمصلحت مجاہدہ برائے چندے یا کبھی دواماً ترک کر دینا ضروری ہوتا ہے سو یہ امر عارض مصلحت سے ہے فی نفسہ شرائط میں سے نہیں۔

ابویعلی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ذکر خفی جس کو حافظان اعمال ملائکہ بھی نہیں سنتے (ذکر جلی پر) ستر حصے فضیلت رکھتا ہے جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ خلق کو ان کے حساب کے لئے جمع فرماویں گے اور حافظان اعمال اپنی یادداشت اور نقشہ اعمال کو لاویں گے کہ دیکھو (علاوہ اعمال مکتوبہ فی الصحائف کے) اس شخص کا کوئی عمل تو باقی نہیں رہ گیا وہ عرض کریں گے کہ ہم نے اپنے معلومات اور محفوظات میں سے کوئی چیز بے ضبط کئے ہوئے اور لکھے ہوئے چھوڑی نہیں اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرماویں گے کہ میرے پاس تیرا ایک نیک عمل ہے کہ تجھ کو بھی اس کا (اس وقت) علم نہیں گو اس کے صدور کے وقت اطلاع تھی کیونکہ وہ عمل قصدی ہے اور قصد مستلزم ہے علم کو اور میں تجھ کو اس کی جزا (نیک دوں گا) اور وہ ذکر خفی ہے۔ روایت کیا اس کو سیوطی نے بدور سافرہ میں مرقاۃ برحاشیہ حصص۔ ص ۲۷

ف: مسئلہ صحت ذکر فکری بزرگوں کے یہاں کبھی ذکر لسانی کی کبھی ذکر قلبی کی بلاحرکت لسان تعلیم ہوتی ہے بعض اہل ظاہر سمجھتے ہیں کہ جب تک زبان سے حرف ادا نہ ہوں وہ ذکر معتبر نہیں۔ حدیث میں اس ذکر کے معتد بہ اور معتبر ہونے کی تصریح موجود ہے۔ کیونکہ تلفظ کے لئے سماع حفظہ لازم ہے اور وہ منتفی پس تلفظ بھی منتفی ہے۔ البتہ بعض احکام میں تلفظ بالاجماع شرط ہے مثال قراۃ فی الصلوٰۃ ونکاح وطلاق وامثالہا رہا یہ کہ گو سماع نہ تھا مگر اعمال قلبیہ کا علم تو ہوتا ہے تو اس وجہ سے لکھنا ضرور تھا چنانچہ عزم حسنہ کا لکھا جانا احادیث میں موجود ہے جواب یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعمال قلب میں سے گو اکثر کی اطلاع ہوتی ہے مگر بعض اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر بدون ورود استثناء کے بقیہ اعمال کو اسی اکثر میں داخل سمجھا جاوے گا۔

ابوالطفیل سے روایت ہے کہ ایک شخص کا ایک مجمع پر گذر ہوا اور ان کو سلام کیا۔ ان لوگوں نے اس کے سلام کا جواب دیا جب وہ شخص آگے بڑھ گیا تو اس مجمع میں سے ایک شخص نے کہا کہ واللہ مجھ کو اس شخص سے اللہ واسطے بغض ہے۔ اہل مجلس نے کہا کہ تم نے بہت بری بات کہی واللہ ہم اس کا

اظہار کریں گے۔ ایک شخص کو اپنے میں سے کہا کہ فلانے اٹھ اور اس (گزرنے والے) شخص کو اس کی خبر دے دے پس یہ فرستادہ اس شخص سے ملا اور اس قول کی خبر دی وہ شخص اپنے راستہ سے لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میں مسلمانوں کی ایک مجلس پر گزرا جس میں فلانا شخص بھی تھا۔ میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے جواب دیا۔ جب میں ان سے آگے بڑھ آیا تو ان میں سے ایک شخص میرے پاس پہنچا اور مجھ کو یہ خبر دی کہ فلانے شخص نے یوں کہا کہ واللہ مجھ کو اس شخص سے اللہ کے واسطے بغض ہے۔ تو اس کو ذرا بلا کر پوچھ لیجئے۔ مجھ سے کس بات پر اس کو بغض ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلا کر اس خبر کی تحقیق کی (کہ تو نے کہا ہے یا نہیں)۔ اس نے اس کا اقرار کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! واقعی میں نے کہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر اس سے تجھ کو بغض کیوں ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس کا پڑوسی ہوں اور مجھ کو اس کے حال کی پوری خبر ہے۔ واللہ میں نے اس کو بجز اس فرض نماز کے (مع توابع) جس کو سب نیک و بد پڑھا کرتے ہیں، اور کوئی نماز (نفل وغیرہ) پڑھتے نہیں دیکھا۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس سے پوچھئے کہ اس نے مجھ کو کبھی اس کے وقت سے تاخیر کرتے ہوئے یا اس کا وضو یا اس میں رکوع سجدہ ناقص کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ آپؐ نے اس سے پوچھا۔ وہ بولا نہیں! اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس سے پوچھئے کہ مجھ کو کبھی اس میں کوتاہی کرتے ہوئے یا اس کا کچھ حق کم کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ آپؐ نے اس سے پوچھا۔ وہ بولا نہیں! پھر کہنے لگا واللہ میں نے کبھی اس کو بجز اس زکوٰۃ کے جس کو سب نیک و بد ادا کرتے ہیں، کسی سائل کو دیتے، یا اللہ کی راہ میں خرچ کرتے نہیں دیکھا۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس سے پوچھئے کہ مجھ کو کبھی اس میں کوتاہی کرتے ہوئے یا اس کا کچھ حق کم کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ آپؐ نے اس سے پوچھا۔ وہ بولا نہیں! پھر کہنے لگا واللہ میں نے کبھی اس کو بجز اس زکوٰۃ کے جس کو سب نیک و بد اداء کرتے ہیں، کسی سائل کو دیتے یا اللہ کی راہ میں خرچ کرتے نہیں دیکھا۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس سے پوچھئے کبھی میں نے مال زکوٰۃ کو پوشیدہ کیا ہے؟ (یعنی عامل سے چھپا لیا ہو یا یہ معنی کہ پوری زکوٰۃ علانیہ نہ دے دی ہو)۔ وہ بولا نہیں رسول اللہ ﷺ نے اس معترض سے فرمایا کہ بس جا! مجھ کو معلوم نہیں شاید یہ تجھ سے بہتر ہو۔ روایت کیا اس کو احمد نے رحمۃ مہداۃ ص۶۴

ف: عادۃ اکتفاء برضروریات اصطلاح فن میں ایسے شخص کو جو عبادات جوارح میں سے محض ضروریات پر کفایت کرے باقی اوقات ذکر و فکر میں مشغول رکھے، قلندر کہتے ہیں۔ اس حدیث سے اس مشرب کا اثبات ہوتا ہے۔

مسند دیلمی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیزی (جو لطافت طبیعت کی وجہ سے ہو) صرف میری امت کے صلحاء و ابرار میں ہوتی ہے اور اسی سند سے بایں لفظ بھی روایت ہے کہ کوئی شخص (ایسی مذکورہ) تیزی کا صاحب قرآن سے زیادہ شایاں نہیں بسبب عزت قرآن کے جو اس کے جوف میں ہے۔ مقاصد حسنہ ص۸۹

ف: عادۃ بعض تیز مزاجی بعض بزرگ زیادہ لطیف المزاج ہوتے ہیں اور اس لطافت کے سبب ان کو نامناسب امور ناگوار ہوتے ہیں۔ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ بے موقع بات پوچھنے تک پر غضب ناک ہوئے ہیں۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے آنے کی یہی اجازت ہے کہ تم پردہ اٹھا دیا کرو اور میری مخفی بات سن لیا کرو جب تک میں منع نہ کر دوں۔ ابن ماجہ ص۱۳

حضرت امام حسینؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد سے رسول اللہ ﷺ کے گھر تشریف لے جانے کی حالت کے متعلق پوچھا (کہ آپ جب گھر میں تشریف لاتے تو کیا کرتے تھے) انہوں نے فرمایا کہ اپنے گھر میں تشریف لاتے تو اپنے اندر آنے کے حصہ کو تین حصے فرماتے ایک حصہ وقت کا اللہ کے کام کے لئے (مثل نوافل وغیرہ) اور ایک حصہ اپنے گھر والوں (سے بولنے چالنے) کیلئے اور ایک حصہ اپنے نفس کے آرام کے لئے اور پھر اپنے حصہ کو اپنے (ضروری کاموں اور لوگوں کے (نفع پہنچانے کے) درمیان میں تقسیم فرما دیتے (یعنی کچھ وقت اپنے لئے صرف کرتے اور کچھ لوگوں کے کام

میں) سو اس حصہ کو (جو کہ اپنے وقت میں سے لوگوں کے لئے نکالتے تھے) خواص کے ذریعہ سے عام لوگوں پر صرف فرماتے اور لوگوں سے کوئی چیز (کام کی) اٹھا نہ رکھتے اور آپ ﷺ کی عادت شریف امت کے حصہ میں (جو باہر صرف ہوتا تھا یہ تھی اہل فضیلت کو ترجیح دینا وغیرہ وغیرہ جو حدیث میں مذکور ہے۔ شمائل ص ۲۶

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا ایک شخص آیا اور دروازہ کھلوایا آپ ﷺ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور اس شخص کو جنت کی بشارت دے دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو ابو بکرؓ تھے میں نے ان کو رسول اللہ ﷺ کی فرمائی ہوئی خوشخبری دے دی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ اسی طرح حدیث میں حضرت عمر حضرت عثمان کا تشریف لانا مذکور ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے مشکوٰۃ ص ۵۵۵

بزرگوں کا عموماً معمول ہے کہ اپنے اوقات منضبط رکھتے ہیں جن میں کچھ وقت خلوت کا بھی ہوتا ہے جس میں عوام سے نہیں ملتے اور کبھی کسی خادم کو بھی بٹھلا دیتے ہیں۔ البتہ کسی کی ضرورت شدیدہ فوریہ کے وقت پھر ملاقات سے عذر کرنا برا ہے ورنہ علاوہ احادیث کے خود قرآن مجید کی آیت وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا اس کی اجازت دیتی ہے کہ کسی وقت ملاقات سے عذر کر دینا بھی جائز ہے۔ اسی طرح انزلوا الناس منازلھم خواص کی ترجیح کو عوام پر جائز بتلاتی ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جب کہ لوگ فرضوں سے فارغ ہو جاتے تھے نبی ﷺ کے زمانہ میں تھا بخاری ص ۱۱۶ ف عادۃ جہر بالذکر چشتیہ پر بعضے شبہ عدم ثبوت جہر بالذکر کا کرتے ہیں حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے البتہ حاشیہ میں امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ مراد حدیث میں اس کا التزام بعد الصلوٰۃ نہیں ہے۔

اسماء بنت یزید سے دجال کے قصہ میں (جس میں حضور ﷺ نے اس کے فتنہ کا اور اس زمانہ میں قحط پڑنے کا ذکر فرمایا تھا) مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ واللہ بھی ہم آٹا گوندھ کر رکھتے ہیں اور اس کو پکانے نہیں پاتے کہ بھوک لگ جاتی ہے (جس سے بیتاب ہو جاتے ہیں) سو اس روز مسلمانوں کا کیا حال ہوگا (جب کہ اس کے مخالفین پر قحط شدید ہوگا) آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو (غذا کی جگہ) وہ چیز کافی ہو جاوے گی جو اہل آسمان کو کافی ہوتی ہے یعنی تسبیح وتقدیس روایت کیا اس کو احمد نے مشکوٰۃ ص ۴۶۹

ف: بعض لوگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے خلوت میں مدتوں کھانا نہیں کھایا۔

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص دجال کی خبر سنے اس کو چاہئے کہ دور چلا جائے۔ واللہ بعض شخص اپنے کو مسلمان سمجھ کر اس کے پاس آوے گا (کہ اس کا تماشا دیکھے یا اس سے مناظرہ کرے) پھر بہت سے شبہات پیدا ہو کر اس کا تابع ہو جاوے گا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے مشکوٰۃ ص ۴۶۹۔

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی مدعی تصوف مبطل ہو تو غیر کامل کو اس کے پاس بغرض رد بھی نہ جانا چاہئے۔ بعض اوقات اس کے تصرفات وعجائب سے فتنہ میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔ اسماء بنت یزید بن السکن سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال زمین میں چالیس برس رہے گا۔ برس تو مہینہ کے برابر ہوگا اور مہینہ ہفتہ کے برابر ہوگا اور ہفتہ دن کی برابر ہوگا۔ اور دن ایسا ہوگا جیسے آگ سے لکڑیاں جل اٹھتی ہیں۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں مشکوٰۃ ص ۴۶۹۔

ف: مسئلہ بسط وطی زمان وجوہ رفع تعارض کے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسی کو وہ زمانہ طویل معلوم ہوگا اور کسی کو قصیر اور واقع میں اس کی ایک مقدار معین ہوگی۔ تو حدیث سے بسط وطی زمان دونوں ثابت ہو جاویں گے اور اول حدیث میں روایات میں یہ بھی ہے کہ جو دن سال کے برابر ہوگا اس میں ایک سال کی نمازیں واجب ہیں۔

ابو سعید خدریؓ سے رویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس دن کی نسبت جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی (مراد قیامت کا دن ہے براہ تعجب) پوچھا کہ اس دن کا کس قدر طول ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کہ وہ دن اہل ایمان پر ایسا ہوگا کہ فرض نماز جو

دنیا میں پڑھتا ہے، اس سے بھی ہلکا ہوگا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں مشکوٰۃ ص ۴۷۹

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مؤذن کی آواز سنے اور اس کو اس مؤذن کے اتباع سے (یعنی جماعت میں آنے سے کوئی عذر مانع نہ ہو تو اس کی وہ نماز جو اس نے پڑھی ہے، مقبول نہیں ہوتی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عذر کیا ہے؟ فرمایا خوف ہو یا کوئی مرض ہو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد دارقطنی نے مشکوٰۃ ص ۸۸

ف: رسمی درویش جماعت کی مطلق پرواہ نہیں کرتے جس کی نماز ہی مردود ہو وہ پیر ہونے کے قابل کب ہوسکتا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ وہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر سے پہلے میدان میں استنجاء کے لئے چلے۔ میں پانی کا ظرف چرمی لے کر آپؐ کے ساتھ ہولیا۔ جب آپؐ لوٹے تو میں (وضو کرانے کے واسطے) آپؐ کے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا۔ پس آپؐ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھ کہنی تک دھوئے۔ پھر سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا (اسی روایت میں ہے کہ اس کے ساتھ عمامہ کا یعنی عمامہ جتنے حصہ میں ہوتا ہے یعنی بقیہ سر کا مسح کیا۔ پھر میں آپؐ کے موزے اتارنے کے لئے جھکا۔ یہ حدیث مختصر ہے روایت کیا اس کو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۴۵

ف: بعض بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بعض اوقات خادم ان کو وضو کراتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وضو اس پر واجب ہے جو لیٹ کر سو جاوے۔ کیونکہ جب لیٹے گا تو اس کے جوڑ بند ڈھیلے ہو جاویں گے (اور ایسے میں ریح کا خروج مستبعد نہیں ہے)۔ روایت کیا اس کو ترمذی و ابوداؤد نے مشکوٰۃ ص ۴۳

ف: وجد میں بے ہوش ہو کر گر پڑیں یا گر کر بے ہوش ہو جاویں تو وضو کا اعادہ واجب ہے۔

اے طائر لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

☆-----------☆

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللٰہی
آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

☆-----------☆

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محراب مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقت قیام آیا

☆-----------☆

مرد درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصاب زر و سیم

☆-----------☆

تو شاہیں ہے، پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

☆-----------☆

وہی سجدہ ہے لائق اہتمام
کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام

☆-----------☆

یہ عالم یہ ہنگامۂ رنگ و صوت
یہ عالم کہ ہے زیر فرمان موت

☆-----------☆

صدق خلیل بھی ہے عشق، صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

☆-----------☆

خون دل و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش
ہے رگ ساز میں رواں صاحب ساز کا لہو

☆-----------☆

فرصت کشمکش مدہ ایں دل بے قرار را
یک دو شکن زیادہ کن گیسوئے تابدار را

☆-----------☆

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید، تیرا جمال بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

☆-----------☆

نہ تخت و تاج میں، نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں اور مرد حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے

☆-----------☆

خبر ملی ہے خدایا بحروبر سے مجھے
فرنگ رہگزر سیل بے پناہ میں ہے

☆-----------☆

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دیں
شکوہ سنجرو فقر جنید و بسطامی

☆-----------☆

معنی ذکر فکر وتصور شیخ ورابطہ وفنا وثمرات آنہا

رابطہ خاص ایک شغل کا نام ہے جس میں شیخ کی صورت ذہن میں حاضر کر کے نظر قلب سے اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر اور خیال کو سادھ کر دیکھا جاتا ہے۔ صرف عموم وخصوص ہی کا فرق ہے فنا عام ہے گم شدن خاص کیونکہ مثلاً ہم کو زید کا خیال نہ آیا تو واقع میں زید معدوم تو نہیں ہوا۔ فنا کی اس دوسری قسم کا نام گمشدنی ہے۔

جس طرح مرض ظاہری کے علاج کے لئے ایسے طبیب کی ضرورت ہے جو خود بھی صحیح وتندرست ہو مریض نہ ہو اور دوسروں کا علاج بھی کر سکے۔ (کیونکہ اگر مریض ہے تو مسئلہ طبیہ ہے۔ رائے العلیل علیل میں گو وہ طبیب ہو مگر اس کی رائے قابل اعتماد نہیں اور اگر وہ صحیح وتندرست ہے مگر علاج کا طریقہ نہیں جانتا تب بھی اس مریض کے مطلب کا نہیں گو خود اچھا ہے) اسی طرح مرض باطنی کے علاج کے لئے ایسے شخص ومرشد کی حاجت ہے خود بھی متقی وصالح ہو مبتدع وفاسق نہ ہو اور دوسروں کی بھی تکمیل کر سکے۔ کہ نماز میں بجز خدائے تعالیٰ کے قلب کا التفات بطور تخیل بھی کسی جانب نہ ہو پھر اس میں بھی دو مرتبے ہیں ایک یہ کہ باختیار خود کسی غیر کا خیال قلب میں نہ لاوے اسی کو خشوع کہتے ہیں۔ دوسرا مرتبہ یہ کہ بلاقصد بھی کسی کا خیال نہ آوے یہ بدون فناء نفس وقلب کے نصیب نہیں ہوتا اور اس کی تحصیل مستحب ہے۔

تحقیق عالم مثال

بعد مرگ قیامت اسی میں رہنا ہوتا ہے اور خواب میں وہی منکشف ہوتا ہے مقداری ہونے کے اعتبار سے عالم اجسام کے مشابہ ہے اور غیر مادی ہونے کے اعتبار سے عالم ارواح کے مشابہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو جسم عطا فرمائے ہیں ایک جسم عنصری کہ دنیا میں رہتا ہے اور آخرت میں یہی محشور ہوگا اور اسی پر سب ثواب وعذاب ہوگا۔ دوسرا جسم مثالی کہ عالم مثل میں موجود ہے اور خواب میں نظر آتا ہے اور روح حقیقی جو من امر رب ہے (نہ طبی کہ اس کا تعلق صرف جسم عنصری سے ہے) دونوں جسموں سے تعلق رکھتی ہے۔ جاگنے کی حالت میں اس روح کی توجہ جسم عنصری کی طرف زیادہ ہوتی ہے۔ اور سونے کی حالت میں اس کی توجہ جسم مثالی کی طرف زیادہ ہوتی ہے۔ پس روح کا بدن سے نکلنا اور عالم مثال میں جانا اس سے مراد یہی ہے کہ جسم عنصری سے تعلق ضعیف ہو کر جسم مثالی سے تعلق بڑھ جاتا ہے۔

افضلیت مجاہدہ از استغراق

استغراق کا غلبہ ہوتا ہے بیداری کی حالت میں خیال غیر کے آنے اور اس کو قصداً ہٹانے سے جو مجاہدہ ہوتا ہے وہ استغراق سے کہیں افضل ہے۔

وصول الی اللہ

معرفت و وصول حق سبحانہ وتعالیٰ کا مکتب نہیں ہے۔ مثلاً پانی پینا سیرابی کے لئے علاج کرنا صحت کے لئے غور وفکر

کرنا رائے صحیح سمجھنے کے لئے ان سب کے ثمرات محض منجانب اللہ ہیں مگر عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ مباشرت اسباب کے بعد ثمرات عطا فرما دیتے ہیں۔ کہ روح ایک شے حادث ہے اور عالم امر سے ہے۔ یعنی مادی نہیں اصل روح ایک ہے اس کو تعلق بطور دل کے روح اعظم کہتے ہیں۔ بطور تصرف و تدبیر کے ہے۔ ادنیٰ درجہ کا فیض جمادات پر ہے۔ ان میں نشوونما بھی ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ حیوانات ان میں حس و حرکت بھی ہے۔ اس سے زیادہ جن و انسان پر ہے کہ علاوہ حفظ ترکیب و نشوونما و حس و حرکت کے ان میں عقل مدرک کلیات بھی ہے اور پھر انسان پر اور بھی زیادہ کہ اس میں قابلیت عشق و معرفت الٰہی کی سب سے زیادہ ہے۔ یہ سب فیوض اسی روح اعظم کے ہیں۔ روح اعظم کو تجلی حق بھی کہتے ہیں کیونکہ تجلی کہتے ہیں ظہور کو اور ہر مصنوع اپنے صانع کا ظہور ہوتا ہے۔ یہی معنی ہیں حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کے۔

آثار و تبرکات

حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے آثار و تبرکات کی تعظیم موجب تنویر قلب ہے مگر اس شرط سے کہ حدود شرعیہ سے اعتقاداً یا عملاً تجاوز نہ ہونے پاوے۔ مقبولین کی تعظیم سے منع کرنا انکار اور غلو دونوں سے نجات پاکر اعتدال پر رہو۔

علوم نجوم

پس جو تاثیرات کواکب کے مشاہدہ سے ثابت ہیں مثلاً آفتاب میں حرارت ہونا مہتاب میں برودت ہونا اور سب کواکب میں نور کا ہونا آفتاب کے طلوع سے دن کا ہونا اس کے غروب سے رات کا ہونا ان تاثیرات کا اعتقاد جائز ہے۔ کواکب کو رجوم شیاطین ہونا اس کا اعتقاد بھی واجب ہے۔

نجومیوں کے حسابات محض وہمی و تخمینی ہیں ہزاروں خبریں غلط نکلتی ہیں۔ قطعی دلیل کے معارض کب ہو سکتی ہیں پس اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص ان کی تاثیرات کا قائل ہو اس میں تفصیل یہ ہوگی کہ اگر شارع کی تکذیب نہیں کرتا بلکہ بعض نصوص میں کچھ تاویل کرتا ہے۔ اس شخص کو صرف کذب کا گناہ ہوگا۔ اگر شارع علیہ السلام کی تکذیب کرتا ہے یا کواکب میں مستقل تاثیر مانتا ہے تو وہ شخص کافر و مشرک ہے۔

حیات جمادات

جمادات میں کسی قدر حیات ہے اور اہل کشف کے نزدیک تو یہ مسئلہ بالکل محسوسات میں سے ہے۔ قولہ تعالیٰ **ان منھا لما یھبط من خشیۃ اللہ** قولہ علیہ السلام **ھذا جبل یحبنا ونحبہ** ممکن ہے کہ وہ حیات ایسی ہو جس سے قطع و برید کا الم ان چیزوں کو مدرک نہ ہوتا ہو۔ لوح محفوظ میں بھی قیامت تک کے احوال ہیں اور اجمالاً کی قید اس لئے لگائی کہ ان اشیاء کا علم مفصل گو ممکن ہے مگر واقع نہ تھا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو مثلاً علم نہ تھا کہ ابلیس مجھ کو دھوکہ دے گا۔ یہ یاد نہیں رہا کہ میں اتنی عمر حضرت داؤد علیہ السلام کو دے چکا ہوں پس اس سے کسی کا یہ استدلال و استنباط کرنا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا علم محیط تھا تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو علم آپ سے زیادہ ہی ہے ضرور محیط ہوگا محض بے بنیاد ہو گیا حق یہ ہے کہ علم محیط باامور غیر متناہیہ خاصہ حق جل وعلا شانہ کا ہے۔

اتصال واتحاد

دو چیزوں کی ذات کا ذاتاً، بحاناً ایک ہو جانا یہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں محال عقلی و نقلی ہے قائل ہونا اس کا الحاد زندقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ مع ذات و صفات کے جمیل ہیں اور جمال مقتضی ہوتا ہے ظہور کو یعنی ظہور اس کے مناسب ہے۔

فضیلت حب عقلی بر عشق

کمالات ولایت کے مستفاد ہوتے ہیں کمالات نبوت سے اس لئے جو کمال ولایت کا جس قدر کمال نبوت کے ساتھ مشابہ ہوگا وہ دوسرے کمال سے جو مشابہت میں کم ہے افضل ہوگا۔ سوم عشق ایک خاص درجہ ہے محبت کا جس میں ہیجان و غلیان ہوتا ہے حضرات انبیاء علیہم السلام میں جو صفت محبت الٰہی کی ہوتی ہے اس میں ہیجان نفسانی نہیں ہوتا۔ اس لئے

بالیقین یہی نوع محبت کی فی نفسہ افضل ہوگی جیسے کہ گوشت فی نفسہ افضل الاغذیہ ہے لیکن کسی خاص طبیعت کے اعتبار سے آش جو کو اصلح کہا جاتا ہے۔ ربط القلب بالشیخ احیانا سبب محبت کا ہوتا ہے اور فائدہ اس کی حقیقت کا اضافہ برکات وانوار ہے دفع خطرات ہے مگر حقیقت وصورت دونوں میں شرط یہ ہے کہ حدود شرعیہ سے علماً وعملاً متجاوز نہ ہو۔ بلا واسطہ اکتساب ومجاہدہ جو احوال باطنیہ حاصل ہوجاتے ہیں اس کو جذب کہتے ہیں۔ ذکر قلبی کو خفی اور لسانی کو جلی کہتے ہیں۔

غزل قال

صبا بلطف بگو آں غزال رعنا را
کہ سر بکوہ و بیابان تو دادۂ مارا
شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا
تفقدی نہ کند طوطی شکر خارا
غرور حسن اجازت مگر نداداے گل
کہ پرسشے نہ کنی عندلیب شیدا را
بحسن خلق تواں کرد صید اہل نظر
بہ بندو دام نگیرند مرغ دانارا
چوبا حبیب نشینی بادہ پیمائی
بیاد آر حریفاں بادہ پیارا
نہ دانم ازچہ سبب رنگ آشنائی نیست
سہی قدان سیہ چشم ماہ سیمارا
جزایں قدرنتواں گفت در جمال تو عیب
کہ خال مہر ووفا نیست روئے زیبارا
در آسماں چہ عجب گرز گفتہ حافظ
سماع زہرہ برقص آورد مسیحارا

اے پیغام رساں نرمی وعاجزی سے یوں کہنا کہ آپ نے تمام کوہ وبیابان میں مجھ کو پریشان کررکھا ہے۔ شیریں ادائی اور تقسیم فیوض کے قابلیت میں شکر فروش کے مشابہ ہیں۔ کہ خبر گیری کیوں نہیں کرتے طالبین کہ ناز کمال اس کا باعث ہوگیا ہے کہ عشاق کی بات نہیں پوچھتے بلکہ خوش اخلاقی وعنایت ضرور ہے کہ طالبین مستفید ہونے سے آپ کو بھی ثواب ہوگا۔ جس طرح ہمت کی آپ سے درخواست ہے اسی طرح دعا کی بھی یہ کہ اس سے زیادہ نافع ہے اور معلوم نہیں فضائل ہوتے ہیں بے توجہی کی عادت کیوں ہوجاتی ہے ساری خوبیاں ہیں مگر اتنی کسر ہے کہ توجہ وعنایت:

ساقیا بر خیز و دردہ جام را
خاک بر سر کن غم ایام را

اے مرشد مجھ کو جام عشق الٰہی دے دیجئے جس سے دنیوی غم واندیشہ کے سر پر خاک ڈال دو۔ عاشقی موجب بدنامی ہے کیونکہ جاہ ودفع داری بھی اس میں برباد ہوجاتی ہے۔ تعلیم انبیاء واولیاء کی مطلب یہ کہ اگر حیات ابدیہ مطلوب ہو تو حسب ارشاد ہادیان طریقہ ذکر وطاعت اختیار کرو۔

ہرگز نمیرد آنکہ و دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام
حافظا غم مخور کہ شاہد بخت
عاقبت بر کشد ز چہرہ نقاب

حصول ثمرات مطلوبہ میں توقف ہونے سے دلگیر اور مایوس نہ ہونا چاہئے۔

گفتم ای سلطان خوباں رحم کن برایں غریب
گفت در دنبال دل رہ گم کند مسکیں غریب
گفتمش بگذر زمانے گفت معذورم بدار
خانہ پروردے چہ تاب آرد غم چندیں غریب
خفتہ بر سنجاب شاہی نازنینے راچہ غم
گرز خار و خارہ سازد بستر و بالیں غریب
گفت حافظ آشیاناں در مقام حیرت اند
دور نبود گر نشیند خستہ و مسکین و غریب

طلاب حریص کی مثال:

جاننا چاہئے کہ طلاب حریص بوجہ صاحب غرض ہونے کے مثل مجنوں کے ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدار مرشد کی کم

توجہی کا تعلیم وہمت ودعا سب اسی توجہ کے فروع ہیں۔ وہ ایک ہی کو کس طرح لے کر بیٹھ جاوے اختلاف استعداد کی وجہ سے بعض ثمرات میں ضعف یا توقف بھی ہوتا ہے بعض تغیرات عادۃ لازمہ طریق ہوتے ہیں اور مسترشدان امور میں محض ناتجربہ کار ہوتا ہے۔ ادنی ادنی تبدل اور تخیل سے وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ مرشد اس کو معمولی بات سمجھتا ہے اس لئے وہ بقدر ضرورت توجہ کو کافی سمجھتا ہے۔ بے توجہی سے اس کو وساوس آتے ہیں۔ مصنوعات میں عموماً اور اپنی ذات میں خصوصاً غور وتفکر کرو۔

تالشکر غمے تکند بلک دل خراب
جان عزیز خود بفدامی فرستمت

منظوم:

میں نے اپنی جان عزیز فدیہ میں اس لئے پیش کر دی ہے کہ تاکہ پھر آپ کا لشکر غم میرے دل ملک پر تاخت وتاراج کر کے ویران نہ کرے۔ صعوبات مثل قبض وغیرہ سے دلگیر اور تنگ نہ ہونا چاہئے۔ غائب از نظر ہونا محبوب حقیقی کا ظاہر ہے۔ محبوب حقیقی کے اشتیاق اور مدح میں جو کلام منظوم کہا جاوے ظاہر ہے کہ وہ منظوم ہی کے لباس میں وہاں پیش ہوگا کیونکہ اقوم بعینہا پیش ہوتے ہیں۔ مثلاً مجالس ذکر سے جب ملائکہ لوٹ کر لے جاتے ہیں تو حق تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ بتلاؤ میرے بندے کیا کر رہے ہیں اور پھر وہ عرض کرتے ہیں الخ اس میں بھی تعلیم وترغیب سے ذکر الٰہی کی اور بشارت ہے۔

ساقی بیا کہ ہاتف غیبم بمودہ گفت
با درد صبر کن کہ دوامی فرستمت

قاعدہ ہے کہ خوشی کے وقت ساقی کو بلاتے ہیں اور بادہ نوشی کیا کرتے ہیں۔

حافظ سرود مجلس باذکر خیر تست
تعجیل کن کہ اسپ وقبا میفرستمت

جس کو بلاتے ہیں درباری لباس پہننے کے لئے اور اسب قطع مسافت کے لئے بھیج دیتے ہیں۔ درخطاب مرشد کہ وہم بے توجہی۔

ای غائب از نظر بخدا می سپارمت
جانم بسوختی و بدل دوست دارمت
گرما بدم شدن سوے ہاروت بابلی
صد گونہ ساحری بکنم تابیارمت
خواہم کہ پیش میرت بیوفا طبیب
بیمار باز پرس کی در انتظار مت
خونم بریز و ازغم ہجرم خلاص کن
منت پذیر غمزہ خنجر گداز مت
ازیں مرض بحقیقت کجا شفا یابم
کہ از تو درد دل من نمیرسد بعلاج
آنانکہ خاک رابنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند
بے معرفت مباش کہ درمن یزید عشق
اہل نظر معاملہ با آشنا کنند
حافظ مدام وصل میسر نمی شود
شاہان کم التفات بحال گدا کنند

حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کچھ مسائل دین پوچھنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے تھے۔ حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں نازل ہوئے۔ اس دوسری صورت کو صورت مثالی کہتے ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے روبرو ایک صحیح سالم بشر کی شکل میں متمثل ہو گئے۔

صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے بعض بعض اپنے دل میں ایسے وساوس پاتا ہے کہ اگر جل کر کوئلہ ہو جائے یا آسمان سے زمین پر گر جاوے یہ زیادہ گوارا ہے۔ اس سے کہ وسوسہ کو زبان پر لاوے فرمایا خالص ایمان کی علامت ہے۔ خطرات وساوس کا غیر مضر ہونا سمجھا کہ اس کو بے فکر کر دیتے ہیں۔ (تیسیر کلکتہ ص ۱۱)

عورت کی بیعت:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرماتی

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کے ہاتھ کو کبھی چھوا نہیں۔ البتہ صرف زبانی بیعت لے لیتے تھے۔ جب زبانی عہد لینے پر وہ عہد دے دیتی فرماتے کہ جاؤ میں نے تم کو بیعت کر لیا۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم وابوداؤد نے۔

بزرگوں کے کلام میں خود کو کافر کہنا وغیرہ:

ترجمہ: ارشاد گرامی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے تھے جن کا گھر مدینہ میں بہت دور تھا پھر بھی کوئی نماز ان کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فوت نہ ہوتی۔ بعض بزرگوں کے کلام میں اپنے کو کافر کہہ دیتا یا نفس کو کہ اس کی حقیقت بھی عین اس شخص کی ذات ہے۔ حضرت حنظلہ نے عدم دوام غلبہ حال کے اعتبار سے اپنے کو منافق کہہ دیا جو یقیناً معنی حقیقی شرعی میں مستعمل نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ملائکہ تم سے مصافحہ کرتے ہیں اس میں انکشاف سے بھی زیادہ ملاقات و مماسۃ کا اثبات ہے۔

نماز طبیعت کی تازگی تک پڑھو:

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان میں تنی ہوئی بندھ رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے حاضرین نے عرض کیا کہ یہ حضرت زینب کی رسی ہے جب وہ (عبادت سے) ماندہ وخستہ ہو جاتی ہیں تو اس سے لگ جاتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ نہیں اس کو کھول ڈالو (نفل) نماز طبیعت کی تازگی تک پڑھنا۔

انسانی آرزو اور موت کی مثال:

ترجمہ: ارشاد گرامی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچ کر اس کو نسبت فرمایا کہ یہ انسان ہے اور ایک خط اس کے قریب کھینچ کر فرمایا کہ یہ اس کی موت ہے اور ایک خط اس سے دور کھینچ کر فرمایا کہ یہ انسان کی آرزو اور امنگ ہے پس انسان اسی حالت میں رہتا ہے کہ آرزو پوری کروں۔ دفعتہً یہ پاس آنے والی چیز یعنی موت آ پہنچتی ہے روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی نے۔

دنیا میں مسافر کی طرح رہو:

فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہ گویا تو مسافر ہے بلکہ گویا راہ میں گزر رہا ہے روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی نے عابر سبیل کے بعد یہ جملہ اور زیادہ روایت کیا ہے اپنے کو اہل قبور میں سے شمار کر۔ تصور رکھنا مراقبہ کہلاتا ہے۔ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھمسار یعنی دلال کہلاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے اچھے نام سے نامزد فرمایا کہ اے جماعت تاجروں کی

بعد بیعت کے مرید کو ایک نیا نام عطا فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے لقب تھمسار کے حالت موجودہ کے مناسب تاجر لقب عطا فرمایا۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ جامع مسجد دمشق کی سیڑھیوں پر (کہ وہ جگہ زیادہ اجتماع کی ہے) میری تجارت ہو جس میں مجھ کو پچاس دینار روزانہ مل جاویں اور ان کو (روزانہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات بھی کر دوں اور جماعت کی کوئی نماز بھی فوت نہ ہو۔ اکثر اصحاب طریقت نے اپنے لئے تکثیر تعلقات کو پسند نہیں کیا۔

نشانی کی حفاظت:

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ان کو (یعنی جابر رضی اللہ عنہ کو) ایک اوقیہ سونا (قیمت شتر) دیدو اور (اوپر سے) کچھ زیادہ دیدو پس انہوں نے مجھ کو ایک قیراط زیادہ دیا میں نے (دل میں کہا) کہ یہ زیادہ جو حضور نے (علاوہ) دیا ہے یہ میری جان سے علیحدہ نہ ہوگی (یعنی اس کو اہتمام وحفاظت سے رکھوں گا) پس وہ میری تھیلی میں موجود رہی۔ یہاں تک کہ اس کو اہل شام نے واقعہ حرہ میں لے لیا۔ (مسلم)

اہل محبت اپنے بزرگوں کی چیزیں اہتمام وذوق سے رکھتے ہیں۔ (تیسیر ص ۳۶)

موت قریب تر ہے:

ترجمہ: احنف بن قیس سے ایک حدیث مروی ہے کہ میں نے حضرت ابوذرؓ سے پوچھا کہ آپ اس عطا کے باب میں (جو کہ سلاطین وامراء سے ماہانہ یا سالانہ ملتی ہے) کیا فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ لے لیا کرو کیونکہ اس سے اس زمانہ میں (فراغ قلب کے لئے) مدد ملتی ہے لیکن جب وہ تمہارے دین کا معاوضہ ہو جاوے تو چھوڑ دینا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ عام طور پر بزرگوں کی عادت ہے کہ تحائف وغیرہا کو رد نہیں کرتے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اے عبداللہ یہ کیا ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت ایک دیوار ہے جس کو درست کر رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (موت کا قصہ) اس سے بھی بے تکلف آجانے والا ہے۔

تلاوت پر رحمت کا نازل ہونا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں مجتمع ہوا کوئی مجمع کسی گھر میں اللہ کے گھروں میں سے کہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہوں اور باہم اس پر پڑھتے پڑھاتے ہوں مگر نازل ہوتی ہے ان پر کیفیت تسکین قلبی کی اور ڈھانپ لیتی ہے ان کو رحمت اور گھیر لیتے ہیں ان کو ملائکہ اور ذکر فرماتے ہیں ان کا اللہ تعالیٰ ان ارواح وملائکہ میں۔

اٹک اٹک کر تلاوت کرنے والا:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن میں ماہر ہے تو (درجہ میں) اُن ملائکہ کے ساتھ ہے جو پیغام الٰہی کے سفیر اور مکرم اور نیک ہیں اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس میں اٹکتا ہے اور کہتا ہے اور اس کو وہ دشوار ہے (یعنی چونکہ اس میں وہ ماہر نہیں) اس کو دو ثواب ملیں گے۔ (بخاری)

ذکر مقصود ہے لذت مقصود نہیں بلکہ لذت نہونے پر برابر مشغول رہنا اس میں۔ (تیسیر کلکتہ ص ۳۹)

فرشتوں کا تلاوت سننا:

ترجمہ: حضرت اسید بن حضیرؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک شب کو سورۃ البقرہ پڑھ رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے پاس بندھا ہوا تھا۔ دفعتہً گھوڑا اچھلنے لگا یہ پڑھتے پڑھتے خاموش ہو گئے وہ گھوڑا بھی ٹھہر گیا یہ پھر پڑھنے لگے وہ پھر اچھلنے لگا یہ پھر خاموش ہو گئے وہ پھر ٹھہر گیا انہوں نے پھر پڑھنا شروع کیا وہ پھر اچھلنے لگا اور ان کا لڑکا یحییٰ اس سے قریب تھا یہ وہاں سے چلے اور اس لڑکے کو ہٹا لیا پھر سر اٹھا کر جو آسمان کی طرف دیکھا تو اس میں ایک سائبان نظر پڑا جس میں چراغ سے معلوم ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ذکر کیا آپ نے فرمایا جانتے ہو کہ یہ کیا تھا انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فرشتے تھے کہ تمہاری آواز کے نزدیک آگئے تھے اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح کے وقت وہ فرشتے یہاں ہی رہتے کہ سب لوگ ان کو دیکھتے وہ ان کی نظروں سے غائب نہ رہتے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اولیاء اللہ ملائکہ کو دیکھ سکتے ہیں اور صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصین کو سلام کرنا فرشتوں کا مروی ہے۔ بعض اوقات اہل کشف کو خود اپنے کشف کی حقیقت کا ادراک نہیں ہوتا۔

آیت الکرسی کی فضیلت:

ترجمہ: حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے ابو المنذر تم جانتے ہو کہ ساری کتاب اللہ میں سب سے بڑی کون سی آیت تمہارے پاس ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آیت الکرسی پس آپ نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تم کو یہ علم مبارک ہوا اے ابوالمنذر روایت کیا اس کو مسلم وابوداؤد نے۔

شیطان کو پکڑنے کی کرامت:

شیطان انسانی شکل میں متمثل ہو کر نظر آیا حضرت ابوہریرہ نے اس شیطان کو پکڑ لیا کرامت واقع ہوئی۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے اذھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما۔ ہم لوگ تھے بنو حارثہ اور بنو سلمہ اور مجھ کو یہ امر خوش نہیں آتا کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی یعنی باوجودیکہ ظاہراً اس میں ہماری برائی مذکور ہے اور اس پر ہم کو ملامت کی گئی ہے۔

پھر بھی نازل ہونا ہی زیادہ خوش آتا ہے کیونکہ اس میں یہ فرمایا ہے کہ اللہ ولیھما کو بخاری ومسلم۔

جیسا بوستان میں ایک عابد کی حکایت مذکور ہے کہ ان کو غیب سے آواز آئی تھی کہ تیری کوئی عبادت مقبول نہیں اور انہوں نے یہ کہا کہ جب دوسرا در ہی کوئی نہیں تو خواہ قبول ہو یا نہ ہو کہاں جاؤں جس کے بعد ندا آئی۔

قبول ست گرچہ ہنر نیست
کہ جزما پناہ دگر نیست

حضرت جابرؓ کا واقعہ:

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا۔ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے پیادہ تشریف لائے اور مجھ کو بیہوش پایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر ڈال دیا میں ہوش میں آ گیا۔ بخاری

مستعمل اشیاء سے برکت

پہرہ سے متعلق ایک حدیث:

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جایا کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں (کے شر) سے بچالیں گے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک خیمہ سے نکال کر فرمایا کہ اے لوگو جاؤ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا۔ (ترمذی)

حلال چیز کو اپنے پر حرام مت کرو:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جب گوشت کھاتا ہوں تو میری طبیعت عورتوں کی طرف ابھرتی ہے اور میری خواہش مجھ پر غالب ہوتی اس لئے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر لیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال فرمایا ہے ان کو حرام مت کرو۔ (ترمذی)

منافق کی موت سے متعلق روایت:

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول (منافق) مر گیا (تو ایسا ہوا) کہ حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس پر نماز (جنازہ) پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر نماز پڑھنے سے (بوجہ منافق ہونے کے اس آیت استغفر لھم او لا تستغفر لھم الایہ میں) میں منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اس (اسی آیت میں) اختیار دیا ہے۔ (بخاری ومسلم)

غزوہ سے رہ جانے والوں کا معاملہ:

حضور علیہ السلام نے معذور رکھا ہے صحو میں آئے نام ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان تینوں آدمیوں کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرمادیا (جو کہ غزوہ سے رہ گئے تھے) اور اس حدیث میں یہ بھی ہے حضرت کعب کہتے ہیں کہ جس وقت میرے پاس وہ شخص آیا جس کی میں نے آواز سنی تھی کہ وہ مجھ کو بشارت (قبول توبہ کی) دیتا تھا تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کے صلہ میں اس کو دیدیئے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے حتیٰ کہ ان تینوں پر زمین باوجود اپنی اتنی بڑی فراخی کے تنگ ہوگئی۔ (بوجہ غم کے الخ)

فرعون کے غرق ہونے کی حالت:

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق فرمایا تو وہ کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ کوئی معبود برحق نہیں بجز اس ذات کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے محمدؐ اگر آپ مجھ کو (اس وقت) دیکھتے (تو تعجب فرماتے) کہ میں دریا کی کیچڑ لے کر فرعون کے منہ میں ٹھونستا تھا اس اندیشہ سے کہ اس کو رحمت الٰہیہ نہ پالیوے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

غلبہ سکر غایت درجہ کا بغض فی اللہ تھا۔

سورہ ہود وواقعہ:

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو بوڑھے ہو گئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو سورۃ ہود اور سورۃ واقعہ نے بوڑھا کر دیا۔

حال ہیئت قبض وبسط

خلقِ مراقبہ ذات وصفات حق تعالیٰ تدبر تام سے متوجہ ہو جانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی فراستہ سے ڈرو کیونکہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے روایت کی اس کو ترمذی نے۔ ذکر اللہ وملازمت تقویٰ سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے متعلق روایت:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قرآن مجید میں جن لوگوں کے بارہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ) ایسے لوگ جو وجود دیتے ہیں ان اعمال کو کہ وجود دیتے ہیں اور قلوب ان کے ڈرتے ہیں (یہ فضیلت کے موقع میں فرمایا گیا ہے۔)

حضرت صدیقہؓ نے عرض کیا ان سے ایسے لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں اے بیٹی صدیق کی بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو روزہ رکھتے ہیں اور خیرات کرتے ہیں اور خائف رہتے ہیں کہ ان کا عمل مقبول نہ ہو۔ (یعنی اپنی مذلت پر اور حق تعالیٰ کی عظمت پر نظر کرنے سے اپنے اعمال قابل قبول نہیں دیکھتے) یہ وہ لوگ ہیں جو بھلائیوں میں ڈرتے ہیں۔

ہلال بن امیہ کا قصہ:

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے ہلال بن امیہ کے قصہ میں مروی ہے۔ کہ انہوں نے اپنی بیوی پر دعویٰ زنا کا کیا اور گواہ نہ ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یا تو گواہ لاؤ ورنہ تم پر حد قذف کہ اسی تازیانے میں جاری ہوگی) انہوں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا کہ بے شک میں سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور ایسا حکم نازل فرمادیں گے جو میری کمر کو حد (قذف سے بری کر دے گا پس حضرت جبرئیل علیہ السلام لعان کی آیت لے کر) نازل ہوئے (جس میں میاں بی بی کی قسموں سے فیصلہ ہو جاتا ہے) پیشین گوئی کی کرامت ہے۔

آیات برأت کا نازل ہونا:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے اس قصہ میں جب ان کی برأت قرآن مجید میں نازل ہوئی تو ان کی والدہ نے کہا کہ اٹھو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ (یعنی بطریق ادائے شکریہ وسلام کے یہ اس وقت جوش میں تھیں کہنے لگیں کہ واللہ میں اٹھ کر آپ کے پاس نہ جاؤں گی اور میں بجز خدا تعالیٰ کے کسی کا شکریہ ادا نہ کروں گی اسی نے میری برأت نازل فرمائی ہے (اور سب کو تو شبہ ہی ہو گیا تھا) بخاری۔

شدت غم ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی بمقتضائے بشریت وعدم علم غیب اہل شطح واولال امعذور ہونا ثابت ہو گیا۔

ترجمہ: عباس رضی اللہ عنہ سے آیت ماجعل اللہ لرجل الخ کی شان نزول میں مروی ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور نماز میں آپ کو کچھ خطرہ ہوا الحدیث۔ ترمذی۔

عدم خطرہ ایک قسم کا استغراق ہے جو فی نفسہ حالت محمودہ ہے مگر مقصودہ نہیں۔

گناہ پر قلب میں دھبے کا پڑنا:

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو اہل آسمان ایک آواز سنتے ہیں جیسے پتھر کی چٹان پر زنجیر گھسیٹی جاوے پھر اس سے بیہوش ہو جاتے ہیں روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ فرمایا کہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک دھبہ پیدا ہو جاتا ہے پھر جب وہ باز آتا ہے اور توبہ واستغفار کر لیتا ہے تو اس کا قلب صاف ہو جاتا ہے اور اگر دوبارہ پھر کرتا ہے تو اس دھبہ میں ترقی ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کے قلب کو محیط ہو جاتا ہے اور یہ وہی

زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے (اسی آیت میں) فرمایا ہے۔

کلا بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں لتر کبن طبقا عن طبق منقول ہے کہ انہوں نے اس کی یہ معنی کہے ہیں حالاً بعد حال اور کہا ہے اس کے مخاطب تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی آپ یکے بعد دیگرے حالت کو طے فرماویں گے) عارف کامل کی ترقی کبھی منتہی نہیں ہوتی۔

بعض صحابہ کا شب قدر کو خواب میں دیکھنا:

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ صحابہ میں سے بعضوں کو خواب میں شب قدر دکھلائی گئی کہ اخیر کی سات تاریخوں میں ہے کشف حجت شرعیہ نہیں لیکن اقناع وطمانیتہ سمجھا جاوے گا۔ ارشاد فرمایا کہ شیطان آدمی کے قلب پر جما ہوا بیٹھا ہے جب آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے تو وہ ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے تو وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔ بخاری۔

علاج ہے وسوسہ کا کثرت ذکر سے۔

آہستہ آواز میں تلاوت کی جائے:

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعتکاف فرمایا اور لوگوں کو قرآن پکار کر پڑھتے ہوئے سنا پس پردہ اٹھایا اور فرمایا کہ سن لو تم میں ہر شخص اپنے رب سے عرض معروض کر رہا ہے۔ (اور وہ آہستہ اور پکار کے ہر طرح سن لیتا ہے) پس ایک دوسرے کو پریشان مت کرو یعنی قرآن پڑھنے میں یا نماز میں ایک دوسرے پر آواز مت بلند کرو۔ ابوداؤد۔

ایک صحابیؓ کا بلند آواز سے قرآن پڑھنا:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص (صحابہ میں سے) رات کو اٹھے اور قرآن پڑھا اور بلند آواز سے پڑھا جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فلانے شخص کا بھلا کرے کہ اس نے بعضی آیتیں رات کو مجھ کو یاد دلا دیں جن کو میں بھول گیا تھا۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم۔ شیخ بھی اپنے کو مستغنی نہ سمجھے۔

صحابیؓ کا حضور علیہ السلام کو قرآن سنانا:

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو قرآن پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ خود آپ پر نازل ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ دوسرے کی زبان سے سنوں سو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو چلنے لگے روایت کیا اس کو بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی نے۔ (تیسیر کلکتہ ص ۸۶)

خاصیت سماع

تقویت حال یا تجدید شوق۔ حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ سلف (یعنی صحابہ وتابعین) میں سے تلاوت قرآن کے وقت نہ کسی پر بے ہوشی ہوئی تھی اور نہ کوئی چیختا تھا صرف رویا کرتے تھے اور ان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ پھر خدا کی یاد کی طرف ان کے پوست اور قلوب نرم ہو جاتے تھے روایت کیا اس کو رزین نے۔

نیند کے غلبہ کے وقت قرآن نہ پڑھا جائے:

ارشاد فرمایا جب تم میں کوئی شخص رات کو اٹھے پھر (غلبہ نوم سے) قرآن اس کی زبان سے صاف نہ نکلے اور (نوم کے غلبہ سے) کچھ خبر نہ ہے کہ کیا زبان سے نکل رہا ہے تو اس کو لیٹ جانا چاہئے۔

وظیفہ رہ جائے تو:

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنے معمولی وظیفہ سے یا اس کے کسی جزو سے سو رہے (یعنی آنکھ نہ کھلنے سے ناغہ ہو جاوے پھر اس کو فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لے تو ایسا ہی ثواب ملے گا جیسے رات ہی پڑھ لیا۔ روایت کیا اس کو مسلم ومالک وابوداؤد وترمذی نسائی۔ ناغہ کی بے برکتی اس قول میں مذکور ہے۔

مومن کی توبہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے:

ترجمہ: حارث بن سوید سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے بندہ کے توبہ کرنے پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی چٹیل میدان میں پہنچ کر مقام کرے اور سو کر جو اٹھے تو اپنی سواری کا اونٹ نہ پاوے اور نہایت پریشان ہو یہاں تک کہ بعد تلاش کے مایوس ہو کر مرنے کے لئے آمادہ ہو کر اپنے مقام پر آلیٹے اور اس میں آنکھ لگ جاوے پھر آنکھ کھلنے کے بعد اچانک دیکھتا ہے کہ اس کی سواری کا جانور اس کے پاس کھڑا ہے اور اس پر اس کا سامان خورد و نوش موجود ہے۔ پس (جوش خوشی میں) اس کے منہ سے یہ نکلا کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں مارے خوشی کے بچل گیا روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ایک خواب اور تعبیر:

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے ایک سیاہ فام پراگندہ بال عورت کو (خواب میں) دیکھا کہ مدینہ سے نکل کر جحفہ میں جا کر ٹھیری سو میں نے یہ تعبیر کی کہ مدینہ کی وبا جحفہ میں چلی گئی۔ (بخاری)

تکلیف پر موت کی تمنا نہ کرنی چاہئے:

ترجمہ: علاء انصاریہ فرماتی ہیں جب مہاجرین (مدینہ میں آئے ہمارے حصہ میں عثمان بن مطعونؓ آئے پھر وہ بیمار ہو گئے سو ہم نے ان کی تیمارداری کی۔ یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت عثمان کا ایک چشمہ بہتے دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خبر دی آپ نے فرمایا یہ ان کا عمل ہے کہ اس کا ثواب جاری ہے۔ ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص تم میں کسی تکلیف کی وجہ سے جو کہ اس کو پہنچی ہے موت کی تمنا نہ کرے۔ (بخاری)

ان حضرات کی تمنی محض شوقاً الی لقاء اللہ ہوتی ہے۔ جس شخص کے ساتھ کوئی احسان کیا جاوے اور وہ اس کے کرنے والے کو کہے جزاک اللہ خیرا۔ محسن کی تطییب قلب بھی ہے۔

افضل کون شخص:

ترجمہ: حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ کسی نے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ سب سے افضل کون شخص ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مومن اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو سوال کیا گیا کہ پھر کون شخص افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (پہاڑ) کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہو اللہ سے ڈرتا ہو اور خلق کو اپنے شر سے فارغ کر رکھا ہو روایت کیا اس کو بخاری۔ جس شخص سے مسلمانوں کو نفع پہنچتا ہو اس کے لئے جلوت بہتر ہے۔

شہادت کی تمنا رکھنے والے ایک صحابیؓ کا قصہ:

ترجمہ: حضرت شداد بن الہاد سے روایت ہے کہ ایک شخص دیہاتی حاضر ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اسی حدیث میں یہ ہے کہ اس شخص نے عرض کیا کہ میں نے اس امید پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا ہے کہ (جہاد) میں میری اس جگہ یعنی حلق میں تیر لگ جاوے۔ میں مر جاؤں اور جنت میں چلا جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اللہ کے ساتھ (اپنی نیت میں) سچا ہے تو خدا تعالیٰ تجھ (اس امید میں) سچا کر دے گا غرض تھوڑی مدت ٹھہرے تھے کہ ایک جہاد کے لئے لوگ تیار ہوئے۔ (اور یہ شخص بھی چلا) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی لاش اٹھا کر لائی گئی اور اس کے خاص حلق میں ہی تیر لگا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہی شخص ہے لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں وہی شخص ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کے ساتھ سچا تھا اللہ نے اس کو سچا کر دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیض مبارک میں اس کو کفن دیا روایت کیا اس کو نسائی نے۔ (تیسیر ص ۹۶)

ایک گونہ کرامت ہے۔

حضرت عثمانؓ کا مقام:

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم یوم بدر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ و رسول کے کام میں گئے ہوئے ہیں ان کے لئے میں بیعت کرتا ہوں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (تیسیر ص ۱۰۲)

اور یہ غائب ہونا بوجہ علالت مزاج صاحبزادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بضرورت ان کی تیمارداری کے تھا جو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھیں۔

مال غنیمت چرانے والے کا حال:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباب پر ایک شخص کو کرہ نام متعین تھا وہ مر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے لوگ اس کو دیکھنے چلے (کہ دیکھیں اس میں کونسی بات دوزخی ہونے کی ہے) سو (اس کے اسباب میں) ایک کملی ملی جس کو اس نے (مال غنیمت سے) چرایا تھا روایت کیا اس کو بخاری نے۔ فساد عمل کا خمیازہ اس کو بھگتنا پڑا۔

بحث مباحثہ سے احتراز کرنا:

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ناحق پر ہو اور بحث ومباحثہ چھوڑ دے (اور حق کو قبول کرے) اس کے لئے جنت کے کنارے پر ایک گھر بنایا جاوے گا اور جو شخص حق پر ہو اور پھر بھی بحث ومباحثہ چھوڑ دے (یہ سمجھ کر مخاطب مانتا نہیں فضول وقت برباد ہوتا ہے اور احتمال ہے کہ شاید اپنے اندر کوئی نفسانیت پیدا ہو جاوے) اس کے لئے اوسط جنت میں گھر بنایا جاوے گا (جو کہ کنارہ جنت سے افضل ہے) اور جس کے اخلاق اچھے ہوں گے اس کے لئے اعلیٰ جنت میں گھر بنایا جاوے گا (جو کہ وسط جنت سے افضل یہی ہے) روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

مسلمان کی لبیک:

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان لبیک کہتا ہے اس کے داہنے اور بائیں جتنے پتھر یا درخت یا ڈھیلے ہیں سب لبیک کہتے ہیں یہاں تک کہ زمین ادھر سے بھی ادھر سے بھی ختم ہو جاتی ہے۔ روایت کیا اس کا ترمذی نے۔

مقتدا کا رنگین کپڑے پہننا:

حضرت عمرؓ نے حضرت طلحہؓ کے بدن پر رنگین کپڑے حالت احرام میں دیکھے پوچھا کہ یہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو گیرو ہے مٹی ہے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ (دین کے) پیشوا (سمجھے جاتے ہو) لوگ تمہارا اقتداء کرتے ہیں اگر کوئی جاہل آدمی اس (لباس) کو دیکھے یوں کہے کہ طلحہ بن عبید اللہ احرام میں رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھے سو تم لوگ ایسے رنگین کپڑے مت پہنا کرو روایت کیا اس کو مالک نے۔

بعض لوگ طریق تصوف داخل ہو کر اور آزاد ہو جاتے ہیں۔

گورخر کا واپس کرنا:

ترجمہ: صعب بن جثامہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک گورخر بطور ہدیہ کے بھیجا اور آپ اس وقت ابواء یا ودان میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس فرما دیا جب ان کے چہرے پر آثار رنج کے دیکھے تو ہم نے کہا اور کسی وجہ سے اس کو واپس نہیں کیا مگر صرف بات یہ ہے کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔ بخاری۔

لبیک میں اضافہ کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لبیک میں کلمات مخصوص سے زائد نہ فرماتے تھے۔ مگر حضرت عمر لبیک **وسعدیک والخیر فی یدیک والرغباء الیک والعمل** اور بڑھا دیتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بعضے لوگ ذا المعارج وغیرہ الفاظ بڑھا دیتے تھے۔ اور حضور ﷺ سن کر کچھ نہ فرماتے تھے۔ (تیسیر ص ۱۱۳)

فائدہ: رسم ادخال عوام در سلسلہ برائے برکت اکثر بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ سلسلہ میں ایسوں کو بھی داخل کر لیتے ہیں جن سے کچھ بھی ذکر وغیرہ کرنے یا اپنی حالت کو پورے طور سے درست کرنے کی توقع نہیں ہوتی۔

ہر وقت ہر چیز معلوم نہیں ہوتی:

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جب کہ بعض صحابہ احرام کھولنے میں اس بنا پر متردد ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ ہدی کے احرام نہ کھولا تھا) ارشاد فرمایا کہ جو بات پیچھے سے میری سمجھ میں آئی اگر پہلے سے سمجھ میں آتی تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا۔ بعضے سمجھتے ہیں کہ بزرگوں کو ہر وقت واقعہ معلوم رہتا ہے۔

مجنوں مرفوع القلم ہے:

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک مجنوں عورت لائی گئی جس نے زنا کیا تھا اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا اے امیر المومنین آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں۔ ایک نابالغ جب تک بالغ نہ ہو دوسرے سوتا ہوا جب تک جاگ نہ اٹھے تیسرے مختل الحواس جب تک کہ صحت یاب نہ ہو اور یہ فلاں قبیلہ کی مختل الحواس عورت ہے ممکن ہے کہ جس وقت اس شخص نے اس سے صحبت کی ہو یہ اپنے اس مرض میں مبتلا ہو غرض اس کو رہا کر دیا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (تیسیر ص ۱۳۲)

جن حضرات کے کلام میں تاویل عذر کی جاوے ان میں ایک قرینہ منقول ہونا ان کے سکر کا ہے اور قرینہ منقول ہونا ان کے فضائل و کمالات و اتباع سنت کا غالب احوال میں ہے جو مضطر کرے گا تاویل کی طرف ورنہ جسکا غالب حال فسق و معصیت و اتباع و بطالت ہو وہاں کوئی حاجت تاویل کی نہ ہوگی۔

سامنے والا زیادہ دیکھنے والا ہوتا ہے:

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد (یعنی کنیز صاحب اولاد از مولے) کے ساتھ لوگ متہم کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جاؤ اس کی گردن مارو (مطلب یہ تھا کہ باقاعدہ تحقیق کر کے باضابطہ سزا دو) چنانچہ حضرت علیؓ اس کے پاس پہنچے وہ ایک کنویں میں (جو بطور باولی کے تھا) ٹھنڈک کے لئے غسل کر رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا باہر نکل اس نے اپنا ہاتھ آپ کو دیدیا۔ آپ نے اس کو نکالا اچانک جو اس پر نظر پڑی تو وہ مقطوع الذکر تھا آپ اس کی سزا سے رک گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی آپ نے ان کے اس فعل کی تحسین فرمائی اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سامنے والا ایسی چیز کو دیکھ سکتا ہے جس کو دور والا نہیں دیکھ سکتا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (تیسیر ص ۱۳۶)

دوسرے شیوخ جو کہ معصوم عن الخطا بھی نہیں ان کے احکام تو کیونکہ مقید بقید مذکور نہ ہوں گے۔ شریعت میں زوال عقل جنون ہی منحصر نہیں بلکہ پیر و فرتوت کو بھی کو بعض ہی احکام میں سہی حکم مجنون ٹھہرایا ہے پس عدم انحصار کے بعد کسی وارد قوی کا غلبہ بھی اسی حکم میں ہوگا۔

گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے:

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان سے روایت ہے کہ فرمایا کہ (بڑی) نیکی حسن خلق ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم اس پر لوگوں کے مطلع ہونے کو ناگوار سمجھو روایت کیا اس کو مسلم و ترمذی نے۔

غیر منصوصہ عملیہ میں مسلم کامل کے قلب کا حکم معتبر اور جائز العمل ہے۔ اکثر بزرگوں میں دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی طالب آتا ہے اگر ان کا قلب قبول کرتا ہے تو اس کو سلسلہ میں داخل کرتے ہیں ورنہ جواب دے دیتے ہیں۔

کسی معاملے میں فیصل بننا اور مال یتیم کی نگرانی

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر میں تجھ کو ضعیف پاتا ہوں (کہ تعلقات کا تحمل نہیں کر سکتے) اور میں تمہارے لئے اس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہوں (پس جو کچھ میں کہوں گا خیر خواہی سے کہوں گا سو میں تم کو دو باتیں کہتا ہوں یعنی) کبھی دو شخصوں ان کے کسی معاملہ کے

فیصلہ کرنے کے لئے) حکم مت چلانا (یعنی کسی کے معاملہ کا فیصلہ مت کرنا) اور مال یتیم کے متولی (و نگرانی) مت بننا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۱۴۷)

نسبت کی وجاہت:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ (بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) حضرت فاطمہؓ کی حیات تک حضرت علیؓ کی وجاہت لوگوں کی نظر میں زیادہ رہی جب ان کا انتقال ہو گیا تو لوگوں کا رخ ذرا بدل گیا روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

منتسبین بمشائخ

اہل طریق کی عادت طبعیہ ہے کہ بزرگوں کے منتسبین کو محض اس انتساب کی وجہ سے معظم سمجھتے ہیں۔

خلیفہ مقرر کرنا:

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت فرماویں گے اور میں اگر کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو (یہ بھی جائز ہے کیونکہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو (صراحۃً) خلیفہ نہیں بنایا اور اگر خلیفہ بنادوں تو یہ (بھی جائز ہے کیونکہ ابوبکرؓ نے (مجھ کو) خلیفہ بنایا تھا۔ (بخاری و مسلم)

تادیباً اپنے سے بڑوں کو مقدم رکھنا:

حقیقی علامت شہادت قلب سلیم ہے حضرت عمرؓ کے قصہ شہادت میں منقول ہے کہ (حالت مرض الموت) حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ موقع میں نے تجویز تو اپنے لئے کر رکھا تھا مگر میں حضرت عمرؓ کو اپنے نفس پر ترجیح دیتی ہوں اور دفن کی اجازت دیتی ہوں۔ فضائل اکثر اہل ادب کی یہ بھی عادت مشاہدہ کی جاتی ہے کہ فضائل کے مواقع پر تادیباً اپنے سے بڑوں کو مقدم رکھتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے ایثار سے اس کا استحسان معلوم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سمیع بصیر ہیں:

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے لوگ اللہ اکبر اللہ اکبر پکار کر کہنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم ایک سمیع بصیر کو پکارتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کو تم پکارتے ہو وہ تم سے ناقہ کی گردن سے بھی نزدیک تر ہے۔ (بخاری و مسلم)

دم کرنا:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی خواب گاہ میں تشریف لے جاتے تو اپنے ہاتھوں میں کچھ دم کرتے اور پڑھتے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ (تیسیر ص ۱۶۱)

فائدہ: رسم جھاڑ پھونک گو اہل طریق کے نزدیک یہ مقصود نہیں مگر بنظر نفع رسانی خلق جو شخص اس کی درخواست کرتا ہے اس کی دل شکنی نہیں کرتے۔

خانہ کعبہ سے بتوں کا صفایا کرانا:

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) تشریف لائے تو خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانا گوارا نہ کیا کیونکہ اس کے اندر (مشرکین کے رکھے ہوئے) بہت سے بت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نسبت حکم فرمایا وہ سب باہر کر دیئے گئے اور ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کے تصویر کو بھی باہر لائے۔ ان دونوں (تصویروں) کے ہاتھ میں قمار کے تیر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا ان (مشرکین) کو غارت کرے واللہ ان کو خوب معلوم ہے کہ ان دونوں حضرات نے کبھی ان تیروں سے قمار نہیں کھیلا (اور پھر بھی ان کے ہاتھ میں تیر دے دیئے) اس کے بعد آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور سب گوشوں میں اللہ اکبر فرمایا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے (تیسیر ص ۱۴۳)

ف: اصلاً عدم تعظیم تصور بزرگان بعض اہل غلو بزرگوں کی تصویروں کی تعظیم کیا کرتے ہیں اور ان کو متبرک سمجھتے ہیں۔ اس حدیث سے اس عقیدہ و عمل کا بالکلیہ قلع قمع ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانے سے دونوں پیغمبروں کی تصویروں کی موجودگی کا مانع ہونا واضح دلیل

اس مدعا کی ہے۔

ترجمہ: اسلمیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن طلحہ (کلید برادر کعبہ شریفہ) سے پوچھا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر کیا فرمایا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ فرمایا تھا کہ میں تم سے یہ کہنا بھول گیا تھا کہ تم دونوں سینگوں کو (جو کہ کعبہ کے اندر اس دلبر کے لگ رہے تھے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں ذبح کیا گیا تھا) ڈھانک دینا کیونکہ بیت اللہ کے اندر کسی ایسی شے کا رہنا اچھا نہیں جس سے نماز پڑھنے والے کا دل بٹے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

حمس والوں کا طریقہ:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ قریش اور بھی جو لوگ ان کے طریقہ پر تھے یہ سب حمس کہلاتے تھے (عرفہ کے دن جب کہ سب عرفات میں جاتے تھے یہ لوگ) مزدلفہ میں ٹھہرے رہتے تھے اور کہا کرتے تے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے خواص ہیں۔ اس لئے ہم اس کے حرم سے باہر نہیں جاتے (اور عرفات حرم سے خارج ہے اور مزدلفہ داخل ہے) روایت کیا اس کو رزین نے (تیسیر ص ۱۲۳)

معلوم ہوا کہ قبور اولیاء کے مجاورین نے بھی جو رسمیں خلاف شرع تراش رکھی ہیں سب باطل ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع کے موقع پر ایک عمل

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حجتہ الوداع میں) جمرہ کے پاس (منی کے دن) تشریف لائے اور اس پر کنکریاں ماریں اور (سر مبارک منڈوا کر) ابوطلحہ سے فرمایا کہ یہ بال لوگوں میں (تبرکاً) تقسیم کردو روایت کیا اس کو بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد نے (تیسیر ص ۱۲۵)

ترجمہ: امام مالک سے دعا نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں منقول ہے اے اللہ ہمارے لئے زمین کو لپیٹ دے۔ (تیسیر ص ۱۲۶)

ف: قول امکان طی ارض بہت حکایات میں اولیاء اللہ کی یہ کرامت منقول ہے کہ زمانہ قلیل میں مسافت طویل قطع کرلی۔ پس مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہے گا اور علی الاطلاق طی ارض ممکن رہے گا۔

ہلال دیکھتے وقت منہ پھیر لینا:

ترجمہ: حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہلال دیکھتے تو اس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیتے تھے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (تیسیر ۱۵۶)

ف: تعلیم عدم التفات الی الانوار ائمہ فن کی تعلیم ہے کہ اگر مراقبات میں کچھ انوار منکشف ہوں تو ان کی طرف توجہ نہ کرنا چاہئے۔ خوب سمجھ لو۔

قرض لینا:

ترجمہ: حضرت عمر ابن حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہؓ قرض لیتیں اور کثرت سے لیتیں ان کے گھر والوں نے اس بارہ میں ان سے گفتگو کی اور ان کو ملامت کی۔ انہوں نے فرمایا میں دین لینا نہ چھوڑوں گی میں نے اپنے محبوب اور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص کچھ قرض لے اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ وہ اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا قرض ادا کر دے گا روایت کیا اس کو نسائی نے (تیسیر ص ۱۷۲)

اکثر بزرگوں کو دیکھا ہے کہ مہمانوں اور مسکینوں کی خدمت کے لئے بے تکلف قرض لے لیتے ہیں۔

نیکوں کی صحبت کا اثر:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث فضیلت ذکر میں روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں بندہ نہایت خطاوار ہے وہ ان میں سے نہیں محض ایک کام کے لئے آنکلا تھا سو (وہاں) بیٹھ گئے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بھی بخش دیا وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔ (تیسیر ص ۱۷۳)

ف: رسم ادخال عوام در سلسلہ برای برکت اکثر بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ سلسلہ میں ایسوں کو بھی داخل کر لیتے ہیں جن سے کچھ بھی ذکر وغیرہ کرنے کی یا اپنی حالت کو پورے طور سے

درست کرنے کی توقع نہیں ہوتی۔

حقیقی تقویٰ:

ترجمہ: عطیہ سعدی سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ حقیقۃ تقویٰ کو نہیں پہنچتا جب تک کہ ایسی چیز کے اندیشہ سے جس میں کوئی خرابی ہو ایسی چیز کو نہ چھوڑ دے جس میں کوئی خرابی نہ ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

اونٹ کے گلے میں گلو بند چھوڑنا:

ترجمہ: عبادہ بن تمیم سے روایت ہے کہ ابو بشر انصاریؓ نے ان کو خبر دی کہ وہ ایک سفر میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ سو آپ نے حضرت معاویہؓ کو حکم فرمایا کہ کسی اونٹ کی گردن میں کوئی گلو بند تانت کا یا مطلق گلو بند فرمایا چھوڑا نہ جاوے مگر کہ اس کو کاٹ دیا جاوے روایت کیا اس کو بخاری ومسلم ومالک وابوداؤد نے۔ (تیسیر ص ۱۹۲)

ف: اصلاح ترک تمائم غیر مشروعہ اکثر شراح حدیث نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ جانور کی حفاظت کے واسطے گنڈے سے بنوا کر ان کے گلے میں باندھ دیتے تھے۔

برکت حاصل کرنے کا ثبوت:

ترجمہ: حضرت کبشہ انصاریہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پیا پس میں اٹھی اور اُتنا چمڑہ کاٹ لیا (کہ برکت کے لئے اپنے پاس رکھوں گی) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور رزین نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ میں نے اس چمڑے کا ایک چھوٹا سا مشکیزہ بنالیا کہ اس میں برکت کے لئے پانی پیا کرتی تھی۔

انصاری کے باغ سے پانی پینا:

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لائے اور وہ اپنے باغ میں پانی پھیر رہا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے پاس ایسا پانی ہو جو اس شب کو مشک میں رہا ہو (یعنی باسی پانی ہو تو لاؤ) ورنہ (میں پانی جو باغ میں جاری ہے) منہ لگا کر پی لیں گے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ابوداؤد نے۔

اصلاح حرمت سجدہ قبور:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود اور نصاریٰ کو کہ اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا یعنی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں روایت کیا اس کو بخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی نے۔ (تیسیر ص ۲۲۷)

ترجمہ: حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور اسی حدیث میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دشمن خدا یعنی ابلیس ایک شعلہ آگ کا لایا تاکہ اس کو میرے منہ میں لگائے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے (تیسیر ص ۲۲۸)

تنبیهه اکابر با عدم الامن امن الشیطان

کوئی کتنا ہی بڑا کامل کیوں نہ ہو جاوے مگر اس کو شیطان سے بےفکر نہ ہونا چاہئے بلکہ ہمیشہ ہوشیار و بیدار رہے کہ کسی موقع پر اس کو لغزش میں نہ ڈال دے اس خبیث کی جرأت دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالی تک پہنچنے کا اس کو حوصلہ ہوا۔

حضرت عتبان بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (برسات کے دنوں میں) میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان میں (پانی کا) سیلاب حائل ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں مسجد میں حاضر نہیں ہو سکتا اور نگاہ ان کی ماؤف تھی اس لئے کچھ نظر نہ آتا تھا کہ کہاں پانی ہے کہاں خشک ہے) سو میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے یہاں تشریف لائیے اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیجئے کہ میں (ایسی ضرورت کے موقع پر) اس کو نماز کی جگہ بنالوں (یعنی وہاں نماز پڑھ لیا کروں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا کہ ہم ایسا کر دیں گے روایت کیا اس کو بخاری ومسلم و مالک ونسائی نے۔ (تیسیر ص ۲۳۳)

معمولات میں اکثر جگہ کو معین رکھتے ہیں۔ تکلیف

دینے سے محض یہ غرض تھی کہ وہ جگہ متبرک ہو جاوے گی تو وہاں نماز پڑھنے میں زیادہ برکت ہوگی۔ غلو نہ ہو ورنہ شرک و بدعت کی حد میں داخل ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صفوں کو سیدھا کیا کرو اور کندھوں کو برابر رکھا کرو اور درمیان فصل کو بند کر دیا کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جایا کرو اور شیطان کے فاصلے بیچ میں مت چھوڑا کرو روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (تیسیر ص ۲۴۴)

اصلاح ترک رسوم ملتزمہ عامہ:

ترجمہ: عبد اللہ بن مغفل مزنی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے قبل دو رکعتیں پڑھنے کو فرمایا پھر دوسری یا تیسری بار میں یہ بھی فرما دیا کہ جس کا جی چاہے اس لئے کہ یہ امر ناپسند ہوا کہ لوگ اس کو معمول لازمی قرار نہ دے لیں۔ (لمن شاء سے اس کا انسداد مقصود تھا) روایت کیا اس کو ابوداؤد و بخاری اور مسلم نے۔

تعلیم اراحۃ نفس:

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد ترک نہیں فرماتے تھے البتہ جب بیمار کسلمند ہوتے تو (بجائے کھڑے ہونے کے) بیٹھ کر پڑھ لیتے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۲۴۴)

متفرقات علاج وسوسہ:

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان میرے اور میری نماز امور قرأت کے درمیان حائل ہو گیا ہے کہ اس میں شبہے ڈال دیتا ہے (یعنی عدد رکعات اور قرأت و عدم قرأت میں شک پیدا ہو جاتا ہے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایک شیطان ہے جس کا لقب خزب ہے جب تم کو اس کا اثر معلوم ہو تو اعوذ باللہ اور بائیں طرف تین بار تھتکار دو وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو کیا سو اللہ تعالیٰ نے اس کو مجھ سے دفع کر دیا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے (تیسیر ص ۳۵)

تقویٰ دل میں ہے:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ تمہاری صورت اور جسم کو نہیں دیکھتے (کہ حسین و جسیم ہے یا نہیں) لیکن تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتے ہیں اور دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ تقویٰ اس جگہ ہے یعنی سینہ میں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز کسی سے مت کہنا

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کو بھیجا مجھ کو ماں کے پاس پہنچنے میں دیر ہوئی جب میں آیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کہاں رہ گیا تھا میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک کام کو بھیجا تھا کہنے لگیں وہ کیا کام تھا میں نے کہا وہ راز کی بات ہے کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز کسی سے مت کہنا۔

آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھے:

ترجمہ: حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کسی جماعت سے محبت رکھتا ہے اور ان کے برابر عمل و عبادت نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا اے ابو ذر تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو گے۔ کہ اولیاء اللہ۔

عالم ارواح کی جان پہچان:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ارواح لشکر کے لشکر ہیں جو (عالم ارواح میں) مجتمع تھیں۔ جن میں (وہاں) باہم جان پہچان ہوئی ہے ان میں (یہاں بھی) باہم الفت ہے اور جن میں جان پہچان نہ ہوئی ان میں اختلاف مزاج ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم اور ابوداؤد نے اور روایت کیا اس کو بخاری نے۔

مومن کی حرمت:

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے

ایک دن کعبہ شریف کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تیری بڑی حرمت ہے اور مومن اللہ کے نزدیک حرمت میں تجھ سے بھی زیادہ ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے (تیسیر ص ۲۷۲)

ف: قول از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است تو افضل من الکعبہ کو بدرجہ اولی تجلی گاہ کہنا صحیح ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نور:

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر پانچ مضمون بیان فرمائے ان میں یہ بھی مضمون تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے اگر وہ اس حجاب کو اٹھا دے تو اس کے انوار جلال ذاتی تمام مخلوق کو جہاں تک اللہ تعالیٰ کی نگاہ پہنچے سب کو جلا دے (اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر تمامی مخلوق کو محیط ہے مطلب یہ ہوا کہ تمام مخلوق اس کے نور ذات سے سوختہ ہو جاوے) روایت کیا اس کو مسلم نے (تیسیر ص ۲۷۶)

ف: مسئلہ امتناع رویت در دنیا۔ اکثر جہلا صوفیہ کا اعتقاد ہے کہ سالک کو دنیا ہی میں مثل آخرت کے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوسکتا ہے۔

مورچہ بندی:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اعمال کی فضیلت ذکر کر کے ان اعمال کی نسبت فرمایا کہ یہ مورچہ بندی ہے یہ مورچہ بندی ہے یہ مورچہ بندی ہے (یعنی شیطان کے ساتھ جو مسلمان کا محاربہ رہتا ہے ان اعمال کو کرنا گویا اپنی سرحد کی حفاظت ہے) روایت کیا اس کو مسلم اور مالک اور ترمذی اور نسائی نے۔ (تیسیر ص ۲۸۷)

حال لذت درحالت قرأت:

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے ایک قصہ میں روایت ہے کہ جب دونوں شخص (کہ صحابہ تھے) کھائی کے منہ پر پہنچے تو مہاجری تو لیٹ گئے اور انصاری (جن کی باری پہرہ دینے کی تھی) نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اتنے میں ایک شخص (جو جاسوس کفار تھا) آیا جب اس نے انسان کا جثہ دیکھا سمجھ گیا کہ یہ نگران ہیں پس ان کے ایک ایسا تیر مارا کہ ان کے بدن میں پرو دیا انہوں نے نکال کر پھینک دیا یہاں تک کہ تین تیر مارے پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر (نماز سے فارغ ہو کر) اپنے ساتھ (مہاجری) کو جگایا جب اس جاسوس کو معلوم ہوا کہ لوگوں کو میری خبر ہوگئی تو وہ بھاگ گیا اور جب مہاجری نے انصاری کو خونا خون دیکھا تو (تعجب سے) کہا سبحان اللہ تم نے مجھ کو اول ہی تیر مارنے پر کیوں نہ جگایا کہنے لگے میں ایک سورت پڑھنے میں مشغول تھا مجھ کو اس کا قطع کرنا اچھا نہ معلوم ہوا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (تیسیر ص ۲۸۸)

عادۃ حلق موی سر اکثر مشائخ کی عادۃ ہے:

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جنابت میں ایک بال کی جگہ بھی بے دھوئے چھوڑ دے دوزخ میں اس کا ایسا حال ہوگا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بس اسی وقت سے میں اپنے سر کا دشمن ہوگیا اور حضرت علیؓ کی عادت تھی کہ اپنے سر کے بال قطع کرا دیتے تھے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (تیسیر ص ۲۶۴)

ترجمہ: کلیبؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اسلام قبول کیا آپ نے فرمایا کہ حالت کفر کے بال اتروا ڈالو یعنی سر منڈوا دو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (تیسیر ص ۲۹۸)

ف: رسم حلق الشعر وقت بیعت بعض مشائخ کا معمول منقول ہے کہ مرید کرنے کے وقت اس کی مو تراشی کرتے تھے۔

عادۃ خدمت اہل الشیخ بعدہٗ:

ترجمہ: اسلم سے حدیث طویل میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس نو طباق تھے سو کوئی میوہ یا اور کوئی عمدہ چیز نہیں ہوتی تھی مگر حضرت عمرؓ اس کو ان طباقوں میں لگا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے پاس (کہ نو تھیں بھیجا کرتے روایت کیا اس کو مالک نے (تیسیر ص ۳۱۵)

عادۃ بعض ترک اللحم:

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ گوشت

(کی کثرت) سے احتیاط رکھا کرو کیونکہ اسکی خواہش بھی ایسی ہی ہو جاتی ہے جیسے شراب کی طلب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے گھر والوں کو پسند نہیں کرتے جن کو گوشت کھانے کی (لازمی) عادت ہو جاوے روایت کیا اس کو مالک نے۔ (تیسیر ص ۳۰۵)

عادۃً تقلیل لذات یہ ایک شعبہ ہے مجاہدہ کا

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضرت عمرؓ ملے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب کسی چیز کی تم کو رغبت ہوتی ہے تو اس کو خرید لیتے ہو آدمی کے مُسرف ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جس چیز کو جی چاہا کرے وہی کھا لیا کرے روایت کیا اس کو مالک نے۔ (تیسیر ص ۳۰۵)

رسم نذرانہ تعویذ بعضے:

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے اور اسی حدیث میں مارگزیدہ کا قصہ ہے اور اس میں یہ ہے کہ ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے (اس کو مارگزیدہ کو) صرف سورہ فاتحہ سے جھاڑا تھا (وہ اچھا ہو گیا اور جو معاوضہ میں سو بکریاں ٹھہری تھیں وہ وصول کر لیں پھر) ہم نے (باہم) کہا کہ ابھی (ان بکریوں کے بارہ میں) کوئی نئی بات (تصرف وغیرہ) مت کرنا یہاں تک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر (حکم شرعی) دریافت کر لیں سو ہم جب حاضر ہوئے ہم نے آپ سے ذکر کیا آپ نے (تعجب سے) فرمایا کہ تم کو کیسے خبر ہو گئی کہ سورہ فاتحہ جھاڑ بھی ہے (پھر ان کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ) ان بکریوں کو تقسیم کر لو اور میرا حصہ بھی لگانا (یہ اس لئے فرما دیا کہ اس کے حلال ہونے میں شبہ نہ رہے) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد نے۔ (تیسیر ص ۳۱۲)

رسم تفاؤل از قرآن یا کتب بزرگان:

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیماری لگنا (اس طرح کہ تخلف ہی نہ ہو) کوئی چیز نہیں اور بدشگونی کوئی چیز نہیں اور مجھ کو فال نیک اچھی معلوم ہوتی ہے لوگوں نے پوچھا کہ فال نیک کیا چیز ہے فرمایا کہ کوئی دل خوش کن کلمہ ہے (کہ کان میں پڑ جاوے اور اس کو مطلب سے کچھ مناسب ہو جیسے کوئی شخص گم شدہ چیز کو تلاش کرتا تھا۔ اتفاق سے کسی شخص نے دوسرے کو واجد علی نام لے کر پکارا جس کے معنی ہی پالینے والا تو وہ شخص اس کو سن کر خوش ہو گیا) روایت کیا اس بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد نے (تیسیر ص ۳۱۶)

بعض اہل عقیدت کو دیکھا گیا ہے کہ کسی ظاہری یا باطنی حاجت کے بارہ میں قرآن مجید یا دیوان حافظ یا مثنوی مولوی رومی سے فال لیتے ہیں۔ اس حدیث میں اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے اگر اسی حد تک ہو مضائقہ نہیں۔

عالم کی شان:

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین کا عالم بھی خوب ہوتا ہے اگر کوئی اس کے پاس (دینی) احتیاج پیش کرے تو نفع پہنچا دے (یعنی دین کی تعلیم کرے) اور اگر کوئی اس کے پاس احتیاج نہ پیش کرے وہ بھی اپنے آپ کو بے پرواہ کر کے رکھے۔ روایت کیا اس کو رزین نے (تیسیر ص ۳۱۷)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ علماء وارث ہوتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے (تیسیر ص ۳۱۷)

خواب کی تعبیر:

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ایک دفعہ جبکہ میں سو رہا تھا میں دیکھتا ہوں کہ لوگ میرے روبرو پیش کئے جاتے ہیں اور ان کے جسموں پر کُرتے ہیں بعض کے کُرتے سینے تک پہنچے ہیں اور بعض کے اس سے کم وبیش اور (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس حال میں پیش کئے گئے کہ ان کے جسم پر جو کُرتہ تھا وہ اتنا بڑا تھا کہ وہ اس کو لمبا ہونے کی وجہ سے زمین پر کھینچتے تھے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے عمر کے اس

کرنے کو کھینچنے کی کیا تعبیر فرمائی؟ آپ نے فرمایا ''دین''
(متفق علیہ منقول از مشکوٰۃ شریف)

دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں:

ذات حق کے لئے اس تمثیل کا جواز قرآن شریف سے بھی ثابت ہے الله نور السموات والارض مثل نوره کمشکوٰة فیها مصباح (یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ روشن ہو چراغ ایک شیشے میں ہو شیشہ ایسا صاف ہو گویا چمکتا ہوا موتی جیسا تارا۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکایت سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار واقع ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ظاہر ہوا اور حجابات اٹھا دیئے مگر موسیٰ علیہ السلام دیکھ نہ سکے اور بیہوش ہو گئے (خوب سمجھ لیجئے) اور یہ جو بعض بزرگوں مثل امام احمد بن حنبل و امام ابو حنیفہ وغیرہم کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو خواب یا حال و مکاشفہ میں دیکھا ہے یہ البتہ ممکن اور واقع ہے کیونکہ یہ دیکھنا عالم مثال میں ہے نہ کہ عالم اجساد میں ظاہری (حسی) آنکھوں سے۔

حمد ونعت وعقیدہ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

الحمد لمن قدر خیراً و خبالاً
والشکر لمن صور حسنا وجمالاً

اس خدا کی ہزار ہزار تعریف جس نے خیر وشر کو پیدا کیا۔
اور اس خدا کا لاکھ لاکھ شکر جس نے حسن اور خوبصورتی پیدا کی

فرد صمد عن صفة الخلق بریٌ
رب ازلی خلق الخلق کمالاً

وہ ایک ہے بے نیاز ہے مخلوقات کی صفتوں سے بری ہے۔ پروردگار ہے ازل سے ہے اس نے مخلوقات کو اپنے کمال سے پیدا کیا۔

لا ضد ولاند ولا حد لمولیٰ
الان کما کان ولم یلق زوالاً

اس کا کوئی مقابل نہیں کوئی مثل نہیں اس کی کوئی حد نہیں۔ وہ جیسا تھا اب بھی ویسا ہی ہے اس میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی۔

لا مثل ولا صوّر مثلاً و نظیراً
من قال سوی ذالک قد قال محالا

اس کا کوئی مثل نہیں ہے اس نے اپنی مثال اور نظیر پیدا ہی نہیں کی۔ جو لوگ اس کی نظیر کے قائل ہوئے وہ ایک محال چیز کے قائل ہوئے۔

لا شبہ ولا مثل ولا کفو لمولی
لا ولد ولا والد لا عم و خالاً

کوئی اس کے مانند نہیں اور مثل نہیں اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ نہ اس کی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اس کے نہ چچا ہے نہ ماموں۔

لا قبل ولا بعد ولا وقت زمانا
لا مانع لا حاجب لله تعالیٰ

نہ اس سے پہلے کوئی ہے اور نہ اس کے بعد اور نہ اس کے زمانے کے لئے کوئی وقت معین ہے۔ کوئی اللہ تعالیٰ کو روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے۔

اشهد بالله هو الواحد حقا
ثم اشهد بالاحمد فضلاً وجلا لا

خدا کی الوہیت کی شہادت دو، درحقیقت وہی ایک ہے۔ پھر احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرو۔

صل علی افضل رسل ونبی
فی کل صباح و مساءٍ و زوالاً

تمام نبیوں سے افضل اور تمام رسولوں سے بہتر رسول پر صبح شام دن رات درود بھیجو۔

مولانا رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقره و فرزند و زن
ہر چہ جز عشق خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

فرمایا لا الہ الا اللہ کے کہنے سے اپنے ایمان کو تازہ کرو۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

کار دنیا کسے تمام نہ کرد
ہرچہ گیرید مختصر گیرید

اللہ تعالیٰ کا دوست کون:

ایک دن حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مناجات میں کہا، اے خداوندا مجھے کیونکر معلوم ہو کہ کون تیرا دوست ہے اور کون دشمن؟ حکم ہوا کہ میرا ذکر کرنے والا میرا دوست ہے اور مجھ سے غافل میرا دشمن۔ خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ذکر الٰہی کلہاڑے کی طرح ہے جو خطروں کے تمام کانٹوں کو دل کے جنگل سے تراش دیتا ہے اور دل میں غیر کا نام ونشان تک نہیں چھوڑتا۔ جب دل خدائے تعالیٰ کے سوا سب سے پاک ہو جائے اور ماسوا کی پکڑ سے چھٹکارا پا جائے اور ذکر کرنے والے کا مطلوب ومعشوق غیر نہ رہے تو ظاہر وباطن میں اس کا مطلوب رونق افروز ہوتا ہے۔

خداوند تعالیٰ کی یاد ایسی چیز ہے کہ ہر دم ایک تازہ درد اور بے اندازہ شوق بڑھاتی ہے اور ذاکر کے باطن کو صاف ومصفّٰی کرتی ہے۔ اس پاک ذات کو اپنے دل میں حاضر رکھنے کی خبر دیتی ہے اور فنا اور مستی کا مزہ چکھاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا:

حدیث شریف میں ہے کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنے بندے کو وہ چیز عنایت کی ہے کہ اگر جبرئیل اور میکائیل کو بھی عطا کرتا تو ایک بڑی نعمت ان پر تمام کرتا وہ یہ ہے **قولہ تعالیٰ فاذکرونی اذکرکم** (پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا)

یہی ذکر ہے جو مفلسوں کی پونجی ہے اور عاشقوں کے جھونپڑوں کا چراغ ہے۔

بروایت عائشہؓ پس پوشیدہ ذکر یا دل کی یاد خدائے تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک ایسا خزانہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دوسروں کی نظر سے اس کو چھپا کر رکھے اور خدائے تعالیٰ کی یاد میں پوشیدہ سانس لے اس جیسا کوئی نیک بخت نہیں ہے۔

کلمہ طیبہ کی برکات:

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی نے فرمایا ہے کہ لوگ کلمہ طیبہ کی برکتوں سے واقف نہیں ہیں۔ اگر تمام دنیا کو ایک بار کلمہ پڑھنے پر بخش دیں اور بہشت میں بھیج دیں تو گنجائش رکھتا ہے۔

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی
جس نے اسے سنبھال لیا وہ سنبھل گیا

انسان استاد کی شاگردی حاصل کئے بغیر کوئی فن آسانی اور صحیح طریقے کے ساتھ نہیں سیکھ سکتا برخلاف اور حیوانات کے کہ ان کے کمالات پیدائشی ہیں اور سیکھنے کے طور پر بہت کم حاصل کرتے ہیں۔

مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست بر پائے کبوتر زد ناگاہ رسید

طریق تلاش مرشد کامل:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ درویشوں سے اکثر ملاقات کی جائے اور ان میں سے کسی پر انکار اور عیب جوئی نہ کرے لیکن خود بھی ابھی بیعت نہ کرے بلکہ خوب اچھی طرح سوچ بچار کرے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

(وہی شخص اپنی ہتھیلی میں موتی محفوظ رکھ سکتا ہے جو یہ جانتا ہے کہ تمام دنیا جیب کتری ہے۔)

اس کے مریدوں میں سے جس کو انصاف کرنے والا اور عمل کرنے والا عالم سمجھے اس سے سوال کرے اور اس بزرگ کی صحبت کے متعلق پوچھے۔

فیض حاصل ہونے کی صورتیں

مثلاً کسی کو نیند آتی ہے حتیٰ کہ لیٹ جاتا ہے۔ کوئی بیخود اور بیہوش ہو جاتا ہے اور کوئی بیخودی کی حالت میں دل میں ذکر جاری پاتا ہے اور اس کی حرکت نبض کی حرکت کے مانند ہے اور ضرب اللہ اللہ دل پر پڑتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ

آواز یہاں تک قوت پکڑ جاتی ہے کہ بغیر آنکھ بند کئے ہوئے بھی بے تکلف آنے لگتی ہے اور لوگوں کا غل غپاڑا اس میں رکاوٹ پیدا نہیں کرتا اور اس میں مصروف ہونے سے جس قدر ذوق شوق بڑھتا ہے اس کے لکھنے کی نہ قلم میں طاقت ہے اور نہ بیان کرنے کا زبان کو یارا پس جب ذکر تمام بدن میں اثر کر جاتا ہے تو سارے بدن سے ایسی آواز آنے لگتی ہے جیسی گنبد میں سے آتی ہے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے درخت سے اور اپنے تمام بدن سے سنی تھی اور ان پر وحی نازل ہونے کی دلیل تھی اور اولیائے کرام بھی اسی آواز کے ساتھ الہام سے بزرگی حاصل کرتے ہیں اور عارفوں نے بھی اسی آواز سے خدائے تعالیٰ کو پایا ہے اور ہمیشہ روز بروز اس ذکر کی آواز غالب ہوتی چلی جاتی ہے اور کبھی گھنٹے جیسی آواز آنے لگتی ہے۔

جگہ جگہ بیعت کرنا برکت کھو دیتا ہے:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے جانوں کو سخت نہ پکڑو ورنہ خدائے تعالیٰ تم کو سخت پکڑے گا اسلام میں ترک دینا نہیں تیرے (نفس کا بھی تیرے اوپر حق ہے)

ایک اعرابی کا قصہ:

حضرت عبداللہ بن جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (پاس رہنے کی) بیعت کی۔ اس کے بعد اعرابی کو مدینہ طیبہ میں شدت کا بخار ہوا (اور وہاں سے نکلنا چاہا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری بیعت مجھے واپس کر دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا۔ وہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری بیعت مجھے واپس کر دیجئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا وہ پھر آیا اور کہا کہ میری بیعت واپس کر دیجئے آپ نے پھر انکار فرمایا پس اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر چلا گیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک مدینہ بھٹی کی مانند ہے اپنے میل کو دور کرتا ہے اور اپنے اچھے کو خالص کر دیتا ہے۔

شیخ سے مقصد:

اگر مرید شریعت کے مطابق عمل کرے اور شیخ سے محبت اور اس کے طریقہ پر دل سے کاربند رہے تو شیخ کی ناراضگی مضر نہیں ورنہ حصول مقصد کے لئے شیخ کی مرضی کو بہت دخل ہے۔

(۱) نہ اس میں کشف وکرامات ضروری ہیں۔ (۲) نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے۔ (۳) نہ دنیاوی کاموں میں کامیابی کا وعدہ ہے کہ مثلاً تعویذ گنڈوں سے کام بن جائیں یا مقدمات دعا سے فتح ہو جایا کریں یا روزگار میں ترقی ہو یا جھاڑ پھونک سے بیماری جاتی رہے یا ہونے والی بات بتا دی جایا کرے۔ (۴) نہ تصرفات لازم ہیں کہ پیر کی توجہ سے مرید کی اصلاح خود بخود ہو جائے اس کو گناہ کا خیال ہی نہ آئے خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہیں مرید کو ارادہ بھی نہ کرنا پڑے یا علم دین وقرآن میں ذہن وحافظہ بڑھ جائے۔ (۵) نہ ایسی باطنی کیفیات پیدا ہونے کی کوئی میعاد ہے کہ ہر وقت یا کم از کم عبادت کے وقت لذت سے سرشار اور مست رہے۔ عبادت میں خطرات ہی نہ آئیں خوب رونا آئے ایسی محویت ہو جائے کہ اپنے پرائے کی خبر ہی نہ رہے۔ (۶) نہ ذکر وشغل میں انوار وغیرہ کا نظر آنا یا کسی آواز کا سنائی دینا ضروری ہے۔ (۷) نہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے۔

حقوق طریقت

خصوصاً لازمی ہے کہ حدیث اور فقہ مثلاً تعلیم الاسلام وغیرہ مسائل کی کتابیں پڑھیں اور جوان پڑھ ہیں وہ پڑھے ہوئے لوگوں سے سنیں اور ان سے فرائض واجبات محرمات، مکروہات اور مشتبہات کی واقفیت حاصل کریں بدن کپڑے اور جائے نماز کی پاکی اور نماز کی شرطوں کا اچھی طرح خیال رکھیں لیکن ظاہری پاکیزگیوں کو وسوسہ اور وہم کے درجے تک نہ پہنچائیں۔ جو سب سے زیادہ بہتر ہو اس کو امام بنائیں۔

مسئلہ: معصوم بے گناہ ہونا نبیوں ہی کی خصوصیت ہے اور اولیاء کو معصوم سمجھنا کفر ہے۔

کرامت کی اقسام:

کرامت کی تین قسمیں ہیں جہاں علم بھی ہو اور ارادہ

بھی جیسے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فرمان سے دریائے نیل کا جاری ہونا جہاں علم ہو اور ارادہ نہ ہو جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم میوہ کا آجانا جہاں نہ علم ہو نہ ارادہ جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دو چند سہ چند ہو جانا چنانچہ خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا جس سے ان کے علم وارادہ کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کاملوں کے نزدیک شریعت پر قائم رہنا اچھے اخلاق کی عادت ہونا نیک کاموں کا پابندی اور بے تکلفی سے ہونا حسد و کینہ اور دوسری بری عادتوں سے دل کا پاک ہو جانا کوئی سانس غفلت میں نہ گزارنا وغیرہ

کرامت کو چھپانا واجب ہے کسی طالب کے یقین کو پختہ کرنا مقصود ہو تو وہاں اظہار جائز ہے۔

بعض اولیاء اللہ سے مرنے کے بعد بھی تصرفات وخوارق ظاہر ہوتے ہیں آج کل اس قسم کے بہت قصے واقع ہو رہے ہیں مثلاً مسمریزم فرہمیسن حاضرات ہمزاد کا عمل علمیات ونقوش طلسمات وشعبدات تاثیرات عجیبہ ادویات سحر چشم بندی وغیرہ کہ اس میں بعض کے آثار تو محض خیالی ہیں اور بعض قوت خیالیہ کا کرشمہ ہیں اور بعض کو واقعی کرامت اور قوت قدسیہ سے تعلق رکھتے ہیں تو عام لوگ ان کو اسباب طبعیہ سے سمجھ کر سب کو ایک لاٹھی سے ہانکتے ہیں۔

بالیقین فرہمیسن حرام اور مصیبت ہے سحر یعنی جادو اور چشم بندی جو مداری کا تماشا کرنے والے عام طور پر اس کے اثرات دکھاتے ہیں۔

فائدہ: اگر اتفاقاً دو شخصوں کے کشف ایک ہی نکل آئیں تو ظن غالب کا درجہ ہوگا جیسا اذان کی ابتداء کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کشف اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک پر غسل کپڑوں سمیت دینے کا کشف حدیث شریف سے ثابت ہے۔

پھر اس شخص کا کشف زیادہ معتبر ہوگا جو خدائے تعالیٰ کا زیادہ مقرب ہوگا یعنی زیادہ متقی ہوگا اور ایک ہی کشف دس آدمیوں پر ظاہر ہوا اور دوسرا کشف صرف ایک ہی آدمی پر ہو تو دس آدمیوں والے کشف کو ترجیح دی جائے گی اور اگر وہ آدمی ان تمام آدمیوں سے زیادہ قوی ہو تو اس کا کشف اس جماعت کے کشف سے زیادہ بہتر ہوگا ان تمام امور میں الہام کا بھی وہ حکم ہے جو کہ کشف کا ہے۔

حرام سے پلنے والا جسم:

جو جسم حرام غذا سے پلتا ہے جنت اس پر حرام ہو جاتی ہے پیٹ حد سے زیادہ نہ بھرو بلکہ دو چار لقمہ کی بھوک رکھ کر کھاؤ خدائے تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے دل میں رقت اور نرمی رہتی ہے گناہوں کی رغبت کم ہو جاتی ہے طبیعت ہلکی رہتی ہے نیند کم آتی ہے تہجد اور دوسری عبادتوں میں سستی نہیں ہوتی۔ بھوکوں اور عاجزوں پر رحم آتا ہے بلکہ ہر ایک کے ساتھ رحم دلی پیدا ہوتی ہے۔

زبان سے سرزد ہونے والے گناہ:

جو کلمہ نہ خیر نہ شر تو وہ لغو ہوا اور لغویات سے احتراز عقلاً بھی واجب ہے، نفس کو زیادہ بولنے میں بھی مزا آتا ہے امیروں کی خوشامد کرنا ایسی ہنسی کرنا جس سے کسی کا دل دکھے بات ثواب کی ہے تو کہہ ڈالو،

بہت ہی دل چاہے تو تھوڑی سی کہہ کر چپ ہو جاؤ کہ بلا ضرورت کسی سے نہ ملو، جب تنہائی ہوگی خود ہی زبان خاموش ہوگی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ غیبت زنا سے بھی بدتر ہے کیونکہ زنا سے توبہ قبول کر لی جاتی ہے لیکن غیبت سے توبہ قبول نہیں کی جاتی جب تک کہ وہ شخص جس کی غیبت کی ہے معاف نہ کرے۔ اگر خدانخواستہ کسی کی غیبت سرزد ہو جائے تو شرمندگی کے ساتھ توبہ کرے تاکہ خدائے تعالیٰ کے عتاب سے محفوظ رہے اور اس شخص سے معافی مانگے جس پر غصہ آیا ہے اس کو اپنے روبرو سے ہٹا دے اگر وہ نہ ہٹے تو خود اس جگہ سے ٹل جائے پھر سوچے کہ جس قدر یہ شخص میرا قصور وار ہے اس سے زیادہ میں خدا کا قصور وار ہوں اور جیسا میں چاہتا ہوں کہ اللہ میرا وہی چاہتا ہے اعوذ باللہ کئی بار پڑھے اور

پانی پی لے یا وضو کرلے اور کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اس سے غصہ جاتا رہتا ہے۔

حسد کرنے والا:

حسد کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر رہا ہے کہ فلاں شخص اس نعمت کے لائق نہ تھا اس کو نعمت کیوں دی تو یوں سمجھو کہ توبہ توبہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہو، یہ کتنا بڑا گناہ ہوگا اگر اس شخص سے ملنا ہو جائے تو اس کی تعظیم کرے اور اس کے ساتھ عاجزی سے پیش آئے، پہلے پہلے ایسے برتاؤ سے نفس کو بہت تکلیف ہوگی مگر رفتہ رفتہ آسان ہو جائے گی۔

کاروبار، روزگار، تجارت ضرورت سے زیادہ نہ پھیلائے غرض سب سامان مختصر رکھے فضول خرچی نہ کرے موٹا کھانے پہننے کی عادت رکھے غریبوں میں زیادہ بیٹھے جن بزرگوں نے دنیا چھوڑ دی ہے ان کے قصے حکایتیں دیکھا کرے۔

کنجوسی کی برائی

زکوٰۃ، قربانی، کسی محتاج کی مدد کرنا، اپنے غریب رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا وغیرہ کنجوسی میں یہ حقوق ادا نہیں ہوتے اس کا گناہ ہوتا ہے یہ تو دین کا نقصان ہے اور کنجوس آدمی سب کی نگاہوں میں ذلیل اور بے قدر رہتا ہے یہ دنیاوی نقصان ہے اس سے زیادہ کیا برائی ہوگی اس کا علاج ایک تو یہ ہے کہ مال اور دنیا کی محبت دل سے نکالے دوسرے یہ کہ جو چیز اپنی ضرورت سے زیادہ ہو، اپنی طبیعت پر زور ڈال کر کسی کو دے ڈالے اگرچہ نفس کو تکلیف ہو مگر ہمت کر کے اس تکلیف کو برداشت کرے اور جب تک کہ کنجوسی کا اثر بالکل دل سے نہ نکل جائے یونہی کیا کرے۔

کبر کا علاج:

حدیث شریف میں ہے کہ جس آدمی کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا (بخاری) اور دنیا میں بھی لوگ ایسے آدمی سے دل میں بہت نفرت کرتے ہیں اور اس کے دشمن ہوتے ہیں اگرچہ ڈر کے مارے ظاہر میں آؤ بھگت کرتے ہیں اور اس میں یہ برائی ہے کہ ایسا شخص کسی کی نصیحت کو نہیں مانتا حق بات کو کسی کے کہنے سے قبول نہیں کرتا بلکہ برا مانتا ہے اور اس نصیحت کرنے والے کو تکلیف پہنچانا چاہتا ہے علاج اس کا یہ ہے کہ اپنی حقیقت پر غور کرے کہ میں مٹی اور ناپاک پانی کی پیدائش ہوں ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں۔

مثلاً آئینہ دیکھتے وقت پڑھے اللھم انت حسنت خلقي فحسن خلقي

اللہ کے لئے دوستی ومحبت رکھنا:

اللہ کے واسطے دوستی اور محبت رکھنا چاہئے جس سے محبت ہو اس کو خبر کر دینا چاہئے تاکہ اس کو بھی محبت ہو جائے اس کا نام و پتہ اور نسب بھی دریافت کر لینا چاہئے۔ رنجش ہو جائے تو تین دن تک غصہ ختم کر دینا چاہئے۔

کفایت سے خرچ کرنا:

کفایت اور انتظام سے خرچ کرنا گویا آدھی معاش ہے لوگوں کی نظروں میں محبوب رہنا گویا نصف عقل ہے اور اچھی طرح کسی بات کا دریافت کرنا گویا نصف علم ہے توبہ کی ہر وقت ضرورت ہے گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ فی الفور توبہ کرنا فرض ہے حق تعالیٰ سے پکا عہد کرلے کہ پھر کبھی گناہ کے قریب بھی نہ جاؤں گا کہ زبانی استغفار جس کو دل میں دخل نہ ہو بہت مفید نہیں ہوتا۔

کسی نامحرم پر نظر ڈالی ہے تو نظر بالکل بند رکھ کر نفس کو عقوبت دی جائے۔

تفکر اور اس کا طریقہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تفکر ساعةٍ خير من عبادة سنة.

تفکر دراصل کسی علم کی طلب اور وہ علم اللہ پاک کے افعال اور مصنوعات کے متعلق چاہئے کیونکہ ایسے علم کے تفکر سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور عبودیت کا جوہر چمک اٹھتا ہے عجائبات عالم یا اپنی ذات کے متعلق تفکر کرنا بھی ایسے علم میں داخل ہے۔

کسی مخلوق سے زیادہ امید نہ رکھے نہ کسی سے زیادہ ڈرے۔

اللہ کو اور مخلوق کے ناچیز محض ہونے کو خوب سوچا اور یاد کیا کرے اللہ تعالیٰ کی طرف دل کا کھچنا اور اس کے کلام اور اس کی حمد وثناء کو سن کر اور اس کے کمالات اور انعامات کو دیکھ کر دل کو مزہ آنا، یہ محبت ہے۔

سچی نیت

جیسے کسی کے پیٹ میں گرانی ہے اس نے کہا لاؤ روزہ رکھ لیں اور پیٹ بھی ہلکا ہو جائے گا یا نماز کے وقت اس نیت سے تازہ وضو کر لیا وضو بھی تازہ ہو جائے اور ہاتھ پاؤں میں ٹھنڈک ہو جائے یہ سب باتیں بھی نیت کے خلاف ہیں۔

یہ سوچ لو کہ گویا اللہ تعالیٰ نے ہم سے فرمائش کی ہے کہ سناؤ کیسا پڑھتے ہو اور یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ خود سن رہا ہے، اور یوں خیال کرو کہ جب آدمی کے کہنے سے بنا سنوار کر پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے جو پڑھتے ہیں اس کو تو خوب ہی سنبھال سنبھال کر پڑھنا چاہئے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ورتل القران ترتیلاً (یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر سنوار کر پڑھا کرو)

نماز میں دل لگانے کا طریقہ

اتنی بات یاد رکھو کہ نماز میں کوئی کام اور کوئی پڑھنا بے ارادہ نہ ہو بلکہ ہر بات ارادے اور خیال سے ہو، مثلاً اللہ اکبر کہہ کر جب کھڑا ہو تو یوں سوچے کہ میں اب سبحانک اللھم پڑھ رہا ہوں پھر سوچے کہ اب وبحمدک کہہ رہا ہوں پھر دھیان کرے کہ اب تبارک اسمک منہ سے نکل رہا ہے اسی طرح ہر لفظ پر الگ الگ دھیان اور ارادہ کرے پھر الحمد اور سورۃ رکوع اور سجدے اور ان کی تسبیحوں میں غرض یہ کہ ساری نمازوں میں یہی طریقہ رکھے۔

وسوسہ اور اس کا علاج

نفس کی کسی بری چیز کی طرف متوجہ ہونا وسوسہ کہلاتا ہے خواہ وہ بات کفر کی ہو یا گناہ کی، اور اچھی فکر کو الہام کہتے ہیں۔

جب کسی بری چیز کا خیال دل میں آئے تو اس کو دور کرنے کا ارادہ نہ کرے اور نہ اس میں نہ اس کے اسباب میں غور کرے کیونکہ اس طرح وسوسہ زیادہ لپٹتا ہے بلکہ فوراً کسی نیک چیز کی طرف خیال لگائے اس سے وہ برا خیال خود بخود دور ہو جائے گا۔

اگر خطرات اور وسوسوں سے پریشان ہو کر دل کی کمزوری یا خفقان یا جسم کی کمزوری یا کسی اور جسمانی بیماری کی نوبت آ گئی ہو تو علاج مذکور کے ساتھ دل کی طاقت اور فرحت دینے والی دوائیں اور غذائیں اور دوسرے امراض کے لئے دواؤں کا استعمال کیا جانا بھی ضروری ہے۔

شیخ کو یاد رکھنا:

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک نبی کی حکایت فرما رہے ہیں کہ ان کی قوم نے ان کو مارا تھا اور خون آلودہ کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم مشکوٰۃ۔

مرید اپنے شیخ کی خدمت میں اپنی ذات کو ہر چیز کے تصور اور خیال سے خالی کر ڈالے اور شیخ کی محبت کو خدائے تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ سمجھتے ہوئے باقی رکھے اپنے شیخ کے لئے لکھتے ہیں۔

خسرو رین سہاگ کی سوئی میں پی کے سنگ
تن مورا من پیو کا دونوں ایک ہی انگ

بدوں محبت رسولؐ کے مومن کامل نہیں بن سکتا:

حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البتہ آپ مجھے سوائے میری جان کے ہر چیز سے عزیز ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تو مومن کامل نہیں ہوگا جب تک کہ میں تجھ کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں پس حضرت کی توجہ کی برکت سے اس وقت ان کے دل میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی ایسی تاثیر ہوئی کہ حضرت عمر نے کہا قسم ہے اللہ پاک کی اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اب تو پورا مومن ہے۔ البخاری۔

تصوف کی بعض اصلاحات

توجہ وتصرف کی اقسام انعکاسی وہ ایسی ہے جیسے کوئی شخص خوب عطر لگا کر مجلس میں آئے اور اس عطر کی خوشبو، اہل مجلس

کے دماغوں کو معطر کردے پس اس قسم کا اثر ضعیف ہے اور صحبت کے باقی رہنے تک باقی رہتا ہے اور پھر کچھ بھی نہیں۔

القائی:

القائی جیسے کوئی شخص بتی اور تیل ایک برتن میں ڈال کر لایا اور دوسرے کے پاس آگ تھی، اس نے روشن کر دیا بس چراغ تیار ہو گیا یہ تاثیر البتہ کچھ طاقت رکھتی ہے کہ صحبت کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہتا ہے۔

اصلاحی:

اصلاحی اور وہ اس طرح کے جیسے پانی کو دریا سے یا کنویں سے لا کر کسی حوض میں جمع کر دیں حوض کے راستے کو بالکل صاف کر دیں اس حوض میں فوارہ بھی ہو، اس کا راستہ بھی خوب صاف کر دیں اور پانی کو چھوڑ دیں پہلی تاثیروں سے بہت طاقتور ہے۔

تاثیر اتحادی:

تاثیر اتحادی وہ یہ ہے کہ شیخ اپنی کمال والی روح کو طالب کی روح سے پوری قوت کے ساتھ ملا دے تاکہ شیخ کی روح کا کمال طالب کی روح میں اثر کر جائے۔

اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء وحی کے وقت سینے سے چمٹا کر دبانے سے تاثیر اتحادی تھی۔

وما للتراب ورب الارباب
چہ نسبت خاک را با عالم پاک

موسیٰ علیہ السلام کا خدائے تعالیٰ کی تجلی کے پرتو سے بے ہوش ہو جانا کمال جذبہ و وجد کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ بندہ کے گمان کے مطابق معاملہ کرتے ہیں

فضیلت ذکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں جو معصوم اور بے گناہ ہیں اس کا تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں ایک باع بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوں۔

ذکر کے فضائل:

ارشاد ہے کہ اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے نجات دینے والا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں گذرو تو خوب میوے کھاؤ کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے باغ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست
زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔

آپ فرماتے تھے ہر چیز کا صیقل صفائی ہے اور دلوں کا صیقل صفائی ذکر الٰہی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بے شک ان دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے، جس طرح کہ لوہے کو جب کہ اس کو پانی پہنچ جاتا ہے زنگ لگ جاتا ہے، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جلا کس چیز سے ہوتی ہے فرمایا موت کی بکثرت یاد کرنے سے اور قرآن مجید کی تلاوت سے۔

حضرت انسؓ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے جمع ہوں اور ان کا مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تو

آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں میں بدل دی گئیں ذکر کی برکت سے برائیاں بھی نیکیوں میں بدل جاتی ہیں۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک مجلس میں بیٹھے اور اس میں اللہ کو یاد نہ کرے اس پر ایسا بیٹھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے افسوس اور نقصان ہوگا اور جو شخص خواب گاہ میں لیٹے اور اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے افسوس ونقصان ہوگا۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم کسی مجلس میں نہیں بیٹھتی کہ نہ اس میں اللہ کا ذکر کیا ہو اور نہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہو مگر وہ مجلس ان پر افسوس ہوگی پھر اگر خدا چاہے ان کو عذاب کرے اور اگر چاہے ان کو بخش دے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ کسی ایسی مجلس میں کھڑے ہوں جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہو وہ گویا ایک گدھے کی لاش پر سے کھڑے ہوئے ہیں اور یہ امر ان کے لئے موجب ندامت ہوگا۔

معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت کو کسی چیز کی حسرت نہ ہوگی سوائے اس گھڑی لمحہ کے جو ان سے بغیر ذکر اللہ کے گذری ہوگی۔

ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا ہر کلام وبال ہے اس پر مگر نیکی کا امر کرنا یا برائی سے منع کرنا یا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جل شانہ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کر لیا کر میں ان دونوں کے درمیانی حصہ میں تیری کفایت کروں گا۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ذکر جس کو حفظہ حفاظت کرنے والا فرشتے نہیں سنتے یعنی ذکر خفی اس ذکر پر جس کو حفظہ سنتے ہیں ذکر جلی پر ستر درجے فضیلت رکھتا ہے۔

ابو ہریرہؓ اور ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی جماعت ذکر الٰہی میں مشغول نہیں ہوتی مگر اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی جماعت ملائکہ میں ان کا ذکر تفاخر کے طور پر کرتا ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آ جائے۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کی اس نے حقیقت میں خدائے تعالیٰ کو یاد کیا اگرچہ اس کی نمازیں اور روزے اور تلاوت قرآن کم ہوں یعنی اگرچہ نفلی عبادات کم ہوں اور جس نے خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی تو اس نے حقیقت میں خدائے تعالیٰ کو یاد نہیں کیا اگرچہ اس کی نمازیں اور روزے تلاوت قرآن زیادہ ہوں۔

جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر عمل اللہ کا ذکر ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدمی جب تو میرا ذکر کرتا ہے تو میرا شکر نعمت کرتا ہے اور جب تو مجھ کو بھول جاتا ہے تو میری نعمت کا کفران کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس کو ذکر مجھ سے مانگنے سے روک دے گا یعنی میرے ذکر میں مشغول ہونے کی وجہ سے مجھ سے کچھ مانگنے کی فرصت نہ ہوگی میں اس کو مانگنے والوں سے افضل و بہتر دوں گا۔

فرمایا کہ قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ زمین میں دنیا

ایسی ہوجائے گی کہ اس میں اللہ اللہ نہ کہا جائے گا اور ایک روایت ہے کہ جب تک کوئی اللہ اللہ کہے گا اس پر قیامت نہیں آئے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا بھاگنے والوں کے پیچھے لڑنے والا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو میرے پاس لاؤ کہ ان کو دوست رکھتا ہوں نیز فرمایا لا الہ الا اللہ اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جاملے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میرا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو عرش کے نور میں چھپا ہوا تھا میں نے دریافت کیا کیا یہ کوئی فرشتہ ہے؟ جواب دیا گیا نہیں میں نے دریافت کیا کیا یہ کوئی نبی ہے جواب دیا گیا نہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ جبرئیل نے جواب دیا وہ شخص ہے جس کی زبان اللہ کے ذکر سے تر رہتی تھی جس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا تھا اور جس نے والدین کو برا بھلا نہیں کہا۔ (مقامات فضلیہ سے اقتباسات ختم شد)

شہنشاہ ظفر

پڑے دنیا یونہی بک بک کے عبث جان کھپائی
نہ دیا منزل عقبیٰ کا مجھے راستہ دکھائی
مگر اب جی میں ہے سب چھوڑ کے یہ ہرزہ سرائی
ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی
نروم من بجز آں کہ تو آں رہ بنمائی
نہ پھروں عہد سے جب تک کہ میرے دم میں رہے دم
رہوں پیمان محبت پہ ترے میں یوں ہی محکم
طلب وصل تری دل سے مرے ہو نہ کبھی کم
ہمہ درگاہ تو جریم ہمہ درگاہ تو پویم
ہمہ توحید تو گویم کہ بہ توحید سزائی
نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت
نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت
نہ شراکت ہے کسی کی نہ کسی کی ہے قرابت
نہ نیازت بولادت نہ بفرزند تو حاجت
تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی
جسے تو چاہے امیری دے جسے چاہے فقیری
جسے تو چاہے بزرگی دے جسے چاہے حقیری
کرم و عفو سے کیونکر نہ کرے عذر پذیری
تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری
تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی
گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی
ترے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
کہ تو ستار ہے اور واقف اسرار نہانی
ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ راغیب تو دانی
نہ تجھے دوست کی حاجت ہے نہ اندیشۂ دشمن
نہ تجھے کام ہے عشرت سے نہ شیوہ ترا شیون
نہ تجھے چاہئے ماویٰ نہ تجھے چاہئے مسکن
برتر از خوردن و خفتن بری از تہمت مردن
بری از بیم وامیدی بری از رنج وبلائی
نہ رہا عالم طفلی و جوانی ہوئی پیری
غم دنیا کی ہوس میں مجھے ہے گی یہ اسیری
نہ روا رکھ مرے حق میں تو یہ خواری و حقیری
تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری
تو نمائندہ فضلی تو سزا وار خدائی
دم تقریر ہے گونگی دم تحریر ہے لونجی
مری گو نوک زبان گنج معانی کی ہے کنجی
نتواں و صف تو گفتن کہ تو دروصف نہ گنجی
نتواں شرح تو کردن کہ تو در شرح نیائی
نہ بصر کو ہے یہ قدرت کہ تری دیکھے تجلی
نہ خرد کو ہے یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی
متحیر ہوں میں اس میں کہ صفت کیا کروں تیری
احد لیس کمثلی صمد لیس کفضلی
لمن الملک تو گوئی کہ سزا وار خدائی
ظفر اس وقت میں خاموش ہوں کیا غنچہ کی مانند

کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اسے چند
کرے توصیف میں کس طرح تری اپنی زبان بند
لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند
مگر آزائش دوزخ بودش زود رہائی

نعت حضرت خواجہ غریب نواز محمد فضل علی قریشی مسکین پوریؒ

یا محمدؐ مصطفیٰ قربان تیرے نام پر
پاک سچا دین تیرا، ہوں فدا اسلام پر
بہت شیریں و لذیذ و پاک تیرا نام ہے
جو ادب سے نام لیوے لائق انعام ہے
کوئی پیدا نہ ہوا تجھ سا نہ ہووے گا کبھی
جو نبی پیدا ہوئے خادم ہوئے تیرے سبھی
تو ہے محبوب خدا رب چاہتا ہے تیری رضا
نفس و شیطان سے بچالو، ہے یہ میری دعا
بہت ہی مظلوم عاجز غرق ہے تقصیر میں
جاویگا ملک عرب میں ہے اگر تقدیر میں
کشش اپنی دو زیادہ ومبدم پاوے کمال
پاس بلواؤ، دکھاؤ یا رسول اللہؐ جمال
کب ہووے مقبول دل کی اس جناب پاک میں
آرزو دیدار کی آگے نہ جاؤں خاک میں
عربی و مکی و مدنی نازنین کبریا
وطن تیرا پاک دیکھوں خوب عیداں جا کروں
جب تلک روضہ نہ دیکھوں آگے ہرگز نہ مروں
یہ قریشی خاک تیرے قدموں کی ہے شوق مند
جا کے تیرے قدموں میں پاوے وہاں قدر بلند

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

عزیزو! دوستو! یارو یہ دنیا دار فانی ہے
دل اپنا مت لگاؤ تم نے لحد میں جگہ بنانی ہے
تم آئے بندگی کرنے پھنسے لذات دنیا میں
ہوئی اندھی عقل تیری تیری کیسی جوانی ہے
گناہوں میں نہ کر برباد عمر اپنی تو کر توبہ
کہاں ہیں باپ دادا سب کہ تو جن کی نشانی ہے
نہ کر بل اپنی دولت پر نہ طاقت پر نہ حشمت پر
کہ اس دنیا کی ہر اک چیز تجھ کو چھوڑ جانی ہے
خدا یاد آئے جس کو دیکھ کر وہ پیر کامل ہے
سوا مرشد کے دنیا کی محبت کس مٹانی ہے
کجائی یا رسول اللہؐ . کجائی
چرا در دیدہ ام تارم نیائی
منم مشتاق باصد آرزو ہا
چہ خوش باشد کہ دیدارم نمائی
بہ بویت زندہ ام ہر جا کہ ہستم
بہ رویت آرزو مندم کجائی

سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

کس زبان سے میں کروں نعت مصطفیٰ
میری گویائی ہے عاجز اور تخیل نارسا
آپ کے مدحت سرا توریت و انجیل و زبور
آپ کی تعریف میں رطب اللسان فرقان نور
ذرہ ذرہ آپؐ کی ختم رسالت پر شہید
قطرہ قطرہ آپؐ کے دست سخاوت کی چکید

میں تو اپنے پاؤں کا کانٹا نکالنے میں لگا رہا کہ اتنے میں قافلہ نظر ہی سے غائب ہو گیا میری ایک لحظہ کی غفلت نے پورے ایک برس کا راستہ مجھ سے دور کر دیا وہ گروہ جو حق سبحانہ و تعالیٰ کے حضور کی تجلیات میں مستغرق ہے اس کا کہنا ہے کہ جس طرح عام لوگوں کو گناہوں سے بچنا واجب ہے اسی طرح خواص کو غفلت سے ڈرنا لازم ہے۔

باب ۱۰

معارفِ مجدّدیہ

اس باب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات اور اس کے بعد آپ کے ارشادات وملفوظات جو کہ آپ کی مکاتیب سے منتخب کئے گئے ہیں انہیں عنوانات سے مزین کر کے پیش کیا گیا ہے' حضرت مجدد صاحبؒ کی شخصیت علم وتصوف کی جامع ہے آپ نے بہت سارے ان نظری مسائل میں محاکمہ کیا ہے کہ جن میں ایک مدت سے اہل علم اور اہل تصوف میں اختلاف چلا آ رہا تھا۔ جو بھی آدمی غور وتدبر سے ان علمی جواہر پاروں کا مطالعہ کرے گا۔ وہ اپنے اندر ضرور روشنی پائے گا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

نسب شریف:

امام الاعادلین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے آپ صاحبزادے ہیں شیخ عبد الاحد کے اور وہ فرزند تھے شیخ زین العابدین کے (یعنی زین العابدین) بن شیخ عبد الحی بن شیخ محمد بن، شیخ حبیب اللہ بن، امام رفیع الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ اسحٰق بن شیخ عبد اللہ بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین المعروف فرخ شاہ کابلی بن شیخ نصیر الدین بن شیخ محمد بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبد اللہ واعظ (اصغر) بن شیخ عبد اللہ واعظ (اکبر) بن شیخ ابو الفتح بن شیخ اسحٰق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر بن شیخ عبد اللہ بن سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

شجرہ منظوم

رسید فیض بہ صدیقؓ ز احمد مختار
ازو رسید بہ سلمانؓ مخزن اسرار
از وبہ قاسم و جعفر ابو یزید ازو
بہ بوالحسن وازو بو علی سر ابرار
از دست یوسف وز وغجد وانی و عارف
ز فغنوی ست بہ رامیتنی گوہر بار
از دست حضرت بابا پس از ست امیر کلال
بہاء ملت ودیں نقشبند فخر کبار
عقیب ایں ہمہ یعقوب چرخی است دگر
از وبہ خواجہ عبید اللہ واقف اسرار
از دست زاہد و درویش خواجہ املنگی
از وبہ خواجہ باقی ست معدن انوار
از وماما زماں قطب وقت شیخ احمد
کہ ہست بانی ایں راہ منبع اسرار

آپ نے قلم اٹھایا اور بے نقط عبارت میں (قلم برداشتہ) ایسی عبارت لکھ دی جو شرح وبسط، وشان نزول وغیرہ پر حاوی تھی کہ عقلاء وعلماء کی عقل حیرت کرتی ہے چنانچہ ابوالفیض (فیضی) اور سبھی علماء حیران رہ گئے اور آپ کی علمیت کے معترف ہوئے پھر تو اس تفسیر کا اکثر حصہ آپ ہی کی معاونت سے انجام پذیر ہوا۔

آپ کا طریقہ بالکل صحابہ کرامؓ کے طریقے کے مطابق تھا اور آپ کا لباس بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبارؓ کے لباس کی طرح تھا یعنی سر پر عمامہ، مسواک گوشہ دستار سے بندھی ہوئی، عمامہ کا کنارہ دونوں کندھوں کے بیچ میں پڑا ہوا، قمیض کا گریبان دونوں کندھوں کی طرف کھلا ہوا پاجامہ ٹخنوں سے اوپر بلکہ پنڈلی کے وسط تک، پاؤں میں جوتی اور ہاتھ میں عصا ہوتا تھا۔ کندھے پر سجادہ ہوتا تھا اور پیشانی پر کثرت سجود کے نشانات، پیشانی اور رخساروں پر باطنی نورانیت کے انوار رہتے تھے۔ پوری رات آپ نماز میں یا مراقبہ میں بسر کرتے تھے اور دن میں صبح کی، ظہر کی اور عصر کی نمازوں کے بعد حلقہ ذکر کراتے تھے جس میں استغراق رہتا تھا، نماز اشراق اور چاشت بھی ادا فرماتے تھے اور رات دن وضو، نماز، مراقبہ یا تلاوت میں مصروف رہتے تھے، نماز کے وقت جگہ اور لباس کی پاکیزگی اور صفائی کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے، گویا یہ حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ لا یدری اولھم خیر اواخرھم (نہیں معلوم کہ میری امت کا اول بہتر ہے یا آخر) آپ اور آپ کے احباب واصحاب کے متعلق ہوگی۔

نمبر۱: علامہ سیوطی نے کتاب جمع الجوامع میں ایک حدیث لکھی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے صلہ کہا جائے گا۔ اس کی شفاعت سے ایک کثیر تعداد جنت میں داخل ہوگی۔'' یہ حدیث

گویا کہ حضرت مجدد کے متعلق اشارہ ہے۔ کیونکہ آپ ہی علماء اور صوفیہ کے درمیان صلہ تھے۔

آپ کے معمولات

حضرت مجدد قدس سرہ کا معمول موسم گرما و سرما اور سفر و حضر میں یہ تھا کہ نصف شب کے بعد بیدار ہو جاتے تھے اور اس وقت کی مسنون دعائیں پڑھتے تھے اس کے بعد استنجا کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے پہلے بایاں قدم رکھتے پھر دایاں رکھتے اور اس وقت کی مسنون دعائیں پڑھتے۔ پھر وہاں بیٹھتے اور بائیں پیر پر زور دے کر بیٹھتے۔ اس کے بعد طاق عدد ڈھیلے استعمال فرماتے پھر پانی سے طہارت فرماتے اس کے بعد آپ وضو کے لئے جاتے اور قبلہ رو بیٹھتے اور وضو میں کسی کی مدد نہ لیتے۔ بائیں ہاتھ میں آفتابہ لیتے اور پہلے دائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے پھر بائیں پر ڈالتے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ ملا کر دھوتے اور ہاتھ کی انگلیوں میں ہتھیلی کی طرف سے خلال فرماتے اور کلی کے وقت مسواک استعمال فرماتے تین بار داہنی جانب، تین بار بائیں جانب، اور تین بار زبان پر پھراتے اور اگر اس سے زیادہ کرتے تو طاق عدد کی رعایت ضرور رکھتے۔ اور ابتدا داہنی جانب کے اوپر کے دانتوں سے کرتے پھر اسی طرف کے نیچے کے دانتوں پر پھیرتے۔ اس کے بعد بائیں جانب کے اوپر کے دانتوں پر پھیرتے پھر اس طرف کے نیچے کے دانتوں پر پھیرتے۔ اور ہر وضو میں لازمی طور پر مسواک استعمال فرماتے اور فراغت کے بعد مسواک کو کاتب قلم کی طرح کبھی کان کے اوپر لگا دیتے اور کبھی خادم کے سپرد کر دیتے۔ اور آپ کے اصحاب مسواک کو پگڑی کے پیچ میں رکھ لیتے اور کلی کا پانی آپ دور پھینکتے اور کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں نیا پانی لیتے۔ پھر چہرہ مبارک پر کمال آہستگی اور نرمی سے پانی پیشانی کے اوپر سے گراتے اور سیدھے ہاتھ کو سیدھی طرف کے رخسار پر کسی قدر پہلے اور بائیں ہاتھ کو بائیں رخسار پر کسی قدر بعد پھیرتے تھے تاکہ داہنے ہاتھ سے ابتداء ہو سکے اور چہرہ مبارک کو دھوتے وقت اپنی دستار کو ٹیڑھا رکھتے تاکہ سر کا چوتھائی حصہ کھل جائے اور وہاں سے دھویا جائے اور آپ چہرہ مبارک پر پانی اس طرح ڈالتے کہ کپڑا یا بدن پر ایک قطرہ بھی نہ گرنے پاتا اور ہر مرتبہ پانی ٹپکنا بند ہونے تک چہرے پر ہاتھ پھیرتے تاکہ کوئی قطرہ نہ رہ جائے جو کپڑے پر ٹپکے۔ اس کے بعد سیدھا ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ دھوتے اور ہر مرتبہ مکرر ہاتھ کہنی پر پھیرتے تاکہ کوئی قطرہ باقی نہ رہ جائے اسی طرح بائیں ہاتھ کو کرتے۔ اور پانی کو انگلیوں کی طرف سے ڈالتے اور وہ پانی جو مسح کے لئے سیدھے ہاتھ میں لیتے اس کو بائیں ہاتھ تک پہنچا کر دور ڈال دیتے اور تمام سر کا مسح شروع سر سے پیچھے تک کرتے اور وسط سر پر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے باطن سے مسح کرتے اور سر کے کناروں میں دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے کرتے اور ان کو پیچھے سے آگے تک واپس لاتے اس کے بعد اسی پانی سے کانوں کے اندر کا مسح سبابہ سے اور کانوں کے باہر کا مسح انگوٹھہ کے باطن سے کرتے پھر ہتھیلی کی پشت سے گردن کا مسح کرتے اور داہنے اور بائیں پاؤں کو تین تین مرتبہ دھوتے ٹخنوں اور پنڈلیوں کے کچھ حصے کے ساتھ اور ہر مرتبہ ہاتھ کو ان پر اتنا پھیرتے کہ وہ خشک ہونے کے قریب ہو جاتے اور ادعیہ مسنونہ جو اعضا کے دھونے کے وقت مروی ہیں ہمیشہ تلاوت فرماتے اور وضو سے فراغت کے بعد بھی مسنون دعائیں پڑھتے اور وضو کے اعضا کو کپڑے سے نہ پونچھتے۔ اس کے بعد لطیف اور نفیس کپڑے زیب تن فرماتے اور پورے تجمل اور وقار کے ساتھ نماز کے لئے تیار ہوتے۔ اور پہلے دو رکعت مختصر پڑھتے۔ پھر تہجد کی نماز کو طویل قرأت کے ساتھ ادا کرتے غالباً دو تین جز قرآن کے پڑھتے۔ کبھی محویت کے عالم میں نصف شب سے صبح تک ایک ہی رکعت ہوتی تھی جب خادم عرض کرتا کہ صبح ہو رہی ہے تو دوسری رکعت مختصراً فرماتے اور سلام پھیر دیتے۔ اور اکثر اوقات بارہ رکعتیں کم وبیش بلحاظ وقت ادا فرماتے اور ہر دوگانہ کے بعد خشوع و خضوع کے ساتھ مراقبہ اور استغراق میں مشغول ہوتے اور فراغت کے بعد ایک سو مرتبہ استغفار اور دوسری دعائیں اور درود شریف پڑھتے اور صبح تک مراقبہ فرماتے یا کلمہ طیبہ میں مشغول ہوتے اور صبح سے پہلے سنت مبارکہ کے مطابق تھوڑی

دیر کے لئے خواب فرماتے تا کہ تہجد دو نیندوں کے درمیان واقع ہو جائے اور صبح سے قبل بیدار ہو کر تازہ وضو فرماتے اور گھر میں سنت ادا فرماتے۔ اور معاً اٹھ کر مسجد کی طرف متوجہ ہوتے۔ (آخر زمانے میں اس طرح پہلو پر دراز ہونا ترک فرما دیا تھا فجر کے فرض کو مسجد میں جماعت کثیر کے ساتھ اول روشنی اور تاریکی کے آخر میں ادا فرماتے تھے اور امامت خود فرماتے تھے۔ اور طویل سورتیں (طوال مفصل) پڑھا کرتے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد بعض مسنون دعائیں پڑھتے تھے اور بجانب جماعت داہنی یا بائیں طرف مڑ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے اور دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیر لیتے تھے۔ پھر اپنے احباب کے ساتھ حلقہ ذکر بنا کر بیٹھتے اور شغل باطنی میں مصروف رہتے یہاں تک کہ سورج ایک نیزہ برابر اونچا ہو جاتا۔ حلقے کے ضمن میں کبھی حافظ سے بھی قرآن سنتے تھے۔ نماز اشراق طویل قرأت کے ساتھ دو رکعت اور خفیف کے ساتھ دو رکعت ادا فرماتے تھے اس سے فراغت کے بعد دعائے استخارہ اور تتمہ ادعیہ موقتہ پڑھتے تھے پھر اندر جاتے اور مقتضائے حال کے مطابق کبھی تلاوت قرآن مجید اور کبھی ختم کلمہ طیبہ میں مشغول ہو جاتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ طالبوں کو الگ الگ طلب فرما کر ہر ایک سے اس کے باطنی احوال دریافت فرما کر اس کے مطابق ہدایت فرماتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا کہ ان کے باطنی احوال کا موجودہ اور آئندہ بیان فرماتے تھے۔ پھر مقامات و کیفیات اور واردات کے اسماء سے آگاہ فرماتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ زیادہ قریبی اصحاب کو طلب کر کے خاص اسرار اور خود اپنے مکشوفات کے معارف بیان فرماتے تھے (لیکن اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ) ایسے اسرار کے چھپانے میں پوری طرح کوشش فرماتے تھے لیکن معارف کے بیان کے وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اپنا القا اور اپنے حال کا اعطاء بیان کر رہے ہیں۔ معارف علیہ سنتے تو آپ کی توجہ سے اسی وقت خود کو اس معرفت سے متصف پاتے اور اکثر آپ کی صحبت خاموشی سے ہوتی تھی اور احباب کو رعب اور خوف کی وجہ سے دم مارنے کی جرات نہ ہوتی تھی تو اوراد و اذکار مختلفہ کے باوجود جوش و خروش اور نعرہ و فریاد آپ سے کبھی دیکھے نہ گئے مگر اتفاق سے اور بعض اوقات آپ پر گریہ طاری ہو جاتا تھا اور آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے اور کبھی حقائق بیان کرتے وقت رخساروں کا رنگ متغیر دیکھا گیا۔

چاشت کی نماز:

چاشت کی آٹھ رکعتیں اور کبھی چار رکعتیں بھی پڑھ لیتے پھر کھانا کھاتے اکثر وقت کھانا تقسیم کرنے میں گزر جاتا اور اس اثناء میں کبھی تین انگلیوں سے کوئی نوالہ لے لیتے اور کبھی طبق پر ہاتھ پہنچا کر منہ پر رکھ لیتے اور صرف ذائقہ چکھ لیتے۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کو کھانے کی حاجت نہیں ہے محض اس لئے کچھ کھاتے ہیں کہ کھانا سنت ہے آپ سنت کے مطابق بیٹھتے یعنی کبھی دو زانو اٹھا لیتے اور کبھی داہنا پاؤں بائیں پاؤں پر اور داہنے زانو کو بائیں زانو پر رکھتے۔ پھر کھانے سے فراغت پر اس وقت کی مسنون دعائیں پڑھتے کھانے کے بعد فاتحہ پڑھنا آپ سے نہیں دیکھا گیا۔

مؤذن کے لفظ اللہ اکبر کے ساتھ ہی آپ بے اختیاری عجلت قوت کے ساتھ زمین پر آ جاتے اذان سنتے وقت اس کے ہر کلمہ کا اعادہ فرماتے مگر حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے وقت لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتے۔ اذان سننے کے بعد دعا پڑھتے اور وضو فرماتے اور نفیس لباس پہن کر مسجد میں تشریف لاتے اور پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرماتے اس کے بعد چار رکعت سنت زوال طویل قرأت کے ساتھ ادا فرماتے پھر چار رکعت سنت مؤکدہ ظہر کی ادا فرماتے پھر جب مکبر اقامت کہتا تو آپ خود امامت فرماتے اور قرأت طویل سورتوں کی فرماتے اور فرض پڑھنے کے بعد صرف اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذاالجلال والاكرام پڑھ کر کھڑے ہو جاتے اور دوسری دو رکعت سنت مؤکدہ کی پڑھتے۔ اس کے بعد چار رکعت جو سنت زوائد کی ہیں پڑھتے پھر سب کی طرف رخ کر کے بیٹھ جاتے اور اصحاب حلقہ بنا لیتے اور حافظ قرآن کی تلاوت کرتا اور احباب پر توجہ دیتے اور مراقبہ فرماتے۔ فراغت کے بعد ایک دو سبق کا درس دیتے اتنے میں عصر کا وقت دو مثل او رسایہ اصلی کے گزر جانے کے

بعد عصر کے اول وقت میں آپ مسجد میں تشریف لاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد اور چار رکعت پھر امامت فرماتے پھر کبھی جماعت کی طرف رخ کر کے بیٹھتے حلقہ کرتے مغرب کی نماز اول وقت میں ادا فرماتے فرض کے بعد دو رکعت سنت موکدہ پھر چھ رکعتیں تین سلام اور طویل قرأت کے ساتھ ادا فرماتے اور اس اوابین کی نماز میں سورۃ واقعہ اور سورۃ اخلاص مکرراً نماز عشاء کے لئے افق کی سفیدی دور ہونے کے بعد مسجد میں تشریف لاتے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے پھر چار رکعت سنت ادا فرماتے۔ اس کے بعد چار فرض ادا فرما کر صرف دعاء اللھم انت السلام پڑھتے اور کھڑے ہو جاتے اور دو رکعت سنت موکدہ ادا کر کے چار رکعت مستحب ادا فرماتے تسبیحات اور ماثورہ دعائیں پڑھ کر سائبان میں لیٹ جاتے اس طرح کہ روئے مبارک قبلہ کی طرف اور سیدھا ہاتھ سیدھے رخسار کے نیچے ہوتا تھا۔

نیند کی حالت:

النوم اخ الموت حالت جو موت کے وقت ظاہر ہوتی ہے نیند کی حالت سے بہتر ہے اور وہ حالت جو قبر میں ظاہر ہوتی ہے وہ موت کی حالت سے بہتر ہے اور وہ حالت جو برزخ کبریٰ میں ظاہر ہوتی ہے ان تمام حالات سے بہتر ہے اور وہ حالت جو بہشت میں ظاہر ہوگی وہ ان سب سے بلند و بالا ہوگی۔

عیدالاضحیٰ پر معمول:

اور عید اضحیٰ کے دن آپ راستے میں تکبیر بالجہر پڑھتے تھے۔ اور ذی الحجہ کے عشرہ میں خلوت اور خضوع، انقطاع روزہ اور قیام شب اختیار فرماتے تھے اور حجاج کی طرح اس عرصے میں بال اور ناخن نہیں کٹواتے تھے۔

آپ سورج گرہن اور چاند گرہن کی نمازیں بھی پڑھتے تھے اور نماز تراویح بیس رکعت سفر اور حضر میں پوری جماعت کے ساتھ ادا فرماتے تھے اور ماہ رمضان میں تین قرآن پاک ختم کرتے تھے اور ہر چار رکعت تراویح کے بعد تین مرتبہ سبحان ذی الملک والملکوت پڑھتے تھے قرآن پاک اس طرح پڑھتے تھے کہ گویا الفاظ کے ضمن میں معنی ادا فرما رہے ہیں۔

فرمایا کہ اسرار قرآنی کے سمندر میں شناوری مجھے موقع نہیں دیتی کہ میں آنکھ بند کر سکوں۔ آپ سفر میں منزل تک پہنچنے میں بھی تلاوت فرماتے رہتے تھے اور جب آیت سجدہ آتی تو فوراً گھوڑے سے اتر کر زمین میں سجدہ کرتے۔ انفرادی نماز میں رکوع اور سجدے میں تسبیحات پانچ سے سات تک بلکہ نو یا گیارہ مرتبہ تک پڑھتے۔

امراض باطنی کے دفعیہ کا اہتمام:

امراض کے دفعیہ کے لئے آپ باطنی توجہ فرماتے تھے جس کے آثار بھی ظاہر ہوتے تھے آپ زیارت قبور کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور استغفار اور مسنون دعائیں پڑھ کر ان کی مدد فرماتے تھے اور باطنی توجہ بھی فرماتے تھے تاکہ ان کا عذاب دور ہو اور ان کے درجات بلند ہوں۔

(فرماتے تھے) کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کی برکت سے دنوں کی نحوست ختم ہو چکی ہے۔

اسی طرح منزل پر پہنچتے نکلنے کی بھی مسنون دعائیں اور کپڑا پہننے، پانی پینے، کھانا کھانے، چاند اور آئینہ دیکھنے کی دعائیں پڑھتے تھے۔

زکوٰۃ کی جب کوئی آمدنی آتی فوراً حساب کر کے زکوٰۃ ادا کر دیتے تھے۔

حج کے مشتاق رہتے تھے۔ آپ کے عزیزوں کو ظالم حاکموں سے بہت تکلیفیں پہنچی تھیں۔

لباس:

آپ کا لباس یہ تھا کہ قمیض کے دونوں کاندھوں میں گریبان ہوتا تھا اور اس کے اوپر عبا پہنتے تھے۔ مگر گرمی میں صرف پیرہن پر اکتفا فرماتے تھے اور دستار باندھنے میں سر پر اسے پیچ دیتے تھے جیسا کہ سنت ہے اور شملہ کو دونوں کاندھوں کے درمیان اپنی پشت پر لٹکاتے تھے لیکن استنجا اور پیشاب کے وقت نہیں اور آپ کمر بند بھی باندھتے تھے اور دونوں ٹخنوں سے اوپر پاجامہ رکھتے تھے۔ جمعہ اور عیدین میں زیادہ اچھا لباس پہنتے تھے تو پہلے والا لباس کسی کو دیدیتے تھے۔ آپ کی خدمت میں لوگ علماء عرفاء، مشائخ، حفاظ، اشراف و سادات میں سے

ہوتے تھے جن کو آپ کے لنگر سے کھانا ملتا تھا۔

مکاشفات

آپ اپنے والد ماجد کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ الہام ہوا کہ تمہارے آنے سے قیامت تک کے لئے اس مقبرے والوں سے ہم نے عذاب اٹھالیا۔

صبح کے حلقے میں بیٹھے ہوئے تھے اور استغراق توجہ اور مراقبے میں تھے کہ یکا یک شاہ سکندر تشریف لے آئے اور حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کا خرقہ مبارکہ آپ کے کندھے پر ڈال دیا۔ حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کو دیکھا کہ مراقبہ میں اپنے خلفائے سلسلہ (تا شاہ کمال) کے ساتھ تشریف لے آئے اور میرے معاملہ میں تصرف فرمایا۔ اسی خواب میں فرمایا مجھے خیال آیا کہ تم تو اکابر نقشبندیہ کے تربیت یافتہ ہو، ایسی صورت اب کیوں پیدا ہوئی ہے؟۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے دیکھا کہ سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی سے لے کر حضرت خواجہ باقی باللہ (قدس اللہ اسرارہم) تک سب کے سب تشریف لے آئے اور حضرت بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہ تو حضرت عبد القادر جیلانی قدس سرہ کے پہلو میں بیٹھ گئے بیٹھنے کے بعد اکابر نقشبندیہ نے فرمایا کہ یہ تو ہمارے تربیت یافتہ ہیں۔

ذکر و یاد الٰہی:

آپ نے فرمایا کہ ہزار دانے کی تسبیح تیار کریں کلمہ طیبہ کا ذکر زبان سے لیکن دل کی موافقت کے ساتھ کیا کرتے تھے اور جمعہ والی راتوں میں حلقہ میں یہ تسبیح حاضر کی جاتی تھی اور اجتماعی طور پر ایک ہزار بار درود شریف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پڑھی جاتی تھی آپ فرماتے تھے کہ میں نے شریعت کو دیکھا کہ ہمارے اس مقام میں اتری ہے جس طرح کہ کوئی قافلہ کسی جگہ اترتا ہے پھر آپ نے اپنی مسجد اور خانقاہ کی طرف اشارہ کیا۔ فرمایا لیٹنے کی ابتداء داہنے پہلو سے کی۔ سنت کے ادا کرتے ہی مجھ پر انوار کا ظہور ہونے لگا اور آواز آئی کہ تمہاری اس قدر سنت کی رعایت کی وجہ سے آخرت میں تم پر کسی طرح کا کوئی عذاب نہ ہوگا اور تمہارا خادم جو اس وقت تمہارے پیر مل رہا تھا وہ بھی بخشا گیا۔ (بارگاہ الٰہی میں) متوجہ ہوا بہت کچھ توجہ اور الحاح وزاری کے بعد میں نے دیکھا کہ بہت بڑا پرندہ میرے سینے سے باہر نکلا اور اڑ کر چلا گیا پھر متوجہ ہوا کہ یہ کیا تھا؟ آواز آئی کہ یہ خناس تھا جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

(مکاشفہ) آپ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں صبح کے حلقے میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکا یک ایک قسم کی فنائے خاص ظاہر ہوئی اور میرے یقین کو لے اڑی۔ اور یہ دید ایک عرصے تک قائم رہی اسی روز نماز عصر کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ اپنے تمام شاگردوں اور اپنے طریق کے تمام مجتہدوں اور بعض استادوں مثلاً ابراہیم نخعیؒ وغیرہ کے ساتھ میرے گرد جمع ہیں اور مجھے گھیر لیا ہے۔

مکاشفہ:

آپ فرماتے تھے کہ جو شخص بھی ہمارے طریقے میں داخل ہوا اور داخل ہوگا قیامت تک بالواسطہ یا بلاواسطہ مردوں میں سے یا عورتوں میں سے وہ سب میری نظر میں لائے گئے اور ان کا نام، نسب مولد اور مسکن بھی مجھے بتایا گیا۔ اگر چاہوں تو سب کو بیان کرسکتا ہوں۔ (ان شاء اللہ)

استغراق:

ایک دن صبح کے حلقے میں آپ مراقب تھے اور آپ پر اپنے اعمال کی خامی کا تصور غالب تھا اور انکسار و تضرع کا غلبہ تھا حدیث من تواضع لله رفعه الله (جو خدا کے لئے تواضع کرتا ہے خدا اسے بلند کرتا ہے) بشارت کے اظہار کا حکم بھی دیا گیا۔

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی برکت اور عظمت اس کے کمال کے درجات کے مطابق حاصل ہوتی ہے یعنی جس قدر اس کا قائل عظیم ہوگا اس کی برکت اور عظمت بھی زیادہ ہوگی۔

انسان ایک گوشے میں بیٹھ کر اس کلمہ طیبہ کی تکرار کی لذت حاصل کرتا رہے لیکن کیا کیا جائے کہ تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں۔

آپ نے فرمایا کہ ماہ رمضان میں دن کے وقت استنجا کرنے کا اتفاق ہوا تھا تو اس خیال سے کہ پانی استعمال کرنا پڑا تھا تو احتیاط کے طور پر قضا روزے رکھ رہا ہوں۔

(حقیقت یہ ہے کہ) کھانے میں توسط (اور توازن

رکھنا دوام روزہ سے زیادہ مفید ہے جب لذیذ کھانا سامنے رکھا ہوا تو آدھی بھوک تک کھانا اور پھر کھانے سے ہاتھ کھینچ لینا بہتر اور بڑی ریاضت ہے۔

منقّی کی دعا:

حضرت مجدد کو کمزوری لاحق ہوگئی تھی آپ نے دس پندرہ دانے منقی کے طلب فرمائے حضرت نے متوجہ ہو کر مراقبہ فرمایا کہ ان دانوں کا کھانا مفید ہے یا نہیں؟ کچھ دیر کے بعد مراقبے سے سر اٹھایا اور فرمایا کہ عجیب بات ظاہر ہوئی ہے کہ ان دانوں نے بارگاہ الٰہی میں مناجات کی اور دعا مانگی کہ اے اللہ چونکہ تیرے دوست نے اپنے استعمال کے لئے ہم کو طلب کیا ہے تو ہمارے اندر نفع اور صحت کا اثر پیدا فرمادے دعا منظور فرما لی اور یہ بات محسوس بھی ہوئی۔

ایک مخلص:

مرض قولنج میں زندگی سے مایوس ہو کر پریشان تھا تو حضرت کے ایک مخلص کے توسط سے اس نے عرض کرایا۔ آپ نے فجر کے وقت اس کے حال پر توجہ فرمائی اور صبح کو اس مخلص سے فرمایا کہ جاؤ اور اس عزیز کو خوش خبری سناؤ۔ کہ حضرت نے تمہاری صحت کے لئے دعا فرمائی ہے۔ (یہ بات سن کر) وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے اندر بیماری کا مطلق اثر نہ پایا۔

خود پسند درویش:

ایک درویش کئی مشائخ سے خلافت حاصل کر چکا تھا اور آپ سے بھی اسے یہی توقع تھی۔ آپ نے فرمایا کہ مشائخ کی خلافت نے اسے خود پسندی میں مبتلا کر دیا ہے اس کی کیفیت سلب کر لی جائے۔ کیفیت سلب کر دی گئی۔ اس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور اس کا غرور اور خود پسندی دور ہوگئی۔ آپ نے خلوت میں طلب فرما کر معاملات اور مقامات سے نوازا کہ اس کا پہلا ذکر ان معاملات کے مقابلے میں پہلی سیڑھی کی حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا۔

خواجہ جمال الدین حسین کہتے تھے کہ میں آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے ذکر کی تلقین فرمائی اور میرے حال پر توجہ فرمائی تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تیرے دل پر کسی عورت کا نقش قدم جما ہوا ہے جیسے مٹی کے اندر پتھر گڑ گیا ہو سچ بتا کہ کیا معاملہ ہے؟ اور جب تک وہ اثر دور نہ ہوگا تو مستفید نہ ہو سکے گا۔ میں نے عرض کیا کہ میرا دل اپنی پوپھی کی ایک کنیز پر آ گیا ہے اور اس کا شیفتہ ہو گیا ہوں۔ پھر آپ نے توجہ فرمائی اور میرے دل سے اس تعلق کو دور کر دیا اور میرا دل اس کی محبت سے اس قدر سرد ہو گیا کہ گویا کبھی اس کی طرف میرا رجحان ہی نہ تھا۔

وفات کے بعد کی کرامتیں

آپ تبسم فرما رہے ہیں جیسا کہ زندگی میں آپ کا طریقہ مسکرانے کا تھا اور جب تک آپ تختہ غسل پر تھے مسکراتے ہی رہے۔ حاضرین بہت ہی تعجب کر رہے تھے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ

ہر روز وصل چاہوں لیکن ہو ناامیدی
محرومیوں کی شب کی کوئی سحر نہیں ہے

دردمند عاشق کے لئے آرام نہیں اور اسے کسی طرح قرار نہیں ہجر کی آگ سے اس کا سینہ ہمیشہ جلتا رہتا ہے اور فراق کے کانٹوں سے اس کا جگر ہمیشہ سلا ہوا رہتا ہے جب حبیبوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمیشہ حزن وفکر میں مبتلا رہتے تھے تو دوسروں کا کیا ذکر؟ ظلال و اعتبارات کا آرام، آرام نہیں ہے ذات کو چاہنے والا اس بات سے خوش نہیں ہوتا۔

چلا بھی جاؤں چمن میں جو غم سے گھبرا کر
کوئی بھی سرو مرے دوست کی طرح تو نہیں

کس لئے ہے بال بال آزار میں
توڑ ڈالے آبگینے بے شمار
کس کو ہے سینے میں اتنا اختیار
کس کے دامن سے چلی ہے یہ ہوا
اور دھواں یہ کس کے خرمن سے اٹھا
عشق جانے کس جگہ سے ہے اٹھا

☆☆☆☆

جال پھینکا ایک بت نے زلف کا
کون ہے وہ میں نہیں پہچانتا

مجھے اس مہ کی یاد اب مت دلانا
کہ میں مہوش سے اپنے ہوں یگانہ
رلاتا تھا تو آنسو خشک تھے جب
ہنساتا ہے تو غائب نیند ہے اب

☆☆☆☆

عاشقوں سے عشق کیوں ہوگا عجب
جاننا معشوق کا کب ہے ادب
ہے مبارک عشق! یوں آنا ترا
دل میں آکر بیٹھ، ہے خانہ ترا

☆☆☆☆

جان بطور تحفہ لے اور بیٹھ جا
پٹکا اپنا کھول دے اور بیٹھ جا

☆☆☆☆

میں ادھر گلنار خون چشم سے
اور گلشن میں ہیں تیرے قہقہے
خون آلودہ مرا دامن ادھر
اور خراماں تو گلوں کے فرش پر
میں ادھر پامال خاک رنج پر
رقص اور پازیب کی جھنکار ادھر

میر محمد نعمان (قدس سرہٗ)

میر محمد نعمان حضرت مجدد کے باکمال خلفاء میں سے ہیں۔

چونکہ میر صاحب کو حضرت مجدد کے ساتھ آپ کے اصحاب میں سب سے زیادہ عشق ومحبت کا امتیاز حاصل تھا اسلئے ان کی شہرت اور مقبولیت نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ربع مسکون میں سورج کی طرح ہوگئی تھی مریدوں کی کثرت اس درجہ تھی کہ بعض دشمنوں نے سلطان وقت جہانگیر تک یہ بات پہنچائی کہ آپ کے ملک کی سرحد میں برہان پور کے شہر میں ایک درویش ہے جو خود کو حضرت میر کہلاتا ہے اور اس کے مرید ایک لاکھ ازبکی سوار ہیں اس دغدغہ کے وہم سے کہیں فتنہ اور بغاوت برپا نہ ہو بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کے ایک لاکھ مرید ہیں حضرت کو بات پر ہنسی آگئی۔

مہابت خاں نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت، یہ درویش پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں رکھتا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اچھا اسے ہم چھوڑتے ہیں لیکن وہ برہان پور نہ رہے اور دارالخلافہ اکبر آباد آگرہ کو اپنا وطن بنالے میر صاحب نے یہ بات منظور فرمالی اور اکبر آباد میں توطن اختیار کر کے طالبوں کے رشد وہدایت میں مصروف ہوگئے۔

شیخ نور محمد پٹنی قدس سرہ

جو حضرت مجدد کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔

میرے سعادت مند بھائی آدمی کو جس طرح حق تعالیٰ کے اوامر ونواہی کے بجالانے سے چارہ نہیں اسی طرح خلق کے حقوق کو ادا کرنے اور ان کے ساتھ غم خواری کئے بغیر چارہ نہیں۔ عارفوں کا قول ہے۔ التعظیم لا مر الله الشفقة علی خلق الله.

شیخ حمید بنگالی قدس سرہ

قدیم خلفاء میں سے تھے حضرت مجدد سے ایک جوتی بطور تبرک کے طلب کی حضرت نے دے دی شیخ نے اسے لے کر پھر اس جوتی کو انہوں نے اپنی پگڑی میں باندھ لیا اور سر پر تاج کی طرح رکھے وطن کو گئے۔

اور اپنے منہ میں رکھ کر بصد گریہ وزاری و بے قراری الٹے پاؤں روانہ ہوئے جو لوگ ان کو پہنچانے کے لئے گئے تھے شیخ اسی ہیبت سے جارہے تھے۔

خلافت نامہ کی نقل یہ ہے

اما بعد الحمد والصلوٰة فیقول العبد المفتقر الی رحمة الله الملک الولی احمد بن الشیخ عبد الاحد الفاروقی النقشبندی رحمهما الله تعالیٰ رحمة واسعة ان الاخ العالم والصدیق الصالح جامع علوم الشریعة والطریقة والحقیقة الشیخ حمید البنگالی وفقه الله سبحانه لما یحبه ویرضاه لما قطع منازل السلوک و عرج معارج الجذبة و وصل الیٰ درجة الولایة بعد ان حصل له اندراج

النهاية فى البداية اجزته لتعليم طريقة المشائخ النقشبندية قدس الله تعالىٰ اسرارهم للطالبين المسترشدين المريدين المخلصين بعد استخاره وحصول الاذن من الله سبحانه المسؤل من الله سبحانه ان يعصمه عمالا يليق ويحفظه عمالا ينبغى والاستقامة على متابعة سيد المرسلين عليه وعليهم الصلوٰة والتسليمات.

موت سے پہلے مرو، ہر دم جیو
ورنہ ہر دم کے لئے موت آئے گی

شیخ بدیع الدین سہانپوری قدس سرہ

آپ حضرت مجدد کے بڑے خلفاء میں سے تھے آپ فرماتے تھے کہ جب میں شاہ جہاں پور پہنچا تو میں اجید روپ جوگی کو دیکھنے گیا صاحب کشف واستدراج تھا بادشاہ اور امراء بھی اس سے عقیدت رکھتے تھے مجھے دیکھتے ہی وہ کہنے لگا کہ اے شخص تم اپنے پیر کو جو اس وقت سب سے زیادہ کامل ہیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔ میں نے کہا تم کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا مجھے معلوم مکشوف ہوا ہے کہ اس زمانے میں تمہارے پیر کی طرح کوئی نہیں ہے۔

حاجی خضر خان افغان قدس سرہٗ

آپ حضرت مجدد کے خاص اصحاب قدیم احباب اور مقبول منظور مریدوں میں سے تھے خلفاء اور مجازوں میں سے تھے آپ کا مسکن اور مدفن بہلول پور ہے جو سرہند کے مضافات میں سے ہے ایک دن حضرت مجدد نے شیطان کو دیکھا تو اس سے دریافت کیا کہ میرے مریدوں میں سے وہ کون ہے جس پر تیرا قابو نہیں چلتا؟ اس نے کہا کہ حاجی خضر میں نے بہت کچھ اس کو قابو کرنے کی جدو جہد کی لیکن وہ میرے دام میں نہیں پھنستے۔

حضرت مجدد کبھی کبھی آپ سے خوش طبعی فرماتے تھے اور مذاق میں آپ کو خضرا کہتے تھے اور آپ حضرت کے دیدار کے عاشق تھے اور حضرت کے ہر لطف وکرم پر اپنی جان چھڑکتے تھے حاجی صاحب بڑی خوش الحانی سے بہت بلند آواز سے اذان دیتے تھے۔

شیخ حسن برکی قدس سرہ

شیخ حسن برکی اس راہ تصوف کے جواں مردوں میں سے تھے صاحب استقامت تھے شریعت وحقیقت کے جامع تھے مقامات عالیہ واردات سنیہ اور علوم لدنیہ والے تھے علوم ظاہری میں کامل تھے۔

شیخ احمد برکی نے سفر آخرت اختیار کیا جب یہ خبر حضرت مجدد تک پہنچی تو آپ نے شیخ احمد کے تعلق والوں کو تحریر فرمایا کہ:
مولانا مرحوم کے اطوار اور اوضاع کو ملحوظ رکھیں اور ذکر ومراقبے کے حلقے میں فتور نہ آنے دیں سب احباب جمع ہو کر بیٹھیں ایک دوسرے میں خود کو گم کر دیں تاکہ صاحب کا اثر پیدا ہو اس فقیر نے اس سے قبل محض اتفاق سے تحریر کیا تھا کہ اگر مولانا کوئی سفر اختیار کریں تو چاہیے کہ وہ اپنی جگہ شیخ حسن کو مقرر کر دیں قسمت سے یہی سفر آخرت مراد ہوا اب بار بار یہی دیکھتا ہوں کہ شیخ حسن ہی اس کام کے لئے ہیں اور یہ بات بعض احباب کو گراں نہ گزرے۔

شیخ عبدالحی سلمہ ربہ

شیخ نور محمد کو شیخ عبدالحی کے ذریعے دستی مکتوب میں اس طرح لکھا تھا کہ شیخ عبدالحی آپ کا ہم شہری ہے اور آپ کے قرب وجوار میں آیا ہے علوم ومعارف غریبہ کا مجموعہ ہے اور اس راہ کی ضروری چیزیں اس کے پاس امانت ہیں اس کی ملاقات دور افتادہ احباب کے لئے بہت غنیمت ہے کیونکہ وہ نیا نیا آیا ہوا ہے۔ اور نئی چیز لایا ہے فنا وبقا کا اور جذب وسلوک کا تعلق رکھتا ہے۔

خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہٗ

کے خاص مقبول ومنظور احباب میں سے تھے۔

عریضہ: بندہ مہجور آوارہ دیار برہان پور محمد ہاشم درگاہ اقطاب پناہ میں عرض پرواز ہے کہ اس آستانہ عالیہ کے خادموں کی توجہ سے صحبت وعافیت کے ساتھ شہر مذکور میں پہنچ گئے اور حضرت سیدی ومرشدی میر محمد نعمان سلمہ اللہ کی ملازمت

سے مشرف ہوا۔

اے جان جہاں، آئینہ لے کر تو ذرا دیکھ
کیونکہ ہے مری زندگی زار کی حالت
ہست ناز دلبرم با جان مجنوں آشنا
تار جان من بود با تار قانون آشنا
کنوں چوں ذکر ہندوستاں در افتاد
مرا عود جگر در مجسمہ افتاد
کہ آں قندے کہ شیریں ترز جانست
کنوں درخطہ ہندوستان ست

شیخ آدم بنوری قدس سرہ

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور خلفاء میں سے تھے۔ ۱۰۵۳ھ میں شیخ ایک مخلص کی التماس پر اور اس کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کے ایفاء کے لئے دارالسلطنت لاہور تشریف لے گئے بادشاہ وقت شاہجہان کو خبر ہوئی چونکہ شیخ کے ساتھ افغان وغیرہ کی ایک کثیر جماعت تھی اور اس لئے بعض لوگوں نے بادشاہ کے کان تک ان کی آمد کی اطلاع دوسرے طریقے سے یعنی بدگوئی سے پہنچائی جو بادشاہ کو ناگوار ہوئی شیخ لاہور سے واپس اپنے وطن آ کر حرمین شریفین کے لئے روانہ ہو گئے حج ادا کرنے کے بعد آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور وہاں چالیس روز حرم مسجد میں قیام کی اجازت حاصل ہوئی اور وہاں بھی آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی پھر آپ نے وہاں سے واپسی کا ارادہ کیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت پائی کہ اے میرے فرزند تم میرے پڑوس میں رہو اس لئے آپ وہیں رہ گئے یہاں تک کہ ماہ شوال ۱۰۵۴ میں آپ کا انتقال ہوا اور حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے روضہ اقدس سے تھوڑے فاصلے پر آپ دفن ہوئے کہ روضہ کا سایہ آپ کی قبر پر پڑتا تھا۔

مولف حضرات القدس' شیخ بدرالدین

صحبت یہ فقیر پندرہ سال کا تھا کہ حضرت مجدد نے مجھے مرید فرمانے کی سعادت سے مشرف فرمایا تھا اور جس وقت آپ نے اس اسم ذات کا ذکر بتایا تو آپ متوجہ و مراقب ہوئے اور بندہ بھی ذکر میں مشغول ہوا اس مجلس میں ہی میرا ذکر جاری ہو گیا۔

اقتباسات از مکتوبات امام ربانی

جوانی میں توبہ کی نعمت:

یہ کس قدر بڑی نعمت ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندے کو جوانی میں توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر استقامت بخشے تمام دنیا کی نعمتیں اس نعمت کے مقابلہ میں ایسی ہیں۔ جیسے دریائے عمیق کے مقابلہ میں شبنم کا قطرہ۔

مشائخ کی صورتیں:

کئی دفعہ آپ کو لکھا گیا ہے کہ مشائخ کی روحانیات کے وسیلے اور ان کی امداد پر ہرگز مغرور نہ ہوں۔ کیونکہ مشائخ کی صورتیں حقیقت میں شیخ مقتدا کے لطائف ہیں۔ جو ان صورتوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔ توجہ کے قبلہ کے لئے ایک ہونا شرط ہے۔ توجہ کا پراگندہ کرنا خسارے کا موجب ہو۔ نعوذ باللہ منہا۔

لوگوں کے طعن کی پرواہ نہ کرو:

کام کا سر رشتہ مختصر پکڑیں۔ یہ کس قدر بڑی دولت ہے۔ کہ لوگ کسی کو برا جانیں اور وہ حقیقت میں نیک ہو طفیل دوست باشد ہر چہ باشد اپنا مقصود حق تعالیٰ کو جاننا چاہئے۔ کچھ جمع ہو جائے بہتر ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ جمع نہ ہو تو پرواہ نہیں۔

"رخسار من انجاؤ تو در گل نگری"
میرا اس جا ہے رخسارہ تو گل میں جا کے دیکھے ہے

اولیاء کے پاس حاضری کا ادب:

اس گروہ کے پاس خالی ہو کر آنا چاہئے تا کہ بھرے ہوئے واپس جائیں۔ اور اپنی مفلسی کو ظاہر کرنا چاہئے تا کہ ان کو شفقت آئے اور استفادہ کا راستہ کھل جائے۔ سیر آنا اور سیر ہی چلا جانا کچھ مزہ نہیں دیتا۔

عمر کو فقراء کی خدمت میں بسر کرنا چاہئے۔

خاک شو خاک تا بروید گل
کہ بجز خاک نیست مظہر گل

کھجور کیساتھ سحری وافطاری کرنے کی حکمت

حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

ہے۔ کہ جب کوئی شخص تم میں سے روزہ افطار کرنا چاہے تو اس کو تمر سے افطار کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس میں برکت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ تمر سے افطار کیا ہے اور تمر میں برکت کا موجب ہے کہ اس کا درخت ایک ایسا درخت ہے جو انسان کی طرح جامعیت اور عدلیت کے طور پر پیدا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نخل کو بنی آدم کی پھوپھی فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ آدم کی مٹی سے پیدا ہوا ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اکرموا عمتکم :اپنی پھوپھی یعنی درخت خرما کی تعظیم کرو۔ کیونکہ وہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بقیہ مٹی سے پیدا کی گئی ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس کا نام برکت اسی جامعیت کے اعتبار سے ہو۔

پس اس کے پھل جو تمر ہے افطار کرنا صاحب افطار کی جز و بن جاتا ہے۔ اور اس کی حقیقت جامع اس جزئیت کے اعتبار سے اس کے کھانے والے کی حقیقت کی جز ہو جاتی ہے۔ اور یہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ **سحور المؤمن التمر** مومن کی بہتر سحور تمر ہے اس اعتبار سے ہوسکتا ہے کہ اس کی غذائیں جو صاحب غذا کی جز ہو جاتی ہے اس کی حقیقت کی تکمیل ہے۔

گویا اس کا کھانا تمام ماکولات کے کھانے کا فائدہ رکھتا ہے اور اس کی برکت جامعیت کے اعتبار سے افطار کے وقت تک رہتی ہے۔

کفار کے ساتھ سختی:

حق تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتا ہے۔

یایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم

. اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرنے کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان پر سختی کرنا خلق عظیم میں داخل ہے پس اسلام کی عزت کفر اور کافروں کی خواری میں ہے جس نے اہل کفر کو عزیز رکھا اس نے اہل اسلام کو خوار کیا اپنی مجلسوں میں جگہ دینا اور ان کی ہمنشینی کرنا اور ان کے ساتھ گفتگو کرنا سب اعزاز میں داخل ہے کتوں کی طرح ان کو دور کرنا چاہئے۔

کفار کی ہمنشینی کا نقصان:

حق تعالیٰ نے اہل کفر کو اپنا اور اپنے پیغمبر کا دشمن فرمایا ہے پس ان خدا اور رسول کے دشمنون کے ساتھ ملنا جلنا اور محبت کرنا بڑا بھاری گناہ ہے کم سے کم ضرر ان کی ہمنشینی اور ملنے جلنے میں یہ ہے کہ احکام شرعی کے جاری کرنے اور کفر کی رسموں کو مٹانے کی طاقت مغلوب ہو جاتی ہے۔ اور دوستی کا حیا اس کا مانع ہو جاتا ہے اور یہ ضرر حقیقت میں بہت بڑا ضرر ہے خدا کے دشمنوں کے ساتھ دوستی والفت کرنا خدائے تعالیٰ اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی تک پہنچا دیتا ہے کفار ہر وقت اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اگر قابو پائیں تو مسلمانوں کو ہلاک کر دیں یا سب کو قتل کر دیں یا کفر میں لوٹا دیں پس اہل اسلام کو بھی شرم چاہئے کہ **الحیاء من الایمان** حیاء ایمان سے ہے اور مسلمانی کی دمار ضروری ہے ہمیشہ ان کی خواری کے درپے رہنا چاہئے ہندوستان میں اہل کفر سے جزیہ دور ہونے کا باعث یہی ہے کہ اہل کفر اس ملک کے بادشاہوں کے ساتھ ہمنشین ہیں ان سے جزیہ لینے کا اصلی مقصود ان کی ذلت وخواری ہے اور یہ خواری اس حد تک ہے کہ جزیہ کے ڈر سے اچھے کپڑے نہ پہن سکیں اور شان وشوکت سے نہ رہ سکیں اور مال لینے سے ہمیشہ ڈرتے اور کانپتے رہیں بادشاہوں کو کیا لائق ہے کہ جزیہ لینے سے منع کریں حق تعالیٰ نے جزیہ کو ان کی خواری کے لئے وضع کیا ہے اس سے مقصود ان کی رسوائی اور اہل اسلام کی عزت اور غلبہ ہے۔

مداہنت وچاپلوسی روانہیں ہے۔ کیونکہ محب اپنے محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ مخالفت کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور اپنے محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح پسند نہیں کرتا۔

اہل کفر سے بغض وعناد رکھنا:

اہل کفر کے ساتھ بغض وعناد رکھنا دولت اسلام کے حاصل ہونے کی علامت ہے ہم راضی ہو گئے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی اور رسول ہیں یا اللہ تو ہم کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل اول وآخر اسی عقیدہ پر رکھ

پس ناچار چاندی سونے کے استعمال اور ریشم کے پہننے وغیرہ سے جن کو شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے حرام کیا ہے پرہیز کرنا چاہیے چاندی سونے کے برتن جو شان و شوکت کے لئے بناتے ہیں البتہ گنجائش رکھتے ہیں لیکن ان کا استعمال کرنا یعنی ان میں پانی پینا اور کھانا کھانا اور خوشبو ڈالنا اور سرمہ دان بنانا وغیرہ وغیرہ حرام ہے۔

گرمی کا سورج دھوبی اور کپڑے پر یکساں چمکتا ہے لیکن دھوبی کا چہرہ سیاہ اور اس کا کپڑا سفید ہو جاتا ہے۔

پس دنیا کا ناز و نعمت جو اعراض و روگردانی کے باوجود حاصل ہو۔ عین خرابی ہے کمال متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت کی فرع ہے۔

محمد عربی کا بروے ہر دوسرا ست
کسیکہ خاک درش نیست خاک ہر دوسرا ست

ضرر دور کرنے کا علاج:

پس دنیاوی مال سے ضرر دور کرنے کا علاج اس مال سے زکوٰۃ نکالنا ہے۔ اگرچہ ترک کلی افضل ہے۔ لیکن زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی اس کا کام کر جاتا ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

ترجمہ:۔ عرش کے نیچے ہے اگرچہ آسمان لیک اونچا ہے زمین سے اے جواں۔

ہندوؤں کے معبود:

رام و کرشن وغیرہ جو ہندوؤں کے معبود ہیں مخلوقات میں سے ہیں۔ اور ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ رام جس رتھ کا بیٹا اور لچھمن کا بھائی۔ اور سیتا کا خاوند ہے۔ جب رام اپنی بیوی کو نگاہ نہ رکھا سکا۔ تو وہ پھر دوسرے کی کیا مدد کر سکتا ہے۔ عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے اور ان کی تقلید پر نہ چلنا چاہئے۔ بڑی عار کی بات ہے کہ کوئی تمام جہانوں کے پروردگار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عظیم الشان بادشاہ کو کمینہ خاک روب کے نام سے یاد کر لے۔ رام و رحمان کو ایک جاننا بڑی بیوقوفی ہے۔ خالق مخلوق کے ساتھ نہیں ہوتا۔ رام و کرشن کے پیدا ہونے سے پہلے پروردگار عالم کو رام و کرشن کوئی نہیں کہتا تھا ان کے پیدا ہونے کے بعد کیا ہو گیا کہ رام و کرشن کے نام کو حق تعالیٰ پر اطلاق کرتے ہیں اور رام و کرشن کی یاد کو پروردگار کی یاد جانتے ہیں۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں۔

طریقہ نقشبندیہ علیہ کی عظمت کی وجہ:

اس طریقہ علیہ کی بلندی سنت کے التزام اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں نے ذکر جہر سے پرہیز فرمائی ہے اور ذکر قلبی کی طرف رہنمائی کی ہے۔ اپنے بزرگواروں کے طریقہ کو چھوڑ کر کبھی جہر سے تسلی حاصل کرتے ہیں۔ اور کبھی سماع و رقص سے آرام ڈھونڈتے ہیں۔ اور خلوت در انجمن حاصل نہ ہونے کے سبب سے چلہ اور خلوت کو اختیار کیا ہے۔

نماز تہجد کو پوری جمعیت یعنی جماعت سے ادا کرتے ہیں۔ اور اس بدعت کو سنت تراویح کی طرح مسجد میں رواج و رونق بخشتے ہیں۔ اور اس عمل کو نیک جانتے ہیں۔ پس خلق کے حقوق کو ادا کرنا اور ان کی ایذا کو برداشت کرنا ضروری ہے۔ اور ان کے ساتھ حسن معاشرت یعنی اچھی طرح رہنا سہنا واجب ہے۔ بد دماغی اور لاپرواہی اچھی نہیں۔

دنیا کی محبت:

رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ حب الدنیا راس کل خطیئة جاننا چاہئے کہ شرعی تکلیفات قالب اور قلب پر مخصوص ہیں۔ کیونکہ تزکیہ نفس انہی پر موقوف ہے۔ سلوک سے پہلے لطائف ایک دوسرے سے ملے جلے ہوتے ہیں اور قلب سے جدائی نہیں رکھتے۔ جب سیر و سلوک نے ایک دوسرے سے جدا کیا۔ اور اپنے اصلی مقام میں پہنچایا تو معلوم ہوا کہ مکلف کون تھا اور غیر مکلف کون۔

ملا دلبر سے جب کہ دل کو آرام
اسے پھر وصل سے اور نکے کیا کام
رکھے سو دستہ ریحاں گر تو لا کر
سوا گل کے نہیں بلبل کو خوشتر

گھڑی بھر کے لئے اپنے حال میں غور کریں۔ اگر دین

خالص ہے تو آپ کو بشارت ومبارک ہو۔اور اگر نہیں تو واقع کا علاج وقوع سے پہلے پہلے کرنا چاہئے بیتاب ومحن اگر چہ عوام کے نزدیک تکلیف کے اسباب ہیں لیکن ان بزرگواروں کے نزدیک جو کچھ جمیل مطلب کی طرف سے آئے ان کی لذت و نعمت کا اسباب ہے۔

حضور علیہ ﷺ کی مشقت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مرادوں اور محبوبوں کے رئیس ہیں فرمایا ہے کہ ما اوذی نبی مثل ما اوذیت (کسی نبی کو اتنی ایذا نہیں پہنچی جتنی مجھے پہنچی ہے) گویا بلا دلالتہ اور رہنما ہے۔ جو اپنی حسن دلالت سے ایک دوست کو دوسرے دوست تک پہنچا دیتی ہے اور دوست کے ماسوی کی التفات سے پاک کر دیتی ہے۔عجب معاملہ ہے کہ دوست کروڑ ہا دیکر بلا کو خریدتے ہیں۔اور دوسرے لوگ کروڑ ہا دیکر بلا کو دفع کرنا چاہتے ہیں۔

خداوند یہ کیسا فضل وکرامت ہے۔کہ ایسی پوشیدہ دولت اور خوشگوار نعمت اغیار کی نظر بد سے چھپا کر اپنے دوستوں کو تو نے عطا فرمائی ہے۔

طریقہ نقشبندیہ:

طریقہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے اسی نامسلوک راستہ کو اختیار کیا ہے۔ اور یہ غیر مقرر رستہ ان بزرگواروں کے طریقہ میں مقرر راہ بن گیا ہے۔ اور بیشمار لوگوں کو اسی راہ سے توجہ وتصرف کے ساتھ مطلب تک پہنچاتے ہیں۔اسی طریقہ کے لئے وصول لازم ہے۔ بشرطیکہ پیر مقتدا کے آداب کو مدنظر رکھا جائے۔کیونکہ اس طریقہ میں بوڑھے اور جوان اور عورتیں اور بچے وصول میں برابر ہیں بلکہ مردے بھی اس دولت سے امیدوار ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میں نے حق تعالیٰ سے ایسا طریقہ مانگا ہے جو بیشک موصل ہے۔

اگر نہ ٹوٹتا دل راز داں کا
جہاں کے قفل میں سب کھول دیتا ہے

اس طریقہ کے بزرگ واروں نے ان اسما کے مسما میں فنا ہونا اختیار کیا ہے۔اور ابتدا ہی سے ان کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہے۔اور اسم صفت سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں چاہتے یہی وجہ ہے کہ اوروں کی نہایت ان کی بدایت میں مندرج ہے۔

قیاس کن گلستاں من بہار مرا۔ ترجمہ: میری بہار کا کر لے قیاس بستاں سے۔

آپ کی آشنائی سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔اور نہ ہی آپ کی ناآشنائی سے کچھ نقصان پہنچتا ہے۔صرف آپ کی خیرخواہی ملحوظ ومنظور تھی لیکن الراضی بالضرر لا یستحق النظر جو اپنے ضرر پر آپ راضی ہو وہ شفقت ومہربانی کا مستحق نہیں ہوتا)

وہ شخص جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہے اہل سنت و جماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے۔تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے۔جو اپنے آپ کو افضل جانے اور اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے۔کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خسیس کتے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہے۔

سلف کا اجماع:

سلف کا اجماع اس بات پر منعقد ہوا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ وہ بڑا ہی احمق ہے جو اس اجماع کے برخلاف کرے۔

فرشتوں کا ذاکرین کو تلاش کرنا:

اعمال لکھنے والے فرشتوں کے سوا خدا تعالیٰ کے چند ایسے فرشتے ہیں جو راہ گزروں اور بازاروں میں اہل ذکر کی تلاش کرتے پھرتے ہیں جب وہ ذاکروں کے گروہ کو کہیں ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ تمہارا مطلب حاصل ہو گیا۔پس جمع ہو کر اپنے پروں سے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں۔جب وہ ذکر سے فارغ ہوتے ہیں۔تو فرشتے آسمان پر جاتے ہیں پس حق تعالیٰ حالانکہ اپنے بندوں کے حال کو بخوبی جانتا ہے فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیسے دیکھا۔فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خدایا تیری حمد وثناء کرتے تھے اور تجھ کو بزرگیوں سے یاد کرتے تھے

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ بزرگی اور پاکیزگی سے یاد کریں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا طلب کرتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بہشت مانگتے تھے حق تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے کہ نہیں دیکھا ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ اس کی طلب اور حرص کریں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کسی چیز سے ڈرتے تھے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے ڈرتے تھے اور تجھ سے پناہ مانگتے تھے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے کہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر دیکھ لیں تو پھر کیا حال ہو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ پناہ مانگیں اور اس سے زیادہ ڈریں اور بھاگیں پھر حق تعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو میں نے سب کو بخش دیا فرشتے عرض کرتے ہیں یا رب اس ذکر کی مجلس میں فلاں آدمی ذکر کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ کسی دنیاوی حاجت کے لئے آیا تھا۔ اور ان میں بیٹھ گیا تھا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ انا جلیس من ذکرنی (میں ان کا ہمنشین ہوں جس نے میرا ذکر کیا) کے بموجب میرے ایسے ہمنشین ہیں کہ ان کا ہمنشین بد بخت نہیں ہوتا۔

پاس جا مستوں کے گر دینگے نہ مے تو بو سہی
بو اگر حاصل نہ ہو کافی ہے پھر دیدار ہی

دروغ سے اجتناب:

دروغ کو کبھی فروغ نہیں ہے ان کی متناقض باتیں ہیں ان کے بازار کی رونق کو کم کر دیں گے من لم یجعل الله له نوراً فما له من نورٍ جس کے لئے اللہ نے کوئی نور نہیں بنایا اس کے لئے کوئی نور نہیں انسان کے پیدا کرنے سے مقصود اس کی ذلت وانکسار اور عجز ومحتاجی ہے جو بندگی کی حقیقت ہے شاید جناب نے اس دور افتادہ کو بھلا دیا ہوگا۔ ہاں بدنوں کے قرب کے قرب کو دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی صحابہؓ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔

صوفیوں کی بیہودہ باتوں سے کیا حاصل ہوتا ہے۔

آیت کریمہ ان اللہ لغنی عن العلمین تو میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کی طرح عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہیں اور وہ اسم الٰہی جو ان کے عالم خلق کی تربیت کرنے والا ہے شان العلیم ہے اور وہ جو ان کے عالم امر کی تربیت فرماتا ہے وہ معنے ہے جو اس شان کے وجود اعتباری کا مبدا ہے جیسے کہ گزر چکا اور حقیقت محمدی شان العلیم سے مراد ہے اور حقیقت کعبہ سبحانی بھی اسی معنے سے مراد ہے اور وہ نبوت جو حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھی۔

آپ ﷺ کا بشر ہونا:

حاصل کلام یہ کہ اس جہان میں آپ کی عنصری پیدائش کو آپ کی ملکی پیدائش پر غالب کیا ہوا تھا تاکہ مخلوقات کے ساتھ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے وہ مناسبت جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے زیادہ پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بشریت کے ظاہر کرنے کے لئے بڑی تاکید سے امر فرماتا ہے کہ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے لفظ مثلکم کالانا تاکید بشریت کے لئے ہے اور وجود عنصری سے رحلت کر جانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت کی جانب غالب ہوگئی اور بشریت کی مناسبت کم ہوگئی۔ اور دعوت کی نورانیت میں تفاوت پیدا ہو گیا۔

وقت گذرنے سے ایمان میں تفاوت:

بعض اصحاب کرام نے فرمایا ہے کہ ابھی ہم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تفاوت معلوم کیا۔ ہاں ایمان شہودی ایمان غیبی سے بدل گیا اور معاملہ آغوش سے گوش تک آ پہنچا اور دیکھنے سے سننے تک نوبت آ گئی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے

جب ہزار سال گزرے جو بڑی لمبی مدت اور بڑا دراز زمانہ ہے تو روحانیت کی طرف اس طرح غالب ہوئی کہ بشریت کی تمام جانب کو اپنے رنگ میں رنگ دیا حتیٰ کہ عالم خلق نے عالم امر کا رنگ اختیار کیا۔ پس ناچار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم خلق سے جس چیز نے حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ وتبدیل سے محفوظ ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا ہے۔ بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تابعدار بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو ترقی بخشی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کی مانند ہیں اگر چہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد فضیلت و بزرگی صحابہ کرامؓ کے لئے ہے لیکن یہ مناسب نہیں کہ کمال مشابہت سے ایک دوسرے پر فضیلت دے سکیں۔

اور ہوسکتا ہے کہ اسی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہو کہ **لا یدری اولھم خیر ام اٰخرھم** نہیں معلوم ان میں سے اول کے بہتر ہیں یا آخر کے۔ فرمایا ہے کہ خیر القرون قرنی سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے لیکن چونکہ کمال مشابہت کے باعث تردد کا مقام تھا اس لئے لایدری فرمایا۔

فیض روح القدس کا گردے مدد تو اور بھی
کر دکھائیں کام وہ جو کچھ مسیحا سے ہوا

☆☆☆

زمین زادہ بر آسماں تاختہ
زمین و زماں پس انداختہ

اس بات کی طرف رہنمائی کریں اور بڑی تاکید سے کہیں کہ طریقت چلانے میں جلدی نہ کرلے کیونکہ مقصود دکان کھولنا نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کی مرضی کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اطلاع دینا شرط ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ پیر کو چاہئے کہ مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو آراستہ اور شان وشوکت سے رکھے نہ یہ کہ ان کے ساتھ اختلاط کا دروازہ کھول دے اور ان سے ہمنشینوں کی طرح سلوک کرے اور حکایت وگفتگو سے مجلس گرم رکھے۔ والسلام۔

مقام افسوس:

عمر کا بہتر اور قیمتی حصہ ہوا وہوس میں گزر گیا۔ اور خدائے تعالیٰ کے دشمنوں کی رضامندی حاصل کرنے میں صرف نہ کریں اور اشرف کی تلافی ارذل سے نہ کریں۔ اور تھوڑی محنت کو ہمیشہ کے آرام کا وسیلہ نہ بنائیں۔ اور تھوڑی نیکیوں سے بہت سی برائیوں کا کفارہ نہ کریں۔ کل کونسا منہ لے کر ہم خدائے تعالیٰ کے سامنے جائیں گے اور کیا حیلہ پیش کریں گے۔ یہ خواب خرگوش کب تک رہے گی۔ موت کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام بنالینا چاہئے۔ اور واشوقا کہتے ہوئے مرنا چاہئے۔

طریقہ صوفیہ کے سلوک سے مقصد:

طریقہ صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود ہے کہ احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو جائے۔ اور وہ مشکل دور ہو جائے۔ جو نفس کی امارگی سے پیدا ہوتی ہے اور اس فقیر کا یہ یقین ہے کہ طریقہ صوفیہ حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے شریعت کے مخالف کچھ اور امر۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں اس معنی کی تحقیق کی ہے۔ اور اس غرض کے حاصل ہونے کے لئے تمام طریقوں میں طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اگر تمام حال ومواجید ہمیں دیدیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت وجماعت کے اعتقاد سے نوازش نہ فرمائیں۔ تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے اور اگر اہل سنت وجماعت کا اعتقاد ہم کو دیدیں اور احوال کچھ نہ دیں تو پھر کچھ غم نہیں ہے۔

طالب علم خواہ کسی فرقہ سے ہوں۔ جو دین کے چور ہیں ان کی صحبت سے بھی بچنا ضروری ہے یہ سب فتنہ وفساد جو دین میں پیدا ہوا ہے۔ انہی لوگوں کی کمبختی سے ہے۔ کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر دیا ہے۔

حق تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو سب کے سب بیج کھا جائے اور استعداد کی زمین میں نہ ڈالے۔ اور ایک دانہ سے سات سو دانہ نہ بنائے اور اس دن کے لئے بھائی بھائی سے بھاگے گا۔ علماء نے فرمایا

ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ کے عقلمند کو دیں تو زاہد کو دینا چاہئے جو دنیا سے بے رغبت ہے آج غفلت کی روئی کانوں سے نکالنی چاہئے۔ ورنہ کل حسرت وندامت کے سوا کچھ سرمایہ حاصل نہ ہوگا۔ حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی اس مطلب کی گواہ ہے۔ بہت مدت تک دل میں کھٹکتا رہا کہ کیا وجہ ہے کہ اس امت میں اکمل اولیاء بہت گذرے ہیں مگر جس قدر خوارق حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ سے ظاہر ہوتے ہیں ویسے خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے آخر کار حق تعالیٰ نے اس معمہ کا بھید ظاہر کر دیا اور جتلا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے بلند تر واقع ہوا ہے۔ اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اترے ہیں جو عالم اسباب سے بلند تر ہے۔

ایک بزرگ کا قول:

ایک بزرگ کہتا تھا کہ عجیب کاروبار ہے کہ لوگ اطراف وجوانب سے آتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ہم نے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور موسم حج میں حاضر پایا ہے۔ اور ہم نے آپ سے ملکر حج کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا ہے اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں اور میں ہرگز اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں۔ اور نہ ہی کبھی اس قسم کے آدمیوں کو دیکھا ہے کتنی بڑی تہمت ہے۔

لکھا ہے کہ ایک دن جبرئیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک شخص کے حق میں یہ خبر دی کہ یہ جوان کل صبح ہوتے ہی مرجائے گا۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جوان کے حال پر رحم آیا اس سے پوچھا کہ تو دنیا سے کیا آرزو رکھتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ دو چیزیں ایک کنواری بیوی دوسرے حلوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزوں کو مہیا کرنے کا حکم فرمایا۔

مصیبت دور کرنے سے متعلق عجیب قصہ:

ایک دن ایک بلیّہ کے دفعہ کرنے کے درپے ہوا جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی اس وقت بڑی التجا اور عاجزی اور نیاز خشوع کی تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں اس امر کی قضا کسی امر سے معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں ہے اس فقیر پر ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف خدائے تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور لوح محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے اس آفت ومصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی قسم اخیر میں پایا۔ اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس بلیہ کو دفع فرمادیا ہے۔

غرض کہ کچھ قطعی اعتبار کے تجلیات و مشاہدات کو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہاڑ کی تجلی وشہود کی کھسوٹی پر رکھنا چاہئے۔

خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اس واقع سے پاک ہیں آپ کو دنیا میں رویت میسر ہوئی اور سرمو اپنی جگہ سے نہ ہلے۔

مصیبت پر صبر واحتیاط:

ایسے سعادت شرافت کے نشان والے آدمی کو جب کوئی ظاہری مرض لگ جاتی ہے اور اس کے کسی عضو کو آفت پہنچتی ہے تو بہت کوشش اور مبالغہ کرتا ہے تاکہ وہ مرض رفع ہو جائے اور وہ آفت دور ہو جائے لیکن مرض قلبی نے جو ما سوائے حق کی گرفتاری سے مراد ہے اس پر اس طرح غلبہ پایا ہے جو نزدیک ہے کہ اس کو ہمیشہ کی موت تک پہنچا دے اور ہمیشہ کے عذاب میں اس کو گرفتار کر دے۔ اس کے دور کرنے کا ذکر نہیں کرتا۔ اور اس کے دفع کرنے میں کوشش نہیں کرتا اور اگر اس گرفتاری کو مرض نہیں جانتا تو پورے درجے کا احمق ہے اور اگر جانتا ہے اور پھر فکر نہیں کرتا تو بڑا ہی بلید ہے۔ عقل معاد انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے جب شیطان لعین اور نفس بد ترین اس کی گھات میں لگے ہوئے ہیں تو بڑی احتیاط اور تاکید سے کام لینا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ مکر وحیلہ سے پھسلا دیں۔

عرش کے مقابلہ میں جس کو حق تعالیٰ عظیم فرماتا ہے عارف کے قلب کا کیا اعتبار اور مقدار ہے۔ وہ ظہور جو عرش میں ہے اس کا سواں حصہ بھی قلب میں نہیں ہے۔ اگرچہ عارف کا قلب ہی کیوں نہ ہو کیونکہ رویت اخروی فرش کے ظہور پر متحقق ہوگی۔ یہ بات اگرچہ آج بعض صوفیہ کو ناگوار گزرے گی لیکن

آخر کار ایک دن ان کی سمجھ میں آ جائے گی اس بات کو ہم ایک مثال سے روشن کرتے ہیں کہ انسان چونکہ عناصر و افلاک کا جامع ہے جب اس کی نظر اپنی جامعیت پر پڑتی ہے تو عناصر وافلاک کو اپنے اجزاء دیکھتا ہے اور جب یہ دید غالب آ جائے تو کچھ دور نہیں کہ اگر وہ بات کہہ دے کہ میں کرہ زمین سے بڑا ہوں اور آسمانوں سے فراخ تر ہوں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

دعا کرتا تھا کہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے خلاف سرمو منکشف نہ ہو ایک دن یہ خوف غالب ہوا کہ مبادا ان کشفوں پر مواخذہ کریں۔

حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمت عالمیان میں ان کی روح مبارک نے حضور فرمایا اور غمناک دل کی تسلی کی۔

اس فقیر نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہتر گروہوں میں سے اکثر جو لوگ گمراہ ہو گئے ہیں اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں۔ ان کا باعث طریقہ صوفیہ میں داخل ہونا ہے کہ انہوں نے کام کو انجام تک نہ پہنچا کر غلط راہ اختیار کیا اور گمراہ ہو گئے۔

سالک کا سلوک شیخ مقتدا کے تصرف پر منحصر ہے اور جس طرح یہ بزرگوار نسبت کے عطا کرنے میں کامل طاقت رکھتے ہیں اسی طرح اس نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری پوری طاقت رکھتے ہیں اور اسی طریقہ میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے اور خاموشی اس طریق کے لوازم سے ہے۔

اس طریقہ علیہ کی نہایت اگر میسر ہو جائے وصل عریانی ہے جس کے وصل ہونے کی علامت مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی کا حاصل ہونا ہے پس اس سے سمجھ لے کیونکہ ہمارے کلام میں اشارے ہیں جن کو خواص بلکہ اخص میں سے بہت تھوڑے سمجھتے ہیں اس حقیر کے نزدیک وصل کی استعداد سے یاس کی استعداد بہت اچھی ہے۔

ہمارا مطلب حضرت تعالیٰ و تقدس ہے اور وہ اتصال جس کو عقل سمجھ سکے، وہ بحث سے خارج ہے اور اس جناب پاک کے لائق نہیں ہے اور جاننا چاہئے کہ خلوت در انجمن اس تقدیر پر ہے

کہ وطن کے خلوت خانہ کے دروازوں کو بند کیا ہو اور تمام سوراخوں کو مسدود کر دیا ہو، یعنی انجمن تفرقہ میں کسی طرف متوجہ نہ ہو اور متکلم و مخاطب نہ ہو۔ نہ یہ کہ آنکھ کو ڈھانپے اور حواس کو تکلف کے ساتھ بیکار کرے۔ کیونکہ یہ بات اس طریقہ کے منافی ہے۔ وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے۔

احکام شریعہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز و مویز کے عوض ہاتھ سے نہیں دیتے اور صوفیہ کی بیہودہ باتوں پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے سماع و رقص کو پسند نہیں کرتے۔ اور ذکر جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت استمراری و تجلی ذاتی جو دوسروں کے لئے برق خاطف کی طرح ہے۔ ان کے لئے دائمی ہے اور حضور جس کے پیچھے غیبت ہو۔ ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے۔ بلکہ وہ زراق اور ہر رقاص یعنی مکر کرنے والے اور ناچنے والے کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے ان کا کارخانہ اس سے بلند تر ہے اور اس مقام میں پیری و مریدی طریقہ کے تعلیم و تعلم پر موقوف ہے نہ کلاہ و شجرہ پر پیر کی عین حیات میں اگر طالب اپنی ہدایت کسی اور جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ پہلے پیر کے انکار کے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے۔

من عرف الله کل لسانه (جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہو گئی۔)

وہ اس دید قصور کی تائید کرتے ہیں۔ اور اس عیب بینی کو تقویت دیتے ہیں۔ ایک ہی وقت میں کمالات ولایت سے بھی مشرف ہے۔ اور دید قصور سے بھی متصف ہے جس قدر بلند جاتا ہے اس قدر زیادہ نیچے اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ انسان کامل سے اوپر جانے والے اس کے عالم امر کے لطائف ہیں۔ اور نیچے آنے والے عالم خلق کے لطائف۔ عالم امر کے لطائف جس قدر بلند جاتے ہیں اس قدر خلق سے زیادہ بے مناسب ہوتے جاتے ہیں اور یہی بے مناسبتی عالم خلق کے زیادہ نیچے آنے کا سبب ہے اور عالم خلق جس قدر زیادہ نیچے آتا ہے اسی قدر سالک کو زیادہ نیچے کرتا ہے اور عیوب و قصور کی زیادتی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منتہی مرجوع اس لذت و حلاوت کی آرزو

کرتے ہیں۔ جو ابتداء میں ان کو حاصل ہوتی ہے۔

دادیم تر از گنج مقصود نشان
بتایا تجھے گنج مقصود ہم نے

فقر و نامرادی اس گروہ کا جمال اور حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہے حضرت حق تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے اپنے بندوں کی روزی کا ذمہ دار ہوا ہے اور ہم کو اور آپ کو اس فکر و تردد سے فارغ کر دیا جاتا ہے۔ جس قدر آدمی زیادہ ہونگے اسی قدر رزق زیادہ ہوگا۔ آپ جمعیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے متوجہ ہوں اور متعلقین کا غم حق تعالیٰ کے کرم کے حوالے کر دیں۔

جو حق کہنے کا کہتا ہوں تجھ سے اے میری شفیق
نصیحت تجھ کو آئے اس سے یا تجھ کو ملال آئے

آپ نے سنا ہوگا الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں ہر بے سروسامان کو بلند مرتبہ سے کیا مناسبت ہے۔

جن لوگوں کو آپ نے اجازت دی ہے۔ انہیں نرمی اور محبت سے سمجھا دیں کہ اس قوم کی اجازت کمال پر مبنی نہیں ہے ابھی بہت کام درپیش ہے۔ اس قسم کے احوال جو ابتداء میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ہدایت میں نہایت مندرج ہونے کی قسم سے ہیں۔

زندگی کی فرصت بہت تھوڑی ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر آنے والا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی اس فرصت کو بیہودہ امور کے حاصل کرنے میں صرف کرے اور ہمیشہ کا رنج والم خرید لے۔

رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف جو ایک دفعہ آپ سے ترک ہو گیا تھا اس کی قضا کی نیت پر اس ذی الحج کے عشرہ میں اعتکاف بیٹھئے تا کہ نیت سے سنت کے مرتکب ہوں۔

اجازت نامہ کے لکھنے میں جو آپ اس قدر مبالغہ اور کوشش کر رہے ہیں اس سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ طریقہ تعلیم کرنے کی اجازت جو آپ کو دی گئی ہے اگر وہ کافی نہیں ہے تو اجازت نامہ کیا کرے گا۔ یہ لازم نہیں کہ جو کچھ دل میں گزرے اسی کو پورا کرنے کے واسطے کوشش کرنے لگ جائیں۔

کئی ایسی باتیں دل میں گزرتی ہیں جن کا ترک کرنا بہتر اور مناسب ہوتا ہے۔ نفس بڑا ضدی ہے۔ اجازت نامہ اور مرید کچھ کام نہیں آئیں گے۔

تعجب ہے کہ آپ اس قسم کی باتوں کا یقین کر لیتے ہیں اور صرف سن کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اگر حسن ظن ہے تو کیا اسی جماعت سے مخصوص ہے یا شاید میں حسن ظن کے قابل نہیں ہوں۔

الغرض اگر گفت و شنود پر ہی مدار ہے تو پھر چغل خوروں کے ہاتھ سے خلاصی ناممکن ہے اور اخلاص کی کوئی توقع نہیں ہے۔ آپ گفت و شنید سے درگزر کریں۔ اور گزشتہ امور کو یاد میں نہ لائیں تا کہ اخلاص متصور ہو اور پرانی کلفت رفع ہو جائے۔

فقیر جب اچھی طرح ملاحظہ کرتا ہے تو جانتا ہے کہ اس کام میں صرف وصیت کا حکم بجالانا مقصود ہے ورنہ آپ کی ظاہری باطنی تربیت ان کے لئے کافی ہے۔ کسی اور کی حاجت نہیں۔

بید ماغی کے وقت اگر کوئی نامناسب کلمہ لکھا ہو تو معاف فرمائیں۔ آپ کو چاہئے کہ تھوڑی سی بات سے نہ بگڑ جائیں اور معاملہ کو درہم برہم نہ کریں۔ خدا نہ کرے کہ کسی قسم کا آزار درمیان ہو۔

آپ کے دوسرے خط نے بہت ہی خوش کیا حرارت ہر کام میں درکار ہے پژمردگی اور افسردگی دشمنوں کے نصیب ہو۔

اے بھائی! حصول باوجود بُعد کے متصور ہے عنقاء ہماری قوت مدرکہ میں حاصل ہے لیکن عنقا تک وصول ثابت نہیں ہے۔

میرے مخدوم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو طرح پر ہے ایک عبادت کے طریقہ پر دوسرا عرف اور عادت کے طور پر۔ وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں۔ اور اس کے منع کرنے پر میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کہ یہ دین، میں نئی بات ہے۔

جب عمل صالحہ میں مشغول ہوں، لعب ولہو کم ہونے لگتا ہے جب یقین ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک فضیلت و بزرگی پرہیزگاری اور تقویٰ سے ہے نہ کہ حسب ونسب سے، تو فخر کرنے سے باز آجاتے ہیں۔

دادیم تراز گنج مقصود نشان
ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی

آپ کی خیر خواہی کا غلبہ اس بات پر لاتا ہے کہ ان کی

دلبری کو اختیار کر کے ان چیزوں سے جو آپ کی بلند درگاہ کے لائق نہیں تاکید و مبالغہ کے ساتھ آپ کو ان سے منع کرے اور مجلس شریف میں نااہلوں کو نہ رہنے دے۔

دکھتا ہے نازک بدن دلبر ہوا کے بوجھ سے
برگ گل کی طرح مرجھائے صبا کے بوجھ سے

☆☆☆

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس
در بند آں مباش کہ شنید یا شنید

میرے فرزند کو معلوم ہو کہ حق سبحانہ کی حقیقت وجود محض ہے کہ اور کوئی امر اس کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے اور وہ وجود تعالیٰ ہر خیر و کمال کی منشا اور ہر حسن و جمال کا مبدا ہے اور وہ وجود جزء حقیقی اور بسیط ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کو علیم کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً علم کی صفت اس مقام حضرت ذات کا عین ہے اور ایسے ہی قدرت اور نیز اس مقام میں حضرت ذات بتمامہ علم ہے اور ایسے ہی بتمامہ قدرت ہے نہ یہ کہ حضرت ذات کا بعض علم ہے اور بعض قدرت۔ کیونکہ وہاں بعض ہونا اور جزو بننا محال ہے اور ان کمالات نے جو گویا حضرت ذات سے منتزع اور الگ ہیں حضرت علم کے مرتبہ میں تفصیل پائی ہے۔

عارف تام المعرفت جب حضرت وجود سے ترقی کر کے عدم صرف کے مقام میں نزول کرتا ہے شیطان بھی حسن اسلام پیدا کر لیتا ہے۔ اور اس کا نفس امارہ مطمئنہ ہو کر اپنے مولے سے راضی ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ التسلیمات نے فرمایا ہے کہ اسلم شیطانی میرا شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

اگر بادشاہ بروز پیر زن
بیاید تو اے خواجہ سجلت مکن

یہ دید عاریت غلبہ پا جاتی ہے۔ کوئی کمال اپنے آپ میں مشاہدہ نہیں کرتا۔ اگرچہ انعکاس کے طریق پر ہو اس شخص کی طرح جو ننگا ہو اور اس نے عاریت کا لباس پہنا ہو اور یہ دید عاریت اس پر اس قدر غالب آجائے کہ وہ اپنے خیال میں اپنا سارا لباس اس لباس کے مالک کا سمجھے تو بالضرورۃ شخص اپنے آپ کو ذوق میں ننگا معلوم کرے گا۔ اگرچہ عاریت کا لباس پہنا ہوا ہو۔ ایسی دید والا شخص مقام عبدیت سے مشرف ہوتا ہے جو تمام کمالات ولایت سے برتر ہے۔

اس بیان سے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے رب کو پہچان لیا) کے معنے بھی ظاہر ہو گئے کیونکہ جس نے اپنی حقیقت کو شرارت و نقص کے ساتھ پہچان لیا اور جان لیا کہ خیر و کمال جو اس میں پوشیدہ کیا گیا ہے۔ وہ حضرت واجب الوجود کی طرف سے عاریت کے طور پر ہے۔ پس وہ ضروری حق سبحانہ کو خیر و کمال و حسن و جمال سے پہچان لے گا۔

تفسیری معنی نقل و سماع پر مشروط ہیں من فسر القرآن برایہ فقد کفر (جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ کافر ہو گیا۔) تم نے سنا ہوگا۔

شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ میں امردوں یعنی بے ریشوں اور بیگانی عورتوں کے حسن اور دنیاوی زیب و زینت کی طرف رغبت و خواہش سے نظر کرنا منع فرمایا گیا ہے۔

پس وہ حسن جو دنیا کے مظاہر جمیلہ میں ظاہر ہے وہ اس ذات تعالیٰ کے حسن کے ظلال سے نہیں ہے، بلکہ لوازم عدم سے ہے جس نے حسن کی مجاورت کے باعث ظاہر میں حسن پیدا کر لیا ہے اور حقیقت میں قبیح و ناقص ہے، جس طرح زہر کے شکر سے غلافی کریں اور نجاست کو زر سے منڈھیں۔ اور یہ جو منکوحہ خوبصورت عورتوں اور لونڈیوں سے تمتع حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے وہ اولاد کے حاصل کرنے اور نسل باقی رکھنے کے لئے ہے۔

دنیاوی حسن ناپسند ہے اور حسن اخروی پسند۔ پس شر دنیاوی حسن کے لازم ہوگا۔ اور خیر حسن آخرت کے لازم۔ پس ناچار اول کا منشاء عدم ہوگا اور دوسرے کا منشا وجود۔

یا اللہ تو دنیا کو ہماری آنکھوں میں حقیر کر دے اور آخرت کو ہمارے دلوں میں بزرگ بنا اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل جس نے فقر کے ساتھ فخر کیا اور دولت مندی سے الگ رہا اور اس پر اور اس کی آل پر اتم و اکمل صلوۃ و سلام ہو۔ بڑے اعلیٰ معارف اور اکمل علوم میں جو ہزار سال کے بعد ظہور میں آئے ہیں اور واجب تعالیٰ و ممکنات کی حقیقت کو جیسے کہ ممکن اور لائق ہے۔

بیان فرمایا ہے۔ پہلی امتوں میں ایسی ظلمت سے بھرے ہوئے۔

اس امت کا پیغمبر خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کے علماء کو انبیاء بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا ہے اور علماء کے وجود کے ساتھ انبیاء کے وجود سے کفایت کی ہے۔ اسی واسطے ہر صدی کے بعد اس امت کے علما میں سے ایک مدد مقرر کرتے ہیں۔ تاکہ شریعت کو زندہ کرے۔ خاص کر ہزار سال کے بعد جو کہ اولوالعزم پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت ہے اور جس طرح ہو پیغمبر پر اس وقت کفایت نہیں کی ہے۔ اسی طرح اس وقت ایک امام المعرفت و عارف درکار ہے جو گزشتہ امتوں کے اولوالعزم پیغمبر کے قائم مقام ہو۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید
دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا میکرد

اے فرزند! یہ معارف جو لکھے گئے ہیں۔ امید ہے کہ رحمانی الہامات سے ہوں گے جن میں ہرگز شیطانی وسوسوں کی آمیزش نہیں ہیں اور اس مطلب پر دلیل یہ ہے کہ لکھنے کے درپے ہوا اور اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا کی تو دیکھا کہ ملائکہ کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ اس مقام کے گردونواح سے شیطان کو دفع کرتے ہیں اور مکان کے گرد نہیں آنے دیتے۔ اور خود بینی کی گنجائش کیسے ہو سکے جب کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اپنا ذاتی نقص و شرارت ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور کمالات سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے منسوب ہیں۔

آپ کے خط سے مفہوم ہوا تھا کہ ولایت خاصہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ اس بات سے خداوند جل سلطانہ کا شکر بجالایا کہ بہت مدت سے یہ آرزو تھی کہ یہ دولت تمہیں حاصل ہو جائے۔ اب امیدوار ہو کر اس طرف متوجہ ہوا کہ تم کو اس دولت کی طرف جذب کرے۔ اور جب تم کو قہر و جبر سے اس ولایت میں لائے ہیں اس لئے بیس روز سے زیادہ ہوئے ہیں کہ تم کو اپنی بغل میں نگاہ رکھ کر پرورش کرتا ہے۔

من آن خاکم کہ ابر نو بہاری
کند از لطف برمن قطرہ باری
اگر بروید از من صدنہ بانم
چو مردن شکر لطفش کے توانم

فرزندی محمد صلی اللہ علیہ وسلم معصوم بالذات اس دولت کے قابل ہے حضرت حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے قول سے فعل لائے۔

اول اپنے عقائد کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق درست کریں۔

دوسرے فرض وسنت وواجب و حلال و حرام و مکروہ ومشتبہ کا علم جو فقہ میں مذکور ہے حاصل کریں اور اس علم کے موافق عمل درست کریں۔

تیسرے درجے پر علوم صوفیہ کی نوبت پہنچتی ہے جب تک وہ دو درست نہ کرلیں عالم قدس میں اڑنا محال ہے اور اگر ان دو بازوؤں کے حاصل ہونے کے بغیر احوال و مواجید میسر ہوں تو ان میں اپنی سراسر خرابی جاننی چاہئے اور ایسے احوال و مواجید سے پناہ مانگنی چاہئے۔

کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ

خوشی پر خوشی حاصل ہوئی کیونکہ بھائیوں کے زیادہ ہونے میں بہت بہت امیدیں ہیں اور آیت کریمہ سنشد عضدک باخیک (تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوی کریں گے بھی اسی مضمون کی موید ہے۔ مریدوں کی گرمجوشی مرشدوں کے کارخانے میں سردی ڈال دے۔ اس امر سے بہت ڈرتے رہنا چاہئے۔ اور مریدوں کے احوال و مقامات شیر ببر کی طرح جاننا چاہئے۔ اور ان پر فخر و مباہات نہ کرنا چاہئے۔

آپ نے اپنے احوال کی نسبت تفتیش کی تھی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ مقبولوں میں سے ہیں۔

استخارہ کے بعد دل کی طرف رجوع کرنی چاہئے۔ اگر اس کام کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ ہے تو اس کام کے کرنے پر دلالت رکھتا ہے اور اگر توجہ اس قدر ہے جس قدر کہ پہلے تھی اور کچھ کم نہیں ہوئی تب بھی منع نہیں ہے۔ اس صورت میں استخارہ کو دوبارہ سہ بارہ کرے، تاکہ توجہ کی زیادتی مفہوم ہو جائے استخارہ کے تکرار کی نہایت سات مرتبہ تک ہے۔ اگر استخارہ کے ادا کرنے کے بعد پہلی توجہ میں نقصان مفہوم ہو تو منع پر دلالت ہے۔ اس صورت میں بھی استخارہ کو مکرر کرنا بہتر اور مناسب ہے۔

ظالموں کے فتنہ سے آپ نے امن طلب کیا تھا۔ حق

تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو بلکہ آپ کی جگہ کو ان ظالموں کی شرارت سے محفوظ رکھا ہے۔

عشق میں ایسی بہت ہوتی ہیں باتیں بوالعجب احوال سے گزر کر محول یعنی اور حال کے پلٹانے والے تک پہنچنا چاہئے۔ اگر معرفت سے مشرف فرمائیں۔ تو زہے دولت وسعادت۔

آپ کے حال کے مناسب کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا ذکر اور تکرار ہے۔ اس حد تک کہ ودید و دانش میں کچھ نہ چھوڑے۔ اور حیرت وجہالت میں ڈال دے۔ اور معاملہ کو فنا تک پہنچادے۔ جب تک جہل وحیرت میں پہنچیں۔ فنا نصیب نہیں ہوتی۔ جس کو آپ فنا جانتے ہیں۔ اس فنا کو عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ نہ فنا سے۔ اور جب جہل تک پہنچے کے بعد فنا حاصل ہوگی تب پہلا قدم اس راہ میں لگایا ہوگا۔

لائے جاؤں کس طرح میں یار تک
راہ میں ہیں پر خطر کوہ اور غار

ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے۔ بعض اوقات ذکر اسم ذات نفع دیتا ہے۔ اور بعض اوقات ذکر نفی و اثبات مناسب ذکر کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت متوسط کے حال کے مناسب ہے۔ اور نماز نوافل کا ادا کرنا منتہی کے حال کے مناسب ہے۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست
دردن دیدہ اگر نیم موست بیسار است

اور فتوحات مدینہ کو چھوڑ کر فتوحات مکیہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا حال دائمی اور ان کا وقت استمراری ہے۔ ماسوائے اللہ کے نقش ان کے باطن سے اس طرح محو ہو جاتے ہیں کہ اگر ماسوائے کے حاضر کرنے میں ہزار سال تک توقف کریں تو بھی میسر نہ ہو اور وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کے لئے برق کی طرح ہے ان بزرگواروں کے لئے دائمی ہے اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان عزیزوں کے نزدیک اعتبار سے ساقط ہے۔ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ (وہ ایسے بہادر ہیں کہ تجارت اور خرید وفروخت ان کو ذکر سے غافل نہیں کرتی) ان کے مال کا بیان ہے۔

اس کے علاوہ ان کا طریقہ سب طریقہ سے قرب اور البتہ موصل ہے۔ اور دوسروں کی نہایت ان کی ہدایت میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ تمام مشائخ کی نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔

ایسے ایسے باپ دادا ہیں ہمارے جریر
کہ بیان مجلس میں تو بھی بات دادوں کی صفت

ایک دن صبح کی نماز کے بعد یاروں کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ بیخواستہ آپ کی طرف توجہ ہوئی اور بقایا آثار جو نظر آتے تھے۔ ان کے دور کرنے کے درپے ہوا۔ اور وہ ظلمتیں اور کدورتیں جو محسوس ہو رہی تھیں۔ ان کے دفع کرنے میں کوشش کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کے کمال کا ہلال بدر کامل بن گیا۔ اور جو کچھ ہدایت کے آفتاب میں امانت رکھا تھا۔ سب اس بدر میں منعکس ہوا۔ الحمد للہ سبحانہ علی ذالک اس طرف کے دشت وصحرا آپ کے وجود شریعت سے منور ہوں گے۔

نسبت جس قدر جہالت اور حیرت میں ترقی کرے اور جسد سے دور تر ہو اس قدر اصیل ہے اور مقصود حاصل ہونے کے نزدیک تر ہے۔

حضرت صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ مراتب کے اختلاف کے موافق نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بوجھ اٹھانے والے ہیں۔ اور حضرت امیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مناسبت اور جانب ولایت کے غلبہ کے باعث ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بوجھ اٹھانے والے ہیں۔ اور حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برزخیت کے اعتبار سے ہر دو طرف کے بوجھ اٹھانے والے فرمایا ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ اس اعتبار سے بھی ان کو ذی النورین کہیں۔ اور چونکہ حضرت شیخین رضی اللہ عنہم بار نبوت کے اٹھانے والے ہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
ہرچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

اس فقیر کو جب تک اپنے پیغمبر کی متابعت کے باعث مقام نبوت کے کمالات تک نہ پہنچایا اور کمالات سے کامل حصہ نہ دیا۔ تب تک شیخینؓ کے فضائل پر کشف کے طور پر اطلاع نہ

بخشی تھی۔ اور تقلید کے سوائے کوئی راہ نہ دکھایا تھا۔

بہشت میں اس امت کا داخل ہونا۔ ان دو بزرگواروں کی رائے اور تجویز سے ہوگا۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہشت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ اور لوگوں کے داخل ہونے کی تجویز فرماتے ہیں۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں۔ اور ایسا مشہود ہوتا ہے کہ گویا تمام بہشت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے نور کے بھرا ہوا ہے۔

اس حقیر کی نظر میں حضرات شیخینؓ کے لئے صحابہ کے درمیان علیحدہ شان اور الگ درجہ ہے۔ گویا یہ دونوں کسی کے ساتھ مشارکت نہیں رکھتے۔ حضرت صدیقؓ حضرت پیغمبر کے ساتھ گویا ہم خانہ ہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف علو و سفل یعنی بلندی اور پستی کا ہے۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے طفیل اس دولت سے مشرف ہیں۔ اور تمام صحابہؓ کرام آنحضرت کے ساتھ ہمسائیگی یا ہم شہر ہونے کی نسبت رکھتے ہیں۔ پھر اولیائے امت کا وہاں کیا دخل ہے۔

امام غزالی نے لکھا ہے کہ حضرت فاروقؓ کی ماتم پرسی کے دنوں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کی مجلس میں کہا کہ **مات الیوم تسع اعشار** آج نو حصے علم فوت ہوگیا۔

جب بعض میں اس معنے کے سمجھنے میں توقف دیکھا تو کہا کہ میری مراد علم سے علم باللہ ہے نہ علم حیض و نفاس اور ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب امت میں سے افضل ابوبکرؓ ہیں۔ پھر عمرؓ پھر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور جنہوں نے کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ وہ ارباب سکر اور اولیائے غیر مرجوع میں سے ہیں۔ جن کو کمالات نبوت سے زیادہ حصہ حاصل نہیں ہے۔ جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔ اور ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان **شرار امتی اجرء ھم علی اصحابی** میری امت میں سے برے وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں۔

اول لازم ہے کہ اپنے عقائد کو اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ علیہم کی بیطاراؤں کے موافق درست کریں۔ دوسرے احکام شرعیہ فقہیہ کے موافق عمل کریں۔ اور تیسرے صوفیہ کرام قدس سرہم کے بلند طریقہ پر سلوک کریں۔

میرے فرزند! موسم جوانی کو غنیمت جان کر علوم شرعی کے حاصل کرنے اور ان علوم کے مطابق عمل کرنے میں مشغول رہیں۔ اور کوشش کریں کہ یہ قیمتی عمر بیہودہ باتوں میں صرف نہ ہو جائے اور کھیل کود میں برباد نہ جائے۔

حضرت ابراہیم خلیل الرحمان علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دل کا اطمینان طلب فرمایا اور یقین کے حاصل ہونے میں عوام الناس کی طرح رویت بصری کے محتاج ہوئے۔ اور حضرت عزیر علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا **انی یحی ھذہ اللہ بعد موتھا** اللہ تعالیٰ ان کو مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا اور جس نے رجوع نہیں کیا اس نے اپنے یقین سے کہا ہے۔ **لو کشف الغطاء لما از ددت یقینا** اگر پردہ دور کیا جاوے تو پھر بھی میرا یقین زیادہ نہ ہوگا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے برے خطرات کی شکایت کی۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ **ذلک من کمال الایمان** یہ کمال ایمان سے ہے۔

کمال ایمان مراد ہے کمال یقین سے اور کمال یقین کمال قرب پر مترتب ہے قلب اور اس سے اوپر کے لطائف کو جس قدر قرب الٰہی زیادہ حاصل ہوگا۔ اسی قدر کمال و یقین بھی زیادہ ہوگا۔ اور قالب کے ساتھ اس کی بے تعلقی زیادہ ہوگی۔ اس وقت خطرات قالب میں زیادہ تر ہوں گے اور وسوسے بہت نامناسب ظاہر ہوں گے۔ پس ناچار برے خطروں کا سبب کمال ایمان ہوگا۔ برخلاف مبتدی اور متوسط کے کہ اس قسم کے خطرات ان کے لئے زہر قاتل ہیں۔ اور باطن کو نقصان دینے والے ہیں۔

دنیا وما فیھا اس لائق نہیں کہ قیمتی عمر خرچ کر کے اس کو حاصل کریں۔ اطلاع دینا شرط ہے یہ خواب خرگوش کب تک رہے گا۔

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو مرنے کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور ان کا حال پوچھا انہوں نے جواب میں کہا کہ سب عبارتیں اڑ گئیں اور سب اشارتیں فنا ہو گئیں۔ اور ہم کو دو رکعتوں کے سوا جو رات کے درمیان پڑھا کرتے تھے کسی چیز نے نفع نہ دیا۔

یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا۔ اور ظلمت و کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا۔

حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد** جس نے ہمارے اس امر میں ایسی نئی چیز پیدا کی جو اس میں سے نہیں ہے۔ تو وہ مردود ہے۔

اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اس کے حکموں کو مانو اور اطاعت کرو اگرچہ حبشی غلام ہو۔ کیونکہ تم میں سے کوئی میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس تمہیں لازم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو اور اس کے ساتھ پنجہ مارو۔ اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑو۔ اور نئے پیدائے ہوئے کاموں سے بچو۔ کیونکہ ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی پس جب ہر محدث بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت تو پھر بدعت میں حسن کے کیا معنی ہوئے۔

نیز جو کچھ احادیث سے مفہوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر بدعت سنت کی رافع ہے بعض کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بس ہر بدعت سیئہ ہے۔

جب کوئی قوم بدعت پیدا کرتی ہے تو اس جیسی ایک سنت اٹھائی جاتی ہے پس سنت سے پنجہ مارنا بدعت کے پیدا کرنے سے بہتر ہے۔

اے فرزند! دنیائے کمینی کی تروتازگی پر فریفتہ نہ ہونا اور اس کے بے فائدہ وشان وشوکت پر مفتون نہ ہونا کہ یہ بے مقدار اور بے اعتبار ہے۔

چار عورتیں نکاح کے ساتھ اور لونڈیں جس قدر چلیں مباح فرمائی ہیں طلاق کو عورتوں کی تبدیلی کا وسیلہ بنایا ہے اور کھانے پینے کی چیزوں میں سے بہتوں کو مباح اور تھوڑوں کو حرام کیا ہے۔ اور وہ بھی بندوں کی بہتری اور فائدے کے لئے۔

وہ فرق جو حلال وحرام ہونے کے باعث پیدا ہوتا ہے وہ جدا ہے اور وہ تمیز جو خدائے تعالیٰ کی رضا مندی اور اس کی نارضامندی کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ الگ ہے۔

اور اگر بعض ریشمی کپڑوں کو حرام کیا ہے تو کیا ڈر ہے جب کہ کئی قسم کے قیمتی اور زیب و زینت والے کپڑے اس کے عوض حلال کئے ہیں پشمینہ کا لباس جو عام طور پر مباح کیا ہے ریشمی لباس سے کئی درجے بہتر ہے باوجود اس کے ریشمی لباس کو عورتوں پر مباح فرمایا ہے۔ اس کے نفع بھی مردوں کو ہی پہنچتے ہیں۔ اور یہی حال چاندی اور سونے کا ہے کہ ان سے عورتوں کے زیور مردوں ہی کے فائدے کے لئے بنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مشرکوں پر یہ بات ہی بہت بھاری ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔

اس گروہ میں یہ بات ثابت ومقرر ہے کہ جو کچھ ظاہر ہوتا رہے خواہ صحیح ہو یا غلط بے تحاشا اپنے پیر کی طرف ظاہر کرتے رہیں۔ کیونکہ غیر صحیح میں بھی تاویل وتعبیر کا احتمال ہے پس اس کے ظاہر کرنے سے چارہ نہیں۔ شہداء کے بارہ میں ایسی ایسی زیادہ باتیں واقع ہوئی ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں نہیں ہیں۔ لیکن باوجود اس امر کے کلی فضیلت نبی کے لئے ہے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔

اسلام غریب ہوتا جاتا ہے اہل بیت کے آپ جیسے جوانمردوں سے نہایت ہی زیبا اور خوب ہے کیونکہ یہ دولت آپ جیسے بزرگوں کے خاندان کی خانہ زاد ہے۔

حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ایسے زمانہ میں موجود ہوئے ہو کہ اگر اوامر ونواہی میں سے دسویں حصہ کو ترک کرو تو ہلاک ہو جاؤ۔ اور تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ اوامر ونواہی سے دسویں حصہ کو بجا

لائیں گے۔ تو اخلاصی پائیں گے اب یہ وقت وہی وقت ہے اور یہ لوگ وہی لوگ ہیں۔

گوئے توفیق و سعادت درمیاں افگندہ اند
کس میداں درنمے آید سواراں راچہ شد

بڑا میدان میں ہے گیند توفیق و سعادت کا
ہوا کیا ہے سواروں کو کوئی آگے نہیں بڑھتا

کافر لعین گوبند اور اس کی اولاد کا مارا جانا بہت خوب ہوا۔ اور ہنود مردود کی بڑی شکست کا باعث ہوا۔ خواہ کسی نیت سے اس کو قتل کیا ہو۔ اور خواہ کسی غرض سے اس کو ہلاک کیا ہو بہر حال کفار کی خواری اور اہل اسلام کی ترقی ہے۔

اس فقیر نے اس کافر کے قتل ہونے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ بادشاہ وقت نے شرک کے سرخیمہ وسائبان توڑا ہے۔ واقعی وہ بہت بت پرست اہل شرک کا رئیس اور اہل کفر کا امام تھا خذھم اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے۔

آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فسانہ پیدا ہوا تھا۔ وہ علما ہی کی کمبختی سے ظہور میں آیا تھا۔ اس بارہ میں امید ہے کہ پورا پورا تتبع مدنظر رکھ کر علمائے دیندار کے انتخاب کرنے میں پیش دستی کریں گے علماء بد دین کے چور ہیں۔ سب لوگوں میں برے برے عالم ہیں۔ اور سب خلقت سے اچھے اچھے عالم ہیں۔

ہوا جو مجھ سے ہے گم گر سلیماں سے وہ گم ہوتا
سلیماں بھی پری بھی دیو بھی ہر ایک خون روتا

اسلامی نشانوں میں سے ایک نشان اسلامی شہروں میں قاضیوں کا مقرر کرنا۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

تواضع اور حسن خلق جو فقرا کے لوازم میں سے ہے ظاہر کرتے ہیں کہ تو کوتاہ اندیش لوگ اپنی بدظنی سے خیال کرتے ہیں کہ طامع اور محتاج ہیں اس لئے اس بدظنی سے دنیا و آخرت کا خسارہ حاصل کرتے ہیں اور ان کے کمالات سے محروم رہتے ہیں۔ اگر فقراء استغناء اور لاپروائی سے کہ یہ بھی لوازم فقر سے ہے کوئی بات کریں تو کوتاہ نظر اپنی بدخلقی سے قیاس کرتے ہیں کہ متکبر اور بدخلق ہیں اور نہیں جانتے کہ استغناء بھی لوازم سے ہے

راہ سلوک سے مراد علم طریق سلوک اور دس مشہور مقامات کا ترتیب وار اور مفصل طور پر طے کرنا ہے اس طریقہ میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ پر مقدم ہے اور اس میں انابت وتوبہ ہدایت کی شرط ہے اور راہ نا مسلوک سے مراد جذبہ اور محبت کا طریقہ ہے اور اس میں تصفی قلب تزکیہ نفس پر مقدم ہے اور یہ اجتہاد کا راستہ ہے جس میں انابت وتوبہ کی شرط نہیں اور یہ طریق محبوبوں اور مرادوں کا طریق ہے۔

یہ مقام کچھ بیان کا طالب ہے گوش ہوش سے سننا چاہئے کہ جسد کا تربیت کرنے والا روح ہے اور قالب کا تربیت کرنے والا قلب ہے قوائے جسدی قوت روحانی سے حاصل کئے ہوئے ہیں اور حواس قلبی کی نورانیت سے مستفاد ہیں پس ناچار حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف قلب و روح کی توجہ کرنے کے وقت جو طریق جذبہ میں لازم ہے ابتدائے حال میں کہ نقص کا وقت جس کی تدبیر اور قالب کی تربیت میں فتور پڑ جاتا ہے۔ جو اس کے بے کار ہونے اور شعور سے بے خبر ہونے کا باعث ہو جاتا ہے اور قوی اور اعضاء کی سستی تک پہنچا دیتا ہے اور بے اختیار زمین پر سلا دیتا ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو گالی دی اور کہا کہ وہ کفر اور گمراہی پر تھے وہ واجب القتل ہے۔

اور حضرت مولانا جامی نے خطائے منکر کہا ہے اس نے زیادتی کی ہے۔ خطا پر جو کچھ زیادہ کریں خطا ہے۔ اور جو کچھ اس کے بعد کہا ہے اگر وہ لعنت کا مستحق ہے الخ یہ بھی نامناسب کہا ہے اس کی تردید کی کیا حاجت ہے اور اس میں کونسا محل اشتباہ ہے۔ اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتا تو بیشک جائز تھا۔ لیکن حضرت معاویہ کے حق میں کہنا برا ہے اور احادیث نبوی میں معتبر اور ثقات کی اسناد سے مروی ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاویہ کے حق میں دعا کی ہے۔

اور امام مالک نے جو تابعین میں سے ہیں۔ اور اس کے ہمعصر اور علمائے مدینہ میں سے زیادہ عالم ہیں معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم دیا ہے جیسے

کہ اوپر گزر چکا۔ اگر وہ گالی کا مستحق ہوتا تو اس کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیتے پس معلوم ہوا کہ اس کو گالی نکالنا کبیرہ گناہ جان کر اس کے گالی نکالنے والے کو قتل کا حکم دیا ہے۔

یزید بد بخت فاسقوں کے زمرہ میں سے ہے اس کی لعنت میں توقف کرنا اہل سنت کے مقرر اصل کے باعث ہے کیونکہ انہوں نے معین شخص کے لئے اگر چہ کافر ہو لعنت جائز نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب فتنے اور بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور میرے اصحاب کو گالیاں دی جائیں تو عالم کو چاہئے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے۔ پس جس نے ایسا نہ کیا اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہ کرے گا۔

منقول ہے کہ حضرت مہدی اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کو رواج دیں گے اور سنت کو زندہ فرمائیں گے تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنایا ہوگا اور اس کو حسن خیال کر کے دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا تعجب سے کہے گا کہ اس شخص نے ہمارے دین کو دور کر دیا ہے۔ اور ہمارے مذہب و ملت کو مار دیا اور خراب کر دیا ہے۔ حضرت مہدی اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور اس کے حسنہ کو سیئہ خیال کریں گے۔

صحیح حدیث اس بارہ میں الا ایام ایام اللہ والعباد عباد اللہ (دن اللہ کے دن ہیں۔ اور بندے بھی اللہ کے بندے ہیں) ہے

منحوس دن گذشتہ امتوں کی نسبت تھے عالم صغیر سے مراد انسان ہے اور عالم کبیر سے مراد مجموعہ کائنات۔ اور ان پنجگانہ کے اصول میں سیر کا آغاز عرش مجید سے ہے۔ جو انسان کے قلب کا اصل ہے اور اس کے اوپر روح انسانی کا اصل ہے۔ اور اس کے اوپر سر انسانی کا اصل ہے اور اصل سر کے خفی کا اصل ہے اور اصل خفی کے اوپر اخفی کا اصل ہے۔

جب عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کو مفصل طور پر طے کئے اس کے اخیر نقطہ تک پہنچتے ہیں اس وقت دائرہ امکان تمام طے ہو کر فناء کی منزلوں میں سے اول منزل میں قدم رکھا جاتا ہے۔

بعد ازاں اگر ترقی واقع ہو تو اسماء وصفات واجب تعالیٰ کے ظلال میں سیر واقع ہوگا اگر اللہ جل شانہ کے فضل سے ان ظلال کی بہت سی منزلوں کو بھی طے کر کے ان کے اخیری نقطہ تک پہنچ جائیں۔ تو پھر اسماء وصفات واجب تعالیٰ میں سیر شروع ہوگا اور اسماء وصفات کی تجلیات ظاہر ہوں گی۔ اور شیون واعتبارات کا ظہور جلوہ فرمائے گا اس وقت عالم امر کے پنجگانہ لطائف کا معاملہ سب کا سب طے ہو جائے گا اور ان کا حق ادا ہو چکے گا عجب معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ کی اقربیت زیادہ قریب ہونا ہماری ابدیت زیادہ دور ہونے کا سبب ہوئی۔

یونان کے قدیم فلسفیوں نے باوجود اعلیٰ دانا ہونے کے صانع کے وجود کی طرف ہدایت نہ پائی اور کائنات کے وجود کو دھر یعنی زمانہ کی طرف منسوب کیا لیکن جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے انوار کا دن چڑھا تو متاخرین فلسفیوں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے انوار کی برکت سے اپنے متقدمین کے مذہب کو رد کیا اور صانع جل شانہ کے وجود کے قائل ہوئے۔

سوال: اگر شاہق جبل جو بت پرست ہے

منکشف فرمایا کہ یہ لوگ نہ بہشت میں ہمیشہ رہیں گے نہ دوزخ میں بلکہ آخرت کے بعث واحیا کے بعد ان کو مقام حساب میں کھڑا رکھ کر گناہوں کے انداز کے موافق ان کو عتاب وعذاب دیں گے اور حقوق پورے کر کے غیر مکلف حیوانوں کی طرح ان کو بھی معدوم مطلق اور لاشئے محض کر دیں گے۔

اے فرزند! یہ فقیر جس قدر ملاحظہ کرتا ہے اور نظر وسیع کرتا ہے کوئی ایسی جگہ نہیں پاتا۔ جہاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نہ پہنچی ہو۔ بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آفتاب کی طرح سب جگہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا نور پہنچا ہے حتیٰ کہ یاجوج ماجوج میں بھی جن کی دیوار حائل ہے پہنچا ہوا ہے۔ اور گذشتہ امتوں میں ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت کم ہے جہاں پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو حتیٰ کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ سے دور دکھائی دیتی ہے معلوم کرتا ہے کہ اہل ہند سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔

زمین ہند میں گاؤں اور شہروں کی ہلاکت کے آثار بہت پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ اگر چہ ہلاک ہوگئے لیکن وہ دعوت کا کلمہ ان کے ہمسروں کے درمیان باقی رہا۔ کفار سب

کے سب انکار کے درپے تھے۔ ہم اس میں بعض سرکش مردودوں کو دوزخ کے وسط میں دیکھتے ہیں۔

اے فرزند! اسم باطن کے سیر کی نسبت کیا لکھا جائے اس سیر کا حال استتار و تبطن (در پردہ رہنے) کے مناسب ہے البتہ اس قدر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسم ظاہر کا سیر صفات میں ہے بغیر اس بات کے کہ ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہو۔ اور اس باطن کا سیر بھی اگرچہ اسما میں ہے لیکن ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہے اور یہ اسما ڈھالوں کی طرح ہیں جو حضرت ذات کے روپوش ہیں۔

مثلاً صفت علم میں ہرگز ذات ملحوظ نہیں ہے۔ لیکن اس کے اسم علیم میں پردہ صفت کے پیچھے ذات ملحوظ ہے۔ کیونکہ علیم ایک ذات ہے جس کی صفت علم ہے پس علم کا سیر اس ظاہر کا سیر ہے اور علیم کا سیر اسم باطن کا سیر۔ باقی تمام صفات و اسما کا حال اسی پر قیاس ہے۔

مثلاً کہا گیا ہے کہ پنجگانہ عالم امر کو طے کر کے ان کے اصول کا سیر کرے تا کہ دائرہ امکان تمام ہو جائے۔ اس تھوڑی سی عبادت میں سیر الی اللہ کا پورا ذکر آ چکا ہے۔ اس کے سیر کے حاصل ہونے میں پنجاہ ہزار سال کی راہ کا اندازہ کیا گیا ہے۔

آیت کریمہ **تعرج الملئکہ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ** (فرشتے اور روح چڑھتے ہیں ان دن میں جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے اسی مطلب کی رمز کو بیان کرتی ہے)

من عرف اللہ کل لسانہ جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہوگئی اور تجلی ایک قسم کی ظلیت چاہتی ہے اس لئے اس مقام میں شیون کے ملاحظہ سے چارہ نہیں۔

بعض ملائکہ آگ اور برف سے مخلوق ہیں اور ان کی تسبیح **سبحان الذین من جمع بین النار والثلج** ہے (پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو جمع کر دیا)

ایک شہر کی فنا (گرد و نواح کا میدان) ظاہر ہوئی۔ اس فنا کی مسافت طے کرنے کے بعد اس شہر میں داخل ہوا۔ میں نے معلوم کیا کہ شہر تعین اول سے مراد ہے جو تمام مراتب اسماء اور صفات و شیون و اعتبار ذاتیہ کا جامع ہے۔

تعین اول جس سے وہ شہر جامع مراد ہے انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تمام ولایات کا جامع اور ولایات علیا کا منتہا ہے۔ جو اصلی طور پر ملائے اعلیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ سیر جو اس شہر کے اوپر واقع ہو وہ کمالات نبوت کا شروع ہے ان کمالات کا حاصل ہونا انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ کمالات مقام نبوت سے ناشی اور پیدا ہوئے ہیں اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو بھی ان کی تابعداری کے سبب ان کمالات سے کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ اور لطائف انسانی کے درمیان عنصر خاک کو اصالت کے طور پر ان کمالات کا بہت سا حصہ حاصل ہے باقی تمام اجزائے انسانی خواہ وہ عالم امر سے ہوں خواہ عالم خلق سے سب اس مقام میں اسی عنصر پاک کے تابع ہیں اور اسی کی طفیل اس دولت سے مشرف ہیں اور چونکہ یہ عنصر بشر کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہو گئے اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ مقام نبوت کو مقام ولایت سے وہ نسبت ہے جو غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ ہے۔

سبحان اللہ! اس سرے سے جاہل کہتا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے **کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم** چھوٹا منہ بڑی بات اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اس سیر کو بھی انجام تک پہنچایا تو مشہود ہوا کہ اگر بالفرض ایک قدم اور سفر میں زیادہ کرے تو عدم محض میں پڑے گا۔ کیونکہ اس کے آگے عدم محض کے سوا کچھ نہیں۔

اے فرزند! اس ماجرا سے تو یہ وہم نہ کرے کہ عنقا شکار ہو گیا۔ اور سیمرغ جال میں پڑ گیا کیونکہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء ثم الوراء ہے۔

ابھی اونچا ہے استغنا کا دیوان
وہاں چڑھنے کا مت کر فکر نادان

اے فرزند! یہ معاملہ انسان کی اس ہیئت وحدانی سے مخصوص ہے جو عالم خلق اور عالم امر ائے مجموعہ پیدا ہوئی ہے باوجود اس کے اس مقام میں بھی سب کارئیں عنصر خاک ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نبوت کے مرتبہ ہبوط میں کلی طور پر

خلق کی طرف توجہ ہے۔ اور ولایت کے مرتبہ ہبوط کلی طور پر خلق کی طرف منہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا باطن روبحق ہے اور اس کا ظاہر روبخلق اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب ولایت نے عروج کے مقامات کو تمام نہ کر کے نزول کیا ہے اسی واسطے فوق کی نگرانی ہر دم اس کی دامن گیر ہے اور خلق کی طرف کلی طور پر اس کی توجہ کی مانع ہے برخلاف صاحب نبوت کے کہ اس نے مقامات عروج کو تمام کر کے ہبوط فرمایا ہے اسی واسطے وہ کلی طور پر خلق کو خالق کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہے یہ معرفت شریفہ اور اس قسم کے اور معارف اس قسم کے ہیں پہلے کسی نے بیان نہیں کئے۔

اے فرزند! جان لے کہ جب طریقہ نقشبندیہ میں سیر کی ابتداء قلب سے ہے۔ جو عالم امر سے ہے تو بات کی ابتداء بھی عالم امر سے کی گئی برخلاف مشائخ کرام کے باقی طریقوں کے جو شروع میں تزکیہ نفس کرتے ہیں اور قالب یعنی وجود کو پاک فرماتے ہیں۔ اور بعد ازاں عالم امر میں آتے ہیں۔ اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اس میں عروج کرتے ہیں۔

پس جو کچھ دوسروں کے لئے وصول کا مانع ہے۔ وہ ان بزرگواروں کے لئے مدومعاون ہے۔

وہ سیر جو بزرگان نقشبندیہ قدس سرہم نے اختیار کیا ہے۔ اور اس کو عالم امر سے شروع کیا ہے۔ نہایت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ کیونکہ ادنے سے (جو عالم امر ہے) اعلیٰ کی طرف (جو عالم خلق ہے) ترقی کرنی چاہئے۔ نہ کہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف لیکن کیا کیا جائے۔ یہ معما سب پر نہیں کھلا۔ کہ مستحق کرامت گنہگار انند حاصل کلام یہ ہے کہ ان کامل اولیاء کے لئے جن سیر انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سیر کے موافق ہو۔ ابتداء میں شریعت کی صورت ہے۔ اور وسط میں طریقت وحقیقت جو ولایت سے تعلق رکھتی ہے اور عالم امر کے مناسب ہیں اور آخر میں شریعت کی حقیقت جو نبوت کا ثمرہ ہے۔ وہ منصف جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی کی طرف نظر کرے۔ اور شریعت کی عظمت اس پر غالب ہو۔ امید ہے کہ ان اسرار غامضہ کو قبول کر لے گا۔ اور اس قبول کو اپنے ایمان کی زیادتی کا وسیلہ بنائے۔

ہاں بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے رنج اور دیدار کی دولت اور حرمان کی بدبختی سب عالم خلق سے وابستہ ہیں۔ عالم امر کے ساتھ ان کو کچھ تعلق نہیں ہے دوسرے وہ عمل جو فرض و واجب وسنت ہیں۔ ان کا بجالانا قالب سے تعلق رکھتا ہے۔ جو عالم خلق سے ہے۔ اور اعمال نافلہ عالم امر کا نصیب ہیں۔ پس قرب جو ان اعمال کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے اعمال کے اندازہ کے موافق ہوگا۔ پس ناچار وہ قرب جو فرائض کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے۔ عالم خلق کا نصیب ہے نفل فرض کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریائے محیط کی ہی نسبت ہوتی۔ بلکہ نفل کی سنت کے مقابلہ میں یہی نسبت ہے اگرچہ سنت وفرض کے درمیان بھی قطرہ اور دریا کی نسبت ہے۔

صوفیہ خام ذکر وفکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور چلہ اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ وجماعت کو ترک کر دیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو مدنظر رکھ کر ذکر وفکر میں مشغول ہونا ہی بہتر اور ضروری ہے نوافل کا ادا کرنا عالم امر کے مناسب ہے جس کا منہ ظل کی طرف ہے۔ فرائض اگرچہ سب کے سب اصلی قرب بخشتے ہیں لیکن ان میں سے افضل واکمل نماز ہے۔

تنبیہ: جس عارف کو عالم امر کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی۔ اس کا قدم کمالات ولایت میں زیادہ تر ہوگا اور جس کو عالم خلق کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی اس کا قدم کمالات نبوت میں بڑھ کر ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عالم امر کی نسبت بلند ہے جس کے باعث وہ روحانیوں سے مل گئے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عالم خلق کی جانب غالب ہے۔ جس کے باعث انہوں نے مشاہدہ پر کفایت کر کے رویت بصر طلب فرمائی۔

اے فرزند! اس مطمئنہ کے لئے اب مخالفت کی گنجائش اور سرکشی کی مجال نہیں رہی۔ کلی طور پر اپنے مطلوب کی متوجہ ہے۔ اور پورے طور پر مقصود کے حاصل کرنے کے درپے ہے۔ رضائے پروردگار کے سوا اس کا کوئی ارادہ نہیں۔ اور حق تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کے سوائے اس کا کچھ مطلب نہیں۔ سبحان اللہ! وہ امارہ جو اول بدترین خلائق تھا۔ اطمینان اور حضرت سبحان کی رضا حاصل ہونے کے بعد عالم امر کے

لطائف کا رئیس ہو گیا۔ اور اپنے ہمسروں کا سردار بن گیا مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا سچ فرمایا ہے **خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا** (جو لوگ جاہلیت میں تم سے اچھے تھے وہ اسلام میں بھی تم سے اچھے ہیں جب انہوں نے دین سمجھ لیا)

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

جس طریقہ کے ساتھ حق تعالیٰ نے اس حقیر کو ممتاز کیا ہے اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے جس ابتدا میں دوسروں کی انتہاء مندرج ہے۔ اسی بنیاد پر بہت سی عمارتیں اور کئی قسم کے محل بنائے گئے ہیں اگر یہ بنیاد نہ ہوتی، معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا۔ یعنی بخارا و سمرقند سے اس بیج کو لا کر زمین ہند میں جس کا خمیر یثرب و بطحا کی خاک سے ہے، بویا، اور فضل کے پانی کے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی ترتیب سے اس کی ترتیب کی جب وہ کھیتی کمال تک پہنچ گئی ان علوم و معارف کا ثمرہ اس سے حاصل ہوا۔ جاننا چاہئے کہ اس طریقہ علیہ کا سلوک شیخ مقتدا کی محبت کے رابطہ پر وابستہ ہے جس نے سیر مرادی اس راہ کو طے کیا ہو اور قوت انجذاب سے ان کمالات کے ساتھ رنگا ہوا ہو۔ اس کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے۔ اور اس کی توجہ باطنی مرضوں کو دور کرتی ہے ان کمالات کا صاحب اپنے وقت کا امام اور اپنے زمانہ کا خلیفہ ہے۔ اقطاب و ابدال اس کے اس کے مقامات کے ظلال میں خوش ہیں۔ اور اوتاد و نجباء اس کے کمالات کے سمندر سے ایک قطرہ پر قناعت کئے بیٹھے ہیں۔ اس کی ہدایت و ارشاد کا نور اس کے ارادہ و خواہش کے بغیر آفتاب کے نور کی طرح سب پر چمکتا ہے۔ وہ شیخ جس کے وجود شریف پر طریق وصول میں سے کسی خاص طریقہ کی بنا کا مدار ہے۔ بیشک صاحب علم اور سیر کی تفصیل سے آگاہ ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو اسی کے علم پر کفایت کر کے اس کے ذریعے سے مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچاتے ہیں اور فنا و بقاء سے مشرف کرتے ہیں۔

خاص کند بندہ مصلحت عام را

خربزہ جو سورج کی گرمی سے دم بدم پکتا جاتا ہے۔ اور کچھ زمانہ کے بعد پک جاتا ہے۔ اس کے لئے کیا ضرورت ہے کہ اس کو اپنے پک جانے کا علم ہو۔ یا سورج کو اس کے پکانے کا علم ہو۔ ہاں اختیاری سلوک و تسلیک کے لئے جو دوسرے سلسلوں میں مربوط ہے۔ علم کا ہونا ضروری ہے لیکن ہمارے طریق میں جو اصحاب علیہم الرضوان کا طریق ہے۔ سلوک و تسلیک کا علم کچھ درکار نہیں ہے اگر شیخ مقتداء جو اس طریقہ کے بانی کی طرح ہے کمال علم اور نور معرفت سے متحقق ہے۔ پس ناچار اس طریقہ علیہ میں زندے اور مردے اور بوڑھے جوان اور بچے اور میانہ عمر والے سب وصول کے حق میں برابر ہوں گے۔ جو صاحب دولت کی محبت کے رابطے یا توجہ سے اپنے بلند مقصودوں تک پہنچتے ہیں **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم** یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ہزار نکتہ باریک تر زموایں جاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

قطب ارشاد جو کمالات فردیہ کا بھی جامع ہوتا ہے۔ بہت عزیز الوجود اور نایاب ہے۔ اور بہت سے قرنوں اور بے شمار زمانوں کے بعد اس قسم کا گوہر ظہور میں آتا ہے۔ اور عالم تاریک اس کے نور ظہور سے نورانی ہوتا ہے اور اس کی ہدایت و ارشاد کا نور محیط عرش سے لے کر مرکز فرش تک تمام جہان کو شامل ہوتا ہے اور جس کسی کو رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت حاصل ہونا ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے اور اسی سے مستفاد ہوتا ہے اور اس کے وسیلہ کے بغیر کوئی شخص اس دولت کو نہیں پا سکتا۔ مثلاً اس کی ہدایت کے نور نے دریائے محیط کی طرح تمام جہان کو گھیرا ہوا ہے اور وہ دریا گویا منجمد ہے۔ اور ہرگز حرکت نہیں کرتا۔ اور وہ شخص جو اس بزرگ کی طرف متوجہ ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے یا یہ کہ وہ بزرگ طالب کے حال کی طرف متوجہ ہے تو توجہ کے وقت گویا طالب کے دل میں ایک روزن کھل جاتا ہے۔ اور اس راہ سے توجہ اخلاص کے موافق اس دریا سے سیراب ہوتا ہے ایسے ہی وہ شخص جو ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہے اور اس عزیز کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہے انکار سے نہیں بلکہ اس کو پہچانتا نہیں ہے۔ اس کو بھی یہ آفادہ حاصل ہو جاتا ہے لیکن پہلی صورت میں دوسری صورت کی نسبت افادہ بہتر اور بڑھ کر ہے لیکن وہ شخص جو اس بزرگ کا منکر

ہے یا وہ بزرگ اس سے آزردہ ہے۔ اگر چہ وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ لیکن وہ رشد وہدایت کی حقیقت سے محروم ہے۔

اس قدر کہنا ہے کافی واسطے داناؤں کے
کر دیا اعلان میں نے کوئی شاید سنا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔
الصلوٰۃ معراج المؤمنین نماز مومنوں کی معراج ہے۔
نیز فرمایا **اقرب ما یکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ** سب سے زیادہ اعلیٰ قرب جو بندے کو رب سے ہوتا ہے۔ وہ نماز میں ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کا اس جہان میں اس دولت کا بہت سا حصہ نماز میں حاصل ہے اگر چہ رویت میسر نہیں۔ کیونکہ یہ جہان اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر نماز کا حکم نہ ہوتا، چہرہ مقصود سے نقاب کون کھولتا۔ اور طالب کو مطلوب کی طرف رہنمائی کون کرتا۔ نماز ہی غمزدوں کی غمگساری ہے۔ اور نماز ہی بیماروں کے لئے راحت بخش ہے۔ **ارحینی یا بلال** (راحت دے مجھے اے بلال) اسی ماجرا کی رمزہ ہے اور **قرۃ عینی فی الصلوٰۃ** نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔) میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔

نمازی جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے نماز کے ادا کرنے کے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس دولت سے جو آخرت سے مخصوص ہے، حصہ کر لیتا ہے، اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل فائدہ پالیتا ہے کیونکہ عالم دنیا کمالات ظلی پر منحصر ہے اور وہ معاملہ جو ظلال سے باہر ہے وہ آخرت سے مخصوص ہے۔ پس معراج سے چارہ نہ ہوگا اور وہ مومنوں کے حق میں نماز ہے یہ دولت اس امت کے ساتھ مخصوص ہے جو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے سبب کہ شب معراج میں دنیا سے آخرت میں چلے گئے اور بہشت میں پہنچ کر حق تعالیٰ کی رویت کی دولت سے مشرف ہوئے اس کمال کے ساتھ مشرف ہوئی۔ اور اس سعادت سے فیض یاب ہوئی۔

بہت سے لوگوں نے اپنے اضطراب و بیقراری کی تسکین سماع ونغمہ ووجد وتواجد سے حاصل کی اور اپنے مطلوب کو نغمہ کے پردہ میں مطالبہ کیا۔ اسی واسطے رقص اور رقاصی کو اپنی عادت بنا لیا حالانکہ انہوں نے سنا ہوگا کہ **ما جعل اللہ فی الحرام شفاء** اللہ نے حرام میں شفا نہیں رکھی۔ ہاں **الغریق یتعلق بکل حشیش وحب الشیء یعمی ویصم** (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اور کسی شے کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے)

اگر نماز کے کمالات کی حقیقت کچھ بھی ان پر منکشف ہو جاتی تو ہرگز سماع ونغمہ کا دم نہ مارتے اور وجد وتواجد کو یاد نہ کرتے۔

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

اے برادر! جس قدر فرق نماز ونغمہ میں ہے اسی قدر فرق نماز کے مخصوصہ کمالات اور نغمہ سے پیدا ہوئے ہوئے کمالات ہے۔ **العاقل تکفیہ الاشارۃ.**

یہ وہ کمالات ہیں جو ہزار سال کے بعد وجود میں آئے ہیں اور آخریت ہے، جو اولیت کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے۔ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی سبب سے فرمایا ہے۔

دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس امت میں سے بہترین اول ہیں یا آخر اور درمیان میں کدورت وتیرگی ہے **الاسلام بدء غریباً و سیعود کما بدء فطوبی للغرباء** اسلام غریب شروع ہوا پھر ویسا ہی غریب ہو جائے گا پس غربا کو خوشخبری ہے۔

ولے چوں شہ مرا برداشت از خاک
سزد گر بگذرانم سر زافلاک
من آن خاکم کہ ابر نو بہاری
کند از لطف برمن قطرہ باری
اگر بروید ازتن صد زبانم
چوسوسن شکر لطفش کے توانم

جب آپ نے قدم رنجہ فرمایا ہے تو جلدی تشریف لائیں۔ کیونکہ مشتاق مدت سے منتظر ہیں اور بیت اللہ کی خبریں سننے کی آرزو رکھتے ہیں۔ یہ فقیر کے نزدیک جس طرح کعبہ کی صورت کیا ملک کیا بشر تمام خلائق کی صورتوں کے لئے مسجود الیہ ہے۔ اسی طرح کی حقیقت بھی ان صورتوں کی حقائق کے لئے مسجود الیہ ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ نماز میں اس دولت کے حاصل ہونے کا عمدہ ذریعہ کعبہ کی طرف جو حقائق الٰہی جل شانہ

کے ظہورات کا مقام ہے۔ نماز کا توجہ کرنا ہے۔ پس کعبہ دنیا میں ایک عجوبہ ہے جو صورت میں دنیا سے ہے۔ لیکن حقیقت میں آخرۃ سے ہے۔ اور نماز نے بھی اس کے وسیلہ سے یہ نسبت پیدا کر لی ہے اور صورت وحقیقت میں دنیا وآخرت کی جامع ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ حالت جو نماز کے ادا کرنے کے وقت میسر ہوتی ہے۔ ان تمام حالات سے جو نماز کے سوا حاصل ہوں، برتر ہے۔ کیونکہ وہ حالات اگر چہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں دائرہ ظل سے باہر نہیں ہیں اور یہ حالت اصل سے حصہ رکھتی ہے پس جس قدر اصل اور ظل کے درمیان فرق ہے اسی قدر ان حالات کے درمیان فرق ہے اور مشاہدہ میں آتا ہے کہ وہ حالت جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے موت کے وقت ظاہر ہوگی۔ وہ نماز کی حالت سے برتر ہوگی۔ کیونکہ موت احوال آخرت کے مقدمات میں سے ہے۔ اور جو حالت آخرت کے زیادہ نزدیک ہے وہ زیادہ اتم واکمل ہے۔ کیونکہ اس جگہ صورت کا ظہور ہے اور وہاں حقیقت کا ظہور پس دونوں میں کس قدر فرق ہے۔ اور ایسے ہی وہ حالت جو اللہ جل شانہ کے کرم وفضل سے برزخ صغرا یعنی قبر میں میسر ہوگی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لله جنة ليس فيها حور ولا قصور يتجلى فيها ربنا ضاحكاً اللہ تعالیٰ کا جنت ہے جس میں نہ کوئی حور ہے نہ کوئی محل۔ اس میں اللہ تعالیٰ ہنستے ہوئے تجلی فرمائے گا۔

فقیر جب دنیا کو پورے طور پر ملاحظہ کرتا ہے تو محض خالی پاتا ہے۔ اور مطلوب کی کچھ بو اس کے دماغ میں پہنچتی۔

اس مقام میں صرف نماز ہی ہے جو اصل سے کچھ حصہ رکھتی ہے آپ اپنے کام کی طرف متوجہ رہیں اور اسماء وصفات کے ملاحظہ کے بغیر ذکر اسم ذات تعالیٰ میں مشغول رہیں۔ یہاں تک کہ معاملہ جہالت تک پہنچ جائے اور کام حیرت تک انجام پاجائے۔

آپ عزلت وگوشہ نشینی اختیار کریں۔ لیکن مسلمانوں کے حقوق کی رعایت سے ہاتھ نہ دیں۔

مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہیں سلام کا جواب دینا، بیمار پرسی کرنا، جنازہ کے پیچھے چلنا، دعوت کا قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا لیکن دعوت کے قبول کرنے میں چند شرائط ہیں ہمارا طریق صحبت ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت۔ کیونکہ ایک دوسرے میں فانی ہونا صحبت کی شرط ہے۔ جو بغیر موافقت کے میسر نہیں ہوتا۔ اور مریض کی عیادت سنت ہے۔ اگر اس مریض کا کوئی شخص خبر گیر ہے اور اس کی بیمار پرسی کرتا ہے ورنہ اس بیمار کی بیمار پرسی واجب ہے۔ جیسے کہ حاشیہ مشکوہ میں کہا ہے۔

اپنے بزرگ مخدوم زادوں کی جناب میں عرض کرتا ہے کہ یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد بزرگوار کے احسانوں میں غرق ہے۔ فقیر نے اس طریق میں الف وبے کا سبق انہی سے لیا ہے اور اس راہ کے حروف تہجی انہی سے سیکھے ہیں۔ اور اندراج النہایت فی البدایت کی دولت ان کی برکت سے حاصل کی ہے اور سفر ووطن کی سعادت کو ان کے خدمت کے طفیل پایا ہے۔ ان کی شریف توجہ نے اس نا قابل کو دو اڑھائی ماہ کے عرصہ میں نسبت نقشبندیہ تک پہنچا دیا۔ اور ان بزرگواروں کا حضور خاص عطا فرمایا۔ غرض جہاں نسبت نقشبندیہ اور ان بزرگواروں کا ظہور خاص ہے وہاں ان معارف کا زباں پر لانا اور اس شہود ومشاہد کا نشان بتانا نادانی ہے۔

ان بزرگواروں کا کارخانہ بہت بلند ہے۔ اور ہر زراق اور رقاص (مکار اور ناچنے والے کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا جب اس قسم کے بلند درجے والی دولت جناب کی حضور سے اس فقیر کو ملی ہو۔ تو پھر اس کے عوض اگر تمام عمر کے لئے اپنے سر کو جناب کی بلند درگاہ کے خادموں کے پامال کرتا رہوں تو بھی جناب کا حق ادا نہ ہو سکے یہ فقیر اپنی تقصیروں کو کیا عرض کرے اور اپنی شرمندگیوں کا اظہار کرے۔

اگر ہر بال میں میرے زباں ہو
تو شکر اس کا نہ پھر بھی کچھ بیاں ہو

یہ فقیر تین مرتبہ حضرت ایشاں یعنی خواجہ بزرگوار کی قدم بوسی کی دولت سے مشرف ہوا۔ اخیر دفعہ حضور نے اس فقیر کو فرمایا کہ بدن کی کمال کمزوری مجھ پر غالب آگئی ہے اور زندگی کی امید کم ہے بچوں کے احوال سے خبردار رہنا ہوگا اور اسی وقت اپنے حضور میں آپ کو بلایا۔ اور آپ اس وقت دائیوں کی گود میں تھے یعنی دودھ پیتے بچے تھے اور فقیر کو فرمایا کہ ان کی

طرف توجہ کرو فقیر نے حکم کے بموجب حضور کی خدمت میں آپ کی طرف توجہ کی حتی کہ اس توجہ کا اثر بھی اسی وقت ظاہر ہو گیا اس کے بعد فرمایا کہ ان کی والدات کے لئے بھی غائبانہ توجہ کرو حکم کے موافق غائبانہ توجہ کی گئی۔ امید ہے کہ حضور کی برکت سے اس توجہ سے کئی قسم کے فائدے اور نتیجے حاصل ہونگے۔ آپ ہرگز تصور نہ کریں۔ کہ حضور کے کسی واجب الامتثال امر اور حضور کی وصیت لازمہ میں کسی قسم کی سستی یا غفلت واقع ہو۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ کے اشارہ اور اذن کا منتظر ہے۔

(۱) اول فرض ہے کہ اپنے عقائد کو علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم (جو فرقہ ناجیہ ہیں) کے عقائد کے موافق درست کرے۔ بعض ان عقائد اعتقادیہ کا بیان کیا جاتا ہے جن میں کسی قسم کی پوشیدگی ہے۔

جائز ہے کہ ایک شخص یوں کہہ دے کہ میں کلمہ کے تمام اقسام اور اعتبارات کو کلمہ کے آئینہ میں ایک ہی وقت میں مفصل طور دیکھتا ہوں۔ تو بھی جائز ہے جب ممکن کے علم بلکہ ممکن کی دید میں اضداد کا جمع ہونا متصور ہے تو پھر اس واجب الوجود وللہ المثل الاعلیٰ کے علم میں یہ بات کس طرح بعید ہوتی ہے

حق تعالیٰ کا علم اگرچہ جزئیات کے ساتھ متعلق ہے لیکن تغیر کی آمیزش اس میں دخل نہیں پاتی اور حدوث کا گمان اس صفت میں پیدا نہیں ہوتا ازل سے ابد تک اسی ایک کلام کے ساتھ ہے اگر امر ہے تو وہیں سے پیدا ہے اور اگر نہی ہے تو وہ بھی وہیں سے ہے اور اگر اعلام ہے تو وہ بھی وہیں سے ماخوذ ہے۔ اور اگر استعلام ہے تو وہ بھی وہیں سے ہے اور اگر تمنی یا ترجی ہے تو وہ بھی وہیں سے مستفاد ہے

اور اسی طرح ایک ہی فعل ہے اور اسی ایک فعل کے ذریعے اولین و آخرین مصنوعات وجود میں آرہے ہیں آیت کریمہ **وما امرنا الا واحدہ کلمح بالبصر** (آنکھ کے جھپکنے کی طرح ہمارا امر صرف ایک ہی ہے) میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اگر احیا ہے اور امانت ہے۔ تو اسی فعل سے وابستہ ہے اور اگر انعام یا ایلام ہے۔ تو اسی فعل سے متعلق ہے اور ایسے ہی اگر ایجاد ہے یا اعدام تو وہ بھی اسی فعل سے پیدا ہے پس حق تعالیٰ کے فعل میں بھی تعدد تعلقات ثابت نہیں ہوتا

کے بلکہ ایک ہی تعلق سے تمام اولین و آخرین مخلوقات اپنے اپنے وجود کے مخصوصہ وقتوں میں ظاہر ہو رہی ہیں یہ تعلق بھی حق تعالے کے فعل کی طرح بیچوں و بچگونہ ہے۔ کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں **لایحمل عطایا الملک الا مطایاہ** (بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں)

صورت کی تنگ جا میں معنے نہیں سماتے
گھر میں گدا کے سلطان ہرگز نہیں ہیں آتے

افعال و صفات کی تجلی فقیر کے نزدیک ذات کی تجلی کے سوا متصور نہیں ہے کیونکہ افعال و صفات حق تعالی و تقدس کی ذات پاک سے الگ نہیں ہیں تاکہ ان کی تجلی کے سوا متصور ہو سکے اور وہ چیز جو حق تعالی کی ذات سے الگ ہے وہ حق تعالیٰ کی صفات اور افعال کے ظلال ہیں جن کی تجلی کو افعال و صفات کے ظلال کی تجلی کہنا چاہئے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے اور حق تعالیٰ تمام اشیاء کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب و معیت رکھتا ہے۔ اس احاطہ اور قرب اور معیت سے وہ مراد نہیں ہے جو ہمارے فہم قاصر میں آسکے۔ سوائے نادانی اور حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہے غیب کے ساتھ ایمان لانا چاہئے۔

ہنوز ایوان استغنا بلند است
مرا فکر رسیدن ناپسند است

پس ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ اشیاء کو محیط اور ان کے قریب اور ساتھ ہے لیکن اس کے قرب اور احاطہ اور معیت کی حقیقت کو نہیں جانتے کہ کس طرح ہے۔

(۳) اور حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی چیز اس سے متحد ہو سکتی ہے۔

(۴) پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی ذات و صفات و افعال میں موجودات کے حدوث سے متغیر نہیں ہوتا۔

(۵) اور حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات و افعال میں بھی غنی مطلق ہے اور کسی امر میں کسی چیز کا محتاج نہیں ہے اور جس طرح وجود میں محتاج نہیں ہے ظہور میں بھی محتاج نہیں ہے یہ بیچارہ کمینہ خاکروب جو ذاتی نقص و خبث سے لتھڑا ہوا ہے کیا

مجال رکھتا ہے کہ اپنے آپ کو اس عظیم الشان بادشاہ کا عین تصور کرے۔ جو تمام خیرات وکمال کا مبداء ہے۔

نیا در دم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

پس عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ کسی قسم کی مناسبت نہیں۔

ان اللہ لغنی عن العالمین (اللہ تعالیٰ تمام اہل جہاں سے غنی ہے) حق تعالیٰ کو عالم کا عین کہنا اور اس کے ساتھ متحد جاننا۔ بلکہ نسبت دینا بھی اس فقیر پر بہت گراں اور دشوار ہے۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بذات خود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ خواہ وہ وجود عین ہو یا زائد۔ اور حق تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے ساتھ موجود ہیں نہ کہ وجود کے ساتھ۔ کیونکہ اس مقام میں وجود کی گنجائش نہیں۔

نقشبندیہ نسبت وحضور جب کمال تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو ولایت کبریٰ سے جا ملتے ہیں اور اس ولایت کے کمالات سے حظ وافر حاصل کر لیتے ہیں۔

مقام رضا کے اوپر حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کا قدم نہیں شاید جو اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل (اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کو دخل نہیں اس مقام کی خبر دی ہے۔

اور اس حدیث قدسی (اے محمد! میں اور تو اور تیرے سوا جو کچھ ہے۔ سب تیرے لئے پیدا کیا ہے۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ یا اللہ تو ہے اور میں نہیں۔ اور میں نے تیرے سوا سب کچھ تیرے لئے ترک کر دیا)

اس فقیر کے نزدیک جو جذبات الٰہی سے تربیت یافتہ ہے۔ یہ ہے۔ کہ عارف کا قلب جب اپنی خاص استعداد کے موافق نہایت النہایت تک پہنچ جاتا ہے اور وہ کمال حاصل کر لیتا ہے جس سے بڑھ کر اور کمال متصور نہیں۔ تو اس بات کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے کہ انوار عرشی کے ظہور کے لئے نہایت لمعات میں سے ایک ایک لمعہ اس پر فائض ہو۔ عرش وہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ عظیم فرماتا ہے قلب عارف کو تمثیل کے طور پر عرش اللہ کہتے ہیں۔

اللہ نور السموت والارض (اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) نور وہ ہے جس سے چیزیں روشن ہوتی ہے۔ آسمان اور زمین حق تعالیٰ کے نور کے ساتھ روشن ہوئے ہیں مشکوۃ کی طرح تصور کرنا چاہے اور اس نور کو چراغ کی مانند جاننا چاہئے۔ جو اس مشکوۃ میں رکھا ہوا ہے مشکوۃ پر کاف تمثیل کا آنا مصباح پر مشکوۃ کے شامل ہونے کے لئے ہے اور زجاجہ سے اسماء وصفات کا پردہ ملاحظہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ نور اسماء و صفات کے ساتھ ملا ہوا ہے اور حق تعالیٰ کی صفات کا زجاجہ حسن وجواب اور جمال قدم میں ستارہ روشن کی طرح ہے۔ اور وہ مصباح جو اس مشکوۃ میں رکھا ہے۔ زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہوا ہے جو عرش کے اس ظہور جامع سے مراد ہے۔ جس ظہور کے رمزوں میں سے استواء ایک رمز ہے۔ کیونکہ دوسرے ظہورات جو آسمانوں اور زمینوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس ظہور جامع کے اجزاء کی طرح ہیں۔ وہ ظہور جامع چونکہ لا مکانی اور بے جہت ہے اس واسطے اس کو لا شــــرقیة ولا غـربیتة کہہ سکتے ہیں۔ یکـا د زیتهـا یضی ولو لم تمسسه نـار میں ایک مبارک درخت کی تعریف۔ اور اس درخت کے تیل کی صفائی اور روشنی کا بیان ہے جس کے ساتھ اس کو تمثیل دی گئی ہے۔ نور علی نور یعنی اس پردہ زجاجہ نے اپنی صفائی اور چمک دمک کے باعث اس نور کو زیادہ کر دیا ہے اور اس کے حسن وجمال کو بڑھا دیا ہے۔

(جس کو اللہ تعالیٰ نے نور نہیں دیا، اس کے لئے کوئی نور نہیں)

ترجمہ:

دل مجھے دے کے پھر دلیری دیکھ
اپنی روبہ بنا کے شیری دیکھ

آگاہ ہو کہ فوق العرش کا ظہور تجھے وہم میں نہ ڈالے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کا مقام وقرار عرش کے اوپر ہے (اللہ تعالیٰ کی پاک جناب اس بات سے برتر اور بلند ہے)

مثال: آئینہ میں زید کی صورت ظاہر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ زید آئینے میں ٹھہرا ہوا ہے (اعلیٰ مثال اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے)

مومن آخرت میں حق تعالیٰ کو بہشت میں دیکھیں

گے۔ وہ تجلی جو کوہ پر واقع ہوئی تھی۔ حالیت ومحلیت کی آمیزش سے پاک تھی۔

بعض جگہیں ظہور کی قابلیت رکھتی ہیں آئینہ صورتوں کے ظہور کی قابلیت رکھتا ہے۔اور گھوڑوں کی نعل میں یہ قابلیت نہیں۔

چونکہ قلب عالم صغیر کا عرش ہے اور عالم کبیر کے عرش کے مشابہ ہے۔

بقدر آئینہ حسن تو مے نماید او

پس ظلیت کی آمیزش سے خالی تجلی عرش مجید کے بعد کاملین کے قلب کا حصہ ہے۔ دوسروں کے لئے ظلیت دامن گیر ہے۔

لیکن دید و دانش میں مشارکت اور محبت وگرفتاری میں برابر شریک ہیں۔ احدیت مجردہ کی محبت کے گرفتار کسی امر کی شرکت پر راضی نہیں ہیں۔ الا للہ الدین الخالص (دین خالص اللہ تعالیٰ کے ہے) موافق دین خالص کو چاہتے ہیں۔

انسان میں دو چیزیں ایسی ہیں جو عرش میں نہیں ہیں۔ اور نہ ہی عالم کبیر کو ان کا کچھ حصہ ملا ہے انسان میں ایک جز ارضی ہے۔ جو عرش میں نہیں۔ اور دوسری ہیبت وحدانی ہے جو عالم کبیر میں نہیں۔ پس انسان ایک عجوبہ ہے جس نے خلافت کی لیاقت پیدا کر لی ہے۔ اور بار امانت کو اٹھالیا ہے۔

انسان کی عجیب وغریب خصوصیتوں میں سے ایک یہ ہے حضرت احدیت مجردہ کے آئینہ بننے کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے۔

جب انسان کامل ذات احد سے گرفتاری حاصل کر لیتا ہے۔ تو المرء مع من احب کے موافق اس کو حضرت احدیت مجردہ کے ساتھ ایک قسم کا مجہول الکیفیت اتصال پیدا ہو جاتا ہے اور وہ گرفتاری جو ذات احد کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ ذاتی بیچون کے ساتھ قرب چون کی نسبت اس میں ثابت کر دیتی ہے۔ اس وقت انسان کامل ذات احد کا اس قسم کا آئینہ ہے کہ اس میں صفات وشیون کچھ احادیث مجردہ اس میں ظاہر اور جلوہ گر ہوتی ہے۔ سبحان اللہ العظیم وہ ذات جو صفات سے ہرگز جدا نہ تھی۔ اس انسان کامل کے آئینہ میں مجرد اور تنہا طور پر ظاہر اور متجلی ہوگئی اور حسن ذاتی حسن صفاتی سے الگ ہو گیا۔ اس قسم کا آئینہ اور مظہر بننا انسان کامل کے سوا کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔ اور حضرت ذات وصفات وشیون کی آمیزش کے بغیر انسان کے سوا اور کسی چیز میں جلوہ گر نہیں ہوئی۔ عالم کبیر میں عرش مجید حضرت ذات مجمع الصفات کا مظہر ہے اور عالم صغیر میں انسان کامل ذات احد کا مظہر ہے۔ جو اعتبارات سے مجرد ہے۔ اس قسم کا آئینہ اور مظہر بننا انسان کی نہایت عجوبہ باتوں میں سے ہے۔ واللہ سبحانہ المعطی (اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔ (موت) ایک پل ہے جو یار کو یار سے ملاتا ہے)

جاننا چاہئے کہ فرشتہ اگرچہ اصل کا مشاہد ہے اور انسان کا شہود النفس کے آئینہ میں ہے لیکن اس دولت کو انسان میں جز کی طرح بنایا ہوا ہے اور اس کے ساتھ اس کو بقا بخشا ہے۔ اور اس کے ساتھ متحقق ہوا ہے۔ برخلاف فرشتہ کے کہ اس دولت کو اس میں جز کی طرح نہیں بنایا۔ باہر ہی میں نظارہ کرتا ہے۔ اور بقاء و تحقق اس کے ساتھ حاصل نہیں کرتا۔ یہ جو انسان کو اصلی رنگ سے میسر ہوا ہے فرشتہ نہیں رکھتا ہے اور وہ خصوصیت جو خاکیوں کو حاصل ہوئی ہے۔ قدسیوں کو حاصل نہیں۔ کیونکہ اندر سے باہر تک بہت فرق ہے۔ اگرچہ اندرونی دولت جزو کی طرح ہوتی ہے۔ اور بیرونی دولت کل کی طرح۔ لیکن اندر اندر ہے۔ اور باہر باہر۔ کلامنا اشارة وبشارة (ہماری کلام اشارہ اور بشارت ہوتی ہے) اسی واسطے خواص بشر خواص ملک سے افضل ہو گئے اور انکے ہوتے خلافت کے مستحق بن گئے۔ واللہ یختص برحمته من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم. (اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔)

زمین زادہ بر آسمان تاختہ
زمین و زماں راپس انداختہ

یہ دولت انسان کو جز ارضی کے باعث میسر ہوئی ہے۔ اور قلب کو جو عرش اللہ کہتے ہیں عنصر خاک ہی کی بدولت ہے۔ جو کل کا جامع اور دائرہ امکان کا مرکز ہے فروتنی نے اس کو بلند کر دیا ہے۔ من تواضع للہ تعالیٰ رفعه اللہ تعالیٰ (جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے۔) جب انسان رجوع اور دعوت کی مدت کے تمام ہونے اور اصل رنگ میں رنگے جانے کے بعد اصل کی طرف رجوع کرتا ہے۔

سید المرسلین کے دین اور متابعت سے علماء ظاہر کا نصیب عقائد درست کرنے کے بعد شرائع واحکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے اور صوفیہ علم کا نصیب بمعہ اس چیز کے جو علماء رکھتے ہیں۔ احوال ومواجید اور علوم ومعارف ہیں۔ اور علمائے راسخین کا نصیب جو انبیاء کے وارث ہیں بمعہ اس چیز کے کہ جو عالم رکھتے ہیں اور بمعہ اس چیز کے جس کے ساتھ صوفیہ ممتاز ہیں وہ اسرار ودقائق ہیں۔ جن کی نسبت متشابہات قرآن میں رمز واشارہ ہو چکا ہے۔ اور تاویل کے طور پر درج ہو چکے ہیں۔ یہی لوگ متابعت میں کامل اور وراثت کے مستحق ہیں یہ لوگ وراثت وتبعیت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خاص دولت میں شریک اور بارگاہ کے محرم ہیں۔

اسی واسطے **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں) کی شرف کرامت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور میرے بعد میرے اصحاب کو نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے ان کو دوست رکھا اس نے میری دوستی کے سبب ان کو دوست رکھا۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا اور اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا جس نے ان کو ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی وہ ضروری اس کا مواخذہ کرے گا۔ اس قسم کا بدبو دار پھول ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک معلوم نہیں کہ ہندوستان میں کھلا ہو۔ عجب نہیں کہ اس معاملہ سے تمام شہر متہم ہو جائے۔ بلکہ تمام ہندوستان سے اعتماد دور ہو جائے۔ سلطان وقت کہ خدا اس کو اسلام کے دشمنوں پر مدد اور غلبہ دے اہل سنت اور حنفی مذہب ہے۔ اس کے زمانہ میں اس قسم کی بدعت کا ظاہر کرنا بڑی جرأت اور دلیری کا کام ہے۔ بلکہ درحقیقت بادشاہ کے ساتھ مقابلہ کرنا اور اولی الامر کی اطاعت سے نکلنا ہے۔ پھر بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ اس مقام کے بزرگ اور رئیس لوگ اس مواقعہ پر خاموش رہیں۔ اور سستی اختیار کریں۔ اس قسم کے واقعات میں تغافل اور سستی کرنا گویا بدعتوں کو دلیر کرنا۔ اور دین میں رخنہ ڈالنا ہے۔ اس وحشت انگیز خبر کو سن کر مجھ میں ایک شورش پیدا ہو گئی۔ اور میری فاروقی رگ بھڑک اٹھی۔

برزخ صغریٰ چونکہ ایک جہت سے دنیاوی وطنوں میں سے ہے۔ اس لئے ترقی کی گنجائش رکھتا ہے **الانبیاء یصلون فی قبورھم** (انبیاء قبر میں نماز پڑھتے ہیں) آپ نے سنا ہوگا۔ جب حضور ﷺ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر گزرے تو دیکھا کہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔

گروہ کہے کہ مرجا مرجاؤ میں خوشی سے
پیک اجل کو کہہ دوں آجا میں تیرے صدقے

چند روز سے بلغم وکھانسی نے تنگ کیا ہوا ہے۔ اور بدن کمزور ہو رہا ہے۔

میرے مخدوم مکرم! طریقہ علیہ نقشبندی میں پیری ومریدی طریقہ سیکھنے اور سکھانے پر موقوف ہے۔ نہ کہ کلاہ وشجرہ پر۔ جیسے کہ دوسرے سلسلوں میں متعارف اور مشہور ہے۔ ان بزرگواروں کا طریقہ صحبت ہی صحبت ہے۔ اور ان کی تربیت انعکاسی ہے۔ اسی واسطے ان کی ابتداء میں دوسروں کی نہایت مندرج ہے اور راستوں سے زیادہ قریب راستہ یہی ہے۔ ان کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے۔ اور ان کی توجہ باطنی بیماریوں کو دور کرتی ہے۔

نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار اند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

اسلام دن بدن غربت پیدا کرتا جاتا ہے اور مسلمان غریب ہوتے جاتے ہیں اور جوں جوں مرتے جائیں گے زیادہ تر غریب ہوتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ **وتقوم القیامۃ علی شرار الناس** (اور قیامت برے لوگوں پر قائم ہوگی) سعادت مند وہ شخص ہے جو اس غربت میں متروکہ سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے۔ اور مستعملہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کو مارے۔

بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کے گرانے کا باعث ہے۔

اے نجابت وشرافت کے نشان والے! ان بزرگوں کا طریقہ اصحاب کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ میسر

ہو جاتا ہے تھا۔ جو دوسروں کو انتہاء میں بھی جا کر بمشکل حاصل ہو سکے۔ اور یہ فیوض و برکات وہی فیوض و برکات ہیں۔ جو قرن اول میں ظاہر ہوتے تھے۔

ہمیشہ اور ہر حال پر اللہ تعالیٰ کا حمد ہے اور اس کا احسان ہے اور دوزخیوں کے حال سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔ ایلام انعام کی نسبت زیادہ محبت بخش ہے اس دولت عظمیٰ کا مقدمہ محبوب پر حسن ظن ہے حتیٰ کہ اگر محبوب محب کے حلقوم پر خنجر چلاوے اور اس کے اعضاء کو ایک دوسرے سے الگ کر دے۔ تو محب اس کو اپنی عین صلاح جانے اور اپنی بہتری تصور کرے۔ جب اس حسن ظن کے حاصل ہونے سے محبوب کے فعل کی کراہت محبت کی نظر سے دور ہو جائے۔ تو محبت ذاتی کی دولت سے جو حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے، سے نصیب پاتی ہے۔

عبدالرزاق نے جو اکابر شیعہ میں سے ہے جب انکار کی مجال نہ دیکھی۔ تو بے اختیار شیخینؓ کی فضیلت کا قائل ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب حضرت علیؓ شیخینؓ کو اپنے اوپر فضیلت دیتے ہیں۔ تو میں بھی حضرت علیؓ کے فرمانے کے بموجب شیخینؓ کو حضرت علیؓ پر فضیلت دیتا ہوں۔ اگر وہ فضیلت نہ دیتے تو میں بھی نہ دیتا یہ بڑا گناہ ہے کہ میں حضرت علیؓ کی محبت کا دعویٰ کروں اور پھر ان کی مخالفت کروں چونکہ حضرت حسنینؓ کی خلافت کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان بہت فتنہ اور فساد برپا ہو گیا تھا اور لوگوں کے دلوں میں کدورت پیدا ہو گئی تھی۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں عداوت و کینہ غالب آ گیا تھا اس لئے حسنینؓ کی محبت کو بھی اہلسنت و جماعت کے شرائط میں سے شمار کیا گیا تا کہ کوئی جاہل اس سبب سے حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب پر بدظنی نہ کرے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کے ساتھ بغض و عداوت حاصل نہ کرے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی محبت اہل سنت و جماعت کی شرط ہے۔ اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا۔ اہل سنت سے خارج ہے اس کا نام خارجی ہے۔ اور جس شخص نے حضرت امیرؓ کی محبت میں افراط کی طرف کو اختیار کیا ہے اور جس قدر کہ محبت مناسب ہے اس سے زیادہ اس سے وقوع میں آتی ہے اور محبت میں غلو کرتا ہے۔ اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو سب وطعن کرتا ہے۔ اور صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق کے برخلاف چلتا ہے وہ رافضی ہے۔

تعجب ہے کہ خوارج کو اہل سنت ہی نے قتل کیا ہے اور اہل بیت کے دشمنوں کو جڑ سے اکھیڑا ہے۔ اس وقت رافضیوں کا نام و نشان تک نہ تھا اگر تھا بھی تو عدم کا حکم رکھتا تھا۔ شاید اپنے گمان فاسد میں اہل بیت کے محبوں کو راضی تصور کرتے ہیں۔ اور اہل سنت کو روافض کہتے ہیں۔

عجب معاملہ ہے کبھی اہل سنت کو خارجیوں سے گنتے ہیں اس لئے افراط محبت نہیں رکھتے کبھی نفس محبت کو ان سے محسوس کر کے ان کو رافضی جانتے ہیں اسی واسطے یہ لوگ اپنی جہالت کے باعث اہل سنت کے اولیاء عظام کو جو اہل بیت کی محبت کا دم مارتے ہیں۔ اور آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حب کا اظہار کرتے ہیں۔ رافضی خیال کرتے ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت کے بہت سے علماء کو اس محبت کی افراط سے منع کرتے ہیں۔ اور حضرات خلفاء ثلاثہ کی تعظیم و توقیر میں کوشش کرتے ہیں۔ خارجی جانتے ہیں۔ ان لوگوں کی ان نامناسب جرأتوں پر ہزار ہا افسوس ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر یہ لوگ رفض کے معنے سے بھی اجتناب کرتے اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے تبرے اختیار نہ کرتے۔

ہندوستان کے ہندو بھی اپنے آپ کو ہندو کہلواتے ہیں۔ اور لفظ کفر کے اطلاق سے کنارہ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو کافر نہیں جانتے بلکہ دارالحرب کے رہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ دونوں کافر ہیں اور کفر کی حقیقت سے متحقق ہیں ان لوگوں نے شاید پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت کو اپنی طرح تصور کیا ہے۔ اور ان کو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دشمن خیال کیا ہے۔ ان لوگوں نے تقیہ کے باعث جو وہ کیا کرتے ہیں اہل بیت کے بزرگواروں کو منافق اور مکار خیال کیا ہے۔ اور حکم کیا ہے۔ کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ تقیہ کے طور پر خلفاء ثلاثہ کے ساتھ تیس سال تک منافقانہ صحبت رکھتے رہے۔ اور ناحق ان کی تعظیم و تکریم کرتے رہے۔

عجب معاملہ ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا باعث ہے۔ تو چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو بھی دشمن جانیں۔ اور اہل بیت کے دشمنوں کی نسبت ان کو زیادہ سب ولعن کریں۔ ابوجہل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔ جس نے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائیں۔ کبھی نہیں سنا کہ اس گروہ میں سے کسی نے اس کو سب ولعن کیا ہو۔ یا اس کو برا کہا ہو۔

کیا اچھا ہوتا۔ اگر یہ لوگ اہل بیت کے دشمنوں کو سب کرتے اور اصحاب کرام کے نام مقرر نہ کرتے۔ اور بزرگان دین پر بدظن نہ ہوتے تا کہ ان کی مخالفت جو اہل سنت کے ساتھ ہے۔ دور ہو جاتی کیونکہ اہل سنت بھی اہل بیت کے دشمنوں کو دشمن جانتے ہیں۔ اور ان کی طعن وتشنیع کے قائل ہیں یہ اہل سنت کی خوبی ہے کہ شخص معین کو جو طرح طرح کے کفر میں مبتلا ہو۔ اسلام وتوبہ کے احتمال پر جہنمی نہیں کہتے۔ اور لعن کا اطلاق اس پر پسند نہیں کرتے۔ عام طور پر کافروں پر لعنت کرتے ہیں لیکن کفار معین پر بھی لعنت پسند نہیں کرتے جب تک اس کے خاتمہ کی برائی قطعی دلیل سے معلوم نہ ہو۔ لیکن رافضی بے تحاشا حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لعنت اور اکابر صحابہؓ کو سب و طعن کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھا راستہ کی ہدایت دے۔

اس بحث میں دو مقام ہیں۔ جن میں اہل سنت اور مخالفوں کے درمیان بڑا اختلاف ہے۔ مقام اول یہ کہ اہل سنت خلفاء اربعہ کی خلافت کی حقیقت کے قائل ہیں اور چاروں کو برحق خلیفے جانتے ہیں۔ کیونکہ حدیث صحیح میں جن امور غائبانہ کی نسبت خبر دی گئی ہے۔ آیا ہے کہ الخلافة من بعدی ثلثون سنة خلافت میرے بعد تیس برس تک ہے اور یہ مدت حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر تمام ہو جاتی ہے۔ پس اس حدیث کے مصداق چاروں خلیفے ہیں۔ اور خلافت کی ترتیب برحق ہے۔ اور مخالف لوگ خلفاء کی حقیقت سے انکار کرتے ہیں۔ اور ان کی خلافت کو تعصب اور تغلب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے سوا امام برحق کسی کو نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک امت میں سے بدترین اصحاب کرام ہیں۔ اور تمام صحبتوں میں سے بدتر صحبت حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت ہو۔ حالانکہ حق تعالیٰ اپنے کلام مجید میں ان کو رحماء بینھم فرماتا ہے۔

دانا لوگ جانتے ہیں۔ کہ تقیہ بزدلی اور نامردی کی صفت ہے۔ اسد اللہ کے ساتھ اس کو نسبت دینا نامناسب ہے۔ بشریت کی رو سے ایک ساعت یا دو ساعت یا ایک دو دن کے لئے اگر تقیہ جائز سمجھا جائے تو ہوسکتا ہے اسد اللہ میں تیس سال تک ایسی بزدلی کی صفت کا ثابت کرنا اور تقیہ پر مصر سمجھنا بہت برا ہے۔ اور جب صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ ہے۔ تو پھر دشمنوں اور منافقوں کی صفات میں سے کسی صفت پر اصرار کرنا کیسا ہوگا۔ کاش کہ یہ لوگ اس امر کی برائی سمجھتے۔

(فقیر نے احمد تقی کی نسبت جو اکابر شیعہ میں سے تھا۔ سنا ہے۔ کہ وہ کہا کرتا تھا کہ کتاب بخاری کتاب اللہ کے بعد اصح کتاب ہے) اس میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے دوستوں کی بھی روایتیں ہیں۔ اور مخالفوں کی بھی۔ اور موافقت اور مخالفت کے باعث کسی کو راجح و مرجوح نہیں جانا۔ جس طرح حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کی روایت میں کسی قسم کا طعن ہوتا۔ تو ہرگز اس کی روایت اپنی کتاب میں درج نہ کرتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حبیب رب العالمین کی محبوبہ تھیں۔ اور لب گور تک حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقبولہ ومنظورہ رہیں۔ اور مرض موت کے ایام بھی انہی کے حجرے میں بسر کئے۔ اور انہی کی گود میں جان دی۔ اور انہی کے پاک حجرے میں مدفون ہوئے۔ اس شرف وفضیلت کے علاوہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا مجتہدہ بھی تھیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آدھا دین ان کے حوالے کیا تھا۔ اور اصحاب کرام مشکلات میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ اور ان سے مشکلات کا حل طلب کیا کرتے تھے۔ اس قسم کی صدیقہ مجتہدؓ کو امیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کے باعث طعن کرنا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے لئے درجہ اجتہاد تک پہنچنے کے بعد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید خطا ہے۔ اس کے

لئے بہتری اپنی رائے کی تقلید میں ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کسی اصحابی کے قول کو خواہ صدیق رضی اللہ عنہ خواہ امیر رضی اللہ عنہ ہوں اپنی رائے پر مقدم نہیں کرتا۔ اور اپنی رائے کے موافق اگرچہ قول اصحابی کے مخالف ہو۔ عمل کرنا بہتر جانتا ہے۔

جب امت کے مجتہد اصحاب کی آراء کی مخالفت کر سکتے ہیں۔ تو اگر اصحاب ایک دوسرے کی آراء کی مخالفت کریں تو کیوں مطعون ہوں۔ حالانکہ اصحاب کرامؓ نے امور اجتہادیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے برخلاف حکم کیا ہے۔ اور باوجود نزول وحی کے ان کے خلاف پر مذمت نہیں آئی اور ان کے اختلاف پر منع وارد نہیں ہوا۔ جیسے کہ گزر چکا اگر یہ اختلاف حق تعالیٰ کے نزدیک ناپسند اور نامقبول ہوتا تو البتہ منع ہوتا۔ اور اختلاف کرنے والوں پر وعید نازل ہوتی۔

کیا نہیں جانتے کہ وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کرنے میں بلند آواز کیا کرتے تھے ان کی اس بلند آواز کو کس طرح منع کیا گیا اور اس پر کیسی وعید مترتب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا یھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھرو الہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔

(اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو۔ اور اس کو بلند آواز سے اس طرح نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ ورنہ تمہارے اعمال نیست و نابود ہو جائیں گے۔ اور تم کو معلوم نہ ہوگا۔)

بدر کے قیدیوں کے بارے میں اختلاف عظیم پڑ گیا تھا حضرت فاروق رضی اللہ عنہم اور سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہم نے ان قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم کیا تھا۔ اور دوسروں نے ان کو چھوڑ دینے اور فدیہ لینے کا حکم دیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی یہی رائے مقبول تھی کہ ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اور فدیہ لے لیا جائے۔ اس قسم کے اختلاف کے مقام اور بھی بہت سے ہیں اور وہ اختلاف بھی اسی قسم کا تھا۔ جو کاغذ کے لانے میں کیا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں کاغذ طلب فرمایا تھا۔ تاکہ ان کے لئے کچھ لکھیں۔ بعض نے کہا کاغذ لانا چاہئے۔ اور بعض نے کاغذ لانے سے منع کیا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے جو کاغذ کے لانے میں راضی نہ تھے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے اس سبب سے طعن لگانے والوں نے حضرت فاروقؓ پر عیب لگایا ہے۔ اور طعن و تشنیع کی زبان دراز کی ہے۔ حالانکہ درحقیقت یہ کوئی محل طعن نہیں کیونکہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے معلوم کر لیا تھا کہ وحی کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور آسمانی احکام تمام ہو چکے ہیں۔ اور احکام کے ثبوت میں رائے و اجتہاد کے سوا کسی امر کی گنجائش نہیں رہی۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لکھیں گے۔ امور اجتہادیہ میں سے ہوگا۔

پھر اس امر کی نسبت کوئی کلام نہ کی اور نہ دوات اور کاغذ کو یاد کیا جانا چاہئے کہ وہ اختلاف جو اصحاب کرامؓ امور اجتہادیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرتے تھے اگر اس میں نعوذ باللہ ہوا و تعصب کی بو ہوتی۔ تو یہ اختلاف سب کو مرتدوں میں داخل کر دیتا۔ اور اسلام کے باہر نکال دیتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے ادبی اور بد معاملگی کرنا کفر ہے۔ اعاذنا اللہ سبحانہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من احب علیا فقد احبنی ومن ابغض علیا فقد ابغضنی ومن اذی علیا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ** (جس نے علیؓ کو دوست رکھا۔ اس نے مجھے دوست رکھا۔ اور جس نے اس سے بغض رکھا۔ اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اور جس نے علیؓ کو ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی۔ اور جس نے مجھے ایذا دی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔)

بریدہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ان اللہ امرنی بحب اربعۃ واخبرنی انہ یحبھم قیل یا رسول اللہ سمھم لنا قال علی منھم یقول ذالک ثلثا وابوذر و المقداد وسلمان** (اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں کے ساتھ محبت کرنے کا امر کیا ہے۔ اور یہ بھی بتلایا کہ

اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ان کے نام کیا ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ان میں علیؓ ہے۔ اس بات کو تین بار کہا۔ دوسرے ابوذر، تیسرے مقداد اور چوتھے سلمان ہیں)

اور ترمذی نے اسامہ بن زیدؓ سے نکالا ہے کہ اسامہ بن زیدؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما آپ کی ران پر ہیں۔ اور فرمارہے ہیں هذان ابنائی وبنتی اللھم انی احبھما واحب من یحبھما (یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ یا اللہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ تو ان کو دوست رکھ۔ اور جولوگ ان سے محبت رکھیں۔ ان کو بھی دوست رکھ۔)

اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نکالا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ فاطمة احب الی منک وانت اعذ علی منھا (فاطمہ مجھے تجھ سے زیادہ پیاری ہے۔ اور تو میرے نزدیک اس سے زیادہ عزیز ہے۔)

فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں کی۔ کہ جتنی کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کی۔ حالانکہ میں نے اس کو دیکھا نہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے اور بسا اوقات بکری ذبح کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔ اور جب کبھی میں کہتی۔ کہ کیا خدیجہ جیسی عورت دنیا میں نہیں ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ کہ وہ تھی جیسی کہ تھی۔ اور اسی سے میری اولاد تھی۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العباس منی وانا منه (عباس میرا ہے، اور میں عباس کا ہوں۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اثبتکم علی الصراط ازدکم حبا لا ھل بیتی و لا صحابی (تم میں سے صراط پر وہ شخص زیادہ ثابت قدم ہوگا جس کو میرے اہل بیت اور اصحاب کے ساتھ زیادہ محبت ہوگی)

خدایا بحق بنی فاطمہؓ
کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ

اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست ودامان آل رسول

لا الہ الا اللہ حق تعالیٰ کے غضب کو دور کرنے کے لئے اس کلمہ طیبہ سے بڑھ کر زیادہ فائدہ منداور کوئی چیز نہیں ہے جب یہ کلمہ طیبہ دوزخ میں داخل ہونے کے غضب کو تسکین دیتا ہے۔

جس شخص نے اس کلمہ طیبہ کی تصدیق کی ہو۔ اور ذرہ ایمان حاصل کر لیا ہو اور پھر کفر وشرک کی رسموں میں مبتلا ہو۔ تو امید ہے کہ اس کلمہ کی شفاعت سے اس کا عذاب دور ہو جائے گا۔ اور دوزخ کے دائمی عذاب سے نجات پا جائے گا۔ جس طرح کہ اس امت کے تمام کبیرہ گناہوں کے عذاب دور کرنے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نافع اور فائدہ مند ہے۔

اس فقیر کو محسوس ہوا ہے۔ کہ اگر تمام جہان کو اس کلمہ طیبہ کے ایک بار کہنے سے بخش دیں تو تو بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ اگر اس کلمہ پاک کی برکات کو تمام جہان میں تقسیم کریں۔ تو ہمیشہ کے لئے سب کو کفایت کرے۔ اور سب کو سیراب کر دے۔

یہ دولت تبعیت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بزرگوار اصحاب میں زیادہ تر پائی جاتی ہے۔ اور اصحاب کے سوا دوسرے لوگوں میں بھی شاذ و نادر طور پر متحقق وثابت ہے۔ حقیقت میں یہ شخص بھی زمرہ اصحاب میں سے ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات سے ملنے والا ہے۔ اس شخص کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا یدری اولھم خیر ام اخرھم (نہیں معلوم ان میں سے اول اچھا ہے یا اخیر کا) اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ خیر القرون قرنی (سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے) لیکن اس کو باعتبار قرون کے فرمایا ہے۔

عشق آن شعلہ است کوچوں بر فروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لادر قتل غیر حق براند
درنگر زاں پس کہ بعد از لاچہ بماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت
شاد باش اے عشق شرکت سوز و رفت

ترجمہ:

عشق وہ شعلہ ہے جب روشن ہوا
ماسواء معشوق کے سب جل گیا
تیغ سے قتل غیر حق کیا
دیکھ اس کے بعد پھر کیا رہ گیا
رہ گیا اللہ باقی سب گیا
مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفس مقام اطمینان میں آجاتا ہے۔ اور حکم الٰہی کے تابع ہو جاتا ہے تو اسلام حقیقی میسر ہوتا ہے۔ اور ایمان کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ بعد ازاں جو کچھ عمل میں آئے گا۔ شریعت کی حقیقت ہوگی۔ اگر نماز ادا کرے گا۔ تو نماز کی حقیقت ہوگی۔

اور اگر روزہ یا حج ہے۔ تو روزہ و حج کی حقیقت ہوگی دوسرے احکام شرعیہ کا بجالانا بھی اسی قیاس پر ہوگا۔ پس طریقت و حقیقت دونوں شریعت کی صورت اور اس کی حقیقت کے درمیان متوسط ہیں۔ جب تک ولایت خاصہ سے مشرف نہ ہوں۔ اسلام مجازی سے اسلام حقیقی تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب سالک محض فضل خداوندی سے شریعت کی حقیقت کے ساتھ آراستہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کو اسلام حقیقی میسر ہو جاتا ہے۔ تو اس بات کے لائق ہو جاتا ہے کہ کمالات نبوت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اور تبعیت کے طور پر کامل حصہ پائے۔ جس طرح شریعت کی صورت کمالات ولایت کے لئے شجرہ طیبہ یعنی پاک درخت کی طرح ہے۔ گویا کمالات ولایت صورت شریعت کے ثمرات ہیں۔ اس طرح شریعت کی حقیقت بھی کمالات نبوت کے لئے شجرہ طیبہ کی روح ہے۔ اور کمالات نبوت گویا حقیقت شریعت کے ثمرات ہیں۔ جب ولایت کے کمالات صورت کا ثمرہ ہیں۔ اور کمالات نبوت حقیقت کا ثمرہ۔ تو اس لحاظ سے کمالات نبوت حقائق کی طرح ہونگے۔ اور کمالات ولایت ان کی صورتوں کی طرح۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ اسلم شیطانی یعنی میرا شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

محبت کی نوبت آجائے تو اس سے آگے اور نہایت بلند مقام آتا ہے جو اصلی طور پر حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اور وراثت و تبعیت کے طور پر دیکھیں کس کو اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں۔ اس بلند محل میں جو نہایت بلندی کے باعث نظر میں تنگ دکھائی دیتا ہے۔ یہ فقیر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو وراثت کے طور پر ناف تک داخل ہوا معلوم کرتا ہے۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی اسی دولت سے سرفراز ہے۔ اور امہات المومنین میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی ازواج کے علاقہ کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھتا ہے۔ والامر الی اللہ سبحانہ اہل اللہ کا وجود جہاں کہیں ہوں غنیمت ہے۔ اور وہاں کے رہنے والوں کے لئے موجب بشارت ہے۔ فطوبی لمن عرفھم مبارک ہیں وہ لوگ جوان کو پہچان لیں واضح ہو۔ کہ حق تعالیٰ کا کلام بندے کے ساتھ کبھی روبرو بلا واسطہ ہوتی ہے۔ اس قسم کی کلام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے بعض افراد کے لئے ثابت ہے اور کبھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کے لئے بھی ہوتی ہے۔ جو وراثت و تبعیت کے طور پر ان کے کمالات سے مشرف ہوتے ہیں جب اس قسم کی کلام ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بکثرت ہو۔ تو ایسے شخص کو محدث کہتے ہیں۔ جیسے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ یہ کلام الہام اور القاء روحانی اور قلبی اور اس کلام سے جو فرشتہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ الگ ہے۔ اس قسم کی کلام کے ساتھ انسان کامل مخاطب ہوتا ہے۔ جو عالم امر و عالم خلق اور روح نفس و عقل و خیال کا جامع ہو۔ روبرو کلام کرنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ کلام کرنے والا سننے والے کو دکھائی دیتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سننے والے کی آنکھیں کمزور و ضعیف ہوں۔ نیز کلام کے روبرو ہونے کے وقت تمام شہودی پردے دور ہو جاتے ہیں۔ نہ کہ وجودی فافہم یہ معرفت شریفہ اس قسم کی ہے۔ کہ آج تک کسی نے بیان نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس گروہ کی محبت پر استقامت عطا فرمائے اور قیامت میں انہیں کے ساتھ اٹھائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشین بد بخت نہیں ہوتا۔ اور ان کا انیس و حبیب محروم نہیں ہوتا۔ ھم جلساء اللہ اذا رؤ واذکر اللہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہمنشین ہیں کہ ان کے دیکھنے سے خدا

یاد آجاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جس نے ان کو پہچانا اس نے اللہ تعالیٰ کو پالیا۔ ان کی نظر دوا ہے۔ اور ان کی کلام شفاء اور ان کی صحبت سراپا نور مرضیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جس نے ان کے ظاہر کو دیکھا۔ وہ محروم و ناامید ہوا۔ اور جس نے ان کے باطن کو دیکھا۔ بزرگ ہوگیا اور نجات و خلاصی پاگیا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ کہ الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھے پالیا۔ اور جب تک تجھے نہ پایا۔ ان کو نہ پہچانا خلاف شرع کر چکنے کے بعد ندامت بھی جو توبہ کی شاخ ہے پیدا نہ ہو۔ اور گناہ کے کر لینے سے متلذذ و محفوظ ہو۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کیونکہ گناہ سے لذت حاصل کرنا گناہ پر اصرار کرنا ہے۔ اور گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اور کبیرہ پر اصرار کرنا کفر کی دہلیز ہے اعمال صالحہ کے بجالانے سے عجب تکبر کا حاصل ہونا ہے یہ ایسا زہر قاتل اور مرض مہلک ہے جو عمل صالحہ کو نیست و نابود کر دیتا ہے جیسے کہ آگ ایندھن کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔ اپنی نیکیوں کو متہم یعنی تہمت زدہ معلوم کرتے اور نیکیوں کو پوشیدہ قباحتوں کو نظر میں لائے تاکہ اپنے آپ کو اور اپنے اعمال کو قاصر و کوتاہ جانے بلکہ لعنت اور رد ہونے کے لائق خیال کرے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **رب قارِ للقران والقران یلعنه و کم من صائم لیس له من صیا مه الا الظلماء والجوع** بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان کو لعنت کرتا ہے اور بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ روزہ سے سوائے بھوک پیاس کے ان کو کچھ حاصل نہیں بعض لوگ جن کو یہ دید قصور کامل طور پر حاصل ہو جاتی ہے ایسا خیال کرتے ہیں کہ دائیں ہاتھ یعنی نیکیوں کا لکھنے والا معطل اور بیکار ہے اور کوئی نیکی نہیں جو اس کو لکھنے کے لائق ہو اور بائیں ہاتھ یعنی برائیوں کا لکھنے والا ہمیشہ اپنے کام میں ہے کیونکہ جو کچھ اس سے سرزد ہوتا ہے اس کی نظر میں برا ہی برا دکھائی دیتا ہے جب عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے تو اس کے ساتھ ہوتا ہے جو ہوتا ہے۔

منافق و مسلم دونوں نماز کو ادا کرتے ہیں منافق چونکہ باطن کا انکار رکھتا ہے۔ اس لئے نماز کی صورت بجالاتا ہے اور مسلمان باطنی اتباع کے باعث نماز کی حقیقت سے آراستہ ہے پس صورت و حقیقت باعتبار اقراء اور انکار باطن کے ہے۔ علماء راسخین نفس کے کمال اطمینان کے باعث شریعت کی حقیقت سے جو اتباع کی حقیقت ہے متحقق ہوتے ہیں اس فقیر کے خیال میں سنت سیئہ کی متابعت اور بدعت کے اسم و رسم سے اجتناب کرتا ہے۔ جب تک بدعت حسنہ سے بدعت سیئہ کی طرح پرہیز نہ کریں تب تک اس دولت کی بو جان کے دماغ میں نہیں پہنچتی کس کی مجال ہے کہ بدعت کو دور کرنے کا دم مارنے اور سنت کے زندہ کرنے کا دعویٰ کرے۔

جس قافلہ میں یار ہے جا سکتا نہیں میں
بس دور سے آواز جرس سنتا ہوں یہیں میں

قرآن مجید تمام شریعہ بلکہ تمام گذشتہ شریعت کا جامع ہے۔ اس شریعت کے بعض احکام اس قسم کے ہیں جو نص کی عبارت اور اشارات اور دلالت اور اقتضاء سے مفہوم ہوتے ہیں۔ اس قسم کے احکام میں تمام خاص و عام اہل لغت برابر ہیں۔ دوسری قسم کے احکام وہ ہیں جو اجتہاد اور استنباط سے مفہوم ہوتے ہیں۔ یہ فہم آئمہ مجتہدین کے ساتھ مخصوص ہے۔ جن میں سے اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقول جمہور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے تمام مجتہد ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو وحی کا زمانہ تھا احکام اجتہادیہ خطاء و صواب کے درمیان متردد نہ تھے بلکہ وحی قطعی کے ساتھ حق باطل سے اور صواب خطا سے الگ اور متمیز ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید کی تیسری قسم کے احکام اس قسم کے ہیں جن کے سمجھنے سے انسان کی طاقت عاجز ہے جب تک احکام کے نازل کرنے والے جل شانہ کی طرف سے اطلاع نہ ملے ان احکام کو سمجھ نہیں سکتے۔ اس اعلام و اطلاع کا حاصل ہونا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ پیغمبرؐ کے سوا کسی اور کو یہ اطلاع نہیں دیتے۔ یہ احکام اگرچہ کتاب ہی سے ماخوذ ہیں لیکن چونکہ ان کا مظہر پیغمبر ہے اس لئے یہ احکام سنت کی طرف منسوب ہوئے ہیں کیونکہ ان کا مظہر سنت ہے۔ جس طرح احکام اجتہادیہ کو قیاس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ قیاس ان احکام کا مظہر ہے پس سنت و قیاس دونوں احکام کے مظہر ہیں۔
ہر وقت وہ ہر گروہ کے مناسب جدا جدا احکام ہیں کبھی

حلت مناسب ہوئی ہے کبھی حرمت اولوالعزم پیغمبر کو ایک امر کے حلال ہونے کا حکم ہوا تھا اور غیر الوالعزم پیغمبر کو اسی امر کے حرام ہونے کا اعلام یہ حل وحرمت دونوں صحیفہ منزلہ سے ماخوذ ہیں جس طرح کہ دو مجتہد ایک ماخذ سے دو مختلف حکم اخذ کر لیتے ہیں ایک حل سمجھ لیتا ہے۔ دوسرا اسی سے حرمت نکال لیتا ہے۔

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پچھلی سنت پہلی سنت کی ناسخ ہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو نزول کے بعد اس شریعت کی متابعت کریں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع بھی کریں گے کیونکہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں عجب نہیں کہ علماء ظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجتہدات سے ان کے ماخذ کے کمال دقیق اور پوشیدہ ہونے کے باعث انکار کر جائیں اور ان کو کتاب وسنت کے مخالف جانیں حضرت عیسیٰ روح اللہ کی مثال حضرت امام اعظم کوفی رحمتہ اللہ علیہ کی سی ہے جنہوں نے ورع وتقوے کی برکت اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط میں وہ درجہ بلند حاصل کیا ہے۔ جس کو دوسرے لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے جس نے ان کی فقاہت کی باریکی سے تھوڑا سا حصہ حاصل کیا ہے۔ فرمایا **الفقهاء كلهم عيال ابی حنيفة فقها** سب ابوحنیفہ کے عیال ہیں ان کم ہمتوں کی جرات پر افسوس ہے۔ کہ اپنا قصور دوسروں کے ذمہ لگاتے ہیں نبیت:

قاصرے گر کند ایں طائفہ راطعن وقصور
حاش للہ کہ برارم بزبان ایں گلہ را
ہمہ شیراں جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ: گر کوئی قاصر لگائے طعن ان کے حال پر توبہ توبہ گر زبان پر لاؤں میں اس کا گلہ شیریں باندھے ہوئے اس سلسلہ میں سب کے سب لومڑی حیلہ سے توڑے کس طرح یہ سلسلہ حضرت روح اللہ کا اجتہاد حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا نہ یہ کہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے کیونکہ۔ حضرت روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے برتر ہے کہ علماء امت کی تقلید کریں۔ بلا تکلف وتعصب کہا جاتا ہے۔ کہ اس مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے تمام مذہب حوضوں اور نہروں کی طرح نظر آتے ہیں۔ اور ظاہر میں بھی جب ملاحظہ کیا جاتا ہے۔ تو اہل اسلام سے سواد اعظم یعنی بہت سے لوگ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے تابعدار ہیں۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہیں حتیٰ کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانتے اور اپنی راء پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اور ویسے ہی صحابہ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرف صحبت کے باعث اپنی اراء پر مقدم جانتے ہیں۔ دوسروں کا ایسا حال نہیں پھر بھی مخالف ان کو صاحب الراء کہتے ہیں اور بہت بے ادبی کے لفظ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں پس ثابت ہوا کہ احکام شرعیہ کے ثابت کرنے میں معتبر کتاب وسنت ہے اور مجتہدوں کا قیاس اور اجماع امت بھی حقیقت میں احکام کے مثبت ہیں ان چار دلیلوں کے سوا اور کوئی دلیل نہیں جو احکام شرعیہ کو ثابت کر سکے الہام حل وحرمت کو ثابت نہیں کرتا۔

جو شخص شریعت کا التزام رکھتا ہے۔ وہ صاحب معرفت تھے جس قدر یہ التزام زیادہ ہوگا اسی قدر معرفت زیادہ ہوگی جو شخص شریعت میں ست ہے۔ معرفت سے بے نصیب ہے۔ الہام دین کے پوشیدہ کمالات کا ظاہر کرنے والا ہے نہ کہ دین میں زیادہ کمالات کا ثابت کرنے والا جس طرح اجتہاد احکام کا مظہر ہے اسی طرح الہام ان حقائق واسرار کا مظہر ہے۔ اس درویش نے تمام قسم کی عظمت وکبریائی کو اپنے سے مسلوب کر کے حق تعالی کی پاک بارگاہ کی طرف منسوب کیا ہے اور تمام قسم کے حسن وجمال اور خیر وکمال کو اپنے آپ سے دور کر کے حق تعالی کے ساتھ مخصوص کیا ہے اپنے آپکو شر ونقص کے سوا کچھ نہیں جانتا اور اپنے آپ میں سوائے ذلت واحتیاج اور عجز وانکسار کے کچھ نہیں دیکھتا۔ اور اگر بالفرض عظمت وکبریائی کا کوئی حصہ بظاہر اس کی طرف متوجہ ہو تو اس کو زینہ معلوم کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اوپر کی طرف جاتا ہے۔ اور اس ذات پاک تک جو عظمت وکبریائی کے لائق ہے۔ پہنچ جاتا ہے۔ ایک ہی رات میں ہزار آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

خواب میں مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں۔ اور فائدہ حاصل کرتے ہیں یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ولطائف کی مثالی صورتیں ہیں اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے مستفید ہوتے ہیں۔

ہر جلاہا اور حجام خواب میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھتے ہیں لیکن کچھ حاصل نہیں اور سوائے خسارہ کے ان کے ہاتھ نہیں آتا۔ پس واقعات پر اعتبار کرنا چاہیے عالم شہادت میں جو کچھ حاصل ہو جائے اس کو اپنا سمجھنا چاہیے۔

بیان سورج کا کرتا ہوں کہ ہوں میں بس غلام اس کا
نہیں بندہ میں شب کا تا کروں خوابوں کا کچھ چرچا

یہی وجہ ہے کہ مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم واقعات کا اعتبار نہیں کرتے۔ معتبر وہی ہے جو آفاقہ اور بیداری میں حاصل ہو۔ اور دائمی حضور کو اعلیٰ دولت سمجھتے ہیں۔ کسی وقت بھی ان کے دل پر غیر کا گزر نہیں ہوتا۔

من عرف اللہ کل لسانہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس کی زبان گنگ ہوگئی۔ اس کا نشان ہے اور جہاں علم ہے وہاں گفتگو بھی ہے۔ من عرف اللہ طال لسانہ (جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس کی زبان دراز ہوگئی۔

بندہ کا بیہودہ باتوں میں مشغول ہونا بندہ کی طرف سے حق تعالیٰ کے منہ پھیرنے کی علامت ہے۔

اگر امامت کی بحث دین کی ضروریات اور شریعت کے اصول سے ہوتی جیسے کہ شیعہ نے گمان کیا ہے۔ تو چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں استخلاف کا تعین فرما کر خلیفہ کی تشخیص فرماتا۔ اور حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک کی خلافت کا امر فرماتے اور تخصیص اور تصریح کے طور پر ایک کو خلیفہ کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مامن عبد اذنب ذنبا فقال فتوضاء وصلی واستغفر اللہ من ذنبہ الا کا ن حقا علی اللہ ان یعفی لہ (جب کسی بندہ سے گناہ سرزد ہو تو وضو کرے اور نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کے طور پر فرمایا کہ اے بیٹا! توبہ میں کل تک تاخیر نہ کر کیونکہ موت ناگاہ آجاتی ہے۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح شام توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔

بعض بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک رتی چاندی کا پھیر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھ سو حج قبول سے افضل ہے بد اعتقادی جو اہل سنت و جماعت کے مخالف ہے زہر قاتل ہے جو دائمی موت اور ہمیشہ کے عذاب وعتاب تک پہنچا دیتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس بات پر ہیں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔ اور وہ ایک فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی متابعت کو لازم پکڑا ہے۔

عقائد کے درست ہونے کے بعد شرع کے اوامر کا بجالانا اور نواہی سے ہٹ جانا جو عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ نہایت ضروری ہے پنج وقتی نماز کو بلا فتور تعدیل ارکان اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔

شرعی ممنوعات سے بچنا چاہیے اور حق تعالیٰ کی نامرضیات کو زہر قاتل سمجھنا چاہیے۔ اور اپنے قصوروں کو ہر وقت نظر میں رکھنا چاہیے اور اپنی کارگذاریوں پر نادم اور شرمندہ ہونا چاہیے اور ندامت وحسرت اٹھانی چاہیے بندگی کا طریق یہی ہے۔ بادشاہ وقت سات پشت سے مسلمان چلا آتا ہے اور اہل سنت و جماعت میں سے ہے اور حنیف مذہب پر ہے چند سال ہوئے ہیں کہ اس زمانہ میں جو قرب قیامت اور عہد نبوت کے بعد کا زمانہ ہے بعض طالب علموں نے اپنی طمع کی کم بختی سے جو باطن کی پلیدی سے پیدا ہوئی ہے امیروں اور بادشاہوں کے ساتھ تقرب حاصل کیا ہے اور خوشامد کر کے دین متین میں تشکیکات اور اعتراض کئے ہیں جب ایسا عظیم الشان بادشاہ آپ کی باتوں کو اچھی طرح سن سکتا اور قبول کر سکتا ہے تو یہ کس قدر بھاری دولت ہے کہ آپ تفریح یا اشارہ کے طور پر کلمہ حق یعنی کلمہ اسلام کو جو اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے موافق ہو اس کے گوش گذار کر دیں اور جہاں تک گنجائش ہو سکے اہل حق کی باتوں کو تحقیق کریں بلکہ ہمیشہ امیدوار اور منتظر رہیں کہ کوئی ایسا موقع مل جائے جس میں مذہب وملت کی نسبت گفتگو شروع ہو جائے تا کہ اسلام کی حقیقت ظاہر کی

جائے اور کفر و کافری کا بطلان کیا جائے کفر خود ظاہر البطلان ہے کوئی عقلمند اس کو پسند نہیں کرتا بے تحاشا اس کے بطلان کو ظاہر کرنا چاہئے۔

ان بے عقلوں نے کہاں سے جانا ہے کہ ان جمادات کو شفاعت کی کیا مجال ہوگی اور حق تعالیٰ اپنے شریکوں کی شفاعت کو جو درحقیقت اس کے دشمن ہیں اپنے دشمن بندوں کے حق میں قبول کرے گا ان کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے کہ باغی بادشاہ پر حملہ کریں اور چند بے وقوف ان باغیوں کی مدد کریں اس خیال فاسد سے کہ تنگ وقت میں یہ باغی بادشاہ کے نزدیک ہماری سفارش کریں گے اور ان کے ذریعے ہم بادشاہ کا تقرب حاصل کریں گے۔ یہ عجب بے وقوف ہیں کہ باغیوں کی خدمت کریں اور باغیوں کی شفاعت سے بادشاہ سے معافی مانگیں اور اس کا قرب حاصل کریں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کتاب غنیۃ میں فرماتے ہیں کہ بدعتیوں کے گروہ جن کے اصول یہ نو گروہ ہیں خوارج شیعہ معتزلہ مرجیہ مشبہ جہمیہ ضراریہ بخاریہ کلابیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم اجمعین کی خلافت کے زمانہ میں نہ تھے یہ گروہ صحابہ اور تابعین اور فقہائے سبعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے انتقال فرمانے سے کئی سال بعد پیدا ہوئے ہیں۔ پس جو مذہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہے اعتبار و اعتماد کے لائق نہیں فرمایا آپ کو معلوم ہے کہ بادشاہ روح کی مانند ہے اور تمام انسان جسد یعنی جسم کی طرح اگر روح درست ہے تو بدن بھی درست ہے اگر روح بگڑ جائے تو بدن بھی بگڑ جاتا ہے پس بادشاہ کی بہتری میں کوشش کرنا گویا تمام بنی آدم کی اصلاح میں کوشش کرنا ہے اور بادشاہ کی اصلاح اس امر میں ہے کہ بلحاظ وقت جس طرح ہو سکے کلمہ اسلام کا اظہار کیا جائے کلمہ اسلام کے بعد اہل سنت و جماعت کے معتقدات بھی کبھی کبھی بادشاہ کے کانوں تک پہنچا دینے چاہئیں اور مذہب مخالف کی تردید کرنی چاہئے اگر یہ دولت میسر ہو جائے تو گویا انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت عظمیٰ ہاتھ آ گئی آپ کو یہ دولت مفت حاصل ہے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ جب سیدنا عبداللہ کے نطفہ نے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا مادہ تھا سیدہ آمنہ کے رحم میں قرار پکڑا تمام روئے زمین کے بت سرنگون ہو گئے اور تمام شیطان اپنے کام سے بند ہو گئے فرشتوں نے ابلیس کے تخت کو اوندھا کر کے دریا میں ڈال دیا اور چالیس دن تک عذاب کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی رات کو کسرائے کے محل کو زلزلہ آ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور فارس کی آگ جو ہزار سال سے روشن تھی اور کبھی نہ بجھی تھی یکدم بجھ گئی۔

انسان میں جس طرح اس کا دل عرش رحمان کا نمونہ ہے۔ اور اس کا ظہور قلبی ظہور عرشی کا نمونہ ہے۔ اسی طرح انسان میں بیت اللہ کا بھی نمونہ اور نشان ہے۔

جو شخص صراط مستقیم سے ایک دانہ رائی کے برابر بھی جدا ہو گیا جوں جوں جائے دور ہوتا جائے گا اور مطلوب تک پہنچنے سے زیادہ بعید ہوتا جائے گا۔

ترسی نرسی بکعبہ اے اعرابی
ایں راہ کہ تو میری بترکستان است

کشفی صورت میں کلمہ طیبہ نقطہ کے رنگ میں دکھائی دیتا ہے۔ اور کلمہ محمد رسول اللہ ﷺ جو دعوت خلق کی خبر دیتا ہے۔ جو اجسام و جواہر کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور وہاں طول و بسط کا قدم راسخ ہے اس واسطے اس مقام کی صورت مثالی کشفی نظر میں لمبی چوڑی دکھائی دیتی ہے۔

ظہور عرشی اگرچہ تمام تجلیات و ظہورات سے برتر ہے لیکن وہ معاملہ جو بیت اللہ مقدس کے ساتھ وابستہ ہے تمام ظہورات و تجلیات سے برتر ہے وہاں ظہور و تجلی کا نام لینا ننگ و عار ہے تجلیات و ظہورات محیط دائرہ کا حکم رکھتے ہیں۔

چہ گویم باتو از مرغے نشانہ
کہ با عنقا بود ہم آشیانہ
زعنقا ہست نامے پیش مردم
زمرغ من بود آن نام ہم گم

انبیاء بنی اسرائیل کا کعبہ جو بیت المقدس کا پتھر ہے۔ اس کے ظہورات کے کمالات آخر کار اس کعبہ معظمہ کے کمالات کی طرف راجع ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ مل جاتے

ہیں کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ ملنے سے چارہ نہیں۔ راستے جب تک مرکز تک جو صراط مستقیم ہے نہ پہنچیں۔ تب تک مطلوب کی طرف نہیں جاسکتے۔

اگر چہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کعبہ کی حقیقت کے ساتھ الحاق یعنی ملنا میسر ہو چکا ہے اور اس کے بعد بیشمار ترقیاں حاصل ہو چکی ہیں مگر صورت کو صورت کعبہ کی ملاقات کا شوق ہے حج فرض اکبر ہو چکا ہے اور راستہ کا امن بھی غلبہ سلامتی کے باعث ثابت ہو چکا ہے۔ اور اس فرض کے ادا کرنے کا شوق بھی کامل ہے لیکن دیر پر دیر ہوتی چلی آتی ہے۔ سر اور آنکھوں کے بل منزلوں کو قطع کرنا چاہئے اگر پہنچ گئے تو نعمت عظمیٰ ہے۔ اگر راہ ہی میں رہ گئے تو بڑی بھاری امیدواری ہے۔ اور وہ شخص جس کی ایک توجہ خلق کی طرف ہے اور دوسری توجہ خالق کی طرف۔ وہ سیر کے وسط میں ہے۔ لیکن یہ شخص اس سالک سے بلند تر ہے۔ جس کی توجہ کامل طور پر حق تعالیٰ کی طرف ہے کیونکہ یہ شخص بندوں کے حقوق ادا کرنے میں ناقص ہے۔ اور وہ شخص حتی المقدور خالق کے حق بھی اور مخلوق کے حق بھی بجالاتا ہے۔ اور خلق کو خالق کی طرف بلاتا ہے۔ پس اس کی نسبت اکمل ہوگی۔ خلیل اپنے آرام کے لئے ہے۔ اور وزیر دوسروں کے کاروبار کے لئے شتان ما بینھما (ان دونوں میں بہت فرق ہے)

اس مقام عالی یعنی خلعت کے سر حلقہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ یا وہ لوگ جن کو اس مقام اعلیٰ سے مشرف فرمائیں۔ مقام خلف کے اوپر مقام محبت ہے جس مقام اعلیٰ کے ساتھ تیسرے گروہ کے لوگ جو سابق بالخیرات ہیں۔ مشرف ہوئے ہیں۔ یار وندیم اور ہوتا ہے۔ اور محب و محبوب اور۔ عاجزی اور زاری اور التجا و انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے عفو و عافیت طلب کرنی چاہئے حتیٰ کہ قبولیت کا اثر مفہوم ہو جائے اور فتنہ کا فرو ہونا معلوم ہو جائے اگر چہ دوست اور خیر خواہ سب اس کام میں لگے ہیں۔ مگر صاحب معاملہ اس کام کا زیادہ مستحق ہے دوا کھانا اور پرہیز کرنا بیمار کا کام۔ دوسرے لوگ مرض کے دور کرنے میں صرف اس کے مددگار ہیں۔

معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب حقیقی کی طرف سے جو کچھ آئے۔ کشادہ پیشانی اور فراغ دلی سے احسان کے ساتھ اس کو قبول کر لینا چاہئے۔

اس فقیر کے علم پر مخصوص ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ لا یسعنی ارضی و لا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن میں نہ اپنی زمین میں سما سکتا ہوں۔ نہ آسمان میں۔ لیکن اپنے مومن بندے کے دل میں سما سکتا ہوں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کامل ظہور مومن آدمی کے قلب پر مخصوص ہے۔

عرش مجید اگر چہ زیادہ وسیع اور مظہر اتم ہے۔ لیکن اس اپنی دولت کے حاصل ہونے کا علم نہیں رکھتا۔ اور ان کمالات کا شعور اس کو حاصل نہیں۔ برخلاف قلب انسانی کے کہ صاحب شعور ہے اور اپنے علم و معرفت سے معمور ہے۔ قلب کے لئے ایک اور بھی زیادتی ہو جس کو ہم بیان کرتے ہیں غور سے سنیں۔ مجموعہ انسان جس کو عالم صغیر کہتے ہیں اگر چہ عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہے لیکن اس کو ہیئت وحدانی حقیقی حاصل ہے۔ عرش اور قلب کی مثال اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ گویا ایک وسیع آگ ہے۔ جس نے دشت و صحرا کو منور کر دیا ہے۔ اور اس آگ سے ایک مشعل بنالیں۔ جس میں بعض امور کے لاحق ہونے سے اس قسم کی اور نورانیت پیدا ہو جائے جو اس آگ میں نہیں تو کچھ شک نہیں۔ کہ یہ زیادتی صرف فضل جزئی ہی ثابت کرتی ہے۔ یعنی کامل کا باطن ہر وقت خداوند تعالیٰ کی طرف لگا رہتا ہے۔ اور اس کا ظاہر اہل و عیال کی تدبیر میں۔

نصیحت ہے تجھ سے یہی سر بسر
کہ لڑکا ہے تو اور رنگین ہے گھر

یا اگر چہ پر تکلف کھانے کھاتے ہیں اور نفیس لباس پہنتے ہیں لیکن لذت کا پانا۔ اور نفع حاصل کرنا فقراء کے طعام و لباس میں ہے۔

پہلی برکت جو صحبت اول میں اس طریقہ علیہ کے مبتدی رشید کو حاصل ہوتی ہے مطلوب حقیقی کی طرف قلب کی دائمی توجہ ہے۔ یہ دوام توجہ تھوڑی مدت میں نسیان ماسوا تک پہنچا دیتی ہے۔ اگر طالب بالفرض ہزار سال تک جیئے۔ حق تعالیٰ کا غیر اس نسیان کے باعث جو اس کو ماسوا سے حاصل ہو چکا ہے۔ کبھی اس کے دل سے گزرنے نہ پائے۔ عبادات نافلہ کو

عبادات فرائض کے مقابلہ میں راستہ پھینکے ہوئے کوڑے کی طرح بے اعتبار جاننا چاہئے۔

نیم دانگ اس شخص کو واپس دے دینا جس سے خلاف شرع ظلم سے لیا ہو۔ دوسو درہم صدق کرنے سے بہتر ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص کے نیک عمل پیغمبر کے نیک عملوں کی طرح ہوں اور اس پر نیم دانگ جتنا کسی کا حق باقی رہا ہو۔ تو اس شخص کو بہشت میں نہ لے جائیں گے۔ جب تک اس نیم دانگ کو ادا نہ کرے گا۔

غرض ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کر کے باطن کی طرف متوجہ ہونا چاہئے تا کہ غفلت کے ساتھ آلودہ نہ رہے کیونکہ باطن کی امداد کے بغیر احکام شرعیہ سے آراستہ ہونا مشکل ہے۔ علماء صرف فتوے دیتے ہیں۔ اور اہل اللہ کام کرتے ہیں باطن میں کوشش کرنا ظاہری کوشش کو مستلزم ہے۔ اور جو کوئی باطن ہی کی درستی میں لگا رہے اور ظاہر کی پرواہ نہ کرے وہ ملحد ہے اور اس کے وہ باطنی احوال استدراج ہیں۔

بندہ مقبول وہ ہے جو اپنے مولے کے فعل پر راضی ہو۔ اور جو شخص اپنی رضا کا تابع ہو۔ وہ اپنا بندہ ہے اگر مولے بندہ کی گردن پر چھری چلا دے تو بندہ کو چاہئے کہ اس وقت شاداں اور خنداں ہو۔ اور اسی میں اپنے مولے کی رضامندی سمجھے بلکہ اس فعل سے لذت حاصل کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الخلق عیال اللہ واحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ. خلق اللہ تعالیٰ کا عیال ہے اور مخلوقات میں سے زیادہ پیارا) اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو اس کے عیال کے ساتھ احسان کرے اب عمل کا وقت ہے عیش و آرام کا وقت ابھی آگے ہے۔ جب اس عمل کا پھل ملے گا۔ عمل کے وقت آرام کرنا گویا اپنی کھیتی کو کچا کھا جانا۔ اور اس کے پھل سے محروم رہنا ہے۔

مقام قاب قوسین او ادنیٰ میں سر عظیم یہ ہے کہ جب انسان کامل سیر الی اللہ کے تمام ہونے کے بعد سیر فی اللہ کے ساتھ وابستہ متحقق ہو جاتا ہے تو اخلاق اللہ سے متخلق ہو جاتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے عاشق صادق کا تعلق و گرفتاری معشوق کی ذات کے ساتھ یہاں تک ہو جائے کہ اسم وصفت سے گزر جائے تو اس وقت اسم وصفت بالکل اس کی نظر سے دور ہو جاتے ہیں اور ذات کے سوا اس کو کچھ ملحوظ و مشہود نہیں ہوتا۔ اگرچہ صفات موجود ہوں۔ لیکن اس کو مشہود نہیں ہوتا۔ تب اَوْ اَدْنٰی کا سر ظاہر ہوتا ہے۔

آپ کو واضح ہو۔ کہ خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں جس طرح علماء خوارق کے حاصل کرنے کے لئے مکلف نہیں ہیں۔ بعض اولیاء جن سے خوارق و کرامات ظاہر ہوئی آخر دم میں ان کرامات کے ظہور سے نادم ہوئے ہیں۔ اور یہ خواہش کرتے رہے ہیں کہ کاش ہم سے یہ خوارق و کرامات ظاہر نہ ہوتے۔ ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا ضروری نہیں۔

مرید رشید اور طالب مستعد ہر گھڑی سلوک طریق میں اپنے پیر سے خوارق و کرامات محسوس کرتا ہے اور معاملہ غیبی میں ہر دم اس سے مدد لیتا ہے دوسرے لوگوں کی نسبت خوارق کا ظاہر ہونا ضروری نہیں لیکن مریدوں کی نسبت کرامات ہی کرامات اور خوارق ہی خوارق ہیں۔ مرید کس طرح پیر کے خوارق کو محسوس نہ کرے جبکہ پیر نے مردہ دل کو زندہ کر دیا ہے۔ اور مشاہدہ و مکاشفہ تک پہنچا دیا ہے عوام کے نزدیک بدنوں کا زندہ کرنا عظیم الشان ہے اور خواص کے نزدیک قلب و روح کا زندہ کرنا اعلیٰ درکا برہان ہے۔

درحقیقت اہل اللہ کا وجود ہی کرامت ہے۔

عارف صاحب تکمیل کی یہ ظاہری و باطنی توجہ جو اس کو خلق کی طرف پیدا ہوئی ہے۔ موت کے وقت تک ہے جو مقام دعوت کا منتہا ہے جب موت آ جائے گی موت کے پل سے گزر کر محبوب کے کوچہ میں قدم رکھ لے گا اور اغیار کی مزاحمت کے بغیر وصل و اتصال کی دولت سے مشرف ہو جائے گا۔

ترجمہ:

مبارک منعموں کو اپنی دولت
مبارک عاشقوں کو دردو کلفت

جب سالک اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذکر مراقبہ کے ساتھ حق تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دم بدم ماسوی سے منہ پھرتا جاتا ہے۔ تو حق تعالیٰ اسماء وصفات کی علمیہ صورتوں کے عکوس ہر آن میں قوت و غلبہ پاتے جاتے ہیں۔

حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض موت میں کاغذ طلب کیا اور فرمایا کہ اکتب لکم کتا بالن تضلو ابعدی (کاغذ لاؤ۔ کہ میں کچھ لکھوں تا کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو) اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اور چند اور اصحاب نے منع کیا اور کہا کہ حسبنا کتاب اللہ (ہمیں کتاب اللہ کافی ہے) اور کہا استفھموہ (کیا غشی سے ایسی کلام کرتے ہیں اچھی طرح پوچھو۔ یہی وہ فاروق رضی اللہ عنہ میں جن کی شان میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو فرماتا ہے یا یھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین (اے نبی تجھ کو اللہ تعالیٰ اور تیرے تابعدار مومن کافی ہیں۔)

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں عفا اللہ عنک لم اذنت لھم (اللہ تعالیٰ نے تجھ سے معاف کیا۔ تو نے ان کو کیوں اذن دیا)

اور آیت کریمہ و شاورھم فی الامر (کام میں ان سے مشورہ کر لیا کرو (کے بموجب اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کی گنجائش اور رد و بدل کی مجال تھی۔ کیونکہ اعتبار و مشورہ کا امر کرنا رد و بدل کے حاصل ہونے کے بغیر متصور نہیں۔ جنگ بدر کے قیدیوں کے قتل اور فدیہ کے بارہ میں جب اختلاف واقع ہوا تھا تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے قتل کا حکم دیا تھا اور وحی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے موافق آئی۔

مقدمہ سوم۔ یہ کہ سہو و نسیان پیغمبر پر جائز بلکہ واقع ہے حدیث ذی الیدین میں آیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتی نماز میں دو رکعت کے بعد سلام دیدی۔ ذی الیدین نے عرض کی۔ اقصرت الصلوٰۃ ام نسیت کیا آپ نے نماز کو قصر کیا ہے یا آپ بھول گئے ذوالیدین کی صداقت ثابت ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھ کر دو رکعت اور ادا کیں۔ اور سجدہ سہو ادا کیا۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بلکہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے لئے کتاب و سنت میں جنت کی خوشخبری ہے اور وہ احادیث جن میں خاص طور پر ان کے لئے جنت کی بشارت ہے۔ ثقہ راویوں کی کثرت سے شہرت بلکہ تواتر معنی کی حد تک پہنچ چکی ہیں۔ جن کا انکار کرنا سراسر جہالت ہے یا بغض و عناد۔ ان صحیح و حسن حدیثوں کے راوی اہل سنت ہیں جنہوں نے اپنے استادوں سے جو سب کے سب صحابہ و تابعین ہیں۔ اخذ کی ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اگر تمام مخالف فرقوں کے راویوں کو جمع کریں تو اہل سنت کے سویں حصہ تک بھی نہیں پہنچ سکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والسابقون الاولون مہاجرین اور انصار میں سابقین اور اول وہ لوگ جنہوں نے احسان سے ان کی تابعداری کی ان سب پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور ان کے لئے جنات تیار کی ہیں جن میں نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور فرماتا ہے لا یستوی منکم من انفق نہیں برابر تم میں سے وہ شخص جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی یہ زیادہ درجے والے ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا۔ اور لڑائی کی اور سب کو اللہ تعالیٰ نے حسنے یعنی بہشت کا وعدہ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ بیشک اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا مومنین سے جب انہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا مطلب استفہام اور استفسار یعنی استفھموہ سے یہ تھا کہ اگر آپ کوشش و اہتمام کے ساتھ کاغذ طلب فرمائیں تو لا یا جائے۔ اگر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی استفسار و استفہام کے لئے کاغذ لانے میں توقف کیا ہو۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی خریدار مل جائے۔ تو اس خلافت کو ایک دینار کے بدلے بیچ ڈالوں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی خواہش کے لئے معاویہؓ کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہیں کیا بلکہ باغیوں کے ساتھ لڑائی کرنا فرض سمجھ کر ان کا مقابلہ کیا ہے۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفت آید درحدیث دیگراں

ابلیس لعین جو ہر فساد و گمراہی کا مبدا ہے۔ عدم سے بھی زیادہ شریر ہے اور وہ بدبخت ان ہنروں سے بھی جو عدم میں پائے جاتے ہیں بے نصیب ہے۔ انا خیر منہ جو اس سے صادر ہوا۔ اس نے تمام خیریت و بہتری کا مادہ اس سے دور کر دیا ہے۔

اور محض شرارت پر دلالت کی ہے۔ عدم نے چونکہ اپنے نیست ولاشے ہونے سے وجود کا مقابلہ کیا اس لئے وجود کے حسن وجمال کا آئینہ بن گیا اور لعین نے چونکہ اپنی ہستی وخیریت کے باعث وجود کا معارضہ کیا۔ اس لئے مردود ومطرود ہوگیا تقابل کی خوبی عدم سے سیکھنی چاہئے۔ اور معلوم ہوا کہ ابلیس اس کارخانہ عالی میں کام کرتا رہا ہے۔ جس نے کناسی وخاکروبی کر کے سب کا کوڑا کرکٹ اپنے سر پر اٹھالیا اور اوروں کو پاک وصاف کر دیا ہے لیکن چونکہ وہ بد بخت تکبر ولڑائی سے پیش آیا اور اپنی بہتری وخیریت کو مدنظر میں لایا۔ اس لئے اس نے اپنے عمل کو ضائع کر دیا اور اجر سے محروم ہوگیا درحقیقت خسر الدنیا اسی کے حال کا نشان ہے پس اس کے شرارت نما وجود کے مالیخولیات نے اس کو نیست ولاشے ہونے سے جو عدم کی نیک صفتوں میں سے ہے محروم رکھا۔ ایسے جو شخص دنیا میں زیادہ تر رنج والم میں مبتلا ہوگا آخرت میں اسی قدر زیادہ ناز ونعمت میں ہوگا کاش دنیا کی بقا کو آخرت کی بقا کے ساتھ وہی نسبت ہوتی۔ جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے۔

کافر خدا کا دشمن اور دائمی عذاب کا مستحق ہے دنیا میں اس سے عذاب کا دور رکھنا۔ اور اس کو اپنی وضع پر چھوڑ دینا اس کے حق میں عین ناز ونعمت ولذت ہے اسی واسطے کافر کے حق میں دنیا پر جنت کا اطلاع کیا گیا ہے۔

من آں خاکم کہ ابر نور بہاری
کند از لطف برمن قطرہ باری
اگر از تن بروید صد زبانم
چو سبزہ شکر لطفش کے توانم

خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

از حضرات اقدس

ایک ماہ میں حفظ قرآن مجید فرمایا اور سولہ سال کی عمر میں تمام علوم کی تحصیل سے فراغت پائی۔ گیارہ سال کی عمر میں ذکر ومراقبہ کا طریقہ اپنے والد بزرگوار سے سیکھ کر اس پر مواظبت شروع کی۔ اور طریقت میں وہ کمال حاصل کیا۔

نو لاکھ کی تعداد آپ کے مریدوں کی بتائی جاتی ہے۔ جن میں سے تقریباً سات ہزار مرتبہ خلافت پر پہنچے۔

آپ کی ولادت ۱۰۰۷ھ میں اور وفات ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک سرہند میں زیارت گاہ عالم ہے۔

چوں زلیخا کز سپند آں تا بعدو
نام جملہ جیز یوسف کردہ بود

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی

کی اصلاحی سرگرمیوں کا آغاز ابھی نہ ہوا تھا اور آپ اس دور کی خرابیوں کو دور کرنے اور کافرانہ ومشرکانہ رسوم ومعتقدات کی بیخ کنی کے لئے سخت متردد اور بے چین تھے۔

جب شاہجہان کو ممالک محروسہ پر پوری طرح استحکام حاصل ہوگیا تو حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہوا۔

بہت کچھ تحفے اور ہدیے آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ نیز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی روح پرفتوح کے ایصال ثواب کے لئے سات روز تک فقیروں کو کھانا تقسیم کیا۔ چونکہ شاہجہان کو حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں بڑا رسوخ واعتقاد تھا اس لئے دوبارہ حضرت سے بیعت ہو کر صبح وشام حضرت کے حلقہ میں شامل ہوتا تھا۔ آپ بھی اس پر بدرجہ غایت مہربان تھے۔

شاہجہاں نے اپنے زمانے میں اکثر بدعتوں کو جو جہانگیری دور میں باقی رہ گئی تھیں دور کیا اور حکم دیا کہ اشرفی اور روپے کے سکوں پر کلمہ طیبہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی کندہ کئے جائیں اور تمام شہروں قصبوں اور دیہات میں مسجدیں اور مدرسے بنائے جائیں۔ چنانچہ بکثرت مساجد ومدارس تعمیر کئے گئے اور علماء وفقراء اور حفاظ کے وظائف مقرر کئے گئے۔ اور دین اسلام کی ترویج میں بے حد کوشش کی گئی۔

جب شہزادہ اورنگ زیب نے حضرت عروۃ الوثقیٰ سے بیعت کی تو اس نے روشن آرا سے حضرت کا مرید ہونے کے لئے کہا۔ آخر روشن آرا نے ایک رات استخارہ کیا خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان محل ہے جو طرح طرح کے نقش ونگار سے منقش ہے۔ اس محل میں حضرت عروۃ الوثقیٰ تشریف فرما ہیں۔ نیچے کے حصہ میں بکثرت اولیائے کرام موجود ہیں۔

حضرت اس وقت خربزہ کھا کر چھلکے نیچے پھینک رہے ہیں۔ جو اولیائے امت وہاں موجود ہیں وہ ان چھلکوں کو بڑی جدو جہد سے حاصل کرتے اور بڑی خوشی و رغبت سے کھاتے ہیں۔

صبح کو یہ خواب اپنے بھائی اورنگ زیب سے بیان کیا، وہ اس کو حضرت کی خدمت میں لے گیا اور مرید کرا دیا۔

گوہر آرا بیگم، عقل و فہم علم و عمل میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھیں۔ خوف خدا سے روتی اور سنت نبوی سے سر مو تجاوز نہ کرتی، ایک شب اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک باغ ہے جس کی دیواریں سرخ یاقوت کی ہیں درخت زمرد کے ہیں اور زمین سنہری ہے۔ اس باغ کے اندر ایک محل مروارید کا ہے جس میں حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ایک شخص ارشاد کے مطابق جملہ مہمات سرانجام دیتا ہے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت خواجہ محمد معصوم ہیں۔

نقل ہے کہ جب حضرت حج کو جاتے تھے راہ میں شہزادہ اورنگ زیب قدم بوس ہوا۔ اور بارہ ہزار روپیہ نذرانہ حاضر کیا۔ اور نہایت اخلاص سے پیش آیا۔ حضرت نے اس کو بشارت دی۔ اس نے عرض کی۔ کہ آپ مجھ کو یہ لکھ بھی دیں۔ چنانچہ حضرت نے اس کو لکھ دیا فوقع کما قال۔ گوہر آراء اس کی ہمشیرہ کہا کرتی تھی کہ میرے بھائی اورنگ زیب نے بارہ ہزار روپیہ کو سلطنت خریدی ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص کسی عورت پر عاشق ہو گیا ہے۔ حضرت اس کو سمجھانے لگے تو اس نے کہا

در کوئے نیک نامی مارا گذر ندا دند
گر تو نمی پسندی تبدیل کن قضارا

تائب ہوا۔ اور خیال عشق جاتا رہا۔

حضرت کا حلیہ

حضرت تمام قد پر اندام گندم رنگ وکشادہ ابرو بلند بینی تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی ڈاڑھی سفید تھی۔ تمام اعضاء نہایت خوبصورت اور خوش شکل تھے لباس میں چوغہ حضرت خازن علیہ الرحمتہ پالکی میں سوار ہو کر ایک تیر کے فاصلے سے اپنی محل سرائے کو تشریف لے جاتے۔

شاہجہاں بادشاہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی زیارت کے لئے سرہند آیا۔ کافی دن قیام کیا اور اپنے ارکان سلطنت سے کہا کہ چونکہ یہ شہر میرے دونوں دارالخلافوں (لاہور و دہلی) کے درمیان ہے نیز یہ کہ میں حضرت کی زیارت کے لئے آتا رہتا ہوں اس لئے بھی اس شہر میں میرے عالی شان محلات بنوائے جائیں چنانچہ بنوائے گئے۔

الا سودائیاں شہرے ہست درہند
کہ اندر پائے او بنہاد سر ہند

شاہجہاں نے حضرت سے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں مملکت کو اولاد میں تقسیم کر دوں فرمایا کہ ولی عہد اورنگ زیب کو بنانا کیونکہ وہ سب شہزادوں میں زیادہ لائق ہے۔ شاہجہاں نے بھی اس بات کو منظور کر لیا۔ دہلی پہنچ کر جب شاہجہاں نے اورنگ زیب کو ولی عہد بنانا چاہا۔ داراشکوہ نے دکن لینے سے انکار کر دیا۔ اورنگ زیب نے کہا مجھے سلطنت درکار نہیں میں تو ایک فقیر آدمی ہوں میں حضرت کی خدمت میں رہوں گا آخر بادشاہ نے عرض کیا۔ چونکہ اورنگ زیب آنجناب کا مرید ہے اس لئے آپ اسے دکن لینے پر راضی کریں۔ حضرت نے اورنگ زیب کو بلا کر فرمایا کہ اطمینان رکھو آخر تم ہی دکن اور ہندوستان کے بادشاہ ہو گے۔ دکن لینے پر راضی ہو جاؤ۔ رضا مند ہو گیا۔ بعد ازاں حضرت نے بادشاہ سے فرمایا کہ ہم نے اورنگ زیب کو دکن لینے پر رضا مند تو کر لیا ہے لیکن داراشکوہ کو سمجھا دینا کہ شریعت کو رواج دینے کی کماحقہ کوشش کرے اور شریعت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے پائے ذرا بھی غفلت برتی تو نہ وہ رہے گا نہ اس کی سلطنت بلکہ شامت اعمال کا خمیازہ تم کو بھی بھگتنا پڑے گا۔

امارت و ریاست کے باوجود یہ دونوں صاحبزادے محبت و احترام کے جذبہ میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کی پالکی کندھوں پر اٹھا کر شاہجہاں آباد (دہلی) تک لے جاتے تھے۔

حضرت بھی ان دونوں صاحبزادوں پر بہت مہربان تھے۔

جب حضرت عروۃ الوثقیٰ نے حج کا عزم بالجزم کر لیا تو پہلے حضرت مجدد الف ثانی کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے پھر اپنے دونوں بھائیوں مخدوم زادوں اور تقریبا سات ہزار مریدوں و خلفاء کے ساتھ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے

روانہ ہوگئے۔ جب شاہجہاں آباد پہنچے تو شاہجہاں بادشاہ اور داراشکوہ حضرت کو رخصت کرنے کے لئے آئے اور بہت بڑی رقم بطور نذرانہ پیش کی حضرت نے اس میں سے تھوڑی سی رقم لے لی۔ اورنگ زیب بھی نربدہ کے قریب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ازراہ لطف وکرم اپنی خاص ٹوپی اورنگ زیب کو عنایت کی۔ تاج شاہی اپنے دست مبارک سے اس کے سر پر رکھا۔ اور بہت دعائیں دیکر رخصت کیا۔ نیز اورنگ زیب کی درخواست پر حصول برکت کے لئے مخدوم زادگان شیخ محمد اشرف و شیخ سعدالدین کو اس کے پاس چھوڑ دیا۔

وہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ) دامت فرماتے تھے حلقہ ذکر میں بیٹھا تھا مشاہدہ ہوا کہ مخلوق اور فرشتوں کی بہت سی جماعتیں میرا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ فرماتے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ نہایت حسین وجمیل مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت طواف میں ہمارے ساتھ شریک ہے اور اس جماعت کا طواف نہایت اشتیاق واتصال کے ساتھ ہے (ان کا طواف) اس دنیا کے لوگوں کی مانند نہیں ہے۔ وہ ہر ساعت میں بیت عتیق (خانہ کعبہ) کو بوسہ دیتے ہیں اور ہر لحظہ (کعبہ معظمہ سے) معانقہ کرتے ہیں میں نے دیکھا کہ اس جماعت کے قدم زمین سے اونچے ہیں (یعنی زمین پر ٹکے ہوئے نہیں ہیں) اور ان کے سر آسمان تک پہنچے ہوئے ہیں ظاہر ہوا کہ مذکورہ مرد فرشتے ہیں اور مذکورہ عورتیں جنت کی حوریں ہیں۔

حضرت (عروۃ الوثقیٰ) فرماتے ہیں کہ جب ہم عرفات کے قصد سے نکلے اور منیٰ میں قیام کیا تو ہم نماز کے لئے مسجد خیف گئے تھے اور اس مسجد میں ایک قبہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبہ کے نزدیک خیمہ لگا کر قیام فرمایا تھا اور یہ پیغمبروں کا مقام بھی ہے منجملہ ان کے حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام ہیں اور نیز اس مسجد میں ایک منارہ ہے جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام کی قبر ہے جیسا کہ آپ حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر پر پہنچے جو کہ وہاں پر جنت المعلیٰ میں ہے تو ٹھہرے اور فرمایا کہ انوار کا سمندر موجزن ہے اور خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے کمالات (اس سے) روشن ومنور ہیں اس کے بعد آپ نے ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے روضہ منورہ پر پہنچ کر دوستوں کے ساتھ طویل مراقبہ کیا اور فرمایا کہ امہات المومنین میں جو سب سے بڑی ہیں ان کی جانب سے اس قدر الطاف وعنایات اور تھے۔

جو شخص بھی ذکر الٰہی میں مشغول ہے اور کلمہ توحید کہتا ہے یہ کہنے والا اگر شرک کے کوچہ سے نکلا نہیں اس کے حق میں کلمہ طیبہ کا حاصل لا الہ الا انا ہو جاتا ہے۔

کشف قبور کے واقعات

اور جب وادی بدر سے صفرا تک پہنچے راستہ سے ہٹ کر حضرت عبیدہ ابن الحارث کی زیارت کے لئے متوجہ ہوئے جو کہ شہدائے بدر میں سے ہیں اور بدر میں زخمی ہو کر صفرا میں آرام فرما ہیں کچھ دیر ان کی قبر پر دوستوں کے ہمراہ مراقبہ میں مشغول ہوئے اس کے بعد قافلہ میں پہنچ کر فرمایا کہ ہم ان رضی اللہ عنہ کی قبر پر متوجہ ہوئے ہم نے (ان کو) نہیں پایا، کچھ دیر کے بعد نہایت عالی شان مرتبہ کے ساتھ ظاہر ہوئے اور ہماری جانب آکر بڑی کشادہ روئی کے ساتھ ملاقات کی اور کچھ دیر بیٹھ کر جلدی سے واپس ہوگئے۔

اہل مدینہ منورہ میں سے بعض لوگوں نے چاہا کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ) کے طریقہ میں داخل ہوجانا، اس جلیل القدر امر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے نہایت ادب کے ساتھ اجازت چاہی اور مواجہ شریفہ میں کھڑے ہو کر مراقبہ کیا۔ اس امر جلیل القدر میں مشغول ہونے کے بارے میں کامل رضامندی اور اس کا نہایت اہتمام ظاہر ہوا۔

فرماتے تھے کہ اکثر اوقات روحانیوں اور آسمان والوں اور ان کے علاوہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے لشکروں کی حاضری روضہ منورہ مقدسہ کی بارگاہ میں مشاہدہ ہوتی ہے خاص طور پر قبہ مبارک کے اوپر جو کہ مسجد شریف سے خارج ہے لشکروں کا اس قدر اجتماع ظاہر ہوتا ہے کہ اندر کی طرف اس کی مانند دیکھنے میں نہیں آتا اور ہوسکتا ہے کہ اس حقیقت میں یہ راز ہو کہ اندرونی انوار کے تلاطم کی وجہ سے درک وادراک (محسوس کرنے) کی طاقت نہیں رہتی بخلاف باہر کے کہ (وہاں) اندرونی انوار کمتر ظاہر ہوتے ہیں۔ اہل بقیع کی

زیارت کے بعد فرماتے تھے کہ میں متبرک قبروں میں سے جس قبر پر بیٹھتا تھا تو جس طرح کہ صاحب قبر کی عنایات اپنے حال پر مشاہدہ کرتا تھا اسی طرح دوسرے اہل قبور کا انتظار کہ جن کی زیارت کا ارادہ رکھتا تھا مشاہدہ کرتا تھا اور میں اپنی ملاقات کے لئے ان کے اجتماع اس طرح پاتا تھا جیسا کہ کسی عزیز اور نہایت پسندیدہ مہمان کی غیر متوقع آمد پر اجتماع ہو۔ جب حضرت ابراہیم (ابن رسول اللہ) علی آبیہ وعلیہ الصلوات والسلام کے روضہ منورہ پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ ہماری جانب باہر نکل آئے ہیں اور خود کو میرے ساتھ متصل کر دیا ہے کبھی میری گود میں آتے تھے اور کبھی کبھی وہ ہماری جانب آ کر خود کو میرے ساتھ لپٹا کر کمال مہربانی سے معانقہ کرتے تھے اس کے بعد ہم امام اجل انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر پہنچے ہم نے دیکھا کہ نہایت سرعت کے ساتھ ہماری جانب باہر آ کر نہایت خندہ روئی وشادمانی کے ساتھ اور اہل عرب کی ملاقات کے طریقہ پر ملاقات کی اس کے بعد میں نے ازواج مطہرات کے الطاف حد سے زیادہ پائے جیسا کہ ماں کی شفقت۔

دعا کمال عبدیت میں سے ہے

عجیب معاملہ ہے کہ پہلے جو بلاومصیبت واقع ہوتی تھی فرحت وخوشی کا باعث ہوتی تھی اور هل من مزید کہتا تھا اور جو کچھ دنیاوی اسباب سے کم ہوتا تھا اچھا معلوم ہوتا تھا اور اسی قسم کی خواہش کرتا تھا۔ اب جبکہ عالم اسباب میں لائے ہیں اور اپنی عاجزی اور محتاجی پر نظر پڑی ہے اگر تھوڑا سا بھی ضرر لاحق ہو جاتا ہے تو پہلے ہی صدمہ میں ایک قسم کا غم پیدا ہو جاتا ہے اگرچہ جلدی دور ہو جاتا ہے اور کچھ نہیں رہتا ہے اور ایسے ہی پہلے اگر بلاومصیبت کے دفع کرنے کے لئے دعا کرتا تھا تو اس سے اس کا رفع کرنا مقصود نہ ہوتا تھا بلکہ امر ادعونی کی تابعداری مقصود ہوتی تھی لیکن اب دعا سے مقصود بلاؤ مصیبت کا رفع کرنا ہے اور وہ خوف وحزن جو زائل ہو گئے تھے اب پھر رجوع کر رہے ہیں اور معلوم ہوا کہ وہ حال سکر کی وجہ سے تھا۔ صحو کی حالت میں عجز اور محتاجی اور خوف وحزن اور غم وشادی جیسے عام لوگوں کو لاحق ہے۔ ویسے ہی اس خاکسار کو بھی لاحق ہے۔ ابتدا میں بھی جب کہ دعا سے بلا کا رفع کرنا مقصود نہ تھا' یہ بات دل کو اچھی نہ لگتی تھی لیکن حال غالب تھا۔ دل میں گزرتا تھا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعا اس قسم کی نہ تھی کہ جس سے اپنی مراد کا حاصل ہونا مقصود ہو۔

اب جبکہ فقیر اس حالت سے مشرف ہوا اور حقیقت کار ظاہر ہوئی تو معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں عجز اور حاجتمندی اور خوف وحزن کے سبب سے تھیں نہ مطلق امر کی تابعداری کے لئے۔

علم دین اور علماء وطلبا کی فضیلت

اپنے آپ کو اور ایسے ہی تمام جہان کو بندۂ مخلوق اور غیر قادر جانتا ہے اور خالق وقادر حق تعالیٰ کو سمجھتا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا۔ ایک دوسرے کا عین اور آئینہ ہونا کجا

ع درکدام آئینہ در آید او

ترجمہ:۔ کسی آئینہ میں آتا نہیں وہ

اور اہل سنت وجماعت کے علمائے ظاہر اگرچہ بعض اعمال میں قاصر ہیں۔ لیکن ذات وصفات الٰہی میں ان کی درستی عقائد کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ وہ کوتاہی اور کمی اس کے مقابلہ میں ہیچ و ناچیز دکھائی دیتی ہے اور بعض صوفی باوجود ریاضتوں اور مجاہدوں کے چونکہ ذات وصفات میں اس قدر درست عقیدہ نہیں رکھتے۔ وہ جمال ان میں پایا نہیں جاتا اور علماء وطالب علموں سے بہت محبت پیدا ہو گئی ہے اور ان کا طریقہ اچھا معلوم ہوتا ہے اور آرزو کرتا ہے کہ ان لوگوں کے گروہ میں ہو۔

مقام عبدیت تمام مقامات سے بلند ہے

پس یہی وجہ ہے کہ مقام عبدیت تمام مقامات سے بلند ہے کیونکہ یہ معنی مقام عبدیت میں کامل اور پورے طور پر پائے جاتے ہیں۔ محبوبوں کو اس مقام سے مشرف فرماتے ہیں اور محب شہود کے ذوق سے لذت پاتے ہیں۔ بندگی میں لذت کا حاصل ہونا اور اس کے ساتھ انس پکڑنا محبوبوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ محبوں کا انس محبوب کے مشاہدہ میں ہے محبوبوں کا انس محبوب کی

بندگی میں۔ اس انس میں ان کو اس (ذید نقص کی) دولت سے مشرف کرتے اور اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔

اس میدان کے تیز رفتار شہسوار دین و دنیا کے سردار اور اولین و آخرین کے سردار حبیب رب العالمین ﷺ ہیں اور جس کسی کو محض اپنے فضل سے یہ دولت بخشنا چاہتے ہیں اس کو آنحضرت ﷺ کی کمال متابعت عنایت فرماتے ہیں اور اس وسیلہ سے اس کو بلند درجہ پر لے جاتے ہیں۔ ذلک فضل الله یؤتیه من یشآء و الله ذو الفضل العظیم (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)۔

کمال شر اور نقص سے مراد اس کا علم ذوقی ہے نہ یہ کہ شرارت و نقص سے متصف ہو۔ اس علم والا اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہے اور یہ علم بھی اسی تخلق کے ثمروں میں سے ہے۔ شرارت و نقص کو اس مقام میں کیا مجال ہے سوائے اس کے کہ علم اس کے متعلق ہو۔ یہ علم شہود تام کی وجہ سے خیر محض ہے کہ جس کے پہلو میں سب کچھ شر دکھائی دیتا ہے۔ یہ معاملہ نفس مطمئنہ کے اپنے مقام پر اتر آنے کے بعد ہے۔

پس بندہ جب تک اس طرح اپنے آپ کو زمین پر نہ ڈالے اور کام یہاں تک نہ پہنچائے اپنے مولیٰ جل شانہ کے کمال سے بے نصیب ہے۔

سلوک کا حاصل

کسی شخص نے حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا کہ سلوک سے مقصود کیا ہے؟ فرمایا تاکہ اجمالی معرفت تفصیلی اور استدلالی کشفی ہو جائے۔ اور یہ نہ فرمایا کہ اس کے سوا کچھ اور علوم حاصل ہوتے ہیں۔ ہاں راستہ میں بہت سے علوم و معارف ظاہر ہوتے ہیں جن سے گزرنا پڑتا ہے اور جب تک سالک نہایت کے نہایت درجے تک جو صدیقیت کا مقام ہے نہ پہنچے۔ ان علوم سے حصہ حاصل نہیں کرتا۔

سلوک کا پہلا قدم

میرے بھائی! جان لو جب تک وہ موت جو موت معروف کے پہلے ہے اور اہل اللہ اس کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں ثابت نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی جناب میں پہنچنا محال ہے بلکہ آفاقی جھوٹے معبودوں اور انفسی ہوائی خداؤں کی پرستش سے نجات نہیں مل سکتی۔ اس کے سوا نہ تو اسلام کی حقیقت کا پتہ لگتا ہے اور نہ ہی کمال ایمان میسر ہوتا ہے۔ بھلا پھر خدا کے بندوں کے گروہ میں کس طرح داخل ہو سکتے ہیں؟ اور اوتاد کے درجے تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ حالانکہ یہ فنا پہلا قدم ہے جو درجات ولایت میں رکھا جاتا ہے اور بڑا بھاری کمال ہے جو ابتدا ہی میں حاصل ہو جاتا ہے۔ پس یہی بہتر ہے کہ اس ولایت کے اول سے آخر کا حال اور اس کی ابتدا سے اس کی انتہا کا درجہ قیاس کیا جائے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ترجمہ:۔ قیاس کر لو مرے باغ سے بہار مری

شیخ کامل اور ناقص شیخ میں فرق

جان لے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ پس افسوس اس شخص پر جس نے اس میں نہ بویا اور اپنی استعداد کی زمین کو بے کار رہنے دیا اور اپنے اعمال کے بیج کو ضائع کر دیا۔

اور جاننا چاہئے کہ زمین کا ضائع اور بے کار کرنا دو طریق پر ہے۔ ایک یہ کہ اس میں کچھ نہ بوئے اور دوسرا یہ کہ اس میں ناپاک اور خراب بیج ڈالے اور پہلی قسم کی نسبت دوسری قسم اضاعت میں بہت ضرر اور زیادہ فساد ہے جیسے کہ پوشیدہ نہیں ہے اور بیج کا ناپاک اور خراب ہونا اس طرح پر ہے کہ ناقص سالک سے طریقہ اخذ کریں اور اس کی راہ پر چلیں کیونکہ وہ حرص و ہوا کے تابع ہوتا ہے اور حرص و ہوا والے کی کچھ تاثیر نہیں ہوتی اور اگر بالفرض تاثیر ہو بھی تو اس کی حرص کو ہی زیادہ کرے گی۔ پس اس سے سیاہی پر سیاہی حاصل ہوگی۔

پس جب شیخ کامل مکمل ایسے طالب کی تربیت کرنی چاہے اور اس کو اس طریق پر چلانا چاہے تو اس کو چاہئے کہ اول اس سے اس چیز کو دور کرے جو ناقص شیخ سے اس کو پہنچی ہے اور جو کچھ اس کے سبب سے اس کا بگاڑ ہوا ہے اس کی اصلاح و درستی کرے۔ پھر اس کی استعداد کے مناسب اچھا بیج اس کی

استعداد کی زمین میں ڈالے پس اس طرح اچھا سبزہ اگے گا۔
مثل کلمة خبيثة كشجرة خبيثة ن اجتثت من فوق الارض مالها من قرار ٥ ومثلا كلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت و فرعها في السمآء

''ناپاک کلمہ کی مثال ناپاک درخت کی طرح ہے جس کی جڑ زمین کے اوپر ہے اور اس کو کوئی قرار نہیں ہے اور پاک کلمہ کی مثال پاک درخت کی طرح ہے اس کی اصل یعنی جڑ ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان میں''

پس شیخ کامل مکمل کی صحبت سرخ گندھک یعنی کیمیا ہے۔ اس کی نظر دوا اور اس کی بات شفا ہے۔ وبدونها خرط القتاد (اور اس کے سوا بے فائدہ رنج و تکلیف ہے) اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو شریعت مصطفی ﷺ کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے کیونکہ یہی مقصود ہے اور اسی پر سعادت اور نجات کا مدار ہے۔

تصوف اور فقہ کا تعلق

اور نیز اس گروہ (صوفیاء) کے علوم، احوال کے علوم ہیں اور احوال اعمال کے نتیجے اور ثمرے ہیں اور احوال کے علوم سے اس شخص کو ورثہ ملتی ہے جس نے اعمال کو درست کیا ہو اور ان کے اچھی طرح ادا کرنے پر قائم ہو اور اعمال کا صحیح اور درست طریق پر ادا کرنا اس وقت میسر ہوتا ہے جبکہ اعمال کو پہنچانے اور ہر عمل کی کیفیت کو جانے اور وہ احکام شرعی مثلاً نماز، روزہ و باقی فرائض اور معاملات اور نکاح وطلاق و بیع وشرئی اور ہر ایک اس چیز کا علم ہے جو حق تعالیٰ نے اس پر واجب کیا ہے اور اس کی طرف اس کو دعوت فرمایا ہے اور یہ علوم کسبی ہیں ان کے سیکھنے سے کسی کو چارہ نہیں ہے۔

اور علم دو مجاہدوں کے درمیان ہے۔ ایک وہ مجاہد جو علم کے حاصل ہونے سے پہلے اس کی طلب میں ہوتا ہے۔ دوسرا وہ مجاہد جو علم حاصل ہونے کے بعد اس کے استعمال میں ہوتا ہے۔

علماء کے لئے دنیا پرستی کا نقصان

علماء کے لئے دنیا کی محبت اور رغبت ان کے جمال کے چہرہ کا بدنما داغ ہے۔ مخلوقات کو اگرچہ ان سے بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں مگر ان کا علم ان کے اپنے حق میں نافع نہیں ہے۔ اگرچہ شریعت کی تکذیب اور مذہب کی تقویت ان پر مترتب ہے مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ تائید و تقویت فاجر فاسق سے بھی ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ سید الانبیاء ﷺ نے فاجر آدمی کی تائید کی نسبت خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ ان الله ليؤيدهذا الدين بالرجل الفاجر۔

یہ علماء پارس پتھر کی طرح ہیں کہ تانبا اور لوہا جو اس کے ساتھ لگ جائے سونا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ذات میں پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے۔ ایسے ہی وہ آگ جو پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہے۔ جہان کو اس آگ سے کئی طرح کے فائدے حاصل ہیں لیکن وہ پتھر اور بانس اس اپنی اندرونی آگ سے بے نصیب ہیں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ علم ان کے اپنے نفس کے حق میں مضر ہے کہ حجت کو ان پر پورا کر دیا۔

سلوک کا مقصد

سیر و سلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ اور ناپاک کرنا ہے تا کہ جھوٹے خداؤں کی عبادت سے جو نفسانی خواہشوں کے وجود سے پیدا ہوتی ہیں، نجات حاصل ہو جائے اور حقیقت میں خدائے واحد برحق کے سوا کوئی توجہ کا قبلہ نہ رہے اور دینی یا دنیاوی مقصودوں اور مطلوبوں سے کوئی مقصود و مطلب اختیار نہ کریں۔

شریعت کا مقصود

شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم و عمل و اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی اور جب شریعت حاصل ہو گئی تو گویا حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو گئی جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ ورضوان من الله اكبر اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑھ کر ہے۔

پس شریعت دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب باقی نہیں جس کے حاصل کرنے کے لئے شریعت کے سوا اور کسی اور چیز کی طرف حاجت پڑے۔ طریقت اور حقیقت جن سے صوفیاء ممتاز ہیں۔ تیسرے جزو

یعنی اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کی خادم ہیں۔ پس ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے نہ کوئی اور امر شریعت کے سوا۔

دل کی اصلاح ظاہری اعمال کے بغیر ممکن نہیں

کام کا مدار دل پر ہے۔ اگر دل حق تعالیٰ کے غیر سے گرفتار ہے تو خراب اور ابتر ہے۔ صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ ماسوائے حق کی طرف توجہ کرنے سے دل کو سلامت رکھنا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے جن کے بجالانے کے لئے حکم کیا ہے دونوں درکار ہیں۔

بدنی نیک عملوں کے بجالانے کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ کرنا باطل ہے جس طرح اس جہان میں بدن کے بغیر روح کا ہونا ناممکن ہے۔ ویسے ہی دل کے احوال بدنی نیک عملوں کے بغیر محال ہیں۔ اس زمانے میں اکثر ملحد اس قسم کے دعویٰ کئے بیٹھے ہیں۔ حق تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ان کے ایسے برے عقائد سے نجات بخشے۔

باطنی ہجرت

اگر ہجرت ظاہری میسر نہ ہو سکے تو باطنی ہجرت کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ خلقت کے درمیان رہ کر ان سے الگ رہنا چاہئے۔

شریعت کا طریقت سے افضل ہونا

طالب علموں کے مقدم سمجھنے میں شریعت کی ترویج ہے۔ شریعت کے اٹھانے والے یہی لوگ ہیں اور مصطفوی مذہب ﷺ انہی کے ساتھ قائم ہے۔ کل قیامت کے روز شریعت کی بابت پوچھیں گے اور تصوف کی بابت کچھ نہ پوچھیں گے جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کے حکم بجالانے پر منحصر ہے۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جو تمام مخلوقات میں سے بہتر ہیں۔ شرائع کی طرف دعوت کی ہے اور اپنی تمام زندگی میں اسی پر رہے ہیں اور ان بزرگواروں کی پیدائش سے مقصود ہی احکام شریعت کا لوگوں تک پہنچانا ہے۔

پس سب سے بڑی بھاری نیکی یہی ہے کہ شریعت کو رواج دینے اور اس کے حکموں میں سے کسی حکم کے زندہ کرنے میں کوشش کی جائے۔ خاص کر ایسے زمانے میں جبکہ اسلام کے نشان بالکل مٹ گئے ہوں۔ کروڑ ہا روپیہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا اس کے برابر نہیں کہ شرعی مسائل میں سے ایک مسئلے کو رواج دیا جائے کیونکہ اس فعل میں انبیائے علیہم السلام کی اقتداء ہے جو بزرگ ترین مخلوقات اور اس فعل میں ان بزرگواروں کے ساتھ شریک ہونا ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ سب سے بڑھ کر نیکیاں انہی لوگوں کو عطا ہوئی ہیں اور کروڑ ہا روپیہ خرچ کرنا تو ان بزرگواروں کے سوا اوروں کو بھی میسر ہے اور نیز شریعت کے بجالانے میں نفس کی کمال مخالفت ہے کیونکہ شریعت نفس کے برخلاف وارد ہوئی ہے اور مالوں کے خرچ کرنے میں تو کبھی نفس بھی موافقت کر لیتا ہے۔ ہاں ان مالوں کے خرچ کرنے میں جو شریعت کی تائید اور مذہب کی ترویج کے لئے ہوں بہت درجہ ہے اور اس نیت پر ایک پیتل کا خرچ کرنا کسی دوسری نیت سے کئی لاکھ خرچ کرنے کے برابر ہے۔

ظاہری اور باطنی سعادت

حقیقت میں ظاہری دولت یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو شریعت مصطفوی ﷺ کے احکام سے آراستہ کیا جائے اور سعادت باطنی یہ ہے کہ باطن کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے خلاص اور آزاد کیا جائے۔ دیکھئے کس صاحب نصیب کو ان دونوں کرامتوں سے مشرف کرتے ہیں

ع کار ایں است و غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ:۔ کام اصلی ہے یہی باقی ہے ہیچ

سب سے افضل اور برتر انسان

سنا گیا ہے کہ بادشاہ اسلام نے مسلمانی کی نیک نیت سے جو اپنی ذات میں رکھتا ہے۔ آپ کو فرمایا ہے کہ چار آدمی علمائے دیندار پیدا کریں تا کہ دربار میں ملازم رہیں اور مسائل شرعیہ کو بیان کرتے رہیں تا کہ خلاف شرع کوئی امر صادر نہ ہو۔

الحمدللہ! مسلمانوں کو اس سے بڑھ کر کونسی خوشی ہوگی اور ماتم زدوں کو اس سے زیادہ کیا خوشخبری ہوگی لیکن چونکہ یہ حقیر بھی اسی غرض کے لئے آپ کی خدمت بلند کی طرف متوجہ ہے۔ چنانچہ کئی دفعہ اس امر کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس لئے اس بارہ میں کہنے اور لکھنے سے اپنے آپ کو معاف نہیں رکھ سکے گا۔ امید ہے کہ معذور فرمائیں گے۔ صاحب الغرض مجنون معروض کرتا ہے کہ ایسے علمائے دیندار بہت تھوڑے ہیں جو حب جاہ و ریاست سے خالی ہوں اور شریعت کی ترویج اور ملت کی تائید کے سوا اور کچھ مطلب نہ رکھتے ہوں اور حب جاہ ہونے کی صورت میں ہر ایک عالم اپنی طرف کھینچے گا اور اپنی بزرگی کو ظاہر کرنا چاہے گا اور اختلافی باتیں درمیان لا کران کو بادشاہ کے قریب کا وسیلہ بنائے گا تو ناچار معاملہ بگڑ جائے گا۔

گزشتہ زمانے میں ایسے علماء کے اختلافوں نے جہان کو بلا میں ڈال دیا اور اب بھی وہی صحبت درپیش ہے۔ ترویج کیا ہوگی بلکہ یہ تو خرابی کا باعث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ برے علماء کے فتنہ سے بچائے۔ اگر اس غرض کے لئے ایک علم مل جائے تو بہتر ہے اور اگر علمائے آخرت میں سے کوئی دستیاب ہو جائے تو نہایت ہی سعادت ہے کیونکہ اس کی صحبت اکسیر ہے اور اگر ایسا آدمی نہ ملے تو صحیح غور وفکر کے بعد اس قسم کے آدمیوں میں سے کسی بہتر کو اختیار کریں۔

میں نہیں جانتا کیا لکھوں؟ جس طرح مخلوقات کی خلاصی علماء کے وجود پر وابستہ ہے جہان کا خسارہ بھی انہی پر منحصر ہے۔ علماء میں سے بہتر عالم تمام جہان کے انسانوں میں سے بہتر ہے اور علماء میں سے بدتر عالم تمام جہان کے انسانوں میں سے بدتر ہے کیونکہ تمام جہان کی ہدایت و گمراہی انہی پر موقوف ہے۔

عاجزی وانکساری مقصود ہے

اور جب اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں درد اور الم و مصیبت نہ ہوتے تو جو کے برابر اس کی قدر نہ ہوتی۔ اس کی ظلمتوں کو واقعات اور حادثے دور کر دیتے ہیں۔ حادثوں کی تلخی داروے تلخ کی طرح نافع ہے جس سے مرض کو دور کرتے ہیں۔

فقیر کو تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ عام دعوتوں میں جو کھانا پکاتے ہیں اور خالص نیت نہیں کر سکتے اور بعض لوگ اس کھانے کی نسبت گلہ وشکایت کرتے ہیں اور طعام اور صاحب طعام کا عیب اور نقصان ظاہر کرتے ہیں اور صاحب طعام کو اس بات سے دل کی شکستگی حاصل ہو جاتی ہے تو صاحب طعام کی یہی شکستگی اس ظلمت کو جو خالص نیت کے نہ ہونے سے کھانے میں آ گئی تھی دور کر دیتی ہے اور معرض قبول میں لے آتی ہے اگر وہ لوگ شکایت نہ کرتے اور صاحب طعام کا دل شکستہ نہ ہوتا تو طعام سراسر ظلمت اور کدورت سے بھرا رہتا اور اس صورت میں قبولیت کا احتمال نہ ہوتا۔

پس کام کا مدار شکستگی اور آوارگی پر ہے لیکن ہم ناز سے پلے ہوئے عیش و آرام کے طالبوں کو یہ کام مشکل ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ نص قاطع ہے اور عبادت سے مقصود عجز وانکسار ہے۔ پس انسان اور خاص کر مسلمانوں اور دینداروں کے پیدا کرنے سے مقصود ذلت وخواری ہے کیونکہ دنیا ان کے لئے قید خانہ ہے۔ قید خانہ میں عیش و آرام کا ڈھونڈنا عقل سے دور ہے۔ پس آدمی کو محنت کشی اور اس بوجھ کے اٹھانے سے کوئی چارہ نہیں ہے۔

حصول سعادت کا طریقہ

اپنی چندروزہ زندگانی کو صاحب شریعت ﷺ کی تابعداری میں بسر کرنا چاہئے۔ کیونکہ آخرت کے عذاب سے بچنا اور ہمیشہ کی نعمتوں سے کامیاب ہونا اسی تابعداری کی سعادت پر وابستہ ہے۔ پس بڑھنے والے مالوں اور چرنے والوں چارپاؤں کی زکوٰۃ پورے طور پر ادا کرنی چاہئے اور اس کو مالوں اور چارپاؤں کے ساتھ تعلق نہ ہونے کا وسیلہ بنانا چاہئے۔ اور لذیذ کھانوں اور نفیس کپڑوں میں نفس کا فائدہ مدنظر نہ رکھنا چاہیے بلکہ کھانے پینے وغیرہ سے اس کے سوا اور کوئی نیت نہ ہونی چاہیے کہ طاعت کے ادا کرنے پر قوت حاصل ہو۔ نفیس کپڑوں کو خذوا زینتکم عند کل مسجد (عند کل صلوٰۃ) کے موافق مذکورہ بالا زینت کی نیت پر پہننا چاہئے اور کسی اور نیت کو اس میں

نہ ملانا چاہئے اور اگر حقیقی طور پر نیت میسر نہ ہو تو اپنے آپ کو تکلف سے اس نیت پر لانا چاہئے فان لم تبکوا فتباکوا۔ اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے والوں کی صورت بنالو"۔ اور ہمیشہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور زاری کرنی چاہئے کہ حقیقی نیت حاصل ہو جائے اور تکلف دور ہو جائے۔

ے تو اند کہ دہد اشک مرا حسن قبول
آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

ترجمہ:۔ عجب نہیں کہ وہ کر لے قبول گر یہ مرا
دیا ہے قطرہ باراں کو جس نے موتی بنا

علیٰ ہذا القیاس تمام امور میں علمائے دیندار کے فتویٰ کے موافق جنہوں نے عزیمت کو اختیار کیا ہے اور رخصت سے تجاوز کیا ہے زندگانی بسر کرنی چاہئے اور اس کو ہمیشہ کی نجات کا وسیلہ بنانا چاہئے۔

مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم۔

"اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا"۔

مذموم دنیا کا مطلب

سرور کائنات حبیب رب العالمین ﷺ نے فرمایا ہے:

ماالدنیا و الاخرۃ الاضرتان ان رضیت احدھما سخطت الاخری

"دُنیا اور آخرت دونوں آپس میں سوکن ہیں۔ اگر ایک راضی ہوگی تو دوسری ناراض۔ پس جس نے دُنیا کو راضی کیا آخرت اُس سے ناراض ہوگئی" پس آخرت سے بے نصیب ہو گیا۔

حق تعالیٰ ہم کو دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے بچائے۔

اے فرزند! کیا تُو جانتا ہے کہ دُنیا کیا ہے؟ دُنیا وہی ہے جو تجھے حق تعالیٰ کی طرف سے ہٹا رکھے۔ پس زن اور مال و جاہ و ریاست و لہو و لعب اور بے ہودہ کاروبار میں مشغول ہونا سب دُنیا میں داخل ہے اور وہ علوم جو آخرت میں کام آنے والے نہیں ہیں۔ سب دُنیا ہی میں داخل ہیں۔ اگر نجوم و ہندسہ و منطق و حساب وغیرہ بے فائدہ علوم کا حاصل ہونا مفید ہوتا تو فلاسفہ سب اہل نجات میں سے ہوتے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ

علامۃ اعراضہ تعالیٰ عن العبد اشتغالہ بمالا یعنیہ

"بندہ کا فضول کاموں میں مشغول ہونا اللہ تعالیٰ کی روگردانی کی علامت ہے"۔

نجات یافتہ جماعت

تہتر فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ شریعت کی تابعداری کا مدعی ہے اور اپنی نجات کا دعویٰ کرتا ہے۔ کل حزب بمالدھم فرحون ان کے حال کے شامل ہے لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کی تمیز کے لئے بیان فرمائی ہے یہ ہے:۔

الذین ھم علیٰ ماانا علیہ و اصحابی یعنی وہ ایک فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر ہیں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔

اصحاب کا ذکر صاحب الشریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے کافی ہونے کے باوجود اس مقام میں اسی واسطے ہو سکتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا طریق بعینہ اصحاب کا طریق ہے اور نجات کا راستہ صرف ان کے طریق کی اتباع سے وابستہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ پس رسول اللہ کی اطاعت عین حق ہے اطاعت ہے اور ان کی مخالفت بعینہ حق تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

جن لوگوں نے خدائے تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے برخلاف کیا ہے حق تعالیٰ نے ان کے حال کی خبر دی ہے اور ان پر کفر کا حکم لگایا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلاً اولئک ھم الکافرون حقاً۔

''ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان فرق ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض کے ساتھ ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے ہم انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راستہ اختیار کرلیں یہی لوگ پکے کافر ہیں''۔

پس مذکورہ بالا صورت میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریق اور تابعداری کے برخلاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کا دعویٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے بلکہ حقیقت میں وہ اتباع رسول اللہ ﷺ کی عین نافرمانی ہے۔ پس اس مخالف طریق میں نجات کی کیا مجال ہے۔ **ویحسبون انھم علیٰ شئی الا انھم ھم الکاذبون** (اور گمان کرتے ہیں یہ کہ وہ اوپر کسی چیز کے ہیں' خبردار رہو تحقیق وہی ہیں جھوٹے) ان کے حال کے موافق ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ فرقہ جس نے آنحضرت ﷺ کے اصحاب کی تابعداری کو لازم پکڑا ہے اہل سنت و جماعت ہی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو مشکور فرمائے۔

نماز باجماعت کا اہتمام

آدمی کے لئے جس طرح اعتقادوں کا درست کرنا ضروری ہے۔ ویسے ہی اعمال صالحہ کا بجالانا ضروری ہے اور سب عبادتوں سے جامع اور سب طاعتوں سے زیادہ مقرب نماز کا ادا کرنا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

الصلوٰۃ عماد الدین فمن اقامھا فقد اقام الدین ومن ترکھا فقد ھدم الدین۔ (متفق علیہ)

''نماز دین کا ستون ہے جس نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اس کو ترک کیا اس نے دین کو گرادیا اور جس کسی کو ہمیشہ کے لئے نماز کے ادا کرنے کی توفیق بخشیں اس کو برائیوں اور بے حیائیوں سے ہٹا رکھتے ہیں''۔

ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ۔اسی بات کی مؤید ہے اور جو نماز ایسی نہیں ہے وہ صرف صورت نماز کی ہے جس میں حقیقت کچھ نہیں لیکن حقیقت کے حاصل ہونے تک صورت کو بھی نہ چھوڑنا چاہئے۔ **مالا یدرک کلہ لایترک کلہ** وہ اکرم الاکرمین اگر صورت حقیقت کے ساتھ اعتبار کرے تو اس سے کچھ دور نہیں ہے۔

پس آپ پر واجب ہے کہ ہمیشہ نماز کو جماعت کے ساتھ خشوع اور خضوع سے ادا کریں کیونکہ نجات اور خلاصی کا یہی سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون.

''تحقیق خلاصی پائی ان لوگوں نے جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں''۔

بہادری وہی ہے جو خطرے کے وقت کی جائے۔ سپاہی دشمن کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑا بھی تردد کرتے ہیں تو بڑا اعتبار پیدا کرتا ہے جوانوں کی نیکی بھی اسی واسطے زیادہ اعتبار رکھتی ہے کہ باوجود غلبہ شہوت نفسانی کے اپنے آپ کو نیک کام میں لگایا ہے۔ اصحاب کہف نے اس قدر بزرگی صرف ایک ہی عمل یعنی دین کے مخالفوں سے ہجرت کرنے کے باعث حاصل کی اور حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے۔ **عبادۃ فی الھرج کھجرۃ الی.** ہرج میں عبادت کرنا گویا میری طرف ہجرت کرنا ہے۔ پس منافی حقیقت میں عین باعث (ابھارنے والا) ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔

جوانی اور بڑھاپے کا دستور العمل

یہ کس قدر اعلیٰ نعمت ہے کہ کوئی شخص ایمان اور نیکی کے ساتھ اپنے سیاہ بالوں کو سفید کرلے۔ حدیث نبوی ﷺ میں ہے۔

من شاب شیبۃ فی الاسلام غفرلہ

''جو اسلام میں بوڑھا ہوا وہ بخشا جائے گا''۔

امید کی جانب کو ترجیح دیں اور مغفرت کا ظن غالب رکھیں کہ جوانی میں خوف زیادہ درکار ہے اور پیری میں رجا زیادہ غالب چاہئے۔

نقشبندیہ کے فضائل

وہ نصیحت جو محبوں اور دوستوں کو کی جاتی ہے، سب یہی ہے کہ پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ میسر ہو جائے اور ماسوائے حق سے روگردانی حاصل ہو جائے۔

ع کار ایں است غیر ازیں ہمہ ہیچ

آج اس دولت کا حاصل ہونا اس طریقہ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ توجہ اور اخلاق پر وابستہ ہے۔ بڑی بڑی سخت ریاضتوں اور مجاہدوں سے اس قدر حاصل نہیں ہوتا جو ان بزرگواروں کی ایک ہی صحبت سے حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طریقہ میں نہایت ابتدا میں درج ہے۔ پہلی صحبت میں وہ کچھ بخش دیتے ہیں جو دوسرے طریقہ کے منتہیوں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے اور ان بزرگواروں کا طریق اصحابؓ کرام کا طریق ہے۔ ان کو خیر البشر ﷺ کی پہلی ہی صحبت میں وہ کمالات حاصل ہو جاتے تھے جو اولیائے امت کو نہایت میں شاید ہی میسر ہوں اور یہی ابتدا میں انتہا کے درج ہونے کا طریق ہے۔ پس آپ پر ان بزرگواروں کی محبت واجب ہے کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔

دل کی طمانینت ذکر اللہ میں ہے

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب خبردار اللہ کے ذکر ہی سے دل اطمینان حاصل کرتا ہے۔ دل کے اطمینان کا طریقہ اللہ کا ذکر ہے نہ نظر و استدلال۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

ترجمہ: چوب کے پاؤں ہیں استدلال کے
ایسے پاؤں کب ہیں استقلال کے

کیونکہ ذکر میں حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے ساتھ ایک قسم کی مناسبت حاصل ہو جاتی ہے اگرچہ ذاکر اس پاک جناب کے ساتھ کچھ نسبت نہیں رکھتا

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

لیکن ذاکر مذکور کے درمیان ایک قسم کا علاقہ پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا سبب ہو جاتا ہے اور جب محبت غالب ہو گئی تو پھر اطمینان کے سوا کچھ نہیں۔ جب کام دل کے اطمینان تک پہنچ گیا تو ہمیشہ کی دولت حاصل ہو گئی۔

نرمی، حیاء، حلم اور حقوق العباد سے متعلق بعض اہم احادیث اور کلمات نصیحت

نبی ﷺ کی چند حدیثیں جو وعظ و نصیحت کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں لکھی جاتی ہیں۔ حق تعالیٰ ان کے موافق عمل نصیب کرے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ رفیق یحب الرفق ویعطی علی الرفق ما لا یعطی علی العنف و مالا یعطی علیٰ ماسواہ (رواہ مسلم)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ نرمی والا ہے نرمی کو دوست رکھتا ہے اور نرمی پر وہ کچھ دیتا ہے جو سختی اور اس کے سوا اور چیز پر نہیں دیتا"۔

اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے:۔

قال لعائشۃ علیک بالرفق وایاک والعنف والفحش ان الرفق لایکون فی شئی الا زانہ ولاینزع من شئی الا شانہ۔

"آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا و فرمایا نرمی کو لازمی پکڑ اور درشت خوئی اور بدزبانی سے بچ، کیونکہ نرمی جس چیز میں ہو اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے نکل جائے اس کو عیب ناک کر دیتی ہے"۔

وقال ایضاً علیہ و علیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام من یحرم الرفق یحرم الخیر۔

"جو نرمی سے محروم رہا وہ سب نیکی سے محروم رہا"۔

وقال ایضاً علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام ان من احبکم الی احسنکم اخلاقاً۔

"تم میں سے زیادہ اچھا میرے نزدیک وہ شخص ہے جس

کے اخلاق اچھے ہیں''۔

اور نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

من اعطی حظه من الرفق اعطی حظه من الدنیا والاٰخرة.

''جس کو نرمی کا کچھ حصہ دیا گیا اس کو دنیا و آخرت کی بھلائی کا حصہ مل گیا''۔

اور نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

الحیاء من الایمان والایمان فی الجنة والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار ان الله یبغض الفاحش البذی الا اخبر کم بمن یحرم علی النار و یحرم النار علیه علیٰ کل هین لین قریب سهل المومنون هینون لینون کالجمل الأنف ان قید انقادوان استنخ علیٰ صخر ة استناخ من کظم غیظا وهوا یقدر علیٰ ان ینفذه دعاه الله تعالیٰ علیٰ رؤس الخلائق یوم القیمة حتیٰ یخیره فی ای الحوراء شاء.

''حیا ایمان سے ہے اور اہل ایمان جنت میں ہے اور بکواس جفا سے ہے اور جفا دوزخ میں ہے اور اللہ تعالیٰ بے حیا بکواسی کو دشمن جانتا ہے۔ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ آگ دوزخ کی کس پر حرام ہے؟ ہر ایک نرم اور متواضع قریب سہل پر، مومن سب نرم اور تواضع کرنے والے ہیں۔ ناک میں مہار ڈالے ہوئے اونٹ کی طرح۔ اگر اس کو ہانکا جائے تو چل پڑے اور اگر اس کو پتھر پر بٹھائیں تو بیٹھ جائے۔ جس نے غصہ کو پی لیا اور حالانکہ وہ اس کے جاری کرنے پر قابو رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو سب خلقت کے سامنے بلائے گا تاکہ اس کو اختیار دے کہ جس حور کو چاہتا ہے پسند کرلے''۔

و ان رجلاً قال للنبی صلی الله علیه وسلم اوصنی قال لاتغضب فردد مرارًا قال لاتغضب الا اخبر کم باهل الجنة کل ضعیف متضعف لو اقسم علی الله لابره الا اخبر کم باهل النار کل عتل جواظ مستکبر اذاغضب احدکم وهو قائم فلیجلس فان ذهب عنه الغضب و الا فلیضطجع، ان الغضب لیفسد الایمان کما یفسد الصبر العسل من تواضع لله رفعه الله فهو فی نفسه صیغر وفی اعین الناس عظیم ومن تکبر وضعه الله فهو فی اعین الناس صغیر و فی نفسه کبیر حتیٰ لهو اهون علیهم من کلب اوخنزیر.

''ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے وصیت کریں۔ آپؐ نے فرمایا غصہ مت کر۔ اس نے پھر عرض کی۔ پھر بھی آپؐ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کر کیا میں آپ کو اہل جنت کی نسبت خبر نہ دوں، وہ ضعیف اور عاجز ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کردے اور میں کیا تم کو اہل دوزخ کی خبر نہ دوں، وہ سرکش، اکڑنے والا متکبر ہے؟ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے، اگر وہ کھڑا ہے تو بیٹھ جائے۔ پس اگر اس کا غصہ دور ہوگیا تو بہتر ورنہ اسے چاہئے کہ لیٹ جائے کیونکہ غضب ایمان کو ایسا بگاڑ دیتا ہے جیسے صبر شہد کو بگاڑ دیتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کی، اس کو اللہ پاک بلند کرتا ہے۔ پس وہ اپنے نفس میں حقیر اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا ہوتا ہے اور جس نے تکبر کیا، اللہ اس کو پست کرتا ہے، پس وہ لوگوں کی آنکھوں میں حقیر اور اپنے نفس میں بڑا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سور سے بھی زیادہ خفیف ہوجاتا ہے''۔

حضرت موسیٰ بن عمران علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی یارب تیرے بندوں میں سے تیرے نزدیک زیادہ عزیز کون ہے؟ فرمایا وہ شخص جو باوجود قادر ہونے کے معاف کردے۔

وقال ایضاً علیه الصلوٰة والسلام والتحیة من خزن لسانه ستر الله عورته ومن کف غضبه کف الله عنه عذابه یوم القیمة و من اعتذر قبل الله تعالیٰ عذره.

''جس نے اپنی زبان کو بند رکھا اللہ تعالیٰ اس کی شرمگاہ کو ڈھانپتا ہے اور جس نے غصہ کو روکا اللہ تعالیٰ قیامت کا عذاب اس سے روک لے گا اور جس نے عذر قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ اس

کے عذر کو قبول کرے گا''۔

وقال ایضاً علیہ الصلوٰۃ والسلام من کانت لہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ اوشئی فلیتحلل منہ الیوم قبل ان لا یکون دینارولا درھم ان کان لہ عمل صالح اخذ بقدر مظلمتہ و ان لم یکن لہ حسنات اخذ من سیات صاحبہ فحمل علیہ۔

''جس شخص پر کسی اپنے بھائی کا کوئی مالی یااورکوئی حق ہے تو اسے چاہئے کہ آج ہی اس سے معاف کرالے۔ پیشتر اس سے کہ اس کے پاس کوئی درہم و دینار نہ ہوگا۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے حق کے موافق لیا جائے گا اور اگر کوئی نیکی نہ ہوگی تو صاحب حق کی برائیاں لے کر اس کی برائیوں میں اور زیادہ کی جائیں گی''۔

وقال ایضاً علیہ الصلوٰۃ والسلام اتدرون ماالمفلس قالو المفلس فینا من لادرھم لہ ولامتاع فقال المفلس من امتی من یاتی یوم القیمۃ بصلوٰۃ وصیام وزکوٰۃ ویاتی قدشتم ھذاواکل مال ھذا وقذف ھذا وسفک دم ھذا وضرب ھذا فیعطیٰ ھذا من حسناتہ فا ن فنیت حسناتہ قبل ان یقضیٰ ماعلیہ اخذمن خطایا ھم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار۔

نبی ﷺ نے فرمایا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ یاروں نے عرض کی ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم واسباب کچھ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز' روزہ' زکوٰۃ سب کچھ کر کے آئے اور ساتھ ہی اس کے اس نے کسی کو گالی دی ہے اور کسی کا مال کھایا ہے اور کسی کو تہمت لگائی ہے اور کسی کا خون گرایا ہے اور کسی کو مارا ہے۔ پس اس کی نیکیوں میں سے ہر ایک کو دی جائیں گی۔ پس اگر حق ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو حق داروں کے قصور لے کر اس کے گناہوں میں اور زیادہ کئے جائیں گے اور پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا''۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کی طرف لکھا کہ میری طرف کچھ لکھ کر جس میں تو مجھے وصیت کرے لیکن بہت نہ ہو مختصر ہو پس انہوں نے یہ لکھا:۔

سلام علیکم' اما بعد! فانی سمعت رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من التمس رضی اللہ بسخط الناس کفاہ اللہ مؤنہ الناس ومن التمس رضی الناس بسخط اللہ وکلہ اللہ الیٰ الناس والسلام علیک (صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)۔

''آپ پر سلام ہو۔ اس کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کے غصہ کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہے' اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی تکلیف سے بچائے رکھتا ہے۔ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مقابلے میں لوگوں کی رضا مندی چاہی اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے حوالہ کر دیتا ہے اور تجھ پر سلام ہو (سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے'')۔

حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے جو مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ہے۔

عافیت کا مطلب

ایک بزرگ ہمیشہ دعا کرتا تھا اور ایک دن کی عافیت کی آرزو کرتا تھا۔ ایک شخص نے اس بزرگ سے پوچھا کہ یہ سب کچھ جو تو گزارتا ہے کیا عافیت نہیں ہے؟ اس نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن صبح سے لے کر شام تک حق تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب نہ ہوں۔

پہلے دل کے امراض کا علاج ضروری ہے

جب حکماء کے نزدیک مقرر ہے کہ مریض جب تک بیماریوں سے تندرست نہ ہو جائے کوئی غذا اسے فائدہ نہیں دیتی اگر چہ مرغ بریاں ہو بلکہ غذا اس صورت میں مریض کو بڑھا دیتی ہے۔

ع: ہر چہ گیرد علتی علت شود

ترجمہ:۔ علتی جو کچھ کرے علت ہی ہے

پس پہلے اس کی مرض کے دور کرنے کا فکر کرتے ہیں بعد ازاں مناسب غذاؤں کے ساتھ آہستہ آہستہ اس کو اصلی قوت کی طرف لاتے ہیں۔

پس آدمی جب تک مرض قلبی میں مبتلا ہے **فی قلوبھم مرض** کوئی عبادت وطاعت اس کو فائدہ نہیں دیتی بلکہ اس کے لئے مضر ہے۔ **رب تال للقرآن والقرآن یلعنه** بعض لوگ قرآن اس طرح پڑھتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ حدیث مشہور ہے۔

ورب صائم لیس له من صیامه الا الجوع والضماء.

''بعض روزہ دار ایسے ہیں کہ سوائے بھوک اور پیاس کے اور کچھ ان کے نصیب نہیں ہوتے''۔ خبر صحیح ہے۔

دلی امراض کا علاج کرنے والے یعنی مشائخ بھی اول مرض کے دور کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور اس مرض سے مراد ماسوائے حق کی گرفتاری ہے بلکہ اپنے نفس کی گرفتاری ہے کیونکہ ہر ایک شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے اگر فرزند کو دوست رکھتا ہے تو اپنے لئے اور اگر مال وریاست وحب جاہ ہے تو اپنے لئے۔

پس درحقیقت اس کا معبود اس کی اپنی نفسانی خواہش ہے۔ پس جب تک نفس اس قید سے خلاص نہ ہو جائے تب تک نجات کی امید مشکل ہے۔

پس دانش مند علماء اور صاحب بصیرت حکماء پر اس مرض کے دور کرنے کا فکر لازم ہے

ع در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

ترجمہ:۔ اگر کوئی سنے میری تو بس اک حرف کافی ہے

کرامات کا ظہور ولایت کے ارکان سے نہیں

خرق عادات کا ظاہر ہونا ولایت کے ارکان میں سے نہیں اور نہ ہی اس کے شرائط میں سے ہے، برخلاف معجزہ نبی ﷺ کے کہ مقام نبوت کے شرائط میں سے ہے لیکن خوارق کا ظہور جو اولیاء اللہ سے شائع وظاہر ہے بہت کم ہے جو خلاف واقع ہو لیکن خوارق کا کثرت سے ظاہر ہونا افضل ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ وہاں قرب الٰہی کے درجات کے اعتبار سے فضیلت ہے۔ ممکن ہے کہ ولی اقرب سے بہت کم خوارق ظاہر ہوں اور ولی بعید سے بہت۔

وہ خوارق جو اس امت کے بعض اولیا سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اصحاب کرامؓ سے ان کا سواں حصہ بھی ظہور میں نہیں آیا حالانکہ اولیاء میں سے افضل ولی ایک ادنیٰ صحابیؓ کے درجے کو نہیں پہنچتا۔

خوارق کے ظہور پر نظر رکھنا کوتاہ نظری ہے اور تقلیدی استعداد کے کم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نبوت وولایت کے فیض قبول کرنے کے لائق وہ لوگ ہیں جن میں تقلیدی استعداد ان کی قوت نظری پر غالب ہو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تقلیدی استعداد کے قوی ہونے کے باعث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق میں ہرگز دلیل کے محتاج نہ ہوئے اور ابوجہل لعین اسی استعداد کے کم ہونے کے باعث اس قدر کثرت سے آیات ظاہرہ اور معجزات غالبہ ظاہر ہونے کے باوجود نبوت کی دولت کے اقرار سے مشرف نہ ہوا۔

حضرت جنیدؒ جو سید الطائفہ ہیں معلوم نہیں ... سے دس خوارق بھی سرزد ہوئے ہوں اور حق تعالیٰ اپ[illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال سے ایسی خبر دیتا ہے۔

ولقد اٰتینا موسیٰ تسع اٰیات بینات.

''ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نو روشن معجزے دیئے''۔

کشف غلط بھی ہوسکتا ہے اور شیطانی بھی

کوئی شخص القائے شیطانی سے محفوظ نہیں ہے جبکہ انبیاءؑ میں متصور بلکہ متحقق ہے تو اولیاء میں بطریق اولیٰ ہوگا تو پھر طالب صادق کس گنتی میں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ انبیائے علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ اس القاء پر آگاہ کر دیتے ہیں اور باطل کو حق سے جدا کر دکھاتے ہیں۔

فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ اٰیاته

اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے اور اولیاء میں یہ بات لازم نہیں کیونکہ وہ نبی کے تابع ہے جو کچھ نبی کے مخالف پائے گا اس کو

رد کر دے گا اور باطل جائیگا۔ لیکن جس صورت میں کہ نبی کی شریعت اس سے خاموش ہے اور اس کے اثبات اور نفی پر حکم نہیں کرتی قطعی طور سے حق و باطل کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ الہام ظنی ہے لیکن اس امتیاز کے نہ ہونے میں کوئی قصور ولایت میں نہیں پایا جاتا کیونکہ احکام شریعت کا بجالانا اور نبیؐ کی تابعداری دونوں جہان کی نجات کو متکفل ہے اور وہ امور جن سے شریعت نے سکوت کیا ہے وہ شریعت پر زائد ہیں اور ہم اُن زائد امور کے مکلف نہیں ہیں۔

اور جاننا چاہئے کہ کشف کا غلط ہو جانا القائے شیطانی پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قوت متخیلہ میں احکام غیر صادقہ ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں جس میں شیطان کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔

تخلقوا باخلاق اللہ کا مطلب

جاننا ہے چاہئے کہ تخلقوا باخلاق اللہ کے معنی جس سے ولایت اخذ کی گئی ہے یہ ہیں کہ اولیاء اللہ کو وہ صفات حاصل ہو جاتی ہیں جو واجب تعالیٰ کی صفات کے مناسب ہیں لیکن یہ مناسبت اور مشارکت اسم اور عام صفات میں ہوتی ہے نہ کہ خاص معانی میں کہ محال ہے۔

خواجہ محمد پارسا قدس سرہ تحقیقات میں جس مقام پر تخلقوا باخلاق اللہ کے معنی بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ اور صفت مالک ہے اور مالک کے معنی سب پر متصرف کے ہیں جب سالک طریقت اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے اور اس کو مغلوب کر لیتا ہے اور اس کا تصرف دلوں میں جاری ہو جاتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفت بصیر ہے اور بصیر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ جب سالک طریقت کی بینائی کی آنکھ بینا ہو جاتی ہے اور نور فراست سے اپنے تمام عیب دیکھ لیتا ہے اور دوسروں کے حال کا کمال معلوم کر لیتا ہے۔ یعنی سب کو اپنے آپ سے بہتر دیکھتا ہے اور نیز حق تعالیٰ کی بصیرت اس کی نظر کے منظور ہو جاتی ہے تاکہ جو کچھ وہ کرتا ہے حق تعالیٰ کی رضامندی کے موافق کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفت سمیع ہے اور سمیع کے معنی سننے والا۔ جب سالک طریقت حق تعالیٰ کی بات کو خواہ وہ کسی سے سنے بلا تکلف قبول کر لیتا ہے اور غیبی اسرار اور لاریبی حقائق کو جان کے کانوں سے سن لیتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفت محی ہے اور محی کے معنی زندہ کرنے والا ہے جب سالک طریقت متروکہ سنت کے زندہ کرنے میں قیام کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفت ممیت ہے اور ممیت کے معنی مارنے والا ہے جب سالک بدعتوں کو جو سنتوں کے بجائے ظاہر ہوئی ہوتی ہیں' دور کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

اور عوام نے تخلقوا کے معنی اور طرح سمجھے ہیں۔ اس لئے گمراہی کے جنگل میں جا پڑے ہیں اور انہوں نے خیال کیا ہے کہ ولی کے لئے جسم کا زندہ کرنا درکار ہے اور اشیائے غیبی کا اس پر منکشف ہونا ضروری ہے اور اس قسم کے کئی بیہودہ اور فاسد ظن ان کے دلوں میں جمے ہیں۔ ان بعض الظن اثم۔ بعض ظن گناہ ہیں اور نیز خوارق صرف زندہ کرنے اور مارنے پر ہی منحصر نہیں ہیں۔

بزرگی اتباع شریعت میں منحصر ہے

بزرگی سنت کی تابعداری پر وابستہ ہے اور زیادتی شریعت کی بجا آوری پر منحصر ہے۔ مثلاً دوپہر کا سونا جو اس تابعداری کے باعث واقع ہو' کروڑ ہا کروڑ شب بیداریوں سے جو اس تابعداری کے موافق نہ ہو اولیٰ وافضل ہے اور ایسے ہی عید فطر کے دن کا کھانا' جس کا شریعت نے حکم دیا ہے خلاف شریعت دائمی روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔ شارع علیہ السلام کے حکم پر پیتل کا دینا اپنی خواہش سے سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے بزرگ تر ہے۔

اس میں بھید یہ ہے کہ جو عمل شریعت کے موافق کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس کے برخلاف ناپسند۔ پس ناپسندیدہ فعل میں ثواب کی کیا امید ہے بلکہ وہاں تو عذاب کی

توقع ہے۔ یہ بات عالم مجاز میں بخوبی واضح ہے۔ تھوڑی سی التفات سے ظاہر ہو جاتی ہے۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود
کفر گیرد کاملے ملت شود

ترجمہ:۔ علتی جو کچھ کرے علت ہی ہے
کفر گر کامل کرے ملت ہی ہے

پس تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی تابعداری ہے اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے۔

صحبت اکابر بہت بڑی دولت ہے

فرصت بہت تھوڑی ہے اور اس کا صرف کرنا ایک بڑے بھاری کام میں نہایت ضروری ہے اور وہ کام ارباب جمعیت کی صحبت ہے۔ کیونکہ صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحابؓ صحبت ہی کے باعث انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا سب پر اگرچہ اویس قرنی اور عمر مروانی ہی ہو فضیلت لے گئے حالانکہ صحبت کے سوا یہ دونوں بڑے درجوں تک پہنچے ہوئے تھے اور بڑے بڑے کمالات حاصل کر چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ معاویہؓ کی خطا صحبت کی برکت سے ان دونوں کے صواب سے بہتر ہے اور عمرو بن العاصؓ کا سہو ان دونوں کے صواب سے افضل ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کا ایمان رسول اللہ ﷺ کے دیکھنے اور فرشتہ کے حاضر ہونے اور وحی کے مشاہدے اور معجزات کے دیکھنے سے شہودی ہو چکا تھا اور ان کے سوا کسی اور کو اس قسم کے کمالات جو درحقیقت تمام کمالات کا اصل اصول ہیں نصیب نہیں ہوئے اور اگر اویس قرنی کو معلوم ہوتا کہ صحبت کی فضیلت میں یہ خاصیت ہے تو اس کو صحبت سے کوئی چیز مانع نہ ہوتی اور اس فضیلت پر کوئی چیز اختیار نہ کرتا۔

اہل دنیا سے میل جول زہر ہے

اہل دنیا کی صحبت اور ان سے ملنا جلنا زہر قاتل ہے۔ اس زہر سے مرا ہوا ہمیشہ کی موت میں گرفتار ہے۔ عقلمند کو ایک اشارہ ہی کافی ہے تو مبالغے اور تاکید کے ساتھ تصریح کیونکر کافی نہ ہو گی۔ بادشاہوں کے چرب لقمے دلی مرضوں کو بڑھاتے ہیں تو پھر فلاح اور نجات کی کیسے امید ہے۔ الحذر الحذر الحذر

من آنچہ شرط بلاغ است باتو می گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر وخواہ ملال

ترجمہ:۔ جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے شفیق
نصیحت آئے ان باتوں سے تجھ کو یا ملال آئے

ان کی صحبت سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ کیونکہ شیر تو دنیاوی موت کا موجب ہے اور وہ کبھی آخرت میں فائدہ دے جاتی ہے اور بادشاہوں سے ملنا جلنا ہمیشہ کی ہلاکت اور دائمی خسارے کا موجب ہے۔ پس ان کی صحبت اور لقمہ اور محبت اور ان کی ملاقات سے بچنا چاہئے۔

حدیث شریف میں آیا ہے:۔

''جس نے کسی دولت مند کی تواضع اس کی دولت مندی کے باعث کی۔ اس کے دو حصے دین کے چلے گئے''۔

تو سوچنا چاہئے کہ یہ سب تواضع و چاپلوسی ان کی دولت مندی کے باعث ہے یا کسی اور باعث سے؟ کچھ شک نہیں کہ ان کی دولت مندی کے باعث ہے اور اس کا نتیجہ دین کے دو حصوں کا ضائع ہو جانا ہے تو اسلام کہاں کا اور نجات کہاں کی؟

کفر سے نفرت اسلام کی علامت ہے

دونوں جہان کی سعادت فقط سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری سے وابستہ ہے اور آنحضرت ﷺ کی متابعت یہ ہے کہ اسلامی احکام بجا لائے جائیں اور کفر کی رسمیں مٹا دی جائیں کیونکہ اسلام و کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کو ثابت و قائم کرنا دوسرے کے دور ہو جانے کا باعث ہے اور ان دو ضدوں کے جمع ہونے کا احتمال محال ہے۔

حق تعالیٰ نے اہل کفر کو اپنا اور اپنے پیغمبر کا دشمن فرمایا ہے۔ پس ان اللہ و رسول کے دشمنوں کے ساتھ ملنا جلنا اور محبت کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔ کم سے کم ضرر ان کی ہمنشینی اور

ملنے جلنے میں یہ ہے کہ احکام شرعی کے جاری کرنے اور کفر کی رسموں کو مٹانے کی طاقت مغلوب ہو جاتی ہے اور دوستی کی حیاء اس کی مانع ہو جاتی ہے اور یہ ضرر حقیقت میں بہت بڑا ضرر ہے۔ خدا کے دشمنوں کے ساتھ دوستی والفت کرنا خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی تک پہنچا دیتا ہے۔

اہل کفر کے ساتھ بغض وعنا درکھنا دولت اسلام کے حاصل ہونے کی علامت ہے۔ حق تعالیٰ نے کلام مجید میں ان کو نجس اور دوسری جگہ رجس فرمایا ہے۔ پس چاہئے کہ اہل اسلام کی نظروں میں اہل کفر نجس و پلید دکھائی دیں جب ایسا دیکھیں اور جانیں گے تو ضرور ان کی صحبت سے پرہیز کریں گے اور ان کے ساتھ ہمنشینی کرنے کو برا سمجھیں گے۔ ان سے کچھ پوچھنے اور اس کے موافق عمل کرنے میں ان دشمنوں کی کمال عزت ہے۔ بھلا جو کوئی ان سے ہمت طلب کرے اور ان کے ذریعے دعا مانگے وہ کیا فائدہ دے گی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

وما دعاء الکافرین الا فی ضلال

''ان دشمنوں کی دعا باطل اور بے حاصل ہے''۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ جب تک تم میں سے کوئی دیوانہ نہ ہو جائے مسلمانی تک نہیں پہنچتا۔ اس دیوانہ پن سے مراد یہ ہے کہ کلمہ اسلام کے بلند کرنے کے لئے اپنے نفع ضرر سے درگزر کیا جائے۔ مسلمانی کے ساتھ جو کچھ ہو جائے ہونے دو اگر اس کے ساتھ کچھ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں کیونکہ مسلمانی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضامندی ہے اور رضائے مولیٰ سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔

ترک دنیا کا مفہوم

دنیا کا ترک دو قسم پر ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ بقدر ضرورت کے سوا اس کے تمام مباحات کو ترک کر دیا جائے اور یہ ترک دنیا کی اعلیٰ قسم ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ امور سے پرہیز کی جائے اور مباح امور سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ قسم بھی خاص کر ان دنوں میں نہایت ہی کمیاب اور عزیز الوجود ہے۔

؎ آسماں نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

ترجمہ:۔ عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں
لیک اونچا ہے زمین سے ایجواں

پس ناچار چاندی سونے کے استعمال اور حریر یعنی ریشم کے پہننے وغیرہ سے جن کو شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے حرام کیا ہے پرہیز کرنا چاہئے۔ چاندی سونے کے برتن جو شان وشوکت کے لئے بناتے ہیں البتہ گنجائش رکھتے ہیں لیکن ان کا استعمال کرنا یعنی ان میں پانی پینا اور کھانا کھانا اور خوشبوڈ النا اور سرمہ دان بنانا وغیرہ وغیرہ سب حرام ہے۔

الغرض حق تعالیٰ نے امور مباحہ کا دائرہ بہت وسیع کیا ہے اور ان کے ساتھ عیش وعشرت حاصل کرنے میں امور محرمہ کی نسبت زیادہ لذت وخوشی ہے۔ کیونکہ مباحات میں حق تعالیٰ کی رضامندی ہے اور محرمات میں اس کی نارضامندی۔

عقل سلیم ہرگز پسند نہیں کرتی کہ کوئی شخص اس لذت کے لئے جو بقا بھی نہیں رکھتی اپنے مولیٰ کی نارضامندی اختیار کرے۔ حالانکہ اس محرمہ لذت کے عوض مباح لذت بھی تجویز فرمائی ہے۔

رزقنا اللہ سبحانہ وایاکم علیٰ متابعة صاحب الشریعة علیه الصلوة والسلام۔ ''اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو صاحب شریعت ﷺ کی متابعت پر استقامت عطا فرمائے۔

بدعتی کی تعظیم ناجائز ہے

اہل شریعت علماء وصلحاء کی تعظیم وعزت بجالانی چاہئے اور شریعت کے رواج دینے میں کوشش کرنی چاہئے اور اہل ہوا وبدعتیوں کو خوار رکھنا چاہئے جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے گویا اسلام کے گرانے میں اس کی مدد کی اور کفار کے ساتھ جو اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن ہیں دشمن ہونا چاہئے اور ان کی ذلت وخواری میں کوشش کرنی چاہئے اور کسی وجہ سے ان کو عزت نہ دینی چاہئے اور ان بدبختوں کو اپنی مجلس میں داخل نہ ہونے دینا چاہئے اور ان سے انس ومحبت نہ کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ شدت وسختی کا طریق برتنا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے کسی امر میں ان کی طرف رجوع نہ کرنا چاہئے

اور اگر بالفرض کوئی ضرورت پڑ جائے تو قضائے حاجت انسانی کی طرح چارونا چار اپنی ضرورت ان سے پوری کرنی چاہئے۔

حقوق العباد کی اہمیت

میرے سعادت مند بھائی! آدمی کو جس طرح حق تعالیٰ کے اوامر ونواہی کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے' ویسے ہی خلق کے حقوق کو ادا کرنے اور ان کے ساتھ غمخواری کرنے سے بھی چارہ نہیں ہے۔

التعظیم لامر الله و الشفقة علیٰ خلق الله.

''اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرنا''۔

انہی دو حقوق کے ادا کرنے کا بیان فرماتا ہے اور دونوں طرف کو مدنظر رکھنے کی ہدایت کرتا ہے۔

پس ان دونوں میں سے صرف ایک ہی پر اختصار کرنا سراسر قصور ہے اور کل کو چھوڑ کر جزو پر کفایت کرنا کمالیت سے دور ہے۔ پس خلق کے حقوق کو ادا کرنا اور ان کی ایذا کو برداشت کرنا ضروری ہے اور ان کے ساتھ حسن معاشرت یعنی اچھی طرح رہنا سہنا واجب ہے۔ بددماغی اور لاپروائی اچھی نہیں۔

اہل سلسلہ کی نمایاں صفات

جو کچھ ہم فقیروں پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ ذلیل و محتاج اور عاجز اور روتے اور التجا کرتے رہیں۔ بندگی کے وظیفوں کو بجا لائیں۔ شرعی حدود کی محافظت اور سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کریں اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں نیتوں کو درست رکھیں اور اپنے باطنوں کو خالص اور اپنے ظاہروں کو سلامت رکھیں اور اپنے عیبوں کو دیکھتے رہیں اور گناہوں کے غلبہ کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ علام الغیوب کے انتقام سے ڈرتے رہیں اور اپنی نیکیوں کو تھوڑا سمجھیں' اگرچہ بہت ہوں اور اپنی برائیوں کو بہت خیال کریں اگرچہ تھوڑی ہوں اور خلقت کی قبولیت اور شہرت سے ڈرتے رہیں۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

بحسب امرء من الشر ان یشار الیه بالاصابع فی دین او دنیا الا من عصمه الله.

''آدمی کے لئے اتنا ہی شر کافی ہے کہ دین یا دنیا میں انگشت نما ہو' مگر جس کو اللہ بچائے''۔

اور اپنے فعلوں اور نیتوں کو تہمت زیادہ خیال کریں اگرچہ وہ صبح کی سفیدی کی طرح ہوں اور احوال و مواجید کی پرواہ نہ کریں اگرچہ صحیح و مطابق ہوں۔ صرف دین کی تائید اور مذہب کی تقویت اور شریعت کو رواج دینے اور خلقت کو حق کی طرف دعوت کرنے ہی سے کسی پر اعتبار نہ کر لینا چاہئے اور نہ ہی اس کو اچھا سمجھنا چاہئے جب تک کہ سنت کی متابعت پر اس کی استقامت معلوم نہ کر لیں کیونکہ اس قسم کی تائید کبھی کافر وفاجر سے بھی ہو جاتی ہے۔

وقت کی حفاظت

من حسن اسلام المرء اشتغاله بمایعنیه و اعراضه عما لا یعنیه.

''فائدے کے کام میں مشغول ہونا اور بے ہودہ کاموں سے منہ پھیرنا آدمی کے حسن اسلام کا نشان ہے''۔

پس اپنے وقتوں کی محافظت ضروری ہے تاکہ بے ہودہ کاموں میں برباد نہ ہو جائیں۔ شعر خوانی اور قصہ گوئی کو دشمنوں کا نصیب جان کر خاموشی اور باطنی نسبت کی حفاظت میں مشغول ہونا چاہئے۔ اس طریق میں یاروں کا باہم جمع ہونا باطن کی جمعیت کے لئے ہے نہ کہ دل کی پراگندگی کے لئے یہی وجہ ہے کہ انجمن کو خلوت پر اختیار کیا ہے اور جمعیت کو اجتماع سے حاصل کیا ہے۔

وہ اجتماع جو تفرقہ کا باعث ہو اس سے الگ رہنا لازم ہے۔ باطنی جمعیت کے ساتھ جو کچھ جمع ہو جائے مبارک ہے اور جو کچھ جمع نہ ہو منحوس و نامبارک ہے۔ اس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے کہ انسان کی صحبت میں لوگوں کو جمعیت حاصل ہو۔ نہ اس طرح کہ تفرقہ میں ڈال دے۔ اپنے ورق کو الٹانا چاہئے اور گفتار کو چھوڑ کر خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ اب شعر گوئی' بحث و جھگڑے اور باہم گفتگو کرنے کا موقع نہیں ہے

بدعت

جو کچھ اس دین میں محدث اور مبتدع پیدا ہوا ہے جو خیر

البشرؐ اور خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں نہ تھا اگرچہ وہ روشنی میں صبح کی سفیدی کی مانند ہو۔ اس ضعیف کو ان لوگوں کے ساتھ جو اس بدعت سے منسوب ہیں اس محدث کے عمل میں گرفتار نہ کرے اور مبتدع کے حسن پر فریفتہ نہ کرے۔ بحرمت سید المختار و آلہ الابرار علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

علماء نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے حسنہ اور سیئہ۔

حسنہ اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہو اور وہ سنت کو رفع نہ کرے۔

اور بدعت سیئہ وہ جو سنت کی رافع ہو۔

یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا اور ظلمت و کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا۔ اگرچہ آج مبتدع کے عمل کو ضعف بصارت کے باعث طراوت و تازگی میں دیکھتے ہیں لیکن کل جبکہ بصیرت تیز ہوگی تو دیکھ لیں گے کہ اس کا نتیجہ خسارت و ندامت کے سوا کچھ نہ تھا۔

حضرت خیر البشر ﷺ فرماتے ہیں:۔

من احدث فی امرنا ھٰذا مالیس منہ فھو رد.

''جس نے ہمارے اس امر میں ایسی نئی چیز پیدا کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے''۔

بھلا جو چیز مردود ہو وہ حسن کہاں پیدا کر سکتی ہے۔

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:۔

اما بعد فان خیرا الحدیث کتاب اللّٰہ و خیر الھدی ھدی محمد و شر الامور محدثاتھا و کل بدعۃ ضلالۃ.

''اس کے بعد واضح ہو کہ اچھی کلام کتاب اللہ ہے اور بہتر راستہ حضرت محمد ﷺ کا راستہ ہے اور تمام امور سے بدتر محدثات ہیں اور ہر ایک بدعت ضلالت ہے''۔

پس جب ہر محدث بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت تو پھر بدعت میں حسن کے کیا معنی ہوئے۔

نیز جو کچھ حدیث سے مفہوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر بدعت سنت کی رافع ہے۔ بعض کی کوئی خصوصیت نہیں۔ پس ہر بدعت سئیہ ہے۔

جاننا چاہئے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء و مشائخ نے سنت سمجھا ہے جب ان میں اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سنت کی رفع کرنے والی ہیں۔ مثلاً میت کے کفن دینے میں عمامہ کو بدعت حسنہ کہتے ہیں حالانکہ یہی بدعت رافع سنت ہے کیونکہ عدد مسنون یعنی تین کپڑوں پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ عین رفع ہے اور ایسے ہی مشائخ نے شملہ دستار کو بائیں طرف چھوڑنا پسند کیا ہے حالانکہ سنت شملہ کا دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بدعت رافع سنت ہے اور ایسے ہی وہ امر ہے جو علماء نے نماز کی نیت میں مستحسن جانا ہے کہ باوجود ارادہ دلی کے زبان سے بھی نیت کہنی چاہئے حالانکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی صحیح یا ضعیف روایت سے ثابت نہیں ہوا اور نہ ہی اصحاب کرام اور تابعین عظام سے کہ انہوں نے زبان سے نیت کی ہو بلکہ جب اقامت کہتے تھے فقط تکبیر تحریمہ ہی فرماتے تھے پس زبان سے نیت کرنا بدعت ہے اور اس بدعت کو حسنہ کہا ہے اور یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت رفع سنت تو بجائے خود رہا۔ فرض کو بھی رفع کرتی ہے کیونکہ اس کی تجویز میں اکثر لوگ زبان ہی پر کفایت کرتے ہیں اور دل کی غفلت کا کچھ ڈر نہیں کرتے۔ پس اس ضمن میں نماز کے فرضوں میں سے ایک فرض جو نیت قلبی ہے متروک ہو جاتا ہے اور نماز کے فاسد ہونے تک پہنچا دیتا ہے۔ تمام مبتدعات و محدثات کا یہی حال ہے کیونکہ وہ سنت پر زیادتی ہیں۔ خواہ کسی طرح کی ہوں اور زیادتی نسخ ہے اور نسخ رفع ہے۔

پس آپ پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی متابعت پر کمر بستہ رہیں اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء پر کفایت کریں کیونکہ وہ ستاروں کی مانند ہیں جن کے پیچھے چلو گے ہدایت پاؤ گے لیکن قیاس اور اجتہاد کوئی بدعت نہیں کیونکہ وہ نصوص کے معنی کو ظاہر کرتے ہیں کسی زائد امر کو ثابت نہیں کرتے۔ پس داناؤں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات.

دولت مندوں کے ساتھ تعلق

میرے مخدوم! فقیروں کو دولت مندوں کے ساتھ محبت لگانی' اس زمانے میں بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اگر فقراء کچھ کہنے یا لکھنے میں تواضع اور حسن خلق جو فقراء کے لوازم میں سے ہے ظاہر کرتے ہیں تو کوتاہ اندیش لوگ اپنی بدظنی سے خیال کرتے ہیں کہ طامع اور محتاج ہیں اس لئے اس بدظنی سے دنیا وآخرت کا خسارہ حاصل کرتے ہیں اور ان کے کمالات سے محروم رہتے ہیں۔ اگر فقراء استغناء اور لاپروائی سے کہ یہ بھی لوازم فقر سے ہے کوئی بات کریں تو کوتاہ نظر اپنی بدخلقی سے قیاس کرتے ہیں کہ متکبر اور بدخلق ہیں اور نہیں جانتے کہ استغنا بھی لوازم فقر سے ہے کیونکہ جمع ضدین اس جگہ محال نہیں ہے۔

خلاف شریعت کشف والہام کی کوئی حیثیت نہیں

صوفیوں کی بے ہودہ باتوں سے کیا حاصل ہوتا ہے اور ان کے احوال سے کیا بڑھتا ہے۔ وہاں وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تولیں نیم چیتل سے نہیں خریدتے اور کشف اور الہاموں کو جب تک کتاب وسنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں نیم جو کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ پر سلوک کرنے سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کا جو ایمان کی حقیقت ہیں زیادہ یقین حاصل ہو جائے اور فقیہہ احکام کے ادا کرنے میں آسانی میسر ہو نہ کہ اس کے سوا کچھ اور امر۔ کیونکہ رویت کا وعدہ آخرت میں ہے اور دنیا میں البتہ واقع نہیں ہے۔ وہ مشاہدات اور تجلیات جن کے ساتھ صوفیا خوش ہیں وہ صرف ظلال سے آرام پانا اور شبہ ومثال سے تسلی حاصل کرنا ہے۔

عجب کاروبار ہے کہ اگر ان کے مشاہدات اور تجلیات کی حقیقت پوری پوری بیان کی جائے تو یہ ڈر لگتا ہے کہ اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور اور ان کے شوق میں قصور پڑ جائے گا اور ساتھ ہی اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر باوجود علم کے کچھ بھی نہ کہے تو حق باطل کے ساتھ ملا رہے گا۔

یا دلیل المتحیرین دلنی بحرمة من جعلته رحمة للعالمین علیه وعلیٰ اله الصلوات والتسلیمات.

''اے سرگشتہ اور حیرانوں کے راہ دکھانے والے ہم کو اس وجود پاک کی حرمت سے سیدھے راہ کی ہدایت کر جس کو تو نے رحمتہ للعالمین بنایا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دنیا پرستی کا انجام

دنیادار اور دولت مند بڑی بلا میں گرفتار ہیں اور ابتلائے عظیم میں مبتلا ہیں کیونکہ دنیا کو جو حق تعالیٰ کی مبغوضہ ہے اور تمام نجاستوں سے زیادہ مردار ہے ان کی نظروں میں آراستہ اور پیراستہ ظاہر کیا ہے جس طرح کہ نجاست کو سونے سے ملمع کریں اور زہر کو شکر میں ملا دیں۔ حالانکہ عقل دور اندیش کو اس کمینی کی برائی سے آگاہ کر دیا ہے اور اس ناپسندیدہ کی قباحت پر ہدایت و دلالت فرمائی ہے۔ اسی واسطے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ کے عقلمند کو دیں تو زاہد کو دینا چاہئے جو دنیا سے بے رغبت ہے اور اس کی وہ بے رغبتی اس کی کمال عقل سے ہے۔

اس کے علاوہ صرف عقل کے ایک گواہ پر کفایت نہیں کی' نقل کا دوسرا گواہ بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے جو اہل جہان کے لئے سراسر رحمت ہیں' اس کھوٹے اسباب کی حقیقت پر اطلاع بخشی ہے اور اس فاحشہ مکار کی محبت وتعلق سے بہت منع فرمایا ہے۔

ان دو عادل گواہوں کے موجود ہوتے بھی اگر کوئی شکر موہوم کی طمع پر زہر کھالے اور خیالی سونے کی امید پر نجاست اختیار کر لے۔ تو وہ شخص بڑا ہی بے وقوف اور احمق بالطبع ہے بلکہ انبیاءؑ کی اخبار کا منکر ہے۔ ایسا شخص منافق کا حکم رکھتا ہے کہ اس کا ظاہری ایمان آخرت میں اس کو کچھ فائدہ نہ دے گا اور اس کا نتیجہ دنیاوی خون اور مال کے بچاؤ کے سوا اور کچھ نہ ہو گا۔ آج غفلت کی روئی کانوں سے نکالنی چاہئے ورنہ کل حسرت وندامت کے سوا کچھ سرمایہ حاصل نہ ہوگا۔

قضائے مبرم اور قضائے معلق

اے میرے سعادت مند بھائی! آپ کو معلوم کرنا چاہئے

کہ قضا دو قسم پر ہے (۱) قضائے معلق (۲) قضائے مبرم۔

قضائے معلق میں تغیر و تبدل کا احتمال ہے اور قضائے مبرم میں تغیر و تبدل کی مجال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مایبدل القول لدی ''میرا قول کبھی تبدیل نہیں ہوتا''۔

یہ قضائے مبرم کے بارے میں ہے اور قضائے معلق کے بارے میں فرماتا ہے۔

یمحوا اللہ مایشآء ویثبت وعندہ ام الکتاب.

''جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے''۔

میرے حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانیؒ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے مگر مجھے ہے۔ اگر چاہوں تو میں اس میں بھی تصرف کروں۔ اس بات سے بہت تعجب کیا کرتے تھے اور بعید از فہم فرماتے تھے۔

یہ نقل بہت مدت تک اس فقیر کے ذہن میں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا۔ ایک دن ایک بلیہ کے دفع کرنے کے درپے ہوا۔ جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی۔ اس وقت بڑی التجا اور عاجزی اور نیاز و خشوع کی تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں اس امر کی قضا کسی امر سے معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں ہے۔ اس بات سے بڑی یاس و ناامیدی حاصل ہوئی اور حضرت سید محی الدین قدس سرہ کی بات یاد آئی۔ دوبارہ پھر ملتجی اور متضرع ہوا اور بڑی عجز و نیاز سے متوجہ ہوا۔ تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضائے معلق دو طرح پر ہے۔ ایک وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا لوح محفوظ میں ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور لوح محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔

پھر معلوم ہوا کہ حضرت سید قدس سرہ کی بات بھی اسی اخیر قسم پر موقوف ہے جو قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ نہ اس قضا پر جو حقیقت میں مبرم ہے کیونکہ اس میں تصرف و تبدیل عقلی اور شرعی طور پر محال ہے اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اس قضا کی حقیقت پر اطلاع ہی نہیں ہے تو پھر اس میں تصرف کیسے کر سکے؟ اور اس آفت و مصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی قسم اخیر میں پایا اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس بلیہ کو دفع فرما دیا ہے۔

سنن عبادت اور سنن عادت کا فرق

میرے مخدوم! آنحضرت ﷺ کا عمل دو طرح پر ہے۔ ایک عبادت کے طریق پر اور دوسرا عرف اور عادت کے طور پر۔ وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کہ یہ دین میں نئی بات ہے اور وہ مردود ہے اور وہ عمل جو عرف و عادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعت منکرہ نہیں جانتا اور نہ ہی اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا ہونا یا نہ ہونا عرف و عادت پر مبنی ہے نہ کہ دین و مذہب پر کیونکہ بعض شہروں کا عرف بعض دوسرے شہروں کے عرف کے برخلاف ہے اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ظاہر ہے۔ البتہ عادی سنت کو مدنظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔

ذکر کا مقصد

جاننا چاہئے کہ ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے اور چونکہ ظاہر کو غفلت سے چارہ نہیں ہے خواہ ابتداء میں ہو خواہ انتہا میں اس لئے ظاہر سب وقت ذکر کا محتاج ہے۔

حاصل کلام یہ کہ بعض اوقات ذکر اسم ذات نفع دیتا ہے اور بعض اوقات ذکر نفی و اثبات مناسب ہوتا ہے۔ باقی رہا معاملہ باطن کا' وہاں بھی جب تک بالکل غفلت دور نہ ہو جائے۔ تب تک ذکر کرنے سے چارہ نہیں ہے۔

ہاں اس قدر ہے کہ ابتدا میں ذکر متعین ہیں اور توسط و انتہا

میں ذکر متعین نہیں ہیں۔ اگر قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کے ادا کرنے سے غفلت دور ہو جائے تو ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی تلاوت متوسط کے حال کے مناسب ہے اور نماز نوافل کا ادا کرنا منتہی کے حال کے مناسب ہے۔

نوافل سے پہلے فرائض واجبات کا اہتمام ضروری ہے

صوفیاء خام ذکر و فکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور چلہ اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ و جماعت کو ترک کر دیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو مدنظر رکھ کر ذکر و فکر میں مشغول ہونا بہت ہی بہتر اور ضروری ہے۔

اور علماء بے سرانجام بھی نوافل کی ترویج میں سعی کرتے ہیں اور فرائض کو خراب و ابتر کرتے ہیں۔ مثلاً نماز عاشورا کو جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحت تک نہیں پہنچی' جماعت اور جمعیت تمام سے ادا کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ فقہ کی روایتیں نفلی جماعت کی کراہت پر ناطق ہیں اور فرضوں کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں۔ ایسا کم ہے کہ فرض کو مستحب وقت میں ادا کریں بلکہ اصل وقت سے تجاوز کر جاتے ہیں اور جماعت کی بھی چنداں قید نہیں رکھتے۔ جماعت میں ایک یا دو آدمیوں پر قناعت کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات تنہا ہی کفایت کرتے ہیں۔

جب اسلام کے پیشواؤں کا یہ حال ہو تو پھر عوام کا کیا حال بیان کیا جائے اس عمل کی کم بختی سے اسلام میں ضعف پیدا ہو گیا ہے اور اسی فعل کی ظلمت سے بدعت و ہوا ظاہر ہو گئی ہے۔

تجدید شریعت اور ترقی ملت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

الاسلام بدأ غريباً وسيعود كما بدء وطوبیٰ للغرباء.

''اسلام غریب شروع ہوا اور پھر ویسا ہی غریب ہو جائے گا پس غرباء کو خوشخبری ہے''۔

اور اس امت کی آخریت کا شروع آنحضرت ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد الف ثانی یعنی دوسرے ہزار سال کی ابتدا ہے۔ کیونکہ الف یعنی ہزار سال کے گزرنے کو امور کے تغیر میں بڑی خاصیت ہے اور اشیاء کی تبدیلی میں قوی تاثیر ہے اور چونکہ اس امت میں نسخ و تبدیل نہیں ہے اس لئے سابقین کی نسبت اسی تروتازگی کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور الف ثانی میں از سر نو شریعت کی تجدید اور ملت کی ترقی فرمائی ہے۔

گوشہ نشینی کے آداب

آپ نے گوشہ نشینی کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ہاں بے شک گوشہ نشینی صدیقین کی آرزو ہے۔ آپ کو مبارک ہو۔ آپ عزلت و گوشہ نشینی اختیار کریں لیکن مسلمانوں کے حقوق کی رعایت ہاتھ سے نہ دیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

حق المسلم على المسلم خمس رد السلام وعيادة المريض و اتباع الجنائز و اجابت الدعوة وتشميت العاطس.

''مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہیں۔ سلام کا جواب دینا' بیمار پرسی کرنا' جنازہ کے پیچھے چلنا' دعوت کا قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا''۔

اور نیز جان لیں کہ

ع عزلت از اغیار باید نہ زیار

ترجمہ:۔ ''غیر سے عزلت ہے بہتر ہے یار سے اچھی نہیں۔

کیونکہ ہمرازوں کے ساتھ صحبت رکھنا اس طریقہ علیہ کی سنت مؤکدہ ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریق صحبت ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت اور صحبت سے مراد موافقان طریقت کی صحبت ہے نہ کہ مخالفان طریقت کی صحبت۔ کیونکہ ایک کا دوسرے میں فانی ہونا صحبت کی شرط ہے۔ جو بغیر موافقت کے میسر نہیں ہوتا اور

مریض کی عیادت سنت ہے اگر اس مریض کا کوئی شخص خبرگیر ہے اور اس کی بیمار پرسی کرتا ہے ورنہ اس بیمار کی بیمار پرسی واجب ہے جیسا کہ حاشیہ مشکوٰۃ میں ہے۔

اور نماز جنازہ میں حاضر ہونے کے لئے کم از کم چند قدم جنازہ کے پیچھے چلنا چاہئے تا کہ میت کا حق ادا ہو جائے اور جمعہ و جماعت و نماز پنجگانہ اور نماز عیدین میں حاضر ہونا ضروریات اسلام سے ہے ان سے چارہ نہیں اور باقی اوقات کو تبتل وانقطاع میں بسر کریں لیکن چاہئے کہ اول نیت کو درست کریں اور گوشہ نشینی کو دنیا کی کسی غرض سے آلودہ نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے ضمن میں کوئی نفسانی غرض پوشیدہ ہو۔

اصل عالم

اخبار میں آیا ہے کہ العلماء ورثة الانبیاء۔ "علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں"۔ وہ علم جو انبیائے علیہم الصلوٰت والتسلیمات سے باقی رہا ہے دو قسم کا ہے۔ ایک علم احکام دوسرے علم اسرار۔ اور عالم وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہو نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو اور دوسرا علم اس کے نصیب نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو مورث کے سب قسم کے ترکہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے نہ کہ بعض کو چھوڑ کر بعض سے۔ اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے۔ وہ غرماء یعنی قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اور ایسے ہی آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ "میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں"۔

ان علماء سے مراد علمائے وارث ہیں نہ کہ غرماء کہ جنہوں نے بعض ترکہ سے حصہ لیا ہے کیونکہ وارث کو قرب وجنسیت کے لحاظ سے مورث کی مانند کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف غریم کے کہ اس علاقہ سے خالی ہے۔

پس جو شخص وارث نہ ہو وہ عالم بھی نہ ہوگا مگر یہ کہ اس کے علم کو ایک نوع کے ساتھ مقید کریں اور مثال کے طور پر یوں کہیں کہ علم احکام کا عالم ہے اور عالم مطلق وہ ہے جو وارث ہو اور اس کے دونوں قسم کے علم سے پورا حصہ حاصل ہو۔

سب سے بڑی نعمت

دو چیزوں کی محافظت ضروری ہے۔ ایک صاحب شریعت ﷺ کی محافظت۔ دوسرے شیخ مقتداء کی محبت واخلاص۔ ان دو چیزوں کے ساتھ اور جو کچھ دے دیں، سب نعمت ہی نعمت ہے اور اگر کچھ بھی نہ دیں لیکن یہ دو چیزیں راسخ اور مضبوط ہوں تو پھر کچھ غم نہیں۔ آخر ایک دن دے دیں گے اور اگر نعوذ باللہ ان دو چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل پڑ جائے اور احوال واذواق بھی بدستور اپنے حال پر رہیں تو ان کو استدراج جاننا چاہئے اور اپنی خرابی اور بربادی خیال کرنی چاہئے۔ استقامت کا طریق یہی ہے۔

واللہ سبحانہ الموفق۔ (اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے)

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تفصیل

یار مدت سے حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال کی نسبت دریافت کیا کرتے تھے چونکہ فقیر کو ان کے حال پر پوری پوری اطلاع نہ دی گئی تھی، اس لئے جواب میں توقف کیا کرتا تھا۔ آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس وحضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام روحانیوں کی صورت میں حاضر ہوئے اور تلقی روحانی یعنی روحانی ملاقات سے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام جو جسموں سے وقوع میں آئیں یعنی جسمانی حرکات وسکنات اور جسدی طاعات وعبادات ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں۔

اس اثناء میں پوچھا کہ آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم شرائع کے ساتھ مکلف نہیں ہیں لیکن چونکہ قطب مدار کے کام ہمارے

سپرد ہیں اور قطب مدار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہے اس لئے ہم بھی اس کے پیچھے امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں۔

اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی اطاعت پر کوئی جزا مترتب نہیں ہے صرف طاعت کے ادا کرنے میں اہل طاعت کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور عبادت کی صورت کو مدنظر رکھتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور کمالات نبوت کی مناسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے۔ اگر بالفرض اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا۔

اس وقت حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کے اس سخن کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی جو انہوں نے فصول ستہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔

اس وقت دل میں گزرا کہ ان دونوں بزرگواروں سے کچھ سوال کرے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص کے حال پر اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل ہو وہاں ہمارا کیا دخل ہے؟ گویا انہوں نے اپنے آپ کو درمیان سے نکال کیا اور حضرت الیاس علیٰ نبینا والسلام نے اس گفتگو میں کوئی بات نہ فرمائی۔

سلوک کی شرط اول

شرائط راہ میں سے اعلیٰ اور اعظم شرط نفس کی مخالفت ہے اور وہ مقام ورع وتقویٰ کی رعایت پر موقوف ہے جو محارم یعنی حرام سے ہٹ جانے سے مراد ہے اور محرمات وحرام سے نہیں بچ سکتے جب تک فضول مباحات سے پرہیز نہ کریں کیونکہ مباحات کے ارتکاب میں نفس کی باگ کا ڈھیلا کرنا مشتبہات تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ حرام کے نزدیک ہے اور حرام میں گر پڑنے کا احتمال قوی ہے۔ من حام حول الحمیٰ یوشک ان یقع فیه۔ ''جو شخص چراگاہ کے گرد پھرا وہ بے شک اس میں جا پڑے گا''۔

پس محرمات سے بچنا فضول مباحات سے بچنے پر موقوف ہوا۔ پس ورع میں فضول مباحات سے بچنا بھی ضروری ہوا اور ترقی وعروج ورع پر وابستہ ہے۔

شیخ کامل اختیار نہ کرنے کے نقصانات

دیکھنے میں آتا ہے کہ طالب اپنی کم ہمتی اور پست فطرتی اور شیخ کامل مکمل کی صحبت نہ پانے کے باعث دراز راستہ اور بلند مطلب کو چھوٹے راستہ اور ادنیٰ مطلب پر لے آئے ہیں۔ اور جو کچھ ان کو راستہ میں حقیر وفقیر یعنی ہیچ پوچ حاصل ہوا ہے اسی پر کفایت کر کے اسی کو اصل مقصد خیال کئے بیٹھے ہیں اور اس کے حاصل ہونے سے اپنے آپ کو کامل اور منتہی سمجھے بیٹھے ہیں اور وہ احوال جو راہ کے منتہیوں اور درگاہ کے واصلوں نے اپنے کام کے انجام اور اپنے روزگار کے نہایت کی نسبت بیان فرمائے ہیں یہ پست فطرت لوگ اپنی قوت متخیلہ کے غلبہ کے باعث ان احوال کاملہ کو اپنے احوال ناقصہ کے مطابق کرتے ہیں۔

مثلاً ایک شخص کعبہ کا طالب ہوا اور شوق سے اس کی طرف پہنچنے کے لئے متوجہ ہوا۔ اتفاقاً اثنائے راہ میں خانہ کعبہ جیسا ایک اور خانہ اس کے سامنے آیا۔ صورت کی مشابہت کے باعث اس شخص نے خیال کیا کہ یہی کعبہ ہے اور وہیں معتکف ہو کر بیٹھ گیا اور دوسرے شخص نے کعبہ کے خواص کو کعبہ کے واصلوں سے معلوم کر کے کعبہ کی تصدیق کی۔ اس شخص نے اگرچہ طلب سے کعبہ کی راہ میں قدم نہیں رکھا لیکن اس نے غیر کعبہ کو کعبہ نہیں جانا ہے۔ یہ شخص اپنی تصدیق میں محق یعنی سچا ہے اور اس کا حال طالب خطا کار مذکور سے بہتر ہے۔

شیطانی فریب

جاننا چاہئے کہ اکثر خاص وعام لوگ اس زمانہ میں نوافل کے ادا کرنے میں بڑا اہتمام کرتے ہیں اور مکتوبات یعنی فرضی نمازوں میں سستی کرتے ہیں اور ان میں سنتوں اور مستحبوں کی رعایت کم کرتے ہیں۔ نوافل کو عزیز جانتے ہیں اور فرائض کو ذلیل وخوار۔ فرائض کو اوقات مستحبہ میں بمشکل ادا کرتے ہیں اور جماعت

مسنونہ کی تکثیر بلکہ نفس جماعت میں کوئی تقید نہیں رکھتے۔نفس فرائض کوغفلت وسستی سے ادا کرناغنیمت سمجھتے ہیں اورروز عاشورہ اور شب برات اور ماہ رجب کی ۲۷ویں رات اور ماہ رجب کے اول جمعہ کی رات کوجس کانام انہوں نے لیلۃ الرغائب رکھا ہے بڑا اہتمام کرتے ہیں اورنوافل کوبڑی جمعیت کے ساتھ جماعت سے ادا کرتے ہیں اور اس کو نیک و مستحسن خیال کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ شیطان کے تسویلات یعنی مکروفریب ہیں جوسیئات کو حسنات کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔

پس وہ نماز جو روز عاشورہ اور شب برات اور لیلۃ الرغائب میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور دو دوسو یا تین تین سو یا اس سے زیادہ آدمی مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں اور اس نماز اور اجتماع اور جماعت کو مستحسن خیال کرتے ہیں ایسے لوگ فقہاء کے اتفاق سے امر مکروہ کے مرتکب ہیں اور مکروہ کو مستحسن جاننا بڑا بھاری گناہ ہے کیونکہ حرام کو مباح جاننا کفر تک پہنچا دیتا ہے اورمکروہ کواحسن سمجھناایک درجہ اس سے کم ہے۔اس فعل کی برائی کواچھی طرح ملاحظہ کرنا چاہئے۔

اور کراہیت کے دفع کرنے میں ان کے پاس سند عدم تداعی ہے۔ہاں عدم تداعی بعض روایات میں کراہت کودفع کرتی ہے لیکن ایک یا دو کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ بھی اس شرط پرکہ گوشہ مسجد میں ہو۔و بدو نھا خرط القتاد۔اس کے علاوہ بے فائدہ رنج ہے۔

شیخ کے پاس رہنے کے آداب

جاننا چاہئے کہ صحبت کے آداب اورشرائط کومدنظر رکھنا اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ افادہ اور استفادہ کا راستہ کھل جائے ورنہ صحبت سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوگا اور مجلس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔بعض ضروری آداب وشرائط لکھے جاتے ہیں گوش ہوش سے سننے چاہئیں۔

طالب کو چاہئے کہ اپنے دل کوتمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل واذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں اس کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے اور بالکل اسی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے۔حتیٰ کہ جب تک وہ امر نہ کرے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں نماز فرض وسنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔

اور جہاں تک ہو سکے ایسی جگہ بھی کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑے یا سایہ پر پڑتا ہو اور اس کے مصلیٰ پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ میں طہارت نہ کرے اور اس کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے اور اس کے حضور میں پانی نہ پیئے۔کھانا نہ کھائے اور کسی سے گفتگو نہ کرے بلکہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو اور پیر کی غیبت یعنی عدم موجودگی میں جہاں کہ وہ رہتا ہے اس طرف پاؤں دراز نہ کرے۔

اور تھوک بھی اس طرف نہ پھینکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہو اس کو صواب وبہتر جانے۔اگرچہ بظاہر بہتر معلوم نہ ہو کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے الہام سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کام کرتا ہے۔اس تقدیر پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔اگرچہ بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطا کا ہونا ممکن ہے لیکن خطائے الہامی خطائے اجتہادی کی طرح ہے اور ملامت واعتراض اس پر جائز نہیں اور نیز جب اس کو اپنے پیر سے محبت ہے۔

اور اس کے حرکات وسکنات میں کسی قسم کا اعتراض نہ کرے۔اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دانہ جتنا ہو کیونکہ اعتراض سے سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور تمام مخلوقات میں سے بدبخت وہ شخص ہے جو اس بزرگ گروہ کا عیب بین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلائے عظیم سے بچائے اور اپنے پیر سے خوارق وکرامات طلب نہ کرے اگرچہ وہ طلب خطرات اور وساوس کے طریق پر ہو۔کیا تم نے نہیں سنا کہ کسی مومن نے پیغمبر سے معجزہ طلب نہیں کیا۔معجزہ طلب کرنا کافروں اور منکروں کا کام ہے۔

اگر دل میں کوئی شبہ پیدا ہو بے توقف عرض کردے۔اگر حل نہ ہو اپنی تقصیر سمجھے اور پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب نہ کرے اور جو واقع ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات تعبیر اسی سے دریافت کرے اور جو تعبیر طالب پر ظاہر ہو وہ بھی

عرض کر دے اور صواب وخطا کو اسی سے طلب کرے اور اپنے کشف پر ہرگز بھروسہ نہ کرے کیونکہ اس جہان میں حق باطل کے ساتھ اور خطا صواب کے ساتھ ملا جلا ہے اور بے ضرورت و بے اذن اس سے جدا نہ ہو کیونکہ اس کے غیر کو اس کے اوپر اختیار کرنا ارادت کے برخلاف ہے اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے اور بلند آواز سے اس کے ساتھ گفتگو نہ کرے کہ بے ادبی میں داخل ہے اور جو فیض و فتوح اس کو پہنچے اس کو اپنے پیر کے ذریعے سمجھے اور اگر واقع میں دیکھے کہ فیض اور مشائخ سے پہنچا ہے اس کو بھی اپنے پیر ہی سے جانے۔

غرض الطریق کلہ ادب۔ مثل مشہور ہے کہ کوئی بے ادب اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتا''۔

کشف کی دو قسمیں

اے برادر! غور سے سن کہ خرق عادات دو قسم پر ہیں۔

نوع اول:...... وہ علوم و معارف الٰہی جل شانہ ہیں جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور وہ عقل کے ماسوا اور معارف و معتاد کے برخلاف ہیں جن کے ساتھ اپنے خاص بندوں کو ممتاز کرتا ہے۔

نوع دوم:...... مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا اور پوشیدہ چیزوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبر دینا جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

نوع اول:۔ اہل حق اور باب معرفت کے ساتھ مخصوص ہے اور نوع ثانی محقق اور مبطل یعنی جھوٹے اور سچے میں شامل ہے کیونکہ استدراج والوں کو بھی نوع ثانی حاصل ہے۔

نوع اول، حق تعالیٰ کے نزدیک شرافت و اعتبار رکھتی ہے کیونکہ اس کو اپنے دوستوں ہی سے مخصوص کیا ہے اور دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا اور نوع دوم عام مخلوقات کے نزدیک معتبر ہے اور ان کی نظروں میں بہت معزز و محترم ہے۔

نظر برقدم، ہوش در دم
سفر در وطن، خلوت در انجمن

جاننا چاہئے کہ طریقہ علیہ نقشبندیہ کے اصول مقررہ میں سے ایک نظر برقدم ہے۔ نظر برقدم سے مراد یہ نہیں کہ نظر قدم سے تجاوز نہ کرے اور قدم سے زیادہ بلندی کی خواہش نہ کرے کیونکہ یہ بات خلاف واقع ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ نظر ہمیشہ قدم سے بلندی کی طرف چڑھے اور قدم کو اپنا ردیف بنائے کیونکہ بلندی کے زینوں پر پہلے نظر چڑھتی ہے۔ اس کے بعد قدم صعود کرتا ہے اور جب قدم مرتبہ نظر میں پہنچتا ہے نظر اس سے اوپر کے زینہ پر آ جاتی ہے اور قدم بھی اس کی تبعیت میں اس زینہ پر چڑھ آتا ہے۔ بعد ازاں نظر پھر اس مقام سے ترقی کرتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس

غرض اول اس تفرقہ کے دفع کرنے کے لئے ہے جو آفاق سے پیدا ہوتا ہے اور کلمہ دوسرا نفس کے تفرقہ کو دفع کرتا ہے۔

اور کلمہ تیسرا جو ان دو کلموں کے قرین ہے سفر در وطن ہے اور وہ انفس میں سیر کرنے سے مراد ہے جو اندراج النہایت فی البدایت کے حاصل ہونے کا باعث ہے جو اس طریقہ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگرچہ سیر انفسی تمام طریقوں میں ہے لیکن سیر آفاقی کے وصول کے بعد ہے۔ اور اس طریق میں اسی سیر سے شروع کرتے ہیں اور سیر آفاقی اسی سیر کے ضمن میں مندرج ہے اگر اس اعتبار سے بھی کہہ دیں کہ اس طریقہ علیہ میں نہایت بدایت میں مندرج ہے تو ہو سکتا ہے۔

اور چوتھا کلمہ جو ان تینوں کلموں کے ساتھ ہے خلوت در انجمن ہے۔ جب سفر در وطن میسر ہو جائے تو انجمن میں بھی خلوت خانہ وطن میں سفر کرتا ہے اور آفاق کا تفرقہ انفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا۔ یہ بھی اس صورت میں ہے کہ حجرہ کے دروازوں اور روزنوں کو بند کریں۔

پس چاہئے کہ انجمن میں متکلم و مخاطب کا تفرقہ نہ ہو۔ اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ سب تکلفات اور حیلے بہانے ابتداء اور وسط ہی میں ہیں اور انتہا میں ان میں سے کچھ بھی درکار نہیں۔ عین تفرقہ میں جمعیت کے ساتھ اور نفس غفلت میں حاضر رہتے ہیں۔

اس بیان سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ جمعیت میں تفرقہ و

عدم تفرقہ منتہی کے حق میں مطلق طور پر مساوی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ اسکی باطن کی جمعیت میں برابر ہیں۔ اس کے باوجود اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کر لے اور تفرقہ کو ظاہر سے بھی دفع کر دے تو بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا ہے۔

واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا۔

''اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ کر اُس کے ساتھ جوڑ''۔

جاننا چاہئے کہ بعض اوقات ظاہری تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا تاکہ خلق کے حقوق ادا ہوں۔ پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہوتا ہے۔ لیکن تفرقہ باطن کسی وقت بھی اچھا نہیں۔ کیونکہ وہ خالص حق تعالیٰ کے لئے ہے۔

پس عبادت سے تین حصے حق تعالیٰ کے لئے مسلّم ہوں گے۔ باطن سب کا سب اور ظاہر کا نصف حصہ۔ اور ظاہر کا دوسرا حصہ خلق کے حقوق ادا کرنے کے لئے رہا۔ چونکہ ان حقوق کے ادا کرنے میں بھی حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے اس لئے ظاہر کا دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

الیہ یرجع الامر کلہٗ فاعبدہ۔

''تمام امور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پس اسی کی عبادت کر''۔

نماز میں خشوع حاصل کرنے کا طریقہ

خدا تجھے ہدایت دے تجھے واضح ہو کہ نماز کے کامل اور پورے طور پر ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کے فرائض اور واجبات اور سنت و مستحب جن کی تفصیل کتب فقہ میں بیان ہو چکی ہے سب کے سب ادا کئے جائیں۔ ان چاروں امور کے سوا اور کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کا نماز کے تمام و کامل کرنے میں دخل ہو۔ نماز کا خشوع بھی انہی چار امور میں مندرج ہے اور دل کا خشوع اور خضوع اور حضور بھی انہی پر وابستہ ہے۔

بعض لوگ ان امور کے صرف جان لینے کو کافی سمجھتے ہیں اور عمل میں سستی اور سہل انگاری کرتے ہیں۔ اس لئے نماز کے کمالات سے بے نصیب رہتے ہیں۔

بعض لوگ حق تعالیٰ کے ساتھ حضور قلب میں بڑا اہتمام کرتے ہیں لیکن اعمال ادبیہ جوارح میں کم مشغول ہوتے ہیں اور صرف سنتوں اور فرضوں پر کفایت کرتے ہیں یہ لوگ بھی نماز کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ یہ لوگ نماز کے کمال کو غیر نماز سے ڈھونڈتے ہیں کیونکہ حضور قلب کو نماز کے احکام سے نہیں جانتے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ **لاصلوٰۃ الا بحضور القلب**۔ ''نماز حضور قلب کے سوا کامل نہیں ہوتی''۔

ممکن ہے کہ اس حضور قلب سے مراد یہ ہو کہ ان امور اربعہ کے ادا کرنے میں دل کو حاضر رکھا جائے تاکہ ان امور میں سے کسی امر کے بجالانے میں فتور واقع نہ ہو اور اس حضور کے سوا اور کوئی حضور اس فقیر کی سمجھ میں نہیں آتا۔

کلمتان خفیفتان کی تشریح

خدا تجھے ہدایت دے۔ جاننا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

''دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور میزان میں بھاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پیارے اور محبوب ہیں۔ وہ **سبحان اللہ و بحمدہ' سبحان اللہ العظیم** ہیں۔

زبان پر ان کے ہلکا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے حروف کم ہیں اور میزان میں بھاری ہونے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے کلمہ کا پہلا جزو ظاہر کرتا ہے کہ حق تعالیٰ ان تمام باتوں سے جو اس کی پاک بارگاہ کے لائق نہیں ہے منزہ ہے اور اس کی جناب کبریا نقص کے صفات اور حدوث و زوال کے تمام نشانات سے برتر اور پاک ہے۔

اور اسی کلمہ کا دوسرا جزو ثابت کرتا ہے کہ تمام صفات کمال اور شیونات جمال حق تعالیٰ ہی کے لئے ہیں خواہ وہ صفات و شیونات فضائل سے ہوں یا فواضل سے اور دونوں جزوؤں میں اضافت استغراق کے لئے ہے تاکہ تمام تقدیسات و تنزیہات اور تمام صفات کمال و جمال حق تعالیٰ ہی کے لئے ثابت ہونے کا افادہ دے۔

اور دوسرے کلمہ کا حاصل یہ ہے کہ عظمت و کبریا حق تعالیٰ

ہی کے لئے ثابت کرنے کے باوجود تمام تنزیہات وتقدیسات اسی کی طرف راجع ہیں اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تمام نقائص حق تعالیٰ سے اس کی عظمت وکبریائی کے باعث مسلوب ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ کلمے میزان میں بھاری اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں۔

تو امید ہے کہ وہ کریم ووہاب جل شانہ بھی تسبیح پڑھنے والے کو ان تمام باتوں سے جو اس کے لائق نہیں ہیں پاک کرے گا اور حمد کرنے والے میں صفات کمال ظاہر کرے گا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

هل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ ''احسان کا بدلہ احسان ہے''۔

اس لحاظ سے بھی یہ دونوں کلمے میزان میں بھاری ہوں گے کیونکہ ان کے تکرار کے سبب سے گناہ دور ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہوں گے کیونکہ ان کے ذریعے اخلاق حمیدہ حاصل ہوتے ہیں۔

کھانے پینے میں اعتدال

فقیر کے نزدیک ماکولات یعنی کھانے پینے کی چیزوں میں حد اعتدال کو مدنظر رکھنے کی نسبت دور دراز بھوک کا برداشت کرنا آسان ہے لیکن حد اعتدال کو مدنظر رکھنے کی ریاضت کثرت بھوک کی ریاضت سے زیادہ مفید ہے۔

حضرت والد بزرگوار قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے علم سلوک میں ایک رسالہ دیکھا ہے جس میں لکھا ہے کہ ماکولات میں اعتدال اور حد اوسط کو نگاہ رکھنا مطلب تک پہنچنے کے لئے کافی ہے۔ اس رعایت کے ہوتے زیادہ ذکر وفکر کی حاجت نہیں۔ واقعی کھانے پینے اور پہننے بلکہ تمام امور میں توسط حال اور میانہ روی بہت ہی زیبا اور عمدہ ہے۔

نہ چنداں بخور کز دہانت برآید
نہ چنداں کہ از ضعف جانت برآید

ترجمہ:۔ نہ کھا اتنا کہ نکلے منہ سے باہر
نہ کم اتنا کہ تن سے جان نکلے

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چالیس آدمیوں کی قوت عطا فرمائی تھی جس کے سبب سخت بھوک برداشت کرلیا کرتے تھے اور اصحاب کرامؓ بھی حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے اس بوجھ کو اٹھا سکتے تھے اور ان کے اعمال وافعال میں کسی قسم کا فتور اور خلل نہ آتا تھا۔ بغیر طاقت کے اس امر میں صحابہ کرام کی تقلید کرنا گویا فرائض وسنن کے ادا کرنے میں اپنے آپ کو عاجز کرتا ہے۔

اور نیز اصحابؓ کرام حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے کثرت جوع کی پوشیدہ تکلیفوں سے محفوظ اور مامون تھے اور دوسروں کو یہ حفظ وامن میسر نہیں۔ اس کا بیان یہ ہے کہ زیادہ بھوک البتہ صفائی بخشتی ہے۔ بعض کے دل کو اور بعض کے نفس کو صفائی بخشتی ہے قلب کی صفائی سے ہدایت بڑھتی اور نور زیادہ ہوتا ہے اور نفس کی صفائی سے گمراہی زیادہ ہوتی اور سیاہی بڑھتی ہے۔ یونان کے فلاسفر اور برہمنوں اور جوگیوں کو بھوک کی ریاضت نے صفائی بخش کر گمراہی اور خسارہ میں ڈال دیا۔ افلاطون بے وقوف نے اپنے نفس کی صفائی پر بھروسہ کیا اور اپنی خیالی کشفی صورتوں کو اپنا مقتدا بنا کر مغرور رہو رہا اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو اس زمانے میں مبعوث ہوئے تھے ایمان نہ لایا اور یوں کہا۔

نحن قوم مهديون لاحاجة بنا الیٰ من يهدينا۔

''ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں ہمیں کسی ہدایت دینے والے کی حاجت نہیں''۔

جب اس قسم کے خطرے بھوک میں پائے جاتے تھے اس واسطے اس طریق کے بزرگوں نے بھوک کی ریاضت کو ترک کیا اور کھانے پینے میں اعتدال کی ریاضت اور میانہ روی کے مجاہدہ کی طرف رہنمائی کی اور بھوک کے نفعوں اور فائدوں کو اس بڑے ضرر کے احتمال پر ترک کر دیا۔

اہل اللہ پر اعتراض کرنا زہر قاتل ہے

اہل اللہ کا انکار زہر قاتل ہے اور بزرگوں کے اقوال وافعال پر اعتراض کرنا زہر افعی ہے جو ہمیشہ کی موت اور دائمی

ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ خاص کر جبکہ یہ اعتراض وانکار پیر کی طرف عائد ہو اور پیر کی ایذا کا سبب ہو۔

اس گروہ کا منکر ان کی دولت سے محروم ہے اور ان پر اعتراض کرنے والا ہمیشہ نا امید اور زیاں کار رہتا ہے جب تک پیر کے تمام حرکات وسکنات مرید کی نظر میں زیبا اور مجرب نہ ہوں تب تک پیر کے کمالات سے اس کو کچھ حصہ نہیں ملتا اور اگر کچھ کمال حاصل بھی کر لے تو یہ استدراج ہے جس کا انجام خرابی ورسوائی ہے۔ مرید اپنے پیر کی کمال محبت اور اخلاص کے باوجود اگر اپنے آپ میں بال بھر بھی اعتراض کی گنجائش دیکھے تو اسے سمجھنا چاہئے کہ اس میں اس کی خرابی ہے اور وہ پیر کے کمالات سے بے نصیب ہے۔

اگر بالفرض پیر کے کسی فعل میں شبہ پیدا ہو جائے اور کسی طرح دفع نہ ہو سکے تو اس کو اس طرح دریافت کرے کہ اعتراض کی آمیزش سے پاک اور انکار کے گمان سے صاف ہو کیونکہ اس جہان میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

مجدد الف ثانی ہونے کی تصریح

جاننا چاہئے کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد گزرا ہے لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار کا مجدد اور جس قدر سو اور ہزار کے درمیان فرق ہے۔ اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ دونوں مجددوں کے درمیان فرق ہے اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ جو فیض اس مدت میں امتوں کو پہنچتا ہوتا ہے اس کے ذریعے پہنچتا ہے۔ خواہ اس وقت کے اقطاب واوتاد ہوں اور خواہ ابدال ونجباء

؎ خاص کند بندہ مصلحت عام را

میں سمجھتا ہوں کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولایت محمدی ﷺ ولایت ابراہیمی کے رنگ میں رنگی جائے اور اس ولایت کا حسن ملاحت اس ولایت کے جمال صباحت کے ساتھ مل جائے۔ حدیث پاک میں آیا ہے۔

اخی یوسف اصبح و انا املح.

''میرا بھائی یوسف صبیح تھا اور میں ملیح ہوں''۔

اور اس انصباغ اور امتزاج سے محبوبیت محمدیہ کا مقام درجہ بلند تک پہنچ جائے۔

صوفیاء اور علمائے راسخین کا مرتبہ

سید المرسلین کے دین اور متابعت سے علماء ظاہر کا نصیب عقائد درست کرنے کے بعد شرائع واحکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے اور صوفیہ علیہ کا نصیب بمعہ اس چیز کے جو علماء رکھتے ہیں احوال ومواجید اور علوم ومعارف ہیں اور علماء راسخین کا نصیب جو انبیاء کے وارث ہیں بمعہ اس چیز کے جو عالم رکھتے ہیں اور بمعہ اس چیز کے جس کے ساتھ صوفیہ ممتاز ہیں وہ اسرار و دقائق ہیں جن کی نسبت متشابہات قرآنی میں رمز واشارہ ہو چکا ہے اور تاویل کے طور پر درج ہو چکے ہیں۔ یہی لوگ متابعت میں کامل اور وراثت کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ وراثت وتبعیت کے طور پر انبیاء علیہم السلام کی خاص دولت میں شریک اور بارگاہ کے محرم ہیں۔

اسی واسطے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں) کی شرف کرامت سے مشرف ہوئے ہیں۔

خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدینؓ کے ناموں کو ترک کرنے پر نکیر

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر اگرچہ خطبہ کی شرائط میں سے نہیں لیکن اہلسنت کا شعار تو ضرور ہے۔ عمداً اور ہیکڑ پن سے سوائے اس شخص کے کہ جس کا دل مریض اور باطن پلید ہو اور کوئی شخص اس کو ترک نہیں کرتا۔ ہم نے مانا کہ اس نے تعصب اور عناد سے ترک نہیں کیا مگر من تشبہ بقوم فھو منھم ''(جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے) کا کیا جواب دے گا اور اتقوا مواضع التھم (تہمت کی جگہوں سے بچو) کے موافق تہمت کے ظن سے کس طرح خلاصی پائے گا؟

اگر شیخینؓ کی تقدیم وتفضیل میں متوقف ہے تو طریق اہل سنت کے مخالف ہے اور اگر حضرات ختنینؓ کی محبت میں متردد ہے تو بھی اہل حق سے خارج ہے۔

سب سے اعلیٰ نصیحت

سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین ﷺ کا دین اور متابعت اختیار کریں، سنت سنیہ کو بجا لائیں اور بدعت نامرضیہ سے پرہیز کریں۔ اگرچہ بدعت صبح کی سفیدی کی مانند روشن ہو لیکن درحقیقت اس میں کوئی روشنی اور نور نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی بیماری کی دوا اور بیمار کی شفا ہے کیونکہ بدعت دو حال سے خالی نہیں یا سنت کی رافع ہوگی یا رفع سنت سے ساکت ہوگی۔ ساکت ہونے کی صورت میں بالضرور سنت پر زائد ہوگی۔ جو درحقیقت اس کو منسوخ کرنے والی ہے کیونکہ نص پر زیادتی نص کی ناسخ ہے۔

نماز کے سنن وآداب کا پورا اہتمام رکھنا

یہ دار یعنی دنیا دار عمل ہے اور دار جزا دار آخرت ہے۔ اس لئے اعمال صالح کے بجالانے میں بڑی کوشش کرنی چاہئے۔ سب اعمال سے بہترین اور سب عبادات سے فاضل ترین نماز کا قائم کرنا ہے جو دین کا ستون اور مومن کا معراج ہے۔ پس اس کے ادا کرنے میں بڑی کوشش بجالانی چاہئے۔ اور احتیاط کرنی چاہئے۔

تعدیل اور طمانینت کے بارے میں بار بار مبالغہ کیا جاتا ہے۔ اس کی اچھی طرح محافظت کریں۔ اکثر لوگ نماز کو ضائع کر دیتے ہیں اور طمانینت اور تعدیل ارکان کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے حق میں بہت سے وعید آئے ہیں۔ جب نماز درست ہو جائے۔ نجات کی بڑی بھاری امید ہے کیونکہ نماز کے قائم ہونے سے دین قائم ہو جاتا ہے اور مراتب کی بلندی کا معراج پورا ہو جاتا ہے۔

قلب کی حقیقت

اب ہم اس مضغہ کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔ ذرا غور سے سنیں۔ عوام کا وہ مضغہ ہے جو اربعہ عناصر کی ترکیب سے حاصل ہے اور خواص اور اخص خواص کا مضغہ اس قسم کا ہے جس نے سلوک وجذبہ اور تصفیہ وتزکیہ اور قلب کے تمکین اور نفس کے اطمینان کے بعد بلکہ اللہ تعالیٰ کے محض وکرم سے اجزاء عشرہ کی ترکیب سے صورت حاصل کی ہے۔ یعنی چار جزو عناصر کے ہیں اور ایک جزو نفس مطمئنہ کا اور پانچ جزو عالم امر کے۔ دونوں طرفوں کے اجزاء حالانکہ ایک دوسرے کی ضد اور ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ لیکن حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ان کی ضدیت اور مخالفت دور ہوگئی ہے اور باہم جمع ہو گئے ہیں اور ہیئت وحدانی پیدا کر کے اس اعجوبہ کو حاصل کیا ہے جزو اعظم اس معاملہ میں عنصر خاک ہے۔

اس ہیئت وحدانی نے بھی جزو ارضی کا رنگ اختیار کر کے خاک کے ساتھ قرار پکڑا ہے۔

وہ قلب جس کے اطمینان کے لئے حضرت خلیل الرحمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوال کیا تھا۔ یہی مضغہ ہے کیونکہ ان کی حقیقت جامعہ تمکین تک پہنچ چکی تھی اور نفس مطمئنہ ہو چکا تھا اور یہ تمکین واطمینان مرتبہ ولایت میں متصور ہے جو نبوت کا زینہ ہے۔ شان نبوت کے مناسب مضغہ کی بے قراری اور اضطراب ہے۔ نہ حقیقت جامعہ کی بے قراری وبے آرامی کہ یہ عوام کو بھی نصیب ہے اور حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قلب کی ثابتی طلب فرمائی ہے اور کہا ہے۔

اللهم یا مقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ طاعتک.

''اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنی طاعت پر ثابت رکھ''۔ اس سے مقصود مضغہ کا ثبات ہے۔

دوام ذکر

جو عمل شریعت غرا کے موافق کیا جائے ذکر ہی میں داخل ہے اگرچہ خرید وفروخت ہو۔ پس تمام حرکات وسکون میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنی چاہئے تاکہ سب کچھ ذکر ہو جائے۔ کیونکہ ذکر سے مراد یہ ہے کہ غفلت دور ہو جائے۔ جب تمام افعال میں اوامر ونواہی کو مدنظر رکھا جائے تو اس صورت میں بھی امر ونا ہی کی غفلت دور ہو جاتی ہے اور دوام ذکر الٰہی حاصل ہو جاتا ہے۔

غم اور مصائب دینی ترقی کے اسباب میں سے ہیں

مصائب میں اگرچہ بڑی تکلیف وایذا برداشت کرنی

پڑتی ہے۔ لیکن ان پر بڑی کرامت اور مہربانی کا امید ہے۔ اس جہان کا بہتر اسباب حزن واندوہ ہے اور اس دستر خوان کی خوشگوار نعمت الم ومصیبت ہے۔ ان شکر پاروں پر داروے تلخ کا رقیق غلاف چڑھایا ہوا ہے اور اس حیلہ سے ابتلا وآزمائش کا راستہ کھولا ہے۔ سعادت مند لوگ ان کی شیرینی پر نظر کر کے تلخی کو شکر کی طرح چبا جاتے ہیں اور کڑواہٹ کو صفرا کے برعکس شیریں معلوم کرتے ہیں کیونکہ شیریں معلوم نہ کریں جبکہ محبوب کے افعال سب شیریں ہوتے ہیں۔ علتی اور بیمار شاید ان کو کڑوا معلوم کرے تو کرے۔

مختصر اور جامع نصیحت

میرے فرزند عزیز! فرصت کو غنیمت جانیں اور خیال رکھیں کہ عمر بیہودہ امور میں صرف نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں بسر ہو۔ نماز پنجگانہ کو جمعیت و جماعت اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کریں۔ نماز تہجد کو ترک نہ کریں اور صبح کے استغفار کو رایگاں نہ چھوڑیں اور خواب خرگوش پر محظوظ نہ ہوں اور دنیا کی فانی لذتوں پر فریفتہ وحریص نہ ہوں۔ موت کو یاد رکھیں اور آخرت کے احوال کو مدنظر رکھیں۔ غرض دنیا کی طرف سے منہ پھیر لیں اور آخرت کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ بقدر ضرورت دنیا کے کاموں میں مشغول ہوں اور باقی اوقات کو امور آخرت کی اشتغال میں بسر کریں۔

اہل سنت والجماعت اور فرقہ شیعہ کے اختلافات سے متعلق تفصیلی مکتوب

تمام صحابہ ﷺ اور اہل بیت رضی اللہ عنہن کی محبت وعظمت کا مفصل بیان

چونکہ اس زمانہ میں امامت کی بحث بہت ہو رہی ہے اور ہر ایک اس بارہ میں اپنے ظن وتخمین کے بموجب گفتگو کرتا ہے۔ اس لئے اس بحث کے متعلق چند سطریں لکھی جاتی ہیں اور اہلسنت و جماعت اور مخالفوں کے مذہب کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔

اے شرافت ونجابت کے نشان والے! شیخین کی فضیلت وختنین کی محبت اہل سنت و جماعت کی علامتوں میں سے ہے۔ یعنی شیخین کی فضیلت جب ختنین کی محبت کے ساتھ جمع ہو جائے تو یہ امر اہل سنت والجماعت کے خاصوں میں سے ہے۔ یہ شیخین کی فضیلت صحابہؓ اور تابعینؒ کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس کو اکابر ائمہ نے کہ ان میں سے ایک امام شافعیؒ ہیں نقل کیا ہے اور شیخ ابوالحسن اشعریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت باقی امت پر قطعی ہے اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ اپنی خلافت اور مملکت کے زمانہ میں جم غفیر یعنی بڑی بھاری جماعت کے سامنے فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امت میں سب سے بہتر ہیں۔

جیسے کہ امام ذہبیؒ نے کہا ہے اور امام بخاریؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں سے بہتر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر ایک اور آدمی۔ پس ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے کہا کہ پھر آپ؟ فرمایا کہ میں تو ایک مسلمان آدمی ہوں۔

غرض شیخین کی فضیلت ثقہ اور معتبر راویوں کی کثرت کے باعث شہرت اور تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہے اس کا انکار کرنا سراسر جہالت ہے یا تعصب۔

عبدالرزاق نے جو اکابر شیعہ میں سے ہے جب انکار کی مجال نہ دیکھی تو بے اختیار شیخین کی فضیلت کا قائل ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب حضرت علی شیخینؓ کو اپنے اوپر فضیلت دیتے ہیں تو میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمانے کے بموجب شیخینؓ کو حضرت علیؓ پر فضیلت دیتا ہوں اگر وہ فضیلت نہ دیتے تو میں بھی نہ دیتا۔ یہ بڑا گناہ ہے کہ میں حضرت علیؓ کی محبت کا دعویٰ کروں اور پھر ان کی مخالفت کروں۔ چونکہ حضرات ختنینؓ کی خلافت کے زمانے میں لوگوں کے درمیان

بہت فتنہ اور فساد برپا ہوگیا تھا اور لوگوں کے دلوں میں کدورت پیدا ہوگئی تھی اور مسلمانوں کے دلوں میں عداوت وکینہ غالب آ گیا تھا اس لئے ختنینؓ کی محبت کو بھی اہلسنت والجماعت کے شرائط میں سے شمار کیا گیا تا کہ کوئی جاہل اس سبب سے حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحابؓ پر بدظنی نہ کرے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کے ساتھ بغض و عداوت حاصل نہ کرے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اہل سنت والجماعت کی شرط ہے اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا اہلسنت سے خارج ہے اس کا نام خارجی ہے اور جس شخص نے حضرت امیرؓ کی محبت میں افراط کی طرف کو اختیار کیا ہے اور جس قدر کہ محبت مناسب ہے اس سے زیادہ اس سے وقوع میں آتی ہے اور محبت میں غلو کرتا ہے اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احباب کو سب وطعن کرتا ہے اور صحابہؓ اور تابعین اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق کے برخلاف چلتا ہے وہ رافضی ہے۔

پس حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں افراط وتفریط کے درمیان جن کو رافضیوں اور خارجیوں نے اختیار کیا ہے اہل سنت والجماعت متوسط ہیں اور شک نہیں کہ حق وسط میں ہے اور افراط وتفریط دونوں مذموم ہیں۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اے علیؓ تجھ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے۔ جس کو یہودیوں نے یہاں تک دشمن سمجھا کہ اس کی ماں پر بہتان لگایا اور نصاریٰ نے اس قدر دوست رکھا اور اس کو اس مرتبہ تک لے گئے جس کے وہ لائق نہیں تھا یعنی ابن اللہ کہا۔

پس حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دو شخص میرے حق میں ہلاک ہوں گے۔ ایک وہ جو میری محبت میں افراط کرے گا اور جو کچھ مجھ میں نہیں میرے لئے ثابت کرے گا اور دوسرا وہ شخص جو میرے ساتھ دشمنی کرے گا اور عداوت سے مجھ پر بہتان لگائے گا۔

پس خارجیوں کا حال یہودیوں کے حال کے موافق ہے اور رافضیوں کا حال نصاریٰ کے حال کے موافق کہ دونوں حق وسط سے برطرف جا پڑے ہیں وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت والجماعت کو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبوں سے نہیں جانتا اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کو رافضیوں کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔

حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت رفض نہیں ہے بلکہ خلفاء ثلاثہ سے تبرا اور بے زاری رفض ہے۔ اور اصحاب کرام سے بیزار ہونا مذموم اور ملامت کے لائق ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

لو کان رفضاً حب ال محمد
فلیشهد الثقلین انی رافض

ترجمہ:۔اگر محبت آل محمدی ہے رفض
تو جن و انس گواہ ہیں کہ رافضی ہوں میں

یعنی آل محمد ﷺ کی محبت رفض نہیں ہے جیسے کہ جاہل لوگ گمان کرتے ہیں اگر اس محبت کو رفض کہتے تو پھر رفض مذموم نہیں کیونکہ رفض کی مذمت دوسروں کے تبریٰ کے باعث ہوتی ہے نہ کہ ان کی محبت کے باعث۔

پس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت کے محب اہل سنت والجماعت ہیں اور حقیقت میں اہل بیت کا گروہ بھی یہی لوگ ہیں نہ کہ شیعہ جو اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو گروہ اہل بیت کا خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ یعنی شیعہ اہل بیت کی محبت پر کفایت کریں اور دوسروں سے تبریٰ نہ کریں اور پیغمبر ﷺ کے تمام اصحابؓ کی عزت وتوقیر بجالائیں اور ان کے لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کریں تو اہل سنت والجماعت میں داخل ہوں گے اور خارجیوں اور رافضیوں سے باہر ہو جائیں گے کیونکہ اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خروج ہے اور اصحابؓ سے تبریٰ کرنا رفض ہے اور اہل بیت کی محبت اور تمام اصحاب کرامؓ کی تعظیم وتوقیر تسنین یعنی اہلسنت والجماعت بننا ہے۔

غرض خروج و رفض کی بنا پیغمبر ﷺ کے اصحابؓ کے بغض پر ہے اور تسنن کی بنیاد آنحضرت ﷺ کے اصحاب کی محبت پر ہے۔ عاقل منصف ہرگز اصحاب کے بغض کو ان کی محبت پر اختیار نہیں کرے گا بلکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوستی کے باعث سب کو دوست رکھے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

من احبهم فبحبی احبهم و من ابغضهم فببغضی ابغضهم.

''جس نے ان کو دوست رکھا اس نے میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا''۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا اہل سنت کے حق میں کس طرح گمان کیا جاتا ہے جبکہ یہ محبت ان بزرگواروں کے نزدیک ایمان کا جزو ہے اور خاتمہ کی سلامتی اس محبت کے راسخ ہونے پر وابستہ ہے۔

اس فقیر کے والد بزرگوار جو ظاہری باطنی عالم تھے اکثر اوقات اہل بیت کی محبت پر ترغیب فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو خاتمہ کی سلامتی میں بڑا دخل ہے۔ اس کی بڑی رعایت کرنی چاہئے۔ ان کے مرض موت میں فقیر حاضر تھا۔ جب ان کا معاملہ آخر تک پہنچا اور اس جہان کا شعور کم ہو گیا تو اس وقت فقیر نے ان کی بات کو انہیں یاد دلایا اور محبت کی نسبت پوچھا تو اس بے خودی میں آپ نے فرمایا کہ میں اہل بیت کی محبت میں غرق ہوں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اہل بیت کی محبت اہل سنت والجماعت کا سرمایہ ہے۔ مخالف لوگ اس معنی سے غافل اور ان کی محبت متوسط سے جاہل ہیں۔ مخالفوں نے اپنی افراط کی جانب کو اختیار کیا ہے اور افراط کے ماسوا کو تفریط خیال کر کے خروج کا حکم کیا ہے اور خوارج کا مذہب سمجھا ہے، نہیں جانتے کہ افراط و تفریط کے درمیان حد وسط ہے جو حق کا مرکز اور صدق کا متوطن ہے جو اہل سنت والجماعت (شکر اللہ تعالیٰ سعیھم) کو نصیب ہوا ہے۔

تعجب ہے کہ خوارج کو اہل سنت ہی نے قتل کیا ہے اور اہل بیت کے دشمنوں کو جڑ سے اکھیڑا ہے۔ اس وقت رافضیوں کا نام و نشان تک نہ تھا اگر تھا بھی تو عدم کا حکم رکھتا تھا شاید اپنے گمان فاسد میں، اہل بیت کے محبوں کو رافضی تصور کرتے ہیں اور اہل سنت کو روافض کہتے ہیں۔

عجب معاملہ ہے کبھی اہل سنت کو خارجیوں سے گنتے ہیں اس لئے کہ افراط محبت نہیں رکھتے۔ کبھی نفس محبت کو ان سے محسوس کر کے ان کو رافضی جانتے ہیں اسی واسطے یہ لوگ اپنی جہالت کے باعث اہل سنت کے اولیاء عظام کو اہل بیت کی محبت کا دم مارتے ہیں اور آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حب کا اظہار کرتے ہیں۔ رافضی خیال کرتے ہیں اور اہلسنت والجماعت کے بہت سے علماء کو جو اس محبت کی افراط سے منع کرتے ہیں اور حضرت خلفاء ثلاثہ کی تعظیم و توقیر میں کوشش کرتے ہیں، خارجی جانتے ہیں۔ ان لوگوں کی ان نامناسب جرأتوں پر ہزار ہا افسوس ہے۔

اعاذنا اللہ سبحانہ من افراط تلک المحبة و تفریطها.

''اللہ تعالیٰ اس محبت کی افراط و تفریط سے ہم کو بچائے''۔

یہ افراط محبت ہی کا باعث ہے کہ اصحاب ثلاثہؓ وغیرہ کے تبری کو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کی شرط جانتے ہیں۔

انصاف کرنا چاہئے کہ یہ کون سی محبت ہے کہ جس کا حاصل ہونا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کی بیزاری اور حضرت خیر البشر ﷺ کے اصحاب کے سب و طعن پر موقوف ہو۔ اہل سنت کا گناہ یہی ہے کہ اہل بیت کی محبت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے تمام اصحابؓ کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور باوجود لڑائی جھگڑوں کے جو ان کے درمیان واقع ہوئے ان میں سے کسی کو برائی سے یاد نہیں کرتے اور پیغمبر ﷺ کی صحبت کی تعظیم اور اس عزت و تکریم کے باعث جو نبی ﷺ اپنے اصحابؓ کی کیا کرتے تھے سب کو ہوا و تعصب سے دور جانتے ہیں اور اس کے علاوہ اہل حق کو حق پر اور اہل باطل کو باطل پر

کہتے ہیں لیکن اس کے بطلان کو ہوا وہوس سے دور سمجھتے ہیں اور رائے واجتہاد کے حوالے کرتے ہیں۔

رافضی اس وقت اہل سنت سے خوش ہوں گے جبکہ اہل سنت بھی ان کی طرح دوسرے اصحاب ؓ کرام سے تبری کریں اور ان دین کے بزرگواروں کے حق میں بدظن ہو جائیں جس طرح خارجیوں کی خوشنودی اہل بیت کی عداوت اور آل نبی ﷺ کے بغض پر وابستہ ہے۔

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذهديتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب.

''یا اللہ! تو ہدایت دے کر پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنی جناب سے ہم پر رحمت نازل فرما تو بڑا ہی بخشنے والا ہے''۔

اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے بزرگواروں کے نزدیک پیغمبر ﷺ کے اصحاب ؓ ایک دوسرے کی لڑائی جھگڑوں کے وقت تین گروہ تھے۔ ایک گروہ نے دلیل واجتہاد کے ساتھ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب کی حقیقت کو معلوم کرلیا تھا اور دوسرے گروہ نے بھی دلیل واجتہاد کے ساتھ دوسری طرف حقیقت کو دریافت کرلیا تھا۔ اور تیسرا گروہ متوقف رہا اور کسی طرف کو دلیل کے ساتھ ترجیح نہ دی۔ پس پہلے گروہ نے اپنے اجتہاد کے موافق حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کی اور دوسرے گروہ نے اپنے اجتہاد کی جانب مخالف کی امداد کی اور تیسرا گروہ توقف میں رہا۔ اس نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا خطا سمجھا۔ پس تینوں گروہوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا اور جو کچھ ان پر واجب ولازم تھا بجالائے پھر ملامت کی کیا گنجائش ہے اور طعن کی کیا مناسبت ہے؟

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔

تلک دماء طهر الله عنها ايدينا فلنطهر عنها السنتنا.

''یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھیں''۔

اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ایک کو حق پر اور دوسرے کو خطا پر بھی نہ کہنا چاہئے اور سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہئے۔

اسی طرح حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے۔

اذاذكرا صحابی فامسکوا۔ ''کہ جب میرے اصحاب کا ذکر ہو اور ان کی لڑائی جھگڑوں کا تذکرہ آجائے تو تم اپنے آپ کو سنبھال رکھو اور ایک کو دوسرے پر اختیار نہ کرو''۔

لیکن جمہور اہل سنت اس دلیل سے جو ان پر ظاہر ہوئی ہو گی اس بات پر ہیں کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر۔ لیکن یہ خطا خطا اجتہادی کی طرح طعن وملامت سے دور اور تشنیع وتحقیر سے مبرا و پاک ہے۔

حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ہمارے بھائی ہمارے باغی ہوگئے۔ یہ لوگ نہ کافر ہیں نہ فاسق کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے جو کفر وفسق سے روکتی ہے۔ اہل سنت ورافضی دونوں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کو خطا پر سمجھتے ہیں اور دونوں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیت کے قائل ہیں لیکن اہل سنت حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاربین کے حق میں لفظ خطا سے جو تاویل سے پیدا ہے زیادہ اور کچھ اطلاق پسند نہیں کرتے اور زبان کو ان کی طعن وتشنیع سے نگاہ رکھتے ہیں اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق صحبت کی محافظت کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:۔

الله الله فی اصحابی لاتتخذو هم غرضاً.

''یعنی میرے اصحاب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' تاکید کے واسطے اس کلمہ کو دوبار فرمایا ہے ''اور میرے اصحاب کو اپنی ملامت کے تیر کا نشان نہ بناؤ''۔

اور نیز فرمایا ہے:۔

اصحابی کالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم.

''میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے''۔

اور بھی بہت حدیثیں تمام اصحاب ؓ کی تعظیم وتوقیر کے

بارے میں آئی ہیں پس سب کو معزز و مکرم جاننا چاہئے اور ان کی لغزشوں کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہئے۔ اس مسئلہ میں اہل سنت کا مذہب یہی ہے۔ رافضی اس بارے میں غلو کرتے ہیں اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاربوں کی تکفیر کرتے ہیں اور ہر طرح کے طعن اور ہر قسم کی گالیوں سے اپنی زبان کو آلودہ کرتے ہیں اگر ان کا مقصود حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب کی حقیت اور ان کے محاربوں کی خطا کا اظہار ہے تو جو کچھ اہل سنت نے اختیار کیا ہے کافی اور حد اعتدال پر ہے اور دین کے بزرگواروں پر طعن لگانا جو رافضیوں نے اختیار کیا ہے اور پیغمبر ﷺ کے اصحاب کو گالی نکالنا اپنا دین و ایمان تصور کیا ہے۔ دیانت و دینداری سے دور ہے۔

یہ عجب دین ہے جس کا جزو اعظم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کو گالیاں نکالنا ہے۔ تمام بدعتی گروہوں میں سے جو بدعتیں اختیار کر کے اہل سنت سے جدا ہو گئے ہیں رافضیوں اور خارجیوں کے فرقے اصل معاملہ اور حق سے دور جا پڑے ہیں۔ بھلا وہ لوگ جو دین کے بزرگواروں کے سب و طعن کو اپنے دین کا جزو اعظم تصور کرتے ہیں حق ان کے نصیب کیا ہو گا؟ رافضیوں کے بارہ فرقے ہیں سب کے سب اصحاب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافر کہتے ہیں اور خلفائے راشدینؓ کو گالیاں نکالنا عبادت جانتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اوپر لفظ رفض کے اطلاق کرنے سے کنارہ کرتے ہیں اور اپنے سوا اور لوگوں کو رافضی جانتے ہیں کیونکہ حدیث میں رافضیوں کے حق میں بہت وعید آئی ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر یہ لوگ رفض کے معنی سے بھی اجتناب کرتے اور اصحاب کرامؓ سے تبری اختیار نہ کرتے۔

ہندوستان کے ہندو بھی اپنے آپ کو ہندو کہلواتے ہیں اور لفظ کفر کے اطلاق سے کنارہ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو کافر نہیں جانتے بلکہ دار حرب کے رہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ دونوں کافر ہیں اور کفر کی حقیقت سے متحقق ہیں۔ ان لوگوں نے شاید پیغمبر ﷺ کی اہل بیت کو اپنی طرح تصور کیا ہے اور ان کو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن خیال کیا ہے۔ ان لوگوں نے تقیہ کے باعث جو خود کیا کرتے ہیں اہل بیت کے بزرگواروں کو منافق اور مکار خیال کیا ہے اور حکم کیا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقیہ کے طور پر خلفاء ثلاثہ کے ساتھ تیس سال تک منافقانہ صحبت رکھتے رہے اور ناحق ان کی تعظیم وتکریم کرتے رہے۔

عجب معاملہ ہے اگر رسول اللہ ﷺ کی اہل بیت کی محبت رسول اللہ کی محبت کے باعث ہے تو چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کو بھی دشمن جانیں اور اہل بیت کے دشمنوں کی نسبت ان کو زیادہ سب ولعن کریں۔ ابوجہل جو رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہے جس نے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں رسول اللہ ﷺ کو پہنچائی ہیں کبھی نہیں سنا کہ اس گروہ میں سے کسی نے اس کو سب ولعن کیا ہو یا اس کو برا کہا ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب مردوں سے پیارے ہیں اپنے خیال فاسدین میں اہل بیت کا دشمن تصور کر کے ان کے سب وطعن میں زبان دراز کرتے ہیں اور نامناسب امور کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ کون سی دیانت اور دینداری ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ کرے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے دشمنی کریں اور نبی ﷺ کی آل کے ساتھ بغض عداوت رکھیں۔ کیا اچھا ہوتا اگر یہ لوگ اہل بیت کے دشمنوں کو سب کرتے اور اصحاب کرامؓ کے نام مقرر نہ کرتے اور بزرگان دین پر بدظن نہ ہوتے تا کہ ان کی مخالفت جو اہل سنت کے ساتھ ہے دور ہو جاتی۔ کیونکہ اہل سنت بھی اہل بیت کے دشمنوں کو دشمن جانتے ہیں اور ان کی طعن وتشنیع کے قائل ہیں۔ یہ اہل سنت کی خوبی ہے کہ شخص معین کو جو طرح طرح کے کفر میں مبتلا ہو اسلام وتوبہ کے احتمال پر جہنمی نہیں کہتے اور لعن کا اطلاق اس پر پسند نہیں کرتے۔ عام طور پر کافروں پر لعنت کرتے ہیں لیکن کافر معین پر بھی لعنت پسند نہیں کرتے جب تک اس کے خاتمہ کی برائی

قطعی دلیل سے معلوم نہ ہو لیکن رافضی بے تحاشا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لعنت اور اکابر صحابہؓ کو سب وطعن کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔

اس بحث میں دو مقام ہیں جن میں اہل سنت اور مخالفوں کے درمیان بڑا اختلاف ہے۔ مقام اول یہ کہ اہل سنت خلفاء اربعہ کی خلافت کی حقیقت کے قائل ہیں اور چاروں کو برحق خلفاء جانتے ہیں کیونکہ حدیث صحیح میں جن میں مغیبات یعنی امور غائبانہ کی نسبت خبر دی گئی ہے آیا ہے کہ:۔

الخلافة من بعدی ثلثون سنة.

''خلافت میرے بعد تیس برس تک ہے''۔

اور یہ مدت حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر تمام ہو جاتی ہے۔ پس اس حدیث کے مصداق چاروں خلفاء ہیں اور خلافت کی ترتیب برحق ہے اور مخالف لوگ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی حقیت کا انکار کرتے ہیں اور ان کی خلافت کو تعصب اور تغلب کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا امام برحق کسی کو نہیں جانتے اور اس بیعت کو جو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر واقع ہوئی تھی تقیہ پر حمل کرتے ہیں اور اصحابؓ کرام کے درمیان منافقانہ صحبت خیال کرتے ہیں اور مدارات میں ایک دوسرے کو مکار تصور کرتے ہیں کیونکہ ان کے زعم میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موافق لوگ ان کے مخالفوں کے ساتھ تقیہ کے طور پر منافقانہ صحبت رکھتے تھے اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہوتا تھا اس کے برخلاف اپنی زبان پر ظاہر کرتے تھے اور مخالف بھی چونکہ ان کے زعم میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دوستوں کے دشمن تھے اس لئے ان کے ساتھ منافقانہ محبت کرتے تھے اور دشمنی کو دوستی کے لباس میں ظاہر کرتے تھے۔ پس ان کے خیال میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اصحاب منافق اور مکار تھے اور جو ان کے باطن میں ہوتا تھا اس کے برخلاف ظاہر کرتے تھے۔

پس چاہئے کہ ان کے نزدیک اس امت میں سے بدترین اصحابؓ کرام ہوں اور تمام صحبتوں میں سے بدتر صحبت حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت ہو جہاں سے یہ اخلاق ذمیمہ پیدا ہوئے ہیں اور تمام قرنوں میں سے برا اصحابؓ کا قرن ہو جو نفاق و عداوت وبغض و کینہ سے پر تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں ان کو رحمآء بینھم فرماتا ہے۔ **اعاذ نااللہ سبحانہ عن معتقداتھم السوء** (اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے برے عقائد سے بچائے)۔

یہ لوگ جب اس امت کے سابقین کو اس قسم کے اخلاق ذمیمہ سے موصوف کرتے ہیں تو لواحقین میں کیا خیریت پائیں گے۔ ان لوگوں نے شاید ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی کو جو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی فضیلت اور اصحابؓ کرام کی افضلیت اور اس امت کے خیریت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں' نہیں دیکھا' یا دیکھا ہے مگر ان کے ساتھ ایمان نہیں رکھتے۔ قرآن واحادیث اصحابؓ کرام کی تبلیغ سے ہم تک پہنچا ہے جب اصحاب مطعون ہوں گے تو وہ دین جو ان کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے بھی مطعون ہوگا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

ان لوگوں کا مقصود دین کا ابطال اور شریعت غرا کا انکار ہے۔ ظاہر میں اہل بیت رسولؐ کی محبت کا اظہار کرتے ہیں مگر حقیقت میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کا انکار کرتے ہیں۔ کاش کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دوستوں کو مسلم رکھتے اور تقیہ کے ساتھ جو اہل مکہ اور نفاق کی صفت ہے متصف نہ کرتے۔ وہ لوگ جو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست ہوں یا دشمن' جب تیس سال تک ایک دوسرے کے ساتھ نفاق و مکروفریب کے ساتھ زندگانی بسر کرتے رہے ہوں تو ان میں کیا خیرت ہوگی اور وہ کس طرح اعتماد کے لائق ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو طعن کرتے ہیں' نہیں جانتے کہ اس کے طعن میں نصف احکام شرعیہ پر طعن آتا ہے۔ کیونکہ علماء مجتہدین نے فرمایا ہے کہ احکام میں تین ہزار حدیث وارد ہوئی ہے یعنی تین ہزار احکام شرعیہ ان

احادیث سے ثابت ہوئے ہیں جن میں سے ایک ہزار پانچ سو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہوئی ہیں۔ پس اس کا طعن نصف احکام شرعیہ کا طعن ہے۔

اور امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راوی آٹھ سو صحابہ کرام اور تابعین سے زیادہ ہیں جن میں سے ایک ابن عباسؓ ہے اور ابن عمرؓ بھی اسی سے روایت کرتے ہیں اور جابر بن عبداللہ اور انس بن مالکؓ بھی انہی کے راویوں میں سے ہیں اور وہ حدیث جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طعن میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں وہ جھوٹی حدیث ہے جیسے کہ علماء نے اس کی تحقیق کی ہے۔

اور وہ حدیث کہ جس میں آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فہم کے لئے دعا کی ہے' علماء میں مشہور و معروف ہے۔

قال ابوھریرةؓ حضرت مجلساً لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال من یبسط منکم ردائہ حتیٰ افیض فیہ مقالتی فیضمھا الیہ ثم لاینساھا فبسطت بردة کانت علی فافاض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقالتہ فضممتھا الیٰ صدری فما نسیت بعدذالک شیئاً.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنی چادر بچھائے تاکہ میں اس میں اپنا کلام گراؤں اور پھر وہ اس کو اپنے بدن سے لگائے تو اس کو کوئی چیز نہ بھولے گی۔ پس میں نے اپنی چادر کو پھیلا دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی کلام اس میں گرائی اور میں نے چادر کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا اس کے بعد مجھے کچھ نہ بھولا''۔

پس صرف اپنے ظن ہی سے دین کے ایک بزرگ شخص کو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن جاننا اور اس کے حق میں سب وطعن ولعن جائز رکھنا انصاف سے دور ہے۔ یہ سب افراط محبت کی باتیں ہیں جن سے ایمان کے دور ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

اگر بالفرض حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں تقیہ جائز بھی سمجھا جائے تو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اقوال میں کیا کہیں گے جو بطریق تواتر شیخینؓ کی افضلیت میں منقول ہیں اور ایسے ہی حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کلمات قدسیہ میں کیا جواب دیں گے جو ان کی خلافت و مملکت کے وقت خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونے میں صادر ہوئے ہیں کیونکہ تقیہ اسی قدر ہے کہ اپنی خلافت کی حقیت کو چھپا لے اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا باطل ہونا ظاہر نہ کرے لیکن خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونے کا اظہار کرنا اور شیخینؓ کی افضلیت کا بیان کرنا اس تقیہ کے سوا ایک علیحدہ امر ہے جو صدق صواب کے سوا کوئی تاویل نہیں رکھتا اور تقیہ کے ساتھ اس کا دور کرنا ناممکن ہے۔

نیز وہ صحیح حدیثیں حد شہرت کو پہنچ چکی ہیں بلکہ متواتر المعنیٰ ہوگئی ہیں' جو حضرات خلفاء ثلاثہ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اور ان میں اکثر کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان حدیثوں کا جواب کیا کہیں گے کیونکہ تقیہ پیغمبر ﷺ کے حق میں جائز نہیں اس لئے کہ تبلیغ پیغمبروں پر لازم ہے۔

نیز وہ آیات قرآنی جو اس بارہ میں نازل ہوئی ہیں۔ ان میں بھی تقیہ متصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو انصاف دے۔

دانا لوگ جانتے ہیں کہ تقیہ جبانت یعنی بزدلی اور نامردی کی صفت ہے۔ اسد اللہ کے ساتھ اس کو نسبت دینا نامناسب ہے۔ بشریت کی رو سے ایک ساعت یا دو ساعت یا ایک دو دن کے لئے اگر تقیہ جائز سمجھا جائے تو ہو سکتا ہے۔ اسد اللہ میں تیس سال تک اس بزرگی کی صفت کا ثابت کرنا اور تقیہ پر مصر سمجھنا بہت برا ہے۔ اور جب صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ ہے تو پھر بھلا دشمنوں اور منافقوں کی صفات میں سے کسی صفت پر اصرار کرنا کیسا ہوگا؟ کاش کہ یہ لوگ اس امر کی برائی سمجھتے۔ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تقدیم و تعظیم سے اس لئے بھاگے ہیں کہ اس میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہانت ہے اور تقیہ اختیار کرلیا ہے۔ اگر تقیہ کی

برائی جو ارباب نفاق کی صفت ہے سمجھتے تو ہرگز تقیہ کو جائز قرار نہ دیتے اور دو بلاؤں میں سے آسان کو اختیار کرتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ شیخینؓ کی تقدیم و تعظیم میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ اہانت نہیں۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی حقیت بھی بجائے خود ہے اور ان کی ولایت کا درجہ اور ہدایت وارشاد کا رتبہ بھی اپنے حال پر ہے اور تقیہ کے ثابت کرنے میں نقص و توہین لازم ہے کیونکہ یہ صفت ارباب نفاق کے خاصوں اور مکاروں اور فریبیوں کے لوازم سے ہے۔

مقام دوم:۔ یہ کہ اہل سنت والجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کی لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کرتے ہیں اور ہوا و تعصب سے دور جانتے ہیں کیونکہ ان کے نفوس حضرت خیر البشر ﷺ کی صحبت میں پاک ہو چکے تھے اور ان کے روشن سینے عداوت و کینہ سے صاف ہو گئے تھے۔

حاصل کلام یہ کہ جب ہر ایک صاحب رائے اور صاحب اجتہاد تھا اور ہر مجتہد کو اپنی رائے کے موافق عمل کرنا واجب ہے۔ اس لئے بعض امور میں راؤں کے اختلاف کے باعث ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت و منازعت واقع ہوئی اور ہر ایک کے لئے اپنی رائے کی تقلید بہتر تھی۔ پس ان کی مخالفت موافقت کی طرح حق کے لئے تھی نہ کہ نفس امارہ کی ہوا و ہوس کے لئے۔

اہل سنت کے مخالف لوگ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لڑنے والوں کو کافر کہتے ہیں اور طرح طرح کے طعن و تشنیع ان کے حق میں جائز سمجھتے ہیں۔ جب اصحابؓ کرام بعض امور اجتہادیہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مخالفت کر لیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ کی رائے کے برخلاف حکم کیا کرتے تھے اور ان کا یہ اختلاف مذموم اور قابل ملامت نہ ہوتا تھا اور باوجود نزول وحی کے ممنوع نہ سمجھا جاتا تھا تو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بعض امور اجتہادیہ میں مخالفت کرنا کیوں کفر ہو اور ان کے مخالف کیوں اسلام اور مطعون ہوں۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے مسلمان ایک جم غفیر ہیں جو سب کے سب اصحاب کبار ہیں۔ جن میں سے بعض کو جنت کی بشارت دی گئی ہے ان کو کافر اور برا کہنا آسان نہیں۔

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم۔ (چھوٹا منہ بڑی بات)

قریباً نصف دین اور شریعت کو انہی نے تبلیغ کیا ہے۔ اگر ان پر طعن آئے تو نصف دین سے اعتماد دور ہو جاتا ہے۔ یہ بزرگوار کس طرح قابل طعن ہو سکتے ہیں جبکہ ان میں سے کسی کی روایت کو کسی امیر اور وزیر نے رد نہیں کیا۔

صحیح بخاری جو کتاب اللہ کے بعد تمام کتابوں سے صحیح ہے اور شیعہ بھی اس کو مانتے ہیں۔ (فقیر نے احمد تبتی کی نسبت جو اکابر شیعہ میں سے تھا، سنا ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ کتاب بخاری کتاب اللہ کے بعد اصح کتاب ہے) اس میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوستوں کی بھی روایتیں ہیں اور مخالفوں کی بھی اور موافقت و مخالفت کے باعث کسی کو راجح و مرجوح نہیں جانا۔ جس طرح حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتا ہے اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی روایت میں کسی قسم کا طعن ہوتا تو ہرگز اس کی روایت اپنی کتاب میں درج نہ کرتا۔ اسی طرح سلف میں جو حدیث کے نقاد اور صراف گزرے ہیں کسی نے اس وجہ سے حدیث کی روایت میں فرق نہیں کیا اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کو طعن کا باعث نہیں بنایا۔

جاننا چاہئے کہ یہ بات ضروری نہیں کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام امور خلافیہ میں حق پر ہوں اور ان کے مخالف خطا پر۔ اگرچہ محاربہ میں حق بجانب امیر تھا کیونکہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ صدر اول کے احکام خلافیہ میں علماء و تابعین اور ائمہ مجتہدین نے حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیر کا مذہب اختیار کیا ہے اور ان کے مذہب پر حکم نہیں کیا۔ اگر حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب ہی حق مقرر ہوتا تو ان کے خلاف حکم نہ کرتے۔

قاضی شریح نے جو تابعین میں سے ہیں اور صاحب اجتہاد ہوئے ہیں، حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر

حکم نہیں کیا اور حضرت امام حسن علیہ الرضوان کی شہادت کو نسبت نبوت یعنی فرزندی نسبت کے باعث منظور نہیں کیا۔ اور مجتہدین نے قاضی شریح کے قول پر عمل کیا ہے اور باپ کے واسطے بیٹے کی شہادت جائز نہیں سمجھتے۔

اس قسم کے اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برخلاف اقوال جو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مخالف ہیں اختیار کئے گئے ہیں۔ جو منصف تابعدار پر مخفی نہیں ہیں ان کی تفصیل دراز ہے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں اور ان کے مخالف طعن وملامت کے لائق نہیں ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حبیب رب العالمین کی محبوبہ تھیں اور لب گور تک حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقبولہ ومنظورہ رہیں۔ اور مرض موت کے ایام بھی انہی کے حجرے میں بسر کئے اور انہی کی گود میں جان دی اور انہی کے پاک حجرے میں مدفون ہوئے۔ اس شرف وفضیلت کے علاوہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجتہدہ بھی تھیں۔

پیغمبر ﷺ نے آدھا دین ان کے حوالے کیا تھا اور اصحاب کرام مشکلات میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور ان سے مشکلات کا حل طلب کیا کرتے تھے۔ اس قسم کی صدیقہ مجتہدہ کو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کے باعث طعن کرنا اور ناشائستہ حرکات کو ان کی طرف منسوب کرنا بہت نامناسب اور پیغمبر ﷺ پر ایمان لانے سے دور ہے۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر پیغمبر علیہ السلام کے داماد اور چچا کے بیٹے ہیں تو حضرت صدیقہ آنحضرت کی زوجہ مطہرہ اور محبوبہ مقبولہ ہیں۔

اس سے چندسال پہلے فقیر کا یہ طریق تھا کہ اگر طعام پکاتا تھا تو اہل عباد کی ارواح پاک کو بخش دیا کرتا تھا اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت امامین رضی اللہ عنہما کو ملا لیتا تھا۔

ایک رات فقیر نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ حاضر ہیں۔ فقیر نے سلام عرض کیا۔ مگر آپ فقیر کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر فقیر کو فرمایا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں کھانا کھاتا ہوں، جس کسی نے مجھے طعام بھیجنا ہو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں بھیج دیا کرے۔ اس وقت فقیر نے معلوم کیا کہ حضور ﷺ کی توجہ شریف نہ فرمانے کا باعث یہ ہے کہ فقیر اس طعام میں حضرت صدیقہ کو شریک نہ کرتا تھا۔ بعد ازاں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلکہ تمام ازواج مطہرات ؓ کو جو سب اہل بیت ہیں شریک کر لیا کرتا تھا اور تمام اہل بیت کو اپنا وسیلہ بناتا تھا۔

پس وہ آزار وایذاء جو حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سبب سے پہنچتی ہے وہ اس آزار وایذا سے زیادہ ہے جو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پہنچتی ہے۔ منصف عقلمندوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے لیکن یہ بات اس صورت میں ہے جبکہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور تعظیم پیغمبر علیہ السلام کی محبت وتعظیم اور قرابت کے باعث ہو اور اگر کوئی حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کو مستقل طور پر اختیار کرے اور حضرت پیغمبر علیہ السلام کی محبت کو اس میں دخل نہ دے تو ایسا شخص محبت سے خارج ہے اور گفتگو کے لائق نہیں۔ اس کی غرض دین کا باطل کرنا اور شریعت کا گرانا ہے۔

ایسا شخص چاہتا ہے کہ حضرت پیغمبر ﷺ کے واسطہ کے بغیر کوئی اور راستہ اختیار کرے اور حضرت محمد ﷺ کو چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف آ جائے یہ سراسر کفر اور زندقہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بیزار اور اس کے کردار سے آزار میں ہیں۔ پیغمبر ﷺ کے اصحاب اور اصہار (سسر) اور ختنین (دامادوں) کی دوستی بعینہ حضرت پیغمبر ﷺ کی دوستی ہے اور ان کی عزت وتکریم پیغمبر ﷺ کی تعظیم وتکریم کے باعث ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

فمن احبهم فبحبي احبهم.

''جس نے ان کو دوست رکھا اس نے میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا''۔

ایسے ہی جو شخص ان کا دشمن ہے وہ پیغمبر ﷺ کی دشمنی کے باعث ان کو دشمن جانتا ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

فمن ابغضهم فببغضى ابغضهم.

''جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا''۔

یعنی وہ محبت جو میرے اصحاب سے متعلق ہے وہ وہی محبت ہے جو مجھ سے تعلق رکھتی ہے۔

حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اصحاب کبار اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان پر طعن وتشنیع کرنا نامناسب ہے اور ان کی لعن وطرد لعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ طلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ صحابہ ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد خلافت کو چھ شخصوں کے مشورہ پر چھوڑا اور ان میں حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو داخل کیا اور ایک دوسرے پر ترجیح دینے کے لئے کوئی دلیل واضح نہ پائی تو طلحہؓ وزبیرؓ نے اپنے اختیار سے خلافت کا حصہ چھوڑ دیا اور ہر ایک نے ترکت حظی (میں نے اپنا حصہ ترک کیا) کہہ دیا۔

اور یہ وہی طلحہؓ ہے جس نے اپنے باپ کو اس بے ادبی کے باعث جو آنحضرت ﷺ کی نسبت اس سے صادر ہوئی تھی قتل کر کے اس کے سر کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لے آئے تھے۔ قرآن مجید میں اس فعل پر اس کی تعریف وثناء بیان کی گئی ہے۔

اور یہ وہی زبیرؓ ہیں جس کے قاتل کے لئے مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوزخ کی وعید فرمائی ہے اور یوں فرمایا ہے۔

قاتل زبير فى النار ''کہ زبیر کا قاتل دوزخ میں ہے''۔

حضرت زبیرؓ پر لعن وطعن کرنے والے قاتل سے کم نہیں ہیں۔ پس اکابر دین اور بزرگواران اسلام کی طعن و مذمت سے ڈرنا چاہئے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کا بول بالا کرنے اور حضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امداد میں سرتوڑ کوششیں کی ہیں اور رات دن ظاہر و باطن میں دین کی تائید میں مال و جان کی پرواہ نہیں کی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنے خویش واقارب اور مال و اولاد، گھر بار، وطن، کھیتی باڑی، باغ و درخت اور نہروں کو چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کی جان کو اپنی جانوں کی محبت پر اختیار کیا۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شرف صحبت حاصل کیا اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں برکات نبوت سے مالا مال ہوئے۔ وحی کا مشاہدہ کیا اور فرشتہ کے حضور سے مشرف ہوئے اور خوارق ومعجزات کو دیکھا۔ حتیٰ کہ ان کا غیب شہادت اور ان کا علم عین ہو گیا اور ان کو اس قسم کا یقین نصیب ہوا جو آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ دوسروں کا احد جتنا سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ان کے ایک آدھ مد جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہوتا۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بایں الفاظ تعریف کرتا ہے۔ رضى الله عنهم ورضوا عنه.

''یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے''۔

ذالک مثلهم فى التورات ومثلهم فى الانجيل كزرع اخرج شطأه فآذره فاستغلظ فاستوىٰ علىٰ سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار.

''توریت اور انجیل میں ان کی مثال اس بیج کی طرح ہے جس کی بیشمار شاخیں نکل کر مضبوط ہو جائیں اور اس کے تنے خوب موٹے تکڑے مضبوط ہو جائیں، جن کو دیکھ کر زراعت کرنے والے خوش ہوں اور کفار غیظ وغضب میں آئیں''۔

ان پر غصہ اور غضب کرنے والوں کو کفار فرمایا ہے۔ پس جس طرح کفر سے ڈرتے ہیں اس طرح ان کے غیظ وغضب سے بھی ڈرنا چاہئے۔ والله سبحانه الموفق.

وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس قسم کی نسبت درست کی ہو اور رسول اللہ ﷺ کے منظور اور مقبول ہوں تو اگر بعض امور میں ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت اور لڑائی جھگڑا کریں اور اپنی اپنی رائے واجتہاد کے موافق عمل کریں تو طعن واعتراض کی مجال نہیں بلکہ اس وقت اختلاف اور اپنی رائے

کے سوا غیر کی تقلید نہ کرنا ہی حق وصواب ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے لئے درجہ اجتہاد تک پہنچنے کے بعد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید خطا ہے۔ اس کے لئے بہتری اپنی رائے کی تقلید میں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کسی صحابی کے قول کو خواہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواہ امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی رائے پر مقدم نہیں کرتا اور اپنی رائے کے موافق اگر چہ قول صحابی کے مخالف ہو عمل کرنا بہتر جانتا ہے۔

جب امت کے مجتہد اصحابؓ کے آراء کی مخالفت کر سکتے ہیں تو اگر اصحابؓ ایک دوسرے کی مخالفت کریں تو کیوں مطعون ہوں۔ حالانکہ اصحاب کرامؓ نے امور اجتہادیہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ خلاف کیا ہے اور آنحضرت ﷺ کی رائے کے برخلاف حکم کیا ہے اور باوجود نزول وحی کے ان کے خلاف پر مذمت نہیں آئی اور ان کے اختلاف پر منع وارد نہیں ہوا جیسے کہ گزر چکا۔ اگر یہ اختلاف حق تعالیٰ کے نزدیک ناپسند اور نامقبول ہوتا تو البتہ منع ہوتا اور اختلاف کرنے والوں پر وعید نازل ہوتی۔

کیا نہیں جانتے کہ وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ گفتگو کرنے میں بلند آواز کیا کرتے تھے ان کے اس بلند آواز ے کو کس طرح منع کیا گیا اور اس پر کیسی وعید مترتب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یآیھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی و لا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لاتشعرون.

''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور اس کو بلند آواز سے اس طرح نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو ورنہ تمہارے اعمال نیست ونابود ہو جائیں گے اور تم کو معلوم نہ ہوگا''۔

بدر کے قیدیوں کے بارے میں اختلاف عظیم پڑ گیا تھا۔ حضرت فاروقؓ اور سعد ابن معاذؓ نے ان قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم کیا تھا اور دوسروں نے ان کو چھوڑ دینے اور فدیہ لینے کا حکم دیا تھا اور آنحضرت ﷺ کے نزدیک بھی یہی رائے مقبول تھی کہ ان کو چھوڑ دیا جائے اور فدیہ لے لیا جائے۔

اس قسم کے اختلاف کے مقام اور بھی بہت سے ہیں اور وہ اختلاف بھی اس قسم کا تھا جو کاغذ کے لانے میں کیا گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے مرض موت میں کاغذ طلب فرمایا تھا تاکہ ان کے لئے کچھ لکھیں۔ بعض نے کہا کہ کاغذ لانا چاہئے اور بعض نے کاغذ لانے سے منع کیا۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے جو کاغذ کے لانے میں راضی نہ تھے۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ اس سبب سے طعن لگانے والوں نے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عیب لگایا ہے اور طعن وتشنیع کی زبان درازی کی ہے۔

حالانکہ درحقیقت کوئی محل طعن نہیں' کیونکہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معلوم کر لیا تھا کہ وحی کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور آسمانی احکام تمام ہو چکے ہیں اور احکام کے ثبوت میں رائے و اجتہاد کے سوا کسی امر کی گنجائش نہیں رہی۔ اب آنحضرت ﷺ جو کچھ لکھیں گے امور اجتہادیہ میں سے ہوگا جس میں دوسرے بھی شریک ہیں بحکم فاعتبروا یااولی الابصار۔ داناؤں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

پس بہتری اسی بات میں دیکھی کہ اس قسم کے سخت درد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف نہ دینی چاہئے اور دوسروں کی رائے واجتہاد پر کفایت کرنی چاہئے۔ حسبنا کتاب اللہ۔

یعنی قرآن مجید جو قیاس و اجتہاد کا ماخذ ہے۔ احکام کے نکالنے والوں کے لئے کافی ہے احکام وہاں سے نکال لیں گے۔ کتاب اللہ کے ذکر کی خصوصیت اسی واسطے ہو سکتی ہے جب کہ قرائن سے معلوم کیا ہو کہ یہ احکام جن کے لکھنے کے درپے ہیں' ان کا ماخذ کتاب میں ہے نہ سنت میں تاکہ سنت کا ذکر کیا جاتا۔

پس حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منع کرنا شفقت ومہربانی کے باعث تھا تاکہ آنحضرت ﷺ شدت درد میں کسی

امر کی تکلیف نہ اٹھائیں۔ جس طرح کہ آنحضرت ﷺ کا کاغذ لانے کے لئے فرمانا بھی استحسان کے لئے تھا نہ کہ وجوب کے لئے تا کہ دوسرے لوگ استنباط کے رنج سے آسودہ ہو جائیں اور اگر امر ایتونی وجوب کے لئے ہوتا تو اس کی تبلیغ میں مبالغہ فرماتے اور صرف اختلاف ہی سے اس سے روگردانی نہ کرتے۔

سوال:۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اس وقت کہا تھا: اھجر استفھموہ اس سے کیا مراد ہے۔

جواب:۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شاید اس وقت سمجھا ہو کہ یہ کلام آپؐ سے درد کے باعث بلا قصد و اختیار نکل گیا ہے جیسے کہ لفظ اکتب سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کچھ نہیں لکھا تھا اور نیز آپؐ نے فرمایا لن تضلوا بعدی۔ (تم میرے بعد گمراہ نہ ہو گے)۔

جب دین کامل ہو چکا تھا اور نعمت پوری ہو گئی تھی اور رضا مولیٰ حاصل ہو چکی تھی تو پھر گمراہی کے کیا معنی؟ اور ایک ساعت میں کیا لکھیں گے جو گمراہی کو دور کرے گا۔ کیا جو کچھ ۲۳ سال کے عرصہ میں لکھا گیا ہے کافی نہیں اور وہ گمراہی کو دور نہیں کر سکتا اور جو ایک ساعت میں باوجود شدت درد کے لکھیں گے۔ وہ گمراہی کو دور کرے گا۔ اسی سبب سے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جان لیا ہو گا کہ یہ کلام آپؐ سے بشریت کے لحاظ سے بلا قصد نکل گیا ہے۔ اس بات کی تحقیق کرو اور ازسرنو دریافت کرو۔ اسی اثناء میں مختلف باتیں شروع ہو گئیں۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اٹھ جاؤ اور مخالفت نہ کرو۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ کے حضور میں نزاع و جھگڑا اچھا نہیں۔ پھر اس امر کی نسبت کوئی کلام نہ کیا اور نہ دوات و کاغذ کو یاد کیا۔

جاننا چاہئے کہ وہ اختلاف جو اصحابؓ کرام امور اجتہادیہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیا کرتے تھے اگر اس میں نعوذ باللہ ہوا و تعصب کی بو ہوتی تو یہ اختلاف سب کو مرتدوں میں داخل کر دیتا اور اسلام سے باہر نکال دیتا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بے ادبی اور بدمعاملگی کرنا کفر ہے۔ اعاذنا اللہ سبحانہ منہ (اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے بچائے) بلکہ یہ اختلاف امر فاعتبروا کے بجالانے کے باعث ہوا ہے کیونکہ وہ شخص جو اجتہاد کا درجہ حاصل کر چکا ہو احکام اجتہادیہ میں اس کے لئے دوسرے کی رائے و اجتہاد کی تقلید کرنا خطا اور منہی عنہ ہے۔ ہاں احکام منزلہ میں کہ جن میں اجتہاد کو دخل نہیں ہے تقلید کے سوا کچھ گنجائش نہیں۔ ان پر ایمان لانا اور ان کی فرمانبرداری کرنا واجب ہے۔

حاصل کلام یہ کہ قرن اول کے اصحابؓ تکلفات سے بری اور عبادتوں کی آرائش سے مستغنی تھے۔ ان کی کوشش ہمہ تن باطن کے درست کرنے میں ہوتی تھی اور ظاہر کی طرف سے نظر ہٹا رکھی تھی۔ اس زمانہ میں حقیقت و معنی کے طور آداب بجا لاتے تھے۔ نہ صرف لفظ و صورت کے اعتبار پر رسول اللہ ﷺ کے امر کا بجالانا ان کا کام اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت سے بچنا ان کا معاملہ تھا۔

ان لوگوں نے اپنے ماں باپ اور اولاد و ازواج کو رسول اللہ ﷺ پر فدا کر دیا تھا اور کمال اعتقاد و اخلاص کے باعث آنحضرت ﷺ کے لعاب مبارک کو زمین پر نہ گرنے دیتے تھے بلکہ آب حیات کی طرح اس کو پی جاتے تھے اور فصد کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون مبارک کو کمال اخلاص سے پی جانے کا ارادہ کرنا مشہور و معروف ہے۔ اگر اس قسم کی عبارت جو اس زمانہ کے لوگوں کے نزدیک کہ کذب و مکر سے پر ہے بے ادبی کا موجب ہو۔ ان بزرگواروں سے آنحضرت ﷺ کی نسبت صادر ہوئی ہو تو اس پر نیک ظن کرنا چاہئے اور عبارت کے مطلب کو دیکھنا چاہئے اور الفاظ خواہ کسی قسم کے ہوں ان سے قطع نظر کرنا چاہئے۔ سلامتی کا طریقہ یہی ہے۔

سوال:۔ جب احکام اجتہادیہ میں خطا کا احتمال ہے تو ان تمام احکام شرعیہ میں جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں۔ کس طرح وثوق و اعتبار کیا جائے؟

جواب:۔ احکام اجتہادیہ ثانی الحال میں احکام منزلہ آسمانی کی طرح ہو گئے ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خطا پر مقرر رکھنا جائز نہیں۔ پس احکام اجتہادیہ میں مجتہدوں

کے اجتہاد اوران کی راؤں کے اختلاف کے ثابت ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہو جاتا ہے جوصواب کو خطا سے اور حق کو باطل سے جدا کر دیتا ہے۔ پس احکام اجتہادیہ بھی آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نزول وحی کے بعد کہ صواب و خطا میں تمیز ہو چکی تھی قطعی الثبوت ہوگئی تھی اوران میں خطا کا احتمال نہ رہ گیا تھا۔

پس تمام احکام جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ثابت ہو چکے ہیں قطعی ہیں اور خطا کے احتمال سے محفوظ ہیں کیونکہ ابتدا و انتہا میں وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں۔ ان احکام کے اجتہاد اور استنباط سے مقصود یہ تھا کہ مجتہدین اور مستنبطین کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہو، جوصواب کو خطا سے جدا کردے اور درجات کرامت کی امتیاز حاصل ہو اور مخطی (خطا کرنے والا) اور مصیب (صواب کو پہنچنے والا) اپنے اپنے درجوں کے موافق ثواب پائیں۔ پس احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کے درجے میں بلند ہو گئے اور نزول وحی کے بعد ان کی قطعیت بھی ثابت ہوگئی۔

ہاں زمانہ نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد احکام اجتہادیہ ظنی ہیں جو مفید عمل ہیں نہ مثبت اعتقاد کہ ان کا منکر کافر ہو مگر جب ان احکام پر مجتہدوں کا اجماع منعقد ہو جائے تو اس صورت میں وہ احکام مثبت اعتقاد بھی ہوں گے۔

ہم اس مکتوب کو ایک عمدہ خاتمہ پر ختم کرتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے فضائل درج ہیں۔ ابن عبداللہ المعروف بابن عبید اللہؒ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

من احب علیاً فقد اذانی و من ابغض علیاً فقد ابغضنی و من اذی علیاً فقد اذانی و من اذنی فقد اذی اللہ.

''جس نے علیؓ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے علیؓ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی''۔

اور ترمذیؒ اور حاکمؒ نے نکالا ہے اور بریدہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ بریدہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

ان اللہ امرنی بحب اربعة و اخبر نی انه یحبهم قیل یا رسول اللہ سمهم لنا قال علی منهم یقول ذلک ثلثا و ابو ذر والمقداد وسلمان.

''اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں کے ساتھ محبت کرنے کا امر کیا ہے اور یہ بھی بتلایا کہ اللہ تعالیٰ خود بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ان کے نام کیا ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ ایک ان میں سے علیؓ ہے۔ اس بات کو تین بار کہا۔ دوسرے ابوذرؓ تیسرے مقدادؓ اور چوتھے سلمانؓ ہیں''۔

اور طبرانی اور حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

النظر الیٰ علی عبادة۔ ''علی کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔''

اور شیخین نے براءؓ سے نکالا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ امام حسنؓ آپؐ کے کندھوں پر ہیں اور آپؐ فرما رہے ہیں۔

اللھم انی احبه فاحبه۔ ''یا اللہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ''۔

اور بخاری نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکالا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تھے اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے پہلو میں تھے اور کبھی آپ لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی اس کی طرف اور فرماتے۔

ان ابنی ھذ سید ولعل اللہ ان یصلح به بین فئتین من المسلمین.

''یہ میرا بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب مسلمانوں کے دونوں گروہوں کے درمیان صلح کردے گا''۔

اور ترمذی نے اسامہ بن زیدؓ سے نکالا ہے کہ اسامہ بن زیدؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ امام حسن و حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی ران پر ہیں اور آپ فرمار ہے ہیں۔

''ھٰذان ابنائی وابنا بنتی اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما.

''یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ یا اللہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو ان کو دوست رکھ اور جو لوگ ان سے محبت رکھیں ان کو بھی دوست رکھ''۔

اور ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اہل بیت میں سے کون کون آپ کو زیادہ عزیز ہیں تو آپ نے فرمایا کہ الحسن و الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اور مسور بن مخرمہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

الفاطمة بضعة منی فمن ابغضھا ابغضنی و فی روایة یریبنی ماارابھا ویؤ ذینی ماآذاھا.

''فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا (اور ایک روایت میں ہے کہ) جو چیز اس کو متردد کرے وہ مجھے بھی متردد کرتی ہے اور جس چیز سے اس کو ایذا پہنچے مجھے بھی پہنچتی ہے''۔

اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکالا ہے کہ نبی صلی اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا:۔

فاطمة احب الی منک و انت اعز علی منھا.

''فاطمہ مجھے تجھ سے زیادہ پیاری ہے اور تو میرے نزدیک اس سے زیادہ عزیز ہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ لوگ حضرت عائشہؓ کے دن اپنے تحائف وہدایہ لے آتے تھے اور اس سبب سے رسول اللہ ﷺ کی رضامندی طلب کرتے تھے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ازواج دو گروہ تھیں۔ ایک وہ گروہ تھا جس میں حضرت عائشہؓ وحفصہؓ وسودہؓ وصفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں۔ اور دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہؓ اور باقی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن تو ام سلمہؓ والے گروہ نے ام سلمہؓ کو کہا کہ تو رسول اللہ ﷺ کو کہہ دے کہ وہ لوگوں کو کہہ دیں کہ جہاں میں ہوا کروں وہیں تحائف لایا کریں۔

پس ام سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات کہہ دی تو رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے ام سلمہؓ اس بارے میں مجھے ایذا نہ دے کیونکہ عائشہؓ کے کپڑے کے سوا اور کسی عورت کے کپڑے میں میرے پاس وحی نہیں آئی۔

ام سلمہؓ نے اس بات کو سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں اس بات سے توبہ کرتی ہوں پھر ام سلمہؓ کے گروہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ یہی بات رسول اللہ ﷺ کو کہیں جب حضرت فاطمہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''اے میری بیٹی! کیا تو اس چیز کو دوست نہیں رکھتی جس کو میں دوست رکھتا ہوں؟ عرض کیا کہ کیوں نہیں پھر فرمایا کہ اس کو یعنی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوست رکھ''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی عورتوں میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں کی جتنی کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کی۔ حالانکہ میں نے اس کو دیکھا نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ اس کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے اور بسا اوقات بکری ذبح کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کو بھیج دیا کرتے تھے اور جب کبھی میں کہتی کہ کیا خدیجہ جیسی عورت دنیا میں نہیں ہوئی تو رسول اللہ ﷺ فرماتے کہ وہ تھی جیسی کہ تھی اور اسی سے میری اولاد تھی۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

العباس منی وانا منہ۔ ''عباس میرا ہے اور میں عباس کا ہوں''۔

اور دیلمیؒ نے ابو سعیدؓ سے نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **اشتد غضب الله علیٰ من اذانی فی عترتی.**

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر سخت غضب فرماتا ہے جس نے مجھے میری اولاد کے حق میں ایذا دی''۔

اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

خیر کم خیر کم لاهلی من بعدی.

''تم میں سے اچھا وہ شخص ہے جو میرے بعد میری اہل بیت کے ساتھ بھلائی کرے۔

اور ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

من صنع لاهل بیتی برًا کافانه یوم القیامة علیها.

''جس نے میری اہل بیت کے ساتھ احسان کیا میں اس کو قیامت کے دن اس کا بدلہ دوں گا''۔

اور ابن عدی اور دیلمیؒ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اثبتکم علی الصراط اشد کم حباً لاهل بیتی ولاصحابی.

''تم میں سے صراط پر وہ شخص زیادہ ثابت قدم ہوگا جس کی میری اہل بیت اور اصحاب کے ساتھ زیادہ محبت ہوگی''۔

دنیا پرست پر معرفت الٰہی حرام ہے

خدا کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جس کے باطن میں دنیا کی محبت رائی کے دانہ جتنی بھی ہو یا اس کے باطن کو دنیا کے ساتھ اس قدر تعلق ہو یا دنیا کی اتنا مقدار اس کے باطن میں گزرتی ہو۔ باقی رہا ظاہر اس کا ظاہر جو باطن سے کئی منزلیں دور پڑا ہے اور آخرت سے دنیا میں آیا ہے اور اس کے لوگوں کے ساتھ اختلاط پیدا کیا ہے تا کہ وہ مناسبت حاصل ہو جو افادہ اور استفادہ میں مشروط ہے۔ اگر دنیا کا کلام کرے اور دنیاوی اسباب میں مشغول رہے تو گنجائش رکھتا ہے اور کچھ مذموم نہیں بلکہ محمود ہوتا ہے تا کہ بندوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور استفادہ و افادہ کا طریق بند نہ ہو جائے۔

حضرت مجددؒ کا طریق تخلیہ وتجلیہ کو جمع کرنا

وہ طریق کہ جس کے سلوک سے اس فقیر کو مشرف فرمایا ہے ایسا طریق ہے جو جذب وسلوک کا جامع ہے۔ وہاں تخلیہ اور تجلیہ باہم جمع ہیں اور تصفیہ وتزکیہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ اس مقام میں سیر انفسی سیر آفاقی کو شامل ہے۔ عین تصفیہ میں تزکیہ ہے اور عین تجلیہ میں تخلیہ۔ جذب سے سلوک حاصل ہوتا ہے اور انفس کو آفاق شامل ہے لیکن تقدم ذاتی تجلیہ اور جذب کے لئے ہے اور تزکیہ پر تصفیہ کو ذاتی سبقت ہے اور مدنظر وملحوظ انفس ہے نہ کہ آفاق۔

یہی وجہ ہے کہ یہ راستہ سب راستوں سے اقرب اور وصول کے نزدیک تر ہے بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ طریقہ البتہ موصل ہے۔ یہاں عدم وصول کا احتمال مفقود ہے۔

سلوک وجذب کا مقصد

سلوک وجذب کے سیر سے مقصود یہ ہے کہ انفس ان اخلاق ردیہ اور اوصاف رذیلہ سے جن کا رئیس انفس کی گرفتاری اور انفس کی مرادوں اور خواہشوں کا حاصل ہونا ہے پاک وصاف ہو جائے۔ پس سیر انفسی بڑا ضروری ہے کیونکہ اس کے سوا صفات رذیلہ سے صفات حمیدہ تک جانے کا اور کوئی راستہ نہیں۔

اور سیر آفاقی مقصود سے خارج ہے کوئی غرض معتد بہ اس کے متعلق نہیں کیونکہ آفاق کی گرفتاری انفس کی گرفتاری کے باعث ہے کیونکہ جس چیز کو کوئی شخص دوست رکھتا ہے' اپنی دوستی کے باعث دوست رکھتا ہے۔ اگر مال وفرزند کو دوست رکھتا ہے تو اپنے نفع اور فائدے کے لئے دوست رکھتا ہے۔

جب سیر انفسی میں حق تعالیٰ کی محبت کے غلبہ کے باعث اپنی دوستی زائل ہو جاتی ہے تو اس کے ضمن میں مال واولاد کی محبت بھی دور ہو جاتی ہے۔

اولیاء اللہ کا گناہوں سے محفوظ ہونا

اذا احب الله عبداً لایضره ذنب۔ ''جب اللہ تعالیٰ

کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس کو کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا"۔

جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو کوئی گناہ اس سے صادر نہیں ہوتا کیونکہ اولیاء اللہ گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ ہیں۔ اگرچہ ان سے گناہ کا صادر ہونا جائز ہے۔ برخلاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جو گناہوں سے معصوم ہیں۔ ان کے حق میں گناہ کے صادر ہونے کا جواز بھی مسلوب ہے اور جب اولیاء اللہ سے گناہ صادر نہ ہوں تو یقین ہے کہ گناہ کا ضرر بھی نہ ہوگا۔

کلمہ طیبہ طریقت' حقیقت اور شریعت کا جامع ہے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ یہ کلمہ طیبہ طریقت وحقیقت وشریعت کا جامع ہے۔ جب تک سالک نفی کے مقام میں ہے' طریقت میں ہے اور جب نفی سے پورے طور پر فارغ ہو جاتا ہے اور تمام ماسوا اس کی نظر سے منتفی ہو جاتا ہے' تو طریقت کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور مقام فنا میں پہنچ جاتا ہے جب نفی کے بعد مقام اثبات میں آتا ہے اور سلوک سے جذب کی طرف رغبت کرتا ہے تو مرتبہ حقیقت کے ساتھ متحقق اور بقاء کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔ اس نفی واثبات اور اس طریقت وحقیقت اور اس فنا وبقا اور اس سلوک وجذب سے اس پر ولایت کا اسم صادق آتا ہے اور نفس امارہ پن کو چھوڑ کر مطمئنہ ہو جاتا ہے اور پاک وصاف بن جاتا ہے پس ولایت کے کمالات اس کلمہ طیبہ کے جز اول کے ساتھ جو نفی واثبات ہے وابستہ ہیں۔

اس کلمہ مقدسہ کا دوسرا جز وشریعت کو کامل اور تمام کرنے والا ہے جو کچھ ابتدا اور وسط میں شریعت سے حاصل ہوا تھا وہ شریعت کی صورت تھی اور اس کا اسم ورسم تھا۔ شریعت کی اصل حقیقت اس مقام میں حاصل ہوتی ہے جو مرتبہ ولایت کے حاصل ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور کمالات نبوت جو کامل تابعداروں کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اور تبعیت کے طور پر حاصل ہوتے ہیں وہ بھی اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں۔

اوامر ونواھی کا بجالانا بھی ذکر میں داخل ہے

ایک شخص ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ اسی اثناء میں ایک نابینا آ گیا جس کے آگے کنواں ہے کہ اگر ایک قدم وہ اور اٹھائے تو کنوئیں میں جا پڑے تو اس صورت میں ذکر کرنا بہتر ہے یا نابینا کو کنوئیں سے بچانا۔ شک نہیں کہ اس صورت میں نابینا کو کنوئیں سے بچانا ذکر کرنے سے بہتر ہے کیونکہ حق تعالیٰ اس سے اور اس کے ذکر سے غنی ہے اور نابینا ایک محتاج بندہ ہے جس کے ضرر کا دفع کرنا ضروری ہے۔ خاص کر جب کہ اس خلاص کرنے پر مامور ہو۔ اس وقت اس کی یہ تخلیص بھی ذکر ہے کیونکہ امر کی بجا آوری ہے۔ ذکر میں ایک ہی حق کا ادا کرنا ہے جو مولا کا حق ہے اور تخلیص میں جوامر کے ساتھ واقع ہو دو حق ادا ہوتے ہیں بندہ کا حق بھی اور مولا کا حق بھی بلکہ نزدیک ہے کہ اس وقت ذکر کرنا گناہ میں داخل ہو کیونکہ تمام وقت ذکر کرنا پسندیدہ نہیں۔ بعض اوقات ذکر نہ کرنا بھی مستحسن اور پسندیدہ ہے۔

ایام منہی عنہا اور اوقات مکروہہ میں روزہ نہ رکھنا اور نماز کا ادا نہ کرنا روزہ رکھنے اور نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔

جہاد اکبر

جہاد اکبر جو اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ **رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر**۔

ہم جہاد اصغر کو چھوڑ کر جہاد اکبر کی طرف آتے ہیں۔ اس سے مراد نفس کا جہاد ہے مگر جو کچھ فقیر کے کشف میں آیا ہے اور اپنے وجدان سے معلوم کیا ہے اس حکم متعارف ومشہور کے برخلاف ہے۔ اطمینان کے حاصل ہونے کے بعد یہ فقیر نفس میں کسی قسم کی سرکشی اور نافرمانی معلوم نہیں کرتا بلکہ اس کو تابعداری کے مقام میں برقرار دیکھتا ہے۔ اطمینان کے حاصل ہونے کے بعد مخالفت وسرکشی کی مجال نہیں۔

اور جہاد اکبر سے مراد فقیر کے نزدیک **واللہ سبحانہ اعلم بحقیقة الحال** ہو سکتا ہے کہ قالب کا جہاد ہو جو مختلف طبیعتوں سے مرکب ہے اور اس کی ہر ایک طبیعت ایک امر کو چاہتی ہے اور دوسرے سے بھاگتی ہے۔ اگر قوت شہوی ہے تو وہ بھی قالب سے پیدا ہے اور اگر غضبی ہے تو وہ بھی وہیں سے ظاہر ہے کیا نہیں دیکھتے کہ تمام حیوانات جن میں نفس ناطقہ نہیں ہے ان میں یہ تمام صفات رذیلہ موجود ہیں اور شہوت وغضب وشر وحرص سے متصف ہیں۔ یہ جہاد ہمیشہ تک قائم ہے نفس کا اطمینان اس جہاد کو کم نہیں کر سکتا اور قلب کی تمکین اس لڑائی کو رفع نہیں کر سکتی۔ اس جہاد کے باقی رکھنے میں بہت سے

فائدے ہیں جو قالب کے پاک وصاف کرنے میں کام آتے ہیں حتیٰ کہ اس جہان کے کمالات اور آخرت کا معاملہ اصل میں اسی پر وابستہ ہے کیونکہ اس جہان کے کمالات میں قالب تابع ہے اور قلب متبوع، وہاں کام برعکس ہے۔ قلب تابع ہے اور قالب متبوع۔ جب یہ جہان درہم برہم ہو جائے گا اور وہ جہان پرتو ڈالے گا یہ جہاد وقتال بھی ختم ہو جائے گا۔

ہر حال میں شریعت کی پابندی ضروری ہے

شریعت ہی اس کام کا اصل اور اس معاملہ کی بنیاد ہے۔ درخت جس قدر بلند اور سرفراز ہوتا جائے اور دیوار جس قدر بلند ہوتی جائے اور اس پر بلند مکان بنتے جائیں اصل و بنیاد سے مستغنی نہیں ہوتے اور ذاتی احتیاج ان سے زائل نہیں ہوتی۔ مثلاً خانہ بلند خواہ کس قدر اونچا ہو جائے اور پستی سے بہت دور تک بلند ہو جائے۔ نیچے کے گھر کے سوا اس کا چارہ نہیں اور نیچے کے گھر سے اس کی احتیاج دور نہیں ہوتی۔ اگر بالفرض نچلے گھر میں کسی قسم کا خلل پڑ جائے تو اوپر کے خانہ میں بھی وہ خلل اثر کر جائے گا اور نچلے گھر کا زوال اوپر کے گھر کو زائل کر دے گا۔

پس شریعت ہر وقت و ہر حال میں درکار ہے اور ہر شخص اس کے احکام بجالانے کا محتاج ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے معاملہ اس مقام سے بھی بلند ہو جائے اور تفضّل سے محبت کی نوبت آ جائے تو اس سے آگے ایک اور نہایت بلند مقام آتا ہے جو اصل طور پر حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور وراثت وتبعیت کے طور پر دیکھیں کس کو اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں۔ اس بلند محل میں جو نہایت بلندی کے باعث اچھی طرح نظر نہیں آ سکتا۔

نیکی پر تکبر ہونے کا علاج

اعمال صالحہ کے بجالانے سے عجب وتکبر کا حاصل ہونا ہے یہ ایسا زہر قاتل اور مرض مہلک ہے جو عمل صالحہ کو نیست ونابود کر دیتا ہے۔ جیسے کہ آگ ایندھن کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔ عجب وتکبر کا باعث یہ ہے کہ اعمال صالحہ عامل کی نظر میں زیبا وپسندیدہ دکھائی دیتے ہیں۔ فالمعالجة بالاضداد۔ (علاج ضد کے ساتھ ہوتا ہے) یعنی اپنی نیکیوں کو متہم یعنی تہمت زدہ معلوم کرے اور نیکیوں کی پوشیدہ قباحتوں کو نظر میں لائے تاکہ اپنے آپ کو اور اپنے اعمال کو قاصر وکوتاہ جانے بلکہ لعنت اور رد ہونے کے لائق خیال کرے۔

یہ خیال نہ کریں کہ آپ کی نیکیوں کی کوئی برائی نہیں۔ اگر آپ تھوڑی سی توجہ سے بھی کام لیں گے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی عنایات سے معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی تمام نیکیاں برائیاں ہی برائیاں ہیں اور ان میں کسی قسم کی حسن وخوبی نہیں پھر عجب واستغنا کہاں؟ بلکہ اپنے اعمال کو قاصر دیکھنا اس قدر غالب آئے گا کہ آپ نیکیوں کے بجالانے سے شرمندہ اور نادم ہوں گے نہ کہ متکبر ومغرور۔

جب اعمال میں دید قصور پیدا ہو جائے گا۔ اعمال کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور قبولیت کے لائق ہو جاتے ہیں۔ کوشش کریں کہ یہ دید پیدا ہو جائے تاکہ عجب وتکبر دور ہو جائے۔ وبدونه خرط القتاد الا ان یشاء ربی شیئاً ورنہ بے فائدہ رنج ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو مشکل نہیں"۔

آنحضرت ﷺ کی متابعت کے سات درجات

آنحضرت ﷺ کی متابعت جو دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ ہے کئی درجے اور مرتبے رکھتی ہے۔

پہلا درجہ: عوام اہل اسلام کے لئے ہے۔ یعنی تصدیق قلبی کے بعد اور اطمینان نفس سے پہلے جو درجہ ولایت سے وابستہ ہے احکام شرعیہ کا بجالانا اور سنت سنیہ کی متابعت ہے۔ متابعت کی یہ صورت متابعت کی حقیقت کی طرح آخرت کی نجات اور خلاصی کا موجب ہے اور دوزخ کے عذاب سے بچانے والی اور جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دینے والی ہے۔

متابعت کا دوسرا درجہ: آنحضرت ﷺ کے اقوال واعمال کا اتباع ہے جو باطن سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً تہذیب اخلاق اور بری صفتوں کا دور کرنا اور باطنی امراض اور اندرونی بیماریوں کا رفع کرنا وغیرہ وغیرہ جو مقام طریقت کے متعلق ہیں۔

متابعت کا تیسرا درجہ: آنحضرت ﷺ کے ان احوال و اذواق ومواجید کی اتباع ہے جو مقام ولایت خاصہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان ارباب ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہیں۔

متابعت کا چوتھا درجہ: مذکورہ بالا درجہ یعنی کمالات ولایت

خاصہ کے حاصل ہونے کے بعد (جو اتباع کا تیسرا مرتبہ ہوتا ہے) نفس کے مطمئن ہونے اور اعمال صالحہ کی حقیقت کے بجا لانے کا درجہ متابعت کا چوتھا درجہ ہے۔ پہلے درجہ میں اس متابعت کی صورت تھی اور یہاں اتباع کی حقیقت ہے۔ اتباع کا یہ چوتھا درجہ علمائے راسخین شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے ساتھ مخصوص ہے جو اطمینان نفس کے بعد متابعت کی حقیقت کی دولت سے متحقق ہیں۔ اگرچہ اولیاء اللہ کو بھی قلب کی تمکین کے بعد تھوڑا سا اطمینان نفس حاصل ہوتا ہے لیکن کمال اطمینان نفس کو کمالات نبوت کے حاصل کرنے میں ہوتا ہے جن کمالات سے علماء راسخین کو وراثت کے طور پر حصہ حاصل ہوتا ہے۔

متابعت کا پانچواں درجہ:...... متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جن کے حاصل ہونے میں علم وعمل کا دخل نہیں بلکہ ان کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کے محض فضل وکرم پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت ہی بلند ہے۔ اس درجہ کے مقابلہ میں پہلے درجوں کی کچھ حقیقت نہیں۔ یہ کمالات اصل میں اولوالعزم پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہیں یا ان لوگوں کیساتھ جن کو تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں۔

متابعت کا چھٹا درجہ:...... متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آنحضرت ﷺ کے مقام محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس طرح پانچویں درجہ میں کمالات کا فیضان محض فضل واحسان پر تھا۔ اس چھٹے درجہ میں ان کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے جو تفضّل واحسان سے برتر ہے۔ متابعت کا یہ درجہ بھی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

متابعت کا ساتواں درجہ:...... متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول و ہبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ متابعت کا یہ ساتواں درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے کیونکہ اس مقام نزول میں تصدیق قلبی بھی ہے اور نفس کا اطمینان بھی اور اجزاء قالب کا اعتدال بھی جو طغیان وسرکشی سے باز آ گئے ہوتے ہیں۔ پہلے درجے گویا اس متابعت کے اجزاء ہیں اور یہ درجہ ان اجزاء کا کل ہے۔ اس مقام میں تابع اپنی متبوع کے ساتھ اس قسم کی مشابہت پیدا کر لیتا ہے کہ تبعیت کا نام ہی درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور تابع و متبوع کی تمیز دور ہو جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا تابع متبوع کی طرح جو کچھ لیتا ہے اصل سے لیتا ہے۔ گویا دونوں ایک چشمہ سے پانی پیتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے ہم آغوش و ہمکنار اور ایک بستر پر ہیں اور شیروشکر کی طرح ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا کہ تابع کون ہے اور متبوع کون اور تبعیت کس کے لئے ہے نسبت کے اتحاد میں تغائر کی نسبت کچھ گنجائش نہیں۔

کامل تابعدار

کامل تابعدار وہ شخص ہے جو متابعت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ ہو اور وہ شخص جس میں متابعت کے بعض درجے ہیں اور بعض نہیں ہیں، درجوں کے اختلاف کے بموجب مجمل طور پر تابع ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا مقام

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے ان کی فقاہت کی باریکی سے تھوڑا سا حصہ حاصل کیا ہے۔ فرمایا ہے کہ الفقھاء کلھم عیال ابی حنیفۃ۔ (فقہاء سب ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں) ان کم ہمتوں کی جرات پر افسوس ہے کہ اپنا قصور دوسروں کے ذمے لگاتے ہیں۔

اور یہ جو خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے فصول ستہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔ ممکن ہے کہ اسی مناسبت کے باعث جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے لکھا ہو۔ یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا۔ نہ یہ کہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے کیونکہ حضرت روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے برتر ہے کہ علماء امت کی تقلید کریں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہیں حتیٰ کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانتے اور اپنی رائے پر مقدم سمجھتے ہیں اور ایسے ہی صحابہؓ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر مقدم جانتے ہیں۔ دوسروں کا ایسا حال نہیں پھر بھی مخالف ان کو صاحب رائے کہتے ہیں اور بہت بے ادبی کے لفظ ان کی

طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ سب لوگ ان کے کمال علم و ورع وتقویٰ کا اقرار کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق دے کہ دین کے سردار اور اہل اسلام کے رئیس کو بیزار نہ کریں اور اسلام کے سواد اعظم کو ایذا نہ دیں۔

یریدون ان یطفؤا نور اللہ

''یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں''۔

فقہ کا بانی حضرت ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ہے اور فقہ کے تین حصے اس کو مسلم ہیں اور باقی چوتھے حصہ میں سب شریک ہیں۔ فقہ میں صاحب خانہ وہی ہے اور دوسرے سب اس کے عیال ہیں۔ باوجود اس مذہب کے التزام کے مجھے امام شافعیؒ سے محبت ذاتی ہے اور میں ان کو بزرگ جانتا ہوں اسی واسطے بعض اعمال نافلہ میں ان کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں لیکن کیا کروں کہ دوسرے لوگ باوجود کمال علم وتقویٰ کے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ کے مقابلہ میں بچوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

''پوری پوری حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے''۔

معرفت الٰہیہ احکام شرعیہ کے اتباع کا ثمرہ ہے

شریعت کو لازم پکڑنے والے اور شریعت میں سستی کرنے والے کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ جو شخص شریعت کا التزام رکھتا ہے وہ صاحب معرفت ہے۔ جس قدر یہ التزام زیادہ ہوگا اسی قدر معرفت زیادہ ہوگی۔ جو شخص شریعت میں سست ہے معرفت میں بے نصیب ہے اور جو کچھ وہ اپنے خیال فاسد میں رکھتا ہے اگر چہ بیچ ہے استدراج کی قسم سے ہے جس میں جوگی اور برہمن اس کے ساتھ شریک ہیں۔ کل حقیقة ردته الشریعة فهو زندقةٌ وَاِلْحَادٌ ''جس حقیقت کو شریعت نے رد کر دیا وہ زندقہ اور الحاد ہے''۔

الہام کی ضرورت

سوال:۔ جب دین کتاب وسنت سے کامل ہو گیا۔ پھر کمال کے بعد الہام کی کیا حاجت ہے اور وہ کون سی کمی ہے جو الہام سے پوری ہوتی ہے۔

جواب:۔ الہام دین کے پوشیدہ کمالات کا ظاہر کرنے والا ہے نہ کہ دین میں زیادہ کمالات کا ثابت کرنے والا۔ جس طرح اجتہاد احکام کا مظہر ہے اسی طرح الہام ان دقائق واسرار کا مظہر ہے جو اکثر لوگوں کو سمجھ میں نہ آتے اگر چہ اجتہاد اور الہام میں واضح فرق ہے کہ وہ رائے کی طرف منسوب ہے اور یہ رائے کے پیدا کرنے والے جل شانہ کی طرف۔

پس الہام میں ایک قسم کی اصالت پیدا ہوگئی جو اجتہاد میں نہیں۔ الہام نبیؐ کے اس اعلام کی مانند ہے جو سنت کا ماخذ ہے جیسے کہ او پر گزر چکا۔ اگر چہ الہام ظنی ہے اور وہ اعلام قطعی۔

ربنا اٰتنا من لدنک رحمة وهیٔ لنا من امرنا رشدا.

''یا اللہ! تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کاموں میں ہماری بہتری اور بھلائی نصیب کر''۔

درود شریف کے علاوہ بھی ہر ذکر کا ثواب رسول اللہ ﷺ کو پہنچتا ہے

کچھ مدت تک میں حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوٰۃ میں مشغول رہا اور قسم قسم کے درود وصلوٰۃ بھیجتا رہا اور بہت سے دنیاوی فائدے اور نتیجے پاتا رہا اور ولایتِ خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اسرار و دقائق کا مجھ پر فیضان ہوتا رہا۔ کچھ مدت تک اسی طرح کرتا رہا۔ اتفاقاً اس التزام میں فرق آ گیا اور اس اشتغال کی توفیق نہ رہی۔ صرف صلوٰۃ موقتہ پر کفایت کی۔ اس وقت بھی یہی اچھا معلوم ہوتا تھا کہ صلوٰۃ کی بجائے تسبیح وتہلیل وتقدیس میں مشغول رہوں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ شاید اس میں کوئی حکمت ہوگی دیکھیں کیا ظاہر ہوتا ہے؟

پس اللہ تعالیٰ کی عنایت سے معلوم ہوا کہ اس وقت ذکر کرنا صلوٰۃ و درود بھیجنے سے بہتر ہے۔ درود بھیجنے والے کے لئے بھی اور جس کی طرف درود بھیجا جاتا ہے اس کے لئے بھی دو وجہ سے۔

وجہ اول:۔ یہ ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے:۔

من شغله ذكری عن مسئلتی اعطیته افضل مااعطی السائلین.

''جس کو میرے ذکر نے مجھ سے سوال کرنے سے روک رکھا تو میں اس کو تمام سائلین سے بڑھ کر دیتا ہوں''۔

دوسری وجہ:۔ یہ ہے کہ جب ذکر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ماخوذ ہے تو اس کا ثواب جس قدر ذاکر کو پہنچتا ہے اسی قدر

ثواب آنحضرت ﷺ کو بھی پہنچتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

من سن سنة فله اجرها و اجر من عمل بها.

''جس شخص نے کسی نیک سنت کو جاری کیا اس کو اس کا اپنا اجر بھی ملے گا اور اس شخص کا بھی جو اس پر عمل کرے گا''۔

اسی طرح جو نیک عمل امتوں سے وجود میں آتا ہے اس عمل کا اجر جس طرح عامل کو پہنچتا ہے اسی طرح پیغمبر کو بھی جو اس عمل کا واضع ہے پہنچتا ہے بغیر اس کے کہ عامل کے اجر کو کچھ کم کریں اس بات کی ضرورت نہیں کہ عمل کرنے والا پیغمبر علیہ السلام کی نیت پر عمل کرے۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ کا عطیہ ہے عامل کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ ہاں اگر عامل سے پیغمبرؑ کی نیت بھی ظاہر ہو جائے تو عامل کے زیادہ اجر کا باعث ہے اور یہ زیادتی بھی پیغمبر کی طرف عائد ہوگی۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے''۔

عالم صوفی کبریت احمر ہے

آپ نے سنا ہوگا کہ خبر میں آیا ہے کہ قیامت کے دن علماء کی سیاہی کو فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ وزن کریں گے اور اس سیاہی والا پلہ اس خون والے پلے پر راجح اور غالب آ جائے گا۔ باقی امت کے لوگوں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی جو کچھ رکھتے ہیں طفیلی اور ضمنی ہے۔ اصل اصل سے ہے اور فرع اصل سے مستنبط ہے۔

اس بیان سے اس امت کے داعیان اور مبلغین کی فضیلت معلوم کرنی چاہئے۔ اگرچہ دعوت و تبلیغ میں بہت سے درجات ہیں اور اعیان و مبلغین اپنے اپنے درجات میں متفاوت ہیں۔ علماء تبلیغ ظاہری کے ساتھ مخصوص ہیں اور صوفیہ باطن کے ساتھ اہتمام رکھتے ہیں اور جو کوئی عالم صوفی ہے وہ کبریت احمر یعنی اکسیر ہے اور ظاہری و باطنی دعوت و تبلیغ کے لائق ہے اور پیغمبر ﷺ کا نائب و وارث ہے۔

پہلے شیخ سے مناسبت یا فائدہ نہ ہونے کی بنا پر اسے چھوڑ کر دوسرے شیخ کے پاس جانا

جاننا چاہئے کہ مقصود حق تعالیٰ ہے اور پیر حق تعالیٰ کی جناب تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ اگر طالب رشید اپنے آپ کو کسی اور شیخ کے پاس لے جائے اور اس کی صحبت میں اپنے دل کو جمع پائے تو جائز ہے کہ پیر کی زندگی میں پیر کے اذن کے بغیر طالب اس شیخ کے پاس جائے اور اس سے رشد و ہدایت طلب کرے لیکن چاہئے کہ پیر اول کا انکار نہ کرے اور نیکی کے ساتھ اس کو یاد رکھے۔ خاص کر اس وقت کی پیری مریدی جو محض رسم و عادات کے طور پر ہے۔ جب اس وقت کے پیروں کو اپنی خبر نہیں اور کفر و ایمان کا پتہ نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی کیا خبر بتلائیں گے اور مریدوں کو کون سا راستہ دکھلائیں گے۔

ایسے مرید پر ہزار ہا افسوس ہے کہ اس طرح کے پیر پر اعتقاد کر کے بیٹھ رہے اور دوسرے کی طرف رجوع نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کا راستہ تلاش نہ کرے۔ یہ شیطانی خطرات ہیں جو پیر ناقص کی زندگی کے باعث طالب کو حق تعالیٰ سے ہٹا رکھتے ہیں۔ جہاں دل کی جمعیت اور ہدایت ہو بے توقف ادھر رجوع کرنا چاہئے۔ اور شیطانی وسوسہ سے پناہ مانگنی چاہئے۔

نماز کو صحیح طریقہ سے پڑھنے کی تاکید

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ چوروں میں سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔ حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نماز سے کس طرح چراتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع و سجود کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع و سجود میں اپنی پیٹھ کو ثابت نہیں رکھتا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز ادا کرتے دیکھا کہ رکوع سجود پورا نہیں کرتا تو فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو دین محمدؐ پر تیری موت نہ ہوگی۔ یعنی تو دین محمدؐ کے برخلاف کریگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی کی نماز پوری نہیں ہوگی جب تک رکوع کے بعد سیدھا نہ کھڑا ہوا اور اپنی

پیٹھ کو ثابت نہ رکھے اور اس کا ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت اپنی پشت کو درست نہیں رکھتا اور ثابت نہیں رکھتا اس کی نماز تمام نہیں ہوتی۔

حضرت رسالت مآب ﷺ ایک نمازی کے پاس سے گزرے دیکھا کہ احکام وارکان وقومہ وجلسہ بخوبی ادا نہیں کرتا' تو فرمایا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو قیامت کے دن تو میری امت میں نہ اٹھے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص ساٹھ سال تک نماز پڑھتا رہتا ہے اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ ایسا وہ شخص ہے جو رکوع وسجود کو بخوبی ادا نہیں کرتا۔

لکھتے ہیں کہ زید بن وہب نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع وسجود بخوبی ادا نہیں کرتا اس مرد کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تو کب سے اس طرح کی نماز پڑھ رہا ہے؟ اس نے کہا کہ چالیس سال سے۔ فرمایا کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں تیری کوئی نماز نہیں ہوئی اگر تو مر گیا تو نبی ﷺ کی سنت پر نہ مرے گا۔

پس نماز کو پوری طرح ادا کرنا چاہئے۔ تعدیل ارکان رکوع وسجود اور قومہ وجلسہ اچھی طرح بجالانا چاہئے۔ دوسروں کو بھی فرمانا چاہئے کہ نماز کو کامل طور پر ادا کریں اور طمانیت اور تعدیل ارکان میں کوشش کریں کیونکہ اکثر لوگ اس دولت سے محروم ہیں اور یہ عمل متروک ہو رہا ہے۔

دشمنوں کے غلبہ اور خوف کے وقت کا ایک عمل

دشمنوں کے غلبہ اور خوف کے وقت امن وامان کے لئے سورۃ **لایلف** کا پڑھنا خوب ہے۔ ہر دن اور رات کو کم از کم گیارہ گیارہ بار پڑھا کریں۔

حدیث نبویؐ میں آیا ہے کہ

من نزل منزلاً ثم قال اعوذ بکلمات اللہ التامات کلھا من شر ما خلق لایضرہ شیٔ حتیٰ ارتحل من منزلہ.

''جو شخص کسی جگہ اترے اور اعوذ بکلمات اللہ الخ پڑھے۔ وہاں سے کوچ کرنے تک اس کو کوئی چیز ضرر نہ دے گی''۔

دین کی اصل پرہیزگاری ہے

حق تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے اپنے بندوں پر مباحات کا دائرہ وسیع کیا ہے۔ وہ شخص بہت ہی بدبخت ہے جو اپنی تنگدلی کے باعث اس وسعت کو تنگ خیال کر کے اس دائرہ وسیع کے باہر قدم رکھے اور حدود شرعیہ سے نکل کر مشتبہ اور محرم میں جا پڑے حدود شرعیہ کو لازم پکڑنا چاہئے اور ان حدود سے سر مو تجاوز نہ کرنا چاہئے۔ رسم وعادت کے طور پر نماز پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والے بہت ہیں لیکن پرہیزگار جو حدود شرعیہ کی محافظت کریں بہت کم ہیں۔ وہ فارق یعنی فرق کرنے والی شے جو حق کو باطل سے اور جھوٹے کو سچے سے جدا کرے یہی پرہیزگاری ہے کیونکہ نماز وروزہ تو جھوٹا اور سچا دونوں ادا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **مـلاک دینکم الورع** (دین کا اصل پرہیزگاری) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے **لاتعدل بالرعة شیئا**۔ ''پرہیزگاری کے برابر اور کوئی شے نہیں''۔

زندگی کی قیمت پہچانیں ورنہ محرومی ہوگی

وقت گزرتا چلا جا رہا ہے اور جوں جوں گزرتا ہے عمر کم ہوتی جاتی ہے اور موت نزدیک آتی جاتی ہے۔ اگر آپ نے آج فکر نہ کی تو کل ندامت وحسرت اٹھانی پڑے گی۔ کوشش کرنی چاہئے کہ یہ چند روزہ زندگی شریعت غرا کے موافق بسر ہو جائے تا کہ نجات کی امید ہو۔ اب عمل کا وقت ہے عیش وآرام کا وقت ابھی آگے ہے۔ جب اس عمل کا پھل ملے گا۔ عمل کے وقت آرام کرنا گویا اپنی کھیتی کو کچا کھا جانا اور اس کے پھل سے محروم رہنا ہے۔ زیادہ لکھنا موجب تکلیف ہے۔ ظاہری باطنی دولت آپ کے نصیب ہو۔

مخلوق کے ساتھ احسان کرنا بڑی نیکی ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

الخلق عیال اللہ واحب الخلق الی اللہ من احسن الیٰ عیالہ

''خلق اللہ تعالیٰ کا عیال ہے اور مخلوقات میں سے زیادہ پیارا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو اس کے عیال کے ساتھ احسان کرے''۔

حق تعالیٰ بندوں کے رزق کا متکفل ہے اور مخلوقات اس کے عیال کی طرح ہے۔ جو شخص کسی کے عیال کے ساتھ غمخواری کرے اور اس کے بوجھ کو اٹھائے تو وہ شخص اس عیال والے شخص کے نزدیک بہت محبوب ہوگا کیونکہ اس نے اس کو سبکسار کر دیا ہے۔ اور اس کا بار مؤنت اپنے ذمے لے لیا ہے۔

کشف وکرامت کی پوری تحقیق پرمبنی ایک اہم مکتوب

خوارق وکرامات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں جس طرح علماء خوارق کے حاصل کرنے کے لئے مکلف نہیں ہیں اسی طرح اولیاء بھی خوارق کے ظہور پر مکلف نہیں ہیں کیونکہ ولایت قرب الٰہی سے مراد ہے جو ماسوا اللہ کے نسیان کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ بعض کو یہ قرب عطا فرماتے ہیں لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع نہیں بخشتے اور بعض کو یہ قرب بھی دیتے ہیں اور غائبانہ اشیاء کی اطلاع بھی بخشتے ہیں اور بعض کو قرب کچھ نہیں دیتے لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع دے دیتے ہیں۔

یہ تیسری قسم کے لوگ اہل استدراج ہیں۔ نفس کی صفائی نے ان کو غائبانہ کشف میں مبتلا کر کے گمراہی میں ڈالا ہے۔

صاحب عوارف جو شیخ الشیوخ ہیں اور تمام گروہوں میں مقبول ہیں اپنی کتاب عوارف میں اس امر کی تصریح کرتے ہیں۔ اگر کسی کو میری بات کا یقین نہ ہو تو اس کتاب میں دیکھ لے۔ وہاں کرامات خوارق کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ کرامات وخوارق اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض کو کشف وکرامات کے ساتھ مشرف فرماتے ہیں اور یہ دولت عطا فرماتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک شخص زیادہ اعلیٰ رتبہ رکھتا ہے۔ لیکن خوارق وکرامات اس کو کچھ حاصل نہیں ہوتے۔ کیونکہ کرامات یقین کی زیادہ تقویت کے لئے عطا فرماتے ہیں اور جب کسی کو صرف یقین حاصل ہو چکا ہو تو اس کو کرامات کی کیا حاجت ہے۔ یہ سب کرامات ذکر ذات اور اس میں قلب کے فانی ہونے کے ماسوا ہیں جو اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

ولی اور غیر ولی کی پہچان کیسے ہو؟

سوال:...... جب خوارق کا ظاہر ہونا ولایت میں شرط نہیں تو پھر ولی غیر ولی سے کس طرح متمیز ہو سکتا ہے؟ اور سچا جھوٹے سے کس طرح جدا ہو سکتا ہے؟

جواب:...... گو متمیز نہ ہو اور جھوٹا سچے کے ساتھ ملا رہے۔ کیونکہ حق کا باطل کے ساتھ ملا رہنا اس جہان کے لوازم میں سے ہے۔ ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا ضروری نہیں۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ اپنی ولایت کا علم نہیں رکھتے تو پھر دوسروں کو ان کی ولایت کا علم کس طرح ہوگا؟ ہاں نبیؐ کے لئے خوارق کا ہونا ضروری ہے تاکہ نبی اور غیر نبی میں تمیز ہو سکے۔ کیونکہ نبی کے لئے اپنی نبوت کا علم ہونا ضروری ہے اور ولی چونکہ اپنے نبی کی شریعت کے موافق دعوت کرتا ہے نبیؐ کا معجزہ اس کے لئے کافی ہے اور اگر ولی اپنے پیغمبر کی شریعت کے سوا دعوت کرتا تو اس کے لئے خوارق کا ہونا ضروری تھا لیکن جب اس کی دعوت اپنے نبی کی شریعت پر مخصوص ہے تو پھر اس کے لئے خوارق کی حاجت نہیں۔ علماء صرف ظاہر شریعت کے موافق دعوت کرتے ہیں اور اولیاء شریعت کے ظاہر اور باطن کے موافق دعوت کرتے ہیں۔ اول مریدوں اور طالبوں کو توبہ وانابت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور احکام شرعیہ کے بجا لانے کی ترغیب دیتے ہیں پھر ذکر الٰہی بتاتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ تمام اوقات ذکر میں مشغول رہیں تاکہ ذکر غالب آ جائے اور مذکور کے سوا دل میں کچھ نہ رہے اور مذکور کے ماسوا کا نسیان یہاں تک ہو جائے کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی اس کو یاد دلائیں تو اس کو یاد نہ آئے۔

ظاہر ہے کہ ولی کو اس دعوت کے لئے جو شریعت کے ظاہر وباطن سے تعلق رکھتی ہے خوارق کی کیا ضرورت ہے۔ پیری ومریدی اس دعوت سے مراد ہے جس کا خوارق وکرامات سے تعلق واسطہ نہیں۔

سبحان اللہ

باب ۱۱

مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ

اس باب میں مثنوی مولانا رومؒ سے حکایات کا انتخاب پیش ہے۔

حضرت مولانا روم کی مثنویؒ اپنے اسلامی روح کے تحفظ کی صلاحیت والے مضامین اور حکیمانہ اسلوب کی وجہ سے صدیوں سے اہل علم وعرفان اور عوام وخواص کے ہاں مقبول عام چلی آ رہی ہے۔

اگر اس ''دینی دستر خوان'' میں یہ نعمت نہ ہوتی تو یقیناً یہ بہت بڑی کمی رہ جاتی۔

ذکر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

رو بہے کہ ہست او اشیر پشت
بشکند کلہ پلنگاں رامشت

مولانا رومیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ لومڑی کی بزدلی ضرب المثل ہے لیکن جس لومڑی کی کمر پر شیر کا ہاتھ ہو کہ گھبرانا مت۔ میں تیرے ساتھ ہوں تو باوجود ضعیف الہمت ہونے کے اس پشت پناہی کے فیض سے اس قدر باہمت ہو جائے گی کہ چیتوں کا کلہ ایک گھونسے میں توڑ ڈالے گی اور شیر پر نظر ہونے کے سبب چیتوں سے ہرگز خائف نہ ہوگی۔ یہی حال حق تعالیٰ کے خاص بندوں کا ہوتا ہے کہ وہ باوجود خستہ حال، شکستہ تن، فاقہ زدہ زرد چہروں کے باطل کی اکثریت سے خائف نہیں ہوتے۔ (یعنی عقلاً ورنہ طبعی خوف کاملین کو بھی ہوتا ہے جو منافی کمال نہیں)

ایک صاحب حال بزرگ اسی قوت کو فرماتے ہیں کہ

رخ زرین من منگر کہ پائے آہنیں دارم
چہ می دانی کہ در باطن چہ شاہے ہمنشیں دارم

اے لوگو! میرے زرد چہرے کو مت دیکھو کیونکہ میں لوہے کے پیر رکھتا ہوں۔ تم کو کیا خبر کہ میں اپنے باطن یعنی قلب میں شہنشاہ حقیقی سے تعلق رکھتا ہوں۔ اسی مضمون کے تحت حضرت مولانا رومیؒ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ نظم فرمایا ہے کہ ایک بار حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ایک قلعہ کو فتح کرنے کے لئے تنہا اس قوت سے حملہ آور ہوئے کہ معلوم ہوتا تھا گویا وہ قلعہ ان کے گھوڑے کے تالو کے روبرو ایک گھونٹ کے برابر ہے۔ یہاں تک کہ قلعہ والوں نے خوف سے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور کسی کی تاب نہ ہوئی کہ مقابلہ کے لئے ان کے سامنے آوے۔

بادشاہ نے وزیر سے مشورہ کیا کہ اس وقت کیا تدبیر کرنی چاہیے۔ وزیر نے کہا کہ تدبیر صرف یہی ہے کہ آپ جنگ کے تمام منصوبوں اور ارادوں کو ختم کر کے اس باہمت شخص کے سامنے شمشیر اور کفن لے کر حاضر ہو جایئے اور ہتھیار ڈال دیجئے۔ بادشاہ نے کہا کہ آخر وہ تنہا ایک شخص ہی تو ہے پھر ایسی رائے مجھے کیوں دی جاتی ہے! وزیر نے کہا کہ آپ اس شخص کی تنہائی کو بے وقعتی کی نگاہ سے نہ دیکھئے ذرا آنکھیں کھولئے اور قلعہ کو دیکھئے کہ سیماب (پارہ) کی طرح لرزاں ہے اور اہل قلعہ کو دیکھئے کہ بھیڑوں کی طرح گردنیں نیچی کئے کیسے سہمے ہوئے ہیں۔ یہ شخص اگرچہ تنہا ہے لیکن اس کے سینہ میں جو دل ہے وہ عام انسانوں جیسا نہیں ہے۔ اس کی عالی ہمتی دیکھئے کہ اتنی بڑی مسلح اکثریت کے سامنے تنہا شمشیر برہنہ لئے کس ثابت قدمی اور فاتحانہ انداز سے اعلان جنگ کر رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشرق و مغرب کی تمام فوجیں اس کے ساتھ ہیں۔ وہ تنہا بمنزلہ لاکھوں انسانوں کے ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ قلعہ سے جو سپاہی بھی اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا جاتا ہے وہ اس کے گھوڑے کی ٹاپ کے نیچے پڑا نظر آتا ہے۔ جب میں نے ایسی عظیم الشان انفرادیت دیکھ لی تو پھر اے بادشاہ آپ کی اس اکثریت سے کچھ بھی نہ بن پڑے گا۔ آپ کثرت اعداد کا اعتبار نہ کریں اصل چیز جمعیت قلب ہے اور یہ قوت اس شخص کے قلب میں بے پناہ ہے اور یہ نعمت بعد مجاہدات حصول تعلق مع اللہ کی برکت سے عطا ہوتی ہے اور اس عطاء حق کو تم اس حالت کفر میں ہرگز حاصل نہیں کر سکتے۔ لہذا فی الحال تمہارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اس جاں باز مرد مومن کے سامنے ہتھیار ڈال دو اور قلعہ کا دروازہ کھول دو کیونکہ یہ اکثریت بالکل بے کار ہے۔

قصہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک رات حضرت سلطان محمودؒ شاہی لباس اتار کر عام لباس میں رعیت کی نگرانی کے لئے تنہا گشت فرما رہے تھے کہ اچانک چوروں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ آپس میں کچھ مشورہ کر رہا ہے۔ چوروں نے سلطان محمود کو دیکھ کر دریافت کیا کہ

اے شخص تو کون ہے؟

بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی میں سے ایک ہوں۔ وہ لوگ سمجھے کہ یہ بھی کوئی چور ہے اس لئے ساتھ لے لیا۔ پھر آپس میں باتیں کرنے لگے اور یہ مشورہ ہوا کہ ہر ایک اپنا اپنا ہنر بیان کرے تا کہ وہی کام اس کے سپرد کر دیا جاوے۔ ایک نے کہا صاحبو! میں اپنے کانوں میں ایسی خاصیت رکھتا ہوں کہ کتا جو کچھ اپنی آواز میں کہتا ہے میں سب سمجھ لیتا ہوں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

دوسرے نے کہا کہ میری آنکھوں میں ایسی خاصیت ہے کہ جس شخص کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا ہوں اس کو دن میں بلا شک وشبہ پہچان لیتا ہوں۔

تیسرے نے کہا کہ میرے بازوؤں میں ایسی خاصیت ہے کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں یعنی گھر میں داخل ہونے کے لئے مضبوط دیوار میں بھی ہاتھ سے سوراخ کر دیتا ہوں۔

چوتھے نے کہا کہ میری ناک میں ایسی خاصیت ہے کہ مٹی سونگھ کر معلوم کر لیتا ہوں کہ اس جگہ خزانہ مدفون ہے یا نہیں۔ جیسے مجنوں نے بغیر بتلائے ہوئے خاک سونگھ کر معلوم کر لیا تھا کہ اس جگہ لیلیٰ کی قبر ہے۔

ہمچو مجنوں بوکنم ہر خاک را
خاک لیلیٰ را بیابم بے خطا

پانچویں شخص نے کہا کہ میرے پنجہ میں ایسی قوت ہے کہ محل خواہ کتنا ہی بلند ہو لیکن میں اپنے پنجہ کے زور سے کمند کو اس محل کے کنگرہ میں مضبوط لگا دیتا ہوں اور اس طرح مکان میں آسانی سے داخل ہو جاتا ہوں۔

پھر سب نے مل کر بادشاہ سے دریافت کیا کہ اے شخص تیرے اندر کیا ہنر ہے جس سے چوری کرنے میں مدد مل سکے۔ بادشاہ نے جواب دیا

مجرماں راچوں بجلا داں دہند
چوں بجنبد ریشمن ایشاں رہند

(رومی)

ترجمہ:۔ میری داڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ پھانسی کے مجرموں کو جب جلادوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے اس وقت اگر میری داڑھی ہل جاتی ہے تو سب اسی وقت رہائی پا جاتے ہیں یعنی جب میں ترحم سے داڑھی ہلا دیتا ہوں تو مجرمین کو قتل کی سزا سے فی الفور نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی چوروں نے کہا۔

قوم گفتندش کہ قطب ما توئی
روز محنت ہا خلاص ما توئی

ترجمہ: اے ہمارے قطب! چونکہ یوم مشقت میں خلاصی کا ذریعہ آپ ہی ہیں یعنی اگر ہم پکڑے جاویں تو آپ کی برکت سے چھوٹ جاویں گے اس لئے اب ہم سب کو بے فکری ہو گئی کیونکہ اوروں کے پاس تو صرف ایسے ہنر تھے جن سے چوری کی تکمیل ہوتی تھی لیکن سزا کے خطرہ سے بچانے کا ہنر کسی کے پاس نہ تھا۔ یہی کسر باقی تھی جو آپ کی وجہ سے پوری ہو گئی اور سزا کا خطرہ بھی ختم ہو گیا بس اب کام میں لگ جانا چاہئے۔ اس مشورہ کے بعد سب نے قصر شاہ محمود کی طرف رخ کیا اور شاہ خود بھی ان کے ہمراہ ہو گیا۔ راستہ میں کتا بھونکا تو کتے کی آواز سمجھنے والے نے کہا کہ کتے نے کہا ہے کہ تمہارے ساتھ بادشاہ بھی ہے۔ لیکن اس کی بات کی طرف چوروں نے دھیان نہ دیا کیونکہ لالچ ہنر کو پوشیدہ کر دیتا ہے

صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد
چوں غرض آمد، ہنر پوشیدہ شد

ایک نے خاک سونگھی اور بتا دیا کہ شاہی خزانہ یہاں ہے ایک نے کمند پھینکی اور شاہی محل میں داخل ہو گیا۔ نقب زن نے نقب لگا دی اور آپس میں خزانہ تقسیم کر لیا اور جلدی جلدی ہر ایک نے مال مسروقہ پوشیدہ کر لیا۔ بادشاہ نے ہر ایک کا حلیہ پہچان لیا اور ہر ایک کی قیام گاہ کے راستوں کو محفوظ کر لیا۔ اور اپنے کو ان سے مخفی کر کے محل شاہی کی طرف واپس ہو گیا۔

بادشاہ نے دن کو عدالت میں شب کا تمام ماجرا بیان کر کے سپاہیوں کو حکم دیا کہ سب کو گرفتار کر لو اور سزاء قتل سنا دو۔ جب وہ سب کے سب مشکیں کسی ہوئی عدالت میں حاضر ہوئے تو تخت شاہی کے سامنے ہر ایک خوف سے کانپنے لگا لیکن وہ چور جس کے اندر یہ خاصیت تھی کہ جس کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا دن میں بھی اس کو بے شبہ پہچان لیتا وہ مطمئن تھا۔ اس پر خوف کے ساتھ رجاء کے آثار بھی نمایاں تھے۔ یعنی ہیبت سلطانی اور قہر انتقامی سے ترساں اور لطف

سلطانی کا امیدوار تھا کہ حسب وعدہ جب مراحم خسروانہ سے داڑھی ہل جائے گی تو فی الفور خلاصی ہو جاوے گی اور حسب وعدہ میں اپنے تمام گروہ کو بھی چھڑالوں گا کیونکہ غایت مروت سے بادشاہ اپنے جان پہچان والے سے اعراض نہ کرے گا بلکہ عرض قبول کر کے سب کو چھوڑ دے گا۔

اس شخص کا چہرہ خوف اور امید سے کبھی زرد کبھی سرخ ہو رہا تھا کہ بادشاہ نے محمود جلالت خسروانہ کے ساتھ حکم نافذ فرمایا کہ ان سب کو جلادوں کے سپرد کر کے دار پر لٹکا دو اور چونکہ اس مقدمہ میں سلطان خود شاہد ہے اس لئے کسی اور کی گواہی ضروری نہیں۔ یہ سنتے ہی اس شخص نے دل کو سنبھال کر ادب سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اجازت حاصل کر کے اس نے کہا حضور! ہم میں سے ہر ایک نے اپنے مجرمانہ ہنر کی تکمیل کر دی۔ اب خسروانہ ہنر کا ظہور حسب وعدہ فرما دیا جائے۔ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ میری داڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ اگر کرم سے ہل جاوے تو مجرم خلاصی پا جاوے۔ لہٰذا اے بادشاہ! اب اپنی داڑھی ہلا دیجئے تاکہ آپ کے لطف کے صدقہ میں ہم سب اپنے جرائم کی عقوبت وسزا سے نجات پا جائیں۔ ہمارے ہنروں نے تو ہمیں دار تک پہنچا دیا اب صرف آپ ہی کا ہنر ہمیں اس عقوبت سے نجات دلا سکتا ہے۔ آپ کے ہنر کے ظہور کا یہی وقت ہے۔ ہاں کرم سے جلد داڑھی ہلا دیئے کہ خوف سے ہمارے کلیجے منہ کو آرہے ہیں۔ اپنی داڑھی کی خاصیت سے ہم سب کو جلد مسرور فرما دیجئے۔

سلطان محمود اس گفتگو سے مسکرایا اور اس کا دریائے کرم مجرمین کی فریاد و نالہ اضطرار سے جوش میں آ گیا ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی خاصیت دکھا دی۔ حتیٰ کہ تمہارے کمال اور ہنر نے تمہاری گردنوں کو مبتلا قہر کر دیا بجز اس شخص کے کہ یہ سلطان کا عارف تھا اور اس کی نظر نے رات کی ظلمت میں ہمیں دیکھ لیا تھا اور ہمیں پہچان لیا تھا پس اس شخص کی اس نگاہ سلطان شناس کے صدقہ میں تم سب کو رہا کرتا ہوں۔ مجھے اس پہچاننے والی آنکھ سے شرم آتی ہے کہ میں اپنی داڑھی کا ہنر ظاہر نہ کروں۔

حضرت سلطان شاہ ابراہیم بن ادھم

عشق حقیقی نے ان سے سلطنت بلخ چھڑا کر دس برس تک بحالت جذب غار نیشاپور میں مشغول عبادت رکھا اور باطنی سلطنت سے نوازا۔

ع سن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ رات کو بالا خانے پر سو رہے تھے کہ اچانک پاؤں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ گھبرائے کہ رات کے وقت شاہی بالا خانہ پر کون لوگ ایسی جرأت کر سکتے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اے واردین کرام آپ کون لوگ ہیں؟ یہ فرشتے تھے جو حق تعالیٰ کی طرف سے غفلت زدہ دل پر چوٹ لگانے آئے تھے۔ فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم یہاں اپنا اونٹ تلاش کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ حیرت ہے کہ شاہی بالا خانہ پر اونٹ تلاش کیا جا رہا ہے۔ ان حضرات نے جواب دیا کہ ہمیں اس سے زیادہ حیرت آپ پر ہے کہ اس ناز پروری اور عیش میں خدا کو تلاش کیا جا رہا ہے۔

یہ کہہ کر وہ رجال غیب تو غائب ہو گئے لیکن بادشاہ کے دل پر ایسی چوٹ لگ گئی کہ ملک وسلطنت سے دل سرد ہو گیا۔

الغرض عشق حقیقی نے حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کو ترک سلطنت پر مجبور کر دیا اور عشق کائنات کی تمام لذتوں سے دل کو بےزار کر دیتا ہے۔

آخر کار آدھی رات کو بادشاہ اٹھا کمبل اوڑھا اور اپنی سلطنت سے نکل پڑا۔ سوز عشق کی ایک آہ نے زندان سلطنت کو پھونک دیا اور دست جنوں کی ایک ضرب نے گریبان ہوش کے پرزے اڑا دئے۔

کھینچی جو ایک آہ تو زنداں نہیں رہا
مارا جو ایک ہاتھ گریباں نہیں رہا

سلطنت بلخ ترک کر کے حضرت ابراہیم بن ادھم نیشاپور کے صحرا میں ذکر حق اور نعرہ عاشقانہ بلند کرنے میں مشغول ہو گئے۔

حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے حق تعالیٰ کی محبت میں اگر تاج وتخت چھوڑ دیا تو کیا نادانی کی؟ ہرگز

نہیں! ایک سلطنت بلخ کیا ایسی صدہا سلطنتیں حق تعالیٰ کی راہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی ہیں۔ عاشق صادق تو یہی کہتا ہے

قیمت خود ہر دو عالم گفتئی
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ترجمہ:۔ اے اللہ آپ نے اپنی قیمت دونوں عالم بتائی ہے۔ دونوں عالم کے بدلہ میں اگر آپ مل جاویں تو یہ قیمت تو آپ کی ذات پاک کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ نرخ اور بڑھائیے کہ ابھی بہت ارزانی ہے۔ اور جان دے کر بھی وہ یہی کہتا ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جان بھی انہیں کی چیز تھی اگر ان پر نثار کر دی تو کیا کمال کیا۔

حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے باطن کو ترک سلطنت سے حق تعالیٰ کے قرب کی جو سلطنت لازوال حاصل ہوئی اس کو محسوس کر کے ان کی جان پاک بزبان حال کہہ رہی تھی۔

ملک دنیا تن پرستاں را حلال
ما غلام عشق و ملک لازوال

ترجمہ: دنیا کا ملک تن پرستوں کو مبارک ہو کہ ایک دن یہ ملک اور ملک والے دونوں فنا ہو جائیں گے اور ہمیں عشق کا ملک لازوال مبارک ہو کہ جس پر کبھی فنا نہیں آتی اور جان اس سلطنت عشق کو ساتھ لے کر اللہ کے پاس جاتی ہے۔ اگر چھوٹی سی سلطنت ترک کرنے سے سلطنت لازوال حاصل ہو جاوے تو کیا اس ترک سے کسی عاقل کو تکلیف ہو سکتی ہے یا اگر کسی مکان کی بنیاد میں عظیم خزانہ مدفون ہو تو کیا اس مکان کے انہدام سے کسی عاقل کو غم ہو سکتا ہے۔

حضرت سلطان ابراہیمؒ کو ترک سلطنت سے جو نعمت ملی اور صحرا میں دریا کے کنارے ذکر و عبادت کی جو حلاوت ان کے باطن کو عطا ہوئی اس کا لطف انہیں سے پوچھنا چاہیے۔

حضرت سلطان ابراہیم ادھمؒ نے جب اپنے باطن میں نسبت و تعلق مع اللہ کا بدر کامل روشن دیکھ لیا تو تمام خواہشات نفسانیہ اور ظاہری آرائشوں سے مستغنی ہو گئے۔ تاج و تخت شاہی اور کہاں اب دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے گدڑی سی رہے ہیں۔ ایک دن سلطنت بلخ کا وزیر اس طرف سے گزرا۔

دلق خود می دروخت آں سلطان جاں
یک امیرے آمد آنجانا گہاں

ترجمہ: وہ سلطان جاں اپنی گدڑی سیتا تھا کہ اچانک اس جگہ ایک امیر آ پہنچا۔ بادشاہ کو اس حال میں دیکھ کر اس کور باطن نے انہیں حقارت کی نظر سے دیکھا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ کیا حماقت ہے۔

ترک کردہ ملک ہفت اقلیم را
میزند بر دلق سوزن چو گدا

ترجمہ: ہفت اقلیم کی سلطنت ترک کر کے مثل گداگروں کے گدڑی سی رہے ہیں۔ حضرت سلطان ابراہیم بن ادھمؒ کو بذریعہ کشف علم ہوا کہ یہ شخص میری اس گدائی پر خندہ زن ہے۔ اس وقت آپ نے اپنی کرامت اور باطنی سلطنت کی شوکت کا اظہار فرمایا تاکہ امیر کو اپنے گمان فاسد پر ندامت ہو اور معلوم ہو جاوے کہ حق تعالیٰ سے تعلق کے بعد کیا نعمت حاصل ہوتی ہے۔ پس فوراً اپنی سوئی دریا میں پھینک دی اور با آواز بلند دعا فرمائی کہ اے اللہ میری سوئی عطا فرما دی جاوے۔ سطح دریا پر فوراً ایک لاکھ مچھلیاں نمودار ہو گئیں۔ جن کے لبوں میں ایک ایک سونے کی سوئی تھی۔

جب اس امیر نے یہ کرامت دیکھی تو اپنے فاسد خیالات پر اور اپنی بے خبری پر سخت نادم ہوا اور شرمندگی و ندامت سے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگا

ماہیاں از پیر آگہ ما بعید
ماشقی از دولت و ایشاں سعید

ترجمہ:۔ افسوس کہ مچھلیاں اس شیخ کامل کے مقام سے آگاہ ہیں اور میں انسان ہو کر ناواقف ہوں۔ میں بد بخت اور اس دولت سے محروم ہوں اور مچھلیاں اس معرفت سے سعید و نیک بخت ہیں۔ یہ خیال کر کے اس امیر پر گریہ طاری ہو گیا۔ دیر تک روتا رہا اور اس گریہ ندامت اور شیخ کامل کی تھوڑی سی دیر کی صحبت کی برکت سے اس امیر کی کایا پلٹ گئی اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو گئی۔

شاہ بلخ کی صحبت سے جب اس وزیر کو باطنی سلطنت حاصل ہوگئی تو اسی لمحہ وزارت سے دستبردار ہوگیا اور سلطان کے ساتھ صحرا نشینی اختیار کرلی۔ عمر بھر عقل کی غلامی کی تھی لیکن کام دیوانگی سے ہی بنا۔

فائدہ:۔ اس حکایت میں حق تعالیٰ کی محبت اور آخرت کی نعمت کا دنیا و مافیہا کی تمام نعمتوں سے افضل و احسن و اکبر ہونا بتلایا گیا ہے اور دنیائے فانی سے بے رغبتی کی تعلیم دی گئی ہے۔

خلافت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص خوش الحان چنگ بجایا کرتا تھا اس کی آواز پر مرد وعورت بچے سبھی قربان تھے۔ اگر کبھی مست ہوکر گاتا ہوا جنگل سے گزر جاتا تو چرند پرند اس کی آواز سننے کیلئے جمع ہو جاتے۔ رفتہ رفتہ جب بوڑھا ہوا اور آواز پیری کے سبب بھدی ہوگئی تو عشاق آواز بھی رفتہ رفتہ کنارہ کش ہو گئے۔ اب جدھر سے گزرتا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ نام وشہرت سب رخصت ہو گئے اور ویرانۂ گمنامی میں مثل بوم ٹکرانے لگا اور فاقے پر فاقے گزرنے لگے۔ خلق کی اس خودغرضی کو سوچ کر ایک دن بہت مغموم ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ اے خدا جب میں خوش آواز تھا تو مخلوق مجھ پر پروانہ وار گرتی تھی اور ہر طرف میری خاطر تواضع ہوتی تھی۔ اب بڑھاپے سے آواز خراب ہوگئی تو یہ ہوا پرست اور خودغرض لوگ میرے سایہ سے بھی گریزاں ہو گئے۔ ہائے ایسی بے وفا مخلوق سے میں نے دل لگایا۔ یہ تعلق کس درجہ پرفریب تھا۔ کاش میں آپ کی طرف رجوع ہوا ہوتا اور اپنے شب وروز آپ ہی کی یاد میں گزارتا اور آپ ہی سے امیدیں رکھتا تو آج یہ دن نہ دیکھتا۔ پیر چنگی دل ہی دل میں نادم ہورہا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ اچانک جذب غیبی نے اس کے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

جو گرے ادھر زمین پر مرے اشک کے ستارے
تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا
(اختر راقم الحروف)

پیر چنگی نے ایک آہ کھینچی اور خلق سے منہ موڑ کر دیوانہ وار مدینہ منورہ کے قبرستان میں طرف روانہ ہوگیا اور ایک پرانی وشکستہ قبر کے غار میں جا بیٹھا۔ روتے ہوئے اس نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ آج میں تیرا مہمان ہوں۔ جب ساری مخلوق نے مجھے چھوڑ دیا تو اب بجز تیری بارگاہ کے میرے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں بجز تیرے کوئی میری اس آواز کا خریدار نہیں ہے اے اللہ آشنا بے گانے ہو چکے اپنے پرائے ہو چکے اب سوائے آپ کے میری کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ اے اللہ میں بڑی امیدیں لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اپنی رحمت سے آپ مجھے نہ ٹھکرائیے۔

پرانی قبر کے اس غار میں پیر چنگی اس طرح آہ وزاری میں مشغول تھا اور آنکھوں سے خون دل بہار ہا تھا کہ حق تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الہام ہوا کہ اے عمر! میرا فلاں بندہ جو اپنی خوش آوازی کے سبب زندگی بھر مخلوق میں مقبول ومحبوب رہا ہے اور اب بوجہ پیری آواز خراب ہو جانے سے ساری خلقت نے اسے چھوڑ دیا ہے اور یہ قطع سلسلہ اسباب اور غم ناکامی اس کی ہدایت کا اور میری طرف رجوع کا سبب بن گیا ہے تو اب میری رحمت واسعہ اس کی خریدار ہے۔

اگرچہ زندگی بھر وہ نافرمان وغافل رہا ہے لیکن میں اس کی آہ وزاری کو قبول کرتا ہوں کیونکہ میری بارگاہ کے علاوہ میرے بندوں کے لئے کوئی اور جائے پناہ نہیں۔ پس اے عمر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ بیت المال سے کچھ معتد بہ رقم لے کر اس قبرستان میں جایئے اور میرے بندہ عاجز ومضطر کو میرا سلام پیش کیجئے پھر یہ رقم پیش کر کے کہہ دیجئے کہ آج سے حق تعالیٰ نے تجھے اپنا مقرب بنالیا ہے۔ اور اپنے فضل کو تیرے لئے خاص کر دیا ہے۔ اب تجھے ملول خاطر ہونے کی ضرورت نہیں نہ مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت ہے۔ اے عمرؓ! میرے اس بندے سے کہہ دو کہ حق تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے غیب سے تیری روزی کا انتظام کر دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت ہاتف غیبی سے یہ آواز سنی تو بے چین ہو گئے۔ فوراً اٹھے اور بیت المال سے کچھ رقم لے کر قبرستان کی طرف چل دیئے وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک فرسودہ وشکستہ قبر کے غار میں ایک بڈھا چنگ لئے ہوئے سو گیا ہے اور اس کا چہرہ و داڑھی آنسوؤں سے تر ہے۔

اور اسی اشک ندامت سے اس کو یہ مقام ملا۔

خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قبر کہنہ کے سامنے باادب کھڑے ہوئے انتظار فرما رہے تھے کہ پیر چنگی بیدار ہوں تو ان سے حق تعالیٰ کا سلام و پیام عرض کروں۔ اسی اثناء میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھینک آ گئی جس سے پیر چنگی کی آنکھ کھل گئی۔ خلیفۃ المسلمین کو دیکھ کر غلبہ ہیبت سے وہ کانپنے لگے کہ اس چنگ کی وجہ سے نہ جانے مجھ پر کتنے درے پڑیں گے کیونکہ عہد خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں درہ فاروقی کی شہرت تھی۔ حضرت عمرؓ نے جب دیکھا کہ پیر چنگی لرزہ براندام ہیں تو ارشاد فرمایا کہ خوف مت کرو میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے بہت بڑی خوش خبری لایا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے پیر چنگی کو جب حق تعالیٰ کے الطاف و عنایات اور افضال کا علم ہوا تو اس مشاہدہ رحمت ذخار سے اس پر شکر و ندامت کا حال طاری ہو گیا۔

اس مرد پیر کی گریہ وزاری اور آہ و بکا سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا اور آپ کی آنکھیں اشکبار ہو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص تیری یہ گریہ وزاری تیری باطنی ہوشیاری کی دلیل ہے۔ تیری جان حق تعالیٰ کے قرب سے زندہ اور روشن ہے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں گنہ گار کے آنسوؤں کی بڑی قیمت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت مبارکہ کے فیض سے پیر چنگی پیر طریقت ہو گئے اور اکابر اولیاء اللہ کی صف میں داخل ہو گئے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی کسی بدحالی کی وجہ سے ناامید نہ ہونا چاہیے۔ ہمیشہ حق تعالیٰ کی رحمت سے امید وار رہنا چاہیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مجذوب خدا تعالیٰ کا عاشق صادق بکریاں چرایا کرتا تھا اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں مخلوق سے دور عشق الٰہی میں چاک گریباں روتا پھرتا تھا اور حق تعالیٰ سے درخواست کرتا تھا کہ اے خدا! اے میرے اللہ آپ مجھ کو کہاں ملیں گے اگر آپ مجھ کو مل جاتے تو میں آپ کا نوکر ہو جاتا اور آپ کی گدڑی سیا کرتا اور آپ کے سر میں کنگھی کیا کرتا اور آپ کو کبھی بیماری پیش آتی تو میں آپ کی خوب غمخواری کرتا۔ اے اللہ اگر میں آپ کا گھر دیکھ لیتا تو صبح و شام آپ کے لئے گھی دودھ لایا کرتا اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا اور آپ کے پیروں کی مالش کیا کرتا اور جب آپ کے سونے کا وقت ہو جاتا تو آپ کے سونے کی جگہ کو جھاڑو سے خوب صاف کرتا اے اللہ آپ کے اوپر میری تمام بکریاں قربان ہوں اے اللہ بکریوں کے بہانے سے میں جو الفاظ ہائے ہائے کرتا ہوں وہ دراصل آپ کی محبت کی تڑپ میں کرتا ہوں۔ بکریاں تو صرف بہانہ ہیں۔

اس طرح وہ چرواہا محبت کی باتیں اپنے رب سے کر رہا تھا کہ اچانک موسیٰ علیہ السلام کا اس طرف سے گزر ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ باتیں سنیں تو ارشاد فرمایا کہ اے چرواہے! کیا حق تعالیٰ کو نوکروں کی ضرورت ہے یا ان کے سر ہے کہ تو بالوں میں کنگھا کرے گا یا ان کو بھوک لگتی ہے کہ تو ان کو بکریوں کا دودھ پلائے گا۔ حق تعالیٰ کیا بیمار ہوتے ہیں جو تو ان کی غمخواری کرے گا اے جاہل حق تعالیٰ کی ذات نقصان واحتیاج کی تمام باتوں سے پاک اور منزہ ہے۔ تو جلد توبہ کر تیری ان باتوں سے کفر لازم آتا ہے۔ بے عقل کی دوستی عین دشمنی ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ تیری ان خدمات سے بے نیاز ہیں۔

اس چرواہے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ باتیں سنیں تو بہت شرمندہ ہوا اور غلبہ خوف و یاس اور شدت حزن و اضطراب سے گریبان پھاڑ ڈالا اور روتا ہوا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

(رومی)

ترجمہ: اے موسیٰ تم نے میرے بندے کو مجھ سے کیوں جدا کر دیا۔ تم کو میں نے بندوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے بھیجا ہے نہ کہ جدا کرنے کے لئے تمہارا کام وصل کا تھا نہ کہ فصل کا۔

قصہ حضرت لقمان علیہ السلام

حضرت لقمان علیہ السلام کسی رئیس کے یہاں نوکری

کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی محبت اور معیت سے ان کے اندر ایسے پاکیزہ اور عالی اخلاق و عادات موجود تھے جو انسانیت کی رفعت وشرافت ومقبولیت عنداللہ کے صحیح مصداق تھے اور جن کی تفصیل وتشریح حق تعالیٰ شانہٗ نے سورہ لقمان میں بیان فرمائی ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام کے ان اخلاق عالیہ کا ان کے آقا پر گہرا اثر ہوا یہاں تک کہ اس رئیس نے ان کو اپنا مقرب ومحبوب بنالیا اور خود ان کا محب اور باطناً غلام بن گیا۔

پھر اس رئیس کا یہ معمول ہوگیا کہ ہر نعمت کھانے سے پہلے حضرت لقمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتا اور جب حضرت لقمان علیہ السلام آسودہ ہوکر کھالیتے تو بچا ہوا یہ رئیس کھاتا۔ حضرت لقمان علیہ السلام اس رئیس کی محبت وعادت کی رعایت سے کھالینے کے بعد بقیہ اس کے لئے بھیجدیا کرتے۔ ایک دن خربوزہ کی فصل میں کہیں سے خربوزہ آیا اس وقت حضرت لقمان علیہ السلام موجود نہ تھے رئیس نے ایک غلام کو بھیجا کہ حضرت لقمان علیہ السلام کو بلا لاؤ۔ جب حضرت لقمان علیہ السلام تشریف لائے تو رئیس نے اپنے ہاتھ سے اس خربوزہ کی قاشیں بنائیں اور ایک ایک قاش محبت سے کھلاتا جاتا تھا اور دل ہی دل میں مسرور ہورہا تھا کہ میری اس محبت کا ان پر کیا اثر ہورہا ہوگا۔

حضرت لقمان علیہ السلام خوشی خوشی ہر قاش کھاتے اور شکر بجالاتے یہاں تک کہ ستر قاشیں کھالیں اور ایک قاش باقی رہ گئی تو اس رئیس نے کہا کہ اس کو میں کھاؤں گا تاکہ دیکھوں کہ یہ خربوزہ کتنا شیریں تھا۔ یہ کہہ کر اس نے قاش کو منہ میں رکھا ہی تھا کہ اس کی تلخی سے نوک زبان سے حلق تک آبلے پڑ گئے اور ایک گھنٹہ تک بے ہوش رہا۔ جب افاقہ ہوا تو حضرت لقمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے جان جاں آپ نے کس طرح اس خربوزہ کو حلق سے فرو کیا اور اس قہر کو کس طرح لطف سمجھا۔ جب ایک قاش کھانے سے مجھ پر یہ بلا آئی تو ستر قاشوں کو آپ نے کس طرح برداشت کیا؟

حضرت لقمان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے خواجہ! آپ کے دست نعمت سے صدہا نعمتیں کھائی ہیں جن کے شکر کے بوجھ سے میری کمر خمیدہ ہورہی ہے۔ پس مجھے اس بات سے شرم آئی کہ جس ہاتھ سے اس قدر نعمتیں ملی ہوں اسی ہاتھ سے آج اگر ایک تلخی عطا ہورہی ہے تو اس سے انحراف و روگردانی کروں۔ اے خواجہ! شکر عطا فرمانے والے آپ کے ہاتھ کی لذت نے اس خربوزہ کی تلخی کو شیرینی سے مبدل کردیا۔

حکایت زاہدے کوہی

ایک درویش پہاڑ کی گھاٹی میں گیا اور حق تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں تمام علائق دنیویہ سے رخ پھیر کر اب آپ کی عبادت میں یہاں مقیم رہوں گا اور بھوک سے جب تنگ حال ہوں گا تو آپ ہی کی طرف سے عطا کا منتظر رہوں گا خود نہ کسی مخلوق سے سوال کروں گا نہ اس کوہ وبیابان کے درختوں سے کوئی پھل یا پتہ توڑ کر کھاؤں گا البتہ جو پھل خود بخود ہوا سے زمین پر گریں گے۔ صرف ان کو کھا کر زندگی بسر کروں گا۔ ایک مدت تک یہ فقیر اپنے عہد پر قائم رہا یہاں تک کہ حق تعالیٰ کی طرف سے امتحانات شروع ہوگئے اور اس امتحان کی وجہ یہ تھی کہ اس فقیر نے استثنا نہ کیا تھا یعنی یہ نہ کہا تھا کہ انشاء اللہ میں اس عہد پر قائم رہوں گا اس ترک انشاء اللہ سے چونکہ اس درویش کا دعویٰ وتکبر اور اپنی قوت و ہمت پر ناز صادر ہوا اس لئے اس کی شامت عمل نے اسے سخت امتحان میں گھیر لیا اور اس کے قلب سے وہ نور جاتا رہا جس کی وجہ سے اس کے قلب میں بھوک کی تکلیف برداشت کرنے کی قوت وہمت اچانک بالکلیہ مفقود ہوگئی۔ ادھر حق تعالیٰ نے ہوا کو حکم فرمادیا کہ اس وادی کوہ کی طرف ہوکر نہ گزرے چنانچہ پانچ روز تک ہوا مطلقاً بند ہوجانے سے درخت سے کوئی پھل زمین پر نہ گرا۔ پس بھوک کی شدت سے وہ درویش بے چین ہوگیا۔ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا اور ضعف ونقاہت نے اس کو خود اپنے عہد کی بے وفائی پر مجبور کردیا اور وہ درویش کوہ استقامت سے چاہ ضلالت میں آگرا۔ جب اپنا عہد ونذر فسخ کرکے وہ درختوں سے پھل توڑ کر کھانے لگا تو غیرت حق کو جوش آگیا اور اس فقیر کو سزا دی گئی کیونکہ امر الٰہی **اوفوا بالعهود** ہے (ترجمہ:۔ پورا کرو جو کچھ کہ تم نے عہد کیا ہے)

اب اس فقیر کی سزا کا قصہ سنئے کہ چوروں کا ایک گروہ رات کو اس پہاڑ کے دامن میں ٹھہر گیا۔ ایک مخبر نے کوتوال شہر

کو اطلاع دی کہ آج چوروں کا گروہ فلاں پہاڑ کے دامن میں ٹھہرا ہوا ہے۔ قبل اس کے کہ کوتوال ان چوروں کو گرفتار کرتا اس نے دامن کوہ میں اس درویش کو دیکھا اور سمجھا کہ یہ کوئی چور ہے فوراً گرفتار کر لیا۔ فقیر نے بہت شور مچایا کہ میں چور نہیں ہوں لیکن کوتوال اور سپاہیوں نے ایک نہ سنی اور اس کا داہنا ہاتھ اور بایاں پیر کاٹ ڈالا اسی اثناء میں ایک سوار ادھر سے گزرا اس نے جب یہ قصہ دیکھا تو کوتوال اور اس کے ساتھیوں کو بہت ڈانٹا کہ اے کتے تو نے ایسے نیک اور بزرگ فقیر کے ساتھ یہ کیا سلوک کیا یہ تو فلاں شیخ کامل اور ابدال وقت ہے جس نے دنیا سے کنارہ کش ہو کر اس جگہ خلوت اختیار کی تھی۔ یہ سنتے ہی کوتوال پر لرزہ طاری ہو گیا اور خوف وندامت سے ننگے پیر ننگے سر اس فقیر کی طرف دوڑا اور اپنی غلطی پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور قسم کھا کر عرض کیا کہ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ ایک بزرگ شخص ہیں۔ میں نے غلط فہمی سے آپ کو چوروں کے گروہ کا ایک فرد سمجھ کر یہ معاملہ کیا۔ خدا کے لئے آپ مجھے معاف فرما دیں ورنہ میں ابھی قہر الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاؤں گا۔ درویش نے کہا کہ بھائی تیرا کچھ قصور نہیں ہے میں خود قصور وار ہوں میں نے اپنے مالک سے بدعہدی کی تھی جس کی مجھے یہ سزا ملی ہے۔

فائدہ: اولاً تو ایسی غیر شرعی نذر ہی نہ ماننی چاہیے جیسے کوئی کہدے کہ میں کھانا ہی نہ کھاؤں گا یا پانی ہی نہ پیوں گا وغیرہ درویش کی یہ نذر بھی اسی قسم کی تھی۔ دوسرے یہ کہ کبھی اپنی ہمت وطاقت پر نظر نہ کرے تمام امور میں حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور انہیں سے نصرت طلب کرے اور جس کام کو کرنے کا ارادہ ظاہر کرتو انشاءاللہ کہنا اپنے اوپر لازم کرے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبش کے رہنے والے تھے اور امیہ بن خلف نام کے ایک یہودی کے غلام تھے۔ فضل الٰہی سے جب ان کو ایمان نصیب ہوا تو اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا۔ دشمنان اسلام مسلمانوں کو چین سے دیکھنا نہ چاہتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر چاہتے تو اپنا ایمان مخفی رکھ سکتے تھے اور اس اخفاء کی بدولت کفار کی ایذا رسانی سے محفوظ رہ سکتے تھے لیکن حق تعالیٰ کی محبت نے کلمہ توحید ظاہر کرنے پر انہیں مجبور کر دیا اور نعرہ احد لگانے پر عشق حقیقی نے ان کو مضطر کر دیا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نعرہ احد لگانا تھا کہ اس یہودی کا غیظ وغضب ان پر ظلم اور زد وکوب کی صورت میں برس پڑا۔ آپ کو اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا اور اسی زخم کی حالت میں گرم گرم ریت پر گھسیٹتا اور کہتا کہ اب آئندہ وحدانیت کا نعرہ لگانے کی جرات نہ کرنا۔

بجرم عشق تو ام میکشند و غوغائیست
تو نیز برسربام آ کہ خوش تماشائیست

ترجمہ:۔ آپ کی محبت کے جرم میں یہ کفار مجھ کو قتل کر رہے ہیں اور شور برپا کر رہے ہیں۔ اے محبوب حقیقی! آپ بھی آسمان دنیا پر تشریف لایئے اور اپنے عاشق کے اس تماشا کو دیکھئے کہ کیا اچھا تماشا ہے۔

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرف سے گزرے اور حضرت بلالؓ اسی خستہ وخراب لہولہان حالت میں احد احد کا نعرہ لگا رہے تھے۔ یہ آواز سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اس آواز میں حضرت صدیق اکبرؓ کی جان پاک کو بوئے محبوب حقیقی محسوس ہوئی۔ جس سے آپ محو لذت ہو گئے

بوئے جاناں سوئے جانم می رسد

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اس مظلومیت کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل تڑپ گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الگ بلا کر سمجھایا کہ تنہائی میں اللہ کا نام لیا کرو۔ اس موذی کے سامنے ظاہر مت کرو ورنہ یہ ملعون ناحق تم کو ستائے گا۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ اے محترم! آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدیق ہیں آپ کی نصیحت قبول کرتا ہوں۔

دوسرے دن پھر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا دیکھتے ہیں کہ پھر وہی ماجرا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ احد احد پکار رہے ہیں اور وہ یہودی ان کو بری طرح زد وکوب کر رہا ہے یہاں تک کہ جسم خون سے لہولہان ہو گیا ہے۔ اس دردناک منظر کو دیکھ کر آپ تڑپ گئے اور

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھر نصیحت فرمائی کہ بھائی کیوں اس موذی کے سامنے احد کہتے ہو۔ دل ہی دل میں خاموشی کے ساتھ احد احد کہتے رہا کرو۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اچھا پھر توبہ کرتا ہوں اب آپ کے مشورہ کے خلاف نہ کروں گا۔ لیکن

عشق کا مزاج تو لاابالی ہوتا ہے
عشق کب ڈرتا ہے رسن و دار سے

الغرض حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود ہزار مصائب و آلام کے راز عشق کو مخفی نہ رکھ سکے اور نعرہ احد ظاہر ہوتا رہا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے متعدد بار نصیحت فرمانے کے باوجود جب ہر بار یہی تماشا دیکھا کہ وہ یہودی ظلم کر رہا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ احد احد کا نعرہ لگا رہے ہیں تو اس ماجرے کو محبوب رب العالمین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصائب سن کر رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں درد سے اشکبار ہو گئیں۔

ارشاد فرمایا کہ اے صدیق! پھر کیا تدبیر ہے کہ بلال کو اس بلاء سے نجات ملے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں انہیں خرید لیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تو بلال رضی اللہ عنہ کی خریداری میں میری بھی شرکت ہو گی۔ اللہ اکبر! کیا نصیبہ تھا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خرید رہے ہیں اس کالے جسم میں اللہ کی محبت سے ایسا نورانی دل تھا کہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خریدار ہو گئی۔

الغرض حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس یہودی کے پاس گئے اس وقت بھی وہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زدوکوب کر رہا تھا۔ فرمایا کہ اس ولی اللہ کو کیوں مارتا ہے۔

یہودی نے کہا کہ اگر تمہیں ایسی ہی ہمدردی ہے تو پیسہ لاؤ اور اس کو لے جاؤ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سفید جسم اور کالے دل والا میرا یہودی غلام تو لے لے اس کے بدلہ میں کالے جسم اور روشن دل والا یہ حبشی غلام مجھے دیدے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے کیسا سودا کیا ہے۔ سفید جسم اور کالا دل دے آیا ہوں اور کالا جسم اور نورانی دل لے آیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت اچھا سودا کیا تم نے اے صدیق! اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سینہ مبارک سے لگالیا۔

قصہ سلطان محمود اور ایاز

ایک روز صبح کے وقت سلطان محمود نے اراکین سلطنت کی عقل و فہم کا امتحان کرنے کے لئے خزانہ شاہی سے ایک موتی نکلوایا اور سب سے پہلے وزیر کے ہاتھ میں دے کر اس سے دریافت کیا کہ یہ موتی کتنے دام میں فروخت ہوگا۔ وزیر نے عرض کیا کہ حضور! یہ موتی تو بہت ہی بیش قیمت ہے۔ سونے سے لدے ہوئے دوسو گدھوں سے بھی اس کی قیمت زیادہ ہے۔

سلطان نے کہا کہ اچھا تو میرے حکم سے اس بیش بہا موتی کو ریزہ ریزہ کر دو وزیر نے عرض کیا حضور میں اس موتی کو ضائع نہ کروں گا میں آپ کے خزانہ دولت کا خیر خواہ ہوں اور اس گوہر کو توڑنا بد خواہی ہوگی۔ بادشاہ نے اس کو شاباشی دی اور ایک شاہی خلعت عطا فرمائی اور اس موتی کو وزیر کے ہاتھ سے لے کر سلطنت کے ایک دوسرے مقرب عہدیدار کو دیا اور اس سے بھی اس کی قیمت دریافت کی۔ اس نے کہا حضور اس بیش بہا موتی کی قیمت آپ کی آدھی سلطنت ہے خدا اس موتی کو محفوظ رکھے۔ بادشاہ نے اس کو بھی حکم دیا کہ اس موتی کو ریزہ ریزہ کر دو۔ اس نے عرض کیا۔ حضور ایسے قیمتی موتی کو توڑنے کے لئے میرا ہاتھ حرکت نہیں کر سکتا۔ اس موتی کو توڑنا خزانہ سلطنت سے دشمنی کے مترادف ہوگا۔

سلطان محمود نے اس کو بھی شاہی خلعت عطا فرمائی اور دیر تک اس کی تعریف کرتا رہا۔

غرض بادشاہ نے ۶۵ اراکین سلطنت کو باری باری طلب کر کے یہی معاملہ فرمایا اور ہر ایک نے وزیر کی تقلید کی اور شاہی

خلعت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ سلطان سے شرف مدح بھی حاصل کیا۔ بادشاہ جب سب کا امتحان کر چکا اور انعامات دے چکا تو آخر میں اس نے ایاز کو طلب کیا اور موتی کو اس کے ہاتھ پر رکھ کر کہا کہ اے ایاز! ہر ایک نے اس موتی کو دیکھا تو بھی اس کی شعاعوں کو دیکھ لے اور غور کر کے بتا کہ اس کی کیا قیمت ہوگی۔

ایاز نے عرض کیا کہ حضور! جس قدر قیمت اس موتی کی عرض کروں گا یہ موتی اس سے بھی کہیں زیادہ گراں اور بیش قیمت ہوگا۔ شاہ نے حکم دیا کہ اچھا تو فوراً اس گوہر کو توڑ دے اور بالکل ریزہ ریزہ کر دے ایاز سلطان کا مزاج شناس تھا اور سمجھ رہا تھا کہ بادشاہ اس وقت امتحان کر رہا ہے۔ سلطان کا حکم سنتے ہی اس نے گوہر بیش بہا کو چکنا چور کر دیا اور خلعت و انعامات کی ذرا بھی طمع نہ کی۔ جیسے ہی ایاز نے وہ بیش بہا موتی توڑا تمام اراکین سلطنت نے شور برپا کر دیا اور دیوان خاص میں ایک ہنگامہ مچ گیا تمام وزراء سلطنت نے کہا کہ واللہ یہ شخص کافر ہے یعنی ناسپاس نعمت ہے۔ جس نے اس پرنور و محترم موتی کو توڑ دیا۔ ایاز نے کہا اے محترم بزرگو! حکم شاہ کی قیمت زیادہ ہے یا اس موتی کی۔ اے لوگو! تمہاری نظر موتی پر ہے بادشاہ پر نہیں۔ میں اپنی نظر کو بادشاہ سے نہ ہٹاؤں گا اور مشرک کی طرح موتی کی طرف رخ نہ کروں گا۔ کیونکہ بادشاہ سے نظر ہٹا کر موتی کی طرف متوجہ ہونا بادشاہ کی محبت و اطاعت میں شرک ہے۔

جس وقت ایاز نے اس راز کو اراکین سلطنت پر ظاہر کیا تمام اراکین جو ایاز کے مقرب بادشاہ ہونے کی وجہ سے حسد رکھتے تھے اس کی فتح و کامیابی سے ذلیل و خوار ہو گئے۔

اس حکایت میں نصیحت ہے کہ الامر فوق الادب یعنی حکم حاکم کے بعد اصل ادب یہی ہے کہ اس حکم پر عمل کیا جاوے۔

حکایت مذکورہ میں امر الٰہی کی عظمت اور بے چون و چرا تعمیل کا عبرت انگیز درس موجود ہے۔

کیا مبارک وقت تھا کہ جب حضرت ذوالنون مصریؒ کو حق تعالیٰ نے اپنی محبت کا درد عطا فرمایا۔

حق تعالیٰ کی محبت میں حضرت ذوالنون مصریؒ پر عجیب حالت طاری ہوگئی۔ حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ ایسی شورش و دیوانگی طاری تھی کہ آپ کی آہوں سے لوگوں کے کلیجے منہ کو آ جاتے تھے۔ محبت میں بجز نالہ و فریاد کے کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

جب حضرت ذوالنون مصریؒ کا جوش عشق حد سے گزر گیا اور آپ کی آہ و زاری سے مخلوق عاجز ہوگئی تو رندوں کی ایک جماعت نے آپ کو قید خانہ میں بند کر دیا۔

حسن جب مقتل کی جانب تیغ براں لے چلا
عشق اپنے مجرموں کو پابجولاں لے چلا

حضرت ذوالنون مصریؒ جب قید خانہ کی طرف خوش خوش جانے لگے تو آپ کے دوست بھی بطور ہمدردی ساتھ چل دیئے۔ جب آپ کو قید خانہ میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا گیا تو دوستوں نے غور و فکر شروع کیا کہ آخر کیا ماجرا ہے کہ کتنا بڑا شیخ باطن قید خانے میں محصور کر دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مہتاب باطن کو ابر جنون سے چھپانا چاہتے ہیں اور عوام کے شر سے بچنے کے لئے یہ صورت اختیار کیا ہے۔ یا عاقلوں کی صحبت سے متوحش ہو کر خود کو دیوانہ بنا لیا ہے۔ آخر کار ان سب نے زنداں کی سلاخوں کیقریب آ کر عرض کیا کہ حضور! ہم سب آپ کے مخلص دوست ہیں اور آپ کی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور حیران ہیں کہ کس نے آپ پر جنون کا الزام لگا دیا۔ آپ تو دریائے عقل ہیں۔ یہ اہل ظاہر آپ کے مقام قرب اور رفعت باطنی سے ناواقف ہیں اور آپ کو مجنون و دیوانہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ آپ عاشق حق ہیں ہم لوگ آپ کے سچے محب اور دوست ہیں۔ اور دونوں عالم میں آپ کو عزیز رکھتے ہیں۔ براہ کرم ہم پر اس راز کا انکشاف فرما دیجئے کہ آپ اس قید خانہ میں اپنی جان کو کیوں ضائع فرما رہے ہیں۔ راز کو اپنے دوستوں سے نہیں چھپایا کرتے۔

حضرت شیخ ذوالنون مصریؒ نے ان کی گفتگو میں بوئے اخلاص محسوس نہ کی پس امتحان اخلاص کے لئے ان کی طرف پتھر اٹھا کر دوڑے جیسے کہ پاگل وحشت میں لوگوں کو مارنے کے لئے دوڑتا ہے۔ یہ معاملہ دیکھتے ہی وہ لوگ چوٹ کے ڈر سے بھاگ کھڑے ہوئے ان کا یہ گریز دیکھ کر شیخ نے ان کے اعتقاد و محبت پر قہقہہ لگایا اور فرمایا کہ اس درویش کے دوستوں کو تو دیکھو ارے نادانو! تم محبت و دوستی کو کیا جانو۔

ایک طالب علم حق اصلاح نفس کے لئے ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ کے تجویز کردہ ذکر اور شغل کو اہتمام سے کرنے لگے لیکن جو خادمہ شیخ کے گھر سے ان کے لئے کھانا لایا کرتی تھی اس پر بار بار نگاہ ڈالنے سے ان کے دل میں اس خادمہ کا عشق پیدا ہو گیا۔ چنانچہ جب وہ کھانا لے کر آتی یہ کھانے کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے اس کو عاشقانہ نظروں سے گھورتے رہتے وہ خادمہ بھی اللہ والی تھی۔ اس کو شبہ ہوا کہ یہ شخص مجھے بری نگاہ سے دیکھتا ہے۔ بدنگاہی کی ظلمت کا اس خادمہ کے نورانی قلب نے ادراک کرلیا۔ اور اس نے شیخؒ سے عرض کیا کہ حضور آپ کا فلاں مرید میرے عشق میں مبتلا ہو گیا ہے اس کو ذکر اور شغل سے اب کیا نفع ہوگا۔ پہلے آپ اس کو عشق مجازی سے چھڑائیے۔

اللہ والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے احباب و متعلقین وخدام کو حتی الامکان رسوا نہیں فرماتے۔

چنانچہ شیخ نے باوجود علم کے نہ اس مرید کو ڈانٹا اور نہ اپنے اس علم کا اظہار کیا البتہ دل کو فکر لاحق ہوگئی کہ اس کو عشق مجازی سے کس طرح نجات حاصل ہو۔

حق تعالیٰ کی طرف سے ایک تدبیر الہام ہوئی جس پر آپ نے عمل فرمایا اور اس خادمہ کو اسہال کی دوا دے دی اور ارشاد فرمایا کہ تجھ کو جتنے دست آئیں سب کو ایک طشت میں جمع کرتی رہنا۔ یہاں تک کہ اس کو بیس دست ہوئے جس سے وہ انتہائی کمزور اور لاغر ہوگئی۔ چہرہ پیلا ہو گیا آنکھیں دھنس گئیں رخسار اندر کو بیٹھ گئے۔ ہیضہ کے مریض کا چہرہ جس طرح خوفناک ہوجاتا ہے خادمہ کا چہرہ بھی ویسا ہی پرخوف ومکروہ ہو گیا اور تمام حسن جاتا رہا۔ شیخ نے خادمہ سے ارشاد فرمایا کہ آج اس کا کھانا لے کر جا اور خود بھی آڑ میں چھپ کر کھڑے ہو گئے۔ مرید نے جیسے ہی خادمہ کو دیکھا تو کھانا لینے کے بجائے اس کی طرف سے چہرہ پھیرلیا اور کہا کہ کھانا رکھ دو۔ شیخ فوراً آڑ سے نکل آئے اور ارشاد فرمایا کہ اے بےوقوف آج تو نے اس خادمہ سے رخ کیوں پھیرلیا اس کنیز میں کیا چیز کم ہوگئی جو تیرا عشق آج رخصت ہو گیا۔ پھر شیخ نے خادمہ کو حکم دیا کہ وہ پاخانے کا طشت اٹھالا۔ جب اس نے سامنے رکھ دیا تو شیخ نے مرید کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ اے بیوقوف اس خادمہ کے جسم سے سوائے اتنی مقدار پاخانہ کے اور کوئی چیز خارج نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا کہ تیرا معشوق درحقیقت یہی پاخانہ تھا جس کے نکلتے ہی تیرا عشق غائب ہو گیا۔

عشق مجازی کا پلید ہونا شیخ کی اس تدبیر سے اچھی طرح اس شخص پر واضح ہو گیا اور اپنی حرکت پر بہت شرمندہ ہوا اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بصد گریہ وزاری صدق دل سے توبہ کی اور عشق حقیقی کی دولت سے مالا مال ہو گیا۔

حضرت عارف رومیؒ اس حکایت سے یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ اے لوگو! جس گھونگر والی زلف مشکبار پر آج تم فریفتہ ہو یہی زلف ایک دن تم کو بڈھے گدھے کی دم کی طرح بری معلوم ہوگی۔

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ اپنی صدی کے بہت بڑے آدمی گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی معرفت کا بڑا حصہ عطا فرمایا تھا۔ ۶۰۴ھ میں بمقام بلخ پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے۔ محمد خوارزم شاہ کے حقیقی نواسے تھے۔ چھ سال کی عمر [illegible] آپ کے والد آپ کو حضرت بابا فرید الدین عط[illegible]ت میں لے گئے تو حضرت خواجہ عطارؒ نے اپنی مثنوی اسرار نامہ آپ [illegible] ہدیہ دی اور آپ کے والد صاحب سے فرمایا کہ یہ [illegible] ایک دن غلغلہ بلند کرے گا۔

چند سال بعد مولانا تکمیل علوم کے لئے شام تشریف لے گئے اور دمشق میں سات سال تک تحصیل علوم وفنون کرتے رہے۔ تمام مذاہب سے واقف تھے۔ علم کلام، علم فقہ اور اختلافیات میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔ فلسفہ وحکمت وتصوف میں اس وقت ان کی نظیر نہ تھی تحصیل علوم کے بعد مولانا روم درس وتدریس میں مشغول ہو گئے لیکن مولانا کو درس عشق ومعرفت کے لئے پیدا کیا گیا تھا ان کے قلب میں آتش عشق ودیعت فرمائی گئی تھی اور عاشقوں کا درس ذکر محبوب اور ان کا مدرس حسن دوست ہوتا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ جس درس کے لئے پیدا کئے گئے تھے اس کا غیب سے سامان شروع ہو گیا۔ حضرت شمس الدین تبریزیؒ کے سینہ میں عشق و معرفت کا جو سمندر موجزن تھا وہ اپنے جواہرات باہر بکھیرنے کے لئے زبان عشق کا متلاشی ہوا۔ دعا کی کہ اے اللہ اپنی محبت کا جو خزانہ آپ نے میرے سینہ میں رکھا ہے اپنا کوئی ایسا خاص بندہ عطا فرمایئے جس کے سینہ میں اس امانت کو منتقل کر دوں اور وہ بندہ زبان عشق سے میرے اسرار مخفیہ کو قرآن و حدیث کے انوار میں بیان کرے۔ دعا قبول ہوگئی حکم ہوا کہ روم جاؤ وہاں تمہیں جلال الدین رومی ملیں گے ہم نے انہیں اس کام کے لئے منتخب کر لیا ہے۔

اس آواز غیبی کو سنتے ہی حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ روم کی طرف روانہ ہو گئے اور قونیہ تشریف لائے جہاں برنج فروشوں کی سرا میں قیام فرمایا سرائے کے دروازہ پر ایک چبوترہ تھا جس پر اکثر عمائد آ کر بیٹھتے تھے۔ اسی جگہ مولانا رومیؒ اور حضرت شمس تبریزیؒ کی ملاقات ہوئی اور اکثر صحبت رہنے لگی۔ حضرت تبریزیؒ کی صحبت سے مولانا رومی کی حالت میں تغیر پیدا ہو گیا اور جب عشق حقیقی نے اپنا پورا اثر کر دیا تو مولانا پر مستی و وارفتگی غالب رہنے لگی۔ درس و تدریس وعظ و پند کے اشغال چھوٹ گئے حضرت شمس الدین تبریزی کی صحبت سے ایک لمحہ کو جدا نہ ہوتے تھے۔ تمام شہر میں ایک شورش مچ گئی۔

جب مولانا رومیؒ پر عشق الٰہی کا یہ اثر ظاہر ہوا تو شہر میں یہ فتنہ اٹھا کہ شمس تبریزیؒ نے ان پر جادو کر دیا ہے۔ فتنہ کے ڈر سے حضرت تبریزیؒ چپکے سے دمشق چل دیئے۔ آپ کی مفارقت سے مولانا کو بے حد صدمہ ہوا۔ ان کی بے چینی دیکھ کر کچھ لوگ حضرت شمس الدین تبریزیؒ کو واپس بلا لائے لیکن تھوڑے دن رہ کر وہ پھر کہیں غائب ہو گئے بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت شمس الدین تبریزیؒ کو کسی نے شہید کر ڈالا۔

پیر کی اس مفارقت سے مولانا رومیؒ انتہائی بے چین ہو گئے زندگی تلخ ہو گئی۔

مولانا جلال الدین رومیؒ پر ان کے پیر حضرت شمس الدین تبریزیؒ کے فیض صحبت نے کیا اثر کیا تھا اس کا پتہ مثنوی سے چلتا ہے۔ مثنوی معنوی میں مولانا رومیؒ کی زبان مبارک سے جو ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار نکلے ہیں وہ آگ دراصل حضرت تبریزیؒ کی تھی جو زبان کی محتاج تھی۔ اور مولانا روم کو حق تعالیٰ نے شمس الدین تبریزیؒ کی زبان بنا دیا

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں

(خواجہ صاحبؒ)

مولانا رومیؒ بادشاہ کے نواسے اور اپنے وقت کے زبردست محدث و مفسر تھے۔ جس وقت پالکی پر چلتے تو مولانا کی محبت میں سینکڑوں شاگرد پا پیادہ پیچھے پیچھے چلتے تھے اب وہی مولانا رومیؒ ہیں کہ اللہ کی محبت میں اپنے پیر کا سب سامان گدڑی، چکی، پیالہ، غلہ اور بستر سر پر رکھے ہوئے گلی در گلی پھر رہے ہیں۔

عشق تبریزیؒ نے مولانا رومؒ کو اس طرح دیوانہ کر دیا کہ نہ پالکی رہی نہ جبہ و دستار نہ تلامذہ کا ہجوم۔ شان علم پر شان فقر غالب ہو گئی اور علم کی صحیح حقیقت سے آگاہ ہو گئے۔

مولانا رومی پر حضرت تبریزیؒ کی نظر نے کیمیا کا اثر کیا اور وہ فیض بخشا جو بڑے بڑے مجاہدات سے مدۃ العمر میں بھی حاصل نہ ہو سکتا تھا یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنے پیر کی ایک ایک بات سے محبت ہو گئی حتیٰ کہ پیر کے شہر تبریز سے بھی ان کو بڑی محبت تھی مثنوی شریف میں جہاں تبریز کا نام آ گیا ہے وہاں کئی شعر شہر تبریز کی تعریف میں فرما گئے ہیں۔

مولانا رومی نے کئی کئی گھنٹے تنہائی میں اپنے پیر کی خدمت میں رہ کر اپنے سینہ میں اس آتش عشق کو جذب کر لیا۔ جس کے متعلق حضرت تبریزیؒ نے حق تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مجھے کوئی ایسا بندہ عطا فرمایئے جو میری آتش محبت کا تحمل کر سکے۔ شیخ کامل کے فیض صحبت سے مولانا رومیؒ پر ایمان تحقیقی کا انکشاف ذوقاً و حالاً محسوس ہونے لگا اور عشق حقیقی کے فیض سے مولانا رومیؒ کے سینہ میں علم و معرفت کا سمندر موجیں مارنے لگا۔ اور علم کا یہ سمندر ایسا وسیع ہے کہ آج تک اولیاء امت اس سے فیض یاب ہو رہے ہیں اور مثنوی آج بھی دلوں میں عشق حق کی آگ لگا رہی ہے۔

مولانا کے علوم و معارف کا پتہ مثنوی معنوی کے مطالعہ سے چلتا ہے۔

حضرت شمس الدین تبریزیؒ کے فیض صحبت سے حضرت عارف رومیؒ کو جو شورش و دیوانگی نصیب ہوئی اور منازل سلوک کو جذب و عشق کے راستہ جس تیزی سے انہوں نے طے کیا اس وجہ سے مولانا کو اس امر کا یقین ہو گیا تھا کہ حق تعالیٰ کا راستہ عشق و دیوانگی کا راستہ ہے۔

حضرت مولانا رومیؒ عشق کے بحر بے کراں تھے اور عاشق کو ذکر محبوب کے علاوہ کچھ اچھا نہیں لگتا اس لئے کبھی عاشق پر یہ کیفیت طاری ہوتی ہے کہ ہماری طرح کوئی اور بھی اللہ کا دیوانہ ملے جس سے محبوب حقیقی کی باتیں کر کے قلب مضطر کو تسلی وسکون حاصل ہو۔

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

حضرت تبریزیؒ کے انتقال کے بعد مولانا کسی ایسے ہی دیوانے کی تلاش میں رہتے تھے۔ ایک دن اسی اضطراب میں صلاح الدین زرکوب کی دوکان کے پاس سے گزرے وہ ورق کوٹ رہے تھے۔ ورق کوٹنے کا ہتھوڑا کچھ اس انداز سے آواز پیدا کرتا ہے کہ اہل دل اس آواز سے اپنے قلب میں ایک کیفیت عشق محسوس کرتے ہیں۔ پھر مولانا تو سراپا عشق اور سوختہ جان تھے یہ آواز سن کر بے ہوش ہو گئے۔ صلاح الدین زرکوبؒ نے ہاتھ نہیں روکا اور بہت سے ورق ضائع کر دیئے۔ بالآخر صلاح الدینؒ کے دل میں مولانا کے فیض باطن سے اسی وقت عشق الٰہی کی آگ لگ گئی اور غلبۂ عشق میں دوکان کھڑے کھڑے لٹا دی اور مولانا کے ہمراہ ہو لئے۔

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں
ہم طور عشق سے تو واقف نہیں ہیں لیکن
سینہ میں جیسے کوئی دل کو ملا کرے ہے
شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

نو سال تک صلاح الدینؒ مولانا کی خدمت میں رہے ان کی صحبت سے مولانا کو بہت سکون ملا۔ بالآخر ۶۶۴ھ میں صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا ان کی وفات کے بعد مولانا نے اپنے مریدین میں سے مولانا حسام الدین چلپیؒ کو اپنا ہمراز بنالیا اور پھر جب تک زندہ رہے ان کی صحبت سے محبوب حقیقی کا غم فراق ہلکا کرتے رہے۔ انہیں مولانا حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب پر مولانا نے اپنی مشہور تصنیف مثنوی شریف لکھی۔

ایک بار مثنوی بیان کرتے کرتے مولانا اچانک خاموش ہوئے اور فرمایا کہ اس وقت غیب سے مضامین کی آمد نہیں ہو رہی ہے۔ اس وجہ سے مضامین میں کیف نہیں لہذا خاموش ہو جانا ہی مناسب ہے۔

مثنوی کے مضامین کا الہامی ہونا تو مثنوی کے مطالعہ ہی سے معلوم ہوتا ہے لیکن خود مولانا رومیؒ نے ایک شعر میں اس کو واضح بھی فرما دیا ہے۔

قافیہ اندیشم و دلدار من
گویدم مندیش جز دیدار من

(رومی)

ترجمہ:۔ جب میں قافیہ سوچنے لگتا ہوں تو میرا محبوب مجھ سے کہتا ہے کہ قافیہ مت سوچ صرف میرے دیدار میں مشغول رہ یعنی صرف میری طرف متوجہ رہو۔ قوافی ہم الہام فرمائیں گے تم اپنے قلب کو قافیہ اندیشی میں مشغول نہ کرو۔

قیصر روم کا سفیر جب ہدایا وتحائف لے کر مدینہ پہنچا تو لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہارے بادشاہ کا محل کہاں ہے۔ قوم نے کہا کہ ہمارے بادشاہ کا کوئی محل نہیں البتہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محل تو ان کی جان پاک ہے۔ جو اللہ کے تعلق خاص اور تجلیات قرب سے منور ہو رہی ہے جس نے انہیں سارے جہان کے شاہی محلات سے مستغنی کر دیا ہے۔ اور کہا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کے قبرستان میں ملیں گے۔ قبرستان جا کر قاصد روم نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قمیص اتارے ہوئے صرف تہبند پہنے ہوئے زمین پر سو رہے ہیں۔ نہ تخت و تاج نہ فوج

ولشکر نہ حفاظتی دستہ نگران کے چہرہ پر نظر پڑتے ہی قاصد روم رعب وہیبت سے کانپنے لگا اور اپنے دل میں کہنے لگا۔

میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کو دیکھا ہے اور ایک عمر بڑے بڑے سلطانوں کا جلیس و ہمنشین رہا ہوں۔

بادشاہوں سے مجھے کبھی خوف نہ محسوس ہوا لیکن اس مرد گدڑی پوش کی ہیبت تو میرے ہوش اڑائے دیتی ہے۔

یہ رعب وہیبت اس گدڑی پوش کی نہیں ہے دراصل یہ اللہ کی ہیبت ہے کیونکہ اس گدڑی پوش بادشاہ کا قلب اللہ کے قرب اور معیت خاصہ سے مشرف ہے پس یہ اسی معیت حق کا رعب وجلال ہے جو اس مرد حق کے چہرہ سے نمایاں ہو رہا ہے۔ پھر یہ قاصد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت کے فیض سے مشرف باسلام ہو گیا۔

ہرکہ ترسد از حق و تقویٰ گزید
ترسد از وے جن و انس و ہرکہ دید

مولانا فرماتے ہیں جو خدا سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے اس سے جن اور انسان سب ڈرتے ہیں اور جو بھی دیکھے گا اس پر ہیبت اس مرد حق کی غالب ہوگی۔

ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام نے آئینہ کے سامنے اپنا تاج سر پر رکھا اور وہ تاج ٹیڑھا ہو گیا آپ نے سیدھا کیا اور وہ پھر ٹیڑھا ہو گیا اس طرح تین بار سیدھا کیا اور تاج تینوں بار ٹیڑھا ہو گیا بس آپ غلبہ خوف الٰہی سے سجدہ میں رونے لگے اور استغفار کرنے لگے اس کے بعد پھر تاج رکھا تو وہ ٹیڑھا نہ ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے تھے کہ میری کوئی بات حق تعالیٰ کو پسند نہ آئی ہوگی اور میاں کی نگاہ پھر گئی ہے اس لئے یہ تاج بے جان ہونے کے باوجود مجھ سے پھر گیا۔

نگاہ اقربا بدلی مزاج دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

(مجذوبؒ)

حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبر تھے اور نبی معصوم ہوتا ہے اس لئے سوال دل میں آتا ہے کہ کیا ان سے کوئی خطا سرزد ہوئی تھی۔

جواب یہ ہے کہ خطا سرزد نہ ہوئی تھی لیکن انبیاء علیہم السلام اگر اجتہادی طور پر افضل کو چھوڑ کر فاضل اختیار کرتے ہیں تو اس پر بھی ان سے مواخذہ ہوتا ہے حالانکہ وہ فعل فی نفسہ جائز ہوتا ہے پس اسی قبیل سے کوئی بات ہوئی ہوگی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بکریاں چرانے کا قصہ قرآن شریف میں منصوص ہے۔ اسی زمانے میں ایک دن ایک بکری حضرت کلیم اللہ علیہ السلام سے بھاگ گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاؤں اس کی تلاش میں دوڑنے سے پر آبلہ ہو گئے اور آپ اس کی تلاش میں اتنی دور نکل گئے کہ اصل گلہ بھی نظر نہ آتا تھا۔ وہ بکری آخر کار تھک کر سست ہو گئی اور کسی جگہ کھڑی ہو گئی تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ ملی۔

آپ نے اس پر بجائے غضب اور غصہ اور ضرب وکوب کے اس کی گرد جھاڑی اور اس کی پشت اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے اور ماں کی طرح اس پر نوازش کرتے تھے اور باوجود اس قدر اذیت برداشت کرنے کے آدھا ذرہ بھی اس پر کدورت اور غیظ نہ کیا اور کی تکلیف کو دیکھ کر آپ کا دل رقیق ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بکری سے فرمایا کہ میں نے فرض کیا کہ تجھ کو مجھ پر رحم نہیں آیا۔ اس لئے تو نے مجھ کو تھکایا لیکن تجھے اپنے اوپر رحم کیوں نہ آیا۔ میرے پاؤں کے آبلوں اور کانٹوں پر تجھے رحم نہ آیا تھا تو تجھے اپنے اوپر تو رحم آنا چاہیے تھا۔

اسی وقت ملائکہ سے حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ نبوت کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام زیبا ہیں (اس وقت تک آپ کو نبوت نہ عطا ہوئی تھی) یعنی امت کا غم کھانے اور ان کی طرف سے ایذاء رسانی کے تحمل کے لئے جس حوصلہ اور جس دل وجگر کی ضرورت ہوتی ہے وہ خوبی ان میں موجود ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر تجلی طور کے بعد ایسی قوی تجلی رہتی تھی کہ بدون نقاب آپ کے چہرہ کو جو دیکھتا اس کی آنکھ کی روشنی چکا چوند ہو کر ختم ہو جاتی۔ انہوں نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ ایسا نقاب عطا فرمائیے جو اس قوی نور کا سترتر بن جائے اور آپ کی مخلوق کی آنکھوں کو نقصان نہ

پہنچے۔ ارشاد ہوا کہ اپنے اس کمل کا نقاب بنالو جو کوہ طور پر آپ کے جسم پر تھا اور جس نے طور کی تجلی کا تحمل کیا ہوا ہے اور بالیقین یہ عارف کا لباس ہے اور اس کمبل کے علاوہ اے موسیٰ علیہ السلام! اگر کوہ قاف پر بھی آپ کے چہرہ کی تجلی بند کرنے کو آجاوے تو وہ بھی مثل کوہ طور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا کمال قدرۃ الٰہیہ سے مردان خدا کے ابدان نے نور بے کیف کا تحمل پایا۔ جس چیز کو کوہ طور نہ برداشت کر سکا قدرت حق اس کی جگہ ایک آبگینہ کو (قلب عارف) بنا دیتی ہے۔ اسی مضمون کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں بیان فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا

کہ نگنجیدم در افلاک و خلا
در عقول و در نفوس باعلا

کہ میں نہیں سمایا ہوں افلاک اور خلا میں اور نہ عقول اور نفوس میں جو علوی ہیں۔

دردل مومن بگنجیدم چو ضیف
بے زچون و بے چگونہ و بے کیف

مگر مومن کے دل میں مہمان کی طرح سما جاتا ہوں بلا چوں و بلا چگوں اور بلا کیف تشبیہ ضیف کے ساتھ اکرام و محبوبیت میں ہے اور پورا دخل دینے میں ہے جیسا کہ مہمان محبوب پورا دخیل اور حاکم ہوتا ہے اور سمانا ظرفیت اور مظروفیت کے طور پر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ و پاک ہیں یہ بلا چوں بلا چگونہ بلا کیف ہے۔

بے چنیں آئینہ ایں خوبی من
برنتا بدنے زمین ونے زمن

بدون ایسے آئینہ کے میرے جمال کو کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین نہ آسمان۔

حاصل قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کمبل کا نقاب بنا لیا اور بدون نقاب خلائق کو اپنا چہرہ دیکھنے سے منع فرما دیا۔

اب حضرت صفورہ علیہا السلام جو آپ کی اہلیہ تھیں اور آپ کے حسن نبوت پر عاشق تھیں اس نقاب سے بے چین ہو گئیں اور جب صبر کے مقام پر عشق نے آگ رکھ دی تو آپ نے اسی شوق اور بے تابی سے پہلے ایک آنکھ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ کے نور کو دیکھا اور اس سے ان کی وہ آنکھ غائب ہو گئی اس کے بعد بھی ان کو صبر نہ آیا اور دوسری آنکھ بھی کھولدی اور اس دوسری آنکھ سے جب نظارہ تجلیات طور کا پس منظر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ پر دیکھنا چاہا تو وہ بھی بے نور ہو گئی۔

اس وقت حضرت صفورا علیہا السلام سے ایک عورت نے پوچھا کہ کیا تمہیں اپنی آنکھوں کے بے نور ہو جانے پر کچھ حسرت و غم ہے۔

فرمایا کہ مجھے تو یہ حسرت ہے کہ ایسی سو ہزار آنکھیں اور بھی عطا ہو جاتیں تو میں ان سب کو اس محبوب (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کے چہرہ تاباں کے دیکھنے میں قربان کر دیتی۔

حق تعالیٰ کو حضرت صفورا علیہا السلام کے عشق کا یہ مقام اور یہ کلام بہت پسند آیا اور خزانہ غیب سے پھر ان کی دونوں آنکھوں کو ایسی بینائی کا نور بخش دیا جس سے وہ ہمیشہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کرتی تھیں اور اس میں ایسا تحمل اللہ تعالیٰ نے دیا تھا کہ وہ پھر کبھی اس نور خاص سے ضائع نہ ہوئیں۔

ایک دریا کے کنارے ایک چوہے سے ایک مینڈک کی دوستی ہو گئی اور یہ محبت درجہ عشق و آشنائی تک پہنچی یہاں تک دونوں ایک وقت معین پر ہر صبح کو ملاقات کے پابند ہو گئے اور دیر تک دونوں تبادلہ خیالات کرتے تھے۔ دونوں کا دل باہم ملاقات سے مسرور اور کشادہ ہوتا۔ ایک دوسرے سے قصے کہتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے۔ راز گو تھے بے زبان بھی تھے اور باز بان بھی تھے۔ جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے کو پانچ پانچ سال کے قصے یاد آتے مولنا فرماتے ہیں جب مناسبت ہوتی ہے تو۔

گویائی اور گفتگو کا جوش دل سے اٹھنا علامت محبت ہے اور گویائی میں رکاوٹ اور بستگی علامت بے الفتی ہے۔

جس دل نے دلبر کو دیکھ لیا تو ترش رو کب رہ سکتا ہے اور جب بلبل پھول کو دیکھ لیتا ہے تو خاموش کیسے رہ سکتا ہے

آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح ستاروں سے دنیا

کے راستے کی ہدایت کے لئے شرط ہے کہ گرد وغبار نہ اڑائے تا کہ فضا صاف رہے اور تمہارے اور ستارں کے درمیان اگر فضا گرد آلود ہو جاوے تو پھر ہدایت نہیں ہوگی اسی طرح اللہ والوں کے پاس جب حاضری ہو تو ان کی زیارت وصحبت اور تعلیم و ارشاد کا انتظار کرو اور کان بن کر خاموشی سے ان کی بات سنو۔ مباحثہ اور مکالمہ کے طریقہ سے غبار نہ اٹھاؤ کہ رد وقدح اور اعتراض واشکال ان کی باتوں پر شروع کر دو۔ ایسی حرکت سے شیخ کا قلب مکدر ہو جاوے گا جس سے فیض بند ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ شیخ کے سامنے بالکل بولو ہی مت۔ کیونکہ بالکل نہ بولنا بھی فیض کو بند کر دیتا ہے ہر ضرورت کا علم شیخ کو نہیں ہوتا پس اپنے حالات ضرور یہ باطنیہ کی اطلاع کرو اور مشاورۃ کا سلسلہ کرو مراد نہ بولنے سے قیل وقال اور اعتراض ہے بالکل نہ بولنے سے تو دل ہی نہ ملے گا اور انس آپس میں نہ پیدا ہونے سے دل ایک دوسرے سے دور ہوں گے جو مضر ہے۔

مینڈک سے ایک دن چوہے نے کہا کہ آپ تو پانی کے اندر دوڑ لگاتے رہتے ہیں اور ہم خشکی میں جدائی کا غم کھاتے ہیں۔ میں ندی کے کنارے تجھے آواز دیتا ہوں تو پانی کے اندر عاشقوں کی آواز سنتا نہیں۔ میں صرف معین تھوڑے وقت پر گفتگو سے سیر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ نماز کو پانچ وقت تو فرض قرار دیا ہے لیکن عاشقوں کے لئے صلوٰۃ دائمون ہے کہ وہ نوافل پڑھنے کا لطف بھی لیتے ہیں۔

چوہے نے کہا اے یار مینڈک میں بدون تیرا چہرہ حسین دیکھے ایک دم کو بھی چین نہیں پاتا۔ دن کو میری معاش تیرا دیدار ہے، رات کو میری تسلی اور قرار اور نیند تو ہی ہے تیرا احسان ہوگا کہ تو مجھے مسرور کر دیا کرے اور وقت بے وقت ملاقات کا لطف چکھا دیا کرے۔

اس چوہے نے کہا مینڈک سے کہ اے بھائی میں خاکی ہوں اور تو آبی ہے یعنی پانی کا رہنے والا ہے۔ میں پانی میں آ نہیں سکتا مجبور ہوں اور تو خشکی میں آ سکتا ہے لیکن تم کو اطلاع کیسے ہو کہ میں تم سے ملاقات کا مشتاق ہوں۔ دیر تک اس پر مشورہ ہوتا رہا اور انجام کار چوہے نے یہ رائے پیش کی کہ ایک لانبی ڈوری (رسی) لائی جاوے اور ایک کنارہ اس کا تمہارے پاؤں میں بندھا ہوا ہو اور دوسرا سرا میرے پاؤں میں بندھا ہو۔ پس جب مجھ کو ملاقات کرنی ہوگی ڈوری کو ہلا دوں گا تو اس طرح تمہیں پانی کے اندر ڈوری کی حرکت محسوس ہوگی اور تم ندی کے کنارے آ جایا کرنا۔ اس طرح ہم دونوں کی ملاقات ہو جایا کرے گی۔

مینڈک کو چوہے کی یہ بات بری معلوم ہوئی اور دل میں کہا کہ یہ خبیث مجھے اپنے قید وبند میں لانا چاہتا ہے۔

اس خیال کے باوجود مینڈک نے اپنے قلب میں میلان پایا کہ چوہے کی درخواست قبول کر لے۔

یہ دونوں ڈوری ہلا کر بار بار ملاقات کی لذت کے عادی ہو گئے تھے کہ ایک دن اس بری صحبت کا انجام سامنے آیا۔ یعنی اس خبیث چوہے کو ایک چیل اپنے چنگل میں لے اڑی اور ساتھ ہی ساتھ چونکہ ڈوری کا دوسرا سرا مینڈک کے پاؤں میں باندھا ہوا تھا اس وجہ سے مینڈک بھی پانی کے اندر سے (کہ مسکن عافیت وراحت اس کا تھا) لٹکا ہوا چیل کے ساتھ ساتھ اوپر فضا میں معلق ہوا۔ چوہے خبیث کا جو حشر ہوا وہی اس مینڈک کا بھی حشر ہوا یعنی دونوں کو ہلاک کر کے چیل نے اپنا لقمہ بنالیا۔ اگر مینڈک پانی کے اندر رہتا اور چوہے خبیث سے دوستی کا یہ رابطہ قائم نہ کرتا تو پانی کے اندر چیل کی دشمنی اس کا کچھ بال بیکا نہ کر سکتی اور نہ ہی وہ اس چیل کا لقمہ تر بنتا۔

اس واقعہ میں مولانا نے بری صحبت سے بچنے کی کس انداز لطیف سے ہدایت کی ہے۔

ایک دوکاندار نے ایک طوطا پال رکھا تھا اور اس خوش آواز سبز رنگ کے طوطے سے اس دوکاندار کو بہت محبت تھی اور یہ طوطا خوب باتیں کرتا اور خریداروں کو خوش کرتا اور جب دکاندار نہ ہوتا تو دوکان کی بھی وہ حفاظت کرتا۔

ایک دن دوکاندار نہ تھا اور اچانک ایک بلی نے کسی چوہے کو پکڑنے کے لئے حملہ کیا۔ اس طوطے نے سمجھا کہ شاید مجھے پکڑنا چاہتی ہے یہ اپنی جان بچانے کے لئے ایک طرف کو بھاگا اسی طرف بادام کے تیل کی بوتل رکھی تھی۔ سارا تیل گر گیا۔ جب

دوکاندار آیا تو اس نے اپنی گدی پر تیل کی چکناہٹ محسوس کی اور دیکھا کہ بوتل سے تیل گر گیا ہے۔ اس نے غصہ میں اس طوطے کے سر پر ایسی چوٹ لگائی جس سے اس کا سر گنجا ہو گیا۔ یہ طوطا اس دوکاندار سے ناراض ہو گیا اور بولنا چھوڑ دیا۔

طوطے کے اس فعل سے دوکاندار کو سخت پریشانی ہوئی اور بہت ندامت ہوئی کہ میں اب کیا کروں کیونکہ دوکاندار کو اس کی باتوں سے بڑا لطف ملتا تھا۔ کئی روز تک اس طوطے کی خوشامد کی۔ طرح طرح کے پھل دیئے کہ خوش ہو جاوے۔ لیکن طوطا بالکل خاموش تھا۔ اس دوکان پر جو خریدار آتے وہ بھی اس کے خاموش رہنے سے تعجب اور افسوس کرتے۔ ایک دن اس دوکان کے سامنے سے ایک کمبل پوش فقیر سر منڈائے ہوئے گزرے تو یہ طوطا فوراً بلند آواز سے بولا کہ اے گنجے تو کس سبب سے گنجا ہوا تو نے بھی بوتل سے تیل گرادیا ہوگا۔

طوطے کے اس قیاس سے لوگوں کو ہنسی آ گئی کہ اس نے کمبل پوش فقیر کو بھی اپنے اوپر قیاس کیا۔

اب مولانا اس واقعہ سے رجوع کرتے ہوئے نصیحت فرماتے ہیں کہ

اے عزیز: پاک لوگوں کے معاملہ کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو اگر چہ لکھنے میں شیر (یعنی دودھ) اور شیر (جانور) ایک طرح کا ہوتا ہے۔

لیکن شیر (دودھ) کو آدمی کھاتا ہے اور شیر (جانور) آدمی کو کھاتا ہے۔

ظاہری صورت ایک ہونے سے حقیقت کا اتحاد لازم نہیں آتا اور اس دعویٰ کو چند مثالوں سے سمجھاتے ہیں۔

(۱) بھڑ اور شہد کی مکھیوں نے پھولوں کا رس چوسا دونوں کی غذا میں اتحاد ہے لیکن بھڑ میں اس رس نے زہریلا اثر اس کے ڈنک میں جمع کیا اور شہد کی مکھیوں میں پھولوں کے رس نے شہد بنایا۔

(۲) دو قسم کے ہرنوں نے ایک ہی قسم کی گھاس کھائی ایک کے اندر اسی گھاس نے مینگنیاں بنائیں اور دوسرے ہرن کے اندر اس نے کستوری (مشک خالص وغیرہ)

حق تعالیٰ شانہ نے عزرائیل علیہ السلام (فرشتہ موت) سے کہا کہ تم نے اب تک جتنے لوگوں کی روحیں قبض کی ہیں تم کو ان سب میں کس پر زیادہ رحم آیا۔

کہا اے ہمارے رب ایک واقعہ نے میرے دل کو سب سے زیادہ رقیق کیا تھا اور وہ یہ کہ ایک دن موج تیز پر ہم نے آپ کے حکم سے ایک کشتی توڑ دی یہاں تک کہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سب کی جان قبض کر لے سوائے ایک عورت اور اس کے بچے کے۔ اس گروہ سے سب ہلاک ہو گئے بجز اس عورت اور اسکے بچے کے کہ دونوں ایک تختے پر رہ گئے۔ تختے کو وہ موجیں چلاتی تھیں جب کنارہ پر اس تختے کو ہوا نے ڈالا تو دونوں کی خلاصی سے میرا دل خوش ہوا پھر آپ نے فرمایا کہ اب ماں کی جان قبض کرو اور بچے کو تنہا چھوڑ دو۔ آپ کے حکم سے جب میں نے ماں کی جان قبض کی اور بچے کو تنہا چھوڑا اور بچہ ماں سے جدا ہو گیا اس وقت آپ خود جانتے ہیں کہ کس قدر مجھ کو تلخ معلوم ہوا اور ہمارے دل پر کیا گزر گئی۔ مگر ہم آپ کے حکم کی تعمیل میں مجبور تھے آپ کے قضا و فیصلے سے کون سرتابی اور ردکشی کا پتہ رکھتا ہے۔

اے رب میں نے ماں کی روح قبض کرتے ہوئے اپنے دل میں صدمہ عظیم دیکھا اور اس بچے کی یاد اور اس کی بے کسی اب تک میرے تصور و خیال سے نہ گئی۔

حق تعالیٰ نے فرمایا اب تم اس بچے کا ماجرا سنو کہ میں نے کس طرح اس کی پرورش کی اس طفل کے لئے میں نے موجوں کو حکم دیا کہ اس کو ایک جنگل میں ڈال دو اور ایسے جنگل میں جہاں سوسن اور ریحان اور خوشبودار پھول ہوں اور میوہ دار درخت ہوں اور اس میں آب شیریں کے چشمے ہوں۔ میں نے اس بچے کو سو ناز سے پالا۔ لاکھوں مرغ مطرب خوش صدا نے اس باغ میں سو آوازیں ڈال رکھی تھیں اور میں نے برگ نسرین سے اس کا بستر بنایا تا کہ فتن اور آفات سے وہ بچہ مامون رہے۔ میں نے خورشید کو حکم دیا کہ اس کی طرف شعائیں تیز نہ کر اور اپنی رفتار میں اس کا خیال رکھ۔ ہوا کو حکم دیا کہ اس پر آہستہ چل ابر کو حکم دیا کہ اس پر بارش مت برسا۔

برق کو حکم دیا کہ اس پر تیزی سے میل مت کر موسم خزاں کو حکم دیا کہ اس چمن سے اعتدال کو سلب مت کر۔ حاصل یہ کہ وہ باغ مثل روح عارفین کے صرصر اور سموم سے محفوظ رہا۔ ایک چیتے نے نیا بچہ جنا تھا میں نے اس کو حکم دیا کہ اس طفل کو دودھ پلایا کر یہاں تک کہ وہ بچہ فربہ شیر مرد ہو گیا۔ جب اس کے دودھ چھڑانے کا وقت آیا تو میں نے جنات کو حکم دیا کہ اس کو بولنا اور حکومت کرنا سکھاؤ اس کی میں نے اس طرح پرورش کی جو تمام خلائق کے لئے عجیب اور حیرت خیز ہے اور میرے تصرفات اسی طرح عجیب وغریب ہوتے ہیں۔

غرض اس بچے پر میں نے صدہا عنایات اور صدہا علاقے کرم کے کئے تا کہ وہ میرا لطف وکرم بے واسطہ اسباب دیکھ لے اور تا کہ وہ اسباب سے کشمکش میں مبتلا نہ ہو کیونکہ اسباب سے مسبب کبھی متخلف بھی ہو جاتا ہے اور تا کہ اس بچے کی ہر استعانت مجھ سے ہی ہو کیونکہ اسباب کے حجابات اس کے سامنے نہ تھے۔ یعنی بدون اسباب پرورش کا مقتضا یہی ہے کہ وہ کسی اور پر نظر نہ کرے تا کہ خود ہماری طرف اس کو عذر نہ رہے گمراہ ہونے میں کہ میں اسباب پر نظر کرنے کے سبب آپ کے انعامات وآیات کی طرف متوجہ نہ ہو سکا اور ہر یار بد سے اس کو شکوہ نہ ہو کہ فلاں نے مجھ کو گمراہ کر دیا سو اب افاضہ نعم بلا اسباب عادیہ میں اس کی گنجائش نہ رہی۔

مگر اے عزرائیل اس بچے نے میرا کیا شکر ادا کیا؟ یہی بچہ نمرود ہو گیا اور میرے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو جلانے والا (سوزندہ خلیل) نکلا۔ یعنی اس کا ارادہ یہی تھا مگر حق تعالیٰ نے اپنے خلیل پر آتش نمرود کو گلزار امن بنا دیا۔

حضرت لقمان علیہ السلام کو جب ان کے آقا نے خریدا تو اور غلاموں نے ان کو حقیر سمجھا ایک دن آقا نے سب غلاموں کو باغ بھیجا کہ باغ کے پھلوں کو توڑ لاویں۔ تمام غلاموں نے باغ میں پھل توڑ کر خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور آقا سے کہا کہ باغ کے پھلوں کو (حضرت) لقمان نے کھا لیا ہے۔ آقا لقمان علیہ السلام پر بہت ناراض ہوا۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے آقا سے کہا کہ آپ اس الزام کی تحقیق کر لیں۔ میں نے نہیں کھایا۔ میں آپ کو ایک تدبیر بتاتا ہوں اس کے ذریعہ یہ حقیقت آپ پر منکشف ہو جاوے گی کہ میوہ کس نے کھایا ہے۔

آقا نے کہا وہ کیا تدبیر ہے

فرمایا آپ شکار کی تیاری کریں۔ اصطبل سے کھوڑا منگایا گیا۔ آقا گھوڑے پر بیٹھا اور حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ شکار کے لئے صحرا کی طرف تیز چلیں اور چلنے سے قبل سب کو گرم پانی پلا دیں اور سب کو شکم سیر پانی پلایا جائے تھوڑی ہی دیر میں معلوم ہوگا کہ مجرم کون ہے۔

الغرض جب غلاموں کو دوڑنا پڑا تو جن لوگوں نے میوہ کھایا تھا سب کو تیز حرکت کرنے سے قے ہو گئی کیونکہ گرم پانی پی کر دوڑنے سے معدہ اور گرم ہو گیا اور راستہ بھی صحرا کا ناہموار نشیب وفراز والا تھا جس سے قے ہونا لابدی تھا پس قے میں میوہ صاف ظاہر ہو گیا کیونکہ تازہ تازہ کھایا تھا یعنی اتنا عرصہ نہ گزرا تھا کہ وہ معدہ میں ہضم ہو کر آنتوں میں اتر جاتا اور حضرت لقمان علیہ السلام کو قے نہ ہوئی کیونکہ ان کے پیٹ میں میوہ نہ تھا۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی اس حکمت سے سب غلاموں کو شرمندگی اور ندامت ہوئی اور ان کی حکمت سے آقا بہت خوش ہوا اور یہ آقا کے مقرب ہو گئے۔

ایک بزرگ جو نماز ہمیشہ با جماعت پڑھا کرتے تھے ایک دن کسی نماز کے لئے مسجد کے دروازے تک پہنچے ہی تھے کہ امام مسجد سے بآواز بلند السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی آواز سنی جماعت کی نماز ختم ہو جانے سے ان بزرگ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اس صدمہ سے آہ نکل گئی اور اس آہ سے ان کے دل کے خون کی بو آ رہی تھی۔

مسجد میں ایک اہل دل بزرگ نے دیکھا کہ ایک روشنی مسجد کے باہر سے آئی اور عرش تک چلی گئی یہ اٹھ کر باہر آئے تو دریافت کیا کہ یہ کس کا نور تھا۔ معلوم ہوا کہ کوئی صاحب ہیں جن کی جماعت فوت ہو جانے سے آہ نکل گئی۔ یہ سمجھ گئے کہ بس اسی آہ کا یہ نور تھا ان بزرگ نے عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے اپنی یہ آہ دیدیجئے اور میری نماز با جماعت اس کے بدلہ میں لے

لیجئے۔ انہوں نے اپنی آہ کا نور اور اس کا مقام نہ سمجھا اور نماز باجماعت سے تبادلہ کرلیا۔ رات کو ان بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ ایک ہاتف غیبی کہہ رہا ہے کہ اے شخص تو نے آب حیواں اور آب شفا خریدا ہے اور تو نے اس آہ کا بہت اچھا تبادلہ کیا کیونکہ یہ آہ اس بندے کی نہایت پرخلوص تھی۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس آہ کی مقبولیت اور تیرے اس تبادلہ اور اختیار کی برکت سے اس وقت کی تمام روئے زمین کے مسلمانوں کی نماز قبول فرمالی۔

اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جب کوتاہی اعمال میں ہو حزن اور صدمہ اور خون جگر والی مناجات اور گریہ وزاری سے استغفار اور توبہ کرنی چاہیے کہ ایک آہ میں یہ سب کچھ شامل ہے۔

ایک ملک میں ہاتھی کو کسی نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہاں ہاتھی ہندوستان سے درآمد کیا گیا اور اس کو کسی تاریک گھر میں رکھا گیا۔ جہاں آنکھوں سے نظر نہ آتا تھا۔ تاریک گھر اور ہاتھی بھی سیاہ فام اور دیکھنے والوں کا ہجوم تھا ہر شخص کو جب آنکھوں سے کچھ نہ دکھائی دیتا تو ہاتھ سے ٹٹول کر قیاس کرتا جس شخص کے ہاتھ میں جو حصہ ہوتا وہ عقل سے اسی پر دلیل اور قیاس کرتا۔ چنانچہ جس شخص کے ہاتھ میں اس کا کان تھا اس نے کہا یہ تو ایک بڑا سا پنکھا معلوم ہوتا ہے اور جس شخص کا ہاتھ اس کی پشت پر تھا اس نے کہا یہ تو مثل تخت ہے اور جس شخص کا ہاتھ اسکے پاؤں پر تھا اس نے ٹٹولکر کہا نہیں آپ لوگ غلط کہتے ہیں یہ تو مثل ستون ہے جس شخص کا ہاتھ اس کی سونڈ پر پڑا اس نے کہا یہ میری تحقیق میں مثل ناودان ہے۔

حاصل قصہ یہ کہ جملہ اہل عقل اختلاف کثیر میں مبتلا ہوگئے حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر ان ہاتھوں میں کوئی شمع ہوتی تو اس روشنی میں یہ سب اختلاف سے محفوظ رہتے۔

ایک جگہ ایک گدھے نے پیشاب کیا اس کی مقدار اس قدر تھی کہ گھاس کے تنکے اس کے بہاؤ کی زد میں بہنے لگے ایک مکھی ایک تنکے پر بیٹھ گئی اور گدھے کے بہتے ہوئے پیشاب پر اس نے محسوس کیا کہ میں دریا میں سفر کر رہی ہوں اور یہ بہتا ہوا تنکا ایک عجیب کشتی ہے دوسری مکھیوں کے مقابلہ میں اسے اپنی برتری کا احساس ہوا اور یہ لطف اس نے کبھی نہ پایا تھا۔ پس مکھی کے خیال میں یہ بات آئی کہ میں دوسری مکھیوں پر اپنی فوقیت اور بلندی کا اعلان کروں چنانچہ اس نے کہا۔

میں نے دریا اور کشتی رانی کا فن پڑھا ہے اور اس فکر میں ایک مدت صرف کی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ مکھی جس حماقت میں گرفتار تھی اسی طرح ہمارے عقلائے زمانہ نے اپنے اوہام اور افکار باطلہ کا نام تحقیق رکھا ہوا ہے اور وحی الٰہی کے آفتاب سے استفادہ کرنے میں اپنی توہین سمجھ کر مثل خفاش (چمگادڑ) روکشی از آفتاب کرتے ہیں اور خیالات فاسدہ کی تاریکیوں میں الٹے لٹکنے کو کمال انسانیت سمجھتے ہیں۔ مولانا ایسے ہی حمقائے زمانہ کو نصیحت فرماتے ہیں۔

ایک دباغ ایک دن بازار سے گزر رہا تھا کہ اچانک عطاروں کے بازار میں پہنچ گیا۔ اور یہ عطر فروشوں کی دوکان کی خوشبو کا تحمل نہ کرسکا کیونکہ بدبودار ماحول میں رہتے رہتے بدبو اس کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ پس عطر کی خوشبو سے یہ شخص بے ہوش ہوکر سڑک پر گر پڑا۔ ایک خلق کا ہجوم ہوگیا کوئی وظیفہ پڑھ کر دم کر رہا ہے کوئی اس پر گلاب کا پانی چھڑک رہا ہے کوئی ہاتھ پاؤں کے ہتھیلی اور تلوؤں کی مالش کر رہا ہے لیکن ان تدابیر سے بجائے افاقہ ہونے کے بیہوشی اور بڑھتی جارہی تھی۔ اس کے بھائی کو جب خبر ہوئی تو دوڑ کر آیا اور فوراً خوشبو سونگھ کر سمجھ گیا کہ یہ اسی خوشبو سے بے ہوش ہوا ہے اس نے اعلان کیا کہ خبردار اب اس پر نہ تو گلاب پاشی کی جاوے اور نہ کوئی اور خوشبو قریب لائی جاوے۔ یہ فوراً وہاں سے غائب ہوا اور کتے کا پائخانہ آستین میں چھپا کر ہجوم کو چیرتا ہوا بھائی کے پاس پہنچا اور اس کی ناک میں داخل کردیا اور اس کی بدبو سے فوراً اسے ہوش آگیا۔ خلق حیران رہ گئی کہ اس کے بھائی نے کونسا قیمتی لخلخہ سونگھا دیا جو یہاں عطاروں کے پاس بھی نہ مل سکا تھا۔

ایک بادشاہ کا ایک ہی لڑکا تھا۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں ہی سے آراستہ تھا بادشاہ نے اس لڑکے کا ایک حسین شاہزادی سے عقد کرنا چاہا اور کسی زاہد و پرہیزگار صالح خاندان میں رشتہ طے کرنا شروع کیا۔ اس سلسلہ جنبانی کی خبر

شاہزادہ کی ماں کو ہوئی اس نے شاہ سے کہا کہ آپ صالحیت اورتقویٰ وزہدتو دیکھ رہے ہیں لیکن آپ کے مقابلہ میں باعتبار عزت ومال کے وہ خاندان کمتر ہے۔

شاہ نے جواب دیادور ہو بیوقوف!جوشخص دین کاغم اختیار کرتا ہے خدااس کے تمام دنیاوی غموں کودور کردیتا ہے۔

بالآخر شاہ اپنی زوجہ پر اپنی رائے کو غالب رکھنے میں کامیاب ہوگیا اورشاہزادہ کی شادی کردی۔طویل عرصہ تک انتظار کیامگراس شاہزادہ سے کوئی لڑکا نہ پیدا ہوا۔شاہ کوفکر ہوئی کہ کیابات ہے شاہزادے کی بیوی تو بہت خوبروحسین اور بے نظیر ہے لیکن اولاد کیوں نہیں ہوتی۔اپنے مخصوص مشیروں کواور علماء وصلحاء کوجمع کیا اور خفیہ طور پر اس مسئلہ کے بارے میں مشاورت اور مفاہمت کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس شاہزادہ پر ایک بڈھی عورت کابلی نے جادوکرادیا ہے جس سے یہ اپنی حسین اور رشک قمر بیوی سے نفرت کرتا ہے اور اس کریہہ الصورت بڈھی عورت کے پاس جایا کرتا ہے اوراس کے عشق میں بسبب جادو عرصہ سے اسیر ہے۔شاہ کواس اطلاع سے بے حدغم اورصدمہ ہوا اوراس نے بہت صدقہ وخیرات کیا اور سجدہ میں بہت رویا ابھی رونے سے فارغ نہ ہوا تھا کہ ایک مرد غیبی نمودار ہوئے اور کہا کہ آپ میرے ساتھ ابھی قبرستان چلیں شاہ ان کے ہمراہ قبرستان گیا انہوں نے ایک پرانی قبر کھودی اوراس میں شاہ کو دکھایا کہ ایک بال میں سوگرہ جادو سے دی ہوئی دفن تھی پھراس مردغیبی نے ایک ایک گرہ کو کچھ دم کر کے کھولا اور ادھر وہ شاہزادہ صحت یاب ہوتا گیا حتیٰ کہ آخری گرہ کھلتے ہی شاہزادہ اس خبیث بڈھی کے عشق سے نجات پا گیا اوراس کی آنکھوں کی وہ نظر بندی جاتی رہی جس سے حسین بیوی خراب اور بری اور وہ مکروہ خبیث بڈھی عورت خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔

پھراس بڈھی کوشاہزادہ نے جب دیکھا تو اس کونفرت وکراہت شدیدہ محسوس ہوئی اوراپنی عقل پر حیرت کررہا تھا اوراپنی حسین بیوی کو جب اس نے دیکھا تواس کے حسین چہرہ مثل چاند سے بے ہوش ہوگیا۔کچھ آہستہ آہستہ ہوش آیا اور آہستہ آہستہ اس کے حسن کاتحمل بھی ہونے لگا۔

اے لوگو!آپ مثل شہزادے ہیں اور یہ دنیا بڈھی عورت ہے اس نے عاشقان دنیاپر جادو کررکھا ہے جس سے وہ اس دنیا کے فانی رنگ وبو کے عشق میں مبتلا ہوکر آخرت اوراللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار وتجلیات سے روکش اور سرگرداں ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اخلاص کامشہور واقعہ ہے کہ ایک بار آپ نے ایک کافر کو مقابلہ کے وقت زیر کیا اور اس کے سینہ پر بیٹھ گئے اوراس کافرکوقتل کرنے کے لئے اپنی تلوار نکالی کہ ناگاہ اس کافر نے آپ کے چہرہ مبارک پرتھوک دیا اور اس کافر کی اس گستاخی کے سبب آپ کے نفس کوناگواری ہوئی اورآپ نے تلوار کومیان میں کیااوراس کے سینہ سے علیحدہ ہو گئے اوراس کے قتل سے ہاتھ روک لیا۔

اس کافر نے کہا اے امیر المومنین یہ کیابات ہے میری تھوکنے والی گستاخی کے بعد تو آپ کوفوراً مجھے قتل کرنا چاہیے تھا اورآپ مجھ پر ہرطرح غالب تھے وہ کونسی بات تھی جوآپ کوقتل سے مانع ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو اے کافر!صرف خدا کی رضاجوئی کے لئے قتل کرنے کا ارادہ کررہا تھا کہ تو نے میرے چہرہ پرتھوک کر میرے نفس کوغضبناک کردیا اب اگر میں تجھے قتل کرتا تو یہ فعل میرے نفس کے غضب اور غصہ سے ہوتا اوراخلاص سے نہ ہوتا اوراللہ تعالیٰ اخلاص کے بغیر کسی عمل کو قبول نہیں فرماتے۔پس تیراقتل کرنا مجھے منافی اخلاص معلوم ہوااس لئے میں اس فعل سے باز رہا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات کوسن کروہ کافرمحو حیرت ہوگیا اوراس کے دل میں ایمان کی شمع روشن ہوگئی اور اس نے کہا کہ اے امیر المومنین میں ایسے دین کوقبول کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہوں جس میں اخلاص کی ایسی تعلیم دی جاتی ہے اور بے شک یہ دین سچا ہے۔

تیغ حلم از آہن تیز تر بل صد لشکر ظفر انگیز تر

ترجمہ:۔حلم کی تلوارلوہے کی تلوار سے زیادہ تیز ہے اثر میں بلکہ فتح حاصل کرنے میں حلم زیادہ موثر ہے سینکڑوں لشکر سے۔

ایک تاجر کے پاس ایک طوطی تھی جو خوش آواز اور بہت خوبصورت تھی تاجر نے اپنے سفر ہندوستان کا آغاز کیا اور ازراہ کرم اپنے غلاموں اور کنیزوں سے دریافت کیا کہ تمہارے لئے ہندوستان سے کیا لاویں۔ اسی طرح طوطی سے دریافت کیا کہ خطہ ہندوستان سے تیرے لئے کیا لاویں اور تیرا کیا پیام ہے۔

طوطی نے کہا ہندوستان میں جب کسی باغ وسبزہ زار سے گزرنا اور طوطیوں کا کوئی گروہ نظر آئے تو میرا اسلام کہنا اور یہ پیام کہہ دینا۔

کہ فلاں طوطی تم لوگوں کی مشتاق ہے اور قضا الٰہی سے میری قید میں ہے۔

کیا تم لوگوں کے لئے یہ بات مناسب ہے کہ میں تمہارے لئے تڑپتی رہوں اور تمہارے شوق ملاقات میں اسی طرح تڑپ تڑپ کر جاں بحق ہو جاؤں۔

یہ کب تمہارے لئے روا ہے کہ میں سخت قید میں رہوں اور تم سب کبھی سبزہ اور کبھی درخت پر لطف آزادی اڑاؤ۔

کیا دوستوں کی وفاداری اسی طرح ہوتی ہے کہ میں قید میں رہوں اور تم سب باغوں میں رہو۔

دوستوں کی یاد دوستوں کے لئے نہایت مبارک ہوتی ہے بالخصوص جب دونوں میں تعلقات لیلیٰ اور مجنوں جیسے ہوں تاجر نے اپنی مقید طوطی کی طرف سے جب ہندوستان کے ایک گروہ طوطیاں کو یہ پیغامات سنائے تو طوطیوں نے بھی اپنا سلام اس کو پیش کیا مگر ایک طوطی نے اس چمن میں جب یہ پیغام سنا تو اس کے جسم میں لرزہ ہوا اور شاخ سے کانپتی ہوئی زمین پر گرگئی اور بالکل مردہ سی ہوگئی۔

تاجر اس پیغام رسانی سے پشیمان ہوا کہ خوامخواہ اس غریب کی جان گئی نہ کہتا تو اچھا تھا۔ جب تاجر تجارت سے فارغ ہو کر واپس آیا تو اپنے غلاموں اور کنیزوں کو انعامات تقسیم کئے۔ طوطی نے اس سے کہا کہ طوطیان بیابان ہند نے مجھے کیا پیغام بھیجا ہے جو کچھ سنا ہو یا دیکھا ہو مجھے بتاؤ۔

تاجر نے کہا میں نے تیری شکایات تیری شریک غم طوطیوں سے کہہ دیں۔

ان طوطیوں میں سے ایک طوطی پر تیرے پیغام کا بہت شدید اثر ہوا حتیٰ کہ تاب ضبط نہ لا سکنے سے اس کا پتا پھٹ گیا اور وہ کانپتی ہوئی مرگئی۔

جب اس طوطی نے اس طوطی کا یہ فعل سنا کہ اس نے کیا کیا یہ بھی اسی طرح کانپتی ہوئی گرگئی اور ٹھنڈی ہوگئی۔

تاجر نے کہا ہائے افسوس اے خوش آواز مرغ ہائے افسوس میری ساتھی اور میری ہمراز۔

اس کے بعد جب تاجر نے سمجھ لیا کہ طوطی صدمہ سے مرگئی تو پنجرے سے نکال کر باہر ڈال دیا اور وہ طوطی فوراً اڑ کر شاخ بلند پر جا بیٹھی۔ تاجر نے اوپر منہ کیا اور پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے کچھ مجھ سے بھی تو بیان کر

طوطی نے کہا کہ اس طوطی نے مجھے اپنے عمل سے خود کو مردہ بنا کر یہ سبق دیا تھا کہ تیری آزادی اور رہائی کی یہی صورت ہے کہ تو مردہ ہو جا۔ اس کے بعد طوطی نے سلام کیا اور تاجر کو الفراق کہا۔

طوطی نے کہا اے خواجہ میں نے اپنے وطن کا رخ کیا اور اب تجھ سے رخصت ہوتی ہوں اور خدا کرے تو بھی نفس کی زنجیر اور قید وبند سے آزاد ہو جائے میری طرح (تاکہ تو بھی باغ قرب الٰہی میں سیر کرے)

تاجر نے کہا فی امان اللہ اے طوطی جا اپنے وطن مگر تو نے مجھے بھی آزادی کی راہ تو دکھادی۔

تاجر نے کہا کہ میری جان کیا طوطی سے بھی کمتر ہے کہ دنیا کے قید خانے اور خواہشات نفس کی غلامی کی زنجیر میں گرفتار رہے اور اللہ تعالیٰ کے باغ قرب سے محروم۔ پس جان تو ایسی ہی ہونی چاہیے جو اپنے اصل چمن کی طرف اڑ جائے اور قید سے رہا ہو جائے۔

چینیوں نے کہا کہ تعمیرات میں نقش ونگار کے ہم ماہر ہیں۔

رومیوں نے کہا کہ ہم زیادہ شان وشوکت والا نقش بناتے ہیں۔

سلطان وقت نے کہا اچھا ہم تم دونوں کا امتحان کرتے ہیں۔

اہل چین نے بادشاہ سے کہا کہ ہم کو ایک گھر نقش ونگار بنانے کے لئے دیدیا جاوے اور اس کو پردوں سے مخفی کر دیا جائے

تا کہ اہل روم ہماری نقل نہ کر سکیں ان شرائط پر انہوں نے پردے کے اندر نقاشی کا بہترین اور بے نظیر کام دکھایا۔ اہل روم نے کہا کہ ہم ٹھیک اسی منقش گھر کے سامنے جو اہل چین بنا رہے ہیں دوسرا گھر نقش و نگار والا تیار کرتے ہیں تا کہ آپ اس تقابل سے فیصلہ کر سکیں کہ کون بہتر ہے۔ اہلروم نے بھی پردہ کے اندر مخفی کام شروع کیا۔ مگر انہوں نے کوئی نقش نہ بنایا بس خوب صیقل اور صفائی کرتے رہے یہاں تک کہ پورا گھر مثل آئینہ چمکنے لگا۔ بوقت امتحان اور مقابلہ جب درمیان سے پردہ ہٹایا گیا تو اہل چین کے تمام نقش و نگار کا عکس رومیوں کے بنائے ہوئے گھر پر اس طرح پڑا کہ وہ زیادہ خوبصورت معلوم ہو رہا تھا۔

بادشاہ آیا اور اس نے ان نقوش کو دیکھا جو اہل چین نے بنائے تھے ایسے خوبصورت نقوش تھے جو عقل وفہم کو اڑا رہے تھے۔

اس کے بعد شاہ نے رومیوں کے تعمیر کردہ نقش و نگار کو دیکھا تو محو حیرت ہو گیا۔

شاہ نے وہاں جو دیکھا تھا یہاں اس سے بہتر نظر آیا حتیٰ کہ کمال حسن نقاشی کی کشش سے آنکھیں حلقۂ چشم سے نکلی پڑی تھیں۔

مولانا نے رومیوں کی مثال سے صوفیوں کا مقام بیان فرمایا ہے کہ یہ حضرات بھی دل کی صفائی کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور اسی کی برکت سے بدون تکرار و کتاب اور ہنر کے اخلاق حمیدہ سے منقش ہو جاتے ہیں۔

لیکن صوفیائے کرام اپنے سینے کی صیقل اور صفائی بہت کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے سینے حرص اور بخل اور کینے سے پاک ہوتے ہیں۔

ایک شخص تھے جن کا نام نصوح تھا۔ تھے مرد مگر شکل اور آواز بالکل عورتوں کی سی تھی اور شاہی محلات میں بیگمات اور دختران خسرواں کو نہلانے اور میل نکالنے کی خدمت پر مامور تھا اور عورت کے لباس میں یہ شخص ملازمہ اور خادمہ بنا ہوا تھا۔ چونکہ یہ مرد شہوت کاملہ رکھتا تھا اس لئے مالش زنان خسروان سے نفسانی لذت بھی خوب پاتا اور جب بھی یہ توبہ کرتا اس کا نفس ظالم اس کی توبہ کو توڑ دیتا۔ ایک دن اس عاجز نے سنا کہ کوئی بڑے عارف بزرگ تشریف لائے ہیں یہ بھی حاضر ہوا اور کہا۔

کہ ہم کو دعا میں یاد رکھیئے)

ان بزرگ کی دعا سات آسمانوں سے اوپر گزر گئی یعنی اس عاجز مسکین کا کام بن گیا۔

اس خدائے ذوالجلال نے اپنی قدرۃ خاص سے ایک سبب اس کی خلاصی کا یہ پیدا فرمایا وہ سبب یہ غیب سے ظاہر ہوا کہ نصوح اور اس کے ہمراہ جملہ خادمات کی تلاشی کی ضرورت واقع ہوئی کیونکہ زنان خانہ میں ایک بیش بہا موتی گم ہو گیا۔ حمام خانے کے دروازہ کو بند کر کے تلاشی شروع ہوئی جب کسی سامان میں وہ موتی نہ ملا۔

آواز دی گئی کہ سب خادمات عریاں ہو جائیں خواہ وہ جوان ہوں یا بڈھی ہوں۔

اس آواز سے نصوح پر لرزہ طاری ہو گیا کیونکہ یہ دراصل مرد تھا مگر عورت کے بھیس میں عرصے سے خادمہ بنا ہوا تھا اس نے سوچا کہ آج میں رسوا ہو جاؤں گا اور شاہ غیرت کے سبب اپنی عزت و ناموس کا مجھ سے انتقام لے گا اور مجھے قتل سے کم سزا نہیں ہو سکتی کہ جرم نہایت سنگین ہے۔

نصوح موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اور مثل برگ لرزہ براندام ہو رہا تھا۔ اسی حالت میں یہ سجدہ میں گر گیا اور رو رو کر کہنے لگا۔

اے رب بارہا میں نے راستہ غلط کر دیا اور توبہ اور عہد کو بارہا توڑ دیا۔

اے خدا اب وہ معاملہ کیجئے جو آپ کے لائق ہے کیونکہ میرے ہر سوراخ سے میرا سانپ مجھے ڈس رہا ہے۔

اگر موتی کی تلاشی کی نوبت خادمات سے گزر کر مجھ تک پہنچی تو اف میری جان کس قدر سختی اور بلا کا عذاب چکھے گی۔

اگر آپ اس مرتبہ میری پردہ پوشی فرماویں تو میں نے توبہ کی ہر نالائق فعل سے نصوح یہ مناجات کرتے کرتے کہنے لگا کہ

اے میرے رب میرے جگر میں سینکڑوں شعلۂ غم کے بھڑک رہے ہیں اور آپ میری مناجات میں میرے جگر کا خون دیکھ لیں کہ میں کس طرح حالت بیکسی اور درد سے فریاد کر رہا ہوں۔

نصوح اپنے رب سے گریہ وزاری کر ہی رہا تھا کہ آواز آئی۔

کہ سب کی تلاشی ہو چکی اب اے نصوح! تو سامنے آ اور عریاں ہو جا۔ یہ سننا تھا کہ نصوح اس خوف سے کہ ننگے ہونے سے میرا پردہ فاش ہوگا بے ہوش ہو گیا۔ اور اس کی روح عالم بالا کی سیر میں مشغول ہوئی۔

اس کی روح بیہوشی کے وقت حق سے قریب ہوئی اور بحر رحمت کو اس وقت جوش آیا اور حق تعالیٰ کی قدرت سے نصوح کی پردہ پوشی کے بلا تاخیر فوراً موتی مل گیا۔

اچانک آواز آئی کہ خوف ختم ہوا اور وہ موتی گم شدہ مل گیا۔

وہ بے ہوش نصوح پھر ہوش میں آ گیا اور اس کی آنکھیں سینکڑوں دن سے زیادہ روشن تھیں۔ یعنی عالم بیہوشی میں نصوح کی روح کو حق تعالیٰ کی رحمت نے تجلیات قرب کا مشاہدہ کرا دیا تھا جس کے انوار اس کی آنکھوں میں بعد ہوش کے بھی تاباں تھے۔

شاہی خاندان کی عورتوں نے نصوح سے معذرت کی اور شفقت سے کہا کہ ہماری بدگمانی کو معاف کر دو ہم نے تم کو بہت تکلیف دی۔

ہم بدگمان تھے ہم کو معاف کر ہم نے قیل وقال سے تیرا گوشت کھایا یعنی غیبت یا تلاشی کے خوف سے

نصوح نے کہا کہ یہ خدا کا فضل ہو گیا مجھ پر اے مہربانو ورنہ جو کچھ میرے بارے میں کہا گیا ہے ہم اس سے بھی برے اور خراب ہیں۔

اس کے بعد سلطان کی ایک دختر نے اس کو مالش اور نہلانے کو کہا مگر نصوح اللہ والا ہو چکا تھا اور بے ہوشی میں اس کی روح قرب کے خاص مقام پر فائز ہو چکی تھی اتنے قوی تعلق مع اللہ اور یقین کی نعمت کے بعد گناہ کی ظلمت کی طرف کس طرح رخ کرتا کہ روشنی کے بعد ظلمت سے کراہت محسوس ہونا فطری امر ہے۔ نصوح نے دختر شاہ سے کہا

میرے ہاتھ کی طاقت اب بیکار ہو چکی ہے اور تمہارا نصوح اب بیمار ہو گیا ہے یعنی اس حیلہ سے اس نے اپنے کو گناہ سے بچایا

اس واقعہ سے حسب ذیل نصائح ملتے ہیں۔

اپنی گندی حالت سے کبھی ناامیدی نہ ہونی چاہیے حق تعالیٰ کی رحمت ہر حالت کی اصلاح پر قادر ہے)

ایک نحوی صاحب دریا عبور کرنے کے لئے کشتی پر سوار ہوئے تو ملاح نے دریافت کیا کہ حضور آپ کس فن کے ماہر ہیں فرمایا کہ میں فن نحو کا امام ہوں اور کہا کہ افسوس تو نے اپنی زندگی کشتی چلانے میں گنوا دی نحو جیسا فن نہ سیکھا۔

ملاح بے چارہ خاموش ہو رہا۔ قضاالٰہی سے کشتی بیچ دریا میں طوفان میں پھنس گئی۔ ملاح نے اس وقت اس نحوی سے کہا کہ حضور اب اپنے فن سے کچھ کام لیجئے کشتی غرق ہوا چاہتی ہے۔

حضور خاموش رہے کہ اس وقت نحو کیا کام دیتا۔

پھر ملاح نے کہا کہ اس وقت نحو کا کام نہیں محو کا کام ہے۔

محض نحوی بننے سے کام نہیں چلتا محوی بننے کی ضرورت ہے۔

یہاں تو محو چاہیے نہ کہ نحو اگر تو محوی ہے تو بے خطر پانی میں راستہ طے کر۔

دریا کا پانی مردہ کو اپنے سر پر رکھتا ہے اور زندہ غرق ہو جاتا ہے یعنی اپنے کو مٹانے اور فنا کرنے سے اللہ کا راستہ طے ہوتا ہے تکبر والے محروم اور غرق آب ہلاکت ہوتے ہیں۔

پس حق تعالیٰ کے راستہ میں محویت کام دیتی ہے محض قیل وقال سے کام نہیں چلتا بلکہ بعض اوقات اس قیل وقال سے ناز و پندار پیدا ہو جاتا ہے جو اہل اللہ سے تعلق پیدا کرنے میں عار کا سبب ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ ایسی محرومی سے محفوظ فرمائیں۔ آمین اور ہم سب کو فنائیت کاملہ عطا فرمائیں۔

آیت ان اصبح ماؤکم غوراً سے

ایک قاری نے قرآن پاک سے جب اس آیت کی تلاوت کی۔ ان اصبح ماؤکم غوراً الخ اگر تمہارے چشموں کے پانی گہرائی میں چلے جاویں تو کون قدرۃ رکھتا ہے کہ وہ اس پانی کو اوپر لا سکے۔ یہ میری ہی قدرت ہے۔

میں پانی کو زمین کی گہرائی میں مخفی کر دیتا ہوں اور چشموں کو خشک کر دیتا ہوں جس سے پانی کا قحط ہو جاتا ہے۔ پھر میرے سوا کون ہے جو دوبارہ پانی چشموں میں لا سکتا ہے۔

اس آیت کو سن کر ایک فلسفی منطقی نے کہا کہ میں لاسکتا ہوں۔ بس رات کو جب سویا تو دیکھا ایک شیر مرد کو اور اس نے ایک طمانچہ اس کو مارا جس سے دونوں آنکھیں اس کی اندھی ہو گئیں اور اس نے خواب ہی میں کہا

اے بدبخت! اپنی آنکھ کے دونوں چشموں سے اس نور کو واپس لا اگر تو اپنے دعویٰ میں صادق ہے جب خواب سے اٹھا تو اس نے اپنی دونوں آنکھوں کو بے نور پایا۔ اور اندھا ہو گیا۔

اگر یہ بدبخت نالہ کرتا اور استغفار میں مشغول ہو جاتا تو حق تعالیٰ کی رحمت و مہربانی سے اس کو دوبارہ آنکھوں میں روشنی عطا ہو جاتی۔

لیکن استغفار اور توبہ کی توفیق اپنے ہاتھ میں نہیں ہے اور توبہ کا ذوق اور داعیہ ہر سرمست کی غذا نہیں ہے۔

حسب ذیل نصائح اس حکایت سے ملتے ہیں۔

اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں شبہ کرنا یا بے ادبی کرنا کبھی دنیاوی عذاب کا باعث بھی ہو جاتا ہے۔ بہت ڈرنے کا مقام ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حکیم جالینوس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ دواخانہ سے مجھے فلاں نام کی دوا لا دو۔ دوستوں نے کہا کہ یہ دواء تو آپ پاگلوں کو کھلایا کرتے ہیں۔ آپ کو کیا ہو گیا کہ جنون کی دواء طلب کر رہے ہیں۔ جالینوس نے کہا

میری طرف ایک دیوانہ دیکھ رہا تھا۔ ایک گھنٹہ تک وہ پاگل مجھے دیکھ کر مسرور ہوتا رہا اور پھر آنکھ سے اشارہ بازی کی اور آستین کو پھاڑ ڈالا۔

اگر وہ میرا ہم جنس نہ ہوتا یعنی میرے اندر بھی جنون کا مادہ اگر نہ ہوتا تو کب وہ بدصورت میری طرف اس طرح سے رخ کرتا۔

خلاصہ یہ کہ جالینوس نے کہا کہ کوئی وصف جب دو آدمیوں میں مشترک ہوتا ہے تو یہی قدر مشترک سبب ہوتا ہے دونوں کی دوستی اور مناسبت کا۔

ساتھیوں نے کہا ہم تعجب میں ہوئے اور ان دونوں کے حالات کا جائزہ لیا کہ وہ قدر مشترک کیا ہے۔

ساتھیوں نے کہا جب ہم اس پاگل کے قریب گئے تو حیران رہ گئے کہ یہ دونوں لنگڑے تھے۔ یعنی قدر مشترک یہ وصف تھا جس سے دونوں میں مناسبت ہو رہی تھی۔

اس حکایت سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب انسان نیک آدمی سے مل کر خوش ہو یا نیک آدمی اس سے مل کر خوش ہو تو خدا کا شکر کرے کہ یہ علامت اچھی ہے۔ یعنی طبیعت کی نیکی دونوں میں قدر مشترک ہے خواہ اعمال ابھی اچھے نہ ہوں لیکن ایسا شخص نیکی میں ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔

حضرات صحابہؓ سے ایک صحابی بیمار ہوئے اور لاغر ہو گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ بہت نقاہت ہے اور حالت نزع طاری ہے آپ نے اس حالت کو دیکھ کر بہت ہی نوازش اور اظہار لطف فرمایا۔

بیمار صحابیؓ نے جب آپ کو دیکھا تو خوشی سے نئی زندگی محسوس کی اور ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کوئی مردہ اچانک زندہ ہو جاوے اور انہوں نے کہا۔

اس بیماری نے تو مجھ کو خوش نصیب اور خوش قسمت کر دیا کہ جس کی بدولت ہمارے سلطان المومنین یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری امداد کے لئے تشریف لائے اور عیادت فرما رہے ہیں اور انہوں نے کہا

اے میری بیماری اور بخار اور رنج اور اے درد اور بیداری شب تجھے مبارک ہو کہ تو ہی سبب ہے اس وقت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو میرے پاس تشریف لائے اسکے بعد جب آپ ﷺ ان کی عیادت سے فارغ ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں کچھ یاد ہے کہ تم نے ایک بار حالت صحت میں کیا دعا کی تھی۔

انہوں نے کہا مجھے تو یاد نہیں آتا کہ کیا دعا کی تھی اس کے تھوڑے ہی وقفہ بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کو وہ دعا یاد آ گئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وہ دعا یاد آ گئی۔ وہ دعا یہ تھی کہ میں نے اپنے اعمال کی کوتاہیوں اور خطاؤں کے پیش نظر یہ دعا کی تھی اے اللہ وہ عذاب جو آخرت میں آپ دیں گے وہ اسی عالم میں یعنی دنیا ہی میں مجھ

پر جلد دے دیجئے۔ تا کہ عالم آخرت کے عذاب سے فارغ ہو جاؤں اور یہ درخواست اب تک میں کرتا رہا۔

یہاں تک کہ یہ نوبت آ گئی کہ مجھ کو ایسی شدید بیماری نے گھیر لیا اور میری جان اس تکلیف سے بے آرام ہو گئی۔ اور اس بیماری کے سبب میں اپنے ذکر اور ان وظیفوں سے جو حالت صحت میں میرے معمولات تھے عاجز اور مجبور ہو گیا ہوں اور اپنے اقربا اور ہر نیک و بد سے بے خبر پڑا ہوں۔

اس مضمون دعا کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور منع فرمایا کہ آئندہ ایسی دعا کبھی مت کرنا اور آپ نے ایسی دعا کو منافی عبدیت قرار دیا۔ یعنی یہ آداب بندگی کے خلاف ہے کہ اپنے مولیٰ سے بلا و عذاب طلب کرے کیونکہ ایسی دعا کرنا گویا دعویٰ کرنا ہے خداوند تعالیٰ کے سامنے کہ ہم آپ کی بلا و عذاب کو برداشت کر سکتے ہیں چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت فرمائی کہ اے مخاطب تو کیا طاقت رکھتا ہے کہ تجھ جیسی بیمار چیونٹی پر خدائے پاک ایسا بڑا پہاڑ اپنی بلا کا رکھ دیں اور آپ نے ارشاد فرمایا۔

اب اس طرح سے دعا کرو کہ اے اللہ میری دشواری کو آسان کر دیجئے تا کہ خدا تمہاری مصیبت کے کانٹے کو گلشن راحت سے تبدیل فرما دے۔

اور اللہ سے کہو کہ اے اللہ دنیا میں بھی مجھے بھلائیاں عطا فرما اور آخرت میں بھی ہم کو بھلائیاں عطا فرما۔

اس حکایت سے یہ سبق ملتا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ سے بلا نہ مانگے ہمیشہ دونوں جہان کی عافیت مانگتا رہے اور اپنے رب کے سامنے اپنے ضعف اور عاجزی کا اقرار کرتا رہے۔

ذکر ہے کہ ایک بار ایک باز شاہی شاہ سے اڑ گیا اور پڑوس میں ایک بوڑھی عورت کے گھر پہنچ گیا۔ اس نے اس کے بڑے بڑے ناخنوں کو اور اس کے بڑے بڑے پروں کو کاٹ دیا اور کہا کہ افسوس کہ تو کس نااہل کے یہاں پڑا تھا جس نے تجھے مثل یتیم بنا رکھا تھا۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ جاہل اور نادان کی محبت اسی طرح کی ہوتی ہے کہ باز کے لئے ناخن اور پر و بازو ہی تو اس کے کمالات تھے جن سے وہ شکار کرتا ہے اور اس نادان کو وہی کمالات معائب نظر آئے اور باز کو اس ظالم نے بالکل ہی بیکار کر دیا۔

ایک دن شاہ تلاش کرتے کرتے اس عورت کے گھر آ پہنچا اور اچانک اپنے باز کو اس حالت میں دیکھ کر رونے لگا۔ اور وہ باز اپنے پروں کو شاہ کے ہاتھ پر ملتا تھا اور زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ میں نے آپ سے علیحدگی کا انجام دیکھ لیا اور یہ سخت خطا مجھ سے ہوئی۔

زبان حال سے پھر کہا کہ اے شاہ میں شرمندہ ہوں اور توبہ کرتا ہوں اور نیا عہد و پیمان کرتا ہوں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دنیا اسی جاہل بوڑھی عورت کے مانند ہے جو شخص اس دنیا پر مائل ہوتا ہے وہ بھی اسی طرح ذلیل اور غبی بے وقوف ہے۔

جو شخص کسی جاہل سے دوستی کرتا ہے اس کا وہی حشر و انجام ہوتا ہے جو اس باز شاہی کا اس بوڑھی نادان عورت کے ہاتھ سے ہوا۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ بعض نادان اسی طرح خادم اسلام ہونے کے مدعی ہیں اور اپنی جہالت اور نادانی سے اسلام کو اپنے نظریات احمقانہ کے تابع کر کے اس کی حقیقی صورت کو مسخ کر رہے ہیں اور عموماً یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے ذاتی مطالعہ سے اہل قلم بن بیٹھے اور کسی کامل استاد سے دین کو نہیں سیکھا۔ ایسے لوگوں کی تصنیف کے مطالعہ سے احتیاط واجب ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ

انظروا عمن تاخذوا دینکم والاسناد من الدین

جس شخص سے دین سیکھو پہلے اس کے بارے میں اس وقت کے کاملین کی رائے معلوم کر لو۔ یعنی جس لوٹے سے پانی پینا ہے اس کے اندر دیکھ لو کہ پانی صاف ہے یا کچھ اور ملا ہوا ہے ورنہ جو اس میں ہے وہی منہ میں داخل ہو گا اور دین صحیح کے لئے اسناد ضروری ہے۔

ایک مرتبہ ایک بادشاہ کا باز اڑتے اڑتے ایک ایسے ویرانے میں پہنچ گیا جہاں بہت سے الو رہتے تھے۔ جتنے الو تھے انہوں نے شور و فتنہ اور الزام تراشی شروع کر دی کہ یہ باز

ہمارے ویرانے پر قبضہ کرنا چاہتا ہے
باز ان بیوقوفوں کے اندر بہت گھبرایا اور کہا کہ
میں یہاں نہ ٹھہروں گا میں بادشاہ کی طرف واپس جاتا ہوں۔ اور یہ ویرانہ تمہیں مبارک ہو میرا مقام تو بادشاہ کے پنجے اور کلائی پر ہوتا ہے۔
الوؤں نے کہا کہ یہ باز حیلہ و مکر کر رہا ہے اور اس طرح ہمارا استحصال کرنا چاہتا ہے۔
اور یہ باز ہمارے گھروں پر اپنے مکر سے قبضہ کرلے گا اور اس خوشامد و سیاست سے ہمارا آشیانہ اکھاڑ پھینکے گا۔ باز نے محسوس کیا کہ یہ نادان احمق الو مجھ پر حملہ نہ کردیں اس لئے اس نے کہا۔
اگر تم لوگوں کی شرارت سے میرا ایک پر بھی ٹوٹ گیا تو میں جس شاہ کا پروردہ ہوں وہ تمہارے الوستان ہی کو جڑ سے تباہ کرادے گا۔
میں باز شاہی ہوں مجھ پر تو ہما بھی رشک کرتا ہے یہ الو بیوقوف ہمارے اسرار کو کیا جانیں گے۔
ایک مور اپنے خوبصورت پروں کو نوچ نوچ کر پھینک رہا تھا۔ ایک حکیم کا گزر ہوا۔ اس نے معلوم کیا کہ اے طاؤس! ایسے خوبصورت پروں کو اکھاڑ کر کیوں ناشکری کرتا ہے
طاؤس نے کہا
کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ ہر طرف سے سینکڑوں بلائیں انہیں بازوؤں کے لئے میری طرف آتی ہیں۔
اے شخص! اکثر اوقات ظالم شکاری انہیں پروں کے لئے ہر طرف جال بچھاتا ہے۔
جب میں دن کو ان قضاؤں اور بلاؤں اور فتنوں سے اپنے کو محفوظ رکھنے پر قادر نہیں ہوں تو
اس سے یہ بہتر ہے کہ میں اپنے پروں کو دور کردوں اور اپنی صورت کو مکروہ بنالوں تا کہ پہاڑوں اور میدانوں میں بے فکر ہو جاؤں۔
میرے نزدیک جان کی حفاظت بال و پر کی حفاظت سے زیادہ ضروری اور اہم ہے۔ جان تو محفوظ رہے جسم کی ابتری کا جان کے مقابلے میں کیا غم۔

اللہ والے اسی لئے اپنے کو شہرت اور جاہ سے دور رکھتے ہیں کیونکہ شہرت سے گوشہ عافیت چھن جاتا ہے اور شہرت بہت سی بلائیں اپنے ساتھ لاتی ہے۔
واقعہ ہے کہ ایک بار حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے یہاں چند مہمان آئے بعد ضیافت دسترخوان زرد فام ہو گیا۔ دسترخوان میں شوربا لگ جانے کے بعد اس کی صفائی کے لئے حضرت انس بن مالکؓ نے خادمہ کو حکم دیا کہ اس کو جلتے ہوئے تنور میں ڈال دو۔ خادمہ نے حسب حکم ایسا ہی کیا۔ جملہ مہمانوں کو حیرت ہوئی اور دسترخوان کے جلنے اور اس سے دھواں اٹھنے کا انتظار ہونے لگا لیکن اس کو جب تنور سے نکالا گیا تو بالکل محفوظ تھا اور صاف ہو گیا تھا۔
قوم نے کہا اے صحابی! یہ دسترخوان آگ میں کیوں نہ جلا اور بجائے جلنے کے اور صاف و ستھرا ہو گیا۔
حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دسترخوان سے بارہا اپنے دست مبارک اور لب مبارک کو صاف کیا تھا۔
اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں۔
اے وہ شخص جس کا دل جہنم کی آگ اور عذاب سے خوفزدہ ہو اس کو چاہئے کہ ایسے مبارک ہاتھوں اور لبوں سے قریب ہو جاوے جس کا طریقہ صرف اتباع سنت ہے۔
جب جمادات کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لبوں نے یہ شرافت عطا فرمائی تو اپنی عاشق جانوں کو تو نہ جانے کیا کچھ عطا فرمایا ہوگا۔
ایک چور زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جلادوں کے سپرد کیا گیا۔ اس نے فریاد کی کہ مجھے معاف کر دیا جائے یہ پہلی بار کا جرم ہے آئندہ نہ کروں گا۔
حضرت عمرؓ نے کہا حاشا اللہ اللہ تعالیٰ پہلی خطا پر قہر نازل نہیں فرماتے۔ اکثر مرتبہ اظہار فضل کیلئے جرائم عباد کی ستاری فرماتے ہیں پھر جب کوئی حد سے گزر جاتا ہے تو پھر اظہار عدل کے لئے اسے گرفتار بلا رسوائی کرتے ہیں۔ تا کہ حق تعالیٰ کی دونوں ہی صفات کا ظہور ہو جاوے اور ایک صفت بشارت

دہندہ ہواور دوسری تر سانندہ (ڈرانیوالی ہو)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اے موسیٰ! تم نے میری بیماری میں میری عیادت نہیں کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا

اے رب آپ پاک ہیں نقصان اور بیماری سے اور آپ کے اس ارشاد میں کیاراز ہے ظاہر فرمادیجئے

غیب سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میرا ایک خاص بندہ جو میرا منتخب ہے بیمار ہو گیا پس آپ اس کو بنگاہ استحسان دیکھئے۔

اس مقرب بارگاہ حق کی معذوری میری معذوری ہے اور اس کی بیماری میری بیماری ہے۔

تمہارا اس کی عیادت کے لئے جانا تمہارا ہی فائدہ ہے اور اس کا فائدہ ثواب اور قرب اور ثمرہ دعائے خاص اس بیمار کا تمہیں کولوٹ کر سب کچھ ملے گا۔

اور اگر کوئی بیمار دشمن بھی ہو تو بھی اس کی عیادت بہتر ہے کیونکہ احسان سے دشمن بھی بسا اوقات دوست ہو جاتا ہے۔

اور اگر اس عمل سے دوست نہ بھی ہوا تو کم از کم اس کی عداوت اور کینہ میں کمی ہو جاوے گی اس واسطے کہ احسان زخم کینہ کے لئے مرہم ہوتا ہے۔

ایک دانا نے برائے امتحان کسی سے کہا کہ ہندوستان میں ایک درخت ایسا ہے کہ جو اس کا میوہ کھالیتا ہے کبھی نہیں مرتا۔ اس خبر کو جب بادشاہ نے سنا تو وہ اس کے لئے عاشق اور دیوانہ ہو گیا اور فوراً ایک قاصد اس درخت کی تلاش کے لئے ہندوستان بھیجا۔ یہ قاصد سالہا سال ہندوستان کے اطراف و جوانب میں سرگرداں پھرتا رہا اور کہیں ایسا درخت نہ ملا جس سے بھی دریافت کرتا لوگ اس کو جواب دیتے کہ ایسے درخت کو صرف پاگل دیوانے تلاش کرتے ہیں اور اس کا مذاق اڑاتے۔ جب غریب الوطنی اور سیاحت کی مشقتوں سے عاجز اور درماندہ ہوا تو نامراد مایوس ہو کر واپسی کا عزم کیا۔ بوقت واپسی راستے میں ایک قطب شیخ ملے۔

یہ شخص شیخ کے پاس باچشم تر حاضر ہوا اور مثل بادل کے بہت رویا اور عرض کیا۔

اے شیخ! یہ وقت رحم و مہربانی کا ہے کہ میں ناامید ہو گیا ہوں اپنے مقصود و مراد میں یہ آپ کی مہربانی کا وقت ہے۔

شیخ نے کہا کیا نامرادی ہے اور کیا مراد ہے تیری اس نے عرض کیا کہ میرے بادشاہ نے مجھے یہ کام سپرد کیا تھا کہ میں ایسے درخت کو معلوم کرلوں۔

جس کا میوہ کھا کر آدمی ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

میں نے سالہا سال ڈھونڈا مگر اس کا نشان و پتہ نہ ملا سوائے اس کے کہ میرا مذاق اڑایا گیا اور مجھے پاگل سمجھا گیا۔

شیخ یہ گفتگو سن کر ہنسا اور اس سے کہا اے سلیم یہ درخت صرف علم کی نعمت ہے۔ علم سے انسان دائمی زندگی پاتا ہے اور بے علم آدمی مردہ ہوتا ہے۔

تو علم کی صورت ڈھونڈ رہا تھا اس وجہ سے گم گشتہ راہ ہوا اور صورت سے محروم اس لئے ہوا کہ معنی سے محروم و نامراد رہا۔

ایک سادہ انسان حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کا چہرہ خوف سے زرد ہو رہا تھا پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تم کیوں خوفزدہ ہو۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے حضرت عزرائیل علیہ السلام نے غضب ناک نظر سے دیکھا۔ اس وجہ سے مجھے بے حد تشویش ہے۔

ارشاد فرمایا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو۔

اس نے کہا مجھے یہاں سے ہندوستان پہنچا دیجئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا کہ اس کو ہندوستان میں اس مقام پر پہنچا دو جہاں یہ جانا چاہتا ہے۔

دوسرے دن عزرائیل علیہ السلام سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بوقت ملاقات دریافت کیا کہ آپ نے ایک مسلمان کو اس طرح غور سے کیوں دیکھا جس سے وہ تشویش میں مبتلا ہے کیا تمہارا ارادہ اس کی روح کو قبض کرنا تھا اور بیچارہ کو اسی غریب الوطنی میں لاوارث کرنا تھا۔

انہوں نے عرض کیا میں نے اس کو تعجب سے دیکھا تھا کیونکہ اس کی روح کے قبض کا حکم مجھے ہندوستان میں ملا تھا۔

اور میں نے اس کو یہاں دیکھا تو بس حیران رہ گیا اور فکر میں سرگرداں ہو گیا۔

باب ۱۲

انوارات مجددیہ

اس باب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کے حالات وافادات اوران کے خلفاء واولادو مستفیدین کے حالات وغیرہ مذکور ہیں۔ اوراس باب میں خصوصیت کے ساتھ جو چیز سامنے آتی ہے وہ یہ کہ برصغیر میں علم وعرفان کے جہاں جس نوعیت کے چشمے رہے ہیں وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ہی کا فیض ہے۔

اورنگ زیب نے حضرت عروۃ الوثقیٰ کے فرزند محمد اشرف کی خدمت میں (جنہیں حضرت عروۃ الوثقیٰ تسلی کے لئے اس کے پاس چھوڑ گئے تھے) دعاء و توجہ کی درخواست کی۔

آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ آپ کی فتح ہوگی۔ اورنگ زیب نے فتح کے بعد باپ سے ملاقات کرنے کے بارے میں ایک عریضہ لکھا اور مراسلت کے بعد ملاقات کے لئے ایک دن مقرر ہوا۔ اسی اثناء میں ایک جاسوس شاہجہاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک خط اورنگ زیب کے پاس لایا جو اس نے دارشکوہ کی طرف اس مضمون کا لکھا تھا کہ تو ''شاہجہاں آباد کے گردونواح میں رہ۔ فلاں روز اورنگ زیب میری ملاقات کو آئے گا تو اسے پکڑ کر قید کرلوں گا اور تجھے تخت پر بٹھا دوں گا''۔ اورنگ زیب کو یہ خط دیکھ کر بہت ملال ہوا اور اس نے باپ کی ملاقات کے لئے جانے کا ارادہ ملتوی کردیا۔ جب مقررہ دن آیا تو شاہجہاں نے تمام شہر سجانے کا حکم دیا اور قلعہ کی آرائش کرائی جب اورنگ زیب نہ آیا تو شاہجہاں کو بڑا تعجب ہوا۔ دوسرے دن اپنی بڑی بیٹی جہاں آراء بیگم کو اس کے پاس بھیج کر نہ آنے کی وجہ پوچھی۔ اورنگ زیب نے جواب میں شاہجہاں کا وہی خط پیش کردیا۔ بعدازاں اورنگ زیب نے اپنے لڑکے محمد سلطان کو شاہجہاں کے پاس بھیجا۔ چنانچہ وہ شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہوکر آداب بجالایا۔ بعدازاں اورنگ زیب نے تخت شاہی پر بیٹھ کر اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا۔

عالمگیر بادشاہ نے حضرت قدس سرہ کی خدمت میں درخواست کی کہ میں امور سلطنت کی مصروفیات کی بناء پر حاضر خدمت نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا مخدوم زادوں یا خلفاء میں سے کسی کو یہاں بھیج دیں، تاکہ میں اس سے مستفیض ہوسکوں۔ حضرت نے اس اہم کام کے لئے حضرت خواجہ سیف الدین کا انتخاب کیا اور آپ کو شاہجہاں آباد روانہ کردیا۔ بادشاہ کو جب آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو مع ارکان سلطنت آپ کا استقبال کیا اور بہت عزت و احترام کے ساتھ آپ کو قلعۂ معلی میں اپنے قریب ٹھہرایا۔ جب قلعہ میں داخل ہونے لگے تو قلعہ کے دروازے پر پتھر کی تراشی ہوئی ہاتھی کی مورتیاں نصب دیکھیں۔ آپ فوراً رک گئے اور فرمایا کہ جب تک ان مورتیوں کو نہ ہٹایا جائے گا، میں قلعہ میں داخل نہیں ہونگا۔ لہٰذا بادشاہ نے ان مورتیوں کے فوراً ہٹانے کا حکم دیا۔ تب آپ قلعہ میں تشریف لے گئے اور حلقہ و مراقبہ کی مجالس شروع کردیں۔ عالمگیر بادشاہ آپ سے اسقدر متاثر ہوا کہ آپ کے دست حق پرست پر حضرت عروۃ الوثقیٰ کی بیعت کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوگیا۔

دوشنبہ ۱۰۲۶ھ کو شاہجہاں کے انتقال کے وقت جہاں آرا بیگم نے شاہجہاں سے کہا کہ میری سفارش سے اورنگ زیب کا قصور معاف کردیں تاکہ میرا احسان اس پر ثابت ہو جائے چنانچہ شاہجہاں نے کاغذ قلم دوات منگا کر اپنے ہاتھ سے لکھدیا کہ میں نے جہاں آراء بیگم کے کہنے سے اورنگ زیب کی تمام تقصیرات معاف کیں اور اب میں راضی ہوں۔ بعدازاں اس کا انتقال ہوگیا۔ تو جہاں آراء بیگم نے وہ دستاویز اورنگ زیب کو پیش کیں، ممنون و احسان مند ہوا اور اپنے ساتھ دہلی لاکر بڑی عزت سے رکھا۔

اسی طرح حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنے مریدوں اور خلفاء کو اپنے صاحبزادوں کے سپرد کیا۔ حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ کو کابل اور اس کے گردونواح کے تمام پٹھان اور مغل اور علاقے سپرد کئے۔ حضرت خواجہ محمد نقشبندیہ حجۃ اللہ کو بدخشاں، ترکستان، دشت، قپچاق، کاشغر، روم، شام اور یمن کے تمام مرید اور خلفاء سپرد کئے۔ نیز خواجہ محمد حنیف کابلی، خواجہ محمد صدیق پشاوری، خواجہ عبدالصمد، اخون موسیٰ ننگرہاری، شیخ مراد شامی، خواجہ ارغون خطائی وغیرہ آپ کے سپرد ہوئے۔ خواجہ محمد عبیداللہ مروج الشریعۃ کو خراسان، ماوراء النہر، توراں، دارنج، غورسد، اندراب، قہستان، طبرستان، سجستان کے علاقے سپرد کئے۔ اور شیخ ابوالمظفر برہان پوری، شیخ حبیب اللہ بخاری، صوفی پائندہ طلاء، شیخ ابوالقاسم بلخی وغیرہ اور ہند کے اکثر امراء اور شہزادہ معظم بھی آپ کے سپرد کئے گئے۔ حضرات خواجہ محمد اشرف کو دکن اور پنجاب کے خلفاء اور مرید سپرد کئے گئے۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین کو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر، شہزادہ اعظم شاہ، جعفر خان وزیر، شائستہ خان، نواب مکرم خان، محتشم خان، سلطان عبدالرحمان سپرد کئے۔ نیز حسب ذیل خلفاء بھی حوالے کئے گئے۔ اخون میر محسن سیالکوٹی، صوفی پائندہ، شیخ آدم بھکری وغیرہ۔ حضرت محمد صدیق کو عرب، بحرین اور مشرقی ہند کے اکثر علاقے سپرد کئے گئے۔

بعدازاں حضرت عروۃ الوثقیٰ نے اپنے تمام خلفاء کو دنیا

کے مختلف حصوں میں بھیجا۔ ایک ہزار سات سو خلفاء ترکستان اور دست قپچاق میں بھیجے جن کا سردار خواجہ محمد امین اور خواجہ عبدالرحمان کو مقرر فرمایا۔ پانچ سو خلفاء کاشغر اور خطہ کی طرف بھیجے جن کا سردار خواجہ ارغون کو بنایا۔ چار سو خلفاء شام اور روم کی طرف بھیج کر ان کا سردار مراد کو بنایا۔ سات سو خلفاء خراسان، بدخشان اور توران میں بھیجے جو شیخ حبیب اللہ کے ماتحت تھے۔ ایک سو خلفاء کابل میں اور ایک سو خلفاء نواح پشاور میں بھیجے۔ بیس خلفاء ننگر ہار میں، ان کا سردار خواجہ محمد حنیف، خواجہ محمد صدیق اور اخون موسیٰ کو مقرر فرمایا۔ باقی خلفاء کو ہندوستان کے مختلف شہروں میں بھیجا۔

فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ قرآن و حدیث، اجماع امت اور اقوال مجتہدین پر عمل کرنا۔ خلاف شرع فقراء سے بچنا۔ لوگ بہت غمگین ہوئے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی زبان مبارک آخری وقت میں بڑی تیزی سے حرکت کرتی تھی۔ کان لگا کر سنا تو حضرت سورہ یٰسین پڑھ رہے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وصال کے وقت حضرت کے چہرۂ مبارک سے مسکراہٹ بہت نمایاں تھی۔

شمائل

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کا قد خاصہ تھا۔ بدن مبارک پر گوشت، رنگ گندمی، ابرو کشادہ، ناک اونچی، آنکھیں بڑی بڑی، ڈاڑھی سفید اور تمام اعضاء نہایت متناسب اور خوش وضع تھے۔ حضرت کا لباس نہایت لطیف بلکہ لطف ہوتا۔ سر پر عمامہ باندھتے اور کبھی ہندی لباس زیب تن فرماتے۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی آواز مبارک میں یہ کمال تھا کہ نماز میں قرأت پڑھتے وقت جس قدر بلند آواز میں پہلی صف والوں کو معلوم ہوتی تھی، اسی قدر آخری صف والوں کو سنائی دیتی تھی۔ اگرچہ بعض اوقات حضرت کے پیچھے سو سو صفیں بھی ہوتیں، لیکن آواز سب کو یکساں سنائی دیتی۔

(۱) حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ قدس سرہ

حضرت عروۃ الوثقیٰ کے فرزند اکبر ہیں۔ مجدد الف ثانی سرہند شریف تشریف لائے تو حضرت نے ان نومولود کو دیکھ کر فرمایا، ''السلام علیکم یا صبغۃ اللہ''! اور فرمایا کہ اس لڑکے سے بوئے اصالت آتی ہے۔ اس لئے ان کا نام صبغۃ اللہ رکھنا

چاہئے۔ ابھی شیر خوار ہی تھے کہ سخت بیمار ہو گئے۔ مرض کا اس قدر غلبہ ہوا کہ امید زیست باقی نہ رہی۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے اس فرزند کی صحت کے لئے درخواست کی۔ حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا، ''اس فرزند کے بارے میں کچھ فکر نہ کرو، اس کی عمر بہت ہوگی اور بڑا صاحب کمال ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک بوڑھا ہاتھ میں عصا لئے ہوئے ہے اور بکثرت مخلوق اس کے گرد حلقہ باندھے استفادہ کے لئے کھڑی ہے''۔ چنانچہ واقعی حضرت مجدد الف ثانی کا یہ ارشاد پورا ہوا اور آپ کی عمر بانوے سال ہوئی اور کمالات باطنی کو پہنچ کر مرجع خلائق ہوئے۔

تکمیل سلوک کے بعد حضرت عروۃ الوثقیٰ نے آپ کو اجازت دی۔

حضرت خواجہ محمد نقشبند قدس سرہ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے فرزند دوم ہیں۔ حضرت خواجہ محمد سعید فرمایا کرتے تھے، یہ مجھ سے پڑھنے نہیں آتے بوجہ علو استعداد تھوڑی مدت میں ایسے حالات و واقعات پر پہنچے کہ عقل و فکر سے باہر ہیں۔

عرب کے بہت سے علماء و مشائخ مثلاً شیخ عبدالوہاب رئیس المشائخ، شیخ فخر الدین خطیب اور مولانا شمس الدین ملک العلماء عرب وغیرہ حاضر ہو کر حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

ہر صبح و شام حضرت کے حلقہ میں ہزار ہا آدمی شریک ہوتے۔ کابل کے دوران قیام رمضان المبارک کا مہینہ آ گیا۔ تراویح میں لوگوں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ کابل کی جامع مسجد وسیع و عریض ہونے کے باوجود سب نمازیوں کے لئے کافی نہ ہوتی۔ اس لئے حضرت شہر کے باہر باغ میں نماز تراویح ادا فرماتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد دیر تک مراقبہ کیا، پھر فرمایا کہ آنحضرت ﷺ سفر حجاز کی تاکید فرما رہے ہیں۔

خصوصاً شیخ المشائخ عبدالوہاب، شیخ فخر الدین خطیب اور ملک العلماء مولانا شمس الدین وغیرہ نے آپ کا استقبال کیا۔ شیخ مراد شامی مع دیگر خلفاء کے حاضر خدمت ہوئے۔ مکہ معظمہ کے دوران قیام میں لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوتے تھے۔ مسجد الحرام میں لوگ پانچوں وقت حضرت کے انتظار میں رہتے۔ جب حضرت تشریف لاتے تو

آپ کی امامت میں نماز جماعت اداء کرتے۔ جب حج کے لئے عرفات تشریف لے گئے تو آپ ہی تمام حجاج کے سالار قافلہ تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ عرفات میں مجھ پر اس قدر عنایات الٰہی ہوئی کہ بیان سے باہر ہیں۔ خیال ہے کہ ۱۰۹۰ھ میں آپ حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ حضرت ابوالعلی مناقب نقشبندیہ میں لکھتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت کے ۱۶۸۰ء، ۱۰۹۱ھ میں جب حضرت حجۃ اللہ بندرگاہ سورت پہنچے تو آپ کے صاحبزادے حضرت ابوالعلی نے جو نقاب اپنے چہرہ پر ڈالا ہوا تھا اتار دیا۔ حضرت حجۃ اللہ بندرگاہ سے وطن کی جانب روانہ ہوئے تو جس گاؤں یا شہر سے آپ کا گزر ہوتا وہاں کے لوگ آپ کا استقبال کرتے۔

حضرت مروج الشریعہ کے فرزند خواجہ محمد پارسا اور علماء و مشائخ کی بڑی جماعت بھی حج کے ارادے سے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ آپ نے دکن کی راہ سمندر کے کنارے پہنچنا چاہا۔ ان دنوں بادشاہ عالمگیر بھی دکن میں تھا۔ ہمراہ شاہی لشکر میں ٹھہرایا۔ صبح و شام حلقہ و مراقبہ کی مجلسیں گرم ہونے لگیں۔ حجاز مقدس میں روانہ ہونا چاہا تو معلوم ہوا کہ عالمگیر کو آپ کی دعاء کی برکت سے دکن میں بڑی فتوحات ہوئیں۔ ۱۶۸۵ء ۱۰۹۶ھ میں حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ نے وفات پائی۔

حضرت حجۃ اللہ صبح کی نماز کے بعد اپنے احباب کے ساتھ حلقہ مراقبہ میں بیٹھے تھے کہ عالمگیر بادشاہ حاضر ہوا اور ایک گوشہ میں مراقب ہو کر بیٹھ گیا۔ اس وقت کسی نے یہ بھی نہ جانا کہ کون آیا ہے۔ جب حضرت مراقبہ سے فارغ ہوئے تو بادشاہ حاضر خدمت ہو کر آداب بجالایا۔ حضرت نے بھی اس پر بہت شفقت فرمائی۔ صرف حضرت ہی سوار تھے اور سب پیدل چل رہے تھے صوفی عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ عالمگیر جیسا بادشاہ جس کا نظیر و ثانی دنیا بھر میں موجود نہیں۔ اس وقت حضرت کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہا ہے حضرت کے دل میں بھی یہ خیال ضرور آیا ہوگا۔ یہ خیال آتے ہی حضرت نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ عبد الوہاب! اگر عالمگیر جیسے لاکھوں بادشاہ میرے ساتھ پیدل چلیں تو بھی میرے دل میں کوئی خیال نہیں آئے گا

چونکہ بحری جہاز بہت دیر میں پہنچا اور حج کا وقت گزر چکا تھا نیز امام یمن نے آپ کا شایان شان استقبال کیا یمن میں قیام فرمایا۔ عمرہ ادا فرما کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے حضرت حجۃ اللہ نے حسب وعدہ بادشاہ عالمگیر کی جانب سے حضور اکرم ﷺ کے حضور میں صلوۃ و سلام پیش کیا اور بارگاہ رب العزت میں دعا کی

۷شعبان ۱۱۰۸ھ کو مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت کے دوران قیام نماز تراویح میں مسجد الحرام کے اندر اس قدر ہجوم ہوتا کہ لوگ ایک دوسرے کی پشت پر سجدہ کرتے تھے

حضرت شیخ محمد عبید اللہ مروج الشریعۃ قدس سرہ

حضرت عروۃ الوثقیٰ کے تیسرے فرزند ہیں۔ اولاد میں سب سے زیادہ لاڈلے اور پیارے تھے۔ پلنگ کے قریب آپ کی چارپائی بچھاتے فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا جب تک میں تمہیں دیکھ نہیں لیتا مجھے چین نہیں آتا۔

آپ سات سال کے تھے کہ آپ سے سوال کیا کہ دل ایک پارچہ گوشت ہے۔ وہ کس طرح ذکر کرتا ہے گویائی کی صفت تو زبان کی ہے۔ آپ نے فی الفور جواب دیا کہ زبان بھی پارچہ گوشت ہے جس قادر مطلق نے اس کو صفت گویائی عطا کی ہے کیا وہ دل کو یہ صفت نہیں دے سکتا۔

رمضان شریف میں دن کو ایک پارہ یاد کرلیا کرتے تھے اور رات کو سنا دیا کرتے تھے۔ نقل ہے کہ ایک روز عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں بیٹھے تھے عرض کیا کہ شاید میری پیٹھ میں کوئی جانور کاٹ رہا ہے۔ جب کرتہ ہٹا کر دیکھا تو بچھو نے کاٹ کاٹ کر ساری پیٹھ چھلنی کر دی تھی۔

ایک شخص نے آپ کو اس قدر برا بھلا کہا کہ غصہ سے اس کا منہ جھاگ سے بھر گیا لیکن آپ خاموش سنتے رہے فرمایا کہ اب تو غصہ کو تھوک دو چونکہ غصہ سے تمہارا دماغ خالی ہوگیا ہے یہ روپیہ لو اور بادام کھاؤ تا کہ تمہارے دماغ کی کمزوری دور ہو۔ بادشاہ نے آپ سے اخذ فیض کیا اور آپ کی القائے نسبت اور توجہ باطنی سے مشرف ہو کر بہت خوش ہوا۔ ہزاروں آدمی آپ کے حلقہ میں شریک ہونے لگے

جب مرض کا زیادہ غلبہ ہوگیا تو آپ نے بادشاہ سے سرہند جانے کی اجازت چاہی اور بادشاہ کو بعض نصیحتیں اور دعائیں دیکر وطن روانہ ہوگئے جب سنبھالکہ کے مقام پر پہنچے تو صبح کی نماز کے بعد اشراق کے وقت بروز جمعہ ۱۹ ربیع الاول ۱۰۸۳ھ کو دریافت کیا کہ کیا اشراق کا وقت ہوگیا نیت باندھی

اور سجدے میں جاں بحق ہوئے۔

حضرت شیخ محمد اشرف محبوب اللہ قدس سرہ

حضرت عروۃ الوثقیٰ کے چوتھے فرزند ہیں۔ چنانچہ ایک ہی توجہ میں تمام نسبت مجددیہ ولایت صغریٰ و کبریٰ وعلیا اور کمالات نبوت وغیرہ طے فرمائے۔ آپ باستقامت طریقت وشریعت وورع وتقویٰ موصوف اور طالبان خدا کی ہدایت میں مشغول رہتے تھے۔ بہتر سال کی عمر میں ۲۷ صفر ۱۱۱۸ھ کو بوقت سحر وفات پائی اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مرقد کی مغربی جانب مدفون ہوئے۔ روضۃ القیومیہ میں آپ کی ولادت ۱۰۴۸ھ میں اور وفات ۱۱۱۷ھ میں ہونا درج ہے

حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

پانچویں فرزند ہیں۔ گیارہ سال کی عمر میں آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو فنائے قلب کی بشارت دی اور آپ کی علو استعداد ملاحظہ فرما کر آپ کی ترقی کا بہت خیال رکھا۔ آپ عنفوانِ شباب ہی میں جملہ کمالات حاصل کر کے مقبولِ بارگاہِ ذوالجلال ہوگئے۔

حضرت خواجہ سیف الدین شاہجہاں آباد پہنچے تو اس وقت اتفاقاً بادشاہ عالمگیر دہلی میں نہیں تھا کیونکہ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بادشاہ واہل عسکر دریں شہر نیستند"۔ اہل شہر نے آپ کا پر جوش استقبال کیا بعض گوشہ نشین اور شکستہ دل طالب علموں نے جو کہ لشکریوں سمیت کئی درجہ بہتر ہیں، اخلاص حاصل کرلیا ہے خاص کر حافظ عبدالجلیل لنگ جو کہ اس نواح کے مشائخ میں سے ہیں اور اہل ثروت کی ایک جماعت ان کے ساتھ سرِ نیاز رکھتی ہے اور ملتفت خاں وغیرہ ارادات کا خیال اور کامل نیاز مندی رکھتے ہیں اور فقیر کے ساتھ عجب حسن ظن پیدا کیا چند بار صحبت سکوت رکھ کر مسافتِ بعیدہ سے کامل اخلاص وطلب کے ساتھ آتے ہیں۔

زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا، شاہجہاں بادشاہ کا آگرہ میں انتقال ہوگیا۔ بادشاہ کے مدارج سلوک کا حال بادشاہِ دین پناہ (عالمگیر) کو حضرت (آنجناب) کی خدمت میں ایک دوسری قسم کا اخلاص ہے۔ لطائف کے ذکر اور ذکر سلطانی (سلطان الذکر) سے گزر کر نفی واثبات کے ذکر کے ساتھ پابند ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ بعض اوقات خطرہ مطلقاً نہیں آتا اور کبھی آتا بھی ہے تو قرار نہیں پاتا۔ اس وجہ سے بہت خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے پہلے وساوس کے ہجوم سے دل تنگ تھا اور اس نعمت کا شکر بجالاتے ہیں۔ اور طریقہ عالیہ کی دوسرے طریقوں پر فضیلت بیان کرتے ہیں اور فقیر کو رخصت کرنے پر راضی نہیں ہوتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت کی غائبانہ توجہ کے امیدوار ہیں۔ امید ہے کہ مہربانی فرما کر کوئی نگاہ ان کی جانب فرمائیں گے اور کوئی امر معلوم ہو تو فقیر کے عنایت نامہ میں تحریر فرمائیں گے۔ گوشہ نشینی کا اور میل جول نہ رکھنے کا عادی ہے، چند آدمیوں سے بھی میل جول کا شوق نہیں رکھتا۔ لیکن محض خیر خواہی نے اس کو اس بات پر (یعنی آپ کے پاس آنے پر) آمادہ کیا"۔

بادشاہ دین پناہ نے شنبہ (ہفتہ) کی شب کو جو اس مہینہ کی تیسری شب ہوگی، فقراء کی منزل میں آکر کھانوں کی قسم سے جو کچھ حاضر تھا، بے تکلف تناول فرمایا، مجلس سکوت (مراقبہ) بھی واقع ہوئی۔

شاہجہاں آباد کے دوران قیام میں ایک مرتبہ بادشاہ عالمگیر نے حضرت خواجہ سیف الدین کو باغ حیات بخش کی سیر کی تکلیف دی۔ وہاں آپ نے حوض میں سونے کی مچھلیاں دیکھیں، جن کی آنکھوں میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ جب تک یہ مچھلیاں نہ توڑ دی جائیں گی، میں اس جگہ نہ بیٹھوں گا۔ باغ کے محافظوں نے تامل کیا لیکن بادشاہ نے کہا کہ "خاطر داری شیخ میں بہت نفع ہے"، اور اسی وقت تڑوادیں۔ حضرت خواجہ سیف الدین کا سینتالیس سال کی عمر میں ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۶۸۵ء/۱۰۵۶ھ کو انتقال ہوا۔

آپ کی اولاد در اولاد میں حضرت عبدالغنی مجددی بھی ہیں جو دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہما جیسے عظیم شخصیتوں کے استاد حدیث ہیں۔ اور حضرت مولانا شاہ محمد رفیع الدین دیوبندثم المدنی مہتمم دار العلوم دیوبند بھی حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کے خلیفہ کبار میں سے تھے۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی قدس سرہ "تذکرۃ الرشید" شاہ (عبدالغنی) صاحب کو اپنے شاگردوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت مولانا (رشید احمد) گنگوہی اور حضرت مولانا (محمد قاسم) نانوتوی کے ساتھ تھی اور مریدوں میں شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب مدرس مدرسہ عالیہ اسلامیہ (دیوبند) تھے۔

اسی طرح حضرت مولانا خلیل احمد مظاہر العلوم سہارنپور (جن کے خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ ہیں) کو بھی حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہ سے سند حدیث کا شرف حاصل ہوا۔ تذکرہ الخلیل میں حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہ کا حضرت مولانا خلیل احمد قدس سرہ کو عطاء کردہ اجازت نامہ اور دعاء عند الملتزم کی سند کی نقل بھی درج فرمائی ہے۔

اور حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کی اولاد در اولاد میں حضرت خواجہ محمد آفاق بھی تھے جن کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی قدس سرہ تھے اور ان کے خلفاء میں حضرت مولانا محمد علی مونگیری کے بانی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور حضرت مولانا سید عبد الحی قدس سرہما ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی تھے جن کے چشم و چراغ حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی مد ظلہ العالی ہیں۔ غرضیکہ ہندوستان کے یہ بڑے بڑے دار العلوم علمی اور روحانی طور پر امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے بالواسطہ فیضیاب ہیں۔ اور ان ہی بزرگوں کے نخلستان کے خوشہ چین و رہینِ منت ہیں۔

نیز سلسلہ طریقت کی بھی بے شمار شاخیں ہیں جو حضرت خواجہ سیف الدین کے واسطہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے نسبت رکھتی ہیں۔ خود حضرت خواجہ سیف الدین کے خلیفہ مخدوم ابو القاسم بنوری نے سندھ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی بہت تبلیغ و اشاعت کی۔ اگرچہ اس سے قبل مخدوم آدم بنوری بھی جو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفاء میں سے تھے جنہوں نے سندھ میں اس سلسلہ کی بنیاد رکھ دی تھی۔ اور آپ ہی کے سلسلہ عالیہ میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور حضرت شاہ غلام علی قدس سرہما بھی تھے جن کے ایک خلیفہ مولانا خالد رومی قدس سرہ کے ذریعہ بلاد عرب، روم اور شام وغیرہ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی حتیٰ کہ مکتوبات سیفیہ کے نام سے شائع کیا ہے۔

صاحب در المختار شرح در المختار علامہ شامی جیسی عظیم شخصیت بھی حضرت مولانا خالد رومی کے مرید ہیں۔ نیز حال کے بزرگوں میں حضرت مولانا عبد الغفور عباسی مدنی قدس سرہ کی وجہ سے عرب و عجم میں اس سلسلہ عالیہ کو مزید عروج حاصل ہوا جو مدرسہ امینیہ دہلی کے فارغ التحصیل جید عالم و استاد اور

حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی نقشبندی مجددی سراجی مسکین پوری قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

شیخ محمد یوسف

آپ ملتان کے مشہور گردیزی خاندان کے پیرزادہ اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مخصوص خلفاء میں سے تھے، حضرت آپ پر بہت مہربان تھے اور بعد تکمیل سلوک خلافت عطاء فرما کر آپ کو ملتان بھیج دیا جہاں آپ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ وہاں کے گرد و نواح میں آپ کے ذریعہ نقشبندیہ مجددیہ کا بہت رواج ہوا۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۴۰)

شیخ معروف بھکری نے اپنی تالیف ''ذخیرۃ الخوانین'' میں (جو سنہ ۱۰۶۰ھ کی تصنیف ہے (لکھا ہے کہ میرک معین الدین ۱۰۶۴ھ میں شاہجہاں کی طرف سے خدمت دیوانی و بخشی گری اور واقعہ نویسی صوبہ ملتان سے ممتاز ہوئے۔ پنجاب کی پبلک آپ کے صلاح و تقویٰ کو دیکھ کر مریدوں کی طرح پیش آتی تھی۔ اس علاقہ میں آپ میرک جیو کے نام سے مشہور تھے۔ ملتان سے دو کوس کے فاصلہ پر ایک باغ اور ایک حویلی بنائی جو کوٹلہ میرک جیو کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ مغل فرمانرواؤں میں ایک عظیم فرمانروا۔ آپ نے مولانا سید محمد قنوجی اور علامہ سعد اللہ خان اور دیگر فضلائے عصر سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی، ترکی بھی جانتے تھے۔ پھر ۳۹ سال گیارہ ماہ بیس یوم کی عمر میں یکم ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۶۵۸ء کو تخت سلطنت پر متمکن ہوئے۔ تو بادشاہِ رعیت نواز نے کبھی کوئی ایسا حکم صادر نہیں فرمایا جو رفاہِ عامہ کے منافی اور مخلوق کی پریشانی کا باعث ہوا ہو۔ ہاں آپ نے تخت نشین ہوتے ہی بھنگ وغیرہ کاشت کرنے کی ممانعت کردی، شراب نوشی ممنوع قرار دے دی، جوا بند کردیا، بازاری عورتوں کو حکم دیا کہ یا تو شادی کرلیں یا ملک سے نکل جائیں۔ بچوں کو غلام یا خواجہ سراء بنا کر بیچنے کے خلاف احکام جاری کئے، ستی ہونے کی ممانعت کردی، گانے والوں اور گانے والیوں کو دربار سے ہٹا دیا اور تقریباً اسی ٹیکس معاف کردیئے۔ نیز تمام ممالک محروسہ میں سلطنت کی وسعت کے باوصف احکام شرعی جاری و نافذ کئے۔ غرضیکہ آپ کے عہدِ معدلت میں دینِ متین کا آوازہ جس قدر بلند ہوا اور

ہندوستان میں شریعتِ اسلامی کا جس طرح لحاظ رکھا گیا، اس کی نظیر مشکل ہی سے ملے گی۔

شہنشاہ عالمگیر نے سلوک وطریقت کی تعلیم بھی حاصل کی۔ جس میں آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تعلیمات سے بہت متاثر تھے۔ اسی لئے ان کے فرزندار جمند حضرت خواجہ معصوم قدس سرہ کی بیعت اوران کے پوتے حضرت خواجہ سیف الدین کی صحبت آپ کے حق میں دوآتشہ بن گئی۔ نیز حضرت خواجہ محمد نقشبند اور محمد زبیر سے بھی مستفیض ہوئے۔ آپ عالم دین اور حافظ قرآن تو پہلے ہی سے تھے، پھر محی دین اور پابند شرع متین بننے میں کیا دیرلگ سکتی تھی۔ آپ نے کتاب وسنت کے احکام کے احیاء وترویج کے لئے فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کرائی جس کو آپ کے حربی فتوحات کی طرح ایک عظیم الشان کارنامہ کہا جاسکتا ہے۔ درحقیقت شہنشاہ عالمگیر ہمدرد خلائق خدا پرست اورانسان نواز مؤمن کامل تھے۔ آپ کے اخلاق عالیہ کی ہمہ گیری اور عالمگیری منصف مزاج مؤرخین کے نزدیک مسلم ومحقق ہے۔ آپ بظاہر ایک تخت نشین تاجدار تھے، لیکن مزاج درویشانہ رکھتے تھے۔ آپ نظر آتے تھے شاہی محل میں لیکن آپ کی روح پرواز کرتی تھی حقیقت ومعرفت کی فضاؤں میں آپ حنفی المذہب سنی تھے اور اسلامی فرائض کی پابندی اور ان کے اجراء میں بے حد کوشاں رہتے تھے۔ ہمیشہ باوضورہتے اور کلمہ طیبہ اور دیگر وظائف ہر وقت زبان پر جاری رہتے تھے، نماز اول وقت میں مسجد میں باجماعت ادا فرماتے۔

حرمین شریفین کے زائرین ومجاورین کے لئے کثیر رقم ارسال فرماتے۔ آپ نے قرآن مجید کے دو نسخے خود کتابت فرما کر نہایت قیمتی جلدیں بندھوا کر حرمین شریفین کو بھجوائیں۔ فن خوشنویسی کے علاوہ آپ کو فن انشاء اور نثر نگاری میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ چنانچہ رقعات عالمگیری جو آپ کے خطوط کا مجموعہ ہے، فارسی طرز انشاء کا بہترین نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ چنانچہ ایک شعر ملاحظہ ہو،

غمِ عالم فراواں است و من یک غنچہ دل دارم
چساں در شیشۂ ساعت کنم ریگ بیاباں را

(اس جہان کا غم بہت زیادہ ہے اور میرے پاس ایک غنچہ جیسا دل ہے۔ گھڑی کے شیشہ میں اس جہان کی ریت کے غم کو کیسے گزاروں)۔

صاحبزادے حضرت ابو العلی نے ظاہری تعلیم سے فارغ ہو کر مجاہدہ شروع کیا۔ اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لیا اور لوگوں کی ہم نشینی کو ترک کر دیا۔ جب حضرت حجۃ اللہ نے حضرت ابو العلی سے چہرہ پر نقاب ڈالنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے عرض کیا کہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات میرے سامنے تشریف فرما ہیں، اس لئے اب میں نہ کسی کی طرف دیکھ سکتا ہوں۔ آٹھ سال تک نقاب پوش رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے نہ کبھی آرام کیا اور نہ تکیہ لگا کر بیٹھے۔ ہر وقت قبلہ رو بیٹھے رہتے، صرف نماز کے لئے اٹھتے۔ عالمگیر بادشاہ نے ہر چند آپ سے ہمکلام ہونا چاہا لیکن ممکن نہ ہوا۔ صرف اپنی والدہ یا والد بزرگوار سے بعض ضروری امور کے لئے ۱۱۰۶ھ کو تینتالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی عمر چار سال چار ماہ ہوئی تو آپ کو ایک سعادت مند ادیب اور طالع مند معلم کے سپرد کیا گیا۔ تیرہ سال کی عمر میں اپنے دادا حضرت حجۃ اللہ کے ہمراہ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو جس سال تجدید الف ثانی کا منصب عطاء ہوا تھا اس کے پورے سو سال بعد ۱۶۹۹ء/ ۱۱۱۱ھ میں حضرت حجۃ اللہ نے حضرت خواجہ محمد زبیر کو اپنا قائم مقام بنا کر قطب الاقطابی اور قیومیت کی خلعت پہنا کر۔

حضرت شاہ محمد مظہر رحمۃ اللہ علیہ فرزند حضرت شاہ احمد سعید کے تھے رحمۃ اللہ علیہما۔ آپ کی ولادت باسعادت بتاریخ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ۔

جدِ امجد نے آپ کو چوم کر سونگھ کر فرمایا کہ اس لڑکے میں اولوالعزمیت کی بو آتی ہے۔ آپ نے حق سبحانہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، جبرائیل علیہ السلام وحضرت پیغمبر خدا ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔

آپ نے ایک خانقاہ، بکمال اہتمام و انتظام بہت بڑے طبقات کے مدینہ شریفہ میں بجانب باب الجمعہ بنوائی، جس میں زائرین اور مقیمین رہ کر راحت پاتے ہیں۔ نسبت کمالِ محبت حضرت سید عالم ﷺ، وشوقِ دفنِ بقیع شریف، سالہا سال سے مدینہ منورہ سے باہر قدم نہ رکھا حتیٰ کہ ۱۱ المحرم ۱۳۰۱ھ کو انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بقیع شریف میں متصل دیوار جانب قبلہ قبہ مبارک حضرت عثمان رضی

اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد کی قبر کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

حضرت مولانا ارشاد حسین رحمۃ اللہ علیہ اکابر اصحاب واجل خلفاء حضرت شاہ احمد سعید سے تھے، رحمۃ اللہ علیہا۔ آپ کا نسب انسب بواسطہ حضرت محمد یحییٰ حضرت مجدد الف ثانی سے ملتا ہے، قدس سرہما۔ آپ عالم وفاضل جید تھے۔ وعظ اس روانی سے فرماتے اور اس میں ایسے ایسے شریعت وطریقت کے نکات بیان کرتے کہ سکتہ کا عالم ہو جاتا تھا۔ آپ کی مجلس نہایت پُر فیض بابرکت تھی۔ آپ کا وصال ۱۳۱۱ھ بمقام رامپور ہوا۔

حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ اجل خلفاء حضرت شاہ غلام علی صاحب سے تھے۔ حضرت نے فرمایا میں ابتداءِ قلب سے تمہارا کام شروع کرتا ہوں۔

شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ بھوپال میں آپ نے رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کیا، آخر میں حج کا ارادہ کیا۔ اثنائے سفر میں یلملم میں ۱۲۵۳ھ کو انتقال فرمایا۔

بہ زمین چوں سجدہ کردم ززمین ندا بر آمد
کہ مرا خراب کردہ تو بسجدہ ریائی
بہ طواف کعبہ رفتم بہ حرم رہم نہ دادند
کہ برون درچہ کردی کہ درون خانہ آئی

اپنا ولی عہد بنایا اور اپنے تمام مریدوں اور خلفاء کو تربیت باطنی کے لئے آپ کے حوالہ کر دیا۔ بعد ازاں ۲۹ محرم ۱۷۰۳ء/۱۱۱۴ھ کو حضرت حجۃ اللہ کا وصال ہو گیا اور بروز ہفتہ جمعہ ۲۸ ذیقعد ۱۷۰۷ء/۱۱۱۸ھ کو بادشاہ عالمگیر کا انتقال ہو گیا۔ لیکن تقریباً ایک ماہ بعد شاہزادہ محمد معظم کو بادشاہ کے انتقال کی خبر ملی۔ شہزادہ نے اسی وقت حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے حق میں دعاء وتوجہ فرمائیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ میری عزت وآبرو سلامت رکھے اور دشمن پر فتحیاب ہو کر ہندوستان کی سلطنت میرے ہاتھ آئے۔ حضرت نے دیر تک دعائے خیر کی اور شہزادہ کو سلطنت ہند کی خوشخبری دی۔ جب شہزادہ لاہور پہنچ کر تخت شاہی پر بیٹھا تو حضرت خواجہ محمد زبیر ہی نے اپنے دستِ مبارک سے شہزادہ کے سر پر تاج شاہی رکھا۔ اتنے میں محمد معظم کا بڑا لڑکا معز الدین حاکم ملتان بھی ایک جرار لشکر لے کر باپ سے آملا۔ حضرت خود لاہور ٹھہر گئے اور شہزادہ کو فتح ونصرت کی خوشخبری عطاء فرما کر رخصت کیا۔

محمد معظم لاہور سے سرہند آیا تو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے صاحبزادے حضرت محمد صبغۃ اللہ نے حضرت عروۃ الوثقیٰ کی دستار مبارک شہزادہ کے سر پر باندھی۔ شہزادہ اسے نعمت عظمیٰ خیال کر کے پھولا نہ سمایا۔ حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ کافی عرصہ لاہور میں قیام پذیر رہے۔ اور حضرت کے حلقہ میں مجمع عظیم ہونے لگا، ہزاروں آدمی آپ کے مرید ہوئے اور کثیر جماعت نے خلافت پائی۔ بعد ازاں آپ اپنے خلیفہ شیخ عبد الرحیم کو خلافت عنایت فرما کر اور لاہور کے تمام مریدین وخلفاء ان کے سپرد کر کے سرہند تشریف لے آئے۔ یہاں پہنچ کر حضرت خلوت نشین ہو گئے، بصرف نمازوں کے لئے مسجد تشریف لے جاتے۔

"الحمد وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ و علیٰ آلہ و اصحابہ نجوم الھدیٰ، اما بعد مخفی نہ رہے کہ چونکہ برادر عزیز محمد احسان مدت تک خدا طلبی کے لئے اس فقیر کے ہمراہ رہا اور اس راہ کی ضروریات حاصل کیں بلکہ اپنے بزرگوں کی نسبت بطور وراثہ ملیں۔ اس لئے اس فقیر نے برادر مذکور کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ اور قادریہ کی تعلیم طریقہ کی اجازت دی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ جو کوئی برادر مذکور کا ہم نشین ہوگا، دونوں طریقوں کی برکات سے بہرہ مند ہوگا۔ اجازت اس شرط پر مشروط ہے کہ شریعت اور طریقت پر ثابت قدم رہے۔ والسلام علی من اتبع الھدی کتبہ فقیر محمد زبیر" "روضۃ القیومیہ"

شاہانِ مغلیہ ایک نظر میں

حق سبحانہ وتعالیٰ نے خانوادۂ تیموریہ کو جس قدر نوازا تھا، اس کی مثال پوری تاریخ میں مشکل ہی سے ملے گی۔ برصغیر سلطنت مغلیہ کا بانی شہنشاہ ظہیر الدین بابر تھا۔ ہندوستان آنے سے پہلے اس کی حکومت افغانستان میں تھی اور اس سے قبل فرغانہ میں وہ امیر تیمور صاحبِ قران یعنی امیر تیمور گورگان کی پانچویں پشت میں تھا۔ تیمور تک اس کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔ بابر بن عمر شیخ مرزا بن ابوسعید مرزا بن سلطان محمد مرزا بن میران شاہ بن امیر تیمور۔

(۱) امیر تیمور ۱۳۳۵ء/۷۳۶ھ میں سمرقند کے نواح میں

پیدا ہوا۔ چنگیز خاں اس کے اجداد میں تھا۔ تیمور اپنے باپ کے مرنے کے بعد ۱۳۶۰ء ۷۶۱ھ میں ایک قبیلہ کا سردار بنا۔ ۱۳۷۰ء ۷۷۱ھ میں ترکستان اس کے زیر نگین آ گیا اور سمرقند اس کا پایہ تخت قرار پایا۔ اس کے بعد وہ دوسرے ملکوں کی فتوحات کے لئے روانہ ہوا۔ ایران اور وسط ایشیا کے مختلف حصوں پر قبضہ کرتا ہوا ۱۳۷۱ء ۷۸۲ھ میں روس کے دار الحکومت ماسکو تک جا پہنچا۔ ۱۳۷۵ء ۷۸۶ھ میں مازندران اور آذر بائیجان پر قبضہ کر لیا۔ ۱۳۹۸ء ۸۰۱ھ میں وہ شمال مغربی دروں کی راہ سے برصغیر پر حملہ آور ہوا۔ اور آخری تغلق بادشاہ محمود شاہ بن محمد شاہ کو شکست دیکر اور دہلی پر قبضہ کر کے اسے تخت و تاراج کیا، پھر ایشیائے کوچک اور شام کا رخ کیا اور انگورہ کی جنگ میں ترکوں کو شکست دیکر سلطان بایزید یلدرم کو قید کر لیا۔ ۱۴۰۵ء ۸۰۷ھ میں چین پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا کہ بہادر اسلام رحمتہ اللہ علیہ کو دست اجل نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ امیر تیمور کی قبر حضرت امیر کلال کے گنبد میں ہے۔ تیمور کے چار لڑکے اور ایک لڑکی تھی لڑکوں کے نام جہانگیر مرزا، عمر شیخ مرزا، میران شاہ اور شاہ رخ مرزا۔ اول الذکر دو صاحبزادے باپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

(۲) میران شاہ بن امیر تیمور جو بابر کے دادا کا دادا تھا۔ بابر بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں کا انسان تھا۔ خطاء بخشی اور جرم پوشی اس کی سرشت میں داخل تھی۔ وہ ایک طرف نہایت بہادر، جری، فن سپہ گری کا ماہر تھا تو دوسری جانب علم و ادب کا دلدادہ، عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کا متبحر عالم ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھا

نوروز و نوبہار مے و دلربا خوش است
بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

نماز روزہ کا بڑا پابند تھا، بچپن ہی میں خواجہ عبید اللہ احرار کا مرید ہو گیا اور مشائخ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ تاریخ فرشتہ کا بیان ہے کہ بابر حنفی المذہب تھا۔ نماز کبھی قضا نہیں کی اور ہر جمعہ کو پابندی سے روزہ رکھتا تھا۔

بادشاہ ظفر نے مجبور ہو کر انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور بے سرو سامانی کی حالت میں تیرہ ہفتے تک جنگ جاری رکھی، آخر شکست کھائی اور ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریزوں کا دلی پر قبضہ ہو گیا۔ بادشاہ مقبرہ ہمایوں سے گرفتار کیا گیا اور انگریزوں نے اس کے نو بیٹوں کو گولی مار کر ان شہزادوں کے سر خوان میں رکھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کر دیئے۔ بادشاہ نے جگر گوشوں کے سر دیکھ کر نہایت صبر و تحمل سے منہ پھیر لیا اور فرمایا "الحمدللہ! تیموری شاہزادے میدان جنگ سے باپ کے سامنے سرخرو ہو کر لوٹے۔ خداوند کریم ان کی مغفرت فرمائے!" بعد ازاں انگریزوں نے قتل و غارت گری کی، پھر بادشاہ پر مقدمہ چلایا گیا اور اکتوبر ۱۸۵۸ء میں وہ بطور شاہی قیدی رنگون بھیج دیئے گئے، جہاں چار برس کے بعد نومبر ۱۸۶۲ء/ ۱۲۷۹ھ کو ان کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح سلطنت مغلیہ سوا تین سو سال برصغیر پر قائم رہ کر بادشاہ ظفر پر ختم ہو گئی۔

پس بندگی اس چیز کے ساتھ ہے جو کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ماخوذ ہو اور نفس کو اس میں کوئی دخل نہ ہو اور سخت ریاضتیں جو کہ شریعت منورہ کے موافق نہ ہوں اور پیغمبر ﷺ کی سنت کے طریقے کے خلاف ہوں وہ مقبول نہیں ہوتیں اور اس ذات اقدس (تعالیٰ شانہ) کی طرف کوئی راستہ نہیں کھولتیں۔ اس سلطنت شریعت میں جو کہ نفس راہزن کی امارگی کے مادہ کو کاٹتی اور اس کی انانیت کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دیتی ہے۔ جب تو اچھی طرح غور کرے تو نفس پر سنت و شریعت کی متابعت سے زیادہ سخت و گراں کوئی چیز نہیں ہے اور کوئی ریاضت سنت پر عمل کرنے سے زیادہ افضل نہیں ہے۔ اس لئے فنائے نفس ایسی مربوط ہوئی۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے تیس سال مجاہدہ میں کوشش کی ہے، میں نے شریعت کی متابعت پر عمل کرنے سے زیادہ سخت کوئی عمل نہیں پایا۔ لوگوں نے عمر بن نجیب سے پوچھا تصوف کیا ہے؟ انہوں نے کہا شریعت کے امر و نہی پر صبر کرنا (قائم رہنا)۔

باب ۱۳

مکتوبات معصومیہ

اس باب میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرزند ارجمند حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات سے منتخب مضامین کو مرتب کیا گیا ہے، جن میں اسلامی زندگی سے متعلق عام اہم موضوعات کی تفصیل وتشریح آ گئی ہے۔

بے ادبی کا نقصان

کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچا ہے......

''عدم رعایت آداب'' میں ضرر کا پلہ غالب رہتا ہے' اور نفع موقوف ہو جاتا ہے۔

افسوس و شرمندگی

ہائے عمر کا حصہ (شباب) ہوا و ہوس میں بسر ہو گیا اور اس وقت کے عمل کا کیا اعتبار ہو گا' خجالت کی وجہ سے پانی پانی ہوا جاتا ہوں' اور (آخرت کے لئے کوئی عذر سمجھ میں نہیں آتا) کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

کنوں چہ عذر گناہان خویشتن خواہم
کہ شرم' خون چکدم از بدن بجائے عرق

تصوف اضطراب و بے چینی کا نام ہے

''تصوف اضطراب و بے چینی کا نام ہے'' جب سکون آ گیا' تصوف نہ رہا...... طالب بے اضطراب اور بے سوزش نہیں ہوتا...... کوئی عارف بغیر درد و حزن کے نہیں ہے...... جب فخر کائنات علیہ افضل الصلواۃ ''دوام فکر'' اور ''تواصل حزن'' کے ساتھ موصوف تھے' تو دوسروں کا کیا ذکر ہے۔

مخدوما! ''وقت کار'' ہے۔ گفتار کا زمانہ نہیں ہے...... کالی کالی راتوں کو گریہ و استغفار سے روشن کر دو اور کلمہ طیبہ کی کثرت سے برابر رطب اللسان رہو۔ موافق فرصت و حال' تلاوت قرآن مجید سے ''حظ وافر'' جمع کر لو طول قرات کے ساتھ (نوافل) پڑھو۔ اور تعلیم و تعلم پر حریص رہو۔ کمر ہمت ''احیائے سنت'' کے لئے باندھو۔ ایسے وقت میں جب کہ ظلمات ''بدعات'' نے عالم کو گھیر رکھا ہے۔ خاص طور پر احیائے سنت عظیم الشان کام ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس کسی نے میری کسی سنت کو اس کے مردہ ہو جانے پر زندہ کیا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا'' ...... یہ حدیث تم نے بھی سنی ہو گی...... اغنیاء کی صحبت پر راغب نہ ہونا...... فقر کو عزیز جاننا اور ورع و تقوی کے بجان و دل طالب بنے رہنا...... کسی گناہ کو چھوٹا نہ جانو...... اس دور افتادہ (کاتب تحریر) کو دعائے خیر میں یاد رکھو۔ تم درجہ مبتدی سے بہت کچھ ترقی کر گئے ہو...... بدرجہ اولیٰ اجازت ہے کہ اوراد ادعیاء مسنونہ علاوہ ذکر کے پڑھا کرو' نماز تہجد و چاشت' اوابین اور اس کے علاوہ سنن زوائد بھی ادا کرو...... نماز تہجد اور قیام لیل تو کہنا چاہیے کہ ''ضروریات طریقہ صوفیاء'' سے ہے۔ تعلیم و تعلم طریقت کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ کام نیت صالحہ کے ساتھ ہو تو نسبت باطنیہ کے مؤید ہے۔

نشان آشنا داری بیا نزدیک من بنشین

عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی حیات میں قبر بنالی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں' جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں' اگر اتنے پر صبر نہیں کر سکتا تو پھر پیٹ کا تیسرا حصہ کھانے کے لئے ہو ایک تہائی پانی کے لئے' اور ایک تہائی سانس لینے کے لئے ہو''۔ امام احمد بن حنبل اسی معرفت کے طالب تھے کہ علم و اجتہاد کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوتے ہوئے مشہور بزرگ حضرت بشر حافیؒ کی رکاب کے ساتھ خادمانہ طریقہ پر چلتے تھے' لوگوں نے اس ادب و احترام کا سبب دریافت کیا تو امام احمد نے فرمایا کہ: بشر کو خدا کی معرفت مجھ سے زیادہ حاصل ہے۔

امام اعظمؒ نے اپنی عمر کے اخیر دو سال میں اسی مقصد اعلیٰ کی تکمیل کی' اور ان کا مشہور مقولہ ہے۔

لولا السنتان لھلک النعمان

(اگر تکمیل مقصد کے یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا) دیکھو اعمال میں وہ کتنا اونچا درجہ پہلے ہی سے رکھتے تھے۔ اجتہاد و استنباط کے برابر کونسا عمل' کونسی طاعت پہنچ سکتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''جو شخص اپنے تمام غموں کو ایک غم یعنی آخرت بنالے گا' اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں کو دور کر دے گا'' جس کے دو دن مساوی گزریں وہ گھاٹے میں ہے۔ اس فرصت قلیلہ کو ''تعمیر باطن'' اور ''تنویر قلب'' میں لگا دو ''تعمیر

ظاہر'' ''تخریب باطن'' کا سبب ہے۔اور''تخریب ظاہر'' ''تعمیر باطن'' کا...... حضرت مجدد صاحب قدس سرہ نے ''مراتب تعینات'' کے اوپر ایک اور مرتبہ بھی بیان کیا ہے اور اس کو''نور صرف'' سے تعبیر کیا ہے' نیز اس کو''حقیقت کعبہ'' قرار دیا ہے۔

نماز مومن کی معراج ہے

مخدوما!...... نماز معراج ہے اور نمونہ ''حالت معراجیہ'' ہے...... ساجد' اللہ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے' تم نے یہ حدیث سنی ہوگی...... نیز حدیث میں آیا ہے بندہ جب کہ نماز میں داخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے...... پھر فرائض کی خصوصیت جداگانہ ہے...... اور جماعت نور علی نور ہے...... رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نور سے روشن و منور کر دے گا جو اندھیروں میں مسجد کی طرف جاتے ہیں۔

اگر محض جاننا عشق کے لئے کافی ہوتا تو تمام مسلمان عاشق وشیدا ہونے چاہیے تھے۔ اور وہ اپنے وجود اور اپنے غیر سے کلیۃً آزاد ہوتے۔ کیونکہ یہ چیز لازمہ عشق ہے درحقیقت عشق د''گرفتاری دل'' عطیہ ربانی ہے۔ اگرچہ اس عشق کا ترتب ''داشتن'' پر ہی ہوتا ہے۔ مگر عالم اسباب میں یہ عشق سلوک وریاضت سے وابستہ ہے' اور (ساتھ ہی ساتھ) ایسے شیخ کامل کی صحبت کی بھی ضرورت ہے' جو مقامات ''سلوک وجذبہ'' طے کئے ہوئے ہوں...... وہ معرفت جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں اسی عشق وولولہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ عشق حقیقی کا اثر فنافی المحبوب ہونا' اور ماسوائے آزادی ہے۔ یہ حقیقت عشق ہے اور عشق مجازی صورت عشق ہے' عشق حقیقی فنا و بقاء تک پہنچتا ہے جو مقامات باطن سے ہیں۔ ''کمالات نبوت'' کے مقام پر محبت بمعنی ارادہ طاعت رہ جاتی ہے اور بس' بے آرامی و بے چینی اس میں نہیں ہوتی' یہ محبت اس طرح کی ہوتی ہے جیسا کہ ہر کسی کو اپنی ذات کے ساتھ ہو' بلکہ اس سے بھی زیادہ نازک ولطیف۔

اتباع سنت میں جان ودل سے کوشش کرو

مخدوما! اتباع سنت میں جان ودل سے کوشش کرو۔ سرور دین ودنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادات وعبادات کے جزو کل میں تشبہ کو سعادت عظمیٰ سمجھو یہی چیز ''برکات'' کا ثمرہ دیتی ہے اور یہی ''درجات عالیہ'' کا نتیجہ بخشتی ہے۔ محبوب کی شکل اختیار کرنے والے بھی محبوب ومرغوب بن جاتے ہیں۔ اپنے اوقات کو معمور رکھو...... نماز کو طول قنوت کے ساتھ ادا کرو' اور کالی کالی راتوں کو گریہ واستغفار سے روشن کردو...... کلمہ طیبہ کی اتنی تکرار کرو کہ سوائے مراد حق کے تمام مرادوں سے دل خالی ہو جائے۔

دل اندر زلف لیلیٰ بند وکار راز عقل مجنون کن

کہ عاشق رازیاں دار و مقالات خرد مندی

اوقات کو یاد حق سے معمور رکھو' اور گزرے ہوؤں کو دعا وایصال وثواب میں یاد رکھو...... آج یا کل ہم بھی اس جماعت رفتگاں سے ملحق ہوں گے' اور اپنے خانماں سے جدا ہو جائیں گے' اور ''فرزندان وخویشاں'' کو الوداع کہیں گے...... توشہ آخرت کو مہیا کرو...... قبر وقیامت کو نصب العین بناؤ۔

اللہ تعالیٰ تم کو اجر عظیم عطا فرمائے' اور جمعیت ظاہر وباطن عنایت کرے۔ ایک مستعد طالب اپنی استعداد ومحبت کے مطابق اسی شیخ کامل کے باطن سے فیضیاب ہوتا ہے' اور رفتہ رفتہ وہ ''رذائل اوصاف'' سے خالی ہو کر ''برنگ شیخ کامل'' ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔ امید ہے کہ فقراء کے باطن سے بہرہ کامل حاصل کرو گے' اور ''فیض مند'' ہو گے...... یہ فقیر اپنے اندر اتنی لیاقت نہیں دیکھتا کہ تم کسی ''امر عظیم'' کی درخواست مجھ سے کرو...... لیکن چونکہ از راہ حسن ظن لکھا ہے' اس لئے امید ہے کہ تمہارے اس ظن کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ معاملہ ہو' اور ویرانے سے خزانہ برآمد ہو جائے۔

اپنے اوقات کو طاعات میں مشغول رکھو۔ لہو لعب سے بچتے رہو۔ ''بے وفائی دنیا'' ''احوال گور'' اور ''ہول قیامت'' کو پیش نظر رکھو...... اور نجات کو اتباع سنت واجتناب از بدعت میں یقین کرو۔ اہل بدعت اور ملاحدہ سے تعلق صحبت نہ رکھنا' اس لئے کہ یہ لوگ دین کے چور ہیں۔ جو فقیر شرعی وضع پر نہیں اور سنت نبوی ﷺ سے آراستہ نہیں اس کو اپنی مجلس میں راہ نہ دینا۔ دنیا مزرعہ سے زیادہ نہیں ہے۔ جتنا عمل میں اخلاص ہوگا'

ثمرات ونتائج اخروی اور درجات قرب کی بھی زیادہ امید ہو گی...... عمل کتب شرعیہ سے لیا جاتا ہے اور ''حقیقت اخلاص عمل'' ''اسلام حقیقی'' اور ''اطمینان نفس'' سے متعلق ہے اور اسلام حقیقی و اطمینان نفس صحبت صوفیائے کرام سے وابستہ ہے...... ''عمل بے اخلاص'' جسم بے روح کی مانند ہے۔

سلسلہ خط وکتابت توجہ غائبانہ کا ذریعہ ہوتا ہے۔

بندگی گردن جھکا دینے کا نام ہے

مخدوما!...... بندگی نام ہے ''گردن نہادن'' کا اور اپنے ارادے سے باہر آجانے اور مرضی خدا کے ساتھ وابستہ ہو جانے کا...... جو کچھ محبوب کی طرف سے پہنچتا ہے۔ محبوب ہو جاتا ہے' انعام ہو یا تکلیف...... محب' فدائے محبوب ہوتا ہے' اس کی نظر میں محبوب کے تمام افعال و کردار ''رعنا و زیبا'' ہوتے ہیں۔ ہر تلخی جو اس طرف سے پہنچتی ہے' عاشق اس کو شکر کی طرح استعمال کرتا ہے۔

مومن کے حق میں اس فیصلہ خداوندی سے متعجب ہوں کہ جب مومن کو خیر پہنچتی ہے تو اپنے رب کی حمد کرتا ہے' اور شکر کرتا ہے اور جب اس کو مصیبت پہنچتی ہے تو بھی حمد کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ مومن کے ہر عمل پر اجر ملتا ہے۔ حتیٰ کہ اس لقمے میں بھی جو وہ اپنی بیوی کے منہ میں دے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

اتباع سنت میں کوشش کرو۔ بدعت اور اہل بدعت سے دور رہو۔ صحبت مسلمانوں اصلحاء پابند شرع کی طرف راغب ہو۔ جس جگہ خلاف شرع دیکھو وہاں سے گریزاں اور یکسو ہو جاؤ۔

باعاشقاں نشیں و ہمہ عاشقی گزیں
باہر کہ نیست عاشق ہرگز مشو قریں

اور عاشق صادق وہ ہے جو متابعت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر راسخ ہے۔

حضرت ایشان کی محبوبیت حضرت خواجہ صاحب کے نزدیک بھی مسلم تھی' حضرت خواجہ ہمارے حضرت کے بارے میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

عشق معشوقاں نہاں است دستیر
عشق عاشق بادو صد طبل و نفیر
لیک عشق عاشقاں تن زہ کند
عشق معشوقاں خوش و فربہ کند

ترقی اکثر و بیشتر صحبت تعلیم شیخ ہی سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آتش طلب کو مشتعل کرے' شعلہ شوق کو بھڑکائے' اور ماسوائے سے کلیۃ رہائی دے کر قرب و معرفت کی بارگاہ تک پہنچائے' کلمہ طیبہ ''تطہیر باطن'' میں تاثیر عظیم رکھتا ہے۔

سنن و آداب کو چھوڑنے والا عارف نہیں

آداب نبوی ﷺ کا خیال نہ رکھنے والے اور سنن مصطفوی ﷺ کو چھوڑنے والے کو ہرگز ہرگز ''عارف'' خیال نہ کرنا۔ اس کے (ظاہری) تبتل وانقطاع' خوارق عادات' زہد و توکل اور (زبانی) معارف توحیدی پر فریفتہ وشیفتہ نہ ہو جانا۔ مراد کار' اتباع شریعت پر ہے اور ''معاملہ نجات'' پیروی نقش قدم رسول اللہ ﷺ سے مربوط ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا ہے جس نے آداب سے سستی برتی' وہ سنن سے محروم ہوگا۔ جس نے سنن سے غفلت اختیار کی وہ فرائض سے محروم ہوا اور جس نے فرائض سے تہاون کیا وہ معرفت سے محروم ہو گیا۔

''ہر انسان کا حسن و کمال تمام امور میں ظاہراً و باطناً' اصولاً یا فروعاً' عقلاً و فعلاً' عادۃً و عبادۃً کامل اتباع رسول ﷺ میں مضمر ہے۔''

توبہ کرنا

گناہ پوشیدہ کی توبہ پوشیدہ طریقہ پر اور گناہ آشکارا کی علانیہ طریقہ پر توبہ ہو۔ توبہ میں دیر نہ کی جائے...... منقول یہ ہے کہ کراماً کاتبین تین ساعت تک گناہ لکھنے میں توقف کرتے ہیں۔ اگر اس درمیان میں توبہ کر لی' تو اس گناہ کو نہیں لکھتے' ورنہ اپنے رجسٹر میں اس گناہ کا اندراج کر لیتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ رات کو اپنا دست نوازش دراز کرتا ہے' تاکہ دن کا گنہگار توبہ کر لے اور دن کو بھی اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ رات کا گنہگار توبہ کر لے۔ معاصی سے بچنے کا (اہتمام) ''صدیق'' کا کام ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند کا ارشاد ہے کہ لقمہ تر کھاؤ لیکن (دینی)

کام خوب کرو...... ''طاعت'' میں جس قدر کھانا ممد و معاون ہو' وہ خوب اور مبارک ہے' اور اس ''کارخانے'' میں جتنی زیادتی طعام خلل انداز ہو جائے وہ البتہ ممنوع ہے۔

ہر نیک و بد کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے' خواہ وہ اس کے باطن میں انبساط پیدا ہو یا انقباض' جو شخص عذر خواہی کرے اس کے عذر کو قبول کرنا چاہیے۔

شیخ عبداللہ نے فرمایا ہے کہ ''درویشی نہ فقط نماز روزے کا نام ہے اور نہ صرف احیائے شب کا' یہ تو اسباب بندگی ہے' درویشی یہ ہے کہ کسی کی دل آزاری نہ کی جائے' اس خوبی کو حاصل کرے گا تو واصل ہوگا''۔

اولیاء کی پہچان کیا ہے

محمد بن سالم سے لوگوں نے دریافت کیا ''اولیاء کی پہچان کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا اولیاء کی علامات یہ ہیں...... لطف لسان' حسن اخلاق' بشاشت چہرہ' سخاوت نفس' قلت اعتراض' عذر خواہ کے عذر کو قبول کرنا' تمام مخلوق خدا پر شفقت کرنا خواہ نیکوکار ہوں یا بدکار''۔

ابوعبداللہ احمد مقری قدس سرہ فرماتے ہیں: ''جواں مردی یہ ہے کہ تو جس شخص سے کدورت رکھتا ہو اس سے حسن خلق سے پیش آئے اور جس آدمی سے کراہت کرتا ہو اس پر مال خرچ کرے اور جس سے نفرت ہو اس سے اچھا سلوک کرے''۔

دنیا کی تمام حاجتوں میں کامیابی کا راز ان حاجتوں کو ترک کر دینے میں پوشیدہ ہے۔ حدیث میں ہے ''جو شخص اپنے تمام غموں کا ایک غم (غم آخرت) بنا دے گا' اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور آخرت کے تمام کام بنا دے گا''۔ اہل و عیال کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے اور بقدر ضرورت ان سے اختلاط ہو' تا کہ ان کا حق ادا ہو جائے۔ ''موانست تام'' ان سے نہ ہو۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ سے اعراض کا اندیشہ ہے...... ''احوال باطن'' نااہل سے نہ بیان کئے جائیں...... مالداروں سے حتی المقدور میل جول نہ رکھا جائے...... جمیع حالات میں سنت نبوی ﷺ کو اختیار کیا جائے' بدعت سے حتی الوسع اجتناب ہونا چاہیے ...... سالک کو چاہیے کہ حوادث میں متذبذب نہ ہو۔ عیوب مردم پر نظر نہ کرے' اور اپنے عیوب ہمیشہ پیش نظر رکھے...... اپنے آپ کو کسی مسلمان پر ترجیح نہ دے' سب کو اپنے سے بہتر سمجھے...... ہر مسلمان کے متعلق یہ اعتقاد رکھے' کہ اس کی برکت اور دعا سے مجھے کشود کار میسر ہو سکتا ہے۔ سلف صالحین کے حالات کے پیش نظر رکھے...... مساکین کی ہمنشینی پسند کرے...... کسی کی غیبت کی جانب خود بھی مائل نہ ہو' اور جہاں تک ہو سکے دوسروں کو بھی اس سے روکے...... امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو اپنا شیوہ بنائے اللہ کے راستے میں انفاق مال پر حریص ہو...... حسنات کے صدور سے خوشی محسوس کرے' اور سیئات کے ارتکاب سے دور دور رہے...... حدیث شریف میں آیا ہے کہ: جو شخص ایسا ہو کہ اپنا گناہ اس کو ناگوار گزرے اور نیکی اس کو خوش کرے' بس وہ مومن (کامل) ہے۔

مفلسی سے ڈر کر بخیلی اختیار نہ کرے۔ احرار کی کوشش اپنے بھائیوں کے فائدے کے لئے ہوتی ہے' نہ کہ اپنے نفس کے لئے' ابوعبداللہ خفیف فرماتے ہیں کہ: ایک درویش میرا مہمان ہوا' اتفاقاً اس کو پیٹ کا مرض لاحق ہو گیا' میں نے اس کی خدمت و تیمارداری اپنے اوپر لازم کر لی۔ تمام رات طشت اس کے لئے رکھتا اور اٹھاتا تھا' اتفاق سے تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ لگ گئی' تو اس درویش نے مجھے لعنت و ملامت کرنی شروع کی' اور غصے میں آ کر لعنک اللہ کہا...... لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا جب اس نے تم کو لعنک اللہ کہا تو تم نے اپنے نفس کو کس حال میں پایا؟ میں نے کہا مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا' گویا اس نے مجھے دعا دی' اور رحمک اللہ کہا۔

محب کو بغیر محبوب کے چین میسر نہیں ہوتا۔

دادیم ترا زگنج مقصود نشان
گر ما نر سیدم تو شاید برسی

اس مسکین کا التماس تم جیسے دوستوں سے یہ ہے کہ اس مہجور و عاصی کو دعاؤں سے فراموش نہ کرو گے' اور اللہ تعالیٰ کے کرم عمیم سے درخواست کرو گے کہ یہ گناہ گار تباہ کار کل قیامت کے دن (کم از کم) ''زمرہ عاصیان مرحوم'' میں داخل و شامل ہو

جائے۔

کجا ما دد کجا زنجیر زلفش عجب دیوانگی اندر سرافتاد

واللہ لا ادری...... ابہام خاتمہ کے طور پر نہیں ہے کیونکہ آپ کا اطمینان نفس اور حسن خاتمہ قطعی امر ہے...... بلکہ (آپ کا ارشاد) اس معنی کا اظہار ہے کہ وہ تفصیلات جو میرے اور دوسروں کے ساتھ دنیا اور آخرت میں پیش آئیں گی میں ان کو نہیں جانتا' اس لئے کہ ''علم غیب'' حق سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

سعادت آثار! نماز پڑھنے والے کے لئے جو چیز ضروری اور مامور بہ ہے وہ یہ ہے کہ ارکان نماز کی طرف دھیان رکھے۔ قومہ جلسہ وغیرہ میں طمانیت اور خشوع وخضوع ہو۔ دوستوں کی بے پروائی اور عدم توجہ سے ملول نہ ہوں۔ ان سب باتوں کو حق تعالیٰ کی طرف سے جانیں۔ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں جس طرح چاہتا ہے ان کو گھماتا ہے۔

از خداداں خلاف دشمن و دوست

کہ دل ہر دو در تصرف اوست

جو شخص تم سے دوستی رکھتا ہے وہ تم کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہٹا کر اپنی جانب مشغول کرنا چاہتا ہے۔ اور جو تم سے دوستی نہیں رکھتا وہ (درحقیقت) تم کو حق تعالیٰ کی جانب مشغول ہونے کا موقع دے رہا ہے...... اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہنا بہتر ہے یا مخلوق کے ساتھ؟

یا رب ہمہ خلق زمن بدخو کن

وز جملہ جہانیاں مرا یکسو کن

''آتش فتنہ'' جس قدر بجھے اتنا ہی اچھا ہے...... دوستوں سے بمقتضائے بشریت کوئی قصور ہو ہی جاتا ہے۔ درگزر کرنا چاہیے اور دوستوں کی خوبیاں پیش نظر رکھنی چاہئیں۔

اگر مردی احسن الی من اساء

(سنو) جو شخص چغل خور ہے اس کا قول ہرگز قابل قبول نہیں۔ چغل خوری کو قبول کر لینا چغل خوری سے بھی زیادہ برا ہے۔

حق تعالیٰ نے آدمی کو بے مقصد پیدا نہیں کیا

مخدوما! حق تعالیٰ نے آدمی کو مہمل پیدا نہیں کیا ہے اور اس کو اسی کی مرضی پر نہیں چھوڑ دیا ہے کہ جو کچھ سمجھ میں آئے کرے اور جس طرح جی چاہے اس کے مطابق زندگی گزارے وائے بر جان آدمی نامراد ایک شاہی ''رپورٹر'' ایک علاقے میں جاتا ہے اس سے تو وہاں کے تمام باشندے لرزاں اور ترساں ہو جاتے ہیں۔ ''مؤکلان امین'' دن کی رپورٹ شام کے وقت اور رات کی رپورٹ صبح کے وقت حضرت ذوالجلال کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اور ہم جیسے غافل بالکل متنبہ نہیں ہوتے...... کسب معاصی میں اور زیادہ دلیر ہوتے چلے جاتے ہیں......

مخدوما! یہ عمر چند روزہ بہت عزیز چیز ہے یہ فرصت غنیمت ہے چاہیے کہ اہم کاموں میں صرف ہو...... افسوس کی بات ہے اگر عمر عزیز بیہودہ اور لایعنی امور میں گزرے۔ تھوڑی سی کوشش سے ''ملک ابدی'' ہاتھ لگ سکتا ہے۔

دادیم ترا زگنج مقصود نشان

گرما نرسیدیم تو شاید برسی

نماز کو طول قرات کے ساتھ پڑھو۔ رکوع وسجود بھی دراز کرو۔ کبھی کبھی بغیر کسی بوریے اور فرش کے خالی زمین پر بھی نماز پڑھا کرو۔ اور اپنی پیشانی کو براہ راست خاک پر چسپاں کر دیا کرو' کبھی کبھی جنگل میں جا کر جہاں کوئی شخص نہ دیکھے طول وخشوع اور رغبت کے ساتھ (نماز نفل) پڑھا کرو...... تکرار کلمہ طیبہ پر حریص رہو۔ اور اپنی مرادات اور منتہات کی نفی کرو۔ اور ''ظلال'' سے ''اصول'' کی جانب مائل ہو جاؤ۔

تمہاری طرف توجہ کی گئی...... تم ''خلعت بیش بہا'' میں ظاہر ہوئے اور تمہارے انوار عالم پر چھائے ہوئے نظر آئے...... تم نے جو غبطہ (خانقاہ کے) حاضر باشوں...... پر کیا ہے' یہ غبطہ محمود ہے...... لیکن تم بھی کم درجہ نہیں ہو اپنے ہم جیسوں میں ممتاز ہو...... ہاں بعضوں کو جو خصوصیت از راہ استعداد حاصل ہے۔

ہر خوش پسرے را حرکاتے دگراست

''تمہیں جو دولت حاصل ہے' اکثر کے ہاتھ اس سے خالی ہیں'' نقد سعادت دارین متابعت سید الکونین ﷺ سے وابستہ ہے' دوزخ سے نجات اور دارالقرار (جنت) کا داخلہ سید ابرار وقدوہ اخیار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع پر ہی موقوف ہے۔ نیز

رضائے پروردگار' پیروی رسول مختار کے ساتھ مشروط ہے۔ توبہ' زہدو توکل اور تبتل آنحضرت ﷺ کی تابعداری کے بغیر نامقبول اور اذکار وافکار' اشواق واذواق بے توسل سرکار دو عالم ﷺ غیر معمول ہیں۔ اولیاء آقائے نامدار ﷺ کے بحر بے پایاں فیض کے ایک جرعے سے مستفیض اور انبیاء ان کے سرچشمۂ آب حیات کے ایک قدح سے سیراب ہیں۔ فرشتہ ان کا طفیلی ہے فلک ان کی حویلی ہے۔ رشتہ وجود انہی کے وجود سے متصل' سلسلہ ایجاد انہیں سے مربوط ہے۔ جملہ کائنات ان کی تابعدار اور تمام عالم کے بادشاہ ان کی رضا کے طلب گار ہیں۔

نماند بہ عصیاں کسے در گرو   کہ دارد چنیں سید پیشرو

پس جوانان سعادت مند اور طالبان ہوشمند پر لازم ہے کہ ظاہراً و باطناً ان کی اتباع میں کوشاں رہیں اور جو بات متابعت رسول ﷺ کے منافی ہو اس سے روگرداں ہوں۔ اور یقین رکھیں کہ اگر کوئی شخص ہزاراں ہزار فضائل وخوارق رکھتا ہو۔ اور متابعت رسول ﷺ میں سست ہو' اس شخص کی صحبت و محبت سم قاتل ہے اور جو شخص کوئی بھی فضیلت و کرامت نہ رکھتا ہو' لیکن اتباع رسول ﷺ میں اس کا قدم راسخ ہو اس کی صحبت و محبت "تریاق نافع" ہے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا

تواں رفت جز درپے مصطفیٰ

مخدوما..... اللہ کے واسطے کھانا کھلانا بغیر کسی "رسم وریا" کے اور اس کے ثواب میت کو پہنچانا بہت اچھی بات ہے اور نیک کام ہے' لیکن وقت کے متعین کرنے کی کوئی "معتمد علیہ" اصل ظاہر نہیں ہوتی۔ ہنگام قرب قیامت ہے اور وقت زیادتی ظلمات ہر ایک عالم ظلمات کے اندر غرق ہے اور غرق ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کوئی جواں مرد درکار ہے جو اس خطرناک زمانہ میں احیائے سنت کرے اور بدعت کو مٹائے۔ "بے انوار سنت نبوی ﷺ" راہ راست محال ہے' اور "بے التزام اطوار نبوت" نجات ڈھونڈنی محض خیال ہے طریقہ صوفیاء کا سلوک اور آیہ

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

ہمارے اس قول کی گواہ ہے..... اپنی سعادت اس میں سمجھنی چاہیے۔ کہ عادات' عبادات اور معاملات میں آنحضرت ﷺ سے نسبت پیدا ہو...... عالم مجاز میں دیکھو کہ جو شخص محبوب سے مشابہت اختیار کرتا ہے محب کی نظر میں وہ کتنا محبوب وزیبا اور مرغوب ورعنا معلوم ہوتا ہے......

جب کہ یہ بات ثابت ہوئی کہ نہی عن المنکر عدم قدرت قوت کے واجب نہیں' تو کیا نہی عن المنکر ایسے وقت میں جب کہ اپنی جان پر بن آنے کا گمان غالب ہو' جائز بھی ہے' یا نہیں پس ہمارے نزدیک ایسے وقت میں جائز ہے اور افضل ہے' بشرطیکہ نہی کرنے والا اہل عزیمت وصبر میں سے ہو' پس یہ نہی عن المنکر جہاد فی سبیل اللہ مع الکفار کی مانند ہوگی...... اللہ تعالیٰ قصہ لقمان میں فرماتا ہے معروف کا حکم کر' منکر سے منع کر' اور جو مصیبت (نتیجے میں) پڑے' اس پر صبر کر' بیشک یہ ہمت کے کام ہیں۔

"صاحب بدعت" سے محبت رکھنے سے اللہ تعالیٰ اسکے اعمال ضبط کردیتے ہیں

جو شخص "صاحب بدعت" سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے عمل ضبط کردے گا اور اس کے قلب سے ایمان کی نورانیت سلب کرلے گا۔ اے مخاطب! تو جب کسی بدعتی کو ایک راستہ پر چلتا دیکھے تو دوسرا راستہ اختیار کرلے۔ خود حضور ﷺ نے ان الفاظ میں اہل بدعت پر لعنت فرمائی ہے۔ جو کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو ٹھکانا دے اس پر اللہ کی' اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت پڑتی ہے' نہ ایسے شخص کا فرض قبول نہ نفل......

حدیث میں آیا ہے...... حضور ﷺ فرماتے ہیں: "اے عائشہ رضی اللہ عنہا! وہ لوگ جنہوں نے دین میں تفریق پیدا کی اور گروہ در گروہ ہوئے' وہ اصحاب بدعت اور ارباب ہوا وہوس ہیں' ان کو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی...... میں ان سے بری ہوں' وہ مجھ سے" وہ لوگ جو تعرض نہ کرنے اور امر بالمعروف نہ کرنے کے قائل ہیں' ذرا سوچیں کہ وہ عذاب وثواب اخروی کے اور ان مواعید شدیدہ کے (جو اعمال بد کے بارے میں قرآن وحدیث میں ہیں) قائل ہیں یا نہیں؟ اگر قائل ہیں تو پھر کیوں کسی نامراد انسان کو "مہلکہ عظیمہ" سے نہیں نکالتے۔

افسوس کہ مصیبت اخروی پر جو کہ ''اشد وابقیٰ'' ہے لوگوں کو متنبہ نہیں کرتے اور راہ نجات نہیں دکھاتے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سرے سے قیامت و حشر و نشر اور میدان حشر میں جو ہوگا اس کے قائل ہی نہیں ہیں۔ اگر فساق و کفار مبغوض خدا نہ ہوتے تو بغض فی اللہ واجبات دین سے نہ ہوتا۔

اللہ کی راہ میں محبت و نفرت

حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ''بندہ صریح ایمان نہیں پاسکتا' تاوقتیکہ اللہ کے لئے بغض نہ کرے' جس کسی میں یہ صفت پیدا ہوگئی کہ وہ اللہ کے لئے محبت رکھتا ہے' اور اللہ کے لئے بغض رکھتا ہے' تو وہ مستحق ولایت ہوگیا'' (رواہ احمد)

جو شخص دعویٰ دوستی کرے اس کا دعویٰ ہرگز قبول نہیں ہوگا' جب تک (محبوب کے) دشمنوں سے اظہار بیزاری نہ کرے۔

سلطان العارفین سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی) جو سرتا پا شریعت سے آراستہ و پیراستہ تھے...... اگر ترک امر معروف وحدت وجود والوں کا مشرب و مسلک ہوتا' تو مولانا عبدالرحمٰن جامی جو محققین ارباب وحدت وجود میں سے ہیں' کیوں اپنی مثنوی 'سلسلۃ الذہب'' میں ایسے لوگوں کی تردید کرتے جو ترک امر کے قائل ہیں۔ عجب تماشے کی بات ہے کہ جو لوگ مشرف ''کم آزاری'' ''اور مسلک'' ''صلح کل'' اختیار کئے ہوئے ہیں وہ یہود' جوگیہ براہمہ' اور زنادقہ وغیرہم کے ساتھ اچھے تو ہیں' ان سے صلح' صحبت' انبساط' محبت رکھتے ہیں لیکن اہل سنت و جماعت سے' جو کہ فرقہ ناجیہ ہے' غلظت و عداوت کا معاملہ کرتے ہیں...... ان کی صلح دوسروں سے ہے' اس جماعت حقہ کو ایذا و آزار پہنچاتے ہیں اور اس کو بیخ و بن سے اکھاڑنا چاہتے ہیں...... اچھی ''صلح کل'' پالیسی ہے کہ محمدیوں سے عداوت اور ''غیر محمدیان'' سے محبت و مودت...... خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ اگر ترک تعرض محمود ہوتا تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجبات دین سے نہ ہوتے...... اور اللہ تعالیٰ امر و نہی کرنے والوں کو خیر امت کا لقب نہ دیتا۔ اگر ترک تعرض مستحسن فعل ہوتا تو منکر شرعی کو دیکھ کر انکار قلبی کرنے کو کیوں اضعف ایمان قرار دیا جاتا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو

(یا یھاالذین امنوا علیکم انفسکم الایہ)

اور میں نے آنحضرت ﷺ کی زبانی سنا ہے فرماتے تھے کہ ''لوگ جب منکر کو ہوتا دیکھیں اور اس کو نہ مٹائیں' تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب سب پر عام کردے۔ (رواہ ابن ماجہ)

اگر کہا جائے کہ امر معروف (تبلیغ) اور جہاد فی سبیل اللہ طریقہ انبیاء ہے اور طریقہ اولیاء ترک تعرض اور ترک امر ہے۔ جیسا کہ اس وقت بعض اشخاص کہہ دیتے ہیں مگر حصول نجات اور ''وصول بدرجات کمال'' متابعت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ وابستہ ہے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا تواں رفت جز در پے مصطفیٰ

حضرت جنید بغدادی جو کہ رئیس صوفیاء ہیں فرماتے ہیں کہ: ''جس نے قرآن حفظ نہیں کیا' اور کتاب حدیث نہیں کی' وہ ہمارے مسلک میں مقتدیٰ بننے کے قابل نہیں۔ اس لئے ہمارا طریقہ سراسر مقید بالکتاب والسنۃ ہے۔

جب خدا سے واسطہ پڑے گا اور گور و قیامت کی منزلیں درپیش ہوں گی۔ اس وقت متابعت انبیاء کے سوا کوئی چیز سود مند دستگیر نہ ہوگی۔

کسی بندہ کی چاپلوسی کرنا

مخدوم من!...... بندہ عاجز جب اپنے جیسے عاجز بندے سے چاپلوسی التجا اور لجاحت کرے تو اس کا یہی حشر ہونا چاہیے کہ ذلت و خواری میں مبتلا ہو کیوں نہیں درگاہ غنی مطلق میں تضرع و زاری کرتا۔

وہ حیات جو دنیا سے تعلق رکھتی ہے دو چیزوں کو چاہتی ہے حس اور حرکت۔ اور وہ حیات جس کا تعلق برزخ سے ہے محض حس ہے بغیر حرکت کے...... اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہے اس نے ہر محل کے مطابق حیات عطاء فرمائی ہے۔ برزخ میں جس کے

بغیر چارہ نہیں، تا کہ تالم وتلذذ ہو سکے۔ حرکت کی وہاں ضرورت ہی نہیں بخلاف نشاء دنیوی اور اخروی کے کہ وہاں دونوں چیزیں (حس وحرکت) درکار ہیں۔ خط وکتابت توجہ غائبانہ کا سبب ہے...... فقر وفاقہ سے دل تنگ نہ ہوں، اور تنگی معیشت سے جی تھوڑا نہ کریں...... طالبان حق کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل سے شاد وخرم رہیں، بلکہ ''لذت گیر'' ہوں۔ (یاد رکھو) ''قلت تمتعات دنیویہ'' سبب سہولت ہے۔ چاہیے کہ جو بلا اور مصیبت آئے اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے شمار کرے اور اس کا شکر ادا کرے...... جب عارف کامل اس ''کرامت علیا'' اور ''سعادت عظمیٰ'' سے بہرہ یاب ہو جاتا ہے...... ہدایت الٰہی سے ابتداء حاصل کرتا ہے۔ ''صراط مستقیم'' اور ''شرح صدر'' اسی ابتداء کا نام ہے۔

دل محل نظر مولیٰ جل شانہ ہے...... دل کو پاکیزہ رکھنا چاہیے حق تعالیٰ کی جائے نظر (دل) کو مخلوق کے منظر سے زیب وزینت میں کمتر نہیں کرنا چاہیے۔ دل کی پاکیزگی ذکر سے وابستہ ہے لہٰذا ''ذکر وفکر'' میں مداومت کریں اور سبق باطن کو عزیز رکھیں۔

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

کشف وکرامات مقصود نہیں

بعض کاملین کو خوارق بھی حاصل ہوتے ہیں لیکن فضیلت اہل اللہ معارف الٰہی کی بنیاد پر ہے۔ نہ کہ کشف وکرامات کے ذریعے سے۔

زابلیس لعین بے سعادت
شود پیدا ہزاراں خرق عادت
گہے از در درآید گاہ از بام
گہے در دل نشیند گہ دراندام

جس وقت کوئی چاہے گا کہ اظہار کرامت کرے، عوام کو اپنا معتقد بنائے اور خود کو اس ذریعہ سے سب میں ممتاز کرے۔ یقیناً یہ بات ''کبر وعجب'' ہو گی۔ اکثر پڑھے لکھے بھی چونکہ ''جناب قدس سے بیگانہ ہیں، اس لئے مائل بہ دنیا ہیں۔ ''کشف صور'' و ''اخبار از مغیبات'' ان کے نزدیک بہت عزیز ہیں۔ ''کشف صور'' والوں کو اہل اللہ اور ''مقربان خاص'' تصور کرتے ہیں۔ اور ''اہل حقیقت'' کے کشف سے اعراض کرتے ہیں۔

یہ چنانچہ مائل بہ دنیا اور کشف کو عزیز رکھنے والے نادان ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ جو اہتمام اور غیرت ان ''حضرات اہل حق'' کے بارے میں رکھتا ہے، اس کے باعث ان کو اس بات کا موقع نہیں ملتا کہ کشف احوال خلق کے پیچھے پڑیں۔ اور ماسوائے حق ان کا ملحوظ خاطر ہو۔ احوال خلق کے کشف میں پڑ جائیں۔ تو مرتبہ علیا کے مستحق نہیں ہو سکتے...... پس اہل حق ''شایان خلق'' نہیں ہیں۔ جس طرح اہل خلق ''شایان حق'' نہیں ہیں اگر اہل حقیقت ''کشف صور'' کی طرف ادنیٰ توجہ بھی کریں تو دوسروں سے بڑھ سکتے ہیں۔ کوئی کیا سمجھے کہ شیطان کن کن راستوں سے اپنے آدمیوں پر آتا ہے۔ اور ''اباطیل'' کو ''عنوان حقانیت'' کے ساتھ پیش کرتا ہے اور غیر حق کو حق ظاہر کرتا ہے۔

تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا

حصول معنی کے بعد حروف میں مشغولیت کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔

ہرچہ خوباں کند خوب آید

خالی گفت وشنود سے کام نہیں چلتا ہے۔ جو کچھ ''جمیل مطلق'' سے پہنچتا ہے گوارا اور مرغوب ہے۔ بلا...... کمند محبوب ہے، جو محب کے ہر رگ وریشہ میں لگی ہوئی ہے اور کشاں کشاں اسی کی طرف لئے جا رہی ہے۔

اے حق محبت عنایتے است زدوست
وگرنہ عاشق مسکیں بہ ہیچ خورسند است

ناز محبوب ہر چند مقتضی استغناء اور بے پرواہی ہے لیکن اگر غور سے دیکھو! تو عشق طرفین سے ہے اور محبوب بھی ''محب مشتاق'' کی مانند ہے۔

عاشقاں ہرچند مشتاق جمال دلبرند
دلبراں برعاشقاں از عاشقاں عاشق ترند

پری رو از بروں آلودہ شرم
دروں از شعلہائے دوستی گرم

عشق عاشقاں بے پردہ اور با "جوش وخروش" ہوتا ہے۔

عشق معشوقاں نہانست دستیر
عشق عاشق باد و صد طبل و نفیر
لیک عشق عاشقاں تن زد کند
عشق معشوقاں خوش و فربہ کند
"از ہرچہ میر و سخن دوست خوشترست"

کمالات ولایت

مخدوما! "کمالات ولایت" "صورت شریعت کا نتیجہ ہیں۔ اور "کمالات نبوت" حقیقت شریعت کا ثمرہ...... پس کمالات ولایت اور کمالات نبوت میں سے کوئی کمال بھی ایسا نہیں ہے' جو دائرہ شریعت سے باہر اور شریعت سے مستغنی ہو۔

رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "جنت میں سو درجے ہیں اور ان میں سب سے اونچا درجہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے ہے اور ایک درجے کا دوسرے درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان و زمین کے درمیان"۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "اللہ کے راستے میں ایک ساعت ٹھہرنا مکہ مکرمہ میں حجر اسود کے قریب لیلۃ القدر کے اندر قیام کرنے سے بہتر ہے۔ (رواہ البیہقی و ابن حبان فی صحیحہ)

(اس حدیث کے پیش نظر) علماء نے فرمایا ہے کہ اس حساب سے اللہ کی راہ میں ایک ساعت قیام کرنا دس کروڑ مہینوں کے قیام سے بہتر ہے۔ اس لئے مکہ مکرمہ میں لیلۃ القدر میں قیام کرنا (کم از کم) دس کروڑ مہینوں کے قیام کے برابر ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: "جس کسی نے کسی رات اللہ کے راستے میں چوکیداری کی۔

من وراء المسلمین

اس کو ان تمام لوگوں کا اجر ملے گا جو (محفوظ علاقوں میں اطمینان سے روزے رکھ رہے ہیں' اور نمازیں پڑھ رہے ہیں"۔ (رواہ الطبرانی باسناد جید)

ہم فقراء کا سرمایہ اور راس المال یہی دعا اور توجہ ہے۔ اگر گوشہ نشین فقراء سالہا سال ریاضت کریں اور چلے کھینچیں اس عمل کو نہیں پہنچ سکتے (جو آپ کر رہے ہیں) اس راہ کے صدقات ونفقات درجہ بزرگ رکھتے ہیں۔ سرحد کی چوکیداری کی حالت میں ایک نماز بیس لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ اور فرمایا کہ: جو اللہ کے راستے میں ایک دن یا ایک دن سے کم یا ایک ساعت بھی بیمار ہوا اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اور اس کے لئے ایک لاکھ ایسے غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے جن میں سے ہر ایک کی قیمت لاکھ درہم ہو۔ نفس امارہ اپنے کفر وانکار پر مصر ہے' احکام سماوی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اوامر خداوندی کی تابعداری نہیں کرتا۔

چشم دارم کہ دہد شک مرا حسن قبول
آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

ہاں افراد انسانی میں بعض وہ کاملین بھی ہوتے ہیں جن کا نفس "آمارگی" سے نکل کر اطمینان کی منزل میں آجاتا ہے۔ احکام الٰہیہ کا مطیع ہو جاتا ہے اور اس میں مجال مخالفت باقی نہیں رہتی۔ راضی ومرضی ہو جاتا ہے۔ (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہوگا جب تک اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے ماتحت نہ ہو جائے)

پس عقلائے اولی الابصار کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے "حاصل کار" اور "نقد روزگار" میں خوب تعامل کریں اور جو کوئی یہ دولت مطلوب رکھتا ہے

فطوبی لہ وبشرے

جو کچھ اس کی پیدائش کا مقصد تھا اس کو حاصل کر لیا اور نعمت حق اس کے حق میں پوری ہوئی......

ترسم کہ یار ما نا آشنا بماند
تا دامن قیامت ایں غم بما بماند

☆☆☆

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

طاعات میں چست رہو تکالیف امراض پر صبر کرو اور عافیت کو کرم خداوندی سے طلب کرتے رہو۔ خلائق میں سے کسی پر نظر نہ رکھو۔

طریقت کو شریعت کے مطابق رکھنا

طریقت کی یہ مجال نہیں کہ وہ شریعت کے احکام کو اٹھادے۔ اور اہل طریقت کو ''تکالیف شرعیہ'' سے آزاد کردے اہل سنت و جماعت کہ ''عقائد قطعیہ'' میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ بندہ (بحالت ہوش وحواس ہرگز ایسے درجہ پر نہیں پہنچتا کہ تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جائیں' جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ جرگہ اسلام سے باہر ہے جس جماعت کو اللہ تعالیٰ اپنا دشمن قرار دے اور غلظت وشدت کا حکم دے اس سے آشتی و دوستی رکھنا قاعدہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ بات اور دعوائے محبت خدا اور رسول...... دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ محبوب کی اطاعت اور محبوب کے دوستوں سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے بیزاری ''لوازم محبت'' سے ہے...... ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض سالکین پر کچھ ایسے امور جو بظاہر مخالف کتاب وسنت ہوتے ہیں وارد ہو جاتے ہیں...... سالک ایسے وقت میں سررشتہ شریعت کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ دانتوں سے مضبوط پکڑ لے اور اپنے کشف و وجدان کے برخلاف اہل سنت و جماعت کی تقلید کرتے ہوئے ان کا ''اعتقاد وعمل'' اختیار کرے...... (بعض اوقات) راہ سلوک کے خس خاشاک انی انا اللہ کا نعرہ لگا کر سالک بیچارہ کو مطالب اعلیٰ سے ہٹا کر اپنی پرستش کی دعوت دینا چاہتے ہیں۔ ذکر کے وقت...... ''خلوسینہ'' و ''خلوص نیت'' کے ساتھ متوجہ و حاضر رہے۔ بلکہ ایسا حضور ہو کہ نفس بھی درمیان میں حاضر نہ ہو۔ اور وہ بھی اپنا سامان صحرائے عدم میں اٹھا کر لے جائے۔

''ایں کار دولت سبت کنوں تا کرا دہند''

''قبلہ توجہ'' اور مرجع حقیقی سوائے بارگاہ صمدیت کے اور کوئی نہ ہو۔ ہوائے نفسانی سے گزر کر تمام امور اسی لم یزل ولا یزال کے سپرد کر دیئے جائیں۔ پیر استاد اور مادر و پدر سے بموافق شریعت جو رجوع وتواضع کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ وہ اس لئے ہے کہ یہ لوگ بحکم الٰہی مربی ہیں۔ فقیر کو اس جماعت کے افراد سے جو حضرت ''قطب المحققین'' قدوہ خداطلبان حضرت ایشان (حضرت مجدد الف ثانی) کے شرف صحبت سے مشرف ہوئی ہے' کچھ علیحدہ ہی قسم کی محبت ہے۔ یہ حضرات مجھے بالکل منفرد حیثیت میں نظر آتے ہیں' یہ سب سے ممتاز ہیں اس لئے یہ لوگ آئینہ ہائے محبوب ہیں اور ان مرحوم کی جو آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ نشانی ہیں۔

طاعات وعبادات کا اشتغال

ادائے طاعات وعبادات میں خوب مشغول رہو۔ خدمت مولیٰ میں کر ہمت کو اچھی طرح باندھ لو۔ آج کا دن کام کا دن ہے کل کا دن اجرت کا دن ہے...... وقت کار میں منتظر اجرت ہو بیٹھنا دراصل اپنے آپ کو اجرت سے باز رکھنا ہے...... تحصیل طاعات میں جان و دل سے کوشش کریں اور امید نجات' رحمت الٰہی سے وابستہ کریں۔ طاعات کو بھی اسی کی رحمت کا اثر ونتیجہ سمجھیں۔ اور اسی کی توفیق کی جانب اس کو منسوب کریں۔ ''حول وقوۃ'' کو اس معاملہ میں بالکل دخیل نہ قرار دیں۔ تکبر وعجب سے برطرف رہیں۔ (نیک) ''عمل کر اور استغفار کر'' طریقہ بندگی یہی ہے۔

وادیم ترا زگنج مقصود نشاں گر ما نہ سیدیم تو شاید برسی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے

ایاک والتنعم فان عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین

یعنی عیش وعشرت کی زندگی سے بچو اس لئے کہ اللہ کے خاص بندے عیش وعشرت کے متوالے نہیں ہوا کرتے۔ کمال خجالت کی بات ہے کہ انسان اس مہلت قلیلہ میں مطلوب اصلی کو...... اس کی دعوت کے باوجود...... آغوش میں نہیں لاتا' اس کو لبیک نہیں کہتا۔ اور عذاب ''بعد وحجاب'' میں جو بدتر از عذاب جحیم ہے اپنے آپ کو ڈالتا ہے۔ اور لذات قرب و وصال سے بھاگتا ہے۔ اللہ والوں اور درویشوں سے محبت رکھنا اس محبت حقیقی کا اثر ہے اور ان سے محبت رکھنا محبت حق کی

بین دلیل ہے۔ پیر انصار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: اے اللہ تونے اپنے دوستوں کے ساتھ عجیب معاملہ کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا' تجھ کو پایا' اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہیں پہچانا۔ اس گروہ سے محبت رکھنے والا بھی اس گروہ کے ہمراہ ہے۔ حدیث المرء من احب کو سنا ہوگا۔

اے سعادت آثار! اس ''موسم جوانی'' اور فراغت حال کو غنیمت جانو۔ اور قوائے شباب کو مولائے حقیقی کی اطاعت میں صرف کرو...... کام کا یہی زمانہ ہے...... ''بر تقدیر حیات وفراغ'' ''وقت پیری وسستی قویٰ'' میں کیا کام ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: سات قسم کے آدمی ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں ایسے وقت میں رکھے گا جبکہ اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ وہ سات قسم کے اشخاص یہ ہیں۔ (۱) امام عادل۔ (۲) وہ جوان جس نے اللہ کی عبادت ہی میں نشوونما پائی ہو۔ (۳) ایسا شخص جس کا دل مساجد میں اٹکا رہتا ہو۔ (۴) ایسے دو آدمی جو اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہوں اسی ہی محبت پر مجتمع ہوتے ہوں' اور اسی پر اپنے اپنے گھر جانے کے لئے علیحدہ ہوتے ہوں۔ (۵) ایک وہ شخص جس کو صاحب منصب و جمال عورت دعوت بدکاری دے اور یہ شخص انکار کر کے کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۶) وہ شخص جو زیادہ تر صدقہ پوشیدہ طریقہ پر کرے۔ حتیٰ کہ داہنے ہاتھ سے جو دیا اس کا علم بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہونے دے۔ (۷) وہ شخص جو اللہ کو خلوت میں یاد کرے اور اس کی دونوں آنکھیں بہہ پڑیں۔ (رواہ البخاری)

کوشش کرو کہ اخیر کے چھ اعمال خیر پر قائم رہو۔ اور یہ ''نیابت امام'' عدالت پر بھی مستقیم رہو۔ یہ بات اچھی طرح جان لو کہ ہمارے بزرگوں کے طریقے کا حاصل اتباع سنت' اجتناب از بدعت اور جناب قدس سبحانی میں ''وصف عجز ونیستی'' کے ساتھ ''دوام توجہ ونگرانی'' ہے...... حتیٰ کہ ماسوائے سے انقطاع تام حاصل ہو جائے۔ نیز تمام اشیاء سے تعلق علمی وحبی ختم ہو اور ماسوا کی غلامی سے آزادی مل جائے...... نہ ماسوا کی خوشی سے خوش ہو اور نہ اس کی غمی سے غمگین...... نیز دل کو مطلوب حقیقی کے ساتھ ''حضور وآگاہی'' اس قدر ہو کہ ''غیبت'' اس کے بعد نہ ہو۔

ہیچ کس راتا نگرد داد فنا نیست رہ در بارگاہ کبریا

پس یاران ہوشمند کے لئے ضروری ہے کہ ''حاصل کار اور نقد روزگار'' میں اچھی طرح غور وتامل فرمائیں جس کسی کو معرفت مذکورہ حاصل ہے۔

فطوبیٰ لہ وبشریٰ

(اس کے لئے خوشخبری ہے) اسے چاہیے کہ اس ''حاصل'' کو امور غیر حاصلہ میں صرف کرے۔ جس کسی کے لئے معرفت کا راستہ نہیں کھولا گیا اور اس ''دولت'' کی طلب کا درد نہیں دیا گیا۔

فالویل لہ کل الویل

(اس کے لئے بڑی خرابی ہے کیونکہ جو کچھ اس کی خلقت وپیدائش کا مقصود تھا اس نے ادا نہیں کیا۔ اور اس دنیا میں جو چیز اس سے طلب کی گئی تھی اس کو انجام نہیں دیا۔ خواہشات ولایعنی امور میں سرمایہ عمر گرامی کو صرف کر دیا اور اپنی استعداد کی زمین کو باوجود اسباب حاصل ہونے کے بیکار چھوڑ دیا۔

استاد ابوالقاسم قشیری نے بوعلی دقاق قدس سرہ کو بعد وفات خواب میں دیکھا۔ کہ بہت بیقرار ہیں اور رو رہے ہیں دریافت کیا ''جناب عالی! بیقراری کا کیا سبب ہے؟ شاید آپ دنیا میں واپس جانا چاہتے ہیں۔'' انہوں نے فرمایا: ''ہاں! چاہتا ہوں مگر برائے مصلحت دنیا نہیں اور نہ اس لئے کہ وہاں مجلس آرائی کروں بلکہ اس لئے کہ وہاں پہنچ کر کمر باندھوں اور عصا ہاتھ میں لوں۔ اور تمام دن ایک ایک دروازے پر جا کر عصا اور کنڈیوں سے دروازے کو کھٹکھٹا کر لوگوں کو بلا کر کہوں کہ: اے لوگو! ایسی غفلت اختیار نہ کرو' تم نہیں سمجھتے کہ کس ذات سے غافل ہوئے بیٹھے ہو''۔

صاحب خانہ را دہم آواز کز پئے ہیچ مانداز ہمہ باز
عمر بگذشت در پریشانی بنگر کز چہ باز میمانی

پس ہم جیسے ''مہجوروں'' پر لازم ہے کہ عمر گرامی کو ایسے معانی میں صرف کریں' اور اس زندگی فانی میں ''حکمت وصول

الی اللہ" کو جا ہیں۔ سیرت صالحین ونعت عارفین سے اس معمہ کا بیان اور اس حدیث کی تفسیر کریں۔ اس حکمت عملی کی طلب میں جان و دل سے کوشش کریں اور جہاں کہیں سے اس کی کوئی خوشبو مشام جان میں پہنچے وہاں جائیں...... چاہیے "دست طمع" اس گنجینہ کے نقد سے خالی ہی رہے۔ لیکن اس کی طلب سے اور اس کی گمشدگی کے درد سے فارغ نہ رہیں اور متمردین کے جرگہ سے باہر رہیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام
دل ترامی طلبد دیدہ ترامی خواہد

ناجنس، اہل تفرقہ اور اہل بدعت کی صحبت سے بچتے رہو۔ اپنے باطن کو "نسبت ماخوذہ" کے ساتھ معمور رکھو۔ اس کے دوام کی کوشش کرو۔ اور جو چیز منافی دوام ہو اس سے اعراض کرو۔ کیا اچھی نعمت ہے یہ کہ ظاہر احکام شرعیہ سے آراستہ اور باطن "نسبت" سے آباد ہو۔ اپنے برادر کلاں کی صحبت کو غنیمت سمجھنا، ان کی مجلس میں اپنی مشغولیت رکھنا اور جس طریقہ پر وہ رہنمائی کریں، حتی الامکان اس کا لحاظ رکھنا...... اپنے حالات برابر لکھتے رہنا اور نسبت فقراء پر قائم رہنا۔ والسلام

ظاہر و باطن کا آپس میں تعلق

"نسبت باطن" بمنزلہ محبوب ہے اور "ظاہر" محب کی مانند ہے اور محبوب قید محبت میں مشکل ہی سے آتا ہے۔ کرشمہ و ناز لازمہ محبوب ہے۔ عاشق بیچارہ جس قدر محبوب کا شائق و شیفتہ ہوتا ہے۔ محبوب اسی قدر ناز بڑھاتا ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ ظاہر باطن کی جتنی خدمت کرتا ہے اور اس کی ترقی کی جتنی سعی، جمیل ملحوظ رکھتا ہے باطن اتنا ہی زیادہ اس سے بیگانہ ہوتا رہتا ہے۔ اور آغوش ظاہر سے دور ہوتا جاتا ہے...... نسبت باطن جتنی بھی مجہول ہو زیادہ تر ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے (ادراک کی دریافت سے عاجز رہنا بھی ادراک ہے)...... جب ظاہر میں خلل واقع ہوگا اور اس کے کوچ کی ندا بلند ہوگی باطن میدان خالی پاکر بصد آب و تاب بے پردہ جلوہ گستر ہو جائے گا۔ بعضے خوش نصیبوں کو نیند کے عالم میں ایسی حالت رونما ہوتی ہے جو حالت موت کے مشابہ ہوتی ہے اور حالت بیداری پر تفوق رکھتی ہے۔ "زہے مراتب خوابے کہ بہ ز بیداریست"

نرید ان نمن علی الذین استضعفوا

(ہم چاہتے ہیں کہ نعمت فراواں دیں ان لوگوں کو جو ضعیف کر دیئے گئے ہیں زمین میں اور پیشوا کریں ہم ان کو اور وارث بنائیں)

اس "بدن نامراد" کو جس نے دنیاوی شدائد جھیلے تھے ایذائے خلق برداشت کی تھی جو اوامر و نہی کے بوجھ کے نیچے دبا رہا تھا اور پھر تلخی مرگ چکھی تھی بعدہ "خاکساری گور" سے واسطہ رکھا تھا آتش فراق اور سوزش اشتیاق سے جلا تھا...... بصد خوبی و ناز خلائق کے بھرے مجمع میں سریر سلطنت پر بٹھا دیں گے۔

نسبت باطن کی بلندی

مخدوما!...... نسبت باطن جس قدر بلند ہوتی جاتی ہے۔ زیادہ مجہول ہوتی جاتی ہے۔ ظاہر کو "بے حلاوت" رکھتی ہے۔ اس لئے کہ ظاہر باطن سے "بعید و بیگانہ" ہو جاتا ہے۔ عارف جتنا معرفت کے اندر اعلیٰ ہوگا یہ کیفیت (بے حلاوتی) زیادہ ہوگی اور جتنا بھی نزدیک ہوگا دور تر ہوتا جائے گا...... وہی ایک رسی بٹنے والے شاگرد کا قصہ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے استاد سے کہتا تھا کہ:

"میں جتنا زیادہ ہٹتا جاتا ہوں آپ سے دور ہوتا جاتا ہوں۔"

جو شخص تیرے مرشد کو رنجیدہ کرے اور تو اس شخص سے اپنے تعلقات اچھے رکھے تو تجھ سے کتا اچھا ہے...... چہ جائیکہ مرید خود اپنے پیر کو رنجیدہ کرے...... تم نے جو کچھ سوچا ہے غلط سوچا ہے جلدی تدارک کرو، اور مولانا کو راضی کرو۔ جس طرح بھی ہو سکے...... اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اگر مولانا راضی ہیں ہم بھی راضی ہیں ورنہ ہم بھی ناراض ہیں۔ ہماری رضا مولانا کی رضامندی کی فرع ہے۔ تم نے لکھا تھا کہ حسب الحکم طالبین کے کام کو سرگرمی سے انجام دے رہا ہوں۔ کوئی طالب تاثیر سے خالی نہیں رہتا۔ اکثر طالبین پہلی توجہ ہی میں متاثر ہو جاتے ہیں...... الحمد للہ...... تم اس نعمت عظمیٰ کا شکر بجالاؤ، البتہ تکبر اور گھمنڈ سے بچتے رہنا...... اس امر کو جو کہ "مقام دعوت" ہے عظیم الشان سمجھنا...... اور ہمیشہ اس بات کا اقرار کرتے رہنا

کہ کماحقہ اس کو انجام نہ دے سکا۔ طالبین کے حالات کی جانچ پڑتال رکھنا اور ان پر توجہات مبذول کرنا ایک بڑی عبادت ہے۔ (اللہ کے نزدیک محبوب ترین بندہ وہ ہے جو اللہ کے بندوں میں اللہ کو محبوب بنائے۔ اور اللہ کی عبادت پیدا کرائے)

مصائب پیش آنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ فرمایا: ''جس کسی مسلم کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے حتیٰ کہ کانٹا لگے یا جوتی کا تسمہ ٹوٹے' یہ اس کے گناہ کی سزا ہوتی ہے۔ اور اللہ جو معاف کر دیتا ہے وہ تو بہت ہی زیادہ ہے''۔ پس ''خلق بلا'' اور ''ایصال بلا'' کے لحاظ سے

قل کل من عنداللہ

فرمایا گیا اور بندے نے گناہوں کے ذریعہ جو اس بلا و مصیبت کو کھینچ بلایا ہے اس کے لحاظ سے ''فمن نفسک'' فرمایا پس اب کوئی تعارض باقی نہ رہا...... بخلاف ''حسنہ'' کے کہ وہ محض فضل رب ہے۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے (جنت میں نہیں داخل ہو گا کوئی بھی، مگر اللہ کی رحمت سے...... عرض کیا گیا: اور آپ بھی؟ فرمایا: ہاں! میں بھی اللہ کی رحمت ہی سے داخل جنت ہوں گا)

مقصود حصول نسبت ہے...... اس کا علم ہونا یہ ایک علیحدہ امر ہے' اگر یہ علم دے دیا گیا ہے تو فبہا' ورنہ مضائقہ نہیں ہے۔ ...... نسبت جب دشواری سے حاصل ہوتی ہے تو اس کی قدر و عزت بھی سمجھ میں آتی ہے۔ اور سہولت و جلدی سے ہاتھ لگ جاتی ہے تو اس کی چنداں قدر و عزت نہیں ہوتی...... جو بھی اس سلسلہ میں جلدی کرتا ہے' بوالہوس ہے...... طالب نہیں...... ایسا شخص قابل ہم نشینی بھی نہیں...... لوگ طلب دنیا میں کیا کیا پاپڑ نہیں بیلتے؟...... طلب حق تعالیٰ تو بہت زیادہ مشقت کی مستحق ہے...... بزرگان دین نے تو بڑی بڑی ریاضتیں برداشت کی ہیں اور عمریں گزار دی ہیں۔

''خوارق و کرامات'' ''مواہب الٰہی'' ہیں' کبھی کسی جماعت کو ان سے مشرف کر دیتے ہیں' اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس جماعت سے اعلیٰ ایک جماعت ہے اس کے پاس خوارق و کرامات میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ پس جو احوال و کیفیات کا طلب ہے وہ ماسوا میں گرفتار ہے...... ہاں فنا و بقا مقاصد میں سے ہیں' ان کی تحصیل میں کوشش کرنا اور ان کی دریوزہ گری کرنا اہم شے ہے۔ کیونکہ ولایت ''فنا و بقا'' سے ہی مربوط ہے' اور معرفت جو کہ تخلیق انسانی کا مقصود ہے اسی مقام سے وابستہ ہے' بعض اوقات محبت کی نفی محسوس ہوتی ہو اور فی الحقیقۃ محبت درجہ کمال پر ہو۔ (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لئے اس کے نفس اور اس کے اہل و عیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب و عزیز نہ بن جاؤں)

اتباع سنت

مخدوما!...... ہمارے بزرگوں نے عمل سنت کو اختیار اور بدعت سے اجتناب کیا ہے۔ وہ امور جو دین میں غلط طریقہ سے داخل کر لئے گئے ہیں۔ ہر چند باطن کے لئے نافع معلوم ہوں وہ ان پر عمل نہیں کرتے اور اتباع سنت کو اگرچہ صورتاً باطن کے لئے سودمند نہ دکھائی دے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ''تنویر باطن'' کے لئے اس کلمہ مبارکہ سے بہتر کوئی کلمہ نہیں ہے۔ اس کے جزو اول سے ''سالک مستعد'' مطلوب حقیقی کے ماسوا کی نفی' اور جزو دوم سے معبود برحق کا اثبات کرتا ہے اور یہی تمام سلوک کا خلاصہ ہے۔

تا جاروب لا نروبی راہ نرسی در سرائے الا اللہ

سنن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام امور میں پیشوا قرار دو۔ نجات اخروی اور درجات قرب الٰہی کا وصول اسی سے وابستہ ہے۔ تعمیر اوقات میں انتہائی سعی کرو۔ کیونکہ وقت بہت ہی زیادہ عزیز شے ہے۔ یہ لایعنی امور میں صرف نہیں ہونا چاہیے مخلوق سے میل جول بقدر ضرورت ہو' قدر حاجت سے زائد ملنا جلنا اس راہ میں ''درندہ مہلک'' ہے۔ شب زندہ داری اور گریہ سحری کو غنیمت شمار کرو...... لذات فانیہ میں کھپ جانے سے بچتے رہو' یہ امر باطن کو بے رونق اور مکدر کر دیتا ہے' ہر کسی سے خندہ روئی اور کشادہ پیشانی سے پیش آؤ۔ ''امر معروف'' اور ''نہی منکر'' کو اچھی طرح انجام دو' اس میں کوتاہی نہ ہونا چاہیے۔ طعام' منام اور کلام میں حد اوسط کی رعایت کرنا چاہیے۔

مخند آں بخور کز دہانت برآید
مخند آنکہ از ضعف جانت برآید

چیں بہ جبیں ہونے اور بے صبری کرنے کی کہاں گنجائش ہے؟ وجود فرزند سے کس طرح متمتع ہوتے ہیں۔ اور اس کو ''ظہور نعمت حق'' تصور کرتے ہیں۔ بعینہ اسی طرح اس کے گم ہو جانے (مرجانے) سے بھی خوش وقت رہو۔ اور اپنے حق میں ''تربیت جلالی'' جانو۔ نیز اس درد والم میں جو کہ ''دریچہ رضامندی محبوب حقیقی'' ہے...... اپنی سعادت کو مضمر سمجھو۔ اس دنیا کی مصیبتیں ہر چند بظاہر جگر کو چھیل دینے والی اور مستقل زخم ہے، لیکن بہ نظیر حقیقت مرہم اور رحمت ہیں، قرب وترقیات کا سبب ہیں۔

مخلوق کی خدمت

تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ایک بڑی جماعت کا مرجع بنایا ہے...... اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے حاجات خلق اللہ کو پورا کرنے کے لئے کمر ہمت کو خوب اچھی طرح باندھ لو۔ مخلوق، اللہ تعالیٰ کی عیال ہے لہذا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے:

''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اپنے بھائی پر نہ خود ظلم کرتا ہے اور نہ کسی کو اس پر ظلم کرنے دیتا ہے، جو شخص بھی اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کی حاجت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلم بھائی کا غم دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں قیامت کے دن اس کے غم کو دور کرے گا...... اور جو شخص مسلمانوں کو خوش کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو خوش کرے گا۔'' (بخاری ومسلم)

مسلم کی روایت یوں ہے:

''اللہ بندے کی مدد پر رہتا ہے، جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد پر رہتا ہے''۔

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ:

''اللہ کی مخلوق میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو اس نے پیدا ہی اسی لئے کیا ہے۔ کہ وہ لوگوں کی حاجتیں پوری کریں۔ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں لے کر ان کے پاس آتے ہیں''۔

یہ بھی حدیث ہے کہ:

''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے دوڑ دھوپ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھے گا، اور ستر خطائیں مٹا دے گا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مقام پر لوٹ کر آئے۔ پس اگر اس بھائی کی حاجت پوری ہوگئی، تو وہ کوشش کرنے والا، گناہوں سے ایسا صاف ہو جائے گویا کہ آج ہی اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ اور اگر وہ اثنائے کوشش میں مر گیا تو جنت میں بلا حساب داخل ہوگا''۔ (ابن ابی الدنیا)

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:

''جو شخص اپنے مسلم بھائی کے لئے ذریعہ بن جائے کسی ذی مقدرت تک پہنچنے کا اور عسرت دور کرنے کا تو اللہ تعالیٰ پل صراط پر گزرنے کے وقت اس کی اعانت فرمائیں گے۔ جبکہ لوگوں کے قدم پل صراط پر لغزش میں ہوں گے''۔ (رواہ الطبرانی)

''آنحضرت ﷺ سے اس چیز کے متعلق سوال کیا گیا جس کے ذریعہ لوگ زیادہ تر جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ''وہ چیز تقویٰ اللہ اور حسن اخلاق ہے''۔ اور آپ سے سوال کیا گیا اس چیز کے متعلق جس کی وجہ سے اکثر لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''دہن اور شرمگاہ ہے'' (رواہ الترمذی)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ:

''ایمان میں زیادہ کامل مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنے والا ہو''۔ (رواہ الترمذی)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ:

''میں اس شخص کے لئے جنت کے احاطے کے پاس گھر دلانے کا ضامن ہوں جو جھگڑا کرنا ترک کر دے۔ اگر چہ حق پر ہی کیوں نہ ہو، اور وسط جنت میں گھر دلانے کا اس شخص کے لئے ضامن ہوں جو جھوٹ چھوڑ دے اگر چہ مذاق ہی میں کیوں نہ بولتا ہو...... اور جنت کے بالائی حصہ میں گھر دلانے کا اس شخص کے لئے ضامن ہوں جو اپنے اخلاق کو اچھا کرے''۔
(رواہ ابوداؤد وابن ماجہ والترمذی)

''بے شک اللہ نرمی کرنے والا ہے اور تمام کاموں میں نرمی کو پسند کرتا ہے'' (رواہ البخاری ومسلم)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا کہ:۔

''کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتلا دوں جس سے اللہ تعالیٰ بلندی عطا کرے اور درجات کو اونچا کر دے؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا' ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔''جو شخص تم سے جہالت کا معاملہ کرے تم اس سے بردباری کا معاملہ کرو اور جو ظلم کرے اس کو معاف کر دو اور جس نے تم کو محروم کیا ہو اس کو عطا کرو' اور جو تم سے رشتہ توڑے تم اس سے جوڑو۔ اور صلہ رحمی کرو''۔ (رواہ الطبرانی والبزاز)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ:۔

''طاقتور وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے' درحقیقت طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے' (تحمل کرے)''

(رواہ البخاری ومسلم)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ:۔

''تیرا تبسم کرنا اپنے مسلمان بھائی کو دیکھ کر صدقہ ہے' تیرا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا صدقہ ہے۔ کسی بھٹکے ہوئے کو سیدھا راستہ بتا دینا صدقہ ہے۔ راستے سے پتھر' کانٹا' یا ہڈی کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ اپنے ڈول میں پانی بھر کر اپنے بھائی کے ڈول میں ڈال دینا صدقہ ہے''۔ (رواہ الترمذی)

محاسبہ کرنا

(بر و بحر میں لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے فساد ظاہر ہو گیا) ہمارے شامت اعمال کے باعث دوسرا سال ہے کہ مخلوق قحط کی مصیبت میں گرفتار ہے۔ لوگ نماز استسقاء کے لئے جنگل کی طرف نکلے تھے' اور یہ ''دوراز کار'' (میں) بھی سب کے ساتھ تھا۔ میں اپنے بار گناہ کو لئے ہوئے یقینی طور پر سمجھ رہا تھا کہ اس بلائے قحط کا ورود میرے ہی اعمال سوء کے نتائج میں سے ہے۔ لوگ خوانخواہ میرے وجود سے برکت ڈھونڈتے تھے اور مجھے دفاع بلا کا ذریعہ بنا رہے تھے۔ عجب معاملہ ہے کہ جس قدر نسبت باطن عارف پر غالب آتی ہے احکام شرعیہ کے ازدیاد تجلی کا سبب بنتی ہے۔ اس لئے کہ...... نفس امارہ جو بالذات احکام شرعیہ کا منکر ہے اس وقت مطیع ہو جاتا ہے' اور کمال تجلی' کمال ''اطمینان نفس'' کے ساتھ وابستہ ہے۔ علامت ''اطمینان'' یہ ہے کہ ''احکام منزلہ'' کا پورا پورا اتباع ہو۔ اتباع نہیں تو اطمینان بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں کمال متابعت صاحب شریعت ﷺ پر ثابت قدم رکھے۔

جو جماعت حضرت مجدد الف ثانی کے حلقہ خدام میں رہ کر سعادت پابوسی سے مشرف ہوئی ہے وہ میری نظروں میں بغایت عزیز و محبوب اور شریف و مرغوب ہے...... اس لئے کہ یہ لوگ کمالات محبوب کا آئینہ ہے۔ اور اس جمال دل آراء کی یادگار...... جس وقت اس جماعت کو دیکھتا ہوں میری عجب حالت ہو جاتی ہے۔ گویا کہ حضرت گرامی قدر رحمۃ اللہ علیہ کا جمال مبارک مشاہدہ کر رہا ہوں...... وہ اجتماع اللہ فی اللہ کہ جس کی نظیر آج نہیں ملتی' جب میرے دل میں گھومنے لگتا ہے تو اس کی یاد سے ''دیدہ برآب'' اور ''جگر کباب'' ہو جاتا ہے۔

نہ ہجر دوستاں خوں شد دردن سینہ جان من
فراق ہمنشیناں سوخت' مغز استخوان من

اگرچہ کوئی نشان اس دیار کا اب تک ظاہر نہیں ہوا اور سوائے ہجر و دوری اور سوز و گداز کے کچھ بھی پلے میں نہیں۔ تم بھی اس دیار کو عبور کرنا چاہو۔ نیز ہم ''ماتم زدگان ہجراں'' کے دردشریک اور ''تلخ نوشان بزم سوزش فقدان'' کے ساتھ جرعہ کش بننا چاہو تو کیا مضائقہ ہے۔ یہاں آ جاؤ۔ بھائی یہ بھی مستقل عنایت ہی ہے کہ اس در سے مانوس کر رکھا ہے اور اس سوز سے موافقت و سازگاری کی ہمت دی ہے۔ اس قرب قیامت کے زمانہ میں اس قسم کا دینی اجتماع اور للہ فی اللہ ہمنشینی اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔

آسماں سجدہ کند بہتر زمنے کہ درو
یک دو کس یک دو نفس بہر خدا نشیند

آزمائشی ڈھیل سے لرزاں اور کید شیطانی سے ترساں بھی رہنا نیز نفسانی وساوس اور شرک خفی کے دقائق سے بھی خبردار رہنا۔ نیند جو کہ سراسر غفلت ہے اگر اس نیت سے ہو کہ سونے کے بعد عبادت میں سستی نمودار نہیں ہو گی تو یہی نیند ذکر بن

جائے گی...... ''علماء کی نیند عبادت ہے'' یہ تو تم نے سنا ہی ہوگا (یہ نیت ہی کی بناء پر ہے)...... لوگوں کے ساتھ اس نیت سے ملنا جلنا کہ ان کے حقوق ادا کر دیئے جائیں۔ یہ بھی عبادت ہے۔ یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ اس قسم کے عارفوں کی شان میں جو گستاخی اور ایذاء دہی ہوتی ہے وہ (براہ راست) اللہ کی شان میں گستاخی ہو جاتی ہے۔

بھائی کیا کیا جائے دنیا سراسر محل فراق واندوہ ہے۔ جائے ملاقات تو آخرت ہے۔ حق تعالیٰ اعمال آخرت میں سرگرم رکھے' تاکہ ''وہاں'' کی ملاقات کی شکل نکل آئے' جبکہ مطلوب حقیقی کی ملاقات وہاں کے لئے ''موعود'' ہے۔ پھر دوسروں کی ملاقات تو اس ملاقات کی فرع ہے۔ دنیاوی زندگی ملاقات حق تعالیٰ کی تاب برداشت علی وجہ الکمال نہیں رکھتی۔ طالب اس عالم میں ہمیشہ ''جگر کباب'' دیدہ پر آب' ہمہ وقت سوگوار' سوز وگداز میں بے قرار' ہر رات طلوع آفتاب حقیقی کے انتظار میں بیدار اور ہر دن ماہتاب حقیقی کی چاہت میں مضطرب دکھائی دیتے ہیں۔

متاعے کزیں رہ گزری برند
لب خشک و مژگان تری برند

(طالب) بغیر مطلوب حقیقی کے آرام نہیں پاتے ماسواء سے انس والفت نہیں رکھتے۔ اور اس ترانے کے ساتھ مترنم رہتے ہیں۔

بچہ مشغول کنم دیدہ دل را کہ مدام
دل ترامی طلبد دیدہ ترامی خواہد

یہ بندگان خدا ''شوریدگان'' اور آشفتہ حال ہیں...... جہان میں ہیں لیکن ''بے جہان'' ہیں۔ عالم میں ہیں مگر ''بے عالم'' ہیں۔ اس کے باوجود عالم میں درحقیقت یہی لوگ ہیں اور تمام افراد عالم انہی کے وجود سے قائم ہیں۔ حقیقی دولت مند یہی لوگ ہیں' آزاد بھی یہی ہیں' نہ یہ کسی شخص سے پیوند لگاتے ہیں نہ اپنے نفس سے۔

غلام نرگس مست تو تاجدار نند
خراب بادہ لعل تو ہوشیار انند

اگر کوئی ''سرمایہ وحاصل'' رکھتے ہیں تو اسی ذات مقدس کو رکھتے ہیں' اور اگر ''تکلم خطاب'' کرتے ہیں تو اسی سے کرتے ہیں۔

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش
باز جوید روزگار وصل خویش

''جوانان مستعد'' سے افسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی ''فطرت ہائے عالی'' کو اس دنیائے دوں میں مصروف کئے ہوئے ہیں۔ جس قدر اپنے اعمال سے مایوسی زیادہ ہوگی' فضل خدا پر بھروسہ زیادہ ہوگا۔ بندے پر لازم ہے کہ یک لحہ اور ''یک چشم زدن'' بھی اس ذات اقدس سے غافل نہ رہے' اور ''دوام حضور'' کے ساتھ موصوف ہو...... ''خسران وخجالت'' کی بات ہے کہ منعم حقیقی' درپے انعام ہو اور جس پر انعام ہو رہا ہے وہ روگرداں ہو۔

کسے کو غافل از حق یکزما نست
درآں دم کافر ست اما نہانست

چاہیے کہ کمر ہمت کو احکام شرعیہ کی انجام دہی کے لئے چست باندھیں۔ ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' کو اپنا شیوہ وطریقہ بنائیں۔ ''سنن متروکہ'' کے زندہ کرنے کو زبردست کام سمجھیں......

''ہر وارد'' جو قلب پر گزرے' اس کے چھپانے میں کوشش کریں ''وقائع'' اور ''منامات'' پر اعتماد نہ کریں...... اگر کوئی خواب میں ''بادشاہ'' یا ''قطب وقت'' ہو جائے تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ بادشاہ اور قطب وہ ہے جو خارج میں منصب بادشاہت اور منصب قطبیت پر فائز ہو...... اگر (بالفرض) خارج میں بھی کوئی بادشاہ ہو گیا اور کائنات اس کی مسخر ہو گئی تو کوئی سی بزرگی اس کو حاصل ہو گئی اور کونسا ''عذاب گور'' اور ''عذاب قیامت'' اس سے رفع ہو جائے گا؟ ''فناء ونیستی'' اور ''ستر واردات'' میں کوشش کیا کرتے ہیں......

اے بھائی! چونکہ یہ زمانہ آخری زمانہ ہے' اور اس وقت دین میں سستی آ گئی ہے۔ سنت متروک اور بدعت شائع ہے (بنابریں) تحصیل علوم اور نشر واشاعت علوم' ایسے ''دور ظلمات'' میں اہم کام ہے۔ نماز اس صورت ظاہری میں محدود نہیں ہے بلکہ عالم الغیب میں اپنی ایک حقیقت رکھتی ہے جو تمام حقیقتوں سے بالاتر حقیقت ہے۔ جبتک کوئی اس حقیقت تک نہ پہنچے گا

اس کے (نماز کے) کمال کو کیا پا سکے گا...... اور وہ حقیقت صورت نماز کے ساتھ ہی وابستہ ہے...... نماز ایک محبوب و دلبر ہے' اس کی صورت و زیبا کو گویا اس عالم مجاز میں ''ارکان مخصوصہ'' کے ساتھ اور ان کی اداؤں اور ''رعنائیوں'' کو اس ''قیام' وقعود'' اور ''آداب وخشوع'' کے ذریعہ ظاہر کیا گیا ہے۔ آگ کو روشن کرے لیکن آگ کی تاثیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے...... کھانا کھائے اور شکم سیری کو اللہ کی طرف سے سمجھے...... اگر کوئی شخص اس قسم کے اسباب اختیار کرنے میں کوتاہی کرے' اور اس بناء پر اس کو کوئی مضرت پہنچ جائے تو وہ شخص گنہگار ہوگا۔

مخدوما!...... مصافحہ فی نفسہا تو مسنون اور ''عمل بزرگ'' ہے اور یہ وقت کا تعین بدعت ہے۔ یہ جو چند اشخاص کو ذکر کرانے کی تم کو اجازت دے دی تھی اس لئے تھی کہ اچھا ہے چند آدمی جمع ہو کر مشغول ہوں تا کہ ایک کا فیض دوسرے پر منعکس ہو۔

مخدوما!...... اجازت تعلیم طریقت اہم معاملہ ہے' خواب سے کام نہیں چلتا' تاوقتیکہ بیداری میں اجازت نہ ملے۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ زآفتاب گویم

اس عمر چند روزہ کو اہم امور میں صرف کریں۔ ''احیائے لیالی'' اور ''گریہ سحری'' کو مغتنمات میں سے سمجھیں۔ شبہائے ناز کو ''انوار اذکار'' سے روشن کریں...... تجارت میں ''صدق وامانت'' کو ملحوظ رکھیں۔

ان اللہ یحب التاجر الصدوق

(سچے تاجر کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے) یہ حدیث تم نے سنی ہوگی ''عقود فاسدہ وربویہ'' سے بچتے رہیں۔ جس کسی نے ''کمالات عاریتی'' کو اس کے مالک کے سپرد کیا اور اپنے ذاتی فقر و نیستی کو دیکھا وہ ''دولت قرب و وصال'' سے بہرہ یاب ہوا۔ اس نے ''دام نیستی'' سے ''صید ہستی'' کا حاصل کر لیا۔ اور ''راہ ذلت'' سے مقام عزت پر پہنچ گیا۔

فطوبی لہ و بشری یادالٰہی سے غافل نہ رہو

دوستوں سے امید ہے کہ وہ اتباع ہوا و شیطان کے باعث ''لقاء رحمان'' کو فراموش نہ کریں گے' زمانہ صحت وفراغ کو غنیمت جانیں گے۔ تلاوت قرآن کریم کریں گے۔ نفس برائیوں کا حکم کرنے والا ہے اور دنیا (درحقیقت) ایک بڑی زبردست جادوگرنی ہے۔ جس کا ظاہر پسندیدہ اور جس کی لذتیں مرغوب ہیں۔ (اے انسان) تو نے تین چیزوں کو تین چیزوں پر ترجیح دے رکھی ہے۔ یعنی تعب نفس'' شغل قلب اور ثقل حساب کو راحت نفس' فراغ قلب اور خفت حساب پر ترجیح دے دی۔ ''تو بدن فانی کی تعمیر میں مشغول ہے' نفس ظالم کا پیٹ بھر رہا ہے' اور جناب سبحانی کی جانب توجہ کرنے کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ (کیا انسان نہیں جانتا اس وقت کو جبکہ قبروں سے مردوں کو اٹھایا جائے گا) اور ان بھیدوں کو جو سینوں میں چھپے ہوئے ہیں' ظاہر کیا جائے گا' بیشک رب الناس اس دن انسانوں کے احوال سے باخبر ہے۔ ترجمہ آیۃ ہے۔

سرور کائنات فخر دو عالم ﷺ باوجود محبوبیت ذاتیہ ''دوام حزن'' اور ''تواصل فکر'' کے ساتھ موصوف تھے' جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے اور جو شخص بھی اس درد سے بے نصیب ہے' وہ چوپائے کے حکم میں ہے بلکہ اس سے بھی کم درجہ اور گمراہ تر ہے۔

بدعت کی ظلمتیں عالم پر محیط ہیں۔ سنت غریب و نادر ہوگئی ہے۔ اور اس کے انوار مستور ہو رہے ہیں ''سنن متروکہ'' کے زندہ کرنے اور علوم شرعیہ کے پھیلانے کے لئے کمر ہمت خوب مضبوط باندھو اور اس امر کو وسیلہ کمال رضامندی حق تعالیٰ بنالو نیز ''قرب بارگاہ محمدی'' کو بھی اسی عمل سے ڈھونڈو...... یہ مضمون حدیث ہے کہ: جو شخص میری ایسی سنت کو جو ''متروک العمل'' ہوگئی ہے زندہ کرے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو بڑھاپے اور زمانہ ضعف میں آثار قبولیت کے ساتھ مزین فرمادے' اور اس کے نور جبین کو اس کا شاہد عادل بنادے۔ منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک فاسق کو خواب میں اس کے مرنے کے بعد دیکھا اور اس کے حالات دریافت کئے' اس نے کہا کہ مجھے بخش دیا گیا' سائل نے از راہ تعجب پوچھا: کس عمل کی وجہ سے؟ اس نے کہا کہ ایک روز حضرت بایزید بسطامی نے بعد نماز عصر دعا کے لئے

ہاتھ اٹھائے تھے، میں بھی اس دعا میں شریک تھا' اور ہاتھ اٹھا کر آمین کہتا جاتا تھا' اس دعا کے طفیل میں مجھے بخش دیا۔ پس آپ جیسے درویشوں پر رشک وغبطہ کرنا چاہیے۔ کہ دوستان خدا کی دوستی میں اپنے ''موئے سیاہ'' کو سفید کر لیا۔ اور ان کے دل میں اپنی جگہ بنائی۔ اس 'امر عظیم القدر' کو تھوڑا خیال نہ کرنا۔

فقرو مسکینی کو محبوب رکھنا

فقر و مسکینی کو جان و دل سے دوست رکھیں' نامرادوں اور دردمندوں کی ہمنشینی اختیار کریں۔ ''صلحاد رویشان'' کو بدل و جان عزیز اور ان سے مجالست رکھیں۔ اہل دنیا اور دنیا کے ٹھاٹھ پر ہرگز ''گوشہ چشم'' نہ ڈالیں اور دنیا کے ٹھاٹھ کو حقیر و ناچیز اور سم قاتل تصور کریں۔ طلباء کی خدمت حتیٰ الامکان خود کریں اور جہاں تک ہو سکے دوسروں پر ان کو نہ چھوڑیں۔

مکتوب میں ازراہ تلطف و مخلص پروری ''مقدمات شوق آمیز'' اور ''فقرہ ہائے عشق انگیز'' مندرج تھے' اس کے مطالعہ نے ''آتش مشتاقان'' کو دوچند اور ''شعلہ فراق'' کو سربلند کر دیا۔

''چونے کی سی کانکری جب چھڑکوں تب آگ''

(یعنی دل عاشق چونے کی ڈلی کی طرح ہے کہ جب اس پر پانی چھڑکا جاتا ہے مثل آگ کے ہو جاتی ہے......

عاشق مسکین کو نا تاب عتاب ہے' نہ طاقت عنایت' نہ برداشت قہر ہے نہ یارائے مہر

''کہ وصل از ہجر باشد جانستاں تر''

گیرم کہ بغم خانہ ما یار خرامد

گو حوصلہ و طاقت دیدار کہ درد

بخششہائے شاہ کو اس کے شتران بار بردار ہی اٹھایا کرتے ہیں۔ ہستی عاشق جب تک درمیان میں ہے مورد صد بلا ہے۔

اس کی درستی نیستی میں اور اس کی فلاح ترک ہستی میں ہے۔

(برادرم شیخ محمد سعید کے اندر) بچپن ہی سے آثار وقبول و کرامت ظاہر اور اطوار ولایت ونجابت ہویدا تھے۔

حضرت قلب الولایہ خواجہ محمد باقی کے زمانہ حیات میں آپ چونکہ خورد سال تھے' اس لئے ان کی خدمت میں نہیں پہنچ سکے تھے لیکن خواجہ نے ان کے حق میں فرمایا تھا کہ محمد سعید ہمارا ہم پیشہ ہمکار ہے۔ اس نے غائبانہ ہم سے نسبت حاصل کر لی ہے۔

فی المهد ینطق عن سعادة جده

آپ نے ظاہری و باطنی کمالات اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاصل کئے ہیں۔ سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہرہ' معقولہ و منقولہ کی تحصیل کو درجہ کمال تک پہنچا دیا تھا...... والد بزرگوار کی طرح کمال تقویٰ سے آراستہ' متابعت سنت اور ''عمل عزیمت'' سے پیراستہ ہیں۔ نرمی کلام' تواضع تمام' مہمانوں کی خبرگیری کا اہتمام۔

حضرت ایشاں (مجدد صاحب) کو اکثر اوقات جب کسی فقہی مسئلے کی تحقیق کرنی ہوتی تھی تو ان سے اس مسئلہ کی وضاحت طلب کرتے تھے جب یہ ''حل مشکلات مسائل'' کر دیتے تھے اور بعض پیچیدہ مسئلوں پر راہ خلاصی نکال دیتے تھے' تو حضرت والا بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ اور ان کے حق میں یہ دعائیں کیا کرتے تھے۔ حضرت والا کی زندگی ہی میں یہ مراتب کمال و تکمیل کو پہنچ گئے تھے اور ان کی موجودگی ہی میں خلافت حاصل کر کے تعلیم طریقہ اور ارشاد طلبہ کا کام انجام دینے لگے تھے...... کمال ''عقل معاد'' کے ساتھ ساتھ ''عقل معاش'' میں بھی درجہ کامل رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت ایشان اکثر امور میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے' اور ان کی رائے کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ امور باطن میں بھی یہ حضرت والا کے راز دار تھے۔ حضرت مجدد جو اسرار ان کے درمیان رکھتے تھے ان اسرار میں دوسرا کم شریک ہوتا تھا' ان کو حضرت مجدد کے اسرار غامضہ اور معاملات خاصہ کے ذریعہ بشارت دی گئی ہے۔ امراض ظاہری والے ان کی توجہ سے شفا پاتے ہیں۔ اور امراض باطنی والے ان کے تصرف سے جمعیت قلب کی راہ اختیار کرتے ہیں...... والسلام

تقویٰ کی اہمیت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ دور چلے۔ اور یوں فرمایا کہ اے معاذ! میں تجھے تقویٰ اللہ' صدق کلام' وفائے عہد'

ادائے امانت، ترک خیانت، رحم یتیم، حفاظت ہمسایہ، ضبط غصہ، نرمی کلام، بذل سلام، لزوم امام، تفقہ فی القرآن، حب آخرت، خوف حساب آخرت، کوتاہی آرزو، اور حسن عمل کی وصیت کرتا ہوں اور منع کرتا ہوں اس بات سے کہ کسی مسلم کو برا بھلا کہے یا کسی کاذب کی تصدیق اور صادق کی تکذیب کرے، یا امام عادل کی نافرمانی کرے اور فساد الارض میں حصہ لے...... اے معاذ! اللہ کا ذکر کر، ہر شجر و حجر کے قریب اور ہر گناہ کی توبہ کر...... پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ طور پر، اعلانیہ کی اعلانیہ طور پر...... (رواہ البیہقی فی الکتاب الزھد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میں خادم کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟...... پس سکوت فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا کہ کتنی مرتبہ معاف کروں، تو فرمایا کہ ایک دن میں ستر مرتبہ...... (رواہ مسلم فی صحیحہ)

کمتر بن دعا گویان نیاز مند...... حضرت سلطان الاسلام ظل اللہ تعالیٰ علی الانام باسط مہار العدل والانصاف)

امیر المومنین انار اللہ برہانہ کی خدمت میں لکھتا ہے اور اظہار نیازمندی و خاکساری کرتے ہوئے نعمت امن وامان رونق اسلام اور قوت شعائر اسلام کے ظہور پر شکر و ثناء کرتا ہے۔ نیز آپ کے لئے درازی عمر، شوکت وظفر اور نصرت کی دعا اپنے زاویہ نامرادی اور گوشہ شکستگی میں درویشوں کے ساتھ کرتا رہتا ہے۔ چونکہ یہ دعا خلوص دل سے ہے اور پس پشت ہے اس لئے امید ہے کہ قریب قبولیت ہوگی۔ ماسوای اللہ میں گرفتار ہونا امراض قلبیہ میں سے شدید ترین مرض ہے اس کے ازالہ کی فکر کرنا بہت ضروری ہے۔ تم نے اظہار شوق کیا تھا اور اپنے درد دل کی خبر دی تھی۔ اس شوق کو نعمت عظمیٰ اور اس درد کو سرمایہ سعادت تصور کرو۔ اللہ تعالیٰ آتش شوق کو مشتعل اور شعلہ طلب کو سربلند کر دے۔ یہاں تک کہ اپنے ماسوا سے بیگانہ بنا دے اور بے فائدہ کشمکش سے رہائی بخشے...... بزرگوں کا مقولہ ہے "دست بکار دل بیار"...... حضرت حق کا محل نظر دل ہے...... دل کو پاک صاف رکھا جائے اور اسے ماسوائے حق کے التفات سے یکسو کر دینا چاہیے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست
پاکی دل ز ذکر رحمان ست

اپنے حالات لکھتے رہا کرو کہ یہ توجہ غائبانہ کا ذریعہ ہے۔

بوصلش تا رسم صد باراز پا افگند شوقم
کہ نوپروازم واز و شاخ بلند آشیاں دارم

جب تم اس راستے میں آئے ہو تو مردانہ وار آؤ۔ اور طلب گاری کے جو جو لوازم ہیں ان کو پورا کرو۔ شریعت غرا کے "عروہ وثقی" کو ہاتھ سے نہ دو...... سنن نبویہ کو دانتوں سے مضبوط پکڑو...... بدعت سے اور صحبت بدعتی سے بچتے رہو...... کمر ہمت کو خدمت مولائے حقیقی جل سلطانہ میں کس کر باندھ لو...... درگاہ قدس کی جانب کمال توجہ کو بڑی نعمت سمجھو اور جو چیز بھی اس دولت معنوی کی مانع اور منافع ہو اس سے سینکڑوں کوس دور بھاگو۔ محبت واطاعت شیوخ پر مستقیم رہو کہ اس راہ کا مدار، ان کی محبت و اطاعت پر ہے۔

مکرما!...... فقیر اس معاملے میں بہت کاہل واقع ہوا ہے...... علاوہ ازیں اس طرف کے جانے والے بھی کم ملتے ہیں...... امید ہے کہ مجھے معذور رکھو گے...... خدا نہ کرے کہ تمہاری نسبت میں کوئی فتور اور محبت میں کوئی قصور آئے بلکہ امید ہے کہ جتنا زمانہ بڑھتا جائے گا۔ نسبت معنوی بڑھتی جائے گی اور جتنے ایام گزریں گے آتش شوق مشتعل ہوتی جائے گی اور بادہ محبت جوش میں آ جائے گا۔

"شراب کہنہ مالذت دگر دارد"

تقویٰ وخلوص

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

یایھاالذین اٰمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ماقدمت لغد

پس ضروری ہے کہ انسان اپنے حاصل کار اور نقد روزگار میں تامل کرے اور خوب اچھی طرح دیکھے کہ روز موجود (قیامت) کے لئے جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی۔ اس نے کیا مہیا کیا ہے؟ اور یہ بھی دیکھے کہ اس کی حسنات میں

سے کون سا عمل قابل قبول ہے اور کونسا لائق رد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو عبث اور مہمل پیدا نہیں کیا ہے، اور نہ اس کو بے نکیل چھوڑ دیا ہے کہ جو جی چاہے کرلے اور جس طرح چاہے زندگی گزارے...... انسان کی تخلیق کا مقصد وظائف بندگی کی ادائیگی اور تحصیل فنا و نیستی ہے جو کہ حاصل معرفت ہے حق تعالیٰ دین خالص چاہتے ہیں، شرکت پر راضی نہیں ہیں۔ وہ مخالف نفس کا بھی مطالبہ کرتے ہیں اور ہم بوالہوس ہیں کہ مراد نفس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور لذت عاجلہ کی تحصیل میں کوشاں ہیں دوستوں سے دعائے سلامتی خاتمہ کی امید فرمایا ہے۔

(اے بلال! مجھے راحت دو، اذان دے کر)...... (نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ ہے) جو قرب ادائے نماز کے وقت ہوتا ہے وہ نماز کے باہر نہیں۔ حدیث میں آیا ہے۔

"اقرب ما یکون العبد الی الرب فی الصلوٰۃ"

(بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے)

اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ: "درمیان بندہ و خدا جو حجاب ہے وہ نماز میں اٹھا دیا جاتا ہے۔"

نیز وارد ہوا ہے

"الساجد یسجد علیٰ قدمی اللہ فلیسجد ولیرغب"

(سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے۔ پس چاہیے کہ سجدہ کرے اور رغبت کے ساتھ سجدہ کرے)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے (ایک دن ہمارے سمجھانے کے لئے) ایک خط کھینچا اور فرمایا: "یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے" پھر کئی خط اس کے دائیں بائیں کھینچے اور یوں فرمایا کہ یہ شیاطین کے راستے ہیں ان میں سے ہر ایک راستے پر ایک شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے" اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

"و ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ الأیۃ"

جیسا کہ قرآن میں ید اور وجہ (اللہ تعالیٰ کے لئے) آیا ہے۔ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ محیط ہے، اور ہمارے ساتھ ہے اور اس احاطے کی کیفیت معلوم کرنے میں ہرگز مشغول نہ ہوں اور جو کچھ معلوم و مکشوف ہو اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ و مبرا جانے۔ متشابہات میں یہی طریقہ اسلم ہے۔

جس کے دین و ایمان میں کلام ہو، وہ دوسرے کی تربیت کیا خاک کرے گا۔

"او خویشتن گم است کرا رہبری کند"

ابھی کچھ نہیں گیا ہے جب تک موت کے غرغرے کا وقت نہ آئے۔ درہائے توبہ کھلے ہوئے ہیں...... اس راہ غیب الغیب میں مرشد کامل کی دستگیری کے بغیر راستہ چلنا اور سلوک طے کرنا بہت مشکل ہے۔ طریقہ نقشبندیہ کا دارومدار شیخ مقتدی کی صحبت اور رابطہ محبت پر ہے۔ کشودگی کار اور ترقی اسی سے متعلق ہے...... ہمارے بزرگوں کا طریقہ اتباع سنت و اجتناب از بدعت ہے...... لہٰذا صحبت شیخ کامل میسر آنے تک متابعت سنت پر مستقیم رہو۔ اور سنن متروکہ کو زندہ کرتے رہو۔

سنت متروکہ کا احیاء

حدیث میں آیا ہے۔

"من احییٰ سنتی بعد ما امیتت فلہ اجر مائۃ شھید"

(یعنی جو میری مردہ سنت کو زندہ کرے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا)

سنت متروکہ کا احیاء یہ ہے کہ خود عمل میں لائے اور اس کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ دوسروں کو بھی اس کی دلالت کرے تاکہ دوسرے لوگ بھی اس پر عمل کریں۔ بدعت سے دور رہو، بدعتی کی صحبت میں نہ بیٹھو بلکہ اپنی مجلس میں بھی اس کو جگہ نہ دو۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

"اھل البدعۃ کلاب اھل النار"

الطریقۃ کلھا ادب اس میں ادب سے مراد ادب شریعت ہے اور آداب طریقت جو کہ رعایت و متابعت شیوخ کا دوسرا نام ہے۔

مشاہدہ ارواح

مخدوما!...... مشاہدہ ارواح خواہ بچشم سر ہو خواہ بچشم باطن کوئی کمال کی بات نہیں ہے اور منازل قرب کی کوئی منزل اس سے وابستہ نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ باطن ماسوا کی "دید و دانش" سے آزاد ہو جائے۔ غیر کا نام و نشان دیدہ باطن میں باقی نہ رہے۔

تو مباش اصلا کمال این ست و بس

ارواح کا مشاہدہ محسنات سے بھی کم درجہ رکھتا ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس قسم کے مشاہدات طلب سے باز رکھتے ہیں۔ اور (سالک کے اندر) کمال کا وہم پیدا کر دیتے ہیں۔ مخدوما! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا وہ خط فقیر کی علالت کے زمانہ میں آیا تھا اس وقت جواب لکھنے کی طاقت نہ تھی بلکہ پڑھنے اور غور کرنے کی بھی ہمت نہ تھی اب وہ خط ملا نہیں۔ معذور رکھیں۔ والسلام

گردش زمانہ اور انقلاب اہل زمانہ سے رنجیدہ و ملول نہ ہوں اور زمانہ کے پست و بلند کرنے سے متغیر نہ ہوں بلکہ عبرت حاصل کریں، ترساں و لرزاں رہیں۔ تمام قلوب اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں وہی جس طرح چاہتا ہے قلوب کو گھماتا ہے۔

چو بید برسر ایماں خویش می لرزم

ذکر و فکر

اوقات کو ذکر و فکر میں معمور رکھو۔ ''تنویر باطن'' میں کوشش کرو اس لئے کہ باطن محل نظر مولیٰ ہے تنویر باطن دوام ذکر و مراقبہ سے متعلق ہے۔ نیز وظائف بندگی کی بجا آوری فرائض سنن اور واجبات کی ادائیگی اور بدعت و محرمات و مکروہات سے بچنے کے ساتھ مربوط ہے جس قدر بھی اتباع شریعت اور اجتناب از بدعت میں کوشش ہوگی۔ اسی قدر نور باطن بڑھے گا اور جناب اقدس کی طرف راستہ کشادہ ہوگا۔ اتباع سنت یقینی طور پر نجات دہندہ نتیجہ بخش اور رافع درجات ہے۔ احتمال تخلف نہیں رکھتی اور اس کے ماورا خطر در خطر ہے اور راہ شیطان ہے۔ مخدوما!...... نماز معراج مومن ہے جو حالت اس کی ادائیگی کے وقت رونما ہوگی وہ حالت معراجیہ کے ساتھ مناسبت رکھے گی اور تمام دیگر حالات سے ممتاز ہوگی۔ تمام احوال کو نماز کے مقابلے میں وہ نسبت حاصل ہے جو صورت کو حقیقت کے مقابلے میں۔ مثال کے طور پر دیکھو جو صورت آئینے میں نظر آ رہی ہے اس کو اپنی اصل سے کیا مساوات حاصل ہے۔ سوائے مماثلت صوری و مشارکت رسمی کے اور کچھ بھی نہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش راچساں خواہد کشید

جس قدر بھی تکمیل نماز میں کوشش رعایت سنن و آداب سنن میں جد و جہد اور تطویل قرات و رکوع و سجود میں سنت کی موافقت کرو گے۔ فیوض و برکات نماز اس قدر وارد ہوں گے۔ نماز کا حسن و جمال اور کمال زیادہ سے زیادہ ظہور پذیر ہوگا۔

مخدوما!...... فقرائے دور افتادہ و دور از کار امیدوار ہیں کہ روضہ مقدسہ (گنبد خضرا) کے مجاور اور اس آستانہ عالیہ کے جاروب کش نیز اس دیار پرانوار کے معتکف اور اذهما فی الغار کے زائرین اس شکستہ دل افگار کو بھی اس بارگاہ سراسر اسرار میں یاد رکھیں گے اور انتہائی عجز و انکسار کے ساتھ اس کا سلام فقیرانہ پیش کریں گے۔ گاہے گاہے ایک نگاہ کرم کی درخواست بھی اس مشتاق سرگذشتہ کے لئے کر دیا کریں۔ اس لئے کہ اس عاجز کے تمام کاموں کی درستگی موقوف با نیم نگاہ ہے۔ کسی نے ''اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر) خوب کہا ہے۔

از درد سر و خمار ہستی رستن
موقوف بیک نگاہ مستانہ تست

بس ضبط اوقات میں کوشش کرو۔ موافق وقت و حال اعمال و طاعات میں مشغول رہو اور طالب ترقی رہتے ہوئے اس بات کی کوشش ہو کہ آگے کو جو دن آئے وہ بہتر حالت میں آئے۔

من استوی یوماہ و هو مغبون

(جس کے دو دن یکساں گزرے اور آگے کو ترقی نہ کی وہ ٹوٹے میں ہے)

مخدوما!...... جس شخص میں نشہ محبت موجود ہے وہ (خود) معانی مکنونہ جذب کر لیتا ہے اور باطن فیض دہندہ سے باندانہ محبت اخذ فیوض کرتا ہے اور موقع توجہ کا خیال رکھتا ہے۔ اگر (مرشد کی) توجہ بھی اس محبت کے ساتھ جمع ہو جائے تو نور علی نور ہے۔ اس کام (سلوک) میں سب سے اعلیٰ محبت ہے توجہ محبت کے بغیر کارگر نہیں اور محبت بے توجہ بھی کام کر جاتی ہے۔

المرء مع من احب

حدیث نبوی ﷺ ہے محبت سلسلہ وجود و ایجاد کو جنبش میں لائی ہے اسی محبت نے گنج پنہاں کو ظاہر کیا ہے اسی نے حسن پوشیدہ کو بے پردہ کر دیا ہے بے شک حسن بے پردگی کا خواہاں ہے اور جمال تاب مستور نہیں رکھتا۔

پری رو تاب مستوری ندارد

یہ محبت، صفت محبوب کا مظہر ہے جو کہ حسن نظارگی چاہتا ہے۔ محبوب کو ایک محب چاہیے تا کہ اس کی صفت محبوبی آشکارا ہو جائے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

منم کاستاد را استاد کردم

غلام خواجہ راہ آزاد کردم

جو محبت عاشق کی صفت ہے وہ اسی محبت کا عکس ہے جو معشوق کے ساتھ قائم ہے۔ کیونکہ عاشق کا جو کمال ہے وہ کمالات معشوق کا سایہ ہے۔ پس یہ اسی محبت کا ظہور ہے جو اس آئینے کے اندر اس لباس میں جلوہ گر ہے۔

یک نشہ دو جا ظہور کردہ

عاشق ''دقائق حسن'' کو جتنا زیادہ سمجھے گا اور جمال وکمال معشوق کی معرفت میں جتنی زیادہ ''چشم دور بین'' رکھتا ہو گا صفت عشق اس میں اتنی ہی زیادہ بڑھی ہوئی ہوگی اور وہ اتنا ہی زیادہ فریفتہ وشیفتہ ہو جائے گا۔

آنرا کہ بہ حسن دید تیزست

ایں عشق بلائے خانہ خیزست

شوق زیارت بیت اللہ

مخدوما!..... تم نے شوق زیارت بیت اللہ کا اظہار کیا ہے اس کے مطالعہ نے لذت اندوز کیا اور شوق کو برانگیختہ کر دیا..... ہاں! کسی مسلمان کو سفر کا ارادہ ہو تو وہ ایسا ہی (متبرک) سفر اختیار کرے اور کوئی شوق دامن گیر ہو تو اسی دیار کا شوق ہو اس لئے کہ یہ بہترین جگہ ہے اور مطلوب بے نشان کا نشان رکھتا ہے۔

گفت معشوقے بعاشق کاے فتا

تو بغربت دیدہ بس شہر ہا

پس کدا میں شہر از انہا خوشترست؟

گفت ان شہرے کہ دردے دلبرست

جس راہ پیغمبر خدا ﷺ چلے ہیں وہی راہ اجتبا ہے جو محبوبیت ذاتیہ سے نکلی ہے۔ اس راہ پر چلنا ہی راہ شریعت پر چلنا ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے راستے پر چلے وہ راہ شریعت کو پورے طریقے سے اختیار کرے۔ اتباع سنت واجتناب از بدعت پر راسخ ہو اور کتاب سنت کی دو شمعوں کے درمیان چلے تا کہ بدعت کی تاریکیوں اور شیاطین کی راہوں میں مبتلا نہ ہونے پائے۔

اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک و اغننی بفضلک عمن سواک

اس دعا کو قرض سے نجات پانے کے لئے تضرع وزاری کے ساتھ اکثر پڑھتے رہا کرو۔ اپنے اوقات کو ذکر وفکر سے معمور رکھو۔ طاعات وعبادات کی طرف راغب رہو۔ اخیر شب کی بیداری کو عزائم امور میں سے سمجھو۔ کلمہ طیبہ کی تکرار کر کے اپنے مرادات ومقاصد کی نفی کرو تا کہ صحن سینہ میں کوئی مراد ومقصود سوائے حق جل مجدہ کے باقی نہ رہے......

ایں کار دولت ست کنوں تا کرا دہند

سوائے رضا وتسلیم کے کوئی چارہ نہیں ہے بلکہ چونکہ وہ فعل محبوب ہے اس لئے محب کو چاہیے کہ اس سے لذت اندوز ہو اور کشادہ پیشانی کے ساتھ اس کا استقبال کرے اور اس ضمن میں الطاف ربانی کا منتظر رہے فقیر کو دعا وتوجہ سے فارغ نہ جانے اور لوازم دوستی سے بیکار تصور نہ فرمائیں۔ کشود کار کے منتظر ہیں اور رحیم کارساز کی رحمت کے امیدوار اوقات کو ذکر وفکر سے معمور رکھیں توشہ گور وقیامت کو مہیا کریں۔ جو گھڑی گزر رہی ہے اتنی ہی عمر میں کمی آ رہی ہے اور اجل مسمی نزدیک ہوتی جا رہی ہے اس فرصت قلیل میں ذکر کثیر کے ساتھ مشغول رہنا چاہیے اور مولائے حقیقی کو راضی کر لینا چاہیے۔ خالق خیر وشر بے واسطہ حق تعالیٰ ہے اور تمام حوادث اس کی قضاء قدرت سے تعلق رکھتے ہیں..... فلک اور غیر فلک کو ان حوادث میں کوئی دخل نہیں ہے فلک بیچارہ..... جو خود اپنے کام میں حیران وسرگرداں ہے کوشش کرو کہ تمام غفلت باطن سے چلی جائے اور ایسی حضوری تام حاصل ہو جس کے بعد غیبت نہ ہو۔ چند سطریں سوزش سینہ اور غم دیرینہ سے متعلق صفحہ قرطاس پر لکھی ہیں۔ وارث المرسلین (حضرت مجدد الف ثانی) رحمۃ اللہ علیہ کے فراق کا غم جتنا زمانہ گزرتا جاتا ہے اور زیادہ قوی ہوتا جاتا ہے۔ اور جتنا زیادہ پرانا ہو رہا ہے تازہ ہو رہا ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں اس مشتاق پر اس یگانہ آفاق کے فراق سے عجیب انتشار رونما ہو گیا ہے۔ اس مجلس بہشت آئین کی یاد سے جگر

کباب اور دیدہ پرآب ہوا جاتا ہے۔ اگر تمام عالم میں گشت لگائیں تو اس للہ فی اللہ کے اجتماع کو کہاں دیکھیں؟ وہ فیوض وبرکات کہاں پائیں گے؟ بہت مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ کوئی درویش حضرت والا کی خدمت میں کچھ دریافت کرنے یا حاصل باطنی بیان کرنے آیا ہے اور ان کی حضوری میں پہنچ کر تمام استفسارات ان کے صحن سینہ سے چلے گئے۔ اور احوال مواجید سے کچھ بھی باقی نہ رہا۔ جس طرح طلوع آفتاب ظلمت شب کو ختم کر دیتا ہے۔ اسی طریقے سے حضرت والا کا دیدار تمام امور مذکورہ کو ختم کر دیتا تھا۔ اس اثناء میں بعض اوقات حضرت والا اس درویش سے فرماتے تھے کہ ہاں میاں بیان کرو کیا حال ہے؟ یا کوئی بات دریافت کرو؟ لیکن وہ بیچارہ خود رفتہ ہو جاتا تھا۔ اس کی زبان بند ہو جاتی تھی اور کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کہے۔

خرد از دید نش تسبیح خواناں
گریزد ہمو فرتوت از جواناں

حق اللہ، تمام حقوق پر غالب ہے اور معرفتہ اللہ اہم مقاصد میں سے ہے۔ ایمان حقیقی معرفت ہی سے متعلق ہے یہ وہ ایمان ہے جو کہ خلل سے محفوظ ہوتا ہے۔

مخدوما!...... عذر آمیز باتیں اسی وقت تک ہیں جب تک آتش شوق اور جنون طلب دل میں پیدا نہ ہو۔ جب یہ آگ بھڑکتی ہے اور جنون طلب شعلہ زن ہوتا ہے سب باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور زبان عذر بند ہو جاتی ہے پھر جذب الٰہی پیشانی کے بال پکڑ کر بسوئے معشوق لے جاتا ہے اور کوئے محبوب میں پہنچا دیتا ہے۔ بیشک راہ عشق میں کچھ جنون بھی درکار ہے اور قید عقل سے کچھ رہائی بھی ضروری ہے۔

دل اندر زلف لیلیٰ بندو کا راز عقل مجنوں کن
کہ عاشق رازیاں دارد مقالات خرد مندی

عبادت میں بےخودی پیش آنا

تم نے لکھا تھا کہ بعض دفعہ نماز میں ایسی حالت نمودار ہوتی ہے کہ گویا میں حضرت صمدیت سے تکلم کر رہا ہوں اور کوئی حجاب و پردہ درمیان میں نہیں رہا ہے اور ایسا مست و بےخود ہو جاتا ہوں کہ نماز بھی فراموش ہو جاتی ہے۔ پھر اپنے آپ کو قابو میں لا کر ہوش میں آتا ہوں۔ ناگاہ رقت و عجز کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ یہی حالت تلاوت قرآن وغیرہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ جو کچھ بھی وارد ہوتا ہے بلند ومبارک حالت ہے۔ نماز معراج مومن ہے جو کیفیت نماز میں پیدا ہوتی ہے وہ تمام اذواق و کیفیات سے ممتاز ہے اور چونکہ نماز میں تلاوت قرآن مجید بھی ہے اور حدیث میں آیا ہے۔

من اراد ان یحدث ربہ' فلیقرأ القرآن

اس لئے تلاوت قرآن گویا کہ اپنے پروردگار سے کلام کرنا ہوا۔ وہ تلاوت جو نماز میں واقع ہو وہ تو خصوصیت کے ساتھ بڑا درجہ اور بہتر نتیجہ رکھتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔

قرآن فی صلوٰۃ خیر من قرآن فی غیر صلوٰۃ

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نماز میں وہ حجاب جو بندہ اور پروردگار کے درمیان ہے اٹھالیا جاتا ہے۔ نماز ایک محبوب دلربا ہے۔ جب باطن مصلی پر اس کے جمال باکمال کا پرتو پڑتا ہے اور اس کے حسن خوبی کا ظہور ہوتا ہے تو مصلی کو مست و بے شعور اور از خود رفتہ کر دیتی ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ نماز میں تھے کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو ان سے دریافت کیا گیا انہوں نے فرمایا کہ ایک آیت قرآنی کی تکرار کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے متکلم سے میں نے سنا۔ تم نے لکھا تھا کہ...... میں رمضان میں معتکف تھا۔ ۲۷ کی شب میں چیز ہائے گونا گوں میں نے مشاہدہ کیں وہ رات بڑی روشن و پرنور تھی۔ ناگاہ مجھ پر ایک حالت و کیفیت ظاہر ہوئی اور ایسا محسوس ہوا کہ گویا یہ شب شب قدر ہے۔ مخدوما!...... اس فقیر نے بھی اور یاران دیگر نے بھی اسی ۲۷ رمضان المبارک کی شب میں ''انوار و برکات بیحد'' مشاہدہ کئے۔ اور شب قدر کا گمان کیا۔ والغیب عنداللہ خوابیں جو لکھیں ہیں اور آنحضرت ﷺ نے عالم رویا میں جو تم کو پیرہن مبارک عطا فرمایا ہے یہ سب خوابیں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مراتب کمال و اکمال میں ترقی عنایت فرمائے۔ اوقات کو اطاعت وعبادات اور ذکر وفکر میں صرف کرو۔ سفر طویل کے لئے زادراہ مہیا کرو۔ آیۃ کریمہ

ولتنظر نفس ما قدمت لغد

کے مضمون پر خوب غور کرو۔ گوشہ نامرادی اور زاویہ مسجد کو

نہ چھوڑو۔ مساکین اور اہل جمعیت کے ساتھ رہو۔ اہل تفرقہ اور امراء سے دور رہو اور بے ضرورت ان کے پاس نہ بیٹھو۔

الہام کشف

تم نے لکھا تھا کہ اگر جناب قدس میں متوجہ ہو کر بعض حالات کا استکشاف کرتا ہوں تو بطور الہام کشف ہو جاتا ہے۔ اس نعمت کا شکریہ ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ خطاء و غلطی سے محفوظ رکھے۔ اس لئے کہ کشف میں خطا و غلطی کا واقع ہونا ثابت ہے۔ (حوادث یومیہ دنیاویہ) کے کشف میں اگر خطا ہو جائے تو کوئی بات نہیں۔ لیکن اسرار الٰہیہ اور اعتقادات و عبادات کے کشف کی کسوٹی شریعت حقہ ہے۔ انسان کی قدر و قیمت محبت کی وجہ سے ہے۔ اس کی بزرگی اور اس کا امتیاز تمام موجودات کے مقابلے میں اسی درد کی بناء پر ہے۔

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست
درد راجز آدمی در خود نیست

درد و محبت کے مراتب

لیکن درد و محبت کے مراتب و درجات مختلف ہیں۔ ہر ایک اپنے ظرف کے مطابق درد و محبت کے انوار و برکات کا امیدوار ہے۔ شیبتنی سورة هود۔ حدیث معروف ہے کہ جب سید انبیاء سرور اتقیا علیہ یوں فرمائیں اور امر استقامت آنحضرت علیہ کو بوڑھا کر دے تو ہم جیسے بوالہوس اگر ہوس استقامت کریں اور استقامت کا دم بھریں۔ تو محض ہوس و خیال ہے۔ بہر کیف ہاتھ پاؤں مارنے چاہئیں اور سعی کرنا چاہیے۔ ممکن ہے اس بحر بیکراں سے کوئی چلو مل جائے۔ اور حلق جاں تک پہنچ جائے۔

ما لا یدرک کله لا یترک کله

شیخ عبد الاحد فقیر کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے ہیں اور اپنے کام میں بہت سرگرم ہیں۔ شب و روز خدمت میں حاضر ہیں۔ خانقاہ میں ایک حجرہ لے کر بسر اوقات کرتے ہیں۔ نشہ عجیب رکھتے ہیں۔ بہتر ترقی کر لی ہے۔ سردی و گرفتاری تو اس بے حاصل کے حصہ میں آئی ہے اور قرعہ ہجر و دوری اس فقیر کے نام نکلا ہے۔ شرم آتی ہے کہ اس گرفتاری کے باوجود آزاد لوگوں کے ساتھ مصاحبت رکھتا ہوں۔

اگر فتاریم بنا ناوک بیداد ریز
سنبل و گل درکنار مردم آزاد ریز

قدرت خدا کا مطالعہ و مشاہدہ کرو۔ کہ میری اس سردی و افسردگی کے باوجود وہ جماعت جو میرے ساتھ نشست و برخاست رکھتی ہے۔ اس میں شعلہ شوق پیدا ہو رہا ہے اور ان کی آتش محبت ترقی پر ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ماسوا سے رہائی حاصل کر رہے ہیں اور ترقیات کے میدان میں گامزن ہیں۔ مخدوما!...... چونکہ تمہارے ساتھ ایک پورا کنبہ وابستہ ہے تم ان کے کفیل ہو اور تمہارے اوپر قرض بھی ہے لہذا ترک ملازمت میں توقف و تامل درکار ہے۔ ترک حقیقی کے حصول تک ترک حکمی پر قائم رہو۔ اور ترک صوری کے مقابلہ میں ترک معنوی پر اکتفا کرو۔ الصوفی کائن بائن مکاتیب شریفہ یکے بعد دیگرے پہنچے۔ چونکہ فقیر کو درد کا عارضہ لاحق تھا اور قلم پکڑنے اور لکھنے کی بھی طاقت نہیں تھی۔ اس لئے جواب میں توقف واقع ہوا۔ اس ماہ مبارک (رمضان) میں مسجد کی حاضری تراویح اور ختم قرآن سے محروم رہا۔ الحمد للہ کہ ماہ شوال میں ماہ سابق کی نسبت تخفیف ہوگئی۔ کل کو ٦ ذیقعدہ ہے چند روز سے پالکی میں بیٹھ کر مہمان خانہ میں آتا ہوں اور چند گھڑی درویشوں کے پاس بیٹھ جاتا ہوں۔ ابھی مسجد تک نہیں گیا ہوں۔ کیونکہ وہ فاصلہ رکھتی ہے اور دوزانو یا چہارزانو بیٹھنے کی طاقت بھی ابھی نہیں آئی ہے۔ ایلام محبوب اس کے مقابلہ میں زیادہ لذت بخش ہے۔ اس لئے کہ انعام میں تو مراد محبوب اپنی مراد نفس کے ساتھ مخلوط ہے اور ایلام میں خالص مراد محبوب ہی ہے۔ اور مراد نفس کی مخالفت ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہو گیا۔ یہ شعر منجملہ غرائب ہے۔

اگر مراد تو اے دوست نامرادی ماست
مراد خویش دگر بار من نخواہم خواست

یہ مسکین باوجود بے بضاعتی دورازکاری آنجناب کیلئے دعائے سلامتی جان و ایمان سے فارغ اور طلب ترقی درجات و استقامت صوری و معنوی سے غافل نہیں ہے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

یہ تعلق روز بروز زیادہ ہوگا اور آتش شوق قوت پذیر ہو

گی۔حتیٰ کہ ذکر سے مذکور تک معاملہ پہنچ جائے گا۔

تو از خوبی نمی گنجی بعالم مرا ہر گز کجا گنجی در آغوش

سیر وسلوک سے مقصود رفع حجابات ہے خواہ حجابات وجوبی ہوں یا حجابات امکانی یہ بات نہیں ہے کہ مطلوب کو دام میں لے آئیں گے اور عنقا کا شکار کرلیں گے۔

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں

کا نیجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

یہ کمال مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہے اور یہ دید نتیجہ ولایت انبیاء ہے۔علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات۔ وہ اکابر جو کمالات وراثت انبیاء کیساتھ آراستہ ہوئے ہیں وہ تجلیات وظہرات سے بالا ہوکر اور شہود و مشاہدہ سے آگے بڑھ کر تمام حجابوں (ظلمانی ونورانی) سے باہر آ گئے ہیں۔اور یقین کے ساتھ جان گئے ہیں کہ یہ شہود حضرت حق سبحانہ کا شہود نہیں ہے۔اور یہ تجلی ذات مقدس کی تجلی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے صفات وکمالات میں سے ایک صفت کا ظہور ہے۔ جو کہ حجاب ذات ہے۔طالب ذات اقدس شہود صفات وکمالات سے خوش اور آرام گیر نہیں ہوتا۔وہ تو حضرت خلیل اللہ کی طرح

لاحب الافلین اور انی وجھت وجھی

پڑھتا ہوا اس شہود کے وراء کی طرف دوڑتا ہے۔اسم وصفت سے سوائے ذات کے کچھ نہیں چاہتا۔تعالیٰ وتبارک وتقدس

بوصلش تارسم صد باراز پا افگند شوقم

کہ نوپروازم و شاخ بلندے آشیاں دارم

حلاوت ذکر وتلاوت اور نماز میں بڑھائے اور حقیقت قرآنی اور حقیقت صلوٰۃ سے بہرہ کامل عطا فرمائے۔نماز فقط اسی صورت ظاہری ہی میں محدود نہیں ہے (بلکہ عالم غیب میں ایک ایسی حقیقت رکھتی ہے کہ تمام حقائق سے اونچی ہے) حضرت مجدد الف ثانیؒ سے میں نے سنا ہے کہ مثل علم کلام کو بھی متکلم سے ایک ایسا اتحاد ہے کہ کسی دوسری صفت کو اتنا نہیں ہے۔پس اس راہ سے قرب ومنزلت کو حاصل کرو۔

فھم من فھم اسرار نماز کہاں تک بیان کروں

قلم انیجا رسید و سر شکست

نماز میں حجابات کا اٹھ جانا

مکتوب شریف پہنچا مسرت بخش ہوا۔لکھا تھا کہ نماز میں ایک ایسی حالت رونما ہوتی ہے کہ حجاب درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور خطرہ غیر بالکل دل میں نہیں گزرتا۔ ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ یہ رفع حجاب منتہی کی نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔شکر خدائے عزوجل اسی نعمت عظمیٰ پر بجا لاؤ اور اسی کیفیت کے بڑھانے میں کوشش کرو۔ نیز نماز کو آداب شرائط اور طول وقنوط کے ساتھ پڑھا کرو۔جو قرب نماز کی ادائیگی کے وقت ہوتا ہے وہ اس سے باہر میسر نہیں۔

وامر اھلک بالصلوٰۃ و اصطبر علیھا

بعض احباب تنگی روزگار اور قرض داری کی بناء پر اظہار گلہ کیا کرتے ہیں شکایت کا کوئی موقع نہیں۔رزق مقرر میں کسی کی بیشی کا احتمال نہیں ہے۔طریقہ پسندیدہ یہ ہے کہ بندہ چہرہ دل کو تمام سمتوں سے ہٹا کر ذکر وعبادات الٰہی کی طرف متوجہ کردے اور کلیۃ تعمیر آخرت میں کوشش کرے۔ بندے کا مطمع نظر مرضیات الٰہیہ کے سوا اور کچھ نہ ہونا چاہیے۔حالات میں لکھا ہے کہ وہ پہلے جو کچھ آنکھ بند کرکے دیکھتے تھے اب کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

مخدوما!...... یہ بات ترقی باطن پر دلالت نہیں کرتی۔کمال اس بات کے ساتھ بھی وابستہ نہیں ہے۔

تو مباش اصلا کمال این ست و بس

محبت الٰہیہ

حلقہ صبح وپیشین کی پابندی بعد مغرب طریقہ توجہ بیاراں گرمی مجلس تاثیر توجیہات اور ظہور آثار وترقیات عظیما کے متعلق جو کچھ لکھا تھا اس سے بے انتہا مسرت ہوئی۔حدیث شریف میں آیا ہے۔بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو بندوں کو اللہ کا محب بنائے اور اللہ کی محبت اور اس کے بندوں کی طرف متوجہ کرے۔قرب فرائض میں چونکہ محض امر الٰہی کی تکمیل ہے۔وجود عابد درمیان میں نہیں ہوتا۔چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

الحق ینطق علیٰ لسان عمر

ناطق حق ہے اور زبان عمر آلہ سے زیادہ نہیں ہے۔مزید وارد ہوا ہے۔

اتقوا غضب عمر فان اللہ یغضب

پس قرب فرائض فنا کنندہ وجود سالک ہے اور قرب نوافل ایسا نہیں ہے۔ طالبین کے اوضاع واطوار اور استقامت وعدم استقامت کو ملاحظہ کر کے اجازت دینا چاہیے۔

ہم نے بھی صبر کیا تم بھی صبر کرو۔ اور اللہ کے فضل کے ساتھ راضی وشا کر رہو۔ دوستوں کو چاہیے کہ خواجہ مرحوم کی جگہ کو آباد رکھیں اور طریقہ خواجہ کا اچھی طرح لحاظ رکھیں۔ حلقہ ذکر ومشغولی بھی قائم رکھیں آنے جانے والوں کی خدمت کریں اور فرزندان خواجہ کی رضامندی وخدمتگاری میں دل و جان سے کوشاں ہوں۔ ان کے بچوں کی اچھی تربیت کریں اور تعلیم آداب دیں۔ ان کے بچے پانچوں وقت نماز باجماعت میں حاضر ہوں اور بلا ناغہ سبق پڑھیں۔ کیا کیا جائے ہم ان سے دور ہیں دل کڑھتا ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو رائیگاں نہ کرے گا۔ درجہ کمال تک پہنچائے گا۔

انه قريب مجيب

زہجر دوستاں خوں شد درون سینہ جان من
فراق ہمنشیناں سوکت مغز استخوان من

یہ کون سا ایمان ہے اور کونسی مسلمانی ہے کہ نہ تو کتاب و سنت سے پند پذیری ہے اور نہ مشاہدہ آیات بینات سے عبرت حاصل ہورہی ہے۔ پس ہم پر اور ہمارے پسماندوں پر لازم ہے کہ عمر دوروزہ کو غفلت میں نہ گزاریں۔ خواب خرگوش میں مبتلا نہ ہوں۔ اس سرائے فانی سے دل نہ لگائیں۔

چل خسرو گھر اپنے سانجھ پڑی سب دیش
اے خسرو اپنے گھر میں چل سب جگہ شام ہوگئی

مکتوب (۱۲۶) شیخ محمد یوسف گردیزی پیرزادہ ملتان کے نام

یہ ذرہ بے مقدار نہ اس خطاب کا سزاوار ہے اور نہ اس مضمون مکتوب کا مستحق وہ مقدمات جو اپنی تواضع کی بناء پر اپنے نامہ نامی میں مجھ دوراز کار کے حق میں لکھے ہیں۔ وہ بھی صحیح و واقعی نہیں۔ فقیر اپنے اندر کوئی مناسبت اس طائفہ علیہ سے نہیں دیکھتا۔ اور کوئی مشارکت اس طبقہ سنیہ کے اسرار میں نہیں پاتا۔ یہ سب برکات بزرگوں کے انفاس نفیسہ سے ہیں۔ یہ مسکین درمیان میں کچھ نہیں۔

ماخوذ بینم ایں ہمہ الحال زمطرب ست

شیخ محمد یوسف

آپ ملتان کے مشہور گردیزی خاندان کے ایک فرد اور حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک مخصوص مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت والا آپ پر بہت مہربان تھے۔ خلافت دے کر آپ کو ملتان بھیجا وہاں کے گرد ونواح میں آپ ہی کے ذریعہ طریقہ نقشبندیہ کا رواج ہوا۔ نہایت مستقیم الاحوال تھے۔ (روضۃ القیومیہ ۲ رکن دوم)

ارشادات ونصیحتیں

بلاشک نیستی وعدمیت ممکن کے اندر ذاتی ہے باقی تمام کمالات جو توابع وجود ہیں۔ سب اس کے اندر مرتبہ وجوب سے مستعار ومستفاد ہیں۔ ممکن بیچارہ اپنی ذات کو فراموش کر کے اپنے عاریتی کمال کو خیر وکمال تصور کیے ہوئے ہے۔ اپنے مولا کے مخصوص ترین اوصاف میں شراکت ڈھونڈ رہا ہے اور رعونت وانانیت ظاہر کر رہا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ اس کی ذات عدم ہے۔ وہ عدم جو ہر شر وفساد کا منبع ہے۔ بات کہیں سے کہیں چلی گئی۔ یہ درویش دلریش توجہ غائبانہ سے اور دعائے ظہر الغیب سے فارغ نہیں ہے۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس محبت کی بدولت جو اس طبقہ علیہ سے رکھتے ہو۔ بزرگوں کے فیوض وبرکات سے فیض مند اور ان کے انوار واسرار سے بہرہ مند ہو جاؤ گے۔ اس محبت کو سرمایہ سعادت تصور کرو۔ حق تعالیٰ اس محبت کی آگ کو سربلند کرے اور شعلہ شوق کو مشتعل کر دے۔

معاملہ افادہ و استفادہ وابستہ صحبت ہے۔ خصوصاً ہمارے طریقے میں کہ اس کا دارومدار صحبت پر ہے۔ کسی کامل ومکمل کی صحبت میسر آنے تک اوضاع شرعیہ اور سنن مرضیہ پر مستقیم رہو۔ لہو لعب اور صحبت ناجنس سے بچتے رہو۔ اور وظائف اذکار ماثورہ کے ساتھ اوقات کو معمور رکھو۔ علوم دینیہ میں مشغول ہونا بھی اعظم عبادات سے ہے۔

دارم ہمہ جا باہمہ کس درہمہ حال
در دل زتو آرزو در دیدہ خیال

کوشش کرو کہ خطرہ ماسوا اس طرح دل سے چلا جائے۔ کہ اگر سالہا سال قصد اور تکلیف کیا جائے خطرہ غیر دل میں نہ گزرے۔ سبب اس نسیان کے جو دل کو ماسوا سے حاصل ہو چکا

ہے یہ حالت فنائے قلب سے تعبیر کی جاتی ہے اور اطوار ولایت میں قدم اول ہے۔ محبت چہرہ کار سے پردہ اٹھاتی ہے اور برسوں کا معاملہ گھڑیوں میں طے کر دیتی ہے۔ گرفتاران قید عقل اس محبت کی قدر نہیں جانتے۔ وہ اس جنون کو عیب و مرض سمجھتے ہیں۔

عقل گرداند کہ دل در بند زلفش چوں خواست؟
عاقلاں دیوانہ گروندا ز پے زنجیر پا

یہ جنون سرمایہ سعادت ہے اور مثمر قرب و معرفت حدیث شریف میں ہے۔ا۔حصن حصین (وجزری) میں اس طرح سے ہے۔

اکثر واذکر اللہ حتیٰ یقولوا مجنون (رواہ احمد وغیرہ)

یعنی اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ دنیا والے مجنوں کہنے لگیں۔

فلک بامن خستہ بیداد کردہ

یہ بات بہت ہی غیر مناسب ہے بیچارہ فلک اور روزگار بے بنیاد بھلا کیا حیثیت رکھتے ہیں کہ حوادث ان کی طرف منسوب ہوں جو کچھ بھی ہے بارادہ تقدیر الٰہی ہے زمان و آسمان کو اللہ تعالیٰ کے فعل میں کوئی دخل نہیں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے انصاف وعدل ہے۔ ظلم و بیداد کی وہاں گنجائش ہی نہیں۔

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشتن
تابرلب او بوسہ زنم چونش بخواند

حالت نماز

جو حالت نماز میں رونما ہوتی ہے وہ تمام حالات سے اونچی ہوتی ہے۔ اور اصل کا نشان دیتی ہے۔ بے شائبہ ظلیت نیز چہرہ کار سے پردہ ہٹا دیتی ہے۔ نماز چونکہ معراج مومن ہے اور مصلی کامل چونکہ ادائے نماز کے وقت دنیا سے باہر اور عالم آخرت سے پیوستہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر ادائیگی نماز کے وقت میں اس دولت کا نمونہ جو کہ آخرت کے ساتھ موعود ہے رونما ہو تو گنجائش ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس جگہ جس قدر بھی زراعت میں افزونی کی جائے گی اس کا اجر اتنا ہی بھرپور ملے گا۔

رزق کی تنگی وکشادگی

مخدوما!......رزق کا تنگ کرنا اور کشادہ کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے کسی کو اس میں دخل نہیں ہے۔

اللہ یبسط الرزق لمن یشآء من عبادہ و یقدر لہ

بندہ مقبول وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فعل ارادے اور تقدیر سے راضی ہو۔ ماتھے پر بل نہ ڈالے۔ کشادہ پیشانی اور خوش و خرم رہے۔ یہ فقر و فاقہ اور تنگی معیشت (کبھی) اپنے ایسے خاص بندوں کو عنایت کرتا ہے جو مقصود آفرینش دنیا ہوتے ہیں۔ انسان کی سعادت ہے کہ وہ کسی امر میں ان برگزیدہ بندوں کے ساتھ شریک ہو جائے اگر بندہ اس نعمت کی قدر جانے اور راہ صبر و رضا اختیار کرے تو امید ہے کل روز قیامت کو بھی ان بزرگوں کے انوار و برکات میں شریک ہوگا اور ان کے دستر خوان کا بچا ہوا اٹھائے گا۔ غمگین پریشان اور اپنی زندگی سے بیزار نہ ہوں۔ وہ زندگی جو غفلت میں گزرے البتہ قابل بیزاری ہے۔ دنیا میں عیش و تنعم کے لئے نہیں لایا گیا۔ محل عیش تو آگے ہے۔

اللھم ان العیش عیش الأخرۃ

دنیا میں طاعت وعبادت کے لئے لائے ہیں۔ اور یہاں معرفت حق مطلوب ہے۔ اگر ان امور مطلوبہ میں خلل ونقصان آئے تو جائے افسوس ہے۔ دنیا و مافیہا اس قابل نہیں کہ اس کے فقدان پر زندگی سے تنگ آ جائیں۔ اس لئے کہ دنیا کی تنگی آخرت کی کشادگی کا سبب ہے۔

سرور کائنات ﷺ کو خواب میں دیکھنا اس امر کے ساتھ مشروط نہیں ہے کہ آپ کو اسی صورت کے ساتھ دیکھا جائے۔ جس صورت میں مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں۔

تمت اقتباسات از مکتوبات خواجہ محمد معصوم قدس سرہ

باب ۱۴

دعوت اسلام کے اصول

اس باب میں دعوت اسلام کے اصول کے عنوان سے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے افادات پیش کئے گئے ہیں۔ حضرت قاری صاحب بڑی جامع اور عمیق نظر وفکر کے مالک تھے۔ آپ کے افادات میں عموماً جامعیت وتعمق کا یہ رنگ ازخود جھلکتا ہے اور ان کے مطالعہ سے پڑھنے والے کو شرح صدر کا مقام نصیب ہوتا ہے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ واجدادہ ومن معہم

اسلامی نقطۂ نظر سے انسانی سعادت کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔ صلاح اور اصلاح یعنی خود صالح بننا اور پھر دوسروں کو صالح بنانا، یا خود کمال پیدا کر کے دوسروں کو باکمال کر دینا۔

اگر علم نہ ہو تو راہ حق نہیں کھل سکتی کہ چلنے کی نوبت آئے اور اگر اخلاق میں اعتدال نہ پیدا ہو تو جو عمل کی مخفی طاقت ہے تو اس کھلی راہ پر چلنے کی صورت نہیں ہو سکتی علم پہنچانے کی تعلیم اور تعدیل اخلاق کی تربیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے دین اس لئے اصلاح کی تمام حقیقت تعلیم وتربیت نکل آتی ہے۔

صلاح واصلاح کی اہمیت

پھر اصلاح نفس کے حصول کا ذریعہ تو راہ علم واخلاق میں مجاہدہ وریاضت ہے اور اصلاح غیر کا ذریعہ دعوت وارشاد اور تبلیغ وموعظت ہے اس لئے تکمیل سعادت کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ خود عالم باعمل بن کر دوسروں کو دعوت وتبلیغ کے ذریعہ سے عالم وعامل بنایا جائے۔

تبلیغ نہ حسیات کی ہو سکتی ہے نہ طبعیات کی ہو سکتی ہے نہ عقلیات کی بلکہ صرف شرعیات کی ہو سکتی ہے جو خالق سے منقول ہو کر انسان تک پہنچیں کہ شرعیات کے سوا تمام چیزیں انسان میں قبل از تبلیغ خود بھی بقضائے طبع موجود ہوتی ہیں۔ بہرصورت تبلیغی چیز صرف علم الٰہی نکلا جسے علم شرعی کہا جاتا ہے اور اس لئے یہ واضح ہو گیا کہ دعوتی پروگرام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہونی چاہئے کہ وہ خدا کی طرف سے ہو مخلوقاتی دائرہ کی چیز نہ ہو۔

پس داعی اور مبلغ کو ہر مسئلہ کی تبلیغ سے پہلے اس پر غور کر لینا چاہئے کہ جس مسئلہ کی وہ تبلیغ کر رہا ہے آیا وہ شرعی ہے یا نہیں؟ اور آیا شریعت کے معتبر اور مستند کتابوں میں اس کا وجود ہے یا نہیں کہانیاں ہنسی اور ٹھٹے کی باتیں جو عموماً پیشہ ور واعظوں کا پیشہ بن گئی ہیں سبیل رب کے لفظ سے سب ممنوع ٹھہر جاتی ہیں جن سے مبلغ کو احتراز کرنا ضروری ہے۔ ورنہ وہ اسلام کی نہیں بلکہ اسلام میں سنت جاہلیت کی اشاعت کا مرتکب ہو گا جو مبلغ حقیقتاً خدا کا راستہ دکھائے گا اس کے مقاصد اور بیانات میں سادگی اور بے تکلفی ہو گی۔

تبلیغی مسائل میں ایک گونہ بے تکلفی ملحوظ خاطر رہنی چاہئے کیونکہ سبیل رب کی تبلیغ میں تو صرف نقل کی ضرورت ہو سکتی ہے جس میں کسی تکلف کی اصلاً حاجت نہیں اور جو لوگوں کو اپنی طرف بلائے گا اسے اپنے بیانات میں یقیناً طرح طرح کے تکلفات اور بناوٹوں کو دخل دینا پڑے گا۔

عیسائی مذہب

مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اسرائیلی بھیڑوں کو جمع کرنے آیا ہوں ظاہر ہے کہ اس دعویٰ کے بعد انجیلی پروگرام غیر اسرائیلی دنیا کے لئے پیغام ہو ہی نہیں سکتا یہ پھیکی اور بے روح عیسائیت آج محض قومیت کی شیرازہ بندی کے لئے رہ گئی ہے کسی دینی دستور العمل یا پروگرام کی حیثیت سے قائم نہیں رہی۔

لازمی مذہب

یعنی تبت کے لوگ ساری خیر وبرکت کا وجود تبت ہی کے پہاڑوں میں سمجھی جاتی ہے چنانچہ اس قول کے لانے جب کہ بلطائف الحیل اسے یورپ کے سفر پر مجبور کیا گیا۔ واپس آ کر یہی بیان دیا تھا کہ تبت سے نکلتے ہی اسے فضاء آسمانی شیاطین سے بھری ہوئی نظر آنے لگی اور شیطانی ارواح اس میں اور اس کے سارے استعمال شدہ سامانوں میں سرایت کرنے پر تلی ہوئی دکھائی دینے لگیں جنہیں بمشکل تمام اس کی روحانیت نے باز رکھا تب کہیں وہ تبت کے پہاڑوں کی برکت محفوظ رہ سکی۔ ظاہر ہے کہ ایسا تنگ مذہب جو چند پہاڑوں کے غاروں میں محبوس ہو ساری دنیا کے جبال وبحار تک اپنی تبلیغی گونج کیسے پہنچا سکتا ہے۔

یہودی مذہب

یا مثلاً اسی بناء پر یہود کی اپنے مذہب کی دعوت عام دینے کی کبھی جرات نہ ہوئی کہ وہ صرف اسرائیل ہی کی افتادِ طبع کے مناسب حال تھا ہندو مذہب ملک کی طرف یہودی مذہب قوم کی طرف اور بدھ مت یا عیسائیت شخصیتوں کی طرف منسوب ہے اس لئے ان کے اسماء ہی ان کی عمومیت اور ہمہ

گیری سے انکاری ہیں۔

اسلام کا لفظ کسی وطن یا شخص کی طرف منسوب نہیں ایسے ہی اس کے دوسرے صفاتی نام مثلاً سبیل رب، صراط مستقیم، صراط اللہ،

ابن ماجہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور ذریعہ پاکی بنایا گیا ہے دوسری جگہ سارے عالم کی فتوحات کی بشارت اور ترغیب دیتے ہوئے فرمایا۔

عنقریب تم پر زمینیں فتح ہوں گی اور خدا تمہارے لیے کافی ہے (مگر) پھر بھی تم میں سے کوئی شخص تیر اندازی (فنون جنگ) سے تھکنے نہ پائے انواع سفر کے تاکیدی اور ترغیبی احکام صادر فرمائے تاکہ مسلمان مارا کد کی طرح کسی ایک ہی خطہ زمین میں پڑے رہنے کے عادی نہ ہو جائیں۔

تبلیغی سفر

ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی تبلیغی سفر کئے اور جگہ جگہ اقطار عالم میں تبلیغی وفود روانہ فرمائے تاکہ عالم کلمہ حق کے آب حیات سے سیراب ہو سکے۔

خود ایک سفر ہی کو مستقل عبادت قرار دیا جیسا کہ سفر حج کہ اس میں چلنا اور پھرنا گھومنا دوڑنا اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچنا ہی عبادت ہے حتیٰ کہ خاص مکہ کا باشندہ بھی حج کو بلا سفر اختیار کئے ادا نہیں کر سکتا کہ یہ عبادت ہی عین سفر ہے اور جب تم سفر میں ہو اس میں کوئی خرابی نہیں ہے کہ تمام نمازیں قصر کرو۔

یہ وہی خدا ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے ذلیل کر دیا اب تم اس کے کاندھوں پر سوار ہو کر چلو پھر واللہ کا رزق کھاؤ۔

صوفیاء نے اخلاقی سفر کئے مبلغین اور واعظوں نے تبلیغی سفر کئے مجاہدین نے جہادی سفر کئے اور تاجروں نے تجارتی سفر کر کے ہر نہج سے ہر ایک طبقہ نے اسلامی خدمات سر انجام دیں، اسلام اور مسلمان جغرافیائی وطنیت کا قائل نہیں ہے اگر وہ وطن پرور ہے تو بایں معنی کہ ساری دنیا اس کا وطن ہے۔

ارشاد ربانی ہے

قل یا یہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً آپ فرما دیجئے کہ اے لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔

حدیث نبویؐ میں ارشاد ہے

بعثت الی الناس کافۃ بعثت الی الاسود والاحمر میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں میں کالے اور گورے سب کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں

مجادلہ عملی

مجادلہ عملی کے سلسلہ میں حضرت شبلی کے زمانہ میں دہریوں نے قرآن کی اس آیت کو رد کرتے ہوئے کہ روح امر الٰہی کا نام ہے یہ دعویٰ کیا کہ روح خون کی حرارت اور بخار لطیف کا نام ہے جس سے آدمی زندہ ہے، زندگی اور روح کا امر الٰہی سے کیا تعلق؟ شیخ نے بجائے علمی مناظروں کے اسی وقت برسر مجمع اپنی شہ رگیں کٹوا کر خون نکلوا دیا اور پھر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب میں کیوں زندہ ہوں جب کہ مجھ میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں ہے؟ کیا اب بھی اس میں کوئی شبہ ہے کہ **قل الروح من امر ربی** زندگی محض امر الٰہی سے قائم ہوتی ہے خون سے نہیں یہ مجادلہ تھا مگر عملی شیخ کے اس عملی مجادلہ سے دہریوں کی شہ رگ کٹ گئیں اور شبہات زدہ لوگ سب کے سب ہدایت پر آگئے۔

مخاطب کا مزاج وذہنیت

تمام داعیان دین کا فرض ہے کہ وہ رعایت طبع کے ماتحت مخاطبوں کی ذہنیتوں کا اندازہ کر کے تبلیغ کا آغاز کریں ورنہ بلا رعایت طبائع ان کے دعوت وتبلیغ موثر نہیں ہوگی تھی **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الاغلوطات** (مشکوٰۃ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے پیچیدہ اور مغالطہ انگیز کلام سے شہروں میں ادبی زبان، دیہات میں معمولی اور سادہ زبان، علمی طبقوں میں اصطلاحی زبان اور اہل فنون کے طبقہ میں فلسفیانہ زبان ہی مفید اور موثر ہو سکتی ہے۔

مثلاً نوعیت بیان یہ ہونی چاہئے کہ اولاً اس میں نیکی کے فضائل اور بدی کی مذمت بیان ہو جب مخاطبین جھک جائیں تو پھر ذکر اللہ اور اطاعت کی مثالیں پیش کی جائیں پھر اس مقصد پر مخاطبوں کو ابھارنے کے لئے سلف کی پاکباز انہ

زندگیوں کے واقعات ذکر کئے جائیں اور تاریخی حوالے پیش کئے جائیں۔

احوال موت کا ذکر کیا جائے فنا کی ساعت قریب ہے مہلت کم ہے، ہر عمل کا انجام سامنے آنے والا ہے پھر نزع اور قبض روح کے وہ حسی حالات جو سب کی نگاہوں سے گزرتے ہیں سنائے جائیں۔

بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

پھر قبر کی ہولناکی اس کی وحشت وتنہائی اور بے مونسی کا منظر پیش کیا جائے اور یہ کہ اس کی ہر مصیبت کا تدارک عمل صالح ہے پھر یوم حساب اور اس کی شدت اور غضب الٰہی کا ظہور تام حشر کے ہولناک حوادث ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کا لرزہ براندام ہونا اور ہر ایک نفس کا اپنی فکر میں غرق ہونا وغیرہ سامنے لایا جائے پھر جنت ونار، نعیم وجحیم اور رحمت وقہر کے نمونے دکھائے جائیں۔

ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کردیا صحابہؓ نے اسے ڈانٹا دھمکانا چاہا آپ نے سب کو روک دیا فراغت کے بعد صحن مسجد کو تو پاک کردیا اور اسے بلا کر بہت پیار محبت اور نرمی سے فرمایا اے عزیز مساجد اس کام کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ بولا کہ آنحضرت نے نہ مجھ کو مارا اور نہ برا بھلا کہا میں نے آپ سے اچھا تو کوئی معلم کبھی دیکھا ہی نہیں۔

واضح ہو گیا کہ جب تک مبلغ کو اپنے مخاطبوں کے ساتھ شفقت نہ ہو اس کی تبلیغ دلوں میں گھر نہیں کرسکتی جب کوئی ہدایت قبول نہ کرتا تو آپ رنجیدہ ہوتے دل میں کڑھتے اور غمزدہ ہو جاتے۔

آپ اللہ کی رحمت سے ان لوگوں کے لئے نرم ہو گئے ہیں اگر آپ تند زبان اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے آپ ان کو معاف کردیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے۔ قرآن کریم۔

حضرت عمر فاروقؓ کی شان وشوکت:

فاروق اعظمؓ کے اسلام لاتے ہی اسلام مخفی گھروں سے نکل کر میدان میں آ گیا اور اس کی تبلیغ میں آثار شوکت وقوت پیدا ہو گئے تبلیغ کو منظم بنانے کی صورت پیدا کی جائیں اس کی شاخیں ہوں وہ کسی مرکز کی طرف سمٹی ہوئی ہوں اس کا سرمایہ ایک بیت المال کی صورت میں منظم ہو اس کا ایک امیر ہو جس کے احکام کے ماتحت مبلغین نقل وحرکت کریں وغیرہ وغیرہ جیسا کہ قرن اول میں مسجد نبوی مرکز تبلیغ تھی اور وہیں سے جماعتیں اور افراد منتخب ہو کر تبلیغ کے لئے خدا کے ملک میں پھیلتے تھے۔

فہم وفراست

مبلغ میں مخاطبوں کے ان طبقات کی تشخیص کا فہم اور تدبر بھی ہونا چاہئے تبلیغ کو بھی حسنہ بنانے میں عقل ودانش کا مضمون ایسے پاکیزہ عنوان اور ڈھنگ سے بیان کیا جائے کہ سادہ لوح کے دل روشن ہو جائیں اور حقیقت کا اعتراف کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔

ارشاد نبوی ہے

کلموا الناس علی قدر عقو لهم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا **لا تعلقوا الجواهر باعناق الخناز یر** جواہرات خنزیروں کی گردنوں میں نہ باندھو،

دانش وخلق

مثلاً ایک شخص اپنی اعلیٰ حکمت سے فلسفیوں کو تبلیغ کرسکتا ہے اور دوسرا اپنی ادنیٰ حکمت سے معمولی پڑھے لکھوں کو سمجھا سکتا ہے اور تیسرا اپنی کمتر حکمت سے ان پڑھوں کو ہی راہ راست پر لا سکتا ہے تو ان میں سے ہر ایک پر اپنے مناسب طبقہ کو تبلیغ کرنا فرض ہوگا ہر مسلم جو ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ایمان کے مطابق علم ومعرفت بھی رکھتا ہے اور اسی کے اندر دل میں یہ مقصد ٹھہرائے کہ کسی نہ کسی طرح وہ مخاطب کو ہدایت پر لا کر ہی مطمئن ہوگا۔

سیرت وکردار

حضرات صحابہؓ اور ورود ہند کے وقت جب سندھ میں پہنچے اور سندھ کے بازاروں سے ان کا گزر ہوا تو ہزارہا انسان محض ان کے چہرے مہرے دیکھ کر ایمان لے آئے جو کچھ دوسروں کو بتلائیں پہلے خود بھی اس پر عمل کریں اور جو کچھ کہیں

وہ کر کے بھی دکھائیں۔

علم عمل کو پکارتا ہے اگر اس نے جواب دیا تو خیر ورنہ پھر علم کوچ کر جاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام جو سرچشمہ تبلیغ ہیں اس وصف خشیت الٰہی اور عدم خشیۂ خلائق میں سب سے زیادہ بلند پایہ اور راسخ القدم ہوتے۔

اور مبلغ کے قلب میں جب اپنے مستفیدوں سے طمع پیدا ہوگئی تو یقیناً وہ ان کا محتاج ہوگیا اور محتاج انسان کمزور ہوتا ہے ابن عباس ربانی کے بارے میں فرماتے ہیں جو لوگوں کی تربیت پہلے چھوٹے علم سے اور پھر بعد میں بڑے علم سے کرے۔

مثلاً کسی غضبناک کو جو غیظ وغضب میں بھڑک رہا ہو یوں تنبیہ کی جائے کہ بندہ رحمٰن کیا کر رہا ہے۔

مثلاً حضور نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ کو جب یمن کا گورنر اور قاضی بنا کر بھیجا تو تبلیغی سلسلہ میں اسی تجزیہ پروگرام اور ترتیب طبعی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں وہاں نصاریٰ کی قوم ملے گی انہیں دین کی دعوت اس طرح دینا کہ اول ان کے سامنے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پیش کرنا جب وہ اسے قبول کرلیں تو پھر کہنا کہ نماز کا بھی ایک فریضہ تم پر عائد ہوتا ہے جب اسے بھی مان لیں تو کہنا کہ تمہارے مالوں میں تم پر زکوٰۃ کا بھی ایک فریضہ آتا ہے جب وہ اسے بھی تسلیم کرلیں تو پھر روزہ کی تلقین کرنا وعلیٰ ہذا القیاس

احکام الٰہی کا تجزیہ

حق تعالیٰ نے شراب سے روکنا چاہا جو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی تو یکدم شراب کو حرام نہیں فرمایا بلکہ حکم میں شراب کی کچھ برائی بیان کی گئی اور وہ بھی لوگوں کے سوال کرنے پر اے ایمان والو! تم جب نشہ میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ تم اسے جانو جسے تم کہو اور جب اس حکم ثانی سے وہ عملاً شراب سے رکنے پر قادر ہونے لگے تو پھر دوسرا قدم اور آگے بڑھا کر صفائی سے شراب کی حرمت اور نجاست عین ہونے کا حکم دے دیا۔

قرن اول کی فتوحات ممالک کا منتہائے مقصود اشاعت اسلام اور تعلیم وتبلیغ دین ہی تھا یہ حضرات ممالک واقالیم ہی نہیں دلوں اور روحوں حتیٰ کہ عام تہذیبوں اور کلچروں کے بھی فاتح ہو جاتے تھے یہ ناممکن تھا کہ دنیا کی زمینوں میں تو کاشت ان کی ہو اور خود ان کے دلوں کی زمینوں میں تخم ریزی وہاں کے رسم ورواج کی ہوتی رہے اور وہ نہ بدلیں۔

نماز کی وہ مہذب صورت جو نکھر کر آج امت کے زیر عمل ہے کتنی تدریجی رفتار سے یہاں تک پہنچی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ابتداء نماز میں سلام وکلام بات چیت دیکھنا اور سننا، گردن پھیرنا اور منہ موڑنا چلنا پھرنا سبھی کچھ کرنا جائز تھا۔

آج امت کا سب سے شدید مرض اور عظیم فتنہ یہی ترک تبلیغ اور ترک امر بالمعروف ہے

مسلم ممالک بیجا رواداری

مثلاً کسی مسلم دولت کا یہ اعلان کہ سلطنت کا بحیثیت حکومت کوئی مذہب نہیں بادشاہ کا بھی بحیثیت حکمران ہونے کے اسلام مذہب نہیں ہے۔ اسلام کی جڑوں کے لئے پانی ثابت ہوسکتا ہے یا تیشہ اس قسم کے اعلانات کی بڑی وجہ غیر مسلم رعایا سے رواداری اور اپنی بے تعصبی بتلائی جاتی ہے۔

غرض اعلان ہے غیر جانبداری کا اور عمل ہے کفر کی جانبداری کا اسلامی طبقات کی غربت اور امارت دونوں ہی نے مل کر اسلام کی تخریب کے وہ سامان بہم پہنچائے کہ دشمنان اسلام کو ہاتھ پیر ہلانے کی بھی زیادہ ضرورت نہ رہی۔

غرباء سے خطاب

یہ ممکن ہے کہ ان ممالک کے غریب اور بے سروسامان مسلمانوں نے شخصی یا اجتماعی طور پر تبلیغی مقاصد پر کوئی توجہ کی ہو

امراء نشہ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملت بیضاء غرباء کے دم سے

تبلیغ میں اختلافی مسائل ہرگز نہ چھیڑے جائیں صرف بنیادی امور پر لوگوں کو لگایا جائے مثلاً بے خبر اور ان پڑھ مسلمانوں کو سب سے پہلے کلمہ توحید اور اس کی حقیقت سے آشنا کیا جائے۔ پھر ان کو نماز پر آمادہ کیا جائے بار بار کلمہ پڑھوا کر اس کی حقیقت سنائی جائے نمازیں یاد کرا کر انہیں نگرانی میں ادا

کرایا جائے پھر ان کی معاشرت کا جائزہ لے کر بتدریج اس کی اصلاح کی جائے شرکیہ رسوم مٹادی جائیں۔

تبلیغی جماعتیں ہفتہ ہفتہ بھر کے وقفہ سے محلہ وار گشت کر کے سابقہ تبلیغ کے اثرات کا جائزہ لیں اور آئندہ تبلیغ کا پرواز ڈالتی رہیں کوشش کی جائے کہ محلوں کی مساجد میں اسی محلہ کی کسی بااثر اور بااقتدار شخص کو امام بنایا جائے۔

پھر مبلغین انہی مساجد میں آئمہ مساجد کی نگرانی میں ایسے مختصر مکاتب قائم کردیں جو مسلمان بچوں کو ابتدائی مذہبی اور دینی معلومات کے کفیل ہوں۔ قرآن حکیم کی تعلیم کے ذمہ دار ہوں اور ان کی نمازوں کی نگرانی اور شوخی وشرارت کی اصلاح کی کفالت کریں اس سے بچوں کا ابتدائی پرداز اسلامی اور دینی طور پر پڑ جائے گا جو بڑھاپے تک ان کے کام آئے گا

دینی زندگی سیکھنے کے طریقہ کار کا خلاصہ

ارشادات حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ

چھ نمبروں کی ترتیب

اس کام کا خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ (اور ماحول) کی تعلیم وتربیت کی ابتداء میں جو خامی رہ گئی ہے اس کو دور کرنے کے لئے کلمہ، نماز، چھوٹوں بڑوں کے آداب، باہمی حقوق اور درستی نیت اور لغزش کے موقعوں سے بچنے اور علم وعمل کے سیکھنے کے لئے ان اصول کے ساتھ اپنے بڑوں سے لیتے ہوئے ان لوگوں کے پاس جائیں جو اس سے بالکل محروم ہیں تاکہ ان کی خامی دور ہو جائے اور ان کو واقفیت حاصل ہو جائے۔

عہد نبوی میں دینی محنت کا نقشہ

دینی محنت کرنیوالے رفقاء سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خطاب یوں سمجھ لیجئے کہ ایک دینی محنت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ایک خاص نقشے کے ساتھ کی ہے۔ الحمد للہ احباب نے چند مقامات میں تھوڑا تھوڑا اس محنت کو سیکھنا شروع کیا ہے۔ اب جو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ دین پر نہیں چل رہے ہیں بلکہ اس سے نکل کر بے دینی میں داخل ہو رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ محنت نکل چکی ہے۔ اب جتنی جہاں اللہ کے بندوں میں دین کی محنت شروع کر دی ہے۔ اتنی ہی خدائے پاک نے ہدایت دینی شروع کر دی ہے اور بقدر ہدایت کے دین زندہ ہونا شروع ہو گیا ہے۔ جہاں نمازی نہیں تھے وہاں کچھ نمازی ہو گئے جہاں روزے نہیں تھے وہاں کچھ روزے زندہ ہو گئے۔ جہاں حج نہیں تھا وہاں کچھ حج قائم ہو گیا۔ جہاں تعلیم کا رواج نہ تھا وہاں تعلیم ہونے لگی۔ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے دین کے لئے قربانیاں دلوائیں ہیں تو اب محنت کرنے والوں میں جتنی حضور والی قربانیاں پیدا ہوں گی۔ محنت کی سطح بلند ہوگی۔ اب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ساتھیوں کی محنت بتلانا چاہتا ہوں جس سے ابھی ہم بہت دور ہیں لیکن اگر اس محنت کو سامنے رکھ کر چلتے رہیں گے تو خدا وہاں تک پہنچا دے گا۔ تو ہر کام کرنیوالے کو محنت کے اس انتہائی نقشہ کو سامنے رکھ کر وہاں تک پہنچنے کی نیت کرنی چاہئے۔ یہ بات تو آپ لوگ جانتے ہیں کہ سارے عرب میں مدینہ والوں کی محنت سے دین پھیلا ہے۔

اہل مدینہ کی قربانی:

اس زمانے میں بیت اللہ پر آنے والے حجاج سے بھی وہاں کچھ وصول نہیں کیا جاتا تھا بلکہ حجاج کی مدارات میں ہر ایک کچھ خرچ کرتا تھا۔ لہٰذا حج کا شعبہ بھی اس زمانہ میں کمائی کا شعبہ نہیں تھا کھیت اور باغات بھی گویا نہیں تھے تجارتی نظام بھی مکہ معظمہ وغیرہ کے علاوہ نہ تھا۔ کہیں کہیں، کھجور، انگور اور انار کے کچھ باغات تھے۔ چند مقامات تھے جہاں چھوٹے پیمانے پر تجارت ہوتی تھی۔ بادشاہوں تک کی ہمت نہیں کہ اس ملک پر حکومت کریں حکومت کرنے کے لئے بھی اخراجات کی ضرورت ہے۔ اس وقت نہ پٹرول تھا نہ سونا۔ عرب کے کنارے پر قیصر وکسریٰ کی حکومتیں فوجی نظام رکھتی تھیں کہ عرب ان پر کسی وقت بھی چڑھائی نہ کر دیں ورنہ کوئی نظام حکومت پورے عرب بھر میں نہ تھا تو جس ملک میں نظام چلانے کے لئے حکومتوں تک کی ہمت نہ پڑتی ہو اس ملک میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کی۔ یہ جو مقامات تجارت وزراعت کے مراکز تھے وہ سب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آئے۔ سوائے مدینہ پاک کے آدمیوں کے سارے ملک

کے خوش حال قبائل مخالف تھے۔ جہاں بھی کوئی ایمان لاتا اسے مدینہ بلا لیا جاتا۔ تو مدینہ ایسی بستی بن گئی جہاں لوگ خاندان اور برادریاں چھوڑ چھوڑ کر آ کر بستے رہے۔ اور جب قوم سے نکل کر آتے تھے تو اپنا مال بھی لیکر نہیں آ سکتے تھے۔ مدینہ والوں کو ان کے رہنے کھانے اور پینے کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ایسی بستی بن گئی جہاں مہاجر اور مقامی برابر ہو گئے۔

مہاجرین کی حالت:

آنے والوں میں کچھ تو تھے ہی فقیر، کچھ کے روزگار ٹوٹ گئے۔ کچھ کے اموال مقامی لوگوں نے چھین لئے۔ غرضیکہ مدینہ میں آنے والے سب ہی فقیر بن کر آئے۔ ان فقیروں اور مدینہ کے انصار کو لے کر آپ نے دین کی محنت کا کام شروع کیا۔ باہر سے آنے والوں کو کاروبار کرنے سے روکا نہیں گیا۔ جب تک کمائی کی شکلیں وجود میں نہ آئیں مقامیوں نے سب کی ضروریات مہیا کیں، مدینہ کے انصار کے بہت سے گھروں پر کئی کئی خاندان ٹھہرے ہوئے تھے الغرض ان ضرورتوں کے اعتبار سے باہر نکلنے کا بالکل موقع نہیں تھا۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کی کمائی کو چھٹی دینے کی بجائے دین کی پوری محنت اسی دس سال میں کی اور کرائی اور دین کی محنت کا ایک ایسا نقشہ قائم کیا کہ انسانی زندگی میں جو تقاضے ہیں گھر والوں کی پرورش (دیکھ بھال، مال و دولت کمانے کا عمل، ان دونوں عملوں کو بار بار چھڑا کر دین کی محنت کے عمل کو آگے بڑھایا اور صحابہ کرام کو ایسی تربیت دی کہ جس وقت اللہ کے راستے میں نکلنے کو کہا جائے اور جتنوں کو کہا جائے اور جہاں کے لئے کہا جائے سب تقاضوں کو چھوڑ کر نکل جائیں۔

انصار کی تابعداری:

یہاں تک کہ جن کو مغرب کے وقت نکلنے کو کہا انہیں مدینہ میں سونے نہیں دیا جس طرح پکے نمازی اذان کی آواز سن کر تمام کام چھوڑ کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اسی طرح مدینے والے خدا کے راستے میں نکلنے کی آواز پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ جس وقت اللہ کے راستے میں ایمان و دین کے تقاضوں پر آواز لگتی۔ یہ آواز سودے خریدتے وقت سنیں یا دکھان کھولتے وقت کان میں آئے یا خرید و فروخت کے انتہائی انہماک کے وقت سنی جائے۔ یہ آواز کھجور کے باغوں میں کھجوروں کے توڑنے کے وقت لگے۔ نکاح ہونے کے وقت لگے۔ یا رخصتی ہونے کے وقت لگے۔ عورتوں کے بچہ پیدا ہونے کے وقت لگے یا عزیزوں اور گھر والوں کی موت کے وقت لگے۔ اس کی مشق کر لی تھی کہ جس وقت آواز سنیں سب چھوڑ چھاڑ کر نکل جائیں جو پاس ہو لے لیں۔ جہاں ضرورت ہو چلے جائیں جتنے وقت کا تقاضا ہو وہاں گزاریں جو جان پر بیتے اسے جھیلیں۔ یہ مزاج بن گیا تھا خدا کے راستے میں نکلنے والوں کا۔ مدینہ پاک کے دس سال کے قیام میں ڈیڑھ سو جماعتیں نکالیں جن میں سے ۲۵ سفروں میں آپ خود تشریف لے گئے۔ کسی میں دس ہزار آدمی نکلے۔ کسی میں پچاس نکلے۔ کسی میں تیس یا چالیس ہزار نکلے۔ کسی میں تین سو تیرہ نکلے۔ کسی میں دس کسی میں پندرہ کسی میں سات یا آٹھ نکلے۔ مدت کے اعتبار سے کسی میں دو ماہ خرچ ہوئے۔ کسی میں تین ماہ، کسی میں بیس دن کسی میں پندرہ دن خرچ ہوئے۔ بقیہ جو سوا سو جماعتیں نکلیں ان میں بھی ہزار نکلے۔ پانچ سو اور چھ سو بھی کم و بیش سب طرح کے نکلتے رہے۔ مدت بھی چھ ماہ چار ماہ، سب طرح کا وقت لگا۔ اب حساب لگاؤ کہ ہر آدمی کے حصے میں باہر گزارنے کا کتنا وقت پڑا اور سال میں کتنے سفر کئے اگر سب سفروں کو جوڑ کر تخمینہ کرو گے تو سال میں چھ ماہ یا سات ماہ ہر آدمی کے حصے میں آئیں گے۔ اب اس نقل و حرکت کی کوشش سے مختلف مقامات کے انسانوں کو مدینہ آنے کی دعوتیں ملیں کہ اسلام مدینہ میں آ کر سیکھو چونکہ اسلامی زندگی ماحول سے آئے گی اس زندگی کا ماحول صرف مدینہ میں تھا تو باہر نکلنے والوں کو اپنے لئے بھی علم حاصل کرنے کے لئے وقت نکالنا پڑتا تھا۔ مدینہ کے قیام کے زمانہ میں مسجدوں کے لئے وقت مانگا جاتا تھا۔ تاکہ سیکھنے سکھانے کا انتظام مسجدوں میں قائم رہے اور آنے والوں کو سنبھالا جا سکے۔ جب ان لوگوں نے روزانہ کی زندگی ایسی بنالی کہ اگر دو آدمیوں نے مل کر تجارت شروع کی تو باری لگالی ایک ایک دن کی، کوئی کسی وقت کوئی کسی وقت، کوئی کسی وقت کما کر پہنچ جاتا، کوئی شام کو پہنچتا اور رات کو رہتا، عشاء کے بعد سے عبادت میں لگا رہتا پھر سوتا، کچھ عشاء

پڑھتے ہی سو جاتے اور پچھلے وقت میں تہجد ادا کرتے۔ اس طرح چوبیس گھنٹے مسجد میں مقامی مسلمان موجود رہتے۔ اب جو باہر سے جس وقت پہنچتے آدمی مسجد میں ان کو سنبھالنے کو موجود ملتے، کبھی تعلیم کے حلقے ہو رہے ہیں تو آنے والوں کو اس میں بٹھاتے۔ نماز ہو رہی ہے تو اس میں شامل کر رہے ہیں ذکر اذکار جس وقت ہو رہا ہے اس میں جوڑ رہے ہیں۔ اس طرح آنے والے بھی اپنے کو خالی کسی وقت نہیں سمجھیں گے۔ ذرائع آمدنی تو عام حالات سے بھی کم ہو گئے اور اخراجات کئی گنا زیادہ بڑھ گئے۔ باہر کی نقل و حرکت کا خرچ، اپنا اور گھر والوں کا خرچ جو دوسرے باہر سے مدینہ میں آئیں تو ان کا خرچ، جو مدینہ کے غربا باہر نکل رہے ہیں ان کا سفر خرچ، سواری لباس کھانا، باہر والے خوش حال آئیں ان کی بھی دعوتیں کرنا، پھر جن علاقوں میں قحط ہوتا وہ بھی مدینہ پاک آتے۔ ان کی بھی مدد کرنا۔ غرضیکہ خرچ تو نقل و حرکت کے زمانے میں بھی اور قیام کے زمانے میں بھی بہت بڑھ گیا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی قربانی کی برکت سے ان تمام انسانوں کی تربیت ہوگئی جن کی تربیت کی حکومت کو بھی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آپ ایسی حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے۔ جب سارا عرب اسلام سے منور ہو چکا تھا اور مدینہ کا ہر ایک گھر مال سے خالی ہو چکا تھا پھر حق تعالیٰ شانہ نے قیامت تک آنے والوں کو یہ دکھانے کے لئے کہ اسلام ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی محنت سے پھیلا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوتے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو بیٹھنے نہیں دیا۔ بلکہ ایک دم سب کو خدا کے راستے میں نکال دیا۔ اسی بھوک اور پیاس میں اسی غم کی حالت میں نکالا۔ یہاں تک کہ تین دن اور تین راتیں ایسی گزریں کہ ہر وقت حملے کا خطرہ تھا اور مدینہ پاک بالغ مردوں سے گویا بالکل خالی تھا۔ اللہ رب العزت نے اس محنت کی پوری دنیا کو قیمت دکھائی۔ ایک قلیل عرصہ میں سارا عرب اسی نقشہ پر آگیا۔ ایک عرب گھرانہ بھی اسلام سے باہر نہیں رہا اور اس میں صرف ایک ماہ لگا۔ صرف یہی نہیں کہ مسلمان بن گئے بلکہ ایمان کی پوری محنت پر لوٹ آئے۔ یہ سمجھیں کہ ہماری والی محنتیں ابتدائی ہیں اور ہمیں ان جیسی محنت کرنے والا بننا ہے۔ پوری پوری جان لگانے والا بننا ہے۔

مختصر سی زندگی:

اس میں تھوڑا سا وقت ضروریات کے لئے کمانے پر لگائیں گے اور بقیہ تمام وقت دین کی محنت پر صرف کریں گے۔ اب ذہن میں یہ رکھیں کہ چونکہ یہ قربانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اندرون سے نکلی ہے اس لئے ان کے بدن اور روح کے انوار اس قربانی میں موجود ہیں لہٰذا جتنی یہ قربانیاں کام کرنے والوں میں بڑھیں گی اتنی ہی ہدایت حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے آئے گی۔

وہ مسلمان جو زندگی کے کسی شعبے میں اسلام کی بات سننے کو تیار نہیں وہ اپنے تمام کاموں کو اسلام کے احکامات کے موافق بنالے گا۔ اور آپ حضرات کی قربانیوں کا بدلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر کھڑے ہو کر دلوائیں گے۔ جہاں آپ نے انصار سے ملنے اور ان کی قربانیوں کا صلہ دلوانے کا وعدہ فرمایا ہے بشرطیکہ یہ طے کرلو کہ خدا جو کچھ ان محنتوں کے بعد دے گا وہ حاصل کر کے دوسروں کو دیں گے اور خود نہ لیں گے۔

باب ۱۵

دوائے دل

اس باب میں تصوف کی معروف ومقبول کتاب ''قوت القلوب'' کے اقتباسات مرتب کئے گئے ہیں۔ کتاب کے سیاق وسباق کے پیش نظر اس باب کے منتخبات ایک منفرد افادیت کے حامل ہیں' پچھلے ابواب کے مندرجات کی افادیت کچھ اور ہے اور اس باب کی افادیت کچھ اور ہے۔ یونہی سرسری نظر ڈال کر یہ نہ سمجھا جائے یہ تو مکررات ہیں بلکہ توجہ کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلے گا کہ اس کی افادیت کیا ہے۔

تصوف کی بنیاد

تمام رشد و ہدایت کا مرکز اللہ احد الصمد تبارک تعالیٰ ہے۔اس لئے باطنی ہدایات یعنی تصوف کا آغاز وانجام ہمیشہ توحید ہی رہا، کہ انسان کوایسی تربیت کی کہ وہ سب موجودات سے کٹ کر اللہ والا بن جائے۔اسی کے ساتھ باقی اور اسی کے ساتھ موجود قائم ہو۔یہی زندگی باعث رشک ونجات ہے۔

ہم تو اسی تصوف کے حامی ہیں، جس کا ماٴ خذ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوصوفی یا عالم اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ کی طرف دوڑتا نظر آئے گا، ہم تو اسی کے پیچھے دوڑیں گے۔

اسلام کا پیش کردہ تصوف کسی زمانہ کے دوسرے دین کے پاس نہ تھا اور نہ ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، وقت پر نماز پڑھنا۔

نیز روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ پہلا وقت اللہ تعالیٰ کا رضوان (راضی ہونا) ہے اور آخری وقت میں اللہ تعالیٰ کی عفو معافی ہے۔محسنین کو رضوان الٰہی حاصل ہوتا ہے۔اور کوتاہی کرنے والوں کے لئے عفو الٰہی ہوتا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم سنو کسی علاقہ میں وباء ہے تو اس علاقہ میں نہ جاؤ۔اور جب کسی علاقہ میں تم ہو اور وہاں وباء ہو، تو اس سے بھاگ کر وہاں سے نہ نکلو۔

رضاء کا انعام

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے جو آسمان سے زمین پر نازل ہونے والی چیز پر راضی رہا اسے بخش دیا گیا۔حبیب کی ضرب، درد نہیں کرتی۔ ہر ابتلاء آنے پر تکلیف کا احساس کم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قلب پر محبت کا غلبہ ہے، جو عالم بھی اپنی قوم کے سامنے ایسا علم رکھے جوان کی عقلوں سے بالاتر ہو اور ان کی عقلوں میں نہ آسکے، تو وہ علم ان پر فتنہ وابتلاء بن جاتا ہے۔

قضائے حاجت کے وقت بیٹھنے کا طریقہ:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے دور نکل جاتے، آپ ﷺ ایسے بیٹھتے جیسے آدمی اپنے گھر میں بیٹھتا ہے۔اپنے پیچھے کوئی آڑ لگا لیتے، اس جگہ جاتے جہاں پر وہ ہو سکتا ہو۔قبلہ رخ نہ ہوتے اور زمین کے قریب ہونے سے پہلے کپڑا نہ اٹھاتے۔فداہ امی وابی۔

حضرت سلمانؓ کی حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہڈی اور گوبر کے ساتھ نجاست دور نہ کریں۔حکم دیا پاخانہ کرتے وقت دایاں پاؤں کھڑا رکھو اور بائیں پاؤں پر بیٹھو۔اور پیشاب کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی آہستہ آہستہ اطمینان سے پیشاب کرے اور قضیب کو حرکت نہ دے۔جب پیشاب ختم ہو جائے تو قضیب کو جڑ سے حشفہ کی طرف تین بار نرمی کے ساتھ ملے تا کہ پیشاب کے چھینٹے نہ پڑیں۔پھر تین بار ہلکا سا کھینچے اور تین بار کھانسے۔اور اگر سات سات بار یہ کام کیا تو خوب مبالغہ کیا۔پھر دائیں ہاتھ میں ڈھیلا لے اور قضیب کو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر اس پر ملے۔یہاں تک کہ اس کا سرا خشک ہو جائے۔زمین پر رگڑ دیا یا کسی دیوار پر۔مستحب یہ ہے کہ نرم زمین پر یا بودی مٹی پر پیشاب کرے۔ ہوا کی جانب رخ کر کے یا سخت زمین پر پیشاب کرنا مکروہ ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

جس نے وضوء کیا اور کامل وضوء کیا (پھر) دو رکعت نماز پڑھی اور ان میں دنیا کی کسی چیز کا خیال نہ آیا تو اس سے اس طرح گناہ نکل گئے جیسے کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا۔

غسل جنابت

برتن کو داہنی جانب رکھے، پھر بسم اللہ پڑھے ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالے، پھر شرمگاہ کو دھوئے، پھر نماز کا کامل وضوء کرے۔ پھر برتن میں دونوں ہاتھ ڈالے اور سینہ اور پیٹ سے لے کر رانوں اور پنڈلیوں تک دائیں حصہ پر تین بار پانی

بہائے، پھر اسی طرح بائیں جانب تین بار پانی بہائے اور دونوں ہاتھوں سے ایک ساتھ سامنے اور پچھلے حصہ بدن کو ملے۔ پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر سر پر تین بار مزید پانی ہوتو اسے سارے بدن پر بہالے اور بدن پر ہاتھ ملتا رہے اور غسل کے بعد نیا وضوء لازم نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، جو آدمی رکوع و سجود میں پیٹھ سیدھی نہ رکھے اس کی نماز درست نہیں۔ آدمی کی بزرگی اس میں ہے کہ سفر حج میں عمدہ زادراہ ہو۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے

اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہؓ کو تمام جہانوں پر پسند فرمایا اور میرے صحابہؓ سے چار کو پسند فرمایا۔ اور میرے ہر صحابیؓ میں بھلائی ہے۔ اور میری امت کو تمام امتوں پر پسند کیا اور میری امت سے چار قرون پسند کئے اور ہر قرن میں ستر سال ہیں۔ چنانچہ ہم ایسی قوم ہیں جس کا اتباع کیا جاتا ہے،

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین مہدیین کی سنت پر پختہ رہو۔ دانتوں سے اس کو مضبوطی سے پکڑلو اور جو جدا رہا وہ آگ میں ہے۔ علم الٰہی میں طے تھا کہ یہ چاروں صحابہؓ نبوت کے خلفاء ہوں گے۔ چنانچہ ان کی ترتیب خلافت اور عمر کا فیصلہ ازل میں ہو چکا تھا۔ جو آخر میں خلیفہ ہونا تھا وہی آخر میں بنا، اس کی وفات آخر میں ہوئی۔

احوال برزخ

بندے پر لازم ہے کہ منکر نکیر کے سوال کا عقیدہ رکھے۔ وہ بندے کو قبر میں بدن بمع روح کے سیدھا بٹھاتے ہیں اور اس سے توحید و رسالت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ یہ مؤمن پر آخری آزمائش ہے اور یہ دونوں قبر میں ابتلاء ڈالنے والے ہیں۔

وقد خاب من حمل ظلماً۔ اور خراب ہوا جس نے بوجھ اٹھایا ظلم کا۔ اور یہ عقیدہ رکھے کہ پل صراط حق ہے۔ مؤمنوں کے قدم اس پر قدرت الٰہی سے مضبوط رہیں گے، منافقین کے قدم پھسل جائیں گے۔ یہ جہنم کے ٹھیک اوپر ہے اور بغیر حساب دوزخ میں جانیوالے کافر ہونگے۔ بدعتیوں سے سنت کے بارے میں سوال ہوگا۔ اللہ جل جلالہ کا کھلم کھلا آنکھ کے ساتھ سامنے دیدار ہوگا اہل ایمان کو انتقام وسزا کے بعد آگ سے نکال دیا جائے گا۔ صدیقین شفاعت کریں گے، علماء وشہداء اور عام اہل ایمان بھی سفارش کریں گے۔ اہل توحید کے آگے سے آخر کار نکل آنے پر بھی اجماع ہے۔

سواد اعظم کیا ہے؟

بدعتی سواد اعظم سے نہیں ہیں۔ صرف اہل سنت والجماعت ہی سواد اعظم اہل اسلام کا درجہ رکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے تین فرشتے ہیں، ایک فرشتہ بیت اللہ شریف کی چھت پر ہے، ایک مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ایک فرشتہ بیت المقدس کی چھت پر ہے۔ وہ ہر روز آواز دیتے ہیں بیت اللہ شریف کی چھت والا فرشتہ کہتا ہے،

"جس نے اللہ کے فرائض کو ضائع کیا وہ اللہ کی امان سے نکل گیا"۔

مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھت والا فرشتہ کہتا ہے، جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کی، اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔

بیت المقدس کی چھت والا فرشتہ کہتا ہے، جس نے حرام کھایا اللہ تعالیٰ اس سے کچھ صرف وعدل (معاوضہ) قبول نہ کرے گا۔

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا، اگر ایک آدمی کسی ایسے باغ میں جائے جہاں سب قسم کے درخت ہوں اور ان پر سب طرح کے پرندے ہوں اور ہر پرندہ جدا زبان میں اس سے کلام کرے اور ہر پرندہ یہ کہے، اے اللہ کے ولی السلام علیکم! (تجھ پر خدا کی سلامتی ہو)۔ پھر اس کا نفس اس کی طرف سکون حاصل کرے تو وہ آدمی دراصل ان کے پنجوں میں گرفتار ہے۔

حضرت سہلؒ فرماتے ہیں۔ حقوق العباد سے زیادہ سخت چیز میں نہیں پاتا۔ فرمایا کرتے، جو مخلوق سے ایذاء روک لے وہ پانی پر چلتا ہے۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا وہ آرام پا گیا۔ اور جس نے لوگوں کو پہچانا، وہ مشقت میں پڑ گیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے،

''جس کو نرمی والا حصہ ملا اسے دنیا وآخرت کی بہترین چیز ملی اور جس سے نرمی کا حصہ روک دیا گیا اس سے دنیا و آخرت کا حصہ روک دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو قسم کھاتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس نے آدم کو داڑھی کے ذریعے زینت بخشی اور کہا کرتے ہیں داڑھی آدمی کے اخلاق کا کمال ہے۔ اسی کے ذریعے ظاہری طور پر مرد اور عورت میں فرق معلوم ہوتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف میں ہے کہ آپ ﷺ کی داڑھی خوب تھی۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کی داڑھی بھی گھنی تھی۔ حضرت عثمانؓ کی داڑھی طویل اور پتلی تھی۔ حضرت علیؓ کی داڑھی اس قدر چوڑی تھی کہ دونوں کاندھے بھر گئے تھے۔ قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں، جس کی داڑھی بڑھی ہوئی ہو اس کی معرفت بڑھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس فرمان وقفوهم انهم مسئولون (اور کھڑا رکھو ان کو ان سے پوچھنا ہے) میں لا الٰہ الا اللہ کی پرسش مراد ہے۔

لوگوں کے طبقات

ایک گروہ معمولی سے حساب کے بعد جنت میں جائے گا۔ یہ خواص اہل ایمان وصالحین ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو طویل اور پر مشقت حساب کے بعد جنت میں جائے گا۔ اور یہ اصحاب یمین اور عام اہل ایمان ہیں۔ اسی طرح دوزخیوں کے تین طبقات ہیں۔ ایک گروہ بغیر حساب کے دوزخ میں جائے گا۔ یہ یافث بن نوح کی اولاد میں سے دو بت پرست عالم ہیں۔

ایک گروہ طویل اور پر مشقت حساب کے بعد دوزخ میں جائے گا۔ یہ کبائر کا ارتکاب کرنے والے اور منافقین ہیں۔ ایک گروہ اعمال پر محاسبہ ہوئے بغیر، پرسش اور توقف کے بعد دوزخ میں جائے گا۔ یہ انبیاء کی امتیں ہیں، جن کی طرف انہیں مبعوث کیا گیا۔ فرمایا، حضرت کرز سے کسی نے عرض کیا، آپ نے اپنے آپ کو عبادت میں تھکا دیا۔ فرمایا دنیا کی عمر کتنی ہے۔ عرض کیا گیا، سات ہزار سال۔ فرمایا کہ بندہ اس پر راضی نہیں ہوتا کہ وہ سات ہزار سال عمل کرے اور ایک دن ہی عذاب سے بچ جانے جس کی مقدار پچاس ہزار برس کے برابر ہے۔

حضرت ابو جحیفہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ثرید اور گوشت کھا کر ڈکار لیا اور بتایا کہ میں نے یہ کھایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اپنا ڈکار ہم سے روک رکھو! تم میں دنیا کے اندر زیادہ میسر ہونے والا قیامت کے روز تم میں زیادہ بھوکا ہوگا۔

ہمدان کے ایک آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم حضرت حسن جس قدر وہ چاہیں ہم ان سے نکاح کرتے رہیں گے۔ جس کو پسند کریں روک رکھیں اور جس کو ناپسند کریں جدا کردیں۔ حضرت علیؓ یہ سن کر خوش ہوئے اور یہ شعر کہا

ولو کنت بواباً علیٰ باب الجنة
لقلت لهمدان ادخلی بسلام

اگر میں جنت کے دروازوں پر دربان ہوا تو میں ہمدان سے کہوں گا جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت حسینؓ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت پائی جاتی تھی۔ خلق وخلق میں وہ آپ ﷺ سے مشابہ تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا، تمہیں میرے خلق میرے خلق کی مشابہت عطاء ہوئی اور فرمایا حسنؓ مجھ سے اور حسین علیؓ سے ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن نے اپنی بیٹی کی منگنی کرنے کی پیشکش کی اور کہنے لگا آپؓ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ اگر آپ ضمانت دیں کہ اس کو نہیں چھوڑیں گے، تو میں نکاح کردوں۔ وہ خاموش ہوگئے اور ایک ساتھی کی طرف توجہ کرکے فرمایا عبد الرحمٰن کا ارادہ یہ ہے کہ اپنی بیٹی کو میرے گلے کا ہار بنادے۔

حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ نے اسی عورتوں سے نکاح کیا اور کثرت سے صحابہؓ کی تین تین چار چار بیویاں ہوتیں اور جن کی دو بیویاں تھیں ان کا شمار ہی نہیں کیا جاسکتا۔

ایک بزرگ نے رخصتی کے وقت بیٹی کو نصیحت فرمائی، اے بیٹی! تو جس گھونسلے میں داخل تھی، آج اس سے نکل کر ایک بستر پر جارہی ہے، جس سے تو واقف نہیں۔ ایسے دوست کے پاس جارہی ہے، جس سے تو مانوس نہیں۔ تو اس کے لئے

زمین بن جا، وہ تیرے لئے آسمان ہوجائے گا تو اس کے لئے بستر بن جا وہ تیرے لئے ستون بن جائے گا۔ تو اس کی لونڈی بن جا، وہ تیرا غلام ہوجائے گا۔ اس سے چپک کر نہ رہ جانا، ورنہ تجھے دور کردے گا۔ اس سے دور نہ ہوجانا، ورنہ وہ تجھے فراموش کردے گا۔ جب وہ قریب ہو تو اس کے قریب ہو جا، جب وہ دور ہو تو بھی اس سے دور ہٹ جا۔ اس کی ناک آنکھ کی حفاظت کر، وہ تجھ سے خوشبو سونگھے، اور صرف اچھی بات ہی سنے۔ اور وہ صرف خوب صورت ہی دیکھے۔

چھ عورتوں سے نکاح نہ کرو

(۱) انانہ (رونے دھونے والی)۔ (۲) منانہ (احسان جتانے والی)۔ (۳) حنانہ (سابق خاوند کی یاد میں رہنے والی)۔ (۴) حداقہ (طرح طرح کی اشیاء چاہنے والی)۔ (۵) براقہ (ہروقت سنگھار کرنے والی)۔ (۶) شداقہ (تیز زبان)۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے

سیاہ زیادہ بچے جننے والی عورت خوب صورت بچہ نہ جننے والی سے بہتر ہے۔ اور بچہ نہ جننے والی عورت سے کرے میں چٹائی بہتر ہے۔ عورت کی برکت یہ ہے کہ جب اس کا رحم حیض سے پاک ہو تو وہ جماع کی ضرورت مند ہو۔ اور عام طور پر اس وقت عورت کو حمل ہوا کرتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے طہر کے بعد جماع کا حکم دیا۔

جماع کے آداب

قبلہ رخ ہو کر جماع کرنا مکروہ ہے۔ اہلیہ سے جماع کرے تو دونوں دو گدھوں کی طرح برہنہ نہ ہوجائیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جماع کرتے تو سر ڈھانپ لیتے۔ آواز پست کرلیتے اور عورت کو فرماتے سکون رکھو۔ جو آدمی ایک بار جماع کرے اور پھر دوبارہ جماع کرنا چاہے تو اس کام سے پہلے ہاتھ دھولے اور اگر احتلام ہوجائے تو شرمگاہ کو دھوئے بغیر یا پیشاب کے بغیر جماع نہ کرے۔

پہلی رات اور آخری رات میں، اور مہینے کی نصف (پندرھویں) شب میں جماع کرنا مکروہ ہے۔

بعض سلف کا فرمان ہے، تجارت کر (خرید اور فروخت چاہے نفع کے بغیر ہی ہو)، تیرے لئے وہ برکت ہوگی جو کاشت کار کیلئے نہیں۔

فرمایا اہل وعیال کی خاطر کاروبار کرنے والے کو سلف اللہ کی راہ میں مجاہد شمار کرتے اور دوسروں پر اس کی افضلیت سمجھتے۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بازار جاتے اور بعض تاجروں کو درہ سے بھی مارتے اور فرماتے سود کھانے والے کو اور تجارت کے احکام سے ناواقف کو ہمارے اس بازار میں کاروبار نہیں کرنا چاہئے، اس کا دل چاہے یا نہ چاہے۔

حلال کی اہمیت

روایت میں ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا۔ فرمایا، تمہیں یہ کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟ عرض کیا، فلاں بکری سے۔ فرمایا، تمہیں یہ بکری کہاں سے ملی؟ عرض کیا، فلاں جگہ سے۔ پھر آپ ﷺ نے دودھ پی لیا۔ پھر فرمایا، ہم انبیاء کی جماعتوں کو یہ حکم ہے کہ صرف حلال و طیب ہی کھائیں اور نیک کام کریں۔

ایک حدیث میں ہے

اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جنہیں زنجیروں میں جکڑ کر جنت کی طرف لے جایا جاتا ہے۔

شیخ کا ادب واحترام

شیخ کی مجلس میں جاتا تو اس روز روزہ رکھتا، پھر غسل کرتا، تب ابوعلی دقاق کی مجلس میں جاتا۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ مدرسہ کے دروازہ تک پہنچ گیا، مگر شرم وحیاء کے مارے دروازہ سے ہی لوٹ آتا۔ اگر کبھی جرأت کر کے اندر داخل ہوجاتا اور مدرسہ کے وسط تک پہنچ چکا ہوتا کہ تمام بدن میں سنسنی ہوتی۔ ایسی حالت میں اگر مجھے سوئی بھی چبھو دی جاتی تو شاید میں اسے محسوس نہ کرتا۔

پھر جب مجلس میں بیٹھ جاتا تو مجھے خود کسی قسم کا سوال کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی۔

ابھی بیٹھا ہی ہوتا کہ وہ از خود میرا واقعہ بیان کرنا شروع

کر دیتے۔ یہ معاملہ میرے ساتھ کئی بار ہوا۔

قشیری نے ۴۳۷ھ میں املاءِ حدیث کی ابتداء کی، اپنی وفات تک جاری رکھا۔ ان کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

امام حسنؓ ابن علیؓ نے عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ میں انگوٹھی بنوانا چاہتا ہوں، لہٰذا میں اس پر کیا نقش کندہ کراؤں؟ حضرت عیسیٰ نے فرمایا، انگوٹھی پر یہ حروف کندہ کراؤ؟ لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین۔ اس لئے کہ انجیل کے خاتمے کے یہی الفاظ ہیں۔

اپنے شیخ سے اپنے اسرار کو چھپا کر نہیں رکھنا چاہئے۔ اور اگر اپنے شیخ سے ایک سانس چھپائے بھی رکھا تو اس نے اس کے حق صحبت میں خیانت کی۔ اگر بالفرض اس سے شیخ کے حکم کے خلاف کوئی بات سرزد ہو گئی تو اسے فوراً شیخ کے سامنے تسلیم کر لینا چاہے۔ شیخ کو چاہئے کہ پہلے مرید کو آزمائے اور جب اس کا دل گواہی دے کہ مرید میں صحیح عزم پایا جاتا ہے۔ تو اس کو مرید بنائے۔

جب نوجوان کو آرام اور تن آسانی میسر آ جائے تو وہ فتنہ میں مبتلاء ہو جائے گا۔ مرید کی ساری پونجی یہی ہے کہ وہ ہر کسی کی بات کو بطیب خاطر برداشت کرے اور جو کچھ پیش آئے اسے رضامندی کے ساتھ قبول کرے۔ دکھ اور فاقہ پر صبر کرے، کسی سے سوال نہ کرے۔ اپنی ذات کی خاطر کسی سے نہ جھگڑے، خواہ بات چھوٹی ہو یا بڑی۔ جو مرید ان باتوں پر صبر نہ کر سکتا ہو اسے بازار میں بیٹھنا چاہئے۔ خواہ بیداری میں یہ سنے کہ کوئی شخص اسے خطاب کر رہا ہے یا کوئی اور خارق عادت مشاہدہ کرے تو اسے اس کے ساتھ قطعاً مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ اپنے شیخ کے سامنے بیان کرے تاکہ اس کا دل اس سے خالی ہو جائے۔ شیخ کو بھی چاہئے کہ اس کے راز کو محفوظ رکھے اور دوسروں سے اسے چھپائے رکھے۔ مگر اس کی اپنی نگاہ میں ان باتوں کو اس کے سامنے حقیر اور معمولی بتائے۔ سب سے زیادہ ضرر رساں امر یہ ہے کہ وہ ان امور پر جو اس کے باطن میں حق تعالیٰ کی طرف سے ڈالے جاتے ہیں، انس محسوس کرے۔ تلاش کامل میں ہجرت کر کے ایسے شخص کے پاس چلا جائے جو مریدوں کی رہنمائی کے لئے مقرر کیا گیا ہے،

اور اس کے پاس رہے اور اس کے در کو اس وقت تک نہ چھوڑے جب تک کہ وہ خود اجازت نہ دے۔

فقراء کی خدمت کرنا اپنا طریقہ بنائے، تو پھر ان کی سختی پر صبر کرے اور عہد کرے کہ وہ ان کی خدمت میں اپنی روح تک خرچ کر دے گا۔ اور پھر کبھی اگر اس کی باتوں کو پسند نہ کریں، تو وہ اپنی کوتاہی کا عذر پیش کرے گا۔

مثال ہے جب تو ہتھوڑے کی چوٹوں پر صبر نہیں کر سکتا تو آہرن کیوں بنتا ہے۔

متواضع صحیح کی چند علامات یہ ہیں

تمام مخلوق کی اذیت کو برداشت کرتا ہے۔ تکلیف کا بدلہ انتقام سے نہیں لیتا، سمجھتا ہے کہ میں اس کے لائق تھا۔ اور کسی کو اپنے لئے تعظیم کے لے کھڑا ہونا پسند نہیں کرتا، کیونکہ وہ اپنے کو قیام کا مستحق نہیں سمجھتا۔ اور کسی کی مذمت سے دل گرفتہ نہیں ہوتا۔ سمجھتا ہے کہ یہ مذمت اور اہتمام بجا ہے، میں ایسا ہی ہوں۔ ہاں شرعی مصلحت کی بناء پر کبھی اپنی برأت ظاہر کی جاتی ہے تاکہ آئندہ تبلیغ میں مانع نہ ہو۔

مبتدی سالک کو صف اول میں کھڑے ہونے کی ہمت نہیں ہوتی، کیونکہ قرب بادشاہ کے لئے خالص جماعت ہوتی ہے۔ وہ مارے ہیبت کے کانپتا ہے مگر کسی کو کیا خبر کہ اس جیسے کے لئے دوسری ہزار صف اول سے بڑھ کر ہے۔ اور جو ایک مجلس میں بیٹھتے ہیں یا اس کے سلام کا جواب دیں یا خود اس کو سلام کریں۔ اس کا احسان مانتا ہے تو گویا سمجھتا ہے کہ میرے اتنے عیوب ہیں کہ سب پر کھلم کھلا ہیں، سب کے نزدیک برا ہوں، پھر کسی کا سلام کرنا یا بیٹھنے دینا ان کا احسان ہے۔ اور یہ بھی علامت ہے کہ اس کے سامنے لوگ جس قدر مراتب کمال کا دعویٰ کریں اکثر کو تسلیم کرتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ میں حقیر ان بڑے درجہ والوں کے کمال کا کیسے احاطہ کر سکوں۔ وغیرہ ذلک

اور اگر یہ دنیا کو حاصل کرنا چاہے، مگر دنیا اس کے ہاتھ نہ آئے تو اس کو زہد نہیں کہتے بلکہ اس کا نام فقر ہے۔

صبر کا بیان

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے، صبر کیا کرو! اللہ تعالیٰ صبر

کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صبر نصف ایمان ہے۔ صبر کے حقیقی معنی ہوائے نفس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کے حکم پر مستقل اور ثابت قدم رہنے کے ہیں۔ سرور اس بناء پر ہوا کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے عمل نیک کا اظہار فرمایا اور ہمارے فعل قبیح کو پوشیدہ فرمایا۔ کیونکہ گناہ پرستاری اور نیکی کا اظہار کرانا قیامت کی رسوائی سے بچاؤ کی نشانی ہے، تو اس قسم کی خوشی میں کوئی مضائقہ نہیں۔ نفس پر جبر کرو اور خرچ کرنے کی بہ تکلف عادت ڈالو۔ موت کے یاد کرنے کی صورت یہ ہے کہ خلوت میں بیٹھ کر سارے خیالات کو دل سے نکال کر توبہ کے ساتھ موت کو یاد کرو کہ ایک دن آئے گا جب مال اولاد خویش واقرباء کو چھوڑ کر قبر میں جانا ہے۔

طلب حلال

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ پاک چیز کھایا کرو اور نیک کام کیا کرو۔ یاد رکھو کہ رزق حلال کو قلب کی نورانیت میں بڑا اثر ہے، لہٰذا مال حرام سے بچنا اور تقویٰ اختیار کرنا نہایت ضروری ہے۔

غیبت کسی مسلمان کی پیٹھ پیچھے اور اس کے متعلق کوئی واقعی بات ایسی ذکر کرنی کہ اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار گزرے، مثلاً کسی کو بے وقوف یا کم عقل کہنا یا کسی کے حسب نسب میں نقص نکالنا۔ ضرورت سے زیادہ مال نہ رکھے۔ پس محنت ومزدوری ایسی مقدار کے موافق اپنا اور اپنے بال بچوں کا نفقہ روزانہ حاصل کرو اور خرچ کر ڈالو۔ باقی سارا وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں خرچ کرو۔

غصہ کا بیان

غصہ بری بلا ہے۔ یہی مار پیٹ، گالی اور زبان درازی کے گناہ کراتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مطیع بنالیا اور مرنے کے بعد کام آنے والا ذخیرہ جمع کر لیا۔ اور احمق ہے وہ شخص جس نے خواہشات کا اتباع کیا اور پھر خدا سے عفو وکرم کا آرزومند رہا۔ اس لئے توبہ کر کے رجوع کرنا بہت ضروری ہے۔

ریشمی لباس یا سونے کی انگوٹھی پہننے والے جس قدر گناہ گار ہیں، اسی قدر اس کے وہ یار دوست یعنی اس کے پاس بیٹھنے والے مسلمان بھی گناہ گار ہیں جو اس کو منع نہیں کرتے۔ ظالمین اور فاسقین کے ہدایا قبول نہ کریں اور نہ کھاویں۔

دنیا کی محبت

دنیا کی محبت صرف مال وجاہ ہی کی محبت کا نام نہیں ہے، بلکہ موت سے پہلے جس حالت میں بھی ہو وہ سب دنیا ہے۔ اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ دنیا کے تمام جھگڑوں، بکھیڑوں اور مخلوقات اور موجودہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا نام دنیا کی محبت ہے۔

فائدے

متوکل کو اپنے لئے ذخیرہ بنا کر رکھنا خلاف توکل ہے۔ اور بال بچوں کے لئے ذخیرہ بنانا خلاف توکل نہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے لئے سال بھر کا نفقہ مرحمت فرمادیتے تھے۔

محبت کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ نیک بندوں سے محبت کرتا ہے اور نیک بندے اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تک تمہارے نزدیک اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز سے زیادہ محبوب نہ ہوگا، اس وقت تک تمہارا ایمان کامل نہ ہوگا (کذا فی البخاری ومسلم)۔

یاد رکھو کہ محبت کا مدار حسن پر ہے۔ حسن کا ادراک بھی حواس خمسہ سے ہوتا ہے۔ مثلاً آنکھ کو خوب صورت حسین دیکھنے سے لذت آتی ہے اور کان کو موزوں اشعار اور خوش الحانی سے مزہ آتا ہے۔ اور زبان کو چکھنے سے اور ناک کو سونگھنے سے اور تمام بدن کو نرم چیز کے چھونے سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور حواس خمسہ کے لذائذ میں انسان کے ساتھ حیوان بھی شریک ہیں۔

اور حسن معنوی یعنی خوب سیرتی کی وجہ سے محبت کا ہونا اعلیٰ درجہ ہے، کیونکہ اس حسن کا مدرک قلب ہی ہے۔ اور قلب جس کو عقل اور نور بھی کہتے ہیں، انسان کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ اس کا ادراک بصیرت پر ہے، بشرطیکہ بصیرت کے آنکھ کان روشن ہوں۔

مثلاً اعتقاد کرے کہ شیخ میں تواضع کم ہے تو مرید میں عبدیت وتواضع کم آئے گی۔ اور اگر یہ اعتقاد ہے کہ شیخ جملہ

مقامات عالیہ پر پہنچا ہوا ہے، تو مرید کو بھی جملہ مقامات عالیہ سے حصہ ملے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ باطن کو ظاہر سے زیادہ سنواریں تاکہ صفت نفاق سے پاک صاف ہو۔ حقیقت توجہ کی یہ ہے کہ دل سے دعاء اور آرزو کرنا کہ فلاں شخص کی حالت درست ہو جاوے یا اس کی نسبت مع اللہ حاصل ہو جاوے یا اپنے دل کو اس کی طرف متوجہ کر دینا تاکہ شیخ کے دل کے انوار مرید کے دل تک پہنچ جاویں۔

مناسب ہے کہ مدیون کو معاف کریں اور غنی سے مطالبہ میں سختی نہ کریں۔ کروفر، شوکت وغیرہ کی طرف بے رغبتی سے نگاہ کریں۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے منقول ہے کہ کیمیاء اور عملیات پر اعتقاد و رسوخ رکھنے والا ولی نہیں بن سکتا جب تک اس سے توبہ نہ کرے۔ دوستی ہے تو اللہ کے لئے اور دشمنی ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے۔ دنیا ابلیس کی بیٹی ہے، پس جو کوئی ضرورت سے زیادہ لے گا، ابلیس کا داماد بن جائے گا۔

لوگوں سے آمد و رفت بڑھانا وغیرہ سے کنارہ کش رہیں۔ جب مقدمات سلوک میں ترقی ہونے لگے تو پہلے سے زیادہ شیطان سے ڈرتے اور بچے رہیں، کیونکہ انسان کی ترقی سے شیطان کی دشمنی بڑھ جاتی ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ قطب کی شان ہوتی ہے۔ ان کو تمام مصالح عباد کے خیال رکھنے کا حکم ہوتا ہے۔ اپنے منہ کو حرام و مکروہ کھانے سے گندہ نہ کریں۔

حصول نسبت کے بعد مباحات پر بھی مؤاخذہ ہوتا ہے۔

بعض اولیاء باطنی گندگیوں کو ظاہری گندگیوں سے اپنے مشاہدہ میں زیادہ پلید دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔

متواضع مسجد میں تنہا داخل ہونے کی جرأت نہیں کرتا، اس لئے کہ شاہی دربار میں اکیلے جانے کی کیسے ہمت ہو۔ دوسروں کے ساتھ لگا لپٹا چلا جاتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جب تک اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے، کوچہ تصوف تک نہیں پہنچ سکتا۔

ہر کہ او بر عیب خود بینا شود — روح او را قوتے پیدا شود

زہد کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دیتا ہے اس کا شرح صدر کر دیتا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کی شناخت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبتی اور دین کی جانب توجہ اور موت سے پہلے موت کا انتظام کرنا شرح صدر ہے۔ کذافی ابن ابی شیبہ وغیرہ۔

فائدہ:

گناہوں کے مخفی رہنے پر خوش ہونا حرام نہیں۔ البتہ عبادت پر اس نیت سے خوش ہونا کہ لوگ تعریف کریں گے اور متقی اور عابد سمجھیں گے، بے شک حرام ہے، کیونکہ مخلوق کی مدح گویا اپنی طاعت کا معاوضہ لینا ہے۔ ہاں ریاء کے خوف سے طاعت اور عبادت کا چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں۔ اپنے معمول کو ترک نہ کریں بلکہ عادتوں کے موافق اپنا کام کیا کرے۔ حتی الوسع اس وسواس کو علیحدہ کرتا رہے۔ علاج ریاء کا گزر چکا ہے۔

جتنا زیادہ ہے اسی قدر اس کا خوف و خشیت بڑھتا ہے۔

علاج

یہ ہے کہ اگر غیر اختیاری نعمتوں پر مثلاً قوت و زور یا حسن و جمال پر عجب ہو تو یوں سوچو کہ ان چیزوں کو حاصل ہونے میں میرا دخل ہی کیا ہے کہ ناز کرو۔ یہ اس کا فضل و احسان ہے کہ اس نے بلا استحقاق یہ خوبیاں مجھ کو عطاء کی ہوئی ہیں۔

آدمی ہزاروں مصیبتوں اور امراض بھوک پیاس اور سردی گرمی میں مقید ہے اور ہر لحظہ موت کا نشانہ ہے۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بکریوں کے گلے میں دو بھیڑیے آپڑیں تو وہ اتنا نقصان نہ کریں گے، جتنا مال و جاہ کی محبت دین دار مسلمان کے دین کا نقصان کرتی ہے۔

نخوت تکبر

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تکبر کرنے والے کا بہت برا ٹھکانا

ہے۔ کبریائی خاص میری چادر ہے۔ پس جو شخص بھی اس میں شریک ہونا چاہے گا اس کو ہلاک کردوں گا۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کے قلب میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا (رواہ المسلم)۔ غیبت کرنا گناہ ہے اور علماء کا گوشت زہر ہے۔

مشہور مہمان نواز کے ہاں قیام نہ کریں، کیونکہ اس کے پاس اور بہت مہمان ہوں گے، آپ کا بھی بار بڑھ جائے گا۔ اگر سواری ہاتھ ہو اس کا انتظام خود کریں، اس پر بار نہ ڈالیں۔ اگر کسی شیخ و عالم کے ہاں مہمان ہوویں، ایسی بات ہرگز نہ کریں کہ اس کے مرید طالب ملازم وغیرہ آپ کی طرف ملتفت وراغب ہوں۔

جس کسی کو ایسا شیخ مل جاوے جو اس کو نصیحت اور روک ٹوک کرتا ہے اور برا بھلا بھی کہتا ہے تو ضرور ہے اس کو چپٹ جاوے اور اس کے پاس رہ پڑے۔ دوستی ان لوگوں سے کریں جو دنیا میں بے رغبت اور منصب لینے سے علیحدہ ہیں۔ منصب لینے سے ضرور حب ریاست کی بلا میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ الا من ماشاء اللہ۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص قرآن کا عالم ہو، پھر دنیا سے محبت کرے، اس کو قرآن مجید اندر سے آواز دیتا ہے کہ مواعظ نصائح میرے کہاں کھوئے؟ میرا تو کوئی حرف نہیں کہتا کہ دنیا سے رغبت کر۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق اداء نہ ہوا

جو شخص تمام احوال میں اپنے نفس کو متہم نہ سمجھے، اس کا نام مردان طریقت میں نہیں لکھا جا سکتا۔ علماء اور صوفیاء کی برائی کرنے والے کو خوب جواب دے۔ ہر مسلمان عموماً اور سالکین کو خصوصاً تزکیۂ اخلاق ذ درستی معاملات و معاشرت و پاس آداب وانتظام امور مصالح عباد کا تمام تر اہتمام کریں۔

طعن و تشنیع واستہزاء وغیرہ کو برداشت کرے، کیونکہ ہر ایک دربار الٰہی میں داخل ہونے کی تمناء کرتا ہے اور اس دربار میں داخل ہونا اس شخص کے لئے حرام ہے جو مخلوق کی نگاہوں میں کوئی مرتبہ اپنے لئے چاہتا ہے۔

جنابت کی حالت میں سوجانا شرعاً حرام نہیں مگر روحانیت کی ترقی کے خلاف ہے۔ پچھلی تہائی رات نہ سویا کرو۔ اسی طرح جمعہ کی رات اور شعبان کی پندرھویں رات اور شب قدر کی راتوں اور عید الفطر وضحیٰ کی راتیں کم سویا کریں۔ ہاں معذوری ہو تو اور بات ہے، کیونکہ یہ اوقات جلوس شاہی اور دربار سلطانی کے ہیں۔

قرآن پڑھنے والوں کو حکم کریں کہ کلام و طعام حرام نہ کھائیں۔

حجاج بن یوسف باوجودیکہ نہایت سخت تھا، اس پر بھی ایسے شخص کا خون نہ کرتا تھا، جس نے صبح کی نماز با جماعت پڑھی ہو۔ اس پر کہتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی پناہ نہیں توڑتا۔

جس کو مصیبت سے پریشانی اور دل کو بے چینی ہو اس کے حق میں وہ سزا ہے۔ اور اگر دل پریشان نہ ہو تو اس کے لئے مصیبت نعمت اور درجے بلند کرنے کے لئے بھیجی گئی ہے۔

جب کسی کو تنگی اور پریشانی میں مبتلاء دیکھو، تو جلدی سے یہ مت کہو کہ یہ بے چارہ اس سزا کا مستحق نہ تھا، یا یوں کہوں کہ ایسی سزا کا مستحق تھا۔

اپنے نفس سے اس قدر مجاہدہ کہ ظاہر و باطن یکساں ہو جائے۔ بسا اوقات تمہارے بیوی بچوں میں مصیبت اس لئے آتی ہے کہ تمہارے دل میں ان کی محبت جم گئی ہے۔

جو مطلب تمہیں قرآن مجید و حدیث شریف سے سمجھ میں آوے، اس میں یوں کہو کہ اس کا مطلب میری سمجھ میں یہ آیا ہے۔ اور یوں نہ کہو کہ بس یہی مطلب ہے جو ہم نے سمجھا ہے۔ قرآن مجید میں ہر مطلب میں اس سے ترقی بھی ہو سکتی ہے۔

دوست وہ ہے کہ تمہارے عیبوں کو ظاہر کرے۔ مثلاً یہ ریاء کار ہے، متکبر ہے۔ اور دشمن وہ ہے کہ تمہاری تعریف کرے کہ تمہیں عجب و کبر تفاخر شیخی بازی میں لانا چاہتا ہے۔

جس کی حالت درست ہے اس کو تو آپ کی ضرورت نہیں اور جس کی حالت خراب ہے، آپ ان سے اعراض کرتے ہیں۔

اور کم کھانے میں یہ فوائد ہیں کہ قلب میں صفائی ہوتی ہے، دل رقیق ہو جاتا ہے اور مناجات میں مزہ آتا ہے۔ نفس

سرکش ذلیل مغلوب ہو جاتا ہے۔تمام شہوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ زیادہ نیند نہیں آتی اور عبادت گراں نہیں گزرتی وغیرہ ذلک اپنے بھائیوں سے کسی خصلت محمودہ میں ممتاز ہو کر نہ رہیں۔

تعمیر الباطن

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے اپنا قلب پاک بنالیا، وہی فلاح کو پہنچا اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ طہارت نصف ایمان ہے، کیونکہ ایمان کے دو جزو ہیں۔یعنی قلب کا ان کونجاست سے پاک کرنا جوحق تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ اور ان خوبیوں سے آراستہ کرنا جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پسند ہیں۔ گویا نجاست سے پاک کرنا ایمان کا ایک جزو ہے۔اور اطاعت سے زینت اور آسائش اس کا دوسرا ٹکڑا ہے۔ لہٰذا اول اخلاق ذمیمہ معلوم ہونے چاہئیں جس سے قلب کو پاک رکھنا ضروری ہے۔

جس پر حسد ہے اس کی بہ تکلف تعریفیں بیان کیا کرے اور اس کے سامنے تواضع اور اس نعمت پر مسرت کا اظہار کرے۔ جب چند روز بہ تکلف ایسے کرے گا تو محسود کے ساتھ محبت پیدا ہو جائے گی اور حسد جاتا رہے گا اور رنج سے نجات مل جاوے گی۔

تمام حقوق کو ادا کرنے جو اس کے اوپر کسی مال یا آبرو کے متعلق ہیں۔اول گناہوں سے توبہ کرلے اور اگر کچھ عبادت واجبہ نماز وغیرہ اس کی فوت ہوئی ہو، ان کو قضاء کرنا شروع کرے اور حقوق العباد کی اداء کا بندوبست کرے۔اور اگر یہ چیزیں نہیں کرتا، تو اگر تمام عمر بھی ریاضت کرے گا ہرگز مقصود حقیقی تک نہ پہنچے گا۔اور علم بقدر ضرورت حاصل کرے، پھر شیخ کامل سے کچھ حاصل کرے۔

اگر اس راستہ میں قدم رکھنا چاہتے ہیں تو سب سے اول کبر اور حب جاہ کو فناء کر دینا چاہئے۔اگر بر سر راہ بھی جوتیاں مار دی جاویں تو دل میں تغیر اور ابروں پر بل نہ پڑے۔

ناز پروردہ نہ برد راہ بہ دوست
عاشقی شیوۂ رندانِ بلا کش باشد
در رہ لیلیٰ خطرہ ہا است بجاں
شرط اول آنست کہ مجنوں باشی

عشاق کو تنبیہ:

عاشق کو اس راہ میں قدم ڈالنے سے پہلے سرمد کی یہ رباعی پیش نظر ہونی چاہئے۔

سرمد گلہ اختصارے باید کرد یک کار ازیں دو کارے باید کرد
یا تن بہ رضائے دوست می باید داد یا قطع نظر زیار می باید کرد

نصوص صرف اس کا نام نہیں کہ اوراد واشغال کی کثرت کی جائے۔تسبیحیں نوافل زیادہ پڑھ لیں۔پاس انفاس کی مشق بڑھالیں۔انوار وانکشافات ہونے لگیں، دل جاری ہو جاوے تو بس مدعاء تصوف حاصل ہو گیا۔ حالانکہ تصوف کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔تمام معاملات معاشرات میں ہر چیز کا حق اداء ہو اور وہ آداب بھی جن کے بعد کسی کو زبان و ہاتھ وغیرہ سے ایذاء نہ پہنچے۔اور تمام امور کا ایسا انتظام ہو کہ تمام الجھنوں سے یکسو ہو کر جمعیت و یکسوئی کے ساتھ مشاہدۂ جمال حقیقی نصیب ہو۔ اور ایسا تزکیہ نصیب ہو کہ دربار الٰہی کی پاک جماعت میں شامل ہونے کی قابلیت پیدا ہو۔ کیونکہ مرتبۂ احسان جس کو حصول نسبت کہتے ہیں، خاص صدیقین و اولیاء صالحین کا مقام ہے۔بغیر تزکیہ کے ایسی منزہ مجلس میں کیسے باریابی ہو، ایسے اعلیٰ و برتر مقصد کے لئے جس کے سامنے سلطنت ہفت اقلیم گرد ہے۔

کسی عالم یا عابد میں یہ بات دیکھو کہ وہ اغنیاء کی مجلس میں اپنے علم وتقویٰ کا ذکر کرنا پسند کرتا ہے، تو سمجھ جاؤ کہ وہ ریاء کار ہے۔جو عابد زاہد اپنے فن کے ذریعے سے کماتا ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ جب وہ نیند سے اٹھتے ہیں تو مدہوش کی طرح دیر تک اسے ہوش نہیں آتا۔اور دین فروشی نہ کر کے کھانے والے کی علامت یہ ہے کہ اگر وہ تمام اعمال صالحہ سے خالی بھی ہو جائے، جب بھی لوگ اس کی خدمت اور اس کے ساتھ احسان وسلوک کریں گے۔

اپنے منہ کو تلاوت قرآن مجید کے لئے پاک وصاف رکھا کرو، کیونکہ اس کی مثال جو منہ کو حرام بات یا حرام کھانے سے گندہ کر کے، بدون توبہ کے قرآن مجید پڑھنے لگے، ایسے ہے جیسے کوئی قرآن کو ناپاکی پر رکھے۔ایسے آدمی کا جو حکم ہونا چاہئے وہ سب کو معلوم ہے۔

مثلاً عزیمت سفر میں اگر مشقت نہ ہو، روزہ رکھنا ہے، اور افطار بھی جائز ہے۔ اور ذکر اللہ اکثر اوقات میں عزیمت ہے اور اگر آرام کرنا بھی وقت فرائض کے علاوہ جائز ہے۔ یہ رخصت ہے۔

شیخ عبدالعزیز دیرینی سے عرض کیا گیا کہ کوئی کرامت ظاہر فرمایئے! کہ جس سے ہمارا اعتقاد پختہ ہو اور آپ سے سلوک سیکھنے کا شوق زیادہ ہو۔ آپ ذرا خاموش رہ گئے، پھر فرمایا کہ میرے عزیز و! کیا ہم جیسوں کے لئے آج روئے زمین پر اس سے زیادہ کوئی کرامت رہ گئی ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو زمین کے اوپر صحیح وسالم چھوڑ رکھا ہے اور اندر زمین کے نہیں دھنسایا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ایک دن نصیحت میں فرمایا کہ تین کاموں سے بچو! بادشاہوں کے بچھونوں پر مت بیٹھو۔ کسی کو راز کی بات نہ کہو اور مزامیر کی طرف کان نہ لگاؤ اگر چہ جوانمردی رکھتا ہے، کیونکہ آفت سے خالی نہ ہوگا۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، جس شخص کو لوگوں سے باتیں کرنا زیادہ پسند ہو، اللہ تعالیٰ کے ذکر یاد سے اس کا علم تھوڑا اور دل اس کا نابینا ہے اور عمر اس کی ضائع ہے اور سب سے بہتر عمل اخلاص ہے۔

سبق اول

ذکر قلبی زبان سے ''اللہ'' اللہ کہنا اور اس کی ضرب دل پر لگانا ایک ہزار یا بارہ سو۔

تصور بوقت ذکر حق تعالیٰ کا لیکن اگر یہ خیال جمے تو پھر ذکر کا خیال اس طرح سے اداء کرے کہ یہ قلب سے اداء ہو رہا ہے۔

تصور الی السماء کا حکم ذکر شغل تلاوت میں تصور حق تعالیٰ کی طرف بلا تکلف آسمان کی طرف باندھے تو اس کے دفع کرنے کا قصد نہ کریں۔ یہ تصور فطری ہے، دفع نہیں ہوسکتا۔ اور کوئی بھی اس سے خالی نہیں، لیکن بالقصد ایسا نہ کرے۔ ذکر میں لطف و لذت کا حاصل ہونا ایک نعمت ہے، اور نہ ہونا دوسری نعمت ہے جس کا نام مجاہدہ ہے۔

سلطان الاذکار ناف سے لفظ ''اللہ'' کو خیال سے اوپر عرش معلی تک لے جانا اور خیال کرنا کہ ملائکۂ عظام اس میں مشغول ہیں اور چار ملائکہ جبرائیل، میکائیل، عزرائیل، اسرافیل کی آواز کانوں سے سن رہا ہوں، اور پھر عرش معلی سے، ''ھو'' خیال سے کہتے ہوئے نیچے تحت الثریٰ تک پہنچا دے۔

ذکر میں وضوء

اگر کسی کا وضوء نہ ٹھہرتا ہو اور بار بار وضوء کرنے سے تکلیف ہو تو تیمم کر لے، لیکن اس تیمم سے نماز و مس مصحف جائز نہیں اور اذان کے وقت ذکر سے رک جانا اولیٰ ہے۔

نماز میں ذکر کا حکم

نماز میں نہ ذکر لسانی چاہئے، نہ قلبی۔ بلکہ توجہ الی الصلوٰۃ ہونی چاہئے۔ اگر خود بخود ذکر قلبی جاری ہو جاوے تو پھر حتی الوسع نماز کی طرف توجہ کرے۔ اور ذکر قلبی تحرک کا نام نہیں، بلکہ یادداشت کا نام ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اول ضروری ہے کہ کسی صحیح مرشد مجاز از شیخ، صاحب سنت و تارک بدعت کی خدمت میں جا کر تعلیم و تربیت حاصل کرے۔ اگر مرشد دنیا سے رحلت فرما گیا ہے تو دوسرے مرشد سے رجوع کرے۔ اگر اس کے خاندان یا خلفاء سے ہو بہتر ہے۔ مقصد خدا تعالیٰ ہے۔ اسی کی محبت کے لئے اور اصلاح النفس کے لئے تمام عمر صرف کرے۔ اگر ایک دنیا سے رخصت ہو گیا تو دوسرے سے مقصد حاصل کرے۔ اخلاق رذیلہ کے ازالہ اور تحصیل اخلاق حمیدہ کے لئے ہمہ تن و دھن و وطن قربان کرے۔ اگر یہ قسمت میں نہیں تو ذکر کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ کا کرے۔ ہر نماز کے بعد یک صد بار اول و آخر درود شریف ۳۳ بار۔ اگر کسی نماز میں فرصت نہیں ملی تو عشاء کے وقت پانچوں وقت کے پانچ صد بار پڑھ لے۔ اور چلتے پھرتے بھی اس کی عادت کرے۔ اور پانچ سات بار کے بعد کلمہ محمد رسول اللہ ملا کر دعاء کرے کہ اے اللہ! مجھے اپنی محبت و معرفت عطاء فرما! اور ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر چونتیس بار اور سوتے وقت بھی اس کو اگر پڑھتا رہے تو بے نماز نمازی بن جاوے گا۔

اور ہو سکے تو یکصد بار شام درود شریف پڑھتا رہے۔ اور اگر معنی کے لحاظ سے ہزار بار بعد عشاء کے پڑھتا ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ زیارت فیض بشارت حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہوگا۔ مجرب ہے۔

باب ۱٦

کشف حقیقت

یہ باب.......... حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف

"**کشف المحجوب**" کے اقتباسات پر مشتمل ہے۔

حضرت کے افادات کا رنگ انوکھا رنگ ہے اس کے مطالعہ سے ایک منفرد روحانیت و نورانیت کا احساس ہوتا ہے اور تزکیہ و اصلاح کے لئے عجیب نسخے اس باب میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو ہم سب کے لئے اصلاح اور روحانی ترقی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

(جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ اے جبرئیلؑ! میں فلاں بندہ کو دوست رکھتا ہوں، پس تو بھی اس کو دوست رکھ! سو جبرئیلؑ اس کو دوست رکھتا ہے۔ پھر جبرئیلؑ اہل آسمان سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں شخص کو دوست بنالیا ہے، پس تم بھی اسے دوست بنالو! پس اہل آسمان اسے دوست بنا لیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس بندہ کو اہل زمین میں بھی مقبول بنا دیتا ہے، تو اہل زمین بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور بعض روایات میں اھل الارض کی جگہ مثل ذلک ہے، یعنی اہل سماء کی طرح اہل زمین بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ ساری امت اس پر متفق ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے اوصاف سے متصف ہے کہ اولیاء اللہ اس کو دوست رکھتے ہیں اور وہ بھی ان کو دوست رکھتا ہے۔

حقیقی عشق:

(اے وہ شخص کہ جس کی پلکوں کی بیماریاں اس کے عاشق کی بیماریوں کے لئے طبیب ہیں، اس نے میرے دل میں محبت کا بیج بو دیا۔ پس میرے نزدیک تیرا حاضر ہونا اور غائب ہونا برابر ہے)۔ ایسی ہی محبت ہے کہ جب وہ طالب کے دل میں جمع ہو کر اس کے دل کو لبریز کر دیتی ہے تو دوست کی بات کے سوا دل میں کسی اور چیز کی جگہ نہیں رہتی۔

(اے محبوبہ! تو چاہے تو سخاوت کر اور چاہے تو نہ کر۔ تیری یہ دونوں باتیں کرم سے ہی منسوب ہیں)۔ (جب لوگ آرام وراحت کی آرزو کرتے ہیں تو میں اس بات کی آرزو کرتا ہوں کہ تجھ سے ملوں، تاکہ کم سے کم تو میرا حال ہی معلوم کرے)

القلب يحسد عيني لذت النظر
والعين تحسد قلبي لذت الفكر

(میرا دل میری آنکھ سے محبوب کے دیکھنے کی لذت پانے کے بارہ میں حسد کرتا ہے اور میری آنکھ میرے دل سے محبوب کے متعلق غور و فکر کرنے میں حسد کرتی ہے۔ اور حضرت عمر بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''محبت'' میں فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے روحوں کو دلوں سے سات ہزار سال پہلے پیدا کیا اور مقام قرب میں رکھا اور روحوں کو دلوں سے سات ہزار سال پہلے پیدا فرما کر انس کے درجہ میں رکھا اور باطنوں کو روحوں سے سات ہزار سال پہلے پیدا کر کے وصل کے مقام میں رکھا اور ہر روز تین سو ساٹھ بار اپنے جمال کے ظاہر کرنے سے باطن پر تجلی فرمائی اور تین سو ساٹھ بار نظر عنایت فرمائی اور محبت کا کلمہ روحوں کو سنایا۔ اور اپنے تین سو ساٹھ لطیفے دل پر ظاہر کئے، یہاں تک کہ سب نے عالم میں نگاہ کی تو اپنے سے بڑھ کر باعزت اور کسی کو نہ دیکھا، جس کے باعث ان میں غرور وفخر پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سبب سے ان کا امتحان فرمایا کہ بھید کو جان میں قید کر دیا اور جان کو دل میں اور دل کو جسم میں بند کر دیا۔ پھر عقل کو ان میں ترکیب دی اور انبیاء علیہم السلام کو بھیج کر ان کو احکام دیئے تب ان میں سے ہر ایک اپنے مقام کا طالب ہوا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے نماز کا حکم فرمایا تو جسم نماز میں لگ گیا اور دل محبت سے وابستہ ہو گیا۔ جان قرب حق میں پہنچ گئی اور سر باطن نے وصل حق سے قرار پکڑا۔ الغرض محبت کا لطیف مفہوم الفاظ وعبارات میں کبھی اداء نہیں ہوسکتا، کیونکہ محبت ایک حال ہے اور حال کبھی قال نہیں ہوسکتا۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جب یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی محبت نے مستغرق کر دیا اور فراق کی حالت میں جب آپ نے پیراہن کی بو ہی پائی تو آپؑ کی آنکھیں بینا اور روشن ہو گئیں اور جب زلیخا کو یوسف علیہ السلام کے عشق میں فناء کا درجہ حاصل ہو گیا تو جب تک اس نے وصل نہیں پایا دوبارہ بینائی نہیں پائی۔ اور یہ روا نہیں کہ محب اپنی صفت کے ساتھ قائم ہو، کیونکہ اگر وہ اپنی صفت کے ساتھ قائم ہوتا تو محبوب کے جمال سے بے نیاز ہوتا۔ جب وہ جانتا ہے کہ اس کی حیات محبوب کے جمال سے ہے تو ضرور وہ اپنے اوصاف کی نفی کا طالب ہوتا ہے، کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ اپنی صفت کے ہوتے ہوئے وہ محبوب سے حجاب میں رہتا ہے۔ پس حق کی محبت کی وجہ سے وہ اپنا دشمن ہو گیا ہے۔ اور یہ مشہور ہے کہ جب حسین بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کو سولی پر چڑھایا گیا تو ان کا آخری کلام یہ تھا۔ حب الواجد اقرار الواحد. صاحب حال کی محبت اللہ واحد کو یکتا سمجھنا ہے۔ محبت یہ ہے کہ تو محبوب کی عبادات سے بغلگیر ہو اور اس کی مخالفت سے علیحدہ ہو) کیونکہ جب محبت دل میں قوی ہو جاتی ہے تو دوست کا فرمان

بجالانا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ ﷺ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ ﷺ اس کی وجہ سے ناقابل برداشت تکلیف اٹھائیں۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو دیوانہ پن کی تہمت لگا کر شفاء خانہ میں لے گئے اور وہاں بند رکھا، تو کچھ لوگ آپ کی زیارت کے لئے آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا من انتم قالوا احباء فرماھم بالحجارۃ ففروا (تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ نے ان کو پتھر مارنے شروع کئے تو وہ سب بھاگ گئے)۔ تب آپ نے فرمایا لو کنتم احبائی لما فررتم من بلائی فاصبروا من بلائی۔ (اگر تم میرے دوست ہوتے تو میری اس بلا سے کیوں بھاگتے؟ پس تم کو میری بلا پر صبر کرنا چاہئے) کیونکہ دوست دوست کی بلا سے نہیں بھاگا کرتے۔ روایت ہے کہ

سخاوت سے متعلق واقعہ:

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازہ پر آ گیا اور کہنے لگا اے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! میرے ذمے چار سو درہم چاندی کے واجب الاداء قرض ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین حسن رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اس کو چار سو درہم چاندی کے دے دینے کا حکم دیا اور روتے ہوئے گھر کے اندر چلے گئے۔ لوگوں نے پوچھا، اے پیغمبر خدا کے بیٹے! آپ کیوں روتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا اس لئے کہ پہلے سے اس شخص کا حال دریافت کرنے میں میں نے کوتاہی کی اور آخر کار اس کو سوال کرنے کی ذلت اٹھانا پڑی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ایک دفعہ شاہ حبش نے آپ ﷺ کو دو سیر مشک بھیجا۔ تو آپ ﷺ نے ایک ہی بار اس کو پانی میں ڈال دیا۔ اور اپنے اور دوستوں کے جسموں پر مل دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ حضور ﷺ نے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی جو بھیڑ بکریوں سے پر تھی، بخش دی۔ جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ کر گیا تو کہنے لگا اے قوم! مسلمان ہو جاؤ! کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بخشش فرماتے ہیں کہ اپنی مفلسی سے بھی نہیں ڈرتے۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ اسی ہزار درہم آئے۔ آپ ﷺ نے ان کو ایک گدڑی پر ڈال دیا اور جب تک ان سب کو راہ مولیٰ میں نہ دے ڈالا حضور ﷺ اس جگہ سے نہ اٹھے۔

حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا، ہم نے آپ کے لئے کھجور کا حلوہ پکایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا تو روزہ رکھنے کا ارادہ تھا، لیکن تم اسے لے آؤ۔ میں اس کے بدلے کسی اور دن کا روزہ رکھ لوں گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے شکموں کو بھوکا رکھو اور اپنے جگروں کو پیاسا اور اپنے جسموں کو ننگا، تا کہ تمہارے دل دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں) اگرچہ جسم کو بھوک کی وجہ سے مصیبت ہوگی، لیکن دل کو اس سے نور حاصل ہوگا اور روح کو صفائی اور باطن کو لقائے حق میسر ہوگا، اور جب باطن کو لقائے حق روح کی صفائی اور دل کو روشنی حاصل ہو تو اگرچہ جسم مصیبت بھی دیکھے تو کیا نقصان ہے، کیونکہ پیٹ بھر کر کھانے کی کچھ وقعت نہیں۔

مرید کے لئے شرط:

اور کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (مرید کے لئے شرط یہ ہے کہ اس میں تین باتیں موجود ہوں۔ اس کا سونا غلبہ کی وجہ سے اور اس کا کلام ضرورت کے سبب سے اور اس کا کھانا فاقہ کی وجہ سے ہو) اور فاقہ بعض کے نزدیک دو رات دن بھوکا رہنا ہے اور بعض کے نزدیک تین رات دن، اور بعض کے نزدیک ایک ہفتہ اور بعض کے نزدیک چالیس روز اس لئے کہ اہل تحقیق اس بات پر متفق ہیں کہ سچی بھوک چالیس رات دن میں صرف ایک دفعہ ہوتی ہے، اور جو صرف جان کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، الحاج وفد اللہ یعطیھم ماسالوا و یستجیب لھم ما دعوا (حاجی لوگ اللہ تعالیٰ کا قافلہ ہیں جو کچھ وہ مانگیں انہیں عطاء کرتا ہے اور ان کی دعاء کو قبول فرماتا ہے اور کچھ عام لوگ تو پناہ مانگتے ہیں اور کچھ لوگ نہ پناہ مانگتے ہیں اور نہ دعاء کرتے ہیں، سوائے تسلیم کے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

کیا۔ اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمين (جب اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ فرمانبردار ہو جاؤ تو آپ نے کہا میں پروردگار عالم کا فرمانبردار ہوں اور وہ خلت کے مقام پر پہنچ گئے اور تعلقات دنیا سے الگ ہو گئے۔

قربانی سے متعلق واقعہ:

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جوان کو دیکھا جو منیٰ میں آرام سے بیٹھا تھا، حالانکہ سب لوگ قربانیوں میں مشغول تھے۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا کرتا ہے اور کون ہے؟ وہ کہنے لگا، خدایا! سب لوگ قربانیوں میں مشغول ہیں، میں بھی چاہتا ہوں کہ اپنے نفس کو تیری بارگاہ میں قربان کروں، مجھے تو قبول فرما! یہ بات کہی اور انگشت شہادت سے اپنے گلے کی طرف اشارہ کیا اور نیچے گر پڑا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو روح اس سے پرواز کر گئی تھی۔ اللہ اس پر رحم کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی، يا داوٗد اتدرى ما معرفتى قال لا قال حياة القلب فى مشاهدتى (اے داؤدؑ! کیا آپ کو معلوم ہے میری معرفت کیا چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ تو فرمایا وہ میرے مشاہدہ میں دل کا زندہ ہونا ہے، جو مجاہدہ میں زیادہ مخلص ہو وہ مشاہدہ میں زیادہ سچا ہوتا ہے۔ پس باطن کا مشاہدہ ظاہر کے مجاہدہ سے وابستہ ہوتا ہے۔

صحت کے حقوق

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، اللہ تعالیٰ ان کے لئے دوستی پیدا کر دے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ (اپنے بھائی زیادہ بناؤ، کیونکہ تمہارا پروردگار باحیا کریم ہے وہ قیامت کے روز اپنے کسی بندہ کو اس کے بھائیوں کے درمیان عذاب دینے سے حیا کرے گا۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے داماد مغیرہ بن شعبہ سے فرمایا، اے مغیرہ! جس بھائی اور دوست سے تو اپنے دین کا کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکے، اس کی صحبت ترک کر دے، تاکہ تو سلامت رہے)، کیونکہ ایسے شخص کی صحبت تجھ پر حرام ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (بلاشبہ جو شخص نہیں جانتا اس کو سکھانا پوری پرہیزگاری ہے) چونکہ میرا مقصود اس کتاب سے یہ ہے کہ جس کے پاس بھی یہ کتاب موجود ہو، اسے دوسری کتابوں کی حاجت نہ ہو۔ اور حکایات میں سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک کے دل میں خیال آیا کہ وہ اب کمال کے درجہ پر پہنچ گیا ہے اور اس کے لئے تنہائی صحبت سے بہتر ہے۔ چنانچہ وہ گوشہ میں چلا گیا اور جماعت کی صحبت سے منہ موڑ لیا۔ جب رات ہوتی تو اس کے پاس ایک اونٹ لاتے اور اس سے کہتے کہ تمہیں بہشت میں جانا چاہئے۔ اس پر وہ اس اونٹ پر بیٹھ کر چلے جاتے یہاں تک کہ ایک مقام نہایت اچھا ظاہر ہوتا۔ اور ایک خوبصورت جماعت اور عمدہ عمدہ کھانے اور جاری پانی صبح تک اس کے لئے وہاں مہیا رکھتے۔ پھر وہ سو جاتا، جب بیدار ہوتا تو اپنے آپ کو اپنے تکیہ میں موجود پاتا۔ یہاں تک کہ انسانیت کا غرور اس کے اندر بھر گیا اور تکبر نے اس کے دل میں پوری تاثیر کی اور اس نے دعویٰ کی زبان کھولی، اور کہنے لگا کہ مجھے ایسی حالت ہوتی ہے۔ یہ خبر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچی۔ آپ اٹھے اور اس تکیے کے دروازے پر تشریف لے جا کر معلوم کیا کہ غرور اور تکبر اس کے سر میں جگہ پکڑے ہوئے ہے۔ اس سے حال دریافت کیا تو اس نے سارا ماجرا حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ آج رات جب تو اس مقام پر پہنچے تو یاد رکھ تین بار لا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم (بلند اور عظمت والے اللہ کی مدد کے بغیر نہ نیکی کر سکتے ہیں نہ بدی سے بچ سکتے ہیں)، کہیو! جب رات ہوئی تو اس کو وہاں لے گئے اور وہ دل میں جنید رحمۃ اللہ علیہ کا انکار کر رہا تھا۔ اور جب کچھ وقت گزرا تو اس نے تجربہ کے لئے تین بار لاحول پڑھی۔ وہ سب چلانے لگے اور وہاں سے چلے گئے، اور اس نے اپنے آپ کو ایک کوڑے میں بیٹھا ہوا پایا، اور کچھ ہڈیاں مردار کی اپنے چاروں طرف رکھی ہوئی دیکھیں۔ چنانچہ اپنی غلطی پر آگاہ ہوا اور توبہ کر کے صحبت اختیار کر لی۔ اور مرید کے لئے تنہائی جیسی اور کوئی آفت نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصحاب کے ساتھ ریاضت و مجاہدہ کے

لئے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مہمان آ گیا۔ اس کے واسطے بہت تکلف کیا اور کھانا اس کے سامنے لا کر رکھا۔ وہ کہنے لگا مجھے تو فلاں چیز چاہئے۔ آپ نے فرمایا تب تو تجھے بازار جانا چاہئے، کیونکہ تو بازاری آدمی ہے، اہل مساجد سے نہیں۔

زیادہ کھانے کے نقصانات:

جس شخص کے پیش نظر ہمیشہ وہ چیز ہو جو اس کے پیٹ میں داخل ہوتی ہے تو اس کی قیمت وہ ہے جو اس کے پیٹ سے خارج ہوتی ہے۔ راہ حق تعالیٰ کے مرید کے لئے بہت کھانے سے بڑھ کر کوئی چیز مضر نہیں۔ اور خداوند تعالیٰ نے کفار کی صفت میں فرمایا، (انہیں چھوڑ دیجئے کہ کھائیں تمتع حاصل کریں اور آرزو ان کو غافل کئے رہے۔ پس وہ سب کچھ جان لیں گے اور اللہ کا یہ قول کہ جو کافر ہیں وہ دنیا میں تمتع حاصل کرتے اور کھاتے ہیں جس طرح کہ چوپائے کھاتے ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

کم سونے کے فوائد:

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ **النوم اخ الموت** (نیند موت کا بھائی ہے)۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (جو باوضو سو جائے اس کی جان کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ عرش کا طواف کرے اور خداوند تعالیٰ کو سجدہ کرے)۔ اور حکایات میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک مسلسل بیدار رہے۔ جب ایک رات سو گئے تو حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ اس کے بعد آپ ہمیشہ اسی کی امید پر سویا کرتے۔ اور اہل لطائف کہتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام بہشت میں سو گئے تو حضرت حواء علیہا السلام آپ کے بائیں پہلو سے پیدا ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کر دیا اور اعلیٰ درجہ پر پہنچایا، تو آپ ﷺ نے، نہ سونے میں تکلف کیا نہ بیداری میں۔ چنانچہ آپ ﷺ کو حکم الٰہی ہوا۔ **قم الليل الا قليلاً نصفه او انقص منه قليلاً**۔ (آپ رات کو عبادت میں قیام کیجئے مگر تھوڑا حصہ رات کا یعنی آدھی رات یا اس سے کچھ کم)۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو برگزیدہ کر لیا اور اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا اور کفر کا لباس ان کی گردن سے اتار لیا تو انہوں نے نہ سونے میں تکلف کیا نہ بیداری میں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کی اور ان کے اختیار کے بغیر ان کی پرورش فرمائی۔ چنانچہ ان کی نسبت فرمایا **و تحسبهم ايقاظاً وهم رقود و نقلبهم ذات اليمين و ذات الشمال** (اور تم ان کو بیدار سمجھو گے، حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کو دائیں اور بائیں پہلو پر کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔ سونے کی شرط یہ ہے کہ اپنی نیند کی ابتداء کو اپنی عمر کے آخری وقت کی طرح سمجھے اور گناہوں سے توبہ کرے اور اپنے سے مخالف اور ناراض لوگوں کو خوش کرے، اچھی طرح طہارت کرے اور داہنے ہاتھ پر قبلہ رخ ہو کر سوئے۔ دنیا کے کام ٹھیک کر کے اسلام کی نعمت کا شکر ادا کرے۔ اور یہ عہد کرلے کہ اگر بیدار ہوں گا تو گناہوں کا ارتکاب نہ کروں گا۔ پس جس شخص نے بیداری میں اپنا کام کر لیا ہو اس کو نیند یا موت سے کوئی خوف نہیں ہے۔

آداب کلام وخاموشی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، **ومن احسن قولاً ممن دعیٰ الی الله و عمل صالحاً**۔ اچھی بات میں اس شخص سے بڑھ کر کون اچھا ہے جس نے اللہ کی طرف دعوت دی اور نیک عمل کیا۔ نیز فرمایا ہے **قول معروف** (نیک بات کہنی چاہئے)۔ نیز فرمایا **قولوا آمنا** (زبان سے کہو کہ ہم ایمان لائے)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، **ولقد کرمنا بنی آدم** (ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو بزرگی عطاء فرمائی ہے۔ مفسرین کے قول کے مطابق لفظ ''کرمنا'' کا مطلب گویائی عطاء کرنا ہے۔ فرمایا ہے ''کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کے بھید اور رازدارانہ گفتگو کو نہیں سنتے، کیوں نہیں ہم سنتے ہیں۔ ہمارے (فرشتے) لکھتے بھی ہیں۔ جس نے خدا کو دل سے پہچان لیا اس کی زبان گنگ ہو گئی، کیونکہ مشاہدہ میں بیان کرنا حجاب معلوم ہوتا ہے۔ مجھے پکارو! میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا، میں پکارنے والے کی دعوت کا جواب دیتا ہوں، جب وہ مجھے پکارتا ہے''۔

بابرکت عورت:

آپ نے فرمایا (سب عورتوں سے زیادہ برکت والی عورت وہ ہے جو ان سب میں کم خرچ کرنے والی اور زیادہ

خوبصورت اور زیادہ پاک دامن ہو)۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کی بیٹی ام کلثومؓ کی نسبت حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اپنے لئے درخواست کی، تو انہوں نے فرمایا کہ وہ بہت ہی چھوٹی عمر کی ہے اور تم بوڑھے ہو، اور میرا ارادہ ہے کہ میں اس کو اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو دوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیجا کہ اے ابوالحسن! جہاں میں بڑی عمروں والی عورتیں بہت ہیں اور میرا مقصد ام کلثوم سے نکاح کرنے سے شہوت کا دفع کرنا نہیں ہے بلکہ نسل کا ثابت رکھنا ہے، کیونکہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، **کل نسب و حسب ینقطع باالموت الا نسبی و حسبی** (ہر حسب اور نسب موت سے منقطع ہو جائے گا، مگر میرا حسب و نسب منقطع نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ام کلثومؓ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیا اور زید بن عمر رضی اللہ عنہ ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، "مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت مشاہدہ حاصل ہوتا ہے کہ اس وقت میں میرے ساتھ نہ کسی فرشتہ مقرب کو گنجائش ہوتی ہے نہ کسی نبی مرسل کو"۔

قرآن کی برکت:

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ایک سورۃ پڑھ رہے تھے تو عتبہ بے ہوش ہو گیا اور اس نے ابوجہل سے کہا کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ جب عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام سے پہلے یہ سنا کہ بہن اور بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں تو انہوں نے تلوار سونتتے ہوئے ان کے قتل کی تیاری کی اور دل کو ان کی محبت سے خالی کرتے ہوئے ان کے قتل کا قصد کیا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف کا ایک لشکر سورۃ طٰہٰ کے گوشوں میں گھات میں بٹھا دیا۔ جب اپنی بہن کے گھر کے دروازہ پر آئے تو اس وقت ان کی بہن سورۃ طٰہٰ کی یہ ابتدائی آیتیں پڑھ رہی تھیں، **طٰه ما انزلنا علیک القرآن لتشقٰی الا تذکرۃ لمن یخشیٰ** (یارسول اللہ ﷺ! ہم نے قرآن آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ ﷺ اس کی وجہ سے تکلیف اٹھائیں مگر اس لئے اتارا ہے کہ یہ ڈرنے والوں کے لئے یاد دہانی ہو)۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کی جان اس کی باریکیوں کا شکار ہو گئی اور آپ کا دل اس کے لطیف حقائق میں بندھ گیا۔ آپ صلح کا طریق ڈھونڈھنے لگے، جنگ کا لباس اتار دیا۔ مخالفت چھوڑ کر موافقت پر اتر آئے۔ اور یہ بات مشہور ہے کہ جب صحابہؓ نے رسول علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی **ان لدینا انکالا و جحیماً و طعاماً ذاغصة و عذاباً الیماً**. (بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں اور آتش دوزخ اور گلے میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے، تو حضور ﷺ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ آیت پڑھی، **ان عذاب ربک لواقع ما له من دافع** (بلاشبہ تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں)۔ تو آپ نے نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ لوگ آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے اور ایک ماہ تک اللہ تعالیٰ کے خوف سے بیمار رہے۔ اور کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی، **لهم من جهنم مهاد .ومن فوقهم غواش** (ان کفار کے لئے آتش دوزخ کے بچھونے اور اسی کے ان کے اوپر بالا پوش ہوں گے) تو وہ رونے لگ گئے، یہانتک کہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ آپؓ کی جان نکل گئی۔ پھر آپؓ پاؤں پر اٹھ کھڑے ہوئے تو لوگوں نے کہا اے استاد! بیٹھ جایئے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اس آیت کی ہیبت مجھے بیٹھنے سے روکتی ہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے اس دل پر تعجب ہے کہ وہ کلام حق کو سنے اور جگہ پر قائم رہے، اور اس جان پر تعجب ہے کہ وہ کلام الٰہی کو سنے اور بدن سے نہ نکل جائے۔ ایک شیخ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ خدا تعالیٰ کا یہ کلام پڑھ رہا تھا، **واتقوا یوماً ترجعون فیه الی الله** (اور اس دن سے جس دن تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے)، تو ایک ہاتف غیب نے آواز دی کہ آہستہ پڑھو کہ اس آیت کی ہیبت سے چار پریاں مر گئی ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا، "مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، تو انہوں نے عرض کیا کہ کیا میں آپ ﷺ کو پڑھ کر سناؤں؟

حالانکہ وہ آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سننے والا پڑھنے والے سے زیادہ کامل حال ہوتا ہے۔ایک روز اپنے گھر میں کھڑے ہونے لگے تو ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھنے کے لئے زور لگایا،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! یہ کیا حال ہے؟ آپ ﷺ تو ماشاء اللہ ابھی جوان اور تندرست ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے،یعنی اس حکم کے سننے سے میرے دل پر اتنا خوف غالب ہوا کہ میری قوت جاتی رہی۔

قرآن پاک کا جاہ جلال:

روایت ہے کہ زرارہ ابن ابی اوفیؓ جو آنحضرت ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی تھے، ایک مرتبہ لوگوں کی امامت فرما رہے تھے کہ آپؓ نے ایک آیت پڑھی جس کے جلال وہیبت کی تاب نہ لا کر نعرہ مارا اور جان دے دی۔ اسی طرح ابوجہینی، جو بزرگ تابعین میں شمار ہوتے ہیں، حضرت صالح مری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سامنے ایک آیت پڑھی تو انہوں نے ایک چیخ ماری اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میں کوفہ کے دیہات میں ایک گاؤں میں سے گزر رہا تھا تو میں نے ایک عورت کو نماز میں کھڑے دیکھا، جس پر نیکی کے آثار نظر آتے تھے، جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے تبرک کے طور پر سلام کیا، تو اس نے کہا کہ کیا تم قرآن پڑھنا جانتے ہو؟ میں نے جواب دیا ہاں! اس نے کہا ایک آیت پڑھو! میں نے پڑھی ۔وہ نعرہ مار کر بے ہوش ہوئی اور جان دے دی۔ دونوں پر اللہ رحم فرمائے۔ احمد ابن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ میں ایک روز جنگل میں جا رہا تھا کہ میں نے ایک جوان کو موٹی اور کھردری گدڑی پہنے ہوئے ایک کنوئیں کے پاس کھڑا دیکھا۔ اس نے مجھے کہا اے احمد! آپ وقت پر آ گئے، مجھے اس وقت سماع کی ضرورت ہے تاکہ میں جان دے دوں، آپ ایک آیت پڑھئے! آپ نے فرمایا اللہ نے میرے دل میں الہام کیا تو میں نے یہ آیت پڑھی، **ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا** (بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا پروردگار تو اللہ تعالیٰ ہے پھر وہ ثابت قدم رہے۔ اس جوان نے کہا کہ اے احمد! آسمان و زمین کے مالک کی قسم ہے کہ آپ نے وہی آیت پڑھی جو اس وقت فرشتے میرے سامنے پڑھ رہے تھے، یہ کہہ کر اسی وقت اس نے جان دے دی۔

شعر کے سماع میں

جاننا چاہئے کہ شعر کا سننا مباح ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اشعار کہے اور سنے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا **ان من الشعر لحکمۃ**. بلاشبہ بعض شعر حکمت ہے۔ اور نیز فرمایا **الحکمۃ ضالۃ المؤمن من حیث وجدھا وھو احق بھا** (حکمت مؤمن کی کھوئی ہوئی چیز ہے جہاں پائے وہ اس کا حق دار ہے۔ اس روایت میں مراد شعر سے وہ شعر ہے جو حکمت ہو اور حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ جہاں پائے وہ اس کا حقدار ہے۔
اور نیز پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ **اصدق کلمۃ قالھا العرب قول لبید** ۔سب سے زیادہ سچا کلام جو اہل عرب نے کہا ہے وہ لبید شاعر کا قول ہے۔

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل
وکل نعیم، لا محالۃ زائل

سنو! اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے اور ہر ایک نعمت ضرور زوال پذیر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تو امیہ ابن ابی الصلت کے اشعار میں سے کچھ سنا سکتا ہے؟ تو میں نے آپ ﷺ کو سو شعر سنائے اور جب میں ایک شعر ختم کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کچھ اور سناؤ! آپ ﷺ نے فرمایا، ''شعر ایک کلام ہے جس کا اچھا اچھا ہے اور برا برا''۔ ملک خراسان وعراق میں تو یہ عادت ہے کہ شکاری جب رات کے وقت ہرن پکڑتے ہیں تو وہ ایک طشت بجاتے ہیں۔ ہرن اس کی آواز سن کر اپنی جگہ پر کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کو پکڑ لیتے ہیں۔ اور مشہور ہے کہ ہندوستان میں ایک جماعت ہے جو باہر جنگل میں جا کر گاتے اور سریلی آوازیں نکالتے ہیں۔ ہرن جب ان سریلی آوازوں کو سنتے ہیں تو ان کی طرف دوڑ آتے ہیں اور لوگ ان کے گرد گھومتے ہیں اور گاتے ہیں

یہاں تک کہ راگ کی لذت کی وجہ سے ہرن آنکھیں بند کر کے سو جاتے ہیں اور پھر وہ شکاری ان کو پکڑ لیتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز:

آثار میں آیا ہے کہ جس جنگل میں حضرت داؤد علیہ السلام نغمہ سرائی کرتے تو ایک ماہ تک اس جنگل کے جانور کچھ نہ کھاتے اور بچے نہ روتے اور نہ دودھ مانگتے۔ اور جب لوگ ان کی آواز سن کر واپس لوٹتے، تو بہت سے لوگ آپؑ کے کلام اور سریلی آواز اور لحن کی لذت سے مردہ پائے جاتے، یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سات سو جوان لونڈیاں شمار میں آئیں جو مر گئی تھیں اور بارہ ہزار بوڑھے بھی مر گئے تھے۔

سماع سے متعلق واقعہ:

ابوالحارث بنانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں سماع کے متعلق بہت زور دیا کرتا تھا کہ ایک رات کوئی شخص میرے عبادت خانے کے دروازے پر آیا اور اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے دربار کے طالبوں کی ایک جماعت جمع ہوئی ہے، اور شیخ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔ اگر مہربانی کر کے قدم رنجہ فرمائیں تو بہت بہتر ہوگا۔ میں نے کہا تو چل میں آتا ہوں۔ اور میں باہر نکلا اور اس کے پیچھے ہولیا۔ کچھ زیادہ دیر نہ گزری کہ میں ایک گروہ کے پاس جا پہنچا، جنہوں نے حلقہ باندھا ہوا تھا، اور ایک بوڑھا ان کے درمیان میں تھا۔ میری انہوں نے حد سے زیادہ تعظیم کی اور اس بوڑھے نے کہا اگر آپ فرمائش کریں تو کچھ شعر پڑھوں۔ میں نے قبول کیا۔ وہ آدمی نہایت خوش آوازی سے اشعار پڑھنے لگا۔ ایسے اشعار جو شاعر لوگ فراق اور ہجر میں پڑھا کرتے ہیں، جن کو سن کر وہ سب لوگ وجد کی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اچھی طرح سے نعرے مارنے اور لطیف اشارے کرنے لگے۔ میں ان کے حال سے بڑا متعجب ہوا اور ان کی خوش وقتی بدستور رہی، یہاں تک کہ صبح قریب ہوگئی۔ اس وقت اس بوڑھے نے مجھ سے کہا اے شیخ! آپ نے مجھ سے نہیں پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور یہ گروہ کون لوگ ہیں؟ میں نے کہا تیرے دبدبے نے مجھے سوال کرنے سے روک دیا۔ اس نے کہا میں خود تو عزازیل ہوں، جو خدا کی رحمت سے دور ہوں، اور اب ابلیس کے نام سے موسوم ہوں۔ اور یہ سب لوگ میرے فرزند ہیں اور اس طرح بیٹھنے اور گانے میں مجھے دو فائدے ہیں۔ ایک تو میں اپنے فراق کی مصیبت رکھتا ہوں، اور اقبال کے دنوں کو یاد کرتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ عابد لوگوں کو راہ حق سے بھٹکاتا اور غلط راستے پر ڈالتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ سماع کا ارادہ اس وقت سے میرے دل سے دور ہو گیا۔ اور میں، علی بن عثمان جلابی (رحمۃ اللہ علیہ) نے شیخ ابوالعباس اشقانی سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں ایک مجمع میں تھا، کچھ لوگ سماع کر رہے تھے۔ میں نے ان کے جنوں کو برہنہ دیکھا جو ناچ رہے تھے، اور تمام لوگ ان کی طرف دیکھ رہے تھے، اور ان کی وجہ سے گرم ہو رہے تھے۔ (آدمی کا اچھا اسلام یہ ہے جو ان باتوں کو چھوڑ دے، جن کی اس کو ضرورت نہیں)۔ یعنی اس چیز سے ہم ہاتھ اٹھالیں، جس سے بھاگنا لازم ہے، کیونکہ غیر ضروری (بے فائدہ) باتوں میں مشغول ہونا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ اور دوستوں کا وقت عزیز دوستوں کے ساتھ مل کر ضائع نہ کرنا چاہیے۔

حضرت جنیدؒ کا ایک واقعہ:

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، **الشبلی سکران ولو افاق من سکره لجاء منه امام ینتفع به** (شبلی رحمۃ اللہ علیہ مست ہے اور اگر اس کو ہوش آجائے تو وہ ایک ایسا امام ہو جس سے نفع اٹھایا جائے)۔ اور حکایات میں مشہور ہے کہ حضرت جنید و محمد بن مسروق و ابوالعباس بن عطار رحمہم اللہ ایک جگہ جمع تھے۔ قوال ایک شعر پڑھ رہا تھا اور وہ سب حضرات تو وجد کر رہے تھے، لیکن جنید رحمۃ اللہ علیہ بالکل مطمئن تھے۔ سب حضرات نے پوچھا اے شیخ! آپ کو اس سماع سے کچھ وجد نہیں آیا۔ آپ نے کلام اللہ کی یہ آیت تلاوت کی، **وتری الجبال تحسبها جامدة وهی تمر مر السحاب** (اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا تو خیال کرے گا کہ وہ منجمد ہیں، حالانکہ وہ بادلوں کی طرح تیزی سے چل رہے ہوں گے۔ نیز آپ نے فرمایا، "جب تم قرآن پڑھو تو روؤ! اور اگر خود بخود رونا نہ آئے تو تکلف سے روؤ"۔ اور یہ خبر تو وجد کے مباح ہونے پر ناطق ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔ آپ ائمہ اہل

بیت رضوان اللہ علیہم میں سے ہیں۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اور طریقت کی زیبائش معرفت کو بیان کرنے والے اور صفوت کو زینت دینے والے۔ حضرت امام ابو محمد جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین۔ آپ نہایت بلند حال نیک سیرت اور ظاہر و باطن میں آراستہ پیراستہ تھے۔ ایک روز آپ اپنے غلاموں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ آؤ آپس میں یہ بیعت وعہد کر لیں کہ جو کوئی ہم میں سے نجات پا جائے، قیامت کے روز وہ سب کی شفاعت کرے۔ یہ سن کر انہوں نے عرض کیا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت ہے؟ کہ آپ کے نانا پاک ﷺ ساری خلقت کے شفیع ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے افعال کی وجہ سے شرم آتی ہے کہ میں اپنے نانا پاک ﷺ کے روئے مبارک کو دیکھوں، اور یہ سب باتیں نفس کے عیوب دیکھنے کی وجہ سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور ان کی مفلسی اور مجاہدہ اور ان کے دلوں کا، اس حالت میں خوش ہونا دیکھا تو فرمایا، اے اصحاب صفہ! تمہیں بشارت ہے۔ پس جو شخص میری امت میں سے اس صفت پر باقی رہے گا، جس پر تم ہو بشرطیکہ تم اس حالت پر راضی ہو وہ جنت میں میرے رفیقوں میں سے ہوگا۔

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ تابعین میں سے ہیں۔ امت کے آفتاب اور دین و مذہب کی شمع! آپ اہل تصوف کے نزدیک مشائخ کبار میں سے تھے، اور زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے، مگر دو وجہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ (اول) حال (جذب) کے غلبہ کی وجہ سے (دوم) اپنی والدہ کا حق ادا کرنے کی وجہ سے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبیلہ قرن کا ایک مرد ہے، جس کا نام اویس ہے۔ وہ قیامت کے روز ربیعہ و مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر میری امت میں شفاعت کرے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ اور علیؓ رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم اس کو دیکھو گے۔ وہ چھوٹے اور درمیانہ قد کا لمبے بالوں والا آدمی ہے۔ اور اس کے بائیں پہلو پر ایک درہم کے برابر سفید داغ ہے جو چنبل کے سوا کسی اور چیز کا داغ نہیں۔ اور ہاتھ کی ہتھیلی پر بھی ویسا ہی داغ ہے۔ اور میری امت میں ربیعہ و مضر کی بکریوں کی تعداد کے برابر شفاعت کرے گا۔ جب تم دیکھو تو اس کو میرا اسلام پہنچا دو، اور اس سے کہو! کہ میری امت کے لئے دعا کرے۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مکہ میں تشریف لائے اور امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے خطبہ میں فرمایا، یا اھل نجد قوموا. ترجمہ: (اہل نجد اٹھو!) اہل نجد اٹھے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص تمہارے درمیان قبیلہ قرن کا بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! چنانچہ کچھ لوگوں کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ اویس نامی دیوانہ ہے کہ آبادی میں نہیں آتا، اور نہ کسی شخص کے پاس بیٹھتا ہے۔ اور جو کچھ لوگ کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتا۔ غم اور خوشی نہیں جانتا۔ جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے، جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا وہ تو ہمارے اونٹوں کے ساتھ جنگل میں ہے۔ ہر دو امیر (عمر و علی رضی اللہ عنہما) اٹھے اور ان کے پاس چلے گئے۔ آپ اس وقت نماز میں تھے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو انہیں سلام کیا اور اپنے پہلو اور ہتھیلی کا نشان دکھایا، تب ان کو درست پایا۔ پھر انہوں نے ان سے دعا کی درخواست کی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام ان کو پہنچایا اور امت کے لئے دعا کرنے کے لئے فرمائش کی۔ یہ حضرات کچھ دیر ان کے پاس ٹھہرے۔ تب انہوں نے کہا، آپ کو تکلیف ہوئی، اب واپس لوٹ جایئے کہ قیامت نزدیک ہے۔ تب ہمیں وہاں ایسی ملاقات ہوگی کہ کبھی اس سے محروم نہ ہوں گے، کیونکہ میں سفر قیامت کا سامان کرنے میں مشغول ہوں۔ جب قبیلہ قرن کے لوگ واپس گئے تو ان کے دلوں میں اویس رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ اور عزت بڑھ گئی۔ چنانچہ وہ وہاں سے کوفہ چلے آئے۔

اور ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ نے ایک روز ان کو دیکھا اور

اس کے بعد کسی نے نہیں دیکھا۔ اور جب حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں فتنہ برپا ہوا، تب وہ وہاں آئے اور حضرت امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ حرب صفین کے روز آپ کے دشمنوں کے ساتھ لڑکر شہادت پائی۔ عاش حميداً ومات شهيداً رضي الله عنه. ترجمہ: (اے اللہ ان سے راضی ہو۔ زندہ رہا تو حمد کے لائق اور وفات پائی تو شہید)۔ آپ سے ہی روایت ہے السلامة في الوحدة (سلامتی تنہائی میں ہے)۔ خدا کی رضا اس دل میں ہے جس میں نفاق کا غبار نہیں۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

ایک دفعہ آپ کشتی پر سوار تھے کہ کسی سوداگر کا ایک قیمتی موتی کشتی میں غائب ہو گیا۔ چونکہ آپ سب لوگوں سے اجنبی تھے، اس لئے لوگوں نے موتی کے چرانے کی تہمت آپ پر لگائی۔ آپ نے اسی وقت آسمان کی طرف سر اٹھایا تو فوراً جتنی مچھلیاں پانی میں تھیں، باہر نکل آئیں اور ہر ایک نے ایک ایک موتی اپنے منہ میں لے رکھا تھا۔ آپ نے ان میں سے ایک مچھلی کے منہ سے ایک موتی لے کر اس شخص کو دے دیا اور اسی وقت کشتی سے اترے اور پانی کی سطح پر قدم رکھ کر دریا پر چلنے لگے، یہاں تک کہ کنارے پر پہنچ گئے۔ عمل اخلاص کے بغیر فضول ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نوفل بن حیان رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے، اور سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ﷺ حوض کے کنارے بالکل تیار کھڑے ہیں اور آپ ﷺ کے دائیں بائیں مشائخ کھڑے ہیں، اور ان میں ایک بوڑھے کو دیکھا جن کی صورت نہایت نیک تھی۔ انہوں نے سر کے بال چھوڑ رکھے تھے اور اپنا رخسار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر رکھا ہوا تھا۔ ان کے برابر میں نے نوفل کو کھڑے دیکھا۔ مجھے دیکھ کر وہ میری طرف آئے اور سلام کیا۔ میں نے کہا مجھے پانی دیجئے۔ انہوں نے کہا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا پلا دو! تو انہوں نے مجھے پانی دیا۔ میں نے اس میں سے خود بھی پیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی پلایا، تو میں نے دیکھا کہ اس پیالہ میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔ میں نے پوچھا اے نوفل! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی طرف وہ بوڑھا کون ہے؟ اس نے کہا حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ اور آپ کی بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اسی طرح میں پوچھتا جاتا تھا اور وہ انگلی پر شمار کرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ یہ سترہ آدمیوں کی بابت میں نے دریافت کیا۔ جب میں بیدار ہوا تو ہاتھ پر سترہ کا عدد گرہ کیا ہوا تھا۔

اور حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! این اطلبک. ترجمہ: "میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟" تو آپ ﷺ نے فرمایا، عند علم ابی حنیفة. ترجمہ: "حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں"۔ اور اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو، طریقت اور پرہیزگاری میں آپ کے بہت سے بے شمار مناقب مشہور ہیں جن کے بیان کو یہ کتاب برداشت نہیں کر سکتی۔

اور میں علی بن عثمان جلابی (رحمۃ اللہ علیہ) صاحب کشف المحجوب ملک شام میں حضرت بلالؓ مؤذن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، کے روضۂ مبارک پر سو رہا تھا۔ میں نے خواب میں اپنے آپ کو مکۂ معظمہ میں دیکھا۔ اور دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ مبارک سے اندر تشریف لائے اور ایک بوڑھے شخص کو اس طرح بغل میں لئے ہوئے تھے جس طرح بچوں کو شفقت سے بغل میں لیتے ہیں۔ میں فرط محبت سے دوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گیا اور آپ کو بوسہ دیا۔ اور تعجب سے سوچ رہا تھا کہ وہ بوڑھا کون ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزہ میرے دلی اندیشہ پر اطلاع پا کر فرمایا کہ یہ شخص تیرا اور تیرے اہل ملک کا امام یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ مجھے اور میرے اہل شہر کو اس خواب سے بڑی بھاری امید ہوئی۔

حضرت ابو یعقوب رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعین

آپ نے بہت لمبی عمر پائی اور حضرت ذوالنون مصری

رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ یاد رکھو! کہ دنیا کی حرص و آز درویش کو دونوں جہانوں میں رسواء اور ذلیل بنا دیتی ہے۔ پس باعزت غناء، رسواء کن فقر سے بدرجہ بہتر ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعاء کی۔ ''اے اللہ! مجھے ایسا عمل بتادے جس کے کرنے سے تو مجھ سے راضی ہو جائے''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ! تو اس بات کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام سجدہ میں گر کر گریہ وزاری کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ عمران کے بیٹے! ''میری رضاء میری قضاء پر تیرے راضی ہونے میں ہے'' سے مطلب یہ کہ جب بندہ قضائے الٰہی پر راضی ہو جائے تو یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دعاء میں سوال کیا۔ اسئلک الرضا بعدا لقضا (اے اللہ! میں قضاء کے آجانے پر تجھ سے تیری رضاء کی درخواست کرتا ہو۔ یعنی مجھے وہ حالت عطاء کر جب تیری طرف سے کوئی قضاء آئے تو وہ مجھے راضی برضاء پائے۔

ایک درویش کا قصہ:

حکایات میں مشہور ہے کہ ایک درویش دریائے دجلہ میں گر پڑا جو تیرنا نہیں جانتا تھا۔ کنارے پر سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں کسی شخص کو آگاہ کردوں تا کہ وہ تجھے باہر نکال دے؟ درویش نے کہا نہیں۔ اس آدمی نے کہا کیا تو چاہتا ہے کہ غرق ہو جائے؟ درویش نے کہا نہیں۔ اس آدمی نے کہا پھر تو کیا چاہتا ہے؟ درویش نے کہا جو خدا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کر کے فرمایا، ''اے داؤدؑ! اپنے نفس سے عداوت رکھ، کیونکہ میری محبت اس کی عداوت میں ہے''۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ '' جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا''۔ حضرت ابو سلیمان دارمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، '' نفس امانت میں خیانت کرنے والا اور حق کی رضاء جوئی سے منع کرنے والا ہے اور سب سے افضل عمل اس کی مخالفت ہے''۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، '' ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے''۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جہاد اکبر کیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''سنو! وہ مجاہدۂ نفس ہے''۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدۂ نفس کو جہاد پر فضیلت دی ہے، اس لئے کہ اس کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جہاد خواہش نفس کا ہٹانا ہے اور مجاہدہ اس کا مغلوب کرنا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ سرکش گھوڑے کو ریاضت سے حیوانی صفت سے نکال کر انسانی صفت میں لے آتے ہیں اور حیوانی اوصاف کو اس میں بدل دیتے ہیں، یہاں تک وہ چابک کو زمین سے اٹھا کر دے دیتا ہے اور گیند کو ہاتھ سے پھیر دیتا ہے۔ ایک ناپاک کتے کو مجاہدہ سے اس محل پر پہنچا دیتے ہیں کہ اس کا مارا ہوا جانور حلال ہو جاتا ہے، حالانکہ بے مجاہدہ اور ریاضت نہ پائے ہوئے آدمی کا مارا ہوا حرام ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت خود اینٹیں اٹھاتے تھے اور میں دیکھتا تھا آپ کو تکلیف ہوتی تھی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اینٹ مجھے دیجئے کہ میں آپ کی جگہ کام کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ،'' یا یابا ھریرۃ خذغیر ھا فانہ لا عیش الا عیش الاخرۃ (اے ابو ہریرہؓ! تو دوسری اینٹ لے لے، کیونکہ اچھی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے)۔ یعنی آخرت ہی عیش کا مکان ہے اور دنیا تو رنج و مصیبت کا گھر ہے۔ ارشاد الٰہی ہے،'' پس جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرنا چاہے اس کا سینہ اسلام کے قبول کرنے کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ رکھنا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ اور سخت کر دیتا ہے''۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے،'' لیکن جو شخص اپنے رب کے حضور میں مجرمانہ حیثیت سے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہش سے روک دیا، بلاشبہ اس کا ٹھکانہ جنت ہے''۔ جو شخص لذت وشہوت کا خواہش مند ہو، وہ میخانوں میں ہوتا ہے، اور لوگ اس کے فتنہ سے امن میں رہتے ہیں۔ اور جو شخص مرتبے اور جاہ کا طالب ہے وہ عبادت خانوں اور خانقاہوں میں رہا کرتا ہے اور خلقت کے لئے باعث فتنہ ہوتا ہے، کہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی گمراہی کی طرف دعوت دیتا ہے۔

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں جب کافروں نے سولی پر چڑھا دیا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مسجد نبوی کے اندر بیٹھے ہوئے اس کو دیکھ رہے تھے۔اور کافران سے جو سلوک کر رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے اصحاب سے بیان فرما رہے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیبؓ کی آنکھ پر سے حجاب ہٹا دیا، یہاں تک کہ انہوں نے بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اور آپ ﷺ کو سلام کیا، اور خداوند تعالیٰ نے ان کا سلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک تک پہنچا دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب ان کو سنوا دیا اور آپ ﷺ نے خبیبؓ کے لئے دعاء کی۔

مدعی الوہیت کے ہاتھ پر خرق عادت کا اظہار

فرعون نے چار سو سال عمر پائی۔ اتنے عرصہ میں اسے کوئی بیماری نہ ہوئی اور پانی اس کے پیچھے اوپر کو چڑھتا تھا۔ جب وہ کھڑا ہو جاتا تو پانی بھی ٹھہر جاتا اور جب وہ چلتا تو پانی بھی چلنے لگتا تھا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس نے خدائی کا جو دعویٰ کیا عقلمندوں کو اس دعویٰ کے جھوٹ ہونے میں کوئی شبہ و شک نہیں ہوا، کیونکہ عقل منداس بات کو مان لینے پر مجبور ہیں کہ خداوند عزاسمہ مرکب اور مجسم نہیں۔ اور اگر ایسے افعال اور بھی بہت سے اس سے ظاہر ہوتے تو بھی عاقل کو اس کے دعویٰ کے جھوٹ ہونے پر شک نہ ہوتا۔ اور وہ خلاف عادت امور، جو باغ ارم کے مالک شداد اور بادشاہ نمرود کی نسبت بیان کئے جاتے ہیں ان کو اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ سے فرمایا، ''تو ہمیشہ باوضوء رہ! تاکہ تجھے دونوں محافظ فرشتے دوست رکھیں اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور خوب پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔ پس جو شخص ظاہر میں طہارت پر مداومت کرتا ہے، ملائکہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ پس توبہ بوجہ خوف جلال الٰہی کے کشف سے ہوتی ہے، اور توبہ بوجہ حیاء اللہ تعالیٰ کے جمال کے مشاہدہ سے ہوتا ہے۔ پس ایک تو جلال الٰہی میں خوف کی آگ سے جل رہا ہے اور دوسرا جمال حق میں حیاء کے نور سے روشن ہو رہا ہے۔ گویا ایک مست اور دوسرا بے ہوش ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے تو آپ ﷺ کے دل میں ایسا جوش ہوتا تھا جیسا کہ کانسی کی اس دیگ میں جس کے نیچے آگ جلتی ہو۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز کا قصد کیا کرتے تو آپؓ کے بدن کے بال کھڑے ہو جاتے اور کپڑے سے باہر سر نکال دیتے اور آپؓ پر کپکپی طاری ہو جاتی۔ اور فرماتے کہ اس امانت کے اداء کرنے کا وقت آ گیا جس کے اٹھانے سے آسمان اور زمین عاجز آ گئے تھے۔

محبت کا ثبوت

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے، سو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم پیدا کرے گا جسے وہ خود دوست رکھے گا اور وہ لوگ بھی اسے دوست رکھیں گے۔ بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سواء اوروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہئے۔ (جس نے میرے دوست کی اہانت کی، اس نے مجھ سے جنگ کا اعلان کیا۔ اور مجھے کسی چیز کے متعلق اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ ایک مؤمن کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے۔ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کو تکلیف دینا ناپسند کرتا ہوں۔ حالانکہ اس کو موت سے چارہ نہیں۔ اور میرا بندہ کسی ایسی چیز سے میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا جو مجھے ان احکام کے ادا کرنے سے زیادہ محبوب ہو، جو میں نے اس پر فرض کئے، اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل ادا کرنے سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ پس جس کے دل میں کوئی درد ہے وہ ایسی چیز تلاش کرتا ہے جو اس کے درد کے موافق ہو۔ بلاشبہ جب شاہی باز کسی بڑھیا کے مکان کی دیوار پر جا بیٹھتا ہے تو اس کے پر اور باز و کاٹ ڈالتے ہیں۔ ابوبکر واسطی نے فرمایا، ''ہم ایسے زمانے میں ابتلاء کے اندر ڈالے گئے ہیں کہ جس میں نہ آداب اسلام ہیں، نہ اخلاق جاہلیت۔ اور نہ ہی اس میں مروت و محبت کی باتیں ہیں۔ اور اسی طرح شبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک شعر میں فرماتے ہیں،

جعل الله هذا الدنيا مناخاً لراكب
فكل بعيد الهم فيها معذب ومغلب

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو صرف ایک شتر سوار کی اونٹنی بٹھانے کی جگہ (عارضی فرودگاہ) بنادیا ہے۔ پس ہر وہ شخص جس کا قصد دور دراز (آخرت) پہنچنے کا ہے وہ اس دنیا میں عذاب پاتا ہے اور مغلوب رہتا ہے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، ''عابد علم دین کے جانے بغیر خراس کے گدھے جیسا ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ترجمہ: ''جس مکان کی بنیاد مصیبت پر رکھی گئی ہو، اس کا مصیبت سے خالی ہونا محال ہے''۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک ہیں۔ حیاء کا خزانہ، اہل صفا میں سے زیادہ عبادت گزار، درگاہ رضائے الٰہی سے تعلق رکھنے والے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق سے آراستہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ جن کی فضیلتیں تمام امور میں بالکل آشکارا اور صاف ظاہر ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

ترجمہ: ''تو اپنے بیوی بچوں میں مشغول ہونے کو اپنا سب سے بڑا شغل نہ بنانا''۔ کیونکہ اگر تیرے بیوی بچے اللہ کے دوستوں میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ اور اگر وہ اللہ کے دشمن ہیں تو تیرا اللہ کے دشمنوں کے لئے غم کھانا اور ان میں مشغول ہونا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

حضرت امام حسین رضی ابن علی رضی

آپ رضی ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم میں سے ہیں۔ شمع آل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، تمام تعلقات دنیا سے مجرد، اپنے زمانہ کے سردار۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے، میں ایک روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی پشت مبارک پر بٹھا کر ایک رسہ اپنے دہن مبارک میں پکڑا ہوا ہے۔ اس کے دونوں سرے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھما رکھے تھے۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چلا رہے تھے، اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھٹنوں کے بل چل رہے تھے۔ جب میں نے یہ بات دیکھی تو میں نے کہا۔ **نعم الجمل جملک یا ابا عبد الله**۔ ترجمہ: ''اے حسین رضی! آپ کا اونٹ بہت ہی اچھا ہے''۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **نعم الراکب هو یا عمر**۔ ترجمہ: ''اے عمر رضی! سوار بھی تو بہت ہی اچھا ہے''۔

ایک روز آپ رضی کی خدمت میں کوئی شخص آیا اور عرض کیا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! میں ایک درویش آدمی ہوں اور عیال دار ہوں۔ ہمیں آج اپنی طرف سے کھانے پینے کے لئے کچھ عنایت فرمائیں۔ یہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''بیٹھ جا! ہمارا روزینہ راستہ میں آرہا ہے''۔ ابھی کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ لوگ امیر معاویہ رضی کی طرف سے دینار کی پانچ تھیلیاں لے آئے، کہ ہر ایک تھیلی میں ایک ہزار دینار تھا۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ امیر معاویہ رضی آپ رضی سے معافی مانگتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس رقم کو حاجت مندوں کے مصرف میں صرف کیجئے اور اس کے بعد اس سے بہتر امداد کی جائے گی۔ امام رضی اللہ عنہ نے وہ پانچوں تھیلیاں اس درویش کو دے دیں اور اس سے معافی مانگی کہ تجھے یہاں دیر تک بیٹھنا پڑا۔ اور یہ بہت ہی بے قدر عطیہ ہے جو تجھے ملا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ رقم اتنی قلیل ہوگی، تو میں تجھے کبھی انتظار کے لئے نہ کہتا۔ ہمیں معذور سمجھو کہ ہم لوگ اہل مصیبت ہیں اور دنیا کی تمام راحتوں سے دست بردار اور اپنی مرادیں کھوئے ہوئے ہیں۔ قدس سرہٗ۔

باب ۱۷

کشکولِ اصلاحی

اس باب میں.... حضرت خواجہ محمد عثمان رحمہ اللہ' حضرت جامی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کے افادات کو جمع کیا گیا ہے ''دینی دسترخوان'' کا یہ گوشہ بہت ہی پُرلطف ہے کہ جس کے فقط چند صفحات میں اتنے عظیم حضرات کے عظیم افادات جمع ہیں۔

حضرت خواجہ محمد عثمان رحمہ اللہ

خواجہ محمد عثمان صاحب حضرت حاجی صاحب قندھار موسیٰ زئی اور خانقاہ شاہ احمد سعید صاحب دہلی کے سربراہ تھے۔

خاک شو خاک تا بردید گل

کہ بجز خاک نیست مظہر گل

فرمایا ''صاحبزادگی کو طاق میں رکھو اور شکستگی و عجز کی ٹوپی سر پر اوڑھو تب کام چلے گا'' یہ عاجزی جو اپنے صاحبزادہ والا تبار میں پیدا کرنا چاہتے ہیں خود اپنے اندر بھی موجود تھی اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ جو لوگ آپ سے دعا طلب ہوتے تھے ان سے آپ اپنے لئے اور اپنے صاحبزادے کے لئے دعا طلب فرماتے تھے نور الحق شاہ پوری نے ایک قصیدہ مدحیہ بھیجا۔

''فرمایا قصیدہ دیکھ کر خوشی ہوئی اور رنج ہوا خوشی آپ کے اشتیاق پر ہوئی اور رنج اس پر ہوا کہ آپ نے میری مدح لکھ کر وقت ضائع کیا اور ایک ممنوع معاملے میں کوشاں رہے ایسی مدح مادح اور ممدوح دونوں کے لئے مضر ہے۔ مادح کے لئے اس لئے کہ ایک نااہل اور غیر مستحق مدح کی تعریف کی اور ممدوح کے لئے اس لئے اس میں مدح سن کر طبعی طور پر حظ اور استکبار کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ایسی مدح کے لئے حدیث میں لفظ وارد ہوتے ہیں قطعت عنق اخیک تونے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔

اگر درویش بریک حال ماندی

سر دست از دو عالم برفشاندی

دمی برطارم اعلیٰ شنیم

گہی برپشت پائے خود نہ بینیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی امابعد برخوردار سعادت اطوار عزیز جان محمد سراج الدین طال عمرہٗ مع علمہ وصلاحہ وفلاحہ از فقیر حقیر لاشی عثمان عفی عنہ پس از تسلیمات و دیدہ بوسیہا آنکہ مکاتیب متعددہ کہ فرستادہ بہمہ رسیدم زند کوائف باء مندرجہ آنہا واضح گردیدند ای جگر گوشہ بگوش ہوش اصغا سازند کہ فرزند بالطبع محبوب والد میباشند وجمیع خیرات کسبی باشند یاوہبی والدش برای اومیخواہند دہندہ حقیقی اوتعالیٰ شانہ است واز کثرت حرص فقیر نصیحت بطور ترغیب وترہیب نوشتہ اندنہ از ناراضی وخفگی ازیں باب مطمئن القلب بکار وبار خویش سرگرم باشند وازیں آن زمان چشم پوشی ساز بزوکوری وکری طریقہ خود نمایند ہر فاعل وقائل راپاداش قول وفعل خود رسد نہ غیر را الہذا بار بارمینو بسم کہ بقدر وسع خود بجدو جہد تمام مطالعہ کتب از دل بغور میکدید بعد ازاں نتیجہ بخش اوتعالیٰ شانہ ست فقط نہ غیران سعیکم لشتی نص قطعی است

مشکلے نیست کہ آساں نشود

مرد باید کہ ہراساں نشود

برائے محافظت زراعت:

بر کاغذ نوشتہ درسفالہ آب نارسید بن کردہ درمیان آن تختہ دفن کند بسم اللہ الرحمن الرحیم یا رزاق العباد یا خلاق الخلائق یا فاطر السموات ویا منبت الزرع فی الارض النبات ویا مجیب الدعوات ادفع من ھذا الزرع شر الھوام والوحوش و شر الفارۃ والخنا زیر المفسدۃ وارزقنا رزقاً حسناً وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین.

تعویز برائے دفع تپ ہر قسم

کھیعص ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا اذ نادی ربہ نداً خفیاً قال رب انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیباً ولم اکن بدعائک رب شقیا وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین نوشتہ درگلو بندد- وبرسہ پرچہ کاغذ طشت یااللہ نوشتہ سہ روز یک یک بخوردان شاءاللہ تعالیٰ تپ دفعہ خواہد شد۔ بذ برائی تپ سویم اول شروع شدن تپ بروز نوبت اول وآخر درود شریف ویک بار سورۃ رعد خواندہ دم کند ان شاءاللہ صحت خواہد شا پس باید کہ ہر سہ نوبت دم تمام کند اگرچہ تپ اول یا دوم نوبت

دفعہ شود و اگر سہ نوبت دم نکند چندروز بعد باز تپ عود خواہد کرد۔

تعویذ برائی دفعہ بواسیر ہر قسم یارحیم کل صریخ ومکروب و غیاثہ ومعاذہ یا رحیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین نوشتہ در کمر بندند

ایضاً اگر صبح وشام فاتحۃ الکتاب معہ تسمیہ ہفت بار خواندہ شود بہتر و اگر ایں نشود محض تسمیہ صبح وشام خواندہ براندام خود از ناف تا زانو پیش وپس دست بگردانید ودم کنند

تعویز برائی دفعہ درد باد اللهم انت الباعث وانا المبعوث ومن يدع المبعوث الاالباعث يا رب وصلى الله على خير خلقه محمد واله واصحابه اجمعين نوشتہ برموضع درد بہ بندند۔

تعویذ برائی زود فروشی مال

بسم الله الرحمن الرحيم فاستبشروا ببيعكم الذى بايعتم به وذلك هو الفوز العظيم وصلى الله على خير خلقه محمد واله واصحابه اجمعين نوشتہ درمتاع بنہید۔

برائے تیزی داہن نگیارہ وکشائش مطالعہ اللهم نور قلبي بعلمك واستعمل بدني

معمول برائی بریدن یرقان بروز یکشنبہ چند برگ کلا نگیارہ سبز آوردہ یک جانب دردست مریض یرقان بدہند کہ بگیرد و جانب دیگر خود از دست چپ بگیرند ودر دست راست خود چاقو گرفتہ یک بار سورۃ القریش با تسمیہ خواندہ از چاقو آن گیاہ ببرند و ہمیں طور ہفت بار کنند ولکن اول وآخر بار درود شریف زیادہ کنند و ایں معمول را سہ شنبہ در عمل آرند ان شاء اللہ تعالیٰ یرقان بریدہ شود۔ تمت از فوائد عثمانی۔

تذکرہ جامی

عشق ومحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مولانا جامی نور اللہ مرقدہ کا ایک ہی واقعہ کافی ہے۔ قصہ یہ ہے کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سفر حج شروع فرما کر صرف مکہ مکرمہ سے حج کر کے واپس ہو گئے۔ مدینہ منورہ نہیں تشریف لے گئے دوستوں نے عرض کیا کہ حضرت بغیر مدینہ منورہ کے آپ واپس کیوں تشریف لے آئے۔ فرمایا بھئی ہمارا یہ فرض حج تھا اس واسطے مدینہ منورہ نہیں گیا کہ حضور فرمائیں گے کہ اپنا فرض ادا کرنے آیا۔ اور ہماری حاضری بھی دے گیا۔ لہٰذا پھر زیارت روضہ اطہر کی نیت کر کے روانہ ہوئے اور عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ تو امیر مکہ کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ جامی کو مدینہ منورہ نہ آنے دیں امیر مکہ نے ممانعت کر دی۔ پھر امیر مکہ کو تیسری مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں ہے بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آ کر میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے واسطے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہوگا اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز اکرام کیا گیا۔ امیر مکہ نے کہا کہ اگر آپ وہ اشعار جو آپ نے کہے ہیں پڑھیں تو مدینہ منورہ جانے کی حضور کی طرف سے ممانعت ہے اگر وہ نہ پڑھیں تو جا سکتے ہیں اور انہوں نے اقرار کیا وہ اشعار نہیں پڑھوں گا، تو مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ اپنے مرشد مولانا سعد الدین کاشغری کے جانشین بن کر مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے۔

۱۔ زمہجوری بر آمد جان عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم

۲۔ نہ آخر رحمۃ اللعالمینی
از محروماں چرا غافل نشینی

۳۔ زخاک اے لالۂ سیراب بر خیز
چونرگس خواب چند از خواب بر خیز

۴۔ بروں آور سر آز بردیمانی
کہ روئے تست صبح زندگانی

۵۔ شب اندوہ مارا روز گرداں
زرویت روز مافیروز گرداں

۶۔ بہ تن درپوش عنبر بوئے جامہ
بسر بربند کافوری عمامہ

۷۔ فرود آویز از سر گیسواں را
فگن سایہ بپا سروراں را

۸۔ ادیم طائفی نعلین پا کن
شراک از رشتہ جانہائے ماکن

۹۔ جہانے دیدہ کردہ فرش رہ اند
چو فرش اقبال پا بوس تو خواہند
۱۰۔ زحجرہ پائے در صحن حرم نہ
بفرق خاک رہ بوساں قدم نہ
۱۱۔ بدہ دستی زپا افتادگان را
بکن دلدارئے دل دادگان را
۱۲۔ اگرچہ غرق دریائے گناہم
فتادہ خشک لب برخاک راہم
۱۳۔ تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے
کنی بر حال لب خشکاں نگاہے
۱۴۔ خوشاکز گرفتہ زرہ سویت رسیدیم
بدیدہ گرد از کویت کشیدیم
۱۵۔ بمسجد سجدۂ شکرانہ کردیم
چراغت راز جاں پروانہ کردیم
۱۶۔ بگرد روضہ ات گشتیم گستاخ
دلم چوں پنجرہ سوراخ سوراخ
۱۷۔ زدیم از اشک ابر چشم بے خواب
حریم آستان روضہ ات آب
۱۸۔ گہے رفیتم زاں ساحت غبارے
گہے چیدیم زد خاشاک و خارے
۱۹۔ ازاں نور سواد دیدہ دادیم
وزیں بر ریش دل مرہم نہادیم
۲۰۔ بسوئے منبرت رہ برگر فتیم
زچہرہ پایہ در زرگر فتیم
۲۱۔ زمحرابت بسجدہ کام جستیم
قدم گاہت بخون دیدہ شستیم
۲۲۔ بپائے ہر ستون قد راست کردیم
مقام راستان درخواست کردیم
۲۳۔ زداغ آرزدیت بادل خوش
زدیم از دل بہر قندیل آتش
۲۴۔ کنوں گرتن نہ خاک آں حریم ست
بحمد اللہ کہ جاں آں جامقیم ست
۲۵۔ بخود درماندہ ام از نفس خود رائے
ببیں در ماندۂ چندیں بخشائے
۲۶۔ اگر نبود چوں لطفت دست یارے
زدست مانیاید ہیچ کارے
۲۷۔ قضامی افگند از راہ مارا
خدا را از خدا در خواہ مارا
۲۸۔ کہ بخشد از یقین اول حیاتے
دہد آنگہ بکار دیں ثباتے
۲۹۔ چو ہول روز رستا خیز خیزد
بآتش آبروئے مانہ ریزد
۳۰۔ کند با ایں ہمہ گمراہی ما
ترا اذن شفاعت خواہی ما
۳۱۔ بو چوگاں سرفگندہ آوری روئے
بمیدان شفاعت امتی گوئے
۳۲۔ بحسن اہتمامت کار جامی
طفیل دیگراں باید تمامی

ترجمہ اشعار

۱۔ آپ کے فراق سے کائنات عالم کا ذرہ ذرہ جاں بلب ہے اوردم توڑ رہا ہے اے رسول خدا نگاہ کرم فرمایئے اے ختم المرسلین فرمایئے۔

۲۔ آپ یقیناً رحمۃ للعالمین ہیں۔ ہم حرماں نصیبوں اور ناکامان قسمت سے آپ کیسے تغافل فرماسکتے ہیں۔

۳۔ اے لالہ خوش رنگ اپنی شادابی وسیرابی سے عالم کو مستفید فرمایئے اور خواب نرگسیں سے بیدار ہو کر ہم محتاجان ہدایت کے قلوب کو منور فرمایئے۔

۴۔ اپنے سرمبارک کو یمنی چادروں کے کفن سے باہر نکالئے کیونکہ آپ کا روئے انور صبح زندگانی ہے۔

۵۔ ہماری غم ناک رات کو دن بنا دیجئے اور اپنے جمال جہاں آرا سے ہمارے دن کو فیروزمندی وکامیابی عطا کردیجئے۔

۶۔ جسم اطہر پر حسب عادت عنبر بیز لباس آراستہ فرمایئے اور سفید کافوری عمامہ زیب سرفرمایئے۔

۷۔ اپنی عنبر بار و مشکین زلفوں کو سر مبارک سے لٹکا دیجئے تا کہ ان کا سایہ آپ کے بابرکت قدموں پر پڑے۔

۸۔ حسب دستور طائف کے مشہور چمڑے کی مبارک نعلین (جوتی) پہنئے اور ان کے تسمے اور پٹیاں ہمارے رشتہ جاں سے بنایئے۔

۹۔ تمام عالم اپنے دیدہ و دل کو فرش راہ کئے ہوئے اور بچھائے ہوئے ہے اور فرش زمین کی طرح آپ کی قدم بوسی کا فخر حاصل کرنا چاہتا ہے۔

۱۰۔ حجرہ شریف یعنی گنبد خضراء سے باہر آ کر صحن حرم میں تشریف رکھئے۔ راہ مبارک کے خاک بوسوں کے سر پر قدم رکھئے۔

۱۱۔ عاجزوں کی دست گیری سے بے کسوں کی مدد فرمایئے اور مخلص عشاق کی دلجوئی و دلداری کیجئے۔

۱۲۔ اگر چہ ہم گناہوں کے دریا میں از سر تا پا غرق ہیں۔ لیکن آپ کی راہ مبارک پر تشنہ و خشک لب پڑے ہیں۔

۱۳۔ آپ ابر رحمت ہیں شایان شان گرامی ہے کہ پیاسوں اور تشنہ لبوں پر ایک نگاہ کرم بار ڈالی جائے۔

۱۴۔ ہمارے لئے کیسا اچھا وقت ہوتا کہ ہم گرد راہ سے آپ کی خدمت گرامی میں پہنچ جاتے اور آنکھوں میں آپ کے کوچہ مبارک کی خاک کا سرمہ لگاتے۔

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاک در رسول کا سرمہ لگائیں ہم

۱۵۔ مسجد نبوی میں دوگانہ شکر ادا کرتے۔ سجدہ شکر بجا لاتے۔ روضہ اقدس کی شمع روشن کا اپنی جان حزیں پروانہ بناتے۔

۱۶۔ آپ کے روضہ اطہر اور گنبد خضراء کے اس حال میں مستانہ اور بے تابانہ چکر لگاتے کہ دل صد مہائے عشق اور وفور شوق سے پاش پاش اور چھلنی ہوتا۔

۱۷۔ حریم قدس اور روضۂ پرنور کے آستانہ محترم پر اپنی بے خواب آنکھوں کے بادلوں سے آنسو برساتے اور چھڑکاؤ کرتے۔

۱۸۔ کبھی صحن حرم میں جھاڑو دے کر گرد و غبار کو صاف کرنے کا فخر کرتے۔ اور کبھی وہاں کے خس و خاشاک کو دور کرنے کی سعادت حاصل کرتے۔

۱۹۔ گو گرد و غبار سے آنکھوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ مگر ہم اس سے مردمک چشم کے لئے سامان روشنی مہیا کرتے اور گو خس و خاشاک زخموں کے لئے مضر ہے مگر ہم اس کو جراحت دل کے لئے مرہم بناتے۔

۲۰۔ آپ کے منبر شریف کے پاس جاتے اور اس کے پائے مبارک کو اپنے عاشقانہ زرد چہرہ سے مل مل کر زریں و طلائی بناتے۔

۲۱۔ آپ کے مصلائے مبارک و محراب شریف میں نماز پڑھ پڑھ کر تمنائیں پوری کرتے اور حقیقی مقاصد میں کامیاب ہوتے اور مصلے میں جس جائے مقدس پر آپ کے قدم مبارک ہوتے تھے اس کو شوق کے اشک سے دھوتے۔

۲۲۔ آپ کی مسجد اطہر کے ہر ستون کے پاس ادب سے سیدھے کھڑے ہوتے اور صدیقین کے مرتبہ کی درخواست و دعا کرتے۔

۲۳۔ آپ کی دل آویز تمناؤں کے زخموں اور دل نشین آرزوؤں کے داغوں سے (جو ہمارے دل میں) انتہائی مسرت کے ساتھ ہر قندیل کو روشن کرتے۔

۲۴۔ اب اگر چہ میرا جسم اس حرم انور و شبستان اطہر میں نہیں ہے لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ روح وہیں ہے۔

۲۵۔ میں اپنے خود بین و خود رائے نفس امارہ سے سخت عاجز آ چکا ہوں۔ ایسے عاجز و بے کس کی جانب التفات فرمایئے اور بخشش کی نظر ڈالئے۔

۲۶۔ اگر آپ کے الطاف کریمانہ کی مدد شامل حال نہ ہوگی تو ہم عضو معطل و مفلوج ہو جائیں گے اور ہم سے کوئی کام انجام نہ پا سکے گا۔

۲۷۔ ہماری بدبختی ہمیں صراط مستقیم و راہ خدا سے بھٹکا رہی ہے خدارا ہمارے لئے خداوند قدوس سے دعا فرمایئے۔

۲۸۔ (دعا فرمایئے) خداوند قدوس اولاً ہم کو پختہ یقین اور کامل اعتقاد کی عظیم الشان زندگی بخشے اور پھر احکام دین میں مکمل استقلال اور پوری ثابت قدمی عطا فرمائے۔

۲۹۔ جب قیامت کی حشر خیزیاں اور اس کی زبردست ہولناکیاں پیش آئیں تو مالک یوم الدین رحمان و رحیم ہم کو دوزخ سے بچا کر ہماری عزت بچائے۔

۳۰۔ اور ہماری غلط روی اور صغیرہ کبیرہ گناہوں کے باوجود آپ کو ہماری شفاعت کے لئے اجازت مرحمت فرمائے کیونکہ بغیر اس کی اجازت شفاعت نہیں ہوسکتی۔

۳۱۔ ہمارے گناہوں کی شرم سے آپ سرخمیدہ چوگاں کی طرح میدان شفاعت میں سر جھکا کر (نفسی نفسی نہیں بلکہ) یارب امتی امتی فرماتے ہوئے تشریف لائیں۔

۳۲۔ آپ کے حسن اہتمام اور سعی جمیل سے دوسرے مقبول بندگان خدا کے صدقہ میں غریب جامی کا بھی کام بن جائے گا۔ تمت

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ:

حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۳۹۵ھ میں سفر ہند کے موقع پر ایک نئی بات پیش آئی ہر موقعہ پر مقطوع اللحیہ کو دیکھ کر طبیعت میں جوش پیدا ہوتا تھا اور ہر مجمع میں اس پر نکیر کرتا اور بیعت میں بھی قطع لحیہ سے بچنے کی تاکید کرتا تھا۔

یہ خیال ہوتا تھا کہ موت کا وقت مقرر کسی کو معلوم نہیں اور اس حالت میں اگر موت واقع ہوئی تو قبر میں سب سے پہلے سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت ہوگی تو کس منہ سے چہرہ انور کا سامنا کریں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن** الحدیث یعنی زنا کار جب زنا کرتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا۔ مطلب اس حدیث کا مشائخ نے یہ لکھا ہے کہ زنا کے وقت ایمان کا نور اس سے جدا ہو جاتا ہے لیکن زنا کے بعد وہ نور ایمانی پھر مسلمان کے پاس آجاتا ہے۔ مگر قطع لحیہ ایسا گناہ ہے جس کا اثر اور ظہور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس مبارک سنت کو ختم کیا جارہا ہے اس ناکارہ کو خوب یاد ہے کہ میرے بچپن میں ہندوؤں میں بھی جو بڑے لوگ ہوتے تھے وہ ڈاڑھی رکھا کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مونچھیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اللہ جل شانہ نے بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی کہ اپنی قوم سے کہدو کہ وہ میرے دشمنوں کا کھانا (یعنی جوان کے ساتھ مخصوص ہو جیسے نصاریٰ کا کھانا سور) نہ کھاویں اور میرے دشمنوں کا پانی نہ پئیں جیسے (شراب) اور میرے دشمنوں کی شکل نہ بنائیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو وہ بھی میرے دشمن ہوں گے۔ جیسا کہ وہ لوگ حقیقی دشمن ہیں (دلائل الاثر)۔

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے روایت کیا امام ابوحنیفہؒ نے اور وہ روایت کرتے ہیں ہیثم سے اور وہ ابن عمر سے کہ وہ یعنی ابن عمر اپنی ڈاڑھی مٹھی میں لیکر مٹھی بھر سے زائد کو یعنی جو مٹھی سے نیچے لٹکی ہوئی باقی رہ جاتی ہے کتر دیتے تھے۔ ڈاڑھی بڑھانے کو عیب جانتے ہیں بلکہ ڈاڑھی والوں پر ہنستے ہیں اور اس کی ہجو کرتے ہیں ان سب مجموعہ امور سے ایمان کا سالم رہنا ازبس دشوار ہے۔ ان لوگوں کو واجب ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں ایمان اور نکاح کی تجدید کریں اور اپنی صورت موافق حکم اللہ و رسول بناویں۔

مدرسین مہتممین مدارس اسلامیہ پر واجب ہے کہ جو طالب علم ایسی حرکت کرے یا کوئی امر خلاف وضع شرعی کرے اگر توبہ کرلے فبہا ورنہ مدرسہ سے خارج کردینا چاہئے۔ ایسے شخص کو مقتدائے قوم بنانا تمام مخلوق کو تباہ کرنا ہے۔

بے ادب را علم وفن آموختن   دادن تیغ بدست راہزن

ہر قوم اور ملت اپنے اپنے یونیفارم اور نشانات کو محفوظ رکھنا ازحد ضروری سمجھتی ہے۔

انگریز سولہویں صدی عیسوی کے اخیر میں آیا۔ تقریباً ڈھائی سو برس گزر گئے۔ نہایت سرد ملک کا رہنے والا ہے مگر اس نے اپنا یونیفارم کوٹ پتلون ہیٹ ٹائی نکٹائی اس گرم ملک میں بھی نہیں چھوڑا یہی وجہ ہے کہ اس کو ۳۵ کروڑ افراد والا ملک اپنے میں ہضم نہ کرسکا۔ اس کی قوم اور ملت علیحدہ ملت ہے۔ مسلمانوں نے نہ صرف یہی کیا کہ اپنا یونیفارم محفوظ رکھا بلکہ مذہب، اسماء رجال ونساء، تہذیب وکلچر، رسم ورواج زبان وغیرہ جملہ اشیاء کو محفوظ رکھا۔ اس لئے ان کی ایک مستقل ہستی ہندوستان میں قائم رہی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تابعداروں کے لئے خاص خاص یونیفارم تجویز فرمائے کہیں فرمایا جاتا فرق

ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس کہیں اہل کتاب سے مانگ نکالنے میں مخالفت اختیار کی گئی۔ اسی بنا پر ازار اور پاجامہ میں ٹخنہ کھولنے کا حکم کیا گیا کہ اہل تکبر سے تمیز ہو جائے ایک محمدی کو حسب اقتضاء فطرت وعقل لازم ہونا چاہئے کہ اپنے آقا کا سارنگ ڈھنگ چال چلن صورت سیرت فیشن کلچر وغیرہ بنائے اور اپنے محبوب آقا کے دشمنوں کے فیشن اور کلچر سے پرہیز کرے ڈاڑھی منڈانے کی حرمت پر ساری امت کا اجماع ہے ایک فرد بھی امت میں اس کے جواز کا قائل نہیں ہے۔ ہم غلامان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے فدائی بنیں نہ غلامان کرزن و ہارڈنگ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے حلق لحیہ کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ جو کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرے اور اسی پر مر جائے تو ان ہی کے ساتھ حشر ہوگا۔ خسرو پرویز شاہ ایران کے پاس حضرت عبداللہ بن حذافہ کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ پہنچا تو اس نے نامہ مبارک دیکھتے ہی غصہ میں اس کو چاک کر دیا اور زبان سے کہا کہ ہماری رعایا کا ادنیٰ شخص ہمیں خط لکھتا ہے اور اپنا نام ہمارے نام سے پہلے لکھتا ہے اس کے بعد خسرو (کسریٰ) نے باذان کو جو یمن میں اس کا گورنر تھا اور عرب کا تمام ملک اس کے زیر اقتدار سمجھا جاتا تھا یہ حکم بھیجا کہ اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے ہمارے پاس روانہ کر دو۔ باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا جس کے افسر کا نام خرخسرو تھا۔ نیز حالات محمد یہ پر گہری نظر ڈالنے کے لئے ایک ملکی افسر بھی اس کے ساتھ کیا جس کا نام بانو یہ تھا یہ دونوں افسر جس وقت بارگاہ رسالت میں پیش کئے گئے تو رعب نبوت کی وجہ سے ان کی رگہائے گردن تھر تھرا رہی تھی یہ لوگ چونکہ آتش پرست پارسی تھے اس لئے ان کی ڈاڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں اور اپنے بادشاہ کسریٰ کو رب کہا کرتے تھے۔ ان کے چہرے پر نظر ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچی اور پہلا سوال ان سے یہ کیا کہ ایسی صورت بنانے کو تم سے کس نے کہا ہے مرزا قتیل کا قصہ ان کے صوفیانہ کلام سے متاثر ہو کر ایک ایرانی شخص ان کا زیارت کے شوق میں پہنچا۔ مرزا ڈاڑھی کا صفایا کر رہے تھے۔ ایرانی نے بیساختہ عرض کیا ارے دل رسول می خراشی کسی کا دل دکھانا چہ معنی تم تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل چھیل رہے ہو یہ سن کر مرزا کو وجد آ گیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ہوش آیا تو یہ شعر زبان پر تھا۔

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی
مرا باجان جاں ہمراز کردی

پس اگر محبوب خدا کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے کی ہمت نہیں رکھتے تو خدا کے واسطے آپکا دل تو نہ دکھاؤ۔

ایک ڈاکٹر لکھتا ہے کہ ڈاڑھی پر بار بار استرا چلانے سے آنکھوں کی رگوں پر اثر پڑتا ہے اور ان کی بینائی کمزور ہوتی جاتی ہے دوسرا ڈاکٹر لکھتا ہے کہ بچی ڈاڑھی مضر صحت جراثیم کو اپنے اندر الجھا کر حلق اور سینہ تک پہنچنے سے روک لیتی ہے اور ایک ڈاکٹر یہاں تک لکھتا ہے کہ اگر سات نسلوں تک مردوں میں ڈاڑھی منڈانے کی عادت قائم رہی تو آٹھویں نسل بے ڈاڑھی کے پیدا ہوگی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نسل میں مادہ منویہ کم ہوتے ہوتے آٹھویں نسل مفقود ہو جائے گا۔ عورتیں اپنے دلوں میں بے ریش مردوں کی بہ نسبت باریش مردوں کی زیادہ دلدادہ ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام ڈاڑھی رکھتے تھے۔

دن رات

بچوں کا تحفظ:

حدیث شریف میں ہے کہ جب شام کا وقت ہو تو بچوں کو باہر گھومنے پھرنے سے روکو، شیاطین پھیل جاتے ہیں اور بچوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور یہ دعا کرے کہ یا اللہ اس آنے والی شب میں جو شر ہے، فتنہ ہے، اس سے بچالے اور جو خیر ہے وہ عطا فرمادے۔

باوضو رہنے کے فوائد:

باوضو رہنے کی عادت رکھے اس کے کئی فائدے ہیں۔
باوضو رہنے والا مقبول الدعوات ہو جاتا ہے۔
اس کی موت آ گئی تو شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔
شیاطین کا تسلط اس پر نہیں ہوگا۔
نماز اس کو تکبیر اولیٰ کے ساتھ مل جاتی ہے۔
اس کی وجہ سے حکام مسخر ہو جاتے ہیں۔

بات میں اثر ہوتا ہے چہرہ کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔

ابتداء لیٹنے کی داہنی طرف سے کرو یہ سنت ہے چاہے ساری رات داہنی کروٹ پر نہ لیٹ سکو، مگر ابتداء داہنی طرف سے کرو۔ ایک اور بات یاد رکھو چاہے آدمی چت لیٹے یا بائیں کروٹ لیٹے اس کی اجازت ہے۔ لیکن الٹا نہ لیٹے۔ الٹا لیٹنا منع ہے۔ اسلام میں ناپسندیدہ عمل ہے۔

اس سے انسان بزدل ہو جاتا ہے۔

برائیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

صحت اس کی برباد ہو جاتی ہے۔

شیاطین اس پر مسلط ہو جاتے ہیں۔

حافظہ اس کا خراب ہو جاتا ہے۔

کوئی غلطی یاد آئے اس پر استغفار کر لو ایمان کی تجدید کر کے سویا کرو۔ ایمان مفصل پڑھ کر سویا کرو۔

امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

مراقبہ:

مرنا یاد کرو مر رہا ہوں، جان کھنچ رہی ہے، روح نکالی جارہی ہے،

نیند کی عجیب نیت:

سونے میں بھی ارادہ کر لو کہ معاصی سے بچا رہوں۔

ایک دفعہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ جائے۔ چاہے تین دفعہ سبحان اللہ کہہ لے یہ ایک معمول بھی ہمارے اکابر کا رہا ہے۔

مسنون بیداری:

اب آدمی اخیر شب میں ہمت کر کے اٹھ جائے کوئی ایسی مشکل بات نہیں ہے۔ جس وقت نیند سے بیداری ہو تو تین مرتبہ چہرے پر ہاتھ پھیر لینا سنت ہے۔ اس سے جمائی نہیں آتی غفلت آدمی کی دور ہو جاتی ہیں۔ (ہتھیلیوں کو آنکھ پر رکھ کر فرمایا (ان حصوں کو آدمی آنکھوں پر لگائے اٹھ کر کلمہ پڑھے اور پھر دعا پڑھے۔

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔

ورزش:

اب اٹھنے کے ساتھ ہی گیارہ دفعہ ڈنڈ بیٹھک لگائے۔ یہ بھی ہمارے اکابر کا معمول رہا ہے۔ یہ ایک ورزش ہو گئی ہم نے اپنے حضرت والا (حضرت مسیح الامتہ) کو بھی دیکھا ہے کہ چارپائی سے اتر کر جلدی جلدی گیارہ ڈنڈ بیٹھک لگایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے اس سے آدمی جلد بوڑھا نہیں ہوتا چوبیس گھنٹے چاق و چوبند رہتا ہے۔

تکبیر اولیٰ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھے۔

آداب طلب رزق حلال:

اگر کسی کا ملازم ہے تو کام پوری امانت و دیانت سے کرے، جو اوقات متعین ہیں ان میں غفلت نہ برتے، دفتر کی کسی چیز مثلاً پنسل کاغذ وغیرہ کو اپنی ذاتی استعمال میں نہ لائے۔

اگر اپنا کاروبار ہے، دکان ہے تو پوری محنت سے کام کرے۔ دکان پر اخبار بینی، سیاسی گفتگو، تفرقہ بازی، دوستوں کے ساتھ گپ شپ کا بالکل استعفیٰ دے دے۔ اور خالص کاروبار پر توجہ دے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت ہوگی ترقی ہوگی۔

دل اللہ کے ذکر میں لگائے

فجر کے بعد سورہ یٰسین

ظہر کے بعد سورہ فتح

عصر کے بعد سورہ نباء

مغرب کے سورہ واقعہ

عشاء کے بعد سورہ ملک

حدیث میں آتا ہے کہ جو پانچ نمازوں کے بعد یہ پانچ سورتیں پڑھے گا وہ قیامت کے دن ساقیان کوثر میں سے ہوگا۔

مراقبۂ احسانی: میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، میرا اللہ میرے پاس موجود ہے، میرا اللہ میرے ساتھ ہے، میرا اللہ میری جان سے زیادہ قریب ہے، وہ جانتا ہے میرے چلنے کو میرے رہنے کے ٹھکانے کو میری نیت سے واقف ہے۔

کلید کامیابی:

اتباع سنت اور تقویٰ یہ لازم کر لو، بغیر اس کے کامیابی نہیں ہو سکتی۔ لاکھ وظیفے پڑھ لو۔ زبان تمہاری قابو میں نہیں ہے۔ نامحرم عورتوں سے نہیں بچتے، حلال و حرام کی تمیز تمہارے اندر نہیں ہے تو پھر یہ اوراد وظائف اتنے کارآمد نہیں ہیں۔

باب ۱۸

قدوۃ السالکین عمدۃ العارفین
شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد فضل علی شاہ قریشی
عباسی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک حالات

چہ عجب گر بدہی اشک مراحسن قبول — اے کہ درساختہ قطرۂ بارانی را

الٰہی مقصود ما توئی و رضائے تو، ما را محبت و معرفت خود بدہٗ

الٰہی ما را آں بدہ کہ بدوستان خود دادۂ

الٰہی از تو ترا میخواہم

احب الصالحین ولست منہم — لعل اللہ یرزقنی الصلاح

خاندانی حالات

حضرت غریب نواز خواجہ فضل علی شاہ قریشی قدس سرہٗ کے آباؤ اجداد عباسی یلغار کے ساتھ عرب سے سندھ میں اور وہاں سے میانوالی کے ضلع میں آکر آباد ہو گئے تھے، داؤد پوترے ہونے کی وجہ سے اس بستی کا نام داؤد خیل مشہور ہو گیا، آپ کے کچھ اعزہ واقارب کالا باغ میں بھی سکونت پذیر تھے، ہاشمی عباسی ہونے کی وجہ سے آپ کا خاندان عوام میں قریشی کے نام سے مشہور تھا۔ آپکا خط (تحریر) مبارک نہایت خوشخط تھا اور عمل کتابت کی وجہ سے منشی صاحب کہلاتے تھے (تجلیات صفحہ ۱۵)۔

ولادت

آپکی ولادت باسعادت داؤد خیل میں ۱۲۷۰ء میں ہوئی۔

فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی، عالم شباب ہی میں آپ کی آمد و رفت حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہٗ کی خدمت میں شروع ہوگئی۔ حضرت خواجہ سراج الدین علیہ الرحمۃ نے اس متبرک مقام پر آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

ماحول ذکر حق سے منور ہو گیا۔

ادھر علاقہ میں شہرت ہوگئی کہ کچھ مسافر گھرانے جو جنگل میں جھلار پر مقیم ہیں بڑے دیندار نیک لوگ ہیں۔ قرب و جوار کے لوگ ان کو دیکھنے کے لئے آتے تھے دیندار لوگوں نے درخواست کی کہ ہماری بستیوں میں چلیں وہاں ہمیں دین سکھائیں۔ ایک ایک گھرانہ ایک ایک بستی میں جا کر دین کی خدمت کرے۔

مجاہدہ:

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ مسکین پور شریف کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر اندر اور باہر ہجوم ہونے کی وجہ سے کئی کئی وقت بھوکے رہتے۔ کسی سے کھانا نہ مانگتے ایک مرید نے دعوت کی آپ نے قبول فرمائی محض روٹی پانی کے ساتھ تناول فرمائی۔ باہر سے کوئی مہمان آجاتا تا بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ایسی صورت میں حضرت شیخ اپنا کھانا باہر لے آتے اور اپنا وقت بھوکا رہ کر گزار لیتے۔

اثناء سفر میں جماعت کے تھکنے کی وجہ سے آرام کرتے اور کمزور لوگوں کے ہاتھ پاؤں دباتے۔ بعض اوقات وہ منع کرتے تو آپ فرماتے کہ اگر تجھے اس سے تکلیف ہے تو یہ کرنا کہ میں تجھے چاپی کرتا ہوں تو مجھے چاپی کرنا۔

فرماتے کہ بلا طلب جو کچھ کوئی شخص دے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے اور انعام الٰہی پر شکر لازم ہے۔ نئی جگہ بہر صورت اپنے خرچ پر جانے کی تاکید فرماتے تھے سلسلہ کی بدنامی کے کاموں سے گریز کرنے اور شریعت مقدسہ پر چلنے، بیعت کے وقت خلوص نیت رکھنے اور اتباع سنت کی تاکید فرماتے رہتے تھے۔ خصوصاً عورتوں کو بیعت اور وعظ و نصیحت کرتے وقت پردہ کا خاص اہتمام کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔

تبلیغی اسفار

حضرت مخدوم العالم اکثر و بیشتر تبلیغی سفر پر رہتے آپ کے تبلیغی سفر کا زمانہ قیام وطن کے زمانہ سے زیادہ ہے۔ پنجاب و سندھ، دہلی و یوپی کے اکثر و بیشتر مقامات کے دورے فرمائے، پیرانہ سالی میں تبلیغی سفر کو ترک نہیں فرمایا۔

جب آپ دیوبند پہنچے تو کچھ پنجابی طلبہ نے عرض کیا کہ حضرت ہمیں کچھ نصائح فرمائیں تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کی ضرورت پر جن کے ثبوت قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ شریفہ سے دیئے، اتنا پرزور وعظ تھا کہ ان بدظنوں کو کوئی چارہ نہ بنا اپنی بدظنی قائم کرنے کا۔ اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ اکثر طلباء وصلحا طریقہ بیعت میں داخل ہوئے۔

حضرت شیخ کی اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں یہ پہلی ملاقات تھی۔ بیٹھنے کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے ان الفاظ میں اپنا مقصود پیش کیا کہ "حضرت اگر میں آپ کی نظر مبارک میں غلامان غلام کی حیثیت سے جچا دیا جاؤں تو میری ایک عرض ہے مگر شرط یہ ہے کہ آپ منظوری دیدیں" حضرت شیخ نے فرمایا کہ آپ ظاہر تو فرمائیں تین دن دارالعلوم کی فیاضی کے لئے عطا فرمائیں اور جب تک آپ اس عرض کو منظور نہیں فرمائیں گے

میں بیٹھا رہوں گا۔ یہ میرا درس حدیث کا وقت ہے۔

ایک مراقبے کا ذکر:

آپ نے فرمایا کہ میں نے آج مراقبہ میں ایک واقعہ دیکھا کہ ایک نہایت سرسبز میدان ہے۔ جس میں محدثین دیو بند دہلی اور گنگوہ موجود ہیں یہ سب حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے لئے جمع تھے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے ان سب حضرات نے مصافحہ کیا۔ بطور اظہار خوشنودی فرمایا کہ یہ لوگ میری سنت کے زندہ کرنے والے ''محی السنۃ'' ہیں۔

مولانا عبدالغفور کے ساتھ رفاقت:

حضرت شیخ کا قیام مولانا عبدالغفور صاحب مدنی کے مکان پر تھا مکان میں داخل ہوتے ہی مولانا عبدالغفور صاحب مدنی کو دیکھا کہ ہاتھ میں تشتری، آم اور چاقو لئے جارہے ہیں مفتی اعظم نے مولانا مدنی سے کہا کہ مجھے خدمت کا موقع دیں، مولانا نے وہ چیزیں مفتی صاحب کو دیدیں۔ مفتی صاحب آم لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ کھڑے ہوگئے معانقہ ومصافحہ فرمایا اور بیٹھ گئے مفتی صاحب آم تراشتے رہے اور حضرت شیخ کھاتے رہے۔ (رحمہم اللہ)

غیر شرعی رسومات کے خلاف جہاد:

ایک مرتبہ اجمیر شریف میں عرس کے موقع پر تشریف لے گئے وہاں رنڈیوں کا شغل اور دیگر رسومات غیر شرعیہ انداز حضرت شیخ نے دیکھا تو سجادہ صاحب سے ملاقات کر کے تنہائی میں سمجھایا کہ قیامت کا تمام بوجھ آپ پر لدرہا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ ان رسومات سے مخلوق کو منع کریں اور اپنا بوجھ ہلکا کریں جیسا کہ رنڈیوں کا آنا، سجدہ کرنا وغیرہ، حضرت سجادہ صاحب نے بڑی فرحت کے ساتھ اس کلام کو سن کر قبول فرمایا اس پر حضرت شیخ بہت خوش ہوئے۔ عرس کے ختم پر دہلی روانگی فرمائی۔ (تجلیات ص ۵۵)

مقام ارشاد پر فائز ہونے کی وجہ سے رشد وہدایت کا انتہائی شغف تھا، باوجود پیرانہ سالی اور دائم المرض رہنے کے مخلوق کی ہدایت اور ذکر کی عام اشاعت کے لئے دور دراز ملکوں کا سفر فرماتے اور لوگوں کی درخواست کبھی رد نہ فرماتے۔ آخر زمانہ میں اگرچہ بیماری اور ضعف کی وجہ سے چلنا دشوار تھا۔ مگر سفر کو ملتوی نہ فرمایا۔ چارپائی پر لیٹ کر مسکین پور سے شہر سلطان تک آ کر لاری پر سوار ہوئے اور باقی سفر میں جہاں ریلی یا بس نہ جاتی تھی اسی طرح یہ تبلیغی سفر طے کیا، یہی وجہ تھی کہ آپ کے رشد وہدایت کا سلسلہ بہت وسیع اور دور دراز ملکوں میں پھیلا۔

کوئی بیعت ہونے کے لئے آتا تو پہلے آپ کی وضع قطع پر نظر ڈالتے، اگر شریعت کے خلاف ہوتی تو اس کی اصلاح فرماتے اور آئندہ کے لئے شریعت کی پابندی کا حکم فرماتے۔ ہر کام میں رفیقوں سے مشورہ فرماتے کسی کا نام شریعت کے خلاف ہوتا بدل ڈالتے اور اس کا شرعی نام رکھتے۔

فرمایا: میں اپنی جماعت سے کہا کرتا ہوں کہ کپڑا بچھا کر نماز پڑھیں تصوف احتیاط ہی کا نام ہے۔

ارشادات:

☆ بہت سے مباحات اور جائز باتوں کو مکروہات کے خوف سے ترک کردینا۔

☆ علم بے عمل اور عمل بے اخلاص غیر مفید ہے۔

☆ دو رکعتیں جو اخلاص کے ساتھ پڑھی جائیں ایسی بہت سی رکعتوں سے بہتر ہیں جو اخلاص سے خالی ہوں۔

☆ خدمت خلق کیا کرو۔

تصوف بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

تصوف کے لئے چار چیزیں
یعنی کم گفتن، کم خفتن، کم خوردن، کم اختلاط نمودن،

☆ ابتداء میں ذاکر کو بہ نسبت درود شریف کے اسم ذات کی کثرت کرنی چاہیے کیونکہ درود شریف کا مزاج سرد اور اسم ذات کا گرم ہے اور مبتدی کے لئے اسم ذات کے عشق کی گرمی ہی مطلوب ہے۔

مکھیاں گڑ پر اکھٹی ہوتی ہیں اور چیونٹیاں گھی پر، اور شیطان جب دیکھتا ہے کہ میرا شکار ہاتھ سے نکلا جارہا ہے اس کو اپنی قید میں رکھنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔

☆ جس قدر پیر کی عزت سالک کے دل میں ہوگی اسی قدر اس کو فائدہ ہوگا الطریق کلہ ادب، ادب ہی سے سب کچھ ملتا ہے، میں حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں کتے کی طرح مجلس کے کنارے پر بیٹھا کرتا تھا۔

فروتنی است نشان رسیدگان کمال

کہ چوں سوار بمنزل رسید پیادہ شد

☆ طالبان مولیٰ میں سے بعض پر حالات و واردات اور جذبہ وغیرہ طاری ہوتے ہیں اور بعض پر نہیں ہوتے لیکن انعام الٰہی میں سب برابر ہوتے ہیں۔ ریل گاڑی میں سفر کرنے والے دو آدمیوں میں سے ایک جاگتا ہوا راستہ کی سیر کرتا جا رہا ہے اور دوسرا سوتا ہوا سفر طے کر رہا ہے۔ منزل مقصود پر پہنچنے میں یہ دونوں برابر ہیں۔

☆ ایک کپڑا اپنے لئے رکھا کرو، خواہ پڑکا ہو یا تہبند مگر تہبند رکھنا افضل ہے۔

☆ میری جماعت کے ہر آدمی کو تین چیزیں مسواک، عصا، تسبیح ساتھ رکھنی چاہئیں۔

☆ ذکر قلبی زیادہ کیا کرو۔ ہاتھ کار ول، دل یار ول (طرف) یہ جہان فانی ہے اللہ کا نام ہی کام آئے گا اور بس۔

صاحبو! پیر ہو تو صاحب شریعت ہو ورنہ شیطان سے بھی بدتر ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

پس بہر دستے نباید داد دست

☆ مولوی صاحبان! طلباء کی خدمت کیا کرو اور اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کیا کرو،

☆ ہر وقت ذکر ہونا چاہئے کوئی لحظہ غفلت میں نہ گزرے۔

☆ آیت **لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ** ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں اتری ہے۔ دل بیار دست بکار۔ ظاہر با خلق باطن با خدا ہونا چاہئے۔

ازدروں شو آشنا واز بیروں بیگانہ شو

ایں چنیں زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

☆ پیر کا حق ماں باپ کے حق سے زیادہ سمجھو یہ جسم کی پرورش کرتے ہیں اور وہ روح اور ایمان کی اور یہ دونوں چیزیں بڑی نعمت ہیں۔ ماں باپ کی خدمت کی طمع رکھتے ہیں اور پیر بے طمع خدا کے لئے خدمت کرتا ہے۔

☆ نظر کو بچایا کرو، بہت سے گناہ اسی سے سرزد ہوتے ہیں۔

☆ نفس اور شیطان انسان کے بڑے دشمن ہیں ان پر غالب آنا ہی بڑا کمال ہے۔

نفس و شیطاں مے برندازرہ ترا

تابینداز زند اندر چہ ترا

☆ شیخ کے بغیر خدا کا راستہ نہیں ملتا: کلام اللہ خدا کا کلام ہے۔ مگر استاد سے پڑھنا پڑتا ہے۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ صدیق تو کس کو دوست رکھتا ہے؟ عرض کیا آپ کو۔ آپ نے فرمایا اور اللہ کو۔ عرض کیا اگر آپ نہ ہوتے تو ہم کو کیا خبر تھی کہ اللہ کون ہے اور شریعت کیا شے ہے۔ سبحان اللہ سچ ہے۔

گر تو سنگ خارا و مرمر شوی

چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

☆ پیشوا کی پیروی بڑی ضروری چیز ہے دیکھو امام مقیم کے پیچھے مسافر مقتدی کی فرض نماز دو رکعت سے چار رکعت ہو جاتی ہے۔

☆ اگر پیر سے محبت سچی و پکی ہو تو ہزار کوس دور بیٹھے ہوئے بھی فائدہ پہنچے گا، بشرطیکہ وہ پیر کامل ہو لوٹنے والا رسمی پیر نہ ہو۔

☆ مستعد طالب اگرچہ دور بیٹھا ہو شیخ کی توجہ اس کی طرف بجلی کی طرح ہوتی ہے۔ بشرطیکہ طالب کے دل میں شیخ کی محبت ہو۔ کیمیا کا نسخہ صرف سیکھنے سے کیمیا گر نہیں بنتا۔

☆ ایک روز سفر میں سب کی روٹیاں تیار ہو گئیں اور خواجہ صاحب کی کچی رہی فرمایا سبحان اللہ ایک مرتبہ صحابہ کی روٹیاں پک گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کچی رہ گئی۔

☆ نیک مسلمان کے سانس اور پسینہ سے بدبو نہیں آتی اور کافر خواہ کیسا ہی صاف رہے بدبودار ہوا کرتا ہے اور خاصان خدا میں سے خوشبو آیا کرتی ہے۔

کتنا ہی قحط ہو بلبل کبھی گندگی نہیں کھائے گی مسلمانو! تمہیں بھی بلبل کی طرح ناجائز گندگیوں سے بچنا چاہئے، کوے جیسا سیانا بن کر گندگی میں منہ نہ ڈالا کرو۔ فرمایا شیر کا بچہ بھی شیر ہی ہوتا ہے۔

بچہ بط اگر شبینہ بود

آب دریاش تابسینہ بود

☆ لڑکی پر پیسہ لینے والا ہمیشہ مفلس ہی رہتا ہے کبھی آسودہ نہیں ہوتا۔

☆ اگر کوئی چاہے کہ میری روزی میں برکت ہو تو طعام کا ادب کرے اور مشکل کا حل چاہے تو مسجد کی خدمت کرے۔

☆ اگر لوگ شریعت پر چلیں اور ہندوؤں سے لین دین نہ رکھیں تو وہ چند دن میں دولت مند بن جائیں۔

☆ ایک مرتبہ میرے پاس کیمیا دریافت کرنے والا آیا میں نے کہا کہ میری کیمیا تو اسم ذات ہے اگر سیکھنا چاہتا ہے تو سیکھ لے۔

☆ مولوی صاحبان گھر کے بڑے دلدادہ ہوتے ہیں یاد رکھو ہر وقت گھر کا طواف کرنا عمر کو گھٹاتا ہے اس کام میں اعتدال اور میانہ روی اچھی شے ہے۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب غسل فرماتے تھے تو اندر دروازہ بند کر کے کپڑا باندھ کر غسل فرماتے آج مسلمان باہر ننگے ہو کر نہاتے ہیں اور ستر نہیں چھپاتے۔

کھانے کے آداب سے متعلق نصیحت:

☆ ایک گاؤں میں پہنچے ارد گرد کے لوگ کافی جمع ہو گئے حضرت نے فرمایا ادھر ادھر کے جو لوگ ملاقات کے لئے جمع ہوئے ہیں وہ صاحب دعوت کے مہمان نہیں ان کو اپنا کھانا خود مہیا کرنا چاہئے یا چلا جانا چاہئے، میزبان پر میری وجہ سے بوجھ ڈالنا اچھا نہیں ہے۔

ایک شخص کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ گیا اس نے انگلی سے بوٹیاں اپنی طرف اور ہڈیاں میری طرف کر دیں۔ صاحبو! کھانے میں جو بری عادتیں پیدا ہو گئیں ہیں ان کو دور کرو، کھانا کھاتے ہوئے چپ رہنا بھی برا ہے۔

☆ قرض لے کر شادی رچانا پیر وغیرہ کی دعوت دھوم دھام سے کرنا اچھا نہیں اگر دس آدمی کا کھانا میسر آئے اور آدمی چالیس ہوں تو طعام سب پر تقسیم کر دیا جائے۔ فقیروں کو بھی چاہئے کہ وہ تھوڑے پر قناعت کریں جو ملے اس پر شکر کریں جو نہ ملے اس پر صبر کیا کریں۔ پس قرض ہرگز نہ لیں۔ نہ قرض اٹھانے پر کسی کو مجبور کریں۔

☆ حضرت بابا فرید گنج رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر میں ڈیلے (کریر کا پھل) بے نمک پکایا جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا لوگو! یہ جہان فانی ہے اگلے جہان کے لئے کچھ کما لو وقت ضائع نہ کرو مسجدیں آباد کرو، بیاہ شادی شریعت کے مطابق کیا کرو، نٹ، کنجر، مراسی وغیرہ نہ بلایا کرو، بیٹی پر حق مہر شرعی کے علاوہ کوئی اور رقم لینی دینی جائز نہیں۔

فرمایا کہ جلدی سے کسی کو کافر نہ کہا جائے جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کے قول و فعل کی توجیہہ نکالا کرو، کفر بواح یعنی کھلم کھلا ثابت ہونے پر شریعت کا حکم سنایا کرو، جھگڑے فساد میں نہ پڑا کرو، میں نہ دیوبندیوں کا شاگرد ہوں اور نہ مرید، مگر تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میرے وہی عقیدے ہیں جو دیوبندیوں کے ہیں، اہل دیوبند حق پر ہیں اور تم مجھے اس معاملہ میں دیوبندی سمجھو۔

فیض باطنی کا اثر:

☆ فیض باطنی کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان میں آہستہ سے اللہ اللہ اللہ تین بار کہا جس کے اثر سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ بھر گیا اور جب ضبط کی تاب نہ لا سکے تو کنوئیں پر جا کر اللہ اللہ کا نعرہ مارا تب کہیں جوش ٹھنڈا ہوا۔ مگر کنوئیں کا پانی اس کے اثر سے ابلنے اور باہر نکلنے لگا۔

کارساز ما بفکر کار ما
فکر ما در کار ما آزار ما

☆ ہماری جماعت پر ذکر قلبی کی وجہ سے پاک ارواح کا بروز ہوتا ہے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ پاک روحیں اپنی غذا پر آتی ہیں ان کی غذا اللہ کا ذکر ہے جب گڑ پر مکھیاں اور گھی پر چیونٹیاں جمع ہو جاتی ہیں تو روحوں کا اپنی غذا پر آنا کیا بعید ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کی درخواست کو رد نہیں کرتا۔

''آنچہ بہاؤالدین گوید خدا آں می کند''

☆ جو شیخ اہل جذبہ کی دل سے مخالفت کرتا ہے نقصان اٹھاتا ہے۔

☆ جس طرح انڈے مرغی کے نیچے چوزے بن جاتے ہیں اور اس کے پروں سے علیحدہ رہنے والے گندے ہو کر پھینکے جاتے ہیں اسی طرح جو مرید پیر سے تعلق رکھے گا وہ فائدہ میں رہے گا اور علیحدہ رہنے والا ہمیشہ خراب اور خستہ رہے گا۔

☆ وہ علم جو حق کی طرف رہبری نہ کرے وہ سراسر جہالت ہے۔

علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

☆ میں تو ذکر ہر ایک کو بتا دیتا ہوں ہندوؤں کو بتانے سے بھی دریغ نہیں کرتا تا کہ ان کو اسلام کی قدر معلوم ہو، دراصل ہادی تو اللہ ہی ہے اور بس۔

☆ ارشاد دنیا میں اسی ابدال میں، چالیس ملک شام میں ہیں اور چالیس دیگر ممالک میں اسلیئے ملک شام کو برکت والا کہا جاتا ہے۔

لو لا الصالحون لهلک الطالحون بهم

یرزقون وبهم یمطرون.

''(واقعی انہی لوگوں کی برکت سے دنیا قائم ہے)''

شعر کہنے کی اجازت:

☆ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں راگ (گانا رائج) نہ تھا۔ اور جن لڑکیوں کا گانا ثابت ہے وہ غیر مکلّف اور نابالغہ تھیں البتہ اللہ اور اس کے رسول کی تعریف میں اس قسم کے اشعار پڑھے جاتے۔

انت شمس انت قمر انت نور فوق نور

انت لاشک محمد انت مفتاح الصدور

☆ گانے بجانے سے شہوت کا غلبہ اور نفس پرستی کا خیال آتا ہو جو شرعاً گناہ ہے۔ فرمایا شطرنج کھیلنا اور دیکھنا دونوں گناہ ہیں۔

☆ فقیری، شعبدے دکھانے کا نام نہیں ہے۔ مسلمانوں کو گمراہی سے نکال کر ہدایت پر لگانا اور شریعت کا پابند بنا دینا کمال ہے انبیاء علیہم السلام یہی تو کیا کرتے تھے۔

☆ دیوانے کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور نہ وہ کفریہ کلمات بکنے سے کافر ہوتا ہے تو غلبہ حال اور جذبہ کے وقت اہل جذبہ کی شطحیات پر کیونکر پکڑ ہو سکتی ہے۔

☆ دنیا میں رہ کر پھر اس سے بے تعلق رہنا کمال ہے۔ مرغابی دریا میں تیرنے اور غوطے مارنے کے باوجود جب اڑتی ہے تو اس کے پر خشک ہوتے ہیں۔

میں نے دین الٰہی کی خدمت کے لئے کمر ہمت باندی، میرے مولیٰ نے اس جنگل و بیابان کی طرف لوگوں کے قلوب متوجہ کر دیئے اور وہ دور دراز جگہ سے چل کر بلا کسی اشارے اور بغیر طلب کے میری خدمت کرتے ہیں سچ ہے لینصرن اللہ من ینصرہٗ.

کارساز ما بفکر کار ما

فکر ما در کار ما آزار ما

حضرت خواجہ ابوالحسن کا الہام:

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا کہ اے ابوالحسن اگر تیری صلاح ہو تو میں تیرے عیب ظاہر کر دوں پھر تجھے کوئی سلام کرنے والا بھی نہ رہے۔ حضرت پر اس کلام سے جذبہ طاری ہو گیا کہنے لگے کہ یہ تو تیری مرضی ہے لیکن اگر میں تیرا فضل اور مہربانیاں ننگی (صاف صاف بیان) کر دوں تو کوئی تجھے سجدہ کرنے والا بھی نہ رہے۔

شیخ سعدی بوستاں میں فرماتے ہیں:

مکن عیب درویش نادان مست

غریق است ازاں مے زند پاؤ دست

کسالیکہ ایزد پرستی کنند

با آواز دلاب مستی کنند

نہ بم داند آشفتہ ساماں نہ زیر

بر آواز مرغے بنا لد فقیر

فقیر کو مستی اور جذبہ آنے کے لئے طبلہ اور سارنگی کی ضرورت نہیں وہ رہٹ کی چرخچوں (آواز) اور مرغ کی آواز پر روتا اور شور مچاتا ہے الحمد اللہ میری جماعت میں ایسے آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

ایک مجذوبہ کا قصہ:

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجذوبہ عورت کو سر برہنہ دیکھ کر فرمایا ''سر برہنہ میردی'' مجذوبہ نے جواب دیا ''گل برہنہ مے باشد'' حضرت نے فرمایا: خلق رامے فریبی'' اس نے کہا ''دل رامے فریبم'' مجذوبہ کا یہ عاشقانہ اور مستانہ کلام سن کر حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے بے اختیار لفظ اللہ نکلا۔ وہ مجذوبہ اسم ذات کو سنتے ہی جل کر خاک ہو گئی۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو اس واقعہ سے سخت رنج ہوا۔ اور اپنے نفس کو ملامت کی کہ کمبخت تو عشق الٰہی میں اس عورت جیسا بھی نہ بنا۔ پھر جناب الٰہی میں مناجات کی کہ خدایا اس نعمت سے مجھے کیوں محروم رکھا۔ فرمان ہوا کہ شبلی ہم نے تجھے رہبر خلق بنایا ہے اگر تو مخلوق تجھ سے کس طرح فیضیاب ہوتی۔ یہ عورت جب سے پیدا ہوئی ہے اس نے ایک دفعہ میرے

ایک بندے سے اللہ کا نام سنا تو حسن و جمال دیدیا اور دوسری دفعہ تجھ سے میرا نام سنا تو جان دیدی۔

حکایت: حضرت بہاؤ الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ایک بزرگ تشریف لائے' گھر والوں سے پوچھا کیا حال ہے؟ صاحبزادے نے عرض کیا یوں تو حال اچھا ہے مگر لوگوں کا رجوع شاہ گردیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بہت ہے۔ کیونکہ ان کے کنوئیں کا رہٹ خود بخود چلتا ہے اور شاہ صاحب کا ہاتھ قبر سے باہر نکلتا ہے۔ لوگ اس کو کرامت سمجھ کر ان کی طرف سے رجوع زیادہ کرتے ہیں بزرگ یہ سن کر وہاں پہنچے اور رہٹ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تو حکم الٰہی سے چل رہا ہے تو چلتا رہ اور اگر کوئی اور چلاتا ہے تو رک جا، یہ کہتے ہی وہ رک گیا اور ہاتھ جو باہر آتا تھا اس پر آفتابہ سے تین مرتبہ پانی ڈالا پھر ہاتھ کبھی باہر نہ آیا۔ فرمایا کہ کنواں چلانے والا ہمزاد تھا جو شاہ صاحب نے تابع کر رکھا تھا مرنے کے وقت شاہ صاحب نے اس کو منع نہیں کیا تھا اس لئے وہ چلاتا رہا، اور ہاتھ کے باہر نکلنے کی وجہ یہ تھی کہ غسل دینے کے وقت ہاتھ کا کچھ حصہ خشک رہ گیا تھا۔ اب اس کو دھو دیا ہے لہٰذا پھر کبھی نہ نکلے گا۔ بات یہ ہے کہ جس کو کسی استاد کامل یا شیخ کامل کا ہاتھ لگ گیا وہ کوئی چیز بن گیا اور جس کو کوئی کامل نہ ملا وہ ویسے کا ویسا ہی رہا۔ اور انسانیت حاصل نہ کر سکا۔

ایک مسجد اور کچھ جھونپڑیاں چھپر ڈال کر تیار کیں اس مقام کا نام فقیر پور شریف تجویز کیا گیا۔

خانقاہ یعنی مدرسہ سلوک

بظاہر تو یہ کاشتکاری یا زمینداری کی صورت تھی لیکن حقیقت میں تزکیہ نفس کا واحد ذریعہ اور تعلیم سلوک کا مدرسہ تھا جس میں سالکین کو مسکنت اور علو ہمتی سکھائی جاتی اور ریاضت و نفس کشی کی تعلیم دی جاتی تھی حضرت خود بنفس نفیس سب سے پہلے اس میں شریک ہوتے، لنگر کے لئے لکڑیوں کا گٹھا اپنے سر پر اٹھا کر لاتے اور کاشتکاری کے لئے اپنے ہاتھ سے ہل چلاتے، زمین کی آمدنی سے بحصہ رسدی اہل و عیال کا خرچ نکالتے اور فرمایا کرتے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں درویشوں کا خادم بنایا ہے ان کی خدمت کرتے ہیں۔ مسکین پور میں خانقاہ اور آخر دم تک اس خانقاہ میں اپنے مریدین و منتسبین کی اصلاح و تربیت فرماتے رہے۔ امیر و غریب، عالم و بے علم، ہر طبقہ اور ہر علاقہ کے لوگ اس خانقاہ میں حاضر ہو کر اپنے نفوس کی اصلاح اور اپنے قلوب کی جلا کراتے تھے۔ اصحاب صفہ کی خانقاہ کا صحیح نقشہ یہاں نظر آتا تھا۔ خود کچی اینٹیں تیار کر کے ہی صدر اول کی طرز کے کچے اور چھوٹے چھوٹے حجرے و مکانات تعمیر کئے گئے اور ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی۔ عام لنگر جاری فرمایا کسی سے اس کے لئے کوئی رقم نہ لی۔

جذبہ تبلیغ کے اثرات:

بیرون ہند تمام ممالک اسلامیہ میں اس کثرت اور تیزی سے پھیلے کہ کوئی گوشہ آپ کے فیض سے خالی نہ رہا۔ اور آپ کے بعد بھی آپ کے خلفاء کے خلفاء اور خلفاء سے یہ سلسلہ بحمد اللہ تا امروز بدستور جاری ہے۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا عبد الغفور صاحب عباسی مدنی قدس سرہٗ رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ سے یہاں پر مسجد کی اصلاح و مرمت اور حجروں اور کمروں کی جدید پختہ تعمیرات اور دیگر اصلاحات سے خانقاہ کا نظام بہتر ہوتا جا رہا ہے اور اس کے ماتحت ایک دینی مدرسہ بھی اچھے نظم و نسق کے ساتھ چل رہا ہے جس میں قرآن مجید کی حفظ و ناظرہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ابتدائی کتب درسیہ کی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق و ترقی و استقامت نصیب فرمائے۔ آمین۔

دہلی کے تبلیغی سفر میں درد نے فالج کی صورت اختیار کر لی، بیماری کی حالت میں حضرت مسکین پور شریف پہنایا گیا تقریباً نصف ماہ بیمار رہ کر چوراسی سال کی عمر میں جمعرات کے دن رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ کی چاندرات مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

شکل و شمائل

آپ کا رنگ گندمی، قد مبارک درمیانہ، سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو مہندی لگاتے تھے، پیشانی مبارک سے انوار تجلیات ہر وقت عیاں تھے، بدن گداز تھا، کاشتکاری اور مشقت کے کام کرنے کی وجہ سے بدن نہایت مضبوط ٹھوس اور گٹھا ہوا، تھا، پیرانہ سالی کے باجود آپ کے بدن میں ذرا

بھی ڈھیلا پن نہیں تھا۔

لباس وطعام

لباس سادہ اور موٹا پہنتے تھے عام طور پر سفید لٹھے وغیرہ کا کرتہ اور سفید یا نیلا تہبند پہنتے اور سر پر سفید لٹھے وغیرہ کی ٹوپی کے اوپر سفید ململ کا عمامہ باندھتے تھے۔ ایک بڑے سائز کا رومال رکھتے جو عام طور پر نیلے رنگ کا ہوتا۔ سخت سردیوں میں ایک سفید کرتہ اور معمولی چادر زیب تن ہوتی تھی کمبل وغیرہ بہت کم استعمال فرمایا کرتے تھے۔ عمامہ خود بھی باندھتے اور نماز کے وقت امام کو بالخصوص عمامہ باندھنے کی ہدایت فرماتے۔

کھانے میں ''ازکی طعاماً'' بازار کی کوئی چیز کبھی نہ کھاتے فضول مباحات سے پرہیز کرتے شاید بقاء حیات کے لئے ایک چپاتی کھالیتے ہوں۔

خلافت کے بعد ابتداء میں سخت افلاس اور تنگدستی تھی۔

کثرت ذکر

حضرت خواجہ غریب النواز قدس سرۂ کھیت میں ہل چلاتے ہوئے اسم ذات کا ذکر بھی کرتے تھے اور تسبیح پر اس کو شمار کرتے جاتے تھے ایک مرتبہ کام کے ختم ہونے پر ذکر کا شمار اسی ہزار مرتبہ ہوا۔

مجاہدہ

ایک روز موجودہ زمانہ کی بے ذوقی اور کم ہمتی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا یہ عاجز پیر کی خدمت میں حاضری کے لئے دو اڑھائی سو میل کا سفر پیدل طے کرتا تھا اور ایک ایک مہینہ دو چار سیر دانوں پر قناعت کرتا تھا ایک دفعہ صرف دو آنے ہی پاس تھے۔ تو گاجروں اور چنوں پر گزارہ کیا۔

ایک روز اپنی بستی میں آپ ذکر بتا رہے تھے کہ نمبردار پر جو اس کا منکر تھا جذبہ ہوگیا اور کچھ دن کے بعد اس کے بھائی کو بھی جذبہ ہوگیا پھر تو ہر طرف چرچا ہونے لگا اور اتنا بڑھا کہ دور دور کے علاقوں تک پہنچ گیا۔ حق غالب ہے۔

عشق پیالہ پیر پلایا ہونیاں مست دیوانیاں میں
عشق رسالہ پیر پڑھایا پڑھن پڑھاون سب کچھ کھوایا
عشق رسالہ جیبن من پڑھیا پڑھن پڑھاون سب کچھ کھڑیا
چھاتی بھن کے اندر و ڑیا واہ واہ شور مچایا میں
کامل پیر عشق رسالہ مینوں خوب پڑھایا ویں

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا بھائی عمر مجھ سے ناراض ہوگیا ہے میرا قصور ہے ان سے میری خطا معاف کرا دیجئے، پھر حضرت عمر حاضر ہوئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا قصور تھا مجھ سے میرے بھائی ابوبکر کو راضی کرد بعض اہل جذبہ غلبہ حال کی وجہ سے کوٹھے کے اوپر سے زمین پر گر جاتے تھے مگر کوئی ضرب نہ آتی تھی۔

آپ کی مجلس ذکر و مراقبہ

وہ تجھ کو دیکھا ہے جس نے اس کو خدا کا ملنا محال کیا ہے
دکھا دے مجھ کو جمال اپنا جاں بلب ہوں یہ ٹال کیا ہے

فرمایا: جس کو یہ انگلی ایک مرتبہ لگ گئی وہ ان شاء اللہ جذبہ یا ذکر الٰہی میں مرے گا۔

ایک روز حلقہ فرمایا اور مراقبہ کرتے ہوئے تسبیح گھمائی اور یہ اشعار پڑھے۔

اے طالب راہ خدا مشغول شودر ذکر ہو
وے سالک راہ ہدیٰ مشغول شودر ذکر ہو
اے خفتہ دل بیدار شو غفلت مکن ہشیار شو
درباد او ہشدار شو مشغول شودر ذکر ہو
ہر دم خدارا یاد کن دل راز غم آزاد کن
بلبل صفت فریاد کن مشغول شودر ذکر ہو
مومنا ذکر خدا بسیار گو
تا بیابی دردو عالم آبرو
ذکر کن ذکر تا ترا جان است
پاکی دل زذکر رحمٰن است
عام رانہ بود بجز ذکر زباں
ذکر خاصاں باشد از دل بے گماں

حضرت شیخ نے صاف کر کے گندم کا ڈھیر لگایا ہوا تھا اندازے میں تیرہ من یا پندرہ من ہوتا تھا۔ تقریباً پچاس ساٹھ آدمی تھے اشراق کے وقت سے وہ گندم اٹھانا شروع کیا حتیٰ کہ دوپہر ہوگئی پھر بعد نماز ظہر حضرت شیخ اور سب لوگ عصر اور عصر سے مغرب ہوگئی حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! مخلوق

خدا کو تکلیف دینے والی جو برکت باہر ظاہر ہو رہی ہے کیا وہ اندر نہیں ہوسکتی۔ فرمایا ہاں ہوسکتی ہے۔ پھر سب چل پڑے اور ایک ہی پھیرے میں گندم ختم ہوگئی۔ سال بھر تک مخلوق خدا کھاتی رہی حالانکہ تقریباً تین چار سو مہمان روز کھانا کھاتے تھے۔

مسلمانوں جب کسی کے گھر بچہ پیدا ہو تو اس کو سفید پاک کپڑے میں لپیٹا جائے۔ نیک آدمی سے چھوارہ چبوا کر اس کے تالو پر لگائیں اور ماں بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے اور بسم اللہ شریف پڑھ کر بچہ کو دودھ دے اور سلانے کے وقت یہ لوری دیا کرے۔

حسبی ربی جل اللہ ما فی قلبی غیر اللہ
نور محمد صلی اللہ لا الٰہ الا اللہ

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

حضرت خواجہ معین الدین کا اجمیر پہنچنا:

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جب اجمیر پہنچے تو ہندوستان میں راگ و رنگ کا چرچا پایا، لوگوں کو جمع کرنے کے لئے آپ نے یہی طریقہ اختیار کیا۔ جب لوگوں کا ہجوم ہونے لگا تو آپ نے وعظ اور تبلیغ کا سلسلہ جاری کر دیا کچھ عرصہ میں لوگ کافی تعداد میں مسلمان ہوگئے راجہ کو یہ بات پسند نہ آئی اس لئے راجہ نے چڑھائی کر دی خواجہ صاحب نے مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے راجہ کو شکست دی اور اسلام کا جھنڈا خواجہ صاحب کے ہاتھ سے ہندوستان میں گڑھ گیا۔ ہم نے زور زور سے اللہ کرنا شروع کر دیا تا کہ حق کی منادی ہو اور لوگ جمع ہو جائیں۔ ورنہ فقیری جتانی مقصود نہیں ہے اور نہ خدا تعالیٰ کو سنانا مطلوب ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔

الہامات و منامات صادقہ

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک روز الہام ہوا من لم یعرف الولی فکیف یعرف النبی (ترجمہ: جس نے خدا کے ولی کو نہ پہچانا وہ نبی کو کیا پہچانے گا۔)

فرمایا: ایک دن یہ مصرع دل میں القاء ہوا طعام اغنیاء ظلمت فزا اللہ (ترجمہ: مالداروں کا کھانا ظلمت کو بڑھاتا ہے)

فرمایا: ایک روز ختم کے لئے کھجور کی گٹھلیاں اچھی اچھی جمع کر رہا تھا۔ ایک گٹھلی جو کس قدر پیچدار تھی اور صاف نہ تھی اس کو علیحدہ کرنے کا ارادہ کیا تو وہ گٹھلی مجھ سے اس طرح گویا ہوئی کہ اے خوبصورت اگر میں بدصورت ہوں تو میرے خالق نے مجھے ایسا بنایا ہے تو اس میں عیب کیوں نکالتا ہے اگر کر سکتا ہے تو مجھے خوبصورت بنا دے۔ اسے بوسہ دیکر ختم کی گٹھلیوں میں شامل کر لیا۔ جب کسی ختم کے وقت وہ گٹھلی سامنے آجاتی تو اس کو چومتا اور بوسہ دے کر رکھ دیتا۔

فرمایا: میری عادت تھی کہ جب میں قضائے حاجت کے لئے باہر جاتا تو فراغت کے بعد لنگر کے لئے لکڑیاں اکھٹی کر کے سر پر لاتا۔ ایک دن ایسی چھوٹی سی لکڑی پر نظر پڑی جس کو چھوٹی ہونے کی وجہ سے اٹھانا نہ چاہا۔ وہ لکڑی کہنے لگی کہ تو نے مجھے چھوڑنے میں اللہ کے کلام کی بھی پرواہ نہ کی اللہ تعالیٰ نے تو فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہٗ فرما کر ذرہ کا اعتبار کیا اور تو نے مجھے ذرہ کے برابر بھی نہ رکھا باوجودیکہ مجھ میں بہت زیادہ ذرات موجود ہیں۔ لکڑی کا یہ کلام سن کر مجھے بہت شرم آئی اور اسے اٹھالیا۔ (حیات فضلیہ)

فرمایا: ایک روز بہت لوگوں کو ذکر بتایا اور توبہ کرائی تو رات کو شیطان خواب میں کہنے لگا کہ تجھے مجھ سے ایسی کیا دشمنی ہے کہ جو تو نے میرے برسوں کے مرید چھین لئے۔ میں نے جواب دیا کہ میں ان شاء اللہ تیرے پھندے سے اور بہت سے آدمی نکالوں گا۔

فرمایا:۔ ایک روز غلطی سے سفر کے اندر کھانے میں بے احتیاطی ہوگئی رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ خنزیر کے بچے میرے ہاتھ کو چاٹ رہے ہیں، گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر نہ سویا۔ صبح کو صاحب دعوت سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نے بازار کا گھی استعمال کیا جو ہندو کے گھر کا تھا۔

فرمایا: ایک روز میں قرآن کریم تلاوت کر رہا تھا اور ہاتھ پاؤں پر رکھے ہوئے تھے ارشاد باری ہوا کہ تلاوت کے وقت ایسی جگہ ہاتھ نہ رکھو اس روز سے جب تلاوت کرتا ہوں تو پاؤں پر کپڑا ڈال لیتا ہوں۔

فرمایا: ایک دن ملکہ کا روپیہ پگڑی کے پلے میں باندھ کر سر پر رکھ لیا۔ ارشاد ہوا کہ اس کی جگہ کمر بند میں باندھ کر نیچے لٹکانے کی ہے۔ سر پر رکھنے کی نہیں۔

ایک واقعہ:

حضرت مولانا عبدالغفور العباسی المدنی قدس سرہ نے اپنی مجلس میں وعظ ونصائح کے دوران یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص حضرت غریب نواز قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عشاء کے وقت عرض کیا کہ حضرت مجھے بیعت فرما لیجئے۔ حضرت نے فرمایا فقیرا! اب تو تم سفر سے تھکے ہوئے آئے ہو آرام کرو کل ان شاء اللہ العزیز تمہیں بیعت کروں گا۔ وہ شخص رات کو سویا اور صبح کو اس نے حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت رات میں نے عجیب خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ میں نے خواب میں آپ سے بیعت کی ہے اور بیعت کے لئے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے آپ نے میرے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے شیخ خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہ کے ہاتھوں میں دیدیئے علی ہذا القیاس ہر بزرگ اپنے شیخ کے ہاتھ میں میرے ہاتھ دیتا رہا یہاں تک کہ جب میرے ہاتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں پہنچے تو آپ نے میرے دونوں ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں دیدیئے اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خواب میں تو مجھے بیعت کا شرف حاصل ہو چکا ہے اب آپ جلدی فرمائیں فقیر کو بیعت فرمایا اور اس کے اس خواب کی تصدیق فرمائی۔

میاں محمد عمر جھنگی کا واقعہ:

میاں محمد عمر صاحب جھنگی دو سالہ لڑکی کو گود میں لئے ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مراقبہ میں بیٹھ گئے اس لڑکی پر حضرت کی توجہ پڑ گئی اور دل جاری ہو گیا رات کو والد کے ساتھ تہجد کے وقت اٹھتی اور اللہ اللہ کرتی، قضائے الٰہی سے کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئی تمام بدن ٹھنڈا ہو گیا تھا لیکن دل گرم اور متحرک تھا۔ کفن کا کپڑا دل کی جگہ سے اٹھتا ہوا نظر آتا تھا بہت سے بدعقیدہ دنیادار اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت کے ہاتھ پر تائب ہوئے۔ (حیات فضلیہ)

حضرت بخاریؒ کے واقعات:

ایک مرتبہ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ کا گزر حضرت شیخ کے قریہ سے ہوا۔ حضرت کی تلاش میں وہ کھیت پر پہنچے، حضرت شیخ اس وقت ہل چلا رہے تھے حضرت شیخ سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے ان کے قلب پر انگلی رکھ کر قلبی ذکر کی تعلیم دی۔ انگلی رکھنے کے ساتھ ہی قلب جاری ہو گیا اور وہ اسی وقت سے عقیدت مند ہو گئے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب نے قادیان جا کر وہاں تقریر کرنے کی تیاری کی تو بوجہ عقیدت حضرت شیخ کے پاس حاضر ہو کر اپنے ہمراہ بذریعہ اسپیشل ٹرین قادیان چلنے کی درخواست کی تاکہ حضرت کے فیض سے اس مہم میں کامیاب ہوں۔ حضرت شیخ قادیان تشریف لے گئے حضرت شاہ صاحب نے حضرت شیخ قبلہ کی صدارت میں جلسہ سے خطاب کیا۔ دوران تقریر میں حضرت شیخ اٹھنے لگے معاً حضرت شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میری مثال پستول کی سی ہے آپ اس میں روحانیت کا بارود ڈالتے رہیں گے میں چلاتا رہوں گا۔ حضرت قبلہ شیخ آخیر وقت تک تشریف فرما رہے اور شاہ صاحب نے نہایت پراثر بصیرت افروز اور مدلل تقریر فرمائی۔ (تجلیات)

مخدوم جندوڈا صاحب حضرت غریب نواز قدس سرہ کی نعتیں سن کر اشک ریزی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آج میں نے روئے زمین پر ولی کا چہرہ دیکھا اور اپنے تمام شہر والوں کو بیعت کرا دیا۔

حدیث شریف:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومن نکیل پکڑے اونٹ کی طرح نرم طبیعت ہوتا ہے۔ جس طرف اس کو لے جانا چاہا چلا گیا اور جہاں ٹھیرانا چاہا ٹھیر گیا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مسلمان لوگوں کے ملنے سے ان کی ایذا رسانی پر صبر کرے وہ اس مسلمان سے بدرجہا افضل ہے جو کسی سے نہیں ملتا اور نہ لوگوں کی تکلیف دہی کو برداشت کرتا ہے۔ (حیات فضلیہ)

سفر کا سامان

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ سفر میں مندرجہ ذیل اشیاء اپنے ہمراہ رکھا کرتے تھے۔ چاقو، استرا، مقراض، کٹورہ، لوٹا، عصا، سرمہ دانی، کنگھا، مسواک، سوئی دھاگا، رومال، عطر،

موچنہ، دیا سلائی، توا، چمٹا، پنسل، کاغذ، ضروری کپڑے، جب لیٹتے تو دائیں کروٹ پر بشکل محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیٹا کرتے۔ سفر اور حضر دونوں حالتوں میں سالک کی تربیت کا خیال رکھتے۔ سفر میں آداب سفر اور اقامت میں عام طور پر نفس کشی کی تعلیم دیتے۔ زمین پر سونے اور سادہ زندگی گزارنے کی عملاً تربیت فرمایا کرتے تھے۔ (حیات فضلیہ)

مشقت:

ابتدائی زمانہ میں حضرت خود اپنے ہاتھ سے چکی میں آٹا پیس کر مہمانوں کے لئے لاتے بیوی صاحبہ روٹیاں پکاتیں اور حضرت سر پر رکھ کر لاتے، اپنی زمین کی پیداوار سے لنگر چلاتے اور فرماتے کہ ہم درویشوں کے نوکر ہیں مزدوری کرتے ہیں اور کھاتے ہیں ورنہ سب کچھ انہی کا ہے اور کبھی یہ شعر پڑھتے

تصوف بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ ودلق نیست

آپ کی جماعت کے لوگوں کو بھی حقہ سگریٹ وغیرہ سے اسی طرح نفرت ہو جاتی تھی آپ فرماتے تھے کہ اس سے ذکر کی کیفیات بند ہو جاتی ہیں، آپ بیعت کرتے وقت جن چیزوں سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے ان میں حقہ سگریٹ اور سنت کے مطابق ڈاڑھی رکھنے کی بھی سخت تاکید فرماتے تھے بے نمازی اور غیر مسلموں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزیں کھانے پینے سے پرہیز فرماتے۔

خلفاء حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے،

(۱) حضرت مولانا کریم بخش مرحوم ساکن بہاولپور گھلوان
(۲) حضرت مولانا عبداللہ بہلوی مرحوم شجاع آباد (ملتان)
(۳) حضرت مولانا حافظ محمد موسیٰ مرحوم جلال پور پیروالہ
(۴) حضرت مولانا نور بخش مرحوم پھلن ضلع مظفرگڑھ
(۵) حضرت مولانا حاجی کریم بخش جنڈ مرحوم فضل پور
(۶) حضرت مولانا عبدالمالک صدیقی مرحوم احمد پور وخانیوال
(۷) حضرت مولانا محمد عبدالغفار مرحوم لاڑکانہ
(۸) حضرت مولانا محمد سعید قریشی مرحوم احمد پور شرقیہ
(۹) حضرت جناب مولانا خواجہ محمد عبدالغفور عباسی جودبائی مرحوم مہاجر مدینہ طیبہ رحمۃ اللہ علیہ
(۱۰) حضرت مولانا خواجہ محمد معصوم جودبائی
(۱۱) حضرت مولانا خواجہ عبدالقیوم چغرزئی جعدبائی
(۱۲) حضرت مولانا خواجہ عبدالرشید کے خیل چغرزئی
(۱۳) حضرت مولانا خواجہ اللہ دتہ مرحوم بیٹ داہی پرگنہ جلال پور
(۱۴) حضرت مولانا خواجہ حافظ عبدالعزیز حیدرواہن ڈیرہ غازی خان
(۱۵) حضرت مولانا خواجہ حافظ اللہ بچایا مرحوم عبداللہ پور بہاولپور
(۱۶) حضرت مولانا خواجہ محمد یوسف مرحوم چتی گوٹھ
(۱۷) حضرت مولانا خواجہ عتیق اللہ والئی علاقہ بنیر سرحد
(۱۸) حضرت مولانا خواجہ محمد مسلم مرحوم لائکپور
(۱۹) حضرت مولانا خواجہ بخش شاہ مرحوم بہاولپور
(۲۰) حضرت مولانا خواجہ فقیر محمد بخش مرحوم حاجی پور ڈیرہ غازیخان
(۲۱) حضرت مولانا خواجہ نور محمد مرحوم جلال پور پیروالہ
(۲۲) حضرت مولانا خواجہ بشیر احمد مرحوم احمد پور شرقیہ
(۲۳) حضرت مولانا خواجہ علی محمد پہاڑی
(۲۴) حضرت مولانا خواجہ ظہیر الدین ٹوبہ ٹیک سنگھ
(۲۵) حضرت مولانا خواجہ کمال محمد جلال پور پیروالہ
(۲۶) حضرت مولانا خواجہ لطف اللہ شاہ ڈیرہ غازی خان
(۲۷) حضرت مولانا خواجہ غلام محمد شاہ مرحوم ترنڈہ بہاولپور
(۲۸) حضرت مولانا خواجہ عبدالواحد مرحوم باگا پٹہ سندھ
(۲۹) حضرت مولانا خواجہ سید حسن علی شاہ مسکین پور
(۳۰) حضرت مولانا خواجہ احمد اللہ اخوندزادہ لنگر سرائے علاقہ سرحد آزاد
(۳۱) حضرت مولانا خواجہ سید کرم حسین شاہ بخاری مرحوم لسوڑی تحصیل شجاعباد
(۳۲) حضرت مولانا خواجہ خدا بخش لیل مرحوم ساکن بیٹ کچھ جلال پور پیروالہ
(۳۳) حضرت مولانا خواجہ عبدالرحمان مرحوم حویلی لانگ
(۳۴) حضرت مولانا خواجہ نور احمد مرحوم ہٹاڑی مظفرگڑھ
(۳۵) حضرت مولانا خواجہ احمد دین اوچ شریف
(۳۶) حضرت مولانا خواجہ نذیر احمد مرحوم احمد پور شرقیہ
(۳۷) حضرت مولانا خواجہ حاجی واحد بخش مرحوم ٹانوری
(۳۸) حضرت مولانا خواجہ عبدالستار لنگر پرگنہ جلال پور پیروالہ
(۳۹) حضرت مولانا خواجہ اللہ دتہ مرحوم عمر پور پرگنہ جلال پور پیروالہ

(۴۰) حضرت مولانا خواجہ عبدالخالق جلال پور کھاکھی
(۴۱) حضرت مولانا خواجہ حافظ غلام حیدر احمد پور شرقیہ
(۴۲) حضرت مولانا خواجہ نور الحسن رحمۃ اللہ چنی گوٹھ بہاولپور
(۴۳) حضرت مولانا خواجہ مستجاب خاں چترال
(۴۴) حضرت مولانا خواجہ علی مرتضیٰ ڈیرہ غازی خان (گدائی)
(۴۵) حضرت مولانا خواجہ عبدالرحمان مرحوم مدیجی سندھ
(۴۶) حضرت مولانا خواجہ اختر محمد شاہ مرحوم مدیجی علاقہ سندھ
(۴۷) حضرت مولانا خواجہ سید غلام دستگیر ہالانی سندھ رحمۃ اللہ علیہ
(۴۸) حضرت مولانا خواجہ حاجی نور محمد مرحوم خیر پور ڈاہا
(۴۹) حضرت مولانا خواجہ عبدالمالک مظفر گڑھ رحمۃ اللہ علیہ
(۵۰) حضرت مولانا خواجہ نبی بخش مرحوم باگڑجی سکھر
(۵۱) حضرت مولانا خواجہ سعد اللہ قنبر لاڑکانہ
(۵۲) حضرت مولانا خواجہ محمد صالح گجرات
(۵۳) حضرت مولانا خواجہ محمد یار راناطہن پرگنہ لودھراں
(۵۴) حضرت خواجہ محمد منیر مرحوم احمد پور شرقیہ
(۵۵) حضرت خواجہ غلام حسن مرحوم ساکن بنبلی ڈیرہ غازی خان
(۵۶) حضرت خواجہ محمد رمضان کوٹ چھٹہ ڈیرہ غازی خان
(۵۷) حضرت مولانا خواجہ عطاء اللہ شاہ ڈیرہ غازی خان
(۵۸) حضرت مولانا خواجہ حسن جھگی والے مظفر گڑھ
(۵۹) حضرت خواجہ سید عبداللہ شاہ بنیری رحمۃ اللہ علیہ کراچی
(۶۰) حضرت خواجہ غلام محی الدین رنگ پور
(۶۱) حضرت مولانا خواجہ فیروز شاہ صاحب جہلم
(۶۲) حضرت خواجہ محمد عبداللہ رام پور نینی تال رحمۃ اللہ
(۶۳) حضرت خواجہ خدا بخش سندھ
(۶۴) حضرت خواجہ علی محمد نمرو۔ قلات
(۶۵) حضرت مولانا خواجہ علی محمد بیٹ والا
(۶۶) حضرت مولانا خواجہ محمد یونس مراد آباد

اب چند مشہور خلفاء کا مختصر تعارف کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ

(۶۷) حضرت مولانا عبدالغفور مدنی قدس سرہٗ سے قرابت رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ سے بیعت ہوگئے اور سلوک طے کرنے کے بعد صاحب اجازت ہو کر تبلیغ سلسلہ میں مشغول ہوگئے۔

حضرت مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

(۶۸) احمد پور شرقیہ اور خانیوال میں آپ کی رہائش گاہ ہے۔ حضرت شیخ کے بڑے خلفاء میں سے تھے آپ علم دین بھی اور سلوک میں بھی کامل تھے۔ اکثر حضرت شیخ کے ہمسفر رہے بالخصوص دہلی دیوبند و دیگر مقامات ہندوستان کے سفر میں آپ کا بہت ساتھ رہا ہے اور آپ کی زیادہ عمر دہلی و ہندوستان کے اکثر مقامات اور پنجاب و سرحد کے تبلیغی سفروں میں گزری ہے۔ مخلوق خدا کو بہت فائدہ پہنچا۔ تجلیات کا مطالعہ فرمائیں۔ جامع مسجد و مدرسہ و قبر شریف و صاحبزادہ آپ کے جانشین خواجہ عبدالماجد صاحب خانیوال میں رونق افروز ہیں۔

حضرت مولانا مستجاب خان رحمۃ اللہ علیہ

(۶۹) ساکن چترال آپ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی وفات کے وقت مسکین پور شریف میں موجود تھے۔ کم گو، بڑے پائے کے عابد وزاہد بزرگ ہیں، سلسلہ عالیہ کی خدمت علاقہ چترال میں بہت کی کثیر تعداد میں مریدین موجود ہیں۔ چترال اور روس کی سرحد پر تشریف لے جاتے اور تبلیغ کرتے۔ بہت سے کافروں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ بہت سے شیعوں کو اہل سنت والجماعت بنادیا۔

حضرت مولانا سید غلام دستگیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(۷۰) ساکن ہالانی سندھ آپ کے فیض سے ہالانی سندھ اور اس کے گردونواح کی بہت مخلوق فیضیاب ہے۔ بہت ہمت کے ساتھ تبلیغ دین وترویج سلسلہ میں مشغول اور بدعات ورسومات باطلہ کا قلع قمع کیا۔

حافظ عطاء اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(۷۱) ساکن چریٹہ ضلع ڈیرہ غازی خان، آپ خوش بیان واعظ تھے قرآن مجید کی تفسیر کا وعظ بہت کیا کرتے تھے حضرت شیخ آپ کو وعظ کے لئے اجتماع میں بلایا کرتے تھے آپ بڑے ذوق سے وعظ بیان فرماتے۔ آپ نے بھی سلسلہ عالیہ کی بہت خدمت کی۔

حضرت مولانا عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ

(۷۲) مظفر گڑھ بستی کے رہنے والے تھے اور حضرت خواجہ

غریب نواز قدس سرہ کی خدمت میں بہت عرصہ رہ کر فیضیاب ہوئے اور صاحب اجازت ہوئے۔ آپ کا وعظ بہت مؤثر و مدلل و آسان اور واضح ہوتا ہے۔ مسکین پور شریف کے جلسہ میں آپ کی وجہ سے بہت نظم ونسق اور کامیاب رہتی۔ سندھ و پنجاب کے اکثر مقامات کا سفر فرماتے اور تبلیغ کرتے رہتے۔ تنظیم اہل سنت و جماعت کے سرگرم مبلغ حضرت مولانا دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ تھے۔ مخلوق آپ سے فیضیاب ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت حافظ محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

(۷۳) ساکن جلال پور پیروالہ ضلع ملتان۔ آپ (کپڑوں کی رنگائی وچھپائی کا کام) کرتے تھے حضرت شیخ قدس سرہ کسی سفر میں تھے۔ صاحب موصوف کپڑا بیچتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں حضرت شیخ تشریف فرما تھے۔ تکمیل اجازت سے مشرف ہوئے۔ آپ خوشنویس بھی تھے حضرت شیخ ان سے خلفاء کی اسناد و دیگر چیزوں کی کتابت کراتے تھے آپ نے سلسلہ عالیہ کی بہت خدمت کی ہے۔ آپ کی جماعت کثیر تعداد میں ہے اور آپ کے خلفاء بھی موجود ہیں۔ آپ نے تعلیم القرآن کے دینی مدرسے جاری کئے، ایک جلال پور پیروالہ میں اور دوسرا ملتان میں ہے، آپ رحلت فرما چکے ہیں اور جلال پور پیروالہ میں مدفون ہیں۔ آپ کے صاحبزادے قاری محمد اسمٰعیل صاحب رحمہ اللہ ملتان اور قاری محمد یعقوب صاحب جلال پور، قاری حسین علی صاحب مدینہ منورہ اور قاری رشید صاحب طائف۔ ان میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ العالی

(۷۴) ساکن بہلی ضلع ملتان آپ بہت بڑے عالم، مفسر قرآن اور تصوف میں پورے محقق تھے آپ نے دینی مدرسے قائم کئے ہوئے ہیں اور مستقل طور پر علماء کو ترجمہ تفسیر قرآن سے مستفیض کرتے رہے ہیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی تبلیغ میں بھی پوری طرح سرگرم تھے۔ کافی تعداد میں آپ کے خلفاء موجود ہیں۔ جو مختلف علاقوں میں خدمات دین تبلیغ سلسلہ کا کام انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے تین صاحبزادے ہیں جو دینی خدمات میں مشغول ہیں۔

حضرت مولانا حاجی کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ

(۷۵) ساکن بستی فضل پور ضلع بہاولپور۔ آپ حضرت شیخ قدس سرہ کے خاص خدام میں سے تھے۔ لنگر کی دیکھ بھال بہت کیا کرتے تھے۔ اکثر اوقات حضرت کے ہمسفر رہتے تھے آپ کی توجہ میں بڑا اثر تھا آپ کے حلقہ ارادت میں بہت سے فاسق تائب ہوئے آپ کے دو خلفاء ہیں اور ایک صاحبزادے مولوی حبیب اللہ صاحب ہیں جو اس وقت آپ کے جانشین ہیں۔

تمت از مقامات فضلیه

نوٹ: شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی القریشی ہندوستان کے اکابر اولیاء اور مشائخ سہروردیہ میں سے ہیں۔ ۶۶۱ھ میں ملتان میں وفات پائی۔

باب ۱۹

اصلاح المسلمین

یہ باب حضرت الشیخ عبداللہ شاہ بنیری قدس اللہ سرہٗ کی تصنیف اصلاح المسلمین سے اقتباس ہے جس میں ایک مومن کی گھریلو اور معاشرتی زندگی کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت کی ہے کہ اسلام ایک مومن سے اس کے اپنے ہمسایوں، والدین، اہل وعیال سے کس طرح کے رویے چاہتا ہے اور اس کے معاشرتی معاملات میں اس سے کس کلیہ پر کام کرانا چاہتا ہے، نیز خواتین کے بارے میں اسلام کے احساسات کیا ہیں؟ اور اس کے ساتھ ہی برصغیر کے مجاہدین اور یہاں کے بعض تاریخی گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ہر نوع کی حمد وثناء ہر جنس کا شکر وسپاس اور ہر قسم کی تعریف وتوصیف اس خداوند بزرگ و برتر ہی کے لائق وسزاوار ہے جس نے مردوں کے چہروں کو ریش یعنی داڑھی سے زینت بخشی اور عورتوں کی گردنوں کو زلفوں اور چوٹیوں سے مزین کیا اور رحمت اکمل اور اسلام اتم ہو اس ذات عالی صفات پر جسے اللہ تعالیٰ نے شفاعت عظمیٰ کے لئے مخصوص ومنتخب فرمایا اور اعلیٰ مراتب سے مشرف فرمایا اور ان کے آل واصحاب پر بھی رحمت وسلامتی ہو جو آسمان ہدایت کے ستارے ہیں اور بڑی خوبیوں اور صفات عالیہ کے مالک ہیں۔

فی زماننا اولاد کی طرف سے والدین کی، چھوٹوں کی طرف سے بزرگوں کی، بیباکانہ نافرمانی، بیویوں کی جانب سے اپنے شوہروں کی بلا تکلف دل آزاری، عمومی طور پر عورتوں کی حجاب و پردہ شرعی سے لاپرواہی نے ایک تباہ کن سیل بے پایاں اور مہلک سیلاب کی شکل اختیار کر لی ہے جس نے عوام ہی نہیں بلکہ خواص کو بھی اپنی زد اور لپیٹ میں لے لیا ہے الا ماشاء اللہ اور سب اس کی تیز روانی اور طوفانی بہاؤ میں خس وخاشاک کی طرح بہے چلے جا رہے ہیں اور ان کے تباہ کن، ہلاکت خیز عواقب ونتائج سے یکسر چشم پوشی کی جا رہی ہے۔

گر تو میخواہی مسلماں زیستن

نیست ممکن جز بقرآں زیستن

سورہ فاطر آیت ۳۴ یعنی اللہ تعالیٰ کا بے پایاں کرم و انعام ہے کہ اس نے دائمی جنت اور ہمیشہ قیام کے مقام پر پہنچا دیا ورنہ تو ہمارا اس پر کوئی حق واجب نہ تھا کہ اس کا استحقاق جتاتے، یہ وہ مقام ہے کہ جہاں نہ ہمیں کوئی محنت ومشقت ہے نہ تکلیف وکلفت اور نہ بے آرامی وتکان۔

نیک اعمال کا انجام:

برادران عزیز! اگر یہاں اچھا اور نیک عمل کرو گے تو اللہ کے فضل سے جنت کے مالک بن جاؤ گے، دائمی زندگی عیش و عشرت میں بسر کرو گے برادران یہ دنیا ومتاع دنیا عارضی اور فانی ہے موت سر پر کھڑی ہے، نہ معلوم کب حملہ آور ہو اور اس زندگی کو ختم کر دے قبر کا دو گز کا گڑھا ہمارا مقام ہوگا جہاں صرف عمل ہی کام آئے گا اگر عمل اچھا ہے تو قبر سر سبز وشاداب باغیچہ ہوگی ورنہ آگ کا گڑھا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

ماں باپ کی خدمت:

جب ماں باپ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے گھن نہ کرو اور جس طرح تمہارے بہت چھوٹے ہونے کے زمانے میں تمہارا بول وبراز وہ صاف کرتے تھے اسی طرح ایام پیری میں ان کا بول وبراز صاف کرنے سے تم بھی نفرت نہ کرو اور ان کو اف بھی نہ کہو **واخفض لهما جناح الذل** اور دونوں کے لئے اپنی عاجزی کے بازو بچھا دو یعنی ان کے سامنے زمین بن جاؤ۔ عاجزی اور تواضع کا اظہار کرو حضرت عروہ بن زبیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ان سے نرمی کرو جس چیز کو وہ چاہتے ہوں ان کو دیا کرو ممانعت مت کرو من الرحمۃ انتہائی رحم کی وجہ سے یعنی یہ خیال کرو کہ کل تم ان کے انتہائی محتاج تھے آج وہ تمہارے انتہائی محتاج ہو گئے اس بات کا خیال کرو اور ان پر ترس کھاؤ ان کے لئے دعا کرو اور کہو اے میرے رب ان پر رحمت فرما جیسے انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا، پرورش کیا تھا، والدین مومن ہو یا کافر سب کے لئے دعا کافر کے لئے دعا رحمت کا مطلب مسلمان ہونے کی توفیق دے۔

والدین کی فرمانبرداری:

والدین کی فرمانبرداری کے معاملے میں تمہارے نیتوں کو اللہ خوب جانتا ہے اگر ثواب کی امید پر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں فرمانبرداری اور خدمت کرو گے تو اس کا نتیجہ نیت کے موافق ہوگا۔

تمہارے وہ خطائیں بھی معاف فرما دے گا جو بلا ارادہ ان کی فرمانبرداری اور خدمت کے تعلق سے ہوئی بلا ارادہ اچانک کوئی بے ادبی یا بدسلوکی ہو گئی اور نیت ان کی ٹھیک ہی ہو تو اس کی پکڑ نہ ہوگی صوفیہ فرماتے ہیں عبادت کے معنی یہ ہیں کہ بندہ زندہ متحرک بالارادہ اور فعل وعمل میں کسی درجہ مختار ہونے کے باوجود ایسا ہو جائے جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے جدھر پلٹا دے ادھر پلٹ جاتی ہے اسی طریقہ سے انسان اپنے خالق کے احکام کے سامنے اپنا سر جھکا دے **بالوالدين احسانا** اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو (اور ان کی نافرمانی نہ کرو) حضرت معاذ کا بیان ہے مجھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی نصیحت فرمائی تھی منجملہ ان کے دو باتیں یہ ہیں کہ اللہ کا ساجھی قرار نہ دینا خواہ تجھے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے اور ماں باپ کی نافرمانی نہ کرنا خواہ وہ بیوی اور مال چھوڑنے کا حکم دیں۔

جس نے نمازوں کے بعد ماں باپ کے لئے دعا خیر کی اس نے ماں باپ کا شکرادا کیا۔

ماں باپ خواہ کافر ہوں لیکن اگر صاحب احتیاج ہوں تو ان کی مالی مدد کرنا اور قرابتداری کو نہ توڑنا واجب ہے حضرت ابو بکر کی صاحبزادی اسماء کا بیان ہے میرے پاس میری ماں آئیں اس زمانہ میں وہ مشرکہ تھیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں آئی ہیں اور مدد کی خواہش مند ہیں کیا میں ان کے ساتھ قرابتداری کا سلوک کر سکتی ہوں فرمایا ہاں ان سے قرابت کا تعلق جوڑے رکھو (متفق علیہ)۔

جو شخص اپنے ماں باپ کے معاملہ میں صبح کو اللہ کا فرمانبردار ہوتا ہے اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

جو ماں باپ کا فرمانبردار اپنے والدین کی طرف سے رحم و الفت کی نظر سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بار نظر کرنے کے عوض اس کے لئے حج مقبول کا ثواب ضرور لکھ دیتا ہے خواہ ہر روز سو بار دیکھے۔

والدین کی اطاعت کے بارے میں حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میری بیوی تھی مجھے اس سے محبت تھی اور میرے والد حضرت عمرؓ اس سے ناراض تھے مجھ سے فرمایا بیٹا اس کو طلاق دے دو میں نے ان کی بات نہ مانی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو اور رزق میں فراخی ہو تو اسے چاہئے کہ وہ والدین کو خوش رکھے۔ (رواہ احمد)

ایک نیک لڑکے کا قصہ:

بنی اسرائیل میں ایک نیک آدمی کا نیک فرزند تھا والد نے حالت حیات میں ایک گائے کا بچھڑا جنگل میں چھوڑ دیا اور اللہ کے پاس امانت رکھوایا، اس کے حوالہ کیا کچھ عرصے کے بعد وہ فوت ہو گیا بچھڑا جنگل میں چرا کرتا تھا جو اسے دیکھتا تو اس سے دور بھاگتا تھا جب وہ لڑکا جوان ہوا (نیک نکلا) والدہ کا بہت تابعدار تھا رات کے تین حصے کرتا تھا ایک حصہ خواب آرام اور استراحت کے لئے ایک حصہ عبادت کے لئے ایک حصہ ماں کی خدمت کے لئے وقت تھا۔ سویرے جنگل میں جا کر لکڑیاں لا کر بازار میں فروخت کرتا تھا جس کا ایک حصہ اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا تھا ایک حصہ والدہ کو دے دیتا تھا اور ایک حصہ سے اپنا گزارہ کرتا تھا ایک دن اس کی والدہ نے کہا بیٹا تیرا باپ تیرے لئے فلاں جنگل میں ایک گائے میراث چھوڑ گیا ہے جو سپرد خدا ہے تو جا اور یہ کہہ کر آواز دے کہ اے ابراہیم واسماعیل کے معبود وہ گائے عنایت فرمائیے جو جنگل میں گیا تو اسے چرتے دیکھ کر ماں کے فرمان کے مطابق اس کو آواز دی ہے اور گائے بحکم الٰہی دوڑ کر سامنے آگئی جوان گردن پکڑ کر کھینچنے لگا، گائے بولی اے ماں کے خدمت گزار مجھ پر سوار ہو لے تجھے آرام ملے گا جواب دیا ماں کا یہ حکم ہے سوار ہونے کا نہیں گائے بولی اے جوان اگر تو میرے کہنے سے سوار ہو جاتا تو میں ہرگز تیرے قابو میں نہ آتی۔

تیری ماں کی اطاعت کے سبب تیرا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ اگر تو پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو وہ بھی تیرے کہنے سے چلنے لگے گا۔

ماں نے کہا تین دینار (تین اشرفی) میں فروخت کرنا جب بیچنے لگے تو پھر بھی مجھ سے پوچھ لینا مہربان اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا آتے ہی اس نے قیمت پوچھی جوان نے کہا تین دینار مگر شرط یہ ہے کہ میں ماں سے پوچھ لوں فرشتہ نے کہا مجھ سے چھ دینار لے اور گائے مجھے دے دے ماں کے پوچھنے کی ضرورت نہیں جوان نے کہا تو اگر مجھے اس کے برابر سونا بھی تول دے تو تب بھی میں اپنی والدہ کی رضامندی کے بغیر نہ دوں گا یہ کہہ کر اپنی والدہ کے پاس آیا اور یہ کیفیت بیان کی ماں نے کہا جاؤ چھ دینار میں فروخت کردو مگر پھر خریدار سے میری رضامندی کی شرط لینا اس خریدار غیبی نے کہا تو اپنی ماں سے نہ پوچھ اور مجھ سے بارہ دینار لے لے جوان نے انکار کیا اور ماں کے پاس آیا اور سارا واقعہ بیان کیا، ماں نے کہا وہ فرشتہ ہے تیرا امتحان لیتا ہے اب اگر اس سے ملاقات ہو تو یہ پوچھنا کہ ہم اس کو فروخت

کریں یا نہ کریں، جب وہ بازار گیا اور اس سے ملاقات ہوئی تو جوان نے فروخت کرنے یا نہ کرنے کے متعلق دریافت کیا اس نے کہا اپنی والدہ سے کہنا کہ ابھی اسے فروخت نہ کریں۔ موسیٰ علیہ السلام تم سے ایک مقتول کے بدلہ کے معاوضے میں اسے خریدیں گے تم اسے کھال بھر دینار سے کم میں فروخت نہ کرنا۔ بنی اسرائیل نے اس کو کھال بھر سونے کے عوض خریدا۔

حقوق زوجین:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا اچھی عورت کون سی ہے فرمایا جس کے دیکھنے سے اس کا شوہر خوش ہو، شوہر کے حکم کی اطاعت کرے اور اپنے مال و جان میں شوہر کی ایسی مخالفت نہ کرے جو شوہر کو ناگوار ہو دوسری روایت میں ہے کہ اپنی آبرو اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے (ترمذی)۔

فرمایا اور جن عورتوں کی بد دماغی کا تم کو اندیشہ ہو اللہ کے عذاب سے ان کو ڈراؤ اور خواب گاہوں میں انہیں تنہا چھوڑ دینے اور مارنے کی دھمکی دو اگر یہ کارگر ثابت نہ ہو تو عورتوں کو اپنے لحافوں اور چادروں کے اندر نہ آنے دو اور ان سے منہ پھیر کر لیٹ جاؤ اگر یہ علاج بھی کارگر نہ ہو تو اضربو ھن ان کو مارو شوہر بیوی کو ہلکا مارے اور خوش طبعی کا کلام نہ کرے تا کہ بے ادب نہ ہو جائے۔

فرمایا: اے لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو، عورتوں کو تم نے اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور اللہ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال بنایا ہے (یعنی نکاح کے ذریعہ سے) ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو دوسروں سے پامال نہ کرائیں کہ تم کو ناگوار ہو، اگر وہ ایسا کریں تو ان کو اس طرح مارو کہ زخم نہ ہو جائے اور ان کا بھی تمہارے اوپر حق ہے نان نفقہ اور لباس دستور کے مطابق۔

عبداللہ بن زمعہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے نہ مارے یعنی یہ حرکت بڑی نازیبا ہے کہ صبح کو تو بیوی کو غلام کی طرح کوڑے مارو اور پچھلے دن میں اس سے زن و شوہر کے تعلقات قائم کرنے پر تیار ہو جاؤ۔

زوجیت سے متعلق حدیث:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایسے لوگ تم میں اچھے آدمی نہیں جو عورتوں کو دکھ پہنچاتے اور شکایات کا موقع دیتے ہیں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے اچھا ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب سے اچھا ہوں۔

زن بد در سرائے مرد نکو
ہمدریں عالم است دوزخ او

حضرت عمرؓ کا فرمان:

حضرت عمرؓ نے فرمایا عورتیں تین طرح کی ہوتی ہیں ایک وہ جو پاک دامن نرم گو خوش اخلاق شوہر سے محبت کرنے والی اور بکثرت اولاد پیدا کرنے والی ہوتی ہے، مصیبت کے وقت شوہر کی مدد کرتی ہے اور مصیبت میں مزید اضافہ کا سبب نہیں بنتی اور ایسی عورتیں بہت کم ہیں (یہ دنیا کی جنت ہے) دوسری وہ عورت ہے جو صرف اولاد پیدا کرتی ہے اس سے آگے کچھ نہیں یہ گزارہ کے لئے کافی ہے تیسری وہ عورت ہے جو کینہ پرور، بد دماغ ہوتی ہے اور اسے جس کے گلے میں اللہ چاہتا ہے باندھ دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کے گلے سے اتار دیتا ہے ورنہ وہ کم بخت گلے کا ہار بنی رہتی ہے۔

ہندوستان میں شوہر مر جائے تو عورت کو اس کے ساتھ زندہ جلا کر ستی کر دیا جاتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کی دی گئی سہولیات:

رحمت عالم سید الاولین والآخرین دنیا میں تشریف لائے ضابطہ حیات جس کا نام اسلام ہے دنیا کے سامنے رکھا عورتوں کو انسانیت کے مقام پر بٹھایا عورت اپنے نفس کی مالکہ بن گئی میراث میں حق دار بنادی گئی اور عورتوں کا حق مثلاً نکاح کا حق ادا کرنا حسن سلوک سے رہنا ایک دوسرے کو نہ ستانا بلکہ آپس میں ایک دوسرے کی خوشی کا لحاظ رکھنا چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے ویسی ہی زینت کروں جیسے وہ مجھے خوش کرنے کے لئے زینت کرتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کھاؤ ان کو بھی

کھلاؤ اور جب تم پہنو ان کو بھی پہناؤ اور کبھی منہ پر نہ مارو، انہیں برا مت کہو اور کبھی ان سے کشیدگی روا نہ رکھو اچھے لوگ تم میں سے وہی ہیں جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھی طرح رہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا جس وقت شوہر اپنی بیوی کو بلائے تو اسے اس کے پاس آ جانا چاہئے اگرچہ تندور پر روٹی پکا رہی ہو ان حقوق کی نگہداشت کریں۔

شوہر کا حق بیوی پر بہت زیادہ ہے کہ سوائے خدا وحدہٗ لاشریک لہ کے کسی اور کے لئے کسی قسم کا سجدہ جائز نہیں بالفرض اگر جائز ہوتا تو بیوی کے لئے ہوتا کہ وہ شوہر کو تعظیماً سجدہ کرے۔

ترجمہ ابو ہریرہؓ سے مرفوع حدیث ہے اگر شوہر اپنی بیوی کو اپنی خوابگاہ میں بلائے اور وہ انکار کر دے اس کے پاس آنے سے اور شوہر رات بھر ناراض رہے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں اور شوہر کی خوشی رب کی خوشی کا سبب ہے قیامت کے روز عورت کا پہلا سوال نماز کے بارے میں ہوگا اس کے بعد شوہر کے حقوق کا۔

شوہر کو چاہئے کہ گھر کا دروازہ مقفل رکھے اور والدین کے علاوہ ہر کس و ناکس کی آمد و رفت پر پابندی لگا دے۔

عورت جو خاوند کے لئے دعائے خیر کرے

ہر وہ عورت جو گھر کے اندر رہ کر مرد کے لئے دعا خیر کرے تو اللہ تعالیٰ ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب دے گا ضروری دینی مسائل خود جانتا ہے تو بتا دے ورنہ کسی عالم سے دریافت کر کے بتا دے (اگر شوہر یہ کام نہ کرے تو بلا اجازت شوہر کے گھر سے نکل سکتی ہے کیونکہ شرعی ضرورت ہے) اور یہ بھی بیوی کا شوہر پر حق ہے کہ اس کو حلال رزق کھلائے اس کے لئے حلال رزق اس کے باطن میں نور پیدا کرے گا۔ اور بیوی کا شوہر پر یہ بھی حق ہے کہ اس پر ظلم نہ کرے، اس کو نہ ستائے اور بیوی کا شوہر پر یہ بھی حق ہے کہ اس کی قولی یا فعلی زیادتی کو حتی الامکان برداشت کرتا رہے تاوقتیکہ خلاف شریعت نہ ہو۔

اذیت والی باتوں کو برداشت کرے اور ان کی اصلاح کی کوشش کرتا رہے اور دین کی طرف ہر وقت ترغیب دیتا رہے اور کسب حلال سے ان کو نفقہ پورا کرتا رہے۔

عیال پر خرچ کرنے کا ثواب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خرچ مرد اپنے اہل وعیال پر کرتا ہے یہ اس کا صدقہ ہے اللہ پاک اس پر اجر دیتا ہے اس آدمی کو جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی بیوی کے منہ میں نوالہ رکھتا ہے اور جو کچھ اپنی بیوی بچوں اور خادموں پر خرچ کرتا ہے یہ سب اس کا صدقہ ہے اور اپنی بیوی بچوں پر صدقہ کرنے والا، زکوٰۃ دینے والے سے زیادہ بہتر ہے۔

فرمایا نامحرم کو دیکھنے والے پر اللہ کی لعنت ہے اور جس عورت کو دیکھا جائے اس پر بھی۔ (رواہ البیہقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی اجنبی عورت کی خوبصورتی کو اچانک دیکھ کر آنکھ بند کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے عبادت میں احساس حلاوت پیدا کرتا ہے۔ (رواہ احمد)

فرمایا برہنگی سے بچے رہو کہ تمہارے ساتھ ہر وقت ایسی (پاکباز اور مقدس) ہستیاں رہتی ہیں ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا لیکن میرے والد اتنے بوڑھے ہیں کہ وہ سواری پر بھی فریضہ حج ادا کرنے سے قاصر ہیں اگر میں ان کی طرف سے حج کر لوں تو ان کا فریضہ حج ادا ہو جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہو جائے گا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فضل بن عباس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے، وہ یعنی فضل بن عباسؓ اس عورت کو دیکھنے لگے اور وہ عورت بھی ان کو دیکھنے لگی، اس صورت حال کو ملاحظہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباسؓ کا رخ، دوسری جانب کر دیا (تاکہ عورت اس کو نہ دیکھ سکے)۔

پردہ کے بارے میں ایک حدیث:

ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ اور ام المؤمنین حضرت میمونہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں اتنے میں حضرت ابن ام مکتومؓ (نابینا) آ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا تم دونوں پردے میں ہو جاؤ۔

بدن پر جو کپڑا ہے وہ زینت کا باعث ہے اس لئے اس کا

ظاہر کرنا بھی جائز نہیں، البتہ اوپر کا برقعہ لمبی چادر کوئی دیکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ دوپٹہ کے دونوں پلے ایک دوسرے سے الٹ دیں تاکہ یہ تمام اعضاء چھپ جائیں اور سینے کا ابھار بھی نظر نہ آئے جس طرح چہرہ محل زینت ہے اسی طرح سینہ کا ابھار بھی عورت کے جسم اور سینہ کی رونق ہے اس لئے اس کا چھپانا بھی ضروری ہے۔

اسی بناء پر نماز میں حنفی مذہب میں عورت کے لئے حکم ہے کہ قیام میں دونوں ہاتھ اپنے سینہ پر رکھے تاکہ سینہ مستور اور چھپا رہے اس زمانہ میں عورتیں حقیقتاً برہنہ ہوتی ہیں کہ لباس میں رہنے کے بعد بھی ان کے جسم کا ہر حصہ اور ابھار نمایاں نظر آتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

اصلی مقصد زینت سے شوہروں کو خوش کرنا ہے عورت مرد کو ضرورتاً ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھنا جائز ہے۔

عورت دوسری عورت کے سامنے اپنی زیب وزینت اور بناؤ سنگار کا اظہار کرسکتی ہے خواہ وہ مومنہ ہو یا غیر مومنہ ناف سے زانو تک بدن کا حصہ باہم منکشف اور عریاں کرنا ان میں بھی جائز نہیں۔

ان کے علاوہ اسلام میں ہر مرد سے پردہ فرض ہے بہت سی عورتیں کہتی ہیں کہ پیر صاحب سے کیا پردہ، یہ میرے رشتہ دار ہیں ان سے پردہ کی کیا ضرورت ہے اور اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں تاکہ ان کی چھپی ہوئی زینت کا اظہار نہ ہو اور ان کا چھپا ہوا زیور لوگوں کو معلوم ہو جائے عورت کی آواز بھی عورت ہے عورت کا عورت ہی سے قرآن سیکھنا افضل ہے امام کو کسی سہو پر لقمہ دیتے وقت عورتوں کے لئے تالی بجانا ہے عورت نماز میں جہر سے قراءت کرے گی تو نماز فاسد ہو جائے گی کسی شدید ضرورت سے گھر سے باہر نکلے کوئی خوشبو وغیرہ نہ لگائے مہک کا پہنچنا بھی ناجائز ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ ہم گنتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں سو بار فرماتے تھے کہ رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الغفور (رواہ الترمذی)

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا ایں آفت از گفتار خیزد

یعنی عشق صرف دیکھنے ہی سے نہیں پیدا ہوتا بلکہ بسا اوقات یہ آفت گفتار اور ہم کلامی سے بھی پیدا ہوتی ہے۔

مسئلہ: اجنبی مردوں سے کلام کے وقت عورت کو حکم ہے کہ لہجہ میں درشتی اختیار کرے تاکہ میلان ولالچ کا احتمال ہی باقی نہ رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر آدمی سے گفتگو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (طبرانی)

اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین:

اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے، جیسے حج یا عمرہ کی غرض سے محرم کے ساتھ سفر کرنا، والدین کی عیادت کے لئے جانا، اور ایسی صورت میں جب کہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو تو ضرورت زندگی کی تکمیل اور خرید وفروخت کے لئے نکلنا اور بشرط مجبور واضطرار محنت مزدوری اور ملازمت وغیرہ سے کسب معاش کرنا لیکن ان تمام ضرورتوں اور مجبوریوں کی وجہ سے باہر نکلنے کی حالت میں اظہار زیب وزینت اور آرائش وزیبائش کی حرمت اپنی جگہ برقرار ہے کسی حالت میں بھی اس کے جواز وحلت کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔

حضرت ام سلمہؓ کی روایت ہے کہ جب آیت انما یرید اللہ الخ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن، حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا اور انہیں اپنی کملی میں چھپا لیا، پھر فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے گندگی دور فرما دے اور انہیں خوب اچھی طرح پاک فرما۔

ازواج مطہرات تو نص قرآنی سے اہل بیت ہیں کیونکہ آیت کا نزول ہی ان کے حق میں ہوا ہے اور ان کے علاوہ مذکورہ چاروں حضرات بھی رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ارشاد کے مطابق اہل بیت نبی میں شامل وداخل ہوئے نزول آیت کے اعتبار سے صحابہ کرام کو یہ حکم ازواج مطہرات نبی کے تعلق سے دیا گیا ہے لیکن امت اجابت کے تمام مردوں کے لئے عام مومن عورتوں کے تعلق سے بھی یہی حکم ہے جس میں کسی قسم کا استثناء نہیں ہے چنانچہ ازواج مطہرات کے دلوں کی پاکی وپاکیزگی کا ذمہ خود خدا نے لے لیا ہے جو لیذھب عنکم الرجس میں پوری تفصیل سے بیان ہوا ہے و نیز اس کے مخاطب صحابہ کرامؓ ہیں جو اس قسم کے وساوس و خطرات اور

ارادوں سے پاک ہیں اس لئے کہ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جن کی پاکبازی فرشتوں کی پاکبازی سے افضل واعلیٰ ہے۔

عورتوں کے لئے بہتر چیز:

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول کریم علیہ التحیہ والتسلیم نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ، عورت کے لئے کیا چیز بہتر ہے، سب خاموش رہے کسی نے کچھ جواب نہیں دیا اور میں نے فاطمۃ الزہراؓ سے وہی دریافت کیا انہوں نے جواب دیا کہ لایرین الرجال ولا یرونھن یعنی عورتوں کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور مرد بھی ان کو نہ دیکھیں میں نے یہ جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو نقل کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا صدقت انھا بضعۃ منی انہوں نے درست کہا ہے بے شک وہ میرا ٹکڑا ہیں یعنی میری دختر اور میرا جگر گوشہ ہیں۔

شیطان کا حضرت آدم وحواؑ کو دھوکہ دینا:

باوجود ان کے سمجھانے کے نوشتہ ازل را چہ علاج شیطان نے آدم وحواء کو اللہ پاک کی ذات پر جھوٹی قسم سے دھوکے میں ڈالا اور کہا کہ دیکھو میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے تمہیں ترکیب بتاتا ہوں۔ آدم علیہ السلام نے سمجھا کہ اللہ پاک کے نام پر کون جھوٹی قسم کھائے گا، واقعی یہ میری خیر خواہی کرتا ہے تو ابلیس سے کہا، بتاؤ کیا ترکیب ہے تو ملعون نے شجرۂ ممنوعہ کو اشارہ کیا اور کہا کہ شجرۃ الخلد ہے اس کی یہ تاثیر ہے کہ اس کے کھانے کے بعد ہمیشہ جنت میں رہو گے اور بادشاہی کی زندگی بسر کرو گے آدم علیہ السلام کے ذہن سے یہ بات نکل گئی تھی کہ اللہ پاک نے اس درخت کے کھانے سے منع کیا تھا چنانچہ میاں بیوی نے کھالیا کھاتے ہی فوراً دونوں کا لباس جو زیب تن تھا بدن سے اتر گیا، دونوں برہنہ ہو گئے شرم کے مارے جنت کے درختوں کے پتے لے کر اپنے بدن سے چپکانے لگے ادھر سے حکم آیا نکل جاؤ جنت سے میں نے تم کو اس درخت کے کھانے سے منع نہیں کیا تھا چنانچہ آدم وحوا دنیا میں آگئے تو شیطان کی آدم علیہ السلام سے پہلی دشمنی انؑ کو سجدہ نہ کرنے کی دوسری دشمنی ان کو جنت سے ننگا کرنے کی اور تیسری جنت سے نکالنے کی تدبیر۔ تو کیا ایسا پکا دشمن آدم کی اولاد کو دنیا میں اللہ کے احکام کی بجا آوری کے لئے چھوڑے گا؟ گناہوں کی ترغیبیں اور ترغیب قسم قسم کے حیلوں سے ان کی نظروں میں پیش نہیں کرے گا؟ ضرور کرے گا ضرور کرے گا اسی لئے اللہ پاک فرماتا ہے **فاتخذوہ عدواً**۔

ارشاد فرمایا میں نے آدم علیہ السلام کو پہلے سے بتایا تھا کہ اس درخت کے قریب مت جاؤ سو اس سے بھول ہوگئی اس نے کھالیا اور ہم نے اس کو دل میں کھانے کا عزم یعنی پختہ ارادہ نہیں پایا۔

ابلیس کی فطرت وسوچ:

ابلیس آگ سے پیدا ہوا تھا آگ کی طبیعت میں اونچائی ہے اوپر جاتی ہے۔

خاک شو خاک تا بردید گل
کہ بجز خاک نیست مظہر گل

ابلیس نے سوچا کہ ایک جماعت معاونین کی بنانی چاہئے اولاد آدم سے بھی اس کو مددگار مل گئے جن کو قرآن پاک نے شیاطین الانس سے تعبیر فرمایا ہے۔

مار بد تنہا ہمیں برجاں زند
یار بد برجان و بر ایماں زند

برے دوست کی صحبت سے دور رہو برا دوست سانپ سے زیادہ برا ہے اس لئے کہ سانپ جو ڈستا ہے تو صرف جان جاتی ہے اور برا دوست جان اور ایمان دونوں لیتا ہے۔

فضیلت علم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم کا غیر اہل کے پاس ہونا ایسا ہی ہے جیسے خنزیر کے گلے میں جواہر اور موتیوں کا ہار ڈال دیا گیا ہو۔

تین عمل ایسے ہیں کہ ان پر اجر وثواب کی عطا مرنے کے بعد بھی جاری رہتی ہے۔

(۱) صدقہ جاریہ جس سے لوگ اس کے موجود رہنے تک فائدہ اٹھاتے ہیں اور آرام پاتے ہیں۔

(۲) علم جس سے لوگ ہر دور میں مستفید ومستفیض ہوتے ہیں۔

(۳) صالح اولاد جو والدین کے مرنے کے بعد ان کے لئے دعاء خیر ومغفرت کا سلسلہ جاری رکھے۔

حضرت امامہؓ سے روایت ہے کہ عالم اور عابد دونوں اللہ کے روبرو پیش کئے جائیں گے عابد کو حکم دیا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور عالم سے فرمایا جائے گا کہ کھڑے رہو اور لوگوں کی شفاعت کرو۔ (ترغیب بحوالہ اصبہانی وغیرہ)

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا عذاب کے فرشتے بےعمل وفاسق قراء وعلماء کو بت پرستوں سے پہلے پکڑیں گے وہ فاسق قراؤ علماء فرشتوں سے کہیں گے کہ تم نے بت پرستوں اور غیر اللہ کے پجاریوں کو تو چھوڑ دیا اور ان سے پہلے ہم کو گرفتار کر لیا عذاب کے فرشتے جواب یوں کہیں گے عالم وقاری جاننے بوجھنے والا سمجھ دار بے علم اور بے سمجھ جیسا نہیں ہوتا دونوں ایک سے نہیں ہو سکتے علماء وقراء اور دانا وبینا سمجھ دار لوگوں پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ (طبرانی ابونعیم)

کبار ورذائل اخلاق

مظلوم جب ظالم سے پریشان ہو کر مجبوراً بددعاء کرتا ہے تو آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں ضرور تیری مدد کروں گا چاہے بدیر ہی سہی۔

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے پاس سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ مقرب ونزدیک تر عادل حاکم ہوگا جس نے اپنے دور حکومت میں عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا ہو اور سب سے زیادہ مبغوض اور اس سے بعید تر اور نہایت دور ظالم ہوگا جس نے اپنی رعایا اور ماتحت لوگوں پر ظلم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ہو۔

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننا

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ کا ہونا یا لنگی اور تہبند کا اس سے نیچے لٹکانا بھی سخت گناہ ہے۔

رشوت اور مال حرام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے کھانے کو پاک کرو یعنی حلال کھاؤ خدا کی قسم جب کوئی شخص حرام کا ایک لقمہ بھی اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس دن کے اعمال قبول نہیں کرتا رد کر دیتا ہے جس بندہ کے جسم نے حرام مال سے نشو ونما پائی، بڑھا اور طاقتور ہوا ہو، اس کا بدلہ بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں۔ (طبرانی)

اگر کسی شخص نے دس درہم میں لباس خریدا، جس میں سے نو درہم حلال کے تھے اور ایک درہم حرام کا یعنی حرام سے کمایا تھا تو جب تک یہ لباس اس شخص کے بدن پر رہے گا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی (بزار، ترغیب وترہیب)

منہ میں خاک ڈالنا اس سے بہتر ہے کہ کوئی حرام مال کا لقمہ اپنے منہ میں ڈالے۔

سود کی لعنت

سود خوری کو اگر تہتر حصوں میں تقسیم کیا جائے تو اس کے ادنیٰ ترین حصہ کا اتنا بڑا گناہ ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے عبداللہ بن حنظلہ کی روایت ہے کہ سود سے ایک روپیہ حاصل کرنے کا گناہ چھتیس مرتبہ زنا سے بھی زیادہ ہے۔

قیامت کی آمد سے پہلے، سود، شراب اور زنا بکثرت رائج ہو جائیں گے۔

حقوق ہمسایہ:

ایک شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ فلاں عورت کثرت سے نماز پڑھتی، بہت زیادہ صدقہ دیتی (خیرات کرتی) اور اکثر روزہ رکھتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کے ساتھ زبان درازی کرتی ہے اور انہیں ایذا پہنچاتی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی عورت دوزخی ہے۔

تین اشخاص ایسے ہیں جو کبھی جنت میں داخلہ نہ پائیں گے دیوث شراب کا عادی وہ مرد جو عورتوں کی نقل اتارنے والا ہے دیوث وہ بے غیرت انسان ہے جسے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس کی بیوی کے پاس کون شخص آتا جاتا ہے۔

خودکشی

ایک زخمی آدمی نے اپنے گلے میں تیر (قوت وشدت) سے پیوست کر کے خودکشی کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جنازہ پڑھنے سے انکار فرمایا۔ ابن حبان

ایک زخمی (آدمی نے زخموں کی تاب نہ لاکر) اپنے آپ کو قتل کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے تو نے اپنی جان دینے میں جلدی اور عجلت کی میں نے بھی تجھ پر جنت حرام کر دی۔ (بخاری)

عمامہ کی فضیلت سے لاپرواہی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شملے چھوڑا کرو اسلئے کہ شیطان شملہ نہیں چھوڑتا عمامہ کی فضیلت ہی کے سلسلہ میں ارشاد ہے وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتان مع الذنب افضل من سبعین رکعة بلا ذنب یعنی عمامہ کے ساتھ دو رکعت پڑھنا بغیر عمامہ کے ستر رکعت پڑھنے سے زیادہ افضلیت کا باعث ہے۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ عمامے باندھا کرو کہ عمامہ باندھنا علماء وصلحاء اور مشائخ کے شعار میں سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے اپنی نوع کے سوا کسی اور کالباس پہنا تو اس کو ادب سکھاؤ اور اس سے کہو کہ اپنی نوع ہی کالباس پہنا کرے۔

داڑھی کی سنت

فرمایا داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کترواؤ یہ دونوں صیغے امر کے ہیں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں ایک جماعت ہے جن کی تسبیح کے یہ الفاظ ہیں سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب یعنی پاکی ہے اس ذات کے لئے جس نے مردوں کی زینت ڈاڑھیوں سے کی اور عورتوں کی سر کے بالوں سے دینی مدارس میں علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم بھی اس مرض میں مبتلا ہیں کہ یہ ڈاڑھی نہیں رکھتے بعض اساتذہ اور بعض علماء بھی۔

جو حافظ ڈاڑھی کٹواتا ہو اور شرع کے مطابق نہ رکھتا ہو، اس کو نماز تراویح کے لئے امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جو حافظ چار انگل سے کم ڈاڑھی رکھتا ہو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے ایسے حافظ سے وہ امام بہتر ہے جو متشرع ہو، اور تراویح میں چھوٹی سورتیں پڑھے (بندہ محمد اسحاق نائب مفتی خیر المدارس)

جامع مدینہ لاہور نماز مکروہ تحریمی ہے دار العلوم کراچی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت عبداللہ شاہ ہنیری غفوری قدس سرہٗ کی کتاب کے اقتباسات یہاں ختم ہوئے

جہاد کا طریقہ اور فضائل

حیثیت:

جہاد بھی مثل صلوٰۃ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اگرچہ جہاد کرنے والا امام عادل ہو یا فاسق' جہاد دریا کا افضل ہے۔ صحرا کے جہاد سے جس بندہ کے دونوں قدم جہاد کے دھوڑ دھوپ میں غبار آلود ہوں اور پھر وہ دوزخ میں جائے ایسا نہ ہوگا اپنے مقدور کے موافق سامان جہاد مہیا کردے وہ بھی مجاہدین میں شمار ہوتا ہے۔ فرمایا کہ آدھے لوگ جاویں ہر ہر قبیلہ میں سے ایک ایک اور نصف یہیں رہیں اور ثواب جہاد کا مشترک ہوگا۔ جانیوالوں کے لئے بھی اور رہ جانے والوں کے لئے بھی۔ کہ یہ رہنے والے مجاہدین کے گھر والوں کے خبر گیراں ہوں گے۔ جہاد میں سامان بہت کچھ جمع کرنا اور اپنے بچاؤ کی تدابیر اور پورے تحفظ کی صورت کو اختیار کرنا نہ بزدلی ہے نہ توکل کے خلاف ہے۔ احد کی لڑائی میں دو زرہ تھیں ایک کو دوسری پر پہن لیا تھا۔

طریقہ

اسباب جہاد میں مبالغہ کرنا جائز ہے۔ نصرت وفتح من جانب اللہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قوت وقدرت سے نہ کہ تمہاری قوت سے اور نہ تمہارے ساز وسامان کی قوت سے خوب سمجھ لو۔ اپنی جمعیت ومرکز کا ہونا۔ مسلمانوں میں اتحاد کا ہونا جنگ کے لئے سامان کا اس قدر ہونا اور ایسا ہونا کہ جس سے عادتاً موافق زمانہ جنگ کی جاتی ہے۔ امام کا ہونا' مسلمانوں کا نماز روزہ اور اسلامی صورت وشکل میں پختہ ہونا۔ البتہ زمانہ جنگ میں مونچھوں کا بڑھانا جائز ہے۔ حضور اکرم ﷺ بوڑھیوں کو جہاد میں لے جاتے تھے اور مباشرت وحمیت کی مصلحت سے لونڈیاں لے جانا بہتر ہے۔ نہ کہ حرہ آزاد عورتیں۔ جہاد میں عورتیں' بوڑھوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے ہاں وہ بوڑھا جو جنگ کی تدبیر بتلا دے۔ اسی طرح لڑکا اور عورت جب کہ یہ

بادشاہ اور ملکہ ہوں تو قتل کئے جاویں اگر چہ یہ قتال نہ کریں۔ اس لئے کہ بادشاہ کے قتل میں ان کی شوکت ٹوٹتی ہے۔ اسی طرح شبخون میں کفار کے شہر میں عورتیں اور لڑکے مارے جاویں تو کچھ گناہ نہیں۔ قصداً نہ مارنا چاہیے۔ کفار کے شہر دارالحرب پر حملہ کے وقت جلانا ان کے باغات کا اور گھروں کا اور کھیتوں کا جائز ہے جہاد میں مویشی اور اموال کا لوٹنا جائز ہے اور عورتیں اور بچوں کو پکڑ لینا درست ہے اور جس کے قبضہ میں جو چیز آ جاوے وہ اس کی ہے۔ البتہ میدان جنگ کا مال بعد جنگ تمام مال غنیمت ہے۔ اور پانچواں حصہ نکالنے کے بعد مجاہدین میں برابر برابر تقسیم کر دیا جاوے کوئی خاص آواز مقرر کر لی جاوے اس آواز سے اپنا آدمی پہچانا جاوے۔ میدان جنگ سے بھاگنا حرام ہے البتہ ضعف اپنا کافی ہو تو اس مقصد کے لئے اپنے وطن دارالسلام کی طرف بھاگنا درست ہے۔ ایک لشکر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے مقابلہ کے روانہ فرمایا۔ وہاں سے بھاگ کر صحابہ مدینہ طیبہ آئے اور شرماتے ہوئے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ہم بھاگنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے انکی خجالت دفع فرماتے ہوئے فرمایا نہیں بلکہ تم حملہ پر حملہ کرنے والے ہو اور میں تمہارا امدادگار ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے قریب ہوئے اور بوسہ لیا آپ ﷺ کے دست مبارک کا۔

شہید کے خواص

مٹی ان کے اجسام کو نہیں کھاتی خاص قوت کے ساتھ زندہ رہتے ہیں۔ جہاں چاہیں بسر کریں اور جو چاہیں کھائیں۔ دنیا میں مومنین کی مدد اور تقویت کے لئے مشرکین کے مقابل نزول کرتے ہیں۔ خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو مزے اور ٹھاٹھ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مہیا فرمائے ہیں کاش اس کی اطلاع ہمارے بھائیوں کو ہوتی تا کہ وہ جہاد میں شرکت کی رغبت کرتے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ایسی تجارت ہم کو معلوم ہو جائے۔ ہم اسے اپنی جانوں مالوں اور بیوی بچوں کے عوض خریدنے کو تیار ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ تجارت یہ ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور راہ خدا میں جہاد کرو۔ نفس کے ساتھ اس کی خواہشات میں مخالفت کر کے یہ ہے وہ تجارت بعد فتح کفار کے جانوں پر ہمارا قبضہ اور ان کے بڑے اور چھوٹے عورتیں اور لڑکے غلام اور باندیاں۔ ان کے اموال ہماری ملک ان کا شہر و ملک ہمارے مملوک جہاد کے وقت غنیمت کا خیال دل میں نہ لاوے۔ شہادت سے مومن کا کیا دل چرانا۔ جس نے اپنے کو مومن بنایا مگر نہ جہاد کا قصد کیا اور نہ کسی جہاد کی تمنا ہی ہوئی وہ منافق ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے دلی عقیدت مندی کیساتھ شہادت کا طالب ہو خدا اسے شہدات کے درجہ کو پہنچائیں گے اگر چہ وہ اپنے گھر کے بچھونے پر مرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ نماز کے پابند ہوں اور جہاد کا قصد کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے دوزخ سے نجات پانے کا میراث نامہ لکھ دیتے ہیں۔ اور جب وہ جہاد کے اسباب مہیا اور تیار کرنے میں مشغول ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ ان کی وجہ سے اپنے فرشتوں پر مباہات کا جھنڈا بلند کرتے ہیں اور جس وقت وہ اپنے بچوں اور بیویوں کو رخصت کرتے ہیں تو ان کے فراق میں گھر اور اس کے در و دیوار آنسو روتے ہیں۔ اور یہ گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو کر نکلتے ہیں جیسے سانپ کنچلی میں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔ اور جب یہ گھر سے نکلتے ہیں تو خداوند تعالیٰ ہر ہر شخص پر چالیس چالیس ہزار فرشتے مقرر فرماتے ہیں جو ان کے دائیں بائیں آگے پیچھے حفاظت کے لئے چلتے ہیں اور جب مجاہد دشمن کی خونخوار تلوار کی ضرب اور جانگزا نیزے کے کچوکے سے گھوڑے سے زمین پر گرتا ہے تو ابھی زمین تک پہنچنے نہیں پاتا کہ خداوند تعالیٰ اس کی بی بی حور عین کو اس کے پاس بھیجتا ہے جو اسے ان عطیات وانعامات اور درجات الٰہی کی خوشخبری دیتی ہے جو خدا تعالیٰ نے اس کے لئے تیار کی ہیں کہ جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کبھی کانوں نے سنا نہ کسی بشر کے دل میں ان کا کھٹکا گزرا۔ جب یہ شہید ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کی اہل و اولاد کا وارث و قائم مقام ہوں۔ جس نے ان کی امداد وخوشی کی اس نے مجھے راضی کیا۔ ہر ایک ایک قالین پر ایک ایک حور بڑے جاہ وجلال وحشمت و شوکت کے ساتھ بیٹھی ہوگی جو کہ اپنے شوہروں کی منتظر اور عاشق اور ان کی ہم عمر ہوں گی۔ اور ہر ہر حور کی خدمت میں ستر ستر ہزار

غلام اور ستر ستر ہزار لونڈیاں ہوں گی جو زیوروں میں پیلی اور رنگ میں سفید ہوں گی۔ ان کے سروں پر بیش قیمت موتیوں کا تاج۔ گردنوں میں ریشمی رومال ہاتھوں میں چاندی سونے کے آفتابے آبخورے ہوں گے۔ یہ خدا کے مقبول و پیارے بندے میدان حشر میں سے آ کر جوہر کے دسترخوان پر بیٹھا جاویں گے اور ان کا ایک آدمی اپنے گھر والوں اور پڑوسیوں کے ستر ستر ہزار آدمیوں کو سفارش کر کے بخشوائے گا اور شہداء کی جماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ خلد کے دسترخوان پر بیٹھیں گے۔

صدقہ جاریہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مرنے والے کے عمل مرنے سے ختم ہو جاتے ہیں اور مہر لگادی جاتی ہے مگر اس شخص کے عمل پر مہر نہیں لگائی جاتی جو راہ خدا میں گھوڑا باندھتا ہے۔ بلکہ اس کے عمل قیامت کے دن تک بڑھتے رہتے ہیں اور وہ قبر کے فتنہ وعذاب سے محفوظ رہتا ہے۔

سب سے پہلے جو ہتھیار آسمان سے اترا وہ کمان ہے جو کھیتی سے کوؤں کو اڑانے کے لئے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی کوؤں کی شکایت کرنے پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس بھیجی تھی۔ پچکلیان گھوڑے کی بھی حدیث شریف میں تعریف آتی ہے۔ ایسے گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد میں جائے گا تو کامیاب ہو کر صحیح وسالم گھر واپس آئے گا۔

ایک نیک عورت کا قصہ

ابوقدامہ شامی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سردار مقرر کیا گیا اور جہاد کا ارادہ ہوا میں نے لوگوں کو جہاد کی طرف بلایا اور لوگ جہاد کے لئے بھرتی ہونے لگے۔ اتنے میں ایک عورت آئی جس کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا ٹکڑا تھا اور ایک تھیلی تھی کاغذ میں لکھا ہوا تھا کہ تم نے ہم کو جہاد کی طرف بلایا۔ ہم کو جہاد میں جانے کی قدرت نہ تھی یہ تھیلی ہمارے پاس ہے جس میں حضور ﷺ کے بال ہیں تم اس کو لے کر اپنے گھوڑے کے باندھو۔ شاید خدا تعالیٰ ہم پر اس کی وجہ سے رحم کرے وہ تو بال دے کر چلی گئی ہم جہاد کے لئے تیار ہوئے روانہ ہو گئے اور دشمنوں سے مڈبھیڑ ہوئی تو میں نے ایک کم سن نابالغ لڑکے کو لڑتے ہوئے دیکھا نزع کی حالت میں مجھ سے کہا کہ میری یہ چیزیں میری ماں کو پہنچانا۔ اور میری ماں وہی عورت ہے جس نے آپ کو بالوں کی تھیلی دی تھی۔ قبر نے اس کو قبول نہ کیا اتنے میں آسمان سے سبز پرندے نہایت خوبصورت آئے اور اس کو کھا کر چلے گئے۔ عورت نے کہا ہاں تم سچ کہتے ہو کیونکہ وہ دعا کیا کرتا تھا کہ الٰہی میرا حشر پرندوں کے پوٹوں میں کیجیو۔ خدا تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والے شخص کا قصہ

ایک مرتبہ ہم جہاد کے لئے گئے ہم میں سے ایک شخص نے یہ آیت پڑھی۔ ترجمہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔ کہنے لگا میں نے اپنی جان و مال کو خدا تعالیٰ کے ہاتھ بیچ ڈالا مجھے وہ جنت عطا فرمائے یہ کہا اور چلا گیا۔ ہم جہاد کرتے ہوئے روم کے شہروں میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی غلام مستانوں کی طرح پکار پکار کر کہہ رہا ہے ہائے ہائے میری پیاری عینا۔ کہا کہ میں ایک دن پڑا ہوا تھا مجھ سے کسی نے کہا کہ عینا کے پاس چل میں چل دیا تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک سبز باغ نظر آیا تھوڑی دور جا کر دیکھا کہ ایک سفید خیمہ ہے اس کے دروازہ پر ایک نوجوان لڑکی کھڑی ہے۔ میں نے اس سے زیادہ حسین اور خوبصورت لڑکی کوئی نہیں دیکھی جیسے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی تو ہنس کر کہنے لگی کہ عینا! آپ کے خاوند آ گئے میں اس خیمہ میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ عینا ایک سونے کے تخت پر بڑی نازک ادا کے ساتھ بیٹھی ہے جو موتیوں اور یاقوت سے بسا ہوا ہے۔ عینا نے کہا کہ اے خدا کے دوست مرحبا تجھے خوشی ہو کہ آج شب کو تو ہمارے پاس روزہ افطار کرے گا۔ بس اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ جاگ اٹھا اس کا نقشہ اور سماں اب تک

میرے آنکھوں میں سمایا ہوا ہے یہ سنا کہ دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹ گیا اور دل کھول کر لڑا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گیا اسی رات اس کی ماں نے خواب میں دیکھا کہ وہ سفید خیمہ میں عینا کے پاس بیٹھا ہے۔ بیٹے نے ماں کو دیکھ کر کہا اماں اللہ تعالیٰ نے آپ کی ودیعت وامانت قبول کی۔

ایک محروم شخص کا قصہ

ایک شخص کو طواف کرتے ہوئے دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ اے میرے مالک تو نے اس محروم کے ساتھ کیا کیا۔ میں نے اس سے پوچھا تو یہ کیا کہتا ہے۔ کہنے لگا کہ ہم دس آدمی تھے کفار سے مڈھ بھیڑ ہوئی۔ ہم گھیرے میں آ گئے اور دشمنوں نے ہمیں باندھ لیا ان کے بادشاہ نے ہمارے قتل کا حکم دیا۔ جلاد نے جب گردن مارنا شروع کی تو ایک حور اتری جس کے ہاتھ میں جنت کا رومال تھا وہ اس کی روح کو رومال میں لپیٹ کر آسمان پر چڑھ گئی اسی طرح نو آدمیوں کے ساتھ ایک ایک حور نے یہی معاملہ کیا مگر جب میری باری آئی اور جلاد میری طرف جھکا اور حور میرے قریب ہوئی تو لوگوں نے میری سفارش کر دی۔ بادشاہ نے میری معافی کا پروانہ دیا۔ حور آسمان پر چڑھ گئی اور چڑھتی ہوئی یوں کہتی جاتی تھی کہ اے بے نصیب اے محروم اس لئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اے میرے مالک تو نے اس کے ساتھ کیا کیا۔

ایک حبشی غلام کا قصہ

جب حضرت نبی کریم ﷺ نے خیبر کا محاصرہ کیا تو آپ کے پاس ایک حبشی غلام مسلمانوں کے ساتھ ہو کر کفار کے ساتھ یہاں تک لڑا کہ شہید ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی لاش اٹھا کر جناب رسول ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا لوگوں نے عرض کیا۔ اے رسول خدا ﷺ آپ نے اس وقت منہ کیوں پھیر لیا آپ نے فرمایا اس کے ساتھ اس کی بیوی حور موجود ہے جو اس کے چہرے سے مٹی جھاڑتی ہے اور کہتی ہے کہ خدا اس کا چہرہ خاک آلودہ کرے جس نے تیرا پیارا چہرہ خاک آلودہ کیا اور اللہ تعالیٰ اس کو قتل کروائے جس نے تجھے شہید کیا۔

سبحان الله و بحمده سبحان الله العظيم

ابلیس کی خواہش

ایک شخص دیوار کے نیچے سو رہا تھا کہ دفعتہً ایک شخص نے اس کے کندھے کو جھنجھوڑا اور کہا کہ جلدی اٹھ دیوار گری جاتی ہے وہ جلد اٹھا اور دیوار گر گئی۔ کہا تو کون؟ میں ہوں ابلیس اس واسطے کیا ہے کہ تو شہید نہ مرے۔

شہید زندہ رہتے ہیں

مسلمانوں کی ایک جماعت ایک دفعہ جہاد کے لئے نکلی انہیں بادشاہ نے کہا تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ۔ مسلمانوں نے اس سے انکار کر دیا بادشاہ نے ایک شخص کو چھوڑ کر سب کو قتل کر دیا اس سے کہا تو اپنے دین کو چھوڑ اتنا مال دوں گا انکار کر دیا۔ حسینہ جمیلہ لونڈی تھی اس کو اس مسلمان کے پاس اپنے محل میں بھیج دیا کہ اس مسلمان کو اپنی طرف مائل کرے مگر اس مومن بندہ نے سورہ فتح پڑھنا شروع کر دی۔ جب محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچا تو اس عورت کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور بے تحاشا رونے لگی دونوں وہاں سے نکل کر چل دیئے صبح ہوتے ہی عورت نے کہا کہ یہ گھوڑوں کی ہنہناہٹ کی آواز کیسی؟ وہی ساتھی جہاد کے شریک چلے آ رہے ہیں جو ظالم بادشاہ کے بے رحم ہاتھوں سے قتل کئے گئے تھے۔ ان لوگوں نے قریب ہو کر کہا کہ ہم تیرے وہی شہید دوست ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنے پاس زندہ رکھ چھوڑا ہے اور تخمینہ چالیس دن کے بعد وہ ہم سے ملاقات کرے گا یہ کہا اور غائب ہو گئے۔

مجاہد کی اقسام

تنبیہ: مجاہد دو قسم پر ہیں ایک وقتی دوسرا دائمی۔ وقتی مجاہد وہ ہوتا ہے جو کفار کے مقابل ایک خاص وقت پر قدم جما کر لڑتا ہے تاکہ کفار جو کہ اشاعت و تبلیغ دین اسلام میں مانع و حارج ہوتے ہیں ان سے میدان صاف ہو۔ دوسروں کو اسلام اور راہ حق پر آنے کا راستہ صاف ہو اس شرط کے ساتھ کہ پہلے ان کو

دعوت قبول اسلام کی کی جاوے اس کو تسلیم نہ کرنے پر خراج جزیہ کے لئے کہا جاوے اس کو بھی نہ مانیں تب جہاد تا نکہ ان کا غرور ٹوٹے اور دوسروں کو اسلام کی طرف آنے کا راستہ ہاتھ آوے۔

دائمی مجاہد وہ ہے جو نفس سے اس کے شہوات وخواہشات میں ہر وقت قدم جما کر لڑتا ہے۔ اسی کو حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کے اس سوال پر کہ مجاہد کسے کہتے ہیں؟ یوں فرمایا

المجاهد من جاهد نفسه' و المهاجر من هاجر نفسه الذنوب کہ مجاہد حقیقی وہ ہے کہ جو نفس سے اس کی خواہشات میں جہاد کرتا ہے۔ ارے تمہارا تو یہ رنگ ہونا چاہیے۔

زندہ کنی عطائے تو در بکشی فدائے تو

دل شدہ مبتلائی تو ہر چہ کنی رضائے تو

فرمایا کہ تو اگر کوئی گھر بنالیتا تو دھوپ کی گرمی اور جاڑے کے ٹھٹھرنے سے بچتا۔

احمد شاہ ابدالی کے نام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے ایک تاریخی مکتوب کے اقتباسات

یہی وہ تاریخی خط ہے جس کے نتیجہ میں احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان آکر یہاں کی فسطائی طاقتوں کا زور توڑا تھا۔

بعد حمد وصلوۃ کے یہ چند کلمات ہیں جن کے لکھے جانے کا باعث اسلامی حمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کلمات کو گوش مبارک تک پہنچادے۔

بادشاہان اسلام

بادشاہان اسلام کا وجود اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست نعمت ہے۔ جاننا چاہیے کہ ملک ہندوستان ایک وسیع ملک ہے قدیم اسلامی بادشاہوں نے بڑی مدت میں بڑی جدوجہد کے بعد کئی دفعہ میں جا کر اس ولایت کو فتح کیا ہے۔ علاوہ دہلی کے جو صاحب اقتدار بادشاہوں کا مستقر رہی ہے ہر علاقے میں علیحدہ علیحدہ فرمانروا تھے۔ مثلاً گجرات' احمد آباد کا علاقہ ایک علیحدہ حکمراں سے تعلق رکھتا تھا۔ ٹھٹھہ کا دوسرا بادشاہ تھا' بنگالہ ایک اور حاکم کے زیر حکومت تھا۔ اودھ جدا ایک شخص کے زیر اقتدار تھا۔ جس کو سلطان الشرق یعنی پورب کا بادشاہ کہتے تھے۔ ملک دکھن پانچ حسب ذیل سلطنتوں کا مجموعہ تھا۔

(۱) برہان پور (۲) برار (۳) اورنگ آباد (۴) حیدر آباد (۵) بیجاپور

ان پانچوں سلطنتوں میں سے ہر سلطنت کا ایک جداگانہ مستقل بادشاہ تھا مالوہ کا بھی حکمران علیحدہ تھا اور ان تمام مذکورہ علاقہ جات میں سے ہر ایک علاقے کا بادشاہ مستقل طور پر صاحب فوج اور صاحب خزانہ ہوتا تھا۔ ہر ایک بادشاہ نے اپنی مملکت میں مسجدیں تعمیر کرائیں مدرسے قائم کئے' عرب وعجم کے مسلمان اپنے اپنے وطنوں سے منتقل ہو کر ان علاقوں میں آ گئے اور یہاں اسلام کی ترویج واشاعت کا باعث بنے۔ اس وقت تک ان لوگوں کی اولاد اسلام کے طور وطریقہ پر قائم ہے۔ ایک اور ملک جس کا تذکرہ ہو رہا ہے راجپوتانہ کا ملک ہے۔ اس ملک کا طول حدود ٹھٹھہ سے لے کر حدود بنگالہ و بہار تک چالیس منزل ہے اور عرض دہلی وآگرہ سے لے کر گجرات واجین کی حد تک بیس منزل ہے۔ وہ باوسعت ملک ہے جو کبھی ملوک اسلامیہ کی نشست گاہ نہیں بنا۔ قصہ مختصر۔ بادشاہان مغلیہ نے رفتہ رفتہ اتنا کرلیا کہ اپنی طرف سے ان کو ریاست پر متعین کرتے تھے۔ اور انہوں نے راجپوتوں سے معاہدہ کرلیا اور اس گروہ کو اپنا ماتحت قرار دے کر ان کی مخالفت سے مامون ومحفوظ ہو گئے اور جنگ سے دست کشی اختیار کرلی۔ واقفان فن تاریخ تفصیلی طور پر ان واقعات کو بیان کریں گے۔

مرہٹہ قوم

غیر مسلموں میں ایک قوم مرہٹہ نامی ہے کہ ان کا سردار ایک ہے۔ اس قوم نے کچھ عرصے سے اطراف دکن میں سر اٹھایا ہے اور تمام ملک ہندوستان پر اثر انداز ہے۔ شاہان مغلیہ میں سے بعد کے بادشاہوں نے عدم دور اندیشی غفلت واختلاف فکر کی بناء پر ملک گجرات مرہٹوں کو دے دیا پھر اسی سست اندیشی اور غفلت کی وجہ سے ملک مالوہ بھی ان کے سپرد کر دیا اور ان کو وہاں کا صوبہ دار بنادیا رفتہ رفتہ قوم مرہٹہ قوی تر

ہوگئی اور اکثر بلاد اسلام ان کے قبضہ میں آ گئے۔ مرہٹوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں سے باج لینا شروع کر دیا اور اس کا نام چوتھ (یعنی آمدنی کا چوتھا حصہ رکھا)

المختصر سوائے دہلی و دکن کے خالص طور پر مرہٹوں کا تسلط ہے۔ قوم مرہٹہ کا شکست دینا آسان کام ہے بشرطیکہ غازیان اسلام کمر ہمت باندھ لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قوم مرہٹہ خود قلیل ہیں لیکن ایک گروہ کثیر ان کے ساتھ ملا ہوا ہے اس گروہ میں سے ایک صف کو بھی اگر درہم برہم کر دیا جائے تو یہ قوم منتشر ہو جائے گی۔ اور اصل قوم اسی شکست سے ضعیف ہو جائے گی چونکہ یہ قوم قوی نہیں ہے اس لئے اس کا تمام تر سلیقہ ایسی کثیر فوج جمع کرنا ہے جو چیونٹیوں اور ٹڈیوں سے بھی زیادہ ہو۔ دلاوری اور سامان حرب کی بہتات ان کے یہاں نہیں ہے۔ الغرض قوم مرہٹہ کا فتنہ ہندوستان کے اندر بہت بڑا فتنہ ہے حق تعالیٰ بھلا کرے اس شخص کا جو اس فتنہ کو دبائے۔

جاٹ قوم

غیر مسلمانوں کی ایک قوم جاٹ ہے جس کی بود باش دہلی و آگرہ کے درمیان ہے۔ یہ دونوں شہر بادشاہوں کے لئے دو حویلیوں کی مانند رہے ہیں مغل بادشاہ کبھی آگرہ میں رہتے تھے تاکہ ان کا دبدبہ اور رعب راجپوتانہ تک پڑے اور کبھی دہلی میں فروکش ہوتے تھے تاکہ ان کی شوکت و ہیبت سرہند اور نواحی سرہند تک اثر ڈالے۔

دہلی و آگرہ کے درمیان کے مواضعات میں قوم جاٹ کاشتکاری کرتے تھے۔ زمانہ شاہجہاں میں اس قوم کو حکم تھا کہ گھوڑوں پر سوار نہ ہوں، بندوق اپنے پاس نہ رکھیں اور اپنے لئے گڑھی نہ بنائیں۔ بعد کے بادشاہوں نے رفتہ رفتہ ان کے حالات سے غفلت اختیار کر لی اور اس قوم نے فرصت کو غنیمت جان کر بہت سے قلعے تعمیر کر لئے اور اپنے پاس بندوق رکھ کر بٹ ماری کا طریقہ شروع کر دیا۔ اورنگ زیب اس وقت دکھن میں قلعہ بیجاپور اور حیدرآباد کے فتح کرنے میں مشغول تھا۔ دکھن ہی سے ایک فوج جاٹوں کی تادیب کے لئے اس نے روانہ کی اور اپنے پوتے کو فوج کا سردار مقرر کیا۔ رئیسان راجپوتانہ نے اس شہزادے سے مخالفت کر لی۔ لشکر میں اختلاف واقع ہوا جاٹوں کی تھوڑی سی عاجزی پر اکتفا کر کے فوج بادشاہی واپس ہوگئی۔

جاٹ قوم کی فتنہ انگیزیاں

محمد فرخ سیر کے زمانہ میں جماعت کی شورش پھر جوش میں آئی۔ قطب الملک وزیر نے زبردست فوجیں ان کی طرف بھیجیں چورامن جو اس قوم کا سردار تھا بعد جنگ صلح پر راضی ہو گیا اس کو بادشاہ کے سامنے لائے اور تقصیرات کی معافی دلوائی۔ یہ کام بھی خلاف مصلحت عمل میں آیا۔ پسر محمد شاہ کے عہد میں صفدر جنگ ایرانی نے خروج کیا اور سورج سے ملکر سازش کر کے پرانی دہلی پر حملہ کر دیا۔ اور تمام باشندگان شہر کہنہ کو لوٹ لیا۔

میوات کے حدود سے فیروز آباد شکوہ آباد تک عرض میں سورج مل قابض ہو گیا کسی کو طاقت نہیں کہ وہاں اذان و نماز جاری کر سکے۔

ایک سال ہوا کہ قلعہ الور جو کہ تمام میوات کی خبر گیری کے لئے ایک جائے بلند تھی سورج مل اس کو بھی اپنے قبضے میں لے آیا۔ ارکان سلطنت میں سے کسی کی مجال نہ ہوئی کہ وہ اس کام سے روک دیتا۔ ہندوستان کے محصولات سات آٹھ کروڑ سے کم نہیں ہیں بشرطیکہ غلبہ و شوکت موجود ہو ورنہ ایک کوڑی بھی ملنی مشکل ہے۔ جیسا کہ اس وقت دیکھا جا رہا ہے۔ جس علاقہ پر جاٹ قابض ہیں وہ ایک کروڑ روپیہ محصول کی جگہ ہے۔ اس وقت بھی کہ بنگالہ میں بے اطمینانی ہے اور وہاں ایک بے وقوف ناواقف کار نوجوان یعنی ناظم قدیم کا پوتا مسلط ہے پھر بھی وہ نوجوان خزائن بے شمار کا مالک ہے سعادت خان ایرانی اور اس کے بعد اس کا داماد صفدر جنگ صوبہ اودھ پر قابض تھے دو کروڑ اس صوبہ سے وصول کرتے تھے ایک کروڑ خرچ کرتے تھے اور ایک کروڑ جمع کرتے تھے۔ اسی مالداری نے صفدر جنگ کے اندر بادشاہ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کیا۔ جاٹ کی شوکت کو درہم برہم کرنا بھی تدبیر کے نزدیک آسان کام ہے۔

انہوں نے جو علاقے اپنے قبضے میں کر لئے ہیں وہ ان کے نہیں ہیں بلکہ غصب کئے ہوئے ہیں۔ ان مواضع کے مالک ابھی تک زندہ موجود ہیں۔ اگر کوئی صاحب شوکت وعدالت بادشاہ مہربانی کا ہاتھ ان مالکوں کے سر پر رکھے تو وہ لوگ سورج مل کے مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ بادشاہوں کی غفلت سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ جاگیردار اپنی جاگیروں پر عمل ودخل نہیں پاتے۔ کوئی غور نہیں کرتا کہ اس کا باعث بے عملی ہے۔ جب خزانہ بادشاہ نہیں رہا۔ نقدی بھی موقوف ہوگئی اور آخر کار سب ملازمین تتر بتر ہو گئے اور کاسہ گدائی اپنے ہاتھ میں لے لیا سلطنت کا بجز نام کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ علاوہ اس تنگی اور مفلسی کے جب سورج مل کی قوم نے اور صفدر جنگ نے مل کر دہلی کے پرانے شہر پر دھاوا بولا یہ غریب سب کے سب بے خانماں، پریشان اور بے مایہ ہو گئے۔ پھر متواتر آسمان سے قحط نازل ہوا۔ غرضیکہ جماعت مسلمین قابل رحم ہے اس وقت جو عمل ودخل سرکاری بادشاہی میں باقی ہے وہ ہنود کے ہاتھ میں ہے کیونکہ متصدی اور کارکن سوائے ان کے اور کوئی نہیں ہے۔ ہمہ قسم کی دولت وثروت ان کے گھروں میں جمع ہے۔ افلاس ومصیبت کا بادل مسلمانوں پر چھا رہا ہے۔ بات طویل ہوگئی اور اختصار کے حدود سے باہر نکل گئی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ملک ہندوستان میں غیر مسلموں کے غلبے کی نوعیت یہ ہے کہ جو معرض بیان میں آئی اور مسلمانوں کا ضعف اس حد تک پہنچ گیا جو لکھا گیا۔ اس زمانہ میں ایسا بادشاہ جو صاحب اقتدار وشوکت ہو اور لشکر مخالفین کو شکست دے سکتا ہو دور اندیش اور جنگ آزما ہو، سوائے آنجناب کے اور کوئی موجود نہیں ہے۔ یقینی طور پر جناب عالی پر فرض عین ہے ہندوستان کا قصد کرنا اور مرہٹوں کا تسلط توڑنا اور ضعفائے مسلمین کو غیر مسلموں کے پنجے سے آزاد کرانا۔ اگر غلبہ کفر معاذ اللہ، اسی انداز پر رہا تو مسلمان اسلام کو فراموش کر دیں گے۔ اور تھوڑا زمانہ نہ گزرے گا کہ یہ مسلم قوم ایسی قوم بن جائے گی کہ اسلام اور غیر اسلام میں تمیز نہ ہو سکے گی۔ یہ بھی ایک بلائے عظیم ہے۔ اس بلائے عظیم کے دفع کرنے کی قدرت بفضل خداوندی جناب کے علاوہ کسی کو میسر نہیں ہے۔

مسلمانان عالم کو پیغام

ہم بندگان الٰہی حضرت رسول خدا ﷺ کو شفیع گردانتے ہیں اور خدائے عزوجل کے نام پر التماس کرتے ہیں کہ ہمت مبارک کو اس طرف متوجہ فرما کر مخالفین کا مقابلہ کریں۔ تاکہ خدائے تعالیٰ کے یہاں بڑا ثواب جناب کے نامہ اعمال میں لکھا اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی فہرست میں درج ہو جائے۔ دنیا میں بے حساب غنیمتیں ملیں اور مسلمان دست کفار سے خلاصی پا جائیں۔ خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس بات کی کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو۔ کہ وہ مسلمانوں کو زیروزبر کر گیا اور مرہٹہ وجٹ کو سالم و غانم چھوڑ کر چلتا بنا۔ نادر شاہ کے بعد سے مخالفین قوت پکڑ گئے اور لشکر اسلام کا شیرازہ بکھر گیا اور سلطنت دہلی بچوں کا کھیل بن گئی۔ پناہ بخدا اگر قوم کفار اسی حال پر رہے اور مسلمان ضعیف ہو جائیں تو اسلام کا نام بھی کہیں باقی نہ رہے گا۔

فتح اسلام اس جماعت کو نصیب ہوتی ہے جس کی یہ شان ہو کہ اگر کسی جگہ مسلمان ہوں ان کو وہ اپنے بیٹوں اور سگے بھائیوں کی طرح رکھے اور مخالف کے مقابلہ میں شیر نر کی مانند ہو پس واجب ہے کہ ان مجاہدات میں تقویت اسلام کی نیت کر لی جائے۔ جب افواج قاہرہ ایسے مقام پر پہنچیں جہاں پر مسلمان اور غیر مسلمان دونوں رہتے ہوں چاہئے کہ منتظمین خاص طور پر ایسے مقام پر متعین ہوں اور ان کو تاکید کی جائے کہ جو ضعیف مسلمان قریوں میں ساکن ہیں ان کو قصبوں اور شہروں میں لے آئیں پھر کچھ منتظمین قصبوں اور شہروں پر مقرر کئے جائیں جو اس بات کی کڑی نگرانی کریں کہ کسی مسلمان کا مال نہ لوٹا جائے اور کسی مسلمان کی عزت میں فرق نہ آنے پائے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا کا زوال قتل مسلم کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بقصد عمرہ جب حدیبیہ تشریف لے گئے۔ اور کفار قریش مکہ کے داخلہ سے مانع آئے۔ آخر الامر کفار مکہ سے صلح ہوئی۔ اگرچہ بعض بڑے صحابہ ؓ میں سے ایسے تھے

جن کی حمیت دینی جوش میں آئی اور اس صلح پر راضی نہیں ہوتے تھے لیکن حضرت رسول اللہ ﷺ نے ان کے قول پر التفات نہیں فرمایا اور صلح کر لی۔

اس واقعہ صلح حدیبیہ و فتح مکہ میں بادشاہان دور اندیش کو حکمت کی عجیب و غریب تعلیم دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلم و غیر مسلم کے اختلاط کے مقام پر حلم کا معاملہ کرنا چاہئے پہلے مخالفین اسلام کو جو مسلمانوں پر تسلط جمائے ہوئے ہوں متفرق کریں بعد ازاں مسلمان خود بخود بادشاہ عادل و دور اندیش کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیں گے۔

ترجمہ شعر عربی: (اللہ کی کتنی پوشیدہ پوشیدہ مہربانیاں ہیں جن کی پوشیدگی سے ایک ذکی و فہیم بھی بے خبر ہے)

جیسا کہ دوائے تلخ ہر چند فائدہ مند ہو لیکن مریض کی طبیعت اس کی طرف رغبت نہیں کرتی۔ طبیب حاذق اس کڑوی دوا کو شہد کے ساتھ ملاتا ہے اسی طرح بادشاہان عادل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی طرف جس جگہ متوجہ ہوتے ہیں اور وہاں پر جو مسلمان متفرق طور پر ہوتے ہیں اور اپنی جان و آبرو کا خوف کرتے ہیں اور اپنی طبیعت سے اس گیرودار کو نہیں چاہتے۔ وہاں پر فقیروں' غریبوں اور سادات علماء کو اپنے الطاف خسروانہ اور انعام بادشاہانہ سے اور طرح طرح کے دلاسوں اور تسلیوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ تاکہ ان کی مہربانی کا شہرہ دور و نزدیک شہروں تک پہنچ جائے اور سب کے سب ہاتھ اٹھا اٹھا کر بادشاہ عادل کی فتح و نصرت کی دعائیں کریں اور خدائے عزوجل سے شب و روز یہی درخواست کریں کہ اللہ یہ رحمت کی نشانی بادشاہ عادل' ہمارے شہر میں فروکش ہو۔

سب سے پہلے اہم اس کے بعد بالترتیب اس کے نیچے درجے کے اہم امور انجام دیئے جائیں جس جگہ کسی مسلمان کی شکست کا احتمال ہو' وہاں توقف کرنا چاہیے۔ جماعت منکر کے گرداگرد جہاد مقدم رکھنا چاہیے تاکہ بغیر احتمال قتل مسلم مدعا حاصل ہو جائے۔ آخر میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت بادشاہان اسلام کے حق میں لکھی جاتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہر وہ شخص جو خلیفہ بنایا جاتا ہے اس کے دو دلی دوست (باطنی قوت) ہوتے ہیں۔ ایک ان میں سے اس کو خیر و نیکی کی تلقین کرتا اور اس پر آمادہ کرتا ہے۔ دوسرا اس کو شر کا حکم کرتا ہے اور اس کی رغبت دلاتا ہے اور محفوظ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

حال ہی میں حضرت مرشدنا و مولانا مسیح اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا وصیت نامہ نظر سے گزرا۔ خیال پیدا ہوا کہ اس نعمت بے بہا میں آپ کے ساتھ مشارکت کی جائے اس لئے وصیت نامہ کا نسخہ تصویر حاضر ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لئے باعث نفع اور موصی مولف اعلیٰ اللہ درجاتہ فی الفردوس کے لئے صدقہ جاریہ بنادیں۔ آمین!

والسلام
خادم محمد عبدالواحد عفی عنہ

وصیت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۹ ربیع الثانی سنہ ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۲ء بروز شنبہ

ارشاد فرمایا کہ زبان کو حرکت دینے کی بھی ہمت نہیں' ضعف بے حد ہے۔ بتکلف بول رہا ہوں' پھر بھی چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

غور سے سنئے! تمام اعمال حسنہ استقامت کے ساتھ بالدوام مع حسن خلق و حسن کلام' نماز روزہ' سنن مستحبات کا التزام بلحاظ صحت و سہولت کے ساتھ رہے' ذکر و تلاوت بقدر فرصت و سہولت جاری رہے۔ مطالعہ کا اہتمام رہے۔ یہ بہت ضروری ہے۔ حضرت والا نور اللہ مرقدہ کی شریعت و طریقت اور امام غزالی کی عربی کتاب کا ترجمہ "تبلیغ دین" مطالعہ رہے۔ حضرت اس کتاب کو بڑے بڑے علماء کو بھی تاکید سے پڑھواتے تھے۔ (اس کتاب کے مطالعہ کا تاکیدی حکم فرماتے تھے)

نیز حضرت والا نور اللہ مرقدہ کی تفسیر بیان القرآن کا بھی مطالعہ رہے۔ تمام عمل سیۂ سے حتیٰ کہ مشتبہات سے بھی اجتناب رہے' جیسا کہ بخاری شریف میں ہے

الحلال بین والحرام بین و بینھما مشبھات
حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں۔ لہذا (مشتبہ سے بچو)
جہاں کہیں ایسی بات پیش آئے اعراض کر جاؤ' ٹال جاؤ' ایسی جگہ مت بیٹھو اور ایسا عمل مت کرو جو تہمت کا سبب بنے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔
اتقوا مواضع التھم تہمت سے بچنے کو نہیں فرمایا' بلکہ ان جگہوں اور طریقوں سے بچنے کو فرمایا' جو تہمت کا سبب بنیں (پھر ارشاد فرمایا) مرشدی مولائی حضرت حکیم الامت مجدد الملت نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ دو لفظ ہیں ایک دھیان دوسرا دھن

ذکر باری تعالیٰ

دھیان تو یہ کہ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے' چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کا دھیان رہے اور دھن یہ کہ تزکیہ نفس کی ہر وقت دھن رہے۔ یہ دونوں باتیں بڑی عجیب ہیں۔ ان پر عمل کرتے رہو۔ کسی کے معاملہ میں مت پڑو۔ دوسروں کے معاملات سے علیحدہ رہو یہ شان مشیخت کے خلاف ہے۔
کثرت ذکر اس طرح رہے کہ زبان ہر دم ذاکر اور قلب توفیق ذکر وطاعت پر شاکر۔ لیکن دین اور معاملات کو بالکل صاف رکھو بس یہی باتیں ہیں جو بطور وصیت عرض کر رہا ہوں۔ اگرچہ ہمت نہیں پھر بھی بفضلہ تعالیٰ یہ وصیت کر دی۔ دوسرے روز بعد نماز فجر فرمایا' اعمال حسنہ پر استقامت بالدوام' اخلاق حمیدہ کا حصول برغبت' اور اخلاق رذیلہ کا زوال بنفرت رہے۔ ان باتوں کا اثر یہ ہوگا کہ حسن کلام وحسن خلق حاصل ہوگا اور ہوتا رہے گا۔
حسن خلق کے ساتھ احسن کلام نرم شائستہ الفاظ کے ساتھ جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے
قل لعبادی یقولوا التی ھی احسن
حسن کلام خلق کے ساتھ جب بھی کوئی بات طبیعت کے خلاف ہو ناگوار گزرے' حسن کلام سے نرم الفاظ کے ساتھ حسن خلق کے ساتھ ٹال جاؤ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی ھی احسن
یا حلم کے سات خاموشی سے اعراض کر جاؤ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے' وذا سمعوا اللغوا عرضو اعنه'
(پھر فرمایا) حسن خلق بڑی چیز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں وہ چیز بتادوں جو اگر کوئی رات بھر عبادت کرے اور دن میں روزہ رکھے ایک سال تک وہ چیز اس سے بھی افضل ہے۔
صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسن خلق یہ بہت بڑی چیز ہے۔ پھر فرمایا اس سے بھی افضل چیز بتادوں صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوچا اس سے افضل چیز کون سی ہوگی۔ پھر دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی بیوی کے ساتھ حسن خلق نرمی کا برتاؤ۔ (اس لئے کہ بیوی کے ساتھ ہر وقت خلاف طبع باتیں پیش آتی رہتی ہیں۔)

باب ۲۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ارشادات

انگریز نے ہمارا تاج چھینا، تخت چھینا، ہمارا دین چھینا، ہمارا ایمان چھینا اور ہم کو اسلام کا معترض بنا کر چھوڑ گیا۔ اولیاء کرام کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو دنیا کے بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔

یا اللہ اپنے فضل سے بخش:

ضلع جہلم کا ایک واقعہ ہے قاتل جیل میں خدا سے دعا مانگتا۔ کہ اے اللہ تو مجھے اپنے فضل سے رہا کر دے۔ اور بے گناہ خدا سے کہتا کہ اے اللہ انصاف کر جج نے اصل قاتل کو رہا کر دیا اور بے گناہ کو پھانسی کی سزا دی۔ ایک ولی اللہ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے اللہ تو تو سب کچھ جانتا ہے سارے فیصلے تو تیرے ہاں سے ہو کر آتے ہیں۔ بارگاہ الٰہی سے اطلاع آئی کہ یہ بے گناہ کہتا تھا کہ اے اللہ میرے ساتھ انصاف کر۔ ایک دفعہ اس نے ایک چیونٹی کو تنکے پر بٹھا کر تنکے کو بہتے پانی میں گاڑ دیا تھا جس سے وہ گر کر مر گئی۔ وہ بدلہ اس سے لینا تھا، مجرم کہتا تھا کہ مجھے اپنے فضل سے بخش دے، ہم نے اسے اپنے فضل سے بخش دیا۔

صدقہ جاریہ:

دہلی میں شاہجہان رحمۃ اللہ علیہ کی بنائی ہوئی جامع مسجد ہے اور قیامت تک جتنے مسلمان اس میں نمازیں پڑھیں گے اور ذکر الٰہی کریں گے اس وقت تک شاہجہان رحمۃ اللہ علیہ کی اس نیکی کا ثواب ختم نہیں ہو سکتا۔

دین دار بنانے کی کوشش کرنا ماں باپ کا فرض ہے تا کہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو راضی رکھنے کا سلیقہ آ جائے۔

غیر شرعی رسمیں:

مسلمانوں کی ناداری کا باعث برادری کی رسمیں مثلاً شادی اور غمی میں باوجودیکہ توفیق نہیں ہوتی پھر قرض لے کر رسمیں پوری کرتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ اگر نہیں کرتے تو ناک کٹتی ہے۔

باسی روٹی کی طاقت:

غریب مسلمان کپڑے اگرچہ پھٹے پرانے ہوں گے بدن پاک اور کپڑے پاک بڑا مالدار انگریز یا انگریز کا تمدن رانیں پلید ہوں گی۔ سب عقلمندوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ باسی روٹی اور مکھن سے کھانے میں جو نوجوانوں میں طاقت آتی ہے کہ بڑے قوی ہیکل تنومند لمبے قد اور چوڑی چھاتی والے نوجوان پیدا ہوتے تھے اب وہ طاقت چاہ اور توش سے ہرگز پیدا نہیں ہوتی۔

اب تو بقول عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ آج کل کے نوجوان کوہ قاف کی پریاں ہیں۔ کمر پتلی، نازک اندام، ہونٹوں پر پان کی سرخی۔ منہ میں پتلا سا سگریٹ۔ پرانے زمانے میں ہماری بہنیں اور بیٹیاں محلوں میں جو استانیاں ہوتی تھیں ان سے دین کی کتابیں پڑھتی تھیں اور انہی سے نماز روزہ سیکھ لیتی تھیں۔ عام طور پر اس وقت کا نصاب تعلیم پکی روٹی نجات المومنین اور احوال الآخرۃ ہوتا تھا۔

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضراز آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

اپنے گریبان جھانکو:

مسلمان اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ اولیائے کرام نے یہ تو نہیں سکھایا تھا کہ ہماری قبروں پر آ کر سجدے کرنا منتیں ماننا۔ چڑھاوے چڑھانا اور ہماری قبروں پر ریشمی غلاف چڑھانا عرس کرنا۔ طبلے بجانا۔ بازاری عورتوں کو عرس کے موقع پر سلام کے لئے بلانا۔

قرآن کے منکر:

مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی ہے جو سرے سے قرآن مجید پر عمل کرنے کے مخالف ہے ان کا یہ مقولہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث نبی کریم کو ملک میں نافذ نہیں ہونے دیں گے۔

شادی مقدر کی:

اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر میں جس لڑکے کے لئے جو لڑکی اور جس لڑکی کے لئے جو لڑکا لکھا ہوا ہے نہ اس لڑکے کی شادی کسی دوسری لڑکی سے ہوگی اور نہ اس لڑکی کی شادی کسی دوسرے لڑکے سے ہوگی۔ فیصلہ تو یہی ہے جو عرض کر چکا ہوں۔

وفا شعار بیوی:

تمہاری بیوی رنگ وروپ کی سادہ ہے مگر انتہا درجہ کی وفا شعار خدمت گزار اور خاوند کے ماں باپ کی تابعدار دن رات لونڈیوں کی طرح ان کی خدمت کے لئے کمربستہ رہتی ہو وہ ہزار درجہ خوبصورت بیوی سے بہتر ہے۔

بیٹا اللہ تعالیٰ کی دین ہے:

جاہل مسلمان بزرگوں کی قبروں پر جا کر منت مان آتے کہ اے بزرگ اگر تو مجھے ایک بیٹا دے دے تو میں تیری قبر پر ایک بکرا چڑھاوا چڑھاؤں گا۔ جب اللہ تعالیٰ اس آدمی کو بیٹا دیتا ہے تو یہ نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا ہے۔

ذکر الٰہی ہر طرح نافع:

تربوز کی رنگت دلکش اور جاذب ہوتی ہے اس کا ذائقہ میٹھا اس کا شربت تشنگی کا دافع اور اسکا کھانا اشتہا انگیز ہے بعینہ ذکر الٰہی ہے۔ ذکر خفی ہو یا ذکر جلی۔ ذاکر ہر طرح سے اس سے مستفید ہوتا ہے۔

ادب واطاعت:

اخذ فیض کے لئے عقیدت ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے ظاہری علوم کے لئے ۵۰ فیصد استاد کا ادب اور ۵۰ فیصد طالب علم کی محبت ہو تو ترقی ہوتی ہے فیض باطنی کے لئے ۱۰۰ فیصد ادب کی ضرورت ہے۔ ذکر الٰہی میں وہ لذت آتی ہے کہ تاج شاہی سر پر رکھوا کر اور تخت شاہی پر بیٹھ کر بادشاہوں کو نہیں آتی۔

بے دینی کا سبب:

اللہ کا ذکر علاج ہے مشتبہ اور حرام مال سے بچنا پرہیز ہے۔ بکری حلال ہے لیکن چوری کی ہو تو حرام ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ بے دینی کا ۸۰ فیصد سبب اکل وشرب حرام ومشتبہ مال ہے۔ دس فیصد بے نمازوں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزوں کا کھانا ہے اور باقی دس فیصد بے دینوں اور نااہلوں کی صحبت ہے۔ قبر آخر کی ڈیوڑھی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کسی کی قبر بہشت کا باغ اور کسی کی جہنم کا گڑھا بن جاتی ہے۔ شیخ کامل اس کو بہشت کا باغ بنانے والے راستہ کی طرف رہنمائی کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اگر بندگی کا حق ادا نہ کیا۔ تو یاد رکھا اے انسان تو کتے سور اور گدھے سے بدتر ہے۔ وہ مالک حقیقی اور مالک مجازی دونوں کے وفادار ہیں۔ اور تو مالک حقیقی کا غدار ہے۔

شیخ کا طریقہ بیعت:

بیعت کے بعد شیخ پوچھے گا کہ بیٹا تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے وہ عرض کرتا ہے کہ میں پولیس کا سپاہی ہوں۔ اس کے بعد شیخ دریافت فرمائے گا۔ کہ تنخواہ کیا ملتی ہے اور بالائی آمدنی کتنی ہے شیخ ایک طرف استغفار پڑھوائے گا۔ اور دوسری طرف حرام چھڑا دے گا۔ اس کے علاوہ بارگاہ الٰہی میں دعا کرے گا۔ کہ اے اللہ تیرے ایک بھولے بھٹکے بندے کو میں نے تیرے دروازے پر لا کھڑا کیا۔ تو اس کو اپنی رحمت سے نواز۔ ان شاء اللہ بیڑا پار ہو جائے گا۔ پہلے حرام کھاتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کو بو آتی تھی۔ اب حرام چھوڑ کر استغفار پڑھنے لگا ہے تو اللہ تعالیٰ نے

قبول فرمالیا ہے۔ جیسے عطر فروش کی دکان ہو۔ جو شخص اس دکان میں جائے گا تو وہ عطر نہ بھی خریدے گا تو کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور سونگے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بری صحبت کو لوہار کی بھٹی سے تشبیہ دی ہے۔

گناہوں کا بورڈ:

آپ گناہوں کا ایک بورڈ بنا لیجئے میں نے بھی بنایا ہوا ہے۔ جو گناہ بھی ہو اس پر لکھ لیا جائے۔ اس سے ہم اپنے نفس کو ڈانٹ سکیں گے۔ کہ اگر یہ تیرے گناہ لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو کوئی تیرے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کرے گا۔ اگر مسجد خواہ کچی ہو اس کے اندر کوئی اللہ کا بندہ ہے جس کی نظر کیمیا اثر ہے تو اس کی ایک نظر پڑ جانے سے بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور اس کی جوتیوں میں بیٹھنا دنیادار کے لئے باعث فخر ہے۔ نماز کے بعد سنت طریقہ یہ ہے کہ استغفار۔ آیۃ الکرسی ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ ۳۴ دفعہ اللہ اکبر۔

ایصال ثواب:

نیک کام کر کے اگر میت کی روح کو ثواب پہنچایا جائے تو جائز ہے اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ مگر اس کے لئے تین شرطیں ہیں۔

(۱) صرف اللہ کی رضا مقصود ہو۔ غیر اللہ کی رضا کا شائبہ بھی نہ ہو۔

(۲) مال حلال کا ہو اگر حرام کا مال ہوگا تو میت کو ایک دانہ کا بھی ثواب نہ پہنچے گا۔ (۳) مستحقین کو کھلایا جائے۔

بعض عفت مآب عورتیں:

کیا اللہ تعالیٰ کو بندے کھرے چاہئیں؟ کیا اس نے جنت خبیثوں کے لئے بنائی ہے۔ وہ تو بہت نازک مزاج محبوب ہے۔ ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتا ہے۔ بعض عورتیں ایسی عفت ماب ہوتی ہیں کہ وہ اپنے سایہ کو بھی غیر مرد سے چھپاتی ہیں۔ چنانچہ دہلی میں پرانے زمانے کے شرفاء کے ہاں یہی تمدن تھا۔ کہ عورتیں ڈولی میں گھر سے باہر جاتی تھیں۔ کہار ڈولی کو ڈیوڑھی میں رکھ کر باہر چلے جاتے تھے۔ عورت جب اندر بیٹھ جاتی تو وہ اندر آجاتے اور ڈولی اٹھاتے جس گھر میں جانا ہوتا تھا۔ وہاں بھی لے جا کر اسی طرح ڈیوڑھی میں رکھ کر باہر چلے جاتے تھے۔ تو عورت ڈولی سے نکل کر اندر چلی جاتی۔ اب تو جس نے ایمان بچانا ہو وہ آنکھیں نیچی کر لے۔ نوجوان لڑکیاں ہار سنگار کر کے بے پردہ ہر جگہ لوگوں کے ایمان کو خراب کرتی پھر رہی ہیں۔ قرآن ایک مشین ہے جس سے انسان کو زندگی کا کانٹا بدل جاتا ہے کانٹا بدلنے والے اللہ والے ہوتے ہیں۔

بعض اولیاء اللہ:

میں کہا کرتا ہوں کہ بعض اولیاء اللہ ایسے ہوتے ہیں جو پبلک پلیٹ فارم پر آ کر اصلاح خلق خدا کا کام نہیں کرتے۔ ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرتا ہے۔ گدڑی میں لعل ہوتے ہیں۔ لاہور میں نہ ہوں تو کوئٹہ کی طرح لاہور ایک منٹ سے پہلے پہلے غرق ہو جائے وہ اللہ کے عذاب کو روکے رہتے ہیں۔

عقل:

عقل فقط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اطہر سے جتنا تعلق ہوگا۔ تمہارے سلاطین امراء۔ وزراء۔ بیرسٹرایٹ لاء۔ سب احمق ہیں۔ بدمعاشیاں کرتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سمجھتے کہ یہ چوروں اور ڈاکوؤں کی سی زندگی ہے۔ وارنٹ گرفتاری (یعنی موت) آیا تو سب شوخی اور شیخی کرکری ہو جائے گی۔ ان کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کا غلام ہے جس کی جوتی ٹوٹی ہوئی ہے۔ کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ وہ عقل مند ہے۔

ہدایت کی منڈیاں:

ہر چیز کی ایک منڈی ہوتی ہے۔ ہدایت کی منڈیاں مساجد ہیں۔ یہ بدبخت مسجد میں آنے اور ٹوٹی چٹائیوں پر سربسجود ہونے کو اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ اگر مسجد میں آنا ان کی کسر شان ہے تو اللہ والوں کے جوتے کی کسر شان ہے ان کی کوٹھیوں پر جانا۔

قبر میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کی کوئی قیمت نہیں۔ بادشاہ مومن نہیں تو اس کے تاج پر خدا کی لعنت ہے مومن کی گودڑی پر خدا کی رحمت ہے۔ انسان کو فقط خوف خدا انسان بناتا ہے۔ شیر اپنے ہم جنس شیر کو نہیں پھاڑتا۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

اس کے دو آنسو ظالم کی بربادی کے لئے کافی ہیں۔

جنت کے دروازے:

جنت میں داخلہ کے لئے بھی کئی دروازے ہیں۔ مثلاً ایک دروازہ پر نوح داخلہ کا ٹکٹ عطا فرمانے کے لئے رونق افروز تھے۔ دوسرے پر ابراہیمؑ۔ تیسرے پر موسیٰؑ اور باقی دروازوں پر دوسرے انبیاء علیہم السلام۔ صدر دروازہ پر رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں۔ اب باقی سب دروازے بند چکے ہیں صرف صدر دروازہ کھلا ہے اب حضور کی دامنگیری کے بغیر کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔

اہل اللہ کی نظر:

ہندوؤں کے سادھو بہت ریاضتیں کرتے ہیں۔ کوئی جسم پر بھبوت مل کر بیٹھتا ہے کوئی ہاتھوں کو اوپر کر کے ان کو سکھا لیتا ہے۔ لیکن اہل اللہ کو نظر آتا ہے کہ ان کے سینوں میں نور نہیں ہے۔

حیثیت کا پاس رکھنا:

سکندر رومی سے ایک سائل نے پیسہ مانگا۔ اس نے کہا میری شان کے مطابق مانگو۔ سائل نے کہا اچھا بادشاہی دے دو۔ سکندر نے جواب دیا کہ اپنی حیثیت کا بھی خیال رکھو۔ آج کل کے دنیا داروں نے اگر کسی مزدور کا ایک روپیہ دینا ہو تو ساڑھے تیرہ آنے ہی دینے کی کوشش کریں گے۔

جزا بقدر محنت:

ایک ہی زمین ہے لیکن اس میں سے گلاب کی جڑ سرخ رنگ اور گیندے کی زرد رنگ اور موتیے کی سفید رنگ کھینچ کر لاتی ہے پھر اور کمال دیکھئے کہ ہر ایک جڑ علیحدہ علیحدہ خوشبو زمین سے حاصل کرتی ہے۔ بیوی خوبصورت ہو اور نئی شادی ہوئی ہو تو دفتر میں بیٹھے بھی بیوی یاد رہتی ہے۔ اس طرح اگر اللہ کا ذکر بکثرت کیا جائے تو پھر خود بخود قلب چل نکلتا ہے۔ اگر کھرا دین چاہئے تو مدینہ سے لائیے۔ جن کی زندگی کی گاڑی جہنم کی لائن پر سرپٹ جاری ہوتی ہے۔ وہ جب قرآن مجید کی صحبت میں پہنچ جاتے ہیں تو یہ کانٹا بدل جاتا ہے۔ اور وہ جنت کی لائن پر چل نکلتے ہیں۔ گھڑا جب آوے میں ڈالا جاتا ہے تو پکتا ہے اسی طرح طالب صادق صحبت میں پکتا ہے لیکن کامل لاکھوں میں کوئی ہوتا ہے۔

باطن کی بینائی:

اللہ والوں کے جوتوں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا جائے تو باطن کی بینائی حاصل ہوتی ہے۔ پھر انسانوں میں سے کوئی سور کوئی کتا اور کوئی بھیڑیا نظر آتا ہے۔

اہل اللہ امراض روحانی کے معالج:

اہل اللہ نایاب نہیں کمیاب ضرور ہیں۔ وہ امراض روحانی کے معالج ہوتے ہیں۔ وہ برتن کی طرح دلوں کو مانجھ کر رکھ دیتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی کھرا مل جائے ورنہ لٹوں والے طبلہ سارنگی والے حضرت صاحب اور صاحبزادہ صاحب تو بہت ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں اگر انسان کے منہ میں خوف خدا کی لگام نہ ہو تو اس جیسا موذی کمینہ اور درندہ صفت اللہ تعالیٰ نے کوئی جانور پیدا نہیں کیا رات کو اس کمرہ میں یاد خدا کیجئے جس میں بیوی بچے نہ سو رہے ہوں بیویاں اللہ تعالیٰ نے ہم کو فقط اس لئے نہیں دیں کہ ان سے جھاڑو دلوائیں۔ برتن منجوائیں کھانا پکوائیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ ہم سے سوال کریں گے کہ میرا دین بھی ان کو سکھلایا تھا یا نہیں اسی طرح اولاد کے متعلق بھی باز پرس ہوگی۔

ذکر کے عجائبات:

اللہ ہو کا پاک نام لینے والے کے لئے عجائبات کے ایسے دروازے کھلتے ہیں۔ کہ اس کے مقابلہ میں ساری دنیا کے خزانے ہیچ نظر آتے ہیں جس کو اس کی لذت حاصل ہو جاتی ہے اگر اللہ تعالیٰ اس سے کہیں کہ اے میرے بندے تو ساری دنیا کے خزانے لے لے اور یہ لذت واپس دے دے تو وہ عرض کرے گا کہ اے اللہ یہ نعمت میرے پاس ہی رہنے دے اور دنیا کے خزانے کسی اور کو عطا فرما دے۔ قرآن کا خلاصہ یہ ہے۔

''اللہ کو عبادت سے رسول کو اطاعت سے مخلوق کو خدمت سے راضی رکھو'' یہ جامع بیان ہے یہ شان قرآن ہے اور اس پر چلنے والا مسلمان ہے۔ ماں باپ کو ستانے والوں کو نہ نماز اور نہ روزہ جہنم سے بچائے گا۔ نہ زکوٰۃ اور نہ ڈبل حج۔

عمل کا کھوٹا:

نام گنگا رام ہو اندر ایمان ہو۔ اور ارکان اسلام کا پابند ہو تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ یہ پکا مسلمان ہے۔ یونیورسٹیوں کی

ڈگریاں تو حاصل کرلیں۔ لیکن قرآن نہیں جانتے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں آپ جاہل ہیں۔ اگر عالم اپنے دماغ کی الماری میں علم کے انبار لگا کر رکھ لے لیکن عمل میں کھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے علم کی کوئی قیمت نہیں۔ جو لوگ مجھے اور میرے بزرگوں کو گالیاں دیتے ہیں میں تو ان کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔

سنو! غور سے سنو علماء کرام تم کو تعلیم ربانی دیتے ہیں۔ اور انگریز تم کو بے حیائی سکھاتا ہے۔

میت کے مال سے خرچ:

میت کے مال سے صرف قبر تک پہنچانے کی ضروریات پر جو خرچ آئے۔ ان کا خرچ کرنا صرف جائز ہے مثلاً کفن گورکن کی مزدوری وغیرہ باقی اور کسی کام کے لئے خرچ کرنا بالکل حرام ہے۔

ایک واقعہ:

ایک دفعہ نواب بہاولپور نے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ تو کئی مقامات سے دعوت نامے آئے۔ میرے دادا پیر حضرت حافظ محمد صدیق صاحب کی طرف سے دعوت نامہ تو نہ آیا مگر وزیر صاحب خود ان کے ہاں حاضر ہوئے حضرت نے فرمایا کہ وزیر صاحب فقیر خود بہاولپور چلے گا۔ اونٹ پر اپنی دیگ لاد کر لے جائے گا۔ جو رزق اللہ دے گا اس میں سے سب کھائیں گے۔ نواب صاحب کی دعوت نہ کھائیں گے پھر فقیر نواب صاحب سے جو کہے گا وہ کانوں سے گزر کر نواب صاحب کے دل پر پڑے گا۔ نواب صاحب کی آنکھیں کھلیں گے۔ پھر وہ آپ سے ریاست کا حساب لیں گے۔ وزیر نے کہا کہ ایسا پیر ہمیں نہیں چاہئے۔

پولیس انسپکٹر کو جواب:

حضرت امروٹیؒ کی نظیر نہ تب تھی۔ نہ اب ہے ایک دفعہ ایک انسپکٹر پولیس آپ کے ہاں آیا۔ اور عرض کی کہ حضرت کپتان پولیس نے مجھے بھیجا ہے کہ آپ اپنی سواری کا گھوڑا قیمتاً مجھے دے دیں فرمانے لگے کہ تمہیں خدا کی قسم ہے جس طرح ان کا پیغام مجھ کو دیا ہے اسی طرح میرا پیغام بھی ان کو پہنچا دینا۔ میں نے گھوڑے جہاد کے لئے رکھے ہیں اور جہاد انگریزوں سے کروں گا تم تو گھوڑا مانگتے ہو۔ میں تو تم کو اپنا اور گھوڑوں کا پیشاب بھی آنکھ میں ڈالنے کے لئے نہیں دے سکتا۔

دیوبند کے ایک بزرگ اور میرا معمول:

دیوبند میں ایک بزرگ تھے۔ جب کبھی حرام ان کے پیٹ میں چلا جاتا تو فوراً قے ہو جاتی۔

میری شادی کو چالیس سال سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ مگر میں کبھی اپنی بیوی سے نہیں لڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ کھانا پسند آئے تو کھاؤ اور نہ آئے تو مت کھایئے۔ نقص نہ نکالئے۔

حضرت دین پوری کی حالت:

حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بعینہ یہی حالت تھی بات بات پر آہ سرد بھرنا اور رونا عام تھا۔ یہ اللہ کے نام کی برکت ہے اس سے دل موم ہو جاتا ہے اس قسم کے حضرات کی باتوں میں اثر بھی ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم کی قربانی:

حضرت ابراہیم بن ادھم بہت بڑے اولیاء کرام میں سے تھے انہوں نے بادشاہت چھوڑ کر اللہ کے دروازے کی غلامی قبول کر لی تھی۔ مکہ معظمہ میں قیام تھا جنگل سے لکڑیاں لاتے تھے بازار میں فروخت کرتے ہر وقت یہ آواز لگایا کرتے تھے۔ الطیب بالطیب کون ہے جو حلال مال سے مال خریدتا ہے ایک دفعہ انہوں نے بازار سے کچھ کھجوریں خریدیں۔ ان کو کھانے کے بعد ذکر کی لذت سلب ہو گئی۔ اللہ سے کنکشن ٹوٹ گیا۔ بہت پریشانی ہوئی اللہ کی بارگاہ میں گریہ زاری کی تو القاء ہوا کہ فلاں دن جو کھجوریں تم نے خریدی تھیں کچھ کھجوریں دکاندار کی تھیں۔

غیر محرم پر نظر ڈالنے کی نحوست:

ایک شخص نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں اللہ اللہ کیا کرتا تھا۔ اس کی برکت سے میرے دل میں ایک چراغ روشن تھا۔ ایک دن میں پانی والے تالاب کی طرف سے آرہا تھا سنہری مسجد کے قریب ایک ہندو نوجوان لڑکی پر میری نظر کا پڑنا تھا کہ چراغ بجھ گیا پھر آج تک روشن نہیں ہوا۔

حضرت دین پوری کا معمول:

حضرت دین پوریؒ نے جب کسی صاحب زادی کا

نکاح کرنا ہوتا تو ہماری اماں سے فرمادیتے کہ بچی کو نہلا کر نئے کپڑے پہنا دینا۔ نماز عشاء کے بعد داماد کو بلا کر نکاح پڑھا دیتے کسی کو پتہ بھی نہ ہوتا تھا کہ کوئی شادی ہونے والی ہے اب ان کے صاحبزادے مولوی میاں عبدالہادی صاحب گدی نشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے۔

الحمدللہ کہنا:

حضرت زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کاملین میں سے تھے ایک دفعہ لنگر کا مال کشتی میں آرہا تھا۔ تو آپ کو کسی خادم نے آکر اطلاع دی کہ حضرت کشتی بھنور میں پھنس گئی ہے اور قریب الغرق ہے فرمایا الحمدللہ تھوڑی دیر بعد پھر کسی خادم نے عرض کی کہ کشتی بھنور سے نکل کر صحیح سلامت کنارے پر پہنچ گئی آپ نے پھر فرمایا الحمدللہ۔

شیطان کا دھوکہ دینا:

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ کیا دیکھتا ہوں کہ فضائے آسمان میں ایک نورانی تخت بچھایا گیا اور اس پر ایک نورانی شکل جلوہ افروز ہوئی جس نے مجھے آواز دی کہ اے عبدالقادر ہم نے تمہیں نمازیں معاف کر دیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اخساء بالعین (اے لعین ذلیل ہو) میرا یہ کہنا تھا کہ نہ تخت رہا اور نہ تخت نشین۔ اس میں سے آواز آئی کہ اے عبدالقادر تو اپنے علم کے زور سے بچ گیا ورنہ میں نے اس مقام پر اتنے اولیاء کو گمراہ کیا ہے۔ یہ ہیں لاہوری حضرت

خموشی معنی ہادارد کہ درگفتن نمی آید
نہد شاخ پر میوہ سر برزمیں

اشعار

تہید ستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

دلا تو رسم تعلق زمرغ آبی جو
اگرچہ غرق بد ریاست خشک پر برخاست

نفس مارا کم تراز فرعون نیست
لیک اورا عون مارا عون نیست

خاکساران راہبقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر باکبوتر باز با باز

نہ تھی حال اپنے کی جب خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب ہنر
پڑی حال پہ اپنے جب نظر
تو زمانے میں کوئی برا نہ رہا

درد سر کے واسطے صندل لگانا چاہیئے
اس کا گھسنا اور لگانا درد سر یہ بھی تو ہے

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہوجا

درمیان قعر دریا تختہ بند کردۂ
بازی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

عاشقاں راسہ علامت اے پسر
آہ سرود رنگ زرد و چشم تر
رنگی کو نارنگی کہیں دودھ کڑھے کو کھویا
چلتی ہوئی کو گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رویا

قال راگبذار مرد حال شو
پیش مردے کا ملے پامال شو
یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
وگر خاموش بنشینم گناہ است

نہ خاتونوں میں رہ جائے گی پردے کی یہ پابندی
نہ گھونگٹ اس طرح سے حاجب روئے صنم ہوں گے

مشکلے نیست کہ آساں نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود

در دور لبت معاشراں را از سرھوس شراب رفتہ
آنجا کہ سمند ناز راندی خوباں ہمہ در رکاب رفتہ

علوم القرآن:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے زمانوں میں قرآن کریم کی حفاظت کس طرح کی گئی؟ اسے کس طرح لکھا گیا؟ اور یہ کوششیں کتنے مراحل سے گزری ہیں۔

حافظہ کی مدد سے:

ومنزل علیک کتابا لا یغسلہ الماء

"یعنی میں تم پر ایک ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جسے پانی نہیں دھو سکے گا۔" ابتدائے اسلام میں قرآن کریم کی حفاظت کے لئے سب سے زیادہ زور حافظہ پر دیا گیا، شروع شروع میں جب وحی نازل ہوتی تو آپ اس کے الفاظ کو اس وقت دہرانے لگتے تھے، تاکہ وہ اچھی طرح یاد ہو جائے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

ارشاد خداوندی "آپ قرآن کریم کو جلدی سے یاد کر لینے کے خیال سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے، (کیونکہ) اس (قرآن) کو جمع کرنا اور پڑھوانا تو ہم نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔"

قرآن پاک کا دور کرنا:

اس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک قرآن کریم کا سب سے زیادہ محفوظ گنجینہ تھا، جس میں کسی ادنیٰ غلطی یا ترمیم وتغیر کا امکان نہیں تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزید احتیاط کے طور پر ہر سال رمضان کے مہینے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے تھے، اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس سال آپ نے دو مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دور کیا۔

صحابہؓ کی محنت:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو قرآن کریم کے صرف معانی کی تعلیم ہی نہیں دیتے تھے، بلکہ انہیں اس کے الفاظ بھی یاد کراتے تھے۔ سینکڑوں صحابہ نے اپنے آپ کو ہر غم ماسوائے آزاد کر کے اپنی زندگی اسی کام کے لئے وقف کر دی تھی، وہ قرآن کریم کو نہ صرف یاد کرتے بلکہ راتوں کو نماز میں اسے دہراتے رہتے تھے۔ تھوڑی ہی مدت میں صحابہ کرام کی ایک ایسی بڑی تعداد تیار ہو گئی جسے قرآن کریم ازبر یاد تھا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حفاظ قرآن کی اس جماعت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت اُمّ ورقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابو حلیمہ معاذ رضی اللہ عنہا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ، حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ، حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ، جیسے حضرات شامل تھے۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ جنگ یمامہ کے موقع پر سات سو قراء صحابہ شہید ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ص۱۶ و ۱۷، ج ۲۰ مطبوعہ دمشق)

عربوں کی قوت حافظہ

اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو حافظہ کی ایسی قوت عطا فرمادی تھی، کہ ایک ایک شخص ہزاروں اشعار کا حافظ ہوتا تھا اور معمولی معمولی دیہاتیوں کو اپنے اور اپنے خاندان ہی کے نہیں، ان کے گھوڑوں کے نسب نامے یاد ہوتے تھے، اس لئے قرآن کریم کی حفاظت میں اس قوت حافظہ سے کام لیا گیا، اور اسی کے ذریعے قرآن کریم کی آیات اور سورتیں عرب کے گوشے گوشے میں پہنچ گئیں۔

پہلا مرحلہ:

حفاظت قرآن کا اصل مدار تو اگرچہ حافظہ پر تھا، لیکن

اس کے ساتھ ہی ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ

کتابت سے متعلق حدیث:

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی کی کتابت کرتا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت گرمی لگتی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی (یا کسی اور چیز کا) ٹکڑا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھواتے رہتے اور میں لکھتا جاتا، یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہوتا تو قرآن کو نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے، اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا، بہر حال! جب میں فارغ ہوتا تو آپ فرماتے: پڑھو! میں پڑھ کر سناتا، اگر اس میں کوئی فروگزاشت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اصلاح فرما دیتے، اور پھر اسے لوگوں کے سامنے لے آتے۔

کتابت وحی انجام دینے والے صحابہ:

کتابت وحی کا کام صرف زید بن حارثؓ ہی کے سپرد نہ تھا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے صحابہؓ کو اس مقصد کے لئے مقرر فرمایا ہوا تھا، جو حسب ضرورت کتابت وحی کے فرائض انجام دیتے تھے، کاتبین وحی کی تعداد چالیس تک شمار کی گئی ہے، لیکن ان سے زیادہ مشہور حضرات یہ ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت حنظلہ ابن الربیع رضی اللہ عنہ، حضرت معقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن ارقم الزہری رضی اللہ عنہ، حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت بن قیس شماس رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ،

حضرت عثمان غنیؓ کا فرمان:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاتب وحی کو یہ ہدایت بھی فرما دیتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے۔ چنانچہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق لکھ لیا جاتا تھا، اس زمانہ میں چونکہ عرب میں کاغذ کمیاب تھا، اسلئے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کے سلوں، اور چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں، البتہ کبھی کبھی کاغذ کے ٹکڑے بھی استعمال کئے گئے ہیں۔

ایک حدیث:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو لے کر دشمن کی زمین میں سفر کرنے سے منع فرمایا''

دیکھ کر تلاوت کرنے کا ثواب:

کوئی شخص قرآن کریم کے نسخہ میں دیکھے بغیر تلاوت کرے تو اس کا ثواب ایک ہزار درجہ ہے، اور اگر قرآن کے نسخہ میں دیکھ کر تلاوت کرے تو دو ہزار درجہ ہے۔

خلاصہ کلام:

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے پاس عہد رسالت ہی میں قرآن کریم کے لکھے ہوئے صحیفے موجود تھے، ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن کو دیکھ کر تلاوت کرنے یا اسے لے کر دشمن کے علاقہ میں جانے کا سوال ہی نہیں تھا۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ جنگ یمامہ کے فوراً بعد حضرت ابو بکرؓ نے ایک روز مجھے پیغام بھیج کر بلوایا، میں ان کے پاس پہنچا، تو وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، حضرت ابو بکرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ ''عمر نے ابھی آ کر مجھ سے یہ بات کہی ہے کہ جنگ یمامہ میں قرآن کریم کے حفاظ کی ایک

بڑی جماعت شہید ہوگئی، اور اگر مختلف مقامات پر قرآن کریم کے حافظ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ ناپید نہ ہوجائے۔ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر یہ حضرات مجھے کوئی پہاڑ ڈھونڈنے کا حکم دیتے تو مجھ پر اس کا اتنا بوجھ نہ ہوتا جتنا جمع قرآن کے حکم کا ہوا۔ چنانچہ میں نے قرآنی آیات کو تلاش کرنا شروع کیا اور کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کیا اور جب کوئی شخص کوئی آیت لے کر آتا تھا تو حضرت زیدؓ اور حضرت عمر دونوں مشترک طور پر اسے وصول کرتے تھے۔ لہٰذا حضرت زیدؓ کے علاوہ حضرت عمرؓ بھی اپنے حافظہ سے اس کی توثیق فرماتے تھے۔

حضرت زید بن ثابتؓ کی محنت واحتیاط:

بہر حال! حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس زبردست احتیاط کے ساتھ آیات قرآنی کو جمع کر کے انہیں کاغذ کے صحیفوں پر مرتب شکل میں تحریر فرمایا، لیکن ہر سورۃ علیحدہ صحیفے میں لکھی گئی، اس لئے یہ نسخہ بہت سے صحیفوں میں مشتمل تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ نسخہ چمڑے کے پارچوں میں لکھا گیا تھا۔

(۱) اس نسخہ میں آیات قرآنی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق مرتب تھیں، لیکن سورتیں مرتب نہ تھیں، ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھی۔

(۲) اس نسخہ میں ساتوں حروف جمع تھے۔

(۳) یہ نسخہ خط حیری میں لکھا گیا تھا۔

(۴) اس میں صرف وہ آیتیں درج کی گئی تھیں جن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی۔

(۵) اس کو لکھوانے کا مقصد یہ تھا کہ ایک مرتب نسخہ تمام امت کی اجماعی تصدیق کے ساتھ تیار ہوجائے، تاکہ ضرورت پڑنے پر اس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لکھوائے ہو یہ صحیفے آپ کی حیات میں آپ کے پاس رہے، پھر حضرت عمرؓ کے پاس رہے، حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ان کی وصیت کے مطابق انہیں ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس منتقل کر دیا گیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر روم اور ایران کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا، ہر نئے علاقہ کے لوگ جب مسلمان ہوتے تو وہ ان مجاہدین اسلام یا ان تاجروں سے قرآن سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی۔

(فتح الباری ص ۱۲،۱۳ ج۹)

حضرت عثمان غنیؓ کا خطبہ اور ایک نسخہ تیار کرنے کی ہدایت

حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ تم لوگ مدینہ طیبہ میں میرے قریب ہوتے ہوئے قرآن کریم کی قراءتوں کے بارے میں ایک دوسرے کی تکذیب اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو، اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ تو اور بھی زیادہ تکذیب اور اختلاف کرتے ہوں گے، لہٰذا تمام لوگ مل کر قرآن کریم کا ایسا نسخہ تیار کریں جو سب کے لئے واجب الاقتداء ہو۔

اس غرض کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کے پاس (حضرت ابوبکرؓ کے زمانے کے) جو صحیفے موجود ہیں وہ ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ ہم ان کو مصاحف میں نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے۔ حضرت حفصہؓ نے وہ صحیفے حضرت عثمانؓ کے پاس بھیج دیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار صحابہؓ کی ایک جماعت بنائی اس جماعت کو اس کام پر مامور کیا گیا۔ لیکن پھر دوسرے صحابہؓ کو بھی ان کی مدد کے لئے ساتھ لگا دیا گیا۔ یہاں تک کہ ابن ابی داؤد کی روایت کے مطابق ان حضرات کی تعداد بارہ تک پہنچ گئی جن میں حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت کثیر بن افلحؓ، حضرت مالک بن ابی عامرؓ، حضرت انس بن مالکؓ، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ، شامل تھے، ان حضرات نے کتابت قرآن کے سلسلے میں مندرجہ ذیل کام انجام دیے،

(۱) حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں جو نسخہ تیار ہوا تھا اس میں سورتیں مرتب نہیں تھیں۔ بلکہ ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھی، ان حضرات نے تمام سورتوں کو ترتیب کے ساتھ ایک ہی مصحف میں لکھا۔

(۲) قرآن کریم کی آیات اس طرح لکھیں کہ ان کے رسم الخط میں تمام متواتر قرائتیں سما جائیں، اسی لئے ان پر نہ نقطے لگائے گئے اور نہ (زیر، زبر، پیش) (تا کہ اسے تمام قراتوں کے مطابق پڑھا جا سکے،

ابو حاتم بجستانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ کل سات نسخے تیار کئے گئے تھے، جن میں سے ایک مکہ مکرمہ، ایک شام، ایک یمن، ایک بحرین، ایک بصرہ اور ایک کوفہ بھیج دیا گیا، اور ایک مدینہ طیبہ میں محفوظ رکھا گیا۔

مذکورہ بالا کام کرنے کے لئے ان حضرات نے بنیادی طور پر تو انہیں صحیفوں کو سامنے رکھا جو حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں لکھے گئے تھے، صحیح بخاری فتح الباری، ص ۱۷ ج ۹۔

قرآن کریم کے یہ متعدد معیاری نسخے تیار فرمانے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ تمام انفرادی نسخے نذر آتش کر دیئے جو مختلف صحابہؓ کے پاس موجود تھے، تا کہ رسم الخط، مسلمہ قراءتوں کے اجتماع اور سورتوں کی ترتیب کے اعتبار سے تمام مصاحف یکساں ہو جائیں، اور ان میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کارنامہ کو پوری امت نے بہ نظر استحسان دیکھا، اور تمام صحابہؓ نے تائید اور حمایت فرمائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''عثمانؓ کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے سوا نہ کہو، کیونکہ اللہ کی قسم انہوں نے مصاحف کے معاملہ میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں اور ہمارے مشورے سے کیا۔

امت کا اجماع:

امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کی رسم عثمانی کے خلاف کسی اور طریقے سے لکھنا جائز نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد تمام مصاحف اسی طریقہ کے مطابق لکھے گئے، اور صحابہؓ و تابعین نے مصاحف عثمانی کی نقول تیار کر کر کے قرآن کریم کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی۔ اہل عرب میں ابتداء حروف پر نقطے لگانے کا رواج نہیں تھا چنانچہ مصاحف عثمانی بھی نقطوں سے خالی تھے لیکن بعد میں عجمی اور کم پڑھے لکھے مسلمانوں کی سہولت کے لئے قرآن کریم پر نقطے ڈالے گئے، یہ کارنامہ سب سے پہلے ابو الاسود دولی نے انجام دیا۔ ایک روایت کے مطابق عربی رسم الخط کے موجد قبیلہ بولان کے مرامر بن مرہ، اسلم بن سدرہ اور عامر بن جدرہ ہیں، مرامر نے حروف کی صورتیں ایجاد کیں، اسلم نے فصل و وصل کے طریقے وضع کئے اور عامر نے نقطے بنائے، ۲۲ صبح الاعشیٰ ص ۱۲ ج ۳۔

قرآن کریم پر زبر، زیر، پیش:

شروع میں قرآن کریم پر حرکات (زیر، زبر، پیش) بھی نہیں تھیں، حرکات سب سے پہلے ابو الاسود دوئی نے وضع کیں۔ لیکن یہ حرکات اس طرح نہ تھیں، جیسی آج کل معروف ہیں۔ بلکہ زبر کے لئے حروف کے اوپر ایک نقطہ زیر کے لئے حرف کے نیچے ایک نقطہ، پیش کے لئے حرف کے سامنے ایک نقطہ، اور تنوین کے لئے دو نقطے، مقرر کئے گئے (صبح الاعشیٰ ص ۱۲۰ ج ۳) بعد میں خلیل بن احمد نے ہمزہ اور تشدید کی علامتیں وضع کیں (الاتقان ص ۱۷۱ ج دوسری صبح الاعشیٰ ص ۱۲۱ ج ۳) اس کے بعد حجاج بن یوسف نے یحییٰ بن یعمر، نصر بن عاصم اور حسن بصری رحمہم اللہ سے بیک وقت قرآن کریم پر نقطے اور حرکات دونوں لگانے کی فرمائش کی۔ حرکات کے اظہار کے لئے نقطوں کی بجائے زیر زبر پیش کی موجودہ صورتیں (ِ َ ُ) مقرر کی گئیں تا کہ حروف کے ذاتی نقطوں سے ان کا التباس پیش نہ آئے، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ یہ تقسیم عہد صحابہؓ کے بعد تعلیم کی سہولت کیلئے کی گئی ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ ان رکوعات کی تعیین بھی حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہو چکی تھی۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔

''مشائخ نے قرآن کریم کو پانچ سو چالیس رکوعوں پر تقسیم کیا ہے اور مصاحف میں اس کی علامتیں بنا دی ہیں، تا کہ (تراویح میں) قرآن کا ختم ستائیسویں شب میں ہو سکے۔

رموز

اکثر رموز سب سے پہلے علامہ ابو عبد اللہ محمد بن طیفور سجاوندی رحمۃ اللہ علیہ نے وضع فرمائے (النشر فی القرآت العشر لابن الجزری ص ۲۲۵ ج ۱) میں ہیں ان رموز کی تفصیل یہ ہے۔

ط: یہاں وقف کرنا بہتر ہے۔
ج: یہاں وقف کرنا جائز ہے۔
ز: بہتر یہ ہے کہ وقف نہ کیا جائے۔

ص: یہاں وقف کرنا چاہئے۔

م: اس جگہ وقف کرنا زیادہ بہتر ہے۔

لا: یہاں نہ ٹھہرو۔

مع: یہ "معانقة" کا مخفف ہے۔

سکتہ: اس جگہ رکنا چاہئے لیکن سانس نہ ٹوٹنے پائے، یہ عموماً اس جگہ لایا جاتا ہے جہاں ملا کر پڑھنے سے معنی میں غلط فہمی کا اندیشہ ہو۔

وقفہ: اس جگہ "سکتہ" سے قدرے زیادہ دیر تک رکنا چاہئے۔ لیکن سانس یہاں بھی نہ ٹوٹے۔

ق: یہ "قیل علیہ الوقف" کا مخفف ہے، مطلب یہ ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک یہاں وقف ہے اور بعض کے نزدیک نہیں ہے۔

قف: معنی ٹھہر جاؤ۔

صلے: "الوصل اولیٰ" کا مخفف ہے جس کے معنی ہیں کہ ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

صل: قد یوصل"، یعنی یہاں بعض لوگ ٹھہرتے اور بعض ملا کر پڑھنے کو پسند کرتے ہیں۔

سب سے پہلے ہمبرگ کے مقام پر ۱۱۱۳ء میں قرآن کریم طبع ہوا، جس کا ایک نسخہ اب تک دارالکتب المصر میں موجود ہے۔ مولائے عثمان نے روس کے شہر سینٹ پیٹرس برگ میں ۱۷۸۷ء میں قرآن کریم کا ایک نسخہ طبع کرایا، اسی طرح قازان میں بھی ایک نسخہ چھاپا گیا، ۱۸۲۸ء میں ایران کے شہر تہران میں قرآن کریم کو پتھر پر چھاپا گیا، پھر اس کے مطبوعہ نسخے دنیا بھر میں عام ہو گئے۔

امت مسلمہ نے قرآن کریم کی ان قراتوں کو ہر دور میں محفوظ رکھا ہے، جب عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ مصاحف عالم اسلام کے مختلف خطوں میں روانہ کئے تو ان کے ساتھ ایسے قراء کو بھی بھیجا جو ان کو تلاوت سکھائیں، چنانچہ یہ قاری حضرت جب مختلف علاقوں میں پہنچے تو انہوں نے اپنی اپنی قرات کے مطابق لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دی، اور یہ مختلف قراتیں لوگوں میں پھیل گئیں، جو سات قاری سب سے زیادہ مشہور ہوئے وہ یہ ہیں:۔

(۱) عبداللہ بن کثیر الداری (متوفی ۱۲۰ھ)

آپ نے صحابہؓ میں سے حضرت انس بن مالکؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ اور ابوایوب انصاریؓ کی زیارت کی تھی، اور آپ کی قرات مکہ مکرمہ میں زیادہ مشہور ہوئی، اور آپ کی قرات کے راویوں میں بزی اور قنبل زیادہ مشہور ہیں۔

(۲) نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم (متوفی ۱۶۹ھ)

آپ نے ستر ایسے تابعین سے استفادہ کیا تھا جو براہ راست حضرت ابی بن کعبؓ، عبد اللہ بن عباسؓ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد تھے، آپ کی قرات مدینہ طیبہ میں زیادہ مشہور ہوئی، اور آپ کے راویوں میں ابوموسیٰ قالون (متوفی ۲۲۰ھ) اور ابوسعید ورش (م ۱۹۷ھ) مشہور ہوئے۔

(۳) عبداللہ الیحصبی

جو ابن عامر کے نام سے معروف ہیں (متوفی ۱۱۸ھ) آپ نے صحابہؓ میں سے حضرت نعمان بن بشیرؓ اور حضرت واثلہ بن اسقعؓ کی زیارت کی تھی، اور قرات کا فن حضرت مغیرہ بن شہاب مخزومی سے حاصل کیا، جو حضرت عثمانؓ کے شاگرد تھے، آپ کی قرات کا زیادہ رواج شام میں رہا اور ان کی قرات کے راویوں میں ہشام اور ذکوان زیادہ مشہور ہیں۔

(۴) ابوعمر و زبان بن العلاء عمار (متوفی ۱۵۴ھ)

آپ نے حضرت مجاہد اور سعید بن جبیر کے واسطہ سے حضرت ابن عباسؓ اور ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے، اور آپ کی قرات بصرہ میں کافی مشہور ہوئی آپ کی قرات کے راویوں میں ابوعمر الدوری (متوفی ۲۴۶ھ) اور ابوشعیب سوسی (متوفی ۲۶۱ھ) زیادہ مشہور ہیں۔

(۵) حمزہ بن حبیب الزیات مولیٰ عکرمۃ بن ربیع التیمی (متوفی ۱۸۸)

آپ سلیمان اعمش کے شاگرد ہیں۔ وہ یحییٰ بن وثاب کے وہ زر بن حُبیش کے، اور انہوں نے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے استفادہ کیا تھا، آپ کے راویوں میں خلف بن ہشام (م ۱۸۸) اور خلاد بن خالد (م ۲۲۰) زیادہ مشہور ہیں۔

(۶) عاصم بن ابی النجود الاسدی (متوفی ۱۲۷ھ)

آپ حضرت زر بن حبیش کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اور ابوعبدالرحمٰن سلمی کے واسطہ سے حضرت علیؓ کے شاگرد ہیں۔ آپ کی قرات کے راویوں میں شعبہ ابن عیاش

(متوفی ۱۹۳ھ) اور حفص بن سلیمان (متوفی ۱۸۰) زیادہ مشہور ہیں، آج کل عموماً تلاوت حفص کی روایت کے مطابق ہوتی ہے۔

(۷) ابوالحسن علی بن حمزۃ الکسائی النحوی (متوفی ۱۸۹ھ)

ان کے راویوں میں ابوالحارث مروزی (متوفی ۲۴۰ھ) اور ابوعمر الدوری (جو ابوعمرو کے بھی راوی ہیں) زیادہ مشہور ہیں، موخرالذکر تینوں حضرات کی قرائتیں زیادہ تر کوفہ میں رائج ہوئیں۔

ان سات کے علاوہ اور بھی کئی قرائتیں متواتر اور صحیح ہیں۔ مندرجہ بالا سات قراء کے علاوہ ان تین حضرات کی قرائتیں بھی شامل کی گئیں۔

(۱) یعقوب بن اسحاق خضری (متوفی ۲۲۵ھ)
(۲) خلف بن ہشام (متوفی ۲۰۵ھ)
(۳) ابوجعفر یزید بن القعقاع (متوفی ۱۳۰ھ)

بعض بے علم لوگ صرف انہیں سات قراتوں کو صحیح سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں سات حروف سے مراد صرف یہی سات قرائتیں ہیں۔

قرآن کی حقانیت پر دلائل پیش کرنے کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے سورج کے روشن ہونے پر دلائل قائم کرنا۔

کتب مقدسہ میں بشارتیں

بائبل میں بشارت:

مثلاً بائبل کی کتاب استثناء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہے۔

"اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں، میں ان کے لئے انہی کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا، اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا، اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا، لیکن جوں ہی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا، اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے، اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اسے ہم کیونکر پہچانیں؟ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ خداوند کے نام سے کچھ کہے، اور اس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں، بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے تو اس سے خوف نہ کرنا۔"

حضرت شعیاءؑ سے خطاب:

حضرت شعیاء علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد موجودہ بائبل میں منقول ہے کہ:

"دیکھو! میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں، میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے، میں نے اپنی روح اس پر ڈالی، وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا، وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کرے گا، اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی، وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا، اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا، وہ راستی سے عدالت کرے گا، اور ماندہ نہ ہوگا، اور ہمت نہ ہارے گا، جب تک عدالت کو زمین پر قائم نہ کرلے جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے۔ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا، اور تیری حفاظت کروں گا، اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے دوں گا، کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے، اور ان کے جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانے سے چھڑا لے، یہوداہ میں ہی ہوں، یہی میرا نام ہے، میں اپنا جلال کسی دوسرے کے لئے اور اپنی حمد کھودی ہوئی مورتوں کے لئے روانہ رکھوں گا۔۔۔۔۔ قیدار کے آباد گاؤں اپنی آوازیں بلند کریں، سلع کے بسنے والے گیت گائیں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں، وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں، اور جزیروں میں اس کی ثناء خوانی کریں، خداوند بہادر کی مانند نکلے گا، وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائے گا۔۔۔۔۔ جو کھودی ہوئی مورتوں پر بھروسہ کرتے ہیں اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں تم ہمارے معبود ہو وہ پیچھے ہٹیں گے، اور بہت شرمندہ ہوں گے۔" (سعیاہ ۴۲: ۱تا۱۷)

اس عبارت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی جارہی ہے وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوگا، (کیونکہ قیدار انہی کے صاحبزادے کا نام ہے اور سلع (مدینہ طیبہ کے مشہور پہاڑ) کے بسنے والے اس کی آمد پر خوشیاں منائیں گے۔

زمانہ جاہلیت کے اہل عرب کا تصور:

اب ذرا زمانہ جاہلیت کے اہل عرب کا تصور کیجئے، خطابت اور شاعری ان کے معاشرے کی روح رواں تھی، عربی

شعر و ادب کا فطری ذوق ان کے بچے بچے میں سمایا ہوا تھا، فصاحت و بلاغت ان کی رگوں میں خون حیات بن کر دوڑتی تھی، ان کی مجلسوں کی رونق، ان کے میلوں کی رنگینی، ان کے فخر و ناز کا سرمایہ اور ان کی نشر و اشاعت کا ذریعہ سب کچھ شعر و ادب تھا، اور انہیں اس پر اتنا غرور تھا کہ وہ اپنے سوا تمام قوموں کو عجم یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔

چیلنج:

ایسے ماحول میں ایک امی (جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک کلام پیش کیا اور اعلان فرمایا کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

"اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن جیسا (کلام) پیش کرنا چاہیں تو اس جیسا پیش نہ کر سکیں گے، خواہ وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کیوں نہ کریں۔"

یہ اعلان کوئی معمولی بات نہ تھی، کچھ عرصہ بعد قرآن کریم نے پھر اعلان فرمایا کہ

"اور گر تم کو اس کتاب کے بارے میں ذرا بھی شک وشبہ ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو اس جیسی ایک (ہی) سورت بنا لاؤ، اگر سچے ہو، اور اللہ کے سوا تمہارے جتنے حمایتی ہیں سب کو بلا لو۔ پھر بھی اگر تم ایسا نہ کر سکے، اور یقین ہے کہ ہرگز نہ کر سکو گے، تو پھر اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

قرآن کریم کے بارے میں ولید بن مغیرہ کے یہ الفاظ

"خدا کی قسم! جو یہ کلام بولتے ہیں اس میں بلا کی شیرینی اور رونق ہے یہ کلام غالب ہی رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔"

یہ ولید بن مغیرہ ابو جہل کا بھتیجا تھا، ابو جہل کو جب پتہ چلا کہ میرا بھتیجا اس کلام سے متاثر ہو رہا ہے تو وہ اسے تنبیہ کرنے کے لئے اس کے پاس آیا، اس پر ولید نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! تم میں کوئی شخص شعر کے حسن و قبح کو مجھ سے زیادہ جاننے والا نہیں، خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہیں شعر کو اس کے ساتھ بھی کوئی مناسبت اور مشابہت نہیں ہے۔

ولید کا جواب:

ولید نے کہا، خدا کی قسم! ان کا کلام کاہنوں جیسا نہیں ہے، قریش نے کہا کہ پھر ہم انہیں مجنوں کہیں گے، ولید بولا کہ ان میں جنون کا شائبہ تک نہیں، قریش کہنے لگے کہ پھر ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہیں، ولید نے کہا کہ شعر کی تمام اصناف سے میں واقف ہوں، یہ کلام شعر ہرگز نہیں ہے۔ قریش نے کہا کہ "پھر ہم انہیں جادوگر کہہ دیں؟" ولید نے پہلے اس کا بھی انکار کیا، مگر عاجز آ کر اس پر فیصلہ ہوا کہ جادوگر کہا جائے، کیونکہ یہ ایسا جادو ہے، جو باپ بیٹے اور بھائی بھائی میں تفریق کرا دیتا ہے۔

عتبہ بن ربیعہ کا جواب:

عتبہ بن ربیعہ قریش کے سر برآوردہ لوگوں میں سے تھا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مصالحت کی گفتگو کرنے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ حم کی ابتدائی آیات اس کے سامنے تلاوت فرمائیں، وہ ہمہ تن گوش سنتا رہا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت سجدہ پر سجدہ کیا، تو وہ بدحواسی کے عالم میں اٹھ کر سیدھا گھر چلا گیا، لوگ اس کے پاس گفتگو کا نتیجہ معلوم کرنے آئے تو اس نے کہا "خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایسا کلام سنایا کہ میرے کانوں نے تمام عمر ایسا کلام نہیں سنا، میری سمجھ میں نہ آسکا کہ میں کیا جواب دوں؟" (الخصائص الکبریٰ، ص۱۱۵ ج۱)

لا الماء تکدرین ولا الوارد تنفرین پھر نزول قرآن کے کافی عرصے کے بعد عربی کے مشہور ادیب اور انشاء پرداز عبد اللہ بن المقفع مترجم کلیلہ دومنہ (متوفی ۱۴۲ھ) نے قرآن کریم کا جواب لکھنے کا ارادہ کیا، لیکن اسی دوران کسی بچے کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا کہ "**وقیل یارض ابلعی ماءک ویاسماء اقلعی**" تو پکار اٹھا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کلام کا معارضہ ناممکن ہے، اور یہ ہرگز انسانی کلام نہیں (اعجاز القرآن للباقلانی ح ص۵۰ ج۱)

"اور فرعون نے کہا کہ اے سرداران قوم! مجھے اپنے سوا تمہارا کوئی معبود معلوم نہیں، پس اے ہامان! گیلی مٹی پر آگ روشن کر کے میرے لئے ایک محل تعمیر کرو۔"

"اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمین میں سے بھی اتنی ہی" دیکھئے! یہاں سماء (آسمان) کی جمع تو لائی گئی، لیکن قرآن نے ارض کی جمع لانے کے بجائے اس کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے **ومن الارض مثلھن** کی تعبیر اختیار فرمائی جس کے اسرار و نکات پر جس قدر غور کیجئے معجزانہ بلاغت کا دریا موجزن نظر آتا ہے۔

قرآن کریم کی نثر:

قرآن کریم ایک ایسی نثر پر مشتمل ہے جس میں شعر کے قواعد وضوابط ملحوظ نہ ہونے کے باوجود ایک ایسا لذیذ اور شیریں آہنگ پایا جاتا ہے، جو شعر سے کہیں زیادہ حلاوت اور لطافت کا حامل ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کا جمالیاتی ذوق نظم اور شعر میں ایک ایسی لذت اور حلاوت محسوس کرتا ہے جو نثر میں محسوس نہیں ہوتی، اگر آپ اس لذت اور حلاوت کے سبب پر غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ اس کا راز درحقیقت لفظوں کی اس ترتیب میں مضمر ہے جو ایک خاص صوتی آہنگ پیدا کرتی ہے، عربی فارسی اور اردو کی قدیم شاعری میں اس آہنگ کی لذت شعر کے خاص اوزان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

اعجاز قرآن پاک:

یہ صرف قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ اس نے دنیا کے مختلف خطوں میں مقرر کئے ہوئے شعری قواعد میں سے کسی قاعدے کی پابندی نہیں کی، بلکہ صرف متوازن صوتی آہنگ کی اس قدر مشترک کو اختیار کرلیا ہے جو ان سارے قواعد کا اصل مقصود ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نثر ہونے کے باوجود شعر کے زیادہ لطافت اور حلاوت کا حامل ہے، اور صرف اہل عرب ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر زبان کے لوگ اسے سن کر غیر معمولی لذت اور تاثیر محسوس کرتے ہیں۔

یہیں سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ بعض کفار عرب نے قرآن کریم کو کس بناء پر شعر قرار دیا تھا؟ ظاہر ہے کہ شعر کی معروف تعریف کسی بھی طرح قرآن کریم پر صادق نہیں آتی، اور کفار عرب اپنی ہزار گمراہوں کے باوجود اتنی حس ضرور رکھتے تھے کہ نثر اور نظم میں تمیز کرسکیں، وہ اس بات سے بے خبر نہیں تھے کہ شعر کے وزن اور قافیہ کی پابندی ضروری ہے جو قرآن کریم میں مفقود ہے اسکے باوجود انہوں نے قرآن کریم کو شعر اس بناء پر قرار دیا کہ اس کے اسلوب اور آہنگ میں انہوں نے شعر سے زیادہ حلاوت اور تاثیر محسوس کی تھی، اور وہ سمجھ رہے تھے کہ وزن اور قافیہ کی پابندی کے بغیر اس کلام میں شعری ذوق اور وجدان کے لئے وہ جمالیاتی لذت بدرجہ اتم موجود ہے، جو اوزان وقوافی کی جکڑ بندیوں سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ تمت از علوم القرآن

مدارس کی موجودہ صورت حال

۱۳۹۴ھ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ تشریف لائے انٹرویو ٹیپ کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے پوتے اور جملہ اکابرین دیوبند کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے مزاج اور مذاق کے امین بھی تھے، اور تقریباً ساٹھ سال تک وہ دارالعلوم دیوبند جیسی نامور دینی درسگاہ کے مہتمم اعلیٰ کے منصب پر فائز رہے ہیں۔ اس لئے مدارس کی صورتحال اور ان سے اصلاحی تدابیر پر حضرت قاری صاحب کی رائے گرامی انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

حضرت قاری صاحب کی رائے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدارس کا نصاب قابل اطمینان ہے طریقہ تعلیم، وہ تھوڑا سا بدل گیا ہے قدیم زمانہ کے حضرات اساتذہ ایجاز اور اختصار نفس مطلب عبارت پر منطبق کر کے دلوں میں ایسا ڈال دیتے تھے کہ کتاب ذہن نشین ہو جاتی تھی اور جب طالب علم نے کتاب دیکھی مطلب سامنے آگیا لمبی لمبی تقریریں جس سے استعدادیں کمزور ہو رہی ہیں جمہوریت چلی آزاد ہو گئے بنیادی چیز یہ ہے کہ خود کا یا تلمیذ کا تعلق استاذ سے قوی ہو، اس میں ادب بھی ہو، تعظیم بھی، اعتماد کامل بھی ہو، اس میں جتنی کمی پڑے گی استعداد میں اتنی ہی کمی پڑے گی۔

جدید علوم وفنون کا اثر:

جدید قسم کے جو علوم وفنون جن سے عقائد کے اوپر اثر پڑتا ہے خواہ وہ غلط فہمیوں کی وجہ سے پڑے مگر پڑ رہا ہے جیسے مبادیات سائنس ہیں، فلسفہ جدید ہے، ہیئت جدیدہ ہے اس کو لوگ ذریعہ بناتے ہیں دینیات کی تردید کا، حالانکہ وہ ذریعہ ہیں تقویت دین کا، سائنس جتنی بڑھے گی میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کو اتنی تقویت ملے گی اس لئے کہ اسلام نے عقائد و نظریات کے لحاظ سے جو دعوے کئے ہیں ان کے دلائل سائنس مہیا کر رہی ہے تو دعویٰ ہم کرتے ہیں مگر دلائل وہ لوگ مہیا کرتے ہیں جو اس کے منکر ہیں، اللہ تعالیٰ انہی کے ہاتھ

سے دلائل مہیا کرتے ہیں۔ اس لئے سائنس منافی تو کیا ہوئی بلکہ معین و مددگار ہے پڑھانے والے وہ ہیں جو غلط نظریات اور غلط فکر لئے ہوئے ہیں۔ دین ان میں پہلے سے راسخ نہیں ہوتا ہے اس لئے عقائد پر ذرہ برابر اثر نہیں پڑتا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ علم کا اثر ہے حالانکہ وہ دراصل عالم کا اثر ہے جو برا پڑھارہا ہے اسلام نے تو ہر علم وفن کی تحقیق کی اجازت دی ہے جن سے روکا ہے وہ نافع نہیں علم بہر حال جہل سے بہتر ہے۔

صاحب حال معلم اگر صاحب قال اخلاق پیدا کر دے گا بدفکر ہے بدفکری ذہن میں ڈالے گا نئے علوم میں سے وہ علم لئے جائیں کہ جس حد تک وہ متعین بنتے ہیں دین کے حق میں۔

مدرسہ ہی خانقاہ:

قدیم زمانہ میں مدرسہ ہی خانقاہ ہوتا تھا جس کے اوپر تعلیم کا پردہ تھا، نام تو نہیں آتا تھا کہ ہم تصوف سکھلا رہے ہیں یا طریقت سکھلا رہے ہیں، لیکن ان بزرگوں کا طرز عمل، ان کا کردار، کیریکٹر وہ تھا کہ ان کی مجلسوں میں بیٹھ کر خود بخود اخلاق درست ہو جاتے اساتذہ کی تکمیل اور تزکیہ اخلاق کی طرف توجہ نہیں اساتذہ اور طلباء کے درمیان اب ربط نہیں رہا؟ مثل مشہور ہے کچھ لوہا کھوٹا کچھ لوہار کھوٹا کمی تھوڑی بہت اساتذہ میں بھی آئی ہم لوگوں نے تعلیم پائی اس وقت اساتذہ علمی اعتبار سے بھی معیاری تھے اور تقوی میں طہارت کے لحاظ سے بھی معیاری تھے مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ پر اتباع سنت کا اتنا غلبہ تھا کہ ان کے طرز عمل کو دیکھ کر ہم مسئلہ معلوم کر لیتے تھے۔

اکابر کی بعض باتیں:

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دوپہر کو چھوٹی مسجد میں آکے قیلولہ کرتے تھے تو عموماً گھٹنے پیٹ میں دیکے لیٹا کرتے تھے یعنی سکڑ کر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ پیر پھیلا کر لیٹے ہوں فرمایا کہ بھائی پیر پھیلا کے سونے کی جگہ قبر ہے دنیا نہیں جلالین شریف میں ہم نے ان کی یہاں پڑھی آیت یہ آئی کہ **لیس للانسان الا ما سعی** آدمی کو وہی ملے گا جو اس نے سعی کی ہے یہ نہیں کہ کسی غیر سعی اس کے کام آجائے ادھر تو یہ آیت اور ادھر روایت میں ایصال ثواب ثابت، جس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کا سعی کام آگئی اور پیدل سفر شروع کر دیا

گنگوہ کا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے پاس جا کر تحقیق کروں گا تو پہلا جذبہ تو اس سے معلوم ہوا، فکر آخر شب میں گنگوہ پہنچے، صبح کی نماز کا وقت تھا، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وضوء فرما رہے تھے انہوں نے سلام کیا۔ فرمایا کون؟ عرض کیا کہ عزیز الرحمٰن فرمایا کہ اس وقت کیا رات آئے تھے کہا کہ رات سفر کیا بس ابھی پہنچا ہوں فرمایا ایسی کیا ضرورت پیش آئی تھی جو ساری رات سفر کیا حضرت گنگوہی نے وہیں کھڑے کھڑے فرمایا کہ **لیس للانسان الا ما سعی** میں سعی ایمانی مراد ہے یعنی ایک کا ایمان دوسرے کے لئے نجات کا ذریعہ نہیں بنے گا عمل کی نفی نہیں تو حدیث ثابت کر رہی ہے عمل کو کہ عمل کا فائدہ پہنچے گا اور آیت نفی کر رہی ہے سعی ایمانی کی کہ ایک کا ایمان دوسرے کے کام نہیں آئے گا۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا ایک واقعہ:

مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں کوئی عرب ہندوستان پہنچ گئے تو ہندوستان میں عربوں کی آمد ورفت اس زمانہ میں تھی نہیں کوئی عرب آگیا تو لوگ چیلوں کی طرح سے اس کے پیچھے دوڑتے تھے کہ عرب صاحب عرب صاحب اور عقیدت محبت سے ہر ممکن مدارات کرتے تھے ان عرب صاحب کا بھی خیر مقدم ہوا شافعی تھے اتفاق سے کسی مسجد میں جہاں سارے جہلا ہی جمع تھے تو نماز کے بعد تو تو میں میں شروع ہوئی حتیٰ کہ ان عرب پر ہاتھ ڈالا اب وہ مہمان تھے مولانا شہید کو خبر ہوئی غصہ آیا فرمایا کہ اول تو زدوکوب پھر عرب سے آیا مہمان جو واجب التعظیم ہے حکم دیا کہ آج سے ہماری ساری مسجدوں میں رفع یدین ہوا کرے گا ترک رفع یدین ختم اب صاحب تمام مسجدوں میں رفع یدین شروع ہو گیا غرض بہت فتنہ ہوا تو لوگ گئے حضرت شاہ عبدالعزیز کے پاس کہ حضرت وہ آپ کے بھتیجے نے بڑا فتنہ برپا کر دیا اور حکم دے دیا ہے کہ ہر مسجد میں رفع یدین ہوگا تو بڑی مصیبت ہوگئی ہے اور فتنہ پھیل گیا ہے آپ انہیں سمجھائیں شاہ عبدالقادر صاحب کی عظمت سب کرتے تھے چھوٹے اور بڑے حالانکہ وہ سب سے چھوٹے بھائی تھے مگر بڑے بھائی بھی ان کی تقوی اور طہارت کی وجہ سے ان کی عظمت کرتے تھے چالیس برس اعتکاف کیا ہے اکبری مسجد میں اور سوائے قرآن کے اور کوئی شغل نہیں تھا اور جس دن ان کی وفات

ہوئی ہے تو شاہ عبدالعزیز صاحب پر منکشف ہوا کہ دلی کے سارے قبرستانوں سے آج عذاب قبر اٹھالیا گیا ہے ان کی آمد کے احترام میں تو اس درجہ کے تھے کہ شاہ عبدالقادر صاحب کے سامنے لوگوں نے کہا کہ آپ کے بھتیجے نے فتنہ برپا کردیا ہے کہا بلاؤ اسماعیل کو خیر مولانا شہید حاضر ہوئے فرمایا میاں اسماعیل تم نے حکم دیا ہے کہ رفع یدین ہوا کرے کہا حضرت یہ سنت اتنی مردہ ہوچکی ہے کہ اس کے عمل درآمد کرنے پر لوگ پیٹے جانے لگے۔ میں نے احیائے سنت کیا ہے فرمایا کہ احیاء سنت کا مطلب یہ ہے کہ سنت ختم ہوکر بدعت اس کی جگہ لے لے وہ احیاء سنت ہے جو مائۃ شہید کے برابر ہے اور یہاں تو سنت کے مقابلہ میں خود سنت موجود ہے رفع یدین اگر سنت ہے تو عدم رفع بھی سنت ہے ایک امام ادھر گیا ہوا ہے ایک ادھر احیاء سنت کا یہ موقع کون سا ہے احیاء سنت وہاں ہے کہ سنت ختم ہو اور بدعت اس کی جگہ آجائے یہاں کون سی بدعت ہے؟ عرض کیا کہ حضرت مجھ سے غلطی ہوئی پھر ساری مسجدوں میں خود کہتے پھر رہے تھے کہ مجھ سے غلطی ہوئی، لوگ اس طرح ترک رفع یدین کے ساتھ نمازیں پڑھیں۔

اکابر کا معمول:

ان اکابر کے یہاں لمبی تقریریں نہیں ہوتی استعداد نہایت قوی اور استحضار رہتا تھا علوم کا اب محنتیں تو ہیں نہیں قویٰ بھی ویسے نہیں استحضار وہ نہیں ہے علوم کا جو کچھ کتاب میں دیکھا صبح کو بیان کردیا، وہ نقل اور سرِ درِ روایت ہوتا ہے وہ جو قلبی کیفیت ہے وہ شامل نہیں ہوتی اس لئے استعدادوں پر برا اثر پڑا ہے تو نہ نصاب میں خرابی ہے اور نہ کسی اور چیز میں بلکہ کچھ طرز تعلیم کی اور کچھ اساتذہ کے ترقی نہ کرنے کی وہ پڑھ رہے ہیں کہ بس پڑھا رہے ہیں پیشہ سا سمجھ لیا ہے یہ وجہ ہو رہی ہے استعدادوں کی کمی کی۔

یکسوئی لازم ہے:

ادھر طلبہ کی ملک کے حالات جمہوریت کے نام پر ایسے ہوگئے ہیں یکسوئی باطل ہوگئی اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ علم اپنا بعض اس وقت تک نہیں دے سکے گا جب تک تم اپنا کل اسے نہ دے ڈالو اب تم جزو دو اور اس کا کل لینا چاہو تو یہ ہوگا کیسے تو طالب علم کہیں ادھر متوجہ کہیں ادھر کہیں معاش اور کیا کیا، اسی میں ضمناً اس نے علم کی طرف بھی توجہ کرلی تو استعداد بنے گی کہاں سے؟

حالت زار:

اساتذہ کی جماعت تو ہے بڑوں کی جماعت، چھڑی ہاتھ میں کوئی بولے تو اسی وقت گردن زنی قرار پائے اور طلباء اس زمانے کے بھائی وہ بھڑوں کے چھتے ہیں کہ انہیں کوئی چھیڑے تو وہ آکے لپٹ جائیں گے، آدمی ڈرتا ہے، بس صاحب اب بے چارہ بے زبان نصاب رہ گیا ہے اسی میں کتر بیونت کرتے رہو فارغ ہوتے ہیں ان میں کام کرنے کا وہ جذبہ نہیں جو پہلے موجود ہوتا تھا سواونٹوں کی ایک جماعت ہے تو سواری کے قابل ایک ہی نکلتا ہے یہ تو ممکن ہے کہ کوئی جوہر قابل نہ ہو اپنی استعداد پر کام کرتے ہیں جو کام کرنے والے ہیں، مگر ہیں، اگر نہیں ہیں تو اس وقت دین کا یہ کام کیسے چل رہا ہے بحثیں بھی موجود ہیں مناظرے بھی ہیں، باطل پرستوں کا مقابلہ بھی ہے لوگ کام کررہے ہیں اور اس میں نوجوان بھی کرنے والے ہیں مگر بہت کم ہیں گنے چنے ان مدارس میں آنے والے بلند فکر کم ہیں آٹھ نو برس یہاں کچھ مل جائے گا وہ نصاب پر عبور تو کرلیتے ہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں بتلاؤں کہ اس علم کی ذلت کا کونسا وقت ہوگا؟ عرض کیا گیا فرمایئے فرمایا کہ جب اراذل ناس اس کو حاصل کرنے لگیں جو خود پست ہیں اور پست فکر ہیں وہ جب عمل کی طرف متوجہ ہوں گے تو اس کی پستی علم میں بھی نمایاں ہوگی اور علم بھی پست نظر آئے گا ورنہ بلند فکر اور اونچے طبقہ کے لوگ اگر علم حاصل کریں تو وہ آج بھی وہ کام کریں گے جو پچھلے کرتے تھے۔

سلف کا پرکھنے کا معمول:

بلند فکر ہیں اور اچھی سمجھ والے ہیں اونچے گھرانوں کے طلباء کے حاصل کرنے کی کیا صورت ہے بات یہ ہے کہ دنیا غالب آچکی ہے پہلے فکر آخرت غالب تھی حکومت میں کرسی ملے ملازمت ملے عہدہ ملے ادھر وہ لوگ آتے ہیں جو ادھر کی استعداد نہیں رکھتے انہوں نے سوچا کہ چلو دین ہی کی استعداد بناؤ، مدارس میں تو بھائی دین ہے جو آئے گا سکھادیں گے جس درجہ کا

بھی ہو لیکن سلف کے زمانے میں پرکھتے تھے کہ اسے کس علم سے مناسبت ہے جس فن سے مناسبت ہوتی تھی اسی میں ترقی دیتے تھے اور وہ طبعی رفتار ہوتی تھی اس لئے اس علم وفن کے اندر وہ ماہر ہوتے جاتے تھے میں جب افغانستان گیا تو سردار نعیم وزیر معارف تعلیم تھے نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ کسی عالم دین کو وزیر خارجہ بنائیں وزیر داخلہ بنائیں وہ چلتا نہیں میں نے کہا شاہی خاندان اور شاہی کنبہ کے افراد بھیجے تو ہم آپ کو دکھاتے کہ علم کیا چیز ہے؟ مفتی کفایت اللہ صاحب مولانا حسین احمد صاحب مولانا شبیر احمد صاحب دس بیس نام گنوا دیے یہ لوگ بلند فکر تھے تو علم نے ان کی فکر کو اور زیادہ بلند کر دیا اب اگر کسی میں پستیاں ہی بھری ہوئی ہوں وہ اجاگر ہو جائیں گی صدر عالم نے کہا بالکل حق بات ہے شاہی خاندان کے آئیں گے کوئی وزیر کا بیٹا ہوگا کوئی بادشاہ کا بیٹا حکومت خرچ برداشت کرے گی میں نے کہا نہایت مبارک اب ہماری درخواست ہے گیارہ لڑکے ہم آپ کے یہاں بھیجتے ہیں مختلف کالج ہیں افغانستان میں جرمنی زبان کا فرانسیسی زبان کا کالج ہے طب یہ خالص ترکی زبان کا انگریزی زبان کا مستقل کالج ہے گیارہ لڑکے ہم بھیجیں گے کہ آپ انہیں زبان سکھائیں حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اسلام سے پہلے اونچا تھا وہ اسلام میں بھی آ کر اونچا رہے گا جو وہاں نیچا تو وہ یہاں بھی پست رہے گا۔

ایسی تدابیر اختیار کی جائیں کہ وہ مجبور ہو کر علم دین سیکھنے کے لئے آئیں اور جھکیں جیسے عالمگیر نے کیا تھا حکم دیا کہ ہم وضو کریں گے فلاں والی ملک ہمیں وضو کرائے تو ان صاحب نے ساتھ سلام کئے کہ بڑے عزت افزائی ہوئی بادشاہ کو وضو کرائیں گے وہ آفتابہ لے کر پہنچے عالمگیر نے پوچھا وضوء میں سنتیں کتنی ہیں؟ واجبات کتنے ہیں؟ اب انہوں نے کبھی وضوء کیا ہو تو بتائیں عالمگیر نے فرمایا حیرت ہے آپ ایک بڑے والی ملک ہیں ہزاروں پر حکمرانی کر رہے ہیں اور مسلمان ہیں آپ کو یہ پتہ نہیں کہ وضوء میں فرائض کتنے ہیں؟ بس اتنا ان سے کہہ دیا اگلے دن کہا کہ فلاں امیر ہمارے ساتھ روزہ افطار کریں وہ افطار شریک ہوئے تو اورنگ زیب نے کہا روزہ میں مفسدات کتنے ہیں؟ مکروہات کتنے ہیں انہوں نے کہا کچھ پتہ نہیں تو کہا بڑے افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں کے والی ہو اور تمہیں یہ پتہ نہیں؟ کسی سے کچھ اور پوچھا نتیجہ یہ ہوا کہ اب مولویوں کی تلاش شروع ہوگئی کہ مسئلے معلوم کرو، اگر بادشاہ سلامت یوں ہی پوچھتے رہے تو بڑی تذلیل ہو جائے گی ہماری، صاحب مولوی کسی قیمت پر نہیں ملتے، مولویوں نے نخرے شروع کر دیئے کہ صاحب ہم پانچ سو سے کم تنخواہ نہیں لیں گے ایک نے کہا ہزار سے کم نہیں لیں گے انہوں نے کہا بھائی دو ہزار دیں گے مگر تم آؤ تو سارے مولوی لگ گئے محض وعظ نصیحت سے نہیں چلے گی جو طلباء نکلیں وہ ایک خاص نظام کے تحت اجتماعی طور پر کام کریں اور مدرسہ کی طرف سے انہیں وقتاً فوقتاً ہدایات ملتی رہیں۔

جراتمندانہ اقدام:

بہت زیادہ سراہا گیا وہاں کے علماء کو بھی اور حکومت کو بھی جرات مندانہ اقدام ہے یہ تو ہمارے ہی بزرگوں کا خواب تھا جس کی تعبیر ملی ہے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مولانا مرتضی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اب آ کر یہ اِدھر تو مڈل ایسٹ کی ۳۲ انجمنوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ داخل ہی نہیں ہو سکتے اور ادھر پاکستان نے اس کے اوپر مہر کر دی تو یہ عالمگیر مسئلہ بن گیا میں نے پاکستان اسمبلی کی قرارداد کی تائید میں بیان دیا، پھر کلکتہ اور متعدد جگہوں سے خطوط آئے کہ اس کا یہ اثر ہوا کہ بہت جگہوں میں مسلمانوں میں یہ چیز پیدا ہو رہی ہے کہ پھر قادیانی ہمارے قبرستانوں میں دفن نہیں ہو سکتے سو کے قریب قادیانی تائب ہوگئے پاکستان اسمبلی کی قرارداد کا بہت ہی اچھا اثر پڑا ہے ہندوستان پر۔ بمقام مدینہ منورہ۔

الله أكبر الله أكبر

باب ۲۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

موت کے احکام

جب موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں:

فرمایا کہ مرنے والوں کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کریں۔ سورۃ یسین پڑھا کرو۔

سکرات الموت: مرنے والے کا منہ مرتے وقت قبلہ کی طرف کر دیں اور خود وہ یہ دعا مانگے۔ ''اے اللہ! میری مغفرت فرما، اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے اوپر والے ساتھیوں پر پہنچا دے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ موت کی سختیوں (کے اس موقع) میں میری مدد فرمایا'' (ترمذی)

مسئلہ: جب کسی پر موت کا اثر ظاہر ہو تو اس کو چت لٹا دو اس طرح کہ قبلہ اس کے داہنی طرف ہو اور سر کو ذرا قبلہ کی طرف جھکا دو۔ کلمہ شہادت کوئی اس کے پاس بلند آواز سے کہے۔ اس کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ کرو۔

مسئلہ: جب وہ ایک کلمہ پڑھ لے تو چپ ہو رہو۔ سب سے آخری بات جو اس کے منہ سے نکلے کلمہ ہونا چاہئے۔

مسئلہ: جب سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے اور ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں کہ کھڑی نہ ہو سکیں اور ناک ٹیڑھی ہو جائے اور کنپٹیاں بیٹھ جائیں تو سمجھو کہ اس کی موت کا وقت آ گیا، اس وقت کلمہ زور زور سے پڑھنا شروع کر دو (بہشتی زیور)

مسئلہ: سورہ یٰسین پڑھنے سے موت کی سختی کم ہو جاتی ہے۔ اس کے سرہانے یا اور کہیں اس کے پاس بیٹھ کر پڑھ دو یا کسی سے پڑھوا دو۔

مسئلہ: اس وقت کوئی بات ایسی نہ کرو کہ اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو۔

مسئلہ: مرتے وقت اگر اس کے منہ سے خدانخواستہ کفر کی کوئی بات نکلے تو اس کا خیال نہ کرو، نہ اس کا چرچا کرو۔ عقل جاتے رہنے کے وقت جو کچھ ہو سب معاف ہے۔ جب موت واقع ہو جائے تو اہل متعلق یہ دعا پڑھیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. ''اے اللہ! میری مصیبت میں اجر دے اور اس کے عوض مجھے اچھا بدلہ عنایت فرما۔''

مسئلہ: جب موت واقع ہو جائے تو کپڑے کی ایک چوڑی پٹی لے کر میت کی ٹھوڑی کے نیچے نکال کر، سر پر لا کر گرہ لگا دیں اور نرمی سے آنکھیں بند کر دیں، اور اس وقت یہ دعا پڑھیں: ''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر، اے اللہ اس میت پر اس کا کام آسان فرما اور اس پر وہ حالات آسان فرما جو اب اس کے بعد آئیں گے اور اس کو اپنے دیدار مبارک سے مشرف فرما اور جہاں گیا ہے اس کو بہتر کر دے، اس جگہ سے جہاں سے گیا ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: پھر اس کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیں، اور پیروں کے انگوٹھے ملا کر کپڑے کی کترن وغیرہ سے اسے باندھ دیں، پھر اسے ایک چادر اڑھا کر چارپائی یا چوکی پر رکھیں، زمین پر نہ چھوڑیں اور پیٹ پر کوئی لمبا لوہا یا بھاری چیز رکھ دیں، تاکہ پیٹ نہ پھولے، غسل کی حاجت والے آدمی اور حیض یا نفاس والی عورت کو اس کے پاس نہ آنے دو۔ پھر اس کے دوست احباب کو خبر دو۔ (اگربتی وغیرہ) جلا کر میت کے قریب رکھ دو۔ غسل سے پہلے میت کے پاس قرآن پڑھنا درست نہیں۔ قبر کا بندوبست کرو اور غسل، کفن جنازہ اور دفن کا سامان فراہم کر لو۔

مسئلہ: مرنے والا اگر مرتد ہو یعنی پہلے مسلمان تھا پھر کافر ہو گیا اور کافر یا مرزائی یا رافضی ہی مرا تو اس کا غسل وکفن اور نماز جنازہ کچھ نہ ہوگی۔ کسی گڑھے میں کتے کی لاش کی طرح ڈال دیا جائے۔

مسئلہ: شروع ہی سے کافر تھا۔ اسے ناپاک کپڑے کی طرح دھو کر کسی کپڑے میں لپیٹ کر کسی گڑھے میں دبادیں۔

میت پر نوحہ و ماتم نہیں کرنا چاہئے

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مریض ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے ہوئے ان کی عیادت کے لئے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اندر تشریف لائے تو ان کو بڑی سخت حالت میں پایا۔ یہ حالت دیکھ کر رونا آ گیا، جب اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ کے آثار دیکھے تو وہ بھی رونے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "لوگو! اچھی طرح سن لو اور سمجھ لو! کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر تو سزا نہیں دیتا، کیونکہ اس پر بندہ کا اختیار اور قابو نہیں ہے۔"

ابو سلمہؓ کی وفات کے وقت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی: اے اللہ! ابو سلمہ کی مغفرت فرما اور اپنے ہدایت یافتہ بندوں میں ان کا درجہ بلند فرما اور اس کے بجائے تو ہی نگرانی فرما ان کے پسماندگان کی، اور رب العالمین! بخشدے ہم کو اور اس کو اور اس کی قبر کو وسیع اور منور فرما۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا اور اللہ کی قضا پر راضی رہنا مسنون قرار دیا ہے اور یہ باتیں گریہ چشم اور غم دل کے منافی نہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ راضی بمقتضاء الٰہی اور سب سے زیادہ حمد کرنے والے تھے اور اس کے باوجود اپنے صاحبزادے ابراہیم پر فرط محبت و شفقت سے رقت کے باعث رودیئے۔

غسل دینے کے بعد میت کو فرط محبت یا عقیدت سے بوسہ دینا جائز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب تمہارا کوئی آدمی انتقال کر جائے تو اس کو دیر تک گھر میں مت رکھو اور قبر تک پہنچانے اور دفن کرنے میں سرعت سے کام لو۔ زکوٰۃ کی رقم کسی کی تجہیز و تکفین میں خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اگرچہ میت فقیر ہی ہو۔

غسل کا سامان

(۱) نہلانے کے لئے پانی کے برتن

(۲) لوٹا

(۳) غسل کا تختہ

(۴) استنجے کے ڈھیلے ۳ یا ۵ عدد

(۵) بیری کے پتے ۲ مٹھی (اگر نہ ملیں تو مضائقہ نہیں)

(۶) لوبان ایک تولہ

(۷) عطر ۳ ماشہ

(۸) روئی نصف چھٹانک

(۹) گل خیرو ایک چھٹانک، یہ نہ ہو تو نہانے کا صابن بھی کافی ہے۔

(۱۰) کافور ۲ ماشہ

(۱۱) تہبند ۲ عدد

دو تہبند کے لئے ۱۴ گرہ عرض کا ڈھائی گز کپڑا منگالیں۔

(۱۲) دستانے ۲ عدد کسی پاک صاف موٹے کپڑے کی دو تھیلیاں سی کر اتنی بڑی بنالیں کہ نہلانے والے کا ہاتھ اس میں پہنچے سے کچھ اوپر تک آسانی سے آجائے یہی تھیلیاں دستانوں کے طور پر استعمال ہوں گی۔

(۱۳) کفن کا کپڑا: مرد کے پورے کفن کے لئے ایک گز عرض کا تقریباً دس گز کپڑا سفید عورت کے لئے (مع چادر گہوارہ) (ساڑھے اکیس) گز کپڑا سفید اس میں جنازہ کے اوپر ڈالنے کے لئے ۲ گز چوڑی ساڑھے تین گز لمبی چادر شامل ہے۔ بچوں کے لئے کفن کے کپڑے بھی بڑوں کی طرح ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں کپڑا کم خرچ ہوگا، ان کے حسب حال کمی کرلی جائے۔

(۱۴) جنازہ کی چارپائی ایک

(۱۵) گہوارہ عورت کے جنازہ پر ایک چیز قبر کی طرح ابھری ہوئی رکھی جاتی ہے جس پر چادر ڈالی جاتی ہے، تا کہ پردہ رہے، اسے گہوارہ کہتے ہیں، یہ بھی عموماً مسجدوں یا میت گاڑی والوں سے مل جاتا ہے، اگر یہ نہ ہو تو بانس کی تیلیاں یا درخت کی شاخ

جنازہ پر رکھ کر اس پر چادر ڈال دی جائے۔ (مسافر آخرت)
جو چادر جنازہ کے اوپر اڑھا دیتے ہیں۔
(۱۶) جنازہ کی چادر ایک
(۱۷) تختے یا لمبے چوڑے پتھر، یا سیمنٹ کے بنے ہوئے سلیب قبر کی پیائش کے مطابق یہ قبر کو پاٹنے کے لئے

مؤلف کی رائے:

مؤلف کی رائے نیک لوگوں کی ہمسائیگی میں اچھی کھلی قبر بنوانے کو تجربہ کار دیندار شخص فکر سے کام لے۔ میت کو اتارنے سے پہلے تحقیق پیائش کر لیں۔ یا اتنے جسم کا آدمی لیٹ کر بھی دیکھ سکتا ہے۔ بھاری جسم والے کو کمر میں لمبا کپڑا اوپر والے پکڑ کر آہستہ اتر دائیں۔ عورت کو اتارتے وقت محرم ہی اتاریں خوب ہمدردی سے سلادیں کروٹ قبلہ رخ کر لیں محرم۔ قرابت والے دل تھام کر غسل کفن دفن کریں یہ وقت خوب خدمت کا حصہ بہادری سے پکڑنے کا ہے سنت کام کی فہرست ہاتھ میں رکھیں بدعات سے دوری ہو واللہ اعلم۔

میت کو غسل دینے والے کا ثواب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میت کو غسل دے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ اور جو میت پر کفن ڈالے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے۔ میت کو نہلانے کا حق سب سے پہلے اس کے قریب ترین رشتہ داروں کو ہے۔ بہتر ہے کہ وہ خود نہلائیں، اور عورت کی میت کو قریبی رشتہ دار عورت نہلائے، کیونکہ یہ اپنے عزیز کی آخری خدمت ہے۔ (درمختار)

اجرت پر میت کو غسل دلانا:

کسی کو اجرت دے کر بھی میت کو غسل دلایا جا سکتا ہے۔ کسی کا خاوند مر گیا تو بیوی کو اسکا چہرہ دیکھنا، نہلانا، اور کفنانا درست ہے اور اگر بیوی مر جائے تو شوہر کو اسے نہلانا، اس کا بدن چھونا اور ہاتھ لگانا درست نہیں، البتہ دیکھنا درست ہے اور کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگانا اور جنازہ اٹھانا بھی جائز ہے۔ غسل دینے والا باوضو ہو تو بہتر ہے۔ جو شخص حالت جنابت میں ہو یا جو عورت حیض یا نفاس میں ہو وہ میت کو غسل نہ دے، کیونکہ اس کا غسل دینا مکروہ ہے۔ (شامی بہشتی زیور)

پردہ کا اہتمام:

جس جگہ غسل دیا جائے وہاں پردہ ہونا چاہئے۔ میت کے بالوں میں کنگھی نہ کرو، ناخن نہ کاٹو، نہ کہیں کے بال کاٹو، میت کو تیمم کرایا گیا ہو، اور پھر پانی مل جائے تو اس کو غسل دے دینا چاہئے۔ (بہشتی زیور)

دھونی دیناوغیرہ:

جس تختہ پر غسل دیا جائے اس کو تین دفعہ یا پانچ یا سات دفعہ لوبان کی دھونی دے لو، اور میت کو اس پر اس طرح لٹاؤ کہ قبلہ اس کے دائیں طرف ہو، اگر موقع نہ ہو اور کچھ مشکل ہو تو جس طرح چاہو لٹا دو۔ پھر میت کے بدن کے کپڑے (کرتہ، شیروانی، بنیان وغیرہ) چاک کر لو اور ایک تہبند اس کے ستر پر ڈال کر اندر ہی اندر وہ کپڑے اتار لو، یہ تہبند موٹے کپڑے کا ناف سے پنڈلی تک ہونا چاہئے تاکہ بھیگنے کے بعد اندر کا بدن نظر نہ آئے۔ میت کو استنجاء کرانے کے لئے دستانہ پہننا چاہئے یا کپڑا اہاتھ پر لپیٹ لیں۔

طریقہ غسل میت:

غسل شروع کرنے سے پہلے بائیں ہاتھ میں دستانہ پہن کر مٹی کے تین یا پانچ ڈھیلوں سے استنجا کراؤ، پھر پانی سے پاک کرو۔ پھر وضو، اس طرح کراؤ کہ نہ کلی کراؤ، نہ ناک میں پانی ڈالو۔ نہ گٹے (پہنچے) تک ہاتھ دھلاؤ، بلکہ روئی کا پھایا تر کر کے ہونٹوں، دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیر کر پھینک دو، اس طرح تین دفعہ کرو، پھر اسی طرح ناک کے دونوں سوراخوں کو روئی کے پھائے سے صاف کرو لیکن اگر غسل کی ضرورت (جنابت) کی حالت میں ہوا ہو تو منہ اور ناک میں پانی ڈالنا ضروری ہے پانی ڈال کر کپڑے سے نکال لو۔ پھر ناک اور منہ اور کانوں میں روئی رکھ دو، تاکہ وضو اور غسل کراتے وقت پانی اندر نہ جائے، پھر منہ دھلاؤ پھر ہاتھ کہنیوں سمیت دھلاؤ پھر سر کا مسح کراؤ، پھر تین دفعہ دونوں پیر دھوؤ۔

جب وضو کرا چکو تو سر کو (اور اگر مرد ہے تو داڑھی کو بھی) گل خیرو سے یا خطمی یا کھلی یا بیسن یا صابن وغیرہ سے کہ جس سے صاف ہو جائے۔ مل کر دھودو۔

پھر اسے بائیں کروٹ پر لٹاؤ اور بیری کے پتوں میں پکایا ہوا نیم گرم پانی دائیں کروٹ پر تین دفعہ سر سے پیر تک اتنا ڈالو کہ نیچے کی جانب بائیں کروٹ تک پہنچ جائے۔ غفرانک یا رحمن پڑھتے رہو، پھر دائیں کروٹ لٹا کر اسی طرح سر سے پیر تک تین دفعہ اتنا پانی ڈالو کہ نیچے کی جانب بائیں کروٹ تک پہنچ جائے۔

اس کے بعد میت کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھلانے کے قریب کرو اور اس کے پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ ملو اور دباؤ، اگر کچھ فضلہ (پیشاب یا پاخانہ وغیرہ) خارج ہو تو صرف اسی کو پونچھ کر دھودو، وضو اور غسل دہرانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس ناپاکی کے نکلنے سے میت کے وضو اور غسل میں کوئی نقص نہیں آتا۔ پھر اسکو بائیں کروٹ پر لٹا کر دائیں کروٹ پر کافور ملا ہوا پانی سر سے پیر تک تین دفعہ خوب بہا دو، کہ نیچے بائیں کروٹ بھی خوب تر ہو جائے، پھر دوسرا دستانہ پہن کر سارا بدن کسی کپڑے سے خشک کر کے تہ بند دوسرا بدل دو۔

سب سے اچھا کفن سفید کپڑے کا ہے اور نیا اور پرانا یکساں ہے۔

مرد کا کفن

۱۔ ازار سر سے پاؤں تک

۲۔ لفافہ (اسے چادر بھی کہتے ہیں) ازار سے لمبائی میں ۴ گرہ زیادہ

۳۔ کرتہ بغیر آستین اور بغیر گلے کا (اسے قمیض یا کفنی بھی کہتے ہیں۔ گردن سے پاؤں تک

عورت کا کفن

عورت کے کفن کے لئے مسنون کپڑے پانچ ہیں۔

۱۔ ازار سر سے پاؤں تک (مرد کی طرح)

۲۔ لفافہ ازار سے لمبائی میں ۴ گرہ زیادہ (مرد کی طرح)

۳۔ کرتہ بغیر آستین اور گلے کا گردن سے پاؤں تک (مرد کی طرح)

۴۔ سینہ بند بغل سے رانوں تک ہو تو زیادہ اچھا ہے ورنہ ناف تک بھی درست ہے اور چوڑائی میں اتنا ہوں کہ بندھ جائے۔

۵۔ سر بند اسے اوڑھنی یا خمار بھی کہتے ہیں۔ تین ہاتھ لمبا

اگر مرد کو دو کپڑوں (ازار اور لفافہ) میں اور عورت کو تین کپڑوں (ازار، لفافہ و سر بند) میں کفنا دیا تو یہ بھی درست ہے اور اتنا کفن بھی کافی ہے۔

مسئلہ: جو لڑکا یا لڑکی بہت کم عمری میں فوت ہو جائیں کہ جوانی کے قریب بھی نہ ہوئے ہوں۔ لڑکے کو صرف ایک اور لڑکی کو صرف دو کپڑے کفن میں دیدیئے جائیں تو بھی درست ہے اور نماز جنازہ اور تدفین حسب دستور کی جائے۔ (بہشتی زیور، عالمگیری)

مسئلہ: جو بچہ زندہ پیدا ہوا پھر تھوڑی ہی دیر میں مر گیا، یا فوراً پیدا ہونے کے بعد ہی مر گیا، تو وہ بھی اسی قاعدے سے نہلا دیا جائے، اور کفنا کر نماز پڑھی جائے پھر دفن کر دیا جائے اور اس کا نام بھی کچھ رکھا جائے۔ (بہشتی زیور)

جو بچہ ماں کے پیٹ سے مرا ہی پیدا ہو زندگی کی کوئی علامت نہیں پائی گئی، ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردو البتہ نام اس کا بھی کچھ نہ کچھ رکھ دینا چاہئے۔

کفن کی پیائش اور تیاری کا طریقہ

کفن کی پیائش اور اس کی تیاری کا طریقہ مرد کے لئے یہ ہے کہ میت کے قد کے برابر ایک لکڑی لو اور اس میں ایک نشان کندھے کے مقابل لگا لو اور ایک دھاگا سینہ کے مقابل رکھ کر جسم کی گولائی میں نکالو، کہ دونوں سرے اس دھاگے کے دونوں پسلیوں پر پہنچ جائیں، اور اس کو توڑ کر اپنے پاس رکھ لو، پھر ایک کپڑا لو، جس کا عرض اس دھاگے کے برابر یا قریب برابر کے ہو، اگر عرض اس قدر نہ ہو تو اس میں جوڑ لگا کر پورا کر لو، اور اس پوری لکڑی کے برابر لمبی ایک چادر پھاڑ لو اس کو ازار کہتے ہیں۔

اسی طرح دوسری چادر پھاڑو، جو عرض میں تو اس قدر ہو البتہ طول میں ازار سے چار گرہ زیادہ ہو اس کو لفافہ کہتے ہیں۔ پھر ایک کپڑا لو جس کا عرض بقدر چوڑائی جسم مردے کے ہو اور کڑی

کے نشان سے آخر تک جس قدر طول ہے اس کا دگنا پھاڑ لو اور دونوں سرے کپڑے کے ملا کر بیچ میں سے اتنا چاک کھول لو کہ سر کی طرف سے گلے میں آجائے، اس کو قمیض یا کفنی کہتے ہیں۔

مستورات کا کفن

عورت کے لئے مردوں کے سب کپڑے تو ہیں ہی اور انہیں تیار کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو اوپر بیان ہوا اس کے علاوہ عورتوں کے لئے دو کپڑے اور ہیں۔

(۱) سینہ بند۔

(۲) سر بند جسے اوڑھنی کہتے ہیں۔

سینہ بند زیر بغل سے رانوں تک اور دھاگہ مذکور کے بقدر چوڑا۔ سر بند نصف ازار سے تین گرہ زیادہ لمبا اور بارہ گرہ چوڑا۔

کفن کے متعلقات

اوپر تو کفن بیان ہوا اور کہ اسی قدر مسنون ہے اور بعض کپڑے کفن سے متعلقات سے ہیں۔

یعنی غسل کے لئے تہبند دو عدد

اور عورت کے جنازے کے لئے گہوارہ کی چادر

ان کپڑوں کی تفصیل تجہیز و تکفین کے سامان کی فہرست میں بیان ہو چکی ہے۔

جب میت کو غسل دے چکو تو چار پائی بچھا کر کفن کو لوبان وغیرہ کی دھونی دو۔

مرد کو کفانے کا طریقہ یہ ہے کہ چار پائی پر پہلے لفافہ بچھا کر اس پر ازار بچھا دو۔ پھر کرتہ (قمیض) کا نچلا نصف حصہ بچھاؤ اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دو۔ پھر میت کو غسل کے تختہ سے آہستگی سے اٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹا دو اور قمیض کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف الٹ دو کہ قمیض کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھا دو، جب اس طرف قمیض (کرتہ) پہنا چکو تو غسل کے بعد جو تہ بند میت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال دو اور اس کے سر اور داڑھی پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگا دو، یاد رہے کہ مرد کو زعفران گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر (کہ جن اعضاء پر آدمی سجدہ کرتا ہے) کافور مل دو۔

اس کے بعد ازار کا بایاں پلہ (کنارہ) میت کے اوپر لپیٹ دو، پھر دایاں لپیٹو، یعنی بایاں پلہ نیچے رہے اور دایاں اوپر، پھر لفافہ اسی طرح لپیٹو کہ بایاں پلہ نیچے اور دایاں اوپر رہے۔ پھر کپڑے کی دھجی (کتر) لے کر کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دو اور بیچ میں سے کمر کے نیچے کو بھی ایک دھجی نکال کر باندھ دو تا کہ ہوا سے یا ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے۔

عورت کو کفنانے کا طریقہ

عورت کے لئے پہلے لفافہ بچھا کر اس پر سینہ بند اور اس پر ازار بچھاؤ پھر قمیض کا نچلہ حصہ بچھاؤ اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دو، پھر میت کو غسل کے تختے سے آہستگی سے اٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹا دو اور قمیض کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف الٹ دو کہ قمیض کا سراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھا دو، جب اس طرح قمیض پہنا چکو تو جو تہ بند غسل کے بعد عورت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال دو، اور اس کے سر پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگا دو، عورت کو زعفران بھی لگا سکتے ہیں پھر پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں گھٹنوں اور پاؤں پر کافور مل دو، پھر سر کے بالوں کو دو حصے کر کے قمیض کے اوپر سینہ پر ڈال دو، ایک حصہ داہنی طرف اور دوسرا بائیں طرف، پھر سر بند یعنی اوڑھنی سر پر اور بالوں پر ڈال دو، ان کو باندھنا نہیں چاہئے۔

اس کے بعد میت کے اوپر ازار اس طرح لپیٹو کہ بایاں پلہ (کنارہ) نیچے اور دایاں اوپر رہے، سر بند اس کے اندر آجائے گا، اس کے بعد سینہ بند، سینہ کے اوپر بغلوں سے نکال کر گھٹنوں تک دائیں بائیں سے باندھو، پھر لفافہ اسی طرح لپیٹو کہ بایاں پلہ نیچے دایاں اوپر رہے اس کے بعد دھجی (کتر) سے کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دو۔ اور بیچ میں کمر کے نیچے کو ایک بڑی دھجی نکال کر باندھ دو تا کہ ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے۔ (بہشتی زیور)

جنازہ کے اوپر جو چادر اڑھادیتے ہیں یہ کفن میں داخل نہیں۔

حدیث میں ہے کہ جو شخص (جنازہ کی) چار پائی چاروں طرف سے اٹھالے (یعنی چاروں طرف سے کندھا دے) تو اس کے چالیس کبیرہ گناہ یعنی صغائر میں جو بڑے صغائر ہیں) بخش دیئے جائیں گے۔ جنازہ اجرت دے کر بھی اٹھوایا جاسکتا ہے عورتوں کا نماز جنازہ کے ہمراہ جانا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: اگر میت شیر خوار بچہ ہو یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہئے کہ اسے دست بدست لے جائیں۔ میت کی چار پائی ہاتھوں سے اٹھا کر کندھوں پر رکھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں جنازہ کو کم از کم چالیس قدم تک کندھا دینے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ (بہشتی گوہر، درمختار، شامی)

مسئلہ: جو لوگ جنازہ کے ہمراہ ہوں ان کو جنازہ کے پیچھے چلنا مستحب ہے۔

مسئلہ: جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو اُسے بغیر نماز جنازہ پڑھے واپس نہیں آنا چاہئے۔ البتہ نماز پڑھ کر میت والوں سے اجازت لے کر آسکتا ہے اور دفن کے بعد اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ (عالمگیری)

حدیث: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ کے ساتھ چلتے تو خاموش رہتے، اور اپنے دل میں موت کے متعلق گفتگو فرماتے (ابن سعد)

نماز جنازہ کا بیان:

ایک شخص نے بھی نماز پڑھ لی تو فرض کفایہ ادا ہوگیا۔

مسئلہ: اگر جنازہ اس وقت آیا جب کہ فرض نماز کی جماعت (جمعہ یا غیر جمعہ کی) تیار ہو تو پہلے فرض اور سنتیں پڑھ لیں، پھر جنازہ کی نماز پڑھیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ نماز جنازہ ان تین اوقات (طلوع، زوال، غروب) کے علاوہ ہر وقت بلا کراہت جائز ہے اور تین اوقات میں بھی اس صورت میں جائز ہے، جبکہ جنازہ خاص انہی اوقات میں آیا ہو۔ نماز جنازہ کے لئے تیمم، نماز نہ ملنے کے خوف سے جائز ہے۔

پہلی شرط: نماز جنازہ میت کا مسلمان ہونا

دوسری شرط: میت کے بدن اور کفن کا نجاست حقیقہ اور حکمیہ سے طاہر ہونا۔ اگر کسی میت پر بے غسل یا تیمم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن بھی کر دیا گیا ہو اور بعد دفن کے معلوم ہو کہ اس کو غسل نہ دیا گیا تھا، تو جب تک نعش پھٹی نہ ہو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے۔

مسئلہ: میت اگر کسی پاک پلنگ یا تخت یا کسی پاک گدے یا لحاف پر رکھی ہو تو اس پلنگ وغیرہ کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ایسی صورت میں بلاشک وشبہ نماز جنازہ درست ہے۔

چوتھی شرط: میت کا نماز پڑھنے والوں سے آگے ہونا، اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز درست نہیں (بہشتی زیور)

پانچویں شرط: میت کا یا جس چیز پر میت ہو تو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا۔

چھٹی شرط: میت کا وہاں موجود ہونا اگر میت وہاں موجود نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں۔

چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا، ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جاتی ہے، یعنی جیسے دوسری نمازوں میں رکعت ضروری ہے ویسے ہی نماز جنازہ میں تکبیر ضروری ہے (بہشتی گوہر)

نماز جنازہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے ادا نہیں ہوتی۔ (بہشتی گوہر)

نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں

۱۔ اللہ کی حمد کرنا

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا

۳۔ میت کے لئے دعا کرنا (بهشتی گوهر)

جماعت اس نماز میں شرط نہیں، پس اگر ایک شخص بھی جنازہ کی نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا، خواہ وہ نماز پڑھنے والا عورت ہو یا مرد بالغ ہو یا نابالغ، اور اگر کسی نے بھی نہ پڑھی تو سب گناہ گار ہوں گے۔

نماز جنازہ کی جماعت میں جتنے زیادہ لوگ ہوں اتنا ہی

بہتر ہے۔ نماز جنازہ میں اس غرض سے تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہوجائے مکروہ ہے۔ (بهشتی گوهر)

نماز جنازہ کا طریقہ

طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے محاذی کھڑا ہوجائے اور سب لوگ یہ نیت کریں۔

نويت ان اصلی صلوٰة الجنازة لله تعالیٰ و دعاء للميت "یعنی میں نے یہ ارادہ کیا کہ نماز جنازہ پڑھوں، جو خدا کی نماز ہے اور میت کے لئے دعا ہے۔

یہ نیت کر کے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ مثل نماز کے باندھ لیں۔ پھر سبحانک اللھم آخر تک پڑھیں، اس کے بعد پھر ایک بار اللہ اکبر کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں، بعد اس کے درود شریف پڑھیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود شریف پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں، اس تکبیر کے بعد میت کے لئے یہ دعا کریں، اگر وہ بالغ ہو خواہ مرد ہو یا عورت تو یہ دعا پڑھیں۔

اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وانثانا اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان.

اور اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھیں۔

الهم اجعله لنا فرطاً واجعله لنا اجراً وذخراً واجعله لنا شافعاً و مشفعاً.

اور اگر میت نابالغ لڑکی ہو تو یہی دعا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ تینوں "اجعله" کی جگہ "اجعلها" اور شافعاً و مشفعاً" کی جگہ "شافعةً و مشفعةً پڑھیں۔

جب یہ دعا پڑھ چکیں تو پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اور اس تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں اس نماز میں التحیات اور قرآن مجید کی قرأت وغیرہ نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو نماز جنازہ کی دعاء یاد نہ ہو تو صرف اللھم اغفر للمومنین والمومنات پڑھ لے، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو صرف چار تکبیریں کہہ دینے سے بھی نماز ہوجائے گی۔ اس لئے کہ دعاء اور درود شریف فرض نہیں ہے۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ: نماز جنازہ کے بعد وہیں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا مکروہ ہے سنت سے ثابت نہیں کیونکہ نماز جنازہ خود دعا ہے۔

مسئلہ: نماز جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے صرف اتنا فرق ہے کہ امام تکبیریں اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی بھی آہستہ آواز سے پڑھیں گے اور امام بھی آہستہ آواز سے پڑھے گا۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ: جنازہ کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں کر دی جائیں اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ نہ ہو تو مجبوراً مسجد میں پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو یہ بہتر ہے کہ ہر جنازہ کی نماز علیحدہ پڑھی جائے اور اگر سب جنازوں کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تب بھی جائز ہے اور اس وقت چاہئے کہ سب جنازوں کی صف قائم کر دی جائے جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ ایک جنازہ کے آگے دوسرا جنازہ رکھ دیا جائے کہ سب کے پیر ایک طرف ہوں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت پہنچا کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہو چکی ہوں امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے، جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ بھی تکبیر کہے اور یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیر تحریمہ ہوگی، پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرے اور اس میں کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ (بہشتی گوہر)

یعنی جنازہ کی نماز کا مسبوق جب اپنی فوت شدہ تکبیریں (امام کے سلام کے بعد) پڑھے اور یہ خوف ہو کہ اگر دعا پڑھے گا تو دیر ہوجائے گی یعنی جنازہ اس کے سامنے سے اٹھا لیا جائے گا تو دعاء نہ پڑھے بلکہ صرف فوت شدہ تکبیریں پے در پے پڑھ کر سلام پھیر دے۔ (شامی)

امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو تو فوراً تکبیر کہہ کر امام کے

سلام سے پہلے شریک ہوجائے اور ختم نماز کے بعد اپنی گئی ہوئی تین تکبیروں کا اعادہ کرے۔(بہشتی گوہر وشامی)

اللہ اکبر کہہ کر جماعت میں شامل ہوجانے کے بعد اس کی کوئی ایک زائد تکبیریں چھوٹ جائیں تو اس پر لازم ہے کہ پہلے فوت شدہ تکبیریں پڑھے پھر امام کے ساتھ شریک ہوں امامت کے استحقاق سب سے زیادہ حاکم وقت کو ہے، گوتقویٰ اور ورع میں اس سے بہتر لوگ بھی وہاں موجود ہوں۔ نہ ہوں تو اس کا نائب قاضی شہر وہ بھی نہ ہوتو اس کا نائب انہی کا امام بنانا واجب ہے۔ میت کے وہ اعزا جن کو حق ولایت حاصل ہے یا وہ شخص جس کو وہ اجازت دیں۔ اگر بے اجازت ولی میت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھادی جس کو امامت کا استحقاق نہیں اور ولی اس نماز میں شریک نہ ہوتو ولی کو اختیار ہے کہ اس میت پر بعد میں نماز پڑھ لے۔ حتیٰ کہ اگر میت دفن ہو چکی ہو تب بھی اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ غائبانہ نماز جنازہ کو امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ مطلقاً منع کرتے ہیں۔(مدارج النبوۃ)

جنازہ میں کثرت تعداد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس میت پر مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نماز پڑھے جن کی تعداد سو تک پہنچ جائے اور وہ سب اللہ کے حضور میں اس میت کے لئے سفارش کریں (یعنی مغفرت ورحمت کی دعا کریں) تو ان کی سفارش اور دعا ضرور ہی قبول ہوگی۔(صحیح مسلم شریف، معارف الحدیث)

مالک بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ دستور تھا کہ جب وہ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کم محسوس کرتے تو اسی حدیث کی وجہ سے ان لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم کردیتے تھے۔(سنن ابی داؤد)

دفن کا بیان

میت کے غسل، کفن اور نماز جنازہ کی طرح دفن کرنا بھی فرض کفایہ ہے، اگر کسی نے بھی یہ فرض ادا نہ کیا تو سب گناہگار ہوں گے۔(بہشتی گوہر وعالمگیری)

قبر کی نوعیت

قبر کم از کم میت کے نصف قد کے برابر گہری کھودی جائے اور پورے قد کے برابر ہوتو زیادہ بہتر ہے، قد سے زیادہ نہ ہونی چاہئے اور موافق اس کے قد کے لمبی اور چوڑائی نصف قد کے برابر، بغلی قبر بہ نسبت صندوقی (شق) کے بہتر ہے، ہاں اگر زمین بہت نرم ہو اور بغلی کھودنے سے قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہوتو پھر بغلی قبر نہ کھودی جائے۔(شامی مدارج النبوۃ)

یہ بھی جائز ہے کہ اگر زمین نرم یا سیلاب زدہ ہو اور بغلی قبر نہ کھودی جاسکے تو میت کو کسی صندوق (تابوت) میں رکھ کر دفن کردیں، صندوق خواہ لکڑی کا ہو یا پتھر یا لوہے کا، بہتر یہ ہے کہ صندوق میں مٹی بچھادی جائے۔(شامی و بحر، بہشتی گوہر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں صحابہ کی قبریں بھی زمین کے (تقریباً) برابر ہیں سنگریزے سرخ ان پر چسپاں ہیں۔(مدارج النبوۃ سفر السعادۃ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی ہیئت اور شکل اونٹ کے کوہان کے مشابہ ہے۔(شامی بحوالہ بخاری شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ یہ تھی کہ لحد (بغلی قبر) بنواتے اور قبر گہری کرواتے اور میت کے سر اور پاؤں کی جگہ کو فراخ کرواتے۔(زاد المعاد)

دوسرے شہر میں دفن کیلئے لے جانا اور دفن کے بعد نعش کھود کر لے جانا تو ہر حالت میں ناجائز ہے۔(بہشتی گوہر)

قبر میں اتارنا

جنازہ کو پہلے قبلہ کی سمت قبر کے کنارے کے پاس اس طرح رکھیں کہ قبلہ میت کے دائیں طرف ہو، پھر اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو احتیاط سے اٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔(بہشتی گوہر)

مسئلہ: قبر میں رکھتے وقت بسم اللہ و باللہ و علیٰ ملۃ رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔(بہشتی گوہر زاد المعاد)

اتارتے وقت یا دفن کے بعد اذان کہنا بدعت ہے۔(بہشتی گوہر)

قبر میں صرف منہ قبلہ کی طرف کر دینا کافی نہیں بلکہ پورے بدن کو اچھی طرح کروٹ دے دینا چاہئے۔ وہ گرہ جو

کفن کھل جانے کے خوف سے دی تھی کھول دی جائے۔

مسئلہ: عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کر کے رکھنا مستحب ہے بدن کے ظاہر ہو جانے کا خوف ہو تو واجب ہے۔ میت کو قبر میں رکھ کر بند کر دیا جائے درمیان جو سوراخ اور جھریاں رہ جائیں ان کو کچے ڈھیلوں پتھروں یا گارے سے بند کر دیں اس کے بعد مٹی ڈالنا شروع کر دیں۔

مسئلہ: مٹی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے اور ہر شخص تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈال دے اور پہلی مرتبہ ڈالتے وقت کہے "منها خلقناكم" اور دوسری مرتبہ کہے "وفيها نعيدكم" اور تیسری مرتبہ کہے "ومنها نخرجكم تارة اُخرىٰ.

مسئلہ: جسقدر مٹی اسکی قبر سے نکلی ہو وہ سب اس پر ڈالیں۔

مسئلہ: قبر کا مربع (چوکور) بنانا مکروہ ہے مستحب یہ ہے کہ اٹھی ہوئی مثل کوہان شتر (اونٹ کے کوہان) کے بنائی جائے، اس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونا چاہئے۔

مسئلہ: مٹی ڈال چکنے کے بعد قبر پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے۔

مسئلہ: اگر میت کو قبر میں قبلہ رو کرنا یاد نہ رہے مٹی ڈالی گئی ہو تو تختے ہٹا کر اس کو قبلہ رو کر دینا چاہئے۔

مسئلہ: جب قبر میں مٹی پڑ چکے تو اس کے بعد میت کا قبر سے نکالنا جائز نہیں، ہاں اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوتی ہے تو البتہ نکالنا جائز ہے۔

مثال:

(۱) جس زمین میں اس کو دفن کیا ہے وہ کسی دوسرے کی ملک ہو اور وہ اس کے دفن ہونے پر راضی نہ ہو۔

(۲) کسی شخص کا مال قبر میں رہ گیا ہو۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ: اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کا پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اس کا پیٹ چاک کر کے وہ بچہ نکال لیا جائے۔

مسئلہ: ایک قبر میں ایک سے زیادہ لاشوں کو دفن شدید ضرورت کے وقت جائز ہے۔ دفن کے بعد تھوڑی دیر قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا یا قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا مستحب ہے۔ (شامی و بہشتی گوہر)

دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات "مفلحون" تک اور پائنتی کی طرف سورۃ بقرہ کی آخری آیات "امن الرسول" سے ختم سورۃ تک پڑھنا مستحب ہے۔ (بیہقی)

دفن کے بعد یہ دعا بھی پڑھیں تو بہتر ہے۔

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطا يا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وابدله دارا خيرا من داره واهلا خيرا من اهله وزوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر وعذاب النار اللهم انت ربها وانت خلقتها وانت هديتها للاسلام.

وانت قبضت روحها وانت اعلم بسرها وعلانيتها جئنا شافعا فاغفرلها (معارف الحديث)

مسئلہ: نماز جنازہ کے بعد اہل میت کی اجازت کے بغیر دفن سے پہلے واپس نہ ہونا چاہئے۔

مسئلہ: قبر پر کوئی چیز (نام وغیرہ) بطور یادداشت لکھنا بعض علماء کے نزدیک جائز نہیں اور بعض علماء نے ضرورت ہو تو اس کی اجازت دی ہے لیکن قبر پر یا اس کے کتبہ پر قرآن شریف کی آیت لکھنا یا شعر یا مبالغہ آمیز تعریف لکھنا مکروہ ہے۔ (شامی)

قبر پر کوئی عمارت مثل گنبد یا قبہ بنانا بغرض زینت حرام ہے اور مضبوطی کی نیت سے بنانا مکروہ ہے۔ (بہشتی گوہر)

قبر پر چلنے اور بیٹھنے کی ممانعت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ بھی ہے کہ قبروں پر چلنے، بیٹھنے اور ٹیک لگانے سے پرہیز کیا جائے۔ (زاد المعاد)

قبروں کو نہ اونچا کیا جائے، نہ پکی اینٹوں اور پتھروں سے نہ کچی اینٹوں سے اور نہ قبروں کو پختہ کرنا قبروں پر چراغ جلانے اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔

موت پر صبر اور اس کا اجر وثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میں کسی ایمان والے بندے (یا بندی) کے کسی پیارے کو اٹھالوں، پھر وہ ثواب کی امید میں صبر کرے تو میرے پاس اس کے لئے جنت کے سوا کوئی معاوضہ نہیں۔ (صحیح بخاری، معارف الحدیث)

کسی مؤمن کے لئے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے سوائے بیوہ کے شوہر (کی موت پر) اس کے سوگ کی مدت چار مہینے دس دن ہے۔ سنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہیں، اللہ کی حمد وثناء کریں اور (جب بھی غم یاد آئے) انا للہ وانا الیہ راجعون. پڑھا کریں۔

تعزیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت (تسلی) کی اس کے لئے ایسا ہی اجر ثواب ہے جیسا کہ اس مصیبت زدہ کے لئے (جامع ترمذی، ابن ماجہ، معارف الحدیث)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی وفات پر

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے بیٹے کا انتقال ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تعزیت نامہ لکھوایا جس کا ترجمہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"شروع اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا اور مہربان ہے اللہ کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام، تم پر سلامتی ہو، میں پہلے تم سے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حمد وثناء کے بعد (دعا کرتا ہوں کہ) اللہ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور صبر کی توفیق دے اور ہمیں اور تمہیں شکر ادا کرنا نصیب فرمائے، اس لئے بیشک ہماری جانیں، ہمارا مال اور ہمارے اہل وعیال (سب اللہ بزرگ وبرتر کے خوشگوار عطیے اور عاریت کے طور پر سپرد کی ہوئی امانتیں ہیں (اس اصول کے مطابق تمہارا بیٹا بھی تمہارے پاس اللہ کی امانت تھا) اللہ تعالیٰ نے خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا، اور اب تم سے اس کو اجر عظیم کے عوض میں واپس لے لیا ہے، اللہ کی خاص نوازش اور رحمت وہدایت (کہ تم کو بشارت ہے) اگر تم نے ثواب کی نیت سے صبر کیا، پس تم صبر وشکر کے ساتھ رہو، دیکھو تمہارا رونا دھونا تمہارے اجر کو ضائع نہ کردے کہ پھر تمہیں پشیمانی اٹھانی پڑے اور یاد رکھو! کہ رونا دھونا کسی میت کو لوٹا کر نہیں لاتا، اور نہ ہی غم واندوہ کو دور کرتا ہے اور جو ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا اور جو ہونا تھا وہ ہو چکا، والسلام" ترمذی، حصن حصین، معارف الحدیث)

میت کے اہل خانہ تعزیت کے لئے آنے والوں کو کھانا کھلانے کا اہتمام نہ کریں۔

مسئلہ: جو لوگ میت کی تجہیز وتکفین اور دفن کے کاموں میں مصروف ہوں ان کو بھی یہ کھانا کھلانا جائز ہے۔ (مدارج النبوۃ ص ۱۰۷ ج ۱)

جو شخص بھی اپنے کسی جاننے والے (مسلمان) کی قبر پر گزرتا اور اس کو سلام کرتا ہے وہ میت اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتا ہے (اگرچہ اس جواب کو سلام کرنے والا نہیں سنتا)، (بہشتی گوہر، بحوالہ کنز العمال)

مسئلہ: سلام کے بعد قبلہ کی طرف پشت کرکے اور میت (قبر) کی جانب منہ کرکے جتنا ہوسکے قرآن شریف پڑھ کر میت کو ثواب پہنچادیں مثلاً سورۃ فاتحہ، سورۃ یٰسین، سورۃ تبارک الذی، سورۃ الھکم التکاثر، یا سورۃ قل ھو اللہ احد، گیارہ بار یا سات بار جس قدر آسانی سے پڑھا جاسکے، پڑھ کر دعا کریں کہ یا اللہ اس کا ثواب صاحب قبر کو پہنچادے۔

عورتوں کا قبرستان جانا:

جوان عورت کو تو جائز ہی نہیں اور بوڑھی عورت کو اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ پردہ کے ساتھ جائے بن سنور کر یا خوشبو لگا کر نہ جائے اور اس بات کا یقین ہو کہ کوئی کام خلاف شریعت نہ کرے گی۔

فرض عبادات کا ایصال ثواب:

زندہ کو بھی بخشا جا سکتا ہے میت کو بھی بعض فقہاء نے اسے بھی جائز کہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا انتقال ایسے وقت ہوا کہ خود سعد موجود نہیں تھے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے تھے، جب واپس آئے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری عدم موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہو گیا، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ ان کے لئے فائدہ مند ہوگا؟ (اور ان کو ثواب پہنچے گا؟)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پہنچ جائے گا، انہوں نے عرض کیا، میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناتا ہوں کہ اپنا باغ میں نے اپنی والدہ کے ثواب کے لئے صدقہ کر دیا۔ (صحیح بخاری، معارف الحدیث)

شہید کے احکام

غسل وکفن کے اعتبار سے شہید کی دو قسمیں ہیں۔

شہید کی پہلی قسم:

قسم اول کا شہید (یعنی جس کو غسل وکفن نہیں دیا جاتا) وہ مقتول ہے جس میں مندرجہ ذیل سات شرطیں پائی جائیں۔

شرط (۱): مسلمان ہونا

شرط (۲): عاقل بالغ ہونا

شرط (۳): حدث اکبر سے پاک ہونا

شرط (۴): بے گناہ مقتول ہونا

شرط (۵): اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے مارا گیا لوہے یا کسی دھاردار آلہ سے مارا گیا ہو۔

شرط (۶): اس قتل کی سزا میں ابتداء شریعت کی طرف سے کوئی مالی عوض نہ مقرر ہو بلکہ قصاص واجب ہوتا ہو۔

شرط (۷): بعد زخم لگنے کے پھر کوئی امر راحت وتمتع زندگی کا مثل کھانے نہ آئیں اور نہ مقدار وقت ایک نماز کے اس کی زندگی حالت ہوش وحواس میں گزرے۔

مسئلہ: جس شہید میں یہ سب شرطیں پائی جائیں اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے صاف نہ کیا جائے۔

مسئلہ: ٹوپی، جوتا، ہتھیار، زرہ وغیرہ ہر حالت میں اتار لیا جائے گا باقی سب احکام جو دوسرے مسلمانوں کے لئے ہیں مثلاً نماز جنازہ اور دفن وغیرہ سب اس کے حق میں بھی جاری ہوں گے۔

شہید کی دوسری قسم:

شہیدوں کی دوسری قسم وہ ہے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق آخرت میں تو درجہ شہادت نصیب ہوگا اور شہیدوں کا سا معاملہ ثواب اور اعزاز واکرام کا ان کے ساتھ کیا جائے گا۔ لیکن دنیا میں ان پر شہیدوں کے احکام جاری نہیں ہوتے یعنی ان کا غسل وکفن عام مسلمانوں کی طرح کیا جاتا ہے، شہیدوں کی طرح نہیں۔

اس قسم میں مندرجہ ذیل مسلمان داخل ہیں:۔

۱۔ وہ بے گناہ مقتول جو شہید کی قسم اول میں اس لئے داخل نہ ہو کہ جو شرطیں قسم اول میں بیان کی گئی ہیں ان میں کوئی شرط اس میں مفقود تھی۔

۲۔ جس نے کسی کافر، باغی یا ڈاکو پر حملہ کیا مگر وار خطا ہو کر خود کو لگ گیا، جس سے موت واقع ہوگئی۔ (درمختار)

۳۔ مسلم ممالک کی سرحد کا پہرہ دینے والا جو وہاں طبعی موت مر جائے۔

۴۔ جس نے صدق دل سے اللہ کی راہ میں جان دینے کی دعا کی ہو، پھر طبعی موت مر جائے۔

۵۔ جو ظالموں سے یا اپنی یا اپنے گھر والوں کی جان بچانے کے لئے لڑتا ہوا مارا جائے۔

۶۔ جو اپنا مال ظالموں سے بچانے یا چھڑانے کے لئے لڑتا ہوا مارا جائے۔

۷۔ حکومت کا مظلوم قیدی جو قید کی وجہ سے مرجائے۔
۸۔ جو (ظلم سے بچنے کے لئے) روپوش ہو، اور اسی حالت میں مرجائے۔
۹۔ طاعون سے مرنے والا، اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو طاعون کے زمانے میں طاعون کے بغیر ہی وفات پا جائے۔ بشرطیکہ جس بستی میں ہو وہیں ثواب کی نیت اور صبر کے ساتھ ٹھہرا رہے، راہ فرار اختیار نہ کرے۔
۱۰۔ پیٹ کی بیماری (استسقاء یا اسہال) میں وفات پانے والا۔
۱۱۔ نمونیہ کا مریض
۱۲۔ سل کا مریض
۱۳۔ مرگی کے مرض سے یا کسی سواری سے گر کر ہلاک ہونے والا۔
۱۴۔ بخار میں مرنے والا۔
۱۵۔ جس کی موت سمندر میں الٹیاں (متلی، قے) لگنے سے واقع ہوئی ہو۔
۱۶۔ جو شخص اپنی بیماری میں چالیس مرتبہ لا الـٰه الا انـت سبحانک انی کنت من الظلمین ۔ کہے اور اسی بیماری میں وفات پا جائے۔
۱۷۔ جس کی موت اُچھو لگنے سے ہوئی ہو۔
۱۸۔ جس کی موت زہریلے جانور کے ڈسنے سے ہوئی ہو۔
۱۹۔ جسے کسی درندے نے پھاڑ ڈالا ہو۔
۲۰۔ آگ میں جل کر مرنے والا۔
۲۱۔ پانی میں ڈوب کر مرنے والا۔
۲۲۔ جس پر کوئی عمارت یا دیوار وغیرہ گر پڑی ہو۔
۲۳۔ جس عورت کی موت حالت حمل میں ہو جائے۔
۲۴۔ نفاس والی عورت، جس کی موت ولادت کے وقت ہوئی ہو یا ولادت کے بعد مدت نفاس ختم ہونے سے پہلے۔
۲۵۔ جو عورت کنواری ہی وفات پا جائے۔
۲۶۔ جو عورت اپنے شوہر کے کسی اور عورت سے تعلق (زوجیت وغیرہ) کے غم پر صبر کرے، اور اسی حالت میں مرجائے۔
۲۷۔ وہ پاکباز عاشق جو اپنا عشق چھپائے رکھے اور غم عشق سے مرجائے۔
۲۸۔ جسے غریب الوطنی میں موت آجائے۔
۲۹۔ دین کا طالب علم
۳۰۔ وہ موذن جو محض ثواب کے لئے اذان دیتا ہو (تنخواہ اجرت مقصود نہ ہو۔)
۳۱۔ اپنے بیوی بچوں کی خبر گیری کرنے والا جوان کے متعلق اللہ کے احکام بجالائے اور ان کو حلال کھلائے۔
۳۲۔ سچا دیانتدار تاجر
۳۳۔ جو تاجر مسلمانوں کے کسی شہر میں کھانے کی چیزیں (طعام) پہنچائے۔
۳۴۔ جس نے اپنی زندگی مدارات اچھے سلوک میں گزاری ہو، یعنی برے لوگوں کے ساتھ بھی شرعی حکم کے بغیر برا سلوک نہ کرتا ہو۔)
۳۵۔ امت کے بگاڑ کے وقت سنت پر قائم رہنے والا۔
۳۶۔ جو رات کو باوضو سوئے اور اسی حالت میں انتقال ہو جائے۔
۳۷۔ جمعہ کے دن وفات پانے والا۔
۳۸۔ جو شخص روزانہ پچیس بار یہ دعا کرے کہ اللھم بارک لی فی الموت وفیما بعد الموت (اے اللہ! میرے لئے موت میں بھی برکت دے۔ اور موت کے بعد کے حالات میں بھی۔)
۳۹۔ جو چاشت کی نماز (صلوٰۃ ضحیٰ) پڑھے اور ہر مہینے تین روزے رکھے، اور وتر نہ سفر میں چھوڑے نہ اقامت میں۔
۴۰۔ ہر رات سورۃ یٰسین پڑھنے والا۔
۴۱۔ جو شخص آنحضرت ﷺ پر سو مرتبہ درود شریف پڑھے۔

یہاں تک شہید کی دو قسموں کا بیان ہوا جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی قسم تو دنیا کے احکام (غسل وکفن) کے اعتبار سے بھی شہید ہے اور ثواب آخرت کے اعتبار سے بھی اور دوسری قسم صرف ثواب آخرت کے اعتبار سے شہید ہے، احکام دنیا کے اعتبار سے شہید نہیں۔

جو لاش پھول گئی ہو:

کسی کی لاش پانی میں ڈوبنے، یا تجہیز وتکفین میں تاخیر یا کسی اور وجہ سے اگر اتنی پھول جائے کہ ہاتھ لگانے کے قابل نہ رہے یعنی غسل کے لئے ہاتھ لگانے سے پھٹ جانے کا

اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں لاش پر صرف پانی بہا دینا کافی ہے، کیونکہ غسل میں ملنا وغیرہ ضروری نہیں ہے، پھر باقاعدہ کفنا کر نماز جنازہ کے بعد دفن کرنا چاہئے لیکن اگر نماز سے قبل لاش پھٹ جائے تو نماز پڑھے بغیر ہی دفن کر دیا جائے۔ (عالمگیری، بحر امداد الاحکام)

جس لاش میں بدبو پیدا ہوگئی ہو:

مگر پھٹی نہ ہو اس کی نماز پڑھی جائے۔ (فتاوی دار العلوم مدلل ص۳۳۵ ج۵)

صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ برآمد ہوا:

جس لاش کا گوشت وغیرہ سب علیحدہ ہوگیا ہو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (امداد الاحکام ص۷۲۸)

جو شخص آگ یا بجلی وغیرہ سے جل کر مر جائے اسے باقاعدہ غسل و کفن دے کر اور نماز جنازہ پڑھ کر سنت کے مطابق دفن کیا جائے۔

جل کر کوئلہ ہو جانے کا حکم:

بدن کا اکثر حصہ جل کر خاکستر ہوگیا یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہئے (عالمگیری وفتاوی دار العلوم ص۳۴۵ ج۱)

اور جہاں لاش ڈوبی یا دبی رہ گئی ہے اسی جگہ کو اس کی قبر سمجھا جائے گا اور اسی حالت میں اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (شامی ص۸۲۷ جلد اول)

کسی حادثہ میں اگر مسلمانوں اور کافروں کی لاشیں خلط ملط ہو جائیں تو اگر مسلمان کسی بھی علامت (ختنہ وغیرہ) سے پہچانے جا سکیں تو ان کو الگ کر لیا جائے اور اگر مسلمانوں اور کافروں کے درمیان کسی طرح امتیاز نہ ہو سکے اور کسی علامت سے پتہ نہ چلے کہ کونسی لاشیں مسلمانوں کی اور کونسی کافروں کی ہیں؟ تو اس کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں۔

۱۔ اگر مرنے والوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو تو سب لاشوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو مسلمانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی سب کو باقاعدہ غسل وکفن دے کر نماز جنازہ کے بعد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے لیکن جنازہ کی نماز میں صرف مسلمانوں پر نماز پڑھنے کی نیت کی جائے، کافروں پر نماز جنازہ کی نیت کرنا جائز نہیں۔

(شامی ص۸۰۵ ج۱، عالمگیری ص۱۵۹ ج۱)

خودکشی کرنے والے کا حکم:

غسل وکفن دے کر اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے۔

اور اگر میت کے جسم کا آدھا حصہ مع سر کے ملے تو اس کو باقاعدہ غسل وکفن دے کر اور جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کیا جائے باقی حصہ اگر بعد میں ملا کپڑے میں لپیٹ کر دفن کیا جائے گا (شامی وبہشتی گوہر)

اکثر حصہ مل جائے اگر چہ بغیر سر کے ملے تو بھی باقاعدہ غسل وکفن دے کر اور جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کیا جائے (شامی وبہشتی گوہر)

اگر ڈاکو یا باغی لڑائی کے دوران قتل ہو جائیں تو ان کی اہانت اور دوسروں کی عبرت کے لئے حکم یہ ہے کہ ان کو نہ غسل دیا جائے نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے بلکہ یونہی دفنا دیا جائے۔

مسئلہ: جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے وہ چار مہینے اور دس دن تک عدت میں رہے، شوہر کے انتقال کے وقت جس گھر میں رہا کرتی تھی اسی گھر میں رہنا چاہئے، باہر نکلنا درست نہیں۔ (بہشتی زیور)

البتہ اگر وہ عورت حمل سے تھی، اس حالت میں شوہر کا انتقال ہوا۔ تو بچہ پیدا ہونے تک عدت رہے گی، اب مہینوں کا کچھ اعتبار نہیں، اگر شوہر کے مرنے کے تھوڑی دیر بعد ہی بچہ پیدا ہوگیا تب بھی عدت ختم ہوگئی۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ: عورت کسی کام کے لئے گھر سے باہر کہیں چلی گئی یا اپنی پڑوسن میکے یا رشتہ داروں وغیرہ کے گھر چند روز کے لئے گئی تھی، شوہر ساتھ ہو یا نہ ہو اتنے میں اس کے شوہر کا انتقال ہوگیا تو اب فوراً وہاں سے چلی آئے اور جس گھر میں رہتی تھی اسی میں رہے، شوہر کا انتقال خواہ کسی بھی جگہ ہوا ہو۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ: عدت شوہر کی وفات سے شروع ہو جاتی ہے اگر چہ عورت کو وفات کی خبر نہ ہو، اور اس نے عدت کی نیت بھی نہ کی ہو۔

مسئلہ: عدت وفات میں عورت کا نان نفقہ (کھانا کپڑا) اور رہائش کا مکان اس کی سسرال کے ذمہ نہیں، شوہر کے

ترکہ میں سے بھی بعد وفات کا نان نفقہ لینے کا حق نہیں، البتہ ترکہ میں جو حصہ میراث شریعت نے مقرر کیا ہے وہ اس کو ملے گا (بہشتی زیور)

ا۔ اگر شوہر نے طلاق رجعی دی تھی، خواہ اپنی بیماری میں دی ہو یا تندرستی میں، تو اب عورت عدت طلاق کو وہیں چھوڑ کر انتقال کے وقت سے از سر نو عدت وفات گزارے گی اور شوہر کی وارث بھی ہوگی۔ (شامی ص۸۳۳ ج۲)

عدت میں سوگ واجب ہے:

مسئلہ: سوگ کرنا اسی عورت پر واجب ہے جو مسلمان اور عاقل و بالغ ہو، کافر یا مجنون عورت یا نابالغ لڑکی پر واجب نہیں، ان کی بناؤ سنگھار کرنا جائز ہے۔ البتہ گھر سے نکلنا اور دوسرا نکاح کرنا ان کو بھی درست نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ چہارم)

مسئلہ: جو عورت عدت وفات میں ہو اسے صاف لفظوں میں پیغام نکاح دینا یا اس سے منگنی کرنا بھی حرام ہے، البتہ پیغام نکاح دینے میں کوئی بات اشارۃ کہہ دینا (مثلاً یہ کہ مجھ کو ایک نیک عورت سے نکاح کی ضرورت ہے۔) جائز ہے۔

مسئلہ: جب تک عدت ختم نہ ہو اس وقت تک خوشبو لگانا، کپڑے یا بدن میں خوشبو بسانا، زیور، گہنا پہننا، پھول پہننا، چوڑیاں پہننا (اگرچہ کانچ کی ہوں) سرمہ لگانا، پان کھا کر منہ لال کرنا، مسی ملنا، سر میں تیل ڈالنا، کنگھی کرنا، مہندی لگانا، ریشمی اور رنگے ہوئے بہار دار (نئے) کپڑے پہننا، یہ سب باتیں حرام ہیں، البتہ اگر رنگے ہوئے کپڑے بہار دار نہ ہوں (پرانے ہوں) تو درست ہے چاہے جیسا رنگ ہو مطلب یہ ہے کہ زینت کا کپڑا نہ ہو۔ سر دھونا اور نہانا عدت میں جائز ہے۔ موٹے دندانے والی کنگھی کرے بغیر خوشبو کا تیل درد کے خوف سے ڈالی سکتی ہے۔ ریشم کا کپڑا اگرچہ خارش وغیرہ کے علاج کے طور پر پہننے غریب ہے کہ اس کے پاس گزارے کے موافق خرچ نہیں تو اسے ملازمت یا مزدوری کے لئے پردے کے ساتھ باہر جانا دن میں جائز ہے لیکن رات کو اپنے ہی گھر میں رہا کرے۔ سفر بھی جائز نہیں، خواہ حج کا سفر ہو یا غیر حج کا۔

عدت میں مجبوراً سفر کرنا پڑے۔

جس عورت کی کوئی زرعی زمین، باغ، جائیداد یا تجارت ایسی ہو کہ انتظام اور درستگی کے لئے خاص اسی کا جانا ضروری ہو اگر وہ زمین شہر سے دور ہے اور وہاں جانے کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے تو محرم کے ساتھ وہاں بھی جتنے دن کے لئے ضرورۃ ہو جاسکتی ہے۔ (امداد الفتاوی ۴۲۹ ج۲)

مسئلہ: عدت کا مکان اگر منہدم ہو جائے' یا منہدم ہو جانے کا خوف ہو یا وہاں آبرو جان مال یا صحت کے تلف ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو جن لوگوں سے شرعاً پردہ ہونا چاہئے وہاں ان سے پردہ ممکن نہ ہو منتقل ہو سکتی ہے۔ عدت کے مکان میں عورت اگر تنہا ڈرتی ہے اگر عدت کا مکان آسیب زدہ ہو دوسرے مکان میں سکونت کا منتقل کرنا جائز ہے۔

(امداد الفتاوی ۴۴۳ ج۲)

اگر بیوہ عدت میں بغیر کسی عذر کے گھر سے باہر آجائے تو از سر نو عدت واجب نہ ہوگی البتہ بلا عذر شرعی عدت میں گھر سے نکلنا جائز نہیں' بڑا گناہ ہے۔ بعض عورتیں عدت کے بعد نکاح ثانی کو عیب سمجھتی ہیں حالانکہ قرآن کریم نے عدت کے بعد نکاح ثانی کی ترغیب دلائی ہے۔ حتی الامکان بیوہ کا نکاح عدت کے بعد کر دینا ہی مناسب ہے بلکہ اس کا نکاح تو کنواری کے نکاح سے بھی زیادہ اہم ہے' کیونکہ پہلے تو وہ خالی الذہن تھی کہ نکاح کے فوائد کا تجربہ نہ تھا' اب تو وہ فوائد اس کے تجربہ میں آچکے ہیں اس حالت میں اگر اس کا نکاح نہ کیا جائے گا تو پراگندہ خیالات اور حسرتوں کا اس پر ہجوم ہو جائے گا جس سے کبھی صحت' کبھی آبرو' کبھی دین اور کبھی سب کچھ برباد ہو جاتا ہے (اصلاح انقلاب امت ص۱۴۱' ۱۴۲ ج۲)

مسئلہ: جو بیوہ اس خوف سے کہ بچے ضائع ہو جائیں گے' یا اس وجہ سے کہ کوئی اسے قبول نہیں کرتا نکاح ثانی نہیں کرتی، وہ معذور ہے بلکہ بچوں کے ضائع ہو جانے کے خوف سے نکاح نہ کرنا باعث اجر و ثواب بھی ہے۔

(اصلاح انقلاب امت ص۱۴۲ ج۲)

مسئلہ: اگر طبیعت میں نکاح کا تقاضا ہے اور نکاح کی قدرت بھی ہے، اور شوہر کے حقوق بھی ادا کر سکتی ہے، تو نکاح کرنا واجب ہے، نہ کرنے سے گناہ ہوگا اگر اولیاء غفلت اور لاپرواہی برتیں، اس کی مرضی کی جگہ نکاح نہ کریں تو عورت کو اپنا نکاح خود کر لینا مذموم نہیں، بشرطیکہ کفو میں ہو، غیر کفو میں کیا تو (فتویٰ اس پر ہے کہ) نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔

میت کے ترکہ میں حقوق

میت کے کل ترکہ میں ترتیب وار چار حقوق واجب ہیں۔

۱۔۔۔۔تجہیز وتکفین

۲۔۔۔۔دین اور قرض، اگر میت کے ذمہ کسی کا رہ گیا ہو

۳۔۔۔۔جائز وصیت اگر میت نے کی ہو

۴۔۔۔۔وارثوں میں میراث کی تقسیم

(۱) جو چیزیں میت نے کسی سے عاریت (عارضی طور پر مانگی ہوئی) لی تھی، یا کسی نے اس کے پاس امانت رکھ دی تھیں وہ ترکہ میں داخل نہ ہوں گی ایسی سب چیزیں ان کے مالکوں کو واپس کی جائیں۔ (مفید الوارثین ص ۲۷)

(۲) اگر میت نے کسی کی کوئی چیز زبردستی یا چوری یا خیانت کر کے رکھ لی تھی تو وہ بھی ترکہ میں داخل نہیں، اس کے مالک کو واپس کی جائے۔ (مفید الوارثین ۲۸)

(۳) اگر میت نے مرض الموت سے پہلے اپنی کوئی چیز ہبہ کر دی یعنی کسی کو تحفہ یا ہدیہ میں دے دی تھی اور اس پر لینے والے کا قبضہ بھی کرا دیا تھا، تو وہ چیز میت کی ملک سے نکل گئی اور لینے والا اس کا مالک ہو گیا۔ اور اگر مرض الموت میں دی تھی اور اس کا قبضہ بھی کرا دیا تھا تو یہ دینا وصیت کے حکم میں ہے، لہٰذا یہ چیز ترکہ میں شمار ہوگی اور تجہیز وتکفین اور قرض کی ادائیگی کے بعد جن شرائط کے ساتھ دوسری وصیتوں پر عمل ہوتا ہے اس پر بھی ہوگا۔ میت کی پنشن کی جتنی رقم اس کی موت کے بعد وصول ہو وہ ترکہ میں شمار نہ ہوگی کیونکہ ترکہ وہ ہوتا ہے جو میت کے وفات کے وقت اس کی ملکیت ہو۔

(۴) اسی طرح جو چیز میت نے قرض کے بدلے میں رہن (گروی) کر دی تھی اور اس قرض کی ادائیگی کے لئے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا تو وہ بھی اگرچہ میت کی ملک تھی مگر اس کے ترکہ میں داخل نہ ہوگی۔ (مرتہن) جس کا قرض ابھی وصول نہیں ہوا ان چیزوں کو جب ان کے قبضہ میں موجود ہیں فروخت کرا کے سب سے پہلے اپنا حق لے سکتے ہیں۔ ان کا حق ادا ہو جانے کے بعد فروخت شدہ کی قیمت میں سے اگر کچھ باقی رہے تو وہ ترکہ سمجھا جائے گا۔ اگر ان سے ملتی جلتی کوئی اور صورت پیش آئے محقق عالم دین سے پوچھ کر عمل کیا جائے۔

زندگی میں کسی کے لئے نیت کی تو:

اگر کسی نے زندگی میں اپنی اولاد کی شادی کے لئے نقد روپیہ یا کپڑا اور زیورات وغیرہ جمع کیا تھا اور ارادہ تھا کہ اس کو خاص فلاں بیٹے یا بیٹی کی شادی میں خرچ کروں گا، یا بیٹی کے جہیز میں دوں گا، مگر تقدیر سے اس شخص کا انتقال ہو گیا، اور وہ چیزیں اس اولاد کو مالکانہ طور پر قبضہ میں نہیں دی تھیں، تو یہ سب مال و اسباب ترکہ میں داخل ہوگا، اور اس بیٹے یا بیٹی کا کوئی خاص استحقاق نہ ہوگا، بلکہ تجہیز وتکفین، اداء قرض اور وصیتوں کی تعمیل کے بعد میراث کے قاعدے کے مطابق اس کا جتنا حصہ بنتا ہے وہی ملے گا۔ (مفید الوارثین)

مصارف ادا کرنے کے بعد:

تجہیز وتکفین اور تدفین کے مصارف ادا کرنے کے بعد سب سے اہم کام لوگوں کے ان قرضوں کی ادائیگی ہے جو میت کے ذمہ رہ گئے ہیں، اگر میت نے بیوی کا مہر ادا نہیں کیا تھا وہ بھی قرض ہے۔ پہلے میت کے تمام قرضے اداء کرنا فرض ہے، چاہے اس نے قرضے ادا کرنے کی وصیت کی ہو یا نہ ہو۔ اور چاہے اس کا یہ باقی ماندہ سارا ترکہ قرضوں ہی کی ادائیگی میں ختم ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کے متعلق نہایت سخت تاکید اور تنبیہ فرمائی ہے، جو لوگ اپنے ذمہ قرض چھوڑ جاتے ہیں اور اس کی ادائیگی کے لئے ترکہ میں مال بھی نہ چھوڑتے، تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کی نماز جنازہ خود نہ

پڑھاتے تھے، بلکہ صحابہ کرام سے فرمادیتے کہ تم لوگ نماز پڑھ دو اور اپنی دعاونماز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو محروم رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے قرضوں کی ادائیگی:

یہاں تک سب بیان ان قرضوں کا ہے جو میت کے ذمہ بندوں کے رہ گئے ہوں اور اگر اللہ تعالیٰ کے قرضے یعنی حقوق (فرائض وواجبات) رہ گئے ہوں، مثلاً نمازوں، روزوں کا فدیہ، زکوٰۃ، حج، صدقۃ الفطر، نذر یا کفارہ وغیرہ ایسا رہ گیا تھا جو میت نے ادا نہیں کیا تھا ان حقوق کو ادا کرنے کی وصیت بھی کی ہو تو ایک تہائی (۱/۳) میں سے ان حقوق کو ادا کیا جائے۔ فلاں چیز میری فلاں شخص کو دے دو، یا فلاں کام میں لگا دو، تو یہ وصیت نہیں اور اس پر وصیت کے احکام جاری نہ ہوں گے کیونکہ وصیت شریعت میں وہی ہے جس میں اپنی موت کے بعد کے لئے کوئی ہدایت دی گئی ہو۔ (درمختار ص۵۶۸، ج۵)

مرض الموت میں خدا کی راہ میں دینے اور نیک کام مثلاً وقف وغیرہ میں لگانے کا بھی یہی حکم ہے، غرض یہ کہ تہائی سے زیادہ مال بلا معاوضہ دینا کسی طرح درست نہیں۔ (بہشتی زیور درمختار)

مسئلہ: مرض الموت میں اپنا قرض معاف کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے بیوی اپنی موت کے وقت مہر معاف کر دیتی ہے وارثوں کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں۔

تنبیہ: جن امراض میں مبتلا ہو کر مریض صحت یاب ہو گیا وہ بالکل مثل صحت کے شمار ہوں گے اور ان امراض میں جتنے تصرفات کئے تھے وہ سب نافذ اور جاری ہوں گے۔

مرض الموت کب سے شمار ہوگا؟

پس اگر کوئی شخص سال دو سال سے تپ دق (ٹی بی) میں یا فالج یا مرگی یا بواسیر وغیرہ امراض مزمنہ میں مبتلا تھا، اس کے بعد ایک ہفتہ کے لئے مرض شدید ہو کر اسی میں انتقال ہو گیا، تو مرض الموت صرف ایک ہفتہ شمار ہوگا، اس سے پہلے کہ سب معاملات ہبہ، صدقہ وغیرہ جائز اور مثل حالت صحت کے سمجھے جائیں گے۔ (شامی درمختار ص۵۷۹ ج۵ ومفید الوارثین)

مسئلہ: عورت اگر ولادت کی تکلیف میں مرگئی تو جس وقت سے دردزہ شروع ہوا تھا اسی وقت سے مرض الموت شمار ہوگا (مفید الوارثین وبہشتی زیور)

البتہ جس وقت قیدی کو قید سے نکال کر قتل کرنے کی جگہ کی طرف لے چلیں، اور قتل کر ڈالیں تو قید سے نکل کر قتل ہونے تک جتنی دیر لگی ہے یہ مرض الموت کے حکم میں ہے۔

وصی یعنی میت کا وکیل اور نائب:

وصیت کرنے والا جس شخص کو اپنی موت کے بعد ترکہ سے قرضوں کی ادائیگی یا وصیت کی تعمیل، میراث کی تقسیم اور اپنے بچوں کے معاملات کا انتظام وغیرہ کرنے کے لئے اپنا نائب اور وکیل مقرر کر دے اس کو ''وصی'' کہتے ہیں جس کو وصی بنایا تھا اگر اس نے زبان سے قبول کر لیا تب بھی اس پر لازم ہو گیا، یا کوئی کام ایسا کیا جس سے معلوم ہوگیا کہ یہ شخص وصی بننے پر راضی ہے تب بھی وصی بن گیا۔

لیکن جب تک وصیت کرنے والا زندہ ہے وصی کو اختیار ہے کہ وصی بننے سے انکار کر دے، البتہ اس کی موت کے بعد اختیار نہ رہے گا۔ (مفید الوارثین ص۲۵)

وصی بننا اور پھر دیانتداری سے کام کرنا نہایت دشوار اور سخت مشکل ہے، لہٰذا اس سے حتی الامکان بچنا چاہئے اگر اس کے انتظامی کام اتنے زیادہ ہوں کہ ان میں لگ کر اپنے فکر معاش کی فرصت نہ ملتی ہو تو بقدر ضرورت لے لینا جائز ہے، معتبر علماء سے پوچھ لیا جائے۔

جب کسی کا انتقال ہو تو اس کے ماں باپ لڑکے لڑکیاں اور بیوی یا شوہر میں سے جو جو زندہ ہو (خواہ وہ مختلف ملکوں میں ہوں) ان کی مکمل فہرست، تعداد اور رشتہ لکھ کر کسی معتبر عالم و مفتی سے جو میراث کے مسائل میں مہارت رکھتا ہو، وارثوں کے حصے دریافت کر لیں اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ اور حساب کے مطابق میراث تقسیم کر دیں۔ میت کے انتقال کے بعد اگر اس کا کوئی وارث تقسیم میراث سے پہلے فوت ہو گیا تو اس کا حصہ اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگا، لہٰذا اس فوت ہونے والے

کو بھی فہرست میں شامل کرنا ضروری ہے۔

جو وارث میت کے انتقال سے پہلے کہیں لا پتہ ہو گیا ہو اور تلاش کے باوجود یہ معلوم نہ ہو سکے کہ زندہ ہے یا مر گیا؟ تو ایسے شخص کو مفقود کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ اس کا حصہ میراث بطور امانت محفوظ رکھا جائے، اگر آ گیا تو لے لے گا نہ آیا کسی صاحب فتویٰ عالم دین سے پوچھ کر عمل کیا جائے۔

اگر میت کے انتقال کے وقت اس کا کوئی وارث ماں کے پیٹ میں ہے، ابھی اس کی ولادت نہیں ہوئی، تو میراث میں شرعاً وہ بھی حصہ دار ہے، مگر چونکہ معلوم نہیں کہ لڑکا ہے یا لڑکی، اس لئے جب تک اس کی ولادت نہ ہو جائے میراث تقسیم نہ کی جائے، اگر لڑکا فرض کر کے میراث تقسیم کر دی جائے تو درست ہے۔

مسئلہ: قاتل اپنے مقتول کا وارث نہیں ہوتا۔

مسئلہ: مسلمان اور کافر کے درمیان بھی میراث جاری نہیں ہوتی خواہ باپ بیٹے ہی ہوں۔ (شریفیہ شرح سراجی ص ۱۴)

زیادہ تاخیر سے تقسیم میراث میں سخت الجھنیں اور مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں، اور حق تلفی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ میت پر اگر قرض ہو تو ورثاء کو سمجھنا چاہئے کہ مرحوم کی روح جنت میں جانے سے معلق رہے گی۔

فدیہ کی ادائیگی کے لئے "حیلہ اسقاط":

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "حیلہ اسقاط" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

کسی خاص شخص سے نماز پڑھوانے یا خاص جگہ دفن کرنے کی وصیت:

کر جاتے ہیں، پھر وارث اس کا اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ بعض اوقات شرعی واجبات کی بھی خلاف ورزی ہو جاتی ہے اگر کوئی بات خلاف شرع لازم نہ آئے تو اس پر عمل جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ دوسرے ورثاء یا ماتحت ہونے کے باعث شرما شرمی سے کچھ نہیں کہتے مگر دل سے کوئی اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے ان کی یہ ظاہری اجازت خوش دلی سے نہیں ہوتی، جس کی بناء پر ایک وارث تمام ترکہ پر قبضہ کر لینا بالکل حرام اور ناجائز ہوتا ہے۔

ترکہ پر قبضہ کر کے تجارت کرنا:

ورثاء کی بلا اجازت اس نفع میں بڑی الجھنیں ہیں، اس لئے پہلے تقسیم کریں۔

لڑکیوں کو میراث نہ دینا ظلم ہے:

ان کی شادی کے موقع پر تحفے تحائف دینے سے سمجھتے ہیں کہ ان کا جو حق تھا وہ ادا ہو گیا حرام اور ظلم ہے۔ یاد رکھیں کہ رسمی طور پر بہنوں کے معاف کرنے سے آپ ہرگز بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔

بیوہ کو نکاح ثانی کرنے پر میراث سے محروم کرنا:

نکاح ثانی کرنے کے باوجود از روئے شرعی بیوہ بدستور اپنے حصہ کی میراث کی مالک رہتی ہے۔ جو عورت شوہر کے قبیلہ سے نہ ہو اسے شوہر کے مال سے حصہ میراث نہیں دیتے، یہ بھی بہت بڑا ظلم اور جہالت ہے۔

بیوہ کا ناحق تمام ترکہ پر قبضہ کرنا

یہ بھی ظلم ہے جو چیز وارث کے قبضے میں آ جاتی ہے وہ اس کو چھپا لیتا ہے یاد رکھئے قیامت کے دن سب اگلنا پڑے گا اگر دلہن اپنے میکا میں مر جائے تو اس کے تمام ساز و سامان جہیز وغیرہ پر سسرال لوگ قبضہ کر لیتے ہیں اور اگر سسرال میں مر جائے تو شوہر اور اس کے اولیاء قبضہ کر لیتے ہیں یہ بھی سراسر ناجائز ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"جس کے ذمہ کسی (مسلمان یا انسان) بھائی کا کچھ حق ہو اس کی آبرو کے متعلق یا اور کسی قسم کا، وہ آج اس سے معاف کرا لے، ایسے وقت (یوم حساب) سے پہلے کہ جب اس کے پاس نہ دینار ہوگا نہ درہم۔" (مشکوٰۃ باب الظلم)

اگر کسی وجہ سے حقداروں سے معاف کرانا ممکن نہیں رہا، مثلاً وہ لوگ مر چکے ہیں تو ان کے لئے ہمیشہ مغفرت کی دعا کرتا

رہے اور ایصال ثواب بھی کرے۔ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ان لوگوں کو راضی کر کے معاف کرا دے۔ (بہشتی زیور)

ایک دوسری حدیث میں ہے:

''جس شخص سے اس کا بھائی معذرت کرے اور وہ اس کو قبول نہ کرے۔ وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں آنے پائے گا''

غلط رسمیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے ہی لخت جگر اور عزیز و اقارب فوت ہوئے اور کتنے ہی جاں نثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ داغ مفارقت دے گئے، کوئی میدان کارزار میں شہید ہوا، کسی نے بستر علالت پر جان دی کوئی لاوارث رخصت ہوا۔ کسی نے اہل وعیال اور رشتہ داروں کو غمگین چھوڑا کسی کا ترکہ تجہیز وتکفین کے لئے بھی کافی نہ ہوا اور کسی کا مال ودولت اس کے وارثوں میں تقسیم ہوا، ان طرح طرح کے حالات میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی ان سب کی رہبر ورہنما تھی، جس طرح کا واقعہ پیش آیا اس کے مناسب شرعی احکام وآداب اسی ذات اقدس نے بتائے اور سکھلائے، زبانی تعلیم بھی دی اور عملی تربیت بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو ایمان اور زہد وعبادت سے لے کر جہاں بانی تک کے ضابطے اور آئین سکھلائے۔

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة.

(سورۃ احزاب: ۲۱) ''تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمدہ نمونہ موجود ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جب میری امت میں بدعتیں پیدا ہو جائیں اور میرے صحابہ کو برا کہا جائے تو اس وقت کے عالم پر لازم ہے کہ اپنا علم دوسروں تک پہنچائے اور جو ایسا نہ کرے گا تو اس پر لعنت ہے اللہ کی فرشتوں کی اور سب انسانوں کی۔'' (سنت وبدعت ص ۲۶ بحوالہ کتاب الاعتصام)

اور حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

''جو شخص کسی بدعتی کے پاس گیا اور اس کی تعظیم کی تو گویا اس نے اسلام کو ڈھانے میں اس کی مدد کی۔ (سنت وبدعت بحوالہ اعتصام للشاطبی ص ۸۴ ج ۱)

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اگر تم چاہتے ہو کہ پل صراط پر تمہیں دیر نہ لگے اور سیدھے جنت میں جاؤ تو اللہ کے دین میں اپنی رائے سے کوئی نیا طریقہ نہ پیدا کرو۔''

ابو عمرو شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''صاحب بدعت کو توبہ نصیب نہیں ہوتی (کیونکہ وہ تو اپنے گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتا، توبہ کس سے کرے؟

(سنت وبدعت ص ۱۷)

ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ بعض مریض نماز کا اہتمام نہیں کرتے حالانکہ ممکن ہے یہ زندگی کا آخری مرض ہو، کیونکہ ہر بیماری موت کی یاد دہانی کراتی ہے۔ بعض مریض زمانہ تندرستی میں تو نماز کے پابند ہوتے ہیں، مگر بیماری میں نماز کا خیال نہیں رکھتے اور خیال نہ رکھنے کی عمومی وجہ یہ ہوتی ہے۔ تیمم کو دل گوارا نہیں کرتا۔ نماز قضاء کر دیتے ہیں۔ ان وجوہات کی بناء پر نماز قضا کرنا جائز نہیں۔

جس میں نماز معاف ہوتی ہے وہ بے ہوشی ہے جس میں خبردار کرنے سے بھی آگاہ نہ ہو اور متصل چھ نمازیں بے ہوشی میں گزر جائیں۔ جب تک کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کی قدرت ہو بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں۔

عذر شرعی کے باوجود تیمم نہ کرنا:

مر جائیں گے مگر وضو ہی کریں گے۔ بے دھڑک معالج اور غیر معالج سب کے سامنے بدن کھول دیا جاتا ہے حالانکہ غیر متعلقہ حضرات کو مریض کے ستر کا حصہ دیکھنا جائز نہیں۔ علاج معالجہ میں پاک وناپاک اور حلال وحرام دوا کا کچھ خیال ہی نہیں کیا جاتا، بلا تحقیق اور بلا شدید ضرورت کے حرام ونجس دوائیں پلا دی جاتی ہیں۔ (اصلاح انقلاب امت ۲۲۹ ج ۱)

دعاء کی طرف توجہ نہ دینا:

ایک کوتاہی یہ ہے کہ مریض کی دوا دارو، علاج معالجہ اور

دیگر تمام تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، پیسہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے لیکن دعاء کا اہتمام نہیں کرتے، بلکہ اس کا خیال ہی نہیں آتا، حالانکہ یہ دعاء منصوص عظیم ترین تدبیر ہے اور اس کی توفیق نہ ہونا سخت محرومی کی بات ہے مریض کو اگر ہو سکے تو خود دعا کرنی چاہئے، کیونکہ حالت مرض میں دعا قبول ہوتی ہے۔

دعا کا غلط طریقہ:

ایک کوتاہی یہ ہے کہ شکایت کے انداز میں دعا کرنے لگتے ہیں، مثلاً یوں دعا کرتے ہیں۔'اے اللہ کیا ہوگا؟ بس میں تو بالکل ہی تباہ ہو جاؤں گا یا تباہ ہو جاؤں گی، یہ بچے کس پر ڈالوں گی، میرے بعد ان کا کون ہوگا، خدایا ایسا نہ کیجیو، بس جی میرا تو کہیں بھی ٹھکانہ ہی نہ رہے گا، وغیرہ گویا شکایت الگ کی جاتی ہے اور مشورہ الگ دیا جاتا ہے، استغفر اللہ! کیا حق تعالیٰ کا یہی ادب ہے۔

بعض اوقات مریض کے بچوں کو اس کے سامنے لاتی ہیں اور پوچھتی ہیں کہ ان کا کون ہوگا؟ انہیں پیار کر لو اور اگر وہ بہت ہی یاد کرے تو سرسری طور پر سامنے کر دیں تاکہ اس کا دل ان میں اٹکا نہ رہے۔ بعض لوگ مریض کے پاس اس بناء پر نہیں بیٹھتے کہ انہیں بیماری لگ جانے کا خوف رہتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بیماری کسی کو نہیں لگ سکتی۔

اظہار غم میں گناہوں کا ارتکاب:

بہت سی جگہ رونے پیٹنے میں عورتیں بے پردہ ہو جاتی ہیں اور پردہ کا مطلق خیال نہیں رکھتیں۔

بعض جگہ اس سے بڑھ کر یہ غضب ہوتا ہے کہ نوحہ کرنے والوں اور والیوں کی تصویریں کھینچی جاتی ہیں اور اخبارات میں شائع کی جاتی ہیں، یہ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

بعض جگہ عورتیں فرط غم سے اپنے نامحرم عزیزوں مثلاً دیور، چچازاد تایازاد اور خالہ زاد بھائی سے لپٹ لپٹ کر روتی ہیں، یہ بھی حرام ہے کیونکہ رنج و غم میں شریعت کے احکام ختم نہیں ہو جاتے۔

پوسٹ مارٹم:

کسی دوسرے شخص کی جان بچانے کے لئے پوسٹ مارٹم ناگزیر ہو تو احترام میت وغیرہ کا لحاظ رکھنا بعد اس کے تمام اعضاء کو دفن کر دینا ضروری ہے۔ بعض جگہ یہ رسم ہے کہ میت کی تجہیز و تکفین سے پہلے گھٹلیوں پر ایک لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھوانا ضروری سمجھتے ہیں۔

میت کو سلا ہوا پائجامہ اور ٹوپی دینا:

یہ ناجائز ہے۔

میت کے سینہ اور کفن پر کلمہ لکھنا اور شجرہ وعہد نامہ رکھنا:

میت کے پھٹنے سے بے حرمتی ہوگی جس چیز کا ادب شریعت میں اس درجہ کا نہیں اس کا قبر میں رکھ دینا درست ہے، جیسے کسی بزرگ کا کپڑا وغیرہ (اصلاح انقلاب امت ص۲۴۱ ج ۱)

کفنانے کے بعد امام کا خط میت کو دینا:

بعض لوگ میت کو کفن پہنانے کے بعد امام مسجد کا لکھا ہوا خط میت کے دونوں ہاتھوں میں دے دیتے ہیں، سو یہ بھی بے اصل اور لغو ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند)

قبر پر اور جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنے کا بھی ایک رواج چل نکلا ہے اور اس کی تجہیز و تکفین کے اعمال میں سے ایک عمل سمجھا جاتا ہے اور قبر پر اگر بتیاں جلائیں جاتی ہیں یہ بدعت اور ناجائز ہیں۔

غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا:

فقہ حنفی میں نماز جنازہ صحیح ہونے کے لئے میت کا سامنے موجود ہونا شرط ہے۔ میت کا فوٹو لینا بھی حرام ہے۔

اگر امام نماز جنازہ کی نیت بتلا دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، درست ہے، میت کو کندھا دیتے وقت اور دوران راہ ایک یا کئی آدمی بلند آواز سے ''کلمہ شہادت'' پکارتے ہیں اور سب حاضرین بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھتے ہیں حالانکہ یہ سنت نہیں۔

قبرستان میں داخل ہونے کا معروف راستہ چھوڑ کر قبروں کے اوپر سے پھلانگ کر میت کی قبر تک پہنچنے کی کوشش

کرتے ہیں بسا اوقات قبروں پر بھی چڑھ جاتے ہیں یاد رکھئے ایسا کرنا منع ہے۔ بعض لوگ قبرستان پہنچ کر میت کے ارد گرد جم کر بیٹھ جاتے ہیں مقصد میت کی تدفین کی کاروائی دیکھنا ہوتا ہے لیکن ان کے اس اجتماع سے اہل میت اور قبر بنانے والوں کو بہت کلفت ہوتی ہے اور ہجوم کی بناء پر آپس میں بھی ایک دوسرے کو اذیت ہوتی ہے دوسروں کو اپنے اس طرز عمل سے تکلیف دینا حرام ہے اور قبروں کو روندنا بھی جائز نہیں لہٰذا ان گناہوں سے اجتناب کیجئے، قبر کے پاس صرف کام کرنے والوں کو رہنے دیجئے، تاکہ سہولت سے وہ اپنا کام کر سکیں، اور جب مٹی دینے کا وقت آئے مٹی دے دیجئے۔

میت کے تمام بدن کو اچھی طرح کروٹ دے کر قبلہ رخ کرنا چاہئے۔ دفن کرنے کے بعد خواہ امانۃً دفن کیا ہو یا بغیر اس کے دوبارہ نکالنا جائز نہیں امانۃً دفن کرنا بھی شرعاً بے اصل ہے۔ (عزیز الفتاوی ص۳۴۲ ج۱)

قل پڑھی ہوئی کنکریاں سرہانے رکھا کرتے ہیں بعض لوگ قبر میں میت کے نیچے گدا بچھاتے ہیں یہ دونوں باتیں بے اصل۔ دفن کے بعد حلقہ بنا کر سورۃ مزمل پڑھنے کو یا اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو لازم سمجھا جاتا ہے اور دفن کے بعد قبر پر اذان بھی دیتے ہیں۔

قبر کو پختہ بنانے کا رواج ہے سنگ مرمر سے پختہ کرواتے ہیں، یہ سب ناجائز ہے قبر کا بالائی حصہ تو کچا رکھتے ہیں لیکن قبر کا باقی تعویذ یعنی دائیں بائیں اور آگے پیچھے کا حصہ پختہ بنواتے ہیں، اور قبر کے چاروں طرف سنگ مرمر کے اوپر قبہ بنواتے ہیں، احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

قبر پر چراغ جلانا:

ناجائز اور بدعت ہے۔

قبرستان سے واپسی پر اسی دن یا دوسرے دن یا تیسرے دن جمع ہو کر قرآن کریم یا آیت کریمہ یا کلمہ طیبہ کا ختم ہو جاتا ہے۔

اہل میت کی طرف سے دعوت طعام:

یہ دعوت اور اس کا قبول کرنا دونوں ممنوع ہیں ایک بار تعزیت کر لینے کے بعد دوبارہ تعزیت کے لئے جانا مکروہ ہے۔ الٹا ان کو غم یاد دلا کر رونا پیٹنا شروع کر دیتی ہیں۔ (اصلاح الرسوم ۱۷۴)

شعبان کی چودھویں تاریخ کو عید منانا:

بدعت ہے۔

ایصال ثواب کے لئے اجرت پر ایک آدمی رکھ لیتے ہیں۔ جو روزانہ مرحوم کی قبر پر قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے اور اپنے زعم کے مطابق مرحوم کو ثواب پہنچاتا ہے، سو واضح ہو کہ اجرت پر ایصال ثواب کیلئے قرآن کریم پڑھنا یا پڑھوانا حرام ہے۔

باب۲۲

علم و دانش

اس باب میں علامہ ابن جوزیؒ کی مشہور زمانہ کتاب ''کتاب الاذکیاء'' کے اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ اس کے دو جزو ہیں پہلا حصہ مختلف موضوعات پر حیرت انگیز ذہانت کے مظہر واقعات پر مشتمل ہے۔

اور دوسرا جزو عقلمندی کے عنوان سے متعدد واقعات سے مرکب ہے۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، جس نے ہم کو فہم کا محل بننے کی صلاحیت بخشی اور ہم کو علم کے زیور سے آراستہ فرمایا اور عقل کی باگ ڈور کا مالک بنایا اور ہم کو قوت گویائی سے مزین کیا۔ اور پناہ چاہتے ہیں ہم اللہ سے صفاء فکر کی مکدر ہونے سے اور قوت ذہن کے کند ہو جانے سے۔ اور رحمتیں نازل فرمائے اللہ اس ذات پر جس کو جامع کلمات کے ساتھ اس امت کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ جو دوسری امتوں سے زیادہ عقلمند ہے اور آپؐ کے تمام پیروکار اور آپ کے اتباع کے واضح راستوں پر چلنے والوں پر بہت بہت سلام بھیجے۔ اما بعد! عقل سب سے بڑی بخشش ہے، کیونکہ وہ اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہے اور اسی سے نیکیوں کے اصول بنتے ہیں اور انجام کا لحاظ کیا جاتا ہے اور باریکیوں کو سمجھا جاتا ہے اور فضائل حاصل کئے جاتے ہیں۔

مامون الرشید کا مقولہ "لوگوں کی عقلوں کے توازن پر نظر کرنے سے زیادہ کوئی چیز دلچسپ نہیں ہے"۔

فضیلت عقل

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہؓ سے ملے اور سوال کیا کہ اے ام المؤمنینؓ! ایک شخص قیام کم کرتا ہے اور زیادہ سوتا ہے۔ دوسرا قیام زیادہ کرتا ہے اور کم سوتا ہے۔ ان دونوں میں سے آپ کس کو پسند کریں گے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہی سوال میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ آپؐ نے یہ جواب دیا تھا کہ دونوں میں سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو زیادہ ذی عقل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا سوال دونوں کی عبادت کے بارہ میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا، اے عائشہؓ! دونوں سے صرف عقل کے باب میں سوال ہوگا۔ جو زیادہ عقل مند ہے۔

فرمایا کہ "کسی شخص کے اسلام کو اس وقت تک بلند مرتبہ نہ سمجھو جب تک اس کی عقل کی گرفت کو نہ پہچان لو"۔

سب سے پہلی شئے:

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد میں نے سنا کہ پہلی شئے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا قلم ہے۔ پھر نون کو پیدا کیا اور اس سے دوات مراد ہے۔ پھر حکم کیا کہ لکھ! قلم نے سوال کیا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا کہ لکھ! جو کچھ ہو رہا ہے۔ اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ پھر عقل کو پیدا کیا اور فرمایا کہ مجھ کو اپنی عزت کی قسم میں تجھ سے مکمل کروں گا اس کو جو میرا پسندیدہ ہوگا اور اس کو کم دونگا جو مجھے ناپسند ہوگا۔

عقل سے زیادہ اچھی کوئی شئے نہیں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اس کو حکم دیا کہ پیچھے ہٹ! تو وہ پیچھے ہٹی۔ پھر حکم دیا کہ آگے بڑھو! تو آگے بڑھی۔ تو فرمایا میری عزت کی قسم! میں نے کوئی چیز تجھ سے زیادہ اچھی پیدا نہیں کی۔ تیرے ہی اعتبار سے ہم عطاء کریں گے اور تیرے ہی اعتبار سے ہم سلب کریں گے اور تیرے ہی اعتبار سے ہم مؤاخذہ کریں گے۔

عاقل مومن:

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر نازل کیا کہ شیطان پر کوئی چیز ایک عاقل مؤمن سے زیادہ شاق نہیں، حالانکہ وہ سو جاہلوں کو برداشت کر لیتا ہے۔ چنانچہ ان کو کھینچ لیتا ہے اور ان کی گردنوں پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح لے جانا چاہتا ہے وہ اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور عقلمند مؤمن سے مقابلہ کرتا ہے تو وہ اس پر سخت دشوار ہوتا ہے، یہاں تک کہ اپنے مطلب کی کوئی شئے اس سے حاصل نہیں کر سکتا۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت:

(۲) وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹے! اللہ کے معاملے میں ہوشیار رہنا، کیونکہ اللہ کے معاملوں میں سب سے زیادہ عقل سے کام لینے والے کے اعمال بھی سب سے اچھے ہوتے ہیں۔ اور شیطان صاحب عقل سے بھاگتا ہے اور اس میں یہ طاقت نہیں کہ اس سے جیت سکے۔ اے بیٹے! جس عبادت میں عقل کو کام میں لایا گیا ہو اس سے زیادہ کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کی نہیں ہو سکتی۔ مطرفؒ فرماتے ہیں کہ بندہ کو ایمان کے بعد عقل سے زیادہ کوئی افضل چیز نہیں دی گئی۔ حضرت معاویہ بن قرۃؒ فرماتے ہیں

کہ لوگ حج بھی کرتے ہیں اور عمرہ بھی اور جہاد بھی کرتے ہیں۔ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں (مگر اجر میں سب برابر نہیں ہیں)۔ لیکن قیامت کے دن ان کی عقلوں کی مقدار کے مناسب ہی ان کو اجر دیا جائے گا۔ عقل (انسان کی ایک طبعی صفت ہے جو اس کی ماہیت کے ساتھ) گڑی ہوئی شئے ہے۔

فصل عقل کے مقام کے بارہ میں:

امام احمدؒ سے مروی ہے کہ اس کا مقام دماغ ہے۔ اور یہی امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اور ایک جماعت کی ہمارے اصحاب (یعنی حنابلہ) میں سے یہ رائے ہے کہ اس کا مقام دل ہے۔ امام شافعیؒ سے بھی یہی قول مروی ہے۔ وہ حق تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں، **فتكون لهم قلوب يعقلون بها**۔ اور اس آیت سے بھی، **لمن كان له قلب**۔ یہاں قلب عقل کے معنی میں ہے (جس طرح ظرف بول کر مظروف مراد لیتے ہیں) اس لئے کہ قلب عقل کا محل ہے۔

محبوبہ نے میرے دل کو اپنی دونوں آنکھوں سے شکار کر لیا۔ اور جائے تبسم یعنی لبوں سے جب اس نے ہم پر اس کو ظاہر کیا تو گویا وہ اولا ہے اور ایسا میٹھا ہے گویا کہ تیز مہکتا ہوا مشک اور زنجبیل اور بارش کا پانی اور شہد اس میں ملے ہوئے ہیں۔

معتدل مزاج اور مناسب اعضاء:

(۳) حکماء کا قول ہے کہ معتدل مزاج اور اعضاء میں تناسب کا ہونا عقل کی قوت اور ذہانت کی دلیل ہے۔ موٹی گردن دلالت کرتی ہے دماغی قوت اور اس کی زیادتی پر۔ اور جس کی آنکھ جلدی جلدی حرکت کرتی ہو اور اس میں تیزی ہو وہ مکار، حیلہ باز چور ہے۔ اور سیاہ پتلی والی آنکھ اوروں سے زیادہ اچھی ہے اور جب یہ آنکھ زیادہ چمکیلی نہ ہو، اور اس میں زردی اور سرخی نہ ظاہر ہوتی ہو تو وہ بلند حوصلہ طبیعت پر دلالت کرتی ہے۔ اور جس کی آنکھ چھوٹی اور اندر کو گڑی ہوئی ہو وہ مکار اور حاسد ہوگا۔ اور جس کا چہرہ ہنستا ہوا ہو وہ سمجھدار ہوگا اور اہم کاموں کا اہتمام کرنے والا۔ اور لاغر چہرہ اور پستہ قد میں مہربانی کا زیادہ اظہار ہوتا ہے اور معتدل قد والے لوگوں کے حالات صالح ہوتے ہیں۔

عاقل کی علامات:

(۴) حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ کیا میں عاقل کی علامتیں بتاؤں! وہ یہ ہیں کہ اپنے سے بڑے کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آئے۔ چھوٹے کو حقیر نہ سمجھے۔ اپنی گفتگو میں بڑائی کے اظہار سے بچے۔ لوگوں کے ساتھ معاشرت میں ان کے آداب معیشت کو ملحوظ رکھے۔ اور اپنے اور خدا کے درمیان تعلق کو سخت اور مضبوط رکھے تو وہ عقلمند دنیا میں اس تعلق کو ہر نقصان سے بچاتا ہوا چلتا پھرتا ہے وہ۔ وہب بن منبہؒ سے منقول ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اے بیٹے! انسان کی عقل کامل نہیں ہوتی، جب تک اس میں دس صفات نہ پیدا ہو جائیں۔ کبر یعنی نخوت وغرور سے محفوظ ہو اور نیک کاموں کی طرف پورا میلان ہو۔ دنیاوی سامان میں سے صرف بقدر بقاء حیات پر اکتفاء کرے اور زائد کو خرچ کردے۔ تواضع کو بڑائی سے اچھا سمجھے اور اپنا پہلو گرا لینے کو عزت اور سربلندی پر ترجیح دے۔ سمجھ کی باتیں حاصل کرنے سے زندگی بھر نہ تھکے اور اپنی طرف سے کسی سے اپنی حاجت کے لئے تحکم اور بدمزاجی نہ اختیار کرے۔ دوسرے کے تھوڑے احسان کو زیادہ سمجھے اور اپنے بڑے احسان کو کم سمجھے۔ اور دسویں خصلت جو بڑی بلند ہمتی کی چیز ہے اور نیک نام کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ تمام اہل دنیا کو اپنے سے اچھا سمجھے اور اپنے آپ کو سب سے برا سمجھے اور اگر کسی کو اپنے سے اچھا دیکھے تو خوش ہو اور اس بات کا خواہشمند ہو کر اس کی عمدہ صفات خود بھی اختیار کرے اور کسی کو بری حالت میں پائے تو خیال کرے کہ انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہم کو کیا خبر! یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نجات پا جائے اور میں ہلاک ہو جاؤں۔ جب یہ صفات پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ عقل مکمل ہوگئی۔

غیرت سے متعلق واقعہ:

(۵) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسبت منقول ہے، حضرت ابن عباسؓ سے کہ جب حضرت سارہ سلام اللہ علیہا نے دیکھا کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ (ہاجرہؓ) سے حضرت ابراہیمؑ محبت کرنے لگے تو ان کے دل میں شدید

غیرت پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ قسم کھا بیٹھیں کہ جب یہ اطلاع حضرت ہاجرہؑ کو پہنچی تو انہوں نے ذرہ پہننا شروع کر دی کہ سارہ ان کے آنے جانے کو نہ پہچان سکیں۔

دلچسپ مکالمہ:

(۶) ایک دانا سے کسی نے پوچھا۔ عرض کیا میرے پڑوس میں ایسے لوگ ہیں جو میرے بطخ چراتے ہیں۔ پھر آپ نے خطبہ دیا۔ تم میں ایک شخص اپنے پڑوسی کی بطخ چوری کرتا ہے اور ایسی حالت میں آتا ہے کہ اس کا پر اس کے سر پر ہوتا ہے۔

آزمائش کا طریقہ:

(۷) محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ بیٹا! جب تم کسی شخص سے بھائی چارہ کرنا چاہو تو (آزمائش کے طور پر) پہلے اس کو غصہ دلا دو۔ اگر اس نے بحالت غضب بھی انصاف کو قائم رکھا تو اس کو بھائی بنالو، ورنہ اس سے بچو۔

دانائی سے تعداد کا اندازہ:

(۸) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے لئے کوچ کیا تو ہم نے آپؐ کے قریب دو آدمیوں کو دیکھا (جو دشمن کیمپ کے تھے)۔ ایک شخص قریش میں کا تھا اور ایک غلام تھا عقبہ بن ابی معیط کا۔ (جب ہم نے ان کا پیچھا کیا) تو قریشی تو چھپ گیا اور غلام کو ہم نے گرفتار کر لیا۔ ہم نے اس سے قوم کی تعداد پوچھنا شروع کی تو جواب میں وہ صرف یہ کہتا تھا کہ واللہ! ان کی شمار بہت ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ پھر آپؐ نے سوال کیا کہ وہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ روزانہ دس اونٹ۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا، کہ (معلوم ہوگیا) قوم کی تعداد ایک ہزار کیونکہ ایک اونٹ سو آدمی کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔

حضرت حذیفہؓ کی دانائی:

(۹) ایک شخص نے کہا اے حذیفہؓ! ہم اللہ سے شکایت کریں گے کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی، تم نے وہ زمانہ پایا اور ہم محروم رہ گئے۔ اور تم نے زیارت کی اور ہم نہ کر سکے۔ حذیفہؓ نے فرمایا، اور ہم اللہ سے یہ شکایت کریں گے کہ تمہیں ہم سے افضل ایمان ملا کہ باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھنے کے تم ان پر ایمان لے آئے۔ واللہ اے بھتیجے تجھے کیا خبر ہے! اگر تو آپ کا زمانہ پالیتا تو اس وقت تیرے اعمال کس نوعیت کے ہوتے۔ تجھے معلوم ہے کہ ہم خندق کی رات میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ یہ ایک بڑی ٹھنڈی، اندھیری، خطرناک رات تھی اور ابو سفیان اور اس کے ساتھی میدان میں موجود تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو قوم کے حالات دیکھ کر آئے اور ہم کو خبر دے؟ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں جگہ عطاء فرمائے گا۔ یہ سن کر ہم میں سے کوئی نہیں اٹھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو قوم کے حالات دیکھ کر آئے؟ اور ہم کو خبر دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ابراہیمؑ کا رفیق بنائے گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حذیفہؓ کو بھیج دیجئے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ اے حذیفہؓ! میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوں یا رسول اللہؐ! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم جانے کے لئے آمادہ ہو؟ میں نے عرض کیا، خدا کی قسم یا رسول اللہؐ! مجھے اس کی تو پرواہ نہیں کہ میں قتل ہو جاؤں، لیکن میں قید ہو جانے سے ڈرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم ہرگز قید نہیں ہو سکتے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اب جو حکم آپؐ چاہیں مجھے دیں! آپؐ نے فرمایا کہ تم جا کر قوم میں داخل ہو جاؤ، پھر قریش کے پاس پہنچو اور یہ کہو کہ اے جماعت قریش! لوگوں کا یہ ارادہ ہے کہ کل وہ تم کو پکاریں اور کہیں کہ کہاں ہیں قریش کہاں ہیں قوم کے رہنما، کہاں ہیں قوم کے سردار؟ پھر وہ تم کو سب سے آگے کریں گے تاکہ تم سے ہی جنگ کی ابتداء ہو اور پہلے تمہارا ہی قتل واقع ہو۔ پھر قیس کے پاس پہنچو اور یہ کہو گے کہ اے جماعت قیس! لوگوں کا یہ ارادہ ہے کہ کل تم سے یہ کہیں گے، کہاں ہیں گھوڑوں کی پشت کے مالک، کہاں ہیں شہسوار؟ پھر وہ تمہیں کو آگے کریں گے، تاکہ تم ہی سے جنگ شروع ہو، اور تمہارے ہی لوگ قتل ہوں۔ یہ سن کر میں روانہ ہو گیا اور قوم میں جا پہنچا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر آگ سے گرمی

لینے لگا اور اس بات کو پھیلانا شروع کر دیا جس کا مجھے حضورؐ نے حکم دیا تھا۔ یہاں تک کہ جب سحر قریب ہوئی تو ابوسفیان اٹھا اور لات وعزیٰ بتوں کا نام لے کر اور شرک کر کے بولا کہ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ یہ دیکھے کہ اس کے پاس کون بیٹھا ہے؟ اور میرے پاس ایک شخص ان ہی میں کا (یعنی مسلمانوں) بیٹھا ہوا تاپ رہا ہے۔ اس کے بعد (اندھیرے میں) میں نے جھپٹ کر اپنے پاس والے شخص کا ہاتھ پکڑ لیا، کیونکہ مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے پکڑے گا۔ اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں فلاں اور فلاں کا بیٹا ہوں۔ تو میں نے کہا یہ تو دوست ہے۔ جب صبح ہوگئی تو لوگوں نے پکارا کہاں ہیں قریش، لوگوں کے سردار؟ تو انہوں نے کہا رات جو ہم کو خبر ملی تھی یہ تو وہی بات ہے۔ جب یہ آواز لگی کہاں ہیں ابو کنانہ، کہاں ہیں تیر انداز لوگ؟ تو انہوں نے کہا، وہ اطلاع ٹھیک تھی جو رات ہمیں دی گئی تھی۔ اب انہوں نے ایک دوسرے کو ذلیل کرنا شروع کر دیا۔ اور اللہ نے ان پر اس رات میں آندھی کو بھی مسلط کر دیا، جس نے کوئی خیمہ اکھاڑے بغیر نہ چھوڑا اور نہ کوئی برتن جس کو نہ الٹ دیا ہو۔ یہاں تک کہ میں نے ابوسفیان کو دیکھا کہ وہ اپنی اونٹنی کے پاس جو بندھی ہوئی تھی، جھپٹ کر پہنچا اور اس کو کھینچنا شروع کر دیا اور وہ کھڑا رہنے پر قادر نہ تھا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور میں نے ابوسفیان کا یہ حال بیان کرنا شروع کیا۔ سن کر آپؐ اس درجہ ہنستے رہے کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور میں آپ کی ڈاڑھوں تک کی زیارت کر رہا تھا۔

حضرت عمرؓ کی دانائی:

(۱۰) جریر سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبکہ عراق کو بچانے کے لئے فارس کی حکومت سے جنگ ہو رہی تھی، جریر سے فرمایا کہ تم اپنی قوم کو ساتھ لے کر قتال کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ جن غنائم پر تم غالب آؤ گے اس میں چوتھائی تمہارا حق ہے۔ جب (مسلمان فتحیاب ہوئے اور) غنائم کثیر مقدار میں جمع ہو گئے تو جریر مدعی ہوئے کہ ان کل میں سے ایک چوتھائی میرا حق ہے تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔ جواب میں حضرت عمرؓ نے تحریر فرمایا کہ جریر نے سچ کہا۔ میں نے اس سے ایسا کہا تھا۔ اگر اس نے اور اس کی قوم نے مالی معاوضہ لینے کے لئے جنگ کی تو اس کو اس کا معاوضہ دے دو، اگر اس نے اللہ کے لئے اور اس کے حبیبؐ کے دین کے لئے جہاد کیا ہے تو وہ صرف ایک فرد سمجھا جائے گا عام مسلمانوں میں۔ جتنا ایک مسلمان کا حق ہوگا اور جو فرائض ایک مسلمان پر ہیں وہی اس پر ہونگے۔ جب یہ خط سعد کو ملا تو اس کے مضمون سے جریر کو مطلع کیا گیا۔ جریر نے کہا کہ امیر المؤمنین نے ٹھیک فرمایا ہے۔ مجھے اس کی حاجت نہیں۔ میں صرف ایک مسلمان ہی رہنے پر خوش ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ بیٹھے تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا کہ میں بھی صاحب فراست تھا اور میری رائے ناقابل اعتبار ہوگی اگر یہ شخص ستارہ شناس اور کہانت میں کچھ دخل نہ رکھتا ہو۔ اس کو میرے پاس بلاؤ! چنانچہ اس کو بلایا گیا۔ آپؓ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نجوم کے احکام اور کہانت میں کچھ کرتے تھے؟ اس نے اعتراف کیا۔

حضرت علیؓ کی دانائی:

(۱۱) روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے حاضر کیا گیا، جس نے یہ حلف کر لیا تھا کہ میری بیوی پر تین طلاق اگر میں رمضان میں اس سے دن میں جماع نہ کروں۔ آپؓ نے اس سے فرمایا کہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر سفر میں چلا جا اور دوران سفر میں روزہ فرض نہیں، اس لئے نہ رکھنا اور دن میں جماع کر لینا۔

حضرت حسن بن علیؓ کی دانائی:

(۱۲) حضرت حسنؓ بن علیؓ جب ابن ملجم کو (جو حضرت علیؓ کا قاتل تھا) حضرت حسنؓ کے پاس لایا گیا تو اس نے کہا کہ میں ایک بات آپؓ کے کان میں کہنا چاہتا ہوں۔ تو حضرت حسنؓ نے انکار کر دیا اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اس کا ارادہ میرا کان چبا دینے کا ہے۔ پھر ابن ملجم نے بھی کہا واللہ! اگر حسنؓ کے کان پر میرا قابو چل جاتا تو کان کو سوراخ کے پاس سے پکڑ لیتا۔ اس سیدؓ کی حسن رائے دیکھو! ایسی حالت میں کہ ان پر ایسی شدید مصیبت نازل ہوئی تھی جو مخلوق کو حواس باختہ کر دینے والی تھی، دقیقہ رس تھی۔

حضرت حسینؓ کی دانائی:

(۱۳) حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔ ایک شخص نے ان پر کچھ مال کا دعویٰ کیا۔ آپؓ کو قاضی کے سامنے لایا گیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ یہ اپنے دعویٰ کی سچائی پر حلف کرلے اور لے لے۔ اس شخص نے ان الفاظ سے شروع کیا۔ **واللہ الذی لا الہ الا ھو** (یعنی قسم کھاتا ہوں اس اللہ کی جس کے سواء کوئی معبود نہیں)۔ آپؓ نے فرمایا، ان الفاظ سے حلف کرو، واللہ، واللہ، واللہ، جس مال کا دعویٰ کرتا ہوں وہ حسینؓ کے ذمہ واجب ہے۔ اس شخص نے حلف کرلیا۔ ذرا کھڑا ہی ہوا تھا کہ اس کے پاؤں ڈگمگائے اور مرکر گر پڑا۔ آپؓ سے پوچھا (کہ آپؓ نے حلف کے الفاظ کیوں بدلوائے؟) آپؓ نے فرمایا، مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ اللہ کی تمجید بیان کررہا ہے، اس کے ساتھ حلم کا معاملہ ہوجائے گا۔

حضرت عباسؓ کی دانائی:

(۱۴) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن رزین سے منقول ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا وہ مجھ سے بڑے ہیں اور میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی دانائی:

(۱۵) عبداللہ بن رواحہؓ اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہوئے تھے۔ پھر وہاں سے حجرے کی طرف پہنچے (جہاں ان کی لونڈی موجود تھی) اس سے مشغول ہوگئے۔ جب ان کی بیوی نے بیدار ہوکر ان کو نہ دیکھا تو تجسس کے لئے نکلی اور دیکھا وہ جاریہ یعنی باندی کے پیٹ پر ہیں، تو اس نے واپس ہوکر چھری سنبھالی اور جاریہ کے پاس پہنچی۔ عبداللہ نے اس سے کہا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کیا بات کیسی؟ سمجھ لو میں اگر اس وقت تم کو اس حالت میں پھر دیکھتی جس میں تم تھے تو اس چھری سے اس کی خبر لیتی۔ عبداللہ نے کہا اور میں کہاں تھا؟ اس نے کہا اس جاریہ کے پیٹ پر۔ عبداللہ نے کہا میں کہاں تھا۔ (انہوں نے ایک ایسا لفظ بولا جس سے اس عورت کو انکار مفہوم ہوا)۔ اس نے کہا کیوں نہیں، کہنے لگی اچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا۔ اگر تم سچے ہو تو قرآن پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے کہا اچھا سنو! (اور قرآن کے لہجہ میں یہ اشعار پڑھ ڈالے)۔ ترجمہ: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے وہ ہم کو اللہ کا کلام سناتے ہیں، جس طرح پھیلی ہوئی درخشاں صبح ظاہر ہوتی ہے ہم کو جبکہ ہم بے بصیرت تھے سچا راستہ دکھایا تو ہمارے دل جس چیز کے واقع ہونے کی انہوں نے خبر دی اس کا پورا یقین کرتے ہیں۔ اس نے (قرآن سمجھ کر) کہا میں اللہ پر ایمان لائی اور میری آنکھیں جھوٹ کہتی ہیں۔ کہ میں صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا عرض کیا۔ آپ سن کرا تنا ہنسے کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔

محمد بن مسلمہؓ کی دانائی:

(۱۶) محمد بن مسلمہؓ کے متعلق حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھ کو کعب بن اشرف (سردار یہود) کی ناپاک سازشوں سے یکسو کرنے کے لئے کون ہمت کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت اذیت دینے کی کوشش کی ہے۔ محمد بن مسلمہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! کیا یہ آپؐ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں؟ فرمایا ہاں! انہوں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! یہ میرے ذمہ۔ تو مجھے یہ اجازت دیدیجئے کہ میں اس سے جو گفتگو میں چاہوں کرلوں۔ فرمایا جو چاہو کرلو! اب محمد بن مسلمہؓ اس کے پاس پہنچے اور گفتگو کی کہ اس شخص نے ہم سے صدقات وصول کرنا شروع کردیئے اور ہم کو بہت تکلیف دے رکھی ہے اور ہم اس سے تنگ آچکے ہیں۔ اس خبیث یہودی نے جب یہ سنا تو کہا واللہ! تمہیں اس کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس سے تکلیف اٹھاتے ہو اور میں جانتا ہوں کہ آخر کار تمہیں ایسا کرنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں طاقت نہیں رہی ہے کہ اس کی اطاعت کئے چلے جائیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ کہاں تک آگے بڑھتا ہے۔ اور یہ ایک مجبوری یہ آپڑی کہ اس کے اتباع کے بعد چھوڑ دینا بھی گراں معلوم ہوتا ہے۔ اب ہم یہ انتظار کررہے ہیں کہ اس کا انجام کار کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت میرے آنے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے آپ کچھ مقدار کھجور قرض دیدیجئے۔ اس نے کہا کہ اس شرط پر مل سکتی ہیں کہ تم اپنی عورتوں کو ہمارے پاس رہن کردو۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا، کیسے ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس رہن رکھ دیں؟ کیونکہ تم عرب

کے سب سے زیادہ خوبصورت شخص ہو۔ اس نے کہا تو اولاد رہن رکھ دو۔ انہوں نے کہا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ ہماری اولاد پر یہ دھبہ لگایا کریں گے کہ ہم نے ان کو چند من کھجوروں کے بدلے میں رہن رکھ دیا تھا اور ہماری اولاد ہمیشہ گالیاں کھاتی رہے کہ یہ ایک دو وسق کھجور پر رہن رکھے گئے تھے۔ اس نے کہا پھر کیا چیز رہن رکھو گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے ہتھیار رہن رکھ دینگے۔ اس نے قبول کر لیا۔ یہ ہتھیار لانے کا وعدہ کر کے اپنے ساتھیوں کے پاس آئے۔ پھر (حسب وعدہ) جب اس یہودی کے پاس گئے تو ان کے ساتھ ابو نائلہؓ بھی تھے جو اس یہودی یعنی کعب کے رضاعی برادر تھے۔ اور ان کے ساتھ دو آدمی اور آ گئے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا کہ میں اس کے لمبے بالوں کی لٹوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرونگا۔ جب تم دیکھو کہ میں نے اپنا ہاتھ اس کے بالوں میں دے دیا ہے تو پھر تم لوگ اس شخص کو ٹھکانے لگا دیجیو۔ اب یہ سب لوگ اس کے پاس رات کو پہنچے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کھجور کے درختوں کے پیچھے چھپنے کی ہدایت کر دی اور محمد بن مسلمہؓ نے آ کر اس کو آواز دی۔ جب یہ نکلنے کے لئے آمادہ ہوا تو بیوی نے کہا ایسے بے وقت کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کوئی اندیشہ نہیں۔ وہ تو محمد بن مسلمہؓ ہے اور میرا بھائی ابو نائلہ ہے۔ وہ باہر اس حالت میں آیا کہ ایک ہی کپڑے میں لپٹا ہوا تھا اور اس کے بدن سے اچھی خوشبو آ رہی تھی۔ اس نے کہا میرے پاس فلاں کی بیٹی ہے اور وہ عرب کی عورتوں میں سب سے زیادہ عطر کی شوقین ہے۔ انہوں نے کہا کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اسے سونگھ لوں؟ اس نے کہا ہاں۔ تو محمد نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیر کر سونگھا۔ پھر کہا کیا اجازت ہے کہ میں یہ عجب خوشبو اپنے ساتھیوں کو بھی جا کر سنگھا دوں؟ اس نے اجازت دے دی۔ اب انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے بالوں میں اچھی طرح پہنچا کر بالوں کو لپیٹ لیا اور اپنے ساتھیوں کو بلا لیا اور کہا کہ اس دشمن خدا کو ختم کر دو۔ تو ان سب نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو قتل کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر واقعہ کی اطلاع دی۔

حضرت سویبطؓ کی دانائی:

(۱۷) سویبط بن سعد بن حرملہؓ کے متعلق ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سال قبل از وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ تجارت کے لئے بصرہ گئے اور ان کے ساتھ نعمانؓ اور سویبطؓ گئے۔ اور یہ دونوں غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ اس سفر میں نعمانؓ زاد راہ کے نظم پر متعین تھے اور سویبطؓ بہت ظریف الطبع تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے نعمانؓ سے کہا کچھ کھلاؤ۔ نعمانؓ نے کہا ابو بکرؓ کے آنے پر۔ انہوں نے کہا اچھا مجھے تمہاری خبر لینی ہے۔ ایک قوم پر ان کا گزر ہوا تو ان سے سویبطؓ نے کہا کہ میرے پاس ایک غلام ہے، کیا تم خریدتے ہو؟ انہوں نے منظور کر لیا۔ انہوں نے کہا (یہ بتائے دیتا ہوں کہ) میرے غلام کو ایک خاص بات کی عادت ہے۔ وہ تم سے یہ کہے گا کہ میں آزاد ہوں۔ جب یہ گفتگو سنو تو ہٹ مت جانا، کبھی اس معاملہ کو چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا نہیں، ہم تم سے ضرور خریدیں گے۔ چنانچہ دس اونٹوں پر معاملہ ہو گیا۔ اب وہ لوگ آئے اور انہوں نے نعمانؓ کی گردن میں دوپٹہ ڈال دیا۔ نعمانؓ نے لوگوں سے کہا کہ یہ تم سے مذاق کر رہا ہے، میں تو آزاد ہوں غلام نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہمیں تیری سب عادت یہ بتا چکا ہے۔ یہ لوگ نعمانؓ کو کھینچ کر لے گئے۔ پھر جب ابو بکرؓ آئے تو آپؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپؓ نے وہ دس اونٹ ساتھ لے کر اس قوم کا پیچھا کیا۔ وہ ان کو واپس کئے اور نعمانؓ کو چھڑا کر لائے۔ جب یہ قافلہ واپس ہوا اور سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابؓ اس قصہ کو سال بھر تک جب یاد کرتے تھے ہنسا کرتے تھے۔

حضرت مغیرہؓ کی دانائی:

(۱۸) زید بن اسلمؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو بحرین کا عامل (گورنر) بنا دیا تھا۔ وہاں کے لوگ ان سے ناراض ہو گئے اور دشمن بن گئے تو عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا۔ لیکن بحرین والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ حضرت عمرؓ مغیرہؓ کو بحال کر کے واپس نہ بھیج دیں۔ تو بحرین کے چودھری نے لوگوں سے کہا کہ اگر تم جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر عمل کر لو تو مغیرہؓ کبھی واپس نہ آ سکیں گے۔ انہوں نے کہا اپنی تجویز بتاؤ۔ چودھری نے کہا تم مجھے ایک لاکھ درہم جمع کر دو اور میں یہ رقم لے کر عمرؓ کے پاس جاؤں گا اور کہوں گا کہ یہ وہ رقم ہے جو مغیرہؓ نے

خیانت کر کے میرے پاس جمع کی تھی۔ چنانچہ لوگوں نے اس کے پاس ایک لاکھ درہم جمع کر دیئے اور اس نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو پیش کر دیا اور عرض کیا کہ یہ مغیرہؓ نے خیانت کر کے میرے پاس رکھوائی تھی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے مغیرہؓ کو بلایا اور فرمایا کہ سنو یہ شخص کیا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے سن کر عرض کیا، اللہ آپ کا بھلا کرے، یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ تو دو لاکھ درہم تھے۔ فرمایا یہ حرکت کیوں کی۔ انہوں نے عرض کیا کنبہ کے خرچ اور ضرورت نے مجبور کیا۔ اب حضرت عمرؓ نے اس نمائندہ قوم سے خطاب کیا کہ بولو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ (دو لاکھ سن کر اس کے ہوش وحواس ٹھکانے آچکے تھے) کہنے لگا خدا کی قسم ایسا نہیں ۔(اب) میں آپ سے ضرور سچ کہونگا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ خدا کی قسم مغیرہؓ نے میرے پاس نہ قلیل رقم رکھوائی نہ کثیر۔ حضرت عمرؓ نے مغیرہؓ سے فرمایا، تم نے اس دہقان کی نسبت کیا ارادہ کیا تھا؟ مغیرہؓ نے کہا، اس خبیث نے مجھ پر جھوٹ باندھا تھا۔ میں نے بھی پسند کیا کہ (اسی سے حقیقت ظاہر کراؤں اور) اس کو رسواء کر دوں۔ سچائی کو سطح پر لانے کے لئے محض ایک حیلہ کیا تھا، جو نہ عقلاً مذموم ہے اور نہ شرعاً۔

ذہانت کا ایک اور واقعہ:

(۱۹) صبیح الکوفیؒ سے منقول ہے کہ ایک عورت کے پاس مغیرہ بن شعبہؓ اور ایک عرب نوجوان نے شادی کے لئے پیغام بھیجا اور نوجوان خوبصورت اور عنفوان شباب میں تھا۔ جواب میں دونوں کے پاس اس عورت نے یہ پیغام بھیجا کہ تم دونوں نے میرے پاس رشتہ بھیجا اور میں تم دونوں میں سے کسی کا رشتہ اس وقت تک منظور نہ کرونگی، جب تک اس کو دیکھ نہ لوں اور اس کی گفتگو نہ سن لوں۔ تو اگر تم چاہو تو یہاں آجاؤ تو دونوں پہنچ گئے۔ اس عورت نے ان کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے وہ ان کو دیکھ سکے اور ان کی گفتگو بھی سن سکے۔ جب مغیرہؓ نے اس جوان کو دیکھا اور اس کے جمال اور شباب اور وضع پر نظر کی تو اس عورت کی طرف سے مایوس ہو گئے اور خیال کیا کہ وہ ان کو اس جوان پر ترجیح نہ دیگی۔ پھر اس جوان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا تم خوبصورت اور صاحب حسن ہو۔ خوب بات کرتے ہو۔ کیا تم میں کچھ اور اوصاف بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں اور اپنے محاسن شمار کرانے کے بعد خاموش ہو گیا۔ اس سے مغیرہؓ نے کہا کہ تمہارا حساب کیسا ہے۔ اس نے کہا حساب میں مجھ سے کبھی چوک نہیں ہو سکتی اور میں رائی کے دانہ سے بھی باریک فرق کو پکڑ لیتا ہوں۔ مغیرہؓ نے کہا لیکن میرا حال تو یہ ہے کہ میں گھر کے کونہ میں تھیلی رکھ دیتا ہوں۔ گھر والے جہاں چاہتے ہیں خرچ کرتے رہتے ہیں مجھے خرچ کی خبر اسی وقت ہوتی ہے جب وہ دوسری تھیلی طلب کرتے ہیں عورت نے کہا واللہ یہ شیخ جو مجھ سے کسی چیز کا محاسبہ نہ کرے اس شخص سے بہتر ہے جو رائی کے دانہ سے بھی چھوٹی چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔ اس نے مغیرہؓ سے نکاح کر لیا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کی دانائی:

(۲۰) حضرت عمرو بن العاصؓ کے متعلق ابن الکلبیؒ کہتے ہیں کہ فتح قیساریہ کے لئے جب عمرو بن العاصؓ نے چڑھائی کی تو غزہ پر پڑاؤ کیا۔ قیساریہ کے حاکم نے (یہ ایک رومی بادشاہ تھا جس نے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ قیساریہ میں قیام کیا تھا جو مسلمانوں کے لشکر سے کئی گنا زائد تھے) ایلچی بھیجا کہ اپنی طرف سے یہاں ایک سفیر بھیجو ہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ عمرو بن العاصؓ نے سوچا کہ میرے سوا اس کی ٹکر کا کوئی شخص موجود نہیں ہے اس لئے خود ہی سفیر بن کر اس کے پاس جا پہنچے اور گفتگو شروع کر دی۔ اس نے ایسی پر شوکت اور دور انداز گفتگو سنی کہ اس سے پہلے کبھی نہ سنی تھی تو اس نے کہا کیا آپ جیسا آپ کے ساتھیوں میں کوئی اور بھی ہے آپ نے جواب دیا میری قدر و منزلت کے بارے میں جو وہاں ہے کچھ نہ پوچھئے۔ انہوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا اور مجھے پیش کرنے میں جو مصلحت ہے وہ ہے۔ (دراصل بڑوں کو) یہ اندازہ نہیں ہوا کہ آپ کا برتاؤ میرے ساتھ کیا ہوگا (مدعا یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں ایک کم مرتبہ کا شخص ہوں ابھی جو بڑے سردار ہیں وہ اس لئے نہیں ملے کہ انہیں آپ کے معاملات کا اندازہ نہیں ہے۔ میرے ساتھ اگر شریفانہ برتاؤ ہوگا تو وہ بھی ملاقات کر سکیں گے اس نے ان کو انعام اور جوڑے دینے کا حکم دیا اور (خفیہ طور پر) دروازہ شہر کے دربان کے دربار کے پاس حکم بھیج دیا کہ جب یہ شخص دروازہ سے گزرے تو اس کی گردن مار دی جائے اور جو سامان اس کے ساتھ ہے وہ لے لے۔ جب آپ (اس حاکم کے پاس سے رخصت ہو کر) چلے تو آپ کو غسان کا ایک عیسائی ملا۔ آپ کو اس نے پہچان لیا اور کہا اے عمروؓ! جس خوبی کے ساتھ داخل ہوئے ہو۔ اسی خوبی کے

ساتھ نکل بھی جانا۔ یہ سن کر پھر واپس اس بادشاہ کے پاس پہنچے۔ بادشاہ نے کہا کہ کیسے واپس آئے آپ نے کہا میں نے ان عطیات پر غور کیا جو آپ نے مجھے عطا فرمائے۔ میں نے ان میں اتنی گنجائش نہیں پائی جو میرے چچا کے بیٹوں کے لئے کافی ہو سکے۔ اس لئے میں نے یہ ارادہ کیا کہ (یہ عطیات یہاں چھوڑ کر) ان میں سے دس کو اپنے ساتھ لے کر آجاؤں تو آپ اسی کو دس پر تقسیم کر دیں۔ اس صورت میں آپ کا احسان دس پر ہوگا اور یہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ صرف ایک شخص پر ہو۔ اس نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ ان کو جلد لے آئیے اور دربان کے پاس خفیہ پیغام بھیج دیا کہ اب اس سے تعرض نہ کیا جائے۔ اور جانے دیا جائے تو عمرو شہر سے نکل آئے اور بہت چوکنے رہے جب خطرہ سے باہر ہو گئے تو کہنے لگے اب کبھی اس طرح نہ پھنسوں گا۔ جب اس سردار سے صلح ہو گئی اور وہ (امیر لشکر) سے ملاقات کے لئے آیا تو (دیکھا کہ یہ تو وہی شخص ہیں) کہنے لگا آپ وہی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں آپ میرے ہی ساتھ غداری کر رہے تھے۔

سفاح کی دانائی:

(۲۱) ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ پہلا خطبہ جو سفاح نے دیا وہ اس قریہ میں جس کا نام عباسیہ تھا۔ جب خطبہ میں شہادت کا موقع آیا (یعنی اشہدان لا الہ الا اللہ) تو آل ابی طالب میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا جس کے گلے میں قرآن تھا اس نے کہا میں تجھے اس خدا کو یاد دلا کر کہتا ہوں جس کا تو نے ذکر کیا کہ میرے دشمن کے مقابلہ پر مجھ سے انصاف کرو۔ اور میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دو۔ اس حکم کے مطابق جو اس قرآن میں ہے۔ سفاح نے کہا کہ تجھ پر کس نے ظلم کیا۔ اس نے کہا کہ ابو بکرؓ نے جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو باغ فدک نہ دیا۔ سفاح نے کہا ابو بکرؓ کے بعد کوئی اور بھی ہوا اس نے کہا ہاں۔ پوچھا کون؟ اس نے کہا عمرؓ سفاح نے کہا اور وہ اس ظلم پر جو تم پر ہوا قائم رہے اس نے کہا ہاں عمر کے بعد کوئی اور بھی ہوا کہا ہاں پوچھا کون؟ اس نے جواب دیا عثمان سفاح نے کہا کہ وہ بھی اس ظلم پر قائم رہے؟ اس نے جواب دیا ہاں سفاح نے کہا اس کے بعد کوئی اور ہوا اس نے کہا ہاں، پوچھا کون اس نے کہا "علیؓ" سفاح نے پوچھا، اور وہ بھی اس ظلم پر قائم رہے، اب وہ شخص چپ ہو گیا اور اس نے اپنی رہائی کا راستہ نکالنے کے لئے پیچھے کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ سفاح نے کہا اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر یہ پہلا مقام نہ ہوتا جہاں میں کھڑا ہوں پھر میں تجھ سے گفتگو کی ابتدا نہ کر چکا ہوتا تو جس میں تیری دونوں آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ اس کو تن سے جدا کر دیتا بیٹھ اور خطبہ سن۔

معتصم باللہ کی دانائی:

(۲۲) ابو بکر بن محمد سے منقول ہے کہ ایک دن معتصم باللہ ایک مکان میں جو ان کے لئے تعمیر کیا جا رہا تھا بیٹھے ہوئے کاریگروں کو دیکھ رہے تھے ان میں ایک سیاہ رنگ بدصورت نوجوان دیکھا جو بہت مسخرہ تھا۔ سیڑھیوں پر دو دو درجے پھلانگ رہا تھا اور دوسرے مزدوروں سے دوگنا بوجھ بھی اٹھاتا تھا۔ اس کو دیکھ کر خلیفہ کے دل میں شبہ پیدا ہوا اس کو بلایا گیا اور اس کا سبب دریافت کیا تو اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ جب اس کے تقریباً ایک سو کوڑے لگ چکے اور خلیفہ نے قسم کھائی کہ اگر سچ نہ بیان کیا تو اس کی گردن ماردی جائے گی اور تلوار اور چمڑے کا فرش بھی منگالیا گیا تو اس وقت وہ سیاہ رنگ شخص بولا کہ مجھے امن دے دیجئے (تو میں سچی بات کہہ دوں گا) خلیفہ نے کہا امان دی جاتی ہے بجز اس صورت کے جس میں حد واجب ہو۔ آخری الفاظ کو وہ سمجھا نہیں اور اس نے خیال کیا کہ اب میں محفوظ ہو چکا تو اس نے اپنا حال بیان کیا کہ میں برسوں سے اینٹوں کے بھٹہ پر کام کرتا تھا۔ چند مہینے گزرے کہ میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک شخص میرے پاس سے گزرا جس کی کمر میں ایک ہمیانی بندھی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ جکڑ ڈالے اور اس کا منہ بند کر دیا اور ہمیانی چھین لی اور اس کو کندھے پر اٹھا کر لے گیا اور بھٹہ کے ایک گڑھے میں ڈال کر مٹی سے بھر دیا۔ شہر میں اس نام کی منادی کرائی گئی تو ایک عورت حاضر ہوئی۔ (جس کے ساتھ ایک بچہ تھا) اس نے کہا کہ یہ میرے شوہر کا نام ہے اور یہ اسی کا بچہ ہے جو مجھ سے پیدا ہوا تھا۔ فلاں وقت وہ گھر سے نکلا تھا اور اس کے ساتھ ایک ہمیانی تھی جس میں ایک ہزار دینار تھے وہ اب تک غائب ہے۔

دانائی کا دوسرا واقعہ:

(۲۳) محسن کہتے ہیں کہ ایک رات معتصم باللہ اپنی کسی

ضرورت سے باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ لڑکا ایک دوسرے لڑکے کی پشت سے اتر کر چاروں ہاتھ پاؤں سے سرکتا ہوا دوسرے لڑکوں میں شامل ہو گیا۔ معتصم نے آ کر یکے بعد دیگرے ہر ایک لڑکے کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کے دل میں حرکت بڑھی ہوئی تھی۔ ہاتھ رکھتے ہی اور بڑھ گئی) اس نے اپنے فعل شنیع کا اقبال کر لیا تو اس کو قتل کر دیا۔

دانائی کا تیسرا واقعہ:

(۲۴) محسن ایک اور واقعہ معتصم باللہ کا بیان کرتے ہیں کہ ان کے خدام میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں خلیفہ کے محل پر دریائے دجلہ کے کنارہ کھڑا تھا۔ میں نے ایک شکاری کو دیکھا جس نے دریا میں اپنا جال ڈالا تھا جب وہ بھاری محسوس ہوا تو اس کو کھینچا جب اس کو لے کر اس کا منہ کھولا تو اس میں اینٹیں بھری ہوئی تھیں جن کے بیچ میں ایک ہاتھ رکھا ہوا تھا جو مہندی سے رنگا ہوا تھا۔ معتصم باللہ کے حکم سے وہ تھیلا مع اینٹوں اور ہاتھ کے حاضر کیا گیا خلیفہ پر اس کا سخت اثر ہوا۔ تمام دن کھانا نہیں کھایا (اسی پر غور کرتے رہے (جب اگلا دن ہوا تو اپنے ایک شخص کو بلا کر ایک خالی تھیلا دیا اور حکم دیا کہ یہ تھیلا لے کر بغداد کے تھیلا بنانے والے کاریگروں میں گھومو۔ اگر ان میں کوئی شخص اس کو پہچان لے کہ یہ اس کا بنا ہوا ہے ایک شخص نے کہا مجھ سے دس تھیلے ایک شخص نے خریدے تھے۔ یہ تھیلا ان ہی کا ہے۔ بڑا معزز شخص ہے مگر بدترین انسان اور سب سے زیادہ ظالم اور معزز مسلمان عورتوں کے لئے ایک فساد عظیم ہے اور ان پر فریب کاری میں اس سے زیادہ مکار کوئی نہ ہوگا بیان کیا کہ وہ فلاں باندی پر کئی برس سے عاشق ہے اور وہ ایسی حسینہ ہے گویا سونے کی منقش اشرفی ہے اور چودھویں رات کے چاند جیسی۔ تین دن گزر گئے تو اس کو غصب کر گیا اور اس کو ایسا غائب کیا کہ کچھ پتہ نہیں ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ وہ گھر سے بھاگ گئی ہے اور اس کے ہمسایہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے قتل کر دیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے قبضہ میں ہے اور اس کی مالکہ نے ماتم برپا کر رکھا ہے۔ آتی ہے اور دروازہ پر چلاتی ہے اور منہ سیاہ کر لیا۔ مگر کچھ بھی نتیجہ نہیں نکلا۔ جب معتصم نے یہ واقع سنا تو اس انکشاف پر اللہ کا سجدہ شکر ادا کیا اور کچھ لوگوں کو بھیجا جو اس کو جکڑ کر لے آئے۔ مالکہ کو بیت المال سے جاریہ کی قیمت دی۔ قاتل کو قتل کرا دیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ قید میں مر گیا۔

مقولہ:

(۲۵) فضل بن ربیع کا مقولہ ہے کہ بادشاہوں سے ایسی گفتگو کرو جو جواب کی مقتضی نہ ہو اگر (اس وقت ان کی طبیعت کا میلان کلام کی جانب نہ ہوگا اور انہوں نے جواب دیا تو ان پر بوجھ ہوگا اور اگر جواب نہ دیا تو تم پر شاق ہوگا۔

فتح بن خاقان کی دانائی:

(۲۶) فتح بن خاقان نے خلیفہ متوکل باللہ کی ڈاڑھی میں کوئی چیز دیکھی تو نہ اس کو ہاتھ لگایا اور نہ ان سے کچھ کہا بلکہ غلام کو آواز دی کہ امیر المومنین کا آئینہ لاؤ جب وہ لایا گیا تو اس سے کہا کہ امیر المومنین کے سامنے کرو۔ یہاں تک کہ خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے اس شے کو نکال دیا۔

دانائی کا ایک قصہ:

(۲۷) حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کے راز اکثر اس کے دشمن پر ظاہر ہو جاتے تھے اور وہ اس کے مقابلہ کے لئے جو تدابیر کرتا تھا وہ بیکار ہو جاتی تھیں اس سے اس کو تشویش رہتی تھی۔ بادشاہ نے اپنے ایک مخلص سے یہ شکایت بیان کی اور کہا کہ ایک جماعت ہے جو میرے اسرار پر مطلع ہوتی ہے اور ان پر ان کا اظہار کئے بغیر چارہ بھی نہیں مجھے اس کا علم نہیں ہو سکا کہ ان میں سے کون شخص ظاہر کرتا ہے اور مجھے یہ بھی گراں ہے کہ میری جانب سے کسی متدین شخص کے ساتھ ایسا معاملہ ہو جو خائن کے ساتھ ہی مناسب ہونا چاہئے۔ اس شخص نے ایک کتاب منگائی اور اس میں امور مملکت کے متعلق کچھ خبریں (الگ الگ) تحریر کریں جو سب کی سب جھوٹی تجویز کی تھیں اور وہ کتاب بادشاہ کو دیکر کہا کہ جتنے لوگ ایسے ہیں کہ ان پر آپ کے اسرار ہمیشہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو تخلیہ میں بلا کر اس پر ان میں سے ایک بات ظاہر کر دیجئے اور اس کو

تاکید کر دیجئے کہ کسی شخص کے سامنے زبان پر نہ لائے اور اس بات پر ان کا نام بھی لکھ دیجئے پھر دوسرے شخص کو دوسری بات بتا کر یہی تاکید کر دیجئے کہ کسی سے نہ کہے اور اس پر اس کا نام تحریر کر دیجئے۔اس طرح ہر ایک کو جدا جدا ایک ایک خبر بتائی گئی اور نام لکھ دیئے گئے۔اس پر تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ جو جو خبریں مشہور ہوئی ان سے خیانت کرنے والوں کا پتہ چل گیا۔

عضد الدولہ کی دانائی:

(۲۸) محمد بن عبدالملک ہمدانی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ عضد الدولہ سے ڈاکوؤں کے ایک گروہ کی شکایت کی گئی تو اس نے ایک تاجر کو بلایا۔اور اس کو ایک خچر دیا جس پر دو صندوق لدے ہوئے تھے۔ان صندوقوں میں زہر ملا کر حلوا بند کیا گیا تھا جس میں نفیس خوشبو ملا دی گئی اور اس حلے کو بہت خوبصورت برتنوں میں رکھا گیا تھا۔ڈاکوؤں نے جب صندوق کھولا تو اس میں سے حلوا ملا۔جس کی خوشبو پھیل گئی اور بہت نفیس خوشبو تھی وہ اس سے ڈرا کہ اس کو صرف اپنے پاس چھپایا نہیں جا سکتا۔تو اس نے تمام ساتھیوں کو آواز دی ان سب نے آکر ایسی نفیس چیز دیکھی بس کھا کر لوٹے ہی تھے کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

دانائی کا دوسرا واقعہ:

(۲۹) ایک شخص حج کے لئے چلا۔اس کے پاس ضرورت سے زائد ایک ہزار دینار باقی رہ گئے۔ایک ارنڈ کے درخت کے نیچے گڑھا کھود کر ان کو دبا دیا اور کسی نے اس کو نہیں دیکھا تھا۔پھر وہ حج کے لئے روانہ ہو گیا جب حج سے فارغ ہو کر آیا تو اسی درخت کے نیچے پہنچ کر وہ موقع کھودا مگر وہاں سے کچھ نہ ملا اب تو اس نے رونا اور اپنا منہ پیٹنا شروع کر دیا۔اپنا تمام قصہ سنایا یہ سن کر عضد الدولہ نے اطباء کو جمع کر لیا اور ان سے سوال کیا کہ کیا تم نے اس سال میں کسی کا ارنڈ کی کونپلوں سے علاج کیا ہے؟ان میں سے ایک نے بتایا کہ میں نے آپ کے فلاں خواص کا علاج کیا۔حکم دیا کہ اس شخص کو اپنے ساتھ لیجا کر وہ جگہ دکھاؤ جہاں سے تم نے کونپلیں توڑی تھیں۔اس درخت کے پاس لے گیا اس شخص نے کہا اسی جگہ میں نے اپنا مال چھوڑا تھا۔عضد الدولہ نے حکم دیا کہ مال حاضر کرو۔اس نے کچھ تامل کیا۔مگر جب عضد الدولہ نے ڈانٹا تو اس نے مال حاضر کر دیا۔

دانائی کا تیسرا قصہ:

(۳۰) ابوالحسن بن ہلال نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے جو شخص دوسرے ترکمانی کا ہاتھ پکڑ کر لایا اور کہا کہ اس کو میں نے اپنی بیٹی سے جماع کرتے ہوئے دیکھا اور میں چاہتا ہوں کہ اس کو آپ سے حکم حاصل کر کے قتل کر دوں۔باپ سے کہا کہ آگے آؤ تو اس کو تلوار دی اور اپنے ہاتھ میں میان سنبھال لیا اور اس سے کہا اس تلوار کو میان میں دے دو۔تو جب بھی وہ میان کے منہ پر لا کر تلوار اس میں داخل کرنا چاہتا تھا۔سلطان اس میان کا منہ ہٹا دیتے تھے جس سے وہ تلوار کو نہ داخل کر سکا۔اس نے کہا حضور آپ چھوڑتے ہی نہیں کہ میں اس میں داخل کروں۔سلطان نے فرمایا کہ یہی معاملہ اپنی بیٹی کا سمجھ پھر نکاح پڑھنے والے کو بلا کر نکاح کرا دیا۔اور مہر اپنے خزانے سے ادا کر دیا۔

علاء بن المغیرہؒ کی دانائی:

(۳۱) ہلال بن ابی بردہ کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیجا گیا اس نے آکر مسجد کا ایک کونہ سنبھال لیا۔عمر بن عبد العزیز اس شخص کو دیکھ رہے تھے۔عمر نے علاء بن المغیرہ ؒ سے کہا اگر اس شخص کا باطن بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ظاہر تو یہ اہل عراق کی سیرت کے مطابق ہے بڑائی کے تحفظ کا ذریعہ (یعنی ریاکاری) نہیں سمجھا جائے گا۔علاء بن المغیرہ ؒ نے کہا اے امیر المومنین میں اس کا پتہ لگا کر آپ کو بتاتا ہوں۔اب علاء اس کے پاس پہنچے۔اور یہ شخص مغرب اور عشاء کے درمیان نفلوں میں مشغول تھا۔انہوں نے اس سے کہا دو رکعت پر سلام پھیر دیجئے۔مجھے تم سے ایک کام ہے۔جب اس نے سلام پھیر دیا تو علاء نے کہا کہ تم کو معلوم ہوگا کہ میری رسائی اور تقرب امیر المومنین کی بارگاہ میں کس قدر ہے میں نے امیر المومنین کو اشارہ کیا ہے کہ تم کو عراق کا حاکم بنا دیں۔بولو ایسا کرا دینے پر مجھے کیا دو گے اس نے کہا ایک سال کی پوری تنخواہ علاء نے کہا کہ اس معاہدہ کو تحریر کر دیجئے۔اس شخص نے فوراً اٹھ کر تحریر کر دیا۔علاء اس تحریر کو لے کر عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے۔

ابن طولون کی دانائی:

(۳۲) ابن طولون نے ایک دن ایک حمال کو دیکھا جو

صندوق سر پر اٹھائے جارہا تھا مگر اس کے نیچے اس میں بے چینی محسوس ہوتی تھی۔ ابن طولون نے کہا اگر یہ بے چینی بوجھ کے بھاری ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے تو اس حمال کی گردن پھولتی اور میں گردن کو اصل حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ تو اس اضطراب کیوجہ صرف اس خبر کا خوف ہوسکتا ہے جو یہ اٹھائے ہوئے ہے یہ سوچ کر صندوق کھولنے کا حکم دیا۔ تو اس میں ایک لڑکی کی لاش ملی جس کو قتل کر کے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے امیر نے مزدور کو دھمکایا کہ تمام حال سچ سچ بیان کر۔ اس نے بیان کیا کہ چار آدمی فلاں مکان میں ہیں انہوں نے مجھے یہ دینار دیئے اور اس لاش کو لے جانے کے لئے کہا۔ اس پر اس حمال کے (اخفاء جرم کی سزا میں) دوسوڈنڈے مارے گئے اور ان چاروں کو قتل کر دیا گیا۔

احمد بن یحیٰ کی دانائی:

(۳۳) احمد بن یحیٰ مکتفی باللہ کے زمانہ میں بغداد کے پولیس افسر تھے۔ ایک مرتبہ ان کے زمانہ میں چوروں نے بڑا اودھم مچا دیا تھا۔ تمام تاجر جمع ہو کر خلیفہ مکتفی باللہ کے حضور میں فریاد لے گئے۔ خلیفہ نے احمد بن یحیٰ کے لئے حکم دیا کہ تمام چوروں کو گرفتار کر کے حاضر کریں ورنہ لوگوں کے تمام مال کا تاوان ان سے وصول کیا جائے گا۔ اس حکم سے وہ بہت پریشان ہو گئے۔ اور رات میں اور دن میں تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر پھرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ دوپہر کے وقت ان کا گزر ایسی سڑک پر ہوا جو بغداد کی بیرونی بستی میں تھی گندگی دیکھی کچھ دور جا کر ایک کوچہ سربستہ نظر آیا تو اس میں داخل ہو گئے اس گلی میں جو مکانات واقع تھے اس کے دروازے کے سامنے انہوں نے مچھلی کے بڑے بڑے کانٹے اور پشت کی بڑی ہڈی پڑی ہوئی دیکھی۔ کانٹوں اور ہڈی کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوا کہ اس مچھلی کا وزن ایک سو بیس رطل یعنی ڈیڑھ من سے کم نہ ہوگا۔ برابر والے مکان کی عورت کا دروازہ کھٹ کھٹا کر پانی مانگا۔ بڑھیا ضعیفہ نکلی۔ رہنے والوں کے حالات پوچھتے رہے اور بغیر نتیجہ کا اندازہ کئے بتاتی رہی۔ آخر میں انہوں نے پوچھا کہ اس گھر میں جس پر مچھلی کے کانٹے پڑے تھے کون رہتا ہے تو اس نے کہا واللہ تقریباً ایک مہینہ سے اس میں پانچ گرانڈیل جوان آکر رہے ہیں جو سوداگر معلوم ہوتے ہیں ہم ان کو دن میں آتے جاتے نہیں دیکھتے۔ کبھی طویل مدت میں کوئی نظر آجاتا ہے ان میں سے کسی ایک کو ہم دیکھتے ہیں کہ کسی ضرورت کے لئے کہیں جاتا ہے تو جلدی سے واپس آجاتا ہے اور وہ تمام دن جمع رہتے ہیں اور کھاتے پیتے اور شطرنج اور نرد کھیلتے رہتے ہیں اور ان کے پاس ایک لڑکا ہے جو ان کی خدمت کرتا ہے اور جب رات ہو وہ اپنے گھر چلے جاتے ہیں رات باقی رہے اندھیرے میں آجاتے ہیں اب احمد بن یحیٰ نے پانی پینے کا سلسلہ بند کر دیا۔ اور بڑھیا بھی واپس ہوگئی۔ فوراً دس آدمی بلوا کر ان کو پڑوس کے مکانوں کی چھتوں پر متعین کر دیا اور انہوں نے خود دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو لڑکے نے آکر دروازہ کھول دیا۔ اور یہ کافی جمعیت کے ساتھ مکان میں پہنچ گیا اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑا اور سب کو گرفتار کر کے پولیس کی تحقیقاتی مجلس کے حوالہ کر دیا اقرار کرالیا واقعی اس قصہ پر فخر کرتے ہیں۔

ابن السوی کی دانائی:

(۳۴) ابن السوی کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے سامنے دو آدمی لائے گئے جن پر چوری کا اتہام تھا انہوں نے ان کو اپنے سامنے کھڑا کیا پھر ملازموں سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ جب پانی آگیا تو اس کو پینا شروع کیا پھر قصداً اپنے ہاتھ سے گلاس چھوڑ دیا۔ جو گر کر ٹوٹ گیا ان میں ایک شخص اس کے اچانک گرنے اور ٹوٹنے سے گھبرا گیا اور دوسرا اسی طرح کھڑا رہا۔ اس گھبرا جانے والے شخص کو کہہ دیا گیا کہ چلا جائے اور دوسرے کو حکم دیا کہ مسروقہ مال واپس کر۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے معلوم کر لیا کہ یہ چور ہے تو انہوں نے کہا کہ چور کا دل مضبوط ہوتا ہے وہ نہیں گھبراتا۔

حاضر جوابی:

(۳۵) ایک عامل امیر کے سامنے کھڑے ہوئے تھے کہ ان کو پیشاب نے مجبور کیا تو یہ باہر آگئے۔ پھر (فارغ) ہو کر واپس آئے تو امیر نے پوچھا کہاں گئے تھے، انہوں نے جواب دیا کہ "رائے ٹھیک کرنے کے لئے۔"

کعب بن اسود کی دانائی:

(۳۶) شعبیؒ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضرت

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک ایسے شخص کی شکایت پیش کرتی ہوں جو دنیا کا بہترین شخص ہے بجز اس شخص کے جو اعمال خیر میں اس سے سبقت لے گیا ہو یا اس ہی جیسے اعمال پر کاربند ہو۔ وہ شخص تمام رات صبح تک نفلیں پڑھتا ہے اور تمام دن روزے سے رہتا ہے (اتنا عرض کرنے کے بعد) پھر اس پر حیا کا غلبہ ہو گیا اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین میں اپنی شکایت واپس لینا چاہتی ہوں آپ نے فرمایا اللہ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تو نے بہت اچھی ثناء اور تعریف کی اور فرمایا بہت اچھا۔ جب وہ چلی گئی تو کعب بن اسود نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اس عورت نے بلیغ طور پر اپنی شکایت آپ کے سامنے پیش کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے کیا شکایت کی ہے۔ عرض کیا شوہر کی شکایت کی۔ دونوں حاضر ہوئے تو آپ نے کعب سے فرمایا کہ تم ان کا فیصلہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کی موجودگی میں فیصلہ کروں؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنی فطانت سے وہ بات سمجھ گئے جو میں نہیں سمجھ سکا تھا انہوں نے شوہر کو حکم دیا کہ) تین دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔ اور اس (بیوی) کے ساتھ رہو اور تین رات نوافل کے لئے کھڑے رہا کرو اور ایک رات اس کے ساتھ رہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا واللہ یہ فیصلہ میرے لئے پہلی نکتہ رسی سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ ان کو بصرہ کا قاضی بنایا۔

شریح کی دانائی:

(۳۷) شریح (قاضی) نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو ایک لومڑی آ کر ان کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور ان کا دھیان بٹاتی اور ان کے سامنے مضحکہ خیز حرکات کیا کرتی جس سے نماز میں ان کا دھیان بٹتا۔ جب اس پر عرصہ گزر گیا تو انہوں نے (یہ ترکیب کی کہ) ایک بانس کا ڈھانچ بنا کر اس کو اپنی قمیض پہنائی اور آستینیں باہر کو کر دی اور اپنی ٹوپی اڑھا کر عمامہ اس پر باندھ دیا۔ اب لومڑی اپنی عادت کے مطابق آ کر کھڑی ہو گئی تو شریح نے پیچھے سے آ کر دفعتہً اس کو پکڑ لیا۔

ایاص بن معاویہ کی دانائی:

(۳۸) مروی ہے کہ ایاص بن معاویہ کے پاس تین عورتیں آئیں انہوں نے (ان کو دیکھ کر) کہا کہ ان میں سے ایک بچے کو دودھ پلانے والی ہے اور دوسری کنواری ہے اور تیسری بیوہ ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟ انہوں نے کہا دودھ پلانے والی جب بیٹھی تو اس نے اپنے ہاتھ سے پستان کو سنبھالا اور جب کنواری بیٹھی تو اس نے کسی کی طرف التفات نہیں کیا اور بیوہ جب آئی تو وہ داہنے بائیں اپنی نگاہ پھراتی رہی۔

یحییٰ بن اکثم کی حاضر دماغی:

(۳۹) مروی ہے کہ یحییٰ بن اکثم جب قاضی بصرہ بنائے گئے تو ان کی عمر تقریباً بیس سال تھی ان کو اہل بصرہ نے کم درجہ خیال کیا ان میں سے ایک نے پوچھا کہ قاضی صاحب کتنے برس کے ہیں وہ سمجھ گئے کہ وہ چھوٹا سمجھ رہے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ میری عمر عتاب بن اسیدؓ سے زیادہ ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اہل مکہ پر قاضی بنایا تھا اور میری عمر معاذ بن جبلؓ سے زیادہ ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن پر قاضی بنایا تھا اور میری عمر کعب بن بسور سے زیادہ ہے جن کو عمر بن الخطابؓ نے اہل بصرہ پر قاضی بنایا تھا۔

مطلب بن محمد الحنطبی کی حاضر جوابی:

(۴۰) بدائنی نے بیان کیا کہ مطلب بن محمد الحنطبی مکہ کے قاضی تھے اور ان کی زوجیت میں ایک ایسی عورت تھی جس کے چار شوہر مر چکے تھے جب قاضی صاحب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو وہ ان کے سرہانے بیٹھ کر روئی اور کہنے لگی مجھے کس کے پاس زندگی بسر کرنے کی وصیت کرتے ہو تو قاضی صاحب نے جواب دیا چھٹے بدنصیب کے پاس۔

اعمش کی حاضر جوابی:

(۴۱) ایک دن اعمش ایک خلیج کے کنارے پر بیٹھے دیکھا جو بارش کے پانی سے بھر گئی تھی جب اس نے اعمش کو دیکھا اور ان کے بدن پر ایک پرانا اونی جبہ خراب سا تھا تو (ان کو حقیر سمجھ کر بیگار لینے کے ارادہ سے) کہا اٹھ مجھ اس خلیج سے پار کر دے اور ان کا ہاتھ کھینچ کر کھڑا کر لیا اور ان پر سوار ہو گیا اور یہ کلمات بھی پڑھے (جو گھوڑے وغیرہ پر سواری کے وقت مسنون ہیں) اعمش اس کو لادے ہوئے چل دیئے یہاں تک

کہ جب خلیج کے بیچ میں پہنچ گئے تو اسے وہاں پھینک مارا اور کہنے لگے اب سواری سے اترنے کی دعا پڑھ۔

امام ابوحنیفہؒ کی دانائی:

(۴۲) امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ امت مسلمہ کے عظیم محسن جبکہ لوگوں نے ایک جوان اونٹ کا گوشت بھون لیا تھا مگر ایسا کوئی برتن موجود نہ تھا۔ جس میں سرکہ ڈال کر دسترخوان پر رکھ لیا جائے اس کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی تو انہوں نے ریت کو کھود کر ایک گڑھا بنایا اور اس پر چمڑے کا دسترخوان بچھایا اور (گڑھے پر دسترخوان کو دبا کر پیالہ نما جگہ بنالی) اس موقع پر سرکہ الٹ دیا۔ سب نے اطمینان کے ساتھ اپنی خواہش پوری کر لی۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ہر ایک کام میں حسن پیدا کرتے ہیں تو فرمانے لگے کہ تمہیں اللہ کا شکر کرنا چاہئے اس نے تو تم پر یہ فضل کیا کہ میرے دل میں اس تدبیر کا القا کر دیا (یہ ہوتی ہیں اللہ کے خاص بندوں کی باتیں۔)

دانائی کا ایک اور واقعہ:

(۴۳) ابوالعباس طوسی کثیر مجمع تھا حضرت امام کی خدمت میں عرض کیا اے ابوحنیفہ امیر المومنین ہم میں سے کسی شخص کو بلا کر یہ حکم دیتے ہیں کہ اس شخص کی گردن کاٹ دی جائے اور جس کو حکم دیا جاتا ہے اس کو یہ خبر نہیں کہ گردن کاٹنے کے حکم کے لئے خلیفہ نے کیسے گنجائش نکالی۔ ابوحنیفہؒ نے فرمایا اے ابوالعباس (اس کا جواب دو کہ) امیر المومنین کے احکام حق پر مبنی ہوتے ہیں یا باطل پر اس نے کہا حق پر آپ نے فرمایا بس تو حق کا نفاذ کرتا رہ جس صورت سے بھی (تجھے حکم دیا جارہا) ہو، فرمایا کہ یہ شخص مجھے باندھنا چاہتا تھا۔ مگر میں نے اسے جکڑ دیا۔ رحمتہ اللہ علیہ

دانائی کا تیسرا واقعہ:

(۴۴) ایک شخص آیا اور شکایت کی کہ اس نے کسی جگہ مال دفن کیا تھا اب وہ موقع یاد نہیں آتا۔ ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نفلیں پڑھتے رہو صبح تک ان شاء اللہ تعالیٰ تمہیں یاد آجائے گا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا ابھی چوتھائی رات سے بھی کچھ کم ہی گزرا تھا کہ اس کو وہ جگہ یاد آگئی (تو اس نے نوافل کو ختم کر دیا) پھر اس نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ شیطان تجھے نوافل نہیں پڑھنے دے گا اور تجھے یاد دلا دے گا۔ کیوں نہ تو نے اللہ عزوجل کے شکرانہ کے لئے بقیہ رات نفل پڑھنے میں گزاری۔

عبداللہ بن مبارک کی دانائی:

(۴۵) ایک شخص نے عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے چھینک لی اور الحمد اللہ نہ کہا۔ ان سے آپ نے کہا جب چھینک آئے تو چھینکنے والا کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا الحمد اللہ۔ آپ نے فرمایا یرحمک اللہ۔

امام شافعیؒ کی دانائی:

(۴۶) ایک شخص امام شافعی رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا تو آپ نے اس سے کہا کہ کیا تو صنعا کا رہنے والا ہے اس نے اقرار کیا۔ پھر آپ نے کہا شاید تو لوہار ہے اس نے اس کا بھی اقرار کیا۔

شیخ سری سقطی کی دانائی:

(۴۷) شیخ سری سقطی بیمار ہو گئے تو قاری صاحبان عیادت کے لئے آئے اور ایسے بیٹھ گئے کہ جانے کا تصور بھی نہیں۔ کہنے لگے کہ آپ اللہ سے دعا کیجئے۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے دعا کی کہ اے اللہ ہمیں عیادت کا ادب سکھا دیجئے۔

انتہائی اعلیٰ دانائی کا ایک قصہ:

(۴۸) ہم سے علی بن مغیرہ نے بیان کیا کہ جب نزار بن معد کی وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنے مال کو اپنے بیٹوں پر تقسیم کر دیا اور وہ چار تھے۔ پھر اگر اشیاء موجودہ کی تقسیم کے بارے میں تم میں اختلاف واقع ہو جائے تو تم کو چاہئے کہ افعی بن الافعی جرہمی سے فیصلہ کرالو۔ جب نزار کا انتقال ہو گیا تو ان بھائیوں میں اختلاف واقع ہوا افعی نجران کا بادشاہ تھا۔ یہ سب روانہ ہو گئے تھوڑا ہی راستہ قطع کیا تھا کہ ان کو ایک شخص ملا جس کی سواری کا اونٹ کھویا گیا تھا۔ اس نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو مضر نے کہا کیا وہ کانا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ ربعیہ نے کہا کیا وہ ٹیڑھا بھی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ ایاد نے کہا کیا ابتر یعنی بغیر دم کا ہے اس نے کہا ہاں انمار نے کہا کیا

وہ بدکا ہوا ہے اس نے اس کی بھی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ واللہ یہ سب صفات میرے اونٹ کی ہیں مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں ہے تو ان سب نے اس سے قسم کھا کر کہا کہ ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ وہ ان کو لپٹ پڑا اور کہنے لگا کہ میں تمہیں کیسے سچا سمجھوں جب کہ تم نے میرے اونٹ کی تمام علامات بیان کر دیں اور ان کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ جب یہ نجران پہنچ گئے اور افعی جرہمی کے یہاں جا کر اترے تو اس اونٹ والے بڈھے نے بادشاہ کو پکار کر کہا کہ ان لوگوں کے ہاتھ میرا اونٹ لگا کیونکہ انہوں نے مجھ سے اس کی تمام علامات بیان کی ہیں پھر کہتے ہیں کہ ہم نے اسے دیکھا بھی نہیں۔ افعی نے ان سے کہا کہ جب تم نے اس کو دیکھا نہ تھا تو اس کی صفات کیسے بیان کیں۔ تو مضر نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ وہ ایک سمت کی گھاس چرتا چلا گیا اور دوسری طرف گھاس کو نہیں چھیڑا میں نے اس سے سمجھا کہ وہ کانا تھا۔ ربیعہ نے کہا کہ زمین پر میں نے اس کے پاؤں کے ایک نشان کو پورا مکمل نشان پایا اور دوسرا نشان خراب اس سے میں سمجھا کہ وہ اپنے ٹیڑھے پن کی وجہ سے ایک پاؤں زمین پر سخت ڈالتا ہے اور اس کو رگڑتا ہوا اٹھانے کی وجہ سے خراب کر دیتا ہے اور ایاد نے کہا کہ میں نے اس کی مینگنیوں کو مجتمع اور کٹھی دیکھا اس سے میں سمجھا کہ اس کی دم کٹی ہوئی ہے اور اگر وہ دم والا ہوتا تو اس کے دم ہلانے سے مینگنیاں متفرق ہو جاتیں اور انمار نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ زمین کا ایسا حصہ جہاں گھاس خوب گنجان ہے وہاں سے کچھ کھائی گئی۔ پھر دوسری ایسی جگہ کی گھاس کھائی گئی جو اس سے خراب اور بدتر جگہ ہے جہاں کم گھاس ہے میں اس سے سمجھا کہ وہ بدکا ہوا ہے۔ (ورنہ اچھی جگہ سے کھاتا رہتا) افعی نے ان لوگوں کا بیان سن کر بڈھے سے کہا کہ ان لوگوں سے تیرے اونٹ کا تعلق نہیں ہے کہیں اور جا کر تلاش کر۔ پھر ان سے پوچھا کہ تم کون ہو تو ان لوگوں نے اپنا پورا قصہ بیان کیا اس نے ان کو مرحبا کہا پھر بولا کہ باوجود اس قدر فہم وذکاء کے جس کو میں دیکھ چکا ہوں پھر بھی تم کو میرے فیصلے کی کیسے احتیاج ہوئی؟ پھر ان کے لئے کھانا اور شراب منگائی گئی جب وہ طعام و شراب سے فارغ ہوئے تو مضر نے کہا کہ آج تک میں نے ایسی عمدہ شراب نہیں دیکھی اچھا ہوتا کہ یہ قبر پر لگے ہوئے انگور کی نہ ہوتی اور ربیعہ نے کہا کہ میں نے آج تک ایسا اعلیٰ گوشت نہیں دیکھا کاش کہ وہ جس بکری کا ہے وہ کتیا کے دودھ سے نہ پرورش کی جاتی اور ایاد نے کہا کہ میں نے آج تک ایسا صاحب مروت وشرافت نہیں دیکھا کاش وہ اسی باپ کا بیٹا ہوتا جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور انمار نے کہا میں نے آج تک ایسی روٹی نہیں دیکھی کیا اچھا ہوتا کہ اس کو حائضہ عورت نہ گوندھتی اور افعی نے ایک شخص کو ان پر متعین کر دیا تھا جو ان کی باتوں پر کان لگائے رکھے اس شخص نے ان کی پوری گفتگو اس کو سنا دی بادشاہ نے اس کے بعد ناظم شراب خانہ کو طلب کر کے اس سے پوچھا کہ جو شراب تم نے اب مہیا کی تھی وہ کس طرح حاصل کی گئی ہے اس نے کہا کہ یہ اس انگور سے بنائی گئی ہے جو آپ کے والد صاحب کی قبر پر لگا ہوا ہے۔ ہمارے پاس اس وقت اس سے زیادہ نفیس شراب موجود نہ تھی۔ اور بادشاہ نے بکری کے بارے میں چرواہے سے تحقیق کی تو اس نے اقرار کیا کہ ہم اس کو کتیا کا دودھ پلایا کرتے تھے اور بکریوں میں اس سے فربہ اور کوئی بکری نہ تھی اس لئے اسی کو ذبح کیا گیا۔ پھر اپنے محل میں جا کر بادشاہ نے اس کنیز سے سوال کیا جس نے آٹا گوندھا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ حائضہ ہے۔ پھر اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اپنے باپ کے بارے میں اس سے تفتیش کی تو اس نے بتا دیا کہ وہ ایسے بادشاہ کے ماتحت تھی جس کے اولاد نہیں ہوتی تھی اس لئے مجھے اس بات سے بڑی گرانی تھی کہ اس کے بعد حکومت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ تو میں نے اپنے نفس پر ایک ایسے شخص کو قدرت دیدی جو ہمارے یہاں مہمان ہوا تھا۔ اس نے جماع کیا جس سے اس سلطنت کا وارث پیدا ہوا اس تحقیق کے بعد بادشاہ ان کی ذکاوت پر حیران ہو گیا۔ اور پھر ان کے پیچھے اس شخص کو لگایا جس نے ان کی باتیں سنی تھیں کہ ان سے جو کچھ انہوں نے کہا تھا اس کی وجہ دریافت کرے۔ چنانچہ اس شخص نے مل کر ان سے گفتگو کی تو مضر نے کہا کہ یہ شراب اس انگور سے بنائی گئی جو قبر پر لگا ہوا ہے مجھے ایسے معلوم ہوئی کہ شراب کا خاصہ ہے کہ جب پی جاتی ہے تو (سرور لاتی ہے) اور غم زائل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا اثر میں نے اس کے خلاف پایا جب اس کو پیا تو دل پر غم کا غلبہ ہو گیا۔ ربیعہ نے کہا کہ یہ بات کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو

کتیا کے دودھ سے پالی گئی ہے مجھ کو اس وجہ سے معلوم ہوئی کہ بھیڑ بکری اور دوسرے اقسام حیوانات کا گوشت نیچے اور چربی اوپر ہوتی ہے بجز کتے کے کہ اس کا گوشت اوپر اور چربی نیچے ہوتی ہے تو میں نے اس میں کتے کی یہ خاصیت دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جس کو کتیا کا دودھ پلایا گیا ہے اور اس سے گوشت نے یہ خاصیت حاصل کی اور ایاد نے کہا کہ یہ بات کہ بادشاہ اپنے اس باپ کا بیٹا نہیں ہے جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے میں نے اس طرح معلوم کی کہ اس نے ہمارے لئے کھانا تیار کرایا مگر خود ہمارے ساتھ نہیں کھایا میں نے اس سے سمجھا کہ یہ اس کی طبعی حالت اس کے باپ جیسی نہیں ہے کیونکہ وہ ایسا نہیں کیا کرتا تھا اور انمار نے کہا کہ یہ بات کہ روٹی حائضہ کے گوندھے ہوئے آٹے کی ہے میں ایسے سمجھا کہ روٹی کو انگلیوں سے توڑنے سے اس کے باریک ریزے ہو جاتے ہیں مگر اس کے نہیں ہوتے تھے میں اس سے سمجھا کہ اس کو حائضہ نے گوندھا تھا (اس لئے چڑ ملی ہو گئی) اس شخص نے افعی کو اس تمام گفتگو سے مطلع کیا اس نے کہا یہ لوگ تو شیاطین ہیں (ان کو جلد رخصت کرنا چاہئے) پھر ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اپنی روداد سناؤ تو انہوں نے جو کچھ ان کے باپ نے وصیت کی تھی بیان کی اور جو کچھ باہم اختلاف واقع ہوا وہ بھی بیان کیا تو اس نے فیصلہ کیا اس کے بعد یہ لوگ واپس آ گئے۔

ایک حاضر دماغ کا قصہ:

(۴۹) شعبی سے مروی ہے کہ عمرو بن معدیکرب ایک دن (مسلح اور سوار ہو کر) ایک قبیلہ میں پہنچے (جس سے عداوت تھی) تو انہوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑا بندھا ہوا ہے۔ اور نیزہ زمین میں گڑھا ہوا ہے۔ اور اس کا مالک ایک گڑھے میں قضا حاجت میں مشغول ہے انہوں نے اس کو للکارا کہ اپنے ہتھیار سنبھال میں تجھے قتل کر دوں گا۔ عمرو بن معدیکرب ہوں اس نے کہا (یہ کہاں کی بہادری ہے) کہ تو گھوڑے کی پشت پر سوار اور میں کنویں کے اندر ہوں (مردانگی یہ ہے کہ) تو مجھ سے یہ عہد کرے کہ مجھے تو اس وقت تک قتل نہیں کرے گا جب تک میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار نہ ہو جاؤں اور اپنے ہتھیار نہ سنبھال لوں۔ عمرو بن معدیکرب کہتے ہیں کہ میں نے اس کو یہ قول دیدیا وہ شخص اپنی تلوار کو نیام میں کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ کیا بات ہے اس نے کہا کہ نہ میں گھوڑے پر سوار ہوں گا۔ اور نہ تجھ سے قتال کروں گا۔ اگر تو عہد توڑنا چاہتا ہے تو تو جان اور (تمام عمر عہد شکنی کے داغ کو منہ پر لگائے پھرنا) اس کے بعد مجھے اس شخص کو چھوڑنا اور واپس آنا پڑا۔ میں نے اس سے بڑا حیلہ باز نہیں دیکھا۔

کاروبار بتانے میں دانائی:

(۵۰) ہیثم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کے پاس اپنا رشتہ بھیجا انہوں نے ذریعہ معاش دریافت کیا تو اس نے چوپاؤں کی تجارت بیان کیا تو انہوں نے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد جب اس سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بلیاں فروخت کرتا ہے۔ اس پر جھگڑا ہوا اور یہ مقدمہ قاضی شریح کے سامنے پیش کیا گیا قاضی صاحب نے فیصلہ کیا کہ دواب (یعنی چوپایہ) کا اطلاق بلیوں پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور نکاح کو نافذ قرار دیا۔

دلچسپ کنایہ:

(۵۱) دوسری شادی کے لئے ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کا پیام دیا لڑکی والوں نے کہا ہم نکاح نہیں کریں گے جب تک تم طلاق نہ دیدو گے اس نے ان سے کہا کہ گواہ رہو میں تین طلاق دے چکا ہوں۔ اب اس سے نکاح کر دیا۔ اور وہ اپنی پہلی بیوی کی زوجیت پر بدستور قائم رہا اس پر قوم نے طلاق کا دعویٰ کیا۔ اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ میں نے کیا کہا تھا۔ انہوں نے کہا ہم نے کہا تھا کہ ہم اس وقت تک نکاح نہیں کریں گے جب تک تو تین طلاق نہیں دیدیگا۔ تو نے کہا گواہ رہو میں تین طلاق دے چکا ہوں اس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ پہلا فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے میرے نکاح میں تھی اور میں نے اس کو طلاق دی تھی انہوں نے کہا معلوم ہے۔

زمزم والی حدیث سے متعلق واقعہ:

(۵۲) حمیدی سے مروی ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ کی خدمت میں بیٹھے تھے انہوں نے ہم سب سے زمزم والی حدیث بیان کی کہ وہ جس حاجت کی نیت سے پیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دے گا یہ سن کر ایک شخص مجلس سے اٹھ کر چلا گیا اور پھر

واپس آیا اور سفیان سے کہنے لگا کہ اے ابومحمد کیا وہ حدیث جو زمزم کے بارے میں ہم سے روایت کی گئی صحیح نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ صحیح ہے اس نے کہا کہ میں اس نیت سے کہ آپ مجھے ایک سو احادیث سنا دیں زمزم کا ایک ڈول پی کر آیا ہوں۔ سفیان نے کہا بیٹھو اور پھر اس کو ایک سو احادیث سنائیں۔

ایک دھوکے باز کی ذہانت کا واقعہ:

(۵۳) محسن نے کہا کہ مجھ سے ابو الطیب بن عبد المومن نے بیان کیا کہ ایک بڑا دھوکے باز تجربہ کار شخص بغداد سے حمص آیا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ احمقوں کی بستی ہے اور میں نے دھوکہ دینے کے لئے ایک اسکیم بنائی ہے۔ اس میں تجھے مدد کرنا ہوگی۔ اس نے کہا جو مرضی ہو۔ اس بدمعاش نے کہا تو فلاں جگہ بیٹھی رہا کر۔ (اور میں فلاں مسجد میں ٹھیا جماؤں گا) اور تو کبھی میرے پاس سے بھی نہ گزرنا اور روزانہ ایسا کرنا کہ میرے لئے دو تہائی رطل کشمش (ایک رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے) اور دو تہائی رطل بادام تازے لا کر اور کوٹ کر دونوں کو خوب گوندھ دینا اور دوپہر کے وقت اس کو ایک کوری اینٹ پر رکھ دینا تاکہ میں پہچان سکوں۔ یہ اینٹ فلاں بیت الخلا میں جو جامع مسجد کے قریب ہے رکھ دیا کرنا ان اشیاء میں کبھی اضافہ نہ کرنا اور کبھی میرے پاس نہ پھٹکنا۔ اس نے کہا بہتر ہے۔ اب اس نے یہ بہروپ بھرا کہ ایک اونی جبہ پہنا جو ساتھ لایا تھا۔ اور رومال سر پر باندھا اور مسجد جامع کے ایسے ستون کے پاس جس کے قریب سے لوگوں کی آمد و رفت زیادہ رہتی تھی تمام دن تمام رات نماز بغیر وقفہ پڑھنا شروع کر دی۔ بجز ایسے اوقات کے جن میں نماز ممنوع ہے اور ان اوقات میں بھی جب بیٹھتا تھا تو تسبیح پڑھتا رہتا تھا اور کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہتا تھا اور اپنی جگہ بیدار رہتا تھا عرصہ دراز تک اس کا یہ معمول جاری رہا لوگوں کی نظریں اس پر اٹھنا شروع ہوئیں اور مشہور ہو گیا کہ یہ صاحب کبھی نماز منقطع نہیں کرتے اور کھانا چکھتے بھی نہیں۔ تمام اہل شہر اس کے معاملہ میں حیران ہو گئے یہ مکار شخص کبھی مسجد سے باہر نہیں نکلتا بجز اس کے کہ ہر روز ایک دفعہ دوپہر کے وقت اس بیت الخلا میں جا کر پیشاب کرتا تھا اور اس اینٹ کے پاس جا کر جس کو وہ پہچانتا تھا اور اس پر وہ کشمش بادام والا معجون رکھا ہوتا تھا اس کو چٹ کر جاتا یہ معجون اینٹ پر رکھا ہوا پاخانہ دکھائی دیتا تھا جو شخص بھی یہاں آتا اور جاتا تھا اس کو اس کے پاخانہ ہونے میں کبھی شک نہیں ہوا۔ یہ اس کو کھا کر توانائی حاصل کر لیتا تھا اور واپس آ جاتا تھا جب عشاء کی نماز کا وقت ہوتا یا رات کے کسی حصہ میں جب موقع دیکھتا پانی بقدر ضرورت پی لیا کرتا تھا۔ اور اہل حمص اس خوش فہمی میں رہے کہ یہ شاہ صاحب نہ کھانا کھاتے ہیں اور نہ پانی پیتے ہیں اور اس ہی شان ان کی نگاہوں میں کافی بلند ہو گئی لوگ اس کی زیارت کیلئے آنے لگے اور بات کرتے تھے تو یہ جواب ہی نہیں دیتا تھا لوگوں کا ایک ہجوم اس کے گرد رہنے لگا اور اس سے بات کرنے کی سب نے ہی کوشش کی مگر یہ بول کر نہ دیا تو اس کی جلالت شان اور بڑھ گئی یہاں تک کہ لوگوں نے اس کی نشست گاہ کی زمین کو برکتیں حاصل کرنے کے لئے چھونا شروع کر دیا اس جگہ کی مٹی لیجانے لگے۔ اس کے پاس بیماریوں اور بچوں کو اٹھا اٹھا کر لانے لگے۔ یہ ان پر اپنا ہاتھ پھیر دیا کرتا تھا۔ جب اس عیار نے اچھی طرح بھانپ لیا کہ اس کا مقام لوگوں کی نگاہوں میں کس درجہ بلند ہو چکا ہے اور اس بہروپ میں ایک سال گزر چکا تھا تو بیت الخلاء میں اپنی بیوی کے ساتھ (دوسری کانفرنس کی اور) مل کر اس کو سمجھایا کہ جمعہ کے دن جب لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو آ کر مجھ لپٹ پڑیئے اور میرے منہ پر تھپڑ مارنا اور کہنا کہ اے اللہ کے دشمن اے فاسق تو بغداد میں میرے بیٹے کو قتل کر کے بھاگ کر یہاں آ گیا اور عبادت گزار بن گیا تیری عبادت تیرے منہ پر ماری جائے گی اور تو مجھے جھٹ کر چھوڑ یو مت اور لوگوں سے اپنا ارادہ یہ ظاہر کرنا کہ اپنے بیٹے کے قصاص میں تو مجھے قتل کرانا چاہتی ہے لوگ جمع ہو کر تیری طرف بڑھیں گے اور میں ان کو اس سے روکتا رہوں گا کہ وہ تجھے تکلیف پہنچائیں اور میں لوگوں کے سامنے اعتراف کروں گا۔ کہ بیشک میں نے اس کے بیٹے کو قتل کیا تھا اور توبہ کر کے یہاں آ گیا۔ اللہ کی عبادت کر رہا ہوں اور جو فعل شنیع مجھ سے سرزد ہوا اس پر ندامت کے ساتھ اللہ سے توبہ کر رہا ہوں تو لوگوں سے قصاص کا مطالبہ کرنا کہ مجھے اس مجرم کو جو تمہارے سامنے اقرار بھی کر رہا ہے کھینچ کر سلطان کے سامنے لیجانے دو۔ اب وہ تیرے سامنے دیت یعنی خون بہا پیش کریں گے مگر تو قبول مت کرنا یہاں تک کہ

بڑھتے بڑھتے دس دیت تک پہنچ جائیں یا جو تو مناسب موقع سمجھے کہ اب وہ لوگ مجھے بچانے کی حرص میں اپنے عطیات بڑھانے سے رک گئے اور یہ یقین کرلے کہ اب اس پر اضافہ ممکن نہیں رہا پھر تو ان کے فدیہ کو قبول کر لینا اور مال جمع کر لینا اور لیکر اسی دن بغداد سے نکل جانا اور یہاں مت ٹھہرنا میں بھی موقع دیکھ کر بھاگ آؤں گا اور تجھ سے مل جاؤں گا (یہ اسکیم طے ہوگئی) اب جب کہ اگلا دن جمعہ کا آگیا تو حسب تجویز عورت پہنچ گئی اور اس کو لپٹ پڑی اور جو کچھ اس کو سمجھایا گیا تو وہ سب کچھ عمل میں لائی تو شہر والے کھڑے ہوگئے کہ وہ اسے قتل کرڈالیں اور کہنے لگے کہ اے خدا کی دشمن یہ شخص تو ابدال میں سے ہے یہ تو وہ ہستی ہے جس کی برکت سے دنیا قائم ہے۔ یہ قطب وقت ہے اس نے ان کو اشارہ کیا کہ ٹھہر جاؤ اور اس عورت کو تکلیف نہ پہنچاؤ تو لوگ ٹھہر گئے اس نے نماز مختصر کی اور سلام پھیر کر دیر تک زمین پر لوٹا پھر کہا اے لوگو جب سے میں آیا ہوں تم نے کبھی کوئی کلمہ میری زبان سے سنا ہے؟ تو اس کا کلام سننے کے لئے ایک دوسرے کو بشارت دینے لگے تو ایک شور بلند ہوگیا کہ نہیں (ہم نے کبھی آپ کی زبان سے کوئی بات نہیں سنی) پھر بولا کہ میں تمہارے یہاں اس گناہ سے توبہ کر کے آیا ہوں جس کا یہ عورت ذکر کررہی ہے اور یہ سچ ہے کہ میں بری حالت میں گرفتار اور خسارے میں مبتلا شخص تھا۔ بیشک مجھ سے اس کے بیٹے کا قتل سرزد ہوا اور اس گناہ سے توبہ کر کے یہاں آگیا اور اپنی عمر عبادت میں گزار رہا ہوں اور میں برابر اپنے نفس کو اس پر آمادہ کرتا رہوں ہوں کہ پھر واپس جا کر اپنے کو اس عورت کے سپرد کردوں تاکہ یہ مجھے اپنے بیٹے کے قصاص میں قتل کردے کیونکہ مجھے یہ کھٹکا لگا رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ نے میری توبہ قبول نہ کی ہو اور میں اللہ سے برابر دعا کرتا رہا ہوں کہ وہ میری توبہ قبول کرلے اور اس عورت کو مجھ پر مسلط کردے یہاں تک کہ میری دعا قبول ہوگئی کہ یہ میرے پاس آگئی اور مجھ پر اس نے قصاص لینے کے لئے قابو پا لیا ہے تو اب تم اسے موقع دو کہ یہ مجھے قتل کردے اور میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تو ایک شور مچ گیا اور رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہوگئیں اور وہ عالم شہر کی طرف جانے لگا تاکہ وہ اس کے بیٹے کے قصاص میں اسے قتل کردے۔ اب سربر آوردہ لوگوں نے قوم سے کہا کہ تم بہک گئے ہو کہ اس مصیبت

سے چھٹکارے کی راہ نہیں نکالتے ایسے بندۂ صالح کو اپنے شہر میں محفوظ رکھنے کی تدبیر نہیں کرتے تمہیں چاہئے کہ اس عورت کے ساتھ نرمی سے بات کرو اور اس سے درخواست کرو کہ وہ دیت قبول کرلے جس کو ہم سب مل کر ادا کردیں۔ پھر لوگوں نے عورت پر گھیرا ڈالا اور اس سے دیت کا سوال کیا تو اس نے انکار کردیا لوگوں نے کہا دو دیت لے لے۔ اس نے جواب دیا کہ میرے بیٹے کے ایک بال کے مقابلہ میں ایک ہزار دیت دو۔ لوگ اس پر اصرار کیساتھ بڑھتے بڑھتے دس دیت تک پہنچ گئے اس نے کہا تم میرے سامنے مال جمع کر کے رکھ دو اگر اس کو دیکھ کر میرا قلبی رجحان اس کے قبول کرنے کی طرف ہوگیا تو قبول کرلوں گی ورنہ میں تو قاتل کو قتل کرا کر رہوں گی۔ تو لوگوں نے ایک لاکھ درہم جمع کر کے اس سے کہا کہ یہ لے لے اس نے کہا نہیں جی میرے نفس میں یہی اثر ہے کہ میں اپنے بیٹے کے قاتل کو قتل ہی کرواؤں۔ اب لوگوں نے اس کے سامنے اپنے کپڑے اپنی چادریں اور اپنی انگوٹھیاں پھینکنا شروع کر دیں اور عورتوں نے اپنے زیور پھینکے اتنے سامان کے بعد اس نے بیٹے کے خون سے دست بردار ہونے کا اظہار کیا اور یہ سب سامان لے کر چلتی بنی اس شخص نے اس کے بعد جامع مسجد میں چند دن قیام کیا یہاں تک کہ اس نے اندازہ کرلیا کہ اب وہ بہت دور نکل چکی ہے پھر ایک رات میں وہ بھی بھاگ نکلا بہت ڈھونڈا گیا مگر اس کا کچھ بھی پتہ نشان نہ ملا۔

اپنی فرمائش پوری کرنے کا عجیب واقعہ:۔

(۵۴) ابو دلامہ مہدی کے پاس پہنچا اور ان کو قصیدہ سنایا۔ مہدی نے اس سے کہا کہ جو حاجت ہو بیان کرو۔ ابو دلامہ نے کہا اے امیر المومنین مجھے ایک کتا عطا فرما دیجئے۔ مہدی کو غصہ آگیا اور بولے کہ میں کہتا ہوں کہ اپنی حاجت بیان کر تو کہتا ہے کہ مجھے ایک کتا دیجئے ابو دلامہ نے کہا اے امیر المومنین حاجت میری ہے یا آپ کی مہدی نے کہا تیری ہے ابو دلامہ نے کہا بس تو میری یہی درخواست ہے کہ مجھے شکاری کتا عطا فرما دیا جائے مہدی نے حکم دیدیا کہ اسے کتا دیدیا جائے ابو دلامہ نے پھر کہا اے امیر المومنین جب میں شکار کو جاؤں گا تو کیا اس کے ساتھ پیدل دوڑوں گا؟ تو مہدی نے حکم دیا کہ اس کو ایک گھوڑا بھی دیدیا جائے (جب گھوڑا بھی آگیا) تو پھر کہنے

لگا اے امیر المومنین اس کی خدمت کون کرے گا تو مہدی نے ایک غلام عطا کر دیا۔ تو پھر کہنے لگا اے امیر المومنین اس کا بھی تو انتظام کر دیجئے کہ جب میں کچھ شکار لے کر گھر آؤں گا تو اس کو کون پکائے گا۔ تو مہدی نے ایک کنیز بھی عطا کر دی۔ پھر بولا کہ اے امیر المومنین یہ سب کہاں رہیں گے تو ایک مکان کی منظوری بھی دیدی گئی پھر بولا کہ اے امیر المومنین میری گردن پر تو ایک عیال کا بوجھ آپڑا یہ سب کہاں سے کھائیں گے امیر المومنین نے ایک ہزار جریب قطعہ زمین عامر (آباد سرسبز) اور ایک ہزار جریب غامر عطا کیا۔ ابودلامہ نے کہا حضور! عامر کو میں سمجھتا ہوں مگر غامر کیا ہے۔ مہدی نے کہا ایسی خراب زمین جس میں کچھ نہ ہو ابودلامہ نے کہا تو میں امیر المومنین کو ایک لاکھ جریب جنگل کی دیتا ہوں لیکن میں تو امیر المومنین سے دو ہزار جریب عامر مانگتا ہوں مہدی نے پوچھا کہاں سے ابودلامہ نے کہا بیت المال سے مہدی نے کہا اچھا وہاں سے مال دوسری جگہ منتقل کر دو اور ایک جریب اس کو دیدو ابودلامہ نے کہا امیر المومنین جب وہاں سے مال منتقل ہو گیا تو غامر بن جائے گا اس پر مہدی ہنسنے لگے اور اس کو عطیات) سے خوش کر دیا۔

ضحاک بن مزاحم کی ذہانت:

(۵۵) ایک نصرانی ضحاک بن مزاحم کے پاس آتا جاتا تھا۔ انہوں نے اس سے ایک دن کہا کہ تو اسلام کیوں نہیں لاتا اس نے کہا اس کی یہ وجہ ہے کہ مجھے شراب بہت پسند ہے اور میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ انہوں نے کہا اسلام لے آ اور پیتا رہ۔ یہ اسلام لے آیا پھر اس سے ضحاک نے کہا اب تو مسلمان ہو چکا ہے اگر تو نے شراب پی تو ہم تجھ پر حد جاری کر دیں گے اور اگر اسلام سے پھرا تو تجھے قتل کر دیں گے۔

ایک نقلی حکیم کی ذہانت کا قصہ:

(۵۶) ابو محمد الخشاب نحوی سے مروی ہے کہ ایک جولاہے کا گزر ایک طبیب پر ہوا اس نے دیکھا کہ وہ کسی مریض کے لئے نقوع (جو کسی عرق یا پانی میں دوا کو بھگو کر اس کا زلال) تجویز کر رہا ہے اور کسی مریض کے لئے تمر ہندی (املی کے کتارے) تجویز کر رہا ہے اس نے کہا کون ہے جو اس کام کو عمدگی سے نہ کر سکے وہ اپنی بیوی کے پاس آیا۔ اور اس سے کہا میرے لئے ایک بڑا عمامہ بنا دے اس نے کہا کہ کس چیز نے تجھے اتنا بلند پرواز کر دیا۔ وہ بولا میں تو اب حکیم بنوں گا۔ وہ بولی ایسا نہ کر بیٹھنا جب تو لوگوں کو جان سے مارے گا تو لوگ تجھے سنگوا دیں گے اس نے کہا یہ اٹل ارادہ ہے (آخر کار بڑا پگڑ باندھ کر مطب شروع کر دیا) پہلے دن جا کر بیٹھے اور لوگوں کے لئے دوائیں تجویز کرتے رہے اور کافی روپے کما لئے (اور کئی دن ایسے کرتا رہا) پھر آ کر بیوی سے کہا میں روزانہ ایک گولی بنا لیتا ہوں اور ہر بیمار کو وہی دیتا ہوں دیکھ کتنا کما چکا ہوں۔ اس نے کہا یہ کام چھوڑ دے حکیم جی نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا (اس گفتگو سے) دوسری دن ایسا ہوا کہ ایک باندی کا گزر حکیم جی (کے مطب) کی طرف ہوا اس نے دیکھ کر اپنی مالکہ سے کہا جو سخت بیمار تھی میرا جی چاہتا ہے کہ نیا طبیب تمہارا علاج کرے اس نے کہا اس کو بلا لے چنانچہ آپ تشریف لے آئے۔ اور حال یہ تھا کہ اس بیمار کا مرض تو ختم ہو چکا تھا صرف کمزوری باقی تھی (مگر وہ یہ نہ سمجھی تھی) حکیم جی نے تجویز کیا کہ ایک مرغی بھون کر لاؤ وہ لائی گئی اور مریضہ نے خوب کھائی تو ضعف جاتا رہا۔ اور وہ اٹھ بیٹھی (پھر تو خوب واہ واہ ہوئی) شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ تک پہنچ گئی اس نے اس کو بلا کر جس مرض میں وہ مبتلا تھا اس کا اظہار کیا۔ اتفاقیہ طور پر اس نے ایک ایسی دوا کہہ دی جو اس کو موافق آ گئی۔ اس کے بعد سلطان کے پاس ایسے لوگوں کی ایک جماعت پہنچی جو اس جولاہے کو پہچانتی تھی انہوں نے سلطان سے کہا یہ شخص ایک جولاہا ہے یہ کچھ نہیں جانتا۔ سلطان نے کہا اس شخص کے ہاتھ سے مجھے صحت ہوئی اور فلاں عورت کو اسی کے علاج سے صحت ہوئی (یہ میرا تجربہ ہے اس کے خلاف) میں تمہاری بات تسلیم نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا ہم تجربہ کرانے کے لئے اس کے سامنے چند مسائل رکھتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا ایسا کر لو اور انہوں نے کچھ سوالات تجویز کر کے اس سے کئے اس نے کہا کہ اگر میں ان مسائل کے جوابات تمہارے سامنے بیان کر دوں گا۔ تو تم جواب کو نہیں سمجھ سکو گے کیونکہ جوابات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو طبیب ہو۔ لیکن (اگر تمہیں تجربہ ہی کرنا ہے تو اس طرح کر لو) کیا تمہارے یہاں بڑا شفاخانہ نہیں ہے لوگوں نے جواب دیا کہ ہے پھر اس نے کہا کیا اس میں ایسے بیمار نہیں ہیں جو مدت سے پڑے ہوئے ہیں لوگوں نے کہا ہیں۔ اس نے کہا بس میں ان کا علاج کئے دیتا ہوں تم دیکھو گے کہ سب کے سب عافیت کے ساتھ گھنٹہ بھر میں اٹھ کھڑے ہونگے۔ کیا

میری قابلیت کے اظہار کے لئے کوئی دلیل اس سے بڑی ہوسکتی ہے؟ لوگوں نے کہانہیں۔ پھر یہ شفا خانے کے دروازے پر پہنچا اور لوگوں سے کہا تم سب یہاں بیٹھو۔ میرے ساتھ اندر کوئی نہ آئے اور تنہا داخل ہوا۔ اس کے ساتھ صرف افسر سے شفا خانہ تھا۔ اس نے افسر سے کہا جو کچھ عمل میں کروں گا اگر تو نے کسی کے سامنے اس کا اظہار کر دیا تو میں تجھے پھانسی دلا دوں گا اور اگر تو خاموش رہا تو مالا مال کر دوں گا۔ اس نے کہا میں نہیں بولوں گا۔ اس کو حلف بالطلاق دلایا پھر اس سے پوچھا کیا تیرے پاس اس شفا خانہ میں تیل موجود ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ کہا کہ لے آ۔ وہ بہت سا تیل لے آیا۔ اس نے وہ ایک بڑی دیگ میں ڈالا۔ اور اس کے نیچے آگ جلائی جب تیل خوب جوش مارنے لگا تو مریضوں کی جماعت کو آواز دی ان میں سے ایک مریض سے کہا کہ تیری بیماری صرف اسی سے دفع ہوسکتی ہے کہ اس دیگ میں بیٹھ جائے۔ مریض اللہ کو یاد کرنے لگا۔ اے اللہ تو ہی مددگار ہے حکیم جی نے کہا یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اس مریض نے کہا مجھے تو شفا ہو چکی تھی بس معمولی سا درد تھا سر میں۔ حکیم جی نے کہا۔ پھر شفا خانہ میں تو کیوں پڑا رہا۔ جب اچھا ہو چکا ہے۔ اس نے کہا بس یوں ہی کوئی خاص وجہ نہیں حکیم جی نے کہا۔ تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں تندرست ہو چکا۔ وہ وہاں سے نکل کر بھاگا اور لوگوں سے کہہ گیا کہ میں شفایاب ہو گیا ان حکیم صاحب کی آمد سے پھر دوسرے مریض کا نمبر آیا اس سے بھی وہی ارشاد ہوا کہ تیری بیماری صرف اس طرح دفع ہوسکتی ہے کہ تو اس دیگ میں بیٹھ جائے اس نے کہا اللہ اللہ جی میں تندرست ہو چکا ہوں حکیم جی نے کہا اس میں بیٹھنا ضروری ہے اس نے کہا میں تو آج ہی شام کو رخصت ہونے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اب حکیم جی نے فرمایا اگر تجھے شفا ہو چکی ہے تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں اچھا ہو گیا ہوں وہ بھی نکل کر بھاگا (جان بچی لاکھوں پائے) اور لوگوں سے کہتا گیا کہ حکیم صاحب کی برکت سے مجھے صحت ہو چکی ہے یہی حالت سب کا ہوا یہاں تک کہ سب حکیم صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ (بناداں آنچناں روزی رساند۔ کہ دانا اندر آں حیراں بماند)۔

ایک فوجی ملازم کا قصہ:

(۵۷) ایک فوج کے ملازم نے اپنا قصہ بیان کیا کہ میں ملک شام کے سفر پر روانہ ہوا۔ اس کی ایک بستی میں جانا چاہتا تھا۔ میں راستہ میں تھا اور چند کوس طے کر چکا تھا اور تھک گیا تھا۔ میں ایک جانور پر سوار تھا اور اس پر ہی میرا زادراہ اور روپیہ تھا اور شام قریب آچکی تھی۔ دفعۃً میری نظر ایک بڑے قلعہ پر پڑی اور اس میں ایک راہب کو دیکھا جو صومعہ میں تھا۔ وہ میری طرف آیا اور میرا استقبال کیا اور مجھ سے اپنے پاس رات گزارنے کی خواہش کی اور یہ کہ میں اس کی ضیافت قبول کروں۔ میں اس پر تیار ہو گیا۔ جب میں اس کلیسا میں پہنچا تو اپنے سواء مجھے کوئی اور نظر نہیں آیا۔ اس نے میری سواری کو پکڑ کر باندھا اور اس کے آگے جو ڈالے اور میرے سامان کو ایک کمرے میں رکھا اور گرم پانی لے کر آیا۔ یہ زمانہ سخت سردی کا تھا اور برف گر رہی تھی اور میرے سامنے بہت سی آگ روشن کر دی اور بہت اچھا کھانا لا کر کھلایا۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا اور میں نے سونے کا ارادہ کیا تو میں نے اس سے سونے کی جگہ اور بیت الخلا کا راستہ معلوم کیا۔ اس نے مجھے راستہ بتایا۔ بیت الخلا بالا خانہ پر تھا، جب میں قضائے حاجت کے لئے اوپر گیا اور بیت الخلاء کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا بوریہ ہے۔ پھر جب میرے دونوں پاؤں اس پر رکھے گئے تو میں نیچے آگرا۔ (کلیسا سے باہر) میدان میں پڑا تھا۔ وہ بوریہ چھت سے باہر کے حصے پر اٹکایا ہوا تھا۔ اور اس رات میں بہت برف گر رہا تھا۔ میں بہت چلایا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں کھڑا ہو گیا۔ میرا بدن زخمی تھا مگر اعضاء سالم تھے۔ میں برف سے بچنے کے لئے ایک محراب کے نیچے کھڑا ہو گیا جو اس قلعہ کے دروازے میں تھی۔ دفعۃً ایک اتنا بڑا پتھر آگرا کہ وہ میرے سر پر آلگتا تو اس کو پیس دیتا۔ میں وہاں سے بھاگتا اور چلاتا ہوا نکلا تو اس نے مجھے گالیاں دیں۔ تو میں سمجھا یہ سب اس کی شرارت ہے جو میرے تمام سامان کو لوٹنے کے لئے کی ہے۔ جب میں نکلا تو مجھ پر برف گرتا رہا، جس سے میرے کپڑے بھیگ گئے۔ اور میں نے اپنی حالت پر نظر کی کہ یہ میرا بدن اکڑا جا رہا ہے۔ سردی اور برف سے تو میں نے یہ ترکیب سوچی کہ تقریباً تیس رطل (پندرہ سیر) کا پتھر تلاش کر کے اپنے کندھے پر رکھا اور صحرا میں

بھاگ کر ایک لمبا چکر لگایا۔ اتنا تھک گیا اور بدن گرم ہو گیا تو اس کو کندھے سے ڈال کر آرام کرنے بیٹھ گیا۔ پھر جب سکون ہو گیا اور مجھے سردی نے دبایا تو پھر وہی پتھر سنبھالا اور اسی طرح بھاگنا شروع کر دیا۔ رات بھر یہ عمل جاری رہا۔ طلوع آفتاب سے پہلے جب میں اس قلعہ کی پشت پر تھا تو میں نے اس کلیسا کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور دفعۃً راہب پر نظر پڑی کہ وہ نکلا اور اس موقع پر آیا، جہاں میں گرا تھا۔ جب اس نے مجھے نہ دیکھا تو اس نے کہا، "اے میری قوم اس نے کیا کیا"۔ اور میں اس کے کلمات سن رہا تھا۔ اور میرا خیال ہے کہ اس منحوس نے یہ سوچا کہ وہ قریب کی بستی میں یہ دیکھنے کے لئے جائے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ اب اس نے چلنا شروع کیا تو میں دروازے تک اس کے پیچھے پیچھے چھپتا ہوا پہنچ گیا اور قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اور اس دیر کے گرد مجھے ڈھونڈھنے کے لئے آگے بڑھ گیا۔ اور میں دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اور میری کمر میں ایک خنجر تھا، جس کی اس راہب کو خبر نہ تھی۔ جب اس کو گھوم پھر کر میرا کوئی نشان نہ ملا تو وہ لوٹ کر آ گیا اور اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کیا۔ اس وقت جب کہ مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے دیکھنا ہی چاہتا ہے، میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو خنجر سے زخمی کر کے پچھاڑ دیا اور ذبح کر ڈالا اور قلعہ کا دروازہ بند کر دیا اور بالا خانہ پر چڑھ کر آگ روشن کی جو وہاں سلگی ہوئی موجود تھی۔ اور اپنے اوپر سے وہ کپڑے اتار کر پھینکے اور اپنے اسباب کو کھول کر اس میں سے کپڑے نکال کر پہنے اور راہب کی چادر لے کر اس میں سو گیا۔ مجھے (رات کی تکلیف سے) افاقہ عصر سے پہلے نہ ہو سکا۔ اب میں بیدار ہوا اور قلعہ میں گھوما، یہاں تک کہ میں کھانے کی چیزوں تک پہنچ گیا۔ وہاں کھانا کھا کر سکون حاصل کیا اور مجھ کو اس قلعہ کے کمروں کے تالوں کی چابیاں بھی ہاتھ لگ گئی تھیں۔ اب میں نے ایک ایک کمرے کو کھول کر دیکھا تو وہاں عظیم اموال جمع تھے۔ سونا اور چاندی اور بیش قیمت اشیاء اور کپڑے اور قسم قسم کے آلات اور لوگوں کے کجاوے اور ان کا اسباب اور سامان بہت ہی کچھ تھا۔ کیونکہ اس راہب کی عادت تھی کہ وہ اس شخص کے ساتھ جو ادھر سے تنہا گزرتا تھا وہی معاملہ کرتا تھا جو اس نے میرے ساتھ کیا تھا۔ اور اس کے اموال پر قابض ہو جاتا تھا۔ میرے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ مال کو کیسے لے جاؤں۔ میں نے یہ ترکیب کی کہ چند کپڑے راہب کے پہن کر کچھ روز تک جب کہ گزرنے والے اس مقام سے گزرنے لگے دور سے اپنے کو دکھاتا رہا تاکہ لوگ مجھے وہی راہب سمجھیں۔ اور جب کچھ قریب ہوئے ان کی طرف پشت کر لیتا تاکہ اس طرح یہ معاملہ مخفی رہا۔ پھر چند روز کے بعد میں نے وہ کپڑے اتار ڈالے۔ اور میں نے اس دیر کے سامان میں سے دو گونیں نکال کر ان کو مال سے بھر لیا۔ اور ان کو اپنے خچر پر لاد کر ایک قریب کی بستی میں لے گیا جہاں میں نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا۔ اور برابر وہاں سے ایسی قیمتی چیزوں کو منتقل کرتا رہا جن کے جسم ٹھوس ہیں۔ اور پھر ایسی اشیاء کو منتقل کیا جن کا ہلکا جسم تھا اور قیمت زیادہ تھی۔ میں نے وہاں صرف وہی اشیاء چھوڑیں جو زیادہ وزنی تھیں۔ پھر ایک روز بہت سے خچر اور گدھے اور مزدور کرایہ پر لئے اور جس قدر بھی قدرت ہو سکی، وہ سب اشیاء لاد لاد کر ایک بڑے قافلہ کے ساتھ چل پڑا۔ اور زبردست اموال غنیمت لے کر اپنے وطن میں آ گیا۔ مجھ کو وہاں سے دس ہزار درہم نقد اور بہت سے دینار اور قیمتی سامان دستیاب ہوا تھا۔ میں نے اس سامان کو زمین میں گاڑ کر رکھ چھوڑا۔ کسی کو میرے حال کی قطعی خبر نہ ہو سکی۔ (شیخ کمال الدین دمیری نے اس قصہ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ "اس حکایت کو حافظ ابن شاکر نے بھی اپنی تاریخ اور ابو محمد البطال کی روایت سے ذکر کیا ہے اور قصہ کے بعض اجزاء میں کہیں کہیں اس سے تھوڑا سا اختلاف بھی کیا ہے۔

شاعر کی ذہانت کا قصہ:

(۵۸) ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کسی کارِ خاص پر مامور کیا جو قریش میں سے تھا۔ اس کے متعلق آپ کو یہ اطلاع پہنچی کہ اس نے یہ شعر کہا:

اسقنی شربۃً الذعلیھا
واسق باللہ مثلہ ابن ھشام

ترجمہ:۔ مجھ ایسی شراب پلا دے جس سے میں لذت حاصل کروں اور خدا کی قسم ویسی ہی ابن ہشام کو بھی پلا (چونکہ لفظ

شربت سے متبادر معنی شراب کے ہی ہوتے ہیں، اس لئے شکایت کرنے والے نے آپ سے اس کی شکایت کی)۔اس شخص کو بھی اس کی اطلاع ہوگئی کہ اس کی شکایت اس بیت کی بناء پر کی گئی ہے۔تو اس نے اس کے بعد دوسرا بیت اور ملالیا۔ (حضرت عمرؓ نے اس کو طلب کیا)۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپؓ نے فرمایا کیا تو نے یہ شعر نہیں کہا اسقنی شربۃ۔اس نے عرض کیا ہاں اے امیر المؤمنین! (اس کے بعد یہ ہے)

عسلاً بارداً بماء سحاب

انی لا احب شرب المداهر

ترجمہ:۔یعنی ایسا ٹھنڈا شہد جو بادل کے پانی میں ملایا گیا ہو۔ کیونکہ میں شراب کو ناپسند کرتا ہوں۔اس نے کہا خدا کی قسم فرمایا کہ اپنے کام پر واپس جاؤ۔

(۵۹) حجاج نے حکم بن ایوب کو جبر بن حبیب سے مانگا۔اس کو اندیشہ ہوا کہ اگر حوالہ کر دیا گیا تو یہ حکم کو تکلیف پہنچائے گا۔ جبر نے کہا کہ میں حکم کو ایسے حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ اس کا سر بل رہا ہے، اس کے حلق میں پانی ڈالا جا رہا ہے۔واللہ اگر اس کو تخت پر ڈال کر لایا گیا تو تمہاری ذات اس کی وجہ سے (لوگوں کی نگاہوں میں) عار بن جائے گی (یہ حیلہ کارگر ہوگیا) اور ان سے کہہ دیا گیا کہ واپس جائے۔

جان بچانے کے لئے حاضر دماغی:

(۶۰) اصمعی نے اپنے باپ سے روایت کی کہ عبد الملک بن مروان کے سامنے ایک شخص لایا گیا جو بعض ایسے لوگوں کا ساتھی تھا، جنہوں نے عبدالملک سے بغاوت کی تھی تو اس نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔اس شخص نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کی طرف سے مجھے یہ جزاملنی چاہیے۔ اس شخص نے کہا واللہ میں فلاں شخص کے ساتھ صرف آپ کی خیر خواہی کی وجہ سے ہوا تھا۔اور یہ اس بناء پر کہ میں ایک منحوس آدمی ہوں۔ میں نے اب تک جس کسی کا بھی ساتھ دیا وہ مغلوب ہوا اور دشمن کے مقابلہ میں بھاگا۔اور جو دعویٰ میں کر رہا ہوں اس کی صحت آپ پر واضح بھی ہوگئی۔ میں آپ کے حق میں ان ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ اچھا تھا جو آپ کے ساتھ تھے۔عبدالملک ہنس پڑا اور اس کو چھوڑ دیا۔

ذہانت کا ایک عجیب قصہ:

(۶۱) شبیب بن شبۃ سے مروی ہے کہ خالد بن صفوان تمیمی ابوالعباس (سفاح) کے پاس پہنچا جو اس وقت تنہا تھا۔ کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین! جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت سپرد کی میں اس تلاش میں تھا کہ مجھے ایسا تنہائی کا وقت ملے جیسا آج کی مجلس ہے۔اگر امیر المؤمنین مناسب سمجھیں کہ دروازہ بند کرنے کا حکم دے دیں، جب تک میں بات سے فارغ ہو جاؤں تو کرلیں۔سفاح نے حاجب کو اس کا حکم دے دیا۔ پھر اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میں آپ کے بارے میں سوچتا رہا ہوں اور غور وخوض کرتا رہا ہوں۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ وسیع قدرت رکھتا ہو عورتوں سے لطف اندوز ہونے میں۔اور آپ سے زیادہ کوئی تنگ عیش بھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنی ذات کا دنیا کی عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو مالک بنادیا اور اسی پر اکتفاء کر رکھا ہے کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو آپ بھی بیمار، اور اگر وہ غائب اور مکدر ہو تو آپ بھی غائب اور تنگ دل، اگر وہ منہ چلائے تو آپ بھی منہ چلائیں۔اور اے امیر المؤمنین! آپ نے اپنے اوپر حرام کرلیا ہے دنیا کی لڑکیوں اور ان کے مختلف حالت کی شناخت کو اور اس خاص لذت کے طریقوں کو جو ان سے شہوت کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔اے امیر المؤمنین! ان میں بعض طویل قد وقامت کی عورتیں ہوتی ہیں جو اپنے جسم کو ٹھیک رکھنے کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ کچھ ایسی سفید رنگ والی ہوتی ہیں جو بناؤ سنگھار کو بہت پسند کرتی ہیں۔اور کچھ عورتیں گندمی رنگ کی ہوتی ہیں جن کے لبوں پر سیاہی ہوتی ہے۔بعض عورتیں زرد رنگ کی موٹے سرین والی ہوتی ہیں۔اور وہ عورتیں جو مدینہ کی پیدائش ہیں اور جو طائف اور یمامہ کی ہیں جو بہت شیریں زبان اور نہایت حاضر جواب ہوتی ہیں۔اور نہ آپ بادشاہوں کی بیٹیوں کے حالات سے واقف۔اور اس سے کہ زیبائش ولطافت کے لئے ان کی کیا ضروریات ہیں (بس آپ تو صرف ایک کے ہو رہے)۔اور خالد نے خوب زبان چلائی اور عورتوں کی قسموں اور ان کی صفات پر لمبی تقریر کی اور ابوالعباس کو ان کی طرف خوب رغبت دلائی۔ جب جب فارغ ہوگیا تو ابوالعباس نے کہا کہ کمبخت اس سے زیادہ خوبصورت کلام اب تک میرے کانوں نے نہیں سنا تھا۔وہ سب باتیں پھر بیان

کرا!میرا سننے کودل چاہتا ہے۔تو خالد نے اپنے کلام کو پہلے سے بھی زیادہ مرصع اور دلکش بنا کر لوٹا دیا۔ پھر چلا گیا اور ابوالعباس بیٹھا ہوا سوچتا رہا۔اب اس کے پاس ام سلمہ آ پہنچی اور ابوالعباس یہ حلف کئے ہوئے تھا کہ ام سلمہ کے ہوتے ہوئے کسی عورت سے تعلق نہ رکھے گا،اور اسکو پورا کر دیا۔ جب ام سلمہ نے اس کو سوچتے ہوئے پایا تو اس نے کہا اے امیر المؤمنین! میں آپ سے کہتی ہوں کہ کیا کوئی ناگوار بات پیدا ہوگئی یا کوئی ایسی خبر آئی ہے،جس سے آپ تشویش میں پڑے ہوئے ہیں؟ابوالعباس نے کہانہیں۔ جب وہ برابر پوچھتی رہی تو ابوالعباس نے خالد کی گفتگو بیان کر دی۔ام سلمہ نے کہا پھر آپ نے اس مادر بخطاء کو کیا جواب دیا؟ابوالعباس نے کہا وہ صرف میری خیر خواہی کی ایک بات کر رہا تھا اور تم اسے گالیاں دیتی ہو۔ وہ وہاں سے اٹھ کر (غصہ سے بھری ہوئی) اپنے غلاموں کے پاس پہنچی اور ان کو حکم دیا کہ خالد کو ماریں۔ خالد کہتے ہیں کہ میں (ابوالعباس) کے محل سے بہت خوش نکلا تھا۔اس گفتگو کے اچھے تاثرات کی بناء پر جو امیر المؤمنین سے ہوئی تھی،اور مجھے انعام ملنے میں کوئی شک نہیں تھا۔تو اس دوران میں کہ میں (اپنے گھوڑے پر) بیٹھا ہی تھا کہ کچھ لوگ مجھے پوچھتے ہوئے آئے۔اب تو مجھے انعام کا یقین ہو گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ میں ہوں کہ ایک ان میں سے لاٹھی لئے ہوئے میرے طرف بڑھا۔ میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔(اس نے تعاقب کیا)اور مجھ سے مل گیا۔اس کی لاٹھی گھوڑے کے پٹھے پر پڑی اور میں نے گھوڑا اور کدا دیا۔ پھر میں ان کے ہاتھ نہیں آیا۔اور میں اپنے گھر میں چند دنوں تک چھپا رہا۔اور میں نے قیاس کر لیا کہ یہ لوگ ام سلمہ کے بھیجے ہوئے تھے۔ ایک دن دفعتاً کچھ اور لوگوں نے مجھے آ گھیرا اور کہا امیر المؤمنین کے پاس چلو۔ میرے دل میں تصور پیدا ہو گیا کہ یہ موت کا پیغام ہے۔میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔میں نے کسی شیخ کا خون اپنے خون کی طرح ضائع ہوتا نہیں دیکھا۔میں امیر المؤمنین کے محل کی طرف جانے کے لئے سوار ہو گیا۔اور وہاں پہنچ کر ایسے حال میں امیر المؤمنین سے ملاقات ہوئی کہ وہ تنہا تھا۔اور نشست گاہ پر میری نظر گئی تو دیکھا کہ اس کو ایک حصہ باریک پردوں سے محدود ہو رہا تھا،اور پردہ کے پیچھے میں نے کچھ کھسکھساہٹ بھی محسوس کی۔ابوالعباس نے کہا ارے تم نے امیر المؤمنین کے سامنے جو صفات (عورتوں کی) بیان کی تھیں،ان کو

پھر بیان کرو! میں نے کہا بہت اچھا اے امیر المؤمنین! میں نے آپ کو بتایا تھا کہ عرب نے تلفظ "ضرتین" (سوتین) "ضرر" (نقصان) سے بنایا ہے۔اور کوئی ایسا شخص نہیں جس کے پاس ایک سے زیادہ عورتیں ہوں گی،مگر یہ کہ وہ نقصان اٹھائے گا اور مکدر رہے گا۔ابوالعباس نے کہا گفتگو میں یہ بات تو نہیں تھی۔ میں نے کہا ضرور آئی تھی اے امیر المؤمنین! اور میں نے آپ سے کہا تھا کہ تین عورتوں کا یہ حال ہے کہ وہ ہانڈی کے جوش کی طرح ابلتی ہی رہتی ہیں (اور مرد کے لئے ایک مصیبت بن جاتی ہیں)ابوالعباس نے کہا نہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے (فضائل) سے محروم ہو جاؤں اگر میں نے تجھ سے یہ بات بھی سنی ہو۔یا اس کا اس وقت ایسا کوئی ذکر بھی آیا ہو۔میں نے کہا اور میں نے آپ سے کہا تھا اے امیر المومنین کہ چار بیویاں تو ایک شوہر کے لئے (چار) شر کا مجموعہ ہیں اس کو جلد بوڑھا اور بیکار بنا چھوڑیں گی ابوالعباس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے تجھ سے یہ بات بھی نہیں سنی۔میں نے کہا واللہ ضرور سنی۔ ابوالعباس نے کہا کیا تو مجھے جھٹلا رہا ہے میں نے کہا کیا آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں ہاں واللہ اے امیر المومنین کنواری باندیاں تو مرد ہوتی ہیں بس اتنا فرق ہے کہ ان میں کوئی خصی نہیں ہوتا (اور مردوں میں خصی ہوتے ہیں) خالد کہتا ہے کہ میں نے پردے کے پیچھے سے ہنسنے کی آواز محسوس کی۔ پھر میں نے کہا ہاں واللہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے پاس (گلستان) قریش کی ایک (خوبصورت) کلی ہے (اس کے ہوتے ہوئے) آپ دوسری عورتوں اور کنیزوں پر نظر ڈال رہے ہیں خالد کہتے ہیں کہ اس پر پردہ کے پیچھے سے مجھ سے کہا گیا کہ اے چچا خدا کی قسم تو نے سچ کہا تو نے اس ہی گفتگو کی تھی مگر اس نے تیری بات کو بدل دیا اور ان ہونی باتیں تیری طرف کہہ دیں۔ابوالعباس نے کہا کمبخت تجھے خدا غارت کرے کیا ہو گیا تجھے (ایک بات بھی سچ نہ بولا پس میں وہاں سے فوراً کھسک گیا۔پھر میرے پاس ام سلمہ نے دس ہزار درہم اور ایک گھوڑا اور عمدہ کپڑوں کا بکس بھیجا۔

اصمعی کی دانائی:

(۶۱) اصمعی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رشید نے مجھے بلا بھیجا جب میں پہنچا تو میں نے ایک لڑکی کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔رشید نے کہا کہ یہ لڑکی کون ہے میں نے کہا میں نہیں

جانتا تو کہا یہ مواسہ ہے امیر المومنین کی بیٹی۔ تو میں نے اس کو اور امیر المومنین کو دعائیں دیں رشید نے کہا ہاں اس کے سر کو بوسہ دو۔ میں نے خیال کیا کہ اگر میں نے ایسا کرلیا تو پھر اس پر غیرت کا غلبہ ہوگا اور یہ پھر مجھے قتل کرڈالے گا اور اگر میں کہنا نہیں مانتا تو عدول حکمی کی بنا پر نہ چھوڑے گا تو میں نے اپنی آستین کو اس لڑکی کے سر پر رکھا اور پھر آستین کو بوسہ دیا۔ ہارون نے کہا واللہ اے اصمعی اگر تو اس وقت خطا کرجاتا تو مجھ سے قتل ہوجاتا حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم دیئے جائیں۔

حاضر دماغی کا ایک واقعہ:

(۶۲) ابوالحسن بن ہلال الصابی سے یہ حکایت مروی ہے کہ ایک دن حجاج اپنے لشکر سے جدا ہوگیا وہ ایک باغ والے کے پاس پہنچا جو اپنی جائیداد (درختوں) کو پانی دے رہا تھا۔ حجاج نے اس سے کہا حجاج کی حکومت میں تمہاری کیا حال ہے۔ اس نے کہا خدا اس پر لعنت بھیجے نیک لوگوں کا قاتل اور کینہ ور ہے اللہ اس سے جلدی بدلہ لے۔ اس نے کہا کہ کیا مجھے پہچانتا ہے اس نے کہا نہیں۔ بولا کہ میں ہی حجاج ہوں تو اس نے دیکھا کہ اس کا خون خشک ہونے لگا پھر اس نے اپنا ڈنڈا سنبھالا جو اس کے ساتھ تھا اور کہنے لگا تو مجھے پہچانتا ہے حجاج نے انکار کیا۔ بولا کہ میں ابوثور مجنوں ہوں اور آج میرے جنون کے دورے کا دن ہے اور منہ سے جھاگ نکالنے لگا اور بلبلانے لگا اور جوش کا اظہار کرنے لگا اور اس نے ڈنڈا اپنے سر پر مارنے کا ارادہ کیا حجاج نے یہ حرکات دیکھ کر ہنس پڑا اور چلا گیا۔

مزید نامی شخص کی دانائی:

(۶۳) بیان کیا گیا کہ مزید ایک شخص والی مدینہ کے یہاں (ایک وقت معین پر روزانہ) آیا کرتا تھا۔ ایک دن دیر سے پہنچا والی نے پوچھا کہ آج اتنی دیر کیوں کی تو جواب دیا کہ مجھے عرصہ سے ایک اپنے ہمسایہ عورت سے محبت تھی آج کی رات میں مقصد میں کامیاب ہوسکا اور اس پر میں نے قابو پا لیا۔ یہ سن کر والی غضب ناک ہوگیا اور کہنے لگا کہ واللہ تیرے اقرار سے ہم تجھ کو ضرور ماخوذ کریں گے۔ جب مزید نے دیکھا کہ والی کی گفتگو رنجیدہ ہے (اور یہ ضروری ماخوذ کرے گا) تو کہنے لگا کہ میری پوری بات تو سن لیجئے۔ والی نے کہا وہ کیا؟ کہنے لگا جب صبح ہوئی تو میں تعبیر دینے والے کی جستجو میں نکلا جو میرے خواب کی ٹھیک تعبیر دے سکے۔ اب تک میں کامیاب نہ ہوسکا۔ والی نے پوچھا کہ کیا وہ باتیں تو نے خواب میں دیکھی تھیں۔ اس نے کہا ہاں تو اس کا غصہ جاتا رہا۔

دانائی کی ایک بات:

(۶۴) حرث بن نوفل سے مروی ہے کہ عباس بن عبد المطلب نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو ابو طالب کے بارے میں کیا امید ہے آپ نے فرمایا میں اپنے خدا سے ہر خیر کی امید رکھتا ہوں۔

حضور ﷺ کا مزاق:

(۶۵) انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سواری کے لئے جانور کی درخواست کی۔ فرمایا ہاں ہم تجھ کو اونٹنی کے بچے پر بٹھائیں گے اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا۔ آپ نے فرمایا اونٹ کو ناقہ یعنی اونٹنی ہی تو جنتی ہے۔

سکندر کی دانائی:

(۶۶) سکندر کے زمانہ میں دو آدمیوں نے ایک بادشاہ پر حملہ کر کے مار ڈالا۔ سکندر نے کہا جس نے [illegible] وہ بڑے کارنامے انجام دینے والا شخص ہے اور اگر وہ ہم پر ظاہر ہو جائے تو ہم اس کو وہ جزا دیں جس کا وہ مستحق ہے اور لوگوں پر اس کو بلند کریں۔ جب اس کی خبر ان دونوں کو ہوئی تو وہ ظاہر ہو گئے اور انہوں نے قتل کا اقرار کرلیا۔ سکندر نے کہا ہم تم کو وہ جزا دیں گے جس کے تم مستحق ہو تو جس شخص نے اپنے سردار کو قتل کیا ہو حالانکہ اس نے اس کا مرتبہ بلند کیا۔ مگر اس نے پھر بھی اپنے آقا سے غداری کی وہ صرف قتل ہی کا مستحق ہے اور لوگوں پر تمہارا بلند کرنا اس طرح ہوگا کہ میں تم کو اتنی بلند لکڑی پر پھانسی دوں گا جس قدر زیادہ سے زیادہ بلند فراہم ہونا ممکن ہے۔

ایک مومن کی دانائی:

(۶۷) روایت ہے کہ فرعون کے سامنے اس کے دو

پرستاروں نے ایک مرد مومن کی چغلی کھائی (کہ یہ اپنا رب خدا کو سمجھتا ہے فرعون کو نہیں سمجھتا) فرعون نے اس کو بلایا اور ان دونوں کو بھی اور ان دونوں سے پوچھا کہ تم دونوں کا رب کون ہے انہوں نے کہا تو۔ پھر مومن سے کہا تیرا رب کون ہے؟ اس نے کہا میرا رب وہی ہے جو ان کا رب ہے (یعنی اللہ جو حقیقۃ سب کا رب ہے) فرعون نے کہا تم نے ایسے شخص کو مجھ سے قتل کرانے کے لئے شکایت کی جو میرے ہی دین پر ہے اس پر ان دونوں کو قتل کر دیا۔

(۶۸) اسحاق بنہانی کہتے ہیں ہمارے ساتھ مروزیادہ مہنی بن یحیٰ شامی بھی تھے تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کیا مروزی یہاں ہیں اور مروزی یہ نہیں چاہتے تھے کہ اس کو یہاں کی موجودگی کا علم ہو تو مہنی بن یحیٰ نے اپنی انگلیاں (دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھیں اور (اپنی ہتھیلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا مروزی یہاں نہیں ہیں اور مروزی کا یہاں کیا کام۔

خارجی کی ذہانت کا قصہ:

(۶۹) عبدالملک بن عمیر سے مروی ہے کہ زیاد نے خارجیوں کے ایک شخص کو پکڑ لیا پھر وہ اس کی قید سے فرار ہو گیا تو اس نے اس کے بھائی کو پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ اپنے بھائی کو لاؤ ورنہ تیری گردن اڑا دی جائے گی۔ اس نے کہا اگر میں آپکے پاس امیر المومنین کا مکتوب لے آؤں تو آپ مجھے چھوڑ دیں گے؟ اس نے کہا ہاں اس نے کہا میں آپکے پاس اللہ عزیز و رحیم کا مکتوب لایا ہوں اور اس پر دو گواہ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کی شہادت پیش کرتا ہوں (ترجمہ) کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور نیز ابراہیم کے جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی یہ کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا) زیاد نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو یہ ایسا شخص ہے جو قوی دلیل پیش کر رہا ہے۔

خدمت کرانے کی تدبیر:

(آزاد کردہ غلام بیمار ہو گیا کہا کہ میرا کوئی وارث نہیں ہے اور یہاں تیس ہزار درہم مدفون ہیں جب میں مرجاؤں تو ان کو تم نکال لینا۔ اللہ کے بندہ نے اس کو خوب اچھی طرح خبر گیری کی اور مستقلاً ایک شخص کو اس کی خدمت پر متعین کر دیا۔ پھر جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر تین سو درہم کا کفن ڈالا گھر کھود ڈالا مگر وہاں کچھ بھی نہ ملا۔ (کیونکہ یہ تو مرنیوالے نے اپنی خدمت کرانے کی ترکیب کی تھی)

جان بچانے کی تدبیر:

(۷۰) حجاج کے سامنے ایک شخص قتل کے لئے پیش کیا گیا اس وقت اس کے ہاتھ میں لقمہ تھا کہنے لگا خدا کی قسم میں اس لقمہ کو نہیں کھاؤں گا جب تک تجھ کو قتل نہ کر دوں اس نے کہا یا اس سے بہتر صورت اختیار کر لیجئے یعنی یہ کہ یہ لقمہ مجھے کھلا دیجئے اور قتل نہ کیجئے آپ کی قسم بھی پوری ہو جائے گی اور مجھ پر احسان بھی ہو جائے گا تو بولا کہ میرے نزدیک آ (جب وہ قریب آ گیا) تو اس کو وہ لقمہ کھلا دیا۔ اور چھوڑ دیا۔

ایک خادم کی ذہانت:

(۷۱) یحیٰ مروزی سے منقول ہے کہ میں ایک دن ہارون رشید کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا تو انہوں نے خادم کی طرف متوجہ ہو کر اس سے فارسی میں گفتگو کی میں نے کہا اے امیر المومنین اگر آپ اس سے کوئی راز کی بات کہنا چاہیں تو (یہ خیال رکھیں کہ) میں فارسی سمجھتا ہوں میرے اس اظہار کی ہارون نے بہت تعریف کی اور کہا کہ ہم کوئی راز آپ سے پوشیدہ نہیں رکھتے۔

وفد کے ایک شخص کی ذہانت:

(۷۲) سلیمان بن عبدالملک کے پاس عراق سے ایک وفد آیا۔ ان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین ہم آپ کی خدمت میں نہ (عطیات کی) رغبت سے آئے اور نہ (کسی نقصان) کے خوف سے سلیمان نے کہا پھر کیوں آئے ہو اس نے کہا ہمارا شکر گزاری کا وفد ہے آپ کے عدل کی وجہ سے امن میں ہیں اور ہمارے لئے زندگی محبوب بن گئی اور مرنا بھی آسان ہو گیا زندگی کو محبوب تو آپ نے اس طرح بنا دیا ہے کہ آپ کا عدل مشہور ہو چکا ہے اور موت میں آسانی آپ نے اس طرح کر دی کہ ہم کو اپنے پسماندہ بچوں وغیرہ کا آپ کی پرورش عام کے وثوق کی بنا پر فکر نہیں رہا سلیمان نے خوش ہو کر اس کو اور اس کے ساتھیوں کو اچھے عطیات دیئے۔

ذہانت کا ایک واقعہ:

(۷۳) ہم سے ابومحمد المقر نے بیان کیا کہ ایک شخص نے ایک جگہ مال دفن کیا اور اوپر ڈھکن رکھ کر بہت مٹی دے دی۔ پھر اس پر ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیس دینار رکھے اور ان پر بہت سی مٹی ڈال کر جمادی اور چلا گیا جب اس کو سونے کی ضرورت ہوئی تو اس نے اس مقام کو کھودا تو وہ مل گئے تو اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

مر کر بھی اپنے قاتل کو قتل کرنے کا قصہ:

(۷۴) کسریٰ کے منجموں نے اس کو خبر دی کہ تجھ کو قتل کیا جائے گا تو اس نے کہا کہ میں بھی اپنے قاتل کو ضرور قتل کر دوں گا تو اس کے حکم سے ایک سخت زہر کو بعض ادویہ میں ملا دیا گیا اور اس کو مرتبان میں رکھ دیا گیا پھر اس پر تحریر کر دیا گیا، جماع کی دوا جس کا تجربہ کیا گیا جو شخص اتنے وزن میں کھائے گا وہ ایک دن میں اتنی مرتبہ جماع کر سکتا ہے۔ جب اس کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کیا اور اس کے خزانوں کی تفتیش کی تو اس پر بھی نظر پڑی تو اپنے دل میں کہا کہ یہی وہ دوا ہے جس کی وجہ سے وہ اتنی لونڈیوں سے ہمبستر ہوتا تھا اور کچھ دوا اس میں سے کھا گیا اور مر گیا۔ تو کسریٰ نے مر کر بھی اپنے قاتل کو قتل کر دیا۔

بادشاہوں کی ذہانت کے واقعات:

(۷۵) ایک بادشاہ مغلوب ہو کر بھاگا تو جو لوگ اس کے تعاقب میں تھے ان کے سامنے شیشے کے نگینے بکھیرتا گیا جن کو اس طرح رنگ دیئے گئے تھے کہ وہ سرخ اور سبز جواہر معلوم ہوتے تھے اور پیتل کے دینار جس پر سونے کا ملمع تھا تو تعاقب کرنے والے ان چیزوں کو چگنے میں مشغول ہو گئے اور وہ ان سے بچ کر نکل گیا۔

(۷۶) ایک بادشاہ کو معلوم ہوا کہ ایک لشکر اس پر چڑھائی کرنے والا ہے اس نے بہت سے جو لے کر انہیں پانی میں پکوایا کنیر کی شاخوں کے ساتھ پھر ان کو سکھا لیا۔ پھر ایک چوپایہ پر اس کا تجربہ کیا جب چوپایہ نے جو کھائے تو اسی دن مر گیا۔ (جب دشمنوں کے قریب آنے کی اطلاع ہوئی) تو اپنے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹ گیا اور جو اور غلہ (کے ڈھیر) ویسے ہی بکھیرے ہوئے چھوڑ گیا۔ جب وہ لشکر یہاں پہنچ گیا تو انہوں نے اپنے جانوروں کو جو کے ڈھیروں پر چھوڑ دیا تو سب کے سب مر گئے۔

عقلمندی

(۷۶) پچھلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا اور وہ بہت موٹا تھا۔ اس کے بدن پر بہت چربی چڑھی ہوئی تھی اور اپنے کاموں سے معذور ہو گیا تھا۔ اس نے اطباء کو جمع کیا اور کہا کہ کوئی مناسب تدبیر کرو کہ میرے اس گوشت میں کچھ کمی ہو کر بدن ہلکا ہو جائے۔ لیکن وہ کچھ نہ کر سکے۔ پھر ایک ایسے شخص کو اس کے لئے تجویز کیا گیا جو صاحب عقل و ادب اور طبیب حاذق تھا۔ تو بادشاہ نے اس کو بلا کر حالت سے باخبر کیا اور کہا کہ میرا علاج کر دو، میں تم کو مالا مال کر دوں گا۔ اس نے کہا کہ اللہ بادشاہ کا بھلا کرے میں ستارہ شناس طبیب ہوں، مجھے مہلت دیجئے کہ میں آج کی رات آپ کے طالع پر غور کر کے دیکھوں کہ کونسی دوا آپ کے ستارے کے موافق ہے، وہ ہی آپ کو پلائی جائے گی۔ پھر وہ اگلے دن حاضر ہوا اور بولا کہ اے بادشاہ مجھے امن دیا جائے۔ بادشاہ نے کہا امن دیا گیا۔ حکیم نے کہا میں نے آپ کے طالع کو دیکھا وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی عمر میں صرف ایک ماہ باقی رہ گیا ہے۔ اب اگر آپ چاہیں تو میں علاج شروع کروں، اور اگر آپ اس کی وضاحت چاہیں تو مجھے اپنے یہاں قید کر لیجئے۔ اگر میرے قول کی حقیقت قابل قبول ہو تو مجھے چھوڑ دیجئے ورنہ قتل کر دیجئے۔ بادشاہ نے اس کو قید کر لیا اور سب تفریحات بالائے طاق رکھیں اور لوگوں سے الگ رہنا اختیار کر لیا، گوشہ نشین بن گیا۔ تنہا رہنے کا اہتمام کرنے لگا، جو دن گزرتا گیا اس کا غم زیادہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ اس کا جسم گھٹ گیا اور گوشت کم ہو گیا۔ جب اس طرح اٹھائیس دن گزر گئے تو طبیب کے پاس آدمی بھیج کر اس کو نکالا۔ بادشاہ نے کہا اب تمہاری کیا رائے ہے؟ طبیب نے کہا اللہ بادشاہ کی عزت زیادہ کرے، میرا اللہ کے یہاں یہ مرتبہ نہیں ہے کہ وہ مجھے غیب کے علم پر مطلع کر دیتا۔ واللہ میں تو اپنی عمر بھی نہیں جانتا تو آپ کی عمر کا کیا حال جان سکتا تھا؟ میرے پاس آپ کے لئے بجز غم کے کوئی دوا نہیں تھی اور میرے اختیار میں آپ کے اوپر غم کو مسلط کرنے کی اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں تھی۔ تو اس تدبیر سے آپ کے گردوں اور دیگر اعضاء کی چربی گھل گئی۔ بادشاہ نے اس کو بہت انعام دے کر رخصت کیا۔

(۷۷) ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک رئیس کے نوجوان لڑکے کو سکتہ ہو گیا۔ تو اس کو دیکھنے کے لئے تمام اطباء کو جمع کیا گیا۔ ان میں قطیعی بھی تھا۔ تمام اطباء کی رائے اس کی موت پر متفق ہو گئی سوائے قطیعی کے۔ اور اہل میت نے اس کو نہلانے اور دفن کا انتظام بھی شروع کر دیا تھا۔ قطیعی نے کہا اس کا علاج کرتا ہوں جس پر لوگوں نے اتفاق کر لیا۔ موت تو نقصان کی آخری حد ہے۔ اہل میت نے اس کو قطیعی کے سپرد کر دیا۔ اس نے کہا ایک غلام کہ جو قوت کے ساتھ کوڑے مار سکے اور کوڑے منگاؤ۔ چنانچہ یہ بھی لے آئے گئے۔ قطیعی نے مارنے کا حکم دیا۔ اس نے کھینچ کر دس کوڑے پوری طاقت سے مارے۔ پھر اس نے کہا اس کے بدن پر ہاتھ پھیرا اور دس اور لگوائے۔ پھر تجسس کیا اور اطباء سے پوچھا کہ کیا مردے کی نبض حرکت کر سکتی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ قطیعی نے ان سے کہا کہ اسکی نبض پر غور کرو تو سب نے اتفاق کیا کہ نبض میں حرکت موجود ہے۔ پھر دس کوڑے اور مارے، پھر کہا کہ اب پھر دیکھو۔ اطباء نے دیکھ کر کہا اب پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ پھر دس کوڑے اور مارے تو اور بڑھ گئی۔ پھر دس کوڑے مارے تو مریض نے بیٹھ کر آہ آہ کرنا شروع کی۔ قطیعی نے پوچھا تمہیں کیا محسوس ہوتا ہے؟ مریض نے کہا مجھے بھوک معلوم ہو رہی ہے۔ قطیعی نے کھانا کھلانے کی ہدایت کی۔ مریض کو مناسب کھانا کھلایا گیا تو اس کی قوت عود کر آئی اور اچھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اس سے اطباء نے پوچھا کہ یہ طریق علاج آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ قطیعی نے کہا کہ میں ایک قافلہ کے ساتھ سفر میں تھا جس کے ساتھ اعراب کے گھوڑے سوار ہماری حفاظت کے لئے چل رہے تھے۔ ان میں ایک سوار اپنے گھوڑے سے گر گیا اور اس کو سکتہ پڑ گیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ یہ شخص مر گیا۔ تو ان میں سے ایک نے اس کو بہت ہی شدت اور سختی سے مارنا شروع کیا۔ جب تک اس کو ہوش نہ آ گیا، اس وقت تک برابر مارتا ہی رہا۔ میں اس سے سمجھا کہ چوٹ اپنی طرف حرارت کو کھینچتی ہے جس نے اس کے سکتہ کو زائل کر دیا۔ اس قیاس پر میں نے اس بیمار کا علاج کیا۔

(۷۸) جبریل بن بختیشوع نے بیان کیا جب رقہ میں ہارون الرشید گئے تھے میں ان کے ساتھ تھا۔ امین الرشید اور مامون الرشید اور ہارون ایک کھانے پینے والا شخص تھا۔ ایک دن بہت سی مختلف اشیاء کھالیں جن میں باہم متضاد کیفیات تھیں، تو ان پر غشی طاری ہو گئی اور نازک حالت یہاں تک کہ لوگوں کو ان کی موت کا یقین ہو گیا۔ مجھے بلایا گیا، میں نے نبض دیکھی تو نبض خفی پائی۔ اور اس سے چند دن قبل ان کو متلی اور خون کی حرکت بڑھ جانے کی شکایت ہو چکی تھی۔ میں نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ ابھی سینگیں کھچوائی جائیں۔ تو کوثر خادم نے کہا اے بدکار کے بچے تو ایک مرے ہوئے شخص کو سینگیاں کھچوانا چاہتا ہے۔ تیری تجویز قبول نہیں کی جائے گی اور نہ اس کی قدر کی جائے گی۔ یہ اس لئے کہا کہ وہ ہارون کی موت سے اپنے دل میں خوش تھا۔ امر خلافت کو اپنے آقا محمد امین الرشید تک پہنچنے کے منصوبے قائم کر رہا تھا۔ مامون الرشید نے کہا بظاہر تو جو ہونا تھا واقع ہو چکا ہے۔ اب سینگیاں کھچوانے میں نقصان ہی کیا ہے حجام یعنی سینگی والے کو حاضر کیا گیا اور میرے پاس غلاموں کی ایک جماعت اس کے جسم کو سنبھالنے کے لئے آ گئی اور حجام نے سینگیاں کھینچنی شروع کر دی تو وہ مقام سرخ ہو گیا۔ اس سے میں خوش ہوا۔ پھر میں نے کہا پچھنے لگاؤں تو پچھنے لگائے گئے۔ اس سے خون نکلتا رہا، جسم کا رنگ کھلتا رہا۔ یہاں تک کہ ہارون باتیں کرنے لگے اور پوچھنے لگے کہ میں کہاں ہوں؟ مجھ کو بھوک معلوم ہو رہی ہے۔ ہم نے ان کو کھانا پیش کیا اور بالکل تندرست ہو گئے۔ پھر افسر حفاظت سے جو بادشاہ کا ذمہ دار افسر تھا، پوچھا کہ اس کو سالانہ کیا ملتا ہے؟ اس نے بتایا کہ دس لاکھ درہم ہر سال، اور اس کے نائب نے کہا پچاس ہزار۔ تو کہنے لگے ہم نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ان لوگوں کے مشاہرات اتنے زیادہ ہیں کہ وہ بھی ہمارے محافظ ہیں تمہاری طرح اور تمہارا مشاہرہ ان سے اتنا کم۔ پھر حکم دیا کہ آئندہ دس لاکھ درہم دیا جایا کرے۔

میرے متعلقین کو میری موت میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ انہوں نے مجھے غسل دیا اور کفن پہنا کر میرا جنازہ اٹھا کر لے چلے اور میرے پیچھے کچھ عورتیں بھی روتی پیٹتی جا رہی تھیں۔ جب جنازہ ایک طبیب کے سامنے سے گزرا جو ہمارے یہاں مطب کرتا تھا، اس کو ابن نوح کہا جاتا تھا۔ تو اس نے لوگوں

سے کہا کہ یہ تمہارا عزیز زندہ ہے۔ مجھے موقع دو کہ میں اس کا علاج کروں۔ اس پر شور مچ گیا۔ ان سے لوگوں نے کہا اس کو علاج کا موقع دینا چاہئے۔ کیا عجب کہ زندہ ہو جائے، ورنہ تمہارا نقصان ہی کیا ہوگا۔ عزیزوں نے کہا ہم کو فضیحت کا ڈر ہے کہ حکومت کو نعش کے دفن نہ کرنے پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ حکیم نے کہا اس کا ذمہ دار میں ہوں کہ فضیحت نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم پھنس گئے؟ حکیم نے کہا پھر سلطان کا حکم میری ذات پر نافذ ہوگا۔ لیکن اگر اچھا ہو گیا تو مجھے کیا ملے گا؟ انہوں نے کہا کہ جو آپ چاہیں۔ حکیم نے کہا اس کی دیت کے برابر۔ انہوں نے کہا کہ اس قدر مال تو ہماری طاقت سے باہر ہے۔ بالآخر ایک مقدار مال جو ورثاء نے دینا منظور کی، طبیب بھی اس پر راضی ہو گیا۔ اور مجھ کو اٹھا کر حمام میں داخل کیا اور میرا علاج شروع کر دیا۔ میں اس وقت سے چوبیس گھنٹے تک کے بعد ہوش میں آ گیا اور اس کو طے کردہ رقم دی گئی۔ میں نے اس کے بعد طبیب سے پوچھا کہ تم نے کیسے پہچان لیا تھا کہ میں زندہ ہوں؟ اس نے کہا میں نے تمہارے دونوں پاؤں کو کفن سے سیدھے کھڑے ہوئے دیکھ لئے تھے اور مردے کے پاؤں بچھے ہوئے ہوتے ہیں کھڑے نہیں رہ سکتے۔ اس سے میں سمجھا کہ تم زندہ ہو۔ اور میں نے قیاس کیا کہ اس کو سکتہ پڑا ہے۔ اور تم پر تجربہ کیا تو میرا تجربہ صحیح ثابت ہوا۔

(۷۹) اسی طرح کی ایک روایت ہم کو یہ پہنچی کہ ایک شخص نے ایک گدھا چرایا، پھر اس کو بیچنے کے لئے بازار پہنچا۔ وہاں اس سے کوئی اور شخص چرا لے گیا۔ پھر جب یہ اپنے گھر واپس ہوا تو بیوی نے پوچھا کتنے میں فروخت کیا؟ کہا بس رأس المال پر ہی دے دیا (یعنی قیمت خرید پر ہی بیچ دیا)۔

(۸۰) ابوالفتح بصری نے بیان کیا کہ چوروں کی ایک جماعت بیٹھتی تھی، ان کے پاس سے ایک شیخ تھیلی لئے ہوئے گزرا جو صراف تھا۔ ان میں سے ایک چور بولا کیا رائے ہے اس شخص کے بارے میں؟ جو اس سے تھیلی اڑا لائے۔ انہوں نے کہا تو کیسے یہ کام کرے گا؟ اس نے کہا دیکھو۔ پھر اس نے اس کے مکان تک اس کا پیچھا کیا اور وہ تھیلی کو چبوترے پر رکھ کر اپنی لونڈی سے بولا کہ مجھ کو پیشاب کی ضرورت ہے، پانی لے کر بالا خانہ آ جا اور اوپر چڑھ کر جب لونڈی اوپر چڑھ گئی تو چور گھر میں گھس کر تھیلی اٹھا لایا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آ پہنچا اور ان کو قصہ سنایا۔ انہوں نے سن کر کہا تو نے کچھ نہ کیا اس کو اس طرح چھوڑ دیا کہ غریب لونڈی کو پیٹتا رہے اور عذاب دیتا رہے یہ اچھی بات نہیں۔ اس نے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا لونڈی مار پیٹ سے بچ جائے اور تھیلی وصول ہو جائے۔ اس نے کہا اچھی بات ہے۔ تو پھر پہنچ گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو درحقیقت لونڈی کو مار رہا تھا۔ شیخ نے کہا کون ہے؟ اس نے کہا آپ کے ہمسایہ دکان دار کا غلام۔ اس نے باہر آ کر کہا کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ کا حافظہ خراب ہو گیا، آپ تھیلی دوکان میں پھینک جاتے ہیں اور چل دیتے ہیں۔ اور اگر ہم اس کو نہ دیکھ لیتے تو کوئی لے جاتا۔ اور تھیلی نکال کر دکھاتے ہوئے کہا وہ یہی ہے نا؟ اس نے کہا ہاں واللہ! اس نے سچ کہا۔ صراف نے اس کو لے لیا تو چور بولا کہ یہ تو مجھے دے دیجئے اور گھر جا کر ایک رقعہ پر لکھ لائیے کہ مجھے تھیلی سپرد کر دی گئی ہے تاکہ میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں اور آپ کا مال آپ کو واپس مل جائے۔ تو اس نے تھیلی اس کو واپس کر دی، اور گھر میں رقعہ لکھنے کے لئے گیا۔ اس نے تھیلی لے لی اور نو دو گیارہ ہوا۔

(۸۱) اور ایک مرتبہ جب کہ بچپن میں عبداللہ بن الزبیر دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو وہاں حضرت عمرؓ بن الخطاب کا گزر ہوا تو سب بچے بھاگ گئے اور یہ کھڑے رہے۔ تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کیا بات ہے اپنے دوستوں کے ساتھ تو نہیں بھاگا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین! میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ بھاگتا۔ اور راستہ میں کوئی تنگی نہیں تھی کہ آپ کے لئے مجھے گنجائش نکالنے کی ضرورت ہوتی۔

(۸۲) سنان بن مسلمہ سے جو بحرین کے امیر تھے، مروی ہے کہ ہم جب مدینہ میں چھوٹے چھوٹے بچے تھے تو کھجور کی جڑ کے پاس سے چھوٹی کچی کھجوروں کو جن کو خلاں کہا جاتا ہے جمع کر رہے تھے تو سب بچے ادھر ادھر بھاگ گئے اور میں اپنی جگہ جما رہا۔ جب وہ مجھ پر آ کر جھک گئے تو میں نے کہا اے امیر

المؤمنین! یہ تو وہ ہیں جو ہوا سے جھڑ جاتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا مجھے دکھا میں دیکھوں گا۔ (ہوا سے جھڑا ہوا ہونا) مجھ سے چھپا تو نہیں رہے گا۔ تو انہوں نے میری گود میں نظر ڈالی اور فرمایا تو نے سچ کہا۔ پھر میں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ دیکھتے ہیں ان لڑکوں کو واللہ جب آپ چلے جائیں گے تو یہ مجھے آکر لپٹ جائیں گے۔ اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب چھین لیں گے۔ تو آپ میرے ساتھ چلے اور مجھے ٹھکانے تک پہنچا دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں آپ کا غلام ہوں۔ اپنے فرض کی بناء پر اور آپ کو اعتراف ہونا چاہئے کہ میں آپ کا بھائی ہوں فضل کی بناء پر جو مجھ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطاء فرمایا ہے۔ اور غلام خطاء کرتا ہے تو آقا معاف کر دیتے ہیں۔

(۸۳) اللہ بن المامون سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ماموں الرشید میری والدہ ام موسیٰ سے سخت ناراض ہو گئے۔ پھر اسی بناء پر مجھ سے بھی اسی درجہ برہم ہو گئے کہ قریب تھا کہ اس کا نتیجہ میرے تلف ہو جانے کی صورت میں بر آمد ہو۔ میں نے ایک دن ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اگر آپ چچا کی بیٹی پر ناراض ہیں تو ان پر مجھ کو الگ کر کے عتاب کریں، کیونکہ میں تو آپ کی طرف سے ان کے پاس گیا ہوا ہوں اور آپ کا ہوں نہ کہ ان کا۔ مامون الرشید نے سن کر کہا تو نے سچ کہا اے ابو عبید اللہ! تو میری طرف سے اس کے پاس گیا ہوا ہے اور میرا ہی ہے اس کا نہیں۔ اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھ کو اس حقیقت پر متنبہ کیا تیرے ذریعہ سے اور تیرے اس فضل یعنی فراست کو جو تجھ میں موجود ہے مجھ پر عیاں کر دیا۔ واللہ آج کے بعد تو میری طرف سے کوئی برائی نہ دیکھے گا اور پسندیدہ عمل ہی دیکھے گا۔ پھر یہ گفتگو ہی میری والدہ سے خوش ہو جانے کا سبب بن گئی۔

(۸۴) صولی نے کہا کہ جاحظ سے منقول ہے کہ ثمامہ نے بیان کیا کہ میں اپنے دوست کے یہاں اس کے مزاج پرسی کے لئے گھر میں داخل ہوا اور اپنے گدھے کو دروازے پر چھوڑ دیا اور اس پر ایک لڑکا بیٹھا ہے۔ میں نے کہا تم بغیر اجازت لئے گدھے پر سوار ہو بیٹھے؟ اس نے اپنی شرارت کی تاویل کے طور پر جواب دیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ بھاگ جائے گا، تو میں نے آپ کی خاطر اس کی حفاظت کی۔ میں نے غصہ سے کہا اچھا بتاؤ نہ ٹھہرتا اور بھاگ جاتا۔ آپ کو اس کی فکر کی کیا حاجت تھی؟ کہنے لگا کہ آپ کی گدھے کے لئے یہ رائے ہے تو اس پر عمل کیجئے اور سمجھ لیجئے کہ وہ بھاگ ہی گیا اور مجھے ہبہ کر دیجئے اور اس پر میری طرف سے مزید شکریہ قبول کیجئے۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ اسے کیا جواب دوں۔

(۸۵) منقول ہے کہ ایاس بن معاویہ جب لڑکے تھے تو ایک بوڑھے کے ساتھ قاضی دمشق کے سامنے گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ نیکی کرے۔ اس بوڑھے نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھ پر زیادتی کی اور میرا مال لے لیا۔ تو قاضی نے کہا کہ اس کے ساتھ نرمی سے بات کر اور اس قسم کی گفتگو سے بوڑھے کا مقابلہ مت کر۔ تو اس نے کہا قاضی کے ساتھ اللہ نیکی کرے، حق میرے ساتھ ہے جو مجھ سے اور آپ سے بھی بڑا ہے۔ قاضی نے کہا چپ ہو جا! تو ایاس نے کہا اگر میں چپ ہو گیا تو میری حجت کون پیش کرے گا؟ قاضی نے کہا کہ بول اور خدا کی قسم تیرے کلام میں خیر نہیں ہوگی۔ تو ایاس نے کہا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ ترجمہ (اس کلمہ کی خیر ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے، اس لئے قاضی صاحب حانث ہو گئے یعنی قسم ٹوٹ گئی۔ شاہی وقائع نگار نے یہ قصہ خلیفہ کو لکھ بھیجا تو خلیفہ نے قاضی کو معزول کر دیا اور اس کو اس کی بجائے قاضی بنا دیا۔

(۸۶) مامون الرشید نے اپنے ایک چھوٹے بچے کو دیکھا جس کے ہاتھ میں حساب کا رجسٹر تھا۔ پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ایک ایسی چیز ہے جس سے ذہانت قوی ہوتی ہے اور غفلت سے بیداری حاصل ہوتی ہے۔ اور وحشت سے انس۔ تو مامون نے کہا میں اللہ کا شکر کرتا ہوں جس نے مجھ کو ایسے بچے عطاء کئے جو اپنی عمر کے مناسب اپنے جسم کی آنکھ سے زیادہ اپنی عقل کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔

(۸۷) فرزوق نے ایک نوعمر لڑکے سے کہا کیا تو اس سے خوش ہوگا کہ میں تیرا باپ ہو جاؤں؟ اس نے کہا نہیں، مگر ماں بن جانے سے خوش ہوں گا تاکہ میرے والد آپ کی مزید باتوں سے محفوظ ہوتے رہیں۔

(۸۸) ایک لڑکا چند لوگوں کے ساتھ کھانے بیٹھا، پھر رونے لگا۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے کیوں روتا ہے؟ تو اس نے کہا کھانا بہت گرم ہے۔ لوگوں نے کہا تو ٹھہر جاؤ تا کہ ٹھنڈا ہو جائے۔ تو اس نے کہا پھر تم اسے نہیں چھوڑو گے۔

(۸۹) اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک نوعمر لڑکے سے جو اولاد عرب میں سے تھا کہا کیا تم اس بات سے خوش ہو سکتے ہو کہ تمہارے پاس ایک لاکھ درہم ہوں اور ان کے ساتھ حماقت بھی ہو اس نے کہا خدا کی قسم نہیں! میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا مجھے یہ ڈر ہے کہ میری حماقت مجھ سے ایسی حرکت کرا دے کہ مال تو جاتا رہے اور میرے پاس صرف حماقت باقی رہ جائے۔

(۹۰) ہارون الرشید کے پاس ایک بچہ لایا گیا جس کی عمر چار سال تھی تو انہوں نے اس سے کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے جو تم کو دی جائے تو اس نے کہا آپ کی حسن تدبیر۔

(۹۱) علی بن الحسین الرازی نے بیان کیا کہ دس آدمی ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے انہوں نے بہلول کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا آؤ آج بہلول کو چھیڑیں گے بہلول نے ان کی گفتگو سن لی تو ان کے پاس آ گیا تو انہوں نے کہا اے بہلول اگر تم اس درخت کی چوٹی تک چڑھ جاؤ تو ہم تمہیں دس درہم دیں۔ کہا اچھی بات لاؤ! انہوں نے دس درہم دے دیئے اس نے ان کی آستین میں ڈال لئے پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا لاؤ سیڑھی تو انہوں نے کہا یہ شرط میں داخل نہیں بہلول نے کہا میری شرط میں تھا تمہاری شرط میں نہیں تھا۔

(۹۲) بہلول سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور بیوی چھوڑی اور مال کچھ نہیں چھوڑا تو ترکہ کی تقسیم کیسے ہوگی؟ بہلول نے جواب دیا اس طرح کر کے بیٹے کے حصے میں یتیمی بیٹی کے حصہ میں رونا پیٹنا اور بیوہ کے حصہ میں گھر کی ویرانی اور جو باقی بچے وہ عصبات کا حق ہوگا۔

(۹۳) قبیلہ بنی اسد میں ایک مجنون تھا ایک مرتبہ اس کا گزر قبیلہ بنی تمیم میں ہوا تو لوگوں نے وہاں اس کے ساتھ بہت چھیڑ چھاڑ کی اور اذیت پہنچائی تو اس نے کہا اے بنی تمیم واللہ میرے علم میں تم سے زیادہ خوش قسمت دنیا میں کوئی نہیں ان لوگوں نے کہا کیسے تو کہا کہ بنی اسد میں میرے سوا کوئی مجنون نہیں اور ان لوگوں نے میرے بیڑیاں ڈال دیں اور مجھے زنجیروں سے جکڑ دیا اور تم لوگ سب کے سب مجنون ہو مگر تم میں کوئی جکڑا ہوا نہیں۔

تیز فہم نیک بیبیاں

(۹۴) ہشام بن عروہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ بتایئے کہ آپ کسی وادی میں اتریں جس میں کچھ درخت تو ایسے ہوں جن کا ایک حصہ چر لیا گیا اور ایک درخت آپ کو ایسا ملا جس میں سے کچھ نہیں چرا گیا۔ وہ اس طرف اشارہ کر رہی تھیں کہ نبی ﷺ نے سوائے ان کے اور کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی تھی۔

قاسم بن محمد حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر جایا کرتے تھے تو اپنی بیبیوں کے درمیان قرعہ ڈال لیا کرتے تھے تو ایک مرتبہ قرعہ حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کے نام نکلا وہ دونوں آپ کے ساتھ روانہ ہو گئیں اور نبی ﷺ جب رات کو سفر میں چلتے تھے عائشہؓ کے ساتھ چلتے تھے ان سے باتیں کرتے رہتے تھے تو ایک دن حفصہ نے عائشہؓ سے کہا تو میرے اونٹ پر سوار ہو جا اور میں تیرے اونٹ پر بیٹھ جاؤں گی اس طرح تو بھی دیکھتی رہے گی اور میں بھی دیکھتی رہوں گی انہوں نے اس کو منظور کر لیا اور عائشہؓ حفصہؓ کے اونٹ پر بیٹھ گئیں اور حفصہ عائشہؓ کے اونٹ پر پھر رسول اللہ ﷺ عائشہؓ کے اونٹ کی طرف آئے جس پر حفصہ بیٹھی تھیں تو آپ نے سلام کیا اور ان کے ساتھ سفر شروع کر دیا پڑاؤ کرنے تک نبی ﷺ حضرت عائشہ کو نظر آئے تو ان میں جوش غیرت پیدا ہوا جب اتریں تو اپنے پاؤں ازخر میں داخل کرتی اور یہ کہتی جاتی تھیں اے اللہ مجھ پر کوئی بچھو مسلط کر دے جو میرے کاٹ لے تیرے رسول سے تو کچھ کہنے کی مجھ کو طاقت نہیں حضور ﷺ کی مفارقت سے بیتاب ہو کر حضرت عائشہؓ سے غلبہ حال کا نتیجہ تھا۔

آپ ایثار و کرم کا مجسمہ بن گئیں آپ کا دولت کدہ مسلمانوں کی تہذیب اخلاق کا ایک مستقل مدرسہ تھا جس میں آپ پس پردہ بیٹھ کر تمام عمر اصلاح امت میں مشغول رہیں۔

(۹۵) عبد اللہ بن مصعب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن الخطاب نے ایک عام اجتماع سے جس میں پس

پردہ عورتیں بھی جمع تھیں فرمایا کہ عورتوں کے مہر کو چالیس اوقیہ سے آگے نہ بڑھاؤ اگر چہ ذی الفصہ کی بیٹی ہو ذی الفصہ سے یزید بن الحصین صحابی حارثی مراد ہیں اگر کسی نے اس سے بڑھایا تو جتنا چالیس اوقیہ سے زیادہ ہوگا میں وہ لے کر بیت المال میں داخل کر دوں گا تو ایک دراز قد عورت نے جس کی ناک دبی ہوئی تھی عورتوں کی صف میں سے کہا اس کا تمہیں اختیار نہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کیوں اس نے جواب دیا اس لئے کہ اللہ عز وجل کا ارشاد ہے واتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئاً اتا خذونه بهتاناً واثماً مبیناً۔

ترجمہ اور تم ان بیویوں میں سے کسی کو ایک انبار مال بھی دیا ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا تم اس سے کوئی بہتان لگا کر واپس لو گے اور کھلا ہوا گناہ کر کے یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورت حق پر پہنچ گئی اور مرد خطا کر گیا۔

(۹۶) عبداللہ بن الزبیرؓ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ جانے کا قصد کیا اور ابو بکر آپ کے ساتھ تھے تو وہ اپنے ساتھ تمام مال جو پانچ چھ ہزار درہم تھا اٹھا لے گئے تو میرے پاس میرے دادا ابوقحافہ آئے اور ان کی بینائی جاتی رہی تھی اور کہنے لگے کہ میں اس کو یعنی ابو بکر کو دیکھتا ہوں کہ واللہ اس نے اپنی جان کے ساتھ اپنے مال کو لے جا کر تم کو دکھ پہنچایا ہے میں نے کہا اے ابا ہر گز نہیں انہوں نے ہمارے لئے بہت مال چھوڑا ہے اور اسماء نے کچھ پتھر کے ٹکڑے اٹھا کر گھر کے اس طاق میں رکھ دیا جس میں ابو بکر اپنا مال رکھتے تھے اور ان پتھروں کے ٹکڑوں پر ایک کپڑا ڈھک دیا تھا اسماء کہتی ہیں پھر میں ابوقحافہ کے پاس گئی اور ان کا ہاتھ پکڑ کر کپڑے پر رکھ دیا اور ان سے میں نے کہا ابو بکرؓ نے ہمارے لئے یہ چھوڑا تو انہوں کے کپڑے کے اوپر سے ہی پتھروں کو دیکھا پھر بولے جب وہ تمہارے لئے یہ چھوڑ گئے تو بہتر ہے اور واللہ انہوں نے ہمارے لئے کچھ نہ چھوڑا تھا نہ کم اور نہ زیادہ۔

(۹۷) اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہ نے بیان کیا کہ میرے سامنے اس عورت کے مانند کوئی نہیں آیا جو ایک صاحب مرتبہ تھی اور اس نے کہا کہ اے قاضی میرے چچا کے بیٹے نے میرا نکاح اس شخص سے کر دیا اور میں نہیں جانتی تھی جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے اس کو رد کر دیا میں نے کہا تو نے کب رد کیا جواب دیا جس وقت مجھے علم ہوا میں نے کہا کب علم ہوا تو بولی کہ جس وقت میں نے اس کو رد کیا میں نے کوئی عورت اس جیسی نہیں دیکھی۔

(۹۸) اصمعی نے بیان کیا کہ امیر المومنین ہارون الرشید کے یہاں حاضر تھا کہ ایک شخص ایک کنیز کو ساتھ لے کر آیا فروخت کے لئے اس کو رشید نے غور سے دیکھا۔ پھر کہا اپنی کنیز کو لے جاؤ۔ اگر اس کے منہ پر چھائیاں نہ ہوتیں اور ناک دبی ہوئی نہ ہوتی تو میں اس کو خرید لیتا تو وہ شخص اس کو ساتھ لے کر چلا جب وہ کنیز پردہ کے قریب پہنچ گئی تو اس نے کہا اے امیر المومنین مجھے اپنے پاس واپس بلا لیجئے میں آپ کو دو بیت سنانا چاہتی ہوں تو بلا لیا اس نے یہ شعر سنائے ا

الظبی فیه خنس بین
والبدر فیه کلف یعرف

ترجمہ: کیونکہ ہرنی میں ناک بیٹھی ہونا کھلی بات ہے اور چاند میں جو چھائیاں ہیں وہ بھی صاف نظر آتی ہیں اس کی بلاغت نے رشید کو حیران کر دیا اس کو خرید لیا اور اس کو مرتبہ تقرب بخشا اور وہ تمام کنیزوں سے زیادہ اس کے مجالس میں حصہ لیتی تھی۔

(۹۹) ہارون بن عبداللہ بن المامون نے ذکر کیا کہ جب خیزران مہدی کے سامنے پیش ہوئی تو اس نے خیزران سے کہا واللہ اے لڑکی تو ہماری پسند کے حد درجہ تک مطابق ہے لیکن تیری پنڈلیاں کھردری ہیں خیزاں نے کہا اے امیر المومنین آپ کو سب سے زیادہ ضرورت اس شے کی ہے جو ان کی جانب ہے آپ ان کو نہ دیکھئے تو حکم دیا کہ اس کو خرید لیا جائے اور یہ مہدی کی بلند مرتبہ حرم بن گئی اس سے موسیٰ اور ہارون پیدا ہوئے۔

(۱۰۰) ابو بکر صولی سے منقول ہے کہ مہدی نے ایک کنیز خریدی اور اس کے ساتھ مہدی کو تعلق خاطر بہت زیادہ ہو گیا اور وہ بھی مہدی سے بہت محبت کرتی تھی لیکن اکثر مہدی سے کھچی کھچی رہتی تھی تو مہدی نے ایک ذریعہ اس پر مامور کیا جو پھسلا کر اس کے دل کی بات معلوم کرے تو اس نے بتایا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ کسی وقت مجھ سے خفا نہ ہو جائیں اور چھوڑ دیں تو میں ہجر میں مر جاؤں گی تو میں اپنی ذات کو اس سے پورے طور

پرلطف اندوز ہونے سے روک لیتی ہوں تا کہ زندگی گزار سکوں تو مہدی نے یہ اشعار کہے۔

طفرت بالقلب منی ادرة مثل الھلال

ترجمہ: میرا دل مجھ سے چھین لے گئی ایک نازک بدن جو چاند کی مانند ہے۔

کلما صبح لھا ودی جـاءت بـاعـتـلال

ترجمہ: جب اس کے ساتھ میری محبت کامل ہوگئی تو اس نے حیلے بہانے شروع کر دیئے۔

(۱۰۱) قبیلہ تغلب کے ایک شخص نے ہم سے بیان کیا کہ ہم میں ایک شخص تھا جس کی بیٹی جوان تھی اور اس کا بھتیجا تھا جو اس کی لڑکی پر فریفتہ تھا وہ لڑکی اس پر فریفتہ تھی اس طرح ایک زمانہ گزرتا رہا۔ پھر اس لڑکی سے ایک شریف آدمی نے پیغام دیا اور اس نے اچھے مہر سے رغبت دلائی تو اس لڑکی کے باپ نے نعم کہہ دیا یعنی اس کو منظور کر لیا اور قوم نکاح کے لئے جمع ہوگئی تو لڑکی نے اپنی ماں سے کہا کہ اے ماں ابا کو اس بات سے کیا امر مانع ہے کہ میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیں اماں نے کہا کہ یہ تو ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے اس نے کہا واللہ کس عمدگی سے اس کو چھوٹے سے کو پالا، پرورش کیا پھر جب وہ بڑا ہو گیا تو اس کو تم چھوڑ رہے ہو پھر اس نے ماں سے کہا اے ماں ہائے واللہ مجھے حمل ہے اگر تم چاہو تو چھپا لو اور چاہو تو مشہور کر دو۔ یہ سن کر اس کی والدہ نے اس کے باپ کو بلایا سب حال بیان کر دیا۔ اس نے کہا اس بات کو چھپا لو پھر وہ ان لوگوں کے پاس گیا جو نکاح کے لئے جمع ہو گئے تھے اور ان سے کہا کہ اے لوگوں میں نے آپ کا پیغام قبول کر لیا تھا اب ایک ایسی چیز پیش آگئی کہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ مجھ کو اجر عطا فرمائے گا میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی کا جس کا نام یہ ہے فلاں بھتیجے سے نکاح کر دیا جب نکاح سے فراغت ہو گئی تو شیخ نے کہا کہ لڑکی کو اس کے پاس بھیج دیا جائے اس پر لڑکی نے کہا وہ اللہ کے ساتھ کافر ہو جائے اگر ایک سال سے پہلے شوہر سے تخلیہ کرے یا اس کا حمل ظاہر ہو جائے تو وہ ایک سال گزرنے سے پہلے شوہر کے پاس نہ گئی اور باپ کو معلوم ہو گیا کہ اس نے نکاح کے لئے اس کے ساتھ ایک حیلہ کیا تھا۔

(۱۰۲) عتبی نے ذکر کیا کہ میں نے فضل بن ابراہیم سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ایک شاعر کا کچھ عورتوں پر گزر ہوا تو اس کو ان کی شان عجیب معلوم ہوئی اس نے کہنا شروع کیا۔

ان النساء شیاطین خلقن لنا

نعوذ باللہ من شر الشیاطین

ترجمہ: عورتیں ہمارے لئے شیاطین پیدا کی گئی ہیں ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں شیاطین کے شر سے تو ان عورتوں میں سے ایک نے جواب دیا اور یہ کہنا شروع کیا

ان النساء ریاحین خلقن لکم

وکلکم یشھٰی شم الریاحین

(۱۰۳) محسن سے منقول ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے لڑ کر طلاق طلب کی اس نے کہا تو حاملہ ہے جب تو بچہ جن لے گی تو میں تجھ کو طلاق دے دوں گا اس نے کہا تجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی کہ تجھ سے حق پرورش کا کوئی معاوضہ طلب کیا جا سکے شوہر نے کہا پھر تو اس سلسلہ میں کیا کرے گی اس نے کہا کہ میں اس کو جنت کے دروازے پر کبوتر بنا کر بٹھا دوں گی اسقاط کرنے والی دوائیں تا کہ حمل ساقط ہو جائے اور بچہ کی روح اڑ کر کبوتر کی جنت میں پہنچ جائے۔

(۱۰۴) علی بن الجہم نے بیان کیا کہ میں نے ایک کنیز خریدی میں نے اس سے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ تو کنواری ہے تو اس نے کہا اے میرے سردار واثق کے زمانہ میں بہت فتوحات حاصل ہوئی ہیں اشارہ اس طرف ہے کہ وہ کنواری نہیں ہے میں نے ایک مرتبہ اس سے کہا کہ صبح میں کتنی دیر ہے تو اس نے جواب دیا مشتاق کی گردن کے برابر جو ابھرتی ہی رہتی ہے یعنی زیادہ دیر ہے اور ایک مرتبہ سورج کو گرہن لگتے ہوئے دیکھا تو بولی میرے حسن سے شرما کر منہ پر نقاب ڈال لی میں نے اس سے ایک رات میں یہ کہا کہ آج ہم اپنی مجلس چاندنی کریں گے تو جواب دیا کہ کیا حرج ہے یہ جمع بین الضرائر نہیں ہے یعنی دو سوکنوں کو ایک جگہ جمع کرنا نہیں یہ بات شرعاً مکروہ ہے کہ ایک بیوی سے ہم بستری ہو اور دوسری بھی موجود ہو اس نے چاند کو اپنی سوکن متخیل کر کے یہ جواب دیا اور وہ زیور سے نفرت کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ محاسن کا چھپانا

قبائح برائیوں کے چھپانے جیسا ہے۔

(۱۰۵)ایک دلالہ نے ایک مرد سے کہا کہ میرے پاس ایک عورت ہے گویا وہ نرگس کی طاق ہے اس نے نکاح کر لیا جب دیکھا تو بدصورت بڑھیا نکلی اس شخص نے دلالہ سے کہا کہ تم نے ہم سے جھوٹ بولا اور دھوکہ کر دیا اس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے اس کو نرگس کی طاق سے تشبیہ دی تھی کیونکہ اس کے بال سفید اور چہرہ زرد اور پنڈلیاں سبز ہیں اور یہ سب باتیں نرگس میں موجود ہیں۔

(۱۰۶)ایک کنیز تھی اور پاک دامن تھی مگر مذاق میں فحش بات بھی کہہ جاتی تھی ایک مرتبہ حاضرین میں سے ایک شخص نے جو بوڑھا تھا اس سے کہا اے سب سے زیادہ خوبصورت ایک بوسہ دے کر مجھ پر احسان کر اس نے فوراً جواب دیا:

یا اقبح الناس وجھا واسخن الخلق مقلۃً

ترجمہ: اے سب سے زیادہ قبیح صورت والے اور سب سے زیادہ سڑے ہوئے گوشہ چشم والے جس سے گندہ پانی بہہ رہا ہے انا سمحت المار مسته فانی بذله اگر میں سخاوت کروں اس امر میں جس کا تو نے قصد کیا تو میں گری پڑی ہوں گی وکیف یوجد بین الحمار والحشف وصله اور گدھے اور ہرنی کے بچے میں ملاپ کیسے پایا جاسکتا ہے۔

(۱۰۷)مبرد نے بیان کیا کہ یسار الکواعب بنی حربن سعد بن قضاعہ کے لوگوں کا غلام تھا اور یہ ان کے اونٹوں کا چرواہا تھا اس نے قبیلے کی بعض عورتوں سے کچھ چھیڑ کی اور یہ غلام سیاہ رنگ تھا تو اس میں سے ایک عورت نے اس کو دھوکہ دیا اور ایسا انداز دکھایا کہ گویا اس نے اس کو قبول کر لیا اس نے ایک دن وعدہ کر لیا اس نے بعض چرواہے دوستوں سے اس کا اظہار کیا تو انہوں نے اس حرکت سے منع کیا اور اس سے کہا یسار کل من لحم الحوار و اشرب من لبن العشار ودع عنک بنات الاحرار۔

ترجمہ: اے یسار اونٹنی کے بچے کا گوشت کھا تازہ اور قریب الولادت اونٹنی کا دودھ پیتارہ آزاد عورتوں کا خیال چھوڑ اس پر یسار نے کہا اذا اجتھاز حکت الی ضحک کہنا چاہا یعنی جب میں اس کے پاس پہنچا تو بہک گیا اس نے کہا ٹھہر جا پہلے میں تجھے سنوار دوں اس کے بعد اس کو پکڑ کر اس کی ناک اور کان کاٹ ڈالے پھر یسار اپنے اس ساتھی کے پاس آیا جس نے اس کو منع کیا تھا اس نے اس کو نہ پہچانا اور کہا کم بخت تو کون ہے۔

(۱۰۸)ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ میرے پاس ایک کنیز ہدیہ لے کر آئی میں نے کہا تیرے آقا کو معلوم ہے کہ میں کوئی ہدیہ قبول نہیں کرتا اس نے کہا کیوں قبول نہیں کرتے؟ میں نے کہا میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اس ہدیہ کی بنا پر پھر ہدیہ لانے والے مجھ سے پڑھنے کے لئے مدد مانگنے آجائیں گے اس نے کہا جس قدر امداد لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے لی ہے وہ کہیں زیادہ ہے اور آپ ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے۔ تو میں نے قبول کر لیا اور وہ کنیز مجھ سے زیادہ دین میں سمجھدار نکلی۔

(۱۰۹) ایک نیک مرد تھے مقام نہر طابق میں رہتے تھے کہ وہ ایک رات بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے انہوں نے بیان کیا کہ میں اس وقت تنگدست تھا تو ایک بڑا چوہا نکلا اور اس نے گھر میں دوڑنا شروع کر دیا پھر دوسرا نکل آیا اور دونوں نے کھیلنا شروع کر دیا اور میرے سامنے ایک طشت تھا میں نے ان میں سے ایک پر الٹا کر دیا تو دوسرا چوہا اس طشت کے گرد پھرنے لگا اور میں خاموش دیکھتا پھر وہ اپنے بل میں گھسا اور منہ میں ایک کھرا دینار لے کر نکلا اور اس کو میرے سامنے ڈال دیا میں لکھنے میں مشغول رہا وہ ایک گھڑی تک بیٹھا ہوا انتظار کرتا رہا پھر واپس گیا اور دوسرا دینار لے کر آیا اور پھر کچھ دیر بیٹھا۔ یہاں تک کہ چار یا پانچ دینار لے کر آیا اور اس مرتبہ ہر بار سے زیادہ دیر تک بیٹھا رہا پھر واپس گیا اور ایک چمڑے کے خالی تھیلی کھینچ کر لایا جس میں دینار رکھے ہوئے اور اس کو دیناروں کے اوپر رکھ دیا تو میں سمجھ گیا کہ اب اس کے پاس کچھ باقی نہ رہا تو میں نے طشت اٹھا دیا تو دونوں بھاگ کر بل میں گھس گئے اور میں نے دینار لے لئے۔

لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ بھیڑیا اس حد تک اپنا بچاؤ کرتا ہے کہ وہ اپنی دونوں آنکھوں کو بھی بچاؤں میں اپنا ساتھی بنالیتا ہے جب سوتا ہے تو ان میں سے ایک کھولے رکھتا ہے تاکہ وہ اس کی نگہبان رہے حمید بن بلال نے بھیڑیئے کے بارے میں کہا ہے

ینام باحدی مقلتیه ویتقی
باخری الاعادی فهم یقظان هاجع

بھیڑیا اپنی آنکھ سے سوتا ہے اور دوسری آنکھ دشمنوں سے اپنا بچاؤ کرتا ہے تو وہ بیک وقت جاگتا بھی ہے اور سوتا بھی ہے۔

(۱۱۰) ابن الاعرابی نے ہشام بن سالم سے نقل کیا ہے کہ ایک سانپ نے مکاء کا انڈا کھالیا مکاء ایک سفید رنگ کا خوش آواز پرند ہے مکاء نے اس کے سر پر پھڑ پھڑانا شرع کیا اور اس سے قریب ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ جب سانپ نے اس پر اپنا ہاتھ منہ کھولا اور اس کو پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے اس کے منہ میں ایک چھوٹی سی ہڈی ڈال دی جو اس کے حلق میں اٹک گئی یہاں تک کہ سانپ اس سے مرگیا۔

(۱۱۱) اور لومڑی کی ہوشیاری یہ ہے کہ جب اس کی غذا کی دشواری پیش آتی ہے تو مردہ بن جاتی ہے اور اپنا پیٹ پھلا لیتی ہے تو کوئی پرندہ اس کو مردہ سمجھ کر اس پر آپڑتا ہے تو اس پر حملہ کردیتی ہے۔

(۱۱۲) اور سانپوں میں سے ایک قسم یہ ہوشیاری کرتا ہے اپنی دم ریت میں ٹھونس دیتا ہے تاکہ وہ نظر نہ آئے اور سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے یہ کام دوپہر کے وقت شدت کی گرمی میں کرتا ہے تو کوئی پرندہ جو اڑتا ہوا نیچے اترنا چاہتا ہے وہ ریت کی گرمی کی وجہ سے ریت پر بیٹھنے سے اعراض کر کے اس درخت کا ٹھنٹھ سمجھ کر سر پر آکر بیٹھتا ہے اور یہ اس کو دبوچ لیتا ہے۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ان کے شہروں میں سانپ گائے کے پاس آکر ان کی ٹانگوں پر لپٹ جاتا ہے اور تھن کو منہ میں دبالیتا ہے تو گائے ایسی بے حس وحرکت ہو جاتی ہے کہ آواز نکالنے پر بھی قادر نہیں رہتی اور یہ دودھ چوس جاتا ہے۔

(۱۱۳) اور ہرن ہمیشہ اپنی کھودی میں پچھلے پاؤں داخل ہوتا ہے اور اپنی آنکھوں کو باہر کی طرف رکھتا ہے تاکہ اپنی ذات کو اور بچہ کو اگر کوئی خطرہ واقع ہوسکتا ہو تو اس کا علم ہو جائے۔

(۱۱۴) مادہ بجو ساٹھ انڈے دیتی ہے پھر جس سوراخ میں انڈے دیتی ہے اس سوراخ کا دروازہ بالکل بند کردیتی ہے اور اس کو چالیس دن بند چھوڑے رکھتی ہے پھر کھود کر راستہ کھول دیتی ہے تو بیضے پھٹ چکے ہوتے ہیں۔

(۱۱۵) اور گدھ بہت حریص ہے اور جب مردار گوشت سے خوب ڈٹ جاتا ہے تو اڑنے کی قوت نہیں رہتی تو جب اڑنا چاہتا ہے تو متعدد بار کودتا رہتا ہے اور اس میدان کے گرد جہاں مردار پر گرا تھا چند بار کودتا ہوا گھومتا ہے پھر آہستہ آہستہ چکر باندھ کر اپنے کو ہوا میں اٹھاتا ہے یہاں تک کہ ہوا کی بڑی مقدار اس کے جسم میں نیچے آجائے پھر بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۱۱۶) اور بلی چوہے کو چھت میں دیکھتی ہے تو اپنے ہاتھ کو اسی طرح حرکت دیتی ہے گویا اس کو نیچے اترنے کا اشارہ کررہی ہے بار بار ایسا ہی کرتی ہے تو وہ واپس آجاتا ہے اور وہ ایسا اپنی نگاہ کا اثر ڈالنے کے لئے کرتی ہے اور اس وقت تک کرتی رہتی ہے کہ وہ گر پڑے۔

(۱۱۷) اور شہباز شکار کی جستجو کی پرواہ بھی نہیں کرتا بلکہ کسی اونچے مقام پر ٹھہر جاتا ہے جب کوئی شکار کرتا ہے تو اس پر دفعتہً ٹوٹ پڑتا ہے جب وہ اس کو دیکھتا ہے تو اس کی ہمت اس سے زیادہ نہیں ہوتی کہ بھاگ نکلے اور شکار کو اس کے ہاتھ میں چھوڑ جائے۔

(۱۱۸) اور شہباز کو جب جگر کی تکلیف ہوتی ہے تو وہ خرگوش اور لومڑی کا جگر کھاتا ہے اس طرح حاصل کرتا ہے کہ ان کو اٹھا کر لے جاتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے چند بار ایسا کر کے صرف جگر نکال کر کھاتا ہے اور اس سے تندرست ہو جاتا ہے۔

(۱۱۹) معافی بن زکریا کہتے ہیں کہ ایک شیر اور بھیڑیا اور لومڑی ساتھی بن گئے اور شکار کے لئے نکلے تو انہوں نے گدھے ہرن اور خرگوش کا شکار کیا تو شیر نے کہا کہ شکار کی تقسیم تو کردے تو اس نے کہا یہ تو بالکل کھلی ہوئی بات ہے گدھا تیرا اور خرگوش لومڑی کا اور ہرن میرا تو شیر نے پنجہ مار کر اس کی کھوپڑی جدا کردی پھر لومڑی کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا خدا اسے ہلاک کرے تقسیم کے بارے میں یہ کس قدر جاہل واقع ہوا پھر کہا کہ یہ کام تو کر لومڑی نے کہا اے ابوالحارث یعنی شیر بالکل واضح بات ہے گدھا آپ کے ناشتے کے لئے ہے اور ہرن رات کے کھانے کے لئے خرگوش کا نقل درمیان میں کر لیجئے شیر نے کہا ارے کم بخت کتنا اچھا فیصلہ تو نے کیا یہ فیصلہ تجھے کس نے سکھایا؟ لومڑی نے کہا بے انصاف بھیڑیے کا سر میرے سامنے ہے (اسی نے سکھایا)۔

(اقتباسات لطائف علمیہ)

باب ۲۳

گلھائے رنگا رنگ

اس باب میں .... اولاً بزرگوں کی کرامات ہیں، پھر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب اور فقہ کے بارے میں وضاحتیں ہیں۔

پھر حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ کے مکتوب سے اقتباس ہے

اس کے بعد کتاب ''عمدۃ السلوک'' سے سلوک کے بارے میں چند اقتباسات ہیں۔

تمباکو نوشی اور پردہ کے بارے میں امام حرم نبوی کا خطبہ ہے۔

اور آخر میں تفسیر ابن کثیر سے اہل کتاب سے ملنے والے صداقت اسلام کے شواہد پر مشتمل مضامین ہیں۔

کرامات اولیاء

حضرت شیخ حنفی رحمہ اللہ:

ایک دفعہ بادشاہ وقت نے حضرت شیخ حنفی رحمہ اللہ کی کچھ بے ادبی کی پھر سخت وست کہا اور اللہ نے اسے بیمار کر دیا لاعلاج ہو کر بادشاہ نے کہا ان کی خدمت میں کسی کو بھیجو کہ ان کا دل خوش کرے امراء دربار پیامات پہنچاتے رہے حتیٰ کہ آپ کو رحم آ گیا ایک روٹی زیتون کے تیل میں مالیدہ کی ہوئی بھیج دی اور ان لوگوں سے فرمایا کہ بادشاہ سے کہہ دو کہ یہ کھالے اچھا ہو جائے گا اور پھر بے ادبی نہ کرنا ورنہ تمہاری گوشمالی کی جائے گی ایک بار ان کے پاس امیر بیق نے روپوں کا ڈھیر بھیج دیا۔ آپ کرسی پر بیٹھے تھے اس میں سے مٹھیاں بھر بھر کر لوگوں کی طرف پھینکنے لگے اور اسے کل کو قاصد کے سامنے ہی ختم کر دیا یا اس کو دکھلا دیا کہ فقراء اس سے مستغنیٰ ہیں اور یہ کہ اگر یہ لوگ دنیا سے محبت کرتے تو تمام لوگوں سے بڑھ کر ان کو یہ درجہ حاصل نہ ہوتا جب امیر کو یہ واقعہ پہنچا وہ حاضر ہوا اور دست بوسی کی شیخ نے فرمایا اس کنویں پر جاؤ اور یہ حوض پانی سے بھرو اس کا ثواب قیامت تک تمہارے اعمال نامہ میں درج ہوگا امیر نے اچکن وغیرہ اتار دی اور ڈول بہت بھاری تھی بڑی مشقت سے اوپر تک لایا تو اشرفیوں سے لبریز پایا حضرت شیخ سے ماجرا عرض کیا تو فرمایا اس کو کنویں میں الٹ دو پھر بھرو اسے دوبارہ بھرو تو ایسے ہی ہوا فرمایا کنوئیں سے کہہ دو کہ ہم کو پانی ہی کی ضرورت ہے۔

مالکی قاضی کا امتحان کے واسطے آنا:

آپ کے پاس ایک مالکی قاضی امتحان کے واسطے آئے فرمایا اگر مجھ سے پوچھ سکا تو میں سجادہ فقراء پر بیٹھنا چھوڑ دوں گا جب قاضی صاحب آ گئے تو پوچھنے لگے کیا فرماتے ہیں اس میں اور خاموش ہو گئے شیخ نے فرمایا جی پھر کہا کیا فرماتے ہیں اس میں خاموش ہو گئے پھر قاضی صاحب نے عرض کیا کہ میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں مگر اب بھول گیا پھر اپنا سر کھوا استغفار کیا اور عہد کیا کہ فقراء پر اعتراض نہ کیا کرینگے۔

عجیب کرامات:

کسی مرید کو جو ریف کے منتہا پر ہوتا پکارتے تھے وہ جواب دیتا تھا اگر فرماتے آؤ تو آ جاتا تھا یا فرماتے تھے کہ یہ کرو تو وہ کر لیتا تھا ایک روز آپ نے غربی علاقہ کے قطور کے شہروں میں سے کسی شہر میں ابوطاقیہ کو آواز دی اس نے آپ کی آواز سن لی اور قاہرہ حاضر ہو گیا آپ کی خدمت میں اڑنے والے بزرگ حاضر ہوا کرتے تھے آپ ان کو ادب سکھلاتے تھے اور پھر ہوا میں اڑ جاتے تھے اور لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے حتیٰ کہ وہ نظر سے اوجھل ہو جاتے تھے اور دریائی لوگوں سے بھی ملاقات کرتے تھے کپڑوں سمیت سمندر میں گھس جاتے تھے بہت دیر تک وہاں رہتے اور نکل آتے تھے مگر کپڑے نہ بھیگتے تھے آپ کی خانقاہ کے امام کو یہ واقعہ پیش آیا کہ جب وہ نماز کو چلے راستہ میں ایک حسین عورت پر نظر پڑی انہوں نے اسے دیکھ لیا جب خانقاہ میں پہنچے تو شیخ نے دوسرے شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

ان کے پاس ایک تو مبا تھا جس وقت جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی وہ اس میں ہاتھ ڈالتے اور وہی چیز اس میں سے نکال لیا کرتے تھے۔

برا کہنے اور زہر دینے کا واقعہ:

ابن تمار وغیرہ نے شیخ کو کسی سفارش کے قصہ میں برا کہا اور یہ ایک شیخ سے وابستہ تھے جو بڑے اولیاء میں سے تھے اور بسطامی کہلاتے تھے شیخ محمد حنفی نے فرمایا ہم نے ابن التمار کو تباہ کر ڈالا ہے اس کے ساتھ ایک ہزار بسطامی کیوں نہ ہوں پھر بادشاہ نے آدمی بھیجے اور ابن التمار کا گھر گروا دیا جو اس وقت تک ویران پڑا ہوا ہے ایک امیر نے حضرت شیخ کے ساتھ برائی کا قصد کیا کہ آپ کے سامنے ایک زہریلے برتن میں کھانا رکھا اور پیش کر دیا اور آپ کے برتن میں کسی کو ساتھ کھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی آپ نے اس میں سے کچھ تھوڑا سا تناول کیا

پھر اٹھ کر خانقاہ تشریف لے گئے برتن مل جل گئے ان امیر کے دولڑکے آئے انہوں نے شیخ والے برتن کو صاف کیا تو یہ دونوں مر گئے اور شیخ کو زہر نے کچھ نہ نقصان پہنچایا۔

ایک ٹکر مارنے والے کا واقعہ:

ایک امیر جو اس شخص سے ٹکر لڑتا تھا یہ اس کا سر توڑ دیتا تھا غلاموں سے ٹکر لڑتا تھا اس نے قاصد سے یہ کہا کہ اپنے شیخ سے کہہ دینا کہ خانقاہ میں بیٹھے رہیں اور اس سے مڈبھیر نہ کریں ورنہ آپ کا سر توڑ دے گا قاصد نے آکر شیخ سے عرض کر دیا آپ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا جب رات ہوئی تو اس نے سر کھولا اور دیواروں میں ٹکریں مارتا مارتا مر گیا بادشاہ کو خبر پہنچی تو کہنے لگا اس کو شیخ حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے قتل کر ڈالا اولیاء کو برا کہنے سے غیرت وغضب حق جوش میں آجاتا ہے بددعا کرتے ہیں تا کہ آخرت کی سزائے عظیم اس سے ٹل جائے۔

جنوں کو درس دینا اور گائے چوری کا واقعہ:

آپ جنوں کو حنفی مذہب کا درس دیا کرتے تھے ایک روز کسی کام کی وجہ سے مشغولی ہوگئی تو آپ نے اپنے داماد سید عمر کو بھیج دیا اس دن سید عمر نے ان کو شیخ کے گھر میں پڑھایا یہ سید عمر کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک عورت جن نے شادی کرنا چاہی میں نے سید محمد رحمہ اللہ علیہ سے مشورہ کیا آپ نے فرمایا ہمارے مذہب میں یہ جائز نہیں ہے میں اس کے ساتھ زمین کے نیچے گیا تو اس نے اپنے بادشاہ کے سامنے یہ قصہ پیش کیا کہ بادشاہ نے کہا جو سید محمد نے کہا ہے میں اس پر اعتراض نہیں کر سکتا پھر بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ شیخ کے داماد سے اس ہاتھ سے مصافحہ کر جس ہاتھ سے تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا تھا تا کہ یہ اس ہاتھ سے سید محمد سے مصافحہ کرلیں اور ان کے اور حضور ﷺ کے مصافحہ کے وقت درمیان آٹھ سو سال کا فصل ہو جائے پھر اس جن عورت سے کہا کہ ان کو اس جگہ پہنچا آؤ جہاں سے لائی ہو آپ کا (پرائیویٹ سیکرٹری) ابن البارزی نے ایک دن دیکھا کہ آپ گھوڑے پر سوار ہیں اور امراء کی ایک جماعت جلو میں ہے اس نے اس پر انکار کیا اور کہا یہ اولیاء کا طریقہ نہیں ناظر خاص نے اس سے کہا اعتراض نہ کرو کیونکہ اولیاء کے حالات مختلف ہوتے ہیں ابن البارزی نے کہا کہ میں ضرور کسی کو بھیج کر یہ کہلاؤں گا کہ جب قافلہ حاضر ہوا اور حضرت کو یہ پیام پہنچایا فرمایا اپنے آقا سے کہہ دینا کہ تم ہمیشہ کے لئے معزول کر دیئے گئے شاہ موید باللہ نے اس کے پاس قاصد بھیجا اور فرمان دیا کہ تم اپنے گھر بیٹھو اور پھر وہ معزول ہی رہا یہاں تک کہ اسی بادشاہ نے اس کو قتل کر دیا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں بزرگوں کے انکار سے سفارش بھیجی آپ کی ایک نیل گئے چوری چلی گئی اور چھ ماہ غائب رہی ایک دن شیخ نے خدمت گار لڑکے سے فرمایا کہ روضہ میں جاؤ اور فلاں دروازہ کھٹکھٹاؤ جب گھر والا باہر آئے اسی سے کہنا کہ وہ ہماری نیل گائے جو چھ ماہ سے تمہارے پاس ہے دیدو۔ اس نے وہ دیدی تو فرمایا ھذہ بضاعتنا ردت یہ ہمارا مال ہمیں لوٹا دیا گیا۔

قرض کا غائب سے ادا ہو جانا:

شیخ کے پاس جب خرچ کے لئے کچھ نہ رہتا اپنے لوگوں سے قرض لے لیا کرتے تھے جب کچھ آتا ادا فرما دیتے تھے اس طرح آپ پر ساٹھ ہزار قرض ہوگیا تو شیخ کو بڑا فکر ہوا ایک دن ایک شخص ایک بڑی سی تھیلی لئے ہوئے حاضر ہوا اور یہ کہا کہ جس جس کا قرض شیخ کے ذمہ ہو وہ آئے اور لے جائے اور سب قرض ادا کر دیا حاضرین میں سے کسی نے اس شخص کو نہ پہچانا آخر شیخ سے پوچھا فرمایا یہ قدرت کا صراف ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارا قرض ادا کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

دسترخوان اور مسائل بتانے سے متعلق کرامات

کسی کو دسترخوان پر یاد فرماتے تھے تو ان کی جانب سے ایک دو لقمے کھا لیتے تھے اور وہ ان کے پیٹ میں پہنچ جاتا تھا وہ چاہے جہاں ہوں اور پھر جب وہ آتے تو اس کو بیان کرتے۔ کوئی شخص کوئی مسئلہ پوچھتا آپ جواب دیتے یہاں تک کہ وہ سوال کرنا چھوڑ دیتا تو آپ فرماتے میرے پاس نہ ہوتا تو میں لوح محفوظ سے جواب دیتا۔

علم کیمیا اور نماز سے متعلق کرامت:

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ

حضرت میں عیالدار ضرورت مند ہوں مجھے کیمیا بتا دیجئے فرمایا پورے ایک سال ہمارے پاس رہو اور شرط یہ ہے کہ جب وضو ٹوٹ جائے فوراً وضو کرو دو رکعت پڑھا کرو وہ رہ پڑا اور ایسے ہی کرتا رہا جب مقررہ مدت میں ایک دن باقی رہ گیا تو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کل تمہاری حاجت پوری کریں گے پھر جب وہ حاضر ہوا تو فرمایا اٹھو اور کنویں سے وضو کے لئے پانی بھر لاؤ اس نے کنویں سے ایک ڈول بھرا تو وہ اشرفیوں سے لبریز تھا عرض کیا، حضرت اب تو ایک بال بھی اس کا خواہاں نہیں رہا فرمایا اس کو اسی کی جگہ گرا دو اور تم اپنے شہر چلے جاؤ کیونکہ اب سب کے سب کیمیا ہی ہو گئے وہ اپنے وطن لوٹ گیا اور لوگوں کو اللہ کے راستہ کی دعوت دی اور بڑا نفع پہنچا۔

شیخ شمس الدین بن کتیلہ کہتے ہیں کہ جب نماز پڑھتے تھے ان کی داہنی جانب چار روحانی اور چار جسمانی نماز پڑھتے تھے جن کو سوائے شیخ اور چند خواص کے اور کوئی نہیں دیکھتا تھا۔

دریائی لوگوں اور نمازوں کی منادی سے متعلق واقعہ

نیل کے دریائی آدمی آپ کی زیارت کے لئے روضہ میں آپ کے مکان پر آیا کرتے تھے اور آپ لوگ ان کو دیکھتے تھے آپ کی صاحبزادی ام المحاسن کہتی ہیں کہ ایک بار یہ لوگ زیارت کو آئے سبز چادریں اور نہایت پاکیزہ لباس پہنے ہوئے تھے مغرب کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی اور کپڑوں سمیت دریا میں گھس گئے میں نے عرض کیا کہ حضرت پانی میں ان کے کپڑے نہیں بھیگتے آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا یہ لوگ دریا ہی میں رہنے والے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ قاہرہ کے گلی کوچوں میں اور بازاروں میں بلند آواز سے ندا دوا ے مسلمانو تم کو شیخ محمد حنفی حکم دیتے ہیں کہ پانچوں اور خصوصاً عصر کی نماز کی پابندی کیا کرو آپ کا یہ اعلان تمام شہروں میں مشہور ہو گیا کہ شیخ نے اس کا حکم دیا ہے سننے والوں میں سے کسی نے منادی کرنے والے پر اعتراض کیا کہ یہ شیخ حنفی کا حکم نہیں ہے یہ تو حق تعالیٰ جل شانہ کا حکم ہے وہ درویش شیخ کی خدمت میں واپس آیا اور واقعہ عرض کیا شیخ خاموش ہو گئے وہ تیسرے روز مر گیا۔

شاہی لباس اور اہل قبور کو سلام کرنے سے متعلق واقعہ:

ایک درویش نے آپ کا لباس دیکھا جو بادشاہوں کے مناسب حال تھا۔

عرض کیا کہ آپ یہ لباس جو بدن مبارک پر ہے اتار دیں اور یہ جبہ جو اس کے پاس تھا پہن لیں پھر ہم دونوں قرافہ چلیں شیخ نے قبول فرمایا اور دونوں چل دیئے راہ میں ایک امیر نے شیخ کو دیکھا پہچان لیا اور گھوڑے پر سے اتر پڑا اور خود اپنا لباس پہنے ہوئے کو اتار کر پیش کیا اور شیخ کو خدا کی قسم دی کہ اسے قبول فرمائیں اور پھر اس کے خدام شیخ کے ساتھ ہوئے اور خانقاہ تک پہنچا گئے شیخ نے اس درویش سے فرمایا بیٹا دیکھا ہم کیا چیز ہیں (کہ اپنی رائے سے کوئی لباس اختیار کریں۔)

ان درویش نے توبہ کی پھر تا وفات شیخ کی خدمت میں رہے قبرستان کی زیارت کو تشریف لے جاتے اہل قبور کو سلام کرتے اور اہل قبور ایسی آواز سے جواب دیتے تھے کہ ساتھ کے لوگ سن لیتے تھے۔

محمد بن حسن اخمیمی

آپ کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے تمام چیزوں کے ذکر کی کیفیتیں دکھا دی یہاں تک کہ درختوں اور پتھروں کو مختلف الاذکار دیکھا ہے۔

ابو عبداللہ الواسطی

آپ قندیلوں کو گل کر کے سوئے تھے پھر ان کو اشارہ کیا تو سب روشن ہو گئے اور آپ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ احمد نخال آپ کے پاس آئے تو آپ کی سات آنکھیں دیکھیں ان کو غش آ گیا ہوش میں آئے تو شیخ نے فرمایا جب آدمی کامل ہو جاتا ہے تو دنیا کی اقلیموں کی تعداد کے موافق اس کی سات آنکھیں ہو جاتی ہیں۔

ابن عمر کو چھڑانے سے متعلق واقعہ:

شیخ نے تین گدھے طلب فرمائے اور فرمایا سوار ہو لو ہم شیخ کے ہمراہ سوار ہو لئے اور قاہرہ چل دیئے شیخ بادشاہ کے محل

کے نیچے جا کر بیٹھ گئے اور خوب غور سے دیکھنے لگے لوگ ابن عمر کو بیڑیاں پہنائے قلعہ کی طرف لے جارہے تھے آپ نے ابن النخال سے فرمایا تم اس شخص کے پیچھے پیچھے جاؤ جب تم بادشاہ کو دیکھو کہ وہ ناراض ہونے لگے اور اس کے قتل کا حکم دے دیں تو تم شہادت کی انگلی کو انگوٹھے کے اوپر رکھ کر اس پر حملہ کردو تو جس قدر لوگ اس مجمع میں ہونگے سب کے سانس رکنے اور گلے گھٹنے لگیں گے یہاں تک کہ بادشاہ کا بھی ابن النخال اس کے پیچھے پیچھے ہوئے جب بادشاہ ناراض ہوا تو انہوں نے جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا کیا بادشاہ چلایا چھوڑ دو چھوڑ دو اور اس کو انعام دو پھر اس کی تمام جماعت نے زعفران لگائی اور ابن النخال چلے آئے اور شیخ سے عرض کیا۔

شیخ احمد زاہد کسی کو اس وقت تک سجادہ پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے تھے جب تک اس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو جاتی تھی۔

محمد بن احمد فرغل

آپ کے پاس ایک پادری آیا اور زرد رنگ کے خربوزہ کا اشتیاق ظاہر کیا موسم اس کا نہ تھا مگر آپ نے لا دیا اور فرمایا اپنے پروردگار کی عزت کی قسم کوہ قاف کے پیچھے مل سکا ہے۔

آپ بار بار بیان فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت حق جل وعلاشانہ کے سامنے عرش کے نیچے چل رہا تھا حق تعالیٰ نے مجھے یہ فرمایا اور میں نے یہ عرض کیا قاضیوں میں سے ایک شخص نے اس کی تکذیب کی آپنے اس کو گونگا ہونے کی بددعا دی تو وہ وفات تک گونگا ہی رہا۔

ایک نصرانی عورت کا قصہ:

ایک نصرانی عورت آپ کی معتقد تھی جو بلاد فرنگ میں رہتی تھی اس نے نذر کی تھی اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے لڑکے کو صحت دیدی تو وہ شیخ فرغل صاحب کے واسطے ایک فرش بنائے گی آپ بیاں فرمایا کرتے تھے کہ لو اب ان لوگوں نے فرش کی اون کات لی اور اب ان لوگوں نے کتی ہوئی اون کو کیلوں پر لپیٹ لیا۔

اور وہ فرش لے لے کیونکہ وہ اب دروازہ تک پہنچ گیا ہے اور سب باتیں ایسی ہی نکلیں تو آپ نے ایک سبز خوشہ لیا اور خرمن کے اوپر ڈال دیا اور جلا دیا لوگوں نے شور مچایا کہ اس مجنون نے خرمن کو جلا دیا ان کو پکڑا اور مارا تو انہوں نے کہا کہ میں نے آگ سے کہہ دیا تھا کہ تو میرے خوشہ کو ہی جلانا اور بس اب تم لوگ دیکھ لو دیکھا تو ماسوائے خوشہ کے اور کچھ نہ جلا تھا۔

آپ نے اس شخص سے کہا کہ تم اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردو اس نے جواب دیا اس کا مہر تمہارے لئے بہت زیادہ ہوگا فرمایا کیا مہر چاہتے ہو اس نے کہا چار سو اشرفیاں فرمایا فلاں فلاں صراف عورت کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ فرغل نے کہا ہے کہ ایک تھیلی اشرفیوں کی اور ایک روپوں کی بھر دو اس نے دو تھیلیاں بھر کر دیں ابن الزرازیری حاضر ہوا تو فرمایا ہم نے تم کو فلاں مقام سے فلاں تک کا والی بنا دیا تو بادشاہ نے ان کو صعید کے چار صوبوں کا ولی مقرر کر دیا۔

محمد بن حمزہ

جو آق شمس الدین آپ جس طرح روح کے طبیب تھے جسم کے بھی طبیب تھے طب ظاہری میں آپ کی تصانیف بھی ہیں روایت میں ہے کہ جڑی بوٹیاں آپ کو پکار پکار کر کہا کرتی تھیں کہ میں فلاں مرض کی دوا ہوں جب سلطان محمد خان نے فتح قسطنطنیہ کا قصد کیا۔

فرمایا کہ عنقریب فلاں روز صحتوۃ الکبری کے وقت مسلمان قلعہ کے فلاں حصہ میں داخل ہو جائیں گے۔

اندیشہ ہوا کہ نہ معلوم شیخ کی پیش گوئی پورا نہ ہونے کی وجہ سے شیخ پر کیا ظلم کر گزرے خیمہ کی رسی ذرا اٹھائی اور دیکھا کہ شیخ زمین پر سجدہ میں ہیں سر کھلا ہوا ہے گریہ وزاری جاری ہیں میں نے اپنا سر نہیں اٹھایا تھا کہ شیخ اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے قلعہ کے فتح کا ہم پر احسان فرمایا سارا لشکر قلعہ میں داخل ہو چکا تھا شیخ کی دعاء ساتوں آسمانوں کو چیر کر جاتی تھی۔

قبر کی تعیین کرنا:

کتب تاریخ میں روایت تھی کہ حضرت ابوایوب انصاری کی قبر مبارک قسطنطنیہ کی طار دیواری کے قریب کسی جگہ ہے حضرت شیخ سے درخواست کی گئی کہ آپ وہ جگہ معین فرمائیں آپ تشریف لے گئے اور دیر تک مراقب رہے پھر فرمایا کہ ان

کی روح میری روح کی طرف متوجہ ہوئی اور اس فتح کی مبارک باد دی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کی کوشش کو قبول فرمالیا ہے تم نے ظالم کفار کے قبضہ سے مجھے چھڑا دیا یہ خبر سلطان محمد خان کو پہنچی تو وہ اس جگہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت ابوایوب انصاری کی قبر کے باب میں حضرت والا کی تصدیق تو کرتا ہوں لیکن ایک فرمائش ہے کہ میرے واسطے قبر مبارک کی کوئی ایسی علامت مقرر فرمادیں جسے میں خود اپنی آنکھ سے دیکھ لوں اور اس میں سے میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔ پھر شیخ کچھ دیر اور مراقب رہے اور فرمایا اس جگہ کو قبر کے سرانے کی طرف سے دو ہاتھ کھودو۔ ایک سفید پتھر نکلے گا جس پر عبرانی زبان میں کچھ لکھا ہوگا جس کا ترجمہ یہ ہے اور آپ نے کچھ مضمون فرمایا جب لوگوں نے دو ہاتھ کھودلیا تو ایک سفید پتھر نمودار ہوا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا جو شخص اس کو پڑھ سکا اس نے پڑھا اور ترجمہ کیا اس کا مضمون وہی تھا جو شیخ نے بیان فرمایا تھا سلطان حیران رہ گیا اور اس پر ایک عجیب حال طاری ہو گیا اگر لوگ سنبھال نہ لیتے تو وہ گر پڑتا پھر سلطان نے اس جگہ ایک قبہ اور ایک جامع مسجد اور حجرے بنانے کا حکم دیا اور شیخ سے درخواست کی کہ آپ مع مریدوں کے یہاں قیام فرمائیں مگر شیخ نے قبول نہیں فرمایا اور بادشاہ سے اجازت طلب کی کہ اپنے وطن لوٹ جائیں سلطان نے آپ کی دلداری کے لئے اجازت دے دی جب آپ اپنے وطن قصبہ کو نیک پہنچے وہاں ایک زمانہ تک قیام فرمایا اور وہیں دفن ہوئے اس کو شقائق نعمانیہ میں بیان کیا ہے۔

محمد بن علی باعلوی

علم وعمل وولایت کے آئمہ میں سے ہیں بعض دفعہ بغیر بارش وبادل کے سیلاب فرماتے کہ پی لو غسل کرلو مگر کسی کو خبر نہ کرنا غسل کیا تو اس میں زعفران کی خوشبو زعفران کا رنگ پایا کپڑوں سے ایک مدت تک خوشبو وفات ۸۶۲ھ مقبرہ زنبل میں دفن۔

سملالی سید حسینی شاذلی... صاحب دلائل الخیرات

آپ کے ہاتھ پر بہت بڑی مخلوق نے توبہ کی اور آپ کا ذکر آفاق عالم میں شہرت بڑے بڑے خرق عادات اور بڑی بڑی کرامتیں ظاہر ہوئیں نعش مبارک کو مراکش نقل کیا گیا تو آپ کو ایسا ہی پایا جیسے دفن کئے گئے بنوانیکا نشان ایسا ہی تازہ تھا چہرہ پر انگلی رکھ کر چلائی تو اس کے نیچے سے خون ہٹ گیا جب انگلی اٹھائی تو خون لوٹ آیا جیسے زندہ آدمی میں ہوتا ہے۔ اور یہ پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھتے رہنے کی وجہ سے ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی ہے آپ کی وفات ۸۷۰ھ میں ہوئی ہے نماز کا جو وقت آیا ایک بچی نے ایک بالا خانہ سے کہا کہ آپ تو وہ ہیں کہ آپ کی نیکی کے تذکرے ہیں اس نے کنویں میں تھوک دیا تو کنویں کا پانی زمین کے اوپر ابل پڑا شیخ نے وضو سے فارغ ہونے کے بعد اس سے فرمایا تم کو خدا کی قسم یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کیسے حاصل کیا اس نے عرض کیا اس ذات پر کثرت سے درود شریف پڑھنے سے آپ نے قسم کھائی کہ حضور کے درود شریف کے باب میں ایک کتاب تصنیف کریں گے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں آپ کو کیمیا سکھلا دوں گا فرمایا حجرہ میں جاؤ اور عمل کرو اور مجھے دکھاؤ اگر مجھے پسند آ گیا تو سیکھ لوں گا پھر وہاں دیا سلائی بھڑک گئی اور اس کی ڈاڑھی و چہرہ جلا ڈالا اور یہ اسی حال میں باہر آیا تو فرمایا ہمیں ایسی چیز کی ضرورت نہیں جو ڈاڑھی اور چہروں کو جلائے۔

ابوعبداللہ محمد بن مہنا القرشی المینی

صاحب کشف وکرامات ہیں قدم میں صدہا کی میل مسافت قطع کر لیتے تھے جو ناشریہ سے قریب آپ کی قبر مشہور ہے قبر کی زیارت کی تو اس پر ایک نور میں مشعلوں کی طرح دیکھا ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن عثمان زبلی فقیہ علم وتقویٰ میں مشہور تھے کوئی بڑا حاکم زبردست لشکر لے کر لوٹنے کے لئے پہنچا زیدی فرقہ کا تھا شیخ کو بہت شاق گزرا اور آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ کہا اور آپ کے وسیلہ سے نجات چاہی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ مجھ سے کھانے اور عورت اور نیند کی خواہش زائل فرمادیں زائل ہو چکی تھیں۔

محمد ابوالمواہب شاذلی

بڑے عارفین اور ائمہ علمائے عالمین میں سے ہیں حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی زیارت بہت ہی کثرت سے کیا کرتے تھے عرض معروض کرتے پھر دوبارہ خواب میں زیارت کرتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسی حدیث کو جو پہلے خواب میں فرمائی تھی مکمل فرما دیتے تھے بیداری میں بھی زیارت اقدس سے مشرف ہوتے تھے۔

محمد الحضرمی مجذوب

مناقب والے آپ ابدال میں سے تھے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے ایک بار ڈاکوؤں نے ان کے کپڑے چھین لینے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کے ہاتھوں کو ان کے پہلوؤں میں گاڑ دیا وفات ۹۰۷ھ میں ہوئی ہے اور بھنسا کے ٹیلے پر دفن ہیں آپ کا مزار وہیں ہے۔

محمد مغربی

شیخ و امام اور اکابر عارفین میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں اس بوریئے کا کنارہ اٹھاؤ جو کچھ اس کے نیچے ہے لے لو تو اکثر بوریئے کے نیچے اپنے قرض سے زیادہ پاتا آپ فرماتے قرض ادا کردو اور باقی کو اپنے خرچ میں لاؤ اور مصر کے تمام علماء علوم عقلیہ اور وھبیہ میں آپ کے معتقد تھے قاہرہ کے پل سفقر پر قیام رکھتے تھے وفات ۹۱۱ میں ہوئی ہے۔

محمد بن زرعہ مصری

شیخ بزرگ صاحب احوال و مکاشفات ہیں قدار پل کے قریب نشست رکھتے تھے اور جو کچھ انسان کے دل میں ہوتا تھا اس کو بیان فرما دیتے تھے تین روز بولا کرتے تھے اور تین روز خاموش رہتے تھے ۹۱۴ھ میں وفات۔

محمد صدر الدین البکری

امام بزرگ عالم عامل متقی زاہد بہت خاموش بزرگ تھے سوائے جواب کے خود کوئی بات نہ کرتے تھے غلبہ خشوع کی وجہ سے دن رات میں کبھی آسمان کی طرف نظر نہ اٹھاتے تھے جب حج کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو لوگوں نے سنا کہ حضور نے ان کے سلام کے جواب عطا فرمایا آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۹۱۸ھ میں ہوئی اس کو غزی نے بیان کیا ہے اور امام شعرانی نے بھی جواب سلام کی کرامت اور وفات کو ذکر فرمایا ہے۔

محمد شمس الدین و یروطی

شیخ امام عالم فقیہ واعظ والی تھے نظروں سے غائب بھی ہو جاتے تھے ایک کشتی کی طرف جس میں چور تھے اشارہ کیا تو وہ رک گئی پھر اشارہ کیا تو چلنے لگی اور سب چوروں نے آپ کے ہاتھ سے توبہ کر لی آپ نے اپنی اہلیہ سے کہہ دیا تھا کہ ان کا لڑکا حمزہ تو توپ سے شہید کیا جائے گا اور اس کا سر ہوا میں اڑے گا پھر ایسا ہی ہوا آپ بیمار ہوئے تو اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کر دیا کہ اس مرض میں مر جائیں گے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ منکر و نکیر کے ساتھ کیا معاملہ رہا فرمایا انہوں نے بہت نفیس گفتگو کی اور میں نے بھی عمدہ جوابات دیئے۔

محمد بن عنان

یہ امام شعرانی کے شیخ ہیں بڑی بڑی کرامتیں ہیں آپ نے تقریباً پانچ سو آدمیوں کو چھ پیالہ آٹے سے شکم سیر کر دیا تھا شیخ محمد بن عنان کی وفات ایک سو سال کی عمر میں ۹۲۲ھ میں ہوئی۔

محمد رتیجل

شیخ بزرگ مجذوب تھے مصر میں ننگے رہتے تھے ایک بٹھیارے کی بھٹی میں سویا کرتے تھے ان میں انگارے ہوتے مگر آپ کو جلاتے نہ تھے

محمد بدخشی یا بلخشی

شیخ بزرگ امام عارف صوفی حنفی تھے دمشق میں قیام رکھتے تھے۔ مولانا اسمٰعیل صاحب نے فرمایا کہ شیخ محمد اللہ ختشی کے ساتھ میرا حال عجیب ہے جب میں ان کی صحبت پسند کرتا ہوں تو اپنے کو ان کی نظر میں اعلیٰ علیین دکھا دیتا ہوں غزی فرماتے ہیں کہ مولانا اسمٰعیل شروانی اور مولانا محمد اللہ بدخشی دونوں نے خواجہ محمد قاسم کو خیر خواہانہ نصیحت کی اور اس راستہ کی رہنمائی فرمائی جس میں ان پر معرفت کی راہیں کھولی گئی تھیں مولانا اسمٰعیل صاحب طریق مطالعہ و عادت اہل علم کی ہدایت کی اور شیخ بدخشی نے حق تعالیٰ کی طرف بالکلیہ متوجہ ہونے اور اسباب میں سے ہر سبب سے قطع نظر لینے کی ہدایت فرمائی اس قصہ نے دونوں کی کمال کشف کو کھول کر رکھ دیا گیا۔

مولانا محمد اسمٰعیل شروانی علوم عقلیہ ونقلیہ کے امام حنفی المذہب بڑے اولیاء میں تھے شیخ عارف باللہ خواجہ عبیداللہ سمر قندی کی خدمت میں رہے انہی سے تربیت حاصل کی اور اصحاب تکمیل ہو گئے مکہ مکرمہ چلے گئے وہیں وطن بنا لیا اور ۹۴۲ھ میں وفات پائی۔ تمت جمال اولیاء

حضرت امام ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی رحمہ اللہ کے فضائل

بعد از الحمد والصلوات فقیر حقیر لاشیٔ دوست محمد جو کہ حاجی صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ اللہ کریم اس کی سب لغزشیں معاف فرمائیں، کہ جانب سے میرے عزیز اور شریف بھائی ملا میر واعظ صاحب ملاحظہ فرمائیں اللہ کریم آپ کو جملہ مصائب زمان اور جو حوادث دوران سے محفوظ اور سلامت رکھتے ہوئے عرض ہے کہ یہاں کے احوال بفضل قادر متعال جل شانہ، بالخیر والسلامت قرین ہیں۔

اور بارگاہ الٰہی سے آں عزیز کی مدام سلامتی اور عافیت اور استقامت شرعی اور طریقت وحقیقت کے نصیب ہونے کے لئے ہر دم دعا گو ہوں، کیونکہ استقامت شریعت وطریقت وحقیقت اگر بندہ کو صحیح معنوں میں نصیب ہو جائے، تو یہ لاکھ کرامتوں کے ظہور سے بالاتر ہے آں عزیز نے سنا ہو گا یہ مقولہ کہ الاستقامة فوق الکرامة۔

بھائی جان! آج کل کے زمانہ میں ایک فرقہ ظاہر ہوا ہے۔ اور انہوں نے اپنے اوپر نام محدثین رکھا ہوا ہے۔ ہمارے حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی جو کہ امام المفسرین ومقدام المحدثین پر زبان درازی کرتے ہیں۔

اور ائمہ مجتہدین متقدمین اور متاخرین کے اجتہاد اور تقلید مذاہب اربعہ یعنی چاروں مذاہب کی تقلید کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ سب علمائے سلف صالحین نے مذاہب اربعہ کی تقلید پر اتفاق کیا ہے اور مذاہب اربعہ کی تقلید کو از روئے اجماع ثابت کیا ہے۔

بھائی جان! مسجد امام اعظم جس کو امام خوارزمی نے لکھا ہے۔ تو اس میں وہ کہتے ہیں کہ حضرت امام اعظم صاحب کے کمالات اور فضائل اس قدر ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے مگر وہ فضائل اور کمالات کہ جس میں وہ منفرد ہیں۔ اور کوئی دوسرا امام ان فضائل وکمالات میں ان کا شریک نہیں اور وہ دس قسم کے ہیں۔

پہلی قسم

وہ فضائل ہیں کہ بے حساب اخبار اور آثار جو ان کی مدح میں بیان کئے گئے ہیں۔ وہ دوسرے امام کی مدح میں نہیں ہوئے۔

دوسری قسم

یہ ہے کہ وہ اصحاب کرام کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ اور اس قرن میں پیدا ہوئے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی خیریت کی بشارت دی ہے۔

تیسری قسم

یہ بڑی فضیلت ہے کہ انہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام سے روایت کی ہے اس فضیلت میں حضرت امام اعظم صاحب کے سوا دوسرے امام شریک نہیں۔

چوتھی قسم

یہ فضیلت ہے کہ وہ تابعین کے زمانہ میں فتوی دینے لگے جو دوسرے اماموں کے حصہ میں نہیں آئی۔

پانچواں قسم

ان کی یہ فضیلت ہے کہ انہوں نے چار ہزار تابعین سے روایت بھی کی ہے اور ان کو اس قدر کثیر تعداد تابعین سے شرف تلمذ اور شاگردی حاصل ہوئی جو دوسرے اماموں کے حصے میں نہیں آئی۔

چھٹی قسم

یہ فضیلت ہے کہ امام صاحب موصوف نے کبار تابعین اور علماء مسلمین سے روایت کی ہے جو دوسرے اماموں کے حصہ میں نہیں آئی۔

ساتویں قسم

ان کی فضیلت ہے کہ ان کے شاگردوں اور اصحاب میں وہ صاحبان شامل ہوئے۔ جو خود بڑے مجتہدین سے

تھے۔ اور یہ شرف دوسرے اماموں کو حاصل نہیں ہوا۔

آٹھویں قسم

یہ فضیلت ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے احکام مستنبط کئے اور اجتہاد کے قواعد کی بنیاد رکھی۔

نویں قسم

ان کی بڑی فضیلت یہ ہے کہ انہوں نے حکام وقت کے خلیفوں کے تحفے تحائف اور عطیے منظور نہیں فرمائے۔ بلکہ اپنے کسب اپنا معاش چلاتے رہے بخلاف ان کے بعد کے امام۔

دسویں قسم

ان کی فضیلت یہ ہے کہ کمال ورع اور تقویٰ کی وجہ سے ان کی وفات شہادت کے ذریعے ہوئی اور وہ شہید فوت ہوئے۔ بخلاف دوسرے اماموں کے۔

پس پہلی فضیلت کے متعلق امام خوارزمی اپنے مسند میں اپنے معنعن روایت کے ذریعے حضرت ابی سلمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایک شخص ہوں گے۔ ان کا نام ابوحنیفہ ہوگا۔ جو قیامت کے دن میری امت کے چراغ ہوں گے۔

عبداللہ بن مبارکؒ کا قول:

عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حضرت امام شافعی صاحب سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں حضرت امام اعظم ابی حنیفہ کے مزار مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ جب کبھی مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے۔ تو میں ان کی قبر شریف پر اللہ پاک کی جناب سے ان کے وسیلے سوال کرتا ہوں۔ اور میری حاجت فوراً پوری ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ!

امام شافعیؒ کا عمل

حضرت امام شافعی جب کبھی حضرت امام اعظم صاحب کی زیارت کے لئے جاتے۔ تو دو رکعت نفل برائے ایصال ثواب حضرت امام اعظم کے لئے ادا فرماتے۔ اور ان رکعت میں رفع یدین نہ کرتے۔ کسی نے پوچھا کہ حضور! آپ نے جواب دیا کہ بے شک میرے مذہب میں رفع یدین ہے اور میں اس کا قائل بھی ہوں اور عامل بھی۔ مگر ادباً لصاحب ھذا القبر الشریف میں نے اس قبر شریف کی بزرگ ہستی جو اس میں سو رہی ہے اس کا ادب کیا ہے، کیونکہ ان کے مذہب میں رفع یدین نماز میں جائز نہیں اس لئے میں نے نماز میں رفع یدین نہیں کیا۔

رسول اللہ قال سراج دینی.

یعنی رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ میرے دین کے چراغ ہیں۔

وامتی الھداۃ ابو حنیفۃ

اور میری امت کو ہدایت کرنے والے ابوحنیفہ ہیں۔

عذابعد الصحابۃ فی الفتاویٰ

انہوں نے صحابہ کرام کے بعد فتوے دیئے

لاحمد فی شریعتہ خلیفہ

اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں خلیفہ ہیں

سبدی دیباج فتیاہ اجتھاد

ان کے فتووں کا ریشمی طرۂ امتیاز ان کا اجتہاد ہے

و نحمتہ من الرحمٰن خیفہ

اور ان کا دل اللہ پاک کے ڈر سے بھرا ہوا ہے۔

اور ابی سعید سے ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ میں نے واقدی سے سنا کہ آپ فرماتے تھے، میں نے حماد بن ابی حنیفہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میرے ابا جان ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ایسے ہی حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الصفار نے اپنی مسند میں فرمایا ہے۔

فقہ حنفی کی شان:

اور حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میرے زمانے میں حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اور ابوامامہ الباہلی اور واثلہ بن اسقع اور عمر بن حریث اور عبداللہ بن ابی اوفی صحابیوں نے وفات پائی۔

عذا مذھب النعمان خیر المذاھب
ھکذا القمر الوضاح خیر الکواکب
تفقہ فی خیر القرون مع التقی
فمذھبہ لاشک خیر المذاھب

حضرت امام کا مذہب سب مذاہب میں سے بہتر ہے

جیسے چاند ستارے ہیں۔ انہوں نے خیر القرون میں فقہ کی بنیاد رکھی۔ پس بے شک وشبہ ان کا مذہب سب مذاہب میں سے بہتر ہے۔

علماء اس بات پر متفق ہیں۔ اگر چہ انہوں نے اصحاب کرام کی تعداد میں اختلاف کیا ہے۔ پس بعضوں نے کہا کہ انہوں نے چھ صحابہ اور ایک صحابیہ عورت سے روایت کی ہے۔ اور بعضوں نے پانچ صحابیوں اور ایک عورت صحابیہ کو مانا ہے۔ اور بعضوں نے سات صحابہ کرام اور ایک صحابیہ عورت کی تصدیق کی ہے۔

علم فقہ کی کاشت

الفقه زرع مسعود وعلقمة
حاصده ثم ابراهيم داس
نعمان طاحنه يعقوب عاجنه
محمد خابز والا كل الناس

ترجمہ یہ ہے:

علم فقہ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بویا۔ اور علقمہ نے اس کو کاٹا۔ اور ابراہیم نخعی نے اس کو روندھا اور حضرت امام اعظم نعمان نے اس کو پیسا اور امام ابو یوسف نے اس کو گوندھا۔ اور امام محمد نے اس کی روٹیاں پکائیں۔ اور سارے لوگ ان روٹیوں کو کھا رہے ہیں۔

اور امام اعظم کا علم حضرت امام محمد کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو ابو محمد کی مایہ ناز تصانیف ہیں جن کے نام جامعین زیادات اور نوادر ہیں۔ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ انہوں نے علوم دینیہ میں نوسو ننانوے کتابیں لکھیں ہیں۔

جب امام محمد فوت ہوئے تو ان کی ساری دولت اور مال اور سارا کتب خانہ امام شافعی کے ورثہ میں آئے جن کے ذریعے امام شافعی فقیہہ بنے۔ سبحان اللہ۔

اور اسی بات کو حضرت امام شافعی نے دہرایا کہ مجھے میرے رب کی قسم! کہ میں امام محمد صاحب کی کتابوں ہی سے فقیہہ بنا ہوں۔ اگر میرے ہاتھ امام کی کتابیں نہ لگتیں تو میں فقیہہ نہ بنتا۔

خانہ کعبہ کے اندر دو رکعت پڑھنا:

اور آخری حج میں انہوں نے بوابوں سے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ تو انہیں مل گئی تو آپ نے خانہ کعبہ کے اندر دو رکعات نماز پڑھی اس طرح سے کہ ایک پاؤں پر ٹھہر کر قرآن کریم کے پندرہ سیپارے ختم کئے اور پہلی رکعت اس طرح سے ادا کی۔ اور پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو دوسرے پاؤں پر ٹھہر کر باقی پندرہ سیپارے ختم کئے اور جب دوگانہ ادا کیا۔ تو روتے ہوئے دعا مانگی الٰہی! تیرے اس ضعیف بندے نے تیرا حق عبادت ادا نہیں کیا۔ مگر تجھے پہچانا پورا پورا ہے۔ اور تیری حق معرفت اس کو نصیب ہے۔ پس مہربانی فرما کر اس کی عبادت میں جو قصور واقع ہوا ہے وہ اس کی معرفت کے بدلے میں معاف فرما۔ تو بیت اللہ شریف کی ایک جانب سے ہاتف نے آواز دی۔ اے ابی حنیفہ! بے شک تو نے ہم کو خوب پہچانا اور تو نے عبادت کا حق ادا کیا ہے پس اس کے بدلے میں ہم تجھے بھی بخشتے ہیں۔ اور جنہوں نے تمہاری اتباع کی۔ اور جنہوں نے آپ کے مذہب کو اختیار کیا قیامت تک میں نے ان سب کو بخشا ہے۔

مسافر بن قدام کا قول:

مسافر بن قدام فرماتے ہیں کہ جس نے امام ابوحنیفہ کو اپنے اور اللہ پاک کے درمیان وسیلہ پکڑا وہ جیت گیا۔

حسبي من الخيرات ما اعددته
يوم القيامة في رضى الرحمان
دين النبي محمد خير الورى
ثم اعتقادي مذهب النعمان

ترجمہ: قیامت کے دن میں اللہ پاک کو راضی کرنے کے لئے جس قدر نیک کاموں کا ذخیرہ تیار کروں۔ اس دن کے واسطے میرے واسطے یہ دو چیزیں کفایت کر جائیں (۱) حضور پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر موت (۲) اور دوسری یہ کہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کا مذہب لے کر مروں۔

ان کا کوئی قول ایسا نہیں جس پر کسی بڑے امام کا عمل نہ ہو۔ ساتھ ہی ان کے مذہب کو بڑے بڑے علماء اور صوفیاء

کرام نے چنا ہے اور وہ ان کے مذہب پر تھے۔ ابراہم ابن ادہم اور شفیق بلخی، ومعروف کرخی ابی یزید، بسطامی اور فضیل بن عیاض، داؤ دطائی، ابی حامد اللفاف، خلف بن ایوب، عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن الجراح اور ابی الوراق جیسی بزرگ ہستیاں اور امام ان کے مذہب پر تھے،

اور استاذ ابوالقاسم قشیری باوجود ان کے مذہب پر پختگی کے بھی انہوں نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے استاد ابا علی دقاق کو فرماتے سنا ہے کہ میں نے یہ طریقہ ابوالقاسم نصیر آبادی سے لیا ہے اور انہوں نے امام شبلی سے لیا ہے اور انہوں نے معروف کرخی سے اور انہوں نے داؤد طائی سے اور داؤد طائی نے علم اور طریقت دونوں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ہے اور یہ سب ان کی ثناء وصفت اور ان کی فضیلت اور بزرگی کے قائل تھے۔

اقتباس از مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد

مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندھاری مکتوب نمبر۲۲ ملاحظہ فرمائی جس کو نصر اللہ خان خاکوانی ملتان نے چھپوایا ہے۔ رحمہ اللہ علیہ وعلیٰ ابویہ

ابتدائے سلوک میں ذکر اسم ذات ہر لطیفے کے اندر اس وقت جریان کرتا ہے کہ جب سالک کامل توجہ سے ذکر کرتا رہے۔ اور اس پر مداومت اختیار کرلے تو اس کو حضور دائمی حاصل ہوجاتا ہے۔

آں حضرت قدس سرہ کو اپنی نسبتی اولاد نہ تھی۔ آپ کے خویش اقربا میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا۔ مگر لاکھوں کی تعداد میں روحانی اولاد چھوڑی تھی۔ خصوصاً ان میں سے جناب مولانا محمد عثمان جی قدس سرہ آپ کے بہت پیارہ اور معتمد خلیفہ اجل تھے۔

آپ کا وصال پر ملال بمقام موسیٰ زئی شریف وقوع پذیر ہوا۔ خانقاہ احمد یہ سعید یہ کو آنجناب کے گل بدن نازنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسد خاکی کی آخری آرام گاہ ہونے کا شرف نصیب ہوا۔

جس کی بدولت علاقہ داماں کے کوہ ودامن صد رشک چمن بن گئے۔

یخلق مایشاء ویختار وھو العزیز الغفار

محمود شیرازی نے (جو کہ ایران کے شہر شیراز کے رہنے والے تھے۔ اور شیراز (ایران) چھوڑ کر محض دولت فقر کے حصول کے لئے حضرت مولانا خواجہ حاجی محمد عثمان صاحب دامانی خانقاہ احمد یہ سعید یہ میں حضرت خواجہ صاحب موصوف کے پاس مقیم تھے۔

ایک قطعہ شعر میں سال ولادت اور سال اور سال وصال دونوں ہی بیان فرمائے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

جستم از پیر خرد دوش بفرخندہ بیانے
گہرے کش نتواں یافت قرین دردل کانے
بہاں آمدو آراست اقالیم جہاں راں
(ولادت شریف ۱۲۱۶ھ)
وز جہان رفت بفرسود دل ودید جہانے
(رحلت شریف ۱۲۸۴ھ)

اشعار........ درمحبت شیخ

۱۔ اگر آن سلطان یوسف زئی نماید یک نظر مارا
شوم آزاد بگزارم ہمہ دیناؤ عقبارہ
۲۔ بسوز سینہ وصل آں شہ خوبان بود ہر دم
زلیخا وار قربانش شوم خاک کف پارا
۳۔ براہ نفع خدمت اوسر شوریدہ ار بازم
سر موئے نہ پردازم زاحسانہائی اخفارا
۴۔ بسا منصورہ سان وبایزید آں شاہ بسطامی
دواں پیشش بدوش افگندہ اعصا ومصلے را
۵۔ اگر شاہے فرود آید زتخت خود بہ پیش او
بیک مجلس بینداز د سمر قند و بخارا را
۶۔ کلامش مرہم جان و ظلالش رحمت رحمان
بیک دیدش کند چوں موم دل آں سنگ خارا را
۷۔ خلیفہ خالق کونین ونائب سید الثقلین
مروج دین شہ کونین و ہادی راہ اعمیٰ را
۸۔ براحت داریاب، از برائے نفع خلق خویش
بطول عمر و فیض عام آں محبوب رعنا را

سلام

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا

السلام اے نور چشم یار غار مصطفےٰ
السلام اے باعث تسکین ختم الانبیاء
السلام اے وجہ تنزیل پیام کبریا
السلام اے ظل لیس عکس نور والضحیٰ
السلام اے رونق شمع شبستان وفا
السلام اے منبع صدق و صفا فضل و عطا
السلام اے ام عبد اللہ ام المومنینؓ
السلام اے طاہرہ اے جان صدیق عائشہؓ
السلام اے شان مریمؑ آبروئے ہاجرہؑ
السلام اے روح عفت آرزوئے آسیہؓ
السلام اے شفقت بہتر زماد درد جہاں
السلام اے فضل تو برتر ز حاتم و سخا

اے مسلمانوں کی مادر تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام
تو نے پہنچایا رسول اللہ کا ہم تک پیام
تو نے سکھلائے زمانے کو وہ آداب حیات
جن سے تھے نا آشنا سب کیا مقلد کیا امام
تو نے بتلائے رموز دین و اسرار کتاب
ہو گیا تجھ سے منور چہرۂ علم کلام
ردو استیصال بدعت میں ہے تو اپنی مثال
نشر و ترویج ہدایت میں تو حرف اختتام
تیرا طرز زندگی دنیا کو اب تک یاد ہے
سوکھی روٹی تین کپڑے اور ذکر صبح و شام
یہ نفیس طرز زندگی دنیا کو اب تک یاد ہے
دیر سے موجود ہے در پر ترے بہر سلام

عمدۃ السلوک سے چند اقتباسات

اعلیٰ حالت یہ ہے کہ بندہ آلہ ہو اور حق تعالیٰ فاعل ہو بمصداق وما رمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی الایہ (اور نہیں پھینکا تو نے جب کہ پھینکا، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا) فنائے اتم اور بقائے کام کے حصول کے بعد سیر الی اللہ جو انقطاع ماسوی اللہ سے عبارت ہے اس جگہ ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد سیر فی اللہ جو دوام توجہ الی اللہ سے تعبیر ہے شروع ہوتی ہے۔ اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے۔

ہیچ کس راتا نہ او گردو فنا
نیست رہ در بارگاہ کبریا

ماسوائے حق کو بھول جانا:

ماسوائے حق کو بھول جانا فنا کہلاتا ہے اور ماسوائے حق کی دو قسمیں ہیں (۱) آفاق (اپنے سوا تمام موجودات) (۲) نفس (اپنے آپ) آفاق کے علم کو علم حصولی کہتے ہیں اور اس علم حصولی کی زائل ہونے کا نام آفاق کو بھول جانا ہے اور اسی صوفیائے کرام فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں۔

نفع مند علم:

جنہوں نے اپنے ظاہر اور باطن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے آراستہ کیا ہوا اور جو خدا تعالیٰ اور رسول کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہو تو اس کا پھل سب کا سب نورانی اور ظاہر و باطن کو روشنی بخشنے والا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا (ترجمہ) اے بندے! علم وہی نفع مند ہے کہ تجھے مجھ تک پہنچائے اور جدائی سے ملاپ تک لائے اور دوری سے حضور تک راستہ دکھائے جس چیز کو تو دیکھے مجھ کو جانے اور مجھ کو ہی پڑھے۔"

پس اصل علم وہی ہے کہ آخرت کی سمجھ کو روشن کرے اور آخرت کی سمجھ وہ ہے کہ آدمی کو خدائے تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرے اور آخرت کے کاموں اور خدا تعالیٰ کی تلاش میں مدد دینے والی ہو، طریقت کے سالکوں اور حقیقت کے طالبوں کے لئے ظاہر اور باطن کی پونجی اور سجاوٹ ہو۔

علم آں باشد کہ جاں زندہ کند
مردرا باقی و پائندہ کند

(یعنی علم وہی ہے جو جان کو زندہ کرے اور آدمی کو باقی اور قائم رہنے والا بنائے۔)

امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا کہ عالم کا سونا، جاہل کے تمام رات نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(جو شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کرے گا۔ وہ منزل پر ہرگز نہیں پہنچے گا۔)

آنحضرت ﷺ کا عمل:

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو قسم پر ہے۔ اور اول ظاہری عبادات، جس کا جسم کے اعضا کے ساتھ تعلق ہے اور ظاہری لوگوں کو پہنچی ہے۔ دوم باطنی عبادت یعنی اپنے نفس کو بری عادتوں اور دل کو غیر حق سبحانہ وتعالیٰ سے پاک کرنا کہ خاص الخاص لوگوں کو عطاء ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانے کے پرہیزگار علم حاصل کرنے کو دیگر تمام کاموں پر مقدم رکھتے تھے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص علم کے بغیر فقیر بنے وہ پاگل ہوتا ہے کافر ہو کر مرتا ہے۔

میری امت کے علماء:

میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں پس جو شخص دونوں قسم کے علوم نہ رکھتا ہو وہ وارث نہیں اور جو وارث نہیں ہوگا حقیقی معنوں میں عالم بھی نہ ہوگا اور عالم کامل وہ ہے جو وارث ہو اور اس کو دونوں قسم کے علم سے پورا حصہ حاصل ہو۔ ایسے ہی عالموں کو علماء ربانی اور علمائے راسخین کہتے ہیں۔ انہیں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور انہیں حضرات کی صحبت انسان کے لئے کیمیا بنانے والی سرخ گندھک ہے۔ اچھا عالم تمام جہان کے انسانوں سے بہتر ہے اور برا عالم جہان کے انسانوں میں سے بدتر ہے کسی نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بیکار بیٹھا ہے تو اس کا سبب پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ اس وقت کے علماء میرا کام کر رہے ہیں۔

شریعت، طریقت، حقیقت:

معرفت تمام احکام کا مجموعہ فقہ کا لفظ، امام اعظم ابوحنیفہ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے یعنی نفس کا اپنے متعلق ان احکامات کو پہچاننا جو اس کے ظاہر و باطن سے متعلق ہیں اور ثواب وعذاب کو لازم کرنے والے ہیں۔ باطنی اعمال کے ٹھیک طور پر ادا ہونے سے دل میں جو صفائی اور روشنی پیدا ہوتی ہے اس سے دل کے اوپر موجودات کی بعض حقیقتیں خواہ آنکھ سے نظر آنے والی ہوں یا نظر نہ آنے والی خاص طور پر اچھے برے عملوں کے حقیقتیں اور اللہ پاک کی ذات وصفات و افعال وغیرہ کی حقیقتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ خاص طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان کے معاملات کا اظہار ہوتا ہے ان اظہارات کو حقیقت کہتے ہیں اور ظاہر ہونے کو جس بزرگ پر یہ باتیں ظاہر ہوں اس کو محقق اور عارف کہتے ہیں۔

کلمہ طیبہ:

جاننا چاہئے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (جس پر ایمان کا دارومدار ہے اور جس کی برکت سے بڑے سے بڑا کافر بخشا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر کے جنت کا وارث ہو جاتا ہے) طریقت، حقیقت اور شریعت کا جامع ہے اس کلمہ طیبہ کے دو جز ہیں پہلے جز یعنی لا الـہ الا اللہ میں تمام آفاقی معنی اور انفسی معنی خداؤں کی نفی کر کے خدائے واحد کے موجود و مقصود اور معبود ہونے کو ثابت کرنا ہے۔ پس جب تک سالک نفی کے مقام میں ہے طریقت میں ہے۔ تمام ماسوا اس کی نظر سے ہٹ جاتا ہے تو طریقت کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور مقام فنا میں پہنچ جاتا ہے جب نفی کے بعد مقام اثبات میں آتا ہے اور سلوک سے جذبہ کی طرف ترقی کرتا ہے تو مرتبہ حقیقت کے ساتھ محقق اور بقاء کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔ وہ شخص ولی اللہ کہلاتا ہے اور اس کا نفس امارہ پن چھوڑ کر مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ کا دوسرا جزو جو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کو ثابت کرتا ہے۔ شریعت کی حقیقت اس مقام میں حاصل ہوتی ہے مرتبہ ولایت کے حاصل ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور نبوت کے کمالات جو کامل تابعداروں کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اور پیروی کے طور پر حاصل ہو جاتے ہیں طریقت اور حقیقت جن سے ولایت حاصل ہوتی ہے۔

شریعت کی حقیقت

''اللہ والوں نے اس راستہ کو چار سیروں میں تقسیم کیا ہے۔''

(۱) سیر الی اللہ: اے بھائی جاننا چاہئے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفتیں اور اللہ تعالیٰ کے نام وہ ہی نہیں ہیں جو احادیث میں ذکر کئے گئے ہیں یعنی اگر تمام زمین کے درخت قلم ہو جائیں اور دریا سیاہی اور اسی طرح کے سات اور دریا سیاہی ہو جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں۔)

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

ارشاد باری تعالیٰ ہے (یعنی کہ جو تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے جو خدا کے پاس ہے وہ باقی ہے) جب سالک علم اسفل یعنی اسماء و صفات الٰہی کے ظلال (موجودات) سے علم اعلیٰ یعنی اس اسماء و صفات الٰہی کی طرف سیر کرتا ہے تو ترقی کرتے ہوئے دائرہ ظلال میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنی اصل کو پہنچ جاتا ہے اور رنگ میں اصلیت پاتا ہے اور وجود میں اصل ہی دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اس میں فانی اور مٹا ہوا پاتا ہے حتیٰ کہ اپنا کوئی اثر اور کوئی اصلیت نہیں پاتا اور صرف وجود میں اصل ہی کا مشاہدہ کرتا ہے پس دائرہ ظلال کی سیر کو اصطلاح میں سیر الی اللہ کہتے ہیں اور یہی دائرہ ولایت صغریٰ اور اولیاء کی ولایت کا دائرہ ہوتا ہے اور یہ حالت وہی ہے جو فنا سے تعبیر کی گئی ہے۔

(۲) سیر فی اللہ: اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کا فضل سالک کے ساتھ شامل ہو جائے تو اس جگہ سے ترقی کر جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے اسماء و صفات کے دائرہ میں جو کہ دائروں کی اصل ہے داخلہ میسر ہو یہ ولایت انبیاء علیہم السلام کی تابعداری ہی سے نصیب ہوتی ہے اور اس شخص کو نصیب ہوتی ہے کہ جو عروج کی انتہا تک پہنچ جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علی نور من ربه (یعنی پس وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (قبول کرنے) کے لئے کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے ایمان کی روشنی رکھتا ہے (یعنی اسلام کی حقیقت کا اس کو یقین آ گیا ہے۔) یہ صفاتی نام حضرت ذات کے سامنے ڈھالوں کی طرح ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفت علم کی سیر میں ذات کا کوئی لحاظ اور خیال نہیں ہوتا لیکن اس کے اسم علیم میں علم کی صفت کے پردے میں وہ ذات ملحوظ ہے کیونکہ علیم ایک ذات ہے جس کی صفت علم ہے پس علم کی سیر اسم ظاہر کی سیر ہے اور علیم کی سیر اسم باطن کی سیر ہے باقی تمام صفاتی ناموں کو بھی اسی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ اسم ظاہر اور اس باطن کے بیان میں علم اسم علیم کے درمیان جو فرق ظاہر کیا گیا ہے اس کو تھوڑا نہ خیال کرنا چاہئے۔ اور نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ان سیروں کا طے کرنا کہنے کی طرح آسان کام ہے اور تھوڑی سی مدت میں ہو جاتا ہے بلکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ وصول کی منزلیں کامل طور پر کبھی طے نہیں ہوتیں اور آیہ کریمہ ترجمہ (یعنی فرشتے اور روح چڑھتے ہیں (خدائے تعالیٰ) کی طرف اس دن میں کہ جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے) اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ سالک عالم قدس میں پرواز کرتا ہے جب سالک اپنے نفس پر قابو پا لیتا ہے اور اس کو مغلوب کر لیتا ہے اور اس کا تصرف دلوں میں جاری ہو جاتا ہے تو اس صفت ملک سے موصوف ہو جاتا ہے۔

سالک کے دل کی آنکھ:

جب سالک کی دل کی آنکھ دیکھنے والی ہو جاتی ہے اور اس سے تمام عیب دیکھ لیتا ہے سب کو اپنے آپ سے بہتر دیکھتا ہے یہاں تک کہ جو کچھ وہ کرتا ہے حق کی رضامندی کے موافق کرتا ہے تو اس صفت بصیر سے موصوف ہو جاتا ہے جب سالک حق تعالیٰ کی بات بلا تکلف قبول کر لیتا ہے اور چھپے ہوئے بھیدوں کو دل کے کانوں سے سن لیتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے اور صفت محی زندہ کرنے والا ہے جب سالک سنتوں کو زندہ کرنے اور رواج دینے میں کوشش کرتا ہے مشغول رہتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

ممیت کے معنی:

ممیت کے معنی مارنے والا ہے۔ جب سالک بدعتوں کو جو سنتوں کی بجائے ظاہر ہوتی ہوں دور کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوتا ہے اور صفتوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ بعض ملائکہ آگ اور برف سے پیدا

کئے گئے ہیں اوران کی تسبیح سبحان اللہ من جمع بین النار والثلج (یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو جمع کردیا) لیکن کمالات نبوت کا مزہ، عنصر خاک کے نصیب ہے۔

کمالات نبوت کا دائرہ:

جب سالک کمالات نبوت کے دائرہ کے مرکز میں پہنچ جاتا ہے تو یہ مرکز دائرہ کی صورت میں ظاہر ہونے لگتا ہے اس کا نام دائرہ کمالات رسالت ہو جاتا ہے جو کہ انبیاء و رسل کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر یہ رتبہ کسی دوسرے کو حاصل ہوتا ہے تو رسولوں کی کامل تابعداری سے حاصل ہوتا ہے اور جب دوسرے دائرہ کے مرکز پر پہنچ جاتے ہیں تو وہ مرکز بھی دائرہ کی صورت میں ظاہر ہونے لگتا ہے اور یہ دائرہ کمالات اولوالعزم کا دائرہ ہے جو کہ مثالیت سے اونچا ہے انبیاء اولوالعزم کو جب یہ رتبہ دیتے ہیں تو چیزوں کا قیام ان سے ہوتا ہے بعض صاحب نصیب اولیاء بھی انبیاء کی تابعداری سے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں اس کے بعد عدم محض ہے اور بس۔ یعنی وجود کا معاملہ یہاں ختم ہے۔

(۳) سیر عن اللہ باللہ: سیر فی اللہ کے تمام کرنے پر سالکین کے دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ (۱) مستہلکین یعنی وہ لوگ ذات باری تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو گئے اور جمال الٰہی کے مشاہدے میں ہی رہ گئے۔ (۲) راجعین الی الدعوۃ ان کو واپس مقام قلب میں لایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ میرے بندوں کو اسی راستہ سے جس سے تم خود آئے ہو میری طرف لاؤ اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھو۔ تمہارا مشاہدہ اب بند نہ ہوگا۔ پہلے سیر عاشق کی معشوق کی طرف تھی سالک عاشق اور حضرت حق سبحانہ معشوق۔ اب سیر معشوق کی عاشق کی طرف ہے سالک تعلیم و تلقین اور ترغیب سے مریدوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور اس تعلیم میں اللہ تعالیٰ اپنا مشاہدہ اس کو دیتا رہتا ہے تو اس حالت میں سالک ہادی کا ہر فعل باعث مشاہدہ ہوتا ہے۔ پس اس قسم کے صاحب دولت کو جب دنیا کی طرف لانا چاہیں اور مخلوق کو اس کے وجود شریف کی برکت سے نفسانی اندھیروں سے نکالنا چاہیں تو اس کو صوفیوں کی اصطلاح میں سیر عن اللہ باللہ کے طریقے پر جہان کی طرف لے جاتے ہیں۔

قرب کی حقیقت:

بادشاہ کا وزیر بادشاہ کا قرب بھی رکھتا ہے اس طرح یہ کہ کوئی ظاہری اور باطنی پردہ درمیان میں نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود اس کو ضرورت مند لوگوں کی خدمت اور سلطنت کے کاموں کو انجام دینے میں مشغول کیا جاتا ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ اس مشغولی کے ہوتے ہوئے بادشاہ کے جمال سے اس کو کوئی پردہ ہے۔ پس اس سیر میں سالک علم اعلیٰ سے علم اسفل کی طرف اور اسفل سے اسفل کی طرف رجوع کرتا ہے حتیٰ کہ واپس ممکنات کی طرف رجوع کرتا ہے۔

(۴) سیر فی الاشیاء باللہ: یہ سالک کی چوتھی سیر ہے جو رجوع کے بعد اشیاء میں ہے اور سیر اول میں جن اشیاء کے علوم بالکل مٹ گئے تھے اب پھر یکے بعد دیگرے حاصل ہو جاتے ہیں اور سالک بظاہر کلی طور پر مخلوق کے ساتھ ملا جلا رہتا ہے۔

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم بود اندر جہاں

(یعنی اپنے باطن میں ذات حق سے واقف ہو جا اور ظاہر میں بیگانوں کی طرح رہ، اور اس قسم کے طریقے والے لوگ دنیا میں کم ہوتے ہیں) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ پانی بھر کر لانے والی عورتیں کئی کئی مٹکے اوپر نیچے سر پر رکھ کر بظاہر بے تکلف ایک دوسری سے باتیں کرتی ہوئی چلی جاتی ہیں کیا مجال جو ان کی رفاقت میں فرق آ جائے یا مٹکوں میں کسی قسم کی جنبش ہو اور چھلکیں۔ کیونکہ دل کی توجہ پورے طور پر مٹکوں پر لگی رہتی ہے۔ اور یہ توجہ ان میں راسخ ہو کر طبیعت بن جاتی ہے یہی حال سالک کامل کی توجہ کا حق کی طرف ہے۔

خلاصۂ بیان:

(۱) سیر الی اللہ: اس میں سالک اپنے آپ کو اور تمام موجودات کو مٹاتا ہے اور ایک ذات حق کو ثابت کرتا ہے اس مقام کو مقام فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس کے صاحب پر ولی کا لفظ بولا جاتا ہے۔

(۲) اب ولایت صغریٰ میں وہ سیر شروع ہوتی ہے جو اولیاء اللہ کی ولایت ہے اس سیر میں سالک اسماء و صفات الٰہی کے

سایوں میں سیر کرتا ہے۔ کمالات کی سیر کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور اسی مقام کو مقام بقا کہتے ہیں۔

(۳) مستہلکین مشاہدہ جمال الٰہی میں ڈوبے رہتے ہیں۔

(۴) راجعین عام مخلوق کے ساتھ ان کے ظاہر کو خلط ملط کر کے احکام شرعیہ ان کے ذریعہ لوگوں تک پہنچائے جاتے ہیں اس سیر کو سیر فی الاشیاء باللہ کہتے ہیں۔ شرافت مستہلکین کے لئے فضیلت راجعین کے لئے۔ پہلی اور دوسری سیر نفس ولایت کے حاصل ہونے کے واسطے ہے جو فنا و بقاء سے مراد ہے اور تیسری اور چوتھی سیر مقام دعوت کے حاصل ہونے کے واسطے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور کامل تابعداروں کو بھی ان بزرگواروں کے مقام سے حاصل ہوتی ہے۔

(۱) علم الیقین: اور یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات میں ان آیتوں اور نشانیوں کے مشاہدہ کرنے سے مراد ہے جو حق تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں اور ان کی نشانیوں کے شہود کو سیر آفاقی کہتے ہیں اور یہ سب کچھ سالک اپنے باہر میں مشاہدہ کرتا ہے۔ (۱) سیر مستطیل اور وہ یہ ہے کہ اپنا مقصود اپنے دائرے کے باہر تلاش کریں۔ (سیر آفاقی) اور وہ یہ ہے کہ دور در دور ہے (۲) سیر مستدیر یعنی اپنے دل کے گرد پھیریں اور اپنا مقصود اپنے ہی اندر تلاش کریں۔

عین الیقین: علم الیقین سے حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد جو مشاہدہ حق تعالیٰ کی ذات اور حضوری میں حاصل ہوتا ہے اور جس میں صرف اس قدر غلبہ ہو کہ مشاہدہ کرنے والا مشہود کے غیر سے بالکل بے خبر نہ ہو جائے عین الیقین کہلاتا ہے۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ پس عین الیقین کا مشاہدہ سالک کے فنا کو لازم کرتا ہے اور اس مشاہدہ کے غلبہ میں اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور اپنے محبوب کے مشاہدے میں ڈوب جاتا ہے اس کو معرفت کہتے ہیں۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں تری پہچان یہی ہے

(۳) حق الیقین: جب سالک فنا کے بعد سیر فی اللہ کے مقام میں بقا باللہ سے مشرف ہوتا ہے اور اس کا یہ مشاہدہ حق، حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ عارف کے اپنے ساتھ اور بی یسمع (مجھ ہی سے سنتا ہے) اور بی یبصر (مجھ ہی سے دیکھتا ہے) کا مرتبہ حاصل کرتا ہے۔

یقین کے ان تینوں مرتبوں کو آپ اس مثال سے سمجھ لیجئے مثلاً کوئی شخص بزرگوں کے اقوال سے یہ جان لے کہ آگ کی تاثیر جلانا اور زہر کی تاثیر مارنا ہے تو یہ علم الیقین ہے۔ اگر کسی شخص کو آگ میں جلتا یا زہر کھا کر مرتا دیکھے تو یہ عین الیقین ہے۔ اور اگر خود آگ میں جلے یا زہر کھا کر حالت موت میں مبتلا ہو جائے تو یہ حق الیقین ہے۔ القصہ سیر الی اللہ کا پھل علم الیقین ہے۔ اور سیر فی اللہ میں مقام فنا فی اللہ کا نتیجہ عین الیقین اور بقا باللہ کا ثمرہ حق الیقین ہے فقط واللہ اعلم۔

فنا اور بقا: اس مقام پر اکثر سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں منصور رحمۃ اللہ باوجود انا الحق کہنے کے قید خانہ میں زنجیروں کے اندر جکڑا ہوا ہر رات پانچ سو رکعت نماز نفل ادا کرتا تھا اور وہ کھانا جو ان ظالموں کے ہاتھ سے ملتا تھا اگرچہ وجہ حلال سے ہوتا نہ کھاتا تھا اور جو شخص جھوٹا مدعی ہے اس پر احکام شرعیہ کا بجا لانا کوہ قات کی طرح بھاری ہوتا ہے۔

جس طرح شریعت میں کفر و اسلام ہے طریقت میں بھی کفر و اسلام ہے الحدیث القدسی۔

یعنی بندہ مجھ سے نوافل کے ذریعہ قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے دوست بنالیتا ہوں اور جب میں اسے دوست بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

مبادی تعینات و حقیقت ظلال:

کائنات کی ہر چیز کو اسی ذات سے فیض پہنچتا ہے۔

مبداء تعین:

فیض کی مختلف صورتوں اور قسموں کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ

کومختلف صفتوں اور ناموں سے بیان کیا اور پکارا جاتا ہے ان میں سے ہر نام اور ہر صفت کو کسی نہ کسی مخلوق سے خاص مناسبت ہے اور وہ مخلوق اسی کے فیض سے دوسرے اسماء وصفات کا فیض اخذ کرتی ہے بس یہی اس اصول کا مبداء تعین ہے۔

ظلال مخلوقات الٰہی میں سے وہ لطیفے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے پوری پوری مناسبت ہے اور اس مناسبت کے باعث اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات کے فیض کو مخلوق تک پہنچانے کے لئے واسطہ ہوتے ہیں اس مناسبت سے ان لطیفوں اور فیض کو مخلوق تک پہنچانے کے لئے واسطہ ہوتے ہیں اس مناسبت سے ان لطیفوں اور نسبتوں کو سمجھنے کی آسانی کے لئے ظلال کہا جاتا ہے حدیث شریف بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے نور وظلمت کے ستر ہزار حجاب ہیں اگر وہ حجاب دور ہو جائیں تو جہاں تک اس کی نظر جائے اس کے چہرے کی عظمت اور جلال اس کی مخلوق کو جلا دے)

حجاب کی تفصیل:

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ سے اتنا نزدیک ہو گیا تھا کہ کبھی اتنا نزدیک نہیں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی کیا کیفیت تھی؟ جبرئیل نے جواب دیا کہ میرے اور ذات حق کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے تھے)

نیز مسلم نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجابہ النور لو کشفہ لا حرقت سبحان وجھہ ما انتھی الیہ بصرہ من خلقہ

(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا حجاب نور ہے اگر وہ اسے کھول دے تو جہاں تک اس کی نظر جائے اس کے چہرے کی عظمت اور جلال اس کی مخلوق کو جلا دے)

بہت ممکن ہے کہ ان پردوں سے مراد ظلال ہی ہوں یعنی اگر ظلال نہ ہوتے تو دنیا اپنی ضعف استعداد اور پستی مرتبہ کے باعث صفات ذات حق سے بغیر واسطہ ظلال اقتباس فیض کے لئے غیر صالح ہونے کی وجہ سے مٹ جاتی بلکہ سرے سے ہی مٹ جاتی۔

عالم ارواح کی ترتیب میں آپ کو مقدم بیان کیا گیا ہے۔ (یعنی باعتبار پیدائش کے میں سب سے اول اور باعتبار بعثت کے سب سے آخری نبی ہوں) سے ہوا۔

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ
سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

(زاہد کی سیر ہر روز ایک دن کی راہ ہے اور عارف کی سیر ہر وقت بادشاہ کے تخت تک ہے)

مادیات تمام آسمانی جسم (مثل ستارے، سیارے، سورج، چاند، ہوا، پانی، مٹی، آگ وغیرہ) مادیات کہلاتے ہیں انسانی روحیں اور دیگر لطیفے یعنی قلب، سر، خفی واخفی، مجردات ہیں۔ اور جو صوفیائے کرام نے کہا ہے کہ یہ لطائف فوق العرش ہیں مادیات کو عالم خلق یا اجسام کہتے ہیں مجردات کو عالم ارواح کہتے ہیں عرش مجید عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان حد فاصل ہے اور دونوں کا رنگ رکھتا ہے۔ عالم مثال کو برزخ بھی کہتے ہیں خواب میں عالم مثال کے احوال ظاہر ہوتے ہیں۔

عالم امر غیر محدود ہے۔ عالم امر کے موجودات میں قوت بھی زیادہ ہے۔

تمام کائنات کے مجموعہ کو عالم کبیر کہتے ہیں۔

عالم صغیر:

سے مراد انسان ہے (دسوں لطیفوں) سے مرکب ہے لطیفوں کی اصل عالم کبیر میں ہے۔

جسم مثالی:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو جسم عطا فرمائے ہیں ایک جسم عنصری کہ دنیا میں رہتا ہے اور آخرت میں اسی جسم کے ساتھ اٹھایا جائے اور اسی پر ثواب وعذاب ہوگا اور دوسرا جسم مثالی کہ عالم مثال میں موجود ہے اور خواب میں نظر آتا ہے روح جو امر رب سے ہے دونوں جسموں سے تعلق رکھتی ہے۔ جاگنے کی حالت میں اس روح کی توجہ جسم عنصری کی طرف زیادہ ہوتی ہے اور سونے یا بیہوشی واستغراق وغیرہ کی حالت میں یہ جسم مثالی کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے۔

لطائف عشرہ:

ان میں پانچ یعنی قلب، روح، سر، خفی، اور اخفی، عالم امر سے ہیں اور پانچ یعنی نفس، (ناطقہ) آگ، پانی، ہوا اور مٹی عالم خلق سے۔ جو دنیا کن کے کہتے ہی بن گئی وہ عالم امر ہے عالم خلق

وقفہ کے بعد آہستہ آہستہ پیدا ہوئے ہیں۔ (یعنی بیشک تمہارا رب وہی ہے جس نے پیدا کیا زمین وآسمان کو چھ دن میں)

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی شکل کو بنایا تو اس کے بدن میں عالم خلق کے ساتھ عالم امر کے لطائف کا بھی چند جگہوں میں تعلق پیدا کیا وہ تعلق جو عالم امر کا عالم خلق یعنی بدن انسان کے ساتھ ہے یہ ہے۔

پہلا لطیفہ قلب:

یہ ایک مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) صنوبری یا مخروطی شکل کا بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ذرا پہلو کی طرف جھکا ہوا (قلب) اس شکل کا ہے اور اس کا نور زرد ہے زمین کی رنگت کا یا سرسوں کے پھول جیسا۔

دوسرا لطیفہ روح:

اس کا مضغہ یا مقام جسم انسانی میں دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلہ پر پہلو کی طرف جھکا ہوا ہے اس کا رنگ سرخ سنہری مائل یعنی جیسا کہ سونے کا رنگ ہوتا ہے۔

تیسرا لطیفہ سر:

اس کا مقام دائیں پستان کے برابر میں سینہ کی طرف کو جھکا ہوا دو انگشت کے فاصلہ پر ہے اس کا نور سفید ہے۔

چوتھا لطیفہ خفی:

اس کا مقام دائیں پستان کے برابر میں سینہ کی طرف کو جھکا ہوا دو انگشت کے فاصلہ پر ہے اس کا نور سیاہ ہے۔

پانچواں لطیفہ اخفیٰ:

اس کا مقام سینہ کے وسط میں ہے اس شکل کا اخفیٰ اس کا نور سبز ہے۔

یہ تمام لطائف اپنے اصول کے ساتھ مجرد نور اور صاف چمک اور روشنی سے بھرپور تھے اور ہر وقت اپنی اصل کی طرف سیر کر کے مشاہدہ حق میں لگے رہتے تھے لیکن اس عالم خلق میں اپنی پڑوسنوں یعنی بری صفتوں کے میل سے خراب ہو کر اپنے اصلی وطن کو بھول گئے۔

بری صفتیں یہ ہیں۔ شہوت جو قلب سے تعلق رکھتی ہیں اور اس کو اپنی طرف کھینچ کر محبوب حقیقی سے غافل کر دیتی ہے۔ روح کے ساتھ غصہ وغضب ہے اس کی نورانیت کو ضائع کر کے درندوں جیسی عادت پیدا کر دی ہے۔ لطیفہ سر کے ساتھ حرص ہے جس نے اس کو اپنا متوالا بنا کر ذات الٰہی کے مشاہدے سے محروم کر دیا لطیفہ خفی کے ساتھ حسد اور بخل ہے اس لطیفہ کی سیاہی کو جو ملاء اعلیٰ کے مقامات دکھانے والی اور پردوں میں آنکھ کی سیاہ پتلی کی مانند دیکھنے والی ہے بے نور کر دیتی ہے اور لطیفہ اخفیٰ کے ساتھ تکبر اور فخر ہے جس نے اس لطیفے کو مکدر اور میلا کر کے سرکشی اور نافرمانی کی طرف دھکیل دیا اور راندہ درگاہ بنا دیا ہے۔

پہلا درجہ

(۱) پہلا درجہ جو مرتبہ قلب ہے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اور درجے والے کو آدمی المشرب کہتے ہیں اور ان کا رب (تربیت کرنے والا) صفت التکوین ہے جو افعال کے صادر ہونے کا منشا ہے۔ پس آدمی المشرب صفات افعالیہ کی تجلی کا فیض اخذ کرتا اور اپنے اسم قیوم کی سیر اسی کی متابعت میں نقطہ تک پہنچاتا ہے اور دوسرے اسماء وصفات کی تجلیات بھی اسی کے ضمن میں حاصل کرتا ہے۔

دوسرا درجہ:

(۲) ولایت کا دوسرا درجہ جو مقام روح ہے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اور حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس مقام میں مشارکت رکھتے ہیں ان کا رب صفت العلم ہے اور ابراہیمی المشرب صفات ذاتیہ ثبوتیہ کی تجلیات کا فیض حاصل کرتا ہے۔

تیسرا درجہ:

ولایت کا تیسرا درجہ جو حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اس درجہ والے کو موسوی المشرب کہتے ہیں اور ان کا رب مقام شیونات سے شان الکلام ہے اس مقام کا سالک موسوی المشرب شیون واعتبارات ذاتیہ کا فیض حاصل کرتا ہے۔

چوتھا درجہ:

ولایت کا چوتھا درجہ مقام خفی ہے جو حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے ان کا رب صفات سلبیہ سے ہے جو مقام تقدیس وتنزیہ ہے نہ کہ صفات ثبوتیہ سے اور اکثر ملائکہ کرام اس مقام میں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں اور ان کو اس مقام میں شان عظیم

حاصل ہے اس مقام والے کو عیسوی المشرب کہتے ہیں جو صفات سلبیہ کا فیض حاصل کرتا ہے جو تقدیس وتنزیہ کا مقام ہے۔

پانچواں درجہ:

ولایت کا پانچواں درجہ جو مقام اخفٰی ہے حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اس درجے والے کو محمد المشرب کہتے ہیں ان کا رب رب الارباب محمدی المشرب شان جامع کا فیض اخذ کرتا ہے۔ جب سالک شیخ کامل کی صحبت اور توجہات کے فیض سے سلوک کا راستہ طے کرتا اور لطائف خمسہ میں ذکر کرتا ہے تو ان بری خصلتوں کی اصلاح ہوکر عالم امر کے لطائف نورانی ہوکر اپنے اصول میں جا پہنچتے ہیں۔

حقیقت نفس:

انسان کے اندر ایک طاقت ہے جس سے وہ کسی چیز کی خواہش کرتا ہے خواہ وہ خواہش بھلائی کی ہو یا برائی کی، اس کو نفس کہتے ہیں پس اگر نفس اکثر برائی کی طرف خواہش کرے اور اس پر شرمندہ بھی نہ ہو تو اس وقت نفس امارہ کہلاتا ہے۔ اور اگر نفس اپنے کئے پر شرمندہ بھی ہونے لگے تو اس وقت لوامہ کہلاتا ہے اکثر بھلائی کی خواہش کرتا ہے تو نفس مطمئنہ کہلاتا ہے۔

غرض بھلائی اور برائی کی دونوں خواہشیں نفس ہی سے متعلق ہیں۔

توحید وجودی، توحید شہودی:

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کو اس مقام میں خطائے اجتہادی واقع ہوئی ہے۔ پس جہان کو اپنے صانع (خدائے تعالیٰ) کے ساتھ سوائے اس کے اور کوئی نسبت نہیں کہ وہ اس کی مخلوق ہے مثلاً کوئی شخص کشتی میں سفر کر رہا ہے تو کشتی متحرک ہے نہ کہ کشتی میں بیٹھنے والا پس حرکت میں کشتی واسطہ ہے کشتی میں بیٹھنے والے کے لئے اور دراصل حرکت کے ساتھ موصوف ہے اور کشتی میں بیٹھنے والا ذی واسطہ ہے جو مجازاً حرکت کے ساتھ موصوف ہے۔

تنزلات ستہ کا بیان: تعین اول۔ جیسا کہ درخت کے بیج کے دانے میں پھل، پھول، پتے، اور شاخیں مجمل طور پر پوشیدہ ہوتی ہیں لیکن سب نظری ہیں نہ کہ ظاہری معنی کے مطابق یعنی وہ سبحانہ وتعالیٰ خود اپنی ذات سے قائم ہے اور ہر قسم کے تغیرات سے پاک ہے اب تک ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرہ کا دل چیریں

منجملہ ان کے یہ ہے کہ جیسے کسی شخص سے عدالت کا منصف (جج) یوں پوچھے کہ تم نے اس معاملہ کی پولیس میں رپٹ لکھوائی وکیل سے مشورہ کیا؟ وہ شخص جواب میں کہے کہ جناب پولیس وکیل سب کچھ آپ ہی ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے کہنے والے کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے جب سب معاملہ ظاہر تو پولیس اور وکیل کی کیا ضرورت ہے۔ توحید وجودی کی تمام تقریریں اسی طرف راجع ہیں کہ سالک تمام وجودوں کو ناقابل التفات سمجھتا اور ایک وجود حقیقی کی طرف متوجہ ہوتا اور سب کو فنا کے قابل جان کر ایک ذات کو باقی اور پائندہ جانتا ہے۔

ایک کیڑا (جگنو) چراغ کی مانند چمکتا ہے کسی نے اس سے پوچھا کہ اے رات کو روشنی کرنے والے کیڑے کیا وجہ ہے کہ تو دن میں تو نظر نہیں آتا؟ دیکھئے اس خاک زاد آتشیں کیڑے نے کس عقلمندی سے جواب دیا کہ میں دن رات رہتا تو اسی جنگل میں ہوں لیکن سورج کے سامنے میری روشنی بے نور ہو جاتی ہے اور میرا وجود کالعدم ہو جاتا ہے۔ ایک قطرہ بارش کا کسی بادل سے سمندر کی سطح پر ٹپکا اور سمندر کی وسعت کو دیکھ کر کہنے لگا کہ جس جگہ دریا اور سمندر ہو وہاں میری کیا حقیقت میری ہستی تو اس کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے۔

ذات حق کو بعض چیزوں کے ساتھ تشبیہ

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

جو چیز بے مثل اور غیر مادی ہو اس کی مثال دی جاسکتی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں بادشاہ مصر نے خواب میں قحط کے سالوں کو دبلی اور لاغر گایوں اور گیہوں کے خشک خوشوں کی صورت میں دیکھا تھا۔

(از حضرت زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ)

تمباکونوشی کے نقصانات

از خطبہ امام حرم نبوی

اقتباس و ترجمہ:

تحلیلی تجربات اور طبی تحقیق جملہ اطباء اس پر متفق الرائے ہیں کہ تمباکونوشی مضر صحت ہے۔ جو بدن میں مدافعت امراض کی قوت کو کافی حد تک نقصان پہنچاتی اور کمزور کر دیتی ہے کیونکہ زہریلے مادوں پر مشتمل ہے جن میں نیکوٹین (زہر) کا مہلک مادہ بھی شامل ہے بعض اطباء کا قول ہے کہ اگر نکوٹین ایک نقطہ بھی خرگوش کی جلد پر رکھ دیا جائے تو وہ بھی اس کو ہلاک کر ڈالے۔ اگر دو نقطوں کے بقدر کتے یا بلاؤ (گربہ نر) کی زبان پر رکھ دیں تو فی الفور ان کی ہلاکت واقع ہو جائے۔ اگر پانچ نقطوں کی مساوی نیکوٹین اونٹ کے منہ میں رکھ دی جائے تو اس کی ہلاکت کا باعث ہو جائے اندازہ کریں کہ اس سے کس قدر صحتی نقصان ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں تمباکو میں گندھک (سوختنی عنصر) اور ہڑتال (زہریلی دھات) کا مادہ بھی شامل ہے جو حشرات الارض کے خاتمہ اور ہلاکت کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ اور یہ تمام زہریلے مواد ہیں جو دونوں پھیپھڑوں کے ساتھ جا کر متعلق ہو جاتے ہیں اور انہیں سخت متاثر کرتے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ تمباکو کا دھواں بھی کاربن (اصلی زہر) کے کیمیاوی عنصر کی مہلک و گلوگیر گیس پر مشتمل ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ اگر چڑیا یا مینڈک یا ان کے ہم جسامت کوئی اور جانور کسی بند مقام میں مقید کر کے اس پر تمباکو کا دھواں مسلط کر دیا جائے تو اس کی ہلاکت واقع ہو جائے۔

مزید نقصانات

تمباکو نظام توالد و تناسل کے لئے مضر و نقصان دہ ہے۔ قوۃ مباشرت میں کافی ضعف پیدا کرتا ہے۔ نظام تنفس میں ہیجان و بھڑک (سانس پھولنے) کا باعث ہوتا ہے۔ پھیپھڑے میں سرطان (خاص قسم کے زخم) کا سبب بنتا ہے۔ اس لئے کہ پھیپھڑے کے مثال تارکول سے لت پت اسپنج (سمندری جوفدار گھونسلے) کی طرح ہے۔ جس کی بناوٹ ایسی ہوتی ہے کہ پانی میں رکھ دیا جائے تو بہت سا پانی سما جائے اور نچوڑ دو تو فوراً خشک ہو جائے۔ اس بناء پر تمباکو کے زہریلے مواد کے جوذرات دھوئیں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ وہ بذریعہ سانس پھیپھڑے کے ساتھ لگ جاتے اور چمٹ جاتے ہیں۔ تمباکو دل کی دھڑکنوں میں حدت و تیزی کا سبب بنتا ہے نیز اس کی وجہ سے آدمی خون کی تنگی و دباؤ کے حملے کا اور دیگر امراض قلب کا شکار ہو جاتا ہے۔ (مثلاً ہارٹ اٹیک وغیرہ) تمباکونوش کے منہ کے اثرات بد اس کے معدے تک پہنچ کر نظر ہضم طعام کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ جس کی بنا پر کھانے کی اشتہاؤ طلب کم ہو جاتی ہے۔ اور دقت ہضم کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور معدے کے جو چھوٹے چھوٹے بال و مسامات غذا کے چوسنے کا کام کرتے ہیں۔ تمباکو کے اثرات سے وہ بال متاثر ہو کر کمزور ہو جاتے ہیں تمباکونوشی اپنی تمام شکلوں سمیت اعصاب کی مرکزی قوت دماغ پر اثر انداز ہوتی ہے کہ قوت حافظہ اور ذہانت میں کمی واقع ہو جاتی ہے جس کی بنا پر طالب علم کثرت سے غیر تمباکونوش طلباء نے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ اس کی نسبت سے تمباکونوش کامیابی حاصل کرنے والے طلباء کی تعداد کہیں کم ہے تمباکونوشی مسوڑھوں کو اور دانتوں کے مرکزی گوشت کو کمزور کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے دانت جلدی گر جاتے ہیں۔ تمباکو اپنے کاربن کے کیمیاوی عنصر کے سبب نیز نیکوٹین کے زہریلے مادہ کے سبب آنکھوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے جس کی وجہ سے بصارت و بینائی متاثر ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اگر عورت تمباکونوشی کرتی ہے تو یہ چیز جس طرح خود اس کی جسمانی صحت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کے بچہ دانی والے بچے پر بھی اپنا اثر بد ڈالے بغیر نہیں رہتی۔

اگر کوئی انسان نقدی روپیوں کو لے کر جلا ڈالے تو لوگ کہیں گے کہ یہ نادان ہے جس پر خرید و فروخت کی پابندی عائد ہونی چاہئے نقدی روپیوں کی سوخت تو فقط مالی ضرر ہے مگر تمباکو کی خرید و عملداری تو مالی صحتی اجتماعی ہر طرح کا ضرر ہے۔ آتشزدگی کے متعدد افسوسناک واقعات کی موجب یہودی مرکزوں اور کارخانوں اور کمپنیوں کی تقویت ہر منصف مزاج آدمی معترف ہے کہ دھواں ایک خبیث اور گندی چیز ہے۔ اے بار الٰہا تو ہمیں ہماری فلاح القا فرما۔

خطبہ (۲) متعلقہ زنا کاری:

یہ فطری طبائع جو انسان کی جبلت میں داخل ہیں ان کی تخلیق میں متعدد مصالح وحکم ملحوظ ہیں۔ مرد وعورت میں جنسی خواہش اور جذبہ ترحم کی تخلیق کا مقصد توالد وتناسل، خاندانی و نسبی شرافت اور معزز گھرانوں کے ذریعہ ایک ایسے پاکیزہ شریفانہ معاشرہ کی بنیاد ڈالنا ہے جس کے اندر مناجات خداوندی کی اوراس کے تشریعی احکام کی بجا آوری کی۔ اوراس کے حق عبدیت کی عملداری کی اہلیت بدرجہ اتم موجود ہواور جس کی نشوونما عمدہ فضائل اخلاق اور حسن سلوک کی بنیادوں پر استوار ہو۔ ان فطری قوی کی تخلیق کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ انسان بیہمانہ طور پر بے سود محض مستی اتار کر بداخلاقی و بدکرداری کی انتہائی پستیوں کے کھڈ میں جاگرے۔ مرد وعورت میں توالد وتناسل کے اسباب وعوامل اور انسانی طاقت ایک ایسی فطری امانت ہے۔ وہ رشتہ زوجیت جو اس خوبی کا حامل ہے کہ اس کے ذریعہ شریفانہ گھرانہ اور معزز خاندان کی بنیاد پڑتی ہے اور انسانی طاقت میں شرافت وعزت کی خوبی پیدا ہوتی ہے۔

کسی حرام رحم میں نطفہ ڈالنا، خداوندی حدود سے صریح تجاوز ہے۔ تنگدستی اور ذلت خواری پیدا کرتی ہے باہمی بغض و کینہ کا باعث ہوجاتی ہے۔ سازش وشورش کا دروازہ وا کردیتی ہے، زنا کار کو چوپایوں جیسی پست اور نچلی سطح پر لا کھڑا کرتی ہے۔ نسبوں کو خلط ملط کر دیتی ہے۔ اوراولاد کو اپنے حقیقی باپ کے غیر سے وارث بنا دیتی ہے۔ اور کبھی ولد الحرام کو خود اپنے زانی باپ کی بیٹی سے شادی رچانے کا اتفاق پیش آجاتا ہے۔ بالخصوص عورت کو جرم کی جوابدہی کا بار اٹھانا پڑتا ہے۔ یہ تیز شہوت مادہ خلقت بن کر وضع حمل کا سبب بن جاتی ہے۔ گلو خلاصی (اور سقوط حمل) حقیقی زندگی درگوری کی نوبت پیش آتی ہے۔ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی تھی۔

اسلام تو ایک تربیت وتعلیم، شفقت و رحمت، درماں وچارگی اور تحفظ وصیانت عزت کا حامل نظام و مذہب ہے۔ پست نگاہی ونگرانی شرمگاہ اور غیر محرم کے ساتھ عورت کا تخلیہ حرام قرار دیا ہے۔ پردہ کا حکم دیا ہے۔ بغیر اجازت مالکین گھروں کے داخلہ پر پابندی ونزاکت کلامی سے منع کیا ہے۔ اسلام نے وجاہت ونیک کرداری اور عفت و پاک دامنی کا حکم دیا ہے۔ اور اظہار زیبائش اور مشکوک ومشتبہ رویہ وطریقہ سے منع کیا ہے۔ حیا سوز فاحشانہ کلام وقول سے منع کیا ہے اور عزت وآبرو کو پائمال و برباد ہونے سے بچانے کی خاطر مذہب اسلام نے حد بہتان مقرر فرمائی ہے۔ جیسا کہ ستر پوشی اور عفو ودرگزر اور حدود متعلقہ زنا کاری کی معافی کی ترغیب دی ہے۔ بشرطیکہ بدکاری کا معاملہ ابھی سلطان اسلام تک نہ پہنچا ہو علاوہ ازیں شریعت اسلامیہ نے شکوک وشبہات کی صوت میں سقوط حدود کا فیصلہ کیا ہے۔ لیکن جب یہ تمام رعایتیں اور جملہ اسباب تحفظ و پاکبازی مفید وسود مند ثابت نہ ہوں اور ایک شخص خود اپنی پردہ داری و اقدام ہلاکت کرتا ہوا آئے اور علی الاعلان کم از کم چار عادل و معتبر وثقہ آدمیوں کے سامنے بدکرداری کا مرتکب ہو تو اس صورت میں یقیناً اس پر حد قائم کی جائے۔

حد زنا:

غیر شادی شدہ کے لئے سو کوڑے، یکسالہ جلا وطنی۔ شادی شدہ کے لئے۔ جس نے بعد نکاح صحیح ہمبستری بھی کی ہو۔ سنگساری ہے یہاں تک کہ وہ موت کے گھاٹ اتر جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة ولا تاخذکم بهما رافة فی دین الله ان کنتم تومنون بالله والیوم الاخر ولیشهد عذابهما طائفة من المومنین.**

ترجمہ: زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد سو ان میں سے ہر ایک کے سو درے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہئے۔ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہئے۔

اور صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس مزدور کے قصہ میں مروی ہے جس نے اپنے مستاجر کی بیوی سے بدکاری کی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان حکم خداوندی کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں۔ بکریاں اور

لونڈی تم پر واپس ہیں اور تیرے بیٹے پر ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور اے انیس! تم صبح کو اس کی بیوی کے پاس جانا اگر اقبال جرم کر لے تو اسے سنگسار کر دینا۔ شادی شدہ زنا کار مرد و عورت پر سنگساری کا حکم قطعاً برحق وصواب ہے۔ بشرطیکہ گواہ موجود ہو یا حمل یا اقرار کی صورت ثابت ہو۔ باقی حدود قائم کرنے کا حق امام یا اس کے خلیفہ کو ہے۔ کسی سرزمین میں ایک حد کا قائم کرنا اس کے باشندگان کے حق میں چالیس رات کی بارش سے کہیں بہتر و انفع ہے۔ اور درے مارنے سے مقصود باز داری و سرزنش وتنبیہ ہے لہٰذا ضروری ہے کہ یہ ضرب اذیت ناک ہو۔ مگر زخم تک نوبت نہ پہنچے۔ مثلاً پشت، سرین کی دونوں جانبیں، دونوں رانیں، مگر سر، چہرہ، شرمگاہ اور جنگ وقتل میں زخم خوردہ عضو پر مارنے سے احتراز کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو حق بات بیان کرنے سے حیا قطعاً مانع نہیں۔ مقعد نہ مقام توالد ہے نہ محل شہوت رانی، بلکہ وہ تو ایک انتہائی گھناؤنی سڑی ہوئی گندی جگہ ہے لواطت، قوت مردی کے لئے سراسر نقصان دہ ہے۔ جو فاعل اور مفعول ہر دو میں متعدد امراض کا باعث ہوتی ہے۔ اغلام بازی ایک معاشرتی جرم اور ناسور ہے جس کا مرتکب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ارشاد ملعون ہے۔ اور لعنت کے معنی رحمت خداوندی سے دھتکار دینے اور دور کر دینے کے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ جس کو تم قوم لوط والا عمل کرتے ہوئے پاؤ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی، جو شخص عورت کی دبر میں آتا ہے، انتہائی ناپاک پلید اور بحکم حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملعون وظالم اور از حد ذلیل وکمینہ ہے۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت کرے اللہ ان لوگوں پر جو عورتوں سے ان کی دبروں، گندگی کی جگہوں۔ میں بدکاری کریں۔ جو چوپایہ سے بدفعلی کرے اس کو بھی قتل کر ڈالو۔ اور اس کے ساتھ اس چوپایہ کو بھی مار ڈالو۔ بعض علماء کا قول ہے کہ ایسے شخص کا حکم زانی کے حکم کی طرح ہے عورتوں کی باہمی بدکرداری اور بذریعہ ہاتھ اخراج منی یہ دونوں قطعی حرام ہیں اور ان میں سزا دینے کا حکم ہے۔

متعلقہ پردہ شرعی

سعودی شہروں میں تو بحمدہ تعالیٰ عورتیں اپنے منہ پر نقاب ڈال کر رکھتی ہیں۔ جس سے نہ ان کا چہرہ نظر آتا ہے نہ ہاتھ۔

میرے مسلمان بھائیوں پر لازم ہے کہ عورتوں کی بابت خوف خداوندی بروئے کار لا کر ان کے شرعی پردہ اور عفت وحیاء کی بقا کا بطور خاص فکر کریں تاکہ ہماری عورتوں کو امہات المومنین کی اقتداء و پیروی کا موقع میسر آ سکے۔ حاکم نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ ہم مردوں سے اپنے چہروں کا پردہ کیا کرتی تھیں۔

تو اے اہل اسلام اللہ کا خوف پیدا کر کے اعتقاد ویقین رکھو کہ عورت کے لئے پردہ کا حکم بعینہٖ نماز وغیرہ فرائض کی طرح ہے۔ مسلمان عورت پر اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کا پردہ کرنا واجب ہے جو کتب علمائے حق کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔

میں آپ لوگوں کو اور خود اپنے کو خوف خداوندی اختیار کرنے کی تاکیدی نصیحت کرتا ہوں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند بعض مسلمان عورتیں جو اپنے رب کی تابع فرمان اور پردہ کی خوب پابند ہیں ان کا بیان ہے کہ بعض خاوند اپنی بیوی کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اس کے بھائیوں کے سامنے اپنا چہرہ کھول دے ورنہ بصورت دیگر وہ اسے طلاق کی دھمکی دیتے ہیں باوجودیکہ یہ لوگ تہذیب یافتہ اور تعلیم یافتہ ہیں۔ اور بعض خاوند اپنی بیوی کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اس کے قریبی اعزہ اور چچازاد ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ مل بیٹھے اور سب لوگ برابر ایک ہی دسترخوان پر کھانا تناول کریں۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث مرفوع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گوش ہوش سے سن لو۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

تم عورتوں کے پاس اندر جانے سے پرہیز کرو۔ ایک انصار مرد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیٹھ اور دیور کے متعلق مسئلہ بتلائیے، فرمایا وہ تو موت کی طرح اور بھی زیادہ مہلک وسخت خطرناک ہے۔ ترجمہ حضرت قاری محمد طاہر رحیمی مدظلہ

تفسیر ابن کثیر

جو لوگ نبی امی کی پیروی کرتے ہیں اور مسلمان ہو جاتے ہیں انہیں اس پیشین گوئی کا علم ہے جو ان کی کتابوں توریت و انجیل وغیرہ میں نبی امی سے متعلق لکھی ہوئی ہیں۔ کتب انبیاء میں نبی علیہ السلام کی صفت مذکور ہے جنہوں نے اپنی اپنی امت کو اپنی بعثت کی خوشخبری دی ہے اور ان کا مذہب اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ ان کے علماء اور راہب اس چیز کو جانتے ہیں مستند احمد امام میں ہے کہ ایک بدوی نے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کے زمانے میں میں دودھ بیچنے کے لئے مدینے گیا بیع سے فارغ ہونے کے بعد میں نے کہا چلو ان سے بھی (محمد علیہ السلام) سے مل لوں اور ان سے کچھ باتیں سنوں۔ میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہے ہیں، میں بھی پیچھے ہولیا۔ یہ تینوں ایک یہودی کے گھر پہنچے جو توریت جانتا تھا۔ اس کا لڑکا قریب الموت تھا نوجوان اور خوبصورت۔ وہ اسکے پاس بیٹھا تعزیت نفس کی خاطر توریت پڑھ رہا تھا۔ حضرت علیہ السلام اس یہودی سے باتیں کرنے لگے اور کہا کہ تمہیں توریت نازل کرنے والے کی قسم ہے سچ بتاؤ اس میں میرا ذکر اور میری بعثت کی خبر بھی ہے کہ نہیں۔ اس نے سر ہلا کر کہا "نہیں" تو اس کا قریب الموت نوجوان لڑکا بول اٹھا کہ توراۃ نازل کرنے والے کی قسم کہ ہم اپنی کتابوں میں آپکی صفت اور بعثت کی خبر پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ مر گیا تو آپ نے کہا کہ یہ مسلمان ہے یہودیوں کو یہاں سے ہٹا دو۔ پھر آپ نے اس کے کفن اور نماز کا انتظام کیا یہ حدیث جید اور قوی ہے اور صحیح بخاری میں انسؓ سے مروی ہے۔

ہشام بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ہرقل شاہ روم کے پاس تبلیغ اسلام کے لئے میں اور ایک آدمی بھیجے گئے ہم چلے اور غوچہ دمشق تک پہنچے، جبلہ بن ایہم الغسانی کے محل کو گئے۔ وہ صاحب تخت تھا۔ ہمارے پاس ایک سفیر کو بھیجا کہ بات کرے کہ کیا کہنا ہے۔ ہم نے کہا ہم تم سے بات نہیں کریں گے۔ ہم بادشاہ سے بات کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اگر اس نے بلا لیا تو اسی سے بات کریں گے۔ ہمیں تم سے کچھ کہنا نہیں ہے۔ اس نے جا کر بادشاہ کو خبر کی۔ اس نے بلا لیا اور کہنے لگا، کہو کیا کہنا چاہتے ہو، ہشام بن العاصؓ نے اس سے گفتگو کی اور اسلام کی دعوت دی۔ وہ سیاہ کپڑے پہنے تھے۔ ہشامؓ نے کہا یہ کپڑے کیوں ہیں؟ جبلہ نے کہا میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ یہ سیاہ لباس نہ اتاروں گا جب تک کہ تم لوگوں کو شام سے نہ نکال دوں۔ ہم نے کہا خدا کی قسم ہم یہ تخت تم سے لینے والے ہیں اور ملک اعظم کا ملک بھی ان شاء اللہ ہمارے قبضہ میں آ جائے گا۔ ہمارے نبیؐ نے اس کی پیش گوئی فرما دی ہے۔ اس نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہے۔ وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ دن میں روزہ رکھتے ہیں، راتوں کو نماز پڑھتے ہیں۔ تم بتاؤ تمہارا روزہ کیسا ہے۔ ہم نے پوری طرح بتا دیا۔ تو گویا اسی کے چہرے پر سیاہی سی دوڑ گئی۔ اس نے کہا اچھا جاؤ بادشاہ سے ملو، اور ہمارے ساتھ ایک رہبر کر دیا۔ ہم اس کی راہنمائی میں چلے اور جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو ہمارے راہبر نے ہم سے کہا کہ تم ان سواریوں اور اونٹنیوں کو لے کر شہر میں داخل نہیں ہو سکتے تم چاہو تو ہم تمہارے لئے گھوڑے اور خچر مہیا کر دیں۔ ہم نے کہا خدا کی قسم ہم تو انہیں پر سوار رہیں گے۔ اس نے بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ انہیں دوسری سواریوں پر بیٹھنے سے انکار ہے۔ بادشاہ نے اونٹنیوں پر ہی سوار آنے کی اجازت دیدی۔ ہم اپنی تلواریں لٹکائے بادشاہ کے محل تک پہنچے اپنی سواریاں وہاں بٹھا دیں۔ بادشاہ اپنے محل کے بالا خانے سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ ہم نے اترتے ہی کہا کہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ خدا جانتا ہے کہ ہماری آواز تکبیر سے سارا محل لرز اٹھا گویا آندھیوں نے اس کو ہلا دیا ہو۔ بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ تم کو اپنے دین کا اس طرح مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے پھر ہمیں بلا بھیجا۔ ہم داخل دربار ہوئے، وہ اپنی مسند پر بیٹھا ہوا تھا اور پوپ، پادری اور عمائد سلطنت اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی مجلس کی ہر چیز سرخ تھی، سارا ماحول سرخ، اس کے کپڑے بھی سرخ۔ ہم اس کے قریب گئے، وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ تم آپس میں جس طرح سلام کر لیا کرتے ہو، مجھے کیوں نہیں کیا؟ اس کے پاس ایک فصیح الکلام عربی جاننے والا ترجمان موجود تھا۔ ہم نے اس کے ذریعہ یہ کہا کہ ہم باہم جو سلام کہہ لیا کرتے ہیں وہ آپکے سزاوار نہیں اور آپ کا جو طریقہ ادب و سلام ہے وہ ہمارے لئے سزاوار نہیں کہ وہ طریقہ تعظیم شیوہ سلام و کلام ہم آپ کے لئے برتیں اس نے کہا تمہارا باہمی سلام کیسا ہوتا ہے؟ ہم نے

کہا ''السلام علیک'' اس نے پوچھا، تم اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام کرتے ہو؟ ہم نے کہا انہیں بھی اسی طرح۔ اس نے پوچھا کہ وہ کس طرح جواب دیتے ہیں۔ اس نے پوچھا تمہارا امتیازی نعرہ کیا ہے؟ ہم نے کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر جب ہم نے یہ آواز بلند یہ کہا تو سارا محل لرز گیا۔ حتیٰ کہ وہ گھبرا کر سر اٹھا کر دیکھنے لگا کہ چھت تو نہیں گرے گی۔ وہ کہنے لگا یہ کلمہ جو تم نے کہا جس سے مکان ہل گیا تو جب کبھی تم اپنے گھروں میں کہتے ہو تو کیا تمہارے گھر بھی کانپ اٹھتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں، ہم نے ایسا کبھی نہیں کیا بجز آپ کے محل کے۔ کہا کیا اچھا ہوتا کہ جب کبھی تم لوگ یہ نعرہ لگاتے تو تمہاری ہر چیز بھی لرز اٹھتی اور اس نعرہ کی زد سے میرا آدھا ملک مارا کھا جاتا، اور آدھا رہ جاتا۔ ہم نے پوچھا ایسا کیوں؟ تو کہا یہ آسان ہے اس بات سے کہ امر نبوت مستحکم اور قائم ہو جائے پھر ہم سے آنے کی غرض پوچھی، ہم نے مقصد تبلیغ بتا دیا۔ پوچھا تمہارا نماز روز کیسا ہوتا ہے؟ ہم نے معلوم کرا دیا۔ اس نے اب ہمیں رخصت کیا۔ ہمیں ضیافت خانے ٹھہرایا، ہماری مہمانی کی۔ ہم وہاں تین دن ٹھہرے۔ پھر ایک رات ہمیں بلا بھیجا۔ ہم گئے پھر ہم سے دریافت کیا، پھر ہم نے اپنا مقصد دہرایا۔ اب اس نے ایک بہت بڑی چیز سونے چاندی سے جڑاؤ منگوائی، اس میں چھوٹے چھوٹے خانے بنے ہوئے تھے اس میں دروازے لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک خانہ کا قفل کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشمی کپڑا نکالا اس میں ایک سرخ تصویر بنی ہوئی تھی۔ ایک آدمی کی تصویر تھی جس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں، موٹی رانیں، لمبی اور گھنی ڈاڑھی، سر کے بال دو حصوں میں نہایت خوبصورت اور لمبے لمبے۔ کہنے لگا کیا اس کو جانتے ہو۔ ہم نے کہا نہیں، کہنے لگا یہ آدمؑ ہیں ان کے جسم پر بہت بال تھے۔ پھر اور ایک ڈبے کا قفل کھولا۔ اس میں سے بھی ایک سیاہ ریشمی کپڑا نکالا۔ اس میں ایک گورے رنگ کے آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی گھونگر والے بال، سرخ آنکھیں، بڑا سا سر، خوبصورت ڈاڑھی، کہنے لگا یہ نوح علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک ڈبے میں سے ایک اور تصویر نکالی۔ بہت ہی گورا رنگ خوبصورت سی آنکھیں، کشادہ پیشانی، کھڑا چہرہ، سفید ڈاڑھی، ہنس مکھ صورت، کہا جانتے ہو کہ کون ہیں؟ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں پھر ایک اور ڈبہ کھولا۔ ایک روشن اور گورے رنگ کی تصویر تھی اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ پوچھا کیا انہیں جانتے ہو، ہم نے کہا ہاں، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تصویر دیکھ کر ہم پر رقت طاری ہو گئی۔ وہ کہنے لگا کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ ہم نے کہا ہاں وہی ہیں اس تصویر کو دیکھ کر تم یہ سمجھ لو کہ آپ ہی کو دیکھا ہے۔ پھر کچھ دیر تک اس صورت کو گھورتا رہا۔ پھر کہا، یہ آخری ڈبہ تھا۔ لیکن میں نے اس کو سب کے آخر میں بتانے کے بجائے دوسرے ڈبے چھوڑ کر درمیان میں بتا دیا تاکہ تمہاری سچائی کا امتحان کروں۔ پھر ایک اور تصویر نکالی جو گندم گوں اور نرم صورت تھی۔ گھونگریالے بال، گڑی ہوئی آنکھیں، تیز نظر، غصیلا چہرہ، جڑے ہوئے دانت، موٹے ہونٹ، کہنے لگا یہ موسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے، اس کے متصل ایک اور تصویر تھی جو شکل و صورت میں اس سے مشابہت رکھتی تھی۔ مگر یہ کہ بالوں میں تیل پڑا ہوا کنگھی کی ہوئی، کشادہ پیشانی، آنکھیں بڑی، کہنے لگا یہ ہارون بن عمران ہیں۔ پھر ایک ڈبہ میں سے ایک تصویر نکالی۔ گندمی رنگ، میانہ قامت، سیدھے بالوں والا چہرہ، چہرے سے رنج و غضب آشکارا کہنے لگا یہ لوط علیہ السلام ہیں، پھر ایک سفید رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا۔ ایک سنہرے رنگ کا آدمی جس کا قد طویل نہ تھا۔ رخسار ہلکے تھے چہرہ خوبصورت تھا۔ کہا یہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا اس میں سفید ریشمی کپڑا نکال کر ہمیں دکھایا اس کی شکل اسحاق علیہ السلام کی تصویر سے بہت مشابہ تھی مگر اس کے ہونٹ پر تل تھا۔ کہا یہ یعقوب علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک سیاہ کپڑے پر کی تصویر بتائی۔ گورا رنگ بہت خوبصورت چہرہ، چہرے پر نور اور اخلاص و خشوع کے آثار نمایاں، رنگ سرخی مائل، کہا یہ اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک ڈبے میں سفید ریشمی کپڑا نکالا۔ جس کے اندر کی تصویر آدم علیہ السلام کی تصویر سے ملتی جلتی تھی، چہرے پر آفتاب چمک رہا تھا۔ کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور تصویر نکالی۔ سرخ رنگ، بھری پنڈلیاں، بڑی آنکھیں، بڑا پیٹ، ٹھگنا قد، شمشیر آویزاں۔ کہا یہ داؤد علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک تصویر نکالی۔ موٹی رانیں۔ لمبے پاؤں، گھوڑے پر سوار، کہا یہ سلیمان علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی، جوان، سیاہ ڈاڑھی، گھنے بال، خوبصورت آنکھیں، خوبصورت چہرہ، کہا یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ ہم نے کہا یہ تصویریں آپ کو کہاں سے ملیں ہم

جانتے ہیں کہ یہ تصویریں ضرور انبیاء علیہ السلام کی ہوں گی۔ کیونکہ ہم نے اپنے نبی کی تصویر بھی صحیح پائی ہے۔ پھر کہنے لگا کہ آدم علیہ السلام نے خدا سے سوال کیا تھا کہ میری انبیاء علیہ السلام اولاد کو مجھے بتا تو اللہ نے ان انبیاء علیہ السلام کی تصویریں حضرت آدم علیہ السلام کو دیں، اس کو آدم علیہ السلام نے مغربی ملک میں محفوظ رکھ دیا تھا۔ ذوالقرنین نے اس کو نکالا اور دانیال علیہ السلام کے سپرد کیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں تو یہ چاہتا تھا کہ اپنا ملک چھوڑ دوں اور تم میں سے کسی کمترین کا غلام ہو رہوں، حتیٰ کہ مجھے موت آجائے۔

اب ہمیں رخصت کر دیا۔ انعام واکرام دیا، جانے کے انتظامات کر دیئے، جب ہم ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو وہ آبدیدہ ہو گئے اور کہا اگر اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دیتا تو وہ ضرور ایسا کرتا۔ پھر فرمایا حضرت ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ یہود اپنی کتاب میں نبی ﷺ کی صفات پاتے ہیں۔ عطار بن یسارؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمروؓ سے میں نے ملاقات کی اور توریت میں حضرت ﷺ سے متعلق پیش گوئی کو دریافت کیا، تو کہا ہاں خدا کی قسم توریت میں بھی آپ ﷺ کا ایسا ہی ذکر ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اے نبی! ہم نے تم کو امت کا گواہ بنا دیا اور جنت کی خوشخبری دینے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا اور عوام کا پشت پناہ بنایا ہے۔ تم میرے بندے اور رسول ہو تمہارا نام متوکل ہے، تم نہ سخت گیر ہو نہ سنگ دل۔ تم کو اس وقت تک اللہ تعالیٰ نہ بلائے گا جب تک کہ اس غلط راہ چلنے والی قوم کو تم سیدھا نہ کر لو۔ اور جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور ان کے دلوں سے پردے نہ اٹھ جائیں اور کان سننے اور آنکھیں دیکھنے نہ لگیں۔ پھر عطاءؒ کی ملاقات حضرت کعبؒ سے ہوئی تو یہی سوال ان سے کیا تو بیان میں ایک حرف کا بھی اختلاف نہ پایا سوا اس کے کہ وہ اپنی زبان میں غلفاً کو غلوفیا اور صما کو صمومیا اور عمیا کو عمومیا کہتے تھے۔ لیکن یہ جملے بڑھا دیئے کہ وہ بازاروں میں شور وغوغا نہ کریں گے۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے ہیں، درگزر کر دیتے ہیں۔ اور عبداللہ ابن عمرؓ کی حدیث میں ذکر کیا، پھر کہا کہ سلف کے کلام میں لفظ توراۃ کا اطلاق عموماً کتب اہل کتاب پر ہوتا ہے اور کتب احادیث میں بھی کچھ ایسا ہی وارد ہے، واللہ اعلم جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ میں شام کی طرف تجارت کی غرض سے نکلا۔ جب میں ملک شام کے قریب پہنچا تو اہل کتاب میں سے ایک آدمی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا کہ کیا تمہارے ملک میں کوئی شخص نبی آیا ہوا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کیا تم اس کی تصویر پہچان سکتے ہو میں نے کہا ہاں۔ تو وہ مجھے ایک گھر میں لے گیا جس میں تصویریں تھیں۔ مگر میں نے نبی ﷺ کی کوئی تصویر نہیں دیکھی ہم اسی گفتگو میں تھے کہ ایک اور شخص آیا اس نے کہا کیا بات ہے؟ ہم نے خبر دے دی تو وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی میں نے نبی ﷺ کی تصویر دیکھی اور یہ بھی کہ تصویر میں ایک شخص نبی ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوا ہے میں نے کہا یہ کون ہے جو ان کے پیچھے انہیں تھامے کھڑا ہے؟ اس نے کہا یہ نبی تو نہیں ہے لیکن اگر ان کے بعد کوئی نبی ہوتا تو یہی ہوتا، ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن یہ ان کا جانشین ہوگا۔

افرع مؤذن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے ایک پادری کو بلا لانے کے لئے بھیجا میں بلا لایا۔ اس سے حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تم کتاب میں میرا بھی ذکر پاتے ہو؟ اس نے کہا ہاں کتاب میں آپ کو قرن کہا گیا ہے۔ آپ نے اپنا درہ اٹھا کر کہا قرن کیا بات؟ اس نے کہا اس سے مراد ہے "مرد آہنی" "امیر شدید، پھر عمرؓ نے پوچھا اچھا میرے بعد؟ کہا ہاں تمہارا جانشین ایک مرد صالح ہوگا، لیکن وہ اپنے اہل قرابت کو بہت ترجیح دے گا۔ تو عمرؓ کہنے لگا، خدا عثمان پر رحمت کرے۔ تین بار کہا۔ پھر کہا، اس کے بعد کون؟ کہا پارہ آہن کی طرح ایک شخص عمر سمجھ گئے کہ علیؓ مراد ہیں۔ آپ نے اپنا سر پکڑ لیا اور افسوس کرنے لگے۔ اس نے کہا یا امیر المومنین وہ خلیفہ صالح ہیں۔ لیکن وہ اس وقت خلیفہ ہوگا جب کہ تلوار میان سے نکال لی گئی ہوگی اور خون بہہ رہا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ نبی نیک باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی صفت ہے جو کتب مقدسہ میں درج ہے اور واقعی حضرت ﷺ کا یہی حال تھا کہ خیر کے سوا کچھ نہ کہتے اور اسی بات سے روکتے جو شر کی ہوتی۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب تم قرآن میں یہ پڑھو۔ یایھا الذین امنوا۔ تو کان لگا دو کہ شاید کوئی خیر کا حکم دیا جانے والا ہے، یا کسی شر سے روکا جانے والا ہے، اور سب سے اہم چیز جس کا اللہ نے حکم دیا ہے یہ کہ خدا کی بلا شرکت غیرے عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ تمام انبیاء اسی مقصد کے تحت بھیجے گئے تھے۔

باب ۲۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علم چہرہ خوانی

(ایک نادر عربی کتاب کا اُردو ترجمہ)

فنِ چہرہ خوانی کے ثبوت:

فنِ چہرہ خوانی زمانہ قدیم سے اعضاء شناسی کے ضمن میں معروف چلا آ رہا ہے۔ مشرق جن میں ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی طالب انصاری متوفی ۷۲۷ھ کی کتاب السیاسۃ فی الفراسۃ بھی ہے۔ علمِ فراسۃ میں منظوم قلمی کتاب محمد غرس الدین خطیب حرم نبوی کی ہے ایک قلمی کتاب البہجۃ الانسیہ فی الفراسۃ الانسانیہ عارف باللہ زین العابدین محمد عمری المرصفی کی ہے۔ ایک رسالہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ اہم ترین رسالۃ الکشف ہے، شیخ بولی نے تصنیف فرمایا۔ قرأۃ الوجہ کے سلسلہ میں کافی استفادہ کیا۔

قرآن پاک میں ہے یعنی آپ ان کو چہرے کی علامات سے پہچان لیں گے۔ اسی طرح فرمانِ باری تعالیٰ ہے، نضرۃ النعیم) وقال اللہ علیھا غبرۃ ترھقھا قترۃ لیزلقونک بابصارھم. یہ وہ حالت ہے، آنکھوں سے غیظ۔

بقراط نے چار مزاج ذکر کئے ہیں۔ امتیاز کسی ایک طبیعت کے غلبہ کے باعث ہوگا۔ مزاج کے نام الدموی، لمفاوی، الصفراوی، السوداوی۔

مزاجِ دموی:

اس مزاج کا مالک تابناک چہرے والا سرخ چمڑے والا، چمکدار آنکھوں والا، بھرپور اعضاء والا، چمکیلے بالوں والا، تیز مزاج، سرعتِ فیصلہ کا مالک، جلد بدلنے والا، بھرپور اور تیز نبض والا ہوتا ہے۔

مزاجِ لمفاوی:

اس مزاج کا مالک پیچھے رہنے والا، سست رفتار، ڈھیلے عضلات کا مالک، بھری ہوئی مگر نرم اور کمزور چمڑی والا ہوتا ہے۔ ماتھا گول، سفید چمڑا، موٹے جوڑ والا، بڑا جسم، کمزور عزم والا، دیر سے اثر قبول کرنے والے، کمزور نبض والا، زیادہ کھانے والا، زیادہ سونے والا، کمزور اعصاب کا مالک ہوتا ہے۔

مزاجِ صفراوی:

اس مزاج کا مالک سڈول جسم والا، سخت اعضاء والا، پیلی رنگت، طاقتور مگر سست نبض والا محتاط اور چالاک، پختہ عزم والا۔

عصبی مزاج:

اس مزاج کا مالک خفیف عضلات کا مالک، پتلے ہونٹوں والا، چمکدار، آنکھیں، تیز نبض مگر بھرپور نہیں، بیدار مغز، تیز حرکت، ملائم بالوں والا، کمزور جسم، جلد متاثر ہونے والا اور معاف کر دینے والا، جلد غصہ میں آجانے والا، دستِ کرم کا مالک، راضی ہونے میں بہت ہی نرم، بہت غصیل ہونے کی وجہ سے ہٹ دھرم۔

سوداوی مزاج:

سوداوی مزاج انسان زیادہ خوش نہیں رہتا، کمزور جسم، کمزور عقل، انقباض کی طرف مائل، تنہائی اور حزن وملال پسند۔

مزاجوں کا مدار اور مرجع چار اعضاء رئیسہ ہیں۔

۱۔ معدہ: ۲۔ جگر: ۳۔ دل: ۴۔ دماغ:

مزاجِ حیوی:

انسان اپنے غذائی اعضاء کی طاقت کے بل بوتے پر ممتاز ہیں، جن کا مرکز اندرونی حصہ ہے۔

ان کے چہرے گول، نتھنے فراخ، گردنیں چھوٹی،

کندھے چوڑے اور گول، سینے چوڑے چکلے، بازو سڈول، ہتھیلیاں چھوٹی، چڑا اغلب طور پر سرخی مائل، چہرے چمکتے مسکراتے، بال ملائم ریشمی گھنے سیاہ یا مائل سیاہی، آنکھیں نوکیلی سخت سیاہ یا نیلگوں، ناک پھیلے ہوئے، بیکاری کو قبول نہ کرنے والے، مشغول ومصروف دیکھے، تسلی بخش کاموں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خوش مزاج تسلی بخش، کاموں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خوش مزاج، صاحب ہمت وصاحب دفاع وحفاظت، اور تیز فہمی، سریع القلب، تغیر وتبدل کو جلد قبول کرنے والا ہو، بہت جلد یاد رکھنے والے اور جلد بھول جانے ذکاوت، ان کے صبر وثبات سے زیادہ مہربانیوں والے لیکن یہ چلنے میں بھی جلد باز، ان پر لہو ولعب اور عیش پرستی اور کھانے پینے کا میلان غالب، زندگی کی لذتوں سے لطف اندوز ہونا، طویل زندگی کو اسباب سعادت سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ دموی مزاج لوگوں کے زیادہ قریب ہیں۔

مزاجِ عصبی

اس مزاج کا مالک پتلے جسم والا، بڑے سر والا، سفید چہرے والا، کھلے اور چوڑے ماتھے والا، چمکدار آنکھوں والا، پتلی گردن، درمیانہ سینہ، جب جب اس پر تو اجمالی نظر ڈالے تو اسے لطف اور بوسیدگی کے قریب پائے گا۔ سیاہ اور نرم ونازک بالوں والا، ملائم چمڑے والا، تیز اور متنوع آواز والا۔ یہ مزاج زیادہ تر عورتوں میں پایا جاتا ہے۔ عصبی مزاج عورت میں حسن وجمال کا غلبہ تیزی سریع الغضب ہوتی ہے۔ کلائیوں کی گولائی پسند کرتی ہے۔ رخسار کا پھولا ہوا ہونا جسم کا گداز ہونا اسے مرغوب ہوتا ہے۔

حساس، سلیم الذوق، فطرتی اور مصنوعی جمال کو پسند کرتا ہے۔ تیز دماغ لطیف شعور کا مالک ہوتا ہے، خصوصاً شعراء کرام میں مزاج عصبی خوب ہے۔ مزاج دو قسم کے مزاجوں سے مرکب ہو جاتا ہے، جس ایک ثانوی درجہ وجود میں آتا ہے اور ایسی ترکیبیں مزاج کی تعداد بنیادی طور پر چھ ہے۔ اگرچہ ایسے مزاج لامتناہی ہیں۔

۱: مزاجِ عضلی حیوی۔ ۲: مزاجِ عضلی غصبی۔ ۳: مزاجِ حیوی عضلی۔ ۴: مزاجِ حیوی عصبی۔ مزاجِ عصبی عضلی۔ ۶: مزاجِ عصبی حیوی۔

اچھی صحبت، تربیت اور گھریلو اور معاشرتی اختلاط کے باعث وہ مزاج بدل بھی سکتا ہے۔ میں نے ہر مزاج والے افراد کے مابین کچھ مشترک صفات دیکھے ہیں۔ ان صفات کا ظاہر ان کے باطن پر دلالت کرتا ہے۔ اخلاق وطبائع پر دلالت کے لحاظ سے یہی چیز علمِ فراستہ کی بنیاد ہے۔ البتہ کسی شخص میں آئندہ حادثات کی تقریر کے لئے ایک خاص علم درکار ہے۔ وہبی استعداد، طویل تجربہ، زیادہ غور وفکر، کثرتِ عبادت نشو ونماء پاتی ہے۔ اس کا تعلق فتح وکشف سے ہوتا ہے، جسے دوسرے لوگ الہام سے تعبیر کرتے ہیں، شکلوں کے بعض اسرار ورموز کی تدریس سے ہے جس کا استخراج انسان چہرے اور اعضاء کی جھریوں سے کرتا ہے۔ مثلاً ناک، کان، آنکھ، ماتھا، رخسار، منہ، ہونٹ، ٹھوڑی اور آواز۔ اس لئے کہ اس فن کا ماہر شکلوں اور حروف میں ان بعض اسرار کی تلاوت کرتا ہے جو چہرے میں ان خبروں کے ساتھ بولتے ہیں، جو باعثِ حیرت بھی ہوتے ہیں اور خطاء بھی نہیں جاتے۔ سبحان اللہ الفتاح العلیم علم الانسان ما لم یعلم.

چہرے کی شکل

ہر گروہ کے چہرے کی ایک خاص شکل ہے۔ عضلی مزاج والوں کی شکل لمبی ہوتی ہے اور حیوی مزاج کے حامل افراد کی شکل گول اور عصبی مزاج لوگوں کی شکل بیضوی ہوتی ہے۔ بناء بریں اگر ہم دقت نظری سے چہروں کا مطالعہ کریں تو کوئی بھی دو چہروں کے درمیان ہم کلی مشابہت نہیں دیکھیں گے۔ بہر حال اس فن کے ماہر لوگ چہروں کو تین شکلوں کی طرف تقسیم کرتے ہیں۔

۱: مستطیل۔ ۲: مستدیر۔ ۳: بیضوی اور سب میں کچھ فروعی مشترکات ہیں اور ان شکلوں کے مابین اخلاق اور عقل و ادراک کے اعتبار سے بہت برملا تعلق ہے۔ چنانچہ مستطیل مگر قدرے مربع چہرہ عقل، ذکاوت، قوتِ ارادہ پر دلالت کرتا ہے۔ بیضوی شکل کا چہرہ عقل کھلی پیشانی کو مستلزم ہے۔ یہ عصبی مزاج لوگوں کا چہرہ ہے۔ یہ لوگ رقیق القلب لطیف جلد متاثر ہونے والا۔ یہ حیوی مزاج کے لوگ ہیں۔ اس چہرے کو اہلِ عرب محبوب رکھتے تھے۔

ٹھوڑی کی علامات

تمام اعضاء کی نسبت ٹھوڑی کو انسانی اخلاق کے ساتھ بہت زیادہ تعلق ہے۔ ٹھوڑی کا تعلق نچلے جبڑا سے ہے جو مؤخر دماغ میں واقع مخیخ کے بالمقابل ہے۔ ٹھوڑی اور مخیخ کے مابین گہر ربط ہے۔ مخیخ کا اہم کام محبت، موازنہ، اور ارادہ کے سلسلہ یہ خصوصیات اولاً اسفل یعنی نچلے جبڑے کے ساتھ ملتی ہیں اور اس سے ٹھوڑی کو پہنچتی ہیں۔ ٹھوڑی جنسی میلان اور ارادہ کی رہنمائی کرتی ہے۔ اے مخاطب! اگر تو اقسام حیوان کی ٹھوڑیوں کی جستجو کرے تو تو یہ بات واضح دیکھے گا کہ ٹھوڑی ظہور کے اعتبار سے اس حیوان کے ارتقاء کے ساتھ گہرا تعلق رکھتی ہے۔ چنانچہ پرندوں میں ٹھوڑی رسمی سی ہے۔ اکثر حیوانوں کی ٹھوڑی ہے ہی نہیں۔ بعض کی بہت چھوٹی ان میں۔ اور ان میں جنسی میلان محض رسمی ہے۔ سوائے بندر کے ٹھوڑی کی وجہ سے اس میں ارادہ اور جنسی میلان جس قدر ہے سب کو معلوم ہے۔ مستوہ لوگ چھوٹی ٹھوڑی والے ہوتے ہیں۔ ٹھوڑی کے بڑے ہوتے مراد اس کا ابھار سامنے سے ہے، یا پھر نیچے کی طرف اور ٹھوڑی چھوٹی سے مراد اس کا پوشیدہ ہوتا ہے، حتیٰ کہ اس کا ابھار سامنے یا حلق کی طرف بالکل ہے ہی نہیں۔ ٹھوڑی میں دو قسم کے ابھار واضح ہوتے ہیں۔ سامنے کا ظہور: یہ حقیقی ٹھوڑی کی دھنی ہوئی اور کوٹی ہوئی ہوتی ہے اور کبھی پھیلی ہوئی اور ابھری ہوتی ہے۔ گلے کا نچلہ حصہ بھی کبھی ایسا ہوتا ہے اور ان حالات کی خاص رہنمائی ہوتی ہے۔ چنانچہ ٹھوڑی کا ابھرا ہونا نچلے جبڑے کی طوالت پر دلالت کرتی ہے اور نچلے گلے کا ظہور جبڑے کے فراخ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور ان سب کا تعلق مخیخ سے ہے۔ جب نچلا جبڑا طویل ہوگا تو مخیخ بھی طویل ہوگا اور اگر وہ عریض ہوگا تو مخیخ بطی عریض اور ٹھوڑی جب سامنے کی طرف ظاہر ہوگی تو نچلے گلے کے اوپر سے پیدا ہونے والا خط ٹھوڑی کے سرے تک لمبا ہوگا، جو کہ محبت کی شدت پر دلالت کرے گا۔ اور جب ٹھوڑی کا سرا عریض ہوگا تو یہ صبر و ثبات پر دال ہوگا۔ اس کے برعکس ٹھوڑی کا دبلا پتلا ہونا یا کم ہونا اہلِ عرب کے ہوں صفاتِ مذمومہ پر دلالت کرے گا۔

ٹھوڑی اور محبت:

سامنے کی طرف ظاہر ہونے کے لحاظ سے ٹھوڑی پانچ شکلوں کی طرف تقسیم ہوتی ہے۔

۱: ٹھوڑی نوکیلی، ظاہر اور گول ہو۔ ۲: مفروضہ ٹھوڑی۔ ۳: چوڑی اور تنگ ٹھوڑی۔ ۴: مربع اور وسیع ٹھوڑی۔ ۵: گول اور وسیع ٹھوڑی۔ تیز ٹھوڑی (نوکیلی): یہ ٹھوڑی گولائی مائل سامنے کی طرف ابھری ہوئی رہتی ہے۔ شدید جنسی میلان پر دلالت کرتی ہے، یہاں تک کہ کبھی کبھی بھولا پن پیدا کردیتی ہے۔ یہ ٹھوڑی مردوں کی نسبت عورتوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ اس ٹھوڑی کا مالک عورت ہو یا مرد، اپنے خاوند یا بیوی سے تکالیف اٹھاتا ہے۔ جو کچھ بھی ہو ہمیشہ یہی کہتا ہے کہ میں خطاءوار ہوں، اگرچہ درست ہی کیوں نہ ہو۔

فرضی ٹھوڑیاں:

یہ ٹھوڑیاں اپنے ظہور میں ملی جلی ہوتی ہیں، یہاں تک کہ ایسے محسوس ہوتا ہے یہ دو ٹھوڑیاں ہیں، یا ایک ٹھوڑی ہے اور دو حصوں میں منقسم ہے۔ درمیان میں ایک طویل پرنالہ ہوتا ہے۔ گول گہرائی مائل نہیں ہوتی ہے، بلکہ گول گہرائی والی ٹھوڑیاں تو معروف قسم کی ٹھوڑیاں ہوتی ہیں (جن پر حسن کی مہر لگی ہوتی ہے)۔ ان کی خصوصیات اور ہیں۔ فرضی قسم کی ٹھوڑیاں عورتوں کی نسبت مردوں میں زیادہ ہوتی ہیں۔ ان ٹھوڑیوں والے محبت سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور کسی محب کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس ٹھوڑی کا مالک جب جوان ہوتا ہے تو دوشیزہ کا طلب گار ہوتا ہے، اگرچہ بچپن میں ہی کیوں نہ ہو اور اس کے طلب میں اور حصول میں ہلاک ہونے کو پسند کرتا ہے۔

اور اگر اس ٹھوڑی کی مالک عورت ہو اور یہ طویل شگاف اس پر گہرا ہوتا ایسی عورت مروت و شرافت کی تمام حدود

مربع اور تنگ ٹھوڑی:

جو سامنے ابھری ہوئی ہو خطِ مستقیم کی شکل میں، مگر چھوٹا اس ٹھوڑی کے مالک حضرات کثیر الحبت ہوتے ہیں اور عملِ خیر ان میں غالب ہوتا ہے، کیونکہ یہ لوگ صاحبِ مروت و محبت ہوتے ہیں۔ ہر اک چیز سے محبت کرتے ہیں، اگرچہ فقیر اور ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔ اس ٹھوڑی کی مالک عورت مرتبے کے لحاظ سے اپنے کمتر مرد سے نکاح کو پسند کرتی ہے، کیونکہ وہ اس کی ذات سے محبت کرتی ہے۔ سو اس کے فقر و فاقہ کی طرف نہیں دیکھتی۔

مربع اور وسیع ٹھوڑی:

یہ مثل سابق ہوتی ہے، البتہ اس سے قدرے طویل ہوتی ہے، اور شدید محبت پر دلالت کرتی ہے۔ عبادت کے گریزاں ان ٹھوڑیوں کے مالک لوگ، جنون کی حد تک اصحاب عشق شدید ہوتے ہیں۔ شاید قیس ناصری مجنونِ لیلیٰ ایسی ہی ٹھوڑی کا مالک تھا۔

گول اور فراخ ٹھوڑیاں:

یہ بھی قسمِ اول کی طرح، البتہ ان کا ظہور زیادہ وسیع۔ ان ٹھوڑیوں والے جب محبت کرتے ہیں تو استقامت کے ساتھ، کیونکہ وسعت ہر شئے میں دلیلِ ثبات ہے۔ اس ٹھوڑی کی مالک عورت اپنے شوہر کی محبت پر سختی کے ساتھ قائم رہتی ہے، اگرچہ اس کا خاوند اس پر کچھ ہی کیوں کرے۔

ٹھوڑی جنسی میلان پر دال ہے اور اس کی بنیاد قوتِ ارادہ پر دال ہے۔ ٹھوڑی کے ظہور کا ماتحت حصہ جو نیچے جبڑے کی ابتداء میں ہوتا ہے۔ لمبائی اور وسعتِ قوتِ ارادہ پر دال ہوتی ہے جو کچھ کہتا ہے، وہی کرتا ہے۔ وسیع و عریض جبڑے والا بھی اس کے مشابہ ہوتا ہے۔

احوال سرگزشت جامع المضامین دینی دسترخوان مسکینِ مدینہ منورہ، لاشئے عبدالقیوم ابن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ جٹ لنگاہ اور اس کے تربیت و پرورش و احسان کرنے والوں سے اللہ راضی ہو۔ نحمدہ و نصلی علی الختم المرسلین صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ و سلم.

والد رحمۃ اللہ علیہ عالمِ باعمل، خوش اخلاق، خوشنویس اور جلد ساز تھے۔ حضرت مولانا عبدالعلیم رحمۃ اللہ علیہ سے اور مولوی مفتی عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق تھا۔ محمد اکرم خان صاحب سے دوستی بھی تھی رحمہم اللہ۔ اولاد ہم بزرگانِ دین سے تعلق اجداد سے رگ و ریشہ میں بسا ہوا تھا۔ جہاں کہیں مشائخ یا علماء کی مجلس پاتے وہاں لے جاتے۔ محنت اور تجارت سے بھی فارغ نہ رہنے دیتے۔ والدہ رحمہا اللہ قاضی غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت یافتہ صاحبزادی تھیں۔ اس لاشئے کے دادا حضرت الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ عارف ربانی مولانا عبید اللہ ملتانی رحمۃ اللہ کے تربیت یافتہ تھے۔ اور انہیں کے قدموں میں جگہ پائی۔ بچپن میں بواسطہ برادرانِ خورد محترم عبد الغنی، عبدالمنان سلمہم اللہ عالم عالم ربانی، محی السنۃ حضرت حافظ محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی جلال پوری سے تعلق رہا۔ حضرت نے جہاں اسباقِ طریقت تعلیم فرمائے، وہاں قرآن کریم کی حٰم والی سورتوں کا ترجمہ و تفسیر قاری عبدالرؤف رحمۃ اللہ اپنی جماعت کو اس لئے سکھایا تا کہ عقیدے کی کمزوری کا خطرہ نہ رہے۔ حضرت کی تربیت کمالِ شفقت کے طریقے پر تھی۔ مریدوں کو ساتھی کہہ کر یاد فرماتے۔ آپ کی خاموشی بھی وعظ کا کام کرتی۔ اکثر دوستوں کے سوالات کا بدونِ سوال، جواب فرما دیتے۔ فراست کا کمال تھا، تعلق داروں کی ظاہری باطنی حالت کا خوب فکر فرماتے۔ سلسلہ میں بھی کیس بدعۃ کو برداشت نہ فرماتے۔ آخری ایام علالت کی وجہ سے تڑپ رہے تھے کہ اذان شروع ہوئی، فوراً اٹھے اور نماز کی تیاری فرمانے لگے۔ خوش پوش طویل قامت صحت مند رہے تھے، ہنس مکھ، طویل خاموشی۔ فرماتے، نقشبندیوں کو شاہانہ شان و شوکت سے رہنا چاہئے، تا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ یہ بھکاری ہیں۔ سینہ کلاں تھا، چہرہ پر ایک تل ابھرا ہوا عجیب معلوم ہوتا۔ کبھی اس قدر ہنساتے کہ پیٹ میں درد ہونے لگتا تھا۔ بعض اوقات رلاتے بھی، عجیب راحت تھی۔ مثلاً گناہوں پر ندامت سے آدمی مرنے کو ہوتا ہے۔ تسبیح...... عصاء ہاتھ میں علماء کا احترام بہت فرماتے۔ مسجد مدرسہ ملتان جلالپور پیر والہ، آستانہ پر رونق ہے۔ یاقوتی اور مقوی معجونات استعمال فرماتے۔ جوانوں سے اچھا بڑھاپا گزارا۔ نئے آدمیوں کو پہلا سبق ذکرِ قلبی مرحمت فرماتے، جس کی وجہ سے اس کا اللہ سے تعلق جو اتباعِ سنت کی سہولت کا باعث بن جاتا۔ (صوفی خیر محمد)

آپ کے خاص تربیت یافتہ مجاز ماسٹر اختر حسین، قاضی اللہ بخش، مستری محمد رفیع، محمد عاشقین، جام شوق محمد، اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو اور حضرت کے صاحب زادگان کی تربیت یوں ہوئی کہ حضرت کے طویل سفروں میں بمع اپنی ہر قسم کی علوم کی کتابوں کے صحبت میں رہتے اور خاص تعلیم یافتہ احباب حضرت کے علاوہ ان کو پڑھاتے۔ صاحب زادگان قاری محمد

اسماعیل، قاری محمد یعقوب، قاری حسین علی، قاری رشید احمد، حضرت کی تربیت یافتہ نشانیاں چاند کی طرح چمکتی ہیں۔ عشاقِ مدینہ میں حضرت نے جماعت کو تجوید سے بھی محروم نہ رکھا۔ ان حضرت کی وفات کے بعد حضرت مولانا عبد الغفور عباسی رحمۃ اللہ سے تعلق رہا دولت کدہ پر دربانی خدمت کا، جس پر والدین کی شفقت رشک کرے۔ حضرتِ والا کے گھریلو انتظامات اور مہمانوں کی خاطر مدارات، تعلیم وتربیت بھی عجیب تھی۔ حضرت کی مجلس میں بدعات، تواجد، بناوٹ یا غیبت کو کچھ راستہ نہ تھا۔ حضرت فرماتے، طریقت ہمارا جال ہے۔ لوگوں کو شریعت میں لانے کے لئے ہم دلوں کے شکاری ہیں، جیب کے نہیں۔ ہدیہ کے متعلق فرماتے، لا جمع ولا طمع ولا منع۔ حضرت کی نظرِ کیمیاء اثر ایک محبت کا پیمانہ ہوتی۔ حضرت نے جہاں جماعت کے لوگوں پر محنت و جاں نثاری فرمائی، وہاں اپنے انور چشم صاحب زادگان وعزیزان کو بھی ظاہری باطنی نوازشوں کے ساتھ مرصع فرمایا۔ لا یشقی جلیسھم:

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو!
یدِ بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ذکرِ خیر محبت کا تقاضاء ہے۔ مؤلف کی اہلیہ مرحومہ باپردہ، نہایت پارساء تھیں۔ اتنی کثیر اولاد کی پرورش اور تعلیم وتربیت میں بڑی محنت اور محبت سے کی۔ اور میرے والدین کے ساتھ بھی نہایت جانفشانی اور احترام کا معاملہ کیا اور دعائیں لیں۔ پرورشِ اولاد کے بعد ذکر وعبادت کا غلبہ آخر عمر تک رہا۔ مرض الوفات میں روزہ اور اعتکاف میں تھیں۔ نمازِ جنازہ عید کے دن بعد نماز، امام محترم حضرت حذیفی مدظلہ العالی نے پڑھائی اور جنت البقیع میں جوارِ رحمت قربِ اہلِ بیت میں جگہ پائی (۱۴۱۶ھ)۔ قادری خاندان سے تعلق تھا ان کے والد حضرت مولوی احمد یار حضرت خواجہ عبید اللہ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے رشتہ دار تھے۔ اللّٰھم اغفرلھم و ارحمھم و ارضِ عنھم امین.

باب ۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حرمین شریفین کے بعض معاملات میں سلطان ابن سعود کی خدمت میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی شرعی تجاویز

انہدام تعمیرات قبور اور زیارات:

سلطان ابن سعود کے سامنے اہم مسائل میں سے صحابہ وغیرہم کے قبوں اور مزارات کی عمارتوں کے منہدم کرنے اور مآثر ومقامات مقدسہ کے آثار کو قائم رکھنے یا گرانے اور انکی زیارتوں سے برکت حاصل کرنے کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ بھی بہت اہم تھا۔ سلطان نے ان قبوں اور مزارات متبرکہ کی عمارتوں کو گرانے کی وجہ یہ خیال کی تھی کہ لوگ عقیدت میں آ کر ایسے امور کا ارتکاب کرتے ہیں جن میں شرک ہوتا ہے ان کے سامنے حضرت عمرؓ کا وہ واقعہ تھا کہ انہوں نے لوگوں کے حالات کے پیش نظر اس درخت کو کٹوا دیا جس کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افواہ پر اہل مکہ کے مقابلہ میں جہاد کرنے کی بیعت لی تھی۔ اس خصوصی مسئلہ میں مولانا عثمانی نے جو تقریر ابن سعود کے سامنے کی ہے وہ قابل غور ہے۔ تقریر حسب ذیل ہے ملاحظہ فرمائیے۔

''ہم بنا علی القبر (قبر پر عمارت بنانے) کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ ہم نے فتوے دیئے ہیں بحثیں کی ہیں لیکن ہدم قباب (قبوں کے منہدم کرنے میں) ضرورت تھی کہ بہت تانی (ڈھیل) اور حکمت سے کام لیا جاتا۔

جب ولید بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز کو حکم دیا کہ حجرات ازواج النبی ﷺ کو ہدم کر کے مسجد کی توسیع کریں تو انہوں نے ہدم کا حکم دیا حتیٰ کہ تینوں قبریں کھل گئیں۔ اس وقت عمر بن عبدالعزیز اس قدر روئے تھے کہ کبھی اس قدر روتے ہوئے نہ دیکھے گئے حالانکہ خود ہی ہدم کا حکم دیا تھا پھر نہ صرف قبر نبی علیہ السلام پر بلکہ تینوں قبروں پر بنا کرائی (عمارت بنوائی) میری غرض اس وقت تجویز بنا (قبروں پر عمارات بنوانا) نہیں بلکہ یہ بتلانا ہے کہ قبور اعاظم واکابر کے ساتھ ہدم وغیرہ کا معاملہ ایسا ہے جس کو قلوب میں ایک تاثیر اور دخل ہے مقابر (قبروں) کے معاملہ میں میں زائد نہیں کہنا چاہتا اور شیخ کفایت اللہ[۱] مجھ سے پہلے کہہ چکے ہیں (البتہ) مآثر (مقامات مقدسہ) کے متعلق میں کہوں گا کہ حدیث اسراء میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ آپ کو جبریل نے چار جگہ اتارا اور نماز پڑھوائی اور بتلایا کہ یہ یثرب یا طیبہ ہے **والیه المهاجره** یہ طور سینا ہے **حیث کلم الله موسیٰ تکلیما** (جس جگہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا) یہ مدین ہے **حیث ورد موسیٰ و سکن شعیب** (جس جگہ موسیٰ علیہ السلام آئے اور شعیب علیہ السلام سکونت پذیر رہے) یہ بیت اللحم ہے **حیث ولد المسیح علیه السلام** (جس جگہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے) پس اگر طور پر آپ سے اس لئے نماز پڑھوائی گئی کہ وہاں حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ تو جبل النور پر جانے اور نماز پڑھنے سے ہم کیوں روکے جائیں جہاں کہ اللہ کا کلام لیکر جبریل علیہ السلام محمد صلعم کے پاس آئے۔ سب سے پہلے جب مولد جائے پیدائش مسیح پر حضور سے دو رکعتیں

---

[۱] حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ اس مؤتمر میں جمعیت العلمائے ہند کی طرف سے نمائندہ ہو کر گئے تھے۔

پڑھوائی گئیں تو کیا غضب ہے کہ امت محمد مولد النبی (نبی کریم کی جائے پیدائش) میں دو رکعت نہ پڑھ سکے۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام رہتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کچھ عرصہ ٹھہرے تھے پھر مسکن خدیجہؓ جہاں حضور ۲۸ برس رہے اور جس کو طبرانی نے افضل البقاع بعد المسجد الحرام فی مکہ (مکہ میں مسجد حرام کے بعد سب سے افضل جگہ) لکھا ہے کیوں اس قابل نہیں کہ وہاں دو رکعت پڑھ لی جائیں یا جبل ثور جہاں آپ تین روز مختفی (چھپے) رہے اس پر نماز کیوں نہ پڑھی جائے۔ یہ حدیث تبرک بآثار الصالحین (بزرگوں کے نشانات سے برکت حاصل کرنے) میں اصل اصیل ہے بہر قصہ (میں نے) عتبان بن مالک کا ذکر کیا اور حدیبیہ کا قصہ کیا ہے جس میں نخامہ (نخامہ اشعر کی تحقیقات) اور اشعر اور ماء وضو (وضو کا پانی) وغیرہ کا متبرک ہونا مذکور ہے پھر عبداللہ ابن عمر کی بخاری والی حدیث ذکر کی پھر کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ ابن سعود نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے شجرۃ الرضوان کو کٹوا ڈالا تھا لیکن یہ صرف مصلحت تھی قطع ذرائع شرک اور حسم مادۂ شرک کیلئے اگرچہ یہ مصلحت اب بھی موجود ہے لیکن دوسری طرف آج مسلمانوں کے ائتلاف قلوب (دلوں کے جوڑنے) کی مصلحت ہے اور ان کو ان بلاد مقدسہ کی طرف سے اور اس حکومت کی طرف سے جو یہاں حکومت کرے نفور ہونے سے بچانا ہے اور تشتت و تفرق (پھوٹ) کو کم کرنا ہے دونوں مصالح کا موازنہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ بہرحال کلام اب اصل مسئلہ میں نہیں بلکہ مصالح کے توازن میں ہے اس میں پوری احتیاط کرنی چاہئے۔ آپ بدعات و منکرات سے لوگوں کو روکیں نصیحت کریں تادیب کریں لیکن اصل چیز کو محو نہ کریں۔

وایاکم والغلو فی الدین فان الغلوفی الدین قداھلک من کان قبلکم او کما قال۔ وقال اللہ تعالٰی یاھل الکتاب لا تغلحا فی دینکم ولا تقولو اعلی اللہ الاالحق. فیسروا ولا تعسروا وابشروا ولا تنفروا وکونوا عباداللہ اخوانا

(ترجمہ) اور دین میں غلو (حد سے زیادہ نوک پلک) مت کرو کیونکہ دین میں غلو نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا یا جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو مت کرو اور اللہ پر سچ کے سوائے کچھ نہ کہو اس قول کے مطابق سہولت پیش کرو اور تنگی میں نہ ڈالو اور ان کو اپنی طرف ملاؤ متنفر نہ کرو اور بھائی بن کر اللہ کے بندے بنو۔ انوار (ڈائری عثمانی از صفحہ ۴۱ تا ۵۰)۔

غلاف کعبہ کے اسراف وعدم اسراف پر علامہ عثمانی کی تقریر

مؤتمر مکہ کی ایک مجلس "لجنۃ الاقتراحات" میں غلاف کعبہ یا کسوہ کعبہ کا مسئلہ پیش ہوا کہ آیا غلاف کعبہ ریشمی جائز ہے یا حرام ہے نیز اس میں اسراف ہے یا نہیں۔ بعض علماء کعبہ پر ریشمی غلاف چڑھانے کو اسراف کہتے تھے اور یہ بھی کہ ریشم کا استعمال حرام ہے۔ مولانا عثمانی اپنی ڈائری میں اس مجلس اور مسئلہ کے متعلق حسب ذیل تفصیلات پیش کرتے ہیں۔

"۴ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء کو لجنۃ الاقتراحات میں کسوہ کعبہ (غلاف کعبہ) کا مسئلہ پیش ہوا کہ اس میں بہت اسراف ہوتا ہے۔ اس کے مصارف گھٹا کر دوسرے وجوہ خیر میں صرف کئے جائیں۔ حریر و ذہب (ریشم اور سونا) وغیرہ کا استعمال بالاتفاق حرام ہے۔ اس پر محمد علی صاحب (جوہر) نے اور عبداللہ شیبی نے سختی سے مخالفت کی۔

پھر میں نے کہا کہ اس میں علما نے بہت کچھ کلام کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں دو ورق کے قریب اس پر لکھے ہیں۔ تاریخی بحثیں کی ہیں کہ سب سے پہلے کعبہ پر کسوہ (غلاف کس نے ڈالا اور کس چیز کا ڈالا گیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً دیباج (ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہوتا ہے) وحریر کا کسوہ (لباس) حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی والدہ نے ڈالا اور بھی اقوال ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے عہد میں دیباج وحریر کا غلاف تھا پھر اس میں تکلفات ہوتے رہے۔ علماء نے کسی وقت منع نہیں کیا بلکہ جن لوگوں نے اس کا زیادہ اہتمام کیا ان کو علماء نے دعائیں دیں۔ کمافی الفتح۔

کعبہ کا حکم دوسرے تمام بیوت (گھروں) اور مساجد سے مستثنٰی ہے۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے اس کو بدعت یا منکر قرار دینا صحیح نہیں"۔ (ڈائری از صفحہ ۵۸ تا ۶۱)

تطہیر جزیرۃ العرب

مؤتمر مکہ کی ''لجنتہ الاقتراحات'' میں تطہیر جزیرۃ العرب یعنی کفار کا جزیرہ عرب سے اخراج یا کم از کم اعلان اپنی جگہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے اخرجوا الیہود و النصاریٰ من جزیرۃ العرب (یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال باہر کرو) بدقسمتی سے سلطان ابن سعود کے نئے اقتدار و تسلط سے پہلے شریف حسین والی مکہ دشمنان اسلام برطانیہ کے ہاتھوں پر ناچ رہا تھا اور انگریزوں نے وہاں اپنا اچھا خاصہ تسلط جما رکھا تھا۔ یہی پالیسی شریف کی تباہی کا باعث ہوئی۔ ابن سعود نے حملہ کر کے شریف کو نکال باہر کیا۔

مؤتمر مکہ کی مجلس میں یہ سوال زیر بحث آیا کہ اگرچہ انگریز کے نکالنے کی سردست ہمیں استطاعت نہیں لیکن کم از کم دنیائے اسلام کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ اعلان کر دیا جائے کہ ہمیں کسی غیر مسلم کا دخل یا وجود جزیرہ عرب میں منظور نہیں۔ اس تجویز پر روس کے وفد کے رئیس نے ایسے اعلان کو بھی مصلحت کے خلاف سمجھا اور اپنے فقہی نقطہ نگاہ سے ایسا اعلان مناسب خیال نہیں کیا اس سلسلہ میں مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے جو کچھ تقریر فرمائی وہ یہ ہے۔ مولانا عثمانی لکھتے ہیں۔

۵ ذی الحجہ کو ''لجنتہ الاقتراحات'' میں بڑی ردو کد کے بعد جزیرۃ العرب کی تجویز پیش ہوئی۔ اس کی مخالفت میں رئیس وفد روسیہ نے طویل تقریر کی۔ اس میں زیادہ (زور) اس پر تھا کہ اس ریزولیشن کا نتیجہ حکومت حجازیہ اور مؤتمر کے حق میں برا ہوگا۔ یہ اعلان کر کے تمام دول ا‌جنبیہ کو تشویش اور ہیجان میں ڈالنا ہے۔ ہم کو حکمت اور تدبیر کے ساتھ قدم اٹھانا چاہئے۔ ایسا کام نہ کریں جس سے یہ حکومت حدیثہ حجازیہ (حجاز کی نئی حکومت) جو چنداں قومی نہیں ہے فنا ہو جائے۔ وصیت رسول اللہ ﷺ کا کسی کو انکار نہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت اس کے اعلان کا موقع بھی ہے اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ یورپ مؤتمر اور اس نئی حکومت کی طرف تاک رہا ہے اور اس کے اعمال کا مراقبہ کر رہا ہے۔ ہم اس کو فوراً مشتعل نہ کریں۔ باقی جو مقصد تجویز کا ہے وہ سب مسلمانوں کے سینوں اور دلوں میں ہے دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں کس طرح صلح اور معاہدہ کیا۔ کیا اس میں ہمارے لئے اسوہ نہیں ہے۔ اس پر میں نے تقریر کی۔

میں نے کہا کہ وصیت کے ثبوت سے کسی کو انکار نہیں۔ صحیح احادیث میں مذکور ہے اور مقترح نے اسی وصیت پر اپنے اقتراح کی بنیاد رکھی ہے۔ آپ سب اس کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ یہ ہر مسلمان کا عزیز ترین مقصد اور محبوب ترین تمنا ہے لیکن آپ کہتے ہیں کہ حکومت حجاز کے لئے اس میں خطرہ ہے۔ وہ اپنے کو اس طرح کے خطرات میں کیسے ڈال سکتی ہے۔ نہ ہم اس کو ایسا مشورہ دے سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ حکومت کی طرف سے ایک ایسی چیز پیش کرتے ہیں جس کو خود حکومت پیش نہیں کرتی۔ نہ غالباً وہ ہماری اس مصلحت اندیشی سے راضی ہوگی۔ ہمارے سامنے رسول کریم ﷺ کی دو وصیتیں ہیں جو اس دنیوی حیات کے آخری لمحات میں آپ نے ساتھ ساتھ فرمائی ہیں ایک اخرجوا الیہود و النصاریٰ من جزیرۃ العرب (یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو) دوسری (وصیت) لعن اللہ الیہود و النصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد یحذرھم ما صنعوا (اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا) یہ دونوں وصیتیں آپ نے ساتھ ساتھ فرمائیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلی وصیت بصیغہ امر ہے اور دوسری تحذیر (دھمکی) کے پیرایہ میں ہے۔ اب آپ دیکھئے کہ حکومت حجاز نے دوسری وصیت کے نفاذ اور اجرا میں جو قبور سے متعلق تھی کس قدر اہتمام اور مسارعت (جلدی) سے کام لیا نہ عالم اسلامی سے مشورہ کیا' نہ ان کے اجتماع کا انتظار کیا نہ علماء و فضلا سے مبادلہ خیالات کی ضرورت سمجھی نہ اس کی قطعاً پروا کی کہ مسلمانوں میں اس فعل سے بجا یا بے جا طور پر کیسی تشویش اور ہیجان ہوگا۔ کتنی بڑی اہم تعداد مسلمانوں کی (اور ممالک اسلامیہ) اس عمل سے متوحش اور نفور ہوں گے۔ حکومت نے کہا کہ ہم کتاب و سنت سے تمسک کرتے ہیں۔ جب سنت صحیحہ ہمارے سامنے ہے پھر ہم کو کسی کا کوئی خوف نہیں۔ دنیا راضی ہو یا ناراض' کوئی ہمارا ساتھ دے یا نہ دے ہم

کو کچھ سروکار نہیں۔ کان ما کان۔ ایسی حکومت جس نے رسول اللہ ﷺ کی ایک وصیت کے نفاذ میں کسی طرح کی مصلحت اندیشی اور اسلامی جماعتوں کی خوشی یا ناخوشی کی کوئی پروا نہیں کی۔ میں خیال نہیں کرتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی دوسری وصیت کے صرف اعلان کرنے میں کفار کی تشویش اور اضطراب کی پروا کرے گی۔ ہم حکومت کی طرف سے اس خوف کو منسوب کرتے ہیں جسے خود حکومت اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرتی میری غرض یہ ہے کہ مؤتمر کو یا حکومت حجاز کو جبکہ اس کا تعلق تمام عالم اسلام سے ہے ہر ہر کام میں تانی (ڈھیل) اور تدبیر و مصلحت اندیشی سے کام کرنا چاہئے ہم کو یہ مناسب نہیں کہ ہم ایک برائی کے دفع کرنے میں اس سے بھی بڑی برائی پیدا کر دیں۔ میرے نزدیک ریزولیشن کے اعلان میں کوئی ضرر نہیں۔ الفاظ میں توسط اور تعدیل کا مضائقہ نہیں لیکن اس ریزولیشن سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ تمام دنیا آگاہ ہو جائے کہ مسلمان عالم باوجود اپنے غایت تفرق وتشت احوال کے باوجود سخت اختلاف اجیال واقوام کے پھر بھی ایک متفقہ نصب العین رکھتے ہیں اور وہ جزیرۃ العرب خصوصاً حجاز کی حفاظت و صیانت ہے۔ یہ ایک ایسا مقصد ہے جو حاکم ومحکوم ضعیف وقوی مستقل اور غیر مستقل آزاد اور غلام ہر مسلمان کا مطمح نظر ہے جو ان کے سینوں اور دلوں میں نقش فی الحجر ہے جس کے لئے وہ اپنے تمام وسائل اور اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حکومت حجازیہ کے متعلق بہت سے لوگ ظنون واوہام میں مبتلا ہیں۔ جن پر ہم ہندوستان میں مطلع ہو چکے ہیں۔ (یعنی انگریزوں سے تعلقات رکھنے کی نسبت) اس ریزولیشن سے مسلمانوں کے قلوب حکومت حجاز کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے اور ان کو شفائے صدور حاصل ہوگی۔ صلح حدیبیہ کی سنت کا جو حوالہ دیا گیا ہے میں اس کو مانتا ہوں لیکن میں ایک دوسری سنت بھی یاد دلاتا ہوں کہ اس وقت جس سے بڑھ کر اسلام کے حق میں سختی اور مصیبت کا کوئی وقت نہ تھا

اور جبکہ چند معدودے نفوس آپ کے ساتھ تھے۔ اسی بلد اللہ الحرام (مکہ معظمہ) میں جہاں ہم اور آپ مجتمع ہیں نبی کریم ﷺ کو لوگوں نے اعلان حق اور دعوت الٰہیہ سے روکنا چاہا لیکن آپ نے فرمایا کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر وہ لوگ آسمان سے اتار کر سورج کو میری ایک مٹھی میں اور چاند کو دوسری مٹھی میں رکھ دیں تب بھی محمد ﷺ اس چیز سے ہٹنے والا نہیں ہے جس کے لئے اس کے پروردگار نے اسے بھیجا ہے۔ پس میں کہتا ہوں مقترح کی تجویز دونوں سنتوں پر مشتمل ہے پہلے جز میں اعلان حق کیا جاتا ہے جس میں کوئی پروا نہیں کہ کون اس سے خوش اور کون ناخوش اور تجویز کے دوسرے جز میں سنت حدیبیہ کی رعایت ہے کہ ہم کوئی اعلان جنگ نہیں کر رہے ہیں بلکہ جزیرۃ العرب کو ایک سلمی، صلحی اور حیادی مقام رکھنا چاہتے ہیں اور یہی ہماری کوشش ہے۔ ھذا ما کنت ارید التکلم به والامر بیداللہ سبحانه و تعالیٰ (یہ ہے جس کے متعلق کلام کرنے کا میں نے ارادہ کیا تھا اور فیصلہ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے)۔

شیخ قاضی ابوالعزائم نے اس کی بہت داد دی۔ ایک مصری نے کہا کہ ہم دونوں وصیتوں میں سے ایک کی استطاعت رکھتے ہیں دوسری کی نہیں اور حدیث میں آیا ہے اذا امر تکم بشیئ فاتوا منه ما استطعتم (جب میں کسی بات کا تمہیں حکم دوں تو اس میں سے جس کی تمہیں طاقت ہو اس کو بجالاؤ) میں نے کہا کہ اخراج یہود و نصاریٰ اگر ہماری استطاعت میں فی الحال نہیں لیکن اپنے فریضہ اور نصب العین کا اعلان ہماری استطاعت میں ہے اور اعلان میں جو فوائد ہیں وہ میں بیان کر چکا ہوں۔

عبداللہ الشیبی نے کہا اگر سلطان کو یہ معلوم ہوتا کہ قبور والی وصیت پر عمل کرنے سے اس قدر تشویش اور ہیجان مسلمانوں میں پیدا ہو جائے گا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے''۔ (ڈائری عثمانی از صفحہ ۶۲ تا ۸۱) (تجلیات عثمانی)

باب ۲۶

کلام حکمت

اس باب میں مختلف موضوعات پر منظوم کلام پیش کیا گیا ہے۔
شعر بھی ہر زبان کے ادب کا ایک اہم حصہ ہے اور مافی الضمیر کے اظہار، نصیحت و اصلاح کا ایک مؤثر بھی ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے بعض اشعار حکمت ہوتے۔ پڑھئے اور لطف اٹھایئے۔

اقبالیات

(علامہ اقبال رحمہ اللہ)

کافر ہے مسلماں، تو نہ شاہی، نہ فقیری
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی
کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مؤمن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

☆☆-------------☆☆

کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلماں
مؤمن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الٰہی

☆☆-------------☆☆

گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہیں کے لئے ذلت ہے کار آشیاں بندی
یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

☆☆-------------☆☆

یہ ذکر نیم شبی ،یہ مراقبے، یہ سرور!
تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ عقل جو مہ و پرویں کا کھیلتی ہے شکار
شریک شورش پنہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

☆☆-------------☆☆

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مؤمن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

☆☆-------------☆☆

خودی کے نگہباں کو ہے زہر ناب
وہ ناں جس سے جاتی رہے اس کی آب
وہی ناں ہے اس کے لئے ارجمند
رہے جس سے دنیا میں گردن بلند

☆☆-------------☆☆

قوم اپنی جو زرو مال جہاں پر مرتی
بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی
ٹل نہ سکتے تھے، اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے

☆☆-------------☆☆

تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے، ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

☆☆-------------☆☆

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر وغنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

☆☆-------------☆☆

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز!
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

☆☆-------------☆☆

وہ چنگاری خس وخاشاک سے کس طرح دب جائے
جسے حق نے کیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا

☆☆-------------☆☆

محبت خویشتن بینی، محبت خویشتن داری
محبت داستان قیصر و کسریٰ سے بے پروا!

☆☆-------------☆☆

یہ خاموشی کہاں تک؟ لذت فریاد پیدا کر!
زمین پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں!

☆☆-------------☆☆

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تو میرا شوق دیکھ، مرا انتظار دیکھ
کھولی ہیں ذوقِ دید نے آنکھیں تری اگر
ہر روز رہگور میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ!

بلالؓ

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا
حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غمکدے کی آبادی
تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چھوٹا تجھ سے ایک دم کے لئے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں
نظر تھی صورت سلماں اداء شناس تری
شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
تجھے نظارے کا مثل کلیم سوداء تھا
اویس طاقت دیدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا
ترے لئے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا
تیری نظر کو رہی دید میں بھی حسرت دید
خنک دلے کہ تپید دمے نیا سائید
گری وہ برق تری جان ناشکیبا پر
کہ خندہ زن تیری ظلمت تھی دست موسیٰ پر
تپش ز شعلہ گر فتند و بر دل تو زدند
چہ برق جلوہ بخاشاک حاصل تو زدند
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

☆☆-------------☆☆

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں
تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دل مرتضی سوز صدیق دے
جگر سے وہی تیر پھر پار کر
تمنا کو سینوں میں بیدار کر
دل بیدار فاروقی، دل بیدار گزاری
مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری

☆☆-------------☆☆

نگاہِ عشق دلِ زندہ کی تلاش میں ہے
شکار مردہ سزا وار شاہباز نہیں

☆☆-------------☆☆

عشقِ بتاں سے ہاتھ اٹھا، اپنی خودی میں ڈوب جا
نقش و نگارِ دیر میں خونِ جگر نہ کر تلف

☆☆-------------☆☆

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزماء کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف

☆☆-------------☆☆

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے، تو رہ جاتی ہے چنگیزی

☆☆-------------☆☆

پھرا کرتے نہیں مجروحِ الفت فکرِ درماں میں
یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں پیدا اپنے مرہم کو
مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیمِ دیں
ترکِ دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں
وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لئے اپنی زباں
چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں
محفلِ نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پر جو اب نہ آئیں ان فسانوں کو نہ چھیڑ
تو اگر کوئی مدبر ہے تو سن میری صداء
ہے دلیری دستِ اربابِ سیاست کا عصاء
عرضِ مطلب سے جھجک جانا نہیں زیبا تجھے
نیک ہے نیت اگر تیری تو کیا پروا تجھے

☆☆-------------☆☆

بندۂ مؤمن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے
قوتِ فرمانروا کے سامنے بیباک ہے

☆☆-------------☆☆

جنہیں میں ڈھونڈھتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں
مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں
مجھے روکے گا تو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے
کہ جن کو ڈوبنا ہو ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں
چھپایا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے
وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں
جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موجِ نفس ان کو
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں
تمنا دردِ دل کی ہو تو خدمت کر فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
ترستی ہے نگاہِ نا رسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں
سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں
پھڑک اٹھا کوئی تیری ادائے ما عرفنا پر
تیرا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں
نمایاں ہو کے دکھلا دے کبھی ان کو جمال اپنا
بہت مدت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں
خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

☆☆-------------☆☆

ایک بھی پتی اگر کم ہو تو وہ گل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہو بلبل، وہ بلبل ہی نہیں
ہاتھ جس گلچیں کا ہے محفوظ نوکِ خار سے
عشق جس کا بے خبر ہے ہجر کے آزار سے

کلفتِ غم گرچہ اس کے روز و شب سے دور ہے
زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

☆☆-------------☆☆

ہو دید کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر
ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی
میں انتہائے عشق ہوں، تو انتہائے حسن
دیکھے مجھے، کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

☆☆-------------☆☆

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر
آج بھی ہو جو ابراھیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا
کشتیٔ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصرِ نو رات ہے، دھندلا سا ستارا تو ہے
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے
کیوں ہراساں ہے سیلِ فرسِ اعداء سے
نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعداء سے

☆☆-------------☆☆

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

☆☆-------------☆☆

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں
نہ وہ عشق میں ہیں گرمیاں، نہ وہ حسن میں ہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں

☆☆-------------☆☆

مرا ساز اگرچہ ستم رسیدۂ زخم ہائے عجم رہا
وہ شہیدِ ذوقِ وفا ہوں میں، کہ نواء میری عربی رہی

☆☆-------------☆☆

جو موجِ دریا لگی یہ کہنے، سفر سے قائم ہے شان میری
گہر یہ بولا صدف نشینی ہے مجھ کو، سامان آبرو کا

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل، وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکس سرور کنار جو کا

گر کوئی شئے نہیں ہے پنہاں تو کیوں سراپا تلاش ہوں میں
نگہ کو نظارے کی ہوس ہے دل کو سوداء ہے جستجو کا

شمع محفل ہو کے تو جب سوز سے خالی رہا
تیرے پروانے بھی اس لذت سے بیگانے رہے
رشتۂ الفت میں جب ان کو پرو سکتا تھا تو
پھر پریشاں کیوں تری تسبیح کے دانے رہے

☆☆-------------☆☆

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

☆☆-------------☆☆

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل! کہ مغلوبِ گماں تو ہے
پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے
حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت ابراہیمی ہے، معمارِ جہاں تو ہے

☆☆-------------☆☆

ہر کوئی مستِ مے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے، نے دولتِ عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے؟

☆☆-------------☆☆

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو، زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

☆☆-------------☆☆

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے، پیرہن

☆☆-------------☆☆

حسنِ بے پرواہ کو اپنی بے نقابی کے لئے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے، تو شہر اچھے کہ بن

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن
من کی دنیا من کی دنیا، سوز و مستی، جذب و شوق
تن کی دنیا تن کی دنیا، سود و سودا، مکر و فن
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے، آتا ہے دھن، جاتا ہے دھن
من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج
من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن
پانی پانی کر گئی مجھکو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

☆☆-------------☆☆

نہ فقر کے لئے موزوں، نہ سلطنت کے لئے
وہ قوم جس نے گنوایا متاع تیموری

☆☆-------------☆☆

تری آگ اس خاک داں سے نہیں
جہاں تجھ سے ہے تو جہاں سے نہیں
بڑھے جا، یہ کوہِ گراں توڑ کر
طلسمِ زمان و مکاں توڑ کر

☆☆-------------☆☆

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہاء کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

☆☆-------------☆☆

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

☆☆-------------☆☆

خودی شیرِ مولا، جہاں اس کا صید
زمیں اس کی صید، آسماں اس کا صید
جہاں اور بھی ہیں، ابھی بے نمود
کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وجود

ہر اک منظر تیری یلغار کا
تیری شوخیِ فکر و کردار کا
یہ ہے مقصدِ گردشِ روزگار
کہ تیری خودی تجھ پر ہو آشکار
تو ہے فاتحِ عالمِ خوب و زشت
تجھے کیا بتاؤں تری سر نوشت
اگر یک سرِموئے بر تر پرم
فروغِ تجلی بسوزد پرم

☆☆-------------☆☆

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو، وہ قیصری کیا ہے
بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نو میدی
مجھے بتا تو سہی، اور کافری کیا ہے
فلک نے ان کو عطاء کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں روشِ بندہ پروری کیا ہے

☆☆-------------☆☆

عشق فرمودہ قاصد سے سبک گامِ عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنیِ پیغام ابھی

☆☆-------------☆☆

نفسِ گرم کی تاثیر ہے اعجازِ حیات
تیرے سینے میں اگر ہے تو مسیحائی کر

☆☆-------------☆☆

امارت کیا، شکوہِ خسروی بھی ہو، تو کیا حاصل
نہ زورِ حیدریؓ تجھ میں، نہ استغنائے سلمانیؓ

☆☆-------------☆☆

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے

☆☆-------------☆☆

از نفس در سینہ خون گشتہ نشتر داشتم
زیرِ خاموشی نہاں غوغائے محشر داشتم
یک نظر کردی، و آدابِ فناہ آموختی
اے خنک روزے کہ خاشاک مرا وا سوختی

☆☆-------------☆☆

ہوس بالائے منبر ہے تجھے رنگیں بیانی کی
نصیحت بھی تیری صورت ہے اک افسانہ خوانی کی

☆☆-------------☆☆

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہوگا

☆☆-------------☆☆

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

☆☆-------------☆☆

نالہ ہے بلبلِ شوریدہ! ترا خام ابھی
اپنے سینہ میں اسے اور ذرا تھام ابھی
پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی
بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لبِ بام ابھی

☆☆-------------☆☆

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

☆☆-------------☆☆

یہ نغمہ فصلِ گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہوکہ خزاں لا الہ الا اللہ
اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں، لا الہ الا اللہ

☆☆-------------☆☆

تجھے گُر فقر و شاہی کا بتادوں
غریبی میں نگہبانی خودی کی

☆☆-------------☆☆

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

☆☆-------------☆☆

مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے
نظارے کی ہوس ہو تو لیلیٰ بھی چھوڑ دے
واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے
لطف کلام کیا جو نہ ہو دل میں درد عشق
بسمل نہیں ہے تو تو تڑپنا بھی چھوڑ دے

☆☆------------☆☆

یاد ایام سلف سے دل کو تڑپاتا ہوں میں
بہر تسکین تیری جانب دوڑتا آتا ہوں میں

☆☆------------☆☆

شور لیلیٰ کو کہ باز آرائش سودا کند
خاک مجنوں راغبار خاطر صحرا کند

☆☆------------☆☆

شراب بیخودی سے تا فلک پرواز ہے میری
شکست رنگ سے سیکھا ہے میں نے بن کے بو رہنا
بنائیں کیا سمجھ کر شاخ گل پر آشیاں اپنا
چمن میں آہ، کیا رہنا جو ہو بے آبرو رہنا

☆☆------------☆☆

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے

☆☆------------☆☆

دوا ہر دکھ کی ہے مجروح تیغ آرزو رہنا
علاج زخم ہے آزاد احسان رفو رہنا

☆☆------------☆☆

تو اگر زحمت کش ہنگامہ عالم نہیں
یہ فضیلت کا نشاں اے نیر اعظم نہیں
اپنے حسن عالم آرا سے جو تو محرم نہیں
ہمسر یک ذرۂ خاک در آدم نہیں

☆☆------------☆☆

تو شناسائے خراش عقدۂ مشکل نہیں
اے گل رنگیں ترے پہلو میں شاید دل نہیں
زیب محفل ہے شریک شورش محفل نہیں
یہ فراغت بزم ہستی میں مجھے حاصل نہیں

☆☆------------☆☆

مطمئن ہے تو پریشاں مثل بو رہتا ہوں میں
زخمی شمشیر ذوق جستجو رہتا ہوں میں
تب زباں کھولی ہماری لذت گفتار نے
پھونک ڈالا جب چمن کو آتش پیکار نے

☆☆------------☆☆

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں
یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے
جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے

☆☆------------☆☆

مدتوں ڈھونڈا کیا نظارہ گل خار میں
آہ وہ یوسف نہ ہاتھ آیا ترے بازار میں

صدیقؓ

اک دن رسول پاکؐ نے اصحابؓ سے کہا
دیں مال راہ حق میں جو ہوں تم میں مالدار
ارشاد سن کے فرط طرب سے عمرؓ اُٹھے
اس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار

☆☆------------☆☆

لائے غرض کہ مال رسول امیں کے پاس
ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار
پوچھا حضور سرور عالمؐ نے اے عمرؓ
اے وہ کہ جوش حق سے ترے دل کو ہے قرار
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گذار
کی عرض نصف مال ہے فرزند زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملت بیضا پہ ہے نثار
اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار

☆☆------------☆☆

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں معراج مسلمانی

دینی دستر خوان کے بارے میں جذبات و تاثرات (منظوم)

دینی دستر خواں ہے کیا؟ الوان نعمت گوناگوں
مسلک علمائے حق کا ترجماں لاریب ہے
اعتقاد حق کا مرشد عمل صالح کا دلیل
نغمہ حمد خدا ہے، زمزمہ نعت نبیؐ
تذکرہ اصحاب کا اور سیرت و اخلاق کا
لائق صد آفریں ہے کاوش عبد القیوم
دینی دسترخواں ہے کیا؟ اصناف نعمت رنگ رنگ
معرفت کا ہے خزینہ کنز معلومات کا
سیر حاصل تذکرہ ہے مختلف ادوار کا
ذکر ہے اس میں مفصل ایسی شخصیات کا
جو پڑھے اس کو میسر ہو اسے قلبی سکوں
جن کی ہیبت سے ہوا باطل سدا خوار و زبوں
حکمت و دانش کی پاکٹ، ڈائری خیر القروں
جس سے حاصل روح مسلم کو غذائے اندروں
تبصرہ اہل باطل پر بانداز جنوں
دینی دستر خواں سے ظاہر جن کا ہے سوز دروں
علم و دانش کا مرقع جہل کا رنگیں فسوں
اطعمہ و اشربہ ہیں، اور فواکہ گوناگوں
درج ہیں دینی مسائل مندرج علم الفنوں
جن کے علم و فن کے آگے زعم باطل سرنگوں

(از مولانا سعید علی ضیاء)